۳—۷

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع اول فتاویٰ معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد پہلی غایۃ الاوطار

بہ اردو در المختار

اردو ترجمہ مع حاشیہ جس نے بروم طحطاوی اور ردالمحتار شامی کے اقوال کے ساتھ کیا تصحیح و تکمیل احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی

بمطبع صدیقی واقع بریلی باہتمام محمد منیر مطبوع ہوا

بعرق ریزی اسید پرو رسیلے پریس مین

فہرست جلد اوّل غایۃ الاوطار ترجمہ درّ المختار

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از طرف مترجم ثانی

الحمد للہ رب العلمین اکمل الحمد علی کل حال والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولینا محمد فی الغدو والاصال و علی الہ واصحابہ مروجی الشریعۃ واحکامہا وعلی من تبعہم باحسان الی یوم الرجف والزلزال

بعد حمد و صلوۃ کے احقر العباد محمد حسن صدیقی نانوتوی عرض کرتا ہے کہ کتاب در المختار شرح تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی جسکا مذہب ہند و ہندوستان میں مروج ہے اس فن میں نہایت معتبر ہے اس زمانہ کے سب علما اسبات پر متفق ہیں کہ جسطرح کی تنقیح مسائل اور تصحیح دلائل اس کتاب کے مولف محمد علاء الدین حصکفی نے کی ہے دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی حتی کہ یہہ کتاب باوجود فتاوی ہونے کے مدار مذہب ٹھہر گئی اور سب علما نے اسکی روایات کو مستند جانا اور اسیوجہ سے بڑی بڑی عالم مثل علامہ حلبی اور علامہ طحطاوی و سید احمد شیخ رحمتی اور محمد عابد سندی مدنی اور ابن عابدین شامی وغیرہم نے اس کتاب پر حواشی لکھے فتاوی میں سے اور کوئی ایسی کتاب نہیں جسپر اسقدر حاشیے اول سے آخر تک ہوں یا اسکے مسائل مثل متون کے معتمد ہوں اس کتاب جلیل الشان کو مولوی خرم علی صاحب مرحوم بلہوری نے حسب فرمائش نواب صاحب بہادر مبرور والی باندہ ۱۲۵۸ ہجری میں کتاب النکاح سے اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا متواتر تیرہ برس ترجمہ کرکے رجب ۱۲۷۰ھ میں آخر کتاب تک پونہچادیا پہر محرم ۱۲۷۱ھ تک کتاب الحج کا ترجمہ پورا کرکے شروع کتاب سے باب الاذان تک لکہنے پائے تہے کہ ایک رہگرا ہے عالم بقا ہوئے اس عاجز نے بنظر رفاہ عام ترجمہ مذکورہ کو مترجم مرحوم کے ورثہ سے لیکر جسقدر باقی رہ گیا تہا اوسکی تکمیل اوسیطرح کرکے قصد چہپوانے کا کیا اور ازانجاکہ خود اسقدر مایہ نرکہتا تہا کہ تنہا اسکا متکفل ہوتا لہذا چند احباب کو اسمین شریک کیا ایک جلد بہی اسکی چہپنے نپائی تہی کہ بعض شرکا حوادث آسمانی کے

باعث شرکت سی دست بردار ہوئی اوسوقت جو کیفیت میرے دل پر گذرتی تھی اوسکو خدا ہی جانتا ہے رات دن بعجز التجا او تضرع
کے جناب باری مین دوسرا کار نتھا اسی عرصہ مین ایک اشتہار اسکی طبع کا مشتہر کیا کہ شاید اُس سی طبع مین کچھہ مدد ملے قدرت
قادر مطلق کو دیکھیے کہ جب اشتہار مذکور جناب مستطاب معلی القاب اعظم الامرا امیر العظما منطقۂ ذروۂ شہامت و جلالت نقطۂ دائرہ
امارت و ایالت مؤید مراسم سیاست و عدالت مقوی ارکان ابہت و بسالت حامی دین متین ناصر اہل الیقین ملجأ العلما ملاذ الفضلا
ممہد قواعد خیر و سخا مؤسس قوانین علم و ہدی ؎ قطرۂ از لطف او سرمایۂ دریا و کان + پرتوی از رای او پیرایہ خورشید و ماہ + یعنی
جناب **نواب محمد کلب علیخانصاحب بہادر** والی رامپور دامت دولتہ بمزید النعم و طالت مدتہ فی نشر آثار الکرم کے ملاحظۂ منزل
فیض شوامل سی مشرف ہوا تو احقر کے حاضر ہونے کا حکم دیا کمترین اسکو تائید غیبی جانکر بتعمیل ارشاد شرف ملازمت سی مشرف ہوا بکمال
قدر دانی حال اِس کتاب کے طبع کا استفسار فرمایا عاجز نے سب کیفیت مفصل عرض کی اوسیوقت ارشاد ہوا کہ تم خاطر جمع رکھو کہ
اسکی تکمیل کیصورت بدولت فرمائینگے چنانچہ دوسری روز جسقدر کمی کہ عاجز نے عرض کی تھی اُسکی دادنیہ کا ارشاد فرمایا غرضکہ
صرف ادنی توجہ جناب ممدوح سی یہہ کتاب انجام کو پہونچی اِس کتاب کا فخر اتنا ہی بس ہے کہ اسکا دیباچہ ایسی امیر کبیر کے نام سی مزین
ہوا کریم کارساز حقیقی نے یہہ مہمّ جاودانی جناب منعم الیہم کے لئی مقدر فرمائی ؎ این سعادت بزور بازو نیست + تا نبخشد خدای
بخشندہ + یہہ کمترین اسکی شکریہ مین بجز اسکی کہ صدق دل سے دعا کرے اور کیا کرسکتا ہے ؎ از دست فقیر بینوا نآید ہیچ + جز آنکہ بصدق دل دعائے
بکند + اللہم د قضہ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی وَ اَعْطِہٖ سُؤْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَ اجْعَلْ شِدَّتَہٗ مُلْتَزَمَ اہلِ الْمُنٰی وَ آخِرَتَہٗ خَیْرًا مِنَ الْاُوْلٰی بِحُرْمَۃِ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَ آلِہِ الْمُجْتَبٰی اب چند باتین متعلق اِس ترجمہ کے عرض کرتا ہون **اوّل** یہہ کہ چونکہ مترجم اول کو مہلت سب کتاب کے پورا
کرنے کی بھی نملی اسلئی اس ترجمہ کا نہ کوئی دیباچہ لکھنی پائی اور نہ نام رکھنی پائی اور ازانجا کہ مترجم مرحوم نے ترجمہ کا شروع ۱۲۵۸ھ
مین کیا اور ۱۲۶۱ھ تک سلسلہ ترجمہ کا جاری رہا اِس لحاظ سی مین نے اسکا نام تاریخی غایۃ الاوطار رکھا جسمین ۱۲۹۳ نکلتے ہین جو ۵۸ اور
۶۱ کا درمیانی سال ہے عجب نہین کہ مترجم کی روح کو اِس نام سی نازگی ہو **دوم** یہہ کہ عبارت در مختار اور تنویر الابصار کی بخط نسخ
لکھوائی گئی اور متن پر خط سیاہی کا کھینچدیا گیا **سوم** یہہ کہ عبارت نسخ عنوانون کی جو قلم جلی سے لکھی گئی ہو وہ متن کی عبارت ہی اور
شارح نے جو فروع ہر باب کے آخر مین لکھی ہین تو لفظ فروع کو بھی قلم جلی سے لکھا ہی اور اوسکو بعینہ ترجمہ مین لکھدیا ہی کہ یہہ مسائل جزئیہ
شارح نے اضافہ کئے ہین اسیطرح لفظ فائدہ و جو کلام شارح مین کہین آیا ہی اوسکو بھی جلی لکھا ہے اور اگر عبارت عنوان کی قلم جلی
سی نہین لکھی گئی تو مقدار متن پر لکیر کر دی گئی ہی **چہارم** یہہ کہ مترجم اول نے جہان کہین اقوال محشیہ کے نقل کئی تھی تو اونکے شروع مین
یہہ جملہ لکھا تھا مترجم کہتا ہی مین نے اِس جملہ کی جگہہ صرف میم جلی قلم سے لکھدیا ہی البتہ ہر جلد کے شروع مین ایک دو جگہہ وہ جملہ بھی
لکھدیا ہی تاکہ ناظرین جان جائین کہ میم جلی مختصر جملہ مذکور کا ہی **پنجم** یہہ کہ ترجمہ مین مترجم مرحوم نے اکثر جگہہ فروگذاشت کر دی
تھین اور حاشیہ پر لکھدیا تھا کہ اِس عبارت کا ترجمہ بعد تامل لکھا جاویگا اونکو اِس عاجز نے پورا کر دیا اور جس وجہ سی اُن مین

تامل تھا کتب متداولہ کو دیکھنے سے اوسکو صاف کر دیا ششم یہہ کہ بعض جا عبارت دُر مختار کی بالکل فروگذاشت ہوگئی تھی یا تو سہو
سے رہگئی ہو یا جس نسخہ سے مترجم نے ترجمہ کیا تہا اوسمین تھو بہر حال مین نے مقابلہ کیوقت ایسی عبارتون کو داخل ترجمہ کر دیا ہے
ہفتم یہہ کہ نظر ثانی قرار واقعی مترجم سے نہونے پائی اِسوجہ سے بعض جا خود ترجمہ غلط ہوگیا تھا ایسے مقامات کو اکثر مین نے بدلدیا ہو
اور جہان نہین بدلا وہان حاشیہ پر اشارہ کر دیا ہے کہ مترجم اول سے اسجگہہ تسامح ہوا ہشتم یہہ کہ مترجم موصوف نے اکثر جا محاورۂ
اردو کے لحاظ سے تذکیر و تانیث مین غلطی کی تھی اور کہین الفاظ غیر مانوس داخل ترجمہ کر دئے تھے اُن سب کو مین نے حال کی بول چال کے
موافق صحیح کر دیا ہے نہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین جو عبارت عربی کی یا الفاظ مشکل نظر آئے اُنکے معانی حاشیہ پر یا لفظون کے نیچے
لکھدئے ہین دہم یہہ کہ اگر اثناء ترجمہ مین کوئی آیت قرآنی یا کوئی دعا بخط نسخ آگئی ہے تو اوسکی دونو طرف خط مقوس کھینچدیا ہے اسطرح
( ) تاکہ کوئی اوسکو عبارت دُر مختار کی نہ سمجھے یازدہم یہہ کہ ہم دونو مترجمون نے اسبات کا التزام کیا ہے کہ عبارت اُردو کا
محاورہ بھی ہاتھہ سے نجانے پائے اور حتی الوسع الفاظ عربی کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی جہت سے بیشتر تقدیم و تاخیر کرنی پڑی ہے مثلاً
شارح نے مبتدا و خبر یا فعل و فاعل کے درمیان مین کوئی قید بڑہا دی تو ہمنے ترجمہ مین اول پورے جملہ کا ترجمہ کیا ہے اوسکے بعد شارح
کی تحقیق کو بیان کیا ہے اور جس مقام پر کہ ایک مبتدا کی کئی خبرین یا ایک شرط کی کئی جزائین واقع ہوئی ہین تو اُن مقامون مین ترجمہ کے اندر
لفظ مبتدا یا شرط کو فہم مطلب کے لئے مکرر لکھا ہے اسیطرح مقدرات اور محذوفات کو اکثر ترجمہ مین ظاہر کر دیا ہے حتی کہ ضمیرون کی جگہہ اُن کے
مرجع لکھدئے ہین تاکہ عبارت کا مطلب بخوبی سمجھہ مین آوے اور کسیطرح کی گنجلک مسئلہ مین باقی نرہنے پاوے دوازدہم یہہ کہ حواشی کی
پوری عبارت کا ہمنے ترجمہ نہین کیا بلکہ اتنی باتونکا لحاظ رکہا ہے ۱ توضیح مطلب مسئلہ ۲ ترکیب نحوی اور اشتقاق کلمات اگر مشکل ہو
۳ شارح کا تسامح جسجگہہ واقع ہوا ہو ۴ کسی بیان کی تفصیل جسکو شارح نے مجمل بیان کیا ہے ۵ جن مسائل کا حوالہ شارح نے دوسری
کتابون پر کیا ہے اُنکا نقل کرنا بشرطیکہ کوئی خاص فائدہ اُن سے متعلق تصور کیا ہو ۶ اگر شارح نے کسی مسئلہ مین قول ضعیف لکھدیا
ہو تو اوسمین روایت قوی کتب مروجہ سے ۷ جس جگہہ شارح نے لکہدیا ہو کہ اِس مسئلہ کا حکم مین نے نہین دیکھا اوسکی تصریح کتابون سے
۸ تطبیق شارح کے اقوال مین اگر بظاہر مختلف معلوم ہوئے ۹ عنوان باب کے مناسب کوئی مسئلہ ضروری جو حواشی مین نظر پڑا ۱۰ دلیل
مسائل کی کتاب اور سنت یا اصول سے خواہ دلیل عقلی ۱۱ اختلاف نسخون کا ذکر ۱۲ جس مسئلہ کو شارح نے اصح اور راجح لکہا ہے اُسکا
مقابل نقل کیا ہو اور اوسکی صحت یا مرجوح ہونے مین فقہا کے قول نقل کئے ہین سیزدہم یہہ کہ کہین کہین ایسا بھی ہوا ہے کہ حواشی مین
ایک عبارت دوسرے مقام کے نیچے لکہی ہوئی تھی اور ہمنے اوسکو اور مقام پر ترجمہ کرنا مناسب جانا اِسلئے ہمنے یہہ التزام نہین کیا
کہ ہر قول کا حاشیہ اوسکے ذیل مین رہے دوسری جگہہ نہو چہاردہم یہہ کہ اثناء ترجمہ مین اگر کوئی قید ہمنے زیادہ کی ہے تو جس کتاب مین
وہ قید نظر پڑی ہے اُسکا حوالہ اثناء ترجمہ مین کر دیا ہے مثلاً اگر بحر الرائق سے نقل کیا تو اوس قید کے بعد کذا فی البحر لکھکر باقی عبارت کا
ترجمہ کیا ہے پانزدہم یہہ کہ جو حاشیہ سے ہمنے نقل کیا ہے آخر کر اوسکا نام اور حوالہ کر دیا ہے جیسے کذا فی الشامی یا قال الشامی اور کذا فی الطحطاوی

اور ان محشیون نے جن کتابون سے نقل کیا ہی بعض جا اونکا بھی حوالہ کر دیا ہی مثلا کذا فی الشامی عن الحلبی اور کہین صرف اُن
کتابون کے نام پر اکتفا کیا ہے مثلا کذا فی العینی اور کذا فی الہدایہ **شانزدہم** یہہ کہ عبارت حاشیہ کی اگر ہمنے طویل دیکہی ہے
تو اوسمین سے بقدر اپنے التزام کے لکہکر حوالہ کے بعد مختصراً لکہدیا ہی اور کسی جگہہ اور قسم کا تصرف بہی کرنا پڑا ہی تو وہان حوالہ کے بعد
بتصرف یا ملتقطاً بڑہا دیا ہی اور بعض جا ایسا بہی ہوا ہی کہ صورت مسئلہ یا تحقیق کو سوای حواشی کے اور کتابون مین پایا ہی تو وہان اُن کتابون
کا نام لکہدیا ہی **ہفدہم** یہہ کہ بعض مواضع مین جن کتابون سے محشیون نے کوئی مضمون لیا ہی ہمنے بدون رجوع اصل کتاب کے بتبعیت
محشیون کے حوالہ لکہا ہی **ہیجدہم** یہہ کہ جس عبارت مین شارح کی کوئی سقم محشیون نے بیان کیا ہی اوسکا ترجمہ ہمنے اُن لفظون کے لحاظ
سے کیا ہی جنکو محشیون نے صحیح قرار دیا ہے اور جا بجا اسکی تصریح بہی کر دی ہے کہ لفظ غلط کو چھوڑ کر ہمنے صحیح لفظ کا ترجمہ کیا ہی **نوزدہم**
یہہ کہ مترجم اول نے اکثر اقوال حاشیہ طحطاوی اور مدنی سے لئے ہین اگر کسی جگہہ سہو کاتب سے حوالہ رہگیا ہو تو ناظرین جان لین کہ یہہ مسئلہ
انھین دو حاشیون مین سے کسی مین ہوگا اور مترجم ثانی ترجمہ کیوقت اکثر پیش نظر حاشیہ شامی رکہتا تھا تو میری ترجمہ مین جسجا حوالہ متروک ہو
اوسکو قول شامی کا تصور فرمائین کمتر جگہہ ایسی ہین جہان ہمنے اپنی طرف سے کچہہ لکہا ہو اور جس جگہہ لکہا ہی سیاق عبارت آواز بلند
کہہ رہا ہی کہ یہہ ہماری بحث ہی نہ محشیونکا قول **بستم** یہہ کہ بعض جا ایسا بہی ہوا ہی کہ ایک تقریر کو شامی نے اوطرح لکہا ہی اور طحطاوی نے
دوسری طرح تو ہمنے اُس تقریر کا ترجمہ ایسی طرح کیا ہے کہ دونو حاشیونکی تحریر کو شامل ہو اور ایسی جگہہ حوالہ مین دونو کتابون کا
نام لکہدیا ہی اور اسیطرح جو مسئلہ دونو مین یکسان نظر آیا ہی اوسکے حوالہ مین بہی دونو کا نام مندرج کر دیا ہی **بست ویکم** یہہ کہ
جو مسائل مفید اور فوائد عجیب کتاب مین نظر پڑے ہین اُنکا اشارہ حاشیہ پر ف لکہکر کر دیا ہی اور نیز ایسے مسائل کو فہرست مین
بہی لکہدیا ہی تاکہ ناظرین کو اُنکی تلاش مین دقت نہو **بست ودوم** یہہ کہ اس کتاب کی تکمیل مین مجکو میرے بڑے بہائی جناب
مستطاب معلی القاب مولانا مولوی **محمد منظہر** صاحب نے بہت سی مدد دی اللہ تعالی اُنکی اور میری سعی کو مشکور فرمائے **بست وسوم**
یہہ کہ حتے الوسع تصحیح کتاب اور تنقیح مسائل مین ہمنے بہت جان فشانی کی ہے اور باینہمہ اپنی قلت بضاعت کا معترف ہون اگر
کسی جگہہ غلطی ہوئی ہو تو ناظرین عالی ہمم سے راجی کرم ہون ؎ نہ نازم بسرمایۂ فضل خویش ❊ بدریوزہ آوردہ ام دست پیش ❊
اور اللہ تعالی سے توقع رکہتا ہون کہ جیسے اُسنے اصل کتاب کو عرب و عجم کے باشندون مین مقبول و مختار فرمایا ایسی ہی اس ترجمہ کو پسند
ارباب دین اور اصحاب یقین فرمائے اور ہمارے لیے اسکو باقیات صالحات مین سے کرے ❊

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْن ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

جلد اول

ترجمہ در المختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع کرتا ہون اللہ تعالی کے نام پاک سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

مترجم کہتا ہے شارح نے اپنی کتاب کو شروع بتسمیہ کیا باتباع کلام مجید و بفحوای حدیث مشہور کہ جو امر ذیشان شروع بہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہو وہ ابتر اور بے برکت ہے حَمْدًا لَكَ يَا مَنْ شَرَحْتَ صُدُوْرَنَا بِأَنْوَارِ الْهِدَايَةِ تِبْيَانًا ہم تیری ستائش کرتے ہین اے وہ ذات مقدس کہ تو نے ہمارے سینوں کو دل کشادہ کر دیا طرح طرح کی ہدایت سے وَنَوَّرْتَ بَصَائِرَنَا بِتَنْوِيْرِ الْأَبْصَارِ لَائِحًا اور بعد اوسکے ہماری باطن کی بینائیون کو تو نے نورانی کر دیا ظاہر کی آنکھین روشن کر کے وَفَضْتَ عَلَيْنَا مِنْ أَشِعَّةِ شَرِيْعَتِكَ الْمُطَهَّرَةِ بَحْرًا رَائِقًا اور تو نے اپنی پاک شریعت کی شعاعون سے ہمپر صاف غیر مکدر دریا بہایا وَأَغْدَقْتَ لَدَيْنَا مِنْ بِحَارِ مِنَحِكَ الْمُوَفَّرَةِ نَهْرًا فَائِقًا اور تو نے اپنی بخشش کی بہت بھرے دریاؤن سے ہمارے نزدیک نہر عالیقدر کو بکثرت روان کر دیا ھ شارح نے حمد الٰہی مین بطور براعت استہلال کے کتب فقہیہ کو ذکر کر دیا ہے اور تنویر الابصار جو متن ہے در المختار کا اور بحر الرائق اور نہر الفائق جو کنز الدقائق کی شرحین ہین اور منح الغفار شرح تنویر الابصار ماتن کی ہے بالجملہ اگر انکے معانی لغویہ پر نظر کیجیے تو بھی مطلب صحیح ہے چنانچہ ترجمے مین مذکور ہو چکا اور اگر کتابین مراد لیجیے تو بھی مدعا درست ہے کہ انسے علوم الٰہیہ کا فیض حاصل ہوا تو اس نعمت کا شکر واجب ہو گیا وَأَتْمَمْتَ نِعْمَتَكَ عَلَيْنَا حَيْثُ يَسَّرْتَ ابْتِدَاءَ تَبْيِيْضِ هٰذَا الشَّرْحِ الْمُخْتَصَرِ تُجَاهَ وَجْهِ صَاحِبِ الشَّرِيْعَةِ وَالدُّرَرِ اور تو نے اپنا احسان پورا کیا ہمپر اسواسطے کہ اس شرح مختصر کی ابتدائے تبییض تو نے آسان کر دی ذات مقدس منبع شریعت اور دُرر کے سامنے یعنی مدینہ طیبہ مین روضہ مطہرہ کے سامنے شارح نے در المختار کو مسودے سے صاف کرنا شروع کیا ھ عرف مولفین مین تبییض اسی عبارت ہے کہ کتاب محرر مسودہ کو بعد تحریر کے لکھنے کے بعد غالبا اور دُرر یعنی موتیون سے مراد احکام فقہیہ ہین اور اسمین اشارہ ہے اُس کتاب کا جسکا نام دُرر ہے کذا فی الطحطاوی وَضَجِيْعَيْهِ الْجَلِيْلَيْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ اور رسول کریم کے دو ساتھ لیٹنے والے جلیل القدر کے سامنے یعنی ابی بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بَعْدَ الْإِذْنِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ در المختار کی تبییض شروع ہوئی رسول کریم کے اذن کے بعد حق تعالی اُس ذات مقدس پر رحمت خاص نازل کرے اور سلام ھ در المختار کی منقبت مین اسقدر کافی ہے کہ باذن نبوی مولّف ہوئی اور یہہ کتاب لائق ہے مدح کے اسواسطے کہ اہل مذہب سے اسطرح کی کتاب نہین ہوئی بعضے مصنفین نقل خلاف اور اقوال پر حریص ہین اور قول ضعیف کو قول قوی سے ممتاز نہین کرتے اور بعضے اقوال اہل مذہب اور اُن کے مخالفین کے استدلال پر مائل ہین بعضون نے عبارت مین کمال بسط کر دیا کہ افراط تک نوبت پہنچی اور اس کتاب مین شارح علامہ نے اختصار غیر مخل کا ارتکاب کیا اور اقوال متعددہ کا التزام کیا ایک ہی قول پر اقتصار کیا یا ایسے دو قول پر جو دونون صحیح ہین اور کثرت استدلال سے اسمین تعرض نہین کیا کیونکہ مقلد

پر دلیل کا مطالبہ نہیں اسواسطے کہ دلیل قائم کرنا مجتہد کا کام ہے اور اسطرح اس شرح کی متن کیواسطے بڑی فضیلت ثابت ہو چکی ہے یعنی ماتن نے خواب مین دیکھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سکے گھر مین تشریف لائے اور زبان مبارک کو میرے منہ مین داخل کیا بعد اس خواب کے ماتن نے تالیف اس متن کی شروع کی سو یہ مزیت ماتن اور شارح کے کمال اخلاص کا ثمرہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وعلی آلہ وصحبہ الذین حازوا من منح فتح کشف فیض فضلہ الوافی حقائقا اور رحمت خاص نازل ہو اونکی آل اور اصحاب پر جنہون نے تیرے فضل وافی کے فیض کے عطایا ہی نصرت کا نشر مظہرہ سے امور متحققہ کو جمع کیا اور گھیر لیا ہم شارح نے اسمین اُن فقہ کی کتابون کیطرف اشارہ کیا جنسے شارح وغیرہ نے روایات کو نقل کیا یعنی منح الغفار اور فتح القدیر اور کشف اور فیض اور وافی اور حقائق وبعد فیقول فقیر رحمۃ ذی اللطف الخفی محمد علاء الدین الحصکفی اور حمد اور صلوٰۃ کے بعد کہتا ہے محتاج لطف خفی کی رحمت کا محتاج محمد علاء الدین حصکفی یا حصن کیفی کا رہنے والا علامہ طحطاوی نے لب اللباب سے نقل کیا کہ حصکف ایک شہر ہے دیار بکر مین انتہی اور بعضون نے کہا یہ نسبت ہے حصن کیفی کیطرف جو واقع ہے آمد اور جزیرہ ابن عمر کے مابین مین شارح کا نام محمد ہے اور علاء الدین لقب ہے رحمۃ اللہ علیہ ابن الشیخ علی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ الحنفی محمد علاء الدین بیٹا شیخ علی کا جو بنی امیہ کے جامع مسجد کا امام پھر مفتی محروسہ دمشق کا حنفی مذہب ہم شارح کا نسب یون ہے محمد علاء الدین بن الشیخ علی ابن الشیخ محمد بن الشیخ علی بن الشیخ عبد الرحمن بن الشیخ محمد بن الشیخ جمال الدین بن الشیخ حسن بن الشیخ زین العابدین الحصنی ثم الدمشقی والخطیب الحنفی کذا فی الطحطاوی لما بیضت الجزء الاول من خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار قدرتہ فی عشر مجلدات کبار جبکہ پہلا جزء خزائن الاسرار الی آخرہ کا مسودے کاغذ سادہ مین مین نے صاف کیا تو مین نے اُس شرح کا بڑی بڑی دس مجلد مین اندازہ کیا ہم شارح نے اس متن کی پہلے ایک شرح لکھی جسکا نام خزائن الاسرار وبدائع الافکار فی شرح تنویر الابصار وجامع البحار رکھا پھر جب مسودہ صاف کیا تو اول ہی جزء کے صاف کرنیسے تمام کتاب کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ بڑی بڑی دس جلدین ہونگی فصرفت عنان العنایۃ نحو الاختصار وسمیتہ بالدر المختار فی شرح تنویر الابصار پھیری مین نے اپنا اور کوشش کی باگ اختصار کیطرف اور اس شرح مختصر کا نام در المختار فی شرح تنویر الابصار مین نے رکھا ہم یعنی خوف تطویل سے مطول شرح کو مختصر کیا اور دس جلد کا مطلب ایک جلد مین کر دیا لہذا در المختار نہایت دقیق ہوا شرح نہیں بلکہ متن متین ہو گیا اختصار عبارت سے تقلیل لفظ اور تکثیر معنی سے الذی فاق کتب ہذا الفن فی الضبط والتصحیح والاختصار وہ تنویر الابصار جو فائق اور عالی تر ہے اس فن یعنی فن فقہ کی کتابون سے ضبط اور تصحیح اور اختصار عبارت مین ہم ضبط عبارت سے تکرار اور محافظت فروع سے یعنی تمام مسائل محتاج الیہا کا جمع کر دینا اور تصحیح عبارت سے اقوال صحیحہ کے ذکر کرنے سے یا تصحیح تراکیب سے کذا فی الطحطاوی ولعمری لقد اضحت روضۃ ہذا العلم مفتحۃ الازہار مسلسلۃ الانہار قسم اپنی زندگی کی کہ تحقیق اس علم فقہ کا باغ اسکے ہونیسے کھلی کلیون والا اور انہار ہو گیا یعنی مسائل فقہیہ جو کلیونکی مانند مغلق اور بستہ تھے وہ پھولون کی مانند شگفتہ ہو گئے ماتن کے بیان واضح سے من عجائبہ ثمرات التحقیق تجتنی ومن غرائبہ ذخائر التدقیق تقتنی وتحیر الافکار اس متن کے عجائب سے تحقیق کے پھل پسند کئے جاتے ہین اور اوسکے غرائب سے تدقیق کے وہ ذخیرے ہین جنسے عقول حیرت ناک ہین لشیخ شیخنا شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ التمرتاشی الحنفی الغزی عمدۃ المتأخرین الاخیار وہ متن موصوف بصفات مذکورہ تصنیف ہے ہمارے استاد کے استاد کا یعنی شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی مذہب غزی کا جو عمدہ ہے علماء متأخرین صالحین مین ہم تمرتاش بضم تا دمیم وسکون را مہملہ وتا وشین معجمہ خوارزم کا قریہ ہے کذا فی الطحطاوی اور غزہ ایک شہر ہے شام مین اوسکو ہاشم کہتے ہین قاموس مین ہے کہ غزہ شہر ہے فلسطین مین وہان امام شافعی پیدا ہوئے اور ہاشم بن مناف وہان مرگئے انتہی نسب ماتن کا یون ہے محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب کذا فی المنح شرح الماتن معلوم کرنا چاہیئے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف ہے از انجملہ یہ متن اور اوسکی شرح ہے مسمیٰ بمنح الغفار اور منظومہ فقہ مین مسمی بہ تحفۃ الاقران اور حاشیہ درر غرر کا اور شرح کنز اور شرح زاد الفقیر اور شرح وقایہ اور فتاویٰ دو مجلد اور شرح منار کے اصول مین اور شرح منظومہ ابن وہبان اور معین المفتی علی جواب المستفتی وغیر ذلک من المصنفات المعتمدۃ علم فقہ کا حاصل کیا شیخ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق اور امین الدین ابن العال سے اور بہت علماء نامدار نے ماتن سے علم حاصل کیا از انجملہ شیخ صالح محشی اشباہ ونظائر خلف رشید ماتن انتقال کیا ماتن نے ایکہزار

بیان تصنیفات ماتن

اور چہ سال ہجری مین فرزۂ ہاشم مین اور وہین مدفون ہوئے غفر اللہ لہ کما نسبہ الطحطاوی لمحشاً قانی اذ و یہ عن شیخنا الشیخ عبد الغنی الخلیلی عن المصنف الغزی عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذہب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی المصطفی المختار عن جبریل عن اللہ الواحد القہار کما ھو مبسوط و اجازتنا طرق عدیدۃ عن المشائخ المتبحرین الکبار سے مین روایت کرتا ہون اس فن کو یعنی علم فقہ کو اپنے اُستاد شیخ عبد الغنی خلیلی سے وہ روایت کرتے ہین مصنف یعنی عبد اللہ غزی سے وہ زین ابن نجیم مصری سے وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہے امام ابو حنیفہ صاحب مذہب تک وہ روایت کرتے ہین اپنی اُس سند سے جو متصل ہے نبی برگزیدہ و پسندیدہ تک اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہین جبریل علیہ السلام سے وہ روایت کرتے ہین اللہ واحد قہار سے جل جلالہ چنانچہ سند مذکور مشرح اور مفصل مذکور ہے ہماری اجازت مین بہت طریقون سے اساتذہ کثیر العلم عظیم الشان سے ھ شعرانی نے میزان میں ائمہ اربعہ کی یون سند ذکر کی ہے امام ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل امام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جبریل عن اللہ عزوجل امام شافعی عن مالک الی آخر السند امام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی آخر السند کذا فی الطحطاوی و ما کان فی الدرر و الغرر لم اعزہ الا ما ندر و ما زاد عن نقلہ عزوتہ لقائلہ نفیاً للاختصار اور جو قول کہ درر غرر سے نقل کیا اوسکو درر غرر کیطرف منسوب نہین کیا بقصد اختصار مگر بندرت کبھی بیان بھی کر دیا اور جو زائد ہے درر غرر سے وہ اوسکی قائل کیطرف منسوب کر دیا ھ یعنی در المختار منقول ہے مذہب حنفی کی کتب معتمدہ سے مگر بعض کتب سے نقل زیادہ ہے چنانچہ ملا خسرو کی درر غرر سے تو اختصار کیواسطے اوسکی ہر قول مین شارح نے یہہ نہین کہا کہ یہہ درر غرر سے منقول ہے اوسکے سوا اور کتابون سے اسقدر بکثرت نقل نہین تو وہان نسبت کر دیا کہ یہہ قول فلانی کتاب سے ہے اور یہہ شارح کی مزید دیانت پر دلیل ہے اور عدم ادعاے ریاست علمی پر رحمۃ اللہ علیہ و ما مولی من الناظر فیہ ان ینظر بعین الرضا و الاستبصار و ان یتلافی تلافہ بقدر الامکان او یصفح عنہ عالم الاسرار و الاضمار اور میری امید اس کتاب کے ناظر سے یہہ ہے کہ اسکو بچشم رضا اور تامل کے دیکھے اور یہہ کہ اسکی عیب اور نقصان کا تدارک کرے بقدر اپنی استطاعت اور قدرت کے یا درگذر کرے عیب گوئی سے تاکہ اوسکو بھی درگذر کرے بہید اور چھپی چیز کا جاننے والا ھ چشم رضا کی قید اسواسطے لگائی کہ جو غضب اور بدگمانی کی آنکھہ سے دیکھتا ہے اوسکو حق باطل معلوم ہوتا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر + ولعمری ان السلامۃ من ھذا الخطر لامر یعز علی البشر اور قسم ہے اپنی حیات کی کہ سلامت رہنا سہو اور غفلت کے امر عظیم سے البتہ وہ امر ہے جو آدمی پر دشوار ہے و لا غرو فان النسیان من خصائص الانسانیۃ و الخطاء و الزلل من شعائر الآدمیۃ اور عدم سلامت کچھہ عجب نہین اسواسطے کہ بہولنا انسانیت کے مخصوصات سے ہے اور چوکنا اور لغزش قدم آدمیت کی نشانیون سے ہے و استغفر اللہ مستعیذا بہ من حسد یسد باب الانصاف و یرد جمیل الاوصاف اور اللہ تعالی سے مغفرت مانگتا ہون اوس خطا سے جو اس کتاب مین واقع ہوئی پناہ بخدا طلب کرکے اُس حسد سے جو منصفی کے دروازہ کو بند کرتا ہے اور حاسد کو اوصاف جمیلہ سے پھیر دیتی ہے ھ حسد اوسکو کہتے مین کہ آدمی غیر کی نعمت کا زوال چاہے اور تمنا کرے کہ وہ مجکو ملے یا مطلق زوال چاہے خواہ اوسکو ملے یا نملے اور وہ سخت مرض ہے کہ نیکیون کو کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کہاتی ہے چنانچہ یہہ مضمون حدیث مین وارد ہے اور گاہے حسد آدمی کو کفر تک پہنچا دیتا ہے اسواسطے کہ حسد کا انجام کار اعتراض ہے خدا پر کہ کیون اوسکو یہہ نعمت دی اعوذ باللہ من الحسد و من کل القبائح الاداۃ الحسد حسک من تعلق بہ ھلک آگاہ رہنا نے شک حسد وہ کانٹا ہے کہ جسکو لگا وہ ہلاک ہو گیا و کفی للحاسد ذما آخر سورۃ الفلق فی اضطرامہ بالقلق حاسد کی مذمت مین پچھلی آیت سورہ قل اعوذ برب الفلق کی کفایت کرتی ہے اوسکے جل بہن جانے مین قلق کے سبب سے ھ سورہ فلق کی پچھلی آیت مین حق تعالی نے حاسد کیطرف شر کو نسبت کیا اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو امر کیا کہ اُس سے پناہ مانگو تو حسد کی کونسی مذمت اس سے زیادہ ہوگی للہ در الحسد ما اعدلہ بدأ بصاحبہ فقتلہ خدا بہلا کرے حسد کا کیا خوب منصف ہے اول اپنے صاحب یعنی حاسد کو قلق دیا پھر اوسکو مار رکہا ؎ و ما انا من کید الحسود بآمن + و لا جاہل یزری و لا یتدبر اور مین حسد کرنیوالیکے مکر اور فریب سے نڈر نہین اور اُس جاہل کے مکر سے جو عیب جوئی کرے یعنی میری کتاب مین اور تامل نکرے ھ یہہ بیت ہے قصیدہ ابن وہبان کی ابن شحنہ حنفی

میں پناہ مانگتا ہون اللہ سے حسد سے اور تمام برائیون سے

شارح نے کہا سبب اسکا یہہ ہی کہ صاحب قصیدہ حاسدون کی حسد اور معاندون کے مکر مین مبتلا ہوا بعضے کہتے تھے کہ وہبانیہ بد کتاب ہی اور بعضے کہتے تھے
کہ یہہ کتاب قدیم ہے ابن وہبان نے اپنی طرف نسبت کرلی انتہی اسیطرح شارح مغفور بھی سہام طعن حاسدین کا نشانہ ہوا کذا فی الطحطاوی ولله در القائل
حسدونی وفی وشی الناس کلہم + من عاش فی الناس غیر محسود اور خدا بھلا کرے اس بیت کے قائل کا حاسد میرا حسد کرتے ہین اور سب آدمیون
مین بدتر وہ شخص ہے جو ایکدن بھی غیر محسود جیا یعنی جسپر کسی نے حسد نکیا ہو غیر محسود ہوا اسلیے بدتر ہوا کہ حسد اسیکا ہوتا ہی جسمین اوصاف حمیدہ ہوتے ہین تو
جسپر حسد لوگون نے نکیا تو معلوم ہوا کہ اوسمین کچھہ خوبی نہین چنانچہ شارح اسکی آگے اشارہ کرتا ہی اذ لا یسود سید بدون ودود یمدح و
حسود یقدح یہ اسواسطے کہ کوئی سردار سرداری نہین پاتا بدون اُس دوست کے جو اوسکی خوبی بیان کرے اور بدون اُس حاسد کے جو بدگوئی کرے ھم
جب آدمی نے اپنی بدگوئی سُنی اور اوسپر تحمل کیا اور چشم پوشی کی تو اوسکی عالی ظرفی اور سرداری ثابت ہوگئی لان من درج الاحسن حصل المحن
اسواسطے کہ جسنے کمینون کا جیت ہو یار یون کو خریدن کیا فاللئیم یفضح والکریم یصلح سو کمینہ اور کمظرف فضیحت کرتا ہی اور شریف صاحب کرم صلاح
دیتا ہے اور درست کر دیتا ہی ھم جب کلام سابق سے معلوم ہوا کہ آدمی دو قسم کے ہوتے ہین لئیم اور کریم سو لئیم تو عیب جوئی مین رہتا ہی اور کریم اصلاح کرتا ہی
اگر کچھہ خلل پاتا ہو بشرط قدرت یا چشم پوشی کرتا ہے لکن یاتی بعد الوقوف علی حقیقۃ الحال والاطلاع علی ما حررہ المتاخرون کصاحب البحر
والنهر والفیض والمصنف وجدنا المرحوم وعزمی زادہ واخی زادہ وسعدی افندی والزیلعی والاکمل والکمال ابن الکمال لکن
ای بہائی خطاء اس کتاب کی تلافی کرنا چاہیئے بعد واقف ہونیکے حقیقت حال پر اور بعد مطلع ہونیکے علماء متاخرین کی تحریر اور تنقیح پر مانند صاحب بحر اور
نہر اور فیض اور مصنف اور ہمارے جد مرحوم اور عزمی زادہ اور اخی زادہ اور سعدی افندی اور زیلعی اور اکمل اور کمال و ابن الکمال کے ھم یعنے
تدارک خلل بعد مطلع ہونے کے کتب مذکورہ پر چاہیئے اور بمجرد خطور قلب کے اسپر جرأت مناسب نہین صاحب بحر الرائق زین ابن نجیم مصری ہی اور صاحب
نہر الفائق شیخ عمر ابن نجیم بھائی صاحب بحر کا اور شاگرد نہر الفائق کو تصنیف کیا بھائی کی موت کے بعد اور بھائی پر اکثر مسائل مین مواخذہ کیا یون عذر
بیان کرکے کہ بھول چوک سے محفوظ رہنا آدمی پر دشوار ہے اور عزمی زادہ محشی ہی درر کا اور اکمل عنایہ شرح ہدایہ کا مصنف ہی اور کمال الدین ابن الہمام
صاحب فتح القدیر محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید اسکندری ہی ہمام لقب ہی عبد الواحد کا ثم تحقیقات تسنح بالبال و تلقیتہا عن فحول الرجال
ساتھہ ملاحظہ اُن تحقیقات کے کہ بعض کو میرے دل نے پیدا اور ظاہر کیا اور بعض کو مین نے کامل مردون سے حاصل کیا ھم اگر کوئی کہے کہ شارح جسکے زمانہ
کی تحقیقات کا مسائل فقہ مین کچھہ دخل نہین اسواسطے کہ وہ مجتہد مذہب اور صاحب فتوی نہین اور قیاس کرنیکا بھی اہل نہین اسواسطے کہ قیاس کرنا ہجری
چارسو برس کے بعد مفقود ہوگیا پہر شارح کی تحقیقات سے کیا حاصل جواب اسکا یہہ ہی کہ تحقیقات سے مراد نظائر کو جمع کرنا ہے اور معتمد کے قول کو لانا اور
اشکالات کو عبارات لطیفہ سے دفع کرنا یا اسکا جواب دینا جا بموجب اُس قول کے کہ قوت مدرک کا اعتبار ہی اور اللہ اسکو اہل پیدا ہو اگر چہ بیہی قدرت کاملہ سے
واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ اور حق تعالی ہر کتاب کی عصمت کو نکرہ رکھتا ہی سوا اپنی کتاب کے یعنی کلام اللہ
کے سوا آدمی کی کتاب ایسی لازم العصمۃ نہین کہ اوسمین خطا کا احتمال نہو یہہ شارح نے اپنی بھول چوک کا عذر بیان کیا والمنصف من یغتفر قلیل
خطاء المرء فی کثیر صوابہ اور منصف وہ ہی جو آدمی کی تہوڑی خطا کو اوسکی بہتیری درست گوئی مین چھپا ڈالے یعنی جب آدمی کا اکثر کلام حق اور صواب
ہو تو اوسکی خطاء قلیل پر نظر نکرنا منصفون کا کام ہی اور فقط خطا کو پکڑ لینا اور اوسکی صواب کو ہی چشم پوشی کرنا ظلم صریح اور خباثت ہی و مع هذا
افمن اتقن کتابی هذا فهو الفقیه الماهر اور ساتھہ اسکے یعنے باوجود عدم عصمت کے سو جو شخص کہ خوب سمجھہ لیگا میری اس کتاب کو تو وہ فقیہ ماہر ہی یعنی مسائل فقہ
سے خوب واقف ہوگا ومن ظفر بما فیہ فسیقول بملا فیہ کم ترک الاول للآخر اور جو فتحیاب ہوگا اس کتاب کے مطلب پر وہ اپنا منہ بہر کے کہیگا کہ بہت
مطالب کو اگلا پچھلے کیواسطے چہوڑ گیا ھم یعنی متقدمین نے اکثر اشیا کی تصریح نہین کی اور متاخرین نے اوسپر آگاہ کردیا اسواسطے کہ حوادث متجدد
ہوتے جاتے ہین زمانون کے تجدد سے سو فی الواقع کہ کتاب درالمختار ضبط ربط مسائل اور حسن اختصار مین عدیم المثال ہی ولہذا عرب اور عجم مین مطرح انظار

[illegible]

بڑا جاہل ہے و من حصّلہ فقد حصل لہ الحظ الوافی لانہ البحر لکن بلا ساحل و وابل القطر غیر انہ متواصل اور جسنے اس کتاب کو حاصل کیا اسو
بہرہ وافر اوسکو بہت حصہ ملا اسواسطے کہ وہ سمندر ہے لیکن بے کنارہ اور بڑی بوندون کا مینہہ ہے برسنے والا آرسے ھم اس صنعت عبارت کو تاکید المدح بما
یشبہ الذم کہتے ہین بحسن عبارات و ترصین اشارات و تنقیح معان و تحریر مبانی حالانکہ کتاب میری یا اوسکی تحقیقات خوبی عبارات اور پوشیدہ
اشارات اور منقح کرنے معانی اور آراستہ کرنیوالے الفاظ سے ملکئی ہے یعنی اسکی عبارت اچھی ہے نہین تعقیدات لفظیہ اور معنویہ اور تطویل لاطائل سے معرا ہے
ولیس الخبر کالعیان و ستقربہ بعد التامل العینان اور خبر دیکھنے کی برابر نہین اور تامل کرنے کے بعد دونو آنکھین اس کتاب سے اب ٹھنڈی
ہونگی ھم یعنی دیباچہ کتاب مین میرا توصیف کرنا اس کتاب کا خبر ہے اور خبر محتمل ہوتی ہے صدق اور کذب کی مگر جبکہ تو مطلع ہوگا اس کتاب پر تو تیرے
نزدیک اسکا خود مشاہدہ ہو جاویگا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ وہ توجیہ تعلیل ہے مدعای محذوف کی فخذ ما نظرت من حسن روضتہ الاسمی ودع
ما سمعت عن الحسن و سلمی اسواسطے اسکو جو تو دیکھ چکا ہے اس کتاب کے عالیقدر باغ کی خوبصورتی کو اور اوسکو چھوڑ جو تونے خوبصورتی اور سلمی
کی حکایت سنتی ہی ھم سلمی معشوقہ کا نام ہے یعنی حسن صوری کیطرف التفات نکر حسن معنوی اس کتاب پر نظر کر ع خذ ما نظرت و دع شیئا
سمعت بہ + فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل سے اوسکو جو تونے دیکھا اور چھوڑ اوسکو جو تونے سنا آفتاب کے طلوع ہونے مین وہ روشنی ہے
جو تجکو بے پروا کرتی ہے زحل کی روشنی سے ھم زحل کم روشن ایک ستارہ ہے جسکو فارسی مین کیوان اور ہندی مین سنیچر کہتے ہین ھذا و قد اخذت
اعراض المصنفین اغراض سہام السنۃ الحساد بوجہ لے سکا اور مقرر اہل تصانیف کی ابروئین اہل حسد کی زبانون کی تیرون کی نشانہ ہوگئین
ہین و نفائس تصانیفھم معرضۃ بایدیہم تنتھب فوائدھا ثم تردھا بالکساد اور اہل تصانیف کے عمدہ مصنفات اہل حسد کے ہاتہون پڑی
ہین اونکے فوائد کو لوٹتے ہین پھر اونکو کہوٹا کرکے پہینکتے ہین ع اخا العلو لا تعجل بعیب مصنف + و لم تتیقن زلۃ منہ تعرف ایصاب
عالم شتابی نکر مصنف کی عیب جوئی مین حالانکہ تجکو اوسکی خطا کا یقین نہین ہوا جانا ہو جہاں ع فکم افسد الراوی کلاما بعقلہ + وکم حرف الاقوال
قوم و صحفوا اسو بہت بگاڑا ہے روایت کرنیوالے نے کلام کو اپنی عقل ناقص سے اور بہتیری قولونکی تحریف کی ہے ایک قوم نے اور تصحیف کی ہے ھم تحریف
عبارت ہے تغیر اور تبدیل سے خواہ تبدیل ایک نقطہ کی دوسرے نقطہ سے ہو یا ایک حرف کی دوسرے حرف سے اور گاہے تحریف بمعنی تاویل آتا ہے یعنی غیر مراد کا ارادہ
کرنا اور تصحیف عبارت ہے خطا فی الصحیفہ سے یعنی لکھنے مین چوکنا کذا فی الطحطاوی یعنی جب فساد راوی اور خطا کاتب کا دخل ہوا تو مصنف کی خطا پر یقین نہین
ہوسکتا الا بوجہ دیگر تو عیب گوئی مین عالم کو عجلت مناسب نہین ع وکم ناسخ اضحی لمعنی مغیرا + وجاء بشیء لم یردہ المصنف اور بہت کاتبون
نے معنی کو بدل ڈالا اور وہ چیز لائے جسکا مصنف نے ارادہ نہین کیا وما کان قصدی من ھذا ان یدرج ذکری بین المحررین من المصنفین و المولفین
بل القصد ریاضۃ القریحۃ و حفظ الفروع الصحیحۃ مع رجاء الغفران و دعاء الاخوان اور اس تصنیف سے میرا قصد یہ نہ تہا کہ میرا ذکر داخل ہو اہل
تحریر مین کہ مصنفین اور مولفین ہین بلکہ مقصود ذہن کی مشق ہے اور محفوظ رکہنا صحیح مسائل کا توقع بخشش ربانی و دعا برادران دینی و ما علی من اعراض
الحاسدین عنہ حال حیاتی فسیتلقونہ بالقبول ان شاء اللہ تعالی بعد وفاتی اور مجکو کچھ رنج نہین حاسدون کی روگردانی کا اس کتاب سے میری زندگی مین
مجکو و ضرر ہے اوسکو قبول کرلین گے انشاء اللہ تعالی میری موت کے بعد کما قیل ع تری الفتی ینکر فضل الفتی + لوما و خبثا فاذا ما ذھب + لج
بہ الحرص علی نکتۃ + یکتبھا عنہ بماء الذھب چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے دیکھتا ہے تو ایک جوان کو کہ دوسرے جوان کے کمال کا انکار کرتا ہے کم ظرفی اور
خباثت کی راہ سے پھر جبکہ وہ جاتا رہا یعنی مرگیا بیقرار کرتی ہے اوسکو حرص مسئلہ باریک پر کہ لکھتا ہے اوس کامل محسود کے کلام کو سونیکے پانی سے فھاک
مولفا مھذبا بمھمات ھذا الفن مظھرا لدقائق استعملت الفکر فیھا اذا ما اللیل جن متحریا ارجح الاقوال و اوجز العبارۃ معتمدا فی دفع
الایراد الطف الاشارۃ تو سوا ہے مخاطب اس فن کے آراستہ مجموعہ کو جو ظاہر کرنیوالا ہے اون باریکیونکو جنمین مین نے اپنی فکر کو استعمال کیا جبکہ رات
چھائی تہی راجح تر اقوال اور مختصر عبارت کو تلاش کرتا دفع کرنے اعتراض مین لطیف تر اشارہ کو قصد کرتا فرھا خالفت فی حکم او دلیل فحسب

من لّا اطّلاع لہ ولا فہم حدٰہ بحجہ عن السبیل پہر کبہی تو مین نے مسئلہ متن مین مخالفت کی با دلیل مین سے جسکو اطلاع نہین اور نہ فہم اوسکو گمان کیا اسنی
ہوسکتا یعنی نا واقفی سے میری مخالفت کو گمراہی سمجہا و ثمہ اعترف تبعاً للماشرح علیہ المصنف کلما ادرکنا وآخری ان ذلک لنکتۃ تدقّ عن نظرہ
والحظہ اور گاہی مین نے مصنف کی شرح کی پیروی سے کسی لفظ یا حرف کو بدل ڈالا اور حالانکہ اُس معترض کو معلوم نہین کہ یہہ بدلنا اُس سخن باریک کے سبب سے
جو اوسکی نظر سے باریک اور پوشیدہ ہی وقد انشدنی شیخی الحبر الشامی والبحر الطامی واحد زمانہ حسنۃ اوانہ شیخ الاسلام الشیخ خیر الدین الرملی
اطال اللہ تعالی بقاءہ اور البتہ اشعار آیندہ سنائی مجکو میرے استاد و علامہ عالیقدر دریای لبالب اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے وقت کے خوب فاضل
یعنی شیخ الاسلام شیخ خیر الدین ساکن رملہ نے اللہ تعالے اونکی عمر کو دراز کرے ہم رملہ شہر ہے فلسطین مین وہین انکا انتقال ہوا آنکی تصانیف عمدہ بہت
ہین از انجملہ فتاوی خیریہ ؎ قل لمن لم یر المعاصر شیئاً + ویری للاوائل التقدیما + ان ذاک القدیم کان حدیثاً + وسیبقی ہذا الحدیث قدیما
کہہ اُس شخص سے جو ہمعصر کو کچہہ نہین سمجہتا اور اگلے لوگون کو پچہلون پر تقدیم سمجہتا ہی کہ مقرر وہ پرانا بہی اپنے وقت مین نیا تہا اور آگے یہہ نیا بہی پرانا ٹہریگا ہم
فی الواقع معاصر کتناہی کامل الوجود ہو لوگونکی نظرون مین نہین آتا اور بعد مدت کے وہی معتمد اور معتقد اشہر تا ہے چنانچہ صاحب در المختار اپنے معاصرین
حاسدین سے کس قدر تنگ ہی اور اس زمانے مین عرب اور عجم مین در المختار اعجوبہ روزگار متداول علمار کبار ہے علی ان المقصود والمراد ما انشدنی
شیخی وبرکتی وولی نعمتی رأس المحققین والنقاد محمد افندی المحاسنی وقد اجاد اور بہ این شعر کے لکہنے سے مقصود اور مراد وہ مضمون ہے
جو شعر مین پڑہکر سنایا ہی میرے استاد اور میری برکت اور میرے ولی نعمت محققین اور پرکہنے والون کے سردار یعنی محمد افندی محاسنی نے اور البتہ بہت
خوب کہا ہی ہم محاسنی نسبت ہی محاسن کیطرف یعنی خوبیون والا اور افندی کا لفظ بمعنی بزرگوار مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی ؎ لکل بنی الدنیا مراد و
مقصد + وان مرادی صحۃ وفراغ + لابلغ فی علم الشریعۃ مبلغاً + یکون بہ لی فی الجنان بلاغ ہر ایک اہل دنیا کا کچہہ مراد اور مقصد ہوتا ہی اور
میرا مقصد صحت اور فارغ البالی ہی تاکہ مین علم شریعت مین اُس درجے کو پہونچون جسکے سبب سے بہشت مین میرا پہنچنا ہو ؎ ففی مثل ہذا فلینافس اولوا
النہی + وحسبی من الدنیا الغرور بلاغ + تو ایسے مقصد عظیم الشان مین چاہیے کہ حرص کرین صاحبان عقول اور کافی ہی مجکو دغاباز دنیا سے بلا غم یعنی کفایت
یعنی حطام دنیا سے قلیل کافی ہی تو کوشش کرنا چاہیے اوسمین جس سے نعیم موبد اور سرور دائمی حاصل ہو کذا فی الطحطاوی ؎ فما الفوز الا فی نعیم مؤبد + بہ
العیش رغد والشراب یساغ سو نہین ہی منتہای مراد مگر دائمی نعمت مین جسکے سبب سے معاش کی کشائش ہی اور حلق مین شربت خوشگوار ہو **مقدمہ**
اہل تصانیف کی عادت ہی کہ قبل از شروع مقصود اُن امور کو ذکر کرتے ہین جس سے ناظر کتاب کو بصیرت حاصل ہو اسکو مقدمہ کہتے ہین حق علی من حاول علما
ان یتصور بحدہ او رسمہ ویعرف موضوعہ وغایتہ واستمدادہ جو شخص کہ کسی علم کے شروع کرنیکا قصد کرے اوسپر یہہ حق اور لازم ہی کہ اُس
علم کی حد یا رسم کو تصور کرے اور اوسکی موضوع اور غایت اور استمداد کو پہچانے ہم حد اوس تعریف کو کہتے ہین جسمین ذاتیات مذکور ہون چنانچہ انسان کی
تعریف مین کہنا کہ جاندار گویا اور رسم وہ ہی جسمین تعریف بعرض لازم ہو چنانکہ انسان کو ضاحک یا کاتب بولنا مقدمہ مین دس چیزین مذکور ہوتی ہین
انمین سے شارح نے چار کو مذکور کیا تعریف علم اور موضوع اور غرض اور استمداد سو باقی چہہ امور یہہ ہین واضع علم اور نام علم کا اور حکم شارع کا
اور تصور مسائل اور فضیلت اور نسبت سو چار چیزو نکو خود شارح نے بیان کیا بلکہ فضیلت کو بہی باقی کا بیان یون ہی کہ واضع علم فقہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہین
اور نام علم کا فقہ ہی اور شارع کا حکم یہہ ہے کہ فقہ کا حاصل کرنا بقدر ضرورت کے واجب ہے اور مسائل اس علم کے ہر ایک وہ جملہ ہی جسکا مبتدا مکلف
کا فعل ہی اور احکام خمسہ اوسکی خبر ہی چنانچہ یہہ فعل واجب ہے یا حرام مثلاً اور فضیلت علم فقہ کی یہہ ہی کہ سوای علم عقائد اور تفسیر اور حدیث اور اصول
فقہ کے باقی علوم سے فقہ کا علم افضل ہے اور نسبت یہہ ہی کہ علم فقہ ظاہر کی اصلاح کرتا ہی جیسے عقائد اور تصوف باطن کی اصلاح کرتے ہین کذا فی الحلبی
بتعریف الفقہ لغۃ العلم بالشیء ثم خص بعلم الشریعۃ تو فقہ لغت عرب مین دریافت کرنا ہی شی کا پہر عرف مین فقہ مخصوص بعلم شریعت ہی وفقہ
بالکسر فقہا علم اور فقہ بکسر قاف صیغہ ماضی کا بمعنی علم ہی یعنی دریافت کیا اور جانا اور فقہ بکسر اول و سکون ثانی اوسکا مصدر ہے بمعنی علم و فہم

وفقہ مثلاً الضم فقہا کتصار فقیہا اور فقہ بضم قاف جسکا مصدر فقاہت ہی اُسوقت بولتے ہین جبکہ آدمی فقیہ ہو جائے ہم خلاصہ یہ ہی کہ فقہ لغوی کا
ماضی مکسور القاف ہو اور اصطلاحی کا مضموم القاف ہی کذا ذکرہ صاحب بحر الرائق مع ہکذا فی اور صاحب قاموس نے فقیہ کے ماضی مین کسرہ بھی نقل
کیا ہے واصطلاحًا عندالاصولیین علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من ادلتہا التفصیلیۃ اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح مین فقہ
عبارت ہی احکام شرعی فرعی کے اُس علم سے جو حاصل ہوا ہو احکام کی دلائل مفصلہ سے ہم احکام فرعی وہ ہین جو عمل کرنے سے متعلق ہین اور جو اعتقاد
سے متعلق ہین اونکو احکام اصلی کہتے ہین شارع کی احکام مین شرعی کی قید اسلئے لگائی کہ اس قید سے احکام عقلی و حسی اور اصطلاحی فقہ کی تعریف سے نکل گئے
چنانچہ اسکا علم کہ عالم حادث ہی اور آگ جلانیوالی ہے اور فاعل مرفوع ہی معلوم کرنا چاہیے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس فقہ کی دلائل تفصیلی
ہین اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اصولیون کے نزدیک فقیہ حقیقی فقط مجتہد ہے یا مانند اوسکی اور جو کہ مقلد ہو دلائل سے استدلال کرنا ضرور نہین وعند الفقہاء
حفظ الفروع واقلہ ثلث اور فقیہون کے نزدیک فقہ نام ہی مسائل کے یاد رکہنے کا اور کمتر مرتبہ حفظ مسائل کا یہ ہے کہ تین مسئلے یاد ہون ہم تاتارخانیہ
شارح نے کتاب الوصیۃ مین کہا کہ اگر ثلث مال کی وصیت کی فقیہون کیواسطے تو اوسمین وہ داخل ہوگا جو مسائل شرعی مین نظر و تدقیق رکہتا ہو اگرچہ تین ہی مسئلونکو
اونکی دلائل کے ساتھہ جانتا ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ جسکو ہزارون مسئلے بدون دلائل کے یاد ہون وہ فقیہ نہین وعند اہل الحقیقۃ الجمع بین العلم
والعمل اور اہل حقیقت یعنی صوفیہ کرام کے نزدیک فقہ عبارت ہی علم اور عمل کی جامعیت سے ہم حقیقت مغز ہے شریعت کا اور حقیقت شریعت سے باہر نہین
اور نہ شریعت حقیقت سے جدا ہے اور جو حقیقت کو شریعت سے جدا جانتا ہو اوسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الطحطاوی حضرت امیر خسرو دہلوی نے مطلع الانوار مثنوی
مین فرمایا ہے مین حقیقت بشریعت درست ٭ شرع اگر صین نباشد شرست ٭ ہر کہ بتک از شرع فرا تر زدہ ٭ اللہ و یارب ہمہ زو عربدہ ٭ اور خواجہ عبید اللہ
احرار نے فرمایا کہ حقیقت دریاست و شریعت کشتی از دریا بیچہ توان گذشت بکشتی جب منجملہ صوفیہ صافیہ کے شاہدین عارفین کے کلام سے شریعت اور
حقیقت مین اتحاد یا تلازم ثابت ہوا تو صاف معلوم ہوگیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ شریعت اور ہی اور حقیقت اور ہی وہ صوفیہ کرام کے طریق سے گمراہ ہین
لقول الحسن البصری انما الفقیہ المعرض عن الدنیا الزاہد فی الآخرۃ البصیر بعیوب نفسہ بدلیل قول خواجہ حسن بصری رح کے کہ فقیہ نہین ہے
مگر وہ کہ روگردان دنیا سے نہ رغبت کرنیوالا آخرت مین اپنے عیوب ذاتی کا دانا ہم یعنی عارف فقیہ کی عبادت فقط خدا ہی کیواسطے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف کی
اور نہ بہشت کی طمع سے یہہ لوگ جو بہشت کو مانگتے ہین تو لذت کیواسطے نہین بلکہ پروردگار کے دیدار کے لئے چنانچہ کسی عارف نے کہا ہی ؎ لیس قصدی
من الجنان نعیما ٭ غیر انی ارید ہا لاراک ٭ کذا فی الطحطاوی وموضوعہ فعل المکلف ثبوتا وسلبا اور فقہ کا موضوع عاقل بالغ کا فعل ہے
ثبوت کی راہ سے یا سلب کی راہ سے ہم موضوع علم اوسکو کہتے ہین جسکی عوارض ذاتی کی اُس علم مین بحث اور گفتگو ہی چنانچہ کلمہ اور کلام موضوع ہی علم نحو کا
یعنی اول سے آخر تک اسیکی حالات کی گفتگو ہے اسیطرح فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے ثبوت کی راہ سے چنانچہ فعل کا صحیح ہونا اور فرض ہونا اور واجب ہونا
اور مستحب اور مباح ہونا اور سلب کی راہ سے چنانچہ صحیح نہونا فعل کا اور عدم فرضیت اور حرام ہونا اور مکروہ ہونا تو غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون کا فعل علم
فقہ کا موضوع نہین اور ضمان متلفات اور نفقہ زوجات کے ادا کرنے مین ولی مخاطب ہے نہ صغیر اور مجنون واستمدادہ من الکتاب والسنۃ والاجماع
والقیاس اور فقہ کی استمداد اور مدد گاری کتاب یعنی قرآن مجید اور سنت نبوی اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم یعنی امور اربعہ مذکورہ فقہ کے ماخذ اور اصول
ہین تدبا قت کرنا چاہیے کہ قبل از اسلام کی شریعت غیر منسوخہ قرآن مجید کی تابع ہے اور سنت سے قول اور فعل اور تقریر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی
مراد ہی تقریر اس سے عبارت ہی کہ کوئی امر حضرت کے سامنے ہوا اور حضرت نے اوسکو جائز رکہا ہو اوسپر انکار نکیا اور صحابہ کرام کے اقوال تو سنت مین داخل
ہین اور اجماع سے مراد اُن لوگونکا اجماع ہی جنکا اجماع شمار کے لائق ہے چنانچہ صحابہ کرام اور تمام مجتہدین عصر کا اتفاق اور تعامل ناس یعنی لوگون کا
عمل بالاتفاق تو اجماع کا تابع ہے اور قیاس سے مراد وہ قیاس ہی جو کتاب اور سنت اور اجماع سے مستنبط ہوا اور تحری اور استصحاب حال تو قیاس کا تابع ہے
قیاس مستنبط من الکتاب کی مثال حرمت لواطت کا قیاس ہی وطی فی الحیض کی حرمت پر جو ثابت ہی لقولہ تعالیٰ قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض

بجہد علت مشترکہ مقیس اور مقیس علیہ مین اندا ہی اور قیاس مستنبط من السنۃ کی مثال حرام ہونا چنے کے ایک پیمانہ کا چنے کے دو پیمانون سے بقیاس حرمت گیہون
کے ایک پیمانہ کے گیہون کے دو پیمانون سے جو ثابت ہی اس حدیث سے کہ الحنطۃ بالحنطۃ مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا اور علت مشترکہ یہان اتحاد جنس
اور مقدار ہی اور قیاس مستنبط من الاجماع کی مثال قیاس کرنا ہے وطی حرام کا وطی حلال پر چنانچہ اوسنے مزنیہ کے وطی کی حرمت کو قیاس کیا ہی مادر کنیز موطوءہ کی
حرمت پر جو اجماع سے ثابت ہی یعنی جب اپنی لونڈی سے وطی کی تو اس لونڈی کی مان کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہی اسمین کوئی نص نہین ہی کتاب و سنت سے بلکہ
امہات النساء یعنی خوشدامنون مین بلا اشتراط وطی کے نص وارد ہی کذا فی الطحطاوی تعریف وغایتہ الفوز بسعادۃ الدارین اور فقہ کی غرض اور علت غائی
سعادت دارین کی ظفریابی سے واما فضلہ فکثیر شہیر اور فقہ کی بزرگی اور فضیلت تو بہت مشہور ہی ہم جامع ترمذی مین ابو امامہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضیلت عالم کی عابد پر جیسی میری فضیلت تمہارے ادنے شخص پر مقرر اللہ تعالی اور اوسکے فرشتے اور اہل سموات اور اہل ارض یہانتک
کہ چیونٹی اپنے سوراخ مین اور مچھلیان دریا مین بھلائی چاہتی ہین انکی جو لوگونکو خیر کی تعلیم کرتے ہین اور ترمذی مین ابن عباس رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر سخت تر ہی ہزار عابد سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول ومنہا ما فی الخلاصۃ وغیرہا النظر فی کتب
اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل اور منجملہ فضائل کے وہ قول ہے جو خلاصہ وغیرہا مین ہی کہ نظر کرنا ہمارے اصحاب کی کتابون مین بدون سماع یعنی
فقہ کے کتابونکو مطالعہ کرنا بدون اسماعت کے اوستادونسے سنا ہو تہجد کی نماز سے بہتر ہے وتعلم الفقہ افضل من تعلم باقی القرآن اور فقہ کا سیکھنا
افضل ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم یعنی زیادہ از حاجت فقہ کا سیکھنا غیر کے نفع کیواسطے باقی قرآن کے سیکھنے سے افضل ہی اسواسطے کہ فقہ کا تعلم بقدر حاجت کے
فرض عین ہی وجہ افضلیت کی یہہ ہی کہ اسوقت مین تعلم فقہ کا فرض کفایہ ہی اور قرآن کا تعلم سنت ہی اور فرض افضل ہی سنت سے مگر یہہ وجہ مسلم نہین اسواسطے کہ
تمام قرآن کا سیکھنا بھی فرض کفایہ ہی یا افضلیت کی یہہ وجہ ہی کہ جمیع فقہ محتاج الیہ ہی اسواسطے کہ وقائع کا حدوث ہوتا ہی فقہ کے ہر باب مین بخلاف قرآن
کے اسواسطے کہ قرآن مین ایک آیت کا سیکھنا تو فرض ہی اور سورہ فاتحہ اور تین آیتون کا سیکھنا واجب ہی کذا فی الطحطاوی وجمیع الفقہ لابد منہا اور تمام
فقہ سے چارہ نہین یعنی ضروری ہی اگرچہ بطریق فرض کفایہ کے ہو الحاصل فقہ بجمیع انواع خود آدمیونکو ضروری ہی سو طہارت اور نماز اور روزہ کا دریافت کرنا تو علی العموم
سبکو فرض ہی اور زکوۃ اور حج اور نکاح اور طلاق اور عتاق وغیر ذلک کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی جو انکا حاجتمند ہو یعنی اگر مالدار ہی تو زکوۃ اور حج کے مسائل
کا معلوم کرنا اوسپر فرض ہی وعلی ہذا القیاس نکاح کرنیوالا اور طلاق دینیوالا وفی الملتقط وغیرہ عن محمد لا ینبغی للرجل ان یعرف بالشعر والنحو لان
آخر امرہ الی المسئلۃ وتعلیم الصبیان ولا بالحساب لان آخر امرہ مساحۃ الارضین ولا بالتفسیر لان آخر امرہ الی التذکیر والقصص
بل یکون علمہ فی الحلال والحرام وما لا بد منہ اور ملتقط وغیرہ مین محمد بن حسن سے منقول ہی کہ مرد کو لائق نہین کہ شعرگوئی و نحو دانی مین مشہور ہو اسلئے کہ
اوسکا انجام گداگری ہی اور لڑکون کا پڑہانا اور نہ حساب دانی مین مشہور ہو کہ اوسکا انجام کار پیمائش ہی اراضی کی اور نہ تفسیر دانی مین مشہور ہو اسواسطے کہ اوسکا
انجام کار وعظ گوئی اور قصہ خوانی ہے بلکہ لائق یہہ ہی کہ اوسکا علم ثابت ہو حلال اور حرام مین اور اوسمین جس سے چارہ نہین ہم گداگری کو شعرگوئی کا انجام
اسواسطے کہا کہ اکثر شاعر دنیاے فانی کے طلب کرنے کیواسطے جو مدح کے لائق نہین انکی مدح کرتے ہین اور گاہے ہجو کرتے ہین اوسکی جو مستحق مذمت کا نہین
اور اونکی اکثر اوقات مضامین تازہ کاذبہ کی تلاش مین سرگردانی سے برباد ہوتی ہین کما قیل ~ انما ما اعتز ذو علم بعلم + فعلم الفقہ اولی باعتزاز
فکم طیب یفوح ولا کمسک + وکم طیر یطیر ولا کباز + چنانچہ نظم مین کسی نے کہا ہی کہ جب فخر کرے صاحب علم کسی علم کے سبب سے تو فقہ کا علم
مقدم تر اور اولے با فتخار ہے سو بہت سی خوشبوئین مہکتی ہین اور نہین مہکتی مشک کی مانند اور بہت سی چڑیان اوڑتی ہین اور نہین اوڑتی باز کی مانند
یعنی فقہ اور علوم سے ایسا افضل ہے جیسے مشک اور خوشبوؤن سے اور باز اور پرندون سے وقد مدحہ اللہ تعالی بتسمیتہ خیرا بقولہ ومن یوت الحکمۃ
فقد اوتی خیرا کثیرا وقد فسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ہو علم الفقہ اور البتہ حق تعالی نے فقہ کی مدح کی ہی اوسکو خیر سے تعبیر کرکے
اپنے اس قول مین ومن یوت الحکمۃ الخ یعنی جسکو حکمت دی گئی اوسکو بہت خیر دی گئی اور متعدد مفسرین کے ایک گروہ نے حکمت کو تفسیر بعلم فروع کیا ہی وہ علم جو

ہو حرمت کا علم ہے ومن ههنا قیل ؎ وخیر علوم علم فقه لانه یکون الی کل العلوم توسلا ۔ فان فقیها واحدا متورعا علی الف
ذی زهد تفضل واعتلی اور اسی جگہ سے کسی نے کہا ہے نظم میں اور سب علموں سے بہتر فقہ کا علم ہے اسواسطے کہ وہ سب مراتب عالیہ کیطرف وسیلہ ہوتا ہے
کیونکہ ایک فقیہ متقی ہزار زاہدوں پر بزرگ اور عالیقدر ہوتا ہے مراد یہہ ہے کہ فقیہ ان زاہدوں سے افضل ہے جو فقہ کو نہین جانتے ہین ومما انشدوا لمحمد بن الحسن
رحمه الله ؎ تفقه فان الفقه افضل قائد الی البر والتقوی واعدل قاصد وکن مستفیدا کل یوم زیادة من الفقه واسبح فی بحور الفوائد
فان فقیها واحدا متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد اور دو نون شعرین جو کہ گذرین ماخوذ ہین اس نظم آیندہ سے جو امام محمد کیطرف منسوب ہے
وہ یہہ ہے کہ فقہ کو سیکھہ اسواسطے کہ فقہ افضل کھینچنے والا ہے نیکی اور پرہیزگاری کیطرف اور معتدل تر قریب ہے یعنی اصل طریق مقرب مقصود ہے اور ہو تو ہر روز حاصل
کرنیوالا زیادتی کا فقہ سے اور تیر اکر فوائد کے دریاؤن مین اسواسطے کہ ایک فقیہ متقی سخت تر ہے شیطان پر ہزار عابد سے ؎ نظم سابق اور یہہ نظم امام محمد کا اس حدیث
مرفوع سے ماخوذ ہے عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد اخرجه الترمذی چنانچہ اسکا ترجمہ مقرب
مذکور ہو چکا ومن کلام علی رضی الله عنه ما الفضل الا لاهل العلم انهم علی الهدی لمن استهدی ادلاء اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام سے
نظم ہے کہ بزرگی نہین مگر اہل علم کیواسطے کیونکہ وہ ہدایت پر ہین اور طالب ہدایت کے رہنما ہین وقدر کل امرء ما کان یحسنه والجاهلون لاهل
العلم اعداء اور وزن یعنی قدر اور خوبی ہر مرد کی موافق اوسکی خوب کرداری کے ہے اور جاہل لوگ اہل علم کے دشمن ہین ؎ تو صانع کی قدر اوسکے حسن
صنعت کی مقدار پر ہے اور جسنے علوم آداب کے خوب سیکھے تو اوسکی قدر اونہین کی مقدار پر ہوگی اور جسنے علم فقہ کا خوب حاصل کیا تو اوسکی قدر عظیم ہوگی بسبب عظمت فقہ کے
الحاصل جو شخص کسی چیز کو خوب حاصل کریگا تو اوسکا مرتبہ اوسیکی مقدار پر ہوگا کذا فی الطحطاوی ؎ ففز بعلم ولا تجهل به ابدا الناس موتی واهل العلم احیاء
سو رستگار اور ظفریاب ہو علم کے سبب سے اور علم سے جاہل نرہیو ہمیشہ یعنی اسباب جہل سے اجتناب رکھیو سب آدمی مردے ہین اور علم والے زندے ہین ؎ یعنی
جاہل مردونکی مانند ہین لائق شمار کے نہین اور اونسے کچھہ فائدہ نہین اور اہل علم زندہ ہین یعنی اونکی زندگی سے اونکو اور لوگونکو فائدہ حاصل ہوتا ہے تو
علماء دین کا وجود رحمت اور نور ہے کیون نہو کہ وہ وارث ہین انبیا علیہم السلام کے اور منجملہ جہالت کے اسباب جہل اور نسیان کا ارتکاب ہے چنانچہ جہالت کا
بڑا سبب کاہلی ہے اور کاہلی پیدا ہوتی ہے کثرت بلغم سے اور کثرت بلغم کی ہوتی ہے بہت پانی پینے سے اور پانی بہت پینا ہوتا ہے بہت کہانے سے تو مبدا فساد
کثرت اکل ٹھہرا اور تقلیل اکل کا طریقہ یہہ ہے کہ قلت اکل کے منافع کو آدمی غور کرے ازانجملہ ایک فائدہ یہہ ہے کہ آدمی تندرست رہتا ہے اور زیادہ کہانیوالا گران
تن اور اکثر بیمار ہو جاتا ہے اور بہت کہانیوالا حق تعالی کو ناپسند ہے آمد دوسرا فائدہ قلت اکل کا ایثار ہے یعنی کہانے مین غیر کو مقدم رکھنا اور بہت کہانے
والے کو دوسریکا کہلانا دشوار ہوتا ہے اور منجملہ اسباب نسیان کے معاصی اور کثرت ذنوب ہے اور امور دنیا کی تشویشات اور کثرت اشتغال اور زیادتی علائق سے
اور ہرا دھنیا کہانا اور مصلوب کو دیکھنا اور الواح قبور کو پڑھنا اور اونٹونکی قطار مین چلنا اور زندہ جون زمین پر ڈالنا اور گدی پر پچھنے لگانا اور منجملہ اسباب
موجبہ حفظ وحافظہ کوشش کرنا ہے اور ہمیشہ مذاکرہ رکہنا اور کم کہانا اور تہجد کی نماز پڑہنا اور قران کو دیکھکر پڑہنا اور بہت درود پڑہنا اور شہد کا پینا اور
کندر کو شکر کے ساتھہ کہانا اور اکیس مویز منقی کا نہار منہ کہانا اور جو چیز بلغم اور رطوبات کو کم کرے وہ حفظ کو زیادہ کرتی ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ طالب علم کو
علم نہین آتا اور نہ اوس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جبتک کہ علم کی اور اہل علم کی اور اوستاد کی تعظیم اور توقیر نکرے اسواسطے کہ کوئی کمال کو نہین پہونچا مگر حرمت
کرنے سے اور کوئی نہ نصیب نہین رہا مگر ترک حرمت سے علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اوسکا غلام ہون جسنے مجھکو ایک حرف بتایا چاہے بیچے مجھکو چاہے آزاد کرے
ہارون رشید بادشاہ نے اپنے فرزند کو اصمعی کے پاس بھیجا تاکہ وہ علم اور ادب سیکھے تو بادشاہ نے ایکدن دیکھا کہ اصمعی وضو کرتے ہین اور شاہزادہ پانی ڈالتا ہے
تو بادشاہ نے اسپر عتاب کیا اس امر مین اور کہا کہ مین نے اوسکو اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اوسکو علم اور ادب سکھائیے آپ نے اوس سے یون کیون نہ فرمایا کہ ایک
ہاتھہ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھہ سے آپکا پاؤن دہووے اور منجملہ تعظیم علم کے کتاب کی تعظیم ہے تو طالب علم کو لائق ہے کہ کتاب کو ہاتھہ نہ لگاوے بدون
طہارت کے شمس الائمہ سرخسی کو ایکبار اسہال عارض ہوا اور وہ اپنے سبق کی تکرار کرتے تھے تو اوس رات کو سترہ بار وضو کیا اسواسطے کہ وہ سبق کی تکرار بدون

وضو کے نکرتے تھے وجہ اسکی یہہ ہی کہ علم نور ہے اور وضو بھی نور ہے تو علم کا نور وضو سے دوچند ہوجاتا ہی اور منجملہ تعظیم واجب کے یہہ ہے کہ کتاب کیطرف پانون نہ پھیلائے اور کتاب کی تعظیم ایک یہہ ہے کہ خوشخط واضح لکھے اور بہت باریک نہ لکھے امام اعظم نے ایک کاتب کو دیکھا کہ باریک لکھتا تھا تو فرمایا کہ باریک مت لکھ کہ شاید تو زندہ رہا تو پچھتائیگا اور اگر مرگیا تو تجھکو لوگ برا کہین گے یعنی اگر تو پیر ہوگا اور تیری بصارت ضعیف ہوگی تو ایس باریک تحریر پر تجھکو ندامت ہوگی اور منجملہ تعظیم علم کے ہم سبق بھائیون کی تعظیم ہے اور چاپلوسی معیوب چیز ہے مگر طلب علم مین مذموم نہین اسواسطے کہ استاد اور ہم سبقونکی چاپلوسی کرنا لائق ہے تاکہ اونسے فائدہ حاصل ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً وقد قیل العلم وسیلۃ الی کل فضیلۃ اور کہا گیا ہی یعنی علماء محققین نے فرمایا ہے کہ علم وسیلہ ہی ہر بزرگی اور کمال کا یعنی ترقیات دارین کا سبب ہے العلم یرفع المملوک الی مجالس الملوک علم بلند مرتبہ کرتا ہے غلام کو پادشاہونکی مجالس تک یعنی نہایت حقیر شخص علم کی جلالت شان سے بادشاہون کا ہم صحبت اور جلیس ہوجاتا ہی لولا العلماء لھلک الامراء اگر عالم نہوتے تو امیر ہلاک اور تباہ ہوجاتے ہم وجہ اسکی یہہ ہی کہ امیر خلق اللہ کے حاکم ہین تو اگر فصل خصومات مین علماء دین کیطرف رجوع نکرتے تو گمراہ ہوتے اور عذاب آخرت مین گرفتار رہتے باوجود اسکی علماء دین کو لائق نہین امیرون کے پاس جانا آنا دنیاء فانی کے حاصل کرنے کیواسطے عالم کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو ذلیل نکرے بلکہ مقسوم پر راضی رہے ہمت کو عالی رکھے لوگون کے مال مین طمع نکرے زمانہ سابق مین دستور تھا کہ اول لوگ پیشہ سیکھتے تھے پھر علم حاصل کرتے تھے تا خلق اللہ کے مال مین طمع کی مجال باقی نرہے اور جبکہ عالم طامع ہوا تو اوسکی علوم کی حرمت باقی نہین رہتی اور وہ حق گوئی سے بھی کنیاتا ہی ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ میری امت کی خرابی سے علماء بدکردار سے اس علم کو تجارت قرار دینگے اوسکو بیچین گے اپنے زمانے کے امیرون سے اپنی منفعت کیواسطے خدا اونکی تجارت مین نفع نہ بخشے اور مروی ہی کہ بدتر علماء وہین جو امیرون کے پاس جاتے ہین اور بہتر امیر وہین جو عالمون کے دروازون پر آتے ہین اور مروی ہے کہ دو قسم آدمیون سے جب آراستہ ہوئے تو سب لوگ آراستہ ہوجاتے ہین اور جب وہ بگڑے تو سب لوگ بگڑ جاتے ہین علماء اور امراء کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وانما العلم لا یرفع الا بمقیس لا یعزل اور سوائے اسکے نہین ہے کہ علم صاحبان علم کیواسطے وہ منصب دائمی ہے جسکی معزولی نہین یعنی بادشاہ اس منصب کو نہین چھین سکتا ان الامیر ھو الذی یضحی امیراً بعد عزلہ ان زال سلطان الولایۃ لم یزل فی سلطان فضلہ البتہ اصلی امیر وہے جو امیر بنا رہے اپنے معزول ہونے کیوقت اگر قوت منصب کی زائل ہوگئی تو وہ اپنا کمال کی قوت مین ثابت ہی واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وھو بقدر ما یحتاج الیہ اور معلوم کر اے مخاطب کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہوتا ہے یعنی ہر شخص پر اور فرض عین اوسقدر علم ہے جسکی طرف آدمی حاجت مند ہو اپنی دین کیواسطے ہم تعلیم متعلم مین ہے کہ مسلمان پر ہر علم کا حاصل کرنا فرض نہین بلکہ علم حال کی طلب فرض ہی یعنی آدمی جس حال مین واقع ہو اوس حال کا علم سیکھنا فرض ہی مثلاً جسپر نماز اور روزہ فرض ہوا اوسپر صوم اور صلوۃ کے مسائل کا دریافت کرنا فرض ہے اور اگر مال حاصل ہوا تو زکوۃ اور حج کے مسائل کا سیکھنا فرض عین ہی اور سوداگر پر علم بیوع فرض ہے بالجملہ جو جس چیز کا شغل رکھتا ہو اوسپر اوسکا علم فرض ہی تاکہ اوسمین ارتکاب حرام سے محفوظ رہے اور علم واجب وہ ہے جسقدر سے امر واجب ادا ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً وفرض کفایۃ اور علم سیکھنا فرض کفایہ ہوتا ہے فرض کفایہ وہ ہی کہ ہر شخص پر فرض نہین بلکہ بعض کا سیکھنا ایک شہر مین سبکی طرف سے کفایت کرتا ہی وھو ما زاد علیہ لنفع غیرہ اور فرض کفایہ وہ علم ہی جو اپنی حاجت سے زیادہ ہو غیر کو نفع کیواسطے یعنے ناواقفون کے بتانے کو تاکہ وہ لوگ مہالک اور محرمات سے بچین تو ایک عالم ہر نواحی مین ضرور ہی کہ عوام مسلمین کو ضروریات دین کے سکھادے نہین تو عوام ضائع ہونگے ومندوباً وھو التبحر فی الفقہ وعلم القلب اور علم سیکھنا مستحب ہوتا ہی اور مستحب علم تبحر اور بہتات کا حاصل کرنا ہے فقہ مین اور دلکے علم مین ہم علم قلب سے علم اخلاق مراد ہے یعنی جس علم سے انواع فضائل اور رذائل کی حاصل کرنے کی کیفیت معلوم ہو اور اقسام رذائل اور اونسے بچنے کی کیفیت دریافت ہو تعلیم متعلم مین ہی اسیطرح فرض ہی علم احوال قلوب چنانچہ توکل اور انابت اور خوف الہی اور رضا بالقضا اسواسطے کہ یہہ سب احوال مین واقع ہے اور بندگی اس علم کی کسی پر مخفی نہین ہی اور اسیطرح اخلاق مین معرفت جود اور بخل اور تکبر اور تواضع اور عفت اور اسراف اور تقتیر وغیرہا کی فرض ہے اسواسطے کہ بخل اور نامردی اور تقتیر حرام ہی اور اس سے بچنا بدون اسکی علم اور اسکی ضد کے ممکن نہین انتہی تو علم قلب فقہ پر عطف ہی نہ تبحر پر تو مطلب یہہ ہوا کہ اصل علم اخلاق فرض ہے اور اوسمین تبحر پیدا کرنا مستحب ہی اور اگر تبحر پر عطف کریں

تو تعلیم متعلم کے مخالف ہوگا یعنی علم اخلاق مستحب ٹہہرا گانہ فرض وَحَرَامٌ وَهُوَ عِلْمُ الْفَلْسَفَةِ وَالشَّعْبَذَةِ وَالتَّنْجِيمِ وَالرَّمْلِ وَعُلُومُ الطَّبَائِعِيِّينَ وَالسِّحْرِ
وَالْكِهَانَةِ اور علم سیکہنا حرام ہوتا ہی اور وہ حرام علم یونانیونکی حکمت ہی اور شعبدہ یعنی دست چالاکی بازیگری مین بہان متی کی مانند اور نجوم اور رمل اور
اہل طبائع کے علوم یعنی علم طبیعی اور جادو اور کہانت هم یونانی حکمت اسواسطے حرام ہوئی کہ اوسمین عالم کا قدیم ہونا وغیر ذالک مِنَ الْكُفْرِيَّاتِ وَالْمُحَرَّمَاتِ
داخل ہین اور علم نجوم مین اوضاع فلکیہ سے حوادث سفلیہ پر استدلال کرتے ہین تعلیم متعلم مین ہے کہ نجوم کا علم بمنزلہ مرض کے ہے تو اوسکا سیکہنا حرام ہے
کیونکہ وہ مضر ہے نافع نہین اسلئے کہ قضا اور قدر سے بچنا غیر ممکن ہی تو مسلم کو چاہئے کہ ذکر اللہ اور دعا اور تضرع مین مشغول رہی اور حق تعالی سے عافیت مانگا کرے
اسواسطے کہ دعا محروم الاجابۃ نہین ہوتا پہر اگر بلا مقدر ہے تو ضرور پونہچیگی لیکن داعی کو حق تعالی صبر عطا کریگا دعا کی برکت سے لیکن تعلم نجوم کا بقدر قبلہ
شناسی اور اوقات نماز کے جائز ہے انتہی اور کہانت یہہ ہی کہ شیاطین سے رابطہ پیدا کرے تاکہ وہ اخبار آیندہ بتائین اور یہہ جو لوگ علم جفر کو علی مرتضی
کرم اللہ وجہہ کیطرف نسبت کرتے ہین سو غلط ہی اسکی کچہہ اصل نہین شارح نے علم طب کو بیان نہین کیا لیکن تعلیم متعلم مین یون مذکور ہے کہ طب کا سیکہنا
جائز ہے اسواسطے کہ اسباب مین سے ایک یہہ بہی سبب ہے تو اسکا سیکہنا جائز ہے باقی اسباب کیطرح اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بہی علاج کیا ہی اور
امام شافعی سے منقول ہے کہ الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْأَبْدَانِ وَعِلْمُ الْأَدْيَانِ علم فقہ دین کیواسطے ہے اور علم طب بدن کیواسطے کذا فی الطحطاوی لمنقطا وَدَخَلَ فِي الْفَلْسَفَةِ
الْمَنْطِقُ اور حکمت یونانی مین منطق کا علم داخل ہے یعنی حرام ہی هم حموی محشی اشباہ نے کہا بعض فاضلون نے کہا کہ مین نے اپنے مذہب کے علما کی کتابون مین
تحریم منطق کا قول نہین دیکہا اگر صاحب اشباہ نے دیکہا تہا تو اسکا نقل کرنا مناسب تہا ہان شافعی مذہب کی کتابون مین اسکی بہت تصریح ہی اور تضییع عمر کو اگر وجہ حرمت
قرار دیجئے تو لعبیہ نہین اور یہہ بہی ہے کہ جو منطق سے اشتغال رکہتا ہی وہ غالبا فلسفہ کیطرف مائل ہوجاتا ہی تو منع کرنا از قبیل سد ذرائع کے ٹہہرا والا منطق مین وہ
نہین جو شرع مبین کے مخالف ہو اور بعضے فاضلون نے کہا کہ شاید منطق سے مراد فلاسفہ کی منطق ہی نہ اہل اسلام کی منطق اسواسطے کہ اسمین قواعد اسلام
کے مخالف کوئی چیز نہین اور امام غزالی نے منطق کو معیار العلوم کہا ہی اور فرمایا کہ جسکو منطق کی معرفت نہین اسکے علم پر اعتماد نہین اور بو علی سینا نے
منطق کو خادم العلوم کہا ہی انتہی طحطاوی نے کہا ظاہر امنطق سے وہ منطق مراد ہی جو شبہات اہل اعتزال سے مملو ہی تو وہ داخل فلسفہ ہی وَمِنْ هَذَا الْقِسْمِ عِلْمُ
الْحَرْفِ وَالْمُوسِيقَى اور حرام کی قسم سے حرف اور راگ کا علم ہی هم شاید کہ علم حرف سے کاف کا صرف مراد ہو جو کیمیا کیطرف اشارہ ہی اور اسکی حرمت مین کچہہ
کلام نہین کہ اسمین عمر اور مال دونون برباد ہوجاتے ہین یا مراد حروف کا جمع کرنا ہی جس سے حرکات پر دلالت خارجہ ہو اور احتمال ہے کہ علم اسرار حروف مراد ہو جیسے
اوفاق اور استخدام وغیر ذالک سے کذا فی الطحطاوی مین کہتا ہون کہ ظاہرا علم حرف سے جفر کا علم مراد ہی کہ اُس سے وقائع آیندہ کا استخراج کرتے ہین نجوم کی مانند
اور حالانکہ علم غیب مخصوص بعلام الغیوب ہی واللہ اعلم وَكُرِهَ وَهُوَ أَشْعَارُ الْمُوَلَّدِينَ مِنَ الْغَزَلِ وَالْبَطَالَةِ اور ہوتا ہی علم مکروہ اور وہ غزل اور بیہودہ
گوئی اُن شاعرونکی جو عرب مین بعد اسلام کے پیدا ہوئی هم مولد وہ لوگ ہین جو عرب مین پیدا ہوئی اور حالانکہ وہ عرب کی قوم سے نہین چنانچہ ابو نواس وغیرہ
قاموس مین ہے کہ تغزل لہ نسا عبارت ہی عورتون کے ساتھہ بات چیت کرنے سے وَمُبَاحٌ كَأَشْعَارِهِمْ الَّتِي لَا سُخْفَ فِيهَا كَذَا فِي فَوَائِدِ شَتَّى مِنَ
الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ اور ہوتا ہی علم مباح یعنی اوسکا فعل اور ترک برابر ہے چنانچہ مولدین کے وہ اشعار جنمین نا معقول مضمون نہین اسیطرح مذکور ہی اشباہ
و نظائر کے فوائد شتے مین هم مولدین کی قید اسواسطے لگائی کہ اونکے اشعار مین اکثر مضامین سخیفہ واہیہ مملو ہین برخلاف عرب خالص کے ابن عباسؓ اکثر اشعار
عرب کیطرف التفات رکہتے تہے قران اور حدیث کے الفاظ پر استدلال کرنے کو کذا فی الطحطاوی ثُمَّ نَقَلَ فِي مَسْئَلَةِ الرُّبَاعِيَّاتِ مُحَصَّلُهَا أَنَّ الْفِقْهَ ثَمَرَةُ
الْحَدِيثِ پہر صاحب اشباہ نے مسئلہ رباعیات مین کلام طویل نقل کیا اور اوسکا خلاصہ مقصود یہہ ہے کہ ثمرہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہی یعنی حدیث سے مستخرج ہے وَ
لَيْسَ ثَوَابُ الْفَقِيهِ أَقَلَّ مِنْ ثَوَابِ الْمُحَدِّثِ اور نہین ہی فقیہ کا ثواب محدث کے ثواب سے کمتر وَفِيهَا كُلُّ إِنْسَانٍ غَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا أَرَادَ اللهُ تَعَالَى
لَهُ وَبِهِ لِأَنَّ إِرَادَتَهُ تَعَالَى غَيْبٌ إِلَّا الْفُقَهَاءَ فَإِنَّهُمْ عَلِمُوا إِرَادَتَهُ تَعَالَى بِهِمْ بِحَدِيثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوقِ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ
اور اشباہ مین ہی کہ ہر آدمی سوای انبیا علیہم السلام کے جانتا نہین ہی کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ ہے اوسکی ساتھہ دارین مین اسواسطے کہ حق تعالی کا ارادہ غیب ہی

غرض فقیہ اوسکو جانتے ہین اسواسطے کہ وہ جان گئے ہین حق تعالی کے ارادے کو جو اونکے ساتھہ ہے رسول صادق مصدوق کے اِس حدیث کی دلیل سے کہ جسکے ساتھہ
اللہ تعالی خیر کا ارادہ کرتا ہے اوسکو دین مین فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین مین فہم سلیم عطا کرتا ہے ہم غور کرنا چاہیے کہ فقیہ سے مراد وہ ہے جو مصطلح فقہا ہے یہانتک
کہ جو تین مسئلے یاد رکہے وہی فقیہ ٹھہرے یا اصطلاح اصولیون کا فقیہ یعنے مجتہد مراد ہے اور ظاہرا مراد وہ ہے جو فقہ مین مشتغل ہونے وجو فروع قلیلہ کو یاد
رکہتا ہو مین کہتا ہون یہہ استدلال اُسوقت تمام ہو جب کہ لسان شرع مین فقیہ کا اطلاق فقط اسی پر متعین ہو سو یہہ کیونکر ہو اسواسطے کہ فقیہ کی تعریف مین
اختلاف کثیر واقع ہے یہانتک کہ غزالی نے اِسکو علم تصوف پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا کل شیء یُسْأَلُ عنه العبد یوم القیمة الا العلم فانّه طلب
مِنْ نَبِیِّہ اَنْ یَطْلُبَ الزِّیَادَةَ مِنْہُ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا فکیف یُسْأَلُ عنه اور اشباہ کے فوائد مین ہے کہ ہر چیز سے بندہ پوچہا جائیگا قیامت کے دن مگر
علم سے اسواسطے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم سے یہہ طلب کیا کہ علم کی زیادت طلب کرے بدلیل اِس آیت کریمہ کے (وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) یعنی اور کہہ اے میرے
پروردگار مجکو زیادہ علم دے سو کیونکر سوال ہوگا علم سے یعنی بعد طلب کے ہم یہہ دلیل مدعا کی مفید نہین اسواسطے کہ ہر امر خیر علم ہو یا سواے اوسکے شرع مین مطلوب
الزیادۃ ہے علامہ ابو سعود نے کہا اِس استدلال مین اعتراض ہے اِسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ بندہ کے دونون قدم قیامت مین نہ ہٹینگے یہانتک کہ
اُس سے چار چیزون کا سوال ہوگا اوسکی عمر سے سوال ہوگا کہ کس امر مین اوسکو فنا کیا اور اوسکی جوانی سے سوال ہوگا کہ کس مین اوسکو کہپایا اور اوسکے مال سے سوال ہوگا
کہ کون سی چیز سے اوسکو حاصل کیا یعنی بوجہ حلال یا حرام اور اوسکے علم سے سوال ہوگا کہ اوسنے اوسمین کیا کیا یعنی علم کے موافق عمل کیا یا نہین و تمام
البیان نے الطحطاوی وفیہا اذا سُئِلْنَا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبًا مذہبنا صوابٌ یحتمل الخطأ ومذہب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب
اور اشباہ کے فوائد مین ہے مصفی سے منقول کہ جب ہمسے سوال کیا جاے ہمارے مذہب سے یعنی حنفی مذہب سے اور ہمارے مخالف کے مذہب سے یعنی شافعی یا مالکی یا حنبلی
مذہب سے کہ کون مذہب حق ہے فروع مین تو ہم اِس سوال کے جواب مین کہینگے وجوبا یعنی ہمپر واجب ہے یون کہنا کہ ہمارا مذہب صواب ہے یعنی حق ہے مطابق واقع کے
احتمال رکہتا ہے خطا کا یعنی چوک جانے کا اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے محتمل ہے صواب کا ہم یہہ جواب اسواسطے متعین ہوا کہ یہہ مقلد ہے اور تقلید کسی شخص کی
نہین چاہیے اوسکو خاطی جانکر اور منزلۃ الیقین قطعًا اسواسطے نکیا کہ اگر قطعی یقین کیا جاے تو مجتہدین کا یہہ قول صحیح نہ ٹھہرے کہ المجتہد یُخطئ ویُصیب یعنی مجتہد
استنباط احکام مین خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی ولہذا مخالف کے مذہب کی خطا پر یقین کر لینا جائز نہوا خلاصہ مقام یہہ ہے کہ یہہ کلام نظر بمجتہد ہے یعنی جسطرف
ہمارے امام اعظم گئے ہین وہ اونکے نزدیک صواب ہے مع احتمال الخطا اسواسطے کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور گاہے نفس الامر مین خطا بھی کرتا ہے اور باعتبار ہم
مقلدون کے چارون امام حق پر ہین اپنے اجتہاد مین مصیب ہین تو ہر امام کا مقلد یہی عبارت جواب مین کہیگا جبکہ اوسکے مذہب سے سوال ہوگا اپنے امام کی طرف
سے جسکا وہ مقلد ہے اور یہہ مراد نہین ہے کہ ہر مقلد اسکا مکلف ہے کہ دوسرے امام کی خطا کا معتقد ہو اسواسطے کہ ایک امام کی تقلید جائز نہین ہوئی
مگر بقصد ضروری ہونے تقلید کے اور تقلید کی ضرورت یہہ ہے کہ مقلد اجتہاد کی لیاقت نہین رکہتا کہ احکام ظنیہ کا استنباط دلائل شرعیہ سے کر سکے تو ایک امام
کی تقلید فقط عمل مین کرتا ہے اگر کوئی کہے کہ وہ عمل کے ساتھہ اعتقاد کرنیکا بھی مکلف ہے نہین تو اداے تکالیف مع اعتقاد عدم صحت لازم آتا ہے اسکا جواب
یہہ ہے کہ یہہ لازم نہین آتا ہے مگر جبکہ مسائل تقلیدیہ کی عدم صحت کا معتقد ہو اور ہم یہہ نہین کہتے ہین بلکہ مقلد ظاہرا صواب سمجہے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب
تہا بدلیل قولہ تعالی فَاسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اخذ بقول مجتہد جو بموجب اِس آیہ کریمہ کے اوسپر واجب تہا سو اوسنے کیا اور مقلد اسکا
مکلف نہین ہے کہ اپنے خلاف مذہب کا تخطیہ کرے یعنی اوسکی خطا کا معتقد ہو اب خلاصہ کیا ہے ہمارے استاد نے ابن ملا فروخ مکی حنفی کے قول سے یہ کا
کذا فی الطحطاوی عن مفتی الروم ابی سعود واذا سُئِلْنَا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبًا الحق ما نحن علیه والباطل ما علیه خصومنا جب
کوئی ہمسے سوال کرے ہمارے عقائد سے یعنی اہل سنت کے عقائد سے اور ہمارے مخالفین کے عقائد سے یعنی معتزلہ اور خارجی اور رافضی کے عقائد سے کہ کون
انمین سے حق پر ہے تو ہم جواب مین وجوبا کہینگے کہ مطابق واقع کے حق وہی عقائد ہین جنپر ہم ہین اور باطل مخالف نفس الامر وہ عقائد ہین جنپر ہمارے مخالفین
ہین وفیہا العلوم ثلثة علم نضج وما احترق وهو علم النحو والاصول اور اشباہ کے فوائد مین ہے کہ علوم تین قسم ہین ایک وہ علم ہے کہ پختہ ہو گیا اور

تفرقہ نہیں ہوا یعنی کمال کو نہیں پہونچا اور وہ نحو اور اصول کا علم ہے ہم منضج علم سے مراد یہہ ہے کہ قواعد اوسکے مقرر ہوگئے اور قواعد پر جزئیات متفرع ہوگئے اور ردّ اعتراضات اور تفصیل اقاویل اور توضیح مشکلات ہوگئی اور احتراق سے مراد غایت اور نہایت کا پونہچنا اور یہ تفسیر جو مراد کی نہیں تو اعتراض مشابہ ہے کذا فی الطحطاوی تو علم نحو اور علم اصول ہے اگرچہ قواعد مدون ہوگئے لیکن اونکے فروع مستنبط ہنوز کمال کو نہیں پونہچے بلکہ اونکی امام اونمین مختلف ہین اور یہہ امر ظاہر ہے اوس شخص پر جو اصول اور نحو کی کتابون مین تامل کرتا ہو کذا فی الحموی وَعِلْمٌ لَا نَضِجَ وَلَا احْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْبَيَانِ وَالتَّفْسِيرِ اور ایک علم وہ ہی جو نہ پختہ ہے اور نہ محترق اور وہ بیان اور تفسیر کا علم ہے ہم بیان سے مراد بلاغت کے تینون علم یعنی علم معانی اور بیان اور بدیع حموی نے بعض فضلا سے نقل کیا کہ علم بیان تو ذوق کیطرف راجع ہے تو اوسکی کچھ غایت نہین کیونکہ آدمی اوسمین مختلف ہین اور علم تفسیر کے عدم کمال کی وجہ یہہ ہے کہ موضوع علم تفسیر کا فہم مراد ربانی ہے باعتبار معانی اور وجوہ اعجاز اور مواقع مناسبات وغیر ذلک کے جسکا کوئی محیط نہیں ہو سکتا سوا علام الغیوب کے سو اوسکی نہایت کسطرح حاصل ہوسکتی تھی انتہیٰ وَعِلْمٌ نَضِجَ وَاحْتَرَقَ وَهُوَ عِلْمُ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ اور ایک علم وہ ہے جو پختہ ہوا اور کمال کو بھی پونہچ گیا اور وہ علم حدیث اور علم فقہ ہے ہم علم حدیث نہایت رتبہ کمال کو پونہچا اسواسطے کہ محدثین نے جزاہم اللہ خیرا اسماء رجال اور انکے نسب اور طبقات مین کتابین تصنیف کین اور قوی الحفظ اور ضعیف الحفظ اور فاسد الروایۃ اور صحیح الروایۃ کو بیان کر دیا اور بعضے ایک لاکھ اور بعضے تین لاکھ حدیثون کے حافظ ہوئے اور صحابہ کرام مین جو راوی تھے اونکو معتبر کر دیا اور مراد اور احکام حدیث کو ہر مجتہد کے فہم کے موافق بیان کیا اور فنون احادیث مین طرح طرح کی کتابین لکھین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہی اور فقہ کی تکمیل تو ظاہر ہے کہ مجتہدین نے قرآن اور حدیث مین ابواب نظر کرکے بال کی کھال نکالی قواعد مقرر کیے اور انپر جزئیات متفرع کئے اور خلائق کے حوادث باوجود انکے اختلاف مواقع کے بعینہا لکھدئے یا جو ان حوادث پر دلالت کرے بلکہ فقہا نے ایسے امور مین کلام کیا جو کبھی واقع نہین ہوسکے اس تصور سے کہ مبادا اگر ایسا واقعہ ہو تو مسلمان حیران نہون اور جو جزئی منصوص نہین وہ نادر ہی کمیاب اور اگر ہے منصوص بھی ہوسکتی ہے لیکن ناظر اوسکے محل سے قاصر ہے فہم کا قصور ہی ہر امر فقہ مین مذکور ہی خواہ بمفہوم خواہ بمنطوق کذا فی الطحطاوی ملخصا اگر اہل اسلام انصاف کرین تو حضرت مجتہدین اور فقہا کی احسان کی شکر گذاری سے آپکو عاجز جانین اللّٰہم فارحم المجتہدین والفقہاء الراشدین واجزہم عنا خیر الجزاء یا ارحم الراحمین وَقَدْ قَالُوا الْفِقْهُ زَرَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَسَقَاهُ عَلْقَمَةُ وَحَصَدَهُ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَدَاسَهُ حَمَّادٌ وَطَحَنَهُ أَبُو حَنِيفَةَ وَعَجَنَهُ أَبُو يُوسُفَ وَخَبَزَهُ مُحَمَّدٌ وَسَائِرُ النَّاسِ يَأْكُلُونَ اور البتہ فقیہون نے کہا کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا اور علقمہ نے اوسکو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اوسکو کاٹا اور حماد نے اوسکو مانڈا یعنی اناج جدا کیا ہوسی سے اور ابوحنیفہ نے اوسکو پیسا اور ابو یوسف نے اوسکو گوندا اور محمد بن حسن نے اوسکی روٹیان پکائین اور باقی لوگ اوسکو کہانیوالے ہین ہم ابو یوسف اور محمد شاگرد ہین ابوحنیفہ کے اور ابوحنیفہ شاگرد ہین حماد کے اور حماد ابراہیم نخعی کے اور ابراہیم نخعی علقمہ کے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود صحابی کے تو خلاصہ یہہ ہے کہ اجتہاد اور استنباط احکام کا طریقہ ابن مسعود سے شروع ہوا اور فقہ کی ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام اعظم نے کمال کو پونہچایا اور محمد بن حسن نے امام کی روایات کو جمع کرکے فروع کو منقح کیا اور جس قول سے امام نے رجوع کیا اوسکو بیان کر دیا اور حوادث اونکے وقت مین بکثرت ہونے تو انہون نے فقہ کو مدون کیا اور کتابین تصنیف کین کہ ایک عالم کو فائدہ حاصل ہوا معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہ مذکور سے وہ فقہ مراد ہی جو ابوحنیفہ کے طریق سے مروی ہے اسواسطے کہ امام مالک کی فقہ مروی ہے نافع سے جو ابن عمر اور شافعی کی فقہ مروی ہے امام مالک سے اور احمد بن حنبل کا طریق مروی ہی شافعی سے اور یہہ مطلب نہین کہ فقہ مین تکلم نہین کیا مگر ابن مسعود اور ابوحنیفہ نے وقد نظم بعضهم فقال الفقه زرع ابن مسعود علقمة حصاده ثم ابراهيم دوّاس نعمان طاحنه يعقوب عاجنه محمد خابز والآكل الناس اور البتہ بعض علما نے اسکو نظم کیا ہی کچھہ بدلکر سو یون کہا ہے کہ فقہ کو ابن مسعود نے بویا اور علقمہ اسکا کاٹنے والا ہی پھر ابراہیم مانڈنیوالا ہی نعمان یعنی ابوحنیفہ اسکا پیسنے والا ہے اور یعقوب یعنی ابو یوسف اسکا گوندنے والا اور محمد بن حسن روٹی پکانیوالا اور کہانیوالے ہین وَقَدْ ظَهَرَ عِلْمُهُ بِتَصَانِيفِهِ كَالْجَامِعَيْنِ وَالْمَبْسُوطِ وَالزِّيَادَاتِ وَالنَّوَادِرِ حَتَّى قِيلَ إِنَّهُ صَنَّفَ فِي الْعُلُومِ الدِّينِيَّةِ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعِينَ كِتَابًا اور بیشک محمد بن حسن کا علم ظاہر ہوگیا اونکی تصنیفات سے جیسے جامع صغیر اور جامع کبیر اور مبسوط اور زیادات اور نوادر یہانتک کہ کہا گیا ہے کہ البتہ انہون نے دین کے

علوم مین ۹۹۹ کتابین تصنیف کی من جملہ جامع صغیر مین محمد روایت کرتے ہین ابو یوسف سے اور وہ امام اعظم سے اور جامع کبیر مین محمد روایت کرتے ہین امام سے بلا واسطہ۔ و مِن تلامذتہ الشافعی رضی اللہ عنہ و تزوّج بامّ الشافعی و فوّض الیہ کتبہ و مالہ فبسببہ صار الشافعی فقیہاً اور شافعی بھی محمد بن حسن کے شاگرد وں مین سے ہین اور نکاح کیا تہا شافعی کی مان سے اور اپنی کتابین اور اپنا مال انکو سپرد کیا تھا سو اسی سبب سے شافعی فقیہ ہو گئے ہم یہہ قول ظاہرا اول ہے جلبی نے کہا ان یون کہنا مہیم ہے کہ محمد کی کتابون سے شافعی کو ان مسائل پر اطلاع ہوئی جنسے اونکو قبل اسکے آگاہی نہ تھی اسواسطے کہ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کثرت استخراج مسائل کی ابتدا ہوئی ورنہ شافعی تو بعد اوکے داخل ہونے اور محمد کے ملنے سے پہلے بھی فقیہ مجتہد تھے اور اجتہاد مطلق کیونکر مستفاد ہو اوس شخص سے جسکو اجتہاد مطلق حاصل نہین اور مجتہد مطلق وہی ہے جو اصول اور فروع مین دوسرے کا تابع نہو چنانچہ چارون امام اور مجتہد منتسب وہ ہے جو اصول مین دوسرے کا تابع ہو نہ فروع مین چنانچہ ابو یوسف اور محمد اور زفر رحمۃ اللہ علیہم ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فان المعانی قد تیسرت لہم واللہ ما صرت فقیہاً الا بکتب محمد بن الحسن اور مقر انصاف کیا ہے شافعی نے جہان یون کہا ہے کہ جو شخص کہ فقہ حاصل کرنیکا ارادہ کرے سو اوسکو چاہیے کہ ابو حنیفہ کے شاگردون کا ساتھ نچھوڑے اسواسطے کہ معانی دقیقہ تو اونکو آسان اور سہل ہو گئے ہین اور خدا کی قسم ہے کہ مین فقیہ نہین ہو گیا مگر محمد بن حسن شیبانی کی کتابون سے ہم یعنی مزید بصیرت فروع فقہیہ مین مجکو حاصل نہین ہوئی مگر اونکی کتابون سے کذا فی الحلبی المحشی للدر المختار وقال اسمٰعیل بن ابی رجاء رأیت محمداً فی المنام فقلت لہ ما فعل اللہ بک قال غفر لی ثم قال لو اردت ان اعذّبک ما جعلت ہذا العلم فیک فقلت لہ فاین ابو یوسف قال فوقنا بدرجتین قلت فابو حنیفۃ قال ہیہات ذلک فی اعلیٰ علیین اور اسمٰعیل بن ابی رجا نے کہا کہ مین نے محمد بن حسن کو خواب مین دیکھا سو اوس سے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا اونہون نے کہا کہ مجکو بخشدیا پھر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر مین تیرے عذاب کرنیکا ارادہ کرتا تو یہہ علم تجکو نہ دیتا پھر مین نے کہا تو ابو یوسف کہان ہین کہا کہ ہمسے دو درجے اوپر ہین مین نے کہا تو ابو حنیفہ کہان ہین کہا دور ہین وہ تو علیین کے اوپر ہین ہم علیین جنت مین بالاتر مکان ہے سو یہہ بلندی رتبہ اضافی ہے یعنی بنسبت صاحبین کے نہ مطلقاً اسواسطے کہ انبیا اور صحابہ امام سے قطعاً درجہ مین بلند تر ہین کیف و صلی الفجر بوضوء العشاء اربعین سنۃ امام کا بلند مرتبہ اسقدر کیونکر نہو حالانکہ امام نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے پڑہی چالیس برس ہم مسعر بن کدام نے کہا کہ مین امام ابو حنیفہ کی مسجد مین گیا تو مین نے دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھکے لوگونکو تعلیم علم کیا کئے یہانتک کہ ظہر کی نماز پڑہی پھر عصر تک تعلیم مین مشغول رہے پھر مغرب تک درس فرماتے رہے پھر اسیطرح عشا تک پھر بعد نماز عشا گھر مین گئے سو مین نے اپنے دلمین کہا کہ اس مرد کی مشغولی تو یہہ ہے مطالعہ کب ہوتا ہوگا مین ہسکا تجسس کرونگا جب لوگون کی آمد و رفت بند ہوئی تو امام مسجد مین آئے سو نماز مین قائم رہے طلوع فجر تک جب صبح ہوئی گھر مین گئے پھر کپڑے پہنکر مسجد مین آئے اور فجر کی نماز پڑہی اور اسیطرح عشا تک تعلیم مین مشغول رہے پھر گھر مین گئے سو مین نے اپنے جیمین کہا کہ آج رات تو آرام کرینگے آج بھی اسکا تجسس کرونگا جب آمد و رفت بند ہوئی تو مسجد مین آئے اور شب گذشتہ کیطرح نماز مین صبح کے طلوع ہونے تک مشغول رہے پھر گھر مین جاکر کپڑے پہنکر نماز کیواسطے مسجد مین آئے اور نماز پڑھکر اوسیطرح تا عشا تعلیم اور ارشاد مین رہے پھر گھر مین گئے تو مین نے کہا آج البتہ آرام کرینگے آج بھی تجسس کرونگا سو اس رات مین بھی ویسا ہی کیا صبح تک تو مین نے اپنے جیمین کہا کہ مین انکا ساتھ نچھوڑونگا یہانتک کہ انکا انتقال ہو دنیا سے یا میرا سو مین نے انکی ملازمت کی اونکی مسجد مین ابن معاذ نے کہا کہ مسعر بن کدام ابو حنیفہ کی مسجد مین مرگئے سجدے کے اندر حفص بن غیاث نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ طاعت پر تمکو کس چیز نے قوی کر دیا کہا کہ مین نے حق تعالیٰ سے دعا کی اسواسطے اوسکی اسماء مطہرہ کے تہجی کے حروف پر اور وہ دعا مقدمہ غزنویہ مین مذکور ہے جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ خطیب بغدادی محدث نے حفص بن عبد الرحمن سے روایت کی کہ مین نے مسعر بن کدام سے سنا کہتے تھے کہ ایک رات مین مسجد مین گیا ایک مرد کو نماز پڑھتے دیکھا مجکو اوسکی قرات پسند آئی سو اوسنے قران کا ساتوان حصہ پڑہا مین نے کہا کہ اب رکوع کریگا پھر اوسنے تہائی قران پڑہا مین نے کہا اب رکوع کریگا پھر اوسنے آدہا قران پڑہا سو اسیطرح پڑہتا رہا یہانتک کہ تمام قران ختم کیا ایک رکعت مین پھر مین نے جو اونکو دیکھا تو وہ ابو حنیفہ تھے اور روایت کی خطیب نے خارجہ بن مصعب سے کہ قران کو ایک رکعت مین ختم کیا چار بزرگون نے انمین سے ا

امام ابوحنیفہ ہیں اور خطیب نے یحییٰ بن نصر سے روایت کی کہ ابوحنیفہ قرآن کو رمضان میں ساٹھہ بار اکثر ختم کیا کرتے تھے اور خطیب نے حماد بن یوسف سے روایت کی کہ مین نے اسد بن عمرو سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ نے فجر کی نماز عشا کی وضو سے چالیس برس پڑھی اور اکثر شب تمام قرآن کو ایک رکعت مین پڑھتے تھے اور جس مکان مین اونکی وفات ہوئی وہان ..... بار قرآن کو ختم کیا اور خطیب نے حماد بن ابی حنیفہ سے روایت کی کہ جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو مین نے حسن بن عمارہ سے کہا کہ تم اونکو غسل دو تو جب انہون نے نہلایا تو کہا اللہ تجہپر رحم کرے اور تیری مغفرت کرے تو نے افطار نہین کیا تیس برس سے اور تیری آنکھین نہین جہپکین چالیس برس سے مقرر تو نے اپنے بعد مشقت مین ڈالا اور قاریون کو فضیحت کیا اور خطیب نے ابو یوسف سے روایت کی کہ مین چلا جاتا تھا ابوحنیفہ کے ساتھہ مین نے سنا ایکمرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہہ ابوحنیفہ ہین کہ رات کو نہین سوتے ہین تو امام نے کہا واللہ لوگ میرا حال وہ کہین جو مین نہین کرتا ہون اور رات کو انکی عادت تھی نماز اور دعا اور تضرع کی کذا فی الطحطاوی وحج خمسا وخمسین حجۃ اور امام نے پچپن حج کئے ورای ربہ فی المنام مائۃ مرۃ ولہا قصۃ مشہورۃ اور اپنے پروردگار جلشانہ کو خواب مین سو بار دیکھا اور رویت کا ایک قصہ مشہور ہے حافظ نجم الدین غیطی نے وہ قصہ یون مذکور کیا ہے کہ امام نے رب العزۃ کو خواب مین ننانوے بار دیکھا سو کہا اپنے جی مین کہ اگر اب سو نبار دیکھونگا تو سوال کرونگا کہ خلائق اوسکے عذاب سے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیگی کہا امام نے پہر مین نے حق سبحانہ وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا تو عرض کیا اے پروردگار عز جارک وجل ثناؤک وتقدست اسماؤک کس چیز سے نجات پائیگی خلائق تیرے عذاب سے قیامت کے دن تو فرمایا کہ جو صبح اور شام یون کہا کریگا سبحان الابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان رافع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان من خلق الخلق فاحصاہم عدد سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد سبحان الذی لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وہ شخص میرے عذاب سے نجات پائیگا کذا فی الطحطاوی وفی حجتہ الاخیرۃ استاذن حجبۃ الکعبۃ بالدخول لیلا فقام بین العمودین علی رجلہ الیمنی ووضع الیسرے علی ظہرہا حتی ختم نصف القرآن ثم رکع وسجد ثم قام علی رجلہ الیسرے ووضع الیمنی علی ظہرہا حتی ختم القرآن فلما سلم بکی وناجی ربہ وقال الہی ما عبدک ہذا العبد الضعیف حق عبادتک لکن عرفک حق معرفتک فہب نقصان خدمتہ لکمال معرفتہ فہتف ہاتف من جانب البیت یا ابا حنیفۃ قد عرفتنا حق المعرفۃ وخدمتنا فاحسنت الخدمۃ وقد غفرنا لک ولمن اتبعک ممن کان علی مذہبک الی یوم القیمۃ اور امام نے اپنے اخیر حج مین کعبہ شریفہ کے خادمون سے ایک رات داخل ہونے کی اجازت لی تو کہڑے ہوئے نماز مین بیت اللہ کے دو ستونون کے درمیان داہنے پانون پر اور بایان پانون داہنے کی پشت پر رکہا یہان تک کہ آدہا قرآن ختم کیا پہر رکوع اور سجدہ کیا پہر کہڑے ہوئے بائین پانون پر اور داہنا پانون اوسکی پشت پر رکہا یہانتک کہ قرآن کو ختم کیا پہر جب سلام پہیرا تو روئے اور مناجات کی اپنے رب سے اور کہا الہی اس بندہ ضعیف نے تیری عبادت نہین کی جیسی کہ تجہکو لائق ہے لیکن تجہکو جانا جیسی کہ تیری جاننے کا حق ہے تو اوسکی خدمت کے نقصان کو اوسکی کمال معرفت کے سبب سے بخشدے یعنی کمال عرفان کو نقصان خدمت کا کفارہ کر تو بیت اللہ کی ایک جانب سے آواز غیبی آئی کہ اے ابوحنیفہ تو نے ہمکو جانا جیسا کہ حق معرفت تہا اور البتہ تو نے ہماری خدمت کی تو خوب ہی خدمت کی اور مقرر ہمنے تجہکو بخشا اور اوسکو بخشا جو تیرا تابع ہوا اُن لوگون مین سے جو تیرے مذہب پر ہین قیامت تک ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ تراوح افضل ہے نعب قدمین سے تراوح کی حقیقت یہہ ہے کہ ایکبار ایک پانون پر اعتماد کرے اور دوسری بار دوسرے پانون پر اور یہی محمل امام کے فعل مذکور کا ہے لیکن یہہ احتمال بعید ہے اسواسطے کہ ایک پانون کا دوسرے پانون کی پشت پر رکہنا منقول ہے اور ضیاء معنوی مین مذکور ہے کہ ایک پانون پر فرائض مین کہڑا ہونا بدون عذر کے مکروہ ہے اور نوافل مین جائز ہے اور حق معرفت کا عرفان جو مذکور ہوا تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ امام حق تعالیٰ کے اُن صفات کے بالیقین عارف تہے جو اوسکی کبریا اور جلال پر دلالت کرتی ہین اور یہہ مراد نہین کہ کنہہ ذات اور صفات ربانی کے عارف تہے اسواسطے کہ وہ تو محال ہے بدلیل ما عرفناک حق معرفتک اور تابعین امام کی مغفرت کی جو بشارت ہوئی تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو امام کے مذہب پر چلے یعنی اوسکو حلال اور حرام اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر بموافقت سنت وکتاب عمل کرے اور تعصب باطل اور مکروہ سے بچے

اور یہہ وہ نہین ہی کہ جو کچھہ مین حنفی مذہب ہوتی اوسکی سنغر رہتا ہو جاوی کذا فی الطحطاوی منتصراً وقیل لابی حنیفۃ بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادۃ و
ما استنکفت عن الاستفادۃ اور امام ابو حنیفہ سی کہا گیا کہ کس چیز سے تم اس مرتبہ کو پہونچے کہا کہ مین نے بخل نہین کیا غیر کے بتانیسے اور نہ عار کی سیکھنی سے
ھم اور کسی نے ایکبار پوچہا کہ یہہ علم آپکو کیونکر حاصل ہوا جواب دیا کہ محنت اور شکرگذاری سے حاصل ہوا جب مین کسی حکمت اور فقہ کو سیکھا تو مین نے کہا الحمد للہ
یعنی خدا کو شکر ہے جسنے مجھکو اس فہم کی توفیق دی تو میرا علم اس محنت اور شکرگذاری سے بڑہتا گیا یعنی اسواسطے کہ شکر مزید نعمت کا باعث ہی وقال مسعر بن کدام
من جعل ابا حنیفۃ بینہ وبین اللہ یرجوت ان لا یخاف اور مسعر بن کدام نے کہا کہ جو امام ابو حنیفہ کو درمیان اپنے اور درمیان حق تعالی کے کرے یعنی انکو وسیلہ
کرے اور اونکے مذہب پر چلے مین امید کرتا ہون کہ اوسکو کچھہ خوف نہو وقال فیہ حسبی من الخیرات ما اعددتہ یوم القیمۃ فی مرضاۃ الرحمن دینی ان
محمد خیر الوری ثم اعتقادی مذہب النعمان اور مسعر بن کدام نے امام کی مدح مین کہا کفایت کرتی ہی مجھکو قیامت کے دن نیکیوں سے وہ چیز جو مین نے طیار کر
رکھی ہی رحمن کی رضامندی مین سو وہ چیز دین ہی نبی محمد کا جو تمام خلق سے بہتر ہین پہر بعد اسکی میرا اعتقاد نعمان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ ھم مقدمہ غزنوی مین یہہ
دونون بیتین ابو یوسف کیطرف منسوب ہین تو مسعر نے یہہ کہا الطحطاوی حکایت عن الفخر کذا نے الطحطاوی سے مسعر بن کدام استاد ہین سفیان ثوری اور سفیان ابن
عیینہ کے کذا فی القاموس اور یہہ دونون بزرگ مجتہد اور استاد المحدثین ہین رحمۃ اللہ علیہم وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان آدم افتخر بی وانا افتخر
برجل من امتی اسمہ نعمان وکنیتہ ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ اور روایت ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سی کہ حضرت آدم نے میرے سبب سی فخر کیا اور مین فخر کرتا ہون
ایک مرد کے سبب سی جو میری امت مین ہی نام اوسکا نعمان ہی اور کنیت اوسکی ابو حنیفہ ہی وہ میری امت کا چراغ ہی وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام ان سائر الانبیاء
یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفۃ من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی کذا فی التقدمۃ شرح مقدمۃ ابی اللیث اور نبی علیہ الصلوۃ
والسلام سی روایت ہی کہ تمام انبیا میرے سبب سی فخر کرتے ہین اور مین ابو حنیفہ کے سبب سے فخر کرتا ہون جو اوسکے ساتہہ محبت رکھی سو مقرر اوسنے میرے ساتھہ محبت رکھی اور
جو اوسکی ساتہہ دشمنی رکھی سو البتہ اوسنے میرے ساتھہ دشمنی رکھی اسیطرح یہہ دونو حدیثین تقدمہ مین مذکور ہین جو شرح ہی مقدمہ ابو اللیث کی ھم طحطاوی نے کہا
اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہین ابو حنیفہ سی تو وہ حضرات احق بالافتخار ہین اوسکا جواب یہہ ہی کہ ابو حنیفہ اوس زمانے مین موجود ہوئی کہ صحابہ کا زمانہ منقطع
ہو گیا تہا اور سنت مین کچھہ ضعف طاری تہا تو اونکا وجود خلق کیواسطے رحمت ہو گیا اور احکام دینی کے فہم مین نفع عظیم حاصل ہوا قال فی الضیاء المعنوی و
قول ابن الجوزی انہ موضوع تعصب لانہ روی بطرق مختلفۃ ضیاء معنوی مین کہا اور ابن جوزی کا یہہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہی یعنی دروغ
بستہ ہی تعصب اور نا انصافی ہے اسواسطے کہ روایت اوسکی اسناد مختلفہ سی ثابت ہی ھم ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے یعنی جبکہ روایت
حدیث کی اسانید متعددہ سی ہوئی تو اوسکو موضوع کہنا نا انصافی ہے زیادہ برین نیست کہ ضعیف سہی نہ کہ موضوع علاوہ یہہ ہی کہ جب ضعیف حدیث
کے طرق متعدد ہوئی تو وہ مرتبہ حسن کی قریب ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی وروی الجرجانی فی مناقبہ بسندہ الی سہل بن عبد اللہ التستری
انہ لو کان فی امۃ موسی وعیسی مثل ابی حنیفۃ لما تہودوا ولما تنصروا اور جرجانی نے مناقب نعمانیہ مین اپنی سند کے ساتھہ سہل بن عبد اللہ
تستری سی روایت کی کہ اگر امت موسی اور عیسی مین ابو حنیفہ کی مانند عقل اور دیانت مین کوئی عالم ہوتا تو وہ لوگ یہودی اور نصرانی نہوتے
یعنی دین کی تحریف اور تبدیل نکرتے ومناقبہ اکثر من ان تحصی اور امام اعظم کے مناقب اور فضائل حصر کرنے سی زیادہ تر ہین یعنی حصر نہین
ہو سکتی ھم جلال الدین سیوطی شافعی نے تبییض الصحیفہ مین کہا کہ علما نے ذکر کیا ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالک کی بشارت دی اوس حدیث
مین جسکا خلاصہ مطلب یہہ ہی کہ عنقریب لوگ سفر طویل اختیار کرینگے علم کے حاصل کرنے کیواسطے تو مدینہ کے عالم سی کسیکو عالم تر نپاوینگے
اور امام شافعی کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکا حاصل مطلب یہہ ہی کہ قریش کو برا نکہو اسواسطے کہ قریش کا عالم طبقہ زمین کو علم سے بہردیگا مین
کہتا ہون کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام ابو حنیفہ کی بشارت دی اوس حدیث مین جسکو ابو نعیم نے حلیہ مین ابو ہریرہ سے روایت کی قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجال من ابناء فارس یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر علم ثریا پر ہوتا تو البتہ چند مرد

اہل فارس کے اوسکو پا جاتے اور حدیث ابوہریرہ کی صحیح بخاری اور مسلم میں ان الفاظ سے ہو لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجال من فارس اور صحیح مسلم میں یون ہی لو کان الایمان عند الثریا لذہب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناولہ اور اسی مضمون کی حدیث شیرازی نے القاب میں اور معجم طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہی تو یہہ اصل صحیح معتمد علیہ ہے بشارت اور فضیلت میں اسکی ہوتے خبر موضوع کی کچہ حاجت نہین انتہی ما قال السیوطی اور منجملہ مناقب امام کے وہ روایت ہے جو خطیب بغدادی شافعی نے روایت کی ابو یحیی حمانی سے کہ مین نے ابو حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ایک خواب دیکہا سو اوس سے مجکو بہت پریشان کیا مین نے دیکہا کہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کہودتا ہون سو مین بصرہ مین گیا مین نے ایک شخص سے کہا کہ محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کرے تو انہون نے کہا کہ یہہ مرد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو نشر اور مشہور کریگا اور پہیلاویگا اور خطیب نے ابی وہب بن مزاحم سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن مبارک سے سنا کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالی میری فریادرسی نکرتا ابو حنیفہ اور سفیان ثوری سے تو مین بہی اور آدمیون کی مانند ہوتا اور خطیب نے محمد بن عبد الجبار سے روایت کی کہ قاسم بن معین بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود رض سے کہا گیا کہ تم ابو حنیفہ کے شاگردون مین داخل ہونے سے راضی ہو اونہون نے کہا کسیکی مجلس لوگون کو ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ تر نافع نہین اور سعد بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ابن جریج کے پاس تہا ۱۵۰ ہجری مین کہ ابو حنیفہ کی موت کی خبر آئی تو استرجاع کیا اور کہا ای علم ذہب یعنی بہت بڑا علم جاتا رہا اس شخص کے مرنے سے اور خطیب نے ابن الوزیر مروزی سے روایت کی کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ جب سفیان اور ابو حنیفہ یکجا ہون تو انکے آگے کون شخص فتوی دیسکتا ہی اور کہتے تھے کہ جب یہہ دونون بزرگ ایک شی پر اتفاق کرین تو وہی حق ہے اور عبداللہ بن داود نے کہا کہ جب تو آثار یا حدیث کا قصد کرے تو سفیان ہی اور جبکہ تو ان دقائق اور موشگافیون کا ارادہ کرے تو ابو حنیفہ ہے اور خطیب نے محمد بن سعید کاتب سے روایت کی کہ مین نے عبداللہ بن داود سے سنا کہتے تھے کہ اہل اسلام پر اپنی نمازمین ابو حنیفہ کیواسطے دعا کرنا واجب ہے کہ انہون نے لوگون کیواسطے سنن اور فقہ کو محفوظ کردیا اور خطیب نے احمد بن محمد بلخی سے روایت کی کہ مین نے شداد بن حکیم سے سنا کہتے تھے کہ مین نے ابو حنیفہ سے زیادہ تر عالم نہین دیکہا اور اسمعیل بن محمد فارسی سے روایت کی کہ مین مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ ابو حنیفہ اپنے اہل زمانے مین سب سے زیادہ تر عالم تھے اور خطیب نے یحیی بن معین سے روایت کی کہ مین نے یحیی بن سعید قطان سے سنا کہتے تھے کہ ہم دروغ نہین کہتے ہین ہمنے ابو حنیفہ کی رای سے بہتر نہین سنا اور اونکی اکثر اقوال کو ہمنے لیا ہے اور خطیب نے سلیمان بن ربیع سے روایت کی کہ مین نے مکی بن ابراہیم سے سنا کہتے تھے کہ مین علماء کوفہ کی مجلس مین بیٹہا سو ان مین سے کسی کو ادرع یعنے متقی تر ابو حنیفہ سے نہین دیکہا اور خطیب نے علی بن حفص بزار سے روایت کی کہ حفص بن عبد الرحمن تجارت مین امام کے شریک تھے سو اونہون نے حفص بن عبد الرحمن کے پاس کپڑے مین متاع کو بہیجا یعنی تہانون کی گٹہری بہیجی اور اطلاع کی کہ فلانے کپڑے مین نقصان ہے جب بیچنا تو مشتری کو اسکا عیب جتا دینا سو حفص نے اوسکو بیچا اور مشتری سے اسکا عیب بتانا بہول گئے پہر جب ابو حنیفہ کو یہہ حال معلوم ہوا تو تمام مال کی قیمت خیرات کردی کذا فی الطحطاوی عن السیوطی ھم عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج اور عبد اللہ بن داود اور شداد بن حکیم اور یحیی بن سعید اور مکی بن ابراہیم وغیرھم اہل اجتہاد اور اہل حدیث اور محدثین کے اوستاد ہین اونکے اقوال مسندہ مذکورہ سے زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار ہونا اپنے وقت مین امام ابو حنیفہ کا ثابت ہوا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ صحیحین کی حدیث مذکور لو کان العلم عند الثریا لناله رجال من فارس کا محل صحیح امام اعظم اور اونکے اصحاب ہین کیونکہ اہل فارس مین اونسے زیادہ تر کوئی عالم عالی فہم دقیقہ رس نہین ہوا تو امام کیواسطے یہہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہی وصنف فیہا سبط ابن الجوزی مجلدین کبیرین وسماہ الانتصار لامام ائمۃ الامصار اور ابن جوزی محدث کے پوتے نے مناقب امام اعظم مین دو مجلد بڑی بڑی تصنیف کی اور اسکا نام رکہا الانتصار لامام ائمۃ الامصار یعنی پیشوایان بلاد کے پیشوا کی انتقام لینا ھم امام کو امام الائمہ اسواسطے کہا کہ انکا اجتہاد سب مجتہدین مشہورین سے مقدم ہے اور اجتہاد کا دروازہ انہین نے کہولدیا کما لا یخفی علی العلماء وصنف غیرہ اکثر من ذلک اور اوسکے سوا اور علمانے اونکے فضائل اور مناقب اس سے زیادہ بہت کچہ تصنیف کیا بعض مختصر ہین

اور بعضے سیوطی وغیرہ نے نقل کیا ہے اَنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ النُّعْمَانَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰی بَعْدَ الْقُرْآنِ اور حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہ نعمان معجزات مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم مین سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہے ہم معجزہ کہا امام کو اسواسطے کہ انکی خبر دی قبل انکے وجود کے اور جو کہ ان احادیث مین جو مذکور ہوئین محکم ہین غیر یہ اسواسطے کہ احادیث علم ثریا امام اعظم پر قطعاً محمول ہین بخلاف عالم قریش کی حدیث کے کہ اسکو بعضون نے ابن عباس پر محمول کیا ہے اور عالم مدینہ کی حدیث کو اور علماء مدینہ پر محمول کیا ہے بخلاف حدیث مذکور کے کہ اسکا کوئی محمل واقعی صحیح نہین سوا ابوحنیفہ اور انکے اصحاب کے اور یہان معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہین ہین اسواسطے کہ معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہین کذا فی الطحطاوی وحیثیات من مناقبہ اشتہار مذہبہ ما قال قولا الا اخذ بہ امام من الائمة الاعلام اور امام کے مناقب سے تجکو کفایت کرتا ہے انکے مذہب کا مشہور ہونا امام نے کوئی ایسا قول نہین کہا جسکو کسی امام نے ائمہ اعلام سے لیا ہو ہم اخذ سے مراد موافقت ہے اجتہاد مین نہ تقلیدہ اسواسطے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا ولقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من زمنہ الی ہذہ الایام الی ان یحکم بمذہبہ عیسی علیہ السلام اور البتہ حق تعالی نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت اور سیاست کا نصرت مین امام کے اصحاب اور اتباع کو امام کے زمانے سے ان دنون تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق عیسی علیہ الصلوة والسلام حکم کرینگے ہم یعنی احکام مذہب حنفی کے روم اور توران کی سلطنت مین تا زمان شارح بلکہ اب تک جاری ہین اور یہ جو کہا کہ حضرت عیسی بھی اپنی مذہب کے موافق عمل کرینگے سو حلبی محشی نے اسکا مطلب یون بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کرینگے اور انکا اجتہاد ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق پڑیگا لیکن شافعیہ توافق اجتہاد شافعی کے مدعی ہونگے انتہی اور سید احمد طحطاوی حنفی نے بعد نقل کلام حلبی کے کہا مین کہتا ہون کہ جماعت حنفیہ کو ایسے الفاظ موہمہ بولنا ہرگز لائق نہین کہ ایسے امور سے منقبت نہین مذمت قائل کی ثابت ہوتی ہے ذخائر مہمات کے مصنف نے صاحب اشاعت سے نقل کیا کہ بعضے جہال حنفیون نے دعوی کیا کہ عیسی اور مہدی دونو بزرگ مذہب حنفی کے مقلد ہونگے اور ملا علی قاری حنفی نے اپنی کتاب المشرب الوردی فی مذہب المہدی مین اسکو خوب رد کیا ہے اور امام مہدی کو مجتہد مطلق کہا ہے لیکن صاحب فتوحات انکے اجتہاد کے منکر ہین کیونکہ انکو احکام شریعت کے خدا کیطرف سے تعلیم ہونگے بواسطہ ملک اور منجملہ دلائل استحالہ تقلید ان حضرات کی یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام نبی معصوم ہین مطلقاً اور امام مہدی معصوم ہین احکام مین اور ابوحنیفہ مجتہد ہین اور مجتہد قد یخطی و یصیب ولہذا انکے صاحبین نے اکثر احکام سے انکا خلاف کیا ہے تو کیونکر تقلید کرے وہ شخص جو معصوم ہے کبھی خطا نہین کرتا اس شخص کی جسکی صفت یخطی ویصیب ہے مطمح نظر جاہلون کا فرط تعصب اور عناد سے کچھ نہین مگر ابوحنیفہ کی تفضیل اگرچہ یہ تفضیل حد کفر سے ہو گو وہ کلام مودی الی الکفر ہوا اور ان جاہلون کو علم نہین امام اعظم کے ان فضائل جمیلہ حقہ کا جنہین علماء محققین نے کتابون مین تصنیف کیا ہے لہذا انہون نے اس کذب اور افترا کو پسند کیا ہے جس سے اللہ اور اسکا رسول راضی نہین بلکہ خود ابوحنیفہ راضی نہین اور اگر ابوحنیفہ ایسے اقوال کو سنتے تو قائل کے کفر کے قائل ہوتے امام کے دوستون کو انکے فضائل واقعیہ کافی ہین اثبات تفضیل کے واسطے ایسی اقاویل کی حاجت نہین جیسی تنقیص انبیا علیہم السلام کی لازم آوے فانا للہ وانا الیہ راجعون تو اے مخاطب تو اپنے اوپر اتباع سنت کو لازم کر کہ وہ پناہ ہے ہوا پرستی سے اور سپر ہے سہام شیطانی سے اور چھوڑ تعصب ناحق جانب داری کو کہ وہ باب عظیم ہے ابواب شیطانیہ سے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً ہم طحطاوی مین ملحدین کی جوڑی ایک حکایت طویل منقول ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ احکام شرعی کو خضر علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے ۳۰ برس مین حاصل کیا ہے تین سال مین ابوالقاسم قشیری کو تعلیم کیا انہون نے مذہب حنفی مین ہزار کتابین تصنیف کین اور صندوق مین بند کر کے نہر جیحون مین امانت رکھین جب عیسی علیہ السلام قریب قیامت کے نزول کرینگے تو وہ انکی کتابون کو نکالکر انکے موافق عمل کرینگے ملا علی قاری اور صاحب اشاعت نے اس دروغ بے فروغ کو تفصیل تمام رد کیا ہے خوف تطویل سے اتنے پر اختصار کیا جو اسکی تفصیل کا طالب ہو وہ طحطاوی کیطرف رجوع کرے اعوذ باللہ من الافراط والتفریط

ع دوستی بیخرد خود دشمنی ست ✦ وہذا یدل علی امر عظیم اختص بہ من بین سائر العلماء العظام اور یہ جو فرمایا یعنے مناقب مذکورہ اس امر عظیم پر دلالت کرتا ہے جو مخصوص بامام ہے باقی علماء عظام کے مابین سے کیف لا وہو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ

فی الفقہ وفرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام امام بن العلماء کہو نکر مخصوص بامر عظیم نہو حالانکہ امام تو صدیق کی مانند ہی اوسکو
اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اُس شخص کی برابر ثواب ہی جسنے فقہ کو مدوّن اور جمع کیا اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت
تک ہم مردونمین اول سب سے صدیق اکبر ایمان لائے اور نبوت کی تصدیق کی تو اونکو اپنے ایمان لانیکا ثواب ہوا پھر اونکے بعد جو ایمان لاتا گیا اُسکی
ثواب کی برابر صدیق کو ثواب ملیگا اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ جسنے نیک طریقہ نکالا تو اوسکو اُسکا ثواب ملیگا اور اُس شخص کی برابر ثواب
ملیگا جو اُس نیک طریق پر چلیگا قیامت تک اسیطرح امام ابو حنیفہ نے اول مدوّن فقہ اور استخراج فروع کی راہ نکالی تو اونکو اسکا ثواب ملیگا اور باقی
مجتہدون کی برابر ثواب حاصل ہوگا خوارزمی نے مجموعہ مسانید امام مین کہا کہ امام نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدوّن کیا اور ابواب پر مرتب کیا پھر
بعد امام مالک نے موطا مین وہی طریقہ اختیار کیا اسباب مین ابو حنیفہ سے کسی نے سبقت نہین کی اسواسطے کہ صحابہ اور تابعین نے علم شریعت مین ابواب کرکے کوئی
تصنیف نہین کی اونکو اپنی یاد پر اعتماد تھا سو امام نے جب علم کو منتشر دیکھا اور متاخرین کے سوء حفظ سے ڈرے کہ مبادا علم ضائع ہوجاوے تو مدوّن
کرنا مستحسن جانا تو تدوین مین طہارت سے ابتدا کی پھر صلوٰۃ سے پھر صوم سے پھر باقی عبادات سے پھر معاملات سے پھر خاتمہ کیا مواریث پر کذا فی الطحطاوی
وقد اتبعہ علی مذہبہ کثیر من الاولیاء الکرام ممن اتصف بثبات المجاہدۃ ورکض فی میدان المشاہدۃ کابراہیم بن ادھم وشقیق البلخی
ومعروف الکرخی وابی یزید البسطامی وفضیل بن عیاض وداؤد الطائی وابی حامد اللفاف وخلف بن ایوب وعبد اللہ بن المبارک و
وکیع بن الجراح وابی بکر الوراق وغیرہم ممن لا یحصی لعدۃ ان یستقصی یعنی اسیطرح ممتاز نہوا اور علما سے حالانکہ امام کے مذہب کو تابع اور مقلد
ہوئے ہین اکثر اولیاء کرام اُن حضرات مین سے جو متصف بہ ثبات مجاہدہ ہین اور موصوف بہ تیزروی میدان مشاہدہ چنانچہ ابراہیم ادہم اور شقیق بلخی اور
معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف بن ایوب اور عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح اور
انکے سوا جنکا شمار نہایت پذیر نہین فلو وجدوا فیہ شبہۃ ما اتبعوہ ولا اقتدوا بہ ولا وافقوہ سو اگر یہہ اولیاء کاملین امام مین کچھہ شبہہ پاتے تو
اونکے تابع اور مقتدی نہوتے اور نہ اونکی موافقت کرتے یعنی حقیت مذہب امام کی ایک یہہ بھی دلیل ہے کہ ارباب کشف اور شہود کی اونکو تابع اور
مقتدی ہین وقد قال الاستاذ ابو القاسم القشیری فی رسالتہ مع صلابتہ فی مذہبہ وتقدمہ فی ہذہ الطریقۃ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق
یقول انا اخذت ہذہ الطریقۃ عن ابی القاسم النصراباذی وقال ابو القاسم انا اخذتہا من الشبلی وہو اخذہا من السری السقطی وہو من
المعروف الکرخی وہو من داؤد الطائی وہو اخذ العلم والطریقۃ من ابی حنیفۃ اور مقرر کہا ہے استاد ابو القاسم قشیری نے اپنی رسالہ قشیریہ
مین باوجود اونکی صلابت کے اپنے مذہب مین یعنی مذہب شافعی مین اور باوجود اونکے مقدم ہونے کے اس طریقہ تصوف مین کہ مین نے سنا استاد
ابو علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ مین نے یہہ طریقہ لیا ابو القاسم نصراباذی سے اور ابو القاسم نے کہا کہ مین نے اوسکو لیا شبلی سے اور شبلی نے لیا سری
سقطی سے اور سری سقطی نے لیا معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے لیا داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقہ تصوف کا لیا ابو حنیفہ سے
ہم زرقانی نے شرح مواہب مین کہا کہ عبد الکریم ابو القاسم قشیری نحوی فقیہہ اور نحوی اور لغوی اور ادیب اور کاتب اور شجاع جامع تمام انواع
محاسن کے ایسا کامل شخص دیکھنے والون نے نہین دیکھا شافعی مذہب تھے سنہ ۳۷۶ مین پیدا ہوئے حدیث کی سماعت کی حاکم وغیرہ سے اور خطیب وغیرہ نے اونسے روایت کی اور
تصانیف اونکی مشہور ہین اور ۴۶۵ھ مین وفات پائی کذا فی الطحطاوی وکل منہم اثنی علیہ واقر بفضلہ فعجبا لک یا اخی الم یکن لک اسوۃ
حسنۃ فی ہؤلاء السادۃ الکبار اکانوا متہمین فی ہذا الاقرار والافتخار وہم ائمۃ ہذہ الطریقۃ وارباب الشریعۃ والحقیقۃ اور ہر ایک نے ان
اکابر سے ثنا کی ہے امام پر اور اُنکی فضیلت کا اقرار کیا ہے سو تعجب کرتا ہون تجہہ سے اے بہائی کیا تجکو نیک پیروی نہ تھی ان بڑے بزرگون مین کیا انپر جہوٹ بولنے
کا گمان تھا اس اقرار اور افتخار مین اور حالانکہ وہ حضرات امام اور پیشوا ہین اس طریقہ تصوف اور دروشی کے اور وہ شریعت اور حقیقت والے لوگ
ہین ہم شارح کا یہہ خطاب اُن لوگون سے ہے جو امام کے امر مین منکر یا متردد ہین ومن بعدہم فی ہذا الامر فلہم تبع وکل ما خالف ما اعتمدوہ مردود مبتدع

اور جو اہل کمال کہ ان حضرات کے بعد ہین وہ شریعت اور طریقت اور حقیقت مین اونکے تابع ہین اور جو بات کہ ان بزرگونکے سمجھ بوجھ کے مخالف ہو وہ مردود اور ایکاو ناپسند ہی بالجملة فليس لابي حنيفة في زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه مشارك حاصل کلام اور قول مجمل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے زہد اور تقوی اور عبادت اور علم اور فہم مین دوسرا کوئی شریک نہین یعنی بینظیر ہین ومما قال فيه ابن المبارك ؎ لقد زان البلاد ومن عليها ✤ امام المسلمين ابو حنيفة اور منجملہ آن مدائح کے جو عبد اللہ بن مبارک نے امام کی مدح مین کہا ہے یہہ ابیات ہین البتہ زینت دی شہرونکو اور شہر والونکو مسلمانون کے امام ابو حنیفہ نے ؎ باحكام وآثار وفقه ✤ كآيات الزبور على الصحيفة زینت دی سبب احکام شرعی اور احادیث اور فقہ کے جیسے زبور کی آیات ورق پر مرقوم ہین ؎ فما في المشرقين له نظير ✤ ولا في المغربين ولا بكوفة سو نہیں ہے دونون مشرق مین اسکا نظیر اور نہ دونون مغرب مین اور نہ کوفہ مین م دونو مشرق یعنی ایک جاڑے کی مشرق اور دوسری گرمی کی مشرق اسیطرح دو مغرب کو دریافت کرنا چاہیے مراد اس سے تمام دنیا ہے ؎ يبيت مشمرا سهر الليالي ✤ وصام نهاره لله خيفة رات کاٹتا ہے امام دامن چڑھائے یعنی مستعد عبادت راتون مین جاگتا اور دنمین روزہ رکہتا اللہ کے خوف سے م ۴۰ برس تمام رات کی بیداری کی امام نے اس سے پہلے نصف شب کی اور ۳۰ برس برابر روزہ رکہا کذا في الطحاوي ؎ فمن كأبي حنيفة في علاه ✤ امام للخليفة والخليفة سو کون ہے ابو حنیفہ کی مانند بلند رتبگی مین امام خلق کا اور بادشاہ کا ؎ رأيت العائبين له سفاها ✤ خلاف الحق مع حجج ضعيفة دیکھا مین نے اوسکے عیب کرنیوالونکو بیوقوف اور حق کے مخالف دلائل ضعیفہ کے ساتھ ؎ وكيف يحل ان يؤذى فقيه ✤ له في الارض آثار شريفة اور کیونکر حلال ہو اوس فقیہ کا ایذا دینا جسکے آثار شریفہ زمین مین ثابت ہین ؎ فقد قال ابن ادريس مقالا ✤ صحيح النقل في حكم لطيفة سو البتہ محمد بن ادریس شافعی نے ایک قول صحیح النقل کہا ہی لطیف حکمتون مین ؎ بان الناس في فقه عيال ✤ على فقه الامام ابي حنيفة امام شافعی کا وہ قول یہہ ہی کہ تمام لوگ فقہ مین عیال ہین یعنے بال بچے ہین امام ابو حنیفہ کی فقہ کے م خطیب نے ربیع سے روایت کی کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے الناس عيال على ابي حنيفة في الفقه یعنے لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہین فقہ مین اور خطیب نے حرملہ بن یحیی سے روایت کی کہ مین نے محمد بن ادریس شافعی سے سنا کہتے تھے کہ لوگ ابو حنیفہ کے عیال ہین فقہ مین ابو حنیفہ او نمین ہین جسکو فقہ کی توفیق دی گئی کذا فی الطحاوی ومن تبييض الصحيفة للسيوطي الشافعي ؎ فلعنة ربنا اعداد رمل ✤ على من رد قول ابي حنيفة لعنت ہی ہمارے رب کی بقدر شمار ریت کے اوسپر جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے م حلبی نے کہا مراد یہہ ہی کہ جو ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے اونکو حقیر جانکر اونکے اجتہاد کا منکر ہوکر اسواسطے کہ ائمہ اجتہاد بعضون کے قول کو ہمیشہ رد کرتے رہے ہین اور وہ اسپر مستحق ثواب ہین اسوجہ سے کہ اونہون نے نصرت حق کی اپنے گمان کے موافق تو ناظم کو یون کہنا اسلم تھا على من حط قدر ابي حنيفة انتہی طحاوی نے کہا جو امام کے قول کو رد کرے بسبب تعصب کے تو اوسکا غایت رتبہ یہہ ہے کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا حالانکہ مرتکب حرام پر لعنت نہین بلکہ کافر مخصوص پر بھی لعنت جائز نہین کہ شاید اوسکا خاتمہ بخیر ہو ہان مجملاً کفار پر لعنت جائز ہے انتہی مین کہتا ہون یواقیت المقصود مین زکریا قزوینی کی کتاب آثار البلاد سے ابیات عبد اللہ بن مبارک نقل کی ہین لیکن لعنت کی بیت اوسمین نہین تو اغلب کہ یہہ بعض متعصبین کے ملحقات سے ہے اسواسطے کہ علم اور ورع ابن مبارک سے اسقدر بیباکی نہایت مستبعد ہی واللہ اعلم وقد ثبت ان ثابتا والد الامام ادرك الامام علي بن ابي طالب فدعا له ولذريته بالبركة اور مقرر یہہ بات ثابت ہی کہ امام اعظم کے والد ماجد یعنی ثابت نے امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو پایا یعنی اونکی خدمت مین حاضر ہوئے سو آپنے ثابت اور اونکی اولاد کیواسطے برکت کی دعا کی م حافظ جمال الدین نے کتاب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال مین احمد بن عبد اللہ بن شاذان مروزی سے روایت کی کہ میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی کہ مین نے اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے سنا کہتے تھے کہ مین اسمعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہون مرزبان اہل فارس احرار کے فرزندون سے قسم خدا کی ہم پر رق یعنی کسیکا مملوک ہونا واقع نہین ہوا میرا جد یعنی امام اعظم پیدا ہوا ہجری اسی ۸۰ برس مین اور اوسکا باپ

اوسکو لیگیا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اور وہ صغیر تہا سو آپنے دعا کی برکت کی اوسکے واسطے اور اوسکی اولاد کیواسطے اور ہم امید رکہتے ہین اس دعا کی قبولیت کی امید رکہتے ہین کذا فی الیواقیت المنتمعۃ نے مناقب الائمۃ الاربعۃ طحاوی نے اس قول کو خطیب کی روایت سے تمام سند کے ساتھ نقل کیا اور کہا اسمین خلل ہے کہ ولادت امام کی ۸۰ھ مین ثابت ہے اور وفات علی مرتضی کی ۴۰ھ بیالیس برس پہلے ہے انتہی مین کہتا ہون تو امام کا لیجانا حضور مرتضوی مین وہم ہے کسی راوی کا ثابت کا جانا اور اونکی اولاد کیواسطے دعا کرنا البتہ ثابت ہے وَصَحَّ اَنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سَمِعَ الْحَدِیْثَ مِنْ سَبْعَۃٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ کَمَا بَیَّنَہٗ فِیْ اٰخِرِ مُنْیَۃِ الْمُفْتِیْ وَاَدْرَکَ بِالسِّنِّ نَحْوَ عِشْرِیْنَ صَحَابِیًّا کَمَا بَسَطَہٗ فِیْ اَوَائِلِ الضِّیَاءِ یہہ قول ہے کہ ابو حنیفہ نے سات صحابہ سے حدیث سنی چنانچہ اواخر منیۃ المفتی مین شرح ہے اور بیس صحابہ کا زمانہ پایا عمر کے حساب سے چنانچہ ضیاء معنوی کے اوائل مین مذکور ہے ھم سیوطی نے تبئیض الصحیفہ مین کہا امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جز تالیف کیا امام ابو حنیفہ کی روایت مین چار صحابیون سے انتہے ابن حجر نے کہا اسواسطے کہ ابو حنیفہ پیدا ہوئے کوفہ مین ۸۰ ہجری مین اور وہان اوسوقت عبد اللہ بن ابی اوفی صحابی موجود تھے بالاتفاق اور بصرہ مین انس صحابی تھے اسواسطے کہ وہ ۹۰ ہجری مین یا بعد اسکے مرے اور ابن سعد نے بسند قابل اعتبار روایت کی کہ ابو حنیفہ نے انس کو دیکہا اور ان دونون صحابیونکے سوا اور اصحاب شہرونمین زندہ تھے تو ابو حنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین مین داخل ہین اور ائمہ امصار معاصرین ابو حنیفہ کو یہہ امر ثابت نہین چنانچہ اوزاعی کو شام مین اور حمادین کو بصرہ مین اور ثوری کو کوفہ مین اور مالک کو مدینہ مین اور مسلم بن خالد زنگی کو مکہ مین اور لیث بن سعد کو مصر مین انتہے ما قال السیوطی الشافعی آمد خوارزمی حنفی نے مسند امام مین کہا کہ علما متفق ہین کہ امام نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی لیکن اُنکے عدد مین اختلاف ہے بعضون نے کہا چھہ مرد اور ایکعورت سے روایت کی اور بعضون نے پانچ مرد اور ایکعورت سے اور بعضون نے کہا سات مرد اور ایکعورت سے سو پہلے قول پر انس بن مالک اور عبد اللہ بن انیس اور عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی اور جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن ابی اوفی اور واثلہ بن اسقع اور عائشہ بنت عجرد ہین اور ثالث قول پر معقل بن یسار زائد ہین اور ثانی قول پر جابر اور معقل داخل نہین اور ہر قول مین ابو الطفیل مذکور نہین کذا فی الطحطاوی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ اور اوسکے حاشیہ منہیہ مین کہا کہ عبد اللہ بن ابی اوفی نے کوفہ مین ۸۶ یا ۸۷ مین انتقال کیا اور انس بن مالک نے بصرہ مین ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ مین وفات پائی اور سہل بن ساعدی نے مدینہ مین ۹۱ یا ۸۸ مین انتقال کیا اور ابو الطفیل نے ۱۰۲ ہجری مین وفات پائی چنانچہ جامع الاصول مین ہے صاحب جامع الاصول نے کہا کہ ابو حنیفہ کی ملاقات اصحاب سے اور حدیث کی روایت انسے ارباب نقل کے نزدیک ثابت نہین اور ابو حنیفہ کے اصحاب کہتے ہین کہ ابو حنیفہ نے چند اصحاب کو پایا اور انسے روایت کی انتہی مین کہتا ہون واقع مین عقل کے حساب سے یہہ بات بہت دور ہے کہ رسول کریم کے اصحاب امام کے زمانے مین موجود ہون اور وہ اُنکی ملاقات کا قصد نکرین باوجودیکہ ہونا امام کا اور جانا امام کا اُن شہرون مین جہان اصحاب تھے ثابت ہے اور ۲۰ برس کی مدت امام کی زندگی سے زمانہ اصحاب مین گذری اسواسطے کہ سو برس کے آخر تک وجود صحابہ کا ثابت ہے تو اصحاب ابو حنیفہ کا قول حق ہے جو کہتے ہین کہ امام نے جماعت صحابہ کو پایا انتہے ما قال الدہلوی ھم حق بجانب حنفیہ ہے روایت اور درایت کی راہ سے اسواسطے کہ حنفیہ ملاقات اور روایت کے مثبت ہین اور ایک جماعت نافی حالانکہ یہہ قاعدہ اہل علم مین مسلم ہے کہ مثبت کا قول نافی پر مقدم ہے اور اثبات بھی فقط حنفیہ مین منحصر نہین بلکہ طبری شافعی اور ابن حجر شافعی بشہادت جلال الدین سیوطی شافعی کی بجانب اثبات یا تجویز کے ہین نہ بجانب انکار واللہ اعلم تو امام کا تابعی ہونا باعتبار زمانے کے بالاتفاق ثابت ہوا اور باعتبار ملاقات اور روایت کے عند التحقیق وَقَدْ ذَکَرَ الْعَلَّامَۃُ شَمْسُ الدِّیْنِ مُحَمَّدُ اَبُو النَّصْرِ بْنُ عَرَبْشَاہْ الْاَنْصَارِیُّ الْحَنَفِیُّ فِیْ مَنْظُوْمَتِہِ الْاَلْفِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِجَوَاہِرِ الْعَقَائِدِ وَدُرَرِ الْقَلَائِدِ ثَمَانِیَۃً مِّنَ الصَّحَابَۃِ مِمَّنْ رَوٰی عَنْہُمُ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ اور تحقیق ذکر کیا ہے علامہ شمس الدین محمد ابو النصر بن عربشاہ انصاری حنفی نے اپنی منظومہ الفیہ مین جسکا نام جواہر عقائد اور درر قلائد ہے آٹھہ صحابیون کو جنسے روایت کی امام اعظم ابو حنیفہ نے خدا کی رحمت اُسپر اور اُن سب پر

حیث قال ؒ مُعتقِدًا مذھبَ عظیمِ الشّانِ اَبِی حنیفۃَ الفتی النُّعمانؒ التّابعیِّ سابقِ الائمۃِ بالعلمِ والدّینِ سراجِ الائمۃِ جمعًا من اصحابِ النّبیِّ اَدرکَا اَثرھُم قدِ اقتفٰی وسلکَا طریقۃً واضحۃَ المنہاجِ سالمۃً من الضّلالِ الدّاجی ؒ علامہ مذکور نے جس مقام میں یہہ کہا ہی کہ مین کہتا ہون معتقد ہوکر عظیم الشان کے مذہب کا یعنی ابو حنیفہ جوانمرد نعمان کا جو تابعی ہے مقدم سب اماموں سی علم اور دین مین امت محمدی کا چراغ ایک جماعت کو نبی کے اصحاب سی اونسی پایا نے شک اونکا پیرو ہوگیا اور چلا وہ طریقہ جسکی راہ کہلی ہے سالم ہے تاریک گمراہی سے ﴿ روٰی عن انسٍ وجابرٍ وابنِ ابی اوفٰی کذا عن عامرٍ ؒ اور تحقیق روایت کی امام نے انس اور جابر اور عبد اللہ بن ابی اوفی سی اور ابو طفیل عامر سے ﴿ تبئیض الصحیفہ مین عامر کے بدلے معقل بن یسار مذکور ہے خوارزمی نے کہا کہ عامر سے روایت کرنے مین کلام ہے اسواسطے کہ عامر کا انتقال ہوا معاویہ رضؓ کی ریاست مین اور معاویہ رضؓ کا انتقال ہوا ۶۰ ہجری مین پہر کیونکر اونکی روایت متصور ہو کذا فی الطحطاوی ﴿ اعنی اَبَا الطّفیلِ ذا ابنَ واثلۃَ ؒ وابنَ اُنیسٍ الفتی وواثلۃَ مراد عامر سے وہ ابو الطفیل ہے جو واثلہ کا بیٹا ہے اور روایت کی عبد اللہ بن انیس جوانمرد سی اور واثلہ بن اسقع سے ﴿ عن ابنِ جزءٍ قد روی الامامُ ؒ وبنتِ عجردٍ ہی التّمامُ روایت کی امام نے عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی سی اور عائشہ بنت عجرد سی اسی پر آٹھہ کا شمار تمام ہوا ﴿ ابن جزء بفتح جیم وسکون زا معجمہ اور ہمزہ وہ عبد اللہ بن حارث بن جزء زبیدی ہی امام اعظم سی مروی ہے کہ مین نے اپنے والد کے ساتھہ ۹۶ ہجری مین حج کیا تو مین نے قریب کعبہ حلقہ دیکھا مین نے والد سی کہا کہ یہہ کیا ہے جواب دیا کہ اسمین ایک صحابی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ حدیث بیان کرتا ہے تو مین نے جاکر سُنا کہتا تہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِغاثۃُ المُسلمِ فریضۃٌ علٰی کلِّ مُسلمٍ یعنی وہ صحابی ابن جزء زبیدی تہے اور امام کے مسند مین خوارزمی نے ابن جزء سی اس حدیث کی روایت کی ہے مَن تفقّہَ فی دینِ اللہِ کفاہُ اللہُ ہمّہٗ ورزقہٗ من حیثُ لا یحتسِبُ ابن شاہین نے کہا سماعت امام کی جابر بن عبد اللہ سی صریح وہم ہے کیونکہ جابر باتفاق روایات ستر اوپر چند سال مین مرگئے اور اسی تک زندہ نہین رہے جسمین امام پیدا ہوئے انتہی اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ بعضے اہل تاریخ کے نزدیک امام کی ولادت ۷۰ ہجری مین ہی تو بموجب اس قول کے سات یا نو برس کی عمر مین سماع حدیث ممکن ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ﴿ وتوفّی ببغدادَ فی الرّجبِ فی سِنی القضاءِ ولِسبعینَ سنۃ بتاریخِ خمسینَ ومائۃ ؒ اور امام نے وفات پائی بغداد مین ایکسو پچاسوین سال ہجری مین اور اونکی عمر ستر برس کی تہی بعضون نے کہا بندی خانہ مین انتقال کیا اسواسطے محبوس ہوئے تہے کہ عہدۂ قضا کو قبول کرین ﴿ ابن خلکان وغیرہ مورخین نے کہا کہ ابو حنیفہ ۸۰ ہجری مین پیدا ہوئے اور ۷۰ برس زندہ رہے اور ۱۵۰ مین وفات پائی اور بعضون نے کہا ۷۰ مین اور بعضون نے ۶۱ مین پیدایش ہے لیکن پہلا قول صحیح تر ہے پیدا ہوئے صحابہ کرام کے زمانہ مین اور فقیہ ہوئے تابعین کے زمانہ مین رجب یا شعبان مین انتقال ہوا قید خانہ مین اور قضا کا منصب قبول نکیا اور مقبرہ خیزران مین دفن ہوئے کذا فی الیواقیت شہرستانی کی ملل اور نحل مین مذکور ہے کہ منصور دوانقی نے امام کو اسواسطے قید کیا تہا کہ اونہون نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب رضؓ کے پردتے سی بیعت کی تہی طحطاوی نے کہا ممکن ہے کہ عدم قبول قضا اور بیعت اہل بیت دونون سبب ہوئی ہون محبوس کرنیکے ﴿ قیلَ ویومَ توفّی وُلِدَ الامامُ الشّافعیُّ رضی اللہُ عنہ فعُدّ من مناقبہ ؒ بعضون نے کہا کہ جسدن امام ابو حنیفہ نے وفات پائی اوسیدن امام شافعی رضؓ پیدا ہوئے تو یہہ ابو حنیفہ یا شافعی کے مناقب مین شمار کیا گیا ﴿ امام اعظم کی منقبت اسواسطے ہوئی کہ حق تعالی نے اس جہان کو ایسے امام کی مانند سے خالی نرکہا کذا فی الطحطاوی اور شافعی کی منقبت یہہ ہوئی کہ ایسے کامل کے خلیفہ ٹہرے ﴿ وقد قیلَ الحکمۃُ فی مخالفۃِ تلامیذہٖ انّہٗ رأی صبیًّا یلعبُ فی الطّینِ فحذّرہٗ عن السّقوطِ فاجابہٗ بانْ احذَرْ انتَ من السّقوطِ فانّ فی سقوطِ العالِمِ سقوطَ العالَمِ فحینئذٍ قال لاصحابِہٖ ان توجّہ لکم دلیلٌ فقولوا بہٖ فکانَ کلٌّ یاخذُ بروایۃٍ عنہ ویرجّحہا وہذا من احتیاطِہٖ وورعِہٖ وعلمِہٖ بانّ الاختلافَ من آثارِ الرّحمۃِ فمہما کان اکثرَ کانت الرّحمۃُ اوفرَ کما قالوا ؒ اور البتہ کہا گیا ہی کہ شاگردان امام کی مخالفت مین حکمت یہہ ہی کہ امام اعظم نے ایک لڑکا کہیلتے دیکہا کیچڑ مین سو اوسکو ڈرایا رپٹ پڑنے سی سو لڑکے نے امام کو جواب دیا کہ تم رپٹ پڑنے سے بچو

اسواسطے کہ عالم کے رہنے سے تمام جہان کا رہنا ہے تو اُسوقت سے امام نے اپنے شاگردون سے کہا کہ اگر تمہارے سامنے دلیل آوے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور
سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اوسپر عمل کرو تو ہر شاگرد امام کی ایک روایت کو لیتا تھا اور اوسکو ترجیح دیتا تھا یعنی اوسکو قوی کرتا تھا اور دلیل سے اور یہہ اجازت تقلید
کرنے کی امام کی نہایت احتیاط اور تقوے سے ہے اور اس اجازت سے معلوم ہوا کہ اختلاف یعنی مجتہدین کا اختلاف من جہۃ الدلیل رحمت الہی کی نشانیون سے ہے
تو جسقدر اختلاف برہانی ہوگا زیادہ تر ہوگی رحمت ربانی وافر تر بدلیل قول علماء امام نے اُنکی کے کلام سے پسندیدہ یہی شان ہے عارفونکی کہ اشارات لطیفہ عبارات
بسیطہ سے سمجھ لیتے ہین مسند خوارزمی مین سیف الائمہ سائلی سے منقول ہے کہ یہہ بات مشہور ہے کہ امام نے چار ہزار استادون کی علماء تابعین سے شاگردی کی اور
علم فقہ کا حاصل کیا لیکن اپنے علم پر اپنی زبان سے فتوی نہ دیا یہانتک کہ اونہون نے اجازت دی تو کوفہ کی جامع مسجد مین مجلس کے اندر بیٹھا اور ہزار شاگرد امام
کے جمع ہوئے انمین سے بزرگتر اور فاضل تر چالیس شاگرد تھے جو رتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے سو انکو اپنا مقرب کیا اور کہا کہ تم میرے رازدان اور غمگسار ہو مین نے اس فقہ
کے گہوڑے کو تمہارے واسطے ملیا ہو کر دیا ہے لگام دیکر اعتدین کوشش کرو سو تم میری مدد کرو اسواسطے کہ لوگون نے مجھکو جہنم کا پل بنایا ہے غیر لوگ پار ہوتے ہین اور بوجہہ
میری پیٹھ پر ہے یعنی لوگ تو تقلید سے نجات پاوینگے مواخذہ مجھہ سے ہوگا اگر عزیزی اجتہاد مین کچھہ تساہل ہوگا تو امام رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تہی کہ جب کوئی
واقعہ پیش آتا تو مجتہد شاگردون سے مشورہ اور مناظرہ اور گفتگو کرتے اور اونسے پوچھتے اور جو احادیث اور آثار شاگردون کے پاس تھے اونکو سُنتے اور جو
آپکو معلوم تھے اوسکو فرماتے اور مجتہد شاگرد امام کے ساتھ مہینہ مہینہ بھر لگاتار یا زیادہ دلیل اور مناظرہ کرتے یہانتک کہ آخر کو ایک بات ٹھہر جاتی تو اوس قول
محقق کو ابو یوسف ثابت کرتے یعنی لکہتے یہانتک کہ تمام اصول فقہ کو اسیطرح مشورہ کرکے ثابت کیا امام اعظم اور اماموں کی طرح بذات خود متفرد نہیں ہوئے انتہے
روایۃ الخوارزمی اختلاف کو آثار رحمت کہنا ثابت ہے اس حدیث سے کہ اختلاف امتی رحمۃ اور بحرالرائق مین تاتارخانیہ سے یون منقول ہے کہ اختلاف ائمۃ الہدے
توسعۃ للناس کذا فی الطحطاوی رسم المفتی یہہ نشانی ہے مفتی کیواسطے یعنی اب وہ علامات مذکور ہوتی ہین جو مفتی کو فتوی دینے پر دلالت کرین اصولیون کے
نزدیک مفتی مجتہد ہے بحرالرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ابو یوسف نے کہا کہ فتوی دینا حلال نہین مگر مجتہد کو اور محمد نے فتوی دینا جائز رکہا ہے اگر مرد
کا صواب اوسکی خطا سے زیادہ ہو اور اسکافی سے منقول ہے کہ شہر کے بڑے عالم کو ترک فتوی جائز نہین فتح القدیر مین کہا ہے کہ اہل اصول کی رای اسپر مستقر ہوگئی
ہے کہ مفتی وہی مجتہد ہے اور غیر مجتہد جو مجتہد کے اقوال یاد رکہتا ہو وہ مفتی نہین ہے تو غیر مجتہد پر واجب ہے کہ جب اُس سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ مجتہد کے
قولکو بطریق حکایت نقل کرے تو معلوم ہوا کہ جو ہمارے زمانے مین فتوی دیتے ہین وہ درحقیقت فتوی نہین ہے بلکہ وہ نقل ہے مفتی کے کلام کی تاکہ
مستفتی اوسپر عمل کرے اور نقل فتوی کی دو صورتین ہین یا ناقل کے پاس سند ہو اُس امر مین یا ناقل نے وہ مسئلہ لیا ہو اُس کتاب معروف سے جو متداول
ہے محمد بن حسن کی کتابون سے اور مانند اونکی اور تصنیفات مشہورہ سے اسواسطے کہ کتاب معروف بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واعلموا
اَنّ ما اتفق علیہ اصحابنا فی الروایۃ الظاہرۃ عنہم یفتی بہ قطعاً یہہ معلوم کرکہ جسپر ہمارے اصحاب یعنی امام اعظم اور انکے اصحاب متفق ہوگئے
اُس روایت مین جو ظاہر ہے اُنسے تو مفتی اُسکا فتوی دے یقیناً ہم ظاہر الروایۃ کی قید لگائی اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے سوا ہے اور روایات مرجوح عنہا
مین یعنی مطروح ہین یا غیر مشہور نامعتبر ہین اور ظاہر الروایۃ کی کتابین زیادات اور سیر اور مبسوط اور جامع صغیر اور جامع کبیر محمد بن حسن کی تصنیفات ہے اور
ظاہر الروایۃ کے معنی یہہ کہ اوسکی روایت امام اعظم یا اونکے اصحاب سے ظاہر ہے ثقات اور معتمدین کے نقل کرنے سے نقل خواہ بتواتر ہو یا بالشہرت
کذا فی الطحطاوی متون فقہ یعنی وقایہ اور قدوری وغیرہا بھی ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ امام محمد کی کتب مذکورہ سے مستخرج ہین واختلف فیما
اختلفوا فیہ والاصح کما فی السراجیۃ وغیرہا انہ یفتی بقول الامام علی الاطلاق اور اوسمین اختلاف کیا گیا ہے جسمین ہمارے اصحاب مختلف ہین
اور صحیح تر قول چنانچہ سراجیہ وغیرہا مین ہے یہہ ہے کہ فتوی دیا جاوے امام اعظم کے قول پر مطلقاً یعنی ہر طرح اگرچہ دوسرے کی دلیل قوی ہو ثم بقول
الثانی ثم بقول الثالث ثم بقول زفر والحسن بن زیاد پھر اگر امام اعظم کا قول نہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاوے پھر محمد کے قول پر فتوی
دیا جاوے پھر زفر اور حسن ابن زیاد کے قول پر فتوی دیا جاوے طحطاوی نے کہا یہہ صورت باقی رہی کہ اگر صاحبین متفق ہون اور امام اعظم منفرد ہون سو

بعضون نے کہا ہو کہ مفتی مختار ہے چاہی صاحبین کے قول پر فتوی دے چاہی امام کے قول پر انتہے قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ صورت اختلاف اگر امام کے ساتھہ ابو یوسف اور محمد ہین تو دونون کے متفق قول پر فتوی دیا جاوی کیونکہ دو تو نین وفور شرائط اور اصل صواب کا انجام ہے اور اگر صاحبین کا قول امام کے مخالف ہو تو اگر اونکا اختلاف بوجہ اختلاف عصر اور زمان کے ہو چنانچہ قضا بظاہر عدالت تو صاحبین کا قول مفتی لے اور مزارعت اور معاملت مین اور اونکی مانند مین بھی صاحبین کے قولکو اختیار کرے کیونکہ متاخرین کا اسپر اجماع ہے اور اسکی سوا ہی مین بعضون نے کہا کہ مفتی مجتہد مختار ہو اور عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ فقط امام کا قول لے اور مجتہد یعنی مجتہد حقیقی کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ جو دس سوالات کے جواب مین آٹھہ سوال کا جواب ٹھیک دیوے اور دو جواب نہین جو کہانی وہ مجتہد ہو اور بعضون نے کہا کہ اجتہاد کیواسطے حفظ مبسوط اور معرفت ناسخ اور منسوخ اور محکم اور مأول کی اور لوگونکی عادات اور عرف کا علم ضرور ہے انتہی ما فی الخانیۃ وَصَحَّحَ فِی الحَاوِی القُدسِی قُوَّۃَ الدَّلِیل اور حاوی قدسی مین قوت دلیل کی تصحیح کی ہے ھ کہ بصیغہ اسم مفعول بمعنی دلیل ہو اور یہہ قول ترتیب سراجیہ کے مخالف ہو طحاوی نے کہا یعنی جس قولکی دلیل قوی تر ہو یعنی امام کا قول ہو یا ابو یوسف یا محمد کا وہی قول مقدم ہے اور وجہ توفیق ان دونون مختلف قولونمین یہہ ہے کہ جس شخص کو قوت دلیل کی ادراک کی طاقت ہو وہ قول قوی الدلیل پر فتوی دیوے اور نہین تو سراجیہ کی ترتیب مقدم پر فتوی دیوے وَفِی وَقفِ البَحرِ وَغَیرِہٖ مَتٰی کَانَ فِی المَسئَلَۃِ قَولَانِ مُصَحَّحَانِ جَازَ القَضَاءُ وَالاِفتَاءُ بِاَحَدِہِمَا اور کتاب الوقف بحر الرائق وغیرہ مین ہے کہ جب ایک مسئلے مین دو قولونکی تصحیح واقع ہوئی ہو تو ان دونون قولونمین سے ایک قول پر قاضی کو حکم دینا اور مفتی کو فتوی دینا جائز ہے ھ طحاوی نے کہا ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب دو قول کی تصحیح ہوئی خواہ تصحیح بلفظ اصح کے ہو وہ دونون یا بلفظ صحیح کے یا ایک مین اصح کا لفظ ہو اور دوسرے مین صحیح کا بہر صورت ایک قول پر قضا اور افتا جائز ہے وَفِی اَوَّلِ المُضمَرَاتِ اَمَّا العَلَامَاتُ لِلاِفتَاءِ فَقَولُہٗ وَعَلَیہِ الفَتوٰی وَبِہٖ یُفتٰی وَبِہٖ نَاخُذُ وَعَلَیہِ الاِعتِمَادُ وَعَلَیہِ عَمَلُ الیَومِ وَعَلَیہِ عَمَلُ الاُمَّۃِ وَہُوَ الصَّحِیحُ اَوِ الاَصَحُّ اَوِ الاَظہَرُ اَوِ الاَشبَہُ اَوِ الاَوجَہُ اَوِ المُختَارُ وَنَحوُہَا مِمَّا ذُکِرَ فِی حَاشِیَۃِ البَزدَوِی انتَہٰی اور مضمرات کے اول مین ہو کہ فتوی دینے کی علامات بارہ الفاظ ہین علیہ الفتوی سے مختار تک اور مانند ان الفاظ کے جو حاشیہ بزدوی مین مذکور ہین انتہی ما فی المضمرات ھ الفاظ مذکورہ کا ترجمہ یون ہو وعلیہ الفتوی اور اسی قول پر فتوی ہے وبہ یفتی اور اسی قول کا فتوی دیا گیا وبہ ناخذ اور اسکو ہم لیتے ہین وعلیہ الاعتماد اور اسی قول پر اعتماد ہے وعلیہ عمل الیوم اور اسی پر عمل ہے آجکے دن کا وعلیہ عمل الامۃ اور اسی پر امت کا عمل ہے وہو الصحیح اور یہی قول صحیح ہے او الاصح یا صحیح تر ہے او الاظہر یا ظاہر تر ہے او الاشبہ یا بہت مشابہ تر ہے او الاوجہ یا موجہ تر ہے او المختار یا پسندیدہ تر ہے اور ان الفاظ کی مانند وعلیہ العمل الیوم وبہ جرَی العُرفُ وہو المتعارف وبہ اخذ علماؤنا قَالَ شَیخُنَا الرَّملِی فِی فَتَاوِیہِ وَبَعضُ الاَلفَاظِ اٰکَدُ مِن بَعضٍ فَلَفظُ الفَتوٰی اٰکَدُ مِن لَفظِ الصَّحِیحِ وَالاَصَحِّ وَالاَشبَہِ وَغَیرِہَا ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی مین کہا اور بعضے الفاظ فتوی کے موکد تر ہین بعض سے تو فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح اور اصح اور اشبہ وغیرہا کے الفاظ سے چنانچہ آخوط اور اظہر سے ھ وجہ تاکید یہہ ہے کہ فتوی جاری نہین ہوتا مگر اوسکے سبب سے جو مقتضی ہے فتوی کا چنانچہ اسانی یا آگے دیکھی اور لفظ فتوی سے مراد اسکے حروف اصلیہ مراد ہین کسی صیغہ مین پائی جاوین کذا فی الطحطاوی وَلَفظُ بِہٖ یُفتٰی اٰکَدُ مِنَ الفَتوٰی عَلَیہِ اور بہ یفتی کا لفظ موکد تر ہے الفتوی علیہ کے لفظ سے اسواسطے کہ تقدیم مفعول سے حصر ثابت ہوتا ہی اور اسیطرح لفظ علیہ الفتوی کا الفتوی علیہ سے موکد تر ہے وَالاَصَحُّ اٰکَدُ مِنَ الصَّحِیحِ وَالاَحوَطُ اٰکَدُ مِنَ الاِحتِیَاطِ انتہی اور اصح کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے اور احوط کا لفظ موکد تر ہے احتیاط کے لفظ سے انتہی قول الرملی ظاہر اسم تفضیل کے سب صیغون کا یہی حکم ہے قُلتُ لٰکِن فِی شَرحِ المُنیَۃِ لِلحَلَبِی عِندَ قَولِہٖ لَا یَجُوزُ مَسحُ المُصحَفِ اِلَّا بِغِلَافِہٖ اِذَا تَعَارَضَ اِمَامَانِ مُعتَبَرَانِ عَبَّرَ اَحَدُہُمَا بِالصَّحِیحِ وَالاٰخَرُ بِالاَصَحِّ فَالاَخذُ بِالصَّحِیحِ اَولٰی لِاَنَّہُمَا اتَّفَقَا عَلٰی اَنَّہٗ صَحِیحٌ وَالاَخذُ بِالمُتَّفَقِ اَوفَقُ فَلیُحفَظ شارح نے کہا مین کہتا ہون لیکن حلبی کی شرح منیہ مین ماتن کے اس قول کے پاس کہ جائز نہین مصحف کا چہونا مگر اوسکے غلاف کے ساتھہ یہہ قول ہے کہ جب مقابل اور مختلف ہون ترجیح اقوال مین دو امام معتبر اسطرح کہ ایک امام کہے کہ یہہ قول صحیح ہی اور دوسرا امام کہے کہ یہہ قول اصح ہے تو صحیح پر عمل کرنا اولی ہے اسواسطے کہ دونون امام نے اُس قول کے صحیح ہونے پر اتفاق کیا یعنی اور اصحیت مین

ف اسا و جیہ جاری ہو تا ہی اور اوسی کا وقت ہو یعنی اور بڑی مشہور و رواج ہو اور اسپر ہو کا علما نے بیان کی

اتفاق نہیں ہوا کہ ایک مسئلہ کا فتویٰ دے اور دوسرے کا فتویٰ علیہ پر عمل کرے ہاں مناسب یہ ہے کہ بصورت اختلاف کے کسی ایک کو اختیار کرے فی رسالة مطلب
التقلید مذکور ہے کہ کتاب میں بعض یا مصحح یا صحیح روایت کی ذیل میں لکھا ہو تو اس کا مقابل ضعیف ہے اور اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں
اور مسائل مفتی میں جو کہ کتاب میں مصحح ہیں ہدایت کے ذیل میں صحیح لکھا ہو اور ان کے بعد لکھا ہو کہ یہ اصح ہے یا اولیٰ یا اوفق ہے اور مانند اسکی چنانچہ التوجیہ اور الملتقی
تو فتویٰ دینا ہے کسی ایک پر جو روایت کا فتویٰ دی ہو اور اسکے مخالف دوسری روایت کا بھی فتویٰ دی ہو جسکا چاہو فتویٰ دو تو اس میں ہم اسواسطے کہ اسم تفضیل اپنے
مخالف کو اس کا مقابل اسم تفضیل کا بھی مرجح ہے کذا فی الطحطاوی ہو اذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی او علیہ الفتویٰ لم یفت بمخالفہ
الا جبکہ روایت کے تصحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتویٰ لکھا ہو تو اسکے مخالف روایت کا فتویٰ نہ دو ہم اسواسطے کہ صحیح کا مقابل ضعیف اور ماخوذ بہ
کا مقابل غیر ماخوذ بہ اور بہ یفتی لعلامت الفتویٰ کا مقابل غیر مفتی بہ ہے الا اذا کان فی الھدایہ مثلاً ھو الصحیح وفی الکافی بمخالفہ ھو الصحیح
فیتخیر المفتی بینھما و اختار الاوفق والاصلح للزمان مگر جبکہ ہدایہ میں روایت کی ذیل میں ہو الصحیح ہو اور کافی میں اوسکے مخالف روایت کی ذیل میں ہو الصحیح ہو
تو مفتی مختار ہے اور دونوں روایت کو اختیار کرے جو اوسکے نزدیک قوی تر اور لائق تر اور صالح تر ہو انتہیٰ فی الرسالة تو اوسکو یاد رکھنا چاہئے ہم تو تیرکا
اختیار کرنا حاوی قدسی کی عبارت سابقہ پر مبنی ہے یعنی بصورت اختلاف قوت دلیل کا اعتبار ہے کذا فی الطحطاوی وحاصل ما ذکرہ الشیخ قاسم
فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی الا ان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ اور شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے اوسکا حاصل
یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں درمیان مفتی اور قاضی کے یعنی بموجب تفصیل مذکور کے قاضی بھی انہیں علامات افتا پر عمل کرے مفتی کی مانند مگر اتنا فرق ہے کہ مفتی
حکم شرعی کا بتا دینے والا ہے اور قاضی حکم مذکور کا لازم کر دینے والا ہے بحکومت حبس و تعزیر سو اگر کوئی عمل نکرے اور اوسکو اختیار ہے اقامت حدود اور قصاص
کا کذا فی الطحطاوی وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع اور یہ کہ قاضی کا حکم کرنا اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع
کا پھاڑنا ہے یعنی حرام اور باطل ہے قول مرجوح چنانچہ صاحبین کے قول پر عمل کرنا حالانکہ اس قول کی تصحیح نہیں ہوئی یا اوسکی وجہ کی تقویت نہیں ہوئی اور
اسلیے بالبطلان ہے ظاہر الروایة کے مخالف پر فتویٰ دینا بلا ثبوت تصحیح اور اسلیے قول مرجوح عنہ پر فتویٰ دینا کذا فی الحلبی وان الحکم الملفق باطل بالاجماع
اور یہ کہ حکم ملفق یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک تہائی بال کا مسح کیا بمذہب شافعی پھر مقتدی ہو کر نماز
پڑھی فاتحہ چھوڑ کے بموجب مذہب امام اعظم کے کذا فی الطحطاوی شافعی مذہب پر نماز اسواسطے نہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اوسنے ترک کیا اور حنفی
مذہب پر اسواسطے نہوئی کہ وضو کا فرض ترک ہوا یعنی چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہوئی وان الرجوع عن التقلید بعد العمل باطل
اتفاقاً وھو المختار فی المذہب اور یہ کہ پھرنا تقلید سے عمل کر چکنے کے بعد بالاتفاق باطل ہے اور یہی قول مختار ہے مذہب میں ہم مثلاً قاضی حنفی نے
ثبوت نکاح بغیر شہود میں امام مالک کی تقلید کی پھر اس تقلید سے رجوع کرنیکا قصد کیا یعنی چاہا کہ اپنے مذہب کے موافق زوج پر عدم لزوم مہر کا حکم کرے
تو یہ اوسکو جائز نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہاں جواز تقلید کی مطلقاً نفی ہے بلکہ اسی صورت مذکورہ میں اسواسطے کہ یہاں
التقلید مذکور کے پھرنے سے غیر کا ضرر لازم آتا ہے اور اسکو دریافت کرنا چاہئے کہ حنفی کو مثلاً شافعی کی تقلید کرنا ایک مسئلے میں عبارت ہے شافعی کے قول پر عمل کرنے سے
وجود باقی رہنے کے اپنے مذہب پر اسی مسئلہ میں یہانتک کہ اگر اسی مسئلہ خاص میں جسمیں حنفی نے شافعی کی تقلید کی ہے سوال کرے بطریق استفتا کے تو جواب
دے مگر اپنے امام کے مذہب کے موافق اور بقائے علی مذہبہ کا مطلب یہ ہے کہ اوس مسئلہ میں عمل کیونکر بمذہب شافعی اپنے امام کی متابعت کے اعتقاد پر باقی ہو یعنی
اگر زمانہ مستقبل میں ویسی ہی صورت جسپر عمل کر چکا ہے بمذہب شافعی پیش آویگی تو اپنے امام کے مذہب پر عمل کریگا اگرچہ کوئی کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنا اور
مستفتی کو مذہب اپنے امام کا قول بتا دینا شافعی کی تقلید سے مسئلہ متعلقہ میں اوسکا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ مخصوصہ متعلقہ میں جو عمل کرنا
منع ہے اس واقعہ سے بعد اسکے کسی حنفی کا حادثہ ہوا اور تقلید مذکورہ کے جواب میں دو قول ہیں قول مختار یہ ہے کہ تقلید جائز ہے اور اسکی یہ
اتنا کفایت کرتا ہو کہ جس مجتہد کے قول کی تقلید کی وہ مجتہد اسکے نزدیک صواب ہو اسمیں احتمال خطا اور یہی جواب ہے

تقلید شافعی مین عمل بالمشافہ لازم آتا ہے اسواسطے کہ حنفی شافعی ہے کہ مذہب کو خلط کرتا ہے اصحاب جانتا ہے یہ خلاف ہے [illegible]
جواب کا اور حنبلیان صاحب سے بھی اسپر اتفاق کیا ہو اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تقلید صاحب جب ہوا کہ ایک امام کی بالتعیین پابند رہو اور امام کی تقلید ساتھ [illegible]
حنفی اور حنبلی ایک آن مین ہوا اور اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ جب حنفی مثلاً شافعی کی تقلید کرے مسئلہ مفسد مین تو واجب ہے کہ اس مسئلے کے [illegible]
مین مذہب شافعی کی رعایت کرے تاکہ تلفیق باطل لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی وعن شیخ الاسلام ابی سعود وفی مختصر الوقایۃ ولو قضیٰ بخلاف مذهبه لا ينفذ
اگر خلاف مذہب [illegible] یعنی امام اور صاحبین کا خلاف اسمین کہ جب قاضی اپنے مذہب کے سوا اور مذہب پر حکم کرے تو اسکا حکم نافذ ہوگا یا نہین تو صاحبین
نے کہا کہ اسکا حکم نافذ نہوگا اور امام نے کہا کہ اگر مذہب کے مخالف بھولکر حکم کریگا تو نافذ ہوگا اور عمداً مین [illegible] اور اسبیجابی نے کہا کہ صاحبین
نفاذ حکم مین امام کے موافق ہین اور قاضی خان نے کہا کہ مخالف ہین کذا فی الطحطاوی وعلیہ الفتویٰ فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذهبه اصلاً كما في القنية
قاضی کا حکم تو برخلاف اپنے مذہب کے اصلاً نافذ نہین ہوتا چنانچہ قنیہ مین ہے شرح طحاوی وغیرہ کی عبارت قنیہ کے صریح مخالف ہے کذا فی البحر قلت ولا سیما
فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذهبه فيكون معزولاً بالنسبة لغير المعتمد من مذهبه
فلا ینفذ قضاؤه فيه وینقض كما بسط في قضاء الفتح والبحر والنهر مین کہتا ہون اور خصوصاً ہمارے زمانے مین حکم مخالف مذہب نافذ نہوگا اسلیے کہ بادشاہ اپنے
فرمان مین تصریح کر دیتا ہے قاضی کے روک دینے پر اقوال ضعیفہ کے ساتھ حکم کرنے سے پھر خلاف مذہب پر حکم کرنا کیونکر درست ہوگا تو قاضی بنسبت قول غیر معتمد اپنے
مذہب کے معزول ٹھہریگا تو اسکا حکم کرنا اپنے مذہب کے غیر معتمد مین نافذ نہوگا اور وہ حکم توڑا جائیگا چنانچہ فتح القدیر اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی کتاب القضا مین یہ
قول بشرح مذکور ہے قال فی البرهان وهذا صريح الحق الذي يعض عليه بالنواجذ علامہ طرابلسی نے برہان شرح مواہب الرحمن مین کہا اور یہہ قول
مذکور وہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑنا چاہیے نعم امر الامیر متی صادف فصلاً مجتہداً فیہ نفذ امرہ ہان حاکم کا حکم جب فصل مجتہد فیہ کو پاوے
یعنے مختلف فیہ صورت پر جسمین اجتہاد مجتہدین کو گنجایش ہے حاکم کا حکم صادر ہو تو وہ حکم نافذ ہو جائیگا کما فی سیر التتارخانیۃ وشرح السیر الکبیر للسرخسی
اسیطرح مذکور ہے تاتارخانیہ کی کتاب السیر اور سیر کبیر کی شرح مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقد ذکروا ان المجتہد المطلق قد فقد اور البتہ علمانے
ذکر کیا ہے کہ مجتہد مطلق یعنے جو اصول اور قواعد مین دوسرے مجتہد کا پیرو نہو وہ مفقود ہو گیا یعنی اب ایسا کوئی مجتہد نہین ہے ھ طحطاوی نے کہا مجتہد مطلق کا وجود جائز اور
ممکن ہے یعنی ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی زمانے مین مقید اور منحصر نہین انتہیٰ حافظ شیراز نے فرمایا ہے فیض روح القدس ار باز مدد فرماید • دیگران
ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد • واما المقید فعلی سبع مراتب مشهورة اور مجتہد مقید کے تو سات مرتبے مشہور ہین ھ مراتب سبعہ کا یون بیان ہے کہ
پہلا طبقہ مجتہدین شرع کا ہے چنانچہ چارون امام اور انکی مانند جنہون نے اصول اور قواعد کو محسوس اور مقرر کیا اور احکام فروع کو دلائل اربعہ یعنی کتاب اور
سنت اور اجماع اور قیاس سے مستنبط کیا اور وہ اسمین کسیکے مقلد نہین ہین دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا چنانچہ ابو یوسف اور محمد وغیرہما من اصحاب ابی حنیفہ
جنہون نے احکام کو نکالا ادلہ اربعہ سے بموجب ان قواعد کے جو امام اعظم نے ٹھہرائے اگرچہ صاحبین وغیرہما نے بعضی احکام مفروع مین امام کا خلاف کیا
لیکن قواعد اور اصول مین انکے تابع ہین اور اسیوجہ سے امام شافعی وغیرہ سے ممتاز ہین تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا چنانچہ خصاف اور طحاوی اور ابو الحسن
کرخی اور شمس الائمہ حلوائی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خان اور مانند انکے اور علما جو امام کی مخالفت پر قادر نہین نہ اصول مین
نہ فروع مین لیکن وہ ان احکام اور مسائل کا استنباط کرتے ہین امام کے قواعد سے جنمین امام سے روایت نہین ہے چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا مقلدین سے چنانچہ
رازی وغیرہ یہہ لوگ اجتہاد پر اصلاً قادر نہین لیکن احاطہ اصول اور ضبط ماخذ سے امام یا صاحبین امام کے قول مجمل ذی الوجہین اور حکم مبہم محتمل الامرین
پہلو دار قول کی تفصیل پر قادر ہین اسکو امثال اور نظائر پر قیاس کرکے جو بعض مواقع مین ہدایہ مین [illegible] کا ذکر کیا ہے [illegible] اسکا یہی مطلب ہے پانچوان طبقہ
اصحاب ترجیح کا مقلدین سے ہے چنانچہ ابو الحسن قدوری اور صاحب ہدایہ اور ماسوا انکے کا کام یہ ہے کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دیتے ہین اور
کہہ دینا کہ یہ اولیٰ ہے یا اصح ہے یا [illegible] روایت کی راہ سے [illegible] چھٹا طبقہ ان مقلدون کا جو [illegible]

[illegible] مذہب [illegible] اعتبار کرنے پہ اگر ہیں ... متون ترجیح کے مصنف [illegible] صاحب بحر اور صاحب نہر اور صاحب [illegible] ترجیح ہو کہ اپنی کتاب میں ان اقوال مردودہ و ضعیفہ روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے ہیں اور بعض ان مقلدوں کا جو تمیز روایات [illegible] نہیں [illegible] مشغول کرتے ہیں سو ہمارا [illegible] نہیں کرتے بلکہ جمع کرتے ہیں روایات کو جو پاتے ہیں حاطب اللیل کی مانند افسوس ہے انپر اور [illegible] مقلدون [illegible] کمال پاشا نے کذا فی طبقات محمود بن سلیمان الکفوی المسماۃ بکتاب اعلام الاخیار من فقہاء مذہب النعمان المختار [illegible] مراتب [illegible] ابن کمال پاشا کے [illegible] طبقات سے مختصر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ مجتہد مطلق بھی ان طبقات میں داخل ہے اور [illegible] اسکے مخالف ہے اور اسکو مجتہد مقید کہتے ہیں یہہ نقل ہے کہ [illegible] بلکہ [illegible] بھی مقلد محض ہیں کچھہ بھی اجتہاد پر قادر نہیں و انما نحن و [illegible] فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتہم [illegible] لوگون پر تو پیروی اس قول کی لازم ہے جسکو علماء مرجحین اور مصححین نے ترجیح دی ہے اور تصحیح کی ہے جیسے [illegible] پیروی اونکی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوی دیتے ہم ترجیح اور تصحیح جسکی انکی تمام علامات مذکورہ میں [illegible] ترجیح یا تصحیح کا فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح پھر اگر تو اے سائل یون کہے کہ کبھی اقوال کو بدون ترجیح کے نقل کرتے ہیں اور کبھی تصحیح میں اختلاف کرتے ہیں ہم حاصل سوال کا یہہ ہے کہ اتباع مرجح کا نہیں ہو سکتا جب کہ ایک قول کی ترجیح نہوا اور جبکہ اصلا ترجیح نہوئی یا ترجیح میں اختلاف ہوا تو اب اتباع کیونکر ہوگا قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ہو الارفق وما ظہر علیہ التعامل وما قوی وجہہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ہذا حقیقۃ لا ظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ میں سوال مذکور کا جواب دیتا ہون کہ صورت مذکورہ میں عمل کیا جاتا ہے جسطرح علماء سابقین نے عمل کیا یعنی اعتبار کرنا عرف کے بدل جانیکا اور لوگون کے احوال کا اور اعتبار کرنا اس قول کا جو لوگون پر آسان تر ہوا اور جسپر لوگون کا عمل جاری ہوگیا ہوا اور جس قول کی دلیل مضبوط ہوا اور وجود خالی نہو گا حقیقت میں نہ فقط گمان میں ایسے شخص سے جو تمیز کرے اسکو یعنی تغیر عرف اور ارفق اور تعامل کو اور جسکو اسکی تمیز نہوا اوسپر لازم ہے کہ اہل تمیز کیطرف رجوع کرے اپنی بری الذمہ ہونیکے واسطے [illegible] تعامل یعنی رواج کا مرجع عرف کی طرف ہے تو وجہ تکرار سے اور قوت دلیل کا اعتبار کرنا حاوی قدسی کے قول پر مبنی ہے اور مشہور ترتیب سابق ہے اور شخص [illegible] رجوع کرنا گاہے دشوار ہوتا ہے کیونکہ وہ شہر بعید میں ہے تو انضباط اور حکم تر وہی ترتیب ہے جو سراجیہ سے منقول ہوچکی یعنی امام کے قول پر فتوی ہے علی الاطلاق پھر ابو یوسف کے الخ کذا فی الطحطاوی فنسأل اللہ تعالی التوفیق والقبول بجاہ الرسول سو اب ہم سوال کرتے ہیں اللہ تعالی [illegible] کی مدد کا اور قبولیت اس کتاب کی بوسیلہ عزت رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کیف لا وقد یسر اللہ تعالی ابتداء تبییضہ فی الروضۃ [illegible] لبقعۃ [illegible] وجہ صاحب الرسالۃ حائز الکمال والبسالۃ وصحبۃ الجلیلین الضجیعین الکاملین رضی اللہ عنہما وعن سائر الصحابۃ والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین اور کیونکر یہہ کتاب مقبول نہوحال آنکہ حق تعالی نے ابتدا صاف کرنے اس کتاب کی مسودہ سے [illegible] مسیر کردی روضہ مطہرہ اور مکان پاک میں سامنے چہرہ مبارک صاحب رسالت اور جامع کمال اور شجاعت کے اور سامنے رسول کریم کے ہم خوابون کے جو جلیل القدر اور دونون کامل الوجود ہیں یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق راضی ہو اللہ تعالی ان دونون سے اور باقی تمام اصحاب سے اور [illegible] اور اصحاب کے نیک پیرون سے قیامت کے دن تک ثم تمامہ الکعبۃ الشریفۃ تحت المیزاب وفی الحطیم والمقام واللہ تعالی [illegible] پھر انتہا صاف کرنے کی ہوئی کعبہ شریفہ کے سامنے میزاب رحمت کے نیچے اور حطیم اور مقام ابراہیم میں اور اللہ تعالی تمامی کتاب کا آسان [illegible] ہم [illegible] ابن کتاب متبرک کی مدینہ منورہ میں روضہ مقدسہ کے اندر سراجہ شریف نبوی میں ہوئی اور ابتدای اضافی [illegible] من [illegible] علامات القبول اگر کریم علی الاطلاق مترجم و زرا فتادہ ہند کے ترجمہ کو بجاہ رسول مقبول صلعم مقبول کرلے تو اوسکی رحمت لے علت سے کچھہ دور نہیں ع بزرگان چہ عجب گر بنوازند گدارا ﴿ بعد فراغ خطبہ و مقدمہ اب شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی شرح میں شروع کرتا ہے اور مترجم اوسکے ترجمہ کرنے میں ﴿

کتاب الطہارۃ

یہ کتاب ہے طہارت کے بیان میں ... اور چونکہ طہارت شرط ہے نماز کی

بیشک افضل عبادات مقدم کی گئی ہیں عبادات پر شان عبادات کی نہایت کے سبب سے ہم دین کا مدار اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور آداب پر ہے لیکن اعتقادات اصولیہ کی بحث فقہ میں نہیں ہے سو عبادات پانچ قسم میں نماز روزہ حج زکوۃ جہاد اور معاملات بھی پانچ قسم ہیں جملہ ضمانات مالیہ مناکحات مخاصمات امانات ترکات اور عقوبات بھی پانچ قسم ہیں قتل نفس کا قصاص اور قطع طریق وغیرہ کا بیان بعضوں نے کہا کہ تمام کتاب یہی ہے عبادات کو معاملات وغیرہ پر مقدم ذکر کیا ہو اسواسطے کہ عبادات کا اہتمام ہوا نہر الفائق میں ہے کہ کثرت احتیاج باعث ہوا اس اہتمام کی یعنی مکلف کو عبادات کی بہت حاجت ہے برنسبت معاملات وغیرہ اب آگے شارح عبادات پر تقدیم نماز کی وجہ بیان کرتا ہے والصلوۃ تالیۃ الایمان اور نماز ایمان کے پیچھے لگی ہوئی ہے یعنی قرآن مجید میں ایمان کے بعد نماز کا ذکر ہو قال اللہ تعالی الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں کہ ایمان بالغیب لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اب شارح نماز پر تقدیم طہارت کی وجہ بیان کرتا ہے والطہارۃ مفتاحہا بالنص اور طہارت نماز کی مفتاح یعنی کنجی ہے کہ بغیر اسکے نماز کا دروازہ نہیں کھلتا حدیث شریف کی دلیل سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح الصلوۃ الطہور وتحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم کذا فی الطحطاوی عن القرانی

بخصوصہا لازمۃ لہا لکل الارکان اور طہارت شرط ہے مخصوص بنماز لازم ہے نماز کو اوسکے تمام ارکان میں یعنی طہارت کا بیان جو نماز پر مقدم کیا تو دو وجہ سے ایک یہہ کہ طہارت نماز کی مفتاح ہے دوسری یہہ کہ طہارت ایسی شرط ہے نماز کی کہ نماز ہی کو خاص ہے اور اوسکے تمام ارکان کو لازم ہو اور شرط ہر شی کی مقدم ہوتی ہے اوسکے مشروط پر بالطبع تو اوسکو بالوضع بھی مقدم کیا برخلاف باقی شروط صلوۃ کے اسواسطے کہ وقت اور نیت کا لازم ہونا اول نماز سے آخر تک ضرور نہیں ہے اور طہارت کا ہونا ضرور ہے الا بقدر وقت کا ہونا تحریمہ کیوقت کافی ہے اوراسیطرح نیت کا علاوہ اسکے یہہ ہو کہ نیت مخصوص بنماز نہیں بلکہ جمیع عبادات کے خصائص سے ہو اور استقبال قبلہ جانور پر نماز پڑہنے سے ساقط ہوجاتا ہے تو ہر نماز کو لازم نہ ٹھہرا اگر کوئی کہے کہ طہارت مخصوص بنماز نہیں ہے اسواسطے کہ مس مصحف اور طواف میں بھی طہارت شرط ہے طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ طہارت نماز کیواسطے فرض ہے اور مس مصحف اور طواف کیواسطے واجب ہے تو اختصاص افتراض کی جہت سے ہوا قیل فیہ بحث لکونہا شرطا لا یسقط اصلا ولذا فاقد الطہورین یؤخر الصلوۃ واورد من ان النیۃ کذلک مردود بکل ذلک اور وہ جو کہا گیا ہے کہ طہارت مقدم ہوئی بسبب ہونے طہارت کے ایسی شرط اصلا ساقط نہیں ہوتی یعنی عذر کے ہونے سے بھی اور اسیواسطے فاقد الطہورین یعنی پانی اور مٹی کا نہ پانیوالا نماز کو تاخیر کرتا ہے اور وہ اعتراض جو اس توجیہ پر وارد کیا گیا ہے کہ نیت بھی ایسی ہے کہ ہرگز ساقط نہیں ہوتی سو یہہ تینوں دعوے مردود ہیں ہم پہلا دعوی یہہ ہے کہ طہارت ایسی شرط ہے کہ اصلا ساقط نہیں ہوتی اسواسطے مقدم ہوئی نماز پر دوسرا دعوی اسی قول پر متفرع ہے کہ فاقد الطہورین نماز کو تاخیر کرتا ہے یہہ عدم سقوط طہارت تیسرا دعوی یہہ ہے کہ نیت بھی طہارت کیطرح اصلا ساقط نہیں ہوتی پھر تقدیم طہارت کی کیا وجہ ہے شارح نے ان تینوں دعووں کو غیر مرتب رد کیا فاقد الطہورین کیصورت یہہ ہے کہ مثلا ایک شخص ایسے مکان میں محبوس ہوا جہاں پانی نہیں اور اوسکی زمین اور دیوارین نجس ہیں لما فی القنیۃ وغیرہا من توالت علیہ الہموم تکفیہ النیۃ بلسانہ نیت کا جواب تو یہہ ہے کہ قنیہ وغیرہا میں ہے کہ جس شخص پر ہجوم شبہات کا برابر ہوا اوسکو زبان سے نیت کرنا کفایت کرتا ہے ہم ارادہ دل کا نام نیت ہے زبان سے بولنا تو دیکھو کہ یہاں پریشانی دل سے نیت کرنا ساقط ہوگیا تو نیت عدم سقوط میں طہارت کی برابر نہ ٹھہری یہہ رد ہے تیسرے دعوے کا ابو السعود نے کہا کہ قنیہ کی روایت میں کلام ہے اسواسطے کہ آخر الفاظ بانیکو نیت کا بدلا ٹھہرانا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ یہہ ممنوع ہے حموی نے اسکا جواب دیا کہ بیان بدل کا ٹھہرانا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ جب کہ پریشان دل نیت دلی پر قادر نہ ہوا تو ذکر لسانی اصل ہوگیا نہ بدل کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ صاحب ہموم کو جسقدر نماز کا ارادہ یاد آیا اوسیقدر حصول نیت میں کافی ہے جیسے خیالات کا نماز کے اندر آنا نیت کو باطل نہیں کرتا اور ذکر لسانی کا کافی ہونا قطع وسواس کیواسطے

یعنی ... ہین ... کانی ہین ... فی الطبیق غیرھا من ... بلا ... وبجنب ... تصلی بلا وضوء
ولا تیمم ... اور طہارت کا ... ہو کہ جس شخص کے دونو ہاتھ اور دونو پانون کٹے ہون اور اوسکے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص
بغیر وضو اور بغیر تیمم کے نماز ... نماز کا اعادہ ... بہتر قول ہین یعنی چہرہ درست ہونیکے بعد اوسپر اعادہ نماز کا نہین ہم یہہ وجہ پہلی دوسرے کا
یعنے اسصورت مین طہارت ساقط ہو گئی طہیریہ ... ذکر کرنے سے ... کیا اسواسطے کہ اگر اعضا مجروح ہین تو ایسی صورتمین تیمم کا حکم ہے لیکن تیمم بھی ساقط ہو گیا
... ماقال ... فی ... عنہا ... فاقد الطہورین
کا تو حال ... کہ نیت وغیرہ ... کہ فاقد الطہورین نماز پڑہنے کی مانند نماز کے افعال قیام قعود رکوع سجود کرے صاحبین کے نزدیک یعنی بوجہ حرمت وقت اور
اسی قول ... امام اعظم کا رجوع کرنا صحیح ہے اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یہہ جواب ہے دعوی ثانیہ کا اون افعال کو نماز کہا مشابہ نماز کے کہا اسواسطے کہ
جب پانی ملیگا تو اعادہ نماز کا واجب ہوگا تو حقیقت مین یہہ جواب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ یہہ نماز کیصورت ہے نہ حقیقت نماز کی اگر حقیقت مین نماز ہوتی تو اعادہ
واجب نہوتا قلت ... صلوۃ بلا طہور ... تغییر القبلۃ ... الحنفیۃ مین کہتا ہون اور طہیریہ
کے مضمون گذشتہ سے یہہ ظاہر ہوا کہ بدون طہارت کے قصداً نماز کا پڑہنا آدمی کو کافر نہین کر دیتا ہے جیسے غیر قبلہ کیطرف یا ناپاک کپڑے کے ساتھہ نماز پڑہنا کافر
نہین کرتا اور یہی یعنی عدم تکفیر ظاہر مذہب ہے چنانچہ یعنی فتاوی قاضی خان مین ہے ہم تینون صورتون مین عدم تکفیر مشروط بعدم استحلال وعدم استخفاف ہے اور
مسئلہ طہیریہ پر تمہ صلوۃ بلا طہارت کو قیاس کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ طہیریہ کا مسئلہ ضرورت مین مفروض ہے تو حالت اختیار کو اوسپر قیاس کرنا کیونکر صحیح
ہوگا وفی سیر الوہبانیۃ ... وفی کفر من صلی بغیر طہارۃ مع العمد خلف فی الروایات یسطر اور وہبانیہ کی کتاب السیر مین ہے اور
اوس شخص کے کفر مین جو بدون طہارت کے قصداً نماز پڑہے اختلاف ہے روایات مین کہ کتابون مین مرقوم ہے ہم یعنی علما مذہب کا اسمین اختلاف ہے
اور عدم تکفیر کا قول معتمد ہے چنانچہ یہی ظاہر مذہب ہے بلکہ فقہانے فرمایا ہے کہ اگر ننانوے روایتین متفق پائی جاوین ایک مومن کے کفر پر اور ایک روایت عدم تکفیر کی ہو
اگرچہ وہ ضعیف روایت ہو تو مفتی اور قاضی اوسی ضعیف روایت پر عمل کرے نہ اور قوی روایتون پر کذا فی الطحطاوی ... ترکیب اضافی پہر ہم کہتے ہین
کہ کتاب الطہارۃ کا لفظ مرکب اضافی ہے یعنی دو لفظون سے مرکب ہے پہلے لفظ کو مضاف کہتے ہین اور دوسرے کو مضاف الیہ عربی زبان مین مضاف
مقدم ہوتا ہے مضاف الیہ پر اور ہندی مین مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے مضاف پر اور کا یا کی لفظ دونون کے بیچ مین آتا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ
یعنی طہارت کی کتاب اور غلام زید یعنی زید کا غلام مبتدا او خبر او مفعول لفعل محذوف کتاب الطہارۃ مبتدا ہے یا خبر یا فعل محذوف کا مفعول
ہم جملہ اور کلام دو قسم ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ اگر پہلا جز اسم ہو تو وہ اسمیہ ہے اور اگر فعل ہے تو فعلیہ ہے سو اسمیہ کے پہلے جز کو مبتدا کہتے ہین اور
دوسرے جز کو خبر چنانچہ زید قائم زید بستہ ہے اور قائم اوسکی خبر اور جملہ فعلیہ کی پہلی جز کو فعل کہتے ہین اور دوسری کو فاعل اور جسپر فاعل کا فعل واقع ہو
وہ مفعول ہے تو اگر کتاب الطہارۃ کو مبتدا قرار دیجیے تو خبر اوسکی محذوف ہے یعنی کتاب الطہارۃ ہذا اور اگر اوسکو خبر کہیے تو مبتدا محذوف ہے یعنے
ہذا کتاب الطہارۃ اور اگر اوسکو مفعول فرض کیجیے تو فعل اور فاعل اوسکا محذوف ٹہیریگا چنانچہ خذ کتاب الطہارۃ یا اقرأ کتاب الطہارۃ یعنی لے
کتاب الطہارۃ کو یا پڑہ اوسکو مبتدا اور خبر ہونے کی صورتمین آخر کتاب پر رفع یعنی پیش ہوگا اور مفعول ہونے مین نصب یعنی زبر ہوگا یہہ سب
اوس تقدیر پر ہے جب کتاب الطہارۃ کو کلام قرار دیجیے و ان ... علی السکون پہر اگر کتاب الطہارۃ کے لفظ سے شمار کا ارادہ
کیا جاوے تو آخر کتاب کا حرف یعنی ... پر سکون اور جزم ہوگا ہم ... کتابون مین ذکر ہین اونکو کوئی شخص بطور اعداد گنے تو حرف آخر کتاب کا
... علی السکون ... کہ وہ حروف ... عدم اعراب مین ... اور اسی حرف آخر کو شمار کیصورت مین کسرہ سے
زیر دیا جاتا ہے تاکہ التقاء ساکنین ... حاصل ہو پہلا ساکن با ہو ... اور دوسرا ساکن لام ... والاضافۃ ...
... طہارت کی اضافت ... اضافت تین قسم ہے ... اسکو مضاف الیہ مضاف کا مباین ہو ... ظرف ہو

حاشیہ: ... طہارت ...

تو اگر مباین ہو تو وہان اضافت بمعنی لام ہو گی جو اختصاص پر دلالت کرتا ہی چنانچہ غلام زید یعنی وہ غلام جو زید کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی اور اگر عین ہے
مضاف کا تو وہان اضافت بمعنی من بیانیہ جائز ہ کے ہوتی ہے چنانچہ خاتم فضۃ یعنی چاندی کی انگوٹھی اسلئے کہ فضہ یعنی چاندی [illegible] وہان اضافت بمعنی فی ظرفیہ کے
ہوتی ہے چنانچہ صوم الرحیم یعنے روزہ جو دن کے اندر واقع ہے تو جبکہ اضافت کتاب الطہارۃ کی لامی ہوئی تو تقدیر عبارت یون ٹہری کہ کتاب صنع لبیان
مسائل الطہارۃ یعنی وہ کتاب جو بیان مسائل طہارت کیواسطی موضوع ہے اور چونکہ طہارت عین کتاب نہین لہذا شارح نے اسکی نفی کی اسطرح کہ یہہ اضافت
من والی نہین ہو اور ماتن کی شرح میں جسکا نام النقایہ ہے کہا ہی کہ بیان اضافت بمعنی فی توجیہہ ہو تو مطلب یہہ ہوگا کہ یہہ کتاب ہی مسائل طہارت کے
بیان مین [illegible] اور کتاب الطہارۃ کی تعریف جبکہ وہ نام اور لقب ہو ان مسائل کا اوسکو دونون مفرد یعنی کتاب اور طہارت
کی شناخت پر موقوف ہے یا نہین ھم یہہ سوال ہے شارح اسکا جواب آگے دیتا ہی الراجح نعم قول راجح یہہ ہے کہ ہان موقوف ہی ھم مرکب کا
نام ہو کسی چیز کا تو اسمین دو قول ہین قول ضعیف مرجوح یہہ ہے کہ اوسکی تعریف اوسکے اجزا کے معلوم ہونے پر موقوف نہین اسواسطے کہ نام رکہنی سے اوسکی
معنی افرادی مسلوب ہو گئی چنانچہ عبد اللہ کسیکا نام رکہا اور قول راجح قوی یہہ ہے کہ البتہ اجزا کے علم پر مرکب کا علم موقوف ہی مزید توضیح کیوجہ سے
علے الخصوص جبکہ نام مین معنی وصفی کا لحاظ ہو چنانچہ عمدہ باغ کا کوئی بہشت دنیا نام رکہے اب آگے شارح قول راجح پر متفرع کرکے دونون مفرد یعنی مضاف
اور مضاف الیہ کا بیان شروع کرتا ہی فالکتاب مصدر بمعنی الجمع لغۃ تو کتاب کا لفظ لغت عرب مین مصدر ہی بمعنی جمع یعنی ملانا ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ
اور صاحب بحر وغیرہ نے جو کتاب کے معنی جمع حروف کہی ہین تو خصوصیت مقام کا لحاظ کیا ہی نہ لغوی معنی کا اور جیسی کتاب مصدر ہی کتب کا ویسی ہی کتابت اور کتب
بھی اسکا مصدر ہی کذا فی الطحطاوی مصدر وہ ہی جس سے ماضی مضارع امر نہی وغیرہ مشتقات نکلین اور اوسکی ہندی معنی مین نا کا لفظ چنانچہ جلوس بیٹھنا قیام کہڑا
ہونا جعل شرعًا عنوانًا لمسائل مستقلۃ بمعنی المکتوب اور اصطلاح اہل شرع مین کتاب کو مسائل مستقلہ کا سرنامہ اور لقب قرار دیا ہی بمعنی مجموع ھم
یعنے جمع کرنا اُن الفاظ کا جو مسائل مجموعہ پر دال ہین یہی مراد ہے کتاب سے اور استقلال مسائل کا مطلب یہہ ہے کہ اُن مسائل کا تصور کرنا موقوف نہین اُس شی پر
جو اُس سے پہلے اور پیچہے ہی سو کتاب الطہارۃ بایںمعنی مستقل ہے یعنی کتاب الصلوۃ پر اسکے مسائل کا فہم موقوف نہین اور استقلال کا یہہ مطلب نہین کہ وہ مسائل
کسیکا تابع نہین کیونکہ یہہ مطلب صحیح نہین اسواسطے کہ طہارت تابع ہی صلوۃ کی مسائل کی قید سے اُن حروف اور کلمات کا جمع کرنا خارج ہو گیا جو مسائل
نہین ہین اور استقلال کی قید سے کتاب کی حقیقت سے باب اور فصل نکل گئی کیونکہ دونون مستقل نہین ہر کتاب کی تحت مین داخل ہین تو فصل وہ صنف ہی جو داخل
ہے اُس صنف کے تحت مین جسکا باب نام ہو اور باب اُس صنف کے تحت مین ہی جسکا نام کتاب ہو اور کتاب اُس صنف کے تحت مین ہی جو سے بعلم ہے تو
علم مدون صنف عالی ہے اور کتاب اور باب اور فصل اسکا صنف سافلہ ہین درجہ بدرجہ اور تعریف کتاب کے شامل ہی اوسکو جسکی مسائل کی ایک ہی
نوع ہے چنانچہ کتاب اللقطہ اور اوسکو جسکی بہت انواع ہین چنانچہ کتاب البیوع اور کتاب کو جو شارح نے بمعنی مکتوب کہا تو اسوجہ سے کہ مصدر بمعنی مفعول
ہی یا کہ فعال کا صیغہ بمعنی مفعول آتا ہی جیسی لباس بمعنی ملبوس کذا فی نہر الفائق والطحطاوی ملتقطا منہما والطہارۃ مصدر طہر بالفتح والضم بمعنی
النظافۃ لغۃ اور لغت مین طہارت بمعنی پاکیزگی مصدر ہی طہر کا جو فعل ماضی مفتوح العین سے اور مضموم العین بھی آیا ہی یعنی بقلت ھم صاحب قاموس نے عین
ماضی کا فتحہ اور ضمہ برابر مذکور کیا ہی اور طہارت کو ضد نجاست کہا ہی ولذا افردھا اور ماتن نے اسیواسطے طہارت کو مفرد ذکر کیا ہی یعنی چونکہ طہارت کا
لفظ مصدر ہی اور اصل مصدر مین افراد ہی لہذا مصنف اوسکو مفرد لایا ہے اگرچہ طہارت کے انواع بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل اور تیمم اسواسطے کہ
مصدر قلیل اور کثیر سب پر مستعمل ہوتا ہی وشرعًا النظافۃ عن حدث او خبث اور شرع مین طہارت پاک صاف ہونا ہی نجاست حکمی یا نجاست حقیقی
سے ومن جمعہا نظر الی انواعہا اور جو طہارت کو بصیغہ جمع لایا یعنی جس مصنف نے کتاب الطہارات کہا اوسنی طہارت کے اقسام پر نظر کی وھی کثیرۃ
اور اقسام طہارت کے بہت ہین چنانچہ وضو اور غسل پانی سے یا مٹی سے اور کپڑے یا مکان کی طہارت وحکمہا استباحۃ اور طہارت کی حکمتین مشہور ہین
یعنی جن امور کیواسطے طہارت مشروع ہوئی وہ ایسی بہت ہین انکے گناہ ہو نکا جہڑنا اور شیطان سے محفوظ رہنا وحکمہا استباحۃ ما لا یحل بدونہا

حکم طہارت کا یعنی وہ اثر اور ثمرہ جو طہارت پر مترتب ہوتا ہو مباح کر لینا ہے اُس عمل کا جو حلال نہیں بدون طہارت چنانچہ نماز کا پڑھنا اور مصحف کا چھونا ہم ثواب کو طہارت کا حکم نہیں کہا اسواسطے کہ طہارت میں ثواب لازم نہیں کیونکہ ثواب موقوف ہی نیت پر اور نیت طہارت میں شرط نہیں وسببہا ای سبب وجوبہا ما لا یحل فعلہ فرضا کان او غیرہ کالصلوٰۃ ومس المصحف الا بہا ای بالطہارۃ اور طہارت واجب ہونیکا سبب وہ فعل ہے جو حلال نہیں ہوتا بدون طہارت کے خواہ وہ فعل فرض ہو جیسے نماز یا فرض نہو جیسے مصحف کا چھونا صاحب البحر قال بعد ذکر الاقوال ونقل کلام الکمال فالظاہر ان السبب ہو الارادۃ فی الفرض والنفل بحر الرائق کے مصنف یعنی زین العابدین ابن نجیم مصری نے بعد ذکر کرنے اقوال علما کے سبب طہارت میں اور نقل کرنے کلام کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے حاشیہ ہدایہ کے کہا کہ قول ظاہر یہ ہے کہ طہارت کا سبب ارادہ ہو نماز فرض اور نفل کا ہم طہارت کے سبب میں چار قول ہیں پہلا قول جو زیلعی شافعی کا ہے یہ ہے کہ نجاست حکمی یا حقیقی سبب ہے طہارت کا دوسرا یہ کہ اقامت صلوٰۃ سبب ہے تیسرا یہ ہے کہ ارادہ نماز کا سبب ہے چوتھا یہ کہ وجوب صلوٰۃ سبب ہو وجوب صلوٰۃ صاحب فتح القدیر نے تیسرے قول پر یہ شبہ کیا کہ اگر ارادہ نماز سبب ہو طہارت کا تو اسکا مقتضی یہ ہو کہ جب نفل نماز کا ارادہ کرے اور وضو نکرے تو گنہگار ہو اگرچہ نماز نہ پڑھے حالانکہ ایسا نہیں ہو یعنی اگر نماز کا ارادہ موقوف کرے تو بھی چاہیئے کہ وضو نکرنے سے گنہگار ہو اسکا جواب شارح نے آگے بطریق استدراک کے دیا لکن بترک ارادۃ النفل یسقط الوجوب ذکرہ الزیلعی فی الطہارۃ سبب طہارت کا ارادہ نماز ہے لیکن نفل کا ارادہ ترک کرنے سے وجوب طہارت کا ساقط ہو جاتا ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی شارح کنز نے باب الطہارۃ میں ہم زیلعی نے کہا کہ جب نفل نماز کا ارادہ کیا تو طہارت اسپر واجب ہو گئی پھر جبکہ نفل پڑھنے سے دل ہٹا تو طہارت بھی ساقط ہو گئی اسواسطے طہارت کا وجوب تو نماز ہی کیواسطے تھا کذا فی الطحطاوی وقال العلامۃ قاسم فی تکملتہ الصحیح ان سبب وجوب الطہارۃ وجوب الصلوٰۃ او ارادۃ ما لا یحل الا بہا اور علامہ قاسم نے اپنی تکملہ میں کہا کہ اقوال مذکورہ میں سے صحیح قول یہ ہی کہ وجوب طہارت کا سبب واجب ہونا ہی نماز کا یا ارادہ کرنا اس فعل کا جو حلال نہیں بدون طہارت کے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول یعنی وجوب نماز کو سبب کہنا طہارت کا نماز نفل کی طہارت کو شامل نہیں اسواسطے کہ یہاں وجوب نہیں جو سبب ٹھہرے طہارت کا مگر یہ کہ اسکو ارادہ ما لا یحل کے تحت میں مع ملاحظہ استدراک داخل کیجیے وقیل سببہا الحدث فی الحکمیۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب حدث ہی نجاست حکمیہ میں ہم نجاست حکمی وہ جو شرع کے حکم سے اسکی نجاست ثابت ہوئی ظاہر میں کوئی نجاست مثل پیشاب وغیرہ کے محسوس نہیں وہو وصف شرعی یحل فی الاعضاء یزیل الطہارۃ اور وہ یعنی حدث شرعی صفت ہی کہ اعضا میں ساری اور طاری ہو جاتی ہے طہارت کو دور کر دیتی ہے ہم وصف اور صفت لغت میں مترادف مصدر ہیں لیکن اصطلاح میں صفت عبارت ہی اس معنی سے جو موصوف میں قائم ہو اور وصف ذکر کرنا ہی موصوف کی صفت کا مگر اطلاق وصف کا صفت پر جائز ہے کذا فی الفتح وما قیل انہ مانعیۃ شرعیۃ قائمۃ بالاعضاء الی غایۃ استعمال المزیل فتعریف بالحکم اور یہ جو کسی نے حدث کی تعریف اسطرح کی ہے کہ حدث مانعیت شرعی ہی یعنی حکم شرع مانع ہو نماز وغیرہ کو وہ مانعیت قائم ہو اعضا میں تا استعمال مزیل یعنی جبتک پانی یا خاک کا استعمال نہو وہ قائم ہے تو یہ تعریف بحکم ہو حدث سے مانع نماز وغیرہ ہونا حدث کا اثر اور ثمرہ ہی اور حقیقت حدث کی وہی ہے جو مذکور ہو چکی یعنی وصف شرعی مزیل طہارت والخبث فی الحقیقیۃ اور طہارت کا سبب نجاست جسکو نجاست حقیقی کہتے ہیں وہو عین مستقذرۃ شرعا اور وہ یعنی خبث جرم ناپاک گھن والا ہے شرع کے حکم سے جیسا کہ پیشاب اور شراب شرع کی قید سے ظاہر ہے مستقذر طبعی خارج ہو گیا جیسا کہ بلغم اور رینٹ وقیل سببہا القیام الی الصلوٰۃ اور بعضوں نے کہا کہ طہارت کا سبب قائم ہونا ہی نماز کیواسطے یہ تیسرا قول ہے اقوال مذکورہ سے اور شارح کے بیان میں چوتھا ونسبا الی اہل الظاہر وفسادہما ظاہر اور وہ دونوں قول یعنی حدث اور خبث کا سبب ہونا اور قیام صلوٰۃ کا سبب ہونا اہل ظاہر کیطرف نسبت کیا گیا ہی اور ان دونوں قولوں کا فاسد ہونا اور حقیقت سے دور ہونا ظاہر ہے ہم اہل ظاہر وہ علما ہیں جو قرآن اور حدیث کے ظاہر مطلب پر عمل کرتے ہیں اجتہاد کے منکر ہیں از انجملہ داؤد ظاہری ہی وجہ فساد قول اول کی یہ ہی کہ حدث اور خبث طہارت کے زائل کرنیوالے ہیں پس کسطرح اسکو وجوب کے سبب ٹھہرا سکتے اسواسطے کہ ایک چیز وجود اور عدم کا سبب نہیں ہو سکتی

[illegible] طہارت [illegible]

[illegible] ثبت فی التلویح [illegible]

[illegible] شرائط الصحۃ [illegible]

[illegible]

منقول والاسلام وقدرۃ الماء والاحتلام [illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسرے ہونا اُس چیز کا جس سے نجاست دور کیجاے جیسا کہ بدن اور کپڑا مثلاً میسر ہو قادر ہونا اسکے پر یعنی مزیل نجاست کو استعمال کر سکنا وشرط وجوبها الشرعی

دوسری قسم طہارت کی وجود شرعی کی شرط یعنی وہ شرط کہ طہارت کا وجود شریعت مین معتبر نہو بدون اوسکی کذا فی الطحطاوی کون المزیل مشروع الاستعمال

فی مثلہ یہ شرط مذکور ہوتا ہے مزیل کا مشروع الاستعمال اوسطرح کی مشروع مین جیسا کہ طاہر مطہر پانی کا استعمال کرنا وضو اور غسل مین مشروع ہے خلاصہ یہہ ہے کہ جس

مزیل کو جس مزال عنہ کیواسطے شریعت مین مقرر کیا ہے اوس سے وہان طہارت حاصل ہوگی نہ اور چیز سے مثلاً خشک ہونے سے زمین اور عمارت اور درخت پاک ہوگا نہ کپڑا اور بدن اور

برتن وشرط وجوبها التکلیف والحدث تیسری قسم وجوب طہارت کی شرط مکلّف ہونا یعنی عاقل بالغ مسلم ہونا اور محدث ہونا ہے تو یہہ چار شرطین ہین عقل

بلوغ اسلام حدث وشرط صحتها صدور المطهر من اہلہ فی محلہ مع فقد مانعہ چوتھی قسم صحت طہارت کی شرط صادر ہونا ہے طاہر کرنیوالی چیز کا اہل تطہیر سے

محل مین مانع تطہیر کے نہونیکے ساتھہ ہے اہل تطہیر سے مراد یہہ ہے کہ حائض اور نفسا نہو اور محل طہارت سے مراد عموم بشرہ ہے اور عدم مانع سے مراد یہہ ہے کہ اثنا

طہارت مین ناقض نہو کذا فی الطحطاوی ونظمها فقال ــ تعلّم شروطًا للوضوء مہمّۃ مقسّمۃ فی اربع وثمان اور بعض مذکور نے شرائط طہارت کو

نظم کیا اور کہا کہ اے مخاطب سیکھہ لے وضو کی ضروری شرطونکو جو منقسم ہین چار اور آٹھہ یعنی بارہ شرطین ہین ــ فمنها وجود الحسّ منها ثلثۃ سلامۃ

اعضاء وقدرۃ امکان بمستعمل الماء القراح ومعاً تو انمین سے وجود حسی کی تین شرطین ہین ایک تو اعضا کا سلامت ہونا جسکو سابق شرح مین وجود المزال

عنہ کہا تھا اور دوسری شرط قدرت ممکنہ خالص پانی کے استعمال کرنیوالے کے واسطے اور وہ پانی تیسری شرط ہی شرطین مذکورین کے ساتھہ جسکو شرح مین مزیل تعبیر کیا تھا

ــ وشرط وجود الشرع خذها بامعان فمطلق ماء مع طهارتہ ومع طهوريتہ ايضاً فخذ ببيان اور وجود شرعی کی شرط کو لے غور اور تامل کے

ساتھہ وہ مطلق پانی ہے اوسکے پاک ہونیکے ساتھہ اور اوسکی پاک کر دینے کی بھی ساتھہ سو ظفریاب ہو اس بیان سے ہم حاصل مطلب یہہ ہے کہ وجود شرعی طہارت کی تین شرطین ہین ایک

تو پانی کا مطلق ہونا دوسرے اوسکا پاک ہونا تیسرے اوسکا مطہر ہونا یعنی پاک کرنیوالا ان شرطونکو شرح مین کون المزیل مشروع الاستعمال فی مثلہ کے ضمن مین تعبیر کیا پانی

مطلق وہ ہے جو بدون اضافت کے بولا جاے اور اوسکے مقابل پانی مقید ہے جو اضافت کے ساتھہ بولا جاتا ہے جیسا کہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی یا ماء البطیخ یعنی تربوز کا

پانی سو پانی مقید سے وضو اور غسل درست نہین جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ــ وشرط وجوب وہو اسلام بالغ مع الحدث التمییز بالعقل یا عانی

اور وجوب طہارت کی شرط اسلام ہے جوان کا حدث کے ساتھہ اور تمیز کرنا عقل سے اے مخاطب فوائد کے قصد کرنیوالے ہم یعنی وجوب طہارت کی چار شرطین

ہین اسلام بلوغ عقل حدث دریافت کرنا چاہیئے کہ بعض نسخے در المختار مین بجاے یا عانی کے یا عان مکتوب ہے سو ظاہرا صحیح نہین وزن کے برہم ہونے سے اور

طحطاوی اور حلبی و در المختار کے محشیون نے یا عانی کی تصریح کی ہے اور اوسکی تفسیر یا قاصد الفوائد کی ہے طحطاوی نے کہا تو عانی اسم فاعل ہوا معنی یعنی عنایۃ کا اور حلبی

نے اوسکو بمعنی اسیر کہا ہے ــ وشرط لتصحیح الوضوء زوال ما یبعد ایصال الماء من ادران + کشمع ورمص ثم انقطاع لنا فض + وضوء فحققها بالعظیم

ذوی الشان اور وضو صحیح ہونیکے پہلے شرط زائل ہونا اُس میل کچیل کا جو پانی کو بدن تک پہونچنے دے جیسا کہ موم اور آنکھہ کا کیچڑ پھر دوسری شرط یہہ ہے کہ وضو

کو کوئی ناقض نہ آوے اے مخاطب بڑون کے بڑے ــ وزید علی هذین انقطاع مع الغسل لحیض و هذا الذی للثانی اور ان دونو شرطون پر

دہونے کے ساتھہ پانی کا ٹپکنا بھی زیادہ کیا گیا ہے یہہ شرط امام ثانی یعنی ابو یوسف کے نزدیک نہین ہے مگر تقاطر کا قول معتمد ہے ہم حنفی مذہب کی کتابونمین

امام بولتے ہین امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو اور ثانی کہتے ہین قاضی ابو یوسف یعقوب کو جو بڑے شاگرد ہین امام کے اور ثالث کہتے ہین محمد بن حسن

شیبانی کو جو دوسری درجے کے شاگرد ہین امام کے اور شیخین بولتے ہین امام اور ابو یوسف کو اور طرفین کہتے ہین امام اور محمد کو اور صاحبین کہتے ہین

ابو یوسف اور محمد کو اس اصطلاح کو یاد رکہنا چاہیئے وصفتها فرض للصلوٰۃ اور صفت طہارت کی یہہ ہے کہ وضو فرض ہے نماز کے لئے خواہ نماز فرض ہو خواہ

نفل وواجب للطواف اور واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف کیواسطے وقیل وسنۃ لمس المصحف للقول بان المطهرين الملائکۃ اور بعضون نے کہا اور وضو سنت

ہے مصحف کے چہونیکے واسطے اس قول کی وجہہ سے کہ مطہرین سے ملائکہ مراد ہین ہم یعنی اس آیت مین کہ لا یمسہ الا المطهرون ہاتھہ نہین لگاتے کتاب کو مگر پاک

لوگ دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ مطہرین سے ملائکہ مقربین مراد ہین اور کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور دوسرا قول یہہ ہے اور اسی قول پر اکثر مفسرین ہین

کہ کتاب سے مراد قرآن ہے جو الفاظ سے مرکب ہے جس پر نقوش دلالت کرتے ہیں اور مطہرین سے مراد پاک آدمی ہیں دو قول ہونیسے ظاہر ہوا کہ آیت کی دلالت قطعی نہیں ہے
یعنی ظنی ہے جس سے فرض ثابت نہیں ہوتا واجب ثابت ہوتا ہے تو جو شخص کہتا ہے کہ مس مصحف کیواسطے طہارت فرض ہے تو مراد اوسکی یہہ ہے کہ فرض عملی ہے کذا
فی الطحطاوی بالفاظ وَسُنَّةٌ لِلنَّوْمِ اور وضو سنت ہے سونیکے وقت ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ جب سونیکا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے
اور شارح نے اسکو سنت کہا ہے وَمَندُوبٌ فِي نَيِّفٍ وَثَلٰثِيْنَ مَوضِعًا ذَكَرْتُهَا فِي الخَزَائِنِ مِنْهَا بَعْدَ كَذِبٍ وَغِيْبَةٍ وَقَهْقَهَةٍ وَشِعْرٍ وَاَكْلِ جَزُوْرٍ
وَبَعْدَ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَلِلْخُرُوْجِ مِنْ خِلَافِ الْعُلَمَاءِ اور وضو مستحب ہے تیس ۳۰ اور کئی مقام میں جنکو میں نے خزائن میں مذکور کیا ہے از انجملہ بعد کذب اور
غیبت اور قہقہہ مار کے ہنسنے اور شعر خوانی اور اونٹ کے گوشت کھانیکے بعد اور ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ اور عالموں کے اختلاف سے بچنے کے
واسطے ہم وہ شعر خوانی مراد ہے جو حکمتوں سے اور مدح نبوی سے خالی ہے اور بعضوں کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانیسے وضو کرنا واجب ہے ظاہر حدیث
کی دلالت سے اختلاف علما کی مثال جیسا کہ مس ذکر اور مس عورت امام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقض ہے لیکن ہمارے نزدیک ناقض نہیں تو اگر ہاتھ وہاں لگ جاے
تو مستحب یہہ ہے کہ پھر وضو کر لے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو کذا فی الطحطاوی صاحب دلائل الاسرار نے کہا میں نے خزائن کیطرف رجوع کیا وہاں فقط وضو کی
مداومت اور وضو پر وضو کرنا مذکور ہے لیکن شرنبلالی نے مستحبات مذکورہ کو یوں نقل کیا ہے کہ مستحب ہے سونیکے بعد بیدار ہو کر اور وضو پر مداومت
اور وضو پر وضو کرنا جبکہ مجلس بدلے اور میت کے غسل دینے کو اور اوسکے اوٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں وضو کرنا اور جنابت کے غسل سے پہلے
وضو کرنا اور کہانے اور پینے اور سونے اور جماع کیوقت اور غصہ کرنیکے سبب سے اور قران اور حدیث کے پڑہنے کیواسطے اور حدیث کی روایت اور
علم کے درس کے لئے اور اذان اور اقامت اور خطبہ پڑہنے کیواسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیواسطے اور
وقوف عرفات اور سعی کیواسطے اور کتب شرعیہ کے چہونیکے لئے اونکی تعظیم کی جہت سے انتہے اور نہر الفائق میں ہے اور عورت کے محاسن دیکھکر اور مطلق
ذکر کیواسطے بعد ہر نماز کیواسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت اور کذب صادر ہوا ہو سو اگر وضو نہو سکے تو تیمم ہی کر لے اور گناہ دور ہونیکی
نیت کرے الخ فتاوی صیرفیہ میں تو یہہ شارح کی مذکورات کے ساتھ تیس ۳۰ اور کئی مقام ہیں جنمیں وضو مستحب ہے انتہی ما فی دلائل الاسرار وَرُكْنُهَا
غَسْلٌ وَمَسْحٌ وَزَوَالُ نَجَسٍ اور طہارت کا رکن دہونا ہے اور مسح کرنا اور نجاست کا دور ہو جانا ہم بحر الرائق میں ہے کہ طہارت کے ارکان حدث
اصغر میں تین عضو کا دہونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا اور حدث اکبر میں سارے بدن کا دہونا اور نجاست میں سارے بدن کا دہونا اور نجاست حقیقی
میں جو نظر آتی ہو تو اوسکے جسم کو دور کرنا اور جو نظر نہ آتی ہو تو اوسکی جگہہ کو تین بار دہونا اور ہر بار نچوڑنا اور اگر اوسکا نچوڑنا ممکن نہو تو ہر بار دہو کر خشک
کرنا انتہی سو شارح کے بیان میں یہہ سب آگیا اور نچوڑنے اور خشک کرنیکو شارح نے اسواسطے بیان نکیا کہ وہ دونوں رکن طہارت کے نہیں ہیں بلکہ طہارت
کی شرطیں ہیں کذا فی الطحطاوی وَآلَتُهَا مَاءٌ وَتُرَابٌ وَنَحْوُهُمَا اور طہارت کا ہتھیار یعنی جس سے طہارت حاصل ہو وہ پانی اور مٹی ہے اور مانند اونکی جیسا کہ
زمین کا خشک ہونا اور موزہ رگڑنا جیسا کہ آگے اسکا ذکر آویگا وَدَلِيْلُهَا آيَةُ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اور وجوب طہارت کی دلیل اذا قمتم الی الصلوۃ کی آیۃ
ہے ہم پوری آیت یوں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی اے ایمان والو
جب تم اٹھو نماز کو تو دہو لو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤوں کو ٹخنوں تک اور اگر تمکو جنابت ہو یعنی غسل کی حاجت ہو
تو خوب طرح پاک صاف ہو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا کوئی شخص تم میں سے آیا ہے جا ضرور سے یا ہاتھ لگایا تمنے عورتوں کو یعنی اونسے صحبت کی پھر نہ پاؤ پانی
تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے چہرے اور ہاتھ وہاں سے اللہ نہیں چاہتا کہ تمپر کچھہ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تمکو پاک کرے اور پورا اپنا احسان
کیا چاہتا ہے تمپر کہ شاید تم احسان مانو تو یہہ آیت مقدسہ طہارت صغریٰ اور کبریٰ یعنی وضو اور غسل کو اور طہارت آبی اور خاکی سب کو شامل ہے

وَہِیَ مَدَنِیَّۃٌ اِجْمَاعًا اور وہ آیت مدنی ہی یعنی مدینہ منورہ مین نازل ہوئی باتفاق مفسرین ہم یہہ آیت سورہ مائدہ مین ہی اور وہ سورت قران مین پیچھے
نازل ہوئی ہی سیوطی نے اِتقان مین کہا کہ مدنی وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی اگرچہ غیر مدینہ مین اوسکا نزول ہوا ہو اور مکی وہ ہی جو ہجرت سے
پہلے نازل ہوئی اگرچہ غیر مکہ مین اوسکا نزول ہوا ہو یہی قول صحیح ترہے کذا فی الطحطاوی وَاَجْمَعُوْا اَہْلُ السِّیَرِ اَنَّ الْوُضُوْءَ وَالْغُسْلَ فُرِضَا بِمَکَّۃَ مَعَ فَرْضِ
الصَّلٰوۃِ بِتَعْلِیْمِ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور اہل سیر یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احوال کے بیان کرنیوالون نے اتفاق کیا ہی اسپر کہ
وضو اور غسل مکہ معظمہ مین فرض ہوئی نماز کے فرض ہونیکے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سی وَاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَمْ یُصَلِّ قَطُّ اِلَّا بِوُضُوْءٍ
اور اسپر اتفاق ہی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کبھی نماز بدون وضو کے نہین پڑھی ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ شاید آنحضرتؐ نے بدون وضو کے
نماز پڑہی ہو بوجہ عدم فرضیت وضو بَلْ ہُوَ شَرِیْعَۃُ مَنْ قَبْلَنَا بِدَلِیْلِ ہٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ بلکہ وضو کرنا شریعت ہی ہمسے پہلے لوگون
کی اِس حدیث کی دلیل سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کرکے فرمایا کہ یہہ میرا وضو ہی اور ان پیغمبرون کا جو مجھسے پہلے تھے وَقَدْ تَقَرَّرَ فِی
الْاُصُوْلِ اَنَّ شَرْعَ مَنْ قَبْلَنَا شَرْعٌ لَنَا اِذَا قَصَّہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ وَلَمْ یَظْہَرْ نَسْخُہٗ اور البتہ اصول فقہ کے علم مین یہہ امر ثابت
ہوچکا ہی کہ اگلونکی شریعت ہماری بھی شریعت ہی یعنی اہل اسلام کو بھی اوسپر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ اللہ تعالی نے قران مجید مین اور اوسکے رسول
نے حدیث مین اوسکا بیان کردیا ہو بدون انکار کے یعنی ناپسند نکیا ہو اوسکو اور اوسکا منسوخ ہونا ظاہر نہوا ہو ہم شریعت سابقہ کا بیان قران
مین کقولہ تعالے وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا احادیث مین چنانچہ صوم عاشورا معلوم کرنا چاہیے کہ
یہان ایک سوال وارد ہوتا ہی تقریر اوسکی یہہ ہی کہ جب وضو فرض ہوچکا مکہ معظمہ مین نماز کے ساتھہ جبرئیل علیہ السلام کی تعلیم سے اور یہہ شریعت سابقہ
غیر منسوخہ بھی ہی تو مدت کے بعد مدینہ منورہ مین آیت وضو کے نازل کرنیکا کیا فائدہ ہی اسکا جواب شارح نے اگلے قولین دیا فَائِدَۃُ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ
تَقْرِیْرُ الْحُکْمِ الثَّابِتِ وَتَاَتِّیْ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْ ہُوَ رَحْمَۃٌ تو فائدہ نزول آیت وضو کا خوب ثابت کردینا ہی اُس حکم کا جو قبل نزول کے
ثابت تہا اور دوسرا فائدہ حاصل ہونا عالمون کے اختلاف کا جو رحمت ہی امت کیواسطے ہم چونکہ وضو خود عبادت مستقل نہین بلکہ تابع نماز ہی تو احتمال تہا
کہ امت کے لوگ اسکی شان کا اہتمام نکرین اور اسکی شرائط اور ارکان کی مراعات مین تساہل کرین طول عہد اور انقراض ناقلین کیوجہ سی برخلاف
اوسکی جبکہ اثبات وضو کا اوس نص متواتر سی ہوا جو ہر زمانے مین اور ہر زبان مین باقی ہے تو احتمالات مذکورہ کی گنجائش نہوگی اور علما کا اختلاف
ہے آیت مذکورہ کے عدد فرائض مین سو بعضے عالم کہتے ہین کہ فرض چار ہین اور بعضے زیادہ کہتے ہین اور بعضی لَامَسْتُمْ کو جماع پر حمل کرتی ہین
اور بعضے فقط ہاتھہ لگانے پر اور جس عضو کے مسح کرنیکا حکم ہے اوسمین اختلاف ہی کہ کل عضو کا مسح مراد ہی یا چوتہائی کا یا اُس سی بھی کم کذا فی الطحطاوی
اور اختلاف علما کا رحمت ہونا دیباچہ کتاب مین مذکور ہوچکا کَیْفَ وَقَدِ اشْتَمَلَتْ عَلٰی نَیِّفٍ وَسَبْعِیْنَ حُکْمًا مَبْسُوْطَۃً فِیْ ضِیَاءِ الضِّیَاءِ عَنْ
فَوَائِدِ الْہِدَایَۃِ کیونکر فائدہ نہو آیت طہارت کی نزول مین حالانکہ وہ آیت شامل ہے ستر اور کئی حکمون پر جو ضیا کے باب التیمم مین فوائد ہدایہ سے
مشروحًا مذکور ہین وَعَلٰی ثَمَانِیَۃِ اُمُوْرٍ کُلِّہَا مَثْنٰی اور حالانکہ آیت مذکورہ شامل ہے آٹھہ چیزونپر کہ ہر ایک اُنسی دو دو ہین یعنی ہر واحد
مین دو شی ہین تو سب سولہ ہوئے طَہَارَتَیْنِ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ شامل ہے دو طہارت پر کہ وضو اور غسل ہے وَمُطَہِّرَیْنِ الْمَاءِ وَالصَّعِیْدِ اور دو
پاک کرنیوالیون پر کہ پانی اور خاک ہی وَحُکْمَیْنِ الْغُسْلِ وَالْمَسْحِ اور دو حکمونپر کہ دہونا اور مسح کرنا ہی وَمُوْجِبَیْنِ الْحَدَثِ وَالْجَنَابَۃِ اور طہارت کے
دو موجب پر کہ حدث اور جنابت ہی وَمُبِیْحَیْنِ الْمَرَضِ وَالسَّفَرِ اور تیمم کے دو مباح کرنیوالون پر کہ بیماری ہے اور مسافری وَدَلِیْلَیْنِ التَّفْصِیْلِیِّ
فِی الْوُضُوْءِ وَالْاِجْمَالِیِّ فِی الْغُسْلِ اور دو دلیلون پر دلیل تفصیلی وضو مین اور دلیل اجمالی غسل مین ہم وضو مین دہونے اور مسح کرنیکے
اعضا کو مفصل بتایا اور غسل مین اسیقدر مجمل فرمایا کہ فَاطَّہَّرُوْا یعنی طہارت کرو اعضا کی تفصیل نفرمائی وَکِنَایَتَیْنِ الْغَائِطِ وَالْمُلَامَسَۃِ اور دو کنایہ پر
کہ غائط اور ملامسہ ہی ہم کنایہ وہ لفظ ہی کہ معنی مراد پر صریحًا دلالت نکرے سو غائط لغت مین پست مکانکو کہتے ہین یہان قضاء حاجت بشری
پاخانہ ہے جماع ہی

ہوا ہی اسلئے کہ عرب جب قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو پست مکان کیطرف جاتے اور ملامست لغت مین ہاتھ لگانیکو بولتے ہین یہان مراد جماع ہے
کہ جو جماع کا ارادہ کرتا ہے تو بوس وکنار سے شروع کرتا ہے کذا فی الطحاوی وَلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَہِّرَکُمْ ای من الذنوب وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ ای بموتہ شہیدًا
من داوم علی الوضوء مات شہیدًا ذکرہ فی الجوہرۃ اور دو بزرگیون پر یعنی حق تعالی نے اپنے مومن بندون کو طہارت مین دو طرحکی بزرگی عطا کی
تو گناہون سے پاک کردینا فی قولہ تعالی لیطہرکم اور نعمت کو پورا کردینا فی قولہ تعالی لیتم نعمتہ علیکم تمام نعمت ہے اوسکی شہید ہوکر مرنے سے اس کی
دلیل سے کہ جو وضو کرنے پر ہمیشگی کریگا وہ شہید مریگا ایسا ذکر کیا ہے جوہرہ مین جو قدوری کی شرح ہے وانما قال اٰمنوا بالغیبۃ دون اٰمنتم
کل من اٰمن الی یوم القیمۃ قالہ فی الضیاء وکانہ مبنی علی ان فی الاٰیۃ التفاتا والتحقیق خلافہ اور نہین فرمایا آمنوا غائب کے صیغہ سے
مخاطب کے صیغہ سے مگر اسواسطے کہ خطاب شامل رہے ہر ایک اُس شخص کو جو ایمان لاتا جاے قیامت تک یون کہا ہے ضیا مین اور شاید کہ یہہ قول اسپر مبنی ہے
وضو مین التفات ہے حاضر سے غائب کیطرف اور قول محقق اسکے مخالف ہے ھم التفات اسکو کہتے ہین کہ غائب بولنے کے مقام پر حاضر بولا جاے اور حاضر کے
مین غائب سو بعضے عالم یا ایہا الذین اٰمنوا کو التفات کے قبیل سے سمجھتے ہین اسواسطے کہ اٰمنوا غائب کا صیغہ ہے اور اٰمنتم حاضر کا صیغہ ہے اور حق منا
مخاطب ہونے کیوجہ سے یہہ ہے کہ اوسکی تعبیر حاضر کی ضمیر سے ہوا اور قول صحیح یہہ ہے کہ یہان التفات نہین ہے اسلئے کہ اٰمنوا صلہ ہے الذین کا اور موصولات
غائب ہین اور جو ضمیر کہ صلہ سے راجع ہوتی ہے موصول کیطرف وہ نہین ہوتی ہے مگر غائب کذا فی العینی شرح الہدایۃ خلاصہ یہہ ہے کہ صنعت ا
اُسوقت ہوتی کہ حاضر کے محل مین غائب کا صیغہ ہوتا سو یہان غائب کا صیغہ اپنے محل مین ہے واتٰی فی الوضوء باذا التحقیقیۃ وفی الجنا
التشکیکیۃ للاشارۃ الی ان الصلوۃ من الامور اللازمۃ والجنابۃ من الامور العارضۃ اور حق تعالی وضو کے بیان مین اذا کا لفظ لا
اور ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جنابت مین اِن کا لفظ لایا جو شکوک اور متردد ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ ہو کہ قیام الی ا
امور لازمہ سے ہے اور جنابت امور عارضہ سے ہے ھم اِذا اور اِن شرط جزا پر آتے ہین تو اگر وقوع شرط کا یقین ہو یا امید قوی تو وہان اذا کا
بولتے ہین اور اگر وقوع شرط کا یقین نہو یعنی تردد ہو ہونے اور نہونے مین تو وہان اِن کا لفظ بولتے ہین جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چا
کہ وضو مین حق تعالی نے اِذا قمتم الی الصلوۃ فرمایا اسواسطے کہ نماز کیواسطے اوٹھنا امور لازمہ سے ہے اور بنظر دیانت مسلم غالب الوجود ہے کہ
دنمین پانچ بار نماز فرض ہے اسواسطے اذا کا لفظ جو امر ثابت پر دلالت کرتا ہے مذکور کیا اور جنابت مین اِن کنتم جنبا فرمایا کہ وہ بنسبت نماز کی
الوجود ہے اور امور عارضہ مترددہ سے ہے کہ ہو یا نہو اسوجہ سے اِن کا لفظ جو شک اور تردد پر دلالت کرتا ہے ارشاد کیا کذا فی العینی وصرح
بذکر الحدث فی الغسل والتیمم دون الوضوء لیعلم ان الوضوء سنۃ وفرض والحدث شرط الثانی لا الاول فیکون الغسل علی
الغسل والتیمم علی التیمم عبثا والوضوء علی الوضوء نورا علی نور اور حق تعالی نے حدث کو صریحا ذکر کیا غسل اور تیمم مین نہ وضو مین تا معلوم ہو کہ
وضو سنت ہے بدون حدث کے اور فرض ہے حدث کے ساتھ اور حدث ثانی کی شرط ہے نہ اول کی یعنی فرض وضو کی شرط ہے نہ سنت وضو کی تو ایک غسل
دوسرا غسل کرنا اور ایک تیمم پر دوسرا تیمم کرنا عبث اور بیفائدہ ہوگا اور ایک وضو پر دوسرا وضو کرنا نور علی نور ہے ھم طحاوی نے کہا شارح
کلام سے نکلتا ہے کہ تیمم اور غسل نہین ہوتے ہین مگر فرض اسمین خلل یہہ ہے کہ غسل چند مواضع مین مستحب ہوتا ہے اور چند مواضع مین سنت اور اسیطرح تیمم
قائم مقام ہوتا ہے یعنی عدم فرضیت مین چنانچہ سونے کیوقت اور مسجد مین جانیکے واسطے تو غسل اور تیمم کا فقط فرض ہونا ثابت نہوا ارکان الوضوء
اربعۃ وضو کے رکن چار ہین ھم لغت مین رکن کہتے ہین ہر چیز کی جانب قوی کو اور وضو ماخوذ ہے وضاءت سے جو بمعنی لطافت اور حسن کے ہے
وضوء بالضم مصدر ہے اور بالفتح وہ پانی ہے جس سے وضو کرتے ہین اور اصطلاح شرع مین وضو عبارت ہے اعضاء ثلثہ کے دھونے اور سر کے مسح کرنے سے
عبر بالارکان لانہ افید مصنف نے ارکان کہا فرض نہ کہا اور مصنفون کی مانند اسواسطیکہ رکن کہنا مفید تر ہے ھم اسلئے کہ رکن اخص ہے فر
اور تاکہ معلوم ہو کہ جن کتابون مین فروض الوضوء مذکور ہے وہان فروض سے ارکان مراد ہین کذا فی شرح المصنف رکن فرض سے اسلئے خاص ہوا کہ رکن

فرض کو کہتے ہین جو ماہیت یعنی شی کی حقیقت مین داخل ہو برخلاف فرض کہ وہ تمام اور خارج ماہیت کو یعنی رکن اور شرط دونو کو فرض بولتے ہین مع سلامته
عما یقال ان اُرید بالفرض القطعی یرد علیه بعض المسح وان اُرید العملی یرد المغسول باوجود سلامت رہنے اس تعبیر کے اُس اعتراض سے جسکا
بیان یون ہے کہ جن کتابون مین تعبیر فرض وضو کیا ہے اگر فرض سے فرض قطعی مراد ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہے جو چوتھائی مقدار مسح سر کا فرض مسح ہے کیونکہ یہ قطعی نہین بلکہ
اسمین اختلاف ہے اہل اجتہاد کا اور اگر فرض سے فرض عملی مراد ہو تو عضو مغسول کا اعتراض وارد ہوتا ہے اسواسطے کہ اعضاء مغسولہ کا دہونا قطعی ہے جیسے
وان اُجیب عنه بعض الفضلاء فی شرح الملتقی اگرچہ اس اعتراض کا وہ جواب دیا گیا ہے جسکو مفتی علامہ کرکے ملتقی الابحر کی شرح مین ذکر کیا ہے هم مجملاً جو
شرح الملتقی کے ایک یہ جواب ہے کہ قطعی فرض مراد ہو اور اعتراض مسح کا یہ جواب ہے کہ اصل مسح فرض قطعی ہے کہ قران مجید سے ثابت اگرچہ اسکی مقدار بعض
ہے کذا فی الطحطاوی وغیرہ الرکن ما یکون جزئها داخل الماهیة واما الشرط فما یکون خارجها فالفرض یعمّهما اسکو معلوم کرنا چاہیئے کہ رکن وہ فرض ہے جو
ماہیت مین داخل ہو اور شرط تو وہ فرض ہے جو ماہیت اور حقیقت سے خارج ہو تو فرض رکن اور شرط دونون سے عام ہے یعنی دونو کو شامل ہے هم نظم کا
بیان ترتیب اعتباری مین مستعمل ہے اور فرض لغت مین تہیئہ اور کئی معنی کیواسطے آتا ہے کذا فی الطحطاوی عن نہایة النہایة اور منجملہ معانی فرض کے قطع اور تقدیر تفصیل
اور تحدید اور تحریر ہے وهنا قطع بلزومه حتی یکفر جاحده کاصل مسح الراس اور فرض قطعی وہ عمل ہے جسکا لازم ہونا قطعی اور یقینی ہو اسد یہانتک کہ
اسکا منکر کافر ہو جاتا ہے یا اسکا منکر منسوب بکفر ہو جاتا ہے چنانچہ نفس مسح سر بلا تعیین مقدار هم فرض قطعی کو فرض اعتقادی بھی کہتے ہین اسواسطے کہ عمل کے ساتھ
اسکا اعتقاد بھی فرض ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ فرض اصطلاح شرع مین وہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جسمین کچھ شبہہ نہین چنانچہ قران
اور حدیث متواتر بشرطیکہ قران اور حدیث مین خصوص لاحق نہوگیا ہو اور چنانچہ اجماع بشرطیکہ بطریق احاد منقول نہوا اور چنانچہ قیاس منصوص علیہ انتہی اور
نہر الفائق مین ہے کہ دلائل سمعی چار قسم پر ہین ایک تو وہ ہے جسکا ثبوت بھی قطعی اور دلالت مراد بھی اسکی قطعی چنانچہ نصوص متواترہ دوسری یہ کہ ثبوت تو اسکا قطعی
ہے مگر دلالت مراد ظنی ہے چنانچہ آیات مأوّلہ یعنی جنمین تاویل کی گئی ہے تیسری وہ ہے کہ جسکا ثبوت ظنی ہے اور اسکی دلالت قطعی چنانچہ وہ اخبار احاد جسکا
مفہوم قطعی ہے چوتھی وہ ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین تو فقیہون نے اول قسم سے فرض ثابت کیا ہے اور قسم ثانی اور ثالث سے واجب کو اور قسم رابع
سے سنت اور استحباب کو ثابت کیا ہے اور واجب سے اسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بھی شامل ہے اسیوجہ سے بعضے متاخرین نے کہا کہ فرض عملی واجب کی دونو
قسمون سے قوی تر ہے اور فرض کی دو قسمون سے ضعیف تر ہے انتہی وقد یطلق علی العملی وهو ما یفوت الصحة بفواته کالمقدار الاجتهادی فی الفروض فلا
یکفر جاحده اور کبھی فرض بولتے ہین فرض عملی کو اور فرض عملی وہ ہے کہ جسکے فوت ہو جانیسے عمل کی صحت فوت ہو جاتی ہے چنانچہ فرضون کی وہ مقدار جو اجتہاد سے
ثابت ہو تو فرض عملی کا منکر کافر نہوگا یا اسکو منسوب بکفر نکرینگے هم شارح نے اپنے بیان سے اشارہ کیا کہ فرض کا اطلاق فرض قطعی پر حقیقی ہے اور
فرض عملی پر مجازی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق وہی متبادر ہے اور تبادر معنی حقیقی کا علامة ہے فرض عملی اسواسطے کہا کہ عمل کرنا اسپر فرض ہے اعتقاد فرض نہین اسلئے
کہ اوسپر اعتقاد کرنا چہارم حصہ سر کے مسح کے افتراض کا فرض نہین اور فروض کی مقدار اجتہادی ہے چنانچہ مسح چہارم سر کا اور دھونے مین داخل ہونا کہنیون اور ٹخنون کا
کذا فی الطحطاوی غسل الوجه ای اسالة الماء مع التقاطر ولو قطرة وفی الفیض اقله قطرتان فی الاصح پہلا فرض وضو کا چہرے کا دھونا ہے یعنی پانی کا
بہانا ٹپکنے کے ساتھ اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے اور فیض مین ہے ٹپکنے کا کمتر رتبہ یہ ہے کہ دو بوند ٹپکین صحیح تر قول مین هم غَسل بفتح غین لغت مین میل کے دور کرنیکو
کہتے ہین کسی چیز سے اوسپر پانی بہاکر اور غُسل بضم غین تمام بدن کے دھونیکو بولتے ہین اور اُس پانی کو بھی کہتے ہین جس سے نہاتے ہین اور غِسل بکسر غین خطمی وغیرہ
کو کہتے ہین جس سے سر دھویا جاتا ہے جب پانی بہانا دھونے کی حقیقت مین داخل ہوا تو اگر پانی نہ بہایا اسطرح کہ تیل کی مانند چپڑ لیا تو ظاہر الروایة مین جائز نہوگا
اور اگر بہت سے وضو کیا اور تقاطر نہوا تو جائز نہین اور فیض کا مصنف شیخ برہان الدین ہے کذا فی الطحطاوی مرة لان الامر لا یقتضی التکرار
ایکبار دھونا فرض ہے اسواسطے کہ فاغسلوا امر ہے امر کرر کرنیکا مقتضی نہین هم یعنی امتثال امر ایکبار کرنے سے ادا ہو گیا بار بار کرنا ضرور نہین ولہذا رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہی ایک ایک بار اعضاء وضو کو دھویا ہے اور گاہی دو دو بار اور گاہی تین تین بار چنانچہ کتب احادیث مین مذکور ہے اور یہہ بات

رنیہ سے تطہیر کو مین بارسے زیادہ کرنا اسراف وہو مشتق من المواجہۃ مشتق اشتقاق الثلاثی من المزید اذا کان اشہر فی المعنی کاشتقاق الرعد من الارتعاد والیم من التیمم اور وجہ کا لفظ مشتق یعنی نکلا ہو مواجہہ سے اور اشتقاق ثلاثی کا مزید سے یعنی ثلاثی مجرد کا ثلاثی مزید سے جبکہ مزید مشہور تر ہو مجرد سے رائج اور مشہور ہے جیسے اشتقاق رعد کا ارتعاد سے اور یم کا تیمم سے ہم ارتعاد بمعنی اضطراب مشہور ہے اسواسطے کہا کہ رعد ارتعاد سے نکلا ہی کیونکہ رعد بھی ابر مین مضطرب رہتا ہی اور تیمم بمعنی قصد کے مشہور ہے لہذا یم بمعنے دریا کہا کہ تیمم سے مشتق ہی اسواسطے کہ دریا مقصود خلائق ہی کذا فی الحلبی علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہی کہ وجہ ثلاثی مجرد ہی اور مواجہہ ثلاثی مزید ہی اور مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا تو اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ اشتقاق صغیر کی شرط ہی اور اشتقاق کبیر کی اور اشتقاق اکبر کی یہہ شرط نہین بلکہ فقط تناسب ہونا لفظ اور معنی مین کافی ہے برخلاف اشتقاق صغیر کے کہ وہان تناسب حروف مع ترتیب کا اور مناسبت لفظی اور معنوی مع تغائر صیغی شرط ہی اور اشتقاق کبیر مین ثلاثی مجرد کا مشتق ہوتا مزید سے جائز ہی جیسے جن بمعنی دیو کا اشتقاق اجتنان بمعنی استتار سے اسواسطے کہ اہل لغت کی غرض اس اشتقاق سے اس لفظ کے معنی کی حقیقت کا بیان کرنا ہی تو جائز ہی کہ مزید اشہر ہو کثرت استعمال سے اور اشتقاق اکبر مین مخرج حروف کے مناسبت کا ہونا کافی ہی چنانچہ نعق کو کہتے ہین کہ نہق سے مشتق ہی انتہی ملخصا وہی مبدأ سطح جبہتہ ای المتوضی بفتح الہاء قائم الی اسفل ذقنہ ای منبت اسنانہ السفلٰی طولا کان علیہ شعر اولا چہرے کا دہونا فرض ہی پیشانی متوضی کی سطح کے سرے سے اور اسکی ٹھوڑی تک یعنی جہان نیچے کے دانت جمتے ہین یہہ حد ہے باعتبار طول چہرہ کے خواہ پیشانی پر بال ہون یا نہون وہان تک کا دہونا فرض ہی شارح نے ضمیر پیشانی کا مرجع متوضی کو قرار دیا مقام وضو کے قرینہ سے عدل عن قولہم من قصاص شعرہ الجاری علی الغالب الی المنظر یلیم الاغم والاصلع والانزع مصنف نے اور مصنفونکے من قصاص شعرہ کے قول سے جو جاری تہا بنابر غالب حال کے عدول کیا اس قول مذکور کیطرف جو شامل ہی سب آدمیونکو تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو بھی شامل رہی ہم تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ہدایہ اور کنز وغیرہما مین وجہ کی حد مین قصاص شعر کا لفظ واقع ہی یعنی سر کے بال جمنے کی نہایت سے اسفل ذقن تک چہرہ کی طولانی حد ہی سو اوسپر اغم اور اصلع اور انزع کا اعتراض وارد ہوتا ہی اغم وہ ہی جسکے بال سر سے اوتر کے پیشانی پر جمے ہون اور اصلع وہ ہی جسکے مقدم سر پر بال نہون اور انزع وہ ہی جسکی پیشانی کی دونوں جانبین بال سے خالی ہون تو ہدایہ وغیرہ کی حد کے موافق لازم آتا ہی اصلع اور انزع کو سر کا دہونا اور اغم کی پیشانی کا دہونے سے ساقط ہونا لہذا مصنف نے اس قولکو چھوڑا اور ابتداء سطح پیشانی کو اختیار کیا تاکہ اغم اور اصلع اور انزع کو یہہ حد شامل ہی یعنی اغم پر پیشانی کے بال دہونا فرض ہوگا اور اصلع اور انزع کو پیشانی کے اوپر دہونا لازم نہ آویگا وما بین شحمتی الاذنین عرضا اور دونوں کانوں کے دونوں لو کے مابین مین بنابر عرض کے یعنی اس نرمہ گوش سے اس نرمہ گوش تک عرض مین چہرہ کی حد ہے وحینئذ فیجب غسل المآقی وما یظہر من الشفۃ عند انضمامہا اور جب کہ چہرہ کے طول اور عرض کی حد معلوم ہوئی تو واجب ہوگا یعنی فرض ہوگا کویون کا دہونا اور اسقدر لب جتنا کہلا رہتا ہی منہ بند ہونے کیوقت ہم اکثر نسخون مین ماقی مذکور ہے جو جمع ہے ماق اور موق کی بمعنی گوشہ چشم جسکو ہندی مین کویا کہتے ہین اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی اور بعضے نسخے مین ملاقی کا لفظ ہے اور حلبی اور طحاوی محشیون نے ملاقی کا لفظ لیا ہی اور اس سے داڑہی مراد لی جو ملاقی وجہ ہے مین کہتا ہون ماقی کا نسخہ ملاقی سے اولی ہے اسواسطے کہ داڑہی تو بالاستقلال آگے متن مین مذکور ہوگی واللہ اعلم وما بین العذار والاذن لدخولہ فی الحد یعنی اور واجب ہی دہونا اس سفیدی کا جو داڑہی اور کان کے بیچ مین ہے بسبب داخل ہونے اس جگہہ کے چہرہ کی حد مذکور مین اور یہی قول مفتی بہ ہے ہم عذار عبارت ہی داڑہی کے خط سے یعنی اسکا کنارہ قاموس مین تصریح ہی کہ عذار نام ہی داڑہی کے دونو جانبون کا مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاصل مطلب کا ترجمہ کیا امام اور محمد کا یہی مذہب ہی کہ اس جگہہ کا دہونا وضو مین فرض ہے اور ابو یوسف کے نزدیک داڑہی والیکو اسکا دہونا فرض نہین لیکن عورت اور امرد اور کہوسے کو اسکا دہونا بالاتفاق فرض ہی کذا فی الطحاوی لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب ونیم ذباب للحرج اور فرض نہین آنکھون اور ناک اور منہ کا دہونا اور بہوؤن اور داڑہی اور موچہہ کے بالون کی جڑون کا اور مکہی کے گوہ کا دہونا فرض نہین حرج اور مشقت کے سبب سے ہم بالون

کی جڑون کا دھونا اسوقت فرض نہین جبکہ بال نہایت گنجے ہون بلکہ نظر نہ آوے اور اگر جلد نظر آوے گی تو جڑون کا بھی دھونا فرض ہوگا چنانچہ پہلے
مذکور ہوگا **وغسل الیدین اسقط لفظ فرادی لعدم تقیید الفرض بالانفراد والرجلین البادیتین السالمتین آفات الجرح وحین السنتین**
بالخف وبقیتہما المسح اور دوسرا فرض وضو کا دھونا ہے دونون ہاتھونکا اور تیسرا فرض وضو کا دھونا ہے ان دو پانوون کا جو ظاہر ہین صحیح سالم
اسواسطے کہ زخمی پانون اور جو موزے کے اندر چھپے ہین تو اونکے واسطے مسح کرنا ہے اور مقرر ہے مصنف نے ہاتھ پانونمین فرادی کا لفظ ساقط کیا اسواسطے کہ فرض
ہونے مین جدا جدا کرنیکی قید نہین ہے یعنی اگر دونون ہاتھون یا دونون پانونکو پانی کے اندر ساتھ ہی ڈالیگا تو فرضیت ادا ہوگی یہہ تعریض ہے صاحب
کنز پر اوسنے کہا ہے غسل الیدین فرادی یعنی اسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے علحدہ دھونا چاہیے کذا فی الطحطاوی حرکما مر ہاتھ پانون کا
ایکبار دھونا فرض ہے بدلیل گذشتہ یعنی امر مقتضی تکرار نہین **مع المرفقین والکعبین علی المذہب** ہاتھون کا دھونا فرض ہے دونو کہنیون کے ساتھ
اور پانوون کا دونون ٹخنون کے ساتھ بنا بر ظاہر مذہب کے **وماذکروا من ان الثابت بعبارۃ النص غسل ید ورجل والاخری بدلالتہ ومن البحث**
فی الی وفی القراءتین فی ارجلکم قال فی البحر لاطائل تحتہ بعد انعقاد الاجماع علی ذلک اور یہہ جو فقہ کی کتابون مین عالمونے ذکر کیا ہے کہ قرآن
کی عبارۃ النص سے ایک ہاتھ اور ایک پانو کا دھونا ثابت ہے اور دوسرے ہاتھ اور دوسرے پانون کا دھونا دلالۃ النص سے ثابت ہے اور وہ بحث کہ لفظ الی مین
اور ارجلکم کے دونون قرأتون مین مذکور ہے بحر الرائق مین کہا کہ اس ذکر مین کچھ فائدہ نہین بعد منعقد ہوچکنے اجماع کے دونون ہاتھون کے دھونے پر کہنیون سمیت
اور دونون پانونکے دھونے پر ٹخنون سمیت ف عبارۃ النص اس مفہوم صریح کو کہتے ہین جسکے واسطے کلام صادر ہوا اور دلالۃ النص اوسکو بولتے ہین جو نص سے
مفہوم ہوتا ہے بطریق مساوات کے ایک ہاتھ اور ایک پانون کا دھونا بطریق عبارۃ النص کے اسوجہ سے ثابت ہے کہ مقابلہ صیغہ جمع کا دوسری جمع سے قسمت
علی الاحاد کا مقتضی ہے یعنی مقابلہ یہہ چاہتا ہے کہ ایک ایک فرد کو ایک ایک پونہچے اور لفظ الی مین یہہ بحث ہے کہ غایت مُغیّا مین یعنی مابعد الی کا اوسکے ماقبل کی حکم
مین داخل ہے یا نہین یا دونون برابر ہین اور ترجیح قرائن سے ہوتی ہے وغیر ذلک اور ارجلکم مین دو قرائتین ہین یعنی لام کا زیر اور زبر بلاشبہہ متواتر ہین اور جمع
بین القراءتین یا تو تخییر بین الغسل والمسح کا مقتضی ہے چنانچہ بعض کا مذہب ہے یا زبر کی قرات یعنی دھونا اوسحالت پر محمول ہے جبکہ پانو نہین موزہ اور زیر کی قرات یعنے
مسح کرنا موزہ پوشی پر محمول ہے چنانچہ بعض اہل سنت کا مذہب ہے اور تحقیق اسمین یہہ ہے کہ زیر کی قرأت کا ظاہر بالاجماع متروک ہے کیونکہ جو مسح کرنیکا قائل ہے وہ دونون
ٹخنون کو مسح کی غایت قرار نہین دیتا صاحب بحر نے کہا کہ یہہ سب گفتگو اجماع کے مقابلے مین ساقط الاعتبار ہے اگر کوئی کہے کہ یہہ احکام وضو کے تو زمانہ رسول کریم
صلے اللہ علیہ وسلم مین ثابت تھے اور حضرت کے ہوتے اجماع کا کیا اعتبار ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ حضرت کا فعل اون لوگونکو یقین کا موجب تہا جنہون نے حضرت کو
دیکھا اور ہمکو تو ثابت نہین ہوسکتا علے وجہ الیقین بدون متواتر ہونیکے اور جبکہ تواتر ثابت ہوگیا تواب ہمارے حق مین اجماع معتبر ہوگا یا دلالۃ النص کذا فی الطحطاوی
مختصرا **ومسح ربع الرأس مرۃ فوق الاذنین ولو باصابۃ مطر او بلل باق بعد غسل علی المشہور لا بعد مسح الا ان یتقاطر** اور چوتھا فرض وضو
کا چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے دو کانون کے اوپر اگرچہ چہارم سر تر ہوگیا ہو بارش کے پانی لگجانے سے یا اس تراوت سے جو ہاتھ مین باقی رہی کسی عضو کے دھونے
کے بعد بنا بر قول مشہور کے نہ اس تراوت سے جو مسح کرنے کے بعد باقی رہے مگر یہہ کہ پانی ٹپکتا ہو یعنی اگر ایک مسح کر چکنے کے بعد اتنی تراوت کثرت ہے کہ تقاطر ہنوز
موجود ہے تو اب دوسرے عضو کا بھی مسح کرنا جائز ہے ف مسح لغت مین ہاتھ پہیرنا ہے کسی چیز پر اور عرف شرع مین عضو کا تر ہونا پانی سے خواہ تر ہاتھ پہیرنے سے یا بارش
کے پانی سے اور فرض مسح کی مقدار مین تین روایتین ہین ایک یہہ کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور یہی روایت مشہور ہے یعنی لہذا فقہ کی متون معتبرہ مین یہی روایت
ماخوذ ہے دوسری روایت ہے مقدار ناصیہ کی جو قدوری کی مختار ہے اور ہدایہ مین مقدار ناصیہ کو چہارم سر کہا ہے اور تحقیق یہہ ہے کہ ناصیہ کم ہے چہارم سے
تیسری روایت تین انگلیونکی مقدار ہے بدائع مین کہا کہ یہہ اصول کی روایت ہے ظہیریہ مین کہا اسی پر فتوی ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ یہہ محمد سے روایت ہے
لہذا بعض متاخرین نے کہا کہ یہہ محمد سے ظاہر الروایۃ ہے امام سے ظاہر الروایۃ نہین کذا فی النہر الفائق مختصرا **ولو مد اصبعا او اصبعین لم یجز الا ان**
یکون مع الکف او بالابہام والسبابۃ مع ما بینہما اور اگر ایک یا دو انگلیونکو سر پر کہینچا تو مسح جائز نہوگا مگر یہہ کہ انگلیون کے ساتھ

ہتھیلی بھی لگائو تو مسح درست ہوگا یا کھینچا انگوٹھی اور شہادت کی انگلی کو اونکے اہین کے ساتھ تو بھی مسح درست ہوگا ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ قول ثلث اصابع کی روایت پر متفرع ہے والا بقدر سے چہارم سر ثابت نہیں ہوتا مگر یہ کہ تداور وضع مین تفرقہ کیا جای یعنی کھینچنے سے چہارم سر ہوسکتا ہو نہ رکھنے سے اور کہنا یہ یا چند بار جدید پانیون سے مسح کرے تو درست ہے ہم یہ مسئلہ دونون روایتون پر متفرع ہوسکتا ہے یعنی اگر ایک انگلی سے تین بار نیا پانی لیکر مسح کیا محل کو بدلکر تو ثلث اصابع پر متفرع ہے اور اگر زیادہ کیا بقدر چہارم سر کے تو روبع اس کی روایت پر متفرع ہے ولو ادخل رأسہ الاناء او خفہ او جبیرتہ سے ہو محدث اجزأہ ولم یصر الماء مستعملا وان قصد اتفاقا علی الصحیح کما فی البحر عن البدائع اور اگر سر کو پانی بھرے برتن مین داخل کیا یا اپنے دونون موزونکو یا مسح کی پٹی کو حالانکہ اوسکو وضو نہین ہے تو اسطرحکا مسح کفایت کرتا ہے اور اس فعل سے برتن کا پانی مستعمل نہو جائیگا بالاتفاق اگر اوسنے نیت مسح کرنے کی کی ہو قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہے ہم یعنی محمد کے نزدیک اگرچہ نیت سے پانی مستعمل ہوجاتا ہے مگر یہ پانی مستعمل نہوا اسلیے کہ مستعمل ہونے مین پانی کا بہنا شرط ہے نہ پانی کا لگنا سو یہان پانی کا لگنا صادق آیا نہ بہنا کذا فی الطحطاوی عن البحر ویجب غسل جمیع اللحیۃ فرضا یعنی عملیا ایضا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ وما عدا ہذہ الروایۃ مرجوع عنہ کما فی البدائع اور تمام داڑھی کا یعنی بقدر محاذات ذقن دہونا بھی فرض ہے بنا بر اوس مذہب کے جسکو محقق عالمون نے صحیح کہا ہے اور جسکا فتوی دیا ہے اور اسی قول پر امام اعظم نے ظاہر کا مد رجوع کیا ہے اور اس روایت کے سوا اور روایتین سب متروک ہین چنانچہ بدائع مین مذکور ہے شارح نے کہا یہان فرض سے مراد فرض عملی ہے نہ فرض اعتقادی ہم ـ من نے اپنی شرح مین کہا چونکہ دہونا داڑھی کا مذہب صحیح معتمد تہا لہذا مین نے اسی پر اعتماد کیا اس مختصر متن مین اور تعجب ہے اصحاب متون سے جو مذہب مرجوع عنہ کے ذکر کرنے مین اور مذہب مرجوع الیہ صحیح مفتی بہ کے چھوڑ دینے مین باوجودیکہ داڑھی کا دہونا داخل ہے وجہ کی اوس حد مین جو انہون نے اپنی کتابون مین بیان کی ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ داڑھی مین روایات متروکہ غیر معتمد چہ ہین ایک روایت تمام داڑھی کا مسح ۲ چوتہائی کا مسح ۳ تہائی کا مسح ۴ چوتہائی کا دہونا ۵ تہائی کا دہونا ۶ نہ دہونا نہ مسح کرنا انتہی نہر الفائق مین کہا مجموعہ روایات غیر صحیحہ ایک روایت یہ ہے کہ جسقدر داڑھی ملاقی بشرہ ہے یعنی جتنی کہال سے ملی ہے اسکا مسح فرض ہے قاضی خان نے اسکی ترجیح دی ہے جامع صغیر کی شرح مین ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن پہر اسمین اختلاف نہین کہ ٹھڈی سے لٹکتی داڑھی کا نہ دہونا واجب ہے نہ مسح کرنا بلکہ اسکا مسح کرنا مسنون ہے ہم منتقی مین ہے کہ مسترسل سے مراد یہ ہے کہ دائرہ وجہ سے چھوٹی ہوئی ہو اور منیہ مین صریحا مذکور ہے کہ لحیہ مسترسلہ کا مسح مسنون ہے کذا فی الطحطاوی وان الخفیفۃ التی تری بشرتہا یلزم غسل ما تحتہا کذا فی النہر اور اسمین اختلاف نہین کہ جو ایسی ہلکی داڑھی ہو جسکے نیچے کی کہال نظر آتی ہو تو اوسکے ماتحت کا دہونا لازم ہے ایسا ہے نہر الفائق مین ہم تو خلاف سابق کا محل لحیہ کثیفہ ہے وفی البرہان یجب غسل بشرۃ لم یسترہا الشعر کحاجب وشارب وعنفقۃ فی المختار اور برہان مین ہے کہ اوس کہال کا دہونا واجب ہے جسکو بالون نے نہین چہپایا مانند بہون اور موچہ اور عنفقہ کے قول مختار مین ہم جو بال لب اور ٹھڈی کے درمیان مین اونکو عنفقہ کہتے ہین اور بعضے اہل ہند اوسکو بچی بولتے ہین ولا یعاد الوضوء بل ولا بل المحل بحلق رأسہ ولحیتہ اور وضو دوسری بار نکیا جای سر اور داڑھی کے مونڈنے سے بلکہ اوسکی جگہہ کا تر کرنا بہی ضرور نہین اگرچہ وہ خشک ہو گئے ہون کما لا یعاد الغسل للمحل ولا الوضوء بحلق شاربہ وحاجبہ وقلم ظفرہ وکشط جلدہ جیسی موچہ اور بہون کے مونڈنے سے اور ناخن ترشنے اور کہال اکہاڑنے سے اوس جگہہ کا دہونا دوسری بار لازم نہین اور نہ وضو کرنا وکذا لو کان علی اعضاء وضوئہ قرحۃ کالدملۃ وعلیہا جلدۃ رقیقۃ فتوضأ وامر الماء علیہا ثم نزعہا لا یلزمہ اعادۃ الغسل علی ما تحتہا ان تألم بالنزع علی الاشبہ لعدم البدلیۃ بخلاف نزع الخف اور اسیطرح اگر وضو کے اعضا پر زخم ہو جیسا پہوڑا اور اوسپر باریک کہال ہو پہر اوسنے وضو کیا اور اوس کہال پر پانی بہایا اور کہال کو نوچ ڈالا تو اوس شخص پر لازم نہوگا دہونا کہال کی ماتحت کا بشرطیکہ درد ہوا ہو نوچنے سے بنا بر اوس قول کے جو اشبہ بحق ہے عدم بدلیت سے یعنی دوسری بار دہونا اسواسطے لازم نہوا کہ نوچی کہال اپنی ماتحت کی بدلا نہتی برخلاف موزہ اوتارنے کے کہ پانون کا دہونا لازم ہوگا اسواسطے کہ موزہ کا مسح بدلا ہے

[illegible] اگر کہال لٹکی ہو اور دہونا اوسکا لازم ہوا مگر [illegible]
[illegible] لازم نہین اور اشبہ یہہ ہے کہ [illegible] لازم نہین [illegible]
[illegible] بالشرع [illegible] لازم نہین اگر [illegible]
[illegible] مقطوعۃ [illegible] الیا ہو گیا جیسے
[illegible] کیا پہر [illegible] دوسری بار مسح کرنا لازم نہین **فروع** چند مسائل ہین
جنکو شارح نے بڑہایا ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے اس کتاب مین کہ متن کی شرح کرنیکے بعد مناسب مقام پر چند مسائل کو نقل کرتا ہے
تاکہ [illegible] فائدہ حاصل ہو ف **اعضاءہ منشقۃ غسلہا ان قدر والا مسحہ والا ترکہ** متوضی کے اعضا مین انشقاق ہے یعنی پہٹ گئے تو اوسکو
دہووے اگر دہو سکے اور اگر نہ دہو سکے تو اوس عضو پر مسح کرے اور اگر مسح بہی نکر سکے تو اوسکا مسح کرنا بہی چہوڑے اور اوسکی آس پاس دہووے کذا فی [illegible]
[illegible] **ولا یقدر علی الماء تیمم** اور اگر اوسکے ہاتہہ مین انشقاق ہے اور وہ پانی پر قادر نہو تو تیمم کرے یعنی اگر دونون ہاتہہ پہٹے ہون
اور پانی کا استعمال نکر سکتا ہو تو تیمم کرے اسواسطے کہ اگر ایک ہاتہہ صحیح سالم ہوگا تو اوس ہاتہہ سے دہونا لازم ہوگا ہر چند شارح نے [illegible] ایک ہاتہہ کو ذکر
کیا مگر مراد دونون ہاتہہ ہین اسواسطے کہ مفرد مضاف عام ہوجاتا ہے تو دونو ہاتہونکو شامل ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولو قطع من المرفق غسل محل**
القطع اور اگر ہاتہہ کاٹا گیا کہنی سے تو قطع کی جگہہ کو دہووے یعنی اگر کچہہ کہنی باقی ہو اور اگر تمام کہنی کٹ گئی یا تمام ٹخنہ کٹ گیا تو اوس ہاتہہ اور
پانون کا دہونا ساقط ہوگیا **ولو خلق له یدان ورجلان فلو یبطش بہما غسلہما ولو باحدہما فہی الاصلیۃ فیغسلہا** اور اگر ایک شخص کے
دو ہاتہہ اور دو پانون مخلوق ہوئے یعنی ایک کہنی کے اوپرسے دو ہاتہہ اور ٹخنے کے اوپرسے دو پانون پہوٹ نکلے تو اگر دونون ہاتہون سے کام کرتا
ہو تو دونونکو دہووے اور اگر ایک ہاتہہ سے کرتا ہو تو وہی اصلی ہاتہہ ہے تو اوسیکو دہووے یعنی دوسرا زائد اور بیکار ہے اوسکا دہونا لازم نہین
اوراسیطرح اگر دونون پانون سے چلتا ہو تو دونونکو دہووے والا بیکار زائد کا دہونا لازم نہین **وکذا الزائدۃ ان نبتت من محل الفرض**
اوراسیطرح اوس زائد ہاتہہ پانونکو دہووے جو جاے فرض کے مقام مین یعنی کہنی کے نیچے سے ہاتہہ اور ٹخنے کے نیچے سے پانون پیدا ہوا تو اوسکا
بہی دہونا لازم ہوگا **کاصبع وکف زائدین** جیسے زائد انگلی اور زائد ہتہیلی کا دہونا لازم ہے **والا فما حاذی منہما محل الفرض غسلہ**
وما لا فلا لکن یندب مجتبی اور اگر زائد ہاتہہ پانون محل فرض مین نہین جما بلکہ اوپرسے جما ہے تو جتنا اونمین سے محل فرض کے سامنے ہے اوسکو دہووے
اور جو فرض کے مقابل نہو تو اوسکا دہونا فرض نہین ہے لیکن مستحب ہے یہہ مذکور ہے مجتبی مین جو شرح ہے قدوری کی **وسننہ** اور وضو کی
سنتین **افاد انہ لا واجب للوضوء ولا للغسل والا لقدمہ** مصنف نے وضو اور غسل مین فرض کے بعد سنتون کے ذکر کرنے سے یہہ فائدہ
ظاہر کیا کہ وضو اور غسل مین کوئی واجب نہین اور اگر کوئی واجب ہوتا تو اوسکو سنتون سے پہلے فرض کے پیچہے بیان کرتا یعنی اسواسطے کہ جب
سنت سے مرتبہ مین بڑہکر ہے تو مناسبت تصنیف اوسکی تقدیم کی مقتضی ہے **جمعہا لان کل سنۃ مستقلۃ بدلیل** اور مصنف سنت کو بصیغہ جمع لایا
اسلئے کہ ہر سنت جدا گانہ ہے دلیل کے ساتھ ثابت ہوئی [illegible] یعنی ارکان وضو کی ایک ہی دلیل ہے یعنی وضو کی آیت اور سنتون کی دلائل
علاحدہ [illegible] ہین اور ہر سنت کا حکم بہی یعنی ثمرہ اور ثواب جدا گانہ ہے یعنی کہ اگر ایک سنت ادا کی اور دوسری ترک کی تو جسکو ادا کیا
اوسکا ثواب [illegible] بخلاف فرض کے [illegible] فرض سے ایک فرض کو بہی ترک کریگا تو کچہہ ثواب نہوگا **وحکمہا ما یوجر علی فعلہ ویلام**
[illegible] اور سنت کا حکم [illegible]
سنت پر ثواب [illegible] **علی ترکہ** [illegible]
[illegible] سنت کی [illegible] بیان
[illegible]

یعنی مسئلہ مذکور تھا بیان کیا ہی تو وہ احتمال کا لبد الکثرۃ ۔ تعریف سنت کی یہان اسکا حکم مذکور و بیان کرنے میں ہر چند کہ آنحضرت کی حقیقت میں
داخل نہین وعرفها الشمنی بما ثبت بقوله علیه السلام او بفعله ولیس بواجب ولا مستحب ۔ شمنی نے اسکی تعریف
کی یعنی سنت کی حقیقت یون بیان کی کہ سنت وہ ہی جو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے قول یا فعل سے ثابت ہو اور وہ واجب یا مستحب نہو
مطلق سنت کی تعریف ہی یعنی سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو جسکو مستحب کہتے ہین شامل ہی لیکن اس تعریف مین صاحب بحر کا تابع ہو حالانکہ سنت غیر موکدہ
کو شمنی نے خارج کر دیا ہی بقوله ولا مستحب کذا فی الطحطاوی والمشروط فی المؤکدۃ مواظبته صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت موکدہ کی تعریف میں شرط
ہے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ کرنا چھوڑ دینے کے ساتھ یعنی کبھی ترک بھی کیا ہو اگرچہ ترک حکمی ہو یا اگرچہ مداومت حکمی ہو ہم ترک حکمی
سے مراد عدم انکار ہے تارک پر تو عدم انکار بمنزلہ ترک حقیقی کے ہوا تو عشرہ اخیرہ رمضان کا اعتکاف سنت مین داخل ہوا اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوۃ
والسلام نے ہمیشہ اعتکاف کیا اور کبھی ترک نہین کیا اور یہہ اسکا مقتضی ہی کہ اعتکاف واجب ٹھہرے لیکن ہر گاہ کہ اعتکاف نکرنیوالون پر انکار نفرمایا
تو یہہ عدم انکار بمنزلہ ترک کے ٹھہرا اور اگر مداومت حکمی مراد لیجئے تو تراویح سنت مین داخل ہو گی اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم
شمول تراویح کا عذر بیان فرمایا یعنی کہین امت پر تراویح فرض نہو جاوے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن شان الشروط ان لا تذکر فی
التعاریف لیکن شروط کا حال یہہ ہی کہ اونکا ذکر تعریفات مین نہو ہم اسواسطے کہ تعریف ہوتی ہی ماہیت اور حقیقت کے بیان کیواسطے اور شروط ماہیت
سے خارج ہوتی ہین تو شمنی کی تعریف مذکور صحیح ٹھہری اور عدم ذکر مواظبت قادح نہوا تعریف سنت کا اسواسطے کہ مواظبت سنت موکدہ کی شرط ہی
اور شروط کا ذکر تعریف مین مناسب نہین وما ورد علیه فی البحر للمباح بناء علی ما هو المنصوص من ان الاصل فی الاشیاء التوقف
اور شمنی کی تعریف مذکور پر بحر الرائق مین مباح کا اعتراض وارد کیا ہی بنا بر اس قول کے جو منصوص اور مؤید ہے دلائل سے وہ قول یہہ ہی کہ اصل اشیا
مین توقف کرنا ہی یعنی بدون حکم شرع کے نہ کوئی چیز حلال ہی نہ حرام ہے ہم اسمین اختلاف ہی کہ اشیا مین اصل اباحت ہی یا حرمت یا توقف
اول قول ہی شافعیہ اور بعض حنفیہ کا اور ثانی قول کو شافعیہ امام ابو حنیفہ کیطرف نسبت کرتے ہین اور ثالث یعنی توقف کا قول ہی تو جب منصوص ہی مگر حنفیون
کا تو اعتراض کی بنا اسی قول پر ہی یعنی جب اصل توقف ٹھہرا تو مباح کی اباحت ثابت نہو گی بدون شارع کے تو سنت کی تعریف جو شمنی نے کی ہی وہ مباح پر
صادق آئی الا ان الفقهاء کثیرا ما یلهجون بان الاصل الاباحة فالتعریف مبنی علیه مگر یہہ کہ فقہاء حنفیہ بکثرت بولتے ہین کہ اصل اشیا
مین اباحت ہی تو تعریف مذکور کی اسی پر بنا ہی یعنی تو مباح کی اباحت اصل سے ثابت ہی نہ شارع سے ہم بحر الرائق مین سنت کی دو تعریفین پسند
کی ہین اول تعریف یہہ ہے السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین من غیر لزوم علی سبیل المواظبة یعنی سنت وہ طریقہ ہی جو دین مین جاری ہی بطریق
مداومت کے بدون اس بات کے کہ وہ لازم اور واجب ہو اور ماتن نے اپنی شرح کافی مین اسی پر اقتصار کیا ہی دوسری تعریف خود صاحب بحر الرائق کی
ہے وہ یہہ ہی کہ سنت وہ ہی جسپر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی لیکن اگر مواظبت مع الترک ہی تو یہہ دلیل ہی سنت موکدہ کی اور اگر
ترک ہوا جاتا تو یہہ دلیل ہے سنت غیر موکدہ کی اور اگر مواظبت کے ساتھ تارک پر انکار ہو تو یہہ دلیل ہی وجوب کی کذا فی ... شیخ الاسلام
عینی نے شرح ہدایہ مین سنت کی چند تعریفات کو نقل کرکے انکا نقصان بیان کیا پھر کہا کہ خواہرزادہ کی تعریف احسن التعریفات ہی وہ یہہ ہی السنة ما فعله
علیه السلام علی سبیل المواظبة ولم یترکها الا مرة او مرتین یعنی سنت وہ کام ہی جسکو رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا بطریق مداومت کے
اور اوسکو کرنے مین ثواب دیا جائیگا اور نکرنے مین ملامت ہو گی وهی البداءۃ بالنیة لانها ... عبادة ... الا بالطهارة ...
حدث او امتثال امر سنت ہی وضو کا شروع کرنا نیت کے ساتھ یعنی اوس عبادت کا ارادہ کرنا جو بدون طہارت کے ...
کی نیت کرنا یا حدث دور کرنے کی نیت کرنا یا بجا آوری حکم شارع کا قصد کرنا ہم لغت مین نیت عبارت ہی عزم قلب سے ... شرع مین
نیت عبارت ہی ایجاد فعل مین طاعت اور تقرب الی اللہ کے قصد کرنے سے اور اسیواسطے فعل نہین منہیات ... منہیات ...

اور بعض علماء نے جو شمس الائمہ کی فتح القدیر میں ہی کہ منع حیض کی نیت بیہ وضو کی نیت کرنا بہتر ہی اسلئے کہ حدث چند قسم ہی تو طہارت مخصوصہ کی نیت نہ ٹھہری کذا فی الطحطاوی
اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہی کہ وضو کی یون نیت کرے نویت ان اتوضأ للصلوٰۃ تقربا الی اللہ تعالیٰ یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئے اللہ تعالیٰ سے
تقرب کی حاصل کرنے کو عنایت شرح ہدایہ میں بعبارت لیس بعبادۃ مقصودۃ لنفسہا اسکی تصریح کر دی ہے کہ وضو بدون نیت کے عبادت ہی نہیں ہم جب وضو
بدون نیت کے عبادت نہ ٹھہرا تو اسپر ثواب نہ ملیگا اس واسطے کہ ثواب تو نیت پر موقوف ہی بدلیل حدیث صحیح انما الاعمال بالنیات طحطاوی نے بحر
بیشتر شیخ الاسلام سے نقل کیا اسمین کلام نہین کہ جس وضو کا شرع مین امر ہے وہ بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا لیکن نماز کا صحیح ہو جانا اسپر موقوف
نہین ہی اس واسطے کہ وضو شرعی غیر مقصود ہی بلکہ مقصود تو طہارت ہے اور طہارت نیت اور بدون نیت دونو طرح حاصل ہو جاتی ہی کیونکہ پانی مطہر بالطبع ہی انتہی
خلاصہ یہہ ہی کہ وضو بلا نیت سے نماز ادا ہوگی مگر وضو کا ثواب بدون نیت کے نہ ہوگا و یاثم بترکہا اور وضو کرنیوالا نیت کے ترک سے گنہگار ہوگا ہم نے
میں اختلاف ہی کہ سنت موکدہ کا تارک گنہگار ہے یا نہیں اور نہر الفائق میں اس اختلاف کو یون رفع کیا ہی کہ اگر سنت موکدہ کے ترک کرنے پر عادت
ہوگئی تو گنہگار ہے اور اگر عادت نہیں تو گنہگار نہیں کذا فی الطحطاوی میں کہتا ہون قدم اشباہ میں اگرچہ گناہ نہیں لیکن بلاشبہہ ملامت اور عتاب ہی چنانچہ سنت
کی تعریف اسپر دلیل ہے وبانہا فرض فی الوضوء المامور به وفی التوضی بسؤر حمار ونبیذ تمر کالتیمم اور اسپر تصریح ہی کہ نیت کرنا اس وضو مین
جسکا شرع مین حکم ہے اور گدہے کے جھوٹے پانی سے اور شربت خرما سے وضو کرنے مین فرض ہی جیسے تیمم مین نیت فرض ہی ہم کہتے ہیں کہ شربت سے وضو کا جائز
ہونا ضعیف قول ہی اور معتمد قول یہہ ہی کہ اس سے وضو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ووقتہا عند غسل الوجہ اور اسپر تصریح ہے کہ نیت کرنیکا وقت وضو مین
چہرہ دہونیکے ساتھ ہی وفی الاشباہ ینبغی ان تکون عند غسل الیدین للرسغین لینال ثواب السنن اور اشباہ مین ہی لائق یون ہی یعنی مستحب ہی کذا
فی الطحطاوی کہ نیت ہو دونون ہاتھون کے دہونے کیوقت پہونچون تک تاکہ سب سنتون کا ثواب پاوے قلت لکن فی القہستانی ومحلہا قبل سائر السنن کما
فی التحفۃ فلا تسن عندنا قبیل غسل الوجہ کما ہو عند الشافعی انتہی میں کہتا ہون لیکن قہستانی نے شرح نقایہ مین ہی اور نیت کا محل نیت کے
سوا اور سب سنتون سے پہلے چنانچہ تحفہ مین مصرح ہی تو مسنون نہین نیت کرنا ہمارے نزدیک منہ دہونے سے پہلے جسطرح شافعی کے نزدیک فرض ہی انتہی اسنے
قہستانی ہم حاصل استدراک یہہ ہی کہ اشباہ مین اپنی تجویز مذکور ہی روایت نہین اور قہستانی مین روایت ہی تحفہ سے دوسری بات یہہ ہی کہ قہستانی کے کلام سے
تقدیم نیت کی تسمیہ پر بھی ثابت ہوتی ہی اور اشباہ مین یہہ بات نہین وفیہا سبع سؤالات مشہورۃ نظمہا العراقی فقال سبع سؤالات اتت لذی
الفہم انت + تحل لکل عارف فی النیۃ + حقیقۃ حکم محل وزمن + وشرطہا والقصد والکیفیۃ اور نیت مین سات سوال مشہور ہین جنکو عراقی نے
نظم کیا ہے سو یون کہا کہ سات سوال صاحب فہم کیلئے آئی ہین مذکور ہوتے ہین نیت کے باب مین ہر عالم کیواسطے ایک سوال ہی نیت کی حقیقت مین ۲ نیت کی
حکم مین ۳ اور اسکے محل مین ۴ اسکے زمانے مین ۵ اسکی شرط مین ۶ اسکے قصد مین ۷ اسکی کیفیت مین ہم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کی حقیقت
قصد طاعت اور تقرب الی اللہ سے فعل کرنیکے ساتھ دوسرے سوال کا جواب یہہ ہی کہ نیت کا حکم یہہ ہے کہ وضو غیر مامور بہ مین نیت کرنا مسنون ہے اور وضو
مامور بہ مین اور گدہے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے مین اور تمام عبادات مقصودہ مین نیت کرنا فرض ہے تیسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ نیت کا محل دل ہے
فقط زبان سے نیت کرنا بدعت ہی سب عبادات مین مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہو اسکو زبان سے کہنا مستحسن ہی کذا نقل الحلبی عن فتح البحر چوتھے سوال کا
جواب یہہ کہ نیت کا زمانہ وضو اور غسل مین سب سنتون سے پہلے ہی اور نماز مین تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل اجنبی نہو پانچوین
سوال کا جواب یہہ کہ نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے چہٹے سوال کا جواب یہہ کہ نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہی عادات کا عبادات
سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے جدا کرنا ساتوین سوال کا جواب یہہ کہ کیفیت نیت کی یہہ کہ عبادت کا قصد کرے اور اسکو جانے کہ یہہ کون عبادت ہی
مثل مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہین کرتی بدون تخصیص کے کذا فی الطحطاوی اور اسکی تفصیل کا محل عبادات کے مسائل مین اپنے اپنے موقع پر
انشاء اللہ تعالیٰ بیان کردہ ہوگی والتسمیۃ قولا بالتسمیۃ فی ابتدائہ سنت ہی وضو کو بسم اللہ کہنے سے شروع کرنا ہم شارح نے یہان اور غسل مین

[illegible]

[illegible] الطحاوی [illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام کے ہم [illegible]

الاسلام [illegible] کیا کہ یہ حدیث مرفوع ہے [illegible]

میں کہتا ہوں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ والحمد للہ مروی ہے جو طبرانی نے معجم اوسط میں بطریق علی بن ثابت [illegible]

ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد للہ فان حفظتک لا تبرح تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک

الوضوء یعنی حضرت نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ جب تو وضو کرے تو یون کہہ بسم اللہ والحمد للہ اسواسطے کہ تیرے فرشتے نگہبان تیری نیکیاں لکھا کرینگے جب تک

وضو رہیگا اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے اور بعضے کہا افضل یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اعوذ کو ذکر کی ابتدا اور بعضوں کہا کہ بسم اللہ کہے اور بعضوں

نے کہا یون کہے بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام آمین اللہ اور میں بین کہتا ہوں ان علماء کبار کو دیکھا کہ حدیث بلا تحقیق

کہتے ہیں اور اسکو تخریج کر کے نہیں بیان کرتے اور نہ اسکا صحت اور ضعف مذکور کرتے ہیں اور یہ آفت پڑی ہے تقلید سے کذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ تقلید سے مراد

یہان یہ ہے کہ ایک مصنف دوسرے مصنف کی پیروی کرتا ہے نقل احادیث میں بلا بیان تخریج وبلا ذکر صحت و ضعف اور یہ مطلب نہیں [illegible]

علامہ عینی خود مقلد ہے امام اعظم کا قبل الاستنجاء وبعدہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم اسواسطے کہ قبل استنجا [illegible]

سے طہارت ہونیکی وجہ سے اور بعد از استنجا تو ابتداے طہارت کی کذا فی غایۃ البیان اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب [illegible]

جانے کی وقت فرماتے تھے اللہم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث الا حال انکشاف وفی محل نجاسۃ [illegible] ننگے ہونے کی وقت اور نجاست کی مکان

میں خدا کا نام زبان سے نہ لے تو اپنے دل میں نام لے ولو نسیہا فسمی فی خلالہ لا تحصل السنۃ [illegible] اور اگر ابتداے طہارت میں خدا کا نام لینا بھول گیا

پھر بیچ وضو کے نام لیا تو سنت مؤکدہ حاصل نہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگا یہ سنت اسواسطے حاصل نہوئی کہ اسکا محل تھا ابتدا میں سو فوت ہوا اور

مستحب یہ ہے تاکہ وضو خالی نرہے نام خدا سے بخلاف الاکل فتحصل السنۃ فی باقیہ لا فیما فات ویقول بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے کے درمیان میں

خدا کا نام لینے سے تو سنت حاصل ہوگی باقی طعام میں اور جس جو گذر گیا اور بھول گیا اسکو چاہیے کہ یون کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ ہم شمائل ترمذی میں عائشہ

رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کھانا کھا وے اور ذکر اللہ بھول جاوے کھانے پر تو یون کہے بسم اللہ اولہ

وآخرہ ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہ اول طعام میں سنت حاصل ہوگئی اول طعام کے ذکر فرمانے سے اور یہ مخالف ہے شارح کے کلام سے جو اوپر فتح القدیر سے

نقل کیا ہے کذا فی الطحاوی والبدایۃ بغسل الیدین الی الرسغین قبل الاستنجاء وبعدہ اور سنت ہے پاک دونوں ہاتھ کی پہنچوں تک دھونے سے ابتدا کرنا

استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اسکے ہم پاک کی قید اسواسطے لگائی کہ نجس ہاتھوں کا دھونا فرض ہے بعضوں کے نزدیک قبل استنجا اور بعد دھونا سنت ہے

اور بعضوں کے نزدیک بعد استنجا کے سنت ہے مجتبی میں کہا کہ اکثر کا قول یہ ہے کہ قبل اور بعد دونو حالتوں میں سنت ہے اور قاضی خان [illegible]

استنجا کے بابت [illegible] اور بعد اسکی بابت [illegible] کذا فی الطحاوی وتقیید الاستیقاظ [illegible]

حدیث میں جو ہاتھوں کا دھونا جاگنے کے ساتھ ذکر ہے سو اتفاقی قید ہے [illegible]

کی تقدیم [illegible] کذا فی الطحاوی بخاری میں ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

فلیغسل یدیہ قبل ان یدخلہا الاناء [illegible] فان احدکم لا یدری این باتت یدہ [illegible]

برتن مین ڈالنے سے پہلے وضو کے پانی مین اسواسطے کہ کوئی نہین جانتا کہ اوسکا ہاتھہ رات کو کہان رہا یعنی نجاست پر پڑا یا پاک چیز پر ولهذا الوضوء قبل إدخالِهما الإناءَ ثلاثًا سُنّةٌ ثم اختصاصُ السنة بوقت الحاجة اور چونکہ جاگنے کی قید اتفاقی تہی اسیواسطے مصنف نے یون نکہا کہ ہاتھہ دہونا سنت ہے برتن مین ڈالنے سے پہلے تاکہ یہہ وہم پیدا نہو کہ ہاتھہ دہونے کی سنت حاجت کیوقت کے ساتھہ مخصوص ہے یعنی اگر یون کہتا تو گمان ہوتا کہ بدون حاجت کے ہاتہو نکا دہونا سنت نہین حاجت سے مراد توہم نجاست ہے تو درصورت تحقق طہارت ہاتہہ دہونا مطلوب نہین حالانکہ ایسا نہین حلبی نے کہا وقول اصح جسپر اکثر فقہا ہین یہہ ہے کہ ہاتھہ دہونا سنت ہے مطلقاً لیکن اگر نجاست کا توہم ہو اسطرح کہ بدون استنجا سوگیا ہو یا بدن پر نجاست ہو تو دہونا سنت موکدہ ہے اور عدم توہم نجاست مین یعنی طاہر ہوکر سونے مین یا نہ سونے مین سنت غیر موکدہ ہے اور نجاست کیساتہین تو دہونا فرض ہوگا تو مصنف کا قول یعنی غسل یدین کا مسنون ہونا مخصوص بغیر نجاست ہے اور سنت سے مراد وہ ہے جو موکدہ اور غیر موکدہ دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی لان مَفاهِيمَ الكُتُبِ حُجّةٌ قبل اوغال کے قید اسواسطے نہ لگائی کہ کتابونکی مفہوم مخالف حجت ہوتی ہین ہم مفاہیم جمع ہے مفہوم کی طحطاوی نے کہا المفهومُ ما فُهِمَ مِنَ اللفظِ لا في محل النطقِ انتہے یعنی جو لفظ سے بوجہا جاے بدون تصریح کے یعنی مفہوم مخالف وہ ہے کہ مذکور کے حکم سے غیر مذکور کا حکم مفہوم ہو صفت یا شرط کے بیان سے چنانچہ قران مجید مین فرمایا کہ جسکو آزاد مسلمان عورتون سے نکاح کرنے کی استطاعت نہو وہ مسلمان لونڈیون سے نکاح کرلے امام شافعی اسے یہہ سمجہے کہ استطاعت والیکو لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہین امام اعظم کہتے ہین کہ غیر مذکور کا حکم اس کلام سے معلوم نہین ہوسکتا بخلافِ اکثرِ مفاهیمِ النصوص کذا فی النهر برخلاف اکثر مفہومات نصوص کے کذا فی النہر یعنے کتاب اور سنت کے اکثر مفہوم مخالف حنفیون کے نزدیک حجت اور دلیل نہین ہین اسواسطے کہ نصوص سے وہ احکام لینا مقصود ہے جنپر صریحًا نصوص دلالت کرتی ہون اور اکثر کی قید اسواسطے لگائی کہ عقوبت کا مفہوم نصوص مین معتبر ہے چنانچہ قہستانی سے آگے مذکور ہوگا وفيه مِنَ الحجج المفهومُ مُعتبَرٌ في الروايات اتفاقًا اور نہر الفائق کی کتاب الحج مین ہے کہ مفہوم مخالف معتبر ہے روایات مین بالاتفاق یعنی امام اعظم اور اونکے اصحاب سے جو روایات کتابون مین منقول ہین اونکی اکثر مفہومات معتبر ہین خواہ مفہوم مخالف ہو یا موافق ومنه أقوالُ الصحابةِ قال وينبغي تقييدُه بما يُدرَك بالرأي لا ما لا يُدرَك به انتہی اور اسی قسم سے صحابہ کرام کے اقوال ہین کہ اونکا بہی مفہوم بالاتفاق معتبر ہے نہر الفائق کے مصنف نے کہا لائق یہہ ہے کہ اقوال صحابہ مین قید لگائی جاے اوراک قیاس کی نہ وہ قول جو قیاس سے نہ بوجہا جاے انتہے ما فی النہر یعنی اگر صحابہ کا قول ایسا ہے کہ اوسمین عقل کو مجال ہوسکتی ہے تو اوسکا مفہوم بہی حجت ہے اور اگر ایسا قول ہے کہ عقل اور قیاس کا اسمین دخل نہین تو اوسکا مفہوم بہی معتبر نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ نص مرفوع کے ہوگیا اور نص کا مفہوم معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی القهستانی عن حكم النهاية المفهومُ معتبَرٌ في العقوبة كما في قوله تعالى كلا إنهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون اور قہستانی مین نہایہ کی کتاب الحدود سے منقول ہے کہ مفہوم معتبر ہے عقوبت اور عذاب کے نص مین چنانچہ حق تعالی کے اس قول مین کہ البتہ کفار اپنے پروردگار سے اوسدن یعنی قیامت کے دن محجوب اور مستور ہونگے یعنی دیدار خدا سے محروم رہینگے اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہونگے بلا حجاب واما اعتبارُه في الرواية فالأكثر لا كلي اور روایت فقہ مین تو مفہوم کا معتبر ہونا اکثر ہے ہر مقام مین نہین الی الرسغين بالضم مفصل الكف بين الكوع والكرسوع والكاع والبوع في الرجل قال

وعظمٌ يلي الإبهامَ كوعٌ وما يلي + لخنصره الكرسوعُ والرسغُ ما وسطْ + وعظمٌ يلي إبهامَ رِجلٍ ملقّبٌ + ببوعٍ فخذ بالعلم واحذر من الغلط +

ابتدا غسل یدین دونون پہونچون تک سنت ہے رسغ بضم را مہملہ وسکون سین مہملہ جوڑ ہے ہتہیلی کا درمیان کوع اور کرسوع کے اور جس ہڈی کا نام بوع ہے وہ تو پانونمین ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے اور وہ ہڈی جو انگوٹھے سے ملی ہے اوسکا نام کوع ہے اور جو ہڈی چھنگلی سے ملی ہے وہ کرسوع اور جو کہ ان دونو ہڈیون کے درمیان جوڑ ہے اوسکا نام رسغ ہے اور جو ہڈی کہ پانون کے انگوٹھے سے ملی ہے اوسکا لقب بوع ہے سوا سے مخاطب علم کو اور پرہیز کر غلط فہمی سے ثم إن لم يمكن رفعُ الإناء أدخل أصابعَ يسراه مضمومةً وصبّ على اليمنى لأجل التيامن پہر معلوم کر اگر برتن کا اوٹہانا ممکن نہو تو اپنے بائین ہاتہہ کی انگلیان ملاکر برتن مین ڈالے اور پانی لیکر داہنے ہاتہہ پر ڈالے تاکہ داہنی طرف سے طہارت شروع

ہو یعنی پہر داہنی ہاتھہ سے پانی لیکر بایان ہاتھہ دہووے م بحرالرائق مین پورا بیان یون ہے کہ ہاتہون کے دہونیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر چہوٹا برتن ایسا ہو کہ
اُٹھانا اُسکا ممکن ہو تو اوسمین ہاتھہ نڈالے بلکہ بائین ہاتھہ سے اوسکو اُٹہاوے اور داہنی ہاتھہ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر برتن کو
داہنی ہاتھہ مین لے اور بائین ہاتھہ پر پانی ڈالے اور تین بار اوسکو دہووے پہر اگر برتن کا اُٹہانا ممکن نہو تو ویسا کرے جیسا کہ شارح نے کہا اور بڑی برتن
مین انگلیان ملاکر اُسوقت ڈالے جبکہ وہان چہوٹا برتن نہو اور اگر ہو تو ویسا کرے جیسا اول مذکور ہو چکا اگر کوئی کہے کہ ہاتھہ کا ڈالنا برتن مین جیسی
بالنی ولیکو حدیث مین منع ہے اُسکا جواب یہہ ہے کہ منع اُسصورتمین ہے جبکہ چہوٹا برتن ہو یا بڑا برتن ہو اور اوسکے ساتھہ چہوٹا برتن بہی ہو اور اگر بڑے
برتن کے ساتھہ چہوٹا برتن نہو تو داخل کف ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو ادخل الکف ان اراد الغسل صار الماء مستعملا وان
اراد الاغتراف لا اور اگر ہتہیلی کو ڈالا پانی مین اگر دہونیکا ارادہ کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر چلو بہرنے کا ارادہ کیا تو پانی مستعمل نہوگا
یعنی ضرورت کیوجہ سے اگرچہ طلب استعمال یعنی قربت اور رافع حدث متحقق ہو کذا فی الحلبی م دہونے کے قصد سے وہ پانی مستعمل ہوگا جو ملاقی ہی کف
سے جبکہ جدا ہوا اور باقی تمام پانی مستعمل نہوگا اور قصدا اغتراف سے پانی مستعمل نہوگا اگرچہ صاحب جنابت ہو اور اسطرح اگر کوزہ گرگیا بڑی گہری برتن
مین سوا اوسکے لینے کو ہاتھہ ڈالا کہنی تک تو پانی مستعمل نہوگا کذا فی البحر ولو کانتا لا تغترف بشئی ویداہ نجستان تیمم وصلی ولو یعید اور اگر پانی
ایسا بڑی برتن سے ممکن نہو کسی چیز سے اور اوسکے دونون ہاتھہ ناپاک ہین تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور نماز کا اعادہ نکرے م توضیح اسکی صورت
مین اسطرح ہے کہ جب پانی نہ لے سکے اور ہاتھہ ناپاک ہون تو دوسری شخص سے کہے کہ وہ پانی لیکر اسکی ہاتھہ دہولادے اور اگر کوئی وہان نہو تو کپڑے
کا ایک سرا پانی مین ڈالے اور دوسرا اُسکا سرا ہاتھہ مین پکڑے رہے پہر پانی سے نکالکر اوسکی قطرات سے داہنا ہاتھہ دہووے پہر بایان ہاتھہ دہووے
یا دانتون سے کپڑا پکڑکے دونون ہاتھہ ساتھہ ہی دہووے تین بار اور اگر کپڑا نہو تو منہہ سے پانی لیکر دونون ہاتھہ دہووے اور اگر اسپر بہی قادر نہو
تو تیمم کرے اور نماز پڑہے اور اس نماز کا دوبارہ پڑہنا واجب نہین وھو سنۃ کما ان الفاتحۃ واجبۃ وینوب عن الفرض اور وہ یعنی بند
دست تنگ ہاتہون کا دہونا ایسی سنت ہی کہ قائم مقام ہوتا ہی فرض کے جیسے الحمد پڑہنا ایسا واجب ہے کہ قائم مقام ہو جاتا ہی فرض کے یعنی اس محل کا دہونا
کہ فرض تہا اس مسنون دہونیسے ادا ہوگیا جیسے قران کا پڑہنا کہ نماز مین فرض ہی الحمد پڑہنیسے کہ واجب ہی ادا ہو جاتا ہی ویسن غسلھما ایضا مع الذراعین
اور خدامین کے ساتھہ انکا بہی دہونا مسنون ہی یعنی اگرچہ بند دست تنگ ہونے سے سنت اور فرض دونون ادا ہوگئی لیکن کہنیون تک ہاتھہ دہونیکے ساتھہ
انکا بہی دہونا دوسری بار سنت ہی بحرالرائق مین مذکور ہے کہ غسل یدین مین تین قول ہین ایک قول یہہ کہ وہ فرض ہے اور تقدیم اسکی سنت ہی اور فتح القدیر
اور معراج اور خبازیہ مین اسکو پسند کیا ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے ہو جاتا ہی الحمد کی مانند اور اسکو کافی مین پسند کیا ہی الحمد
تیسرا قول سرخسی کا ہی کہ وہ سنت ہی قائم مقام فرض کے نہین ہوتا تو اونکے ظاہر و باطن کا دوبارہ دہونا چاہیئے سرخسی نے کہا ہی انتہی م میرے نزدیک
اور شارح کے ظاہر کلام سے قول اول مذہب معلوم ہوتا ہے انتہی مختصرا طحطاوی نے کہا کہ شارح کے کلام مین خلط ہی دو قول کا اسواسطے کہ جو کہتا ہی کہ غسل
یدین سنت ہی اور قائم مقام ہے فرض کے وہ نہین کہتا کہ غسل یدین دوسری بار سنت ہی بلکہ دوبارہ دہونا سرخسی کا قول ہی اور شارح کے موافق
نہرالفائق مین ذخائر اشرفیہ سے منقول ہی والسواک سنۃ مؤکدۃ کما فی الجوھرۃ عند المضمضۃ وقیل قبلھا اور مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے
چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہے کلی کرنے کے وقت سنت ہی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ کلی سے پہلے سنت ہی م مسواک کرنیکی تاکیدات اور اوسکی فضائل احادیث
مین بکثرت ہین ازانجملہ وہ حدیث صحیح ہی جو امام مالک کے موطا مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت پر شاق
نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر وضو کے ساتھہ اور صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت
پر شاق نہوتا تو مین اونکو مسواک کرنیکا حکم کرتا ہر نماز کے ساتھہ اور احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دارقطنی اور بیہقی اور ابونعیم نے عائشہ صدیقہ رض
سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوس نماز کی فضیلت جسکی واسطے مسواک کی گئی اُس نماز پر جسکی واسطے مسواک نہین کی گئی ہفتاد

ہے یعنی ستر درجے زائد ہے ثواب مین کذا فی العینی ﴿وهو للوضوء عندنا﴾ اور مسواک وضو کی سنت ہے ہم حنفیون کے نزدیک ھ اور امام شافعی کے نزدیک
مسواک نماز کی سنت ہے اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اوس شخص کے حق مین جسنے مسواک والی ایک وضو سے چند نمازین پڑہین تو ہمارے نزدیک اوسکو ہر نماز کا
ثواب ستر نمازکے مسواک کی برابر ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اِسقدر ہر نماز مین ثواب نہوگا جبتک ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نکریگا کذا فی البحر
﴿إلا إذا نسيه فيندب للصلاة﴾ مسواک وضو کی سنت ہے مگر جبکہ وضو مین مسواک کرنا بہولگیا تو اب نماز کیواسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا ھ یعنی مثلاً ظہر کے
واسطے مسواک کرنا بہولگیا پہر عصر کیوقت یاد آیا تو اب مسواک کرلینا مستحب ہے تاکہ مسواک کی فضیلت بالاتفاق حاصل ہو کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہہ
صاحب نہر کی تجویز سے روایت مذہب نہین ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اِسپر آگاہ کر دیتا ﴿كما يندب لاصفرار سن وتغير رائحة وقراءة قرآن﴾
جیسے مستحب ہے مسواک کرنا دانتون کی زردی اور بدبوی دہن کے سبب سے اور قران شریف کو پڑہنے کے لئے ھ استحباب مسواک کا متاکد ہوتا ہے
ارادہ نماز اور وضو اور قرأت قران اور نیند سے جاگنے کیوقت اور سونے سے پہلے اسواسطے کہ امام اعظم سے منقول ہے کہ مسواک کرنا دین کی سنت ہے تو سب
احوال اوسمین برابر ہین چنانچہ احمد اور ترمذی نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ چار چیزین انبیاء و مرسلین کی سنت ہین ختنہ کرنا
اور مسواک کرنا اور عطر لگانا اور نکاح کرنا کذا فی العینی ﴿وأقله ثلاث في الأعالي وثلاث في الأسافل﴾ اور ادنے درجہ مسواک کا تین بار پہیرنا ہے
اوپر کے دانتون مین اور تین بار نیچے کے دانتون مین ھ اوپر کے دانتون مین ابتدا داہنی طرف سے کرے پہر بائین طرف اور اسیطرح نیچے کے دانتون مین کرنا
چاہیئے کذا فی البحر عینی مین ہے کہ مسواک کرنے کی کچھ حد نہین یہانتک مسواک کرے کہ زردی دانت اور گندہ دہنی کے زوال کا دلکو اطمینان حاصل ہو
﴿بمياه ثلاثة﴾ تین پانی سے ھ یہہ پانی مضمضہ کے پانی کے سوای ہین اسطرح کہ مسواک کو تین بار دہوے اسواسطے کہ مضمضہ کا بیان آگے آویگا کذا فی الطحطاوی
﴿وندب إمساكه بيمناه﴾ اور مستحب ہے پکڑنا مسواک کا داہنے ہاتھ مین ھ مسواک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی چہنگلی کو مسواک کے نیچے رکہے اور انگوٹھے کو
مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیان مسواک کے اوپر رہین اسیطرح مروی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کذا فی الطحطاوی عن النہر
﴿وكونه لينا مستويا بلا عقد في غلظ خنصر وطول شبر﴾ اور مستحب ہے ہونا مسواک کا نرم سیدہی برابر بے گرہ بقدر چہنگلی کے موٹی اور بالشت بہر لمبی
ھ انار اور بانس کے سوا ہر لکڑی کی مسواک درست ہے کذا فی الطحطاوی اور افضل پیلو اور زیتون کی ہے عینی نے طبرانی اوسط سے حدیث مرفوع روایت کی
بہتر مسواک زیتون کی ہے مبارک درخت سے منہ کو خوشبودار کرتی ہے اور بدبو دفع کرتی ہے اور وہ میری مسواک ہے اور مجھسے اگلے انبیاء کی ﴿ويستاك﴾
﴿عرضا لا طولا﴾ اور مسواک کرے دانتون کی عرض مین نہ طول مین ھ اسواسطے کہ طول مین مسواک کرنے سے مسوڑے زخمی ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی عینی نے
کہا ابو نعیم نے حدیث مرفوع نقل کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مسواک عرض مین کرتے تہے نہ طول مین اور ابو داؤد کی سنن مین حدیث ہے کہ جب تم مسواک
کرو تو عرض مین مسواک کیا کرو انتہی ﴿ولا مضطجعا فانه يورث كبر الطحال﴾ اور مسواک نکرے لیٹ کر کروٹ سے کیونکہ اس سے تلی بڑھجاتی ہے ﴿ولا يقبضه﴾
﴿فانه يورث الباسور أولا﴾ اور اوسکو مٹھی بہر نہ پکڑے اسواسطے کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے ﴿ولا يمصه فانه يورث العمى﴾ اور نہ چوسے مسواک کو کہ
اس سے آدمی اندہا ہو جاتا ہے ﴿ثم يغسله وإلا فيستاك الشيطان به﴾ اور مسواک کرکے پہر مسواک کو دہو ڈالا کرے نہین تو شیطان اُس سے مسواک کریگا
﴿ولا يزاد على الشبر وإلا فالشيطان يركب عليه﴾ اور ایک بالشت سے مسواک زیادہ نہو نہین تو شیطان اوسپر سوار ہوگا ﴿ولا يضعه بل ينصبه﴾
﴿وإلا فخطر الجنون قهستاني﴾ اور مسواک کو پڑی نرکہے بلکہ کہڑی کرے نہین تو جنون کا خوف ہے یہہ سب کہا ہے قہستانی نے ﴿ويكره بمؤذ ويحرم بذي سم﴾
اور مکروہ ہے مسواک کرنا ایذا دینےوالی لکڑی سے چنانچہ قصب فارسی اور حرام ہے زہردار لکڑی سے ﴿ومن منافعه أنه شفاء لما دون الموت ومذكر للشهادة﴾
﴿عنده﴾ اور منجملہ منافع مسواک کے یہہ ہے کہ وہ شفا ہے ہر مرض کی سوای موت کے اور وہ کلمہ شہادت کی یاد دلانیوالی ہے موت کے نزدیک ھ نہر الفائق
مین ہے کہ مسواک کے منافع ۳۶ ہین ادنی اماطۃ الاذی ہے یعنی دور ہونا گندہ دہنی کا اور اعلے تذکیر ہے شہادت کی مرنے کیوقت اعاذنا اللہ بمنہ دین ہے کہ
مسواک مسوڑہو کو مضبوط کرتی ہے اور بصارت کو تیز اور پیری مین دیر کرتی ہے اور پل صراط کے چلنے مین سرعت بخشتی ہے کذا فی الطحطاوی

وعند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الاصبع مقامہ اور جس وقت مسواک موجود نہو یا دانت باقی نرہے ہون تو کہُردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام
مسواک کے ہو جاتی ہی یعنی تحصیل ثواب مین کذا فی النہر وغیرہ ھ سنن ابی داود مین مروی ہی کہ علی رضی اللہ عنہ نے پانی کا کوزہ مانگا پھر چہرہ اپنا دہویا
اور دونو ہتہیلیونکو تین بار دہویا اور کلی کی پہر بعضی انگلی اپنے منہ مین ڈالی الی آخر الحدیث اور آخر کو فرمایا کہ یہہ وضو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا کذا فی العینی کما تقوم العلک مقامہ للمرأۃ مع القدرۃ علیہ جیسے صنوبر اور مصطگی کا گوند چبانا عورت کے حق مین قائم مقام ہی مسواک کے باوجود
قادر ہونیکے مسواک پر ھ وجہ اسکی یہہ ہی کہ عورتونکو مواظبت کرنا مسواک پر مضعف ہی اوسکے دانتون کا تو اوسکو اُسکا فعل مستحب ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر وغسل الفم ای استیعابہ ولذا عبر بالغسل او للاختصار اور منہ کے اندر کا دہونا سنت ہی یعنی تمام داخل منہ کا دہونا اور اسیواسطے یعنی تمام
مراد ہونے کے لئے مصنف غسل کا لفظ بولا یعنی غسل کا لفظ باقی اعضاء مغسولہ کے قرینہ سے استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی یا اختصار کیواسطے یہہ عبارت اختیار
کی ہی ھ اکثر کتب فقہ مین المضمضۃ والاستنشاق مذکور ہی لیکن مصنف نے موافق کنز او درر کے بجائے اس عبارت کے غسل الفم والانف کو اختیار کیا صراحت
استیعاب کیواسطے یا اختصار کے لئے ہرچند مضمضہ اصطلاحی بھی استیعاب پر دلالت کرتا ہی مگر غسل کا لفظ استیعاب پر زیادہ تر دلالت کرتا ہی کذا فی النہر
اور عبارت مذکورہ سے مصنف کی عبارت مین چار حروف کی کمی سے تو اختصار ثابت ہوا بمیاہ ثلثۃ کلی کرنا سنت ہی تین پانیون سے جدا جدا والانف
ببلوغ الماء المارن بمیاہ اور ناک کے اندر کا دہونا سنت ہی نرم ناک تک تین بار پانی پونہچا کر ھ امام شافعی کے نزدیک تین بار مضمضہ اور
استنشاق سنت ہی اسطرح کہ ایک چلو پانی سے مضمضہ بھی کرے اور استنشاق بھی اور دلیل اونکی چند احادیث صحیح ہین امام اعظم کے نزدیک احادیث
مذکورہ سے جواز نکلتا ہی لیکن سنت یہہ ہی کہ ہر واحد مضمضہ اور استنشاق کیواسطے تین بار جدا جدا پانی لیا جاے چنانچہ ابو داود اور طبرانی مین طلحہ بن مصرف
کی حدیث سے اسکی تصریح موجود ہی اور جو لوگ کہ اس حدیث کی صحت مین گفتگو کرتے ہین اوسکا جواب فتح القدیر اور عینی شرح ہدایہ مین مشروحا مذکور ہے
خوف طوالت سے مترجم یہان مذکور نکرسکا وہما سنتان مؤکدتان اور مضمضہ اور استنشاق دونون سنت موکدہ ہین ھ تو انکا ترک کرنا گناہ ہی
مذہب صحیح پر اسلئے کہ سنت موکدہ بمنزلہ واجب ہی اور جن لوگون نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت کی ہی وہ بائیس ۲۲ صحابہ کرام ہین
مضمضہ اور استنشاق کو سب نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن الفتح اور علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین ۲۳ صحابیون سے نام بنام مع تصریح مخرجین
حدیث مذکور کو بیان کیا ہے ثم انہما مشتملتان علی سنن خمس الترتیب والتثلیث وتجدید الماء وفعلہما بالیمنی مضمضہ اور استنشاق
پانچ سنتون پر شامل ہین ایک تو ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک دہونا دوسرے ہر ایک کو تین تین بار کرنا تیسرے ہر بار نیا پانی لینا چوتھے دونوں کو داہنے
ہاتھ سے کرنا ھ لیکن ناک کا جہاڑنا بائین ہاتھ سے چاہیئے کذا فی الطحطاوی عن المبسوط والمبالغۃ فیہما بالغرغرۃ ومجاوزۃ المارن پانچوین
مبالغہ کرنا مضمضہ مین غرغرہ کرکے اور استنشاق مین بانسے تک پانی پونہچا کے لغیر الصائم لاحتمال الفساد مبالغہ کرنا مسنون ہی اوسکو جو
روزہ دار نہین اسلئے کہ صائم کو مبالغہ کرنے سے فساد صوم کا احتمال ہے ھ اصحاب سنن نے لقیط بن صبرہ سے روایت کی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کامل اور پورا کر اور انگلیون کے اندر خلال کر اور مبالغہ کر استنشاق مین مگر یہہ کہ تو روزہ دار ہو کذا فی تیسیر الوصول الی جامع
الاصول وسر تقدیمہما اعتبار اوصاف الماء لان لونہ یدرک بالبصر وطعمہ بالفم وریحہ بالانف اور مضمضہ اور استنشاق کے مقدم کرنیکی حکمت پانی
کے اوصاف کا دریافت ہونا ہی اسواسطے کہ پانی کا رنگ آنکھ سے اور مزہ اُسکا منہ سے اور بو اوسکی ناک سے معلوم ہو جاتی ہی ھ وضو کیواسطے پاک کر
نیوالا پانی ضرور ہی اور ناپاک پانی وہ ہی جسکے اوصاف ثلثہ یعنی رنگ یا مزہ یا بو نجاست سے بدلجاے ولو عندہ ما یکفی للغسل مرۃ معہما وثلثا بدونہما
غسل مرۃ اور اگر وضو کرنیوالے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اگر مضمضہ اور استنشاق کرے تو ایکبار اعضا کو دہو سکے اور جو انکو نکرے تو تین بار اعضا کو دہو سکے تو
ایکبار اعضا کو دہووے اور مضمضہ اور استنشاق کرے یعنی تین بار دہونے سے مضمضہ اور استنشاق زیادہ تر موکد ہین ھ اسواسطے کہ مع الامکان ترک تکرار مکروہ
نہین اور سب ناقلین صحابہ کرام نے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی وضو مین مضمضہ اور استنشاق کو ذکر کیا ہی اور ایکبار دہونا وضو مین آپکے فعل سے

ثابت ہی اور فرمایا کہ یہہ وضو ہی کہ بدون اوسکی حق تعالی نماز کو قبول نہین فرماتا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو اخذ ماء فتمضمض ببعضه واستنشق بباقیه اجزأ ہو ولا یجزئه عکسه اور اگر پانی لیا چلو بھر سو تہوڑے پانی سی کلی کی اور باقی سی استنشاق کیا تو اوسکو کفایت کرتا ہی اور اسکو برعکس یعنی پہلے ناکمین ڈالا پہر باقی پانی سو کلی کی تو کافی نہین ہی یعنی سو اسطرکہ پانی اسصورتمین مستعمل ہوگیا اسو اسطرکہ ناکمین پانی نہین تہم سکتا اور منہ مین تہم رہتا ہی تو اول کلی کرنے سو باقی پانی مستعمل نہین ہو جاتا اور ناک سو پانی ہٹتا ہی لہذا پانی مستعمل ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وهل یدخل اصبعه فی فیه وانفه الاولی نعم قهستانی اور سنونی کیا اپنی کلی اپنی منہ اور ناکمین ڈالی یا نہ ڈالی جواب بہتر یہہ ہے کہ ہان ڈالی کذا فی القهستانی وتخلیل اللحیة لغیر المحرم بعد التثلیث ویخلل من اسفله الی فوقه اور سنت ڈاڑہی کا خلال کرنا غیر محرم کو تین بار منہ دہونے کے بعد اور خلال کرنیکے وقت اپنی ہتھیلی کی پشت اپنی گردن کیطرف کرے سنن ابو داود مین انس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تہے کف مبارک مین پانی لیتے تہے اور تحت الحنک داخل کرتے تہے اور اوس سے ریش مبارک کو خلال کرتے تہے اور فرماتے تہے کہ اسیطرح مجہکو میرے رب نے فرمایا ہی معلوم کر کہ تخلیل ریش مین چار قول ہین پہلا قول یہہ ہی کہ واجب ہی یہہ قول ہی سعید بن جبیر کا دوسرا قول یہہ ہی کہ سنت ہی یہہ مذہب ہی ابو یوسف اور شافعی کا اور ایک روایت ہی محمد سی خیر مطلوب مین کہا کہ سنت کا قول بہی صحیح ہی تیسرا قول یہہ کہ مستحب ہی اور چوتہا قول یہہ ہے کہ جائز ہے ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی قول ہی مالک کا جائز کا مطلب یہہ ہے کہ اسکا کرنیوالا منسوب بدعت نہین اور مبسوط مین ہی کہ تخلیل ریش ابو حنیفہ کے نزدیک مستحب ہی صاحبین کے نزدیک جائز ہے کذا فی العینی منح الغفار مین ہے کہ کیفیت تخلیل بطور سنت کی یہہ ہی کہ ہاتھ کی انگلیان ڈاڑہی کے بالونمین نیچے سے ڈالے اور اوپر کیطرف لاوے اسطرح کہ پشت ہاتھ کی ٹہوڑی کیطرف ہو وتخلیل الاصابع الیدین بالتشبیك والرجلین بخنصر یده الیسری بادئا بخنصر رجله الیمنی اور سنت ہی انگلیون کا خلال کرنا دونون ہاتہونکا خلال بطریق تشبیک ہی یعنی ایک ہاتہ کی انگلیان دوسری ہاتہ کی انگلیونمین داخل کرنا جسطرح پنجہ کرتے ہین اور دونون پانوون کا خلال بائین ہاتہ کی چہنگلی سے ابتدا کرے داہنے پانون کی چہنگلی سے اور ختم کرے بائین پانونکی چہنگلی پر م بحر الرائق مین ہی کہ تخلیل پانون کی اسفل اصابع سے شروع کرے پشت قدم کیطرف لاوے اور عینی نے کہا اس کیفیت کی کچہہ اصل نہین ابو داود اور ترمذی نے مستورد سے روایت کی ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکہا جب وضو کرتے تو اصابع رجلین کو ملا کرتے چہنگلی سے تو حدیث بدایت خنصر کی مقتضی ہی انتہی ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو خلال کر اپنے دونون ہاتہونکو اور دونون پانوونکو ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن غریب ہی نہر الفائق مین ہی ابن ماجہ کی روایت مین تخلیل بالخنصر آئی ہے لیکن بائین چہنگلی یا اسفل سی فاللہ اعلم به انتہی وهذا بعد دخول الماء خلالهما فلو منضمة فرض اور یہہ یعنی تخلیل اصابع کا سنت ہونا پانی داخل ہونیکے بعد ہے انگلیون کے اندر تو اگر انگلیان ملی ہون تو انکے مابین کا دہونا فرض ہے م فتح القدیر مین ہی کہ جب وہان پانی نہ پہنچا تو دہونا انکا فرض ہوگا کیونکہ تخلیل اور چیز ہے اور غسل اور چیز ہے کما لا یخفی کذا فی الطحطاوی عن البحر وتثلیث الغسل المستوعب ولا عبرة للغرفات اور تین بار پورا دہونا ہر عضو مغسول کا سنت ہی اور چلوون کا اعتبار نہین بدون استیعاب کے م یعنی تین بار تکرار غسل سنت ہی پہلا دہونا فرض ہے اور دوسرا اور تیسرا سنت موکدہ ہے قول صحیح پر چنانچہ بحر الرائق مین منقول ہے سراج سو اور ہر بار کے غسل مین استیعاب یعنی پورا دہونا سنت ہی تین چلو کا اعتبار نہین تو اگر اول بار چلو ڈالا اور کچہہ خشک باقی رہا پہر دوسری بار تہوڑا دہویا پہر تیسری بار تمام عضو پورا ہوگیا تو یہہ تین بار کا دہونا نہو گا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بمرة ان اعتاده اثم اور اگر ایکبار دہونے پر اکتفا کیا جبکہ اسکی عادت کریگا تو گنہگار ہوگا م گناہ کی وجہ یہہ ہی کہ اوسنے سنت مشہورہ کے ترک پر عادت کی صاحب بحر نے کہا گنہگار اوسوقت ہوگا جبکہ تثلیث غسل کے مسنون ہونیکا معتقد نہو ولو زاد لطمأنینة القلب او لقصد الوضوء علی الوضوء لا بأس به اور اگر تین بار سے زیادہ دہویا دلکی تسکین کیواسطے یا ایک وضو پر دوسرا وضو کرنے کو تو کچہہ مضائقہ نہین زیادت مین م درصورت شک خاطر جمعی کیواسطے تین بار سے زیادہ دہونا اور اسیطرح پانی کی قلت سی یا سردی کی شدت سی یا اور حاجت سی تین بار سے کم کرنا مکروہ نہین کذا فی العالمگیریہ شیخ الاسلام صینی نے کہا کہ تسکین خاطر کیواسطے زیادہ کرنا شک کے نزدیک یا دوسرے وضو کی نیت کرنا لا باس بہ ہے بدلیل حدیث ابن عمر کہ آنحضرت علیہ السلام فرماتے تہے

کہ جسنے وضو کیا وضو پر اسکو واسطے حق تعالی دس نیکیان لکہیگا روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی اور ترمذی نے ہرچند بعضون نے اسکو ضعیف
کہا ہی لیکن دفع ضعف کا جواب شافی بہی موجود ہی شرح عینی مین وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اور وہ حدیث جسمین فقد تعدی فرمایا ہی اعتقاد
پر محمول ہی م بحرالرائق مین حدیث مذکور یون مذکور ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وہ وضو ہی کہ اللہ تعالی
نماز کو بدون اسکے قبول نہین کرتا اور دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہہ وضو ہی اُس شخص کا جسکو دونا ثواب عطا ہوتا ہی اور تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ
یہہ میرا وضو ہے اور مجہسے پہلے کے انبیا کا وضو ہی سو جو شخص کہ اس سے زیادہ کرے یا کم کرے فقد تعدی وظلم یعنی اوسنے حد سے تجاوز کیا در صورت زیادت
اور ظلم کیا در صورت کمی بدائع مین ہی کہ صحیح تر قول یہی ہی کہ زیادت سے گنہگار نہوگا مگر جبکہ یہہ اعتقاد کرے کہ وضو جائز نہین مگر تین بار سے زیادہ کرنے مین
مین کہتا ہون کہ زیادت سے گنہگار ہوگا اسراف کی جہت سے اگرچہ فقط تین بار دہونیکے مسنون ہونیکا معتقد ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً نقل کراہتہ تکرارہ
فی مجلس تنزیہیۃ قہستانی معزیا للجواہر الاسراف فی الماء الجاری جائز لانہ غیر مضیع فتکمل اور شاید کہ فقہا کا مکروہ کہنا تکرار وضو کا ایک
مجلس مین مکروہ بکراہت تنزیہی ہے یعنی ترک اولی ہے گناہ نہین بلکہ قہستانی مین جواہر سے منقول ہی کہ اسراف جاری پانی مین جائز ہی اسواسطے کہ یہہ شخص پانی کا
ضائع کرنیوالا نہین ہی سو اسکو تامل کر م یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر تین بار سے زیادت تسکین دل اور وضو پر وضو کرنے مین جائز ہی اور وعید حدیث مذکور کا
معتقد کے حق مین ہی تو فقہا نے تکرار وضو کو مجلس واحد مین کیون مکروہ کہا ہی جوابدیا کہ کراہت تنزیہی ہے جسکو لا بأس بہ کہتے ہین بلکہ قہستانی نے اسپر بہی
ترقی کی کہ آب جاری مین مطلقا زیادت کو جائز کہا طحطاوی نے کہا خلاصہ مین ہی کہ تکرار وضو ایک مجلس مین جائز ہی اور سراج مین ہی کہ مکروہ ہے نہر الفائق مین ہی
کہ دونون روایتون مین اختلاف نہین اسواسطے کہ خلاصہ کا جواز اعادہ واحدہ پر محمول ہی اور سراج کی کراہت چند بار کرنے پر محمول ہی چنانچہ سراج مین چند
بار کا لفظ صریحاً اسپر دلالت کرتا ہی انتہی تو اگر شارح کے کلام کو چند بار تکرار پر محمول کیجیے چنانچہ حلبی محشی نے کہا ہی تو بلاشبہ اسراف ہی اور اسراف مکروہ
تحریمی ہے نہ تنزیہی اور قہستانی کا کلام آب جاری پر قاصر ہے اور شارح کا کلام سابق عام ہے اور قہستانی نے جو کہا کہ آب جاری مین اسراف جائز ہی سو ضعیف
قول ہی بلکہ وہ مکروہ ہی مطلقاً بلا حاجت اور شارح نے لفظ تامل اسکی توہین اور تضعیف کیطرف اشارہ کردیا انتہی مافی الطحطاوی ملخصاً پس قہستانی کا کلام اعتماد
کے قابل نہین کہ صریح حدیث کے مخالف ہی اسواسطے کہ احمد اور ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلعم سعد بن ابی وقاص پر گذرے اور وہ وضو کرتے تہے تو
فرمایا کہ پانی میں اسراف مت کر سعد نے کہا کیا پانی مین بہی اسراف ہی فرمایا نعم وان کنت علی نہر جار یعنی ہان پانی مین بہی اسراف ہی اگرچہ تو جاری نہر پر ہو کذا فی
شرح سفر السعادۃ للدہلوی ومسح کل رأسہ مرۃ مستوعبۃ اور سنت ہی اپنے تمام سر کا مسح کرنا ایکبار اسطرح کہ بالکل سر پر دونون ہاتہہ پہر جاوین اور کبہی
پانی نہ رہے م صحیحین مین عبداللہ بن زید سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کو مسح کیا دونون ہاتہون سے سو دونون ہاتہہ آگے سے پیچہے
لیگئے اور پیچہے سے آگے کو لائے ایکبار اور محمد بن حسن کے موطا مین عبداللہ بن زید بن عاصم سے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے وضو کی حکایت مین مروی ہے
کہ مسح کیا مقدم سر سے تا اینکہ دونون ہاتہونکو قفا تک لیگئے پہر دونون ہاتہونکو پہیرلائے اُس مکان تک جہان سے مسح شروع کیا تہا اور جو کیفیت مسح کی اس
حدیث مین مذکور ہی یہی مشہور ہی اور اسکے سوا جو شارحین ہدایہ نے کیفیات مسح کی بیان کی ہین وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ
ظاہر تر کیفیت مسح کی یہہ ہی کہ دونون ہتہیلیان اور انگلیان مقدم سر پر رکہے اور دونونکو قفا تک اینچے یعنی اسطرح کہ تمام سر پر استیعاب ہوجاوے پہر دو انگلیون
سے دونون کانونکا مسح کرے اور اسطرح سے پانی مستعمل نہین ہوجاتا کذا فی البحر عن الزیلعی اور یہہ جو بعضون نے کہا کہ دونون کف کو اور سبابہ اور ابہام
علحدہ رکہے اوسکی تضعیف کی ہے بحرالرائق مین فلو ترکہ وداوم علیہ اثم اگر تمام سر کا مسح ترک کیا اور ترک استیعاب پر ہمیشگی کی تو گنہگار ہوگیا یعنی
اسواسطے کہ سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب کے ہے واذنیہ معا ولو بمائہ اور سنت ہی دونون کانون کا ساتہہ مسح کرنا یعنی بیان تقدیم مین مستحب نہین اگرچہ
کانونکا مسح سر کے مسح کے پانی سے ہو م شارح نے اس کلام سے خلاف شافعی کیطرف اشارہ کیا یعنی امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح کیواسطے نیا
پانی لینا سنت ہی دلیل ہمارے یہہ حدیث ہی کہ الاذنان من الرأس یعنی دونون کان سر مین داخل ہین تو سر کے ساتہہ اونکا بہی مسح چاہیے علامہ عینی نے اس حدیث

کو شرح ہدایہ مین آٹھ صحابیون سے نقل کیا اگرچہ اکثر طرق اس حدیث کے ضعیف ہین لیکن ابن عباس کی حدیث جو دارقطنی مین ہے ابن قطان نے اسکو صحیح اور
بزار نے اوسکو جید کہا ہے انتہے لکن لو مسّ عمامته فلا بدّ من ماء جدید لیکن اگر مسح سر کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو اب نیا پانی کانون کے مسح کو لینا
ضرور ہے والترتیب المذکور فی النص اور سنت ہے وہ ترتیب جو نص قرآنی مین مذکور ہے یعنی اول چہرہ دہونا پھر دونو ہاتھ کہنیون تک پھر مسح سر کا
کرنا پھر پانون دہونا ٹخنون تک وعند الشافعی رضی الله عنه فرض وهو مطالب بالدلیل اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے
اور اونسے دلیل فرضیت کا مطالبہ ہے م بحر الرائق مین بعد دلائل اور بحث کے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم افتراض پر اقامت دلیل کی حاجت نہین کیونکہ
وہ یعنی عدم افتراض اصل ہے اور اوسکی مدعی سے دلیل کا مطالبہ ہے والولاء بکسر الواو غسل المتأخر او مسحه قبل جفاف الاول بلا عذر
حتی لو فنی ماؤہ فمضی لطلبه لا بأس به اور سنت ہے ولا بکسرہ واو یعنی پے درپے وضو کرنا عبارت ہے عضو متأخر کے دہونے سے یا مسح کرنے سے عضو
اول کے خشک ہو جانے سے پہلے بدون عذر کے یعنی اگر عذر سے خشک ہو جائے چنانچہ ہوا گرم اور تیز سے تو کچھ مضائقہ نہین یہانتک کہ اگر درمیان وضو کے پانی چک
گیا سو وہ اوسکے لینے کو گیا اور عضو خشک ہو گیا تو پے درپے کی سنت فوت نہوگی اس عذر سے م موالاۃ مین حدادی نے اعتدال ہوا اور اعتدال بدن
اور عدم عذر کی قید لگائی ہے کذا فی الطحطاوی تو اگر ہوا کی گرمی یا سردی یا بدن کی گرمی اور سردی سے خشکی طاری ہوگی اثنار وضو مین تو یہ مانع نہین پے درپے
کی سنت ادا ہونے کو ومثله الغسل والتیمم اور وضو کی مانند غسل اور تیمم ہے کہ اونکے افعال بھی پے درپے مسنون ہین اور اگر کسی عذر سے تتابع فوت ہو جاے تو کچھ
قد نہین طحطاوی نے کہا تیمم مین بحث ہے کیونکہ اوسمین خشکی کو مانع موالاۃ قرار دینا متصور نہین وعند مالك فرض اور امام مالک کے نزدیک موالاۃ یعنی وضو کو
پے درپے کرنا فرض ہے ومن السنن التثلیث وترك الاسراف وترك لطم الوجه بالماء وغسل فرج المرأة الخارج اور منجملہ سنتون کے عضو مغسول کا
ملنا اور پانی کا اسراف چھوڑنا یعنی زیادہ خرچ نکرنا اور منہ پر پانی سخت نمارنا اور عورت کو باہر کی شرمگاہ کا دہونا مسنون ہے م حلبی نے کہا کہ عورت کی شرمگاہ
دہن کی مانند ہے تو جیسے دہن یعنی منہ کا دہونا وضو مین مسنون ہے اور غسل مین واجب ہے اوسیطرح شرمگاہ کا دہونا انتہے اور ظاہرا شرمگاہ کا دہونا فقط حالت
استنجا مین مسنون ہے نہ وضو کرنے کیوقت لیکن ظاہر بیان شارح اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ مصنف نے تیرہ سنتین مذکور کین اور شارح نے
چار زیادہ لین کتب فقہ مین کم وبیش مذکور کرتے ہین بعضے مستحبات کو سنن مین اور بعضے سنن کو مستحبات مین شمار کرتے ہین تحفہ مین اکیس ۲۱ سنتین وضو کی گنی
ہین اسطرح ۱ استنجا کرنا ڈہیلونسے اور ۲ نیت اور ۳ تسمیہ اور ۴ غسل یدین الی الرسغین اور ۵ استنجا کرنا پانی سے اور وہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین آداب سے تہا
اور آپکے زمانہ کے بعد سنت ہو گیا باجماع صحابہ تراویح کی مانند اور ۶ مضمضہ اور ۷ استنشاق اور دونوں مین ۸ ترتیب اور ۹ ہر ایک کیواسطے جدا پانی لینا اور ۱۰ مضمضہ اور
استنشاق مین مبالغہ کرنا مگر صوم کی حالت مین اور ۱۱ مسواک کرنا مضمضہ کیوقت اور ۱۲ ترتیب اور ۱۳ موالات اور ۱۴ تثلیث غسل اعضاء مغسولہ اور داہنی سے غسل شروع
کرنا اور انگلیون کے سرے سے غسل شروع کرنا ہاتھ پانون مین اور ۱۵ تخلیل اصابع اور ۱۶ استیعاب تمام سر کا اور ۱۸ شروع کرنا مقدم سر سے اور ۱۹ ایکبار مسح کرنا اور
تثلیث مسح کو ترک کرنا اور ۲۰ کانون کے ظاہر و باطن کو مسح کرنا سر کے پانی سے نہ آب جدید سے اور ۲۱ تخلیل ریش ابو یوسف کے نزدیک اور مسح گردن مین اختلاف ہے
بعضون کے نزدیک سنت ہے اور بعضون کے نزدیک ادب کذا فی العینی ومستحبه ویسمّی مندوبا وادبا وفضیلة وهو ما فعله علیه الصلوة والسلام
مرة وترکه اخری وما احبّه السلف اور وضو کی مستحب پانچ ہین اور مستحب کو مندوب اور ادب اور فضیلت بھی کہتے ہین اور مستحب وہ عمل ہے جسکو
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے کبہی کیا کبہی نہ کیا اور وہ عمل جسکو سلف صالحین نے دوست رکھا اور پسند کیا م اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب ایک
چیز ہین اور فقہا کے نزدیک مستحب وہ ہے جسکو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے گاہی کیا گاہی ترک کیا اور مندوب وہ ہے جسکو ایک دوبار کیا جواز کی تعلیم کیواسطے ایسا ہی
شرح نقایہ مین لیکن اس تعریف مین قصور ہے اسواسطے کہ جس فعل کی شارع نے ترغیب دی اور خود نکیا وہ اس سے خارج ہوا جاتا ہے اور محیط مین مندوب کی تعریف کی ہے
جو بیان مستحب کی تعریف ہے کذا فی البحر نہر الفائق مین کہا صاحب کنز اکثر مندوب کہتا ہے اور اُس سے مستحب کا ارادہ کرتا ہے اور یہی قول ہے اصولیون کا اسیوجہ سے
تحریر مین کہا ہے کہ جسپر مواظبت نہین ہے وہ مندوب اور مستحب ہے اگرچہ اوسکو نکیا ہو ترغیب کے بعد م التیامن فی الیدین والرجلین مستحب ہے وہ اسی طرف سے

شروع کرنا ہاتھہ پانو کے دہونے مین هم صحاح ستہ مین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیامن کو یعنی داہنی طرف سے
شروع کرنے کو دوست رکہتے تھے ہر چیز مین یہانتک کہ طہارت کرنے مین اور جوتے پہننے مین اور بالون کی کنگہی کرنے مین اور سب کامون مین اور بخاری اور مسلم
مین ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص جوتی پہنے تو چاہیے کہ داہنی پانون سے شروع کرے اور جب اتارے
تو بائین پانون سے شروع کرے تاکہ داہنا پانون جوتے پہننے مین اول ہو اور اتارنے مین آخر ہو اور انسؓ سے روایت ہے کہ جب تو مسجد مین داخل ہو تو داہنے
پانون سے ابتدا کر اور جب تو نکلے تو بائین پانون سے ابتدا کر حاکم نے کہا کہ یہہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے و لہذا باتفاق علما داہنی کی تقدیم مستحب ہے ہر ایک
اُس امر مین جو از قسم تکریم کی ہے چنانچہ وضو مین اور غسل مین اور کپڑا اور جوتی اور موزہ اور پاجامہ کے پہننے مین اور مسجد کے داخل ہونے مین اور مسواک
کرنے اور سرمہ لگانے اور ناخن تراشنے اور موچہہ کترنے اور بغل کے بال اکہاڑنے اور سر کے مونڈنے مین اور نماز کے بعد سلام پہیرنے مین اور بیت الخلا
سے نکلنے مین اور کہانے اور پینے اور مصافحہ کرنے مین اور حجر اسود کے بوسہ لینے مین اور چیز کے دینے اور لینے مین اور سوا انکے جو اس قسم کے افعال ہین
اور بائین کی تقدیم ہے امور مذکورہ کے مخالف کامون مین چنانچہ ناک صاف کرنا اور استنجا اور بیت الخلا مین جانا اور مسجد سے نکلنا اور جوتی اور موزہ اور
پاجامہ اور کپڑا اتارنا اور مانند انکی اور افعال کذا فی العینی شرح الہدایہ **وَلَوْ مَسْحًا** داہنی کی تقدیم اگرچہ مسح کرنے مین ہو یعنی در صورت موزہ کی
یا جراحت کے مسح کرنے مین تیامن مستحب ہے **لَا الْأُذُنَيْنِ وَالْخَدَّيْنِ فَلَوْ عُضْوَيْنِ لَا يُسْتَحَبُّ التَّيَامُنُ فِيهِمَا** تیامن مستحب نہین دونون
کانون کے مسح مین اور دونون رخسارون کے دہونے مین تو اسیوجہہ سے پہلی کیطرح پوچھتے ہین کہ دو عضو کون ہین جنمین داہنی عضو کی تقدیم مستحب نہین
هم عنقریب شارح مذکور کر گیا ہے کہ دونون کانون کا مسح ساتھہ ہی سنت ہے اور اگر ایک ہی ہاتھہ ہے یا ایک ہاتھہ مین زخم ہے کہ ساتھہ ہی دونون کانون
کا مسح نہین کر سکتا تو اب البتہ داہنی کان کو تقدیم ہے کذا فی العالمگیریۃ **وَمَسْحُ الرَّقَبَةِ بِظَهْرِ يَدَيْهِ** اور مستحب ہے گردن کا مسح کرنا اپنے دونون ہاتھون
کی پیٹہہ سے یعنی اسواسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہین **لَا الْحُلْقُومِ لِأَنَّهُ بِدْعَةٌ** حلقوم یعنی گلے کا مسح کرنا مستحب نہین کیونکہ وہ بدعت ہے هم بدعت
جب مطلق مذکور ہو تو بدعت سیئہ مراد ہوتی ہے نہ بدعت حسنہ کذا فی الطحطاوی **وَمِنْ آدَابِهِ عَشْرِينَ لَا قَالَهُ أَدَبًا آخَرُ أَوْصَلَهَا فِي الْفَتْحِ إِلَى**
نَيِّفٍ وَعِشْرِينَ أَوْصَلَهَا فِي الْخَزَائِنِ إِلَى نَيِّفٍ وَسِتِّينَ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ اور وضو کے اداب یعنی مستحبات سے وضو کی وقت قبلہ رو بیٹھنا ہے
شارح نے کہا مصنف من کا لفظ جو بعض پر دلالت کرتا ہے بولا اسواسطے کہ اداب وضو سوای متن کے اور بہی ہین فتح القدیر مین آداب وضو کو بیس اور
کئی تک پونہچایا ہے اور مین نے خزائن الاسرار مین (جو پہلے شرح لکہی تہی اس متن کی) ساٹھہ اور کئی آداب تک نوبت پونہچائی هم ان نے پندرہ مستحبات
ذکر کئے اور شارح نے آٹھہ لیا دہ کئے اور طحطاوی محشی نے سوای انکے چودہ بڑہائے تو سب ۳۷ مستحب ہوئے مستحبات مذکورہ طحطاوی یہہ ہین حالت استنجا
مین اُس انگوٹھی کا اتار رکہنا جسپر اللہ تعالی یا اسکے رسول کریم کا نام پاک ہے اور مٹی کے برتن سے وضو کرنا اور وستگاہ افتابہ کو تین بار دہونا اور
افتابہ وضو کو بائین طرف رکہنا اور اگر بڑا برتن طشت وغیرہ کی مانند ہو اسکو داہنی طرف رکہنا اور غسل کرنے مین افتابہ کی دستکی پر ہاتھہ رکہنا نہ اسکے
سر پر اور وضو کے جمیع افعال مین نیت کو ساتھہ رکہنا اور وضو مین جلدی اور شتابی نکرنا ایسا مذکور ہے فتاوی عالمگیری مین اور وضو کا برتن حاجت
سے پہلے بہر رکہنا اور استنشاق کیوقت بائین ہاتھہ سے ناک جہاڑنا اور بہون اور موچہہ کے نیچے پانی پونہچانا اور چہرہ دہونے کی ابتدا اوپر سے کرنا اور سر
کا مسح مقدم سے شروع کرنا اور ہاتھہ پانون کا دہونا انگلیون کے سرون سے شروع کرنا ایسا مذکور ہے معراج الدرایۃ مین کذا فی الطحطاوی **وَ**
دَلْكُ أَعْضَائِهِ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى اور مستحب ہے اپنے اعضا کو ملنا اول بار کے دہونے مین هم مصنف نے دلک اعضا کو مستحبات مین شمار کیا
اور خلاصہ مین کہا ہے کہ دلک اعضا ہمارے مذہب مین سنت ہے خصوصًا موسم سرما مین چنانچہ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے لہذا شارح نے دلک اعضا کو
سنتون مین شمار کیا کذا فی الطحطاوی **وَإِدْخَالُ خِنْصَرِهِ الْمَبْلُولَةِ صِمَاخَ أُذُنَيْهِ عِنْدَ مَسْحِهِمَا** اور مستحب ہے اپنی بہیگی چہنگلی کا داخل کرنا دونون کانون کے
سوراخ مین انکی مسح کرنے کیوقت **وَتَقْدِيمُهُ عَلَى الْوَقْتِ لِغَيْرِ الْمَعْذُورِ** اور نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کو یعنی معذور جسکا پیشاب

اور یہہ ہر وقت جاری ہی اسکو حق مین تقدیم وضو کی مستحب نہین وَھٰذِہٖ اِحْدَی الْمَسَائِلِ الثَّلٰثِ الْمُسْتَثْنَاۃِ مِنْ قَاعِدَۃِ الْفَرْضُ اَفْضَلُ مِنَ النَّفْلِ
کَانَ الْوُضُوْءُ قَبْلَ الْوَقْتِ مَنْدُوْبٌ وَبَعْدَہٗ فَرْضٌ اور یہہ یعنی تقدیم وضو کا مسئلہ ایک ہی اُن تین مسئلون کسے جو مستثنے ہین اس قاعدہ سے کہ فرض افضل ہی
نفل سے اسواسطے کہ وضو وقت سے پہلے مستحب ہی اور وقت آنیکے بعد فرض ہی ﻫ قاعدہ مذکورہ سے تین مسئلے خارج ہین اسواسطے کہ انمین نفل یعنی مستحب افضل ہی فرض
سے اَلثَّانِیَۃُ اِبْرَاءُ الْمُعْسِرِ مَنْدُوْبٌ اَفْضَلُ مِنْ اِنْظَارِہٖ الْوَاجِبِ دوسرا مسئلہ یہہ ہی کہ مفلس کو دین چھوڑ دینا مستحب ہی وہ افضل ہے مفلس کی مہلت دینے
سے کہ وہ واجب ہی ﻫ مفلس مدیون کو مہلت دینا واجب ہی بموجب اس آیت کے وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ یعنی اگر مدیون تنگدست ہو تو
اسکو مہلت دینا چاہیے کشادگی تک تو دیکھو یہان چھوڑنا جو مستحب تہا افضل ٹھہرا مہلت دینے سے جو واجب ہے اَلثَّالِثَۃُ الْاِبْتِدَاءُ بِالسَّلَامِ سُنَّۃٌ اَفْضَلُ
مِنْ رَدِّہٖ وَھُوَ فَرْضٌ تیسرا مسئلہ یہہ ہی کہ سلام کرنا سنت ہی سو افضل ہی سلام کے جواب دینے سے اور حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہی وَنَظَمَہٗ مَنْ قَالَ اَلْفَرْضُ اَفْضَلُ
مِنْ تَطَوُّعِ عَابِدٍ + حَتّٰی وَلَوْ قَدْ جَاءَ مِنْہُ بِاَکْثَرَ + اِلَّا التَّطَهُّرَ قَبْلَ وَقْتٍ وَابْتِدَا + ءَ السَّلَامِ کَذَاکَ اِبْرَاءُ مُعْسِرٍ مسائل ثلثہ کو نظم مین جان کیا
ہے جس شاعر نے یون کہا ہی کہ فرض افضل ہے عابد کے نفل سے اگرچہ نفل کو اوسنے زیادہ تر کیا ہو فرض سے مگر طہارت کرنا وقت سے پہلے اور ابتدا سلام
اسیطرح مفلس کا دین چھوڑ دینا افضل ہی وقت آنیکے پہلے طہارت اور جواب دینے اور مہلت دینے سے وَتَحْرِیْکُ خَاتَمِہِ الْوَاسِعِ اور مستحب ہی کشادہ انگوٹھی کا ہلانا
اور پھیرنا وضو کے وقت وَمِثْلُہُ الْقُرْطُ اور یہی حال کان کی بالی کا یعنی غسل کیوقت اسکا بھی پھیرنا مستحب ہی تاکہ پانی سوراخ کے اندر پہونچ جاوے وَکَذَا الضَّیِّقُ
اِنْ عَلِمَ وُصُوْلَ الْمَاءِ وَاِلَّا فُرِضَ اور اسیطرح تنگ انگوٹھی کی تحریک مستحب ہی اگر اوسکے نیچے پانی کا پہونچنا معلوم ہو گیا ہو اور اگر پانی کا پہونچنا معلوم نہو تو اب تحریک
اوسکی فرض ہی نہ مستحب وَعَدَمُ الْاِسْتِعَانَۃِ بِغَیْرِہٖ اِلَّا لِعُذْرٍ اور غیر سے مدد نچاہنا وضو مین مستحب ہی مگر معذور کو استعانت مخالف استحباب نہین ہی عذر یہہ کہ
برتن بہاری ہی اوٹھہ نہین سکتا یا کہ وضو کرنے والا بیمار اور ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی وَاَمَّا اسْتِعَانَتُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِالْمُغِیْرَۃِ فَلِتَعْلِیْمِ الْجَوَازِ
اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مدد چاہنا وضو مین مغیرہ بن شعبہ صحابی سے جواز استعانت کی تعلیم تہی ﻫ یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر استعانت غیر
سے خلاف استحباب ہوتی تو حضرت سے واقع نہوتی جواب یہ ہی کہ یہہ تعلیم جواز کے واسطے تہا اور شارع کو تعلیم افضل ہی مستحب ہی کذا فی الطحطاوی مغیرہ بن شعبہ کی حدیث
مین ہے کہ مین حضرت کے ساتھہ سفر مین تہا اور آپ شامی جبہ تنگ آستین کا پہنے تہے تنگی آستین سے ہاتھہ نکل نسکا آپنے اسفل آستین سے ہاتھہ نکالا سو مین نے
پانی ڈالا آپنے وضو کیا اور موزون پر مسح کیا مسلم اور بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہی امام غزالی نے کہا کہ تنگی آستین کیوجہ سے استعانت تہی اور
بعضون نے کہا سفر کی جہت سے کذا فی العینی وَعَدَمُ التَّکَلُّمِ بِکَلَامِ النَّاسِ اِلَّا لِحَاجَۃٍ تَفُوْتُہٗ اور مستحب ہی وضو مین نہ بولنا آدمیون کی سی بات کا مگر اُس حاجت
کیواسطے بولنا خلاف استحباب نہین جو بدون بولے فوت ہوتی ہو وَالْجُلُوْسُ فِیْ مَکَانٍ مُرْتَفِعٍ تَحَرُّزًا عَنِ الْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلِ اور مستحب ہی وضو کرنیکو اونچی مکان
مین بیٹہنا مستعمل پانی سے بچنے کو یعنی اگرچہ اصح قول مین مستعمل پانی طاہر ہی لیکن اختلاف سے بچنے مین احتیاط ہی وَعِبَارَۃُ الْکَمَالِ وَحِفْظُ ثِیَابِہٖ مِنَ التَّقَاطُرِ وَہِیَ
اَشْمَلُ اور شیخ کمال الدین صاحب فتح القدیر کی عبارت یون ہی کہ بچانا کپڑون کا تقاطر سے مستحب ہی اور یہہ عبارت بنسبت ماتن زیادہ تر صورتون کو شامل ہے
اسواسطے کہ کبہی وضو کرنیوالا اونچی مکان پر ہوتا ہی اور چہینٹون سے نہین بچتا کذا فی الطحطاوی وَالْجَمْعُ بَیْنَ نِیَّۃِ الْقَلْبِ وَفِعْلِ اللِّسَانِ اور مستحب ہی جمع کرنا دل کی
نیت مین اور زبان کے لفظ مین یعنی دل کی نیت کے ساتھہ زبان سے بھی کہے کہ وضو کرتا ہون رفع حدث یا استباحۃ صلوۃ یا امتثال امر کیواسطے ھٰذِہٖ رُتْبَۃٌ وُسْطٰی
بَیْنَ مَنْ سَنَّ التَّلَفُّظَ بِالنِّیَّۃِ وَمَنْ کَرِھَہٗ لِعَدَمِ نَقْلِہٖ عَنِ السَّلَفِ اور یہہ یعنی زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہی دو قول مین ایک قول اُس شخص کا جو سنت
کہتا ہی زبانی نیت کرنیکو چنانچہ امام شافعی ہی اور دوسرا قول اسکا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہی کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول
نہین ﻫ یعنی استحباب رتبہ ہی سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان مین تو جمع کرنا نیت دلی اور تلفظ زبانی کو متوسط رتبہ ٹھہرا اور خیر الامور اوساطہا وَالتَّسْمِیَۃُ کَمَا مَرَّ
عِنْدَ غَسْلِ کُلِّ عُضْوٍ وَکَذَا الْمَسْحُ اور بسم اللہ کہنا چنانچہ مذکور ہو چکا ہر عضو کے دہونیکے وقت مستحب ہی اور اسیطرح مسح کرنیکیوقت ﻫ ابتدا وضو میں
بسم اللہ کہنا سنت ہی اور ہر عضو کے دہونے اور مسح کرنیکے ساتھہ مستحب ہی وَالدُّعَاءُ بِالْوَارِدِ عِنْدَہٗ اَیْ عِنْدَ کُلِّ عُضْوٍ اور دعا کرنا جو اخبار اور آثار

مین وارد ہے ہر عضو دہوتے وقت اور بسم کرتے ہم شرح طحطاوی مین ہے کہ مضمضہ کرنیکے وقت کہے اللّٰہم اعنی علی تلاوۃ القرآن وذکرک وشکرک وحسن عبادتک اور استنشاق کیوقت کہے اللّٰہم ارحنی رائحۃ الجنۃ اور چہرہ دہونیکے وقت کہے اللّٰہم بیض وجہی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ اور داہنا ہاتھ دہونیکے وقت کہے اللّٰہم اعطنی کتابی بیمینی وحاسبنی حسابا یسیرا اور بایان ہاتھ دہونیکے وقت کہے اللّٰہم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظہری اور سر کا مسح کرنے کیوقت کہے اللّٰہم اظلنی تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظل عرشک اور کانون کے مسح کرنے کیوقت کہے اللّٰہم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اور گردن کے مسح کرنیکے وقت کہے اللّٰہم اعتق رقبتی من النار اور دونون پانون دہونے کیوقت کہے اللّٰہم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام رافعی شافعی نے کہا کہ یہہ خیر صالحین سے مروی ہے اور محی الدین نووی نے روضہ مین کہا کہ اس دعا کی کچہہ اصل نہین ابن صلاح نے کہا کہ اسمین کوئی حدیث صحیح نہین مین کہتا ہون مستغفری نے دعوات مین اور صاحب فردوس نے اور ابن عساکر نے اسمین بطرق ضعیفہ علی مرتضی سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے صنعا بن انس سے اور مستغفری نے براء بن عازب کی حدیث سے اسیطرح کی روایت کی اور اسناد اوسکی واہی اور ضعیف ہے کذا فی العینی وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ الصلوۃ والسلام من طرق قال محقق الشافعیۃ الرملی فیعمل بہ فی فضائل الاعمال وان انکرہ النووی اور البتہ اس دعاے مذکورہ کی حدیث کو ابن حبان وغیرہ نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کی ہے چند طریقون سے محقق شافعی مذہبون کی یعنی شمس الدین محمد رملی نے کہا تو ایسی حدیث پر عمل کرنا چاہیے اعمال کی فضائل مین اگرچہ محی الدین نووی شافعی نے اسکا انکار کیا ہے ہم جب حدیث ضعیف کے چند طریقے اسناد کے ہوئے تو ایک دوسرے کی تقویت کرتا ہے تو وہ حدیث صرف ضعیف نہین رہتی بلکہ وہ مرتبہ حسن کو پہونچاتی ہے اہل حدیث اسکو حسن لغیرہ کہتے ہین ابن حجر نے شرح اربعین مین کہا کہ فضائل اعمال مین عمل بحدیث ضعیف اسواسطے جائز ہوا کہ اگر وہ حدیث نفس الامر مین صحیح ہے تو عمل کرنے سے اسکا حق ادا ہوا اور اگر صحیح نہین ہے تو عمل کرنے سے تحلیل اور تحریم کا کچہہ فساد مترتب نہوا اور نہ غیر کی حق تلفی ہوئی ایک حدیث مین وارد ہے کہ جسکو میری طرف سے ثواب عمل کرنیکا پہونچا سو اوسنے اوسپر عمل کیا تو اوسکو اجر ملیگا اگرچہ مین نے اوسکو نکہا ہو کذا فی الطحطاوی شارح نے رملی کو موصوف بصفت محقق شافعیہ کہا تاکہ خیر الدین رملی حنفی کا لوگ گمان نکرین وہ جو کہا نہ شیخ عابد سندہی مدنی نے طوالع الانوار حاشیہ در المختار مین تصریح کی کہ محقق شافعیہ سے مراد شمس الدین محمد رملی ہے **فائدہ** یہہ فائدہ شارح نے مناسب مقام کے بیان کیا شرط العمل بالحدیث الضعیف عدم شدۃ ضعفہ حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی شرط ہے کہ نہایت ضعیف نہو ہم شدید الضعف وہ حدیث ہے جسکا کوئی طریقہ کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہو قال الطحطاوی کذا قالہ ابن حجر وان یدخل تحت اصل عام اور یہہ شرط ہے کہ قاعدہ کلیہ شرعی کے تحت مین ہو ہم وہ قاعدہ یہان دعا کی مطلوبیت ہے کیونکہ دعا کرنا عام ہے ہر وقت مین کذا فی الطحطاوی وان لا یعتقد سنیۃ ذلک الحدیث اور یہہ شرط ہے کہ اس حدیث ضعیف کے مسنون ہونیکا اعتقاد نہو یعنی یہہ یقین نکرے کہ یہہ قولاً یا فعلاً حضرت سے ثابت ہے لیکن علی سبیل الاحتمال کوئی مانع نہین کذا فی الطحطاوی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال ولا روایتہ الا اذا قرن ببیان وضعہ اور موضوع حدیث پر عمل کرنا تو کسی حال مین جائز نہین اور نہ اوسکا نقل کرنا جائز ہے مگر جب کہ نقل کے ساتہہ اوسکے موضوع ہونے کو بیان کردے تو اس شرط سے البتہ روایت درست ہے چنانچہ اسیطرح بیان موضوعات مین محدثین نے کتابین تالیف کی ہین ہم موضوع جہوٹی حدیث کو کہتے ہین اور افترا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بالاتفاق حرام ہے اور بعضون نے اوسکو کفر کہا ہے حدیث صحیح مین وارد ہے جسنے مجہپر جوڑکے وہ کہا جو مین نے نہین کہا تو وہ شخص بناوے نشست گاہ دوزخ مین سے ٹہراوے کذا فی الطحطاوی والصلوۃ والسلام علی النبی بعدہ اے بعد الوضوء لکن فی الزیلعی اے بعد کل عضو اور مستحب ہے صلوۃ اور سلام کا کہنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بعد وضو کے لیکن زیلعی مین وضو کے ہر عضو کے بعد درود پڑہنے کو مستحب کہا ہے وان یقول بعدہ ای الوضوء اللّٰہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور یہہ مستحب ہے کہ وضو کے بعد یہہ دعا پڑہے اللّٰہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین ہم مسلم مین عمر فاروق رض سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کامل کرے پہر کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اوسکے واسطے آٹہون دروازے بہشت کے کہولے جاوین جس دروازہ سے چاہے بہشت مین داخل ہو ترمذی کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اللّٰہم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین لیکن اسکی اسناد

مین اضطراب ہی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری سے یون روایت ہی کہ جو وضو کرے پھر یہ کہے سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ
اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ تو لکھا جاویگا ورق مین پھر اوسپر مہر ہوگی اور نہ ٹوٹے گی قیامت کے دن تک اِس روایت کے رفع اور وقف مین اختلاف ہی لیکن نسائی
اور طبرانی نے اسکے موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور نووی نے جو اذکار اور شرح مہذب مین مرقوم اور موقوف ہونیکی تضعیف کی سو غلط ہی اسلیے کہ
موقوف کے صحیح ہونے مین شک نہین کذا فی العینی شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح سفر السعادۃ مین نسائی اور ابن السنی سے ابو موسی اشعری کی روایت
کی کہ مین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وضو کا پانی لایا آپ نے وضو کیا پھر مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِکْ
لِیْ فِیْ رِزْقِیْ وَاَنْ یَّشْرَبَ بَعْدَهٗ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ کَمَاءِ زَمْزَمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قَائِمًا اَوْ قَاعِدًا اور مستحب ہی وضو کے بعد کچھ وضو کا بچا پانی پینا
زمزم کے پانی کی مانند قبلہ رو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر وَفِیْمَا عَدَاهُمَا یُکْرَهُ قَائِمًا تَنْزِیْهًا اور وضو اور زمزم کے پانی کے سوا اور پانی کھڑے ہوکر پینا
مکروہ تنزیہی ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین طب کی راہ سے مضرت ہی نہ دین کی راہ سے کذا فی الطحطاوی وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ کُنَّا نَاْکُلُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین کہاتے تھے چلتے کہاتے تھے اور پیتے تھے
کھڑے ہوئے م شارح نے اِس روایت سے ثابت کیا کہ کہانا چلتے ہوئے اور پینا کھڑے ہوئے جائز ہے وَرَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ شُرْبَهٗ مَاشِیًا اور اجازت ہی مسافر کو
پانی پینے کی چلتے ہوئے وَمِنَ الْآدَابِ تَعَاهُدُ مُوْقَیْهِ وَکَعْبَیْهِ وَعُرْقُوْبَیْهِ وَاَخْمَصَیْهِ مستحبات سے ہی خبرگیری اپنی دونون آنکھون کے کوئون کی اور دونو
ٹخنون کی اور دونون ایڑیون کی اور دونون تلوون کی یعنی وضو کے اندر ان مقامون مین پانی پہونچانا اور ان سے غافل نہ رہنا مستحب ہی اسواسطے کہ
اونچے نیچے ہونیکے سبب سے اِن مقامات مین کبھی تھوڑی خشکی باقی رہجاتی ہی ولہذا حدیث صحیح بخاری و مسلم مین وارد ہی کہ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ یعنی خرابی
ہے ایڑیون کیواسطے دوزخ کی آگ سے یعنی جن ایڑیون مین خشکی رہگئی وضو کرنے مین غفلت سے وَاِطَالَةُ غُرَّتِهٖ وَتَحْجِیْلِهٖ اور مستحب ہی دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پانون
کے دہونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کی حد معینہ سے زیادہ دہونا مستحب ہی م صحیحین اور نسائی مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
نے فرمایا کہ میری امت غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ آوینگے وضو کے آثار سے سو جس سے ہوسکے اپنا غرہ بڑھاوے ذکر ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ ابو ہریرہ نے وضو کیا سو
اپنا چہرہ دہویا اور دونون ہاتھونکو دہویا یہانتک کہ قریب تہا کہ دونو مونڈھون تک پہونچتا پہر دونو پانون دہوئے پنڈلیون تک پہر حدیث مذکور
پڑھی غرہ کہتے ہین گھوڑی کے چہرہ کی سفیدی کو اور تحجیل بولتے ہین اوسکے ہاتھ پانون کی سفیدی کو اور یہہ زینت ہی گھوڑے کے حق مین تو حدیث مین غرہ
اور تحجیل استعارہ ہی انسان کیواسطے وضو کے آثار مین کذا فی التیسیر یعنی مومنی کا چہرہ اور ہاتھ پانون روشن ہونگے وضو کے آثار سے تو حد معینہ
سے زیادہ کرنا مستحب ٹہرا طحطاوی نے علی زادہ کی شرح شرعہ سے نقل کیا کہ دونون ہاتہون کا دہونا نصف بازو تک اور پانونکا دہونا نصف ساق تک
مستحب ہی وَغَسْلُ رِجْلَیْهِ بِیَسَارِهٖ اور مستحب ہی دونون پانونکا دہونا بائین ہاتھ سے وَبَلُّهُمَا عِنْدَ ابْتِدَاءِ الْوُضُوْءِ فِی الشِّتَاءِ اور مستحب ہی دونون
پانونکا پانی سے چپڑنا ابتداء وضو مین جاڑے کے موسم مین م فتاوی عالمگیری مین تبیین سے تعمیم اعضا مذکور ہی اسطرح کہ خلف بن ایوب نے کہا کہ لائق ہی
ہے کہ سرما مین اعضا کو پانی سے چپڑلے تیل ملنے کیطرح پہر اوسپر پانی بہاوے کیونکہ سرما مین پانی عضو پر خوب نہین پھیلتا ہی کذا فی الطحطاوی
وَالتَّمَسُّحُ بِمِنْدِیْلٍ اور مستحب ہی اعضا کو پونچھنا رومال سے م یعنی موضع استنجا کو کپڑے سے پونچھنا مستحب ہی ایسا ہی فتح القدیر مین ہی اور عالمگیری مین ہی کہ
پانی اعضاء وضو کو نہ پونچھے اُس کپڑے سے جس سے موضع استنجا کو پونچھا تو اور کپڑے سے پونچھنا درست ہی اور معراج مین ہی کہ لائق یہہ ہی کہ بمبالغہ نہ پونچھے
کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا کہ بعد وضو کے رومال وغیرہ سے پونچھنے مین علما کا اختلاف ہی سو ہمارا مذہب یہہ ہی کہ لا باس بہ یعنی کچھ مضائقہ نہین اور ترک
افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہہ ہی کہ مکروہ نہین لیکن اسکا ترک مستحب ہی اور بعضون نے کہا کہ موسم گرما مین مکروہ ہی اور جاڑے مین سردی
کے عذر سے مکروہ نہین اور ابن شاہین نے جو ناسخ اور منسوخ مین عدم تمسح کی حدیث روایت کی ہی اور ترمذی نے جو حدیث آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے
پونچھنے کی روایت کی ہی سو دونون حدیثین ضعیف ہین انتہی ما فی العینی مختصرًا وَعَدَمُ نَفْضِ یَدِهٖ اور مستحب ہی ہاتھ کا نہ جھاڑنا اسواسطے کہ جھاڑنا طہارت

کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی وقراءة سورة القدر اور مستحب ہی سورہ انا انزلناہ کا پڑہنا وضو کے بعد شارح منیہ نے اسمین
بہت ثواب ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی وصلوٰة ركعتين في غير وقت كراهة اور مستحب ہی بعد وضو کے دو رکعت کا پڑہنا سوا وقت کراہت کے
ہم اس نماز کو تحیۃ الوضو کہتے ہین صحیح مسلم وغیرہ مین عقبہ بن عامر سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی ایسا مسلمان جو وضو کرے
اچھی طرح سے پہر کہڑا ہوا اور دو رکعت نماز پڑہے دونون رکعتون پر متوجہ ہو کر اپنے دل اور چہرہ سے مگر اوسکو واسطے جنت واجب ہو گئی کذا فی تیسیر الوصول الی
جامع الاصول یعنی حضور ظاہری اور باطنی پر جنت کا وعدہ ہی ومكروهه لطم الوجه او غيره بالماء تنزيها اور مکروہ تنزیہی ہے چہرہ وغیرہ پر
پانی کو زور سے مارنا والتقتير والاسراف اور حاجت سے کم وبیش کرنا ہم کمی کیفیت یہ ہے کہ غسل اعضا مین تیل کی مانند پانی چپڑے بلکہ اچھی طرح
اعضا پر تین بار پانی کو روان کرے ومنه الزيادة على الثلث اور منجملہ اسراف کے ہی تین بار سے زیادہ دہونا لیکن تسکین دل یا وضو پر دوسرے وضو
کی قصد سے زیادت درست ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہم بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین حدیث صحیح ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ایک مد سے وضو کرتے اور ایک صاع سے غسل فرماتے تہے اور بعضے روایات مین کم وبیش بہی آیا ہے اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور مد دو رطل کا اور
رطل بیس استار کا اور ہر استار ساڑہے چار مثقال کا اور مد اور من شرعی ایک ہی چیز ہے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پانی وضو کا کم صرف کرتے
اور بہت پانی بہانے سے منع فرماتے اور خبر دیتے کہ میری امت مین وہ لوگ پیدا ہونگے جو وضو مین تعدی اور تجاوز حد سے کرین اور فرماتے تہے کہ وضو
کا ایک شیطان ہے نام اوسکا ولہان ہے تو پانی کے وسواس سے پرہیز کرو کذا فی سفر السعادۃ وشرحہ آب چونکہ ہر مثقال ساڑہے چار ماشے کا ہوتا ہی تو مد اور
من شرعی لکہنؤ کے سیر کے حساب سے تخمینا تین پاؤ پختہ کا ہوا اسواسطے کہ لکہنؤ کا پختہ سیر ۹۶ روپیہ کا ہی اور ہر روپیہ گیارہ ماشہ کا اور صاع جس سے
غسل سنت ہی تین سیر قدرے زائد کا ہوا عادت ہو گئی ہے پانی کے اسراف کی لہذا اکثر لوگ اسقدر پانی مین متحیر ہوتے ہین اگر تنگ ٹونٹی کے لوٹے
سے باحتیاط وضو کرین اسطرح سے کہ بدن پر پانی گرے زمین پر بیفائدہ نگرے تو تین پاؤ پانی سے بخوبی وضو ہوسکتا ہی اسکا ضرور اہتمام کرنا چاہیے
تاکہ سنت پر عمل کرنیکا ثواب حاصل ہو اور اسراف مکروہ ہے اجتناب فيه تحريما لو بماء النهر والمملوك له پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کی
پانی سے یا اپنے مملوک پانی سے وضو ہو ہم مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہین حرام سے قریب ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام ہے بعینہ اما
الموقوف على من يتطهر ومنه ماء المدارس فحرام اور وہ پانی جو طہارت کرنے والون پر وقف کیا گیا اور وقف کی قسم سے ہے مدرسون
کا پانی سو اوسمین تو اسراف کرنا حرام ہی بالاتفاق وتثليث المسح بماء جديد اور تین بار مسح کرنا نئے پانی سے مکروہ ہی اما بماء واحد
فمندوب او مسنون اور ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا تو مستحب ہے یا مسنون چنانچہ منح الغفار مین زیلعی سے منقول ہے ہم ہدایہ مین اسکو
مشروع کہا ہی اور عینی نے کہا کہ مسنون ہونے کی بہی امام سے روایت ہی اور صحیح قول امام سے ترک تثلیث کا ہی انتہی ومن منهياته التوضي
بفضل ماء المرأة اور وضو کی ممنوعات سے عورت کی وضو یا غسل کے باقی رہے پانی سے وضو کرنا ہم اسواسطے کہ شاید اسکی سے مرد کو کچہ تلذذ حاصل
ہو یا یہہ وجہ ہے کہ اکثر عورتونکو نجاست سے محافظت کمتر ہوتی ہی اور یہہ کراہت تنزیہی پر دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی او في موضع نجس
لان لماء الوضوء حرمة یا مکروہ ہے وضو کرنا ناپاک مکان مین اسلئے کہ وضو کے پانی کی کچہ حرمت ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ بہی وجہ ہے
کہ وہان نجاست کی چہینٹون کے پڑنیکا خوف ہی او في المسجد الا في اناء یا مکروہ ہے وضو کرنا مسجد کے اندر مگر مسجد مین برتن کے اندر وضو جائز ہی او في
موضع اعد لذلك وضو جائز ہی مسجد کی اس مکان مین جو وضو کرنیکو بنایا گیا چنانچہ اس ملک مین مسجد کے فرش وضو کے واسطے بناتے ہین والقاء النخامة و
الامتخاط في الماء اور مکروہ ہے تہوکنا اور سنکنا پانی مین یعنی اگرچہ آب جاری ہو طحطاوی نے کہا یہہ کراہت تنزیہی ہے اسواسطے کہ
انکے ترک کرنے کو مستحبات مین شمار کیا ہے وينقضه خروج كل خارج نجس بالفتح ويكسر منه اي من المتوضي الحي اور وضو کو توڑتا ہی
نکلنا ہر ناپاک چیز نکلنے والیکا زندہ وضو کرنیوالے سے شارح نے کہا نجس بفتح جیم ہے اور کبہی جیم کو کسرہ یعنی زیر بہی دیا جاتا ہے ہم

نجس بفتحہ جیم مین نجاست کا نام ہو اور بکسرہ جیم اوسکا نام ہو جو پاک نہو تو یہہ عام ترہو تو متن مین دو نو طرح ہو سکتا ہو مگر فتحہ جیم کا الیق ہو کہ تخلف سی وہ مدہو اور لغت کی راہ سے دو نو مین کچھ فرق نہین چنانچہ نہر الفائق مین ہے زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اسواسطے کہ خروج نجاست کا مردہ مین ناقض اوسکے وضو کا نہین بلکہ موضع نجاست کا دہونا چاہیئے کذا فی الطحاوی معتادًا اولا نجس خارج عادت کی چیز ہو چنانچہ بول اور براز یا عادت کی چیز نہو چنانچہ خون کا نکلنا من السبیلین او لا بول براز کی راہ سی نجاست نکلے یا نہین الی ما یطہر بالبناء للمفعول ای ما یلحقہ حکم التطہیر تغیر وضو ہو نکلنا نجاست کا استنجا تک بدن سی جو طاہر کیا جاتا ہے یعنی جسکے پاک کرنے کا حکم لاحق ہوتا ہو وضو یا غسل مین ثم المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظہور پہر اسکو معلوم کر کہ خروج سبیلین سی مراد فقط ظاہر ہونا ہو بدون سیلان کے یعنی جب نجاست بول اور براز کی راہ سی ظاہر ہوئی خروج متحقق ہوا اور وضو ٹوٹ گیا اگرچہ سیلان نہو ہم محیط مین ہے کہ حد خروج کی انتقال ہے باطن سی ظاہر کیطرف اور یہہ معلوم نہین ہوتا ہے مگر بسبب سیلان کرنیکے موضع نجاست سی اور خروج کی تعبیر سیلان سی کی برخلاف اوسکی اگر نجاست ظاہر ہوئی سبیلین کے سری پر کہ وہ وضو کے ناقض ہی اگرچہ سائل نہوئی اسواسطیکہ راس سبیلین نجاست کا مکان نہین ہے وہان تو نجاست آتی ہے اپنی مکان اصلی سی منتقل ہو کر تو انتقال نجاست کا ظہور سی معلوم ہوا تو ظہور کو خروج کے قائم مقام کر دیا کذا فی الدرر للملا خسرو وفی غیرھما عین السیلان اور سبیلین کے سوا مین خروج بعینہ سیلان ہے یعنی بہنا ہی نکلنا ہے ہم سیلان یعنی بہنی کی حد یہہ ہے کہ نجاست زخم کے اوپر آوی پہر وہان سی ڈھلجاوی ایسا بیان کیا ہی ابو یوسفؒ نے اسواسطے کہ جب تک انحدار یعنی سر زخم سے ڈہلنا پایا نجائیگا تو اپنی مکان سی نجاست کا انتقال نہوگا کیونکہ جب تک خون سر زخم کے موازی اور سامنی ہو وہی اسکا مکان اصلی ہے اور اسی تقریر سی معلوم ہوگیا کہ غیر سبیلین مین خروج عین سیلان ہے کذا فی الدرر الحاصل سبیلین مین خروج نجاست کا تحقق فقط ظاہر ہو جانے سی ہوتا ہی اگرچہ سیلان نہو اور غیر سبیلین مین یعنی زخم وغیرہ مین خروج ثابت نہوگا بدون سیلان کے ولو بالقوۃ لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لا اگرچہ سیلان بالفعل نہو بلکہ بالقوہ ہو یعنی بہنے کی لیاقت اور قابلیت رکہتا ہو تو ناقض ہوگا اسلیئے کہ فقیہون نے کہا ہے کہ اگر خون نکلنے کو پونچہتا رہا اور بہنے نہ دیا لیکن اگر نہ پونچہتا تو بہتا تو ایسا خون وضو کو توڑتا ہے اور جو ایسا نہین وہ ناقض نہین یعنے اگر بہنے کے لائق نہین وہ وضو کو نہین توڑتا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج جیسے وضو کو نہین توڑتا وہ خون جو بہا آنکھ کے اندر یا زخم کے اندر یا ذکر کے اندر اور باہر نہ نکلا اسواسطے کہ ان مواضع کا دہونا نہ وضو مین لازم ہو نہ غسل مین یہ مختصر ہے قولہ یلحقہ حکم التطہیر کا وکذا دمع وعرق الا عرق مدمن الخمر فناقض علی ما سیذکرہ المصنف ولنا فیہ کلام اور جیسے آنسو اور پسینا وضو کو نہین توڑتا اسلیئے کہ نجس نہین مگر دائم الخمر کا پسینا تو وضو کا ناقض ہے بنا بر اس قول کے جسکو مصنف ذکر کریگا آخر کتاب فوائد شتی مین اور ہمکو اوسمین گفتگو ہے ہم حاصل کلام شارح یہہ ہو کہ وہ قول ضعیف اور تحریم غریب ہی تو اعتماد کے لائق نہین کذا فی الطحاوی وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر اور وضو کو توڑتا ہی نکلنا پاک چیز کا مقعد سی چنانچہ ہوا یا کیڑا یا پتہری ہم ریح اگرچہ ناپاک نہین قول صحیح مین چنانچہ زاہدی وغیرہ مین ہو مگر وضو کی ناقض ہو نجس کی مجاورت کے سبب سی اور کیڑی اور پتہری وغیرہ پر اگرچہ نجاست قلیل ہے لیکن انکا نکلنا سبیلین سی ناقض وضو ہے چنانچہ قدوری مین مصرح ہو کذا فی المنح لا خروج ذلک من جرح ناقض وضو نہین نکلنا ریح اور کیڑے اور پتہری کا زخم سی ولا خروج ریح من قبل غیر مفضاۃ اور ناقض وضو نہین نکلنا ریح کا اس عورت کی فرج سی جو مفضاۃ نہین ہو اما ہی فیندب لہا الوضوء وقیل یجب وقیل لو منتنۃ لیکن مفضاۃ کو تو وضو کرنا مستحب ہی فرج کے ریح نکلنے سی اور بعضون نے کہا واجب ہی اور بعضون نے کہا کہ اگر بدبو ہو ریح مین تو واجب ہو وضو اور نہین تو نہین ہم مفضاۃ وہ عورت ہی جسکی دونون راہین ایک ہوگئین درمیان کا پردہ پہٹ کر و ذکر لا انہ اختلاج اور ناقض وضو نہین نکلنا ذکر کی ریح کا اسواسطے کہ وہ اختلاج ہے یعنی عضو کا پہڑکنا ہو در حقیقت خروج ریح نہین ہو ہم مصنفؒ نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ فرج اور ذکر کی ریح اسواسطے وضو کی ناقض نہین کہ وہ نجاست کے مقام سی نہین اوٹہی اور یہہ ناقض نہین ہوتی مگر اسیوجہ سی اور یہہ وجہ نہین ہو کہ ریح خود نجس ہو حتی لو خرج ریح من الدبر وھو یعلم انہ لم یکن مرت

الاصح فهو اختلاج فلا ينقض مسائلہ کہ اگر خارج ہوئی ریح مقعد سے اور وہ جانتا ہے کہ اوپر سے نہیں اُتری تو وہ بھی اختلاج ہے درحقیقت
خروج نہیں تو ناقض وضو نہوگا كذا في الشرح عن الخلاصة وانما قيد بالريح لان خروج الدود والحصاة منهما ناقض اجماعا كما في
الجوهرة اور مصنف نے ریح کی قید نہیں لگائی مگر اسواسطے کہ کیڑے اور پتھری کا نکلنا فرج اور ذکر سے وضو کا توڑنے والا ہے بالاتفاق چنانچہ
جوہرہ میں مذکور ہے اسیطرح خانیہ میں مصرح ہے اور سراج وہاج میں اسپر اجماع نقل کیا ہے لیکن زیلعی نے اُس کیڑے میں جو فرج سے نکلا ہے خلاف
نقل کیا ہے اور اسیطرح شارح وقایہ نے كذا في الشرح ولا خروج دودة من جرح او اذن او انف او فم وكذا لحم سقط منه لطهارته
وعدم السيلان فيما عليها وهو مناط النقض اور وضو کو نہیں توڑتا نکلنا کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے یا مُنہ سے اور اسیطرح ناقض وضو نہیں گوشت
جو گر پڑا زخم سے بسبب پاک ہونے کیڑے اور گوشت کے اور نہ بہنے اُس رطوبت کے جو اُن دونو پر ہے اور سیلان ہی مدار ہے وضو توڑنے کا یعنی غیر
سبیلین میں ہم زخم کا کیڑا پیدا ہوا ہے گوشت سے اور گوشت پاک ہے برخلاف اُس کیڑے کے جو مقعد سے نکلا کہ وہ نجاست سے پیدا ہوا ہے اور گوشت
کی طہارت اُس شخص کے حق میں اسواسطے کہ فقہا نے کہا کہ جو چیز زندہ سے جدا ہوئی وہ مردار کی مانند ہے مگر اوسی زندہ کی ذات کے حق میں یہانتک
کہ اگر اوسکو وہ لئے رہیگا تو نماز اوسکی فاسد نہوگی تو حلبی کا یہہ اشکال ساقط ہوگیا کہ گوشت یعنی ساقط گوشت نجس ہے نہ طاہر كذا في الطحطاوي والمخرج
بعصر والخارج بنفسه سيان في حكم النقض على المختار كما في البزازية قال لان في الاخراج خروجا فصار كالفصد وفي الفتح عن
الكافي انه الاصح واعتمده القهستاني وفي القنية وجامع الفتاوى انه الاشبه ومعناه انه الاشبه بالمنصوص رواية والراجح دراية
فيكون الفتوى عليه اور جو خون وغیرہ زخم اور پھوڑی سے نکالا گیا دابنے اور پھوڑنے سے اور جو آپ سے نکلا دونو برابر ہیں وضو توڑنے کے حکم میں بنا بر قول
مختار کے چنانچہ بزازیہ میں ہے اوسکے مصنف یعنی بزازی نے کہا اسواسطے کہ نکالنے میں نکلنا بھی ثابت ہے یعنی خروج اخراج کو لازم ہے تو نکلنا فصد کی مانند
ہوگیا یعنی فصد بالاتفاق ناقض ہے باوجود اخراج کے اور فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے کہ مُخرج کا ناقض ہونا صحیح تر قول ہے اور اسپر قہستانی شارح
نقایہ نے اعتماد کیا ہے اور قنیہ اور جامع الفتاوی میں ہے کہ یہی قول اشبہ ہے اور اشبہ کا مطلب یہہ ہے کہ قول مذکور زیادہ تر شباہت رکھتا ہے اوس
قول سے جو منصوص ہے روایت کی راہ سے یعنی فصد سے اور اُس قول سے جو راجح ہے ادراک عقلی کی راہ سے تو بموجب نقول مذکورہ کے اسی پر فتوی ہوگا ہم مخرج
کا ناقض ہونا عالمگیری میں وجیز کردری اور قنیہ اور شرح منیہ سے منقول ہے اور حسن چلپی کے حاشیہ شرح وقایہ میں یہی قول تتمہ اور خلاصہ کافی اور شمس الائمہ
سرخسی سے مذکور ہے حجامت اور فصد اور مص علق پر قیاس کرنے سے اگرچہ محشی مذکور نے قیاس مذکور کو غیر مستقیم کہا ہے اور خارج بنفسہ اور مخرج بالعصر میں تفرقہ
ثابت کیا ہے لیکن بقول علامہ عینی کے باب عبادت میں مخرج کے ناقض ٹھہرانے میں احتیاط ہے اگرچہ صاحب ہدایہ اور شارح وقایہ اور ظہیریہ کا مصنف
اسکو ناقض نہیں کہتے وينقضه قيء ملأ فاه بان يضبط بتكلف اور ناقض وضو قے ہے مُنہ بھرکے اسطرحپر کہ بہت تکلف سے مُنہ کے اندر تھم سکے ہم
اور ینابیع میں کہا کہ قول صحیح یہہ ہے کہ مُنہ بھرکے قے وہ ہے جسکو روکنے پر قدرت نہو كذا في الطحطاوي من مرة بالكسر اي صفراء او علق اي سوداء
قے مذکور ناقض ہے صفرا سے ہو یا سودا سے مِرّہ بکسر میم وتشدید را عبارت ہے صفرا سے یعنی زرد کڑوا پانی اور علق بفتح عین ولام عبارت ہے سودا سے
ہم قاموس میں ہے کہ علق بالتحریک خون ہے مطلق یا نہایت سرخ یا غلیظ یا بستہ خون طحطاوی نے کہا یہاں خون بستہ مراد ہے خون بستہ کی قید اسلئے
لگائی کہ اگر خون سایل ہو تو ناقض ہے اگرچہ منہ بھرکے قے نہو انتہی قوله شارح نے علق کو سودا کہا حالانکہ یہاں علق سے خون بستہ مراد ہے اسواسطے کہ
خون بستہ نہیں ہوتا مگر احتراق سے اور احتراق سے ہر خلط سودا ہو جاتا ہے تو علق خون حقیقی نرہا سودا ہوگیا كذا في العيني واما العلق النازل
من الراس فغير ناقض اور جو خون بستہ کہ سر سے اوترا وہ وضو کو نہیں توڑتا او طعام او ماء اذا وصل الى معدته وان لم يستقر
یا قے ہو کھانے یا پانی کی جبکہ کھانا یا پانی پیٹ تک پہونچ گیا اگرچہ اوسمین نہ ٹھہرا فوراً گر پڑا ناقض ہے وضو کا ہم اور حسن کا قول یہہ ہے کہ اگر طعام
اور پانی فوراً گر پڑا تو ناقض نہیں مجتبی میں اسکو مختار کہا ہے اور معراج الدرایہ میں اسکی تصحیح کی ہے تو یہاں دونوں قول مختلف کی تصحیح واقع ہوئی ہے

کذا فی الطحطاوی ومع ہو نجس مغلظ ولو ہو صبی ساعۃ ارتضاعہ ہو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ذکرہ الحلبی اور وہ قے مذکور نجس مغلظ ہی اگرچہ
شیرخوار لڑکے نے قے کی ہو دودھ پیکر فوراً یہی قول صحیح ہے بسبب ملجانے نجاست معدی کے ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے یعنی کہانا اور پانی اور دودھ
جو فوراً قے ہوگیا وہ ناپاک ہوگیا ہی پیٹ کی نجاست سی مخلط ہوکر ولو ہو فی المریء فلا نقض اتفاقاً کما لو تحقیقاً ومن بکثیر لطہارتہ فی نفسہ اور
کہانا یا پانی یا دودھ مری میں یعنی طعام اور شراب کے مجری میں تہا پیٹ تک نہیں پونہچا اور قے ہوگیا تو وضو کا توڑنا بالاتفاق ثابت نہیں جیسے کیچوئے
یا بہت سی کیڑون کی قے ناقض نہیں بسبب پاک ہونے ہر واحد کے اپنی ذات میں یعنی اور جسقدر کہ نجاست اونپر ہے وہ قلیل ہی منہ بہر کے نہیں کذا
فی الطحطاوی کماء فم النائم فانہ طاہر مطلقاً بہ یفتی جیسے سوتے آدمی کی رال ناقض نہیں اسواسطے کہ وہ پاک ہی ہر طرح اسیکا فتوی ہے ھم
رال مطلقاً پاک ہی خواہ سر سے اوتری یا پیٹ سی چڑہے خواہ زرد رنگ بدبودار ہو یا نہو اور اس اطلاق کے مقابل وہ قول ہے ابو نصر کا مختار کہ جو
رال پیٹ سی زرد رنگ بودار ہے وہ قے کی مانند ہو اور جو سر سی اُتری وہ پاک ہی تجنیس میں ہے کہ رال پاک ہی کسیطرح کی ہو اور اسی قول پر فتوی ہی
کذا فی الطحطاوی بخلاف ماء فم المیت فانہ نجس کقیء خمر او بول وان لم ینقض لقلتہ لنجاستہ بالاصالۃ لا بالمجاورۃ برخلاف میت
کی رال کے اسواسطے کہ وہ نجس ہی جیسی نفس شراب یا پیشاب کی قے اگرچہ وہ ناقض نہو قلت کی وجہ سی بسبب ناپاک ہونے شراب یا پیشاب کے اپنی اصل میں پیٹ
کی نجاست ملجانے سی برخلاف اور چیزون کے کہ وہ اختلاط نجاست سی ناپاک ہو جاتی ہین ذات انکی ناپاک نہیں لا ینقضہ قیء من بلغم علی المعتمد
اصلاً نہیں توڑتی وضو کو بلغم کی قے مطلقاً بنابر قول معتمد کہ ہم بلغم خواہ سر سے اوترا خواہ پیٹ سی چڑہا منہ بہر کے ہو یا کم مختلط الطعام ہو یا نہو مگر جبکہ طعام سی منہ بہر ہو ایسا ہی بحر اور منح میں اور
شارح کا قول علی المعتمد اس بلغم کی طرف راجع ہی جو پیٹ سی چڑہا اسلیے کہ جو بلغم سر سے اوترا اسمین اتفاق ہی علی الصحیح کذا فی الطحطاوی الا المخلوط بطعام فیعتبر الغالب مگر وہ بلغم جو طعام سی
مخلوط نکلا تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنی اگر بلغم غالب ہے تو ناقض وضو نہیں اور اگر طعام غالب ہے تو ناقض ہی ھم بہتر یہ تہا کہ شارح طعام کی برابری
کا اعتبار کرتا جیسا صاحب بحر الرائق نے کیا تاکہ اوس صورت کو شامل ہوتا جبکہ طعام مغلوب ہو اور باوجود اسکی منہ کو بہر دے لہذا صاحب بحر نے
غلبہ طعام کو اسطرح بیان کیا کہ حالت انفراد میں منہ کو بہردے سو اسکو یاد رکہنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولو استویا فکل علی حدۃ اور اگر بلغم اور
طعام دونون برابر ہین تو ہر ایک کا اعتبار جدا جدا ہی یعنی اگر طعام بقدر پُری دہن کے ہی تو ناقض ہی اور نہیں تو ناقض نہیں وینقضہ دم مائع
من جوف او فم غلب علی بزاق حکماً للغالب اور وضو کو توڑتا ہی وہ پتلا خون پیٹ یا منہ کا جو غالب ہوگیا تہوک پر اسواسطے کہ غالب پر حکم
ہوتا ہے او ساواہ احتیاطاً یا خون برابر ہے تہوک کی تو بہی ناقض ہوگا احتیاط کی راہ سی ھم خون کے غالب ہونے یا برابر ہونے کی یہ علامت
ہے کہ تہوک سرخ ہوگا اور مغلوب ہونے کی نشانی یہ ہی کہ تہوک زرد ہوگا کذا فی شرح الوقایہ والبحر لا ینقضہ المغلوب بالبزاق اور وہ
خون وضو کو نہیں توڑتا جو تہوک سی کم ہے والقیح کالدم اور پیپ خون کی مانند ہی وضو توڑنے کے حکم میں یعنی اگر پیپ تہوک سی غالب ہی یا
برابر ہے تو ناقض ہے اور اگر کم ہے تو ناقض نہیں والاختلاط بالمخاط کالبزاق اور خون اور پیپ کا رینٹ سی ملنا تہوک کے ملنی کی برابر
ہے حکم مذکور میں یعنی غالب اور مساوی ناقض ہے اور مغلوب ناقض نہیں وکذا ینقضہ علقۃ مصت عضواً وامتلأت من الدم ومثلہا
القراد ان کان کبیراً لانہ حینئذ یخرج منہ دم مسفوح سائل اور اسیطرح وضو کو توڑتا ہی وہ کیڑا اور جونک جسنے عضو کو چوسا اور خون سی
پُر ہوگیا اور چیچڑی جونک کی برابر ہے وضو توڑنے میں بشرطیکہ بڑی ہو اسواسطے کہ بڑی چیچڑی سی دم مسفوح یعنی روان خون نکلتا ہی جونک کی مانند
کذا فی الخانیہ والا تکن العلقۃ والقراد کذلک لا ینقض کبعوض وذباب کما فی الخانیۃ لعدم الدم المسفوح اور اگر جونک اور چیچڑی ایسی
نہو کہ اُس سی خون جاری نکلے تو وہ ناقض وضو نہیں مچہر اور مکہی کے کاٹنے کی مانند چنانچہ خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا
خون سائل کے نہونے سے وفی القہستانی لا ینقض ما لیس یجاوز الورم اور قہستانی میں ہے کہ خون ناقض نہیں جب تک ورم سی تجاوز نکرے
ھم بحر الرائق میں شیخ الاسلام کے مبسوط سی منقول ہے کہ سر زخم ورم کرگیا پہر اوس سی پیپ وغیرہ کچہہ ظاہر ہوا تو ناقض وضو نہوگا جبتک ورم سے

تجاوز نکرے اسواسطے کہ موضع ورم کا دھونا واجب نہیں تو تجاوز نہوا اُس موضع کیطرف جسکو تطہیر کا حکم لاحق ہو طحطاوی نے کہا یہ حکم اُس صورت کو مخصوص
ہے جہان دھونا ورم کو ضرر کرتا ہے اور اگر ضرر نہین کرتا تو دھونا ورم کا واجب ہوگا انتہی قولہ تو اُس صورت مین تجاوز ورم سے بھی وضو ٹوٹ جائیگا انتہی
و لو شدّ علی الجرح عصابۃ فنفذ البلل الی الخارج نقض اور اگر زخم پر پٹی باندھا اگر تراوت باہر کیطرف نکل آئی تو وضو کی ناقض ہے ھ قولہ فی التصدیر
اسکا مطلب یون سمجھنا واجب ہے کہ وہ زخم ایسا ہو کہ اگر پٹی نہوتی تو بہتا اسواسطے کہ اگر قمیص زخم پر پہرے سو تر ہو جاوے ناپاک نہین ہوتا جب تک بہ نہ
کیونکہ وہ حدث نہین کذا فی الطحطاوی ویجمع متفرق القئ ویجعل کقئ واحد لاتحاد السبب وھو الغثیان عند محمد وھو الاصح لان
الاصل اضافۃ الاحکام الی اسبابھا الا لمانع کما بسط فی الکافی اور متفرق قے کو جو منہ بہر کے نہین اٹھی ہے جمع کیجئے اور ایک قے اسکو ٹہرائیے
سبب کے متحد ہونے سے اور سبب قے کا متلی ہے محمد کے نزدیک یعنی اگر ایک ہی متلی سے چند بار تھوڑی تھوڑی قے آئی اور مجموع کرنے سے پُری منہ کو پہنچتی
ہے تو وضو کی ناقض ہے محمد کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے اسواسطے کہ نسبت کرنا احکام کا اُنکے اسباب کیطرف اصل ہے مگر یہ کہ اسباب کیطرف
نسبت کرنے سے کوئی چیز مانع ہو تو اسباب کیطرف نسبت نہو گی چنانچہ اسکی تشریح کافی مین ہے ھ مانع کی مثال چنانچہ سجدہ تلاوت ہے جبکہ اسکا سبب ایک
ہو مجلس واحد مین کیونکہ اگر یہان سبب معتبر ہو تو تداخل فوت ہوتا ہے اسواسطے کہ ہر بار کی تلاوت سبب ہے سجدہ کا اور غیر اصح قول ہے ابو یوسف کا یعنی جمع
متفرق کیواسطے اونکے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے وکل ما لیس بحدث اصلا بقرینۃ زیادۃ الباء کقئ قلیل ودم لو ترک لم یسل لیس بنجس
عند الثانی اور جو چیز حدث نہین یعنی ناقض وضو کی نہین کسیطرح سے چنانچہ تھوڑی سی قے اور خون جو اسکو چھوڑئیے تو سائل نہو تو وہ ناپاک نہین
ابو یوسف کے نزدیک شارح نے کہا حدث مین اصلا کی قید ہمنے لگائی بار جارہ کے زائد ہونیکے قرینہ سے ھ اسواسطے کہ بار جارہ کی زیادت خبر کے
عموم نفی پر دلالت کرتی ہے علم نحو کے قاعدہ سے تو اصلا کی قید لگانے سے اُس حدث سے احتراز ہوا جو معذور سے خارج ہوتا ہے وقت نماز کے خارج
ہونے سے پہلے اسواسطے کہ مثلا معذور کے پیشاب کا جاری ہونا معذور کے حق مین حدث نہین لیکن وہ ناپاک ہے اسواسطے کہ پیشاب غیر معذور کے حق
مین حدث ہے تو اصلا کی قید لگانے سے وہ داخل نرہا اس کلیہ کے تحت مین بالجملہ کلیہ مذکور صحیح ہے کہ جو شے ہرگز ناقض وضو نہین وہ ناپاک نہین اور اسکا
عکس درست نہین یعنی جو نجس نہین وہ حدث نہین اسواسطے کہ نوم اور اغما اور ریح نجس نہین مگر حدث مین یعنی ناقض وضو ہین کذا فی الطحطاوی وقیدہ
مین ہے کہ قے قلیل اسواسطے نجس نہین کہ اعلای معدہ سے خارج ہوتی ہے اور وہ نجاست کا مکان نہین ہے اور قلیل خون غیر مسفوح ہے یعنی سائل
نہین تو بفحوای آیہ کریمہ اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا (یا خون بہتا ہوا) حرام نہوا تو نجس بھی نہوگا اور آدمی کا غیر مسفوح خون جو حرام ہے تو وہ مبنی ہے اسکی گوشت کی حرمت
پر تو نجاست کا موجب نہوگا اسواسطے کہ حرمت بزرگی کے سبب سے ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو آدمی کا خون غیر مسفوح اپنی اصلی طہارت پر ہے اگرچہ وہ حرام ہے
وھو الصحیح رفقا باصحاب القروح خلافا لمحمد اور قلیل قے اور خون کا نجس نہونا یہی قول صحیح ہے زخمیون کی آسانی کیواسطے برخلاف محمد
کے یعنی اونکے نزدیک قے قلیل اور خون قلیل ناپاک ہے وفی الجوھرۃ یفتی بقول محمد لو للمصاب کالمائعات اور جوہرہ نیرہ قدوری کی شرح مین ہے
کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاوے اگر سائل چیز مین قلیل قے یا خون لگ گیا یعنی اگر پانی وغیرہ مین تھوڑا خون لگ گیا تو اسکو ناپاک جانئے اور اگر کپڑے وغیرہ
خشک چیز مین لگے تو اسکو پاک سمجھئے وینقضہ حکما نوم اور نیند وضو کو توڑتی ہے حکم شرع کی راہ سے ھ شارح نے حکما کے لفظ کو زیادہ کر کے
اشارہ کر دیا کہ مصنف نے نواقض حقیقیہ کے بیان کے بعد اب نواقض حکمیہ کو شروع کیا یزیل مسکتہ ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ
[illegible] نیند ناقض وضو ہے جو آدمی کی قوت ماسکہ کو یعنی جس قوت سے آدمی ریح کو روکتا ہے زائل کردے اسطرح پر کہ اوسکی مقعد زمین سے جدا ہو ھ
صحیح قول یہ ہے کہ نوم فی نفسہ ناقض نہین بلکہ احتمال خروج ریح وغیرہ کا ناقض ہے اسلئے کہ جب زمین سے مقعد کا زوال ہوا تو باعتبار عادت کے خروج
شئ سے خالی نہین اور جو ثابت ہے عادت سے وہ متیقن کی مانند ہے وھو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ او قفاہ او وجھہ اور نوم ناقض ہو جاتا ہے
ایک کروٹ پر یا ایک سرین پر ٹیک دیکر یا چت یا پٹ یعنی یہ چار طرح کی نیند ناقض وضو ہے قوت ماسکہ کے زائل ہو جانے سے والا ای وان لم

یہ کہ مشکلہ کا ینقض وان تعمدہ فی الصلوۃ او غیرہا علی المختار اور اگر ویسی نیند نہین یعنی اوسکی قوت ماسکہ کو زائل نہین کیا تو وہ نیند ناقض وضو
کی نہین اگرچہ آدمی قصداً سو گیا ہو نماز مین یا غیر نماز مین بنا بر قول مختار کے م علی المختار مسئلہ کی بنا راجح ہی اور غیر مختار ابو یوسف کا قول ہی کہ جب نماز
مین عمداً سوویگا تو وضو رہیگا کذا فی الطحطاوی کالنوم قاعدا ولو مستندا الی ما لو ازیل لسقط علی المذہب نوم غیر ناقض جیسے دونون سرین
پر بیٹھ کر سونا اگرچہ ایسی چیز کے سہارے سے سو گیا ہو کہ اگر اوسکو ہٹا لیجئے تو سونیوالا گر پڑی بنا بر درست مذہب کے م شارح نے نیند کی ان اقسام کی
اب تفصیل شروع کی جس سے وضو نہین ٹوٹتا ہدایہ مین سہارے کی نیند مذکور کو نواقض مین شمار کیا ہی اور اوسکی شارح نے کہا کہ طحاوی نے اسکو اختیار کیا ہی
مبسوط کی اصل روایت مین نہین ہے اور محیط مین ہے کہ اگر زمین پر مستقر نہو تو ناقض ہے اور اگر مستقر ہو تو ناقض نہین یہی قول اصح ہی کذا فی الدرر
او ساجدا علی الہیئۃ المسنونۃ ولو فی غیر الصلوۃ علی المعتمد ذکرہ الحلبی یا سونا سجدہ کر زمین سنت کیطور پر اگرچہ نماز کے سوا مین اسطرح سو گیا ہو
وضو نہین جاتا قول معتمد پر ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے م سجدہ مسنون کی صفت یہہ ہی کہ پیٹ اونچا رکھی رانون سے اور بازو علحدہ ہون پہلو سے اسواسطے کہ
اسطرح مین استمساک باقی ہی اور استطلاق منعدم ہی اور بعضون نے کہا کہ نماز مین ہر طرح کا سجدہ ناقض نہین اور غیر نماز مین سجدہ مسنونہ ناقض نہین کذا فی الطحطاوی
وہندیہ مین ہے اور اسیطرح قیام اور رکوع کی حالت مین سونا وضو کا ناقض نہین او متورکا یا سرین پر سونا اسطرح کہ دونون پانون ایک جانب کو پہیلائے
اور دونون سرین زمین پر جمائے او محتبیا ورأسہ علی رکبتیہ یا سونا اکڑون بیٹھ کر اسطرح کہ دونون پنڈلیان چہاتی سے ملا دین کپڑا لپیٹ کر یا دونون ہاتہون
سے تہام کر اور سر دونون گہٹنون پر ہو طحطاوی نے کہا اگر سر گہٹنون پر نہو تو بطریق اولے ناقض وضو نہین او شبہ المنکب یا سونا اوندہی کی مانند
اسطرحکہ دونون سرین رکہی ایڑیون پر اور پیٹ رانون پر اور ہو گیا اوندہی کی مشابہ ایسا ذکر کیا بحر الرائق مین اور اسمین گفتگو ہی کذا فی الطحطاوی
او فی محمل او سرج او اکاف یا سونا عماری مین یا زین یا پالان پر م طحطاوی نے خلاصہ سے نقل کیا کہ محمل مین کہڑے یا بیٹھے سونا ناقض نہین انتہی
خانیہ مین ہی کہ اگر جانور کی پیٹھ پر زین یا پالان مین سو گیا وضو نہین ٹوٹا کیونکہ مفاصل ڈہیلے نہین ہو گئے اور اگر دونون سرین کو ایڑیون پر رکہکر سو گیا
جسطرح کتا کرتا ہے تو اوسپر وضو نہین ابو یوسف کے نزدیک اور بعضون نے کہا کہ امام کے نزدیک بھی ولو الدابۃ عریانا فان حال الہبوط نقض و
الا لا اور جو سوار اس حالمین کہ جانور کی پیٹھ برہنہ ہے تو اگر اوتار پر ہے یعنی بلندی سے نشیب کو آتا ہی تو ناقض وضو ہی ورنہ ناقض نہین م
اسلئے کہ نیچے اوترتے پر سوار آگے کو جہکتا ہی تو سرین اوٹھہ جاتے ہین تو استمساک جو مانع خروج ریح تہا باقی نرہا اور برابر زمین پر یا بلندی پر چڑہنے
مین یہہ بات نہین تو وضو قائم رہیگا ولو نام قاعدا یتمایل فسقط ان انتبہ حین سقط فلا نقض بہ یفتی کما عن بعضہم اکثر ما قیل عندہ اور جو بیٹھی
سو رہا تہا جہوم جہوم کر پہر گر پڑا اگر گرتے ہی جاگ پڑا تو ناقض وضو نہین اسی قول پر فتوی ہی جیسے وضو نہین ٹوٹتا اوس اونگہنی کا جو سمجہا جاتا ہی اکثر اون باتونکو
جو اوسکے پاس ہو رہی ہین کذا فی الخانیہ م خانیہ مین ہی کہ اگر چار زانو سو یا کسی چیز پر پیٹھ کو ٹیک کر شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ یہہ ناقض نہوگا انتہی ما فی
الخانیہ حاصل مقام یہہ ہے کہ اگر استرخا مفاصل نہین ہوا اور عدم زوال قوت ماسکہ کی دلیل قائم ہی چنانچہ قیام اور قعود اور رکوع اور سجدہ مسنونہ
وغیر ذلک من المذکورات مین تو وضو قائم ہے ورنہ قائم نہین والعتہ لا ینقض اور اختلال عقلی اور اختلاط کلامی ناقض وضو نہین م عتہ بفتح
اول و سکون ثانی آفت ہی موجب اختلال عقل اسطرحپر کہ شخص مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو جاتا ہے مگر وہ کسیکو نہین مارتا ہی اور نہ گالی دیتا ہی ایسا ذکر
ہے بحر الرائق مین اور معتوہ کا وضو اسواسطے صحیح ہوا کہ فقہا نے اوسکی صحت عبادت پر حکم کیا ہی اگرچہ وہ عبادت کا مکلف نہین جیسے طفل عاقل کی
عبادت صحیح ہی گو وہ مکلف نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا کنوم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام جیسے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی نیند وضو کو نہین
توڑتی م قنیہ مین مصرح ہی کہ ناقض وضو نہونا نوم کا حضرات انبیا کی خصوصیات سے ہی ولہذا صحیحین مین وارد ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سوئے
یہانتک کہ سونے کی آواز معلوم ہوئی پہر اوٹھی اور نماز پڑہی بدون وضو کے اسواسطے کہ دوسری حدیث مین فرمایا ہی کہ میری آنکہین سوتی ہین اور میرا دل
نہین سوتا اور اسپر اعتراض نہین لگتا اوس حدیث کا کہ لیلۃ التعریس مین حضرت سو گئے تہے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا تہا اسواسطے کہ دل فقط جاگتا تہا

[illegible]

احداث بدنی سے آگاہ تھا اور طلوع آفتاب کا ادراک دل سے متعلق نہین آنکھ کا یہہ کام ہے سو آنکھ تو سوتی تھی ایسا ہی مشہور ہے محدثین اور فقہا کی
کتابون مین علامہ ابو سعود نے کہا علاوہ یہہ ہے کہ نوم کی کچھ خصوصیت نہین بلکہ نوم کے سوا اور نواقض کا بھی حکم ہے تو اسوقت مین حضرات انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کرنا امتون کی تشریع کیواسطے تھا مگر منجملہ نواقض کے اغما اور غشی مستثنی ہین کذا فی الطحطاوی وھل ینقض اغماؤھم
وغشیتھم ظاہر کلام المبسوط نعم اور انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کا اغما اور غشی ناقض وضو ہی یا نہین جواب اسکا ظاہر کلام مبسوط سی یہہ ہی کہ ہان ناقض
ہے ومن الاغماء یعنی بیہوشی بیماری کی ایک قسم ہے جس سی قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور عقل زائل نہین ہوتی بلکہ عقل کو چھپا لیتی ہے برخلاف جنون کے کہ
وہ عقل کو زائل کر دیتا ہے اور غشی یہہ ہی کہ قوت محرکہ اور حساسہ معطل ہو جای بسبب قلب ضعیف ہو جانیکے گرسنگی وغیرہ سی چنانچہ قہستانی مین ہے تو
غشی نوم کی برابر ہے زوال اختیار اور فوت قدرت مین بلکہ نوم سی زائد ہی اسواسطی کہ نائم جگانے سی ہوشیار ہو جاتا ہی اور غشی جو اغما کی ایک قسم ہے
اسکا صاحب ہوشیار کرنے سے بھی ہوشیار نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینقضہ اغماء ومنہ الغشی اور وضو کو توڑتا ہی اغما اور اسکی قسم سے
ہی غشی یعنی اغما اور غشی دونون ناقض ہین وجنون اور جنون یعنی دیوانگی ناقض وضو ہے جنون عبارت ہی زوال عقل سی اور اسکا ناقض ہونا ظاہر
ہی باعتبار عدم مبالات کے اور عدم تمیز حدث کی غیر حدث سی کیونکہ مجنون مسلوب العقل ہو جاتا ہی لہذا انبیا علیہم الصلوۃ والسلام پر جنون کا ہونا صحیح نہین اور
اغما صحیح ہے اسواسطی کہ عقل اوسمین مغلوب ہے نہ مسلوب کذا فی العینی وسکر ھو حل فی مشیہ تمایل ولو باکل الحشیشۃ اور ناقض وضو ہی وہ نشا کہ
مست اپنی چال مین ادہر ادہر جھکتا جاتا ہو اگرچہ بھنگ کے کہانے سی نشا حاصل ہوا ہو ھم نشا اور مستی عبارت ہی اوس سرور سی جو عقل پر غالب ہو جاے
بعض مسکرات کے استعمال سی تو آدمی عقل کے موافق عمل نہین کر سکتا مگر اوسکی عقل زائل نہین ہو جاتی اسیواسطے وہ خطاب شرع کے لائق باقی رہتا ہی یہی قول
تحقیق ہے اور بعضون نے کہا کہ مستی کا سرور عقل کو زائل کر دیتا ہی اور باوجود زوال عقل کے اسکا مکلف ہونا بطریق زجر اور توبیخ کے ہے کذا فی
الطحطاوی وقہقہۃ اور قہقہہ یعنے ٹھٹھا مار کے ہنسنا ناقض ہے بشروط آیندہ ھم قیاس اسکو چاہتا ہے کہ قہقہہ ناقض نہو اسواسطی کہ وہ خارج
نجس نہین اور یہی مذہب ہی شافعی اور مالک اور احمد وغیرہم کا اور ہماری مذہب کی دلیل وہ حدیث ہی جو چھہ صحابیون سی مرفوع مروی ہی از انجملہ
ایک طریق یہہ ہی جو معجم طبرانی مین ابو العالیہ ابو موسی اشعری رضہ سی راوی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑہاتے تھے کہ ایک کمنظر آدمی
آیا اور اوس گڑھے مین گر پڑا جو مسجد مین تھا پس بہت لوگ جو نماز مین تھے ہنس پڑے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہنسنے والونکو فرمایا کہ وضو اور
نماز کا اعادہ کرین اور بیہقی نے خلافیات مین مانند اسکے روایت کی پہر اس حدیث کو معلول کہا اسطرح پر کہ ثقات کی جماعت نے اس حدیث کو عن ابی العالیہ
عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا یعنی تابعی نے صحابی کا نام نہین لیا مین کہتا ہون بیہقی اس حدیث کے رد کرنے پر قادر نہوا سواے
مرسل کہنے کے اور حدیث مرسل ہماری نزدیک حجت ہی اور مرسل ابو العالیہ کا صحیح ہے اور عجب ہی احمد بن حنبل سی اسواسطی کہ انکا مذہب یہہ ہے کہ حدیث
مرسل اور حدیث ضعیف کو تقدیم دیتے ہین قیاس پر سو یہان اونہون نے قیاس کو حدیث مرسل پر مقدم کیا کذا فی العینی مختصرا وماہیۃ یانہ
فیہ ھی ما یسمع جیرانہ قہقہہ وہ ہنسی ہی جسکو پاس کے لوگ سنین اور ضحک وہ ہنسی ہی جسکو آپ آدمی سنے اور کوئی نہ سنے اور ضحک کا حکم یہہ ہی کہ وہ
وضو کا ناقض نہین نماز کا مبطل ہی اور تبسم وہ ہنسی ہی جسمین مطلق آواز نہو بلکہ فقط دانت کہل جاوین اوسکا حکم یہہ ہی کہ نہ وضو اوس سی جاتا ہی نہ نماز
بالغ ولو امرأۃ سھوا یقظان قہقہہ جاگتی جوان کا ناقض ہی اگرچہ عورت ہو گو بہولکر قہقہہ کیا ہو فلا یبطل وضوء صبی ونائم بل صلوتہما بہ
توڑنگے اور سوتے کا قہقہہ وضو کو باطل نکریگا بلکہ دونون کی نماز کو باطل کریگا اسی قول کا فتوی ہے مصلی ولو حکما کالبانی ناقض وضو ہی قہقہہ
اوس جاگتی جوان کا جو نماز پڑہتا ہی خواہ افعال نماز کے بالفعل ادا کرتا ہی یا نمازی کا حکم رکہتا ہی بانی کی مانند بانی وہ شخص ہے جسکا وضو نماز مین ٹوٹا
پہر وضو کرنے کو گیا اس قصد سی کہ وضو کے بعد نماز مذکور کو تمام کرے تو اوسنے وضو کرنیکے بعد قہقہہ مارکے ہنسا وضو ٹوٹ گیا کذا فی فتاوی قاضیخان
بطہارۃ صغری ولو تیمما مستقلۃ نماز پڑہتا ہو اوس طہارت صغری کے ساتھہ جو بالاستقلال کی ہو نہ درضمن غسل اگرچہ تیمم ہو ھم طہارت

صغریٰ سے عبارت ہی وضو اور تیمم سے اور طہارت کبریٰ عبارت ہی غسل سی فلا یبطل وضوءٌ فی ضمن الغسل تو باطل نہوگا وہ وضو قہقہہ سی تمام بدن کے دہونے کے ضمن مین حاصل ہوا ہم اور اگر اول وضو کرکے غسل کریگا تو ظاہرا وضو مستقل ہے کذا فی الطحطاوی لکن رجح فی الحاشیۃ والنھر والنھایۃ النقض عقوبۃ لہ وعلیہ الجمھور کما فی الدخائر لا الشرنبلالیۃ اور قنیہ اور فتح اور نہر الفائق مین وضو ضمنی کے نقض کو راجح کہا ہے ہنسی والیکو سزا دینے کیواسطے ذخائر اشرفیہ مین کہا کہ جمہور اسی قول پر ہین کہ وضو نہین رہتا صلوٰۃ کاملۃ بالغ ذکر پوری نماز پڑہتا ہووے ہم نماز کامل سے مراد رکوع سجود والی نماز ہے یا جو رکوع سجود کے قائم مقام ہے چنانچہ اشارہ معذور کا یا سوار کا تو نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت مین قہقہہ سے وضو نہ ٹوٹیگا لیکن وہ نماز اور سجدہ باطل ہوگا ولو عند السلام عمدا فانھا تبطل الوضوء لا الصلوٰۃ خلافا لزفر کما حررہ فی الشرنبلالیۃ اگرچہ سلام کیوقت عمداً قہقہہ کیا اسواسطے کہ یہہ قہقہہ وضو کو باطل کرتا ہی نہ نماز کو برخلاف زفر کے چنانچہ شرنبلالیہ شرح وہبانیہ مین اسکو لکھا ہی ہم عمداً کی قید اسواسطے لگائی تا خروج بصنعہ متحقق ہو تو اس سی نماز باطل نہوئی اور وضو ٹوٹ گیا اسواسطے کہ نماز کی جز اخیر مین قہقہہ پایا گیا ولو قہقہہ امامہ او احدث عمدا ثم قہقہہ المؤتم ولو مسبوقا فلا نقض اور اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمدا حدث کیا پہر مقتدی نے قہقہہ کیا اگرچہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہین ٹوٹتا اسواسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصدی سے نماز باطل ہوگئی تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا اور خارج نماز کے قہقہہ ناقض نہین بخلافہ بعد کلامہ عمداً فی الاصح برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح مین ہم یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پہر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول مین مقتدی کا وضو ٹوٹ جاویگا وجہ فرق قہقہہ اور کلام مین یہہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد اسواسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہین ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہذا وضو نہ رہا برخلاف قہقہہ امام یا عمداً حدث کے کہ اوسنے طہارت کو فاسد کردیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوگئی تو اب قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا کذا فی الطحطاوی ومن مسائل الامتحان لو نسی مسح المسح فقہقہ قبل قیامہ للصلوٰۃ انتقض لا بعد الابطلان بالقیام الیھا اور آزمائش کے مسئلون سی ایک یہہ مسئلہ ہی کہ اگر بانی مثلا مسح کرنا سر یا موزی کا بہول گیا پہر اوسنی قہقہہ مارا نماز مین شروع کرنے سی پہلے تو اسکا وضو ٹوٹ گیا یعنی اسواسطے کہ نماز کے اندر قہقہہ واقع ہوا اور اسواسطے کہ بانی کا وضو کیواسطے آنا جانا نماز مین داخل ہے اور جو بعد شروع کرنے نماز کے ہنسا تو وضو نہین ٹوٹا بسبب باطل ہوجانے نماز کے نماز کے شروع کرنے سے کیونکہ نسیان مسح سی طہارت نہوئی تو بے طہارت نماز پڑہنے سے نماز باطل ہوگئی تو قہقہہ خارج نماز کے ٹہرا ہم یعنی اگر سائل چاہے کہ مسئول کو آزماوے کہ اوسکو علم اس مسئلہ کا ہی یا نہین تو یون پوچہے کہ وہ قہقہہ کونسا ہے کہ جب نماز کے اندر واقع ہو تو ناقض نہوا اور جب خارج نماز کے صادر ہو تو ناقض ہوا لاکہ امر بالعکس ہے کذا فی الطحطاوی ومباشرۃ فاحشۃ بتماس الفرجین ولو بین المرأتین والرجلین مع الانتشار للجانبین المباشر والمباشر ولو بلا بلل علی المعتمد اور ناقض وضو ہی کہلی مباشرت دونون شرمگاہون کے بہڑ جانے سے اگرچہ یہہ امر دو عورتون مین واقع ہو یا دو مردون مین انتشار آلہ کے ساتھ جانبین یعنی لگانیوالا اور جسکو لگایا دونون کے وضو کی ناقض ہے اگرچہ مباشرت مذکورہ مین مذی کی تراوت نہو بنا بر معتمد قول کے ہم یہہ قول شیخین کا ہی اور محمد نے کہا کہ مباشرت فاحشہ ناقض نہین جبتک کچہہ نہ نکلے اور صاحب حقائق نے اسکو صحیح کہا ہی لیکن یہہ تصحیح معتمد نہین اسلئے کہ تحفہ مین تصریح کی چنانچہ اوسکو شارح منیہ نے نقل کیا کہ شیخین کا قول صحیح ہے اور یہی قول متون فقہ مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر مین کہتا ہون فتاوی عالمگیری مین جو بنا بیم سی محمد کے قول پر فتوی اور نصاب سی تصحیح اوسکی نقل کی ہے وہ بھی بقول صاحب بحر متون کے مخالف ہونیسی لائق اعتماد کے نہین تتمہ مین ہی کہ عورت کے وضو ٹوٹنے مین انتشار آلہ مرد معتبر نہین کذا فی العالمگیریۃ لا ینقضہ مس ذکر لکن یغسل یدہ ندبا نہین توڑتا وضو کو نائرہ کا چہونا لیکن مستحب ہی کہ ہاتھ دہو ڈالے ہم بسرہ بنت صفوان کی حدیث مین مس ذکر سی نقض وضو مذکور ہی اور طلق بن علی عن ابیہ کی حدیث مین جسکو سوا ابن ماجہ کے اصحاب سنن نے روایت کیا ہی نقض وضو مذکور نہین ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث اصح

اور احسن ہو اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے بسرہ بنت صفوان کی حدیث کو ضعیف کہا ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وَ اَمْرَأَۃٍ وَ اَمْرَدٍ اور نا قض وضو نہین
عورت کا چھونا اور لڑکے بیرلیش کا ہم امام شافعی کے نزدیک عورت کا چھونا ناقض وضو ہے بدلیل قولہ تعالیٰ (اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ) ہماری دلیل یہہ ہے
کہ لمس جب مقارن ہو عورتون سے تو جماع مراد ہوتا ہے اور صحیح مسلم حدیث عائشہ کا چھونا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاؤن کا نماز کے اندر ثابت ہے
اور صحیحین مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہٹانا عائشہ صدیقہ کے پانوؤن کا نماز مین ثابت ہو لکن یُنْدَبُ لِلْخُرُوْجِ مِنَ الْخِلَافِ لَا سِیَّمَا لِلْاِمَامِ
لیکن وضو کر لینا مس ذکر اور مس عورت سے مستحب ہو تا کہ باتفاق مجتہدین کے طہارت حاصل ہو خصوصاً امام کے حق مین یعنے اسواسطے کہ امام کے پیچھے موافق اور
مخالف سب نماز پڑہتے ہین تو مقتدیونکی رعایت کرنا خوب بات ہو لکن بِشَرْطِ عَدَمِ لُزُوْمِ ارْتِکَابِ مَکْرُوْہٍ فِیْ مَذْہَبِہٖ لیکن بشرطیکہ ارتکاب مکروہ کا
اپنے مذہب مین لازم نہ آوے ہم شارح نے استدراک کیا اُس مفہوم سے جو اس کلام سے سمجھا گیا کہ امام کو مراعات مقتدیونکی مذہب کی مستحب ہی خواہ اس
مسئلے مین یا اسکے غیر مین والا اس مسئلے مین تو اپنے مذہب کے مکروہ کا کچھہ بھی ارتکاب نہین کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کما لا یَنْتَقِضُ لَوْ خَرَجَ مِنْ
اُذُنِہٖ وَنَحْوِہَا کَعَیْنِہٖ وَثَدْیِہٖ قَیْحٌ وَنَحْوُہٗ کَصَدِیْدٍ وَمَاءِ سُرَّۃٍ وَغَیْرِہٖ لَا بِوَجَعٍ جیسے وضو نہین ٹوٹتا اگر متوضی کے کان سے اور مانند اوسکی جیسا کہ
اوسکی آنکھہ یا پستان سے بدون درد کے پیپ نکلا اور اوسکی مانند چنانچہ زرد آب اور ناف کا پانی وغیرہ یعنی ناک کا پیپ اور زرد آب نکلا ناقض نہوگا
بدون درد کے وَاِنْ خَرَجَ بِہٖ اَیْ بِوَجَعٍ نَقَضَ لِاَنَّہٗ دَلِیْلُ الْجُرْحِ اور اگر پیپ وغیرہ درد کے ساتھہ نکلا تو وضو کا ناقض ہوگا اسواسطے کہ درد کی
ساتھہ نکلنا وجود زخم کی دلیل ہے ہم بحر الرائق مین کہا کہ پانی مین یہہ تفصیل البتہ خوب ہو اور پیپ اور زرد آب تو بدون زخم کے نہین ہوتا نہر الفائق
مین اسکا جواب دیا کہ ممکن ہو کہ زخم چنگا ہوکر پیپ نکلا ہوا اور درد کا نہونا ہمی صحت کی علامت ہو فتاوی عالمگیری مین ماتن کی تفصیل کے موافق محیط سے
شمس الائمہ حلوائی کا فتوی نقل کیا ہے اور کہا ہو کہ اسیطرح ذخیرہ اور زیلعی اور سراج وہاج مین مذکور ہے تو صاحب بحر کا شبہہ لائق التفات کے
نہین رہا فَدَمْعُ مَنْ بِعَیْنِہٖ رَمَدٌ اَوْ عَمَشٌ نَاقِضٌ فَاِنِ اسْتَمَرَّ صَارَ ذَا عُذْرٍ مُجْتَبٰی وَالنَّاسُ عَنْہُ غَافِلُوْنَ جب معلوم ہوا کہ جو درد کے ساتھہ خارج
ہو وہ ناقض ہے تو آنسو اوس شخص کا جسکی آنکھہ اوٹھی آئی اور دکھتی ہے یا ایسی چوندہی اور چیپڑی کہ اکثر پانی بہا کرتا ہے ناقض وضو ہی
اور اگر آنسو بہنا دائمی ہوگیا تو یہہ شخص معذور ہوگیا اور معذور کا حکم باب الحیض مین معلوم ہوگا ایسا مذکور ہے مجتبے مین اور لوگ اس مسئلے کے حکم
سے غافل ہین یعنی اس آنسو کو ناقض وضو نہین جانتے ہین ہم فقہا نے کہا ہو جسکی آنکھہ مین رَمَد یا عَمَش سے آنسو جاری ہو اوسکو ہر وقت نماز
کے وضو کرنیکا امر کیا جاوے صاحب بحر نے کہا یہہ تعلیل اسکی مقتضی ہو کہ یہہ استحباب کا امر ہے صاحب نہر نے کہا بلکہ وجوب کا امر ہو بقرینہ
مرض اسیطرح فتح القدیر مین ہے اور مجتبی مین اسکی وجہہ یون بیان کی ہے کہ شاید پلکون کے زخم سے آنسو آتا ہو کذا فی الطحطاوی کَمَا
یَنْقُضُ لَوْ حَشَا اِحْلِیْلَہٗ بِقُطْنَۃٍ وَابْتَلَّ الطَّرَفُ الظَّاہِرُ ہٰذَا لَوِ الْقُطْنَۃُ عَالِیَۃً اَوْ مُحَاذِیَۃً لِرَأْسِ الْاِحْلِیْلِ وَاِنْ مُتَسَفِّلَۃً عَنْہُ لَا یَنْقُضُ جیسے ناقض
وضو ہے اگر مرد نے پیشاب کے سوراخ مین روئی بہر دی ہوا اور روئی کی ظاہر طرف تر ہوگئی یہہ نقض وضو کا حکم اسصورت مین ہے کہ اگر روئی سوراخ
کے سرے سے اونچی ہو یا برابر ہو اور اگر سوراخ کے سرے سے نیچی ہو اور طرف ظاہر تر ہو جاوے تو تر ہونا ناقض نہوگا اسواسطے کہ خروج متحقق نہوا وَکَذَا
الْحُکْمُ فِی الدُّبُرِ وَالْفَرْجِ الدَّاخِلِ اور اسیطرح کا حکم ہے مقعد اور فرج داخل کی روئی کا یعنی اگر وہان کی روئی وغیرہ اونچی یا برابر ہو تو طرف
ظاہر تر ہونے سے وضو ٹوٹیگا ورنہ وضو قائم ہے ہم منیۃ المصلی مین ہو کہ اگر روئی یا کپڑا فرج خارج مین ہے اور تر ہوگیا تو وضو ٹوٹا نافذ ہو
یا نہو کذا فی الطحطاوی وَاِنِ ابْتَلَّ الطَّرَفُ الدَّاخِلُ لَا یَنْقُضُ اور اگر روئی وغیرہ کی اندر کی طرف تر ہوگئی تو ناقض وضو نہین وَلَوْ سَقَطَتْ
فَاِنْ رَطْبَۃً انْتَقَضَ وَاِلَّا لَا اگر روئی وغیرہ ساقط ہوئی یعنی گر پڑی ہو تو اگر تر ہے تو وضو ٹوٹا اور اگر تر نہین تو نہین ٹوٹا وَکَذَا لَوْ اَدْخَلَ اِصْبَعَہٗ فِیْ
دُبُرِہٖ وَلَمْ یُغَیِّبْہَا اور اسیطرح کا حکم اگر انگلی مقعد مین داخل کی اور ساری انگلی غائب نہین کی یعنی اگر تر نکلی تو وضو ٹوٹا اور اگر خشک نکلی تو
نہین ٹوٹا فَاِنْ غَیَّبَہَا اَوْ اَدْخَلَہٗ عِنْدَ الْاِسْتِنْجَاءِ بَطَلَ وُضُوْءُہٗ وَصَوْمُہٗ پھر اگر انگلی تمام غائب کر دی یا پانی سے استنجا کرنے داخل کی تو

وضو اور روزہ اسکا باطل ہوگیا ہم شارح کے کلام مین لف ونشر مرتب ہی تو بطلان وضو کا اونگلی غائب کرنے سے متعلق ہی اور بطلان صوم داخل حالت
استنجا سے متعلق ہے اسواسطے کہ جب اونگلی غائب ہوتی تو تلوث نجاست سے نکلیگی تو وضو باطل ہوگا اور جبکہ استنجا کرنے مین اونگلی داخل کی تو پانی کا
داخل ہونا پیٹ مین لازم آیا صوم باطل ہوگیا کذا فی الطحطاوی بعضون نے لف ونشر کا دہیان نہین کیا تو شارح پر اعتراض کیا کہ انگلی کے داخل کرنے سے
اگر تر نہو تو صوم باطل نہین ہوتا شارح نے یہہ کیا کہا حالانکہ شارح کا مطلب یہہ ہے کہ اونگلی غائب کرنے سے وضو باطل ہوتا ہی نہ صوم اور داخل حالت استنجا
سے صوم باطل ہوتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح نے ہم فروع جمع ہے فرع کی اور فرع کہتے ہین ہر شی کے اعلے کو اور قوم کے شریف کو
تو فروع سے مسائل عالیہ اور شریفہ مراد ہین بطریق استعارہ کے شارحین کی غالب عادت یہہ ہے کہ بلفظ فروع اُن مسائل کو جو متن سے فوت ہوئے یا
مستغرب مین ذکر کرتے ہین مناسب ہر مقام کے کذا فی الطحطاوی شارح رحمۃ اللہ علیہ آخر بحث مین فروع ضروریہ اور عجیبہ اکثر بیان کرتا ہی اور گاہے
ایضا بیچ کلام مین مناسب مقام یُسْتَحَبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَحْتَشِیَ اِنْ رَابَہُ الشَّیْطَانُ وَیَجِبُ اِنْ کَانَ لَا یَنْقَطِعُ اِلَّا بِہٖ قَدْرَ مَا یُصَلِّیْ مرد کو مستحب ہی
احلیل مین روئی وغیرہ رکہنا اگر شیطان اوسکو شک مین ڈالتا ہو قطرہ آنیکے وسوسہ سے اور واجب ہے بقدر نماز پڑہنے کے اگر عذر منقطع نہو تا ہو بدون
روئی رکہنے کے تاکہ نماز جتنے المقدور طہارت سے حاصل ہو ہم طحطاوی نے کہا جب محدث نے وضو کیا اور جنب نہایا پیشاب کے بعد پہر اوسنے اپنی ذکر پر نمی
اور تراوت دیکہی اور اوسکو معلوم نہین کہ وہ پانی ہے یا پیشاب ہی تو وہ وضو کا اعادہ کرے اور اگر نماز کے اندر یہی بات حاصل ہوئی اور شیطان
اسکا بہت وسوسہ ڈالے اور اوسکو نجاست کا یقین نہین ہے تو وہ نماز پڑہتا رہے اور اوسکا دہیان نکرے جبتک اوسکے پیشاب ہونیکا یقین حاصل
نہو اور جو مبتلا ہو ایسے وسواس کا اوسکو چاہیئے کہ وہ اپنی شرمگاہ پر پانی چہڑک لے تاکہ اگر تراوت نظر آوے تو اوسکو پانی جانے نہ پیشاب کذا فی
الخانیہ بَاسُوْرِیٌّ خَرَجَ مَقْعَدُہٗ اِنْ اَدْخَلَہٗ بِیَدِہٖ اِنْتَقَضَ وُضُوْءُہٗ وَاِنْ دَخَلَ بِنَفْسِہٖ لَا بواسیر والے کی مقعد باہر نکلی اگر اوسکو اپنی ہاتہہ سے
اندر کر دیا تو اوسکا وضو ٹوٹا اور اگر خود بخود داخل ہوگئی تو وضو نہین ٹوٹا لیکن اگر کچہہ نجاست ظاہر ہوگی تو ناقض وضو ہی کذا فی الطحطاوی سے
وَکَذَا لَوْ خَرَجَ بَعْضُ الدُّوْدَۃِ فَدَخَلَتْ اور اسیطرح اگر کیڑا تہوڑا سا نکلا پہر گہس گیا تو ناقض نہین مَنْ لِذَکَرِہٖ رَاْسَانِ فَالَّذِیْ لَا یَخْرُجُ مِنْہُ
الْبَوْلُ الْمُعْتَادُ بِمَنْزِلَۃِ جس شخص کے ذکر کے دو سر ہون تو جس سر سے عادت والا پیشاب نہین نکلتا وہ بمنزلہ زخم کے ہی یعنی اُس سے اگر کوئی
چیز نکلیگی تو وضو نہ ٹوٹیگا جبتک وہ شی سائل نہوگی جیسے زخم سے نکلنا بدون سیلان ناقض نہین اَلْخُنْثٰی غَیْرُ الْمُشْکِلِ فَرْجُہُ الْاٰخَرُ کَالْجُرْحِ جو خنثی
کہ مشکل نہین اوسکی دوسری فرج بمنزلہ زخم کے ہی تو وضو نہ ٹوٹیگا بدون بہنے کے ایسا ہی فتح القدیر وغیرہ مین اور اکثر فقہا کہتے ہین کہ وضو ٹوٹنے کا
دونون فرج کی پیشاب نکلنے سے سائل ہو یا نہو اسکا حال ظاہر ہوگیا ہو یا نہو نہر الفائق مین زیلعی سے نقل کیا کہ اول قول پر اعتماد کرنا لائق ہے کذا
فی الطحطاوی وَالْمُشْکِلُ یَنْتَقِضُ وُضُوْءُہٗ بِکُلٍّ اور خنثی مشکل کا وضو ٹوٹتا ہے ہر فرج کے نکلنے سے بدون سیلان کے بنظر احتیاط کے کذا فی
التوضیح ہم خنثی مشکل اوسکو کہتے ہین کہ مرد اور عورت ہونا کسی علامت سے ثابت نہو نہ قبل از بلوغ نہ بعد از بلوغ مُنْکِرُ الْوُضُوْءِ ہَلْ یَکْفُرُ اِنْ
اَنْکَرَ الْوُضُوْءَ لِلصَّلٰوۃِ نَعَمْ وَلِغَیْرِہَا لَا سوال وضو کا منکر کافر ہے یا نہین جواب اگر اوسنے وضو کا انکار کیا نماز کیواسطے تو ہان وہ کافر ہوا اور غیر
نماز کیواسطے منکر وضو ہوسکی کافر نہین ہوگا ہم نماز کے وضو کا منکر اسواسطے کافر ہوا کہ اوسنے قران کی تکذیب کی قال اللہ تعالی یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الخ اور غیر نماز اگرچہ مس مصحف کے وضو کا انکار کرے کافر نہوگا اسواسطے کہ اوسکی آیت مین اختلاف ہی چنانچہ مذکور
ہوچکا یعنی تو قطعی کا منکر نہ ٹہرا شَکَّ فِیْ بَعْضِ وُضُوْئِہٖ اَعَادَ مَا شَکَّ فِیْہِ لَوْ فِیْ خِلَالِہٖ وَلَمْ یَکُنِ الشَّکُّ عَادَۃً لَہٗ وَاِلَّا لَا شک پڑا وضو
کے بعض افعال مین یعنی کسی عضو کے غسل مین یا مسح مین تو جس فعل مین شک پڑا کہ کیا یا نہین کیا اوسکو پہر کرلے اگر اثناء وضو کرنے مین شک
ہوا ہو اور شک کا ہونا اوسکی عادت نہو ورنہ اعادہ نہین یعنی اگر اثناء وضو مین شک نہین پڑا بلکہ بعد وضو کر چکنے کے شک پڑا خواہ اوسکو
شک کی عادت ہو یا نہو یا اوسکو شک کی عادت خواہ اثناء وضو مین ہو یا بعد وضو ان صورتون مین اعادہ نکرے اور شک کیطرف التفات نکرے

اور اُسکو با وضو سمجھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو علم انه لم یغسل عضوا وشك فی تعیینه غسل رجله الیسری لانه آخر العمل اور اگر اوسکو بالیقین معلوم
ہو کہ اوسنی ایک عضو کو نہین دہویا اور شک پڑا اوسکو عضو کے معین کرنے مین کہ ہاتھ ہے یا پانون تو بائین پانون کو دہو لے اسواسطی کہ وہ پچھلا عمل ہی وضو
مین تو نسیان کیطرف وہی اقرب ہی باقی رہی یہہ بات کہ اگر پچھلے پانون کے دہونیکا یقین ہو صورت مذکورہ مین تو ظاہرا اوسکی ماقبل عضو کا اعتبار ہوگا و
ہکذا کما فی الطحطاوی ولو تیقن بالطہارۃ وشك بالحدث او بالعکس اخذ بالیقین اور اگر طہارت کر چکنے کا یقین ہوا ور وضو کے ٹوٹنی مین شک
پڑے یا اسکے بالعکس یعنے وضو ٹوٹنے کا یقین ہے اور طہارت کرنے مین شک پڑی تو یقین کو لے اور شک کو چہوڑے یعنی پہلی صورتمین طہارت کو اعتبار کری
اور دوسری صورت مین زوال طہارت کو معتبر جانے اسواسطے کہ یقین شک سی نہین ٹل سکتا کیونکہ یقین قوی چیز ہے اور شک ضعیف قوی ضعیف سی کیونکر ٹل
سکے ولو تیقنہما وشك فی السابق فهو متطہر اور اگر طہارت اور حدث دونون کا یقین ہوا اور سابق مین شک پڑی یعنی یہہ یاد نہین رہا کہ اول طہارت تہی یا
حدث تو وہ شخص شرعا باطہارت ہی اسواسطے کہ غالبا طہارت بعد حدث کے ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی ومثلہ المتیمم اور متوضی کے حکم مین تیمم کرنیوالا ہے یعنی
اگر تیمم کا یقین حاصل ہی اور بیوضو ہونے مین شک واقع ہوا ہے یا حدث کا یقین ہی اور تیمم مین شک ہی تو یقین پر عمل کرے اور جو دونونکا یقین ہے اور تقدم اور
تاخر مین شک ہی تو یہہ شخص باتیمم ہے ولو شك فی نجاسۃ ماء او ثوب او طلاق او عتق لم یعتبر وتمامہ فی الاشباہ اور جو شک پڑی پانی یا
کپڑے کی نجاست مین یا زوجہ کی طلاق مین شک پڑی کہ طلاق دی یا نہین دی یا لونڈی غلام کے آزاد کرنے مین شک واقع ہوا تو اس شک کا کچہہ اعتبار نہین
پانی اور کپڑی کو پاک جانے اور عورت کو اپنی زوجہ اور لونڈی غلام کو مملوک سمجھی اور مسائل شک کا پورا بیان اشباہ ونظائر مین ہی الیقین لا یزول بالشك کے
قاعدہ مین ہم مجتبی مین ہی کہ خون اور پیب اور زرد آب اور زخم کا پانی اور آبلہ اور پہنسی اور آنکہہ اور کان کا پانی بیماری کی جہت سی سب برابر ہین بنا بر قول
اصح کے جو ناقض وضو نہین چنانچہ قلیل تے یا خون وہ طاہر ہے مگر خون استحاضہ اگر خون غیر سائل سی کپڑا ملوث ہوگیا تو جواز نماز کا مانع نہین جیسے
اصحاب القروح کے کپڑے بار بار خون کے سیلان اور بلا تجاوز کے نکلنے سی بھر جاتے ہین مانع نماز نہین قدر کے سبب سے اگرچہ خون بکثرت ہو اسی پر فتوی
ہے ینابیع مین ہی کہ تیل ڈالا احلیل مین پہر وہ نکل آیا وضو نہین ٹوٹا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین محیط مین ہے کہ وضو کیا پہر ذکر سی تراوت سائل دیکہی
تو پہر وضو کری اور اگر معلوم نہو کہ وہ کیا ہی تو التفات نکری نماز پڑہے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہی اور شرمگاہ کو پانی سی چہڑک دی دفع وسوسہ کیواسطی اور اگر رقیق
چیز دماغ تک پونہچی ناک کے سرے کی سی یا اوسکی اندر نکلجانے سی پہر وہ ناک سی اوتر آئی تو ناقض وضو نہین اسواسطی کہ وہ پاک مکان سی خارج ہوئی اور اگر سوئی
چبہائی ہاتھ مین اور خون ظاہر ہوا سوئی کے سرے سی زیادہ تو ناقض نہین اور محمد بن عبداللہ اوسکو سائل جانکر نقض وضو کیطرف مائل ہے جسنے روٹی یا
پہل کہایا اور اوسمین خون کا اثر دیکہا مسوڑون سی تو چاہیئے کہ وہان انگلی رکہی اگر انگلی مین خون کا اثر پاوی تو وضو ٹوٹا اور اگر اثر خون کا مسوڑے پر
ہاتہہ رکہنی سی نپایا تو وضو قائم ہے الکل من العینی شرح الہدایہ وفرض الغسل اراد به ما یعم العملی کما مر ماتن نے کہا اور فرض غسل مضمضہ
اور استنشاق اور باقی بدن کا دہونا ہی شارح نے کہا ماتن نے فرض سے اوسکا ارادہ کیا جو فرض عملی کو بہی شامل ہے چنانچہ وضو مین گذر گیا ہم یعنی فرض
سے یہان وہ معنی مراد ہین جو فرض اعتقادی اور فرض عملی دونونکو شامل ہی فرض عملی وہ ہی جسکی فوت ہوجانے سے جواز فوت ہوجاوی وجہ ارادہ یہہ ہے
کہ مضمضہ اور استنشاق قطعی نہین ہین کیونکہ امام شافعی ان دونونکو غسل مین مسنون کہتی ہین کذا فی الحلبی وبالغسل المفروض کما فی الجوہرۃ اور غسل سی
مراد مفروض غسل ہے چنانچہ جوہرہ مین مذکور ہی یعنی جنابت اور حیض اور نفاس کا غسل کذا فی النہر وظاہرہ عدم شرطیتہما فی غسل فیہ وانہ فی
المسنون کذا فی البحر یعنی عدم فرضیتہما فیہ والا فہما شرط فی تحصیل السنۃ اور جوہرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ منہہ اور ناک کا دہونا غسل
مسنون مین شرط نہین اب مذکور ہی بحر الرائق مین مراد صاحب بحر کی یہہ ہی کہ غسل مسنون مین مضمضہ اور استنشاق فرض نہین ہین اور اگر یہہ مراد نہووی تو صحیح نہین
اسواسطی کہ سنت کے حاصل کرنے مین مضمضہ اور استنشاق دونون شرط ہین غسل کل فمه غسل مین فرض ہے سارے منہہ کے اندر دہونا ہم شارح نے
بتقدیر لفظ کل اشارہ کیا کہ اضافت عموم کیواسطی ہی اور مراد کل فم اور کل انف کے دہونیسے مضمضہ اور استنشاق ہی ویکفی الشرب عبا لا مصا لانه مج لیس

مسائل غسل

فيشترط في الاصح اور اس فرض کے ادا ہونے مین پانی پینا منہ بہر کے کفایت کرتا ہی ... مضمضہ مین کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین صحیح تر قول
مین ہم یعنی جبکہ خوب منہ بہر کے پانی پیا سارا منہ اندر دہو گیا مضمضہ مفروضہ ادا ہوا تو اگر چوس کر پانی پیا فرض ادا نہوا چنانچہ بحر الرائق مین ہی اسلئے
کہ چوسنے مین سارے منہ کے اندر پانی نہین پونہچتا ہرچند کلی کا باہر پھینکنا شرط نہین قول اصح مین لیکن احوط ہو کما فی الخلاصۃ اسواسطے کہ وہ عہدہ فرضیت سے
بالاتفاق خارج ہوگا اور یہی مطلب ہے احتیاط کا کذا فی الطحطاوی من النہر وانفہ حتی ما تحت الدرن اور تمام ناک کا دہونا فرض ہے یہانتک کہ
ناک کے خشک پٹرے کے نیچے بھی پانی پونہچانا ضرور ہے ہم بحر الرائق مین ہے کہ درن یابس یعنی خشک میل ناکین جیلا ہی روٹی اور خمیر کی مانند تمام
اغتسال کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی وباقی بدنہ اور مضمضہ اور استنشاق کے بعد تمام بدن کا دہونا فرض ہے ہم بدن ظاہر اور باطن سبکو شامل ہی چنانچہ
داخل عین کو بھی لیکن بسبب حرج ظاہر کے آنکہہ کے اندر کا دہونا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ آنکہہ چربی کی ہے پانی کی متحمل نہین اور جو بعضے اصحاب مثل ابن
عمر اور ابن عباس کے اندر آنکہہ کے دہویا کرتے تھے اونکی بصارت زائل ہو گئی تھی ولہذا آنکہہ کا دہونا نچاہیئے اگرچہ اُسکے اندر ناپاک سرمہ لگا ہو کذا فی
منح الغفار لکن فی المغرب وغیرہ البدن من المنکب الی الالیۃ وحینئذ فالراس والعنق والید والرجل خارجۃ لغۃ داخلۃ تبعا شرعا لیکن
کتب لغت مثل مغرب وغیرہ مین ہے کہ بدن لغت عرب مین مونڈہے سے سُرین تک اور جبکہ یہہ حال ہوا تو سر اور گردن اور ہاتہہ اور پانون بدن سے
خارج ہین لغت کی راہ سے داخل ہین کوٹھی کی تبعیت سے شرع کی اصطلاح مین ہم خلاصہ یہہ ہو کہ مصنف نے بدن کا اطلاق جسد پر کیا اسواسطے کہ یہان بدن
بایتم الاطراف مراد ہو لا دلکہ لانہ متمم فیکون مستحبا لا شرطا خلافا لمالک یعنی بدن کا ملنا فرض نہین اسواسطے کہ ملنا کامل کرنیوالا ہے
دہونیکا پس ملنا مستحب ہوگا نہ شرط اسواسطے کہ تکمل اور متمم شی کا اُس شے کے وجود کے بعد ہوتا ہی برخلاف امام مالک کے ہم امام مالک اور ابو یوسف
کی ایک روایت مین ملنا غسل مین فرض ہے دلک عبارت ہی اعضاء مغسولہ پر ہاتہہ پہیرنے سے تو اگر پانی بہایا اور سارے بدن پر پونہچ گیا بدون ہاتہہ لگانیکے
تو فرض ادا ہو گیا مگر امام مالک کے نزدیک ادا نہین ہوا ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلا حرج مرۃ کاذن وسرۃ وشارب
وحاجب واثناء لحیۃ وشعر راس ولو متلبدا لما فی فاطہروا من المبالغۃ اور واجب ہے یعنی فرض ہے دہونا ایکبار ہر اوس محل کا بدن سے
جسکا دہونا بدون مشقت کے ہوسکتا ہو چنانچہ کان اور ناف اور موچہہ اور بہون اور داڑہی اور سر کے بالون کے اندر کا دہونا اگرچہ سر کے بال گوند سے باہم
چپکے ہون اسواسطے کہ فاطہروا کے لفظ مین مبالغہ نکلتا ہے ہم یعنی حق تعالی نے فرمایا ان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر تمکو جنابت ہو جماع یا احتلام سے
تو خوب طرح سے پاک صاف ہو یعنی سارے بدن کا دہونا جہانتک ہوسکے بلا حرج اوسکو دہوؤ ولہذا مضمضہ اور استنشاق غسل مین فرض ہوا نہ وضو مین اسلئے کہ
فم ایکوجہ سے داخل بدن ہی اور ایک وجہ سے خارج بدن ہو باعتبار حس کے انطباق اور انفتاح کیوقت اور باعتبار حکم شرع کے صائم کی رال گہونٹنے اور
داخل ہونے کسی چیز کے اوسکے منہ مین تو وضو مین فم یعنی منہ داخل بدن قرار دیا اور غسل مین خارج بدن اسواسطے غسل مین مبالغہ کا صیغہ تطہروا
فاطہروا وارد ہو اور وضو مین غسل وجہ کا حکم ہے اور وجہ عبارت ہی مواجہہ سے وفرج خارج لانہ کالفم لا داخل لانہ باطن اور فرض ہے
عورت کو فرج خارج کا دہونا اسواسطے کہ عورت کے باہر کی شرمگاہ منہ کی مانند ہی کہ من وجہ داخل ہے اور من وجہ خارج فرض نہین فرج داخل کا دہونا
اسواسطے کہ وہ اندر بدن کے داخل ہو اور اندر کا دہونا ساقط ہی ولا تدخل اصبعہا فی قبلہا بہ یفتی اور عورت انگلی کو اپنی شرمگاہ مین
داخل نکرے اسیکا فتوی ہے یعنی غسل مین یہہ کام نکرے مزید طہارت کے خیال سے کیونکہ اندر کا دہونا واجب نہین لا یجب غسل ما فیہ حرج
کعین وان اکتحل بکحل نجس واجب نہین غسل مین دہونا وہانکا جسمین مشقت اور تکلیف ہو چنانچہ آنکہہ کا دہونا اگرچہ اسمین ناپاک سرمہ لگایا ہو
وثقب انضم وداخل قلفۃ اور بند سوراخ اور داخل قلفہ کا دہونا واجب نہین ہم جو سوراخ ناک یا کان کا بند ہو گیا وہان پانی پونہچانا واجب
نہین حرج کی جہت سے قلفہ بضم قاف وسکون لام وہ کہال ہے جو ختنہ کرنے مین کاٹی جاتی ہے بل یندب ہو الاصح قالہ الکمال وعللہ بالحرج
فسقط الاشکال بلکہ قلفہ کے اندر کا دہونا مستحب ہی یہی قول صحیح تر ہے ایسا کہا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور حرج کو عدم وجوب غسل کی علت

بیان کی ہی تو اشکال ساقط ہو گیا م یعنی جب حرج کو علت قرار دیا تو زیلعی کا اعتراض ساقط ہو گیا حاصل اعتراض کا یہہ ہی کہ اگر داخل قلفہ کا غسل
مین وضو لازم واجب نہین باوجود صیغہ مبالغہ فاطہروا کے تو اسکو حنبل بدن کا حکم دیا تو اسمین پیشاب کے قطرہ آنے سی کیون وضو ٹوٹتا ہی قول
صحیح پر سقوط اعتراض کیوجہ یہہ ہے کہ عدم وجوب غسل دفع حرج کیوجہ سی ہی نہ اسواسطی کہ یہہ ظاہر بدن نہین ہی وفی المسعودی اِن اَمکَنَ
فتح القلفۃ بلا مشقۃ یجب و الا لا اور مسعودی مین ہی کہ اگر کہولنا قلفہ کا بدون مشقت کے ہو سکی تو اندر کا دہونا واجب ہے ورنہ واجب نہین
م اسی قولکو شرنبلالی نے پسند کیا ہے اور اسکی طرف فتح القدیر کا کلام مشیر ہی اسواسطی کہ سقوط کو مقید بحرج کیا ہی تو جہان حرج نہین وہان
دہونا بھی ساقط نہین کذا فی الطحطاوی وکفی بل اصل ضفیرتھا ای شعر المرأۃ المضفور للحرج اور کفایت کرتا ہی ترکرنا اور بھگونا عورت کی
گوندہی چوٹی کی جڑ کا یعنی گوندہی بالونکا دہونا عورت پر فرض نہین جڑون کا ترکر دینا کفایت کرتا ہی تکلیف اور مشقت کیوجہ سی ضفیرہ سی مراد عورت
کے گوندہی بال ہین م صحیح مسلم مین حضرت ام سلمہ سی روایت ہی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ مین وہ عورت ہون کہ اپنی سر کی گوندہی چوٹی خوب مضبوط کر کی
باندہتی ہون کیا حیض اور جنابت کے غسل کیواسطی اوسکو کہولا کرون فرمایا نہین تجکو تو تین بار دونوں ہاتہو مین پانی لیکر سر پر ڈالنا کفایت کرتا ہی پہر
اپنے اوپر پانی کا بہانا اور پاک ہونا اور ابو داؤد مین ثوبان رضہ سی روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کا سوال ہوا تو فرمایا کہ مرد تو اپنے
بال کہولڈالے اور بالونکو دہووی یہانتک کہ بالونکی جڑ تک پونہچی اور عورت پر تو بالون کا کہولنا ضرور نہین اوسکو تو تین چلو بہر کے پانی سر پر ڈالنا
کفایت کرتا ہی کذا فی التیسیر اما المنقوض فیفرض غسل کلہ اتفاقاً اور عورت کو کہلے بالون کا تو بالکل دہونا فرض ہے بالاتفاق یعنی یہان
فقط جڑون کا ترکرنا کافی نہوگا ولو لم یبتل اصلہا یجب نقضہا مطلقاً ہو الصحیح اور اگر گوندہی چوٹی کی جڑ نہ بہیگے تو چوٹی کا کہولنا واجب ہے
ہر حال مین یہی قول صحیح ہی م ہرطرح کہولنا واجب ہی خواہ اوسمین تکلیف ہو یا نہو اور غیر صحیح دوقول ہے کہ بالون کا نچوڑنا دہونیکے بعد ضرور ہی خواہ بال
گوندہی ہون یا کہلے کذا فی الطحطاوی ولو ضرہا غسل رأسہا ترکتہ اور اگر سر کا دہونا عورت کو ضرر کرتا ہو تو سر کا دہونا چہوڑ دی یعنی درصورت
ضرر سر کا دہونا اور مسح کرنا بھی غسل جنابت وغیرہ مین ساقط ہی سر کو چہوڑ کے باقی بدن دہووی پاک ہو جاویگی وقیل تمسحہ اور بعضون نے
کہا کہ سر کو مسح کری اگر دہونا ضرر کرتا ہو ولا تمنع زوجہا و سیجئ فی التیمم اور نہ منع کری اپنے زوج کو جماع سے اور اسکا ذکر آگے آویگا تیمم کے
مسائل مین م یعنی اگر عورت کو سر کا دہونا ضرر کرتا ہو اس عذر سی اوسکو اپنے شوہر کا روکنا جماع سی نہین پونہچتا ہی اسواسطی کہ وہ شوہر کا حق ہی اور
اوسکی دفع ضرر کا علاج یہہ ہی کہ بقول اول غسل اور مسح دونوں کو ترک کری یا بقول ثانی سر کو مسح کرے کذا فی الطحطاوی لا یکفی بل ضفیرتہ
فینقضہا وجوباً ولو علویاً او ترکیاً لامکان حلقہ کفایت نہین کرتا ہی مرد کی گوندہی چوٹی کا بہگونا تو واجب یعنی فرض ہی اوسکا کہولنا
اگرچہ مرد علوی یا ترکی ہو اسواسطی کہ مرد کو سر کا مونڈنا یعنی بدون قباحت اور بد نمائی کے ممکن ہی برخلاف عورت کے م علوی یعنی سادات
مرتضوی اور ترکیون کی عادت ہی بال رکہنی اور چوٹی گوندہنی کی اسواسطی اونکو بالخصوص ذکر کیا ولا یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب و
برغوث لم یصل الماء تحتہ و طہارت کا مانع نہین مکہی اور مچہر کا گوہ جسکی نیچی پانی نہین پونہچا اسواسطی کہ اس سی بچنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی
وحناء ولو جرمہ بہ یفتی اور نہ مہندی طہارت کی مانع ہی اگرچہ مہندی کا جرم لگا ہو اسپر فتوی ہی م لیکن اگر مہندی کا جرم ہوگا تو
اوسکی نیچی پانی کا پونہچنا ضرور ہے اور اگر نہ پونہچیگا تو طہارت حاصل نہوگی ولہذا البحر الرائق مین کہا ہی کہ اگر عورت نے اپنی سر مین خوشبو چپکائی ہو
اسطرح کہ پانی بالون کی جڑون مین نہ پونہچتا ہو تو اوسپر واجب ہی اوسکا دور کرنا کذا فی الطحطاوی ودرن و وسخ عطف تفسیر وکذا
دہن ودسومۃ اور نہ میل بدن کا مانع طہارت ہی اور اسیطرح تیل اور چکنائی مانع طہارت کی نہین شارح نے کہا وسخ کا عطف تفسیری ہی
یعنی درن اور وسخ دونون بیک معنی ہین وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقاً ای قرویاً او مدنیاً فی الاصح اور خشک مٹی اور گیلی مٹی مانع
طہارت کی نہین اگرچہ ناخن کے اندر ہو خواہ وہ شخص گنوار ہو یا شہر کا رہنے والا دونون برابر ہین قول اصح مین م اور غیر صحیح قول یہہ ہے

٭ مرتضوی یعنی سادات ... حضرت علی کی اولاد ... ہیں

کہ شہری کے حق مین ناخن کی مٹی مانع طہارت ہی نہ گنوار کے حق مین اسواسطی کہ شہری کا بدن چکنا ہوتا ہی تو پانی نفوذ نہین کرتا طحطاوی نے کہا
قول اصح کی وجہ یہہ ہے کہ بہر صورت پانی نفوذ کر جاتا ہی بخلافِ نحو عجینٍ برخلاف گوندھے آٹے کی مانند کہ وہ طہارت کا مانع ہے عدم نفوذ کی
وجہ سے ہم کو نحو آٹے کی مانند وہ چیزین ہین جنمین پانی سرایت نہین کرتا چنانچہ چبلائی ہوئی روٹی اور میل کے پڑے ناکین اور کھال مچھلی کی کذا
فی البحر ولا یمنع ما علی ظفر صبّاغٍ اور مانع طہارت کی نہین وہ چیز جو رنگریز کے ناخن پر لگی ضرورت کیوجہ سے اور بعضون کے نزدیک مانع ہی
مضمرات مین کہا کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی النہر ہم عورتین ہندوستان کی جو مسی لگاتی ہین اگر فقط رنگ ہی بدون جرم کے تو ظاہرا مہندی
کی مانند مانع طہارت نہین اور اگر جرم ہے جسکو دھڑی کہتے ہین تو ظاہرا عجین کی مانند مانع طہارت ہی واللہ اعلم ولا طعام بین اسنانہ او
فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبًا منع وہو الاصح اور مانع طہارت کا نہین وہ کھانا جو دانتون کے اندر رہجاتا ہی یا پولے دانت کی
اندر گھس جاتا ہے اسی قول کا فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر وہ سخت اور خشک ہی تو طہارت کا مانع ہے یہی قول صحیح تر ہے ہم رسم مفتی
مین مذکور ہو گیا کہ فتوی مقدم ہے اصح وغیرہ سے طعام ما بین الاسنان اسواسطی مانع طہارت نہین کہ پانی لطیف چیز ہے ہر جگہہ غالبًا سرایت کر جاتا
ہے ایسا مذکور ہے تجنیس مین بحر الرائق مین فقیہ ابو اللیث اور فتاوی فضلی سے نقل کیا کہ احتیاط یہہ ہی کہ اوسکو نکال کے پانی اوسپر بہادی
کذا فی الطحطاوی ولو کان خاتمہ ضیقًا نزعہ او حرکہ وجوبًا کقرط اور اگر غسل کرنے والے کی انگوٹھی تنگ ہو تو واجب ہی کہ اوسکو نکالڈالے یا ہلادے
جیسی بالی کا نکالنا یا گہمانا واجب ہی یعنی انگوٹھی اور بالی کا اتنا ہلانا اور گہمانا چاہیئے کہ وہان پانی پہونچ جانیکا گمان حاصل ہو ولو لم یکن
بثقب اذنہ قرط فدخل الماء فیہ ای الثقب عند مرورہ علی اذنہ اجزأہ اور اگر اوسکے کان کے سوراخ مین بالی نہو سو پانی پہونچگیا
سوراخ مین کان پر پانی بہنے کیوقت تو غاسل کو کفایت کرتا ہی کسرّۃ واذنٍ دخلہما الماء جیسی ناف اور کان مین پانی داخل ہو گیا اوسیم
سائل ہونے سی تو کفایت کرتا ہی یعنی اونگلی وغیرہ داخل کرنا ضرور نہین والا یدخل ادخلہ ولو باصبعہ ولا یتکلف بخشب ونحوہ والمعتبر
غلبۃ ظنہ بالوصول ورنہ اگر سوراخ مین پانی نہ گیا تو قصدًا داخل کری اگرچہ اپنی اونگلی سے اور لکڑی اور مانند اوسکی سینک وغیرہ سے پانی
داخل ہونے کے لئے تکلف نکری اور پانی پہونچنی مین اپنے گمان کا غلبہ معتبر ہے یعنی جب اپنی اٹکل مین آگیا کہ پانی وہان پہونچ گیا ہوگا تو زیادہ
تکلف اور وسواس نکری **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے نسی المضمضۃ او جزءًا من بدنہ فصلی ثم تذکر فلو نفلا لم یعد لعدم
صحۃ شروعہ یعنی اگر نہانیوالا کلی کرنا یا کچھہ بدن کا دھونا بھول گیا پہر اوسنے نماز پڑہی پہر اوسکو یاد آیا تو اگر وہ نماز نفل تھی تو اوسکا اعادہ نکری شروع
نماز کے صحیح نہونیسے یعنی بسبب ناپاکی کے نماز کا شروع کرنا صحیح نہ ٹھہرا تو نماز اوسپر لازم نہوئی تو اوسکا اعادہ بھی لازم نہوگا علیہ غسل وثمہ رجال
لا یدعہ وان رأوہ مرد پر غسل کرنا واجب ہی اور وہان لوگ ہین تو نہانے کو نہ چھوڑی اگرچہ لوگ اوسکو دیکھین ہم یہہ اوس صورت مین ہی کہ پردہ
وہان نہین ہو سکتا اور نماز کے فوت ہو جانیکا ڈر ہے اور جو عمدًا اوسکو دیکھیگا وہ گنہگار ہوگا نہانیوالا معذور ہے والمرأۃ بین رجال او رجال
ونساء تؤخرہ لا بین نساء فقط اور عورت درمیان مردون کے یا درمیان مردون اور عورتون کے نہانے مین تاخیر کری اور تاخیر نکرے
فقط عورتون مین ہم اسواسطی کہ نظر کرنا جنس کا ہمجنس کیطرف خفیف تر ہی برخلاف غیر جنس کے واختلف فی الرجل بین رجال ونساء او نساء
فقط کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اختلاف ہی اوس مرد کے غسل کرنے مین جو درمیان مردون اور عورتون کے یا فقط درمیان عورتون کے واقع ہی
چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشروحا بیان کیا ہی ہم ظاہر کلام شارح اسکا مقتضی ہی کہ یہہ مسئلہ مذہب مین منصوص ہے اور اسمین خلاف
واقع ہی حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ شارح وہبانیہ نے تصریح کی ہی کہ مین اس مسئلہ کی نقل پر واقف نہین ہوا مگر قیاس یہہ چاہتا ہی کہ مرد عورتون یا
مردون اور عورتون مین غسل کو تاخیر کرے اور خنثی کو کسی صورت مین کشف عورت جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وینبغی لہا ان تتیمم و
تصلی لعجزہا شرعًا عن الماء اور عورت کو چاہیئے کہ تیمم کری بعد نماز پڑہے اسواسطی کہ عورت مردون مین شرعًا پانی کے استعمال سے عاجز ہی

وَاَمَّا الاستنجاء فیتخیر بہ مطلقًا والفرق لا یخفی اور پانی سے استنجا کرنا تو ہر طرح چھوڑا جاوے خواہ مرد یا عورت مردوں یا عورتوں میں یا دونوں ہوں
اور فرق غسل اور استنجا میں چھپا نہیں ہے وجہ فرق یہ ہے کہ نجاست حقیقی کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے اور نجاست حکمی کے ساتھ اصلاً صحیح نہیں اور یہ حکم
شرع میں ہے کہ کشف عورت کرنا بیچ لوگوں کے سامنے اسواسطے کہ حرام ہے اور پانی سے استنجا کرنا افضل ہے اگر بلا کشف ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو ڈھیلوں پر کفایت کرنا
واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا وَسُنَّتُہ کَسُنَنِ الوُضُوْءِ سِوَی التَّرْتِیْبِ اور غسل کی سنتیں وضو کی سنتوں کی مانند ہیں چنانچہ نیت کرنا اور بسم اللہ کہنا
سواے ترتیب کے یعنی اسواسطے کہ وضو کی ترتیب اور غسل کی ترتیب یکساں نہیں وَاٰدَابُہ کَاٰدَابِہٖ سِوَی اسْتِقْبَالِ القِبْلَۃِ لِاَنَّہ یَکُوْنُ غَالِبًا مَعَ
کَشْفِ العَوْرَۃِ اور غسل کے مستحبات وضو کے مستحبات کی مانند ہیں سواے استقبال قبلہ کے اسواسطے کہ غسل اکثر برہنہ ہوتا ہے منجملہ مستحبات غسل
کا ملنا اور چھنگلی کان کے سوراخ میں ڈالنا پانی پونچانیکے بعد اور تحریک خاتم واسع اور نیت زبان سے کرنا اور اونچی مکان میں بیٹھ کر نہانا تاکہ چھینٹیں بدن
نہ پڑیں اور عدم استعانت اور تکلم بکلام ناس نکرنا اور غسل کے مکروہات وضو کی مکروہات کے مانند ہیں یعنی منہ پر پانی زور سے مارنا اور قدر ضرورت سے
پانی کم کرنا یا حاجت سے زیادہ پانی بہانا کذا فی الطحطاوی ملتقطًا وَقَالُوْا لَوْ مَکَثَ فِیْ مَاءٍ جَارٍ اَوْ حَوْضٍ کَبِیْرٍ اَوْ مَطَرٍ قَدْرَ الوُضُوْءِ وَالغُسْلِ فَقَدْ
اَکْمَلَ السُّنَّۃَ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر مدت وضو اور غسل کرنیکے ٹھہرا تو البتہ اوسنے پوری سنت ادا کی
یعنی وہ سنت جو اسکے لائق ہے کامل ہوگی چنانچہ تثلیث اور دلک وغیرہ کی سنت ادا ہوگئی مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہوگا وَیُسَنُّ اَنْ یَّغْسِلَ
یَدَیْہِ وَفَرْجَہ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ بِہٖ خَبَثٌ اِتِّبَاعًا لِلْحَدِیْثِ اور سنت ہے غسل میں دونوں ہاتھوں اور شرمگاہ کے دہونیسے شروع کرنا اگرچہ پیشاب کی
جگہ پر کچھ نجاست نہو حدیث کی پیروی سے وَخَبَثَ بَدَنِہٖ اِنْ کَانَ عَلَیْہِ خَبَثٌ لِئَلَّا یَشِیْعَ اور شروع کرنا بدن کی نجاست دہونے سے اگر اوسکے بدن پر
نجاست ہو تاکہ باقی بدن پر نجاست نہ پھیلے ثُمَّ یَتَوَضَّأُ اَطْلَقَہ فَانْصَرَفَ اِلَی الکَامِلِ فَلَا یُؤَخِّرُ قَدَمَیْہِ وَلَوْ فِیْ مَجْمَعِ المَاءِ لِمَا اَنَّ المُعْتَمَدَ
طَہَارَۃُ المَاءِ المُسْتَعْمَلِ پھر وضو کرے مصنف نے وضو کو مطلق بلا قید کہا اور مطلق جب بولتے ہیں تو اوسکا فرد کامل مراد ہوتا ہے تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا تو
دونوں قدموں کے دہونے کو تاخیر نکرے اگرچہ نہایا ہو پانی جمع ہونیکے مقام میں اسواسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے جب وضو کامل مراد ہوا
تو اسمیں اشارہ ہے کہ سر کا بھی مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جمیع سنن اور مستحبات وضو کے بجالاوے ایسا کہا ہے صاحب بحر نے
اور عدم تاخیر غسل قدمین بعض مشائخ کا قول ہے اور یہی قول صحیح تر ہے مذہب شافعی میں اور بعضوں نے کہا تاخیر کرے مطلقًا اور بعضوں نے کہا اگر وہاں
پانی جمع ہو تو تاخیر کرے یہی قول مذکور ہے مبسوط اور ہدایہ میں کذا فی الطحطاوی وَعَلٰی اَنَّہ لَا یُوْصَفُ بِالِاسْتِعْمَالِ اِلَّا بَعْدَ انْفِصَالِہٖ عَنْ کُلِّ البَدَنِ
لِاَنَّہ فِی الغُسْلِ کَعُضْوٍ وَاحِدٍ اور یہ ہے کہ پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جدا ہونیکے تمام بدن سے اسواسطے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے
ہم تجزی حدث میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ حدث متجزی ہے یعنی جو عضو مغسول ہوگا وہ پاک ہوگا اور باقی ناپاک اور دوسری روایت یہ ہے
کہ حدث متجزی نہیں یعنی بعض اعضاء مغسولہ پاک نہونگے جب تک سارا بدن نہ دہویا جاویگا تو یہ قول شارح کا مبنی ہے عدم تجزی حدث پر منح الغفار
میں کہا کہ عدم تجزی کی روایت پر یہ پانی مستعمل نہوگا مگر بعد جدا ہونے پانی کے تمام بدن سے تو جو پانی کہ دونوں قدم کو لگا ہے وہ مستعمل نہیں ہے
اسواسطے کہ تمام بدن غسل میں ایک عضو کی مانند ہے یہاں تک کہ غسل میں تراوت کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کیطرف جائز ہے انتہی فَیَنْتَفِیْ
حَاجَۃُ اِلٰی غَسْلِہِمَا ثَانِیًا تو اسوقت میں یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں ہے تو دونوں قدم کے دہونیکی دوسری بار حاجت نہیں ہے مگر
بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دہونا بہتر ہے نہ بطریق لزوم کے تو جو تفصیل ہدایہ میں ہے اور اوسکو مجتبی میں اصح کہا ہے وہ محمول ہے ماء مستعمل کی
نجاست پر اور ہمارے مذہب کے علما کے بہت فروع اسی قول پر مبنی ہیں لیکن ہمنے بعض مشائخ کے قول کو اختیار کیا اسواسطے کہ طہارت ماء مستعمل
کی معتمد فی المذہب ہے کذا فی المنح ملتقطًا اِلَّا اِذَا کَانَ بِبَدَنِہٖ خَبَثٌ مگر جبکہ اوسکے بدن پر نجاست حقیقی ہو تو قدمونکو دوسری بار دہووے لیے
ازالہ نجاست کیواسطے نہ ازالہ حدث کیواسطے کہ وہ تو زائل ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَیُحْمَلُ القَائِلِیْنَ بِتَاخِیْرِ غَسْلِہِمَا اِنَّمَا اسْتَحَبُّوْا لِیَکُوْنَ البَدْءُ

فیستحب

والحنفیۃ یا عضاءِ الوضوء نا مذکور و فقہاء یا نون دہونیکی تاخیر کے قائل فقط اسیواسطے تاخیر کو مستحب جانتے ہین تاکہ غسل کی ابتدا اور ختم وضو
کے اعضا پر کذا فی البحر وقالوا لو توضأ اولا لا یأتی بہ ثانیا لانہ لا یستحب وضوءان للغسل اتفاقا اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر غسل سے پہلے
وضو کیا تو بعد غسل کے دوسری بار وضو نکرے اسواسطے کہ ایک غسل کیواسطے دو وضو بالاتفاق مستحب نہین اما لو توضأ بعد الغسل واختلف
المجلس علی مذہبنا او فصل بینہما بصلوٰۃ کقول الشافعیۃ فیستحب اور اگر بعد غسل کے وضو کیا اور مجلس بدل گئی ہم حنفیون کے مذہب پر یا بیچ
وضو مین نماز کو فاصل واقع کیا شافعیون کے قول کی مانند تو یہہ دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے م یہہ بحث ہی صاحب بحر کی اور سابق مذکور ہو گیا کہ وضو پر
وضو نور علی نور ہے اگرچہ مجلس بدلی ہو اور جو وضو کہ اسراف مین داخل ہے وہ تیسری بار وضو کرنا ہی چنانچہ اسکی تحقیق صاحب نہر کے کلام سے وضو کے مسائل
مین مذکور ہو چکی کذا فی الطحطاوی ثم یفیض الماء علی کل بدنہ ثلثا مستوعبا من الماء المعہود فی الشرع للوضوء والغسل وہو ثمانیۃ
ارطال پہر وضو کے بعد پانی بہاوے اپنے تمام بدن پر تین بار ہر بار تمام اعضا پر پانی پہونچا کر اوس مقدار پانی سے وضو اور غسل کرے جسقدر مقرر اور معین ہے
شرع مین وضو اور غسل کیواسطے اور وہ آٹھ رطل پانی ہے م غسل کیواسطے ایک صاع پانی معین ہے اور وضو کیواسطے ایک مُد اور صاع چار مد کا ہوتا ہے اور
ہر مُد دو رطل کا اور رطل سے مراد بغدادی رطل ہے جو ۱۳۰ درم کا ہوتا ہے اسواسطے کہ فقہا نے صاع کا اندازہ کیا ہے کہ اوسمین ۱۰۴۰ درم بھر مونگ یا
مسور سماوے کذا فی الطحطاوی مکرر دیات وضو کے ترجمہ مین مذکور ہو چکا کہ لکھنو کے حساب سے مُد تخمینا تین پاؤ کا ہوتا ہے اور صاع تین سیر پختہ کا صحیحین اور
نسائی مین امام محمد باقر رض سے مروی ہے کہ ہم جابر رض کے پاس تھے سو لوگون نے غسل سے سوال کیا جو جابر نے کہا کہ ایک صاع تجکو کفایت کرتا ہے ایک مرد نے
کہا کہ مجکو اسقدر کافی نہین تو جابر نے کہا اس شخص کو صاع کفایت کرتا تھا جسکے بال تجہ سے زیادہ تر تھے اور وہ تجہ سے بہتر تھا یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کذا فی التیسیر وقیل المقصود عدم الاسراف اور بعضون نے کہا کہ آٹھ رطل سے مقصود عدم اسراف ہے م شارح نے بصیغہ تمریض تضعیف قول
کیطرف اشارہ کیا اور شرنبلالی نے اپنی متن مین اسی قول پر اعتماد کیا ہے بحر الرائق مین کہا کہ تقدیر مذکور لازم نہین یہانتک کہ اگر پورا غسل کرلے صاع
سے کم پانی مین تو کافی ہے اور اگر کفایت نکرے تو صاع سے زیادہ کرے اسواسطے کہ آدمیونکی طبائع اور احوال مختلف ہوتے ہین ایسا مذکور ہے بدائع
مین اور نووی شافعی نے عدم لزوم تقدیر پر اجماع نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی الجواہر لا اسراف فی الماء الجاری لانہ غیر مضیع وقد
قدمناہ عن القہستانی اور جواہر مین ہے کہ جاری پانی مین اسراف نہین ہے اسواسطے کہ وہ پانی تلف نہین ہوتا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو مقدم ذکر
کیا ہے قہستانی سے نقل کرکے م یہہ قول ضعیف ہے چنانچہ اسکی تضعیف مسائل وضو مین شرح مذکور ہو چکی بادیًا بمنکبیہ الایمن ثم الایسر ثم
برأسہ ثم علی بقیۃ بدنہ مع دلکہ ندبا وقیل یثنی بالرأس وقیل یبدأ بالرأس وہو الاصح وظاہر الروایۃ والاحادیث قالہ
فی البحر وبہ یضعف تصحیح الدرر غسل مین پانی بہاوے شروع کرتا ہوا اپنے داہنے مونڈہے سے پہر اوسکے بعد بائین مونڈہے سے پہر اپنے سر سے پہر باقی
بدن پر ملنے کے ساتھہ استحباب کی رو سے اور بعضون نے کہا کہ اول داہنے مونڈہے پر پانی بہاوے پہر دوسری بار سر پر اور بعضون نے کہا کہ سر سے
پانی بہانا شروع کرے اور یہی قول صحیح تر ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے بحر الرائق کے مصنف نے کہا اور اسی وجہ سے یعنی چونکہ سر سے شروع کرنا
ظاہر الروایۃ اور ظاہر الاحادیث ہے لہذا درر کی تصحیح کی تضعیف کی گئی ہے یعنی درر مین جو ملا خسرو نے تاخیر سر کی تصحیح کی ہے سو وہ ضعیف قول ہے م
ظاہر الروایۃ وہ مسئلہ ہے جو امام محمد کی کتب خمسہ مین مروی ہے یعنی مبسوط جسکو اصل بہی کہتے ہین اور جامع کبیر اور جامع صغیر اور زیادات اور سیر
اور حاکم شہید کی دو کتابین یعنی منتقی اور کافی جو مستخرج ہین کتب خمسہ مذکورہ مین وہ بہی ظاہر الروایۃ ہین اما احادیث پس حضرت میمونہ رضی
اللہ عنہا سے صحاح ستہ مین مروی ہے کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کیواسطے پانی لائی سو حضرت نے دونون ہاتھہ دو بار یا تین
بار دہوئے پہر آپ نے دونون ہاتھہ ڈالے برتن مین پہر پانی ڈالا شرمگاہ پر اور بائین ہاتھہ سے اوسکو دہویا پہر بایان ہاتھہ زمین پر خوب رگڑا پہر
وضو کیا نماز کا سا وضو پہر تین بار سر پر پانی ڈالا پہر باقی بدن دہویا پہر اوس مقام سے علٰحدہ ہوئے پہر دونون پانون دہوئے کذا فی العینی شرح الہدایہ

اور تیسیر الوصول الی جامع الاصول مین صحاح ستہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث یون منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل
جنابت کرتے تھے تو پہلے دونون ہاتھ دہوتے پہر نماز کی مانند وضو کرتے پہر اونگلیان پانی مین ڈالتے اور اونسے بالونکی جڑون مین خلال کرتے
یہانتک کہ ساری جلد پر پانی پونہچ جانیکا ظن حاصل ہوتا تب اوسپر تین بار پانی بہاتے پہر باقی بدنکو دہوتے پہر دونون پاؤن دہوتے اور صحیحین
کی ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہہ ہے کہ جب غسل جنابت فرماتے تو پانی کا برتن ہاتھ مین لیتے اور سرکے داہنی طرف سے شروع کرتے پہر سرکے بائین
طرف سے انتہے پس ان احادیث صحیحہ سے بعد وضو کے نہانے کی ابتدا سر سے ثابت ہوئی اور اختتام غسل کا پانون پر اور یہی مذکور ہے ہدایہ مین
تو اسکو قوی اور مسنون سمجہنا چاہیئے واللہ اعلم وصح نقل بلۃ عضو الی عضو آخر فیہ بشرط التقاطر اور غسل مین صحیح ہے
ایک عضو کا پانی دوسرے عضو پر لیجانا بشرط ٹپکنے کے ہم یعنی نقل مین یہہ شرط ہے کہ دوسرے عضو پر جاکر ٹپکے تاکہ دہونا اوسکا ثابت ہوئے
چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین یہہ مسئلہ تقاطر کی شرط کے ساتھ فوائد تاجیہ سے نقل کیا ہے لا فی الوضوء لما ان البدن کلہ کعضو واحد
نقل کرنا ایک عضو کا پانی دوسرے عضو کیواسطے وضو مین صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ مذکور ہو گیا ہے کہ غسل مین تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے یعنی بخلاف
وضو کے کہ اوسمین چار عضو جدا جدا ہین وفرض الغسل عند خروج منی من العضو اور غسل فرض کیا گیا ہے نزدیک نکلنے منی کے
عضو سے یعنی ذکر اور فرج سے والا فلا یفرض اتفاقا لانہ فی حکم الباطن اور اگر منی عضو سے باہر نہ نکلی تو بالاتفاق غسل مفروض نہین
اسواسطے کہ وہ باطن اور داخل کے حکم مین ہے یعنے شرع مین اوسکا اعتبار نہین جیسے بدن کے اندر کی نجاست کا اعتبار نہین جنابت ثابت
ہوتی ہے دو سبب سے ایک منفصل ہونے منی کے شہوت سے دوسرے ادخال سے آدمی کی شرمگاہ مین کذا فی الخانیۃ منفصل عن مقرہ ہو صلب
الرجل وترائب المرأۃ وہ منی جو جدا ہوئی اپنے ٹہکانے سے وہ یعنی منی کا قرارگاہ مرد کی پیٹھ ہے اور عورت کی چہاتی کی ہڈیان و
منیہ ابیض اور مرد کی منی سفید ہے یعنی اور گاڑہی جسکے نکلنے سے آلہ سست ہو جاتا ہے ومنیہا اصفر اور عورت کی منی زرد ہے یعنی
اور پتلی فلو اغتسلت فخرج منہا منی ان کان منیہا اعادت الغسل لا الصلوۃ والا لا تو اگر عورت نے مرد کی صحبت کے بعد
غسل کیا پہر اوسکی شرمگاہ سے منی نکلی تو اگر عورت کی منی ہے یعنی زرد اور رقیق ہے تو غسل کا اعادہ کرے نہ اوس نماز کا جو غسل کے بعد
اس منی کے نکلنے سے پہلے پڑہی اور اگر عورت کی منی نہین بلکہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی عورت کی شرمگاہ سے نکلی تو عورت دوسری بار غسل نکرے
ہم اعادہ غسل کا امام اور محمد کے معتمد قول پر ہے کیونکہ پہلا غسل ٹوٹ گیا اور اعادہ نماز کا اسواسطے نہین کہ نماز اوسوقت ادا ہوئی جبکہ
منی در حکم باطن کے تہی تو نماز باطل نہوگی نزول منی سے بعد اوسکی کذا فی الطحطاوی بشہوۃ ای لذۃ ولو حکما کمحتلم غسل فرض ہوتا ہے
اوس منی سے جو شہوت یعنی لذت کے ساتھ نکلی اگرچہ لذت حقیقی نہو بلکہ لذت حکمی ہو جیسے خواب دیکہنے والے کی لذت ہم احتلام والیکو حقیقی
لذت نہین ہوتی کیونکہ اوسکا ادراک مفقود ہے دُرر مین ہے کہ شہوت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر منی بہاری چیز کو اوٹہانے سے اور مانند اسکی
بلا شہوت نکلی تو غسل فرض نہین خلافا للشافعی ولم یذکر الدفق لیشمل منی المرأۃ لان الدفق فیہ غیر ظاہر اور مصنف نے منی کی صفت
مین دفق کا لفظ جو بمعنی اوچہلنے اور کودنے کے ہے ذکر نکیا تاکہ منی عورت کو بہی شامل رہے اسواسطے کہ اوچہل کر منی نکلنا عورت کی منی مین ظاہر
نہین ہم ہدایہ اور کنز مین دفق مذکور ہے لیکن چونکہ امام اور محمد کے نزدیک احلیل سے منی نکلنے مین دفق شرط نہین اور عورت کی منی مین دفق
ظاہر نہین لہذا مصنف نے عبارت کتب مذکورہ سے عدول کیا مصنف نے اپنی شرح مین ولوالجی سے نقل کیا کہ منی عورت کی دافق نہین یعنی کود کر نہین
نکلتی اوسکی چہاتی سے شرمگاہ مین اوترتی ہے طحطاوی نے کہا کہ اتساع محل کے سبب سے اوسمین دفق نہین ہوتا اور اوسمین خارج کیطرف دفع
کرنے کی قوت نہین برخلاف مرد کے کہ تنگی محل سے اوسکی منی خارج کیطرف مندفع ہو جاتی ہے واما اسنادہ الیہ ایضا فی قولہ تعالی
خلق من ماء دافق الایۃ فیحتمل التغلیب اور عورت کی منی کیطرف بہی دفق کی نسبت کرنا حق تعالی کے اس قول مین کہ خلق من ماء دافق

سو الحسین تو صنعت تغلیب کا احتمال ہے ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہی کہ قرآن مجید مین ارشاد ہوا کہ آدمی بنایا گیا کودنیوالے پانی سے جو نکلتا ہی پیٹھہ اور چہاتی کے درمیان سے تو معلوم ہوا کہ عورت کی منی مین بھی جہنے کی ہوتی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہان تغلیب کا احتمال ہے یعنی مرد کی منی کو عورت کی منی پر غالب ٹھہرایا جو صفت تھی مرد کی منی کی وہ عورت کی منی پر بھی ثابت کی اور پانی سے مراد مرد اور عورت کی ملی جلی منی ہے اور چلپی محشی نے دوسرا جواب یون دیا ہی کہ دفق سے مراد اوترنا ہے منی کا اپنے مکان سے اور نزول بلاشک دونون کی منی مین ثابت ہے فالمستدل بها کالقهستانی تبعا للاخی جلبی غیر مصیب تأمل جب آیت مین تغلیب کا احتمال ہوا تو دلیل لانیوالا عورت کی منی کے دافق ہونے پر اس آیت سے چنانچہ قہستانی شارح نقایہ نے استدلال کیا اخی چلپی کی پیروی کرکے ٹھیک بات پر نہین اسکو غور کرلے ہم اسواسطے کہ جب دلیل مین احتمال ہوا احتمال تو ساقط ہوا استدلال تامل کیوجہ شاید یہ ہے کہ استدلال ہوتا ہی امر ظاہر پر اور تغلیب خلاف ظاہر ہے ولانه لیس بشرط عندهما خلافا للثانی ولذا قال وان لم یخرج من رأس الذکر بها اور مصنف نے اسواسطے دفق کا لفظ ذکر نکیا کہ دفق امام اور محمد کے نزدیک شرط نہین برخلاف ابو یوسف کے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اگرچہ منی سر ذکر سے شہوت کے ساتھہ نہ نکلی یعنی اپنی فرارگاہ سے منفصل ہوتے شہوت شرط ہے الحاصل سے نکلنے کیوقت شہوت نرہی ہو ہم دریافت کرنا چاہیئے کہ دفق مصدر ہے متعدی اور گاہی لازم بھی آتا ہے کذا فی المنح تو متعدی بمعنی دفع بشدت ہے اور بالمعنی طرفین کے نزدیک سر ذکر سے نکلنے کیوقت دفق شرط نہین اور دفق لازم بمعنی دفوق یعنی خروج اپنے محل سے یعنی سر ذکر سے تو یہہ طرفین اور ابو یوسف سبکے نزدیک شرط ہے یعنی غسل واجب نہوگا جبتک منی سر ذکر سے خارج نہو تو کلام شارح مین دفق متعدی کی نفی ہے نہ دفق لازم کی کذا فی الطحطاوی وشرطه ابو یوسف اور سر ذکر سے نکلتے کیوقت دفق اور شہوت کو ابو یوسف نے شرط کہا ہے ہم اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہی چند مواضع مین چنانچہ ایک شخص کو احتلام ہوا اور اوسنے ذکر کو دابا یہانتک کہ شہوت ٹھہر گئی پہر بدون شہوت کے منی نکلی تو طرفین کے نزدیک غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک یا شہوت سے نظر کی اور منی اپنے محل سے منفصل ہوئی پہر اوسنے ذکر کو دابا کہ شہوت جاتی رہی پہر بدون شہوت کے منی نکلی یا غسل کیا پیشاب کرنے یا سونے سے پہلے پہر باقی منی بدون شہوت کے نکلی تو طرفین کے نزدیک دوسرا غسل واجب ہے نہ ابو یوسف کے نزدیک وبقوله یفتی فی ضیف خاف ریبة واستحیی کما فی المستصفی اور ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا جاتا ہی اُس مہمان کے حق مین کہ ڈرا تہمت اور بدگمانی سے اور شرمایا چنانچہ مستصفے مین ہی ہم یعنی مہمان کو احتلام ہوا اور اوسنے سر ذکر کو دابا اور شہوت زائل ہونیکے بعد منی خارج ہوئی یہہ حرکت بدگمانی کے قصد سے کی کہ میزبان کو شبہہ نہ پڑے تو بموجب فتوی غسل اوسپر واجب نہین اور مہمان کی قید سے معلوم ہوا کہ اسکے سوای مین طرفین کے قول پر فتوی ہی چنانچہ بحر الرائق مین سراج سے مصرح ہے وفی القهستانی والتتارخانية معزیا للنوازل وبقول ابی یوسف نأخذ لانه ایسر علی المسلمین قلت ولا سیما فی الشتاء والسفر اور قہستانی اور فتاوی تاتارخانیہ مین نوازل سے منقول ہی کہ ابو یوسف کے قول کو ہم لیتے ہین اسواسطے کہ وہ مسلمانون پر آسان تر ہے مین کہتا ہون خصوصا موسم سرما اور سفر مین ہم یعنی ابو یوسف کا قول مطلقا ماخوذ ہی گذشتہ نماز و نہین اور آیندہ مین اور منصوری شرح مسعودی مین یون ہی کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہی گذشتہ نماز و نہین جو بدگمانی کے خوف سے پڑہین اور طرفین کے قول پر فتوی ہی صلوات مستقبلہ مین کیونکہ اونمین تہمت کا خوف نہین الحاصل دونون قولکی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخانية خرج منیه بعد البول وذکره منتشر لزمه الغسل قال فی البحر محمله ان وجد الشهوة وهو تقیید لقولهم بعدم الغسل بخروجه بعد البول اور خانیہ مین ہی کہ منی نکلی پیشاب کرنیکے بعد اور حالانکہ اوسکا ذکر استادہ ہی تو غسل کرنا اوسپر لازم ہوا بحر الرائق مین کہا کہ یہہ مسئلہ اسصورت پر محمول ہی جو استادگی کے ساتھہ شہوت بھی پائی جاوے اور وہ یعنی استادگی شہوت کے ساتھہ مقید کرنا ہی فقہا کے اس مطلق قول کو کہ پیشاب کے بعد منی کے نکلنے سے غسل لازم نہین ہم کتب معتبرہ مین مصرح ہے کہ بول یا نوم یا مشی کثیر کے بعد اگر منی نکلی تو غسل واجب نہین تو عدم غسل کا اطلاق مقید عدم انتشار اور شہوت کے ساتھ ہی صاحب بحر نے کہا اور اسپر دلیل تجنیس کی یہہ تعلیل ہی کہ حالت استادگی خروج اور انفصال سب دونو پائے گئے بطریق دفق اور شہوت کے کذا فی الطحطاوی وعند ایلاج

حشفۃ ہی ما فوق الختان یا دمی احتراز من الجنی یعنی اذا لم ینزل واذا لم یظہر لہا فی صورۃ الادمی کما فی البحر اور غسل مفروض ہوا آدمی کے
تمام حشفہ داخل کرنے کیوقت آلہ تناسل مین حشفہ اوسکا نام ہے جو ختنہ کرنے کے مقام سے اوپر ہے جسکو سپاری کہتے ہین آدمی کا حشفہ کہنا احتراز ہے
جن کے حشفہ سے یعنی اگر جن عورت سے جماع کرے اور اوسکو سامنے آدمی کی صورت پر ظاہر نہوا اور جبکہ عورت کو انزال نہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے تو عورت پر غسل
نہین ہے جب عورت نے کہا کہ میرے ساتھ ایک جن ہے خواب مین آتا ہے بارہا اور مجکو وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو میرے زوج کے جماع سے حاصل
ہوتی ہے تو اوسپر غسل نہین ہے واسطے انتفاء سبب کے اور اگر انزال ہوا تو غسل واجب ہوگا یا وہ احتلام ہے اور اگر جن آدمی کی صورت پر ظاہر ہوا تو فقط ادخال
سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہو اسواسطے کہ مدار احکام کا ظاہر پر ہے کذا فی البحر او بلا حشفۃ او قدرہا من مقطوعہا یا وقت داخل کرنے بقدر حشفہ
کے اوس شخص سے جسکا حشفہ کٹا ہے ولو لم یبق منہ قدرہا قال فی الاشباہ لم یتعلق بہ حکم ولم ارہ اور جو بقدر حشفہ کے ذکر سے باقی نرہا اشباہ مین
کہا کہ کوئی حکم اوسکے ساتھ متعلق نرہا اور مین نے اوسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا ہم یعنی جو احکام کہ حشفہ داخل کرنے سے تعلق رکھتے ہین جیسے وجوب غسل اور
حلال ہونا مطلقہ کا اور جماع کی قسم مین حانث ہونا یا نہونا اسمین تین باتین ہیں سید علی مقدسی نے کہا کہ قدر حشفہ کی تقیید کے مفہوم سے یہہ نکلتا ہے کہ اوسکے
ساتھ کچہہ حکم متعلق نرہا اور عند السوال اسیکا فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی فی احد سبیلی ادمی حی یجامع مثلہ علیہما مع حیی مختار غسل فرض ہوتا
ہے حشفہ داخل کرنے سے ایک راہ مین دو راہون سے کہ قبل اور دبر ہے اوس زندہ آدمی کی کہ ویسی کا جماع ہو سکتا ہو اور قیود ثلثہ مین سے ہر قید کا محترز
آگے آویگا یعنی آدمی کی قید سے جانور سے احتراز ہوا اور زندہ کی قید سے مردہ نکل گیا اور قابل جماع کے قید سے صغیر غیر قابل جماع خارج ہوا ہم اور بجرد غائب
ہونے حشفہ بدون انزال کے غسل کے واجب ہونے پر بہت احادیث دلیل ہین از انجملہ ابو ہریرہ کی حدیث ہے صحیح بخاری اور مسلم مین کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد بیٹھا عورت کی چار شاخون مین اور چہوا ایک ختان یعنی ختنہ گاہ نے دوسرے ختان کو تو البتہ غسل واجب ہوگیا مسلم کی
روایت مین اتنا زیادہ ہے اگرچہ اوسکو انزال نہوا ہو اور یہہ جو مسلم کی حدیث ہے کہ انما الماء من الماء سو احتلام پر محمول ہے چنانچہ جامع ترمذی مین
عبداللہ بن عباس سے یہہ مروی ہے کذا فی العینی علیہما اے الفاعل والمفعول لو کانا مکلفین دونون پر غسل فرض ہے یعنی فاعل اور مفعول
پر بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونون مکلف ہون یعنی عاقل بالغ مسلمان ہون ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط اور اگر دونون سے ایک مکلف ہو
یعنی دوسرا صغیر یا مجنون تو صرف مکلف پر غسل واجب ہے دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتی یغتسل غسل فرض نہین مراہق پر لیکن وہ نماز پڑہنے
سے منع کیا جائیگا یہان تک کہ نہاوے ہم مراہق وہ صغیر ہے کہ ہنوز بالغ نہین قریب باحتلام ہے ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا اور دس برس کے
لڑکے کو غسل کرنیکا امر کیا جاوے ادب سکہانے کو طہارت کی اوسکو عادت ہو جیسے نماز کا اوسکو امر کیا جاتا ہے ہم دس برس کے صغیر نے جماع کیا عورت
بالغہ کا تو عورت پر غسل ہے صغیر پر نہین لیکن عادت پڑنے کیواسطے اوسکو غسل کرنے کا امر ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وان وطیئۃ لو بنزل
صبیا بالاجماع ادخال حشفہ سے مکلف پر غسل فرض ہے بالاجماع اگرچہ اوسنے منی نہین ٹپکائی ہم عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ یہی مذہب ہے ہمارے
علما کا اور یہی صحیح ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین بھی ہے یعنی لو فی دبر غیرہ اما فی دبر نفسہ فرجح فی النہر عدم الوجوب الا بالانزال یعنی دبر
مین حشفہ داخل کرنے سے اوسوقت غسل فرض ہوتا ہے کہ غیر شخص کی دبر مین داخل کرے اور اگر اپنی دبر مین حشفہ داخل کیا سو نہر الفائق مین عدم وجوب
غسل کو ترجیح دی ہے بدون انزال کے ہم نہر الفائق مین کہا کہ اعتماد کے لائق عدم وجوب ہے مگر بانزال اسواسطے کہ وہ اولی ہے صغیرہ اور میتہ سے
تصورات مین ولا یرد الخنثی المشکل فانہ لا غسل علیہ بایلاجہ فی قبل او دبر ولا علی من جامعہ الا بالانزال لان الکلام فی
الحشفۃ والسبیل المحققین اور مصنف پر خنثی مشکل کا اعتراض وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسپر غسل واجب نہین حشفہ داخل کرنے سے قبل یا دبر مین اور نہ
اوس شخص پر جو خنثی مشکل سے جماع کرے مگر انزال سے البتہ غسل ہے اسواسطے کہ مصنف کا کلام حشفہ واقعی اور اوس قبل اور دبر مین ہے جو بلا شبہہ محقق
اور ثابت ہین ہم یعنی مصنف کے اس قول پر کہ حشفہ داخل کرنیسے احد السبیلین مین مکلف پر غسل واجب ہوتا ہے خنثی مشکل کے فاعل اور مفعول ہونیسے عدم

فرع بعض [illegible] مقتدی

[illegible]

واجب غسل كا اعتراض وارد نہوگا اسواسطے كہ خنثے مشكل كا حشفہ اور فرج مشكوك الوجود ہے اور مصنف كا كلام متحقق الوجود مين ہے اور اسكو فاعل ہونے مين غسل اسواسطے واجب نہين كہ شايد وہ عورت ہو اور اوسكا ذكر عضو زائد ہو تو اُسكا داخل كرنا بمنزلہ اوسكى انگلى داخل كرنے كے ہوا اور اسيطرح دوسرے خنثے كى فرج مين اگر اوسنے داخل كيا تو غسل دونون پر نہين كہ شايد دونون مرد ہون اور دونو فرجين زائد ہون اور خنثى مشكل كے مفعول ہونے مين غسل نہين كہ شايد وہ مرد ہو اور اوسكى فرج بمنزلہ زخم كے ہو اور فرج كى تقييد سے معلوم ہوگيا كہ خنثى مشكل كى دبر مين اگر كوئى داخل كرے تو فاعل اور مفعول دونون پر غسل واجب ہوگا اور سبيلين سے مراد ذكر اور فرج ہے اسواسطے كہ دبر خنثى مشكل كى ثابت الوجود ہے بلاشك تو اگر شارح يون كہتا لا في الكلام في خنثيه و فرج خنثين تو بہتر ہوتا كذا في الطحطاوى وَعِندَ رُؤيَةِ مُستَيقِظٍ خَرَجَ رُؤيَةَ السَّكرَانِ وَ المُغمى عَلَيهِ المَذىَ مِنيًّا اَو مَذِيًّا وَاِن لَم يَتَذَكَّر الاحتِلامَ اور غسل فرض ہے نزديك ديكھنے مستيقظ يعنى سوكر جاگنے والے كى منى يا مذى كو بدن پر يا كپڑے پر اگرچہ احتلام ہونا اوسكو ياد نہو شارح نے كہا مستيقظ كى قيد سے متوالا اور غشى والے كى مذى كا ديكھنا نكل گيا يعنى اگر بعد ہوشيار ہونيكے متوالا يا صاحب غشى مذى ديكھيگا تو دونون پر غسل نہين ہے برخلاف مستيقظ كے وجہ فرق يہ ہے كہ نيند مظنہ ہے احتلام كا راحت پانے كے سبب سے تو مذى كا ديكھنا منى پر محمول ہوگا احتياط كى راہ سے كہ شايد ہوا كى گرمى يا غذا كے سبب سے منى پتلى ہوگئى اور متوالے اور صاحب غشى مين يہہ سبب متحقق نہين يعنى مستى اور غشى راحت كا سبب نہين مذى كى قيد اسواسطے لگائى كہ اگر مست بيہوش بعد افاقہ منى ديكھينگے تو بالاتفاق غسل واجب ہوگا معلوم كرنا چاہيئے كہ مستيقظ كا مسئلہ بارہ صورتون كا محتمل ہے اسواسطے كہ يا اوسكو يقين ہے كہ وہ منى يا مذى يا ودى ہے يا اوسكو شك ہے منى اور مذى مين يا منى اور ودى مين يا مذى اور ودى مين اور ان چھہ صورتون مين سے ہر صورت كے ساتھ احتلام ياد ہے يا نہين تو غسل واجب ہے بالاتفاق جب منى كا يقين ہو احتلام ياد ہو يا نہو يا مذى كا يقين ہو احتلام كے ياد ہونيكے ساتھ يا شك ہے منى يا مذى مين يا منى يا ودى مين يا مذى يا ودى مين اور احتلام ياد ہو ان تينون صورتون مين بھى غسل واجب ہے اور جبكہ ودى كا يقين ہو تو غسل واجب نہين احتلام ياد ہو يا نہو يا شك ہو مذى يا ودى مين اور احتلام ياد نہين يا يقين ہے مذى كا اور احتلام ياد نہين مصنف نے ان صورتون مين سے چار صورتون كو ذكر كيا اسلئے كہ جميع جزئيات كا بيان كرنا لازم نہين علے الخصوص نادرة الوجود كا كذا في الطحطاوى مختصراً مذى سفيد پتلا پانى ہے جو حالت انتشار مين عورت كى ملاعبت كے ساتھ نكلتا ہے اور ودى گاڑھا پانى سفيد ہے جو پيشاب كے بعد اور غسل كرنے كے بعد خارج ہوتا ہے احتلام لغت مين خواب ديكھنے كو كہتے ہين اور استعمال مين خواب جماعى كو بولتے ہين جسكے ساتھ اكثر انزال منى كا ہوتا ہے اِلَّا اِذَا عَلِمَ اَنَّهُ مَذِىٌّ وَيَتَحَقَّقُ اَنَّهُ مَذِىٌّ اَو وَدِىٌّ وَكَانَ ذَكَرُهُ مُنتَشِرًا قَبلَ النَّومِ فَلَا غُسلَ عَلَيهِ اتفاقاً مگر جبكہ مستيقظ كو بالیقين معلوم ہو كہ وہ مذى ہے بشرطيكہ احتلام ياد نہو كذا في الطحطاوى يا اوسكو شك ہو كہ وہ رطوبت مذى يا ودى ہے يا اوسكا ذكر استادہ تھا سونے سے پہلے تو اوسپر غسل نہين باتفاق طرفين اور ابو يوسف كے ہم اسواسطے كہ اگر ذكر منتشر تھا سونے سے پہلے تو جو رطوبت پائى گئى جاگنے كے بعد تو وہ اسى انتشار كے آثار سے ہوگى تو اوسپر غسل لازم نہ آويگا ليكن اگر اوسكو منى ہونيكا گمان غالب ہوگا تو غسل لازم آويگا اور اگر سونے كيوقت اُسكا ذكر ساكن يعنى استادہ نہوگا تو اس رطوبت كو منى قرار دينگے اور اوسكو غسل كرنا لازم ہوگا شمس الائمہ حلوائى نے كہا يہہ مسئلہ اكثر واقع ہوتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہين تو اسكا ياد ركھنا ضرور ہے كذا في الخانية كا نوحے جيسے ودى كے ديكھنے مين غسل نہين باتفاق احتلام ياد ہو يا نہو لكن في الجواهر اِلَّا اِذَا نَامَ مُضطَجِعًا اَو تَيَقَّنَ اَنَّهُ مَنِىٌّ اَو تَذَكَّرَ حُلُمًا فَعَلَيهِ الغُسلُ وَالنَّاسُ عَنهَا غَافِلُونَ ليكن جواہر زاہدى حاشيہ اشباہ و نظائر مين يہہ ہے كہ انتشار قبل النوم مين غسل نہين مگر جبكہ وہ شخص كروٹ پر سويا يا اوسكو منى ہونيكا يقين ہوگيا يا اوسكو احتلام ياد پڑا اور حالانكہ اوسكو منى يا مذى كے ہونے مين شك واقع ہے كذا في الطحطاوى تو ان تينون صورتون مين اوسپر غسل واجب ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہين لَا يُفتَرَضُ اِن تَذَكَّرَ وَلَو مَعَ اللَّذَّةِ وَالاِنزَالِ وَلَم يَرَ عَلَى رَأسِ الذَّكَرِ بَلَلًا اِجمَاعًا غسل فرض نہين بالاتفاق اگر احتلام ياد ہو

اگرچہ لذت اور انزال کے ساتھ خواب یاد ہو اور حالانکہ اوسنے ذکر پر رطوبت کو نہیں دیکھا ھم اتفاق سے ہوا یہاں شیخین اور محمد کا اتفاق ہے اور خلاف نہیں مگر صورتین کذا فی الطحاوی پس ذکر کی قید اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے اگر کپڑے وغیرہ پر رطوبت کو نہ دیکھیگا وکذا المرأة مثل الرجل علی المذهب اور اسیطرح عورت کا حکم ہے مرد کی مانند بنابر مشہور مذہب کے یعنی بدون دیکھنے رطوبت کے احتلام یاد ہونے سے عورت پر غسل نہیں جیسے مرد پر غسل نہیں طحاوی نے کہا یہی مذہب معتمد ہے سبکے نزدیک اور وہ جو محمد سے روایت ہے عورت کے وجوب غسل کی وہ اعتماد کے لائق نہیں شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ ہم اوس روایت کو نہیں لیتے ہیں انتہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم ابو طلحہ کی عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ مجکو احتلام ہوا یا رسول اللہ حق تعالی شرم نہیں کرتا حق سے کیا عورت پر غسل ہے جبکہ اوسکو احتلام ہو فرمایا کہ ہان جبکہ وہ پانی کو دیکھے یعنی جبکہ منی نظر آوے نووی نے شرح مہذب مین اسپر اجماع نقل کیا ہے اگر کوئی کہے کہ تمہارے مذہب مین مفہوم شرط کا معتبر نہین ہم جواب دینگے کہ حکم غسل کا معلق بشرط ہے تو غسل کا حکم منعدم ہوا عدم اصلی سے اور یہہ نہیں کہ عدم شرط کو عدم حکم مین اثر ہے انتہے ما فی المنح ملخصا ولو وجد بین الزوجین ماء ولا تمیز ولا تذکر ولا نائم قبلهما غیرهما اغتسلا اور اگر درمیان زوجہ اور زوج پانی یعنی منی یا مذی پائی گئی یعنی زوجین بستر پر ننگے سوتے تھے جب بیدار ہوئے تو بستر پر منی یا مذی پائی اور تمیز کی کوئی وجہ نہیں جس سے مرد یا عورت کی منی ممتاز ہوا اور نہ دونوکو احتلام یاد ہے اور اُن دونون سے پہلے کوئی اور شخص اوس بستر پر سویا تھا تو دونون پر نہانا واجب ہے احتیاطاً کذا فی الخانیة ھم وجہ تمیز کی یہہ ہے کہ مرد کی منی سفید اور گاڑہی ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد اور مرد کی منی طول مین واقع ہوتی ہے اور عورت کی عرض مین تو جسکی علامت پائی جاوے اوسپر غسل لازم ہوگا اور جسکو احتلام یاد ہوگا اوسپر غسل لازم ہوگا اور جو اوس بستر پر اول کوئی سویا ہوگا اور منی خشک ہوگی تو ظاہرا کسی پر زوجین سے غسل واجب نہوگا کذا فی البحر بحثا ادخل حشفة او قدرها ملفوفة بخرقة ان وجد لذة الجماع وجب الغسل والا لا علی الاصح والا حوط الوجوب حشفہ کو یعنی پیشاب گاہ کے اگلے حصے کو قبل یا دبر مین داخل کیا یا بقدر حشفہ مقطوع الحشفہ نے اسیطرح داخل کیا اگر لذت جماع کی پائی تو نہانا واجب ہوا اور اگر لذت اور گرمی کذا فی المنح نہیں پائی تو غسل واجب نہیں بنا اصح قول کے اور زیادہ تر احتیاط ہی غسل کے واجب ہونے مین دونو صورتون مین لذت حاصل ہو یا نہو کذا فی البحر وعند انقطاع حیض ونفاس هذا وما قبله من اضافة الحکم الی الشرط ای یجب عنده لا به بل بوجوب الصلوة او ارادة ما لا یحل کما مر اور غسل فرض ہے حیض اور نفاس کے منقطع ہونے کیوقت شارح نے کہا یہہ یعنی انقطاع حیض ونفاس اور جو اس سے پہلے مذکور ہو چکا یعنی خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ وہ من قبیل نسبت کرنے حکم کے ہی طرف شرط کی یعنی غسل واجب ہے خروج منی اور ادخال حشفہ اور رویت مستیقظ اور انقطاع حیض اور نفاس کے اوقات مین نہ ان اشیا کے سبب سے بلکہ غسل واجب ہے بسبب واجب ہونے نماز کے یا بسبب ارادہ کرنے اوس فعل کے جو بدون غسل کے حلال نہیں چنانچہ تلاوت قران مثلا جیسا کہ مسائل وضو مین گذر گیا ھم یعنی فقہ کی جن کتابون مین خروج منی وغیرہ کو غسل کا سبب کہا ہے تو وہان حکم کو شرط کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ امور مذکورہ سبب غسل کے نہیں ہین بلکہ غسل کی شرطین ہین اور غسل کا سبب تو فی الحقیقة وجوب صلوة ہے یا ارادہ تلاوت قران مثلا لا عند مذی او ودی غسل فرض نہیں مذی اور ودی کے نکلنے کیوقت اور مستیقظ کو جو مذی کے دیکھنے سے غسل لازم ہوتا ہے تو اس احتمال سے کہ بدن کی یا ہوا کی گرمی سے منی رقیق ہو گئی بل الوضوء منه ومن البول جمیعا علی الظاهر بلکہ وضو لازم ہے ودی اور بعد بول دونون سے بنا بر ظاہر الروایة کے ھم اور اسکا نظیر رعاف بعد البول ہے یا بول بعد الرعاف تو اگر قسم کھائی وضو کریگا رعاف سے پہر اوسکو رعاف ہوئی پہر پیشاب کیا یا اسکے بالعکس تو وضو دونون سے ثابت ہوگا اور وہ شخص حانث ہوگا اگر کوئی پوچھے کہ کیا فائدہ ہے ودی سے وضو کے واجب کہنے مین اور حالانکہ بول سابق سے تو وضو واجب ہو گیا اسکی پانچ جواب بحر الرائق مین مذکور

ہین از انجملہ ایک جواب یہہ ہے کہ جسکو سلسل البول کی بیماری ہو تو اوسکا وضو ودی سے ٹوٹیگا نہ پیشاب سے اور از انجملہ یہہ ہی کہ جسنے وضو کیا بعد بول کے ودی نکلنے سے پہلے تو اب ودی سے وضو واجب ہوگا اور از انجملہ وہ جواب ہے جو شارح نے ذکر کیا کذا فی الطحطاوی مختصرًا وَلَا عِنْدَ إِدْخَالِ إِصْبَعٍ وَنَحْوِهِ كَذَكَرٍ غَيْرِ آدَمِيٍّ وَذَكَرِ خُنْثَى وَمَيِّتٍ وَصَبِيٍّ لَا يَشْتَهِي وَمَا يُصْنَعُ مِنْ نَحْوِ خَشَبٍ فِي الدُّبُرِ أَوِ الْقُبُلِ عَلَى الْمُخْتَارِ اور فرض نہین نہانا وقت داخل کرنے انگلی اور اوسکی مانند کے چنانچہ آدمی کی سوا کسی جانور کا ذکر اور خنثی اور میت اور اوس صغیر کا ذکر جسکو شہوت نہین ہوتی اور جو چیز آلت کی مانند بنائی جاتی ہی لکڑی وغیرہ سے یعنی بدکار عورتین شہوت رانی کیواسطے بناتی ہین جسکو اہل ہند سبورا کہتی ہین تو ان اشیا کے قبل یا دبر مین داخل کرنے سے غسل لازم نہین بنا بر قول مختار کے ھ دبر مین تو ترجیح متفق ہی مگر قبل مین ترجیح مختلف ہی اسواسطے کہ شیخ الاسلام ابو سعود نے نوح افندی کے کلام سے نقل کیا ہی کہ ادخال قبل مین وجوب غسل کا مختار ہی جبکہ عورت شہوت رانی کا قصد کری یعنی بدون انزال کے بھی غسل واجب ہے اسواسطے کہ عورتون میں شہوت غالب ہوتی ہی تو سبب کو مقام مسبب کے قائم کیا کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَلَا عِنْدَ وَطْءِ بَهِيمَةٍ أَوْ مَيْتَةٍ أَوْ صَغِيرَةٍ غَيْرِ مُشْتَهَاةٍ اور فرض نہین نہانا زندہ یا مردہ جانور کے جماع سے اور نہ اوس صغیرہ کے جماع سے جو شہوت کے لائق نہین ھ یہہ محترز ہے اوس قول سابق کا کہ زندہ آدمی قابل شہوت کے احد السبیلین مین ادخال حشفہ سے نہانا فرض ہوتا ہی زندہ آدمی کی قید سے جانور زندہ اور مردہ نکل گیا اور قابل شہوت کی قید سے صغیرہ غیر مشتہاۃ خارج ہو گئی بِأَنْ تَصِيرَ مُفْضَاةً بِالْوَطْءِ صغیرہ غیر مشتہاۃ یعنی قابل شہوت نہونا اسطرح پر ہی کہ جماع کرنے سے درمیان کا پردہ پھٹ کر دونون راہین یعنی قبل اور دبر ایک ہو جاوین وَإِنْ غَابَتِ الْحَشَفَةُ جانور وغیرہ کے جماع سے غسل نہین اگرچہ حشفہ اندر چھپ جاوی وَلَا يَنْتَقِضُ الْوُضُوءُ فَلَا يَلْزَمُ إِلَّا غَسْلُ الذَّكَرِ قہستانی عن النظم اور اسیے جماع سے وضو نہین ٹوٹتا تو سوا آلت دہو ڈالنی کے کوئی چیز لازم نہین آتی ایسا نقل کیا ہی قہستانی نے نظم سے وَسَيَجِيءُ أَنَّ رُطُوبَةَ الْفَرْجِ طَاهِرَةٌ عِنْدَهُ فَتَنَبَّهْ اور آگے آویگا کہ رطوبت فرج کی پاک ہی امام کے نزدیک تو ہوشیار ہو جا کہ جماع صغیرہ غیر مشتہاۃ کے جماع سے آلت کا دہونا صاحبین کے قول پر ہی نہ امام کے قول پر اور یہہ اختلاف فرج داخل مین ہے اسواسطے کہ فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے اس دلیل سے کہ امام اور صاحبین کے نزدیک اوسکا دہونا وضو مین سنت ہے اور اگر نجس ہوتی صاحبین کے نزدیک تو دہونا فرض ہوتا کذا فی الحلبی بِلَا إِنْزَالٍ لِقُصُورِ الشَّهْوَةِ اشیاء مذکورہ مین بدون انزال کے غسل لازم نہین لذت کے ناقص ہونے کیوجہ سے ھ یہہ علت ہی اشیاء ماتقدم کی عدم وجوب غسل کی یعنی لذت کامل ہوتی ہی مرغوب بالطبع کے جماع سے یا انزال سے پھر جب محل مرغوب نہوا تو بدون انزال کے کمال لذت نہین أَمَّا بِهِ فَيُحَالُ عَلَيْهِ اور انزال ہونیکے ساتھہ تو غسل کا واجب ہونا انزال ہی پر حوالہ کیا جاویگا یعنی اسوقت مین انزال ہی منظور الیہ اور مقصود نفی الوجوب ہوگا جسے محال علیہ مقصود بالمطالبہ ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی كَمَا لَا غُسْلَ لَوْ أَتَى عَذْرَاءَ وَلَمْ يُزِلْ عُذْرَتَهَا بِضَمٍّ فَسُكُونٍ الْبَكَارَةُ فَإِنَّهَا تَمْنَعُ الْتِقَاءَ الْخِتَانَيْنِ إِلَّا إِذَا حَبِلَتْ لِإِنْزَالِهَا وَتُعِيدُ مَا صَلَّتْ قَبْلَ الْغُسْلِ كَذَا قَالُوا چنانچہ غسل لازم نہین جو باکرہ سے جماع کیا اور اوسکی بکارت قائم رہی اسواسطے کہ بکارت مرد اور عورت کے ختنہ گاہون کی ملنے سے یعنی فرج مین دخول حشفہ سے مانع ہی مگر جبکہ باکرہ اس وطی سے حاملہ ہو گئی تو غسل لازم ہوگا عورت کے انزال ہونے کی وجہ سے یعنی اسواسطے کہ بدون انزال جانبین کے حمل متحقق نہین ہوتا اور باکرہ بعد حمل کے اون نمازونکو پھر پڑھے جو غسل کرنے سے پہلے پڑھ چکی ایسا کہا ہی علماء مذہب نے شارح نے کہا عذرہ بضم عین وسکون ذال بمعنی بکارت ہی ھ اعادہ نماز کی یہہ وجہ ہی کہ حمل کے بعد ظاہر ہو گیا کہ اوسنے بدون طہارت کے نماز پڑھی وَفِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّ خُرُوجَ مَنِيِّهَا مِنْ فَرْجِهَا الدَّاخِلِ شَرْطٌ لِوُجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمُفْتَى بِهِ وَلَمْ يُوجَدْ قَالَهُ الْحَلَبِيُّ اور قول مذکور کے وجوب غسل مین اعتراض ہی اسواسطے کہ عورت کی منی کا نکلنا فرج داخل سے وجوب غسل کی شرط ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اور وہ یہان پایا نہین گیا ایسا کہا حلبی نے ھ یعنی جبکہ خروج منی کا نہوا تو اوسپر غسل واجب نہین اگرچہ حمل رہ گیا ہو الحاصل باکرہ پر غسل واجب نہین ہوتا مطلقًا اگرچہ وہ حاملہ ہو جاوی اسواسطے کہ قول اصح یہہ ہی کہ اوسپر وجوب غسل کا انزال سے اوسوقت ہوتا ہی جبکہ منی فرج داخل سے فرج خارج کیطرف پونہچے اور مرد پر تو غسل لازم ہوگا اسلیے کہ ظہور حمل

کا علامت ہو مرد کے انزال کی اگرچہ اوسکو معلوم نہو مین کہتا ہون اوراعتراض مذکور تمام نہو گا مگر جبکہ بکارت خروج منی کی مانع ہو اور حالانکہ
برخلاف اسکی ثابت ہو اسواسطے کہ حیض اوسی محل سے خارج ہوتا ہے وتمامہ فی الطحطاوی ویجب ای یفترض علی الاحیاء المسلمین کفایۃ
اجماعًا ان یغسلوا بالتخفیف المیت المسلم الا الخنثی المشکل فییمم اور واجب ہے یعنی فرض ہے زندہ مسلمانون پر بطور فرض کفایہ اجماع
کی دلیل سے یہہ کہ نہلاوین مردہ مسلمان کو سوای اوس مردہ کے جو خنثی مشکل ہو تو اوسکو غسل نہ دیجیے بلکہ اوسکو غسل کے عوض تیمم کرا دیں م
شارح نے وجوب کی تفسیر فرض کی تا معلوم ہو کہ یہان وجوب اصطلاحی مراد نہین جیسے اگلے مسئلہ مین بھی وجوب سے فرض مراد ہے مصنف نے اپنی
شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ یہہ فرضیت اجماع سے ثابت ہے اور غسل میت کی صحت مین نیت شرط نہین ہان ذمہ مکلفین سے اسقاط فرض کا نہوگا
بدون نیت کے تو غریق کو بھی تین بار غسل دینا زندون پر لازم ہوگا مگر خانیہ مین زندون پر بھی نیت کو لازم نہین کہا انتہی شارح نے یغسلوا
مین تخفیف کی قید لگائی حالانکہ تخفیف وتشدید دونون متعدی ہین کذا فی القاموس تو مترجم کے ذہن ناقص مین آتا ہے کہ بالتخفیف کا لفظ بعد
لفظ میت[له] کے ہوگا شاید کہ کاتب سے تقدیم واقع ہوگئی اسلئے کہ طحطاوی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ میّت بالتخفیف وہ ہے جو مرگیا اور میّت
بالتشدید وہ ہے جو زندہ ہے آگے مریگا کما یجب علی من اسلم جنبًا او حائضًا او نفساء ولو بعد الانقطاع علی الاصح کما
فی شرح نبلالیۃ عن البرهان وعلله ابن الکمال ببقاء الحدث الحکمی جیسے واجب یعنی فرض ہے نہانا اوس شخص پر جو مسلمان ہو حالت جنابت
یا حیض یا نفاس مین اگرچہ حیض اور نفاس کے موقوف ہو جانے کے بعد اسلام قبول کیا بنا بر صحیح تر قول کے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول
ہے ابن کمال نے وجوب غسل بعد الانقطاع کی دلیل بیان کی ہے حدث حکمی کے باقی رہنے سے یعنی جب کہ حدث باقی رہا تو وہ زائل نہوگا بدون غسل
کے او بلغ لا بسن بل بانزال او حیض او ولادۃ ولو دمًا او اصابت کل بدنہ نجاسۃ او بعضہ وخفی مکانها جوان ہوا آدمی
عمر کے حساب سے نہین بلکہ انزال یا حیض کے آنے سے یا کہ عورت جنی اور اوسنے خون کو نہ دیکھا یا آدمی کے تمام بدن پر نجاست لگی یا تھوڑے بدن پر
نجاست لگی اور نجاست کا مکان مخفی رہا تو ان پانچون صور تون مین غسل کرنا لازم ہوگا م اور اگر بلوغ عمر کے حساب سے ہوگا تو غسل واجب نہین
مستحب ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بلوغ کی عمر لڑکا ہو یا لڑکی پندرہ برس ہین اسی قول پر فتوی ہے فی الاصح راجع للجمیع غسل لازم ہے صحیح تر
قول مین شارح نے کہا اصح ہونا سب پانچون صور تون کیطرف راجع ہے وفی التتارخانیۃ معزیًا للعتابیۃ والمختار وجوبہ علی مجنون
افاق قلت وهو یخالف ما یاتی متنًا الا ان یحمل انه رأی منیًا اور تاتارخانیہ مین عتابیہ کیطرف منسوب ہے کہ قول مختار وجوب غسل کا
ہے اُس مجنون پر جو ہوش مین آگیا مین کہتا ہون یہہ قول مخالف ہے اوس قول کے جو متن مین آویگا یعنی استحباب غسل کا مگر یہہ کہ وجوب غسل کو اوسپر
محمول کیجیے کہ مجنون نے بعد افاقہ اپنے بدن یا کپڑے پر منی دیکھی اور استحباب کے قول کو عدم رویت پر محمول کیجیے تو اب خلاف باقی نرہا وهل
السکران والمغمی علیه کذلک یراجع اور کیا مست اور صاحب غشی کا حکم اسیطرح مجنون کی مانند ہے ہوشیار ہونے کے بعد کتابون مین اسکا
حکم دیکھنا چاہیے یعنی ہمنے اسکا حکم نہین دیکھا تو تلاش کرنا چاہیے م بحر الرائق مین مذکور ہے کہ مست جب ہوش مین آیا اور اوسنے مذی کو دیکھا تو
اوسپر بالاتفاق غسل نہین تو اگر مذی نہ دیکھیگا تو بطریق اولے اوسپر غسل لازم نہوگا اور صاحب غشی کو تو خود شارح نے مستحبات مین غرر الاذکار
سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی والا بان اسلم طاهرًا او بلغ بالسن فمندوب اور اگر ویسا نہین یعنی جنابت یا حیض یا نفاس سے
پاک صاف مسلمان ہوا یا عمر کے حساب سے جوان ہوا تو غسل کرنا مستحب فرض نہین وسن لصلوۃ جمعۃ ولصلوۃ عید هو الصحیح کما فی
غرر الاذکار وغیرہ اور غسل کرنا سنت ہے جمعہ کی نماز کیواسطے اور عید کی نماز کیواسطے یہی قول صحیح ہے چنانچہ غرر الاذکار وغیرہ مین ہے م
ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کیواسطے ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کیواسطے ہے اور ثمرہ اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس
شخص مین جسنے جمعہ کے دن غسل کیا پھر اوسکا وضو ٹوٹا اور اوسنے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑہی تو ابو یوسف کے نزدیک سنت نہ ادا ہوئی اور حسن

[له] [illegible marginal note]

کے نزدیک ادا ہوئی کذا فی النہر وفی الخانیۃ لو اغتسل بعد صلوۃ الجمعۃ لا یعتبر اجماعا اور خانیہ مین ہی کہ اگر بعد نماز جمعہ کے غسل کیا تو وہ غسل معتبر نہین باتفاق ابو یوسف اور حسن کے ھم حسن کے نزدیک عدم اعتبار غسل کی یہہ وجہ بحر الرائق مین بیان کی کہ غسل اسواسطی مشروع ہوا تاکہ آدمی کے بدن کا میل دور ہو جس سی اجتماع مین تکلیف ہوتی ہی اور یہہ بات حاصل نہین نماز جمعہ کے بعد نہانے سی اور حسن کے نزدیک گو غسل دن کے سبب سے ہو نہ نماز کے سبب سے لیکن یہہ شرط ہی کہ غسل نماز سی پہلے ہو اور بعضون کے نزدیک اتفاق مذکور کی حکایت صحیح نہین اسواسطی کہ عینی نے تصریح کی ہی کہ غسل کرنیکے بعد نماز جمعہ سی حسن کے نزدیک سنت ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا و یکفی غسل واحد لعید و جمعۃ اجتمعا مع جنابۃ اور کفایت کرتا ہی ایکبار غسل کرنا اُس عید اور جمعہ کیواسطی جو جنابت کے ساتھہ جمع ہوئی ھم یعنی جمعہ کے دن عید واقع ہوئی اور ایک شخص کو جنابت بھی ہی تو ایکبار نہانا غسل سنت اور غسل فرض سبکو کفایت کرتا ہے کذا فی النہر عن معراج الدرایۃ کما لفرضی جنابۃ و حیض جیسی جنابت اور حیض دونون فرضون کے واسطی ایک غسل کفایت کرتا ہی اجتماع حیض اور جنابت کیصورت یہہ ہے کہ انقطاع حیض کے بعد جماع یا احتلام واقع ہوا ولاجل احرام اور غسل سنت ہے احرام حج یا عمرہ کیواسطی وفی جبل عرفۃ بعد الزوال اور غسل سنت ہی عرفات کے پہاڑ مین دوپہر ڈھلنے کے بعد ھم شارح نے پہاڑ کا لفظ زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ غسل عرفہ اسوقت سنت ہی جبکہ داخل عرفات ہو ابن امیر حاج نے کہا کہ یہہ غسل فقط دن کیواسطی نہین بلکہ ظاہر وقوف عرفات کیواسطی ہے کذا فی الطحطاوی ویندب لمجنون افاق اور غسل کرنا مستحب ہی اُس دیوانہ کیواسطی جو ہوشمین آگیا ھم غسل مین قسم پر ہے فرض سنت مستحب فرض غسل چھہ قسم ہے انزال منی سی بشہوت دوسرا ادخال حشفہ سی تیسرا انقطاع حیض سی چوتھا انقطاع نفاس سی پانچوین غسل میت چھٹی سارا بدن نجاست لگی ہی یا بعض بدن اور نجاست کا مکان مخفی ہو اور غسل سنت چار ہین نماز جمعہ کیواسطے اور عید کی نماز کے لئے اور احرام کیواسطے اور وقوف عرفات کے لئے اور مستحب غسل کا بیان اب شروع ہوا المجنون سی وکذا المغمی علیہ کما فی غرر الاذکار اور اسیطرح صاحب غشی کا غسل مستحب ہی افاقہ ہونیکے بعد چنانچہ غرر الاذکار مین مذکور ہے وھل السکران کذلک لم اَرَہٗ اور کیا مست کا بھی اسیطرح کا حکم ہے مین نے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکہا ھم شارح سے یہہ کلام مکرر واقع ہوا اور اسکی گفتگو بحر الرائق سے مذکور ہوگئی وعند حجامۃ اور غسل مستحب ہی پچھنے لگانے کیوقت یعنی پچھنے لگانیکے بعد وفی لیلۃ براءۃ اور غسل مستحب ہی شب برات مین یعنی شعبان کی پندرہوین رات مین اس رات کی تعظیم کے واسطے اور شب بیداری کے لئے اسواسطی کہ اسمین ارزاق اور آجال کی تقسیم ہوتی ہی اور ہر مومن کیواسطی براءۃ من النار اور براءۃ من الذنوب حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وعرفۃ اور غسل مستحب ہی شب عرفہ یعنی نوین رات ذی الحجہ مین وقدر اذا رآھا اور غسل مستحب ہی شب قدر مین جبکہ اوسکو دیکہے یعنی جبکہ اوسکو جانتا ہو بظن غالب اور شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہی کہ غسل مستحب ہی جبکہ شب قدر کو یقینا دیکہے یا اُن احادیث پر عمل کرے جو بیان اوقات شب قدر مین وارد ہین کذا فی الطحطاوی ھم اکثر احادیث صحاح مین عشرہ اخیرہ رمضان المبارک کی طاق راتون مین طلب کرنا شب قدر کا وارد ہی علی الخصوص اکیسوین اور تیئیسوین اور ستائیسوین واللہ اعلم وعند الوقوف بمزدلفۃ غداۃ یوم النحر للوقوف اور غسل مستحب ہی نزدیک ٹھہرنے مزدلفہ کے روز قربانی کے صبح کو وہان ٹھہرنے کیواسطے ھم مزدلفہ ایک مکان ہے عرفات اور منیٰ کے درمیان وعند دخول منیٰ یوم النحر لرمی الجمرۃ وکذا البقیۃ الرمی اور غسل مستحب ہی نزدیک داخل ہونے منیٰ کے قربانی کے دن جمرہ کو پتہریان مارنے کیواسطے اور اسیطرح باقی سنگساری کیواسطی یعنی یوم النحر کے بعد تین دن جمرات ثلثہ کی سنگساری جو ہوتی ہے تو ہر روز کا نہانا سنگساری کیواسطی مستحب ہی وعند دخول مکۃ لطواف الزیارۃ اور غسل مستحب ہے نزدیک داخل ہونے مکہ معظمہ کے طواف الزیارۃ کیواسطی تاکہ فرض ادا ہو اکمل طہارتین کے ساتھہ اور اسیطرح ہر بار اُس مکان مقدس کے دخول مین بلا نسک غسل مستحب ہی حرمت مکانکی تعظیم کیواسطی کذا فی امداد الفتاح ولصلوۃ کسوف و خسوف اور غسل مستحب ہی سورج گہن اور چاند گہن کی نماز کیواسطی ھم کسوف اور خسوف نشانیان ہین بندون کے ڈرانے کیواسطی تو اقرب حالات تضرع طہارت کاملہ ہی نماز کیواسطی کذا فی

امداد الفتاح والاستسقاء و فزع وظلمة وریح شدید اور واسطے طلب بارش کے اور خوف اور تاریکی روز اور سخت آندہی مین غسل کرنا مستحب
ہے تاکہ باکمال طہارت مین التجا الی اللہ تعالیٰ دفع مصیبت کیواسطے حاصل ہو کذا فی امداد الفتاح وکذا الدخول المدینة والحقوا بہ مجمع الناس ومن
لبس ثوبا جدیدا وغسل میتا اور اسیطرح غسل مستحب ہے مدینہ منورہ کے داخل ہونے مین حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور
تکریم کیواسطے اور آدمیون کے مجمع مین جانے کیواسطے غسل مستحب ہے تاکہ لوگونکو میل اور پسینہ کی بدبو سے تکلیف نہو اور اوسکو غسل مستحب ہے جو نیا
کپڑا پہنے یا مردہ نہلاوے ہم ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ مجمع کا غسل مذہب حنفی مین منصوص ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ صاحب بحر نے کہا کہ
یہہ نووی شافعی کا قول ہے ہمنے اپنے علما کے قول مین نہین دیکہا کذا فی الطحطاوی ومن یراد قتلہ یا اُس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جسکے
قتل کا ارادہ کیا جاتا ہے یعنی قتل اوسکا خواہ بحد یا قصاص یا بظلم ہو بہر صورت غسل مستحب ہے تاکہ موت طہارت کے ساتھ ہو اور وہ غسل بعید ہو کر
مرے کذا فی الطحطاوی والتائب من ذنب اور گناہ سے توبہ کرنیوالے کو غسل مستحب ہے تاکہ توافق حاصل ہو طہارت ظاہری کو طہارت باطنی کے
ساتھ اسواسطے کہ طہارت ظاہری نافع نہین بدون طہارت باطنی کے والقادم من سفر اور غسل مستحب ہے سفر سے آنیوالے کو والمستحاضة انقطع
دمہا اور اُس عورت مستحاضہ کو غسل کرنا مستحب ہے جسکا خون بند ہو گیا کہ شاید استحاضہ کے اندر حیض واقع ہوا ہو کذا فی الطحطاوی وثمن ماء
اغتسالہا ووضوئہا علیہ ای الزوج ولو غنیة کما فی الفتح لانہ لابد لہا منہ فصار کالشرب فلیحفظ الحکم علیہ اور زوجہ
کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت زوج پر لازم ہے اگرچہ زوجہ مالدار ہو چنانچہ فتح القدیر مین ہے اسواسطے کہ عورت کو غسل اور وضو کا پانی
ضرور ہے پینے کے پانی کی برابر تو حمام کی اجرت بھی زوج پر ہے ہم حمام کی اجرت قیاس ہے صاحب بحر کا مذہب کی روایت نہین اور یہہ جو خلاصہ
مین تفصیل مذکور ہے کہ محتاج زوجہ کے غسل اور وضو کا پانی زوج پر ہے اور مالدار کا نہین سو ضعیف قول ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان
الاغتسال لا عن جنابة وحیض بل لازالة الشعث والتفث قال شیخنا الظاہر انہ لا یلزمہ اور اگر زوجہ کا نہانا جنابت
اور حیض سے نہو بلکہ سر کی گرد آلودگی اور میل کے دور کرنے کیواسطے ہو تو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ظاہرا ایسے نہانے کے پانی
کی قیمت زوج پر لازم نہین ہم اسواسطے کہ یہہ ضروریات سے نہین ہے بلکہ از قسم پاکیزگی بدن کے ہے اور اس کلام سے نکلتا ہے کہ سر کا تیل اور
شانہ کی اجرت واجب نہین زوج پر کذا فی الطحطاوی ویحرم بالحدث الاکبر دخول مسجد لا مصلی عید وجنازة ورباط ومدرسة
ذکرہ المصنف وغیرہ فی الحیض وقبیل الوتر لکن فی وقف القنیة المدرسة اذا لم یمنع اہلہا الناس من الصلوة فیہا
فہی مسجد اور حدث اکبر یعنی جنابت اور حیض اور نفاس سے حرام ہے جانا مسجد کا اور حرام نہین داخل ہونا عیدگاہ اور جنازہ گاہ کا
اور صوفیون کی خانقاہ اور مدرسہ کا ایسا ذکر کیا ہے مصنف وغیرہ نے حیض مین اور مسائل وتر کے پہلے لیکن قنیہ کی کتاب الوقف مین ہے کہ جب
اہل مدرسہ لوگونکو اوسکے اندر نماز پڑہنے سے مانع نہون تو وہ مدرسہ مسجد ہے ہم تو مدرسہ مذکورہ مین مسجد کے احکام مرعی ہونگے اور فناء مسجد در حکم
مسجد ہے جواز اقتدا مین اگرچہ صفوف متصل نہون نہ دخول کے حرام ہونے مین کذا فی الطحطاوی عن النہر ولو للعبور خلافا للشافعی
الا ان یکون بیتہ لا یمکنہ غیرہ جنب وغیرہ پر دخول مسجد کا حرام ہے اگرچہ دخل گذرنا ہو خلافا للامام الشافعی کہ عبور کرنا مسجد مین جائز
ہے ضرورت سے اجبار جبکہ سوائے مسجد کے اور طرف سے نکلنا اوسکو ممکن نہین ہم ضرورت کی یہہ صورت ہے کہ اوسکے گہر کا دروازہ مسجد مین ہو اور غیر ضرورت
کی قید طحطاوی نے وہ مدرسہ مین لگائی ہے اور خوب قید ہے اگرچہ اطلاق مشائخ کے مخالف ہے صاحب بحر نے کہا اسمین یہہ قید لگانا بھی لائق ہے کہ دوسری
طرف دروازہ نہین کرسکتا اور ماسوا گہر کے سوائے اور مکان کے رہنے پر قادر نہین کذا فی النہر ولو احتلم فیہ ان خرج مسرعا تیمم
ندبا وان مکث لخوف تیمم وجوبا ولا یصلی ولا یقرأ اور اگر کسی شخص کو مسجد مین احتلام ہوا تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اوسکو تیمم کرنا مستحب
ہے اور اگر مسجد مین ٹہرا رہا خوف کے سبب سے بدن کا خوف ہو یا مال کا تو تیمم کر لینا واجب ہے اور اس تیمم سے نہ نماز پڑہے نہ قرآن ہم

اس تیمم سے نماز اسواسطے صحیح نہین کہ مسجد کا ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہین اور اباحت نماز کیواسطے وہ تیمم شرط ہو کہ عبادت مقصودہ کیواسطے کیا جا کذا فی الطحطاوی ویحرم به تلاوة قرآن ولو دون آية علی المختار اور حدث اکبر سے حرام ہی تلاوت قران کی اگرچہ آیت سے کم پڑہی بنابر قول مختار کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اوسکو حسن اور صحیح کہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یقرا الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پڑہی حائض اور نہ جنب کچھہ قران کو تو اطلاق آیت اور کم آیت دونونکو شامل ہے اور یہی قول ہے کرخی کا اور صاحب ہدایہ نے اسکو تجنیس مین اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین اور ولوالجی نے اپنے فتاوی مین صحیح کہا ہے اور اسیطرح مصفی اور کافی مین ہی اور صاحب بدائع نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف منسوب کیا ہے تصحیح کے ساتھہ اس دلیل سے کہ احادیث مین قلیل اور کثیر کی تفصیل نہین اور طحاوی کی روایت مین آیت سے کم قران کا پڑہنا مباح ہے اور صاحب خلاصہ نے اسکو صحیح کہا اور فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین اور زاہدی نے اکثر مشائخ کیطرف نسبت کیا صاحب بحر الرائق نے بعد حکایت مذکورہ کے کہا الحاصل کمتر از آیت مین تصحیح مختلف ہی لیکن منع تلاوت کا قول راجح ہے اسواسطے کہ احادیث مین تفصیل نہین اور تعلیل نص کے مقابلہ مین مردود ہی اسواسطے کہ لفظ شیئا کا چنانچہ کافی مین ہی نکرہ ہی سیاق نفی مین تو اوسنے عموم کا فائدہ دیا اور کمتر از آیت بھی قران ہی تو اوسکی بھی قرأت ممنوع ٹھہری پوری آیت کی مانند کذا فی منح الغفار بقصده فلو قصد الدعاء او الثناء او افتتاح امر او التعليم ولقن كلمة كلمة حل فی الاصح قران کا ارادہ کرکے جنب وغیرہ کو تلاوت کرنا حرام ہی تو اگر آیات قرانی سے دعا کرنیکا قصد کیا یا ستائش کا یا شروع کرنا کسیکام کا یا تعلیم کا اور ایک ایک کلمہ جدا جدا تعلیم کیا تو اسطرح حلال ہے صحیح تر قول مین ہم عیون مین ہے کہ اگر سورہ فاتحہ کو پڑہا بطریق دعا کے یا اور آیات کو جنمین دعا کی معنی ہین اور تلاوت کا قصد نکیا تو لا باس بہ انتہی اور اسیکو حلوائی نے مختار کہا ہی اور صاحب غایۃ البیان نے اور ہندوانی نے کہا کہ مین اسکا فتوی نہین دیتا اگرچہ امام سے مروی ہی کذا فی الطحطاوی حتی لو قصد بالفاتحة الثناء فی الجنازة لم يكره یہانتک کہ اگر فاتحہ سے ستائش کا قصد کرے نماز جنازہ مین تو مکروہ نہین یعنی قران کا پڑہنا اگرچہ نماز جنازہ مین جائز نہین لیکن اگر بعد سبحانک اللہم کے سورہ فاتحہ بقصد ثنا پڑہیگا تو جائز ہے یہہ تفریع ہے کو قصد الثنا پر الا اذا قرأ المصلی قاصدا الثناء فانها تجزيه لانها فی محلها فلا يتغير حكمها بقصده مگر جبکہ نماز گذار اپنی نماز مین سورہ فاتحہ پڑہے ثنا کی نیت کرکے تو وہ قرأت اوسکو کافی ہی اسواسطے کہ قرأت فاتحہ اپنی مناسب مقام مین ہی تو اوسکا حکم نہ بدلیگا اوسکے قصد کرنے ثنا سے ہم یہہ استثنا کلام محذوف سے مرتبط ہے تقدیر کلام یون ہے کہ نماز جنازہ مین فاتحہ مکروہ نہین اسواسطے کہ قصد ثنا سے فاتحہ قرآنیت سے خارج ہوئی مگر اسصورت مین خارج نہین اور یہہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر سورہ فاتحہ کا اخراج قرآنیت سے بقصد ثنا صحیح ہو تو چاہئے فاتحہ پڑہنا ثنا کے قصد سے نماز کامل مین کفایت نکرے حالانکہ وہ کافی ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ نماز کامل مین سورہ فاتحہ اپنی محل پر ہی تو اب ثنا کا قصد کرنا اوسکے حکم کو بدل نہین سکتا کذا فی الطحطاوی عن النہر یعنی اور نماز جنازہ مین فاتحہ خوانی نے محل تھی تو وہان قصد ثنا نے حکم کو بدل دیا ومس مصحف مستدرك بما بعده وهو ما قبله ساقط من نسخ الشرح وكانه لانه ذكره فی الحيض اور حدث اکبر سے حرام ہے چہونا مصحف مجید کا شارح نے کہا کہ مس مصحف کا مسئلہ زائد نے حاجت ہی اسواسطے کہ بعد اسکے یہی مسئلہ مذکور ہی اور وہ اور ما قبل اوسکا یعنی مس مصحف اور تلاوہ قران مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہی اور شاید کہ مصنف کا ساقط کرنا شرح سے اسواسطے ہو کہ اوسکو حیض کے مسائل مین مصنف نے ذکر کیا ہے ویحرم به طواف لوجوب الطهارة فيه اور حدث اکبر سے بیت اللہ کا طواف کرنا حرام ہو بسبب واجب ہونے طہارت کے طواف مین ہم صحیحین مین مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حالت حیض مین طواف بیت اللہ سے منع کیا اور باقی افعال حج کی اجازت دی اور صاحب ہدایہ نے دخول مسجد کو علت قرار دیا ہی طواف کی حرمت کا فتح القدیر مین کہا کہ اس

تعلیل پر اقتصار اولے نہین بلکہ طواف مین طہارت واجب ہے تو اگر وہان مسجد نہوتی تو بھی طواف جنب پر حرام ہوتا کذا فے البحر **و یحرم به** ای بالاکبر **و بالاصغر مس مصحف** ای ما فیه آیة کدرهم و جدار اور حرام ہوتا ہے حدث اکبر اور حدث اصغر سے چھونا مصحف کا مصحف سے یہان مراد وہ چیز ہے جسمین قران شریف کی آیت مرقوم ہو چنانچہ درہم اور دیوار **و هل مس نحو التوراة کذلک** ظاہر کلامهم لا اور توریت اور مانند اوسکی چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا ... مصحف مجید کا چھونا حرام ہو اگرچہ خط فارسی مین لکھا ہو یہی صحیح ہے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ نہر مین ہے تجنیس سے اور حرمت مین مثل موضع کتابت اور غیر موضع کتابت دونون برابر مین اور بعضون نے کہا غیر مرقوم کا چھونا درست ہے اور محل خلاف مصحف مجید مین اور غیر مصحف مین اگر آیت لکھی ہو تو اوسمین حرام نہین مگر مرقوم کا چھونا کذا فے باب الحیض من البحر **و هل مس نحو التوراة کذلک** ظاہر کلامهم لا اور توریت اور مانند اوسکی چنانچہ انجیل اور زبور کا چھونا بھی مصحف کی مانند حرام ہے یا نہین فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اونکا چھونا حرام نہین ہے اسیطرح نہر الفائق مین مذکور ہے اور قہستانی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ توریت وغیرہ مین جہان تحریف اور تبدیل واقع نہین ہوئی اوسکا چھونا بدون طہارت کے مکروہ ہے کذا فے الطحطاوی **الا بغلاف متجاف** غیر مشرز او بصرة به یفتی مگر جداگانہ غلاف کے ساتھ کہ مصحف پر چپکا نہین پس مصحف حرام نہین یا درم کی تھیلی کے ساتھ اوس درم کا چھونا جسپر آیت لکھی حرام نہین اسیکا فتوی ہے غلاف جداگانہ چنانچہ مصحف کا جزدان اور غلاف ملحق اور چپکا چنانچہ مصحف کی چولی تو جزدان کے ساتھ چھونا جائز ہے اور چولی کے ساتھ جائز نہین اسپر فتوی ہے سراج مین اور کافی مین چولی کے ساتھ بھی چھونے کو امر کہا ہے تو یہان دونون قولون کی تصحیح واقع ہوئی اور آستین کے ساتھ چھونے مین اختلاف ہے تو بموجب کافی کے جائز ہے اور بموجب سراج کے جائز نہین ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے اور خلاصہ مین ہے کہ اسی پر اکثر مشائخ ہین اور کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کذا فے الطحطاوی من النہر **و حل قلبه بعود** اور پلٹنا مصحف کے ورق کا لکڑی سے حلال ہے **و اختلفوا فی مسه بغیر اعضاء الطهارة و بما غسل منها و فی القراءة بعد المضمضة والمنع اصح** اور علمانے اختلاف کیا مصحف کے چھونے مین غیر اعضاء طہارت سے اور انہین سے جسکو دھولیا اور جنب کے قران پڑھنے مین کلی کرنے کے بعد اور جائز نہونا صحیح تر قول ہے ہم اعضاء طہارت سے اعضاء وضو مراد ہین اسواسطے کہ حدث اکبر مین تمام اعضا طہارت کے ہین **و لا یکره النظر الیه** ای القران **لجنب و حائض و نفساء لان الجنابة لا تحل العین** اور قران کا دیکھنا جنب اور حیض اور نفاس والی عورت کو مکروہ نہین اسواسطے کہ ناپاکی آنکھہ مین نہین سماتی **کما لا تکره ادعیة** ای تحریما جیسے دعاؤن کا پڑھنا بے طہارت مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین **والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب و ترکه خلاف الاولی و هو مرجع کراهة التنزیه** ورنہ اگر تحریمی کراہت مراد نہ لیجیے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مطلق ذکر کیواسطے دعا ہو یا غیر دعا وضو مستحب ہے اور مستحب کا ترک کرنا خلاف اولی ہے اور خلاف اولی تقل کا رجوع کراہت تنزیہی کا ہم اور بعضون کے نزدیک کراہت تنزیہی تو سنت مؤکدہ کے مقابلہ مین ہے اور خلاف اولے مین تو اصلا کراہت نہین کذا فی الطحطاوی **و لا یکره مس صبی لمصحف و لوح** اور مکروہ نہین چھونا لڑکے بے وضو کا مصحف اور اوس تختی کو جسپر قران لکھا ہو **و لا باس بدفعه الیه و طلبه منه للضرورة اذ الحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر** اور کچھ ڈر نہین نابالغ بے وضو کو مصحف کے دینے مین یعنی منع کرنے کا او مصحف کے منگانے مین اوس سے چنانچہ بحر الرائق مین ہے مصحف کا دینا لینا جائز ہوا بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ یاد کرنا لڑکپن مین ایسا ہے جیسے نقش پتھر مین ہم چونکہ لڑکون سے وضو کروانا ہر وقت مشقت ہے انہمار اور نا بلوغ تاخیر کرنے مین حفظ قران کی تعطیل تو اس ضرورت سے اونکو مس مصحف اور اوسکا دینا لینا جائز ہوا **و لا تکره کتابة قران و الصحیفة او اللوح علی الارض عند الثانی خلافا لمحمد و ینبغی ان یقال ان وضع علی الصحیفة ما یحول بینها و بین یده یؤخذ بقول الثانی و الا فبقول الثالث قاله الحلبی** اور مکروہ نہین بے وضو کو لکھنا قران کا اسطرح کہ کاغذ یا تختی جسپر لکھتا ہے زمین پر ہو ابو یوسف کے نزدیک برخلاف قول محمد کے اور لائق کہنا مناسب ہے کہ اگر کاغذ پر وہ چیز رکھی جاے جو درمیان کاغذ اور ہاتھ کے حائل ہو تو ابو یوسف کا قول لیا جاے اور اگر ایسا نہین ہے تو محمد کا قول

لیا جاوے ایسا کہا ہی حلبی نے هم اور دوسری وجہ توفیق یہہ ہو کہ ابو یوسف کا قول کراہت تحریمی کی نفی پر محمول ہو اور محمد کا قول تنزیہی پر بدلیل
قول محمد احبّ الیّ ان لا یمسّ یعنی میرے نزدیک پسندیدہ تر عدم کتابت ہی کذا فی الطحطاوی ویکرہ لہ قراۃ توریۃ وانجیل وزبور لان الکل
کلام اللہ وما بدّل منہا غیر معیّن اور جنب وغیرہ کو مکروہ ہے پڑہنا توریت اور انجیل اور زبور کا اسواسطی کہ یہہ اللہ تعالے کا کلام ہے اور بعض الفاظ
مین تبدیل اور تحریف واقع ہوئی یہود اور نصاری سی وہ معلوم نہین بالخصوص هم فتح القدیر مین فتاوی ظہیریہ سی اسی قول پر فتوی منقول ہی
کذا فی المنح وجزم العینی فی شرح المجمع بالحرمۃ اور عینی نے شرح مجمع مین حرمت قرأت پر یقین کیا ہی وخصّہا فی النہر بما لم یبدّل
اور نہر الفائق مین حرمت قرأت کو خاص کیا اوسکے ساتہہ جسمین تبدیل اور تحریف نہین ہوئی لا قراۃ قنوت کمروہ نہین جنب وغیرہ کو پڑہنا قنوت
کا اسی پر فتوی ہی کذا فی المنح اور مراد کراہت منفی سی کراہت تحریمی ہی نہ تنزیہی ولا اکلہ وشربہ بعد غسل ید وفم اور مکروہ نہین جنب وغیرہ
کو کہانا اور پینا ہاتہہ اور منہ کے دہو ڈالنے کے بعد ومعاودۃ اہلہ قبل اغتسال الا اذا احتلم لم یأت اہلہ اور مکروہ نہین جنب
کو پہر صحبت کرنا اپنی اہلیہ کا نہانے سی پہلے مگر جبکہ جنابت احتلام کے ہونے سی ہوئی ہو تو بدون نہانے کے اپنی اہلیہ سے صحبت نکرے هم یہہ
روایت فتح القدیر مین مبتغی سے منقول ہو قال الحلبی ظاہر الاحادیث انما تفید الندب لا نفی الجواز المفاد من کلامہ حلبی نے
کہا کہ ظاہر احادیث تو دلالت نہین کرتا مگر استحباب ترک جماع پر قبل غسل کے نہ عدم جواز جماع پر جو حاصل ہوتا ہی فتح القدیر کے کلام سی طحطاوی
نے کہا کہ یہہ طرز شارح کا مناسب نہین اسواسطی کہ ضمیر کا مرجع پہلے مذکور نہین کر دیا والتفسیر کمصحف لا الکتب الشرعیۃ فانہ
رخّص مسّہا بالید لا التفسیر کما فی الدرر عن مجمع الفتاوی اور تفسیر مصحف کی مانند ہی نہ شرعی کتابین اسواسطی کہ بدون طہارت کے
شرعی کتابون مین ہاتہہ لگانے کی رخصت دیگئی ہے نہ تفسیر مین ہاتہہ لگانے کی چنانچہ درر مین ہی مجمع الفتاوی سی منقول هم شرعی کتابون سے
مراد حنفیہ حدیث اور فقہ کی کتابین وفی السراج المستحب ان لا یأخذ الکتب الشرعیۃ بالکم ایضا تعظیما اور سراج مین کہا کہ مستحب
یہہ ہی کہ شرعی کتابونکو آستین سی بہی نہ پکڑے تعظیم کیوجہ سی هم یہہ قول مخالف نہین ہی قول سابق کے اسواسطی کہ استحباب نفی وجوب کے مخالف نہین
لکن فی الاشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام وقد جوّز اصحابنا مسّ کتب التفسیر للمحدث ولم یفصّلوا
بین کون الاکثر تفسیرا او قرانا ولو قیل بہ اعتبارا للغالب لکان حسنا قلت لکنہ یخالف ما مرّ فتدبّر لیکن اشباہ مین
منجملہ مسائل اس قاعدہ کے کہ جب حلال اور حرام یکجا ہو تو حرام ہی غالب ہو جاتا ہی اور البتہ ہمارے عالمون نے تفسیر کی کتابون کا چہونا محدث
کیواسطی جائز رکہا اور تفصیل نہین کی تفسیر کے زیادہ ہونے مین یا قران مین یعنی یہہ نہین کہا کہ اگر تفسیر کی عبارت زیادہ ہو قران سی تو جائز ہے
اور اگر قران کے الفاظ زیادہ ہون تفسیر سے تو جائز نہین اور اگر اس تفصیل کے قائل ہو جئین غالب چیز کا اعتبار کرکے تو البتہ خوب بات ہی مین
کہتا ہون لیکن اشباہ کا قول مخالف ہی متن کے جو گذر گیا تو اے مخاطب اسمین تامل کر هم خلاصہ یہہ ہے کہ اہل مذہب کی دو عبارتین مطلق ہین منع اور جواز
مین اور ظاہر اشباہ کا اسپر دلالت کرتا ہی کہ جواز مس تفسیر سب علما کا قول ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے جو درر کے قول پر اعتماد کیا ہے قابل
اعتماد کے نہین بسبب مخالفت اجماع کے اور علامہ نوح نے جوہرہ اور سراج سی نقل کیا کہ کتب تفسیر مین موضع قران کا چہونا جائز نہین اور ما
سوا اسکے کا چہونا درست ہی برخلاف مصحف کے کہ اسکا بالکل چہونا بے طہارت درست نہین اور فتح القدیر مین ہی کہ مکروہ ہے چہونا کتب تفسیر اور فقہ
اور سنن کا اسواسطی کہ یہہ کتابین آیات قرانی سی خالی نہین اور منیۃ المصلی مین ہی کہ مکروہ ہے یعنی محدث وغیرہ کو چہونا تفسیر اور فقہ کی کتابونکا بہی
انتہی تو ان روایات سی معلوم ہوا کہ عالمون کا کلام تفسیر مین کراہت کیوجہ سی ہی نہ منع اور حرمت کے سبب سی تو صاحب درر کا یہہ کلام لا التفسیر
اسپر محمول ہے کہ تفسیر کا چہونا مرخص نہین بلکہ مکروہ ہے اور یہہ مطلب نہین کہ اوسکا چہونا حرام ہے جیساکہ ماتن سمجہا ہے اسواسطی کہ اسمین حرمت کی تصریح
نہین مین کہتا ہون سب عبارتون سی بہتر وہ عبارت ہی جو کہ جوہرہ اور سراج مین ہی اسواسطی کہ وہی قواعد فقہیہ سے موافق تر ہی کذا فی الطحطاوی

مختصر **فروع** مسائل تحت شارح کی کتاب المصحف اذا صار بحال لا یقرأ منہ یدفن کالمسلم مصحف جبکہ ایسا بوسیدہ ہو جاوے یا نہایت کہنہ خط ہو کہ اوسمین پڑہا نجاوے تو دفن کیا جاوے مسلمان میت کیطرح یعنی بطور لحد یا شق کے ویمنع الکافر من مسہ اور کافر کو منع کیا جاوے مصحف کے چہونے سے وجوزہ محمد اذا اغتسل اور کافر کو اسکا چہونا محمد بن حسن نے جائز کہا ہے جبکہ کافر نے غسل کیا ہو ہم ظاہر ایمہ قول معتمد نہین کہ شیخین کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بتعلیمہ القرآن والفقہ عسی ان یہتدی اور مضائقہ نہین کافر کو قران اور فقہ کے سکہانے مین شاید کہ راہ راست پر آجاوے یعنی مسلمان ہو ہم معلوم ہوا کہ تعلیم قران کا فر کو بتوقع ہدایت جائز ہی تو اس زمانہ مین جو بعضے نام کے مسلمان نصارے کو قران پڑہاتے ہین نوکری کی طمع سے سو جائز نہین بلکہ بالیقین حرام ہے اسواسطے کہ نصاری مسلمانون کے الزام دینے کیواسطے سیکہتے ہین اور قران مجید کے رد کرنے مین اپنے گمان فاسد مین کتابین تصنیف کرتے ہین حق تعالی اہل اسلام کو غیرت دیوے کہ مزید طمع اور حرص سے ایسی بیغیرتی اور نے دینی اختیار نکرین ویکرہ وضع المصحف تحت رأسہ الا للحفظ والمقلمۃ علی الکتاب الا للکتابۃ اور مکروہ ہی مصحف کا رکہنا اپنے سر کے نیچے مگر حفاظت کی نیت سے درست ہی اور قلمدان کا رکہنا کتاب پر مکروہ ہے مگر لکہنے کیواسطے جائز ہے یعنی کتابت کیحالت مین ویوضع النحو ثم فوقہ التعبیر ثم الکلام ثم الفقہ ثم الاخبار والمواعظ ثم التفسیر اور منقول ہے کہ وضع مین اول رکہی جاوین علم نحو کی کتابین پہر اونکے اوپر علم تعبیر کی کتابین پہر اونکے اوپر علم کلام یعنی عقاید کی کتابین پہر اونکے اوپر فقہ کی کتابین پہر احادیث اور پند کی کتابین پہر تفسیر کی کتابین ہم لغت کی کتابین نحو کی مانند ہین چنانچہ قنیہ مین ہی اور مصحف کا ذکر نہین کیا اسواسطے کہ وہ فوق الکل ہے ویکرہ اذابۃ درہم علیہ آیۃ الا اذا کسرہ مکروہ ہے پگہلانا اور گلانا اوس درم کا جسپر آیت قرانی کا سکہ ہی مگر جبکہ درم توڑا جاوے تو اب درست ہی ہم توڑنے سے حروف متفرق ہو گئے تو اب گلانے مین اہانت نہین اور اگر آیت سے کمتر ہے تو بدون توڑنیکے بھی گلانا درست ہے کذا فی الطحطاوی رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء بہ والاحتراز افضل جو تعویذ جدا گانہ غلاف مین ہو یعنی تعویذ پر منڈہا ہو تو اوسکا لیجانا پاخانہ مین مکروہ تحریمی نہین اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکہہ جانا بہتر ہے ہم علامہ عزیزی کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ عالمون کا اجماع ہے اسپر کہ تعویذ اور افسون تین شرطون کے ساتھ جائز ہے ایک یہہ کہ تعویذ اور افسون کلام اللہ اور اوسکی صفات سے ہو اور دوسری یہہ کہ عربی زبان مین ہو یا اوس زبان مین جسکے معنی معلوم ہون تیسری یہہ کہ یہہ اعتقاد ہو کہ افسون بالذات متاثر نہین بلکہ بتقدیر الہی اثر کرتا ہی اور قرطبی نے کہا کہ رقیہ یعنی افسون تین قسم ہی ایک قسم وہ ہے جسکا مطلب اور معنی معلوم نہین تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اوسمین شرک ہو دوسری قسم یہہ کہ کلام الہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہی پہر اگر احادیث مین منقول ہی تو وہ مستحب ہی تیسری قسم یہہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اوس سے پرہیز واجب نہین اور نہ اسکا شرع مین حکم ہی تو اسکا ترک کرنا بہتر ہے مگر یہہ کہ متضمن تعظیم ہو چنانچہ حلف بغیر اللہ تو اب پرہیز کرنا لائق ہے کذا فی الطحطاوی لمنصابجی ذکر جحی برایۃ القلم الجدید ولا ترمی برایۃ القلم المستعمل لاحترامہ کحشیش المسجد وکناستہ ولا تلقی فی موضع یخل بالتعظیم اور جائز ہے نئے قلم کا تراشا پہینکنا اور نہ پہینکا جاوے مستعمل قلم کا تراشا اوسکی حرمت اور تعظیم کیوجہ سے جیسے مسجد کی گہاس اور کوڑا اور نہ ڈالا جاوے ایسے مقام مین کہ مخل ہو اوسکی تعظیم کا ہم لکہنے والے قلم کی تراشی کی تعظیم اس جہت سے ہی کہ قلم سے اسمار ربانی اور انبیا اور ملائکہ علیہم السلام کے اسمار مبارک لکہے جاتے ہین علاوہ یہہ ہی کہ حروف کو بذات خود احترام ہی اور قلم جدید کے تراشے مین یہہ بات نہین کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ تعالی والرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شیء اور جائز نہین لپیٹنا کسی چیز کا اوس کاغذ مین جسمین فقہ کے مسائل لکہے ہون اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہی اور اگر اوسمین اللہ تعالی اور رسول کریم کا نام ہو تو اوسکا مٹانا کسی چیز کے لپیٹنے کیواسطے جائز ہے ومحو بعض الکتابۃ بالریق یجوز اور بعضی لکہی چیز کو مٹانا لعاب دہن سے جائز ہے ہم بعض کی قید سے اللہ تعالی کا نام پاک اور قران خارج ہو گیا چنانچہ اسکی تصریح مذکور ہوتی ہے وقد ورد النہی

فی محو اسم اللہ بالتبراق اور البتہ نہی وارد ہو اللہ تعالی کے نام مٹانے مین تھوک سے وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب
الی اللہ تعالی من السموات والارض ومن فیہن اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ قرآن محبوب تر ہے اللہ تعالی کے نزدیک
آسمانون اور زمین سے اور ان اشخاص سے جو انکے درمیان مین ہین شاید کہ اس حدیث سے اسکا اشارہ کیا کہ قرآن بھی اللہ تعالی کے نام
کے ساتھ ملحق ہے مٹانے کی نہی مین کذا فی الطحطاوی یجوز قربان المرأۃ فی بیت فیہ مصحف مستور عورت سے قربت کرنا اس کوٹھری مین جا
ہے جسمین مصحف در پردہ ہے بساط او غیرہ کتب علیہ الملک للہ یکرہ بسطہ واستعمالہ لا تعلیقہ للزینۃ فرش یا سوا اسکے اوسکی
تکیہ وغیرہ جس پر الملک للہ لکہا ہے اسکا بچھانا اور اسکا استعمال کرنا مکروہ ہے اور لٹکانا اوسکا آرائش کیواسطے مکروہ نہین وینبغی ان لا
یکرہ کلام الناس مطلقا وقیل یکرہ مجرد الحروف والاول اوسع وتمامہ فی البحر وکراہیۃ القنیۃ اور لائق یہ ہے کہ مکروہ نہو
آدمیون کا کلام لکہا ہوا ہر طرحکے استعمال مین اور بعضون نے کہا کہ فقط حروف کا ابتذال مکروہ ہے اور قول اول مین زیادہ تر وسعت ہے اور اسکا
پورا بیان بحر الرائق اور قنیہ کی کتاب الکراہیۃ مین ہے قلت مفاد ظاہرہ انتفاء الکراہیۃ بمجرد تعظیمہ وحفظہ علق او لا زین بہ او لا اور ظاہر
کلام بحر الرائق نہونا ہے کراہت کا صرف اوسکی تعظیم اور حفاظت کرنے سے جس پر الملک للہ لکہا ہو خواہ اوسکو لٹکاوے یا نہین اوس سے آرائش کیجے یا نہین
وہل ما یکتب علی المراوح وجدر الجوامع کذا محرر اور جو کہ پنکہون اور جامع مسجد کی دیوارون پر لکہا جاتا ہے وہ بھی فرش کی نوشت کی مانند ہے
یا نہین جواب اسکا لکہا جاویگا ہم باب الوتر والنوافل سے پہلے شارح نے فروع مین لکہا ہے کہ مسجد کی دیوارون پر لکہنا لائق نہین اور نہایہ مین ہے
کہ قرآن کا لکہنا محراب اور دیوارون پر خوب نہین سقوط کتابت اور پانون پڑنے کے خوف سے کذا فی الطحطاوی قبیل الوتر

باب المیاہ

یہ باب ہے پانیون کے مسائل مین ہم اب اسکا بیان شروع کیا جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے اصطلاح مین باب عبارت ہے ان مسائل فقہ سے جسکے
احکام ما قبل اور ما بعد سے جداگانہ ہین اور وہ مترجم بکتاب اور فصل نہین کذا فی النہر جمع ماء بالمد ویقصر اصلہ موۃ قلبت الواو الفا
والہاء ہمزۃ میاہ جمع ہے ماء کی ساتھ مد کے یعنی جسمین الف کے بعد ہمزہ ہے اور کاہ ہو اوسکو نے ہمزہ بھی بولتے ہین اصل ماء کی موۃ ہے
واو کو الف سے بدلا اور ہاء ہوز کو ہمزہ سے وہو جسم لطیف سیال بہ حیاۃ کل نام اور پانی جسم لطیف ہے یعنی غالبا بصارت کا حاجب
نہین اور بہنے والا ہے جس سے ہر بڑہتی چیز کی زندگی ہے یعنی حیوان اور نبات کی یرفع الحدث مطلقا بماء مطلق وہو ما یتبادر عند
الاطلاق مطلق حدث یعنی حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے مطلق پانی سے اور مطلق پانی وہ ہے جو شتابی ذہن مین آجاے جبکہ پانی کا
لفظ بولا جاے بدون اضافت کے ہم نہر الفائق مین ہے کہ مطلق پانی وہی جو باقی ہے اپنے پیدایشی اوصاف پر اور اوسمین نجاست نہین
ملی اور نہ کوئی اور چیز اوس پر غالب ہوگئی انتہی اسکا اور شارح کی تعریف کا ایک ہی مطلب ہے کماء سماء واودیۃ وعیون وآبار وبحار
وثلج مذاب بحیث یتقاطر وبرد وجمد وندا مطلق پانی جیسے آسمان کا پانی اور ندیون کا اور چشمون کا اور کنوؤن کا اور
دریاؤن کا پانی اور پگہلا برف ٹپکتا اور اولے اور یخ یعنی پالا اور اوس ہم آسمان کے پانی مین اگرچہ اضافت ہے مگر یہ اضافت
تعریفی ہے برخلاف مقید پانی کے اسواسطے کہ اوسمین قید لازم ہے یعنی بدون قید وہ نہین بولا جاتا چنانچہ ماء الورد یعنی گلاب کا پانی کماء
البطیخ اور اسیطرح تربوز کا پانی اودیہ جمع ہے وادی کی اور وادی لغت مین اوس کشادگی کا نام ہے جو پہاڑون اور ٹیلون کے درمیان ہو اور
یہان مراد جنگل کا پانی ہے جو بارش کے پانی سے سائل ہوکر جمع ہوجاے جیسے ندی اور نالہ اور جہیل کا پانی فارسی مین اوسکو رود کہتے ہین
ہذا التقسیم باعتبار ما یشاہد والا فالکل من السماء لقولہ تعالی الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء الآیۃ والنکرۃ ولو مثبتۃ تعم
فی مقام الامتنان تعم اور یہ تقسیم پانیون کی ظاہر نظر کا اعتبار کرنے سے ہے اور اگر ظاہر نظر کا اعتبار نکیجے تو سب پانی حقیقۃ مین
آسمان سے اوترے ہین حق تعالی کے اس قول کی دلیل سے کہ تو نے کیا نہین دیکہا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اوتارا الی آخر الآیۃ اور نکرہ اگرچہ

مثبت ہو احسان جتانے کے مقام مین عام ہوجاتا ہے ھم اسم نکرہ اسکو کہتے ہین جو معین چیز کیواسطے موضوع نہو چنانچہ مرد اور عورت اور پانی سو عرب کا قاعدہ یہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے یعنی اپنے سب افراد کو شامل ہوجاتا ہی لیکن اثبات مین نکرہ ہر جگہہ عام نہین ہوتا بلکہ مقام امتنان مین عام ہوتا ہے سو اس آیت شریف مین کہ احسان جتانے کا مقام ہے لفظ ماء کا کہ نکرہ مثبت ہی سب پانیون کے اقسام کو شامل ہوگیا کیونکہ اگر عموم پر دلالت نکرہی تو مطلب فوت ہوتا ہے وَمَاءِ زَمْزَمَ بِلَا كَرَاهَةٍ وَعَنْ أَحْمَدَ يُكْرَهُ اور چاہ زمزم کے پانی سے حدث اکبر اور اصغر دور کیا جاتا ہے بدون کراہت کے اور امام احمد بن حنبل سے کراہت منقول ہے ھم ہرچند زمزم کنوئین داخل تھا لیکن ماتن نے اوسکو بالخصوص ذکر کیا اوسکی شرافت کیوجہ سے اور اختلاف کے سبب سے وَبِمَاءٍ قُصِدَ تَشْمِيسُهُ بِلَا كَرَاهَةٍ اور اُس پانی سے طہارت درست ہے جو قصداً دہوپ مین رکھا گیا بدون کراہت وَكَرَاهَتُهُ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ طِبِّيَّةٌ اور دہوپ کے گرم پانی کی کراہت شافعیون کے نزدیک طب کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے کہ مورث برص ہے وَكَرِهَ أَحْمَدُ الْمُسَخَّنَ بِالنَّجَاسَةِ اور مکروہ سمجہا ہے احمد بن حنبل نے اوس پانی کو جو نجاست سے گرم کیا گیا وَيَرْفَعُ بِمَاءٍ يَنْعَقِدُ بِهِ مِلْحٌ لَا بِمَاءٍ حَاصِلٍ بِذَوَبَانِ مِلْحٍ لِبَقَاءِ الْأَوَّلِ عَلَى طَبِيعَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ وَانْقِلَابِ الثَّانِي إِلَى طَبِيعَةِ الْمِلْحِيَّةِ اور حدث دور ہوتا ہے اوس پانی سے کہ جمتا ہے اُس سے نمک یعنی اوسمین جمکر نمک ہوجانے کی استعداد ہے نہ اُس پانی سے جو نمک پگہل کر پانی ہوجاتا ہے بسبب باقی رہنے پہلے پانی کے اپنی اصلی پیدائشی طبیعت پر اور بسبب بدلجانے دوسرے پانی کے نمک بنجانی کی طبیعت کیطرف ھم تو نمک پگہلنے کے بعد وہ پانی ایسا ہوگیا جیسے سونے اور چاندی محلول کا پانی نمک کا پانی گرمی مین جمتا ہے اور سردی مین پگہلتا ہے برخلاف اور پانی کے وَلَا بِعَصِيرِ نَبَاتٍ أَيْ مُعْتَصَرٍ مِنْ شَجَرٍ أَوْ ثَمَرٍ لِأَنَّهُ مُقَيَّدٌ اور نہ روئیدگی کے پانی سے یعنی جو پانی کہ درخت اور پہل سے نچوڑا گیا چنانچہ کیلے کے درخت سے اور تربوز سے اسواسطے کہ وہ مقید پانی ہے یعنے ازالہ حدث کیواسطے مطلق پانی شرط ہے نہ مقید اور اگر مطلق پانی نہو اور کیلے یا تربوز کا پانی ہو تو اوس سے وضو جائز نہین تیمم کرنا چاہیئے کذا فی البحر بِخِلَافِ مَا يَقْطُرُ مِنَ الْكَرْمِ أَوِ الْفَوَاكِهِ بِنَفْسِهِ فَإِنَّهُ يُرْفَعُ الْحَدَثُ بِتَكَلُّفٍ لَا هُوَ الْأَظْهَرُ كَمَا فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ عَنِ الْبُرْهَانِ برخلاف اُس پانی کے جو انگور کے درخت یا پہلون سے خود بخود ٹپکتا ہے بہار کے موسم مین اسواسطے کہ وہ دور کرتا ہی حدث کو اور بعضون نے کہا کہ وہ رافع حدث نہین اور یہی عدم جواز کا قول ظاہر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ھم جو پانی کہ درخت اور پہل سے لوگون نے نچوڑا اور ٹپکایا وہ بالاتفاق رافع حدث نہین اور جو کہ درخت یا پہل سے خود بخود ٹپکا اوسمین اختلاف ہی ماتن نے باتباع صاحب ہدایہ جواز رفع حدث کو اختیار کیا طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ عدم جواز بہت کتابون مین مصرح ہی اور قاضی خان اور صاحب محیط اور کافی نے اسی قول پر اقتصار کیا ہی اور شرح منیہ مین ہی کہ عدم جواز اشبہ ہے تو یہی قول اولے ٹہرا کمال امتزاج کیوجہ سے وَاعْتَمَدَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ فَقَالَ وَالِاعْتِصَارُ يَعُمُّ الْحَقِيقِيَّ وَالْحُكْمِيَّ كَمَاءِ الْكَرْمِ وَكَذَا مَاءُ الدُّلْبُوثَةِ وَالْبِطِّيخِ بِلَا اسْتِخْرَاجٍ وَكَذَا أَيْ نَبِيذُ التَّمْرِ اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے سو یون کہا کہ اعتصار یعنی نچوڑنا شامل ہے اعتصار حقیقی کو چنانچہ کوٹ کر یا داب کر پانی نکالنا اور اعتصار حکمی جیسے انگور کے درخت کا پانی کہ خود بخود ٹپکتا ہے اور انگور کے پانی کی مانند ہی دالبوثہ اور خربزہ کا پانی جو خود بخود نکلا بدون نکالنے کے اور اسیطرح ہی شربت خرما کا ھم چلپی محشی نے کہا کہ مین نے تفسیر دالبوثہ اپنے پاس کے کتب لغت مین نہین پائی طحطاوی نے کہا کہ ایک شخص ساکن بلد خلیل علیہ الصلوۃ والسلام نے مجہسے کہا کہ وہانکے لوگ زمین سے جڑین نکالتے ہین اور پانی مین رکہتے ہین وہ پانی سرخ ہوجاتا ہے اُس سے کہال کی دباغت کرتے ہین اوسکو دالبوثہ بولتے ہین انتہے مین کہتا ہون مخزن الادویہ کی فرہنگ مین دار بوقہ کو بطیخ ہندی یعنی تربوز لکہا ہے ظاہر یہی مناسب مقام ہے شاید کہ دالبوثہ معرب ہو دار بوقہ کا واللہ اعلم وَلَا بِمَاءٍ مَغْلُوبٍ بِشَيْءٍ طَاهِرٍ اور طہارت جائز نہین اُس پانی سے جو مغلوب ہوگیا پاک چیز کے ملجانے سے ھم مغلوب ہوگیا یعنی اپنی طبیعت اور اصل خلقت سے خارج ہوگیا چنانچہ شربت اور سرکہ اور گلاب اور باقلا کا مطبوخ پانی اور شوربا اسواسطے کہ ان چیزون سے پانی کا نام زائل ہوگیا مغلوب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پانی مغلوب نہو بلکہ غالب ہو تو طہارت جائز ہے چنانچہ آگے آویگا دریافت کر کہ اس مقام مین کتب فقہ کی عبارتین مختلف ہین تو قاعدہ کلیہ چاہیئے

جس سے حقیقت حال معلوم ہو وہ قاعدہ یہہ ہے کہ مطہر یعنے ماء مطلق کا زوالِ اطلاق یا کمال امتزاج سے ہو یا غلبہ ممتزج سے الخ منح الغفار شرح المصنف چنانچہ شارح اُس قاعدہ کو بیان کرتا ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ پانی مطلق کی طبیعت اصلی یہہ ہے کہ سیراب کرے اور پیاس کو دفع کرے اور بعضون نے کہا قوت نفوذ اوسکی طبیعت ہے اور بعضون نے کہا بیرنگ ہونا الغلبۃ اِمّا بکمال الامتزاج بتشرّب نبات غالب ہونا پاک چیز کا پانی پر دو طرح پر ہے یا نہایت اختلاط کے سبب سے ہے کہ حاصل ہوا ہے درخت اور گھاس کے چوسنے سے ہم نہایت اختلاط کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ اشجار اور نباتات نے بواسطے اپنے اصول و تنقیہ کے زمین کے پانی یعنی تراوت کو پیا اِسطرح کہ اب وہ پانی نکل نہین سکتا بدون نکالنے کے او بطبخ بما لا یقصد بہ التنظیف یا کمال اختلاط حاصل ہوتا ہے پانی کے پکانے مین اُس چیز کے ساتھ جسکی پخت سے صاف کرنا اور میل چھانٹنا مقصود نہو ہم چیزون مین پانی ڈالکر پکانا دو قسم ہے ایک یہہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے ہو جیسے اشنان اور صابون اور بیر کی پتیان اور خطمی کہ غسل میت کیواسطے پکاتے ہین ایسا پکانا طہارت کا مانع نہین مگر جبکہ رقت اور سیلان اوسکا باقی رہے تو اب اُس پانی سے وضو اور غسل جائز نہین تو دوسری قسم پکانے کی یہہ کہ میل صاف کرنے کیواسطے نہین چنانچہ شوربا یہہ اختلاط مانع طہارت ہے اگرچہ وہ سائل اور رقیق ہو یہہ دوسری صورت ہے کمال اختلاط کی وامّا بغلبۃ المخالط فلو جامداً فبثخانتہ ما لم یزل الاسم کنبیذ التمر یا مغلوب ہونا پانی کا کسی چیز ملجانیوالی کے سبب سے ہے اور اگر وہ چیز ملجانے والی بستہ اور گاڑھی ہے تو اُسکا غالب ہونا پانی پر پانی کے گاڑھے ہو جانے سے ہے تاوقتیکہ پانی کا نام زائل نہوگیا ہو چنانچہ شربت خرما کا ہم یہہ دوسری طرح ہے پاک چیز کے غالب ہونے کی پانی پر نبیذ تمر یعنے شربت خرما یہہ ہے کہ خرما پانی مین تر کرتے ہین پانی میٹھا ہو جاتا ہے اوسکو خرما کا شربت کہتے ہین پانی نہین بولتے تو گاڑھا ہونے سے پہلے پانی مغلوب ہوگیا نام کے جاتے رہنے سے تو اب غلبہ گاڑھے ہونے پر موقوف نرہا اِس سے وضو کرنا جائز نہین خانیہ مین ہے کہ عدم جواز وضو شربت خرما سے امام اعظم کا پچھلا قول ہے ولو مائعاً فلو مبایناً لاوصافہ فبتغیر اکثرہا اور اگر ملجانیوالی چیز پانی مین سائل اور پتلی ہے تو اگر وہ پانی کے سب اوصاف کی مخالف ہے تو غلبہ اُسکا ثابت ہوتا ہے پانی کے اکثر اوصاف کے بدلجانے سے ہم پانی کے مخالط یعنی ملجانیوالی چیز دو قسم ہے بستہ اور سائل بستہ کا بیان ہوگیا اب سائل کا بیان شروع ہوا سائل کی تین صورتین ہین یا وہ سائل پانی کی سب صفات سے مخالف ہے یا بعض سے یا سب صفات کے موافق اور مماثل ہے پانی کی تین صفتین ہین ایک رنگ دوسری مزہ تیسری بو سو سرکہ پانی کی تینون صفت کے مخالف ہے تو اگر سرکہ پانی مین ملا اور اوسکی دو صفت مین تغیر ہوا یعنی رنگ اور مزہ مین یا مزہ اور بو مین یا رنگ اور بو مین تو غلبہ اوسکا پانی پر ثابت ہوگیا او موافقاً کلبن فبلحدہا یا سائل چیز پانی کی بعضی صفت سے موافق ہے اور بعضی سے مخالف ہے جیسے کہ دودہ کہ بو نہونے مین پانی کے موافق ہے اور مزے اور رنگ مین مخالف ہے تو غلبہ اوسکا پانی پر ایک مخالف صفت کے متغیر ہو جانے سے ہے تو اگر دودہ کا رنگ یا مزہ پانی پر غالب ہوگیا تو وضو جائز نہین ورنہ جائز ہے اور اسیطرح تربوز کا پانی مزے مین پانی کے مخالف ہے تو اسمین غلبہ مزے کیوجہ سے معتبر ہوگا طحطاوی نے کہا اگر شارح او مبایناً لبعض الاوصاف کہتا تو بہتر ہوتا اور بعضے نسخہ مین فبا حدہما بصیغہ تثنیہ ہے تو ضمیر کا مرجع مذکور نہین او مماثلاً کمستعمل فبالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا یا سائل پاک چیز پانی کی برابر اور مانند ہے سب تینون صفات مین چنانچہ مستعمل پانی تو غلبہ اوسکا پانی پر اجزا کے حساب سے ہے تو اگر مطلق پانی وزن مین نصف سے زیادہ ہے تو طہارت کرنا اس تمام مخلوط پانی سے جائز ہے اور اگر مطلق پانی وزن مین کم ہے مستعمل پانی سے یا برابر تو جائز نہین ہم آب مستعمل کی طہارت بنا بر قول مفتی بہ معتمد کے ہے اور یہی حکم ہے عرق گاوزبان اور عرق گلاب کا جسکی بو باقی نرہی ہو اور اگر آب مستعمل مطلق پانی کی برابر ہو نہ زائد نہ کم تو یہہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین بدائع مین ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ اوسکا حکم مغلوب پانی کی برابر ہے احتیاط کی راہ سے کذا فی الطحطاوی عن البحر وہذا یعم الملقی والملاقی اور یہہ یعنی جو حکم کہ مذکور ہوا آب مستعمل مین وہ عام ہے اُس پانی مستعمل کو جو ڈالا گیا مطلق مطہر پانی مین اور اوسکے ساتھ ملگیا اور اِس مطلق مطہر پانی کو جسمین کوئی شخص بیٹھا یا اوسنے غوطہ مارا کذا فی الطحطاوی عن البحر یعنی اِن دونون صورتون مین اگر آب مطلق نصف سے زائد ہے تو طہارت جائز ہے ورنہ جائز نہین ففی الفساقی یجوز التوضی ما لم یعلم تساوی المستعمل علی ما حققہ فی البحر والنہر والمنح تو وضو کرنا صغیر حوضون مین

جائز ہے جبتک مستعمل کا برابر ہونا آب طہور کے ساتھ معلوم نہو یہہ قاعدہ وہی بنا بر اس تحقیق کے جو بحر الرائق اور نہر الفائق اور منح الغفار مین مذکور ہی
ہم یہہ کہتے ہین یہہ ہے اس قول متقدم پر کہ وضو جائز ہے اگر مطلق پانی اکثر ہو والا جائز نہین بحر الرائق مین کہا اور اسپر دلیل وہی جو شیخ سراج الدین قاری ہی
ہدایہ نے اپنے فتاوی مین جسکو اونکے شاگرد صاحب فتح القدیر نے جمع کیا ہو کہ کسی نے اونسے سوال کیا فسقیہ صغیرہ کا جسمین لوگ وضو کرتے ہین اور اوسمین
مستعمل پانی گرتا ہی اور ہر روز اوسمین نیا پانی نازل ہوتا ہے اوسمین وضو کرنا جائز ہے یا نہین تو جواب دیا کہ جب اوس حوض مین سوای پانی مذکور کے
اور کوئی چیز واقع نہین ہوئی تو کچھہ ضرر نہین انتہی یعنی اگر اوسمین نجاست پڑیگی تو وہ ناپاک ہو جاویگا صغیر ہونے کے سبب سے کذا فی الطحطاوی تعلیقاً
الشرنبلالی فی شرح الوہبانیۃ فرق بینہما وفیہ نظر لیکن شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین ملتقی اور ملاقی مین تفرقہ کیا ہی تو اوسکی طرف رجوع
کر غور اور تامل کے ساتھ ہم خلاصہ کلام شرح وہبانیہ یہہ ہے کہ قلیل مستعمل کے ملنے سے کثیر مطلق مستعمل نہین ہو جاتا اور بدن کی ملاقات سے تمام پانی حکماً مستعمل
ہو جاتا ہی انتہی لیکن اسکو ہم کو مصنف نے ذکر کیا اوسکی قمر النقات نہین کیا سو یون کہا کہ جبکہ یہہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا اس شخص کے قول کا ضعیف جو ہمارے زمانہ مین کہتا ہی کہ آب
مستعمل جب ملا جاوی آب مطلق مین اور حالانکہ مطلق غالب ہو تو وضو سارے پانی سے جائز ہی اور جبکہ وضو کیا فسقیہ یعنی صغیر حوض مین تو سب مستعمل ہو گیا اسلیے کہ دونون مسئلون مین کچھہ
فرق نہین اور یون فرق کرنا کہ وضو مین استعمال سارے پانی مین شائع ہو جاتا ہی بر خلاف ڈالنے کے مدفوع ہی اسطرح کہ شیوع اور اختلاط دونون صورتون مین برابر ہی
تو سن جبہ الحکم دونون صورتون مین کچھہ فرق معلوم نہین ہوتا الحاصل فساقی صغار یعنی چھوٹے حوضون سے وضو کرنا جائز ہے جبتک اسکا گمان غالب
نہو کہ آب مستعمل اکثر یا مساوی ہی اور وقوع نجاست کا گمان غالب نہوا انتہی اور جبکہ ملتقی اور ملاقی مین کچھہ فرق ظاہر نہین اسیواسطے شارح نے
اسکی طرف لفظ تامل سے اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیہ ای الماء ولو قلیلا غیر دموی
کزنبور وعقرب وبق ای بعوض وقیل بق الخشب اھ جائز ہے دور کرنا حدث کا مطلق پانی کے ان اقسام سے جنکا بیان گذر گیا اگرچہ
پانی قلیل ہو گو کہ اوسمین مرگیا ہو وہ جانور جسمین خون سائل نہین چنانچہ بھڑ اور بچھو اور بق یعنی مچھر اور بعضونے کہا بق سے مراد کھٹمل کیڑا ہے
وفی المجتبی الاصح فی علق مص الدم انہ یفسد ومثلہ حلمۃ وقراد کبیر اور مجتبی مین صحیح تر حکم اوس جونک کا جسنے خون کو چوسا اور
قلیل پانی مین مرگئی یہہ ہی کہ وہ پانی فاسد ہوتا ہی یعنی ناپاک ہو جاتا ہی اور اسی ترجیح سے معلوم ہوتا ہی حکم بھڑ اور چھوٹی چیچڑی اور بڑی چیچڑی کا
یعنے اگر بھڑ اور چیچڑی خون پیکر قلیل پانی مین مرجاوی تو پانی ناپاک ہوگا جیسے خون کے چوسے جونک کے مرنے سے ناپاک ہوتا ہی قول اصح مین اسلیے کہ
جونک اور بھڑ مین خون ذاتی نہین مستعار ہے کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ دود القز وماؤہ وبزرہ وخرؤہ طاہر کدودۃ متولدۃ
من نجاسۃ اور وہبانیہ مین ہی کہ ریشم کا کیڑا اور اوسکا جوشیدہ پانی اور اوسکا انڈی اور بیخال پاک ہی جیسے نجاست کا پیدا ہوا کیڑا پاک ہی
ہم پانی سے وہ پانی مراد ہے جسمین ریشم کے کیڑے اوٹائی جاتے ہین ریشم کے نکالنیکو اسطرح کذا فی الحلبی ومائی مولد ولو کلب الماء
وخنزیرہ کسمک وسرطان وضفدع اھ اور اگرچہ آب مطلق قلیل مین وہ جانور مرگیا ہو جسکی پیدائش کا مکان پانی ہی چنانچہ مچھلی اور کیکڑا
اور مینڈک اگرچہ پانی کا کتا اور سور ہو ہم مصنف نے صاحب ہدایہ کی پیروی کر کے دو مسئلے یہان ٹھہرائے ایک اوس جانور کا جسمین خون سائل
نہین دوسرے وہ جانور جو پانی مین پیدا ہوتا ہے اور کنز کیطرح یون نہ کہا کہ تموت ما لا دم الخ اسواسطے کہ کنز پر اعتراض لگتا ہی اوس جانور کا جو
پانی مین پیدا ہوتا ہے اور وہین رہتا ہی اور اوسمین خون سائل ہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ مین اوسکی موت سے پانی نجس نہین ہوتا لہذا مصنف نے
دونو صورتون کو جمع کر دیا بحر الرائق مین کہا کہ پانی کے کتے مین مشائخ کا اختلاف ہی بلا ترجیح چنانچہ معراج الدرایۃ مین ہے لیکن خلاصہ مین ہے کہ
پانی کا کتا اور پانی کا سور جب پانی مین مرجاوین تو اسپر فقہا کا اجماع ہی کہ پانی فاسد نہین ہو جاتا تو شاید کہ قول ضعیف کا اعتبار نہین کیا
کذا فی الطحطاوی [illegible] لا بری لہ دم سائل وھو ما لا سترۃ لہ بین اصابعہ فیفسد فی الاصح کحیۃ بریۃ ان لہا دم والا لا اور جنگلی
مینڈک مین خون سائل ہوتا ہے اور جنگلی وہ ہی جسکی انگلیون کے درمیان مین پردہ نہین ہوتا بطک کی مانند تو اوسکی موت سے پانی فاسد یعنی نجس ہو جاتا ہی

صحیح تر قول مین جیسے خشکی کے سانپ کی موت سے پانی نجس ہو جاتا ہے اگر اوسمین خون سائل ہو اور اگر خون نہو یا خون سائل نہو تو ناپاک نہین ہوتا اوسی
کذا الحکم لو مات ما ذکر خارجه و القی فیه فی الاصح فلو تفتت فیه نحو ضفدع جاز الوضوء به لا شربه لحرمة لحمه اور
اسیطرح کا حکم ہے یعنی پانی ناپاک نہین ہوتا اگر مر گیا وہ جانور جو مذکور ہوا پانی سے باہر اور پانی مین ڈالا گیا صحیح تر قول مین تو اگر پانی مین مینڈک
کی مانند جانور ریزہ ریزہ ہو گیا تو وضو اوس سے جائز ہے پینا اوسکا جائز نہین اوسکے گوشت کے حرام ہونے سے ہم مینڈک کی مانند وہ جانور ہے
جو ناپاک نہین مگر اوسکا کھانا حرام ہے و ینجس الماء القلیل بموت مائی معاش بری مولد فی الاصح کبط و اوز اور ناپاک ہوتا ہے
تھوڑا پانی صحیح تر قول مین اوس جانور کے مرنے سے جو پانی مین رہتا ہے خشکی مین پیدا ہوتا ہے چنانچہ بط اور یعنی بطخ ہم پانی کی مرغابیون مین صحیح
مختلف ہے لیکن شرح جامع صغیر قاضی خان کی تصحیح موجہ تر ہے لہذا ماتن نے اوسی پر اعتماد کیا کذا فی النہر و حکم سائر المائعات کالماء
فی الاصح اور پانی کے سوا باقی سائل اور رواں چیزون کا حکم پانی کی مانند ہے صحیح تر قول مین یعنی وقوع نجاست سے قلیل فاسد ہوتا ہے نہ کثیر
حتی لو وقع بول فی عصیر عشر فی عشر لم یفسد یہانتک کہ اگر آدمی کا پیشاب پڑا اوس حوض مین جسمین دہ در دہ رس ہے کسی چیز کا تو وہ
فاسد یعنی ناپاک نہوگا جیسے اتنا پانی ناپاک نہین ہوتا و لو سال دم رجله مع العصیر لا ینجس خلافا لمحمد ذکرہ الشمنی و غیرہ اور اگر پانون
کا خون بہا رس کے ساتھہ یعنی جاری رس کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی تو وہ ناپاک نہوگا برخلاف محمد کے ایسا ذکر کیا ہے شمنی وغیرہ نے
ہم انگور وغیرہ کا پانون سے داب کر رس نچوڑتے ہین تو اگر پانون کا خون جاری رس کے ساتھہ بہیگا ناپاک نہوگا جیسے آب روان کے ساتھہ
خون کا بہنا ناپاک نہین کرتا و بتغیر احد اوصافه من لون او طعم او ریح ینجس الکثیر اور ایک وصف کے بدلنے سے پانی کے تین اوصاف
مین سے کہ رنگ اور مزا اور بو ہے ناپاک ہو جاتا ہے بہت پانی اور اسیطرح رس ہم شارح نے کثیر کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ینجس کا لفظ فعل
مضارع ہے اور کثیر اوسکا فاعل ہے سو یہہ بات ٹھیک نہین بلکہ حق یہہ ہے کہ قولہ و بتغیر عطف ہے بموت مائی پر تو وہ متعلق ہے ینجس بموت مائی کا
اور جسکو شارح مضارع سمجھا ہے وہ جار مجرور ہے یعنی با جارہ ہے نہ یاء تحتانیہ اور یہہ جار مجرور متعلق ہے بہ تغیر کا تو مطلب یہہ ہے کہ ناپاک ہو جاتا ہے
پانی ایک وصف کے متغیر ہونے سے بسبب واقع ہونے نجاست کے اور شارح کے بیان مین یہہ خلل ہے کہ فاعل کا حذف کرنا بدون قرینہ جائز نہین اور
یہہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ پانی کا تغیر کس چیز سے ہوا پاک چیز سے یا ناپاک سے کذا فی الطحطاوی مختصرا و لو جاریا اجماعا ایک صفت کا بدلنا
نجاست سے پانی کو نجس کرتا ہے اگرچہ جاری اور بہتا پانی ہو بالاتفاق ہم علما کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ جب پانی کا ایک صفت بھی نجاست
سے بدلگیا اوس سے طہارت جائز نہین خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر جاری ہو یا غیر جاری اسیطرح منقول ہے ہم حنفیون کی کتابون مین اور امام نووی
شافعی نے بھی شرح مہذب مین اسیطرح نقل کیا ہے اور اگر نجاست سے تغیر نہین ہوا تو اتفاق ہے عامہ علما کا اسپر کہ قلیل ناپاک ہو جاتا ہے نہ کثیر لیکن
حد قلیل اور کثیر مین اختلاف ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی البحر و المنح اما القلیل فینجس و ان لم یتغیر خلافا لمالک اور قلیل پانی تو ناپاک
ہو جاتا ہے نجاست کے واقع ہونے سے اگرچہ پانی کا رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے برخلاف امام مالک کے مذہب کے ہم امام مالک کا یہہ مذہب ہے کہ
وقوع نجاست سے قلیل پانی نجس نہین ہوتا جب تک کہ رنگ یا مزہ یا بو اوسکی متغیر نہو لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جو پانی متغیر نہو وہ کثیر ہے
امام مالک کے نزدیک نہ قلیل کذا فی البحر لا لو تغیر بطول مکث ناپاک نہین ہوتا پانی اگر اوسکا مزہ وغیرہ بدلگیا زیادہ ٹھہرنے سے فلو
علم نتنه بنجاسة لم یجز تو اگر اوسکی گندگی معلوم ہوئی نجاست کے سبب سے تو طہارت جائز نہین و لو شک فالاصل الطہارة اور اگر
گندگی مین شک پڑے معلوم نہین کہ زیادہ ٹھہرنے کے سبب سے ہے یا نجاست کے سبب سے تو اصل طہارت ہے تو اصل ہی کا اعتبار کرنا چاہیے لوگون سے
اسکی تحقیق اور تفتیش ضرور نہین کذا فی النہر و التوضی من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلة اور وضو کرنا حوض سے بہتر ہے نہر سے
معتزلہ کے توڑ پر ہم معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام مین اہل سنت کے مخالف ہین اصول مین اور فروع مین حنفی ہین مگر اس مسئلہ مین مخالف ہین

تھے اونکے نزدیک حوض کبیر وقوع نجاست سے نجس ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست قلیل ہو بحرالرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اونکی مخالفت اوس صورت
میں ہے جبکہ معتزلہ موجود ہوں اور جہاں وہ لوگ نہیں تو وہاں وضو کرنا نہر سے بہتر ہے حوض سے ۔ وکذا یجوز بماء خالطہ طاہر جامد مطلقا
کالاشنان والزعفران اور اسیطرح طہارت جائز ہے اوس پانی سے جسکے ساتھ مخلوط ہوگئی پاک چیز بستہ غیر سائل ہر طرح کی چنانچہ اشنان اور زعفران
ہم طاہر غیر سائل کا ملنا ہر طرح مانع طہارت نہیں خواہ وہ چیز زمین کی جنس سے ہو چنانچہ مٹی اور چونہ یا بالقصد تنظیف تخلیط ہوتی چنانچہ اشنان اور
صابون یا کوئی اور چیز ہے چنانچہ زعفران امام کے نزدیک کذا فی المنح لکن فی البحر عن القنیۃ ان امکن الصبغ بہ لم یجز کنبیذ تمر لیکن بحرالرائق
میں قنیہ سے منقول ہے کہ اگر زعفران کے پانی سے رنگنا کپڑے وغیرہ کا ممکن ہو تو طہارت اوس سے جائز نہیں جیسے شربت خرما سے جائز نہیں وفاکہۃ
وورق شجر وان غیر کل اوصافہ فی الاصح اور جیسے پھل اور درخت کی پتیوں کے پانی میں ملجانے سے طہارت جائز ہے اگرچہ پتوں سے
پانی کے تمام اوصاف بدلگئے ہوں صحیح تر قول میں ہم نہایہ میں ہے استاد سے منقول ہے کہ وہ وضو کیا کرتے تھے ان حوضوں سے جنمیں درختوں کی پتی واقع
ہوتی تھی باوجود متغیر ہو جانے تمام اوصاف کے اور کوئی کسیکو منع نہیں کرتا تھا اور مقابل اصح کے محمد بن ابراہیم میدانی کا قول ہے کہ اگر اوس پانی
کی رنگت ہتھیلی میں اوٹھانے سے معلوم ہو تو اوس سے وضو درست نہیں اسکا پینا درست ہے ان یفت رقتہ اے والمہ کما مر بشرطیکہ اوس پانی کا
پتلاپن اور نام اوسکا باقی رہا چنانچہ گندگیا آب منقول بیان میں ہم اور جبکہ پانی کا نام زائل ہو چنانچہ زعفران کا پانی اسقدر ہو کہ کپڑے وغیرہ
رنگتا ہو تو اوس سے وضو جائز نہیں کیونکہ عربی زبان میں اوسکا نام صبغ ہو گیا چنانچہ نبیذ تمر کذا فی الطحطاوی ویجوز بجار وقعت فیہ نجاسۃ
اور طہارت جائز ہے اوس بہتے پانی سے جسمیں نجاست پڑی ہم خواہ نجاست نظر آتی ہو پانی میں یا نہ نظر آتی ہو آب جاری اوس سے ناپاک نہیں ہوتا خود
محل وقوع نجاست سے وضو درست ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار ہے مشائخ بخارا کا نصاب میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی
والجاری ہو ما یعد جاریا عرفا اور جاری پانی وہ ہے جسکو رواں اور بہتا عرف میں شمار کرتے ہیں وقیل ما یذہب بتبنۃ والاول
اظہر والثانی اشہر اور بعضوں نے کہا جاری پانی وہ ہے جو تنکے کو بہالیجائے اور پہلا قول ظاہر تر ہے اور دوسرا قول مشہور تر ہے کذا فی البحر
وان وصلیۃ لم یکن جریانہ بمدد فی الاصح آب رواں ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ اسکا بہنا اوپر کے پانی کی مدد سے نہو صحیح تر قول میں یعنی اگرچہ
مبدا اور منشا اوسکا چشمہ یا جھیل یا مینہ نہو ہم عدم اشتراط مدد کی تصحیح صاحب سراج اور صاحب تجنیس نے کی ہے اور مقابل اسکی فتح القدیر کا قول ہے کہ
جاری ہونے میں پانی کی مدد ضرور ہے چنانچہ چشمہ اور کنواں یہی قول مختار ہے تو یہاں دونوں قولوں کی تصحیح واقع ہے کذا فی الطحطاوی
فلو سد النہر من فوق فتوضأ رجل بما یجری بلا مدد جاز لانہ جار تو اگر نہر بند کی گئی اوپر سے اسطرح کہ بند سے مطلقا پانی نہیں رستا
ہے پھر کسی مرد نے وضو کیا اوس پانی سے جو بہتا ہے بدون مدد کے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ جاری پانی ہے وکذا لو حفر نہرا من حوض
صغیر او صب رفیقہ الماء فی طرف میزاب وتوضأ فیہ وعند طرفہ الاخر اناء یجتمع الماء جاز توضیہ بہ ثانیا وثالثا و
تمامہ فی البحر اور اسیطرح اگر نہر کھود دی چھوٹے حوض سے اور اوسمیں پانی بہا حوض کا یا ایک شخص کے رفیق نے پانی ڈالا پرنالے کے ایک کنارے
پر اور اوس شخص نے وضو کیا نہر یا پرنالے کے رواں پانی میں اور پرنالے کی دوسری طرف کوئی برتن ہے جسمیں وہ رواں پانی جمع ہوتا جاتا
تو دوسری بار اوسی پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور پھر تیسری بار اسیطرح اور پھر چوتھی بار اسیطرح پانی بہا کر وضو جائز ہے اور اسکا پورا بیان
بحرالرائق میں ہے ہم یعنی حوض صغیر سے پانی بہایا نہر میں اور بہنے کی حالت میں وضو کیا پھر وہ پانی جمع ہوا ایک مکان میں سو دوسرے آدمی نے
اوس مکان سے نہر کھود دی اور اوسمیں پانی بہایا اور وضو کیا جاری ہونے کیحالت میں پھر وہ پانی جمع ہوگیا اور مکان میں پھر اور آدمی نے اسیطرح
کیا تو سب شخصوں کا وضو درست ہے اسواسطے کہ ہر ایک نے پانی بہنے کی حالت میں وضو کیا اور جاری پانی نجس نہیں ہوتا جبتک متغیر نہو جاوے چنانچہ
بحرالرائق میں ہے اور جو پانی کہ جمع ہوا وہ طاہر اور طہور ہے یعنی پاک کرنیوالا ہے اسواسطے کہ اوسکا استعمال جاری ہونے کی حالتمیں ہوا ہے اور

جاری پانی مستعمل نہین ہوتا استعمال کرنے سے اسیطرح منقول ہے شیخ زاہد ابوالحسن رستغفنی سے علامہ نوح نے کہا کہ یہہ فرع مبنی ہے آب مستعمل کی نجس
ہونے پر اور فتوی ہے آب مستعمل کے طاہر ہونے پر کذا فی الطحطاوی اِنْ لَمْ يُرَ لَهٗ يُعْلَمُ أَثَرُهٗ فَلَوْ فِيهِ جِيفَةٌ اَوْ بَالَ فِيهِ رَجُلٌ فَتَوَضَّأَ اٰخَرُ
مِنْ أَسْفَلِهٖ جَازَ مَا لَمْ يُرَ فِي أَسْفَلِهٖ أَثَرُهٗ آب جاری وقوع نجاست سے نجس نہین ہوتا جب تک نجاست کا اثر نہ معلوم ہو تو اگر آب جاری مین مردار جانور
پڑا ہو یا اوسمین کسی مرد نے پیشاب کیا سو دوسرے مرد نے اوسکی جانب نشیب مین وضو کیا تو جائز ہے جب تک کہ جانب نشیب مین اوسکا اثر معلوم نہو
هم شارح نے مردار اور پیشاب کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ نجاست مرئی اور غیر مرئی مین کچہہ فرق نہین وَهُوَ اِمَّا طَعْمٌ أَوْ لَوْنٌ أَوْ رِيحٌ اور وہ یعنی
نجاست کا اثر یا مزہ ہے یا رنگ یا بو ظَاهِرُهٗ يَعُمُّ الْجِيفَةَ وَغَيْرَهَا وَهُوَ مَا رَجَّحَهُ الْكَمَالُ وَقَالَ تِلْمِيذُهٗ قَاسِمٌ اِنَّهُ الْمُخْتَارُ وَقَوَّاهُ فِي النَّهْرِ
وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنِ الْمُضْمَرَاتِ عَنِ النِّصَابِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى اور ظاہر کلام مصنف کا مردار اور اوسکی غیر دونونکو شامل ہے یعنی آب جاری مین
بدون ظہور اثر کے نجاست نہین ہوتی نجس چیز مردار ہو یا غیر اوسکی اور اسی قولکی ترجیح دی ہے محقق کمال نے اور اونکے شاگرد قاسم نے کہا کہ یہی قول
مختار ہے اور اسکو قوی کہا ہے نہر الفائق مین اور اسکو ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور قہستانی مین مضمرات سے اور اوسمین نصاب سے منقول ہے کہ اسی
قول پر فتوی ہے وَقِيلَ اِنْ جَرٰى عَلَيْهَا نِصْفُهٗ فَأَكْثَرُ لَمْ يَجُزْ وَهُوَ أَحْوَطُ اور قول دوسرا یہہ ہے کہ اگر پانی جاری ہوا مردار کے نصف بدن پر یا زیادہ
پر تو اُس سے طہارت جائز نہین اور یہہ قول زیادہ تر احتیاط والا ہے اور اکثر فتاوی مین یہی مذکور ہے وَأُلْحِقَ بِالْجَارِي حَوْضُ الْحَمَّامِ لَوِ الْمَاءُ
نَازِلًا وَالْغَرْفُ مُتَدَارِكًا اور فقہا نے آب جاری کے ساتھہ ملایا ہے حمام کے حوض کو نجس نہونے مین بدون اثر کے بشرطیکہ حوض مین اوپر سے
پانی نازل ہو اور حوض سے پانی کا لینا پے درپے ہو اسطرح پر کہ مابین الغرفتین سطح پانی کا ساکن نہوگیا ہو تو اگر ناپاک برتن یا ناپاک ہاتھہ اوس حوض مین
ڈالا جاویگا تو وہ ناپاک نہوگا بدون ظہور اثر کے کذا فی البحر كَحَوْضٍ صَغِيرٍ يَدْخُلُهُ الْمَاءُ مِنْ جَانِبٍ وَيَخْرُجُ مِنْ اٰخَرَ يَجُوزُ التَّوَضِّيْ مِنْ كُلِّ
الْجَوَانِبِ مُطْلَقًا بِهٖ يُفْتٰى اُس چہوٹے حوض کی مانند جسمین پانی داخل ہوتا ہے ایکطرف سے اور خارج ہوتا ہے دوسری طرف سے تو وضو کرنا جائز ہے اوسکی
ہر طرف سے ہرطرح اسیکا فتوی ہے هم ہرطرح یعنی وہ حوض چار در چار ہو یا کم یا زیادہ اِس سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر چار در چار سے زیادہ ہے تو وقوع نجاست سے
ناپاک ہوگا کذا فی البحر پہر معلوم کرنا چاہیے کہ حوض مذکور کا مسئلہ مبنی ہے آب مستعمل کی نجاست پر اور مفتی بہ قول پر چونکہ آب مستعمل پاک ہے تو وضو مطلقا درست ہے کیونکہ
مستعمل مغلوب ہے اور مطہر غالب وَكَعَيْنٍ هِيَ خَمْسٌ فِي خَمْسٍ يَنْبُعُ الْمَاءُ مِنْهُ بِهٖ يُفْتٰى قُهُسْتَانِيٌّ مَعْزِيًا لِلتَّتِمَّةِ اور مانند اوس چشمہ کی کہ وہ پنج در پنج ہے
اوسمین سے پانی جوش مارکے نکلتا ہے اوسکی ہر طرف سے وضو جائز ہے اسیکا فتوی دیا گیا ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو تتمہ کیطرف منسوب کیا ہے هم پانچ کی قید اسواسطے
لگائی کہ یہی تو محل نزاع ہے اور اگر پانچ ہاتہہ سے حوض یا چشمہ کم ہے تو بالاتفاق وضو جائز ہے وجہ اختلاف یہہ ہے کہ چہوٹے حوض یا چشمہ مین آب مستعمل جلد نکلجاتا
ہے اور بڑے حوض مین گوشون مین ٹہہر جاتا ہے اور یہہ مسئلہ بہی آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہے اور فتوی اسکے برخلاف ہے وَكَذَا الْبَحْرُ الرَّاكِدُ الْكَثِيرُ لَكِنِ الْمُعْتَمَدُ
وَقَعَ فِيهِ نَجَسٌ لَمْ يُرَ أَثَرُهٗ وَلَوْ فِي مَوْضِعِ وُقُوعِ الْمَرْئِيَّةِ بِهٖ يُفْتٰى اور اسیطرح وضو جائز ہے اُس بستہ ٹہرے کثیر پانی سے جو اسطرح کا ہے یعنی جسمین ایسی
نجاست پڑی جسکا کچہہ اثر نمودار نہین اگرچہ نجاست مرئیہ کے مکان وقوع مین وضو کیا اسی قول کا فتوی ہے بحر الرائق مین هم اور بعضون نے یہہ اختیار کیا کہ اگر تحمل
کرے سو اگر اتحمل مین یہہ آوے کہ نجاست خالص نہین ہوئی تو وضو کرے یعنی موقع نجاست مین ورنہ وضو نکرے ابن امیر حاج نے کہا یہی صحیح ہے اور کرخی وغیرہ نے
تجنیس کی ترجیح دی ہے بدائع مین کہا کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے اور مطلب اسکا یہہ ہے کہ موضع نجاست کو چار در چار گز چہوڑکر وضو کرے اور مشائخ بخارا اور ماوراء النہر نے
کہا کہ غیر مرئی نجاست مین موضع وقوع نجاست سے وضو کرے اور یہی اصح ہے تو معلوم ہوا کہ سب اقوال کی تصحیح واقع ہوئی ہے مگر فتوی اوسی پر ہے جو شارح نے ذکر کیا یعنی
اگر نجاست مرئی کا اثر معلوم نہو تو موضع وقوع سے وضو جائز ہے فتح القدیر مین ہے کہ اسی قول کی تصحیح لائق ہے ایسا ذکر ہے نہر الفائق مین کذا فی الطحطاوی
وَالْمُعْتَبَرُ فِي مِقْدَارِ الرَّاكِدِ أَكْبَرُ رَأْيِ الْمُبْتَلٰى بِهٖ فَاِنْ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهٖ عَدَمُ خُلُوصِ أَيْ وُصُولِ النَّجَاسَةِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ جَازَ وَاِلَّا لَا هٰذَا
ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنِ الْاِمَامِ وَاِلَيْهِ رَجَعَ مُحَمَّدٌ وَهُوَ الْأَصَحُّ كَمَا فِي الْغَايَةِ وَغَيْرِهَا وَحُقِّقَ فِي الْبَحْرِ أَنَّهُ الْمَذْهَبُ وَبِهٖ يُعْمَلُ اور اُس آب بستہ غیر جاری کی

معتدار مین جو ناپاک نہین ہو جاتا بلا ظہور اثر نجاست کے تجویز غالب معتبر ہے بسبب اسکے یعنی اُس شخص کی جسکو طہارت کیواسطے پانی کی حاجت پڑی تو اگر اوسکے گمان مین عدم خلوص یعنی نہ پہونچنا نجاست کا دوسری طرف غالب ٹھہر گیا تو وہ آب کثیر ہے اُس آب بستہ سے وضو اور غسل جائز ہی اور اگر یہہ گمان غالب نہین ہوتا تو وہ قلیل پانی ہی طہارت اُس سے جائز نہین یہی ظاہر الروایۃ ہی امام اعظم سے اور اسی قول کیطرف محمد نے جنسے دہ در دہ کا قول منقول ہے رجوع کیا ہی اور یہی قول صحیح ہی جیسا کہ غایۃ البیان وغیرہ مین ہے اور بحر الرائق مین ثابت کیا ہی کہ یہی قوی مذہب ہی اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے ہم بحر الرائق مین دس روایات سے اسکو مذہب ثابت کیا ہے پہر یون کہا ہی کہ یہہ جو ہمارے اکثر بلکہ تمام علماء متاخرین نے دہ در دہ کو آب کثیر قرار دیا سو وہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہین اور محمد نے اگرچہ اسکی تقدیر کی ہی مگر اس سے رجوع کیا ہے اور اگر رجوع بھی ثابت نہوتا تو یہہ تقدیر لازم نہین مگر اونہین کے حق مین اسواسطے کہ جبکہ ہر حاجتمند کے استکثار کا اعتبار ہوا تو ایک شخص کا کثیر سمجھنا دوسرے پر لازم نہین بلکہ یہہ امر مختلف ہی جو جسکے دلمین پڑے اوسپر وہ عمل کرے اور یہہ امر اُن امور سے نہین ہی جسمین عامی پر مجتہد کی تقلید واجب ہو جیسا کہ فتح القدیر مین ہے کذا فی الطحطاوی مصنف نے اپنی شرح مین کہا چونکہ حد آب کثیر مین ظن غالب ظاہر الروایۃ تہا اور اسکی تفہیم اکثر کتب معتمدہ مین واقع تھی لہذا ہمنے اُس متن مین اسی پر اعتماد کیا اور متاخرین نے جو دہ در دہ کو اختیار کیا وہ ظاہر الروایۃ نہین اور نہ ہمارے علماء متقدمین کا مذہب ہی اگرچہ صاحب کنز نے اوسپر یقین کیا ہی اور صاحب ہدایہ نے اوسپر فتوی ٹھہرایا ہے تو جو مذہب مین صحیح قول ہے اوسی پر عمل کرنا متعین ہے انتہی وَاَنَّ التَّقْدِیْرَ بِعَشْرٍ فِیْ عَشْرٍ لَا یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلٍ یُعْتَمَدُ عَلَیْهِ وَرُدَّ مَا اَجَابَ بِهٖ صَدْرُ الشَّرِیْعَةِ اور بحر الرائق مین یہہ ثابت کیا ہی کہ آب کثیر مین اندازہ ٹھہرانا دہ در دہ کا اصل معتمد علیہ کیطرف راجع نہین ہوتا اور جو جواب اصل کا جوابدیا ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین اوسکو رد کیا ہم صدر الشریعۃ نے دہ در دہ کی یہہ حدیث اصل ٹھہرائی کہ جو کنوان کہودے تو اُسکا حق کنوئی کے گرد ۴۰ گز ہے تو اُسکی گرد چارون طرف سے ۱۰ گز ہوئی تو اگر دوسرا شخص دس گز کے اندر بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوا کہودیگا تو روکا جاویگا اسواسطے کہ پہلے کنوئی کیطرف نجاست سرایت کریگی اور اگر دس گز کے بعد کہودیگا تو روکا نجاویگا تو معلوم ہوا کہ شرع نے دہ در دہ کو عدم سرایت مین اعتبار کیا ہی صاحب بحر نے اسکو تین وجہ سے رد کیا ہی از انجملہ ایک وجہ یہہ ہی کہ حریم چاہ کا ۴۰ گز ہونا بعض کا قول ہی اور صحیح قول یہہ ہی کہ اوسکا حریم ہر طرف سے ۴۰ گز ہی دوسری وجہ یہہ ہی کہ زمین بمراتب سخت ہی پانی سے تو پانی کو زمین پر قیاس کرنا عدم سرایت مین صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین فرمایا کہ حدیث بیر بضاعہ دہ در دہ کی سند ہوسکتی ہی بیان اسکا یہہ ہی کہ محمد بن حسن سے جب آب کثیر کا سوال ہوا تو کہا کہ اگر میری مسجد کی برابر ہو تو وہ کثیر ہی جب اُسکو ناپا تو مسجد اندر سے ہشت در ہشت تھی اور باہر سے دہ در دہ تھی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ دوازدہ در دوازدہ تھی اور بیر بضاعہ کی مساحت ہشت در ہشت تھی اور دلیل اوسپر ابو داؤد سجستانی صاحب سنن کا قول ہی کہ مین نے بیر بضاعہ کو ناپا اپنی چادر سے تو عرض اُسکا چھہ گز تہا اور مین نے وہان پوچہا کہ زمان سابق سے اسمین کچہہ تغیر ہوا ہے جوابدیا کہ نہین پہر جب اُسکا عرض چھہ گز کا ہوا تو طول اوسکا زیادہ ہوگا اسواسطے کہ اکثر طول زیادہ ہوتا ہی عرض سے اور اگر وہ کنوان مدور ہوتا تو کہتے کہ اُسکا دور چھہ گز تہا تو جبکہ طول کی زیادت عرض کے ساتھہ ملائی جاوے تو مقدار اوسکی ہشت در ہشت یا دہ در دہ ٹھہر گئی تو محمد نے اس تقدیر کو لیا لیکن اب عبادات مین احتیاط بہتر ہے لہذا اونکی مسجد اصلی کے خارج کو یعنی دہ در دہ کو اعتبار کیا انتہی لٰکِنْ فِی النَّهْرِ وَاَنْتَ خَبِیْرٌ بِاَنَّ اعْتِبَارَ الْعَشْرِ اَضْبَطُ وَلَاسِیَّمَا فِیْ حَقِّ مَنْ لَا رَأْیَ لَهٗ مِنَ الْعَوَامِّ فَلِذَا اَفْتٰی بِهِ الْمُتَاخِّرُوْنَ الْاَعْلَامُ لیکن نہر الفائق مین ہی کہ اے مخاطب تو جانتا ہی کہ مقرر اعتبار کرنا دہ در دہ کا ضبط اور بند وبست کی بات ہی خصوصاً عوام لوگون کے حق مین جنکو ظن غالب اور تجویز حاصل نہین تو اسیواسطے علماء کبار متاخرین نے دہ در دہ کا فتوی دیا ہم قوت دلیل صاحب بحر الرائق کے کلام مین ہی اور جبکہ تو صاحب بحر اور صاحب نہر دونوں کے کلام پر بخوبی آگاہ ہو تو تجھکو اسکا یقین حاصل ہو جاوے اور جو کہ صاحب نہر نے مذکور کیا اسکو صاحب بحر نے بھی ذکر کیا اور اوسکو قابل التفات کے بجانا کذا فی الطحطاوی ای فِی الْمُرَبَّعِ بِاَرْبَعِیْنَ وَفِی الْمُدَوَّرِ بِسِتَّةٍ وَّثَلٰثِیْنَ وَفِی الْمُثَلَّثِ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ خَمْسَةَ عَشَرَ وَرُبْعًا وَخُمْسًا بِذِرَاعِ الْکِرْبَاسِ یعنے متاخرین کا فتوی ہی حوض مربع مین ۴۰ گز پر اور حوض مدور مین ۳۶ گز پر اور حوض مثلث مین ہر طرف سے پندرہ گز اور چوتھائی اور پانچوان حصہ گز پر تینون صورتون مین کپڑے ناپنے کا گز مراد ہی ہم یعنی حوض کبیر جو آب جاری کی مانند نجاست کے پڑنے سے بدون ظہور اثر کے ناپاک نہین ہوتا اُسکی مقدار بموجب فتوای متاخرین کے اگر وہ مربع ہے تو وہ دہ در دہ ہی یعنی ہر طرف سے دس گز اور پانی کی چارون طرف سے ۴۰ گز اور سطح پانی کا طول اور

یعنی دہ در دہ [illegible] مقدار [illegible] نہین

عرض تین سو گز یا اور جو حوض مدور میں ۴۶ گز کی ترجیح مذکور ہے ظہیریہ میں تھا اور غیر ظہیریہ میں ۴۸ گز محیط میں کہا کہ ۴۸ گز کے اعتبار میں زیادہ تر احتیاط ہے کما فی
النہر اور اگر حوض مثلث ہے یعنی جسکے تینوں کونے معتدل ہیں تو ہر طرف سے پندرہ گز اور چہارم گز اور شارح نے جو پنجم گز زیادہ کیا ہے اوسکی کچھہ حاجت نہیں ہے
کہ انسمیں مساحت پانی کی سو گز ہو جاتی ہے و تمامہ نے الطحطاوی نہر الفائق میں ہے کہ معتبر ذراع کرباس ہے یا ذراع مساحت یا ہر زمان اور مکان کا گز جس
سے پیمائش کرتے ہیں تینوں قولوں کی ترجیح واقع ہے اور پہلا قول مناسب تر ہے انتہی ہدایہ اور تجنیس میں ذراع کرباس کو اختیار کیا ہے علامہ عینی نے کہا مساحت کا
گز سات مشت یعنی سات مٹھی کا اور ہر مٹھی میں ایک کھڑی انگلی اور ذراع کرباس یعنی کپڑ ناپنے کا گز فقط سات مٹھی کا ہے اور ہر مٹھی میں انگلی قائم نہیں اور دوسرا
قول یہہ ہے کہ ۲۴ انگلی کا گز لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی شمار کے موافق وَلَوْ لَهُ طُولٌ لَا عَرْضٌ لٰكِنَّهٗ يَبْلُغُ عَشْرًا فِيْ عَشْرٍ جَازَ تَيْسِيْرًا اور اگر
حوض یا خندق کا طول ہے اور بہت عرض نہیں لیکن اگر اوسکو تکسیر کرنے کے حساب کیجیے تو دہ در دہ یعنی سو گز تک پونہچتا ہے تو وضو کرنا اوس سے جائز ہے خلق اللہ
کی آسانی کیواسطے کذا فی النہر وَلَوْ اَعْلَاهُ عَشْرًا وَاَسْفَلُهٗ اَقَلَّ جَازَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْاَقَلَّ اور اگر ایک حوض اوپر سے دہ در دہ ہو اور نیچے سے کم دہ در دہ
سے تو وضو اوس سے باوجود وقوع نجاست جائز ہے تا وقتیکہ پانی کمتر تک پونہچے یعنی جب کمتر تک پانی پونہچ جائیگا تو وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا وضو جائز نہوگا
وَلَوْ بِعَكْسِهٖ فَوَقَعَ فِيْهِ نَجَسٌ لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَشْرَ اور جو اسکے بالعکس ہو یعنی حوض اوپر سے تنگ ہو وہ در دہ سے کم اور نیچے سے کشادہ دہ در دہ
کے سوا اوسمیں نجاست پڑی تو وضو جائز نہیں جبتک کہ اوپر کا پانی فنا ہوکر دہ در دہ کو پونہچے یعنی جب وہان پونہچیگا تب وضو کرنا اوس سے جائز ہوگا
کذا فی النہر عن السراج الہندی وَلَوْ جَمَدَ مَاؤُهٗ فَثُقِبَ اِنِ الْمَاءُ مُنْفَصِلًا عَنِ الْجَمَدِ جَازَ لِاَنَّهٗ كَالْمُسَقَّفِ وَاِنْ مُتَّصِلًا لَا لِاَنَّهٗ كَالْقَصْعَةِ
اور اگر حوض کبیر کا پانی برف کی سردی سے جمکر تختہ کی مانند ہو گیا پھر اوسمیں سوراخ کیا گیا اگر پانی جدا ہے آب بستہ سے تو وضو جائز ہے اسلیے کہ وہ پانی چھت کی
مانند ہے جسپر چھت ہو یعنی اگرچہ سوراخ دہ در دہ سے کم ہو اور اگر پانی حوض کا آب بستہ سے ملا ہوا ہے تو وضو اوس سوراخ سے جائز نہیں اسواسطے کہ وہ
طاس اور طغاری کی مانند ہے یعنی وہ پانی قلیل ہے جیسے طاس کا پانی کہ وقوع نجاست سے ناپاک ہوگا کذا فی المحیط و فتاوی قاضی خان میں ہے کہ وضو
اوس سے جائز نہیں مگر اوسوقت جائز ہے جبکہ ثقب دہ در دہ ہو حَتّٰى لَوْ وَلَغَ فِيْهِ كَلْبٌ تَنَجَّسَ یہانتک کہ اگر کتے نے اوسمیں پانی پیا یعنی اوس ثقب
سے جس سے حوض کا پانی متصل ہے پانی پیا تو وہ ناپاک ہوگا لَا لَوْ وَقَعَ فِيْهِ فَمَاتَ لِتَسَفُّلِهٖ ناپاک نہوگا وہ حوض اگر کتا اوسمیں گر پڑا اور مر گیا
اوسکی تہ نشین ہونے کیوجہ سے یعنی اسفل میں تو پانی کثیر ہے کتے کی تہ نشین ہونے سے ناپاک نہوگا مگر جبکہ اوصاف ثلثہ سے کوئی وصف متغیر ہو کذا فی
الطحطاوی ثُمَّ الْمُخْتَارُ طَهَارَةُ الْمُتَنَجِّسِ بِمُجَرَّدِ جَرَيَانِهٖ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مختار اور پسندیدہ مذہب میں پاک ہو جانا ہے ناپاک پانی کا اوسکی جاری
ہونے کے ساتھہ ہی ہم یعنی اگر ناپاک حوض یا تالاب میں پاک پانی داخل ہوا اور حوض یا تالاب جاری ہوا تو بمجرد جاری ہونے کے وہ پاک ہو گیا اور قول
ضعیف یہہ ہے کہ جب سب پانی ناپاک حوض کا نکلیگا تب پاک ہوگا اور بعضون نے کہا جبکہ سہ چند پانی نکلے گا تب پاک ہوگا اور یہہ مطلب شارح کا نہیں کہ بدون
داخل ہونے پاک پانی کے اگر نالی بناکر اوسکو جاری کیجیے تو وہ پاک ہو بحر الرائق میں کہا طہارت کا حکم اوسوقت ہوگا جبکہ نکلنا پانی کا پاک پانی کے داخل
ہونے کیوقت ہو کذا فی الطحطاوی وَكَذَا الْبِئْرُ وَحَوْضُ الْحَمَّامِ هٰذَا اور یہی حکم ہے کنوئیں اور حمام کے حوض کا یاد رکھہ اسکو یعنی اگر کنوان نجاست کے
گرنے سے ناپاک ہوا اور جاری ہوا پاک ہو گیا اوسکو جاری ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ پاک پانی اوپر سے داخل ہوا اور کنوان لبالب ہوکر جاری ہو گیا
دوسری صورت یہہ ہے کہ چشمہ چاہ نے جوش مارا اور اندر سے بطور کاریز کے بہا وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ وَالْمُخْتَارُ ذِرَاعُ الْكِرْبَاسِ وَهُوَ سَبْعُ قَبَضَاتٍ
فَقَطْ فَيَكُوْنُ ثَمَانِيًا فِيْ ثَمَانٍ بِذِرَاعِ زَمَانِنَا ثَمَانُ قَبَضَاتٍ وَثُلُثُ اَصَابِعَ عَلَى الْقَوْلِ الْمُفْتٰى بِهٖ بِالْعَشْرِ وَحُكْمًا لَنَعَمْ مَا طُوْلُهُ بِلَا عَرْضٍ
فِي الْاَصَحِّ وَكَذَا يُعْتَبَرُ عُمْقُهُمَا عَشْرًا فِي الْاَصَحِّ اور قہستانی میں ہے اور مختار اور پسندیدہ مذہب میں کپڑ ناپنے کا گز ہے اور وہ فقط سات مٹھی کا
ہے تو دہ در دہ کا حوض ہشت در ہشت کا ہوتا ہے ہماری زمانہ کے گز سے جو آٹھہ مٹھی اور تین انگلیون کا ہے یہہ قول ہے بنا بر فتوی متاخرین کے دہ در دہ
کے کثیر ہونے میں یعنی اگرچہ دہ در دہ حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو یہہ اسواسطے ہے کہا تاکہ دہ در دہ شامل ہو جاے اوس حوض طویل کو جسمین طول ہے بدون عرض

سے صحیح تر قول میں اور اسیطرح شامل ہو جاوے گا اوس کنوئیں کو جسکا عمق یعنی گہراؤ دس گز کا ہے بہتر قول میں ہم طول یا عرض میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اگر اوسکا
پانی بقدر دہ در دہ کے ہے تو دہ در دہ وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ سابق میں گذرا اور عیون مذاہب اور محیط اور اختیار وغیرہا میں اسکی تصحیح
کی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ نجس ہو جاتا ہے قاضی خان نے اسکو عامہ مشائخ کیطرف نسبت کیا ہے اور فتح القدیر میں اسیکو اختیار کیا ہے اور
قاسم نے اسکو اصح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ہیں کذا نے الطحطاوی وحينئذٍ فلو كان ذراعا في العشر لم يتنجس كما في المنية اور اسوقت یعنی
یعنی جبکہ عمق کا اعتبار ہوا تو اگر اوسکا پانی دہ در دہ کی برابر ہے تو نجاست کے پڑنے سے وہ کنواں ناپاک نہوگا چنانچہ منیۃ المصلی میں ہے ہم یہہ
قول ضعیف ہے چنانچہ شارح عنقریب اوسپر آگاہ کریگا وحينئذٍ عمقه خمس اصابع تقريبا ثلثة آلاف وثلثمائة واثنا عشر منا من الماء
الصافي وتيسع على كل ضلع منه طوله عشرة وعمقه ذراعان وثلثة ارباع ذراع ونصف اصبع تقريبا كل ذراع اربعة وعشرون
اصبعا انتهى اور اسوقت میں یعنی جبکہ عمیق کنواں حوض کبیر کی مانند ہوا تو پانچ انگلیوں کا عمق دہ در دہ کے حوض میں ۳۳۱۲ سیر صاف پانی
کا ہے اور گنجائش کرتا ہے اسقدر پانی کو وہ حوض جسکی ہر جانب طول اور عرض اور عمق میں دو گز اور پون گز اور آدھی انگلی سے تخمیناً ہر گز ۲۴ انگلی کا اتمام
ہو گیا کلام قہستانی کا قلت وفيه كلام اذ المعتمد عدم اعتبار العمق وحده فتبصر میں کہتا ہوں اور قہستانی کے اس کلام میں کلام ہے یعنی
مسلم نہیں اسواسطے کہ فقط عمق کا اعتبار کرنا بدون طول اور عرض کے معتمد قول نہیں تو اے مخاطب ہوشیار ہیوم بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول
ہے کہ عمیق تنگ جوانب کو آب کثیر قرار دینا موجہ نہیں اسواسطے کہ مدار کثرت اسپر ہے کہ دوسری جانب کو نجاست نہ پہونچے اور تقارب جوانب میں
بلاشک وصول غالب ہے اور پانی کا استعمال تو اوپر کی سطح سے ہوتا ہے نہ عمق سے کذا نے الطحطاوی ملخصاً **فائدہ** بڑا تالاب ہے کہ ایام گرما
میں خشک ہو جاتا ہے اور چوپائے اوسمیں لید کرتے ہیں پھر اوسمیں پانی آیا اور بھر گیا تو نظر کرنا چاہیے اگر نجاست ہو پانی داخل ہونے کے مکانمیں
تو سب پانی نجس ہے اور اگر وہ پانی بستہ ہو گیا وہ بھی ناپاک ہوگا اسواسطے کہ جو پانی اوس راہ سے آیا وہ ناپاک ہو گیا تو اب وہ پاک نہوگا اور اگر
نجاست موضع دخول آب میں نہیں پھر وہ پاک پلٹی جمع ہوا پاک مکانمیں جو دہ در دہ ہے پھر وہاں سے بڑھا موضع نجاست تک تو سب پانی پاک ہے اور جو برف
اوس سے جمے وہ بھی طاہر ہے جب تک کہ اوسمیں نجاست کا اثر ظاہر نہو اور اسیطرح جس تالاب کا پانی کم ہو کر چار در چار ہو گیا اور اوسمیں نجاست پڑی پھر
نیا پانی آیا اگر نیا پانی دہ در دہ ہو گیا نجس پانی کے ملنے سے پہلے تو سب پانی پاک ہے کذا نے الخانیہ یعنی فتاوی قاضی خان ولا يجوز بماءٍ بالعلاج
طبعه وهو السيلان والارواء والانبات بسبب طبخ كمرق وماء باقلاء الا بما قصد به التنظيف كالاشنان والصابون فيجوز ان
يغير وصفه اور جائز نہیں طہارت وضو اور غسل کی اوس پانی سے جسکی طبیعت یعنی اوسکی پیدائشی صفت کہ بہنا اور پیاس کا کھونا اور نباتات کا اوگانا ہے
زائل ہو گیا پکانے کے سبب سے چنانچہ شوربا اور آب باقلا مطبوخ مگر وہ پانی جو پکایا گیا اوس چیز کے ساتھ جس سے میل کا صاف کرنا مقصود ہے چنانچہ
اشنان اور صابون تو اوس سے طہارت جائز ہے اگر اوسکی رقت باقی ہو یعنی گاڑھا نہوا ہو چنانچہ سابق مذکور ہو گیا وبماءٍ استعمل لاجل قربةٍ
اے ثواب او لرفع حدثٍ یا جائز نہیں طہارت اوس پانی سے جسکو استعمال کیا قربت یعنی ثواب حاصل کرنے کو اگرچہ ہو قربت رفع حدث کے
ساتھ معلوم کرنا چاہیے کہ مستعمل پانی میں کلام واقع ہوتا ہے چار مقام میں اول استعمال کے سبب میں سو مصنف نے اوسکو بیان کیا بقوله لقربة او رفع
حدث مقام ثانی ثبوت استعمال کے وقت میں سو مصنف نے اوسکا اشارہ کیا بقوله اذا انفصل مقام ثالث مستعمل کی صفت میں سو اوسکو بیان کیا
بقوله طاهر مقام رابع مستعمل کے حکم میں سو اوسکو ذکر کیا بقوله غیر مطهر قربت کیواسطے وضو کرنے سے باتفاق شیخین ومحمد کے استعمال ثابت ہے خواہ فقط قربت
ہو یا قربت رفع حدث کے ساتھ ہو کذا فی الطحطاوی فقط قربت بلا ازالہ حدث کی یہہ صورت ہے کہ غیر محدث یعنی باوضو آدمی دوسرا وضو نیت کے ساتھ
کرے یا طاہر غسل کرے اور فقط ازالہ حدث بلا قربت کی یہہ صورت ہے کہ محدث یعنی بیوضو آدمی وضو کرے بدون نیت کے تو یہاں ازالہ حدث
تو ہوا مگر قربت یعنی ثواب نہیں اسواسطے کہ بدون نیت کے ثواب نہیں ہوتا محمد کے نزدیک سبب استعمال کا فقط قربت ہے اور امام اعظم اور ابو یوسف

کے نزدیک قربت بھی سبب ہے اور ازالہ حدث بھی بلکہ اسقاط فرض بھی اور من ممیز اوحائض لِعَادَةِ عِبَادَةٍ یا ہو استعمال پانی کا نابالغ صاحب تمیز یا
حائض سے عبادت کی عادت باقی رہنے کیواسطے یعنی نابالغ جو وضو کرے ثواب کی نیت سے یا حیض والی عورت وضو کرے چنانچہ اوسکو مستحب ہے کہ نماز کے
وقت وضو کرکے جا نماز پر بیٹھکر تسبیح اور تہلیل کرے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹے وہ پانی بھی مستعمل ہے تقرب کے سبب سے اوس مستعمل سے بھی وضو جائز
نہیں اَوْغسْلِ مَيِّتٍ یا ہو استعمال پانی کا میت کے نہلانے سے یعنی میت طاہر ہے اگر اوسکے بدن پر نجاست نہو وہو الاصح اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نجس ہے
بسبب خبث تو اوسکا غسالہ نجس ہوگا اور اس قول کی بھی تصحیح واقع ہے اور محمد نے جو غسالہ میت کو مطلقاً نجس کہا ہے تو اسوجہ سے کہ غالباً نجاست سے
خالی نہیں ہوتا کذا فی البحر اَوْيَدٍ لِأَكْلٍ اوْ مِنْهُ بِنِيَّةِ السُّنَّةِ یا استعمال ہوا ہاتھ کے دہونے سے کھانیکے واسطے یا کھانے سے فراغت کرکے ادائے سنت کے
قصد سے ہے حدیث میں وارد ہے کہ کہانے کی برکت ہے پہلے اور بعد کھانیکے ہاتھ دہونا تو اگر اس نیت سے ہاتھ دہوئے ثواب حاصل ہوا پانی مستعمل
ہوگیا اور اگر یہ نیت نہیں چنانچہ میل صاف کرنے کیواسطے دہونے سے پانی مستعمل نہوگا کیونکہ نہ ازالہ حدث ہے نہ اقامت قربت کذا فی الطحطاوی ۲ ف
لاجل رفع حدث ولو مع قربة كوضوء محدث ولو للتبرد یا مستعمل ہو پانی ازالہ حدث کے سبب سے اگرچہ ازالہ حدث قربت کے ساتھ مجتمع ہو
چنانچہ بے وضو شخص کا وضو کرنا اگرچہ اوسنے سرد ہونے کیواسطے وضو کیا ہو ہم جبکہ بے وضو نے وضو کیا قربت کی نیت سے تو یہاں دو سبب استعمال کے جمع ہوگئے
یعنے ازالہ حدث بھی اور قربت بھی اور اگر فقط گرمی دفع کرنے کو وضو کیا تو فقط ازالہ حدث ثابت ہوا نہ قربت بہر صورت پانی مستعمل ٹھہرا فلو توضأ
متوضئ لتبرد او تعليم او لطين بيده لم يصر مستعملا اتفاقا اور اگر باوضو شخص نے وضو کیا سرد ہونے کو یا تعلیم وضو کیواسطے یا مٹی دہونے
کیواسطے اپنے ہاتھ سے تو وہ پانی باتفاق شیخین اور محمد کے مستعمل نہوگا ہم یہہ تفریع ہے اس تفسیر پر کہ استعمال ثابت ہوتا ہے قربت سے یا ازالہ حدث
سے سوان صور تو میں کوئی سبب استعمال کا نہیں قربت تو اسواسطے نہیں کہ نیت نہیں کیونکہ ثواب بدون نیت کے نہیں ہوتا اور ازالہ حدث بھی
نہیں اسواسطے کہ وہ شخص باوضو ہے اگر کوئی کہے کہ تعلیم مقصود میں بلاشبہ ثواب ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیم قربت نہو اوسکا جواب یہہ ہے کہ قربت تو فقط
تعلیم میں ہے نہ پانی کے استعمال میں ولہذا اگر تعلیم قولی کرے تو اس تعلیم فعلی کی کچھ حاجت نہیں ہے كزيادة على الثلث بلا نية قربة چنانچہ پانی مستعمل
نہیں ہوتا تین بار دہونے پر زیادہ کرنے سے بدون قصد کرنے ثواب کے یعنی بلاارادہ وضو تین بار سے زیادہ دہونے سے مستعمل نہیں ہوتا وكغسل
نحو فخذ او ثوب طاهر او دابة توكل اور جیسے پانی مستعمل نہیں ہوتا مثل ران کے یا پاک کپڑے یا حلال چوپائے کے دہونے سے ہم مثل ران
سے مراد اعضاء غیر وضو ہیں یعنی اگر غیر جنب اپنی ران دہووے تو وہ پانی مستعمل نہوگا بنابر قول اصح کے کما فی البحر اسواسطے کہ اسمیں نہ قربت ہے نہ رفع
حدث نہ اسقاط فرض اور کپڑے کی مانند پاک برتن ہے ۲ ف لاجل اسقاط فرض یا مستعمل ہو پانی اسقاط فرض کے سبب سے ہم خلاصہ کلام الرائق
یہہ ہے کہ پانی مستعمل ہو جاتا ہے تین چیزوں میں سے ایک سبب سے یا ازالہ حدث سے خواہ اوسکے ساتھ تقرب ہو یا نہو یا اقامت قربت سے خواہ اوسکے ساتھ
ازالہ حدث ہو یا نہو یا اسقاط فرض کے سبب سے بدلیل قول فقہا کہ جو اپنے ہاتھ کہنیوں تک یا ایک پانوں تغار میں ڈالے تو پانی مستعمل ہوگا اور اس
صورت میں نہ ازالہ حدث ہوا اور نہ قربت کی نیت پائی گئی فقط فرض ساقط ہوگیا عضو مغسول سے صاحب نہر نے کہا کہ اسقاط فرض کو زیادہ کرنا یعنی برخلاف
اور کتابوں کے اسقاط فرض کو استعمال کا سبب ثالث قرار دینا اس تقدیر میں تمام ہوگا جبکہ اسقاط میں ثواب نہو ورنہ قربت ثابت ہوگی انتہے اوسکا
جواب یہہ ہے کہ فرض ساقط ہو جاتا ہے مکلف کے فعل سے اگرچہ نیت نہو اور جبکہ نیت نہیں تو ثواب نہیں تو اب اسقاط فرض کیونکر قربت ہوگا کذا فی
الطحطاوی هو الاصل في الاستعمال الكمال یہی یعنی فرض کا ساقط کرنا اصل سبب ہے پانی کے مستعمل ہونے کا چنانچہ اسپر آگاہ کر دیا ہے
کمال الدین محقق نے ہم یعنی رفع حدث میں حقیقةً اور قربت میں حکماً اسقاط فرض موجود ہے اسواسطے کہ قربت بمنزلہ اسقاط کے ہے دوسری بار کذا فی
الطحطاوی بان يغسل بعض اعضائه او يدخل يده او رجله في جب لغير اغتراف ونحوه كغرض فانه يصير مستعملا لسقوط الفرض اتفاقا
اسقاط فرض کا اسطرح ہے کہ دہووے محدث ہے بعض اعضا کو یا اپنا ہاتھ یا اپنا پانوں ڈالے مٹکے میں بغیر پانی لینے کے اور مانند اوسکی چنانچہ کوزہ نکالنے

کو بوجھ کے مین گر گیا ہے تو البتہ اس صورت مین پانی مستعمل ہو جائیگا فرض کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے بالاتفاق یعنی اگر وضو یا غسل مین اس عضو کو دہونا ضروری تو کافی ہے هم یہہ صورت حدث اصغر اور اکبر دونونکو شامل ہے لیکن محیط مین ابو یوسف سے مشہور روایت یہہ ہے کہ پورا عضو پانی مین ڈالنا مستعمل ہو جانے مین بمنزلہ دھونے اور ایک دو انگلی کے ڈالنے سے مستعمل نہوگا اور اوخال کف سے مستعمل ہو گا چنانچہ عالم گیری مین ہے تغیر پانی لینے کی یہہ صورت ہو کہ مٹی یا خمیر ہاتھہ مین بھرا تھا اوسکو دہونے کیواسطے ہاتھہ مٹکے مین ڈالا تو معلوم ہوا کہ اگر پانی لینے کے قصد سے ہاتھہ مٹکے مین ڈالیگا تو پانی مستعمل نہوگا ضرورت کے سبب سے اور اسیطرحسے ہاتھہ ڈالنا کوزہ نکالنے کو یا کنوئیں مین اوتر نا ڈول نکالنے کو اس سے بھی پانی مستعمل نہین ہوتا اور اتفاق سے یہان مراد ان فقہا کا اتفاق ہے جو تجزی حدث کے قائل اور جو کہ قائل نہین کذا فی الطحطاوی وَاِن لَّم یَزَل بَعد عَن عُضوِہٖ اوجنابۃ مالم یتم غسلہ بعض اعضائہٖ لان ثبوتا علی المعقل اگرچہ شخص مذکور کے عضو کا حدث یا اوسکی جنابت زائل نہوگی جب تک کہ اسقاط فرض کا پورا نہوگا بسبب متجزی ہونے حدث اور جنابت کے زائل ہونے اور ثابت ہونے کی راہ سے قول معتمد پر هم یعنی زوال حدث اور جنابت کا اور اونکا ثابت ہونا متجزی یعنی پارہ پارہ نہین تو جبکہ دونون زائل ہونگے تو بالکل زائل ہونگے اور جبکہ ثابت ہونگے تو بالکل ثابت ہونگے تو سقوط فرض کا مثلا ہاتھہ سے اسکا مقتضی ہے کہ ہاتھہ کا دہونا دوسری بار باقی اعضا کے ساتھہ واجب نہوا اور حدث کا زائل ہونا باقی اعضا کے دہونے پر موقوف ہوا ایسا ہی بحر الرائق مین شیخ قاسم نے حواشی مجمع مین کہا ہے کہ حدث کا اطلاق دو معنون پر ہوتا ہے اول بمعنی مانعیت شرعیہ یعنی شرعا ممنوع ہونا اوس فعل کا جو حلال نہین بدون طہارت کے اور یہہ متجزی نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور ثانی بمعنی نجاست حکمیہ اور یہہ متجزی ہے ثبوت اور ارتفاع مین بلاخلاف اور پانی کا مستعمل ہو جانا نجاست حکمیہ کے ازالہ سے ہی قاسم نے کہا کہ یہہ تحقیق یاد رکہنے کے لائق ہے کذا فی الطحطاوی وَیَنبَغِی اَن یُزَاد اوسنۃ لیعم المضمضۃ والاستنشاق فتامل اور چاہیے کہ زیادہ کیا جاوے لفظ اوسنۃ بعد اسقاط فرض کے تاکہ مضمضہ اور استنشاق کو بھی شامل ہو تو اسمین تامل کر هم یعنی یون کہنا چاہیے اولاسقاط فرض اوسنۃ تو مطلب یہہ ٹھہریگا کہ پانی کا مستعمل ہونا فرض یا سنت کے اسقاط سے تو اب کلی اور ناک کا پانی بھی مستعمل ٹھہریگا حلبی محشی نے کہا سنت کے زیادہ کرنے کی کچھہ حاجت نہین کہ وہ تو قربت مین داخل ہے اسواسطے کہ سنت ادا نہین ہوتی بدون نیت کے پھر جب سنت مین نیت ہوئی تو قربت ٹھہری انتہے یہی وجہ ہے تامل کی جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا اِذَا انفَصَلَ عَن عُضوٍ وَاِن لَّم یَستَقِرَّ فِی شَیءٍ عَلَی المَذہَبِ ان سب صورتونمین پانی مستعمل ہو جاتا ہے اوسوقت جبکہ جدا ہوا عضو سے اگرچہ کسی چیز مین نہین ٹھہرا بنابر مذہب درست کے وَقِیلَ اِذَا استَقَرَّ وَرُجِّحَ لِلحَرَجِ اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جب عضو سے جدا ہوکر کسی مکان مین یعنی زمین یا کف یا کپڑے مین ٹھہر جاوے اور حرکت سے بازرہے تب مستعمل ہوگا اور اس قول کی ترجیح دیگئی ہے حرج کے سبب سے هم یعنی اگر بمجرد انفصال کے عضو سے استعمال ثابت ہو تو اسمین مشقت ہے اسلیے کہ کپڑے پر گرنے سے نجس ہوگا نجاست مستعمل کے قول پر اور ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اسصورت مین کہ جب پانی عضو سے جدا ہوا اور ہنوز کہین نہین ٹھہرا بلکہ وہ ہوا مین ہے پھر وہ گرا کسی آدمی کے عضو پر اور اوسپر بہا بدون اسکہ کہ اوسنے اپنی ہتھیلی مین لیا ہو تو اول قول پر اوسکا وضو صحیح نہین اور قول ثانی پر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وَتُرِدُّ مَا یُصِیبُ مِندِیلَ المُتَوَضِّیءِ وَثِیَابَہٗ عُفِیَ اتِّفَاقًا وَاِن کَثُرَ اور وہ ترجیح مردود ہے اسطرحسے کہ جو مستعمل پانی وضو کرنیوالے کے رومال اور کپڑونکو لگجاتا ہے وہ معاف ہے بالاتفاق شیخین اور محمد کے اگرچہ مقدار درہم سے زیادہ ہو یعنی جب معاف ہوا تو حرج ثابت نہوا هم محمد کے نزدیک مستعمل پانی پاک ہے تو اونکے قول پر معاف کہنا مناسب نہین اور شیخین کے نزدیک اگرچہ بعضی روایت مین وہ نجس ہے مگر یہان ضرورت کی وجہ سے نجاست ساقط الاعتبار ہے وَہُوَ طَاہِرٌ وَلَو مِن جُنُبٍ عَلَی الظَّاہِرِ اور وہ مستعمل پانی پاک ہے اگرچہ وہ جنابت والیکا ہو ظاہر مذہب پر هم مشائخ عراق نے کہا کہ مستعمل پانی بالاتفاق طاہر ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ طہارت محمد کا قول ہے اور امام سے بھی مروی ہے اور تیسرا قول یہہ ہے کہ وہ نجس مغلظ ہے اسکو حسن نے روایت کیا اور چوتہا قول یہہ ہے کہ نجس مخفف ہے اور اسکو ابو یوسف نے امام سے روایت کیا اور اسی پر اونکا عمل ہے لیکن علمانے طہارت کی روایت کو صحیح کہا ہے یہانتکہ مجتبی مین ہے کہ مقرر امام

اور صاحبین سے یہہ روایات یہی ہیں کہ وہ طاہر غیر طہور ہے مگر حسن کی روایت فخر الاسلام نے کہا کہ طاہر ہونا مختار ہے ہمارے نزدیک اور یہی مذکور ہے محمد کی تمام
کتابوں میں جو مروی ہیں ہمارے علما سے اور اسیکو محققین ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اور محیط میں ہے کہ یہی قول مشہور ہے امام سے اور اکثر کتابوں میں طاہر ہونے پر
فتوی مذکور ہے بلا تفصیل بین المحدث والجنب کذا فی الطحطاوی عینی نے کہا یہی قول ہے احمد بن حنبل کا اور مذہب شافعی میں بھی یہی قول صحیح ہے اور روایت ہے
امام مالک سے نووی شافعی نے کہا یہی قول طہارت کا جمہور سلف اور خلف کا قول ہے لکن یکرہ شربہ والعجن بہ تنزیہا للاستقذار وعلی روایۃ
نجاستہ تحریما لیکن مستعمل پانی کو پینا اور اس سے گوندھنا مکروہ تنزیہی ہے گھنانے کی وجہ سے اور اوسکی نجاست کی روایت پر مکروہ تحریمی ہے
وحکمہ انہ لیس بطہور لحدث بل لخبث علی الراجح المعتمد اور مستعمل پانی کا حکم یعنی اثر مترتب یہہ ہے کہ وہ حدث اصغر اور اکبر کا پاک کرنیوالا
نہیں یعنی وضو اور غسل کے لائق نہیں بلکہ بنا بر قول راجح معتمد کے نجاست حقیقی کا پاک کرنیوالا ہے م مجتبی الدر شرح ارشاد میں ہے کہ ازالہ نجاست کا
مستعمل پانی سے جائز ہے بنا بر روایات ظاہرہ کے کذا فی النہر **فروع** اختلف فی محدث انغمس فی بئر لدلو او تبرد مستنجیا بالماء
ولا نجس علیہ ولم ینو ولم یتدلک والاصح انہ طاہر والماء مستعمل لاشتراط الانفصال للاستعمال اختلاف واقع ہے اس محدث
کے حکم میں جسنے غوطہ مارا کنوئیں میں ڈول نکالنے کو یا ٹھنڈک حاصل کرنیکو غوطہ مارا پانی سے استنجا کر کے اور اوسکے بدن پر نجاست نہیں اور نہ
اوسنے وضو یا غسل کی نیت کی اور نہ بدنکو ملا اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ وہ شخص پاک ہے اور کنوئیں کا پانی مستعمل ہے اسواسطے کہ مستعمل ہونیکے واسطے جدا
ہونا پانی کا شرط ہے یعنی جب شخص کنوئیں سے نکلا تو انفصال پایا گیا م محدث حدث اکبر کو بھی شامل ہے خواہ جنابت سے ہو خواہ حیض یا نفاس سے
یعنی جبکہ عورت بعد انقطاع حیض یا نفاس کے کنوئیں میں گھسے اور اگر قبل انقطاع جاویگی بشرطیکہ اوسکے اعضا پر نجاست نہو تو عورت اور پانی دونوں طاہر
کی مانند ہیں اسواسطے کہ وہ خارج نہیں ہوئی حیض اور نفاس سے تو پانی مستعمل نہوگا چنانچہ خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور کنوئیں سے وہ مراد ہے جو دہ در دہ
سے کم ہے ڈول نکالنے اور سرد ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غوطہ ماریگا نہانے کے قصد سے تو پانی بلا اتفاق مستعمل ہوگا اسواسطے کہ ازالہ حدث
اور نیت قربت کی پائی گئی اور اگر ڈھیلوں سے استنجا کیا ہوگا تو پانی بالاتفاق ناپاک ہوگا اور اسیطرح اگر اوسکے بدن پر نجاست ہوگی یا ازالہ حدث
کی نیت کریگا اور عدم دلک کی قید محیط اور خلاصہ میں مذکور ہے بحر الرائق میں کہا اسواسطے کہ ملنا نیت اغتسال کے قائم مقام ہے تو ملنے سے پانی بالاتفاق
مستعمل ٹھہریگا اور اصح کے مقابل غیر اصح ایک یہہ کہ مرد اور پانی دونوں ناپاک ہیں اور یہہ امام سے روایت ہے اور دوسرا قول یہہ کہ مرد کا حدث
بحال سابق قائم ہے اور پانی طاہر اور مطہر ہے یہہ روایت ہے ابو یوسف سے اور یہہ جو شارح نے کہا کہ پانی مستعمل ہے سو بعض کا قول ہے اسواسطے کہ ڈول
نکالنے کی ضرورت سے اصلا استعمال نہیں چنانچہ محدث اگر پانی ہاتھ سے لے تو پانی مستعمل نہوگا بلا خلاف کذا فی الطحطاوی المفاد والمراد ان ما اتصل
باعضائہ وانفصل عنہا مستعمل لا کل الماء علی ما مر اور مراد یہہ ہے کہ جو پانی کہ شخص کے اعضا سے ملا اور پھر جدا ہوا اعضا سے وہ مستعمل
نہ تمام پانی کنوئیں کا مستعمل ہے بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا م یعنی ایسی صورتمیں اجزا کا اعتبار ہے یعنی جو پانی کہ ساقط ہوا اعضا سے وہ مغلوب اور
نہایت کم ہے کنوئیں کے باقی پانی سے وکل اہاب ومثلہ المثانۃ والکرش قال القہستانی فالاولی وما دبغ ولو بشمس وہو یحتمل
طہر فیصلی بہ ویتوضأ منہ اور جو کچا چمڑا دباغت کیا جاوے یعنی پکایا جاوے اگرچہ دھوپ میں ڈالکر اور وہ دباغت کے لائق ہو تو وہ پکانے سے
پاک ہوگا تو آدمی پوستین پہنکر نماز پڑھے اور چمڑے کی ڈولچی وغیرہ بناکر اوس سے وضو کرے شارح نے کہا اور چمڑے کی مانند دباغت قبول کرنے
میں پھکنا اور اوجھڑی ہے قہستانی نے کہا تو بہتر ہے کل اہاب کی جگہ وما دبغ کہنا بہتر تھا یعنی جس چیز کی دباغت ہو وہ پاک ہوگی تاکہ چمڑے اور پھکنی اور
اوجھڑی سبکو شامل ہو م چمڑے کی دباغت سے تین مطالب متعلق ہیں اوسکا پاک ہونا یہہ متعلق بکتاب الصید ہے اور اوسمیں نماز کا جائز ہونا یہہ
متعلق کتاب الصلوۃ سے ہے اور اوس سے وضو کا جائز ہونا یہہ متعلق ہے پانی سے لہذا مصنف نے پانی کی بحث میں اوسکو ذکر کیا دباغت دو قسم ہے
حقیقی اور حکمی حقیقی وہ جو پھٹکری یا ببول کے پتے وغیرہ سے ہو وہ پانی پہنچنے سے ناپاک نہیں ہوتی باتفاق روایات اور حکمی دباغت وہ ہے جو

دہوپ سے خشک ہوا اوسمین پانی پہنچنے سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ وہ ناپاک ہوجاویگی دوسری روایت یہہ ہے کہ ناپاک نہوگی وما لا
یحتملہا فلا وعلیہ الفتوی اور جو چمڑا وغیرہ دباغت پذیر نہین وہ پاک نہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے فلا یطہر جلد حیۃ صغیرۃ
ذکرہ الزیلعی اما قمیصہا فطاہر تو پاک نہوگی دباغت سے چہوٹے سانپ کی کہال ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن سانپ کی کینچلی تو پاک ہے
وفارۃ اور پاک نہین ہوتی چوہے کی کہال یعنے عدم احتمال دباغت سے کما انہ لا یطہر بذکاۃ لتقیدہما بما یحتملہا جیسے کہ سانپ
اور چوہے کی کہال پاک نہین ہوتی ذبح کرنے سے اسواسطے کہ دباغت اور ذبح مین احتمال اور لیاقت کی قید ہے یعنی دباغت سے پاک ہوجاتی ہے
وہ کہال جو دباغت کی لیاقت رکہتی ہے اور ذبح کرنے سے اُس جانور کی کہال طاہر ہوجاتی ہے جو ذبح کرنیکے لائق ہے خلا جلد خنزیر
فلا یطہر وقدم لان المقام للاہانۃ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوتا ہے سوٗر کی کہال کے سوا سو وہ پکانے سے پاک نہین ہوتی اور سوٗر
کو پہلے ذکر کیا آدمی سے اسواسطے کہ یہہ ذلت اور خواری کا مقام ہے یعنی نجاست کا تو یہان ذلیل اور خوار چیز کو بیان کرنا مقتضای بلاغت ہے
وآدمی فلا یدبغ لکرامتہ اور آدمی کے سوا تو آدمی کی کہال کو دباغت نہین دیجاتی اوسکی تعظیم اور توقیر کے سبب ہے بعضون کے
نزدیک سوٗر اور آدمی کی کہال پاک نہین ہوتی اسواسطے کہ پرت پرت ہونے سے دباغت پذیر نہین اور بعضون نے کہا کہ آدمی کی کہال پاک
ہوجاتی ہے دباغت سے لیکن اوسکا استعمال جائز نہین اور یہی منقول ہے مذہب مین شارح کا کلام قول ثانی پر مبنی ہے ولو دبغ طہر وان
حرم استعمالہ حتی لو طحن عظمہ فی دقیق لم یؤکل فی الاصح احتراما اور اگر آدمی کی کہال دباغت کیجاے تو پاک ہوگی اگرچہ اوسکا استعمال
حرام ہے یہانتک کہ اگر آدمی کی ہڈی پیسی گئی آٹے مین تو اُس آٹے کو نکہاے صحیح تر قول مین اُسکی تعظیم کیوجہ سے وافاد کلامہ طہارۃ جلد کلب
وفیل وہو المعتمد اور مصنف کے کلام نے فائدہ دیا کتے اور ہاتہی کی کہال کے پاک ہونیکا یعنی دباغت سے اور یہی قول معتمد ہے جبکہ سب
کہالونکی طہارت سے سوٗر اور آدمی کو استثنا کرلیا تو معلوم ہوگیا کہ انکے سوا سب چمڑے دباغت سے پاک ہوجاتے ہین وما ای اہاب طہر
بہ بدباغ طہر بذکاۃ علی المذہب لا یطہر لحمہ علی قول الاکثر ان کان غیر ماکول ہذا اصح ما یفتی بہ وان قال فی الفیض
الفتوی علی طہارتہ اور جو کہال کہ پاک ہوتی ہے دباغت کرنے سے وہ پاک ہوجاتی ہے جانور کے ذبح کرنے سے مذہب صحیح پر پاک نہین ہوتا اُسکا
گوشت اکثر علما کے نزدیک اگر وہ جانور جسکو ذبح کیا غیر ماکول اللحم ہے اقوال مفتی بہ مین یہی قول عدم طہارت کا صحیح تر قول ہے اگرچہ فیض مین
کہا ہے کہ گوشت کی طہارت پر فتوی ہے معراج الدرایۃ مین کہا کہ عدم طہارت کا قول محققین کا قول ہے افضل التفضیل کے صیغہ سے طہارت
کے قول کی بہی تصحیح معلوم ہوتی مگر عدم طہارت زیادہ تر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وہل یشترط لطہارۃ جلدہ کون الذکاۃ شرعیۃ
بان تکون من الاہل فی المحل بالتسمیۃ قیل نعم وقیل لا والاول اظہر لان ذبح المجوسی وتارک التسمیۃ عمدا کلا ذبح و
ان صحح الثانی صححہ الزاہدی فی القنیۃ والمجتبی واقرہ فی البحر سوال اور کیا شرط ہے اوسکی کہال کے پاک ہونے مین بطور حکم شرع کے
ذبح کرنا اسطرح کہ ذبح کرنا صادر ہوا اہل سے یعنی مسلم عاقل یا کتابی سے ذبح کرنیکے مقام مین بسم اللہ کے ساتھ جواب ایک قول یہہ ہے کہ ہان
ذبح شرعی شرط ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ شرط نہین اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ ذبح کرنا مجوسی کا اور اُس مسلمان اور کتابی کا جسنے
بسم اللہ کہنا عمدا ترک کیا عدم ذبح کی مانند ہے اگرچہ قول ثانی کی زاہدی نے قنیہ اور مجتبی مین تصحیح کی ہے اور بحر الرائق مین اس تصحیح کو ثابت رکہا ہے
اشتراط ذبح شرعی اکثر کتب معتمدہ مذہب مین مسطور ہے کذا فی المنح زاہدی امام مشہور ہے قنیہ اور مجتبی کا مصنف ہے قنیہ فتاوی اور مجتبی شرح ہے
قدوری کے زاہدی عقائد مین معتزلی مذہب ہے اور فروع مین حنفی ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ما یخرج من دار الحرب کسنجاب
ان علم دبغہ بطاہر فطاہر او بنجس فنجس وان شک فغسلہ افضل جو چمڑا کہ کفار کے ملک سے نکلتا ہے اور دار الاسلام مین آتا ہے جیسے
سنجاب اگر اوسکی دباغت پاک چیز سے معلوم ہوجاے تو وہ چمڑا پاک ہے یعنی اوسکو پہنکر نماز درست ہے اور اگر اوسکی دباغت ناپاک چیز سے مثلا مردار

کی چربی سے معلوم ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر شک واقع ہو یعنی معلوم نہو کہ پاک چیز سے دباغت ہوئی یا ناپاک سے تو اوسکا دہونا بہتر ہے یعنی واجب نہین
وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذہب اور بال مُردار جانور کے پاک ہین سوای سُؤر کے مذہب درست پر ہم بال وغیرہ کی طہارت پانی کی بحث مین
اسواسطے بیان کی تا معلوم ہو کہ اوسکو پانی مین واقع ہونے سے پانی ناپاک نہین ہو جاتا پہر جب مردہ جانور کے بال وغیرہ پاک ٹھہرے تو زندہ کے بطریق
اولے پاک ہین اور خوک کے تو بال اور ہڈی اور تمام اجزا اوسکے ناپاک ہین ابو یوسف کے نزدیک اگر قلیل پانی مین واقع ہون ناپاک ہوگا کذا فی الطحطاوی
وعظمہا وعصبہا علی المشہور اور مردار کی ہڈی اور پٹھا پاک ہے مذہب کے مشہور قول پر ہم عصب یعنی پٹھے مین دو روایتین ہین سراج وہاج مین
کہا کہ اوسکی نجاست صحیح ہے مگر صاحب فتح القدیر بدائع کا تابع ہوا ہے اوسکی طہارت مین اور یہی قول مشہور ہے اور وقایہ اور درر مین اسی پر یقین کیا
ہے کذا فی النہر وحافرہا وقرنہا الخالیۃ عن الدسومۃ اور مردار کا سُم اور سینگ خالی چکنائی سے پاک ہے ہم یعنی بال اور ہڈی اور پٹھا
اور سم اور سینگ اوسوقت پاک ہین جبکہ اونپر چکنائی نہ لگی ہو اور اگر چکنائی ہوگی تو ناپاک ہین یہہ ناپاکی ذاتی نہین بلکہ چکنائی کے لگنے سے ہے وکذا کل
ما لا تحلہ الحیوۃ حتی الانفحۃ واللبن علی الراجح اور اسیطرح پاک ہے مردار کی ہر ایک وہ چیز جسمین زندگی نہین سماتی یعنی جاندار کے بدن مین وہ
چیزین بیجان ہین چنانچہ بال اور پر اور چونچ یہانتک کہ پنیر مایہ یعنی چُپتا اور مردار کا دودہ بنابر قول راجح کے ہم انفحہ بکسر ہمزہ وفتح فا وہ دودہ ہے
جو شیر خوار بچے کے پیٹ مین ہوتا ہے یعنی پنیر مایہ جسکے ڈالنے سے دودہ جمتا ہے وہ امام کے نزدیک پاک ہے جبکہ مردار سے نکلے خواہ بستہ خواہ سائل اور صاحبین
کے نزدیک سائل نجس ہے اور بستہ دہونے سے پاک ہوجاتا ہے اور اگر ذبوح جانور سے خارج ہوا تو بالاتفاق پاک ہے کذا فی الطحطاوی وشعر الانسان
غیر المنتوف اور انسان کا بال جو اُکھاڑا نہین پاک ہے یعنی اوکھاڑے بال ناپاک ہین اور اوسکی بیع کا جائز نہونا تعظیم کے سبب سے نہ نجاست کیوجہ سے
وعظمہ وسنہ مطلقا علی المذہب اور آدمی کی ہڈی اور دانت مطلقا پاک ہین مذہب درست پر ہم مطلقا خواہ اپنا دانت ہو یا غیر کا واختلف
فی اذنہ ففی البدائع نجسۃ وفی الخانیۃ لا اور اختلاف ہے آدمی کے کان مین سو بدائع مین ہے کہ وہ ناپاک ہے اور خانیہ مین ہے کہ ناپاک نہین وفی
الاشباہ المنفصل من الحی کمیتتہ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز کہ زندہ شخص سے جدا ہوگئی وہ مردار کی مانند
ہے مگر اوسی شخص کے حق مین جسکا وہ جزو ہے پاک ہے اگرچہ قدر درہم سے زیادہ ہو ہم منفصل سے مراد وہ عضو ہے جسمین جان ہے تو ناخن اور بال منفصل ہونے
سے ناپاک نہ ٹھہرینگے اور یہہ جو کہا کہ منفصل اوسیکے حق مین پاک ہے یعنی بالخصوص نماز مین اوسکا حمل درست ہے نہ پانی وغیرہ مین اسواسطے کہ پانی فاسد ہوگا
اوسکے بقدر ناخن کے پڑنے سے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویفسد الماء بوقوع قدر الظفر من جلدہ لا بالظفر اور ناپاک ہو جاتا ہے قلیل
پانی بقدر ناخن کے آدمی کی کہال کے گرنے سے نہ ناخن کے گرنے سے ہم یعنی آدمی کی کہال یا اوسکا چہلکا پانی مین گرا اور زیادہ شمار مین آیا پانی ناپاک ہوگا
اسواسطے کہ کہال اور چہلکا آدمی کے منجملہ گوشت کے ہے اور ناخن کے گرنے سے ناپاک نہوگا اسواسطے کہ ناخن عصب یعنی پٹھا ہے کذا فی البحر ودم سمک
طاہر اور خون مچہلی کا پاک ہے ہم اسواسطے کہ مچہلی کا خون حقیقت مین خون نہین ہے اسواسطے کہ جب وہ خشک ہوتا ہے تو سفید ہو جاتا ہے کذا فی النہر
واعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوی وان رجح بعضہم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ اور اسکو جان رکھہ کہ کتا نجس العین
نہین یعنی اوسکی نجاست ذاتی نہین خوک کی مانند امام اعظم کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اگرچہ بعضے علما نے چنانچہ زاہدی اور فقیہ ابو اللیث نے نجس العین
ہونے کو ترجیح دی ہے چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم کتے سے حفاظت اور شکار کروانا شرعاً درست ہے اگر وہ نجس العین ہوتا تو
اوس سے نفع حاصل کرنا درست نہوتا خوک کی مانند بحر الرائق مین ہے کہ کتے کی ہڈی اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہین وہ پاک ہے اور گوشت اوسکا ناپاک
ہے فیباع ویؤجر ویضمن ویتخذ جلدہ مصلی ودلوا جبکہ کتا نجس العین نہوا تو اوسکا بیچنا اور اجارہ دینا اور اوسکی تلف کرنیوالے پر تاوان
لازم ہونا اور اوسکی کہال کا جانماز اور ڈول بنانا جائز ہے ولو اخرج حیا ولم یصب فمہ الماء لا یفسد ماء البئر ولا الثوب بانتفاضہ و
لا بعضہ ما لم یر ریقہ اور اگر کتا کنوئین سے زندہ نکالا گیا اور اوسکا منہ پانی مین نہ لگا تو کنوئین کا پانی ناپاک نہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بہیگے کتے

کی چھینٹون سے اور نہ اوسکے کاٹنے سے جبتک اوسکی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہو ہم یعنی اگر کنوئین مین کتا منہ ڈالیگا یا کاٹنے مین اوسکی رال بدن پر لگیگی تو پانی
اور بدن ناپاک ہوگا اسواسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اوسکا ناپاک ہے ولا صلوۃ حاملہ ولو کبیرا اور نہ فاسد ہوگی نماز اوسکی جو
نماز پڑہنے مین کتے کو لئے رہا اگرچہ بڑا کتا ہو ہم یعنی اسواسطے کہ ظاہر اوسکا ناپاک نہین اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہین شارح نے بقولہ ولو
کبیرا اشارہ کیا کہ یہہ جو بعضی روایت مین کلب صغیر کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی وشرط الحلوانی شد فمہ اور شمس الائمہ حلوانی نے کتے کا
منہ بند کر لینا شرط کیا ہے یعنی حامل سگ کی نماز اس شرط سے فاسد نہین کہ اوسکا منہ بند ہو تا کہ اوسکا لعاب مصلے کے بدن اور کپڑے کو نہ لگے اسواسطے کہ
ظاہر بدن ہر جانور کا پاک ہے نجس نہین ہوتا بدون موت کے اور اوسکے باطن کی نجاست اپنے معدن مین قائم ہے تو اوسکا حکم ظاہر نہین ہوتا جیسے باطن
مصلے کی نجاست کا کذا فی البحر ولا خلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ اور امام اور صاحبین کا اختلاف نہین کتے کے گوشت کے
ناپاک ہونے مین اور اوسکے بال کے پاک ہونے مین ہم بعضون نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہوا تو اوسکا پس خوردہ کیونکر ناپاک ہوگا حالانکہ وہ بالاتفاق
حرام ہے اوسکا جواب یہہ ہے کہ طہارت عین اسکی مستلزم نہین کہ اوسکا ہر جز پاک ہو تو پس خوردہ اوسکا اسوجہ سے ناپاک ہے کہ اوسکے ساتھ لعاب اوسکا مختلط
اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دم مسفوح کے اختلاط سے والمسک طاہر حلال فیؤکل بکل حال اور مشک پاک حلال ہے ماکول
ہے ہر حالت مین یعنی خواہ غذا مین خواہ دوا مین خواہ ضرورت ہو یا نہو ہم طاہر کے بعد حلال کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ طہارت کو حلت اکل لازم
نہین اسواسطے کہ مٹی پاک ہے مگر اوسکا کہانا حلال نہین وکذا نافجتہ طاہرۃ مطلقا علی الاصح فتح وکذا الزباد اشباہ لاستحالتہ الی
الطیبۃ اور اسیطرح مشک کا نافہ پاک ہے مطلقا یعنے خواہ پانی کے لگنے سے فاسد ہو یا نہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیطرح زباد پاک
ہے کذا فی الاشباہ بسبب خوشبو ہو جانے ہر ایک مشک اور زباد کے ہم یعنی ہرچند مشک اصل مین خون تھا اور زباد غیر ماکول کا پسینہ ہے لیکن اب مستحیل
بخوشبو ہو گیا حقیقت اوسکی بدلگئی دونون پاک ہین اور غیر اصح زیلعی کا قول ہے کہ اگر نافہ مشک پانی لگنے سے فاسد نہو تو پاک ہے اور یہہ اختلاف
مردار جانور کے نافہ مین ہے اور زندہ غزال کا نافہ بالاتفاق پاک ہے زباد بزا معجمہ وبا موحدہ بروزن سحاب خوشبودار چیز ہے یعنی ایک قسم کی
بلی کا پسینہ اور میل ہے کہ اوسکی دم کے نیچے مخرج کے پاس مجتمع ہو جاتا ہے اوسکو پکڑ کے کہرچ لیتے ہین قاموس مین ہے کہ جسنے زباد کی تفسیر جانور
کی اوسنے غلط کہا کذا فی الطحطاوی وبول ماکول اللحم نجس نجاسۃ مخففۃ ولحم یحل اور ماکول اللحم یعنی جس جانور کا گوشت کہانا حلال ہے جیسے
بکری اور اونٹ اوسکا پیشاب نجس ہے بنجاست خفیفہ اور محمد بن حسن نے اوسکو پاک کہا ہے ولا یشرب بولہ اصلا لا للتداوی ولا لغیرہ عند
ابی حنیفۃ اور ماکول اللحم کا پیشاب نہ پیا جاے ہرگز نہ دوا کے واسطے اور نہ سواے دوا کے امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک مطلقا جائز ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے جائز ہے فرع ہم مسئلہ لمحہ شارح کا اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع
البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان
علیہ الفتوی ہم حرام چیز سے دوا کرنے مین علما کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہہ ہے کہ درست نہین ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع مین ہے لیکن مصنف
نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب الرضاع مین اور یہان حاوی قدسی سے نقل کیا ہے یہہ مسئلہ اسطرح اور بعضون نے کہا کہ حرام سے دوا کرنے کی رخصت دی
جاتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ حرام مین شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دیگئی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے
ہم خانیہ مین ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالی لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے
تمہارے واسطے شفا نہین ٹھہرائی اوس چیز مین جو تمپر حرام کی یہہ حضرت نے ان چیزون کے حق مین فرمایا جنمین شفا نہین ہے اور جنمین شفا ہے اوسکی
دوا کرنیکا کچھ مضایقہ نہین کیا تو نہین جانتا کہ پیاسے کو شراب کا پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے انتہی اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ
نے تجنیس مین اسواسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت اور حاوی قدسی مین ہے کہ جب خون آدمی کی ناک سے روان ہو اور بند نہو یہانتک

کہ اوسکو مرجانیکا خوف ہوا اور تجربہ اور امتحان سے یہہ بات معلوم ہو کہ فاتحۃ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اوسکی ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا
تو ایک قول مین رخصت نہین ہے اور دوسرے قول مین رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی مین اور یہی فتوی
ہے کذا فی منح المصنف مختصراً **فصل فی البئر** یہہ فصل ہے کنوئیں کے مسائل مین اذا وقعت نجاسۃ لیست بحیوان ولو
مخففۃ او قطرۃ بول او دم او ذنب فارۃ لم یشمع فلو شمع ففیہ ما فی الفارۃ جب گری وہ نجاست جو جاندار نہین اگرچہ نجاست مخففہ ہو
یا ایک قطرہ پیشاب یا خون کا یا چوہے کی ایسی دم کہ محل قطع موم سے بند نہین سو اگر محل قطع موم سے بند ہوگا تو اوسکے گرنے سے اتنے ڈول نکالے جاینگے
جتنے چوہے کے گرنے سے نکالے جاتے ہین یعنی ۲۰ ڈول ہم عدم حیوانیت کی قید اسواسطے لگائی کہ جاندار کے احکام آگے مذکور ہونگے اور نجاست مخففہ کو
اسواسطے ذکر کیا کہ پانی مین نجاست مغلظہ اور مخففہ یکسان ہین کچھ فرق نہین فی بئر دون القدر الکثیر علی ما مر نجاست مذکورہ گری اوس کنوئین
مین جو کم ہے مقدار کثیر سے بنا بر کلام گذشتہ ہم سابق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ آب کثیر مین مبتلا بہ کا ظن غالب معتبر ہے اور متاخرین کے فتوی پر وہ دہ در دہ
کثیر ہے تو اگر کنواں دہ در دہ ہوگا تو نجاست مذکورہ کے گرنے سے ناپاک نہوگا تاوقتیکہ اوسکا رنگ یا مزہ یا بو متغیر نہو لا عبرۃ بالعمق علی المعتمد
اور کچھ اعتبار نہین کنوئیں کے عمق کا بنا بر قول معتمد کے یعنی کثرت مین طول اور عرض کا اعتبار ہے نہ عمق کا تو عمق اگرچہ دس گز کا ہو تو وہ نجاست سے ناپاک ہوگا
کذا فی البحر او مات فیہا او خارجہا والقی فیہا ولو فارۃ یابسۃ علی المعتمد الا الشہید النظیف والمسلم المغسول اما الکافر فینجسہا
مطلقا کسقط یا مرا کنوئیں مین یا مرا کنوئیں سے باہر اور ڈالا گیا اوسمین اگرچہ مردہ خشک چوہا ہو معتمد قول پر مگر وہ شہید کہ پاک صاف خون وغیرہ سے اور وہ
مردہ مسلمان جو نہلایا گیا کہ ان دونون کے کنوئیں مین گرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا لیکن کافر مردہ تو کنوئیں کو ناپاک کرتا ہے ہر طرح یعنی مغسول ہو یا غیر مغسول
جیسے اسقاط حمل کا بچہ ناپاک کر دیتا ہے حیوان دموی غیر مائی لما مر جاندار دار خون والا جو کہ آبی نہین بدلیل گذشتہ ہم مذکور ہو چکا کہ غیر
دموی کی موت سے پانی نجس نہین ہوتا اگرچہ پھول یا پھٹ گیا ہو اور پانی کا جانور اگرچہ خون والا ہو اوسکی مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
وانتفخ او تمعط او تفسخ ولو تفسخ خارجہا ثم وقع فیہا ذکرہ الوانی جانور دموی مرکے پھول گیا یا اوسکی بال جھڑ گئے یا پارہ پارہ ہو گیا
اگرچہ کنوئیں کے باہر پھٹ گیا پھر اوسمین گرا ایسا ذکر کیا ہے علامہ وانی محشی درر نے ینزح کل مائہا الذی کان فیہا وقت الوقوع ذکرہ
ابن الکمال نکالا جاوے کنوئیں کا وہ سب پانی جو اوسمین تھا نجاست اور جانور مذکور کے گرنے کیوقت ایسا ذکر کیا ہے ابن کمال نے یعنی تو اگر پانی نکالنے
سے پہلے کچھ پانی زیادہ ہو گا تو اوسقدر کا نکالنا لازم نہوگا بعد اخراجہ لا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ فینزح الماء الی حد لا یملاء
نصف الدلو فیطہر الکل تبعا پانی نکالا جاوے نجاست اور جانور کے نکالنے کے بعد مگر جبکہ اوسکا نکالنا نہوسکے جیسا کہ لکڑی کا ٹکڑا یا ناپاک کپڑا کہ غائب
ہوگیا تو اسقدر پانی نکالے کہ آدہا ڈول نہ بھرے یہہ سب چیزین پاک ہو جاوینگی کنوئین پاک ہونے کے ساتھ ہم یعنی ڈول اور رسی اور گھرنی اور کنوئیں
کے گرد پیش اور پانی نکالنے والیکا ہاتھہ اسواسطے کہ ان چیزون کی نجاست کنوئیں کے ناپاک ہو جانے کے سبب سے تھی تو اوسکو پاک ہو جانے سے یہہ بھی
پاک ہونگی جیسے شراب کا مٹکا پاک ہو جاتا ہے جبکہ شراب سرکہ بنجاوے اور استنجا کرنے والیکا ہاتھہ طاہر ہو جاتا ہے محل کی طہارت سے کذا فی البحر ولو
نزح بعضہ ثم زاد فی الغد نزح قدر الباقی فی الصحیح خلاصۃ اور جو تھوڑا پانی آج نکالا گیا پھر اگلے دن زیادہ ہو گیا تو اوسیقدر نکالا جاوے
جتنا باقی رہا تھا قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسواسطے کہ علی الاتصال پانی نکالنا شرط نہین تو دوسرے دن سلسلہ پانی نکالنا ضرور نہین وقید
بالموت لانہ لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا
نزح الکل والا لا ہو الصحیح مصنف نے کنوئیں کے پانی نکالنے مین موت حیوان کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جاندار زندہ نکالا گیا اور حالانکہ وہ نجس العین
نہین مانند سؤر کی اور نہ اوسپر نجاست حکمی یا نجاست حقیقی ہے تو کچھہ پانی نکالا نجاویگا مگر اوسوقت جبکہ اوسکا منہ پانی مین داخل ہو تو اوسوقت اوسکی
جھوٹے کا اعتبار ہوگا سو اگر اوس حیوان کا جھوٹا ناپاک ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا اور اگر پاک ہے یا مکروہ یا مشکوک تو کچھہ بھی نکالنا واجب نہین یہی

قول صحیح ہے ھ نجس العین کے ساقط ہونے سے تمام پانی نجس ہوگا خواہ زندہ نکلے یا مرکر منہ اوسکا پانی مین داخل ہو یا نہو اور شارح نے نجاست حکمی کو جو
بیان کیا تو شاید کہ یہہ قول آب مستعمل کی نجاست پر متفرع ہو کذا فی الطحطاوی نعم ينبغی نزح عشرة فی المشكوك لاجل الطهورية كما فی الفتح
ہان مستحب ہو دس ڈول نکالنا مشکوک مین مطہر ہونیکے واسطے چنانچہ خانیہ مین ہے ھ اور بعضون نے مزید احتیاط کیواسطے سارے پانی کا نکالنا مستحب
کہا ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ مین ہے وزاد فی التاتارخانية وعشرين فی الفارة واربعين فی السنور والدجاجة المخلاة وكالآدمی محدث
تاتارخانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے کہ مستحب ہی ۲۰ ڈول نکالنا چوہے مین اور ۴۰ بلی اور کوچہ گرد مرغی مین جیسی بیوضو اوسنے غسل آدمی کے کنوئین مین
گرنے اور زندہ نکلنے مین ۴۰ ڈول کا نکالنا مستحب ہو ھ وهذا اذا لم تكن الفارة هاربة من هرة ولا الهرة من كلب ولا الشاة من سبع
فان كان نزح كله مطلقا كما فی الجوهرة پہر یہہ حکم یعنی سارا پانی نہ نکالنا جبکہ حیوان زندہ نکلے اور وہ نجس العین نہو اسصورت مین ہے جبکہ چوہا
بہاگا نہو بلی سے اور نہ بلی کتے سے اور نہ بکری درندہ سے سو اگر ہر ایک بہاگ کر کنوئین مین گرا ہے تو سارا پانی نکالا جاویگا مطلقا یعنی پانی مین منہ اوسکا داخل
ہوا ہو یا نہ داخل ہوا ہو چنانچہ جوہرہ مین ہے ھ جانور گریختہ خوف سے پیشاب کر دیتا ہو یہہ وجہ ہے تمام پانی نکالنے کی لكن فی النهر عن المجتبى ان
الفتوى على خلافه لان فی بولها شكا لیکن نہر الفائق مین مجتبی سے منقول ہے کہ فتوی اسکے خلاف پر ہو یعنی پانی نکالنا واجب نہین اسواسطے کہ
پیشاب کے وجود مین شک ہو یعنی اور شک سے کوئی چیز ثابت نہین ہوتی فان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء
النزح قاله الحلبی پہر اگر متعذر ہو تمام پانی کا نکالنا بسبب ہونے کنوئین کے چشمہ دار تو اسقدر پانی نکالا جاوے جتنا اوسمین تہا ابتداء اخراج کیوقت
ایسا کہا ہو حلبی نے ھ یعنی زائد کا نکالنا لازم نہین اور شارح نے ابن کمال سے پہلے وقت وقوع کا اعتبار کرنا نقل کیا ہو يؤخذ ذلك
بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء به يفتى وقيل يفتى بمائتين الى ثلثمائة وهذا ايسر وذاك احوط عمل کرنا چاہیے اسمین یعنی پانی کی مقدار
مین اون متقی دو مردون کے قول پر جنکو پانی کی خوب اٹکل ہے اسی قول پر فتوی ہو یعنی جب انکی اندازے کے موافق پانی نکل چکا کنوان پاک ہو گیا
اور دوسرا ضعیف قول یہہ ہے کہ چشمہ دار کنوئین مین دو سو ڈول کا تین سو ڈول تک فتوی ہی اور یہہ دوسرا قول آسان تر ہے اور وہ پہلا قول بہت احتیاط والا
ہے ھ دوسرا قول محمد سے مروی ہی اور جبکہ اونہون نے دیکہا کہ بغداد کے کنوئین ۳۰۰ ڈول سے زیادہ نہ تہے تب یہہ فتوی دیا لیکن یہہ قول ضعیف ہی اسلئے کہ
نجاست کے سبب سے حکم شرع یہہ ہے کہ سارا پانی نکالا جاوے تو عدد مخصوص پر اقتصار کرنا طاہر ہو جانے مین بلا دلیل سمعی کیونکر مقبول ہو بلکہ ابن عباس اور
ابن زبیر سے مخالف اسکے منقول ہے کذا فی الطحطاوی من البحر فاذا اخرج الحيوان غير منتفخ ولا متفسخ ولا متمعط فان كان كآدمی وكذا
سقط وسخلة وجدی واوز كبير نزح كله پہر جب کہ کنوئین سے مردہ جانور نکالا گیا حالانکہ وہ پہولا نہین اور نہ پہٹا اور نہ اوسکے بال جہڑے ہین تو اگر
جانور آدمی کی برابر ہے جسمیت مین اور اسی کی مانند ہو ساقط حمل اور بکری اور بہیڑ کا بچہ اور بڑی بط تو تمام پانی نکالا جاویگا وان كان كحمامة
وهرة نزح اربعون من الدلاء وجوبا الى ستين ندبا اور اگر جانور کبوتر اور بلی کی مانند ہو تو ۴۰ ڈول نکالے جاوین وجوب کی راہ سے ساٹہ ڈول
تک نکالنا ہی استحباب کی راہ سے وان كعصفور وفارة فعشرون الى ثلثين كما مر اور اگر جانور ہی گنجشک اور چوہے کی مانند تو ۲۰ ڈول نکالے جاوین
۳۰ ڈول تک جسطرح مذکور ہو چکا یعنی ۲۰ کا نکالنا واجب ہو اور تیس ۳۰ کا مستحب وهذا يعم المعين وغيرها بخلاف نحو صهريج وحب حيث يهراق
الماء كله لتخصيص الآبار بالآثار بحر ونهر اور یہہ حکم شماری ڈول نکالنے کا شامل ہے چشمہ دار کنوئین اور غیر چشمہ دار کو برخلاف حوض اور مٹکے
کے اسواسطے کہ اوسکا تمام پانی بہادیا جاویگا اگر اوسمین جانور گرکے مرجاوے اسواسطے کہ کنوؤن کا ناپاک ہونا پہر اونکا چند ڈول کے نکالنے سے پاک ہوجانا
بالخصوص ثابت ہوا ہے صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے کذا فی البحر والنهر ھ یعنی کنوؤن کا حکم برخلاف قیاس آثار سے ثابت ہے تو حوض اور مٹکے
کو غیر چشمہ دار کنوئین کے ساتھ ملحق نہین کر سکتے قال المصنف فی حواشيه على الكنز ونحوه فی النهر مصنف نے کنز الدقائق کے حواشی
مین کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق کی مانند ہی بعض مین وفيه عن القنية ان حكم الركية كالبئر اور اسمین قنیہ سے نقل کیا ہے کہ رکیہ کا حکم کنوئین

کی مانند ہے هم رکیۃ بر وزن علیہ کنوئین کو کہتے ہین تو تشبیہ نہین ہو سکتی مگر یہہ کہ کہا جائے کہ اسسے مراد حُفرہ یعنی گڑھا ہو چنانچہ قاموس مین رَکی بمعنی حُفر مذکور ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر ایہہ ہے سے مراد چاہ کثیر العمق ہے جسکو اہل ہند چونا بولتے ہین واللہ اعلم وعن الفوائد ان الحُبّ المطموق اکثرہ فی الارض کالبئر وعلیہ فالتصحیح والزیر الکبیر تنزح منہ کالبئر فاغتنم ہذہ الحواشی انتہی اور مصنف نے فوائد سے نقل کیا کہ جو مٹکہ پانی کی آدھے سے زیادہ زمین مین گڑی ہو وہ کنوئین کی مانند ہے اور بنا بر قول فوائد کے توحوض مجتمع الماء اور بہت بڑی مٹکہ سے کنوئین کی مانند قدر واجب ڈول نکالنا چاہیئے سوای مطالب غنیمت جان اس تحریر کو بیان تمام ہوا کلام مصنف کا جو کنز کے حواشی مین ہے پس ذیل تو وسطے وھو دلو تلک البئر بیس یا چالیس ڈول نکالے جاوین متوسط ڈول سے اور متوسط یعنی میانہ ڈول ہے وہ ڈول مراد ہے جو اُس کنوئین کا ڈول ہو یعنی جس ڈول سے اُسکا پانی بھرا جاتا ہو وان لم یکن فما یسع صاعا پہر اگر اوس کنوئین کا کوئی ڈول مقرر نہو تو اُس ڈول کا اعتبار ہے جسمین ایک صاع پانی سماوے صاع آٹھ رطل ہے بعد کھیتو کے سیر سے تخمینا تین سیر صاع ہوتا ہے وغیرہ یحتسب بہ اور اسکے سوای یعنی جو ڈول کہ صاع سے کم زیادہ ہو اسکا حساب کر لیا جاوے صاع والے ڈول سے یعنی اگر بہت بڑا ڈول ۲۰ یا ۶۰ ڈول کی برابر ہو تو ایک ہی ڈول کا نکالنا کفایت کرتا ہے ظاہر ہونے کو ظاہر مذہب مین اسواسطے کہ قدر واجب کا اخراج حاصل ہو گیا اور اگر نہایت چھوٹا ڈول ہو تو قدر واجب سے زیادہ حساب کے موافق نکالنا چاہیئے ویکفی ملا الاکثر اللذ نوی اور کفایت کرتا ہے ڈول کی شمار مین بہرنا آدھے سے زیادہ ڈول کا یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل وتنزح ما وجد ان قل اور کفایت کرتا ہے نکالنا اوسقدر پانی کا جو کنوئین مین موجود ہو اگرچہ ڈولون کی شمار سے کم ہو یعنی ۶۰ ڈول مثلا نکالنا واجب ہوا اور کنوئین مین فقط ۳۰ ڈول پانی تہا تو اوسیقدر کے نکالنے سے پاک ہو گیا نہر الفائق مین کہا کہ اگر بعد اسکے پانی زیادہ ہو گیا تو کچھہ نکالنا واجب نہین وجریان بعضہ اور کفایت کرتا ہے کنوئین سے تہوڑے پانی کا بہنا ہم کنوئین کے جاری ہونے کی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ اوسمین دو چشمے ہین ایک سے پانی نکلتا ہے اور دوسرے سے بہتا ہے اور دوسری صورت یہہ کہ اوسمین سوراخ کیا بطور سرنگ کے اور اُسکا پانی بہا اگرچہ قلیل ہی جاری ہوا وہ پاک ہو جاویگا اسلئے کہ طہارت کا سبب یعنی جاری ہونا پایا گیا جیسے ناپاک حوض جاری ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے وغور ان قدر الواجب اور کفایت کرتا ہے طہارت مین کنوئین کے اوسقدر پانی کا زمین کے اندر سما جانا جسقدر کا نکالنا واجب تہا ہم اگر اسفل خشک ہو گیا تو پہر پانی کے آنے سے ناپاک نہو گا اور اگر خشک نہین ہوا تو صحیح تر یہہ ہے کہ پانی آنے سے پہر ناپاک ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی عن البحر عن السراج وما بین حمامة وفارة فی الجثة کفارة فی الحکم اور جو جانور کہ جثہ مین کبوترا اور چوہے کے درمیان کا ہے وہ چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی اوسمین ۲۰ ڈول کا نکالنا واجب ہے کما انہ ما بین دجاجة وشاة کدجاجة فالحق بطریق الدلالة بالاصغر بنا بچہ وہ جانور کہ مرغی اور بکری کے درمیان کا ہے وہ مرغی کی برابر ہے حکم مین تو جو جانور کہ چھوٹے اور بڑے کے مابین ہے اوسکو چھوٹے جانور کے ساتھہ ملا دیا بطریق دلالۃ النص کے ہم دلالۃ النص اوسکو کہتے ہین جو صریحا مذکور نہین مگر بطریق اولے اوسکو سمجھہ لیتے ہین یعنی جب مرغی مین ۶۰ ڈول واجب ہوئے تو جو جانور مرغی سے بڑا ہے اوسمین بطریق اولے ۶۰ واجب ہونگے اسواسطے کہ اوسکو بڑی جانور کی مانند کہنا دلیل سے ثابت نہین کما ادخل الاقل فی الاکثر کما دخل ہم فی النقر جیسے اقل داخل کیا گیا اکثر مین جیسے چوہا بلی کے ساتھہ ہم سراج وہاج مین ہے کہ اگر بلی نے چوہا پکڑا اور دونون کنوئین مین گر پڑے تو اگر دونو زندہ نکلے تو کچھہ نکالنا واجب نہین یا دونون مردہ نکلے تو ۶۰ ڈول نکالنا واجب ہے یا فقط چوہا مردہ نکلا تو ۲۰ ڈول واجب ہین اور اگر چوہا زخمی ہے یا اوسنے پیشاب کر دیا تو تمام پانی نکالنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر ونحو الہرتین کشاة اتفاقا اور دو بلیونکی مانند بکری کی برابر ہے حکم مین بالاتفاق یعنی تمام پانی نکالنا چاہیئے ونحو الفارتین کفارة اور دو چوہونکی مانند ایک چوہے کی مانند ہے حکم مین یعنی ۲۰ ڈول نکالنا چاہیئے والثلث الی الخمس کہرة اور تین چوہے پانچ چوہون تک بلی کی مانند ہین ۶۰ ڈول نکالنے مین والست کشاة علی الظاہر اور چھہ چوہے بکری کی مانند ہین تمام پانی نکالنے مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے چنانچہ مبسوط مین ہے اور اسکو محمد نے لیا ہے کذا فی البحر وعکرہ فجاستہا مغلظۃ ہین

وقت الوقوع ان علم اور کنوئین کی نجاست مغلظہ کا حکم کیا جاتا ہے جانور کے گرنے کیوقت سے اگر وقت معلوم ہو والا منذ یوم و
لیلۃ ان لم ینتفخ اور اگر جانور کے گرنیکا وقت معلوم نہو تو ایک رات اور ایکدن پہلے سے ناپاکی کا حکم ہوگا بشرطیکہ پھول نگیا ہو یعنی اوہ
نہ پھٹا اور نہ بال جھڑا ہو کذا فی الطحطاوی وھذا فی حق الوضوء والغسل وما عجن بہ فیطعم للکلاب وقیل یباع من شافعی اور یہہ
حکم یعنی کنوئین کا ناپاک ہونا ایک رات اور دن سے وضو اور غسل کے حق میں ہے اور اُس آٹے کے حق مین جو گوندا گیا اُس پانی سے تو وہ کھلایا
جاے کتون کو اور بعضون نے کہا کہ شافعی مذہب کے آدمی کے ہاتھ بیچا جاے یعنی اسواسطے کہ شافعی کے مذہب مین یہہ پانی ناپاک نہین اما فی حق غیرہ
کغسل ثوب فیحکم بنجاستہ فی الحال اور وضو اور غسل کے ماسوا کے حق مین جیسے کپڑا دہونیکے حق مین تو پانی کی نجاست کا حکم کیا جاویگا
فی الحال یعنے یہان ایک رات دن کا اعتبار نہوگا الحاصل وضو اور غسل مین حکم نجاست کا بطریق استناد کے ہے اور اوسکی ماسوا مین بطریق
اقتصار کے وھذا لو توضؤا من حدث او غسلوا من خبث والا لم یلزمہم شئ اجماعا جوہرہ اور یہہ حکم یعنی وضو اور غسل مین ناپاک ہونا بطریق
استناد اور کپڑے مین بطریق اقتصار کے اُسوقت ہے کہ وضو اور غسل کیا ہو حدث اصغر اور اکبر سے یا کوئی چیز دہوئی ہو نجاست حقیقی کے دور
کرنے کو اور اگر ایسا نہو یعنی وضو یا غسل کیا بدون حدث کے یا کپڑا دہویا بدون نجاست کے تو کوئی چیز لازم نہین باتفاق امام اور صاحبین
کے کذا فی الجوہرۃ یعنی نماز کا اعادہ اور دہونا کپڑے کا لازم نہین اسواسطے کہ مقتضی صحت نماز کا پایا گیا یعنی طہارت سابقہ اور مانع مین شک ہے
اسواسطے کہ پانی کی طہارت اور نجاست مشکوک ہے اور نماز شک سے باطل نہین ہوتی برخلاف پہلی صورت کے اسواسطے کہ اوسمین تو مانع بالیقین ثابت
ہے یعنی حدث اصغر یا اکبر اور کپڑے کی نجاست اور مزیل مین شک ہے کذا فی الطحطاوی وقدر ثلثۃ ایام ولیالیہا ان انتفخ او تفسخ استحسانا
اور تین رات دن سے نجاست کا حکم کیا جاے اگر جانور پہولا یا پھٹا ہو استحسان کی رو سے ہے استحسان عبارت ہے احسن امر طلب کرنے سے اور بعضون
نے کہا عبارت ہے قیاس کے ترک کرنے اور اوس امر کے لینے سے جو لوگون کو آسان تر ہے اور بعضون نے کہا عبارت ہے احکام مین آسانی کے
طلب کرنے سے اور خلاصہ ان عبارتون کا یہہ ہے کہ استحسان سختی کا چھوڑنا ہے اور آسانی کا لینا قال اللہ تعالی (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید
بکم العسر) کذا فے الطحطاوی اور بعضون نے کہا کہ استحسان اُس قیاس کو کہتے ہین جسکی وجہ مخفی ہو لیکن قیاس جلی سے قوی تر ہے نہر الفائق مین ہے
وجہ استحسان یہہ ہے کہ پانی مین حیوان دموی کا واقع ہونا اوسکی موت کا سبب ظاہر ہے تو اوسی پر موت کا حوالہ ہوگا نہ موہوم سبب پر اور بلاشک جز
پر زمانہ وقوع کا سابق ہے تو انتفاخ مین تین دنکی تقدیر ہوئی اور اوسکے غیر مین ایکدن رات کی بنا بر اکثر عادت کے وقالا من وقت العلم فلا
یلزمہم شئ قبلہ قیل وبہ یفتی اور صاحبین نے کہا کہ پانی کی نجاست کا حکم ہوگا حیوان کے معلوم ہونے کے وقت سے تو لوگونکو معلوم ہونے سے پہلے
کوئی چیز لازم نہوگی بعضون نے اسی قول کو مفتی بہ کہا ہے اور صاحبین کا قول یہی قیاس ہے اسواسطے کہ یقین یعنی طہارت کا متیقن ہونا زمانہ گذشتہ
مین زائل نہین ہوتا شک سے یعنی نجاست سے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ حیوان کنوئین سے باہر مرا ہو پھر اوسکو سخت ہوا نے یا کسی نادان یا چڑیا
نے کنوئین مین ڈالدیا ہو نہر الفائق مین ہے کہ غایۃ البیان مین کہا کہ امام کا قول احوط ہے اور صاحبین کا قول لوگونکو آسان تر ہے فتاوی عتابی
مین ہے کہ صاحبین کا قول مختار ہے اور شیخ قاسم نے اوسکو رد کیا ہے کیونکہ اکثر کتب کے مخالف ہے اسواسطے کہ امام کی دلیل کی اکثر کتب مین ترجیح
واقع ہے اور وہ احوط بھی ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا بہتر تھا قیل وہو المختار اسواسطے کہ اختیار کرنا لازم نہین

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وجد فی ثوبہ منیا او بولا او دما اعاد من اٰخر احتلام وبول ورعاف اپنے کپڑے مین منی یا پیشاب یا خون
کو پایا تو نماز کا اعادہ کرے پچھلے احتلام یا پیشاب یا نکسیر پھوٹنے سے ہے نوادر ابن رستم مین امام سے منقول ہے کہ خون مین نماز کا اعادہ نہین اور
اسیکو محیط مین اختیار کیا ہے کذا فے النہر ظاہر عدم اعادہ کی وجہ یہہ ہے کہ غیر شخص کا خون شاید لگ گیا ہو ولو وجد فی جبتہ فارۃ میتۃ
فان لا ثقب فیہا اعاد مذ وضع القطن والا فثلثۃ ایام لو منتفخۃ او متفسخۃ والا فیوم ولیلۃ اور اگر اپنے جبہ مین مردہ چوہا پایا تو اگر

جبہ مین سوراخ نہو تو نماز کا اعادہ کرے رونی بہرنے کیوقت سے اور اگر جبہ مین سوراخ ہو تو تین دن کی نماز پہیرے اگر چوہا پہولا یا خشک ہوا ور اگر
چوہا پہولا یا خشک نہو تو ایکدن کی نماز پہیرے ھ روئی بہرنے کے وقت سے اسوقت اعادہ ہوگا جبکہ ہمیشہ اوسکو پہنے رہا ہو کذا فی الطحطاوی
ولا نزح فی بول فارۃ فی الاصح فیض اور کنوئین سے پانی نکالنا لازم نہین چوہے کی پیشاب مین صحیح تر قول مین کذا فی الفیض والمجتبیٰ
حمامۃ وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونہا عنہ اور پانی نکالنا لازم نہین کبوتر اور کنجشک کی بیٹ پڑنے سے کنوئین مین
اور اسیطرح یہی حکم ہے پرندہ درندہ کی بیٹ کا صحیح تر قول مین اسواسطے کہ حفاظت کنوؤن کی ان سے نہین ہوسکتی ولا بنقاط بول کرؤس ابر
وغبار نجس للعفو عنہما اور نہ اُس پیشاب کے ٹپکنی سے جسکی چھینٹین نہایت صغیر ہین چنانچہ سر سوزن اور نہ ناپاک غبار کے پڑنے سے اسواسطے کہ
یہہ دونون معاف ہین وبعرتی ابل وغنم اور نہ اونٹ اور بہیڑ بکری کی دو مینگنیون کے پڑنے سے کنوئین کا پانی نکالنا لازم ہے کما یعفی لو
وقعتا فی محلب وقت حلب فرمیتا فورا قبل تفتت وتلون جسطرح معاف ہے اگر دو مینگنیان پڑ گئین دودہ کے برتن مین دودہ
دوہنے کیوقت پھر پہونٹنے اور دودہ کے رنگین ہونے سے پہلے نکالکر پہینکی گئین ھ یہہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے اسواسطے کہ دوہنے کیوقت مینگنی
گرنے کی عادت ہے تو سوا اس وقت کے عفو نہین کذا فی النہر والتعبیر بالبعرتین اتفاقی لان ما فوق ذلک کذلک عند ذکرہ فی الفیض
وغیرہ اور دو مینگنیون کا ذکر کرنا مصنف کا اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ دو مینگنیون سے زیادہ کا بھی یہی حکم ہے عفو کا کذا فی الفیض
وغیرہ وہذا قال قیل القلیل المعفو عنہ ما یستقلہ الناظر والکثیر بعکسہ وعلیہ الاعتماد کما فی الہدایۃ وغیرہا لان ابا حنیفۃ لا
یقدر شیئا بالرأی اور اسیواسطے یعنی اسلئے کہ دو سے زیادہ مینگنیان بھی عفو ہین مصنف نے بیان کیا کہا گیا ہے کہ تھوڑی مینگنی وہ ہین جنکو دیکھنے والا تھوڑی سمجھے اور کثیر اسکی
بالعکس ہے یعنی جسکو ناظر بہت سمجھے اور اسی قول پر اعتماد ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ کسی چیز کا اندازہ اپنی تجویز سے
نہین ٹھہرایا کرتے تھے ھ معراج الدرایۃ مین کہا کہ یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی اور غیر معتمد اور غیر مختار تین قول ہین ایک یہہ ہے کہ جو ہر ڈول مین
مینگنی آوے تو کثیر ہے والا قلیل دوسری یہہ کہ اگر چوتھائی پانی پر مینگنیان ہون تو کثیر ہے والا قلیل اور تیسری یہہ کہ تہائی پانی پر ہو تو کثیر ہے
والا قلیل فرع مسئلۃ ملحقہ شارح کا المعتبر بین البئر والبالوعۃ بقدر ما لا یظہر للنجس اثر پانی کے کنوئین اور نجاست کے کنوئین اور گڑہے
مین اسقدر دوری ہونا معتبر ہے کہ نجاست کا اثر پانی کے کنوئین مین ظاہر نہو ھ جب پانی مین نجاست کا اثر یعنی رنگ اور بو اور مزہ ظاہر نہو تو کنوان پاک ہے
اگرچہ دونون مین ایک گز کا فرق ہو اور اگر نجاست کا اثر ظاہر ہو تو ناپاک ہے اگرچہ دونون مین دس گز کا فرق ہو کذا فی الطحطاوی ویعتبر سؤر بمسئر
اسم فاعل من اسأر ای ابقی لاختلاطہ بلعابہ اور جھوٹھی کی طہارت اور نجاست مین جھوٹھا کرنیوالے جاندار کا اعتبار کیا جاتا ہے اسلئے کہ
جھوٹھی چیز مین اُس جاندار کا لعاب ملجاتا ہے شارح نے کہا کہ مسئر اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے اسأر فعل ماضی سے جو بمعنی ابقی ہے ھ جب مصنف نے
پانی کے فساد اور عدم فساد کے بیان سے نسبت واقع ہونے حیوانات کے فراغت پائی تو اب اوسکا بیان شروع کیا جو حیوانات سے پیدا ہوتا ہے یعنی
اونکا جھوٹھا اور پسینہ سؤر مہموز العین یعنی جھوٹھا اوسکو کہتی ہین جو پینے والے سے برتن یا حوض مین پانی باقی رہے پہر بقیہ طعام وغیرہ کو بھی سؤر بولتے
ہین بطریق استعارہ کے اور چونکہ لعاب متولد ہوتا ہے جاندار کے گوشت سے تو اوسکو معتبر رکہا طہارت اور نجاست اور کراہت اور شک مین
کذا فی الطحطاوی فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا او امرأۃ تو جھوٹھا آدمی کا مطلقا اگرچہ وہ جنب یا کافر یا عورت ہو پاک ہے
ھ کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ حسی اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین شب باش ہونے دیا کذا فی البحر نعم
یکرہ سؤرہا للرجل کعکسہ للاستلذاذ واستعمال ریق الغیر وہو لا یجوز مجتبیٰ ہان مکروہ ہے جھوٹھا عورت کا مرد کو اور مرد کا جھوٹھا عورت
کو یعنی اجنبی مرد اور عورت کے حق مین لذت گیری کے سبب سے اور غیر کی رال کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی المجتبیٰ ھ یعنی یہہ کراہت استلذاذ
کیوجہہ سے ہے نہ نجاست کے سبب سے طحطاوی نے کہا اِس سے نکلتا ہے کہ اگر حلاق امرد ہوا ور محلوق اپنے سر مین اوسکی ہاتھ لگانے سے لذت پاوے تو

کمروہ ہے تو حرامی امر کی بشت مال بطریق اولے مکروہ ہوگی اور اسیطرح اسکے بانون کا دبرانا امر دسے وما کول اللحم منتقص فی الا تقوم و شأنه
ما لادم له اور اس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جسکا گوشت کہانا حلال ہے اور اسی قسم سے ہے گھوڑا صحیح تر قول میں اور اسکی مانند ہے وہ جانور جسمین دم مسفوح
نہین ہم گھوڑے کے گوشت کی کراہت امام کے نزدیک احترام کیوجہ سے ہے کہ جہاد کا آلہ ہے نہ نجاست کیوجہ سے تو اسکا جھوٹھا مکروہ نہین طاہر الفم
قيد للكل طاہر مطهر بلا كراهة طاہر الفم سب کی قید ہے یعنی آدمی اور ماکول اللحم اور گھوڑا اور جسمین خون بہانیوالا نہین جبکہ انکا منہ پاک ہون نجاست سے تو
انکا جھوٹھا بذات خود پاک ہے اور غیر کا پاک کرنیوالا ہے احداث اور اخباث سے بلا کراہت مطلقا یعنی کراہت تنزیہی بھی نہین ہے وسؤر خنزير وكلب و
سباع بهائم ومنه الهرة البرية وشارب خمر فور شربها اور جھوٹھا سور اور کتے اور چوپائے درندون کا ناپاک ہے اور درندون میں جنگلی بلی
داخل ہے اور شراب پینیوالے کا جھوٹھا شراب پینے کیوقت فوراً ناپاک ہے چوپائے درندے ہیں جیسے شیر اور چیتا اور بھیڑیا شراب خوار میں فوراً کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر شراب پیکر آنا توقف کیا کہ رال سے اسکا منہ دھو گیا پھر اوسنے پانی پیا تو اب اوسکا جھوٹھا ناپاک نہین ولو شاربه طويلا لا يستوعبه اللسان
نجس ولو بعد زمان اور اگر شراب خوار کی مونچھ اسقدر دراز ہے کہ اوسپر زبان نہین پہونچتی تو اسکا جھوٹھا ہر صورت ناپاک ہے اگرچہ بعد مدت کے اوسنے
پانی پیا ہو وهرة فور اكل فارة نجس مغلظ اور بلی کا جھوٹھا چوہے کہانے کیوقت فوراً نجس مغلظ ہے اور اگر بلی نے چوہا کہانیکے بعد زبان
سے اپنے منہ کو چاٹا یہانتک کہ اسکا پاک ہو جانا مظنون ہوا تو اب اسکا جھوٹھا پاک ہے کذا فی الطحطاوی وسؤر هرة ودجاجة مخلاة وابل وبقر
جلالة فالاحسن ترك دجاجة ليعم الابل والبقر فيستقيم وسباع طير لم يعلم ربها طهارة منقارها وسواكن البيوت طاهر للضرورة
مكروه تنزيها في الاصح ان وجد غيره والا لم يكره اصلا كاكله لفقير اور جھوٹھا مرغی کوچہ گرد کا اور اونٹ اور گائے بیل نجاست خور کا اور
ان درندون پرند کا جنکے پالنے والونکو اونکی چونچ کی طہارت معلوم نہین اور جھوٹھا گھرون کے رہنے والے جانورونکا پاک ہے ضرورت کیوجہ سے مکروہ
تنزیہی ہے صحیح تر قول مین اگر سواے اوسکے اور پانی ملے اور اگر اونکے جھوٹھے پانی کے سوا اور پانی نملے تو اب مکروہ تنزیہی بھی نہین اصلا جیسے اونکی طعام کا
کہانا محتاج کو مکروہ نہین قہستانی نے کہا تو بہتر یہہ تھا کہ مصنف مرغی کا لفظ نہ کہتا تو کوچہ گرد کا لفظ اونٹ اور گائے اور بیل کو شامل ہو جاتا یعنی اسواسطے
کہ کوچہ گرد سے مراد نجاست خور ہے تو اسمین مرغی اور اونٹ اور بیل سب داخل رہتے ہین ہم سباع الطیر سے مراد جیسے باز اور شکرہ اور شاہین ہے چونکہ انکا گوشت
حرام ہے تو قیاس یہہ تہا کہ انکا جھوٹھا بھی نجس ہوتا وجہ استحسان یہہ ہے کہ یہہ پرند چونچ سے پانی پیتے ہین اور وہ خشک ہڈی ہے پاک لیکن غالبا مردار خور ہین
تو کوچہ گرد مرغی کی مانند ہوئے تو کراہت کا شبہہ پیدا ہوا پھر اگر یہہ شکاری جانور محبوس ہون اور اونکے پالنیوالیکو اونکی چونچ کی طہارت معلوم ہو تو اونکے جھوٹھے
پانی سے وضو کرنا مکروہ نہین یہہ روایت ہے ابو یوسف سے اسکو پسند کیا ہے متاخرین نے اور اسپر فتوی دیا ہے ضرورت مذکورہ کا بیان یہہ ہے کہ قیاس چاہتا تہا
کہ انکا جھوٹھا نجس ہو اونکے گوشت کے نجس ہونے سے لیکن نجاست اونکی ساقط ہو گئی طواف کی علت سے جو حدیث مین بلی کے حق مین وارد ہے اور کراہت ثابت ہے نجاست
کے توہم سے کذا فی الطحطاوی ومشكوك سؤر حمار اهلي ولو ذكرا في الاصح وبغل امه حمارة اور جھوٹھا پالو گدہے کا اگرچہ نر ہو صحیح تر قول مین اور اوس
خچر کا جسکی ماں گدہی ہو مشکوک ہے ہم مقابل اصح بعضون کا قول ہے کہ نر گدہے کا جھوٹھا نجس ہے اسواسطے کہ نر گدہا مادہ کا پیشاب سونگھتا ہے اصح کیوجہ یہہ ہے
کہ سونگھنا امر موہوم غالب الوجود نہین تو اسکا اعتبار نہین فلو فرسا او بقرة فطاهر كمتولد من حمار وحشي وبقرة ولا عبرة بغلبة
الشبه لتصريحهم بحل اكل ذئب ولدته شاة اعتبارا للام وجواز الاكل يستلزم طهارة السؤر كما لا يخفى تو اگر خچر کی ماں گہوڑی یا
گائے ہو تو اسکا جھوٹھا پاک ہے جیسے اوس جانور کا جھوٹھا پاک ہے جو پیدا ہوا گورخر اور گائے سے اور غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین بسبب یہہ کہ تصریح کی فقہا نے اوس بھیڑیئے کو حلال کہنے مین
جسکو بھیڑ یا بکری نے جنا ماں کے اعتبار کرنے کیوجہ سے اور کہانا حلال ہونا مستلزم ہے جھوٹھے کی طہارت کو چنانچہ یہہ امر پوشیدہ نہین ہم یہہ رد ہے ملا
مسکین شارح کنز پر کہ اوسنے مشابہت کا اعتبار کیا ہے وما في الاشباه من تصحيح عدم الحل فان شاذ غريب اور جو مصنف نے
اپنی شرح مین اشباہ سے عدم حلت کی تصحیح نقل کی ہے وہ نادر ہے استاد خیر الدین رملی نے لکھا کہ وہ روایت نادر ہے مشہور کے مخالف ہے یعنی معتمد نہین ہم ٹہیک

ثابت یہہ ہی کہ مصنف نے فوائد تاجیہ سے نہ اشباہ میں یون نقل کیا ہی کہ جنس حیوان کا اعتبار الا بون ماکول ہو اور دوسرا غیر ماکول ہو تو وہ حلال نہین اصح قول مین
عدم اعتماد اس قول کی وجہ یہہ ہی کہ ماں کا اعتبار کرنا محققین مین مشہور قول ہے کذا فی الطحطاوی مشکوک فی طہوریتہ لا فی طہارتہ کما صححہ لو وقع فی
ماء قلیل اعتبر بالاکثر یعنی گدہی اور خچر کے جھوٹھے کے مطہر ہونے مین شک اور اوسکے پاک ہونے مین شک نہین یہانتک کہ اگر اسکا جھوٹھا پانی قلیل پانی مین
پڑ جاوے تو اجزا کا اعتبار ہوگا یعنی اگر نصف سے کم ہے تو وضو اس سے جائز ہے چنانچہ آب مستعمل مین اجزا کا اعتبار ہی ھ دلیل شک یہہ ہی کہ ثبوت ضرورت مین
تردد ہی اسواسطی کہ گدہا مکانات مین باندہا جاتا ہی تو ظرف سے پانی پیتا ہی اور ضرورت کو اسقاط نجاست مین اثر ہے چنانچہ بلی اور چوہے مین مگر گدہی کی
ضرورت بلی اور چوہے سے کمتر ہے کیونکہ وہ دونو ہر جگہہ گہر مین آمد و رفت رکہتے ہین برخلاف گدہے کے اور اگر مطلق ضرورت ثابت نہوتی چنانچہ کلب و سباع مین تو
نجاست کا حکم ہوتا بلا اشکال تو جبکہ ضرورت ایک وجہ سے ثابت ہوئی اور دوسری وجہ سے ثابت نہوئی تو طہارت اور نجاست دونون ساقط ہو گئی تعارض کی وجہ سے
کذا فی البحر وھل یطہر النجس قولان اور گدہے کا جھوٹھا پانی ناپاک چیز کو پاک کرتا ہی یا نہین اسمین دو قول ہین ایک قول یہہ کہ ناپاک کو پاک کر دیتا ہی اور دوسرا
قول یہہ کہ پاک نہین کرتا فیتوضأ بہ او یغتسل ویتیمم ای یجمع بینہما احتیاطا فی صلوۃ واحدۃ لا فی حالۃ واحدۃ ان فقد ماء مطلقا جب گدہے
اور خچر کا جھوٹھا مشکوک ہوا تو اوس سے وضو کرے یا نہاوے اور تیمم بھی کرے یعنی دونو کو احتیاط کی راہ سے جمع کرے ایک نماز مین نہ ایک حالت مین بشرطیکہ آب
مطلق غیر مشکوک کو نپاوے ھ نماز واحد مین جمع بین الوضوء والتیمم احتیاط ہی نہ ادا واحد مین تو اگر گدہے کے جھوٹھے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر وضو
ٹوٹا اور اوسنے تیمم کیا اور وہی نماز پھر پڑھی تو جائز ہے یہی قول صحیح ہے اگرچہ ادا واحد مین جمع نکیا کذا فی الطحطاوی وصح تقدیم ایہما شاء فی الاصح
اور وضو اور تیمم مین جسکو چاہے مقدم کرے صحیح تر قول مین ولو تیمم وصلی ثم اراقہ لزمہ اعادۃ التیمم والصلوۃ لاحتمال طہوریتہ اور اگر تیمم کیا اور نماز
پڑھی پھر گدہے کا جھوٹھا پانی گرادیا تو اوسپر تیمم کرنا اور وہی نماز کا پڑھنا لازم ہوگا اس پانی کے مطہر ہونیکے احتمال سے یعنی تیمم کا اعتبار اسوقت ہے جبکہ پانی
مطہر نہو لہذا ایسا پانی گرانے کے بعد نماز اور تیمم کا اعادہ لازم ہوا کیونکہ اوسکا مطہر ہونا محتمل ہے ولتقدیم التیمم علی نبیذ التمر علی المذہب المصحح المفتی
بہ لان المجتہد اذا رجع عن قول لا یجوز الاخذ بہ اور تیمم کو مقدم کرنا چاہیئے شربت خرما کی طہارت پر یعنی فقط تیمم متعین ہی وضو اوس سے جائز نہین بنابر
قول صحیح ٹھہرائی گئی مفتی بہ مذہب پر اسواسطی کہ مجتہد نے جبکہ رجوع کیا ایک قول سے تو اوسپر عمل کرنا مقلد کو جائز نہین ھ نبیذ خرما اس سے عبارت ہی کہ خرمے پانی
مین ڈالے جاوین اور وہ پانی میٹھا اور سائل باقی رہی تو امام کا اول قول یہہ تھا کہ نبیذ سے وضو متعین ہے یعنی تیمم کرنا نچاہیئے اور ابو یوسف نے کہا کہ فقط تیمم
کرنا چاہیئے اور محمد کے نزدیک جمع بین الوضوء والتیمم ہے اور نبیذ خرما جبکہ گاڑہا اور نشہ کرنے والا ہو جاتا ہی تو بالاتفاق وضو جائز نہین بشرح مجمع اور بحر الرائق مین ہی
کہ امام کے نزدیک تیمم متعین ہی اسی قول کیطرف امام نے رجوع کیا ہی کہ تیمم کرے اوس سے وضو نکرے یہی مذہب صحیح مختار ہے کذا فی المنح ملخصا وحکم العرق
کسؤرہ اور پسینہ جھوٹھے کی مانند ہی حکم مین ھ اسواسطی کہ جھوٹھا مخلوط ہوتا ہے لعاب سے اور لعاب اور پسینہ دونون پیدا ہوتے ہین گوشت سے تو ہر حیوان
کا پسینہ اوسکے جھوٹھے کے ساتھہ معتبر ہے طہارت اور نجاست اور کراہت مین کذا فی المنح فعرق الحمار اذا وقع فی الماء صار مشکوکا علی المذہب
کما فی المستصفی تو گدہے کا پسینہ جبکہ پانی مین ٹپکا تو پانی مشکوک ہو گیا صحیح مذہب پر چنانچہ مستصفے مین مذکور ہے وفی المحیط عرق الجلالۃ
عفو فی الثوب والبدن اور محیط مین ہے کہ اونٹ وغیرہ ماکول اللحم نجاست خور کا پسینہ معاف ہی کپڑے اور بدن مین یعنی ہرچند نجس ہی مگر عفو ہے
اور ظاہر تقییدہ اسپر دال ہی کہ پانی مین معاف نہین وفی الخانیۃ انہ طاہر فی الظاہر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اوسکا پسینہ پاک ہی ظاہر مذہب
پر یعنی نجس معفو نہین اور ظاہر اوسکے پڑنے سے پانی بھی پاک رہیگا واللہ اعلم

باب التیمم

یہہ باب ہی تیمم کے احکام مین ثلثہ
بہا تاسیا بالکتاب مصنف نے تیمم کو بعد وضو اور غسل کے تیسرے درجہ مین ذکر کیا قران مجید کی پیروی سے ھ قران مجید مین تیمم دو مقام مین
مذکور ہے سورۂ نسا اور سورۂ مائدہ مین سو حق تعالی نے پہلے وضو کو بیان کیا پھر غسل کو پھر تیمم کو سو مصنف نے بھی قران مجید کی اقتدا کی وہو من
خصائص ہذہ الامۃ بلا ارتیاب اور تیمم اس محمدی امت کی مخصوصات سے ہی بلاشبہہ یعنی اگلی امتونکو اسکا حکم نتہا حق تعالی نے مزید رحمت سے

تیمم خاص اس امت کے حق مین خاک کو مطہر قرار دیا والحمد لله على ذلك هو لغة القصد و شرعًا قصد صعيد مطهر شرط للفصل لانه النية مطهر تیمم لغت عرب مین بمعنی مطلق قصد کے ہی اور شرع کی اصطلاح مین تیمم قصد کرنا ہی پاک کرنیوالی مٹی کا مصنف نے قصد کو شرط کیا اسواسطے کہ قصد عبارت ہی نیت سے اور نیت تیمم مین فرض ہی هم یہہ تعریف تیمم کی مقبول نہین اسلئے کہ قصد تیمم مین شرط ہی نہ رکن فتح القدیر مین تعریف تیمم کی یون مذکور ہی کہ تیمم نام ہے چہرہ اور دونون ہاتہون کے مسح کرنیکا پاک مٹی پر مار کے بشرط نیت کے کذا فی النہر بحر الرائق مین کہاکہ یہی تعریف حق ہی اور قصد شرط ہی کیونکہ قصد کو نیت کہتی ہین خرج الارض المتنجسة اذا جفت فانها كالماء المستعمل مطہر کی قید سے ناپاک مٹی جبکہ وہ خشک ہوجاے تیمم کی تعریف سے خارج ہوگئی اسواسطے کہ وہ تو مستعمل پانی کی مانند پاک ہی مگر پاک کرنیوالی نہین ہی کہ تیمم اوسپر درست ہو لیکن نماز اوسپر درست ہو واستعماله حقيقة او حكمًا ليعم التيمم بالحجر الاملس اور استعمال اسکا خواہ حقیقة ہو خواہ حکمًا تاکہ صاف پتھر پر تیمم کرنیکو شامل رہی هم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہی کہ صاف چکنے پتھر پر تیمم جائز ہی اور حالانکہ اوسمین استعمال نہین جوا بدیا کہ اوسپر دونون ہاتھہ کے رکہنی سے استعمال حکمی پایا گیا بوجه مخصوص قصد کرنا مطہر مٹی کا اور اوسکا استعمال ایک خاص طور پر هم طور خاص سے تیمم کی کیفیت مراد ہی وہ یہہ ہی کہ دونون ہاتھہ مٹی پر ماری پہر اونکو جہاڑی پہر اونسے چہرہ کو ملے پہر کچھہ باقی نرہی پہر دونون ہاتھہ مٹی پر ماری پہر اونکو جہاڑی پہر اونسے دونون ہاتھہ کہنیون تک ملے کذا فی النہر هذا يصلح ان الضربتين ... وهو الاصح الاحوط هم یہہ یعنی طور خاص نے اسکا فائدہ دیا کہ دوبار مٹی پر ہاتھہ کا مارنا تیمم کا رکن ہی اور یہی قول صحیح ہی ... والاصح هم بعضون نے ضربتین کو شرط کہا ہی اور صحیح یہہ ہے کہ رکن ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی التيمم ضربتان ... داخل ہین ولہذا ابو شجاع نے کہاکہ اگر بعد ضرب حدث کیا قبل مسح کے تو اعادہ کری اور اوس مٹی سے مسح کرنا جائز نہین ... صحیح کہا ہی اور یہی مختار ہے شمس الائمہ کا اگرچہ اسبیجابی کا قول اسکی مخالف ہی کذا فی النہر لاجل اقامة القربة ... لا لتعليم القرآن بہ تیمم کرنا بصفت خاص چاہئے عبادت کے ادا کرنے کیواسطے اس کہنے سے تعلیم قرآن کا تیمم خارج ہوگیا اسلئے ... هم اسواسطے کہ جواز نماز کے حق مین شرط ہی اوس عبادت مقصودہ کی نیت کرنا کہ وہ بدون طہارت کے صحیح نہین ... سے کذا فی الطحطاوی وركنه شيئان الضربتان والاستيعاب اور تیمم کی رکن دو چیزین ہین ضربتین یعنے دوبار مٹی پر ہاتھہ مارنا اور تمام اعضاء تیمم پر ہاتھہ پہیرنا وشرطه ستة النية والمسح وكونه بثلث اصابع فاكثر والصعيد وكونه مطهرًا وفقد الماء اور تیمم کی شرطین چھہ ہین ایک ١ نیت ٢ مسح ٣ تین یا زیادہ اونگلیون سے مسح کرنا ٤ مٹی ٥ مٹی کا مطہر ہونا ٦ پانی کا نہ ہونا هم نقدان آب عام ہی حقیقی ہو چنانچہ اوسوقت پانی کا اصلا نہونا یا فقدان حکمی ہو چنانچہ بیماری سے پانی کا استعمال نکرسکنا و سننه ثمانية الضرب بباطن كفيه واقبالهما وادبارهما ونفضهما وتفريج اصابعه وتسمية وترتيب وولاء اور تیمم کی سنتین آٹھہ ہین اول باطن کفین یعنی دونون ہتہیلیونکو اندر کیطرف سے مٹی پر مارنا ٢ ہتہیلیونکو مٹی پر رکہہ کر آگے کہینچنا ٣ اونکو مٹی پر رکہی ہوئے پیچہے ہٹانا کذا فی النہر الفائق ٤ اونکو جہاڑنا ٥ مٹی پر رکہنے کیوقت اونگلیونکو کشادہ رکہنا تاکہ غبار اونکے مابین مین آجاوے ٦ بسم الله کہنا بطور وضو کے ٧ ترتیب یعنی اول منہ کو مسح کرنا پہر داہنی ہاتھہ پہر بائین ہاتھہ کو ٨ پے درپے بلاتوقف مسح کرنا اسطرح کہ اگر پانی کا استعمال ہوتا تو عضو متقدم خشک نہوتا کذا فی الطحطاوی وزاد ابن وهبان في الشروط الاسلام فردته وضممت سننه الثمانية في بيت اخر وعذرت نظم بيته الاول فقلت ٥ والاسلام شرط عذر ضرب ونية ومسح وتعميم صعيد مطهر ❁ سننه سمي وبطن ... ويتبعه وال اقبل وتدبر اور ابن وہبان نے وہبانیہ منظومہ مین تیمم کی شرطون مین اسلام کو زیادہ کہا سو مین نے بھی اسکو زیادہ کیا اور تیمم کی آٹھہ سنتونکو دوسری بیت مین ملادیا اور اوسکی بیت کے نصف اول کو بدلدیا سو مین نے یون کہا ہی اور اسلام شرط ہی تیمم کی وقت اور عذر شرط ہی تیمم کی یعنی پانی کا نہونا یا بیماری اور ضرب کفین اور نیت اور مسح کرنا اور شامل ہو اعضاء تیمم پر ہاتھہ پہیرنا اور مٹی کا ہونا اور اسکا مطہر ہونا شرط

اور سنتین تیمم کی یہہ ہین کہ ابتدا مین تیمم کرنیوالے بسم اللہ کہے اور باطن کفین سے ضرب کرے اور آگے کو کھینچے اور انگلیونکو کشادہ رکھے اور ہاتھونکو جھاڑے اور ترتیب کے ساتھ
تیمم کرے اور پے در پے بلا توقف تیمم کرے اور مٹی پر ہاتھ رکھکر آگے کو کھینچے اور پیچھے ہٹاوے اور منجملہ شروط تیمم کے جیسے اہل تصانیف نے غفلت کی انقطاع
حیض اور نفاس سے اور زائل ہونا مانع مسح کا چنانچہ موم اور چربی کا اعضاء تیمم پر ہو کذا فی الطحطاوی من البحر مبتداء خبرہ تیمم عن
استعمال الماء المطلق الکافی لطہارتہ لصلوۃ تفوت الی خلف لبعدہ ولو مقیماً فی المصر میلاً جو شخص کہ عاجز ہو آب مطلق
کے استعمال سے جو کافی ہو اوسکی طہارت کو اوس نماز کیواسطے جو فوت ہوتی ہے اپنا خلیفہ چھوڑکر اسکا عاجز ہونا پانی کے بعید ہونے سے ہو ایک میل
اگرچہ وہ شخص شہر کا مقیم ہو شارح نے کہا من عجز مبتدا ہے اور تیمم اوسکی خبر ہے جو آگے آویگا چند سطر کے بعد ہم آب مطلق اور کافی کی قید
اسواسطے لگائی کہ آب مقید اور غیر کافی بمنزلہ معدوم کے ہے اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے مین نماز کی مانع ہے کفایت
کرتا ہے تو اوس سے کپڑا دہووے اور وضو کی عوض تیمم کرے سبکے نزدیک اور اگر وضو کرکے نجس کپڑے سے نماز پڑھیگا تو نماز ادا ہوگی مگر گنہگار ہوگا
چنانچہ بحر الرائق مین ہے خانیہ سے اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑکر فوت ہوتی ہے وہ پنجگانہ نماز ہے جسکا خلیفہ قضا ہے اور نماز جمعہ ہے جسکا خلیفہ ظہر ہے
اور جس نماز کا خلیفہ کوئی نہین وہ نماز جنازہ اور عیدین ہے تو نماز جنازہ اور عیدین کیواسطے تیمم کرنا درست ہے اگرچہ پانی موجود ہو شارح نے
مقیم شہر کو اسواسطے شامل کر لیا کہ تیمم کی شرط عدم آب ہے پہر جہان یہہ شرط متحقق ہو وہین تیمم جائز ہے سفر ہو یا اقامت چنانچہ یہہ مسئلہ
اسرار مین مصرح ہے خانیہ مین ہے کہ قلیل سفر اور کثیر تیمم مین برابر ہے وتمامہ فی الطحطاوی اربعۃ آلاف ذراع وھو اربع وعشرون
اصبعاً وھی ست شعیرات ظہر لبطن وھی ست شعرات بغل میل چار ہزار گز ہے اور گز ۲۴ انگل کا ہے اور انگلی چھہ جو کی ہے
اسطرح کہ ایک جو کی پیٹھہ دوسری جو کے پیٹ سے ملی ہو اور جو خچر کے چھہ بالون کا ہے او لمرض یشتد او یمتد بغلبۃ ظن او قول حاذق
مسلم ولو بتحرک یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے اوس بیماری کے سبب سے جو سخت ہوتی ہے یا دراز ہو جاتی ہے بظن غالب یا طبیب کامل
مسلمان کے کہنے سے اگرچہ شدت مرض اور بڑھنا حاصل ہوتا ہو حرکت کرنے سے ہم یعنی جب بیمار کو ظن غالب ہو کہ اگر مین وضو یا غسل کرونگا تو بیماری تیز
ہوگی یا طول کھینچیگی یا طبیب حاذق مسلم بتاوے تو تیمم کرنا جائز ہے اسیطرح اگر بیمار کے پاس پانی نہین ہے اور اوسکے پانو مین سخت پھوڑا یا نہروا ہے اور وہ یقین
غالب جانتا ہے کہ مین اوٹھکر پانی لاؤنگا تو بیماری زیادہ ہوگی تو اب بھی تیمم اوسکو جائز ہے او لم یجد من یوضئہ یا بیمار نے نپایا اوسکو جو اسکو وضو کراوے
اور وہ خود وضو کرنے کی طاقت نہین رکھتا فان وجد ولو باجر المثل ولہ ذلک لا یتیمم فی ظاہر المذہب کما فی البحر پہر اگر بیمار وضو کرنیوالیکو
پاوے اگرچہ دستور کے موافق مزدوری دیکر ملتا ہو اور اوسکو مزدوری دینے کی طاقت ہے تو ایسا بیمار تیمم نکرے ظاہر مذہب مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے
وفیہ لا یجب علی احد الزوجین توضئۃ صاحبہ او تعہدہ وفی مملوکہ یجب اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجین مین سے ایک پر وضو کروانا دوسرے کا
یا خبرگیری اوسکی واجب نہین اور لونڈی غلام مین واجب ہے یعنی مالک مملوک کی خبرگیری کرے اور مملوک مالک کی او برد یہلک الجنب او یمرضہ
ولو فی المصر اذا لم یکن لہ اجرۃ حمام ولا ما یدفئہ یا عاجز ہو اوس سردی سے جو جنابت والیکو ہلاک کرتی ہے یا بیمار کرتی ہے اگرچہ جنب شہر
مین ہو جبکہ اوسکے پاس حمام مین نہانے کی مزدوری نہو اور نہ وہ چیز جو غسل کرنے والیکو گرم کرے یعنی پانی گرم کرنیکا سامان نہو اور نہ مکان محفوظ اور
نہ ایسا لباس ہم شارح نے جنب کی قید اسواسطے لگائی کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑکر تیمم کرنا جائز نہین صحیح قول مین مصفی مین اسپر اجماع نقل کیا
ہے اسواسطے کہ یہہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو مین ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہین ہوتی عادت مین کذا فی البحر وما قیل انہ فی زماننا یتحیل
بالعدۃ فمما لم یاذن بہ الشرع اور وہ قول جو کسی نے کہا کہ جو جنب ہلاکی سے ڈرے وہ ہمارے زمانہ مین حمام کے نہانے کیواسطے حیلہ کرے مزدوری
دینے کا وعدہ کرے سو یہہ بات اوس قسم سے ہے جسکی شرع شریف نے اجازت نہین دی یعنی جو مفلس ہو وہ معذور ہے تیمم کرے اس حیلہ گری کی کچھ حاجت
نہین نعم اذا کان لہ مال غائب یلزمہ الشراء نسیئۃ والا لا ہان اگر اوس شخص کا مال اوس وقت موجود نہو تو اوسکو لازم نہین خرید کرنا وعدہ پر

اُس چیز کا جو ضروری کو دفع کرے اور اگر مطلق مال نہو تو خریدنا لازم نہیں وہ معذور ہے تیمم کرے او لخوف عدو یخاف علی نفسه او ماله او من
فاسق یا حنش عدو او حیة او نار ولو امانة یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے دشمن کے خوف سے اپنی جان پر خواہ دشمن آدمی یا غیر آدمی جیسے سانپ یا
آگ کا ہونا پانی کے پاس اگرچہ یہ خوف عورت کو مرد فاسق سے کہ پانی کے پاس ہے یا خوف ہو قرضخواہ کے گرفتار کر لینے سے یا خوف ہو اپنے مال پر اگرچہ اوسکے
پاس کا مال بطریق امانت کے ہو اگر مدیون مفلس ہے تو خوف حبس کا البتہ عذر ہے اور اگر مقدور والا ہے تو عذر نہیں اسواسطے کہ وہ ظالم ہے ادا کرنے
میں دیر لگانے سے ثم ان نشا الخوف بسبب وعید عبد اعاد الصلوة والا لا لانه سماوی پھر اگر خوف ہوا ہے بندہ کے ڈرانے سے
تو تیمم بعد زوال خوف کے نماز کو پھر پڑھے اور اگر بندہ کے طرف سے نہیں ہے تو اعادہ نہ کرے اسواسطے کہ وہ خوف آسمانی ہے یعنی خدا کیطرف سے ہے
کذا فی البحر ناقلا عن الخلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ اگر اسیر مسلم کو کافر نے وضو اور نماز سے منع کیا تو تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑھے پھر نماز کا اعادہ
کرے جب چھوٹے اور اسیطرح جبکہ مالک نے کہا اپنے غلام سے کہ جب تو وضو کریگا تو تجکو قید کرونگا یا قتل کرونگا تو وہ تیمم سے نماز پڑھے پھر اعادہ کرے
کیونکہ مانند اسواسطے کہ تیمم کی طہارت منع وجوب اعادہ میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی او عطش ولو لکلبه او رفیق القافلة حالا او
مآلا یا عاجز ہو بالفعل یا بالقوہ کی تشنگی کے خوف سے اگرچہ اپنے کتے یا رفیق قافلہ کی تشنگی کا خوف ہو جس پانی کی رفع عطش کیواسطے حاجت ہو وہ
بمنزلہ معدوم کے ہے خواہ اپنی پیاس ہو یا اپنے جانور کی یا اہل قافلہ کی آشنا ہو یا اجنبی تو ان صورتوں میں باوجود پانی کے تیمم جائز ہے وکذا العجین
او ازالة النجس کما سیجیء اور تشنگی کی مانند ہے آٹا گوندنا یا بدن اور کپڑے سے نجاست کا دور کرنا چنانچہ اسکا بیان عنقریب آویگا وقیده ابن الکمال
عطش دوابه بتعذر حفظ الغسالة لعدم الاناء اور ابن کمال نے چوپایوں کی تشنگی کے خوف کو مقید کیا ہے تعذر حفظ غسالہ کے ساتھ برتن کے
نہونے سے یعنی اگر وضو اور غسل کا غسالہ برتن کے ہونے سے رہ سکتا ہو تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ اونکی دفع تشنگی غسالہ مذکور سے ممکن ہے اور اگر
برتن نہو تو جانوروں کیواسطے پانی رکھے اور آپ تیمم کرے وفی السراج للمضطر اخذه قهرا وقتاله اور سراج میں ہے کہ مضطر کو یعنی جو شخص کہ
پیاس کے مارے مرتا ہو تو اوسکو دوسرے شخص کا پانی زبردستی لینا اور اگر وہ نہ دے تو اوس سے لڑنا جائز ہے بشرطیکہ پانی کا مالک بوجہ تشنگی پانی کیطرف محتاج
نہو والا وہی مقدم ہے غیر سے کذا فی البحر فان قتل رب الماء فهدر پھر اگر لڑائی میں پانی کا مالک مارا گیا تو اوسکا خون رائگان ہے یعنی نہ اوسمیں
قصاص ہے نہ خونبہا نہ کفارہ کذا فی البحر وان المضطر ضمن بقود او دية اور اگر مضطر مارا گیا تو پانی کا مالک ضامن ہوگا قصاص یا دیت کا
یعنی اگر قتل عمد ہے تو قصاص ہے اور اگر شبہ عمد یا خطا یا جاری مجرای خطا ہے تو عاقلہ پر دیت ہے اور قاتل پر کفارہ کذا فی البحر او عدم آلة
طاهرة یستخرج بها الماء یا عاجز ہو پانی کے استعمال سے بسبب نہونے اوس پاک سامان کے جس سے پانی نکالا جاتا ہے یعنی جب کنوئیں میں پانی ہو اور رسی
اور ڈول نہو تو عاجزی ثابت ہوئی کنوئیں کا وجود اور عدم برابر ہے اور اگر ڈول ناپاک ہوا تو بھی اوسکا وجود اور عدم برابر ہے تیمم جائز ہے فلو
نشا شا تیمم جائز نہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا پانی نکل سکتا ہو اور اسیکی مانند رومال اور کپڑا ہے یعنی اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکلنا ممکن ہو تو اوسکو نچوڑ کر
وضو کرنا لازم ہے اگرچہ پیدا وضو چند مرتبہ لٹکانے سے متصور ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں وان نقص بادلاء او شقه نصفین قدر قیمة الماء
تیمم جائز نہیں اگرچہ کپڑا وغیرہ کنوئیں میں لٹکانے یا اوسکو دو ٹکڑے کرنے سے بقدر قیمت پانی کے ناقص اور خراب ہو جاوے صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلا
کچھ رنگ کی پگڑی ہے کہ پانی میں ڈالنے سے بدرنگ ہو کر کم قیمت ہو جاتی ہے یا دوپٹہ وغیرہ ہے کہ نصفا نصف پھاڑنے سے پانی تک پونچتا ہے تو اگر
پگڑی یا دوپٹہ کا نقصان اوسقدر ہے جسقدر سے پانی خرید ہو سکتا ہے تو تیمم جائز نہیں پانی نکالکر طہارت کرے اور اگر پانی کی قیمت سے زیادہ تر نقصان
لازم آتا ہے تو تیمم جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں منصوص نہیں ہے بلکہ شافعی مذہب میں مذکور ہے تو شیخ میں کہا ہے کہ یہ سب ہمارے
مذہب کے قواعد کے موافق ہے کما لو وجد من ینزل الیه باجر چنانچہ اگر پاوے اُس شخص کو جو کنوئیں میں اوترے اور پانی لاوے مزدوری کے
بدلے یعنی اگر اجرت مثل لے تو اجرت دینا لازم ہے اور تیمم جائز نہیں اور اگر زیادہ مانگے دستور سے تو تیمم بلا اعادہ جائز ہے کذا فی البحر تلخیصا لهذا

الا عند كل مرة كما اگر عاجز ہو کرنے تیمم کر لیا ان سبب عذر ون سے یعنی میل بھر کا پانی دور ہونا یا بیماری یا سردی یا خوف دشمن یا خوف تشنگی یا عدم آلہ اگر کسی علت مستقلہ سے جواز تیمم کی حتے لو تیمم بعدم الماء ثم عرض مرض یبیح التیمم لم یصل بذلک التیمم لان اختلاف اسباب الرخصة یمنع الاحتساب بالرخصة الاولی وتصیر الاولی کان لم یکن جامع الفصولین فلیحفظ تو اگر ایک شخص نے تیمم کیا پانی کے نہونے سے پھر اوسکو ایسی بیماری ہو گئی جسکے سبب سے تیمم کرنا اوسکو مباح ہو گیا تو اوس تیمم سے نماز نہ پڑھے اسواسطے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا اور بدلنا پہلے رخصت کی شمار کرنے اور کفایت کرنے کو مانع ہوتا ہے اور پہلے رخصت اسطرح ہو جاتی ہے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی کتاب مذکور ہے جامع الفصولین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رخصت سے مراد یہان تیمم ہے اور اسباب سے مراد بُعد اور مرض اور خوف عدو اور عطش اور فقدان آلہ ہے جامع الفصولین سے مراد وہ کتاب ہے جو فصول عمادی اور فصول استروشنی کی جامع ہے مستوعبا وجهه حتى لو ترک شعرة او وترة منخريه لم يجز تیمم کرے اپنے چہرے کو پورا مسح کرکے یہانتک کہ اگر ایک بال کو یا اپنے نتھنے کے کنارے کو یا حجاب بین المنخرین کو مسح کرنے سے چھوڑ دیگا تو تیمم جائز نہوگا کذا فے الطحاوی ویدیه بعینه الخاتم والسوار اومحرکه بعینه معروفقیه وهی ممسوحة الا قطع اور پھر مسح کرے اپنے دونون ہاتھون کا تو انگوٹھی اور کنگن کو نکال ڈالے تاکہ مسح سے وہ مقام باقی نرہے یا اوسکو حرکت دے یعنی اپنے مقام سے ہٹا دے اسیکا فتوی ہے یعنی وضو کیطرح یہان فقط تحریک کافی نہین ہے دونون مسح کرے دونون ہاتھون کا مسح کرنے دونون کہنیون کے ساتھ تو جسکا ہاتھ کٹا ہے اور کچھ کہنی باقی ہے تو اوسکا بھی مسح کرے بضربتین ولو من غیره تیمم کرے دو دفعہ مٹی پر ہاتھ مارکے اگرچہ ضربتین متیمم کی غیر سے صادر ہون یعنی اگر کوئی دوسرے کو تیمم کرا دے تو اوسکو بھی ضربتین کافی ہین اسطرح کہ ایکبار سے اوسکے چہرے کو مسح کرے اور دوسری بار ایک ہاتھ سے ایک ہاتھ کو مسح کرے اور دوسری بار دوسرے ہاتھ کو ہم حاکم اور طبرانی اور دار قطنی نے جابر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين یعنی اہل حدیث اس حدیث کو ضعیف کہتے ہین لیکن حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور دار قطنی نے کہا کہ اسکے راوی سب ثقات ہین معلوم کرنا چاہیے کہ تیمم مین احادیث مختلف اور متعارض ہین بعضی حدیث مین ضربتین ہے اور بعضی مین ضربہ واحدہ اور بعضی مین مطلق ضرب اور بعضی مین کفین اور بعضے مین یدین الی المرفقین اور بعضی مین یدین مطلق اور لینا احادیث ضربتین اور مرفقین کو چنانچہ امام اعظم کا مذہب ہے اقرب باحتیاط اور اعمل باحادیث طرفین ہے اسواسطے کہ ضربتین مین ضربہ داخل ہے اور مسح ذراعین تا مرفقین مین مسح تا کفین داخل ہے دونون بالعکس کذا فی شرح سفر السعادۃ للدہلوی ولو یقوم مقامها كما فی الخلاصة وغیرها لو حرک راسه او ادخله فی موضع الغبار بنية التیمم جاز والشرط وجود الفعل منه یا تیمم کرے اوس فعل سے جو قائم مقام ہے ضربتین کے یعنی تعمیم ہے اسواسطے کی کہ خلاصہ وغیرہا مین ہے کہ اگر تیمم کرنیوالے نے اپنے سر کو ہلایا یعنی سر کو چہرہ کے ساتھ گرد و غبار کے اندر کھڑے ہوئے ہلایا یا اپنا سر غبار کے مقام مین داخل کر دیا تیمم کی نیت سے تو جائز ہے اور جواز تیمم کی شرط وجود فعل کا ہے تیمم کرنیوالے سے خواہ وہ فعل مسح ہو یا ضرب یا غیر ضرب کذا فی البحر ہم تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ضرب تیمم کا رکن نہین معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر کتابون مین ذکر ضرب کا واقع ہے اور اصل یعنی مبسوط مین وضع مذکور ہے نہ ضرب تو ابن شجاع نے کہا کہ ضرب رکن ہے تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد ضرب کے نیت کی تو کافی نہین اور اسبیجابی نے کہا کہ ضرب رکن نہین تو اگر بعد ضرب کے حدث واقع ہوا یا بعد اوسکے نیت کی تو کافی ہے فتح القدیر مین ہے کہ بنظر دلیل کے ضرب کا اعتبار نہین اسلیے کہ قرآن مجید مین فقط مسح مامور ہے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ التیمم ضربتان تو یا احد من المسحتین مراد ہے یا بنظر غالب عادت کے ہے تو شارح نے اس مقام مین فتح القدیر کی تحقیق کو اختیار کیا کذا فی الطحاوی ولو جنبا او حائضا طهرت لعادتها او نفساء تیمم کرے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب ہو یا وہ حائض جو پاک ہو گئی اپنی عادت کے موافق یا نفاس والی ہو ہم جنب کو تیمم جائز ہے عمار یاسر کی حدیث کی دلیل سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو تیمم کرنیکا حکم کیا حالانکہ وہ جنب تھے اور حائض اور نفساء ملحق بہ جنب ہین جواز تیمم مین کذا فی النہر بطاهر من جنس الارض وان لم یکن علیه نقع ای غبار تیمم کرے ساتھ پاک کرنیوالی چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اوسپر گرد اور غبار نہو ہم زمین کی جنس سے

مراد وہ چیز ہی جو آگ سے نہ پگھلے اور نہ راکھ ہو جاوی جلکر چنانچہ پتھر اور گچ اور چونہ اور سرمہ اور گیرو اور ہرتال اور گندھک اور یاقوت اور زبرجد
اور زمرد اور فیروزہ اور عقیق اور بہو اور پختہ اینٹ اور پہاڑ کے نمک مین یعنی سیندھا لون مین دو روایتین ہین مگر جواز تیمم پر فتوی ہی چنانچہ
تجنیس مین ہی تو درخت اور شیشہ جو ریت اور ریگ سے بنتا ہے جنس ارض سے خارج ہو گیا الحاصل جو منطبع اور مترمد نہو وہ جنس ارض سے ہی اوس پر
تیمم کرنا جائز ہے ورنہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یدخل بین اصابعہ لم یحتج الی ضربۃ ثالثۃ للتخلیل تو اگر غبار داخل ہوا انگلیون
کے اندر تو تیسری بار ہاتھ مارنے کی خلال کرنے کیواسطے حاجت نہین بلکہ خلال کرے بدون ضرب کے اور یہہ مراد نہین کہ اصلا خلال نکرے اسلیے کہ
استیعاب مسح پوری حقیقت ہی تیمم کی چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح مین ہی اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور عالمگیری مین ہی کہ اگر غبار اونگلیون مین داخل ہو
تو تخلیل اصابع واجب یعنی فرض ہی اور صحیح یہہ ہی کہ کف کا مسح کرنا ضرور نہین بلکہ ضرب کف کافی ہی کذا فی الطحطاوی وعن محمد یحتاج الیہا اور محمد
سے روایت یہہ ہے کہ اگر غبار داخل نہو تو تیسری ضرب کی حاجت ہی نعم لو تیمم غیرہ یضرب ثلثا للوجہ والیمنی والیسری قست ہان اگر
دوسرے کو تیمم کرا دے تو تین بار ہاتھ زمین پر مارے ایک چہرے کیواسطے اور دوسری بار داہنے کیواسطے اور تیسری بار بائین ہاتھ کے لیے ایسا کہا ہی قہستانی
شارح نقایہ نے وبہ مطلقا ای بجنس التراب او لانہ تراب دقیق اور غبار سے ہر طرح تیمم جائز ہے مٹی ملے یا نہ ملے اسواسطے کہ غبار تو باریک
مٹی ہے فلا یجوز بلؤلؤ ولو مسحوقا لتولدہ من حیوان البحر ولا بمرجان ایضا لشبہہ بالنبات لکونہ اشجارا نابتۃ فی قعر البحر علی ما
حررہ المصنف جب تیمم کیواسطے جنس زمین کا ہونا شرط ہوا تو تیمم جائز نہین موتی سے اگرچہ وہ پسا ہو اسواسطے کہ اوسکی پیدائش ہی سمندر
کے جانور سے اور مونگے سے بھی تیمم جائز نہین کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہی اسواسطے کہ مونگا ان درختون سے ہے جو سمندر کی تہ مین جمتے ہین ایسی تحریر
اور تنقیح کی ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہہ کہتے ہی صاحب بحر پر اسواسطے کہ اونسے فتح القدیر سے عدم جواز تیمم کا مونگے سے نقل کیا پہر اوسکے
سہو پر حکم کیا اسواسطے کہ غایۃ البیان اور توشیح اور عنایہ اور محیط اور معراج الدرایہ اور تبیین مین جواز ثابت ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا ظاہرا
یہہ سہو نہین اسواسطے کہ عدم جواز کی وجہ یہہ ہی کہ مونگا منعقد ہوتا ہے پانی سے موتی کی مانند بدلیل شہادت اہل تجربہ اور جو جواز کے قائل ہین وہ
اسکو اجزاء ارض سے سمجھے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا بمنطبع کفضۃ وزجاج اور تیمم جائز نہین اوس چیز سے جو آگ سے گداختہ ہو یعنی پگھل جاوے
جیسے چاندی اور کانچ ومترمد بالاحتراق اور نہ راکھ ہو جانیوالی چیز سے جلکر یعنی جو آگ سے جلکر راکھ ہو جاوے چنانچہ درخت ای اکثر ما حاذا الحجر
فیجوز بحجر مدقوق او مغسول وحائط مطین او مجصص واوان من طین غیر مدہونۃ وطین غیر مغلوب بماء اگر پتھر کی راکھ سے تو تیمم جائز
ہے جیسے جائز ہی کوٹے پتھر یا دہوئے صاف پتھر سے یعنی اگرچہ اوسپر غبار نہو اور جائز ہے کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنون
سے جو روغنی نہین اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہین ہم تو ظرف چینی سے تیمم جائز نہین اسواسطے کہ اوسپر کانچ کا روغن ہوتا ہے ہان اگر جنس
ارض سے انپر روغن ہو چنانچہ گیرو کا تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق سے مستفاد ہوتا ہی اور گیلی مٹی جسکو گارا اور پنچشا بولتے ہین اگر اوسمین پانی غالب ہی مٹی پر
یا برابر ہی تو اوس سے تیمم جائز نہین چنانچہ متن مین مذکور ہو گا کہ غالب چیز کا حکم ہے لکن لا ینبغی التیمم بہ قبل خوف فوت وقت لئلا یصیر
مثلۃ بلا ضرورۃ لیکن گیلی مٹی سے تیمم کرنا فوت ہو جانے وقت کے ڈر سے پہلے نہ چاہیئے تاکہ بدشکل نہو جاوی یہہ صورت مگر بدون ضرورت کے ہم
یعنی گیلی مٹی سے تیمم خلاف اولی ہے اور اگر کریگا تو جائز ہے ولوالجیہ مین ہی کہ اگر مسافر کادی کی جگہہ مین ہوا اور صعید یعنی خشک مٹی نپاوی تو اپنا کپڑا
جہاڑکر تیمم کرے اگر اوسپر غبار ہوا اور اگر غبار نہو تو اپنی کپڑی مین گیلی مٹی لگا دے جب وہ خشک ہو تو تیمم کرے کذا فی النہر ومعادن فی محالہا فیجوز
بہ لا بعینہا جیسے جائز ہے تیمم کانی چیزون سے جو اپنی اصلی مکان پر ہین یعنی جب تک اونکو خاک سے جدا نہین کیا چنانچہ خاک آمیختہ سونا اور چاندی
اور لوہا کہان کا تو تیمم اوس پر جائز ہے بسبب اوس مٹی کے جو اوسپر لپٹی ہے کذا فی النہر وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمدیدہ
علیہ وان لم یستبن لم یجز اور معدن مین جواز تیمم کیواسطے اسبیجابی نے یہہ قید لگائی کہ مٹی کا اثر ظاہر ہو اوسپر دو نوہاتھ پہیلا کر اور اگر مٹی کا

کا پر نہو تو معادن سے تیمم کرنا جائز نہیں وکذا کل ما لا یجوز التیمم علیہ کحنطۃ وجوخ بخلاف نحو معادن مثل معادن کے ہر ایک وہ چیز ہے جس پر تیمم جائز
نہیں مانند گیہوں اور بانات کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ خوب بات ہے کذا فی النہر م فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ غبار سے تیمم
کرنے کی یہہ صورت ہے کہ اپنے دونوں ہاتھہ مارے کپڑے یا نمد یا تکیہ مین اور مانند اسکے اعیان طاہرہ مین جن پر غبار ہے پہر جبکہ غبار اوسکے ہاتہون پر
پڑے تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جہاڑے تاکہ غبار نکلے پہر اپنا ہاتہہ اوٹہاوے غبار مین ہوا کے اندر سو جبکہ غبار ہاتہون پر پڑے تو تیمم کرے والحکم
للغالب لو اختلط تراب بغیرہ کذہب وفضۃ ولو مسبوکین اور حکم ہے غالب چیز کا یعنی غالب چیز کا اعتبار ہے اگر مٹی ملی ہو دوسری چیز سے
جسپر تیمم جائز نہیں چنانچہ سونا اور چاندی اگرچہ دونوں گداختہ ہون اور مٹی سے صاف ہوگئی ہون م شارح اس تعمیم مین شرح مصنف کا تابع ہوا
اور مصنف نے اسکو بحر الرائق عن المحیط نقل کیا لیکن مین نے جو بحر الرائق کو دیکھا تو اوسمین محیط سے یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر تیمم کیا سونے یا چاندی سے
اگر وہ مسبوک یعنی گداختہ ہون تو جائز نہیں اور اگر گداختہ نہیں اور مختلط ہین مٹی سے اور غلبہ مٹی کو ہے تو جائز ہے اور یہہ اوسمین مذکور نہیں کہ جب گداختہ
ہون اور مٹی کے ساتھہ ہون اور زیلعی مین ہے کہ تیمم جائز ہے سونے اور چاندی اور لوہے اور تانبے سے اور مانند انکی جبتک کہ وہ زمین پر ہین اور انسے
کوئی چیز نہیں بنائی گئی اور بعد گداختگی تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی والارض محترقۃ فلو الغلبۃ للتراب جاز والا لا خانیہ اور جلی مٹی راکھہ
سے ملے تو اگر مٹی غالب ہو راکھہ سے تو تیمم جائز ہے اور اگر غالب نہیں یعنی مغلوب یا برابر ہے تو تیمم جائز نہیں کذا فی الخانیہ م یعنی زمین پر کا جہاڑ بوٹا
جل گیا اور اوسکی مٹی سے ملگیا تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر مٹی جلی بدون اختلاط کسی چیز سے یہانتک کہ سیاہ ہوگئی تو اوس سے تیمم جائز ہے اسواسطے کہ
احتراق سے مٹی کا رنگ بدلگیا نہ اوسکی ذات کذا فی الطحطاوی ومنہ علم حکم المساوی اور خانیہ کی تقیید غلبہ تراب سے معلوم ہوگیا برابر کا حکم یعنے
اگر مٹی برابر ہے دوسری چیز سے تو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ مٹی غالب نہیں وجاز قبل الوقت ولاکثر من فرض وجاز لغیرہ کالنفل لانہ بدل
مطلق عندنا لا ضروری اور تیمم جائز ہے نماز کے وقت سے پہلے اور ایک تیمم چند فرضون کیواسطے اور تیمم جائز ہے غیر فرض کے لئے چنانچہ نفل کیواسطے
اسواسطے کہ تیمم مطلق بدلا ہے وضو اور غسل کا ہمارے نزدیک نہ ضروری بدل م یعنی جب کہ پانی نہو تو تیمم بدل مطلق ہے اور اوس سے حدث مرتفع ہوجاتا ہے
تا وجود آب اور یہہ نہیں کہ وہ نماز کو مباح کردیتا ہے باوجود قائم ہونے حدث کے اور شافعی کے نزدیک تیمم بدل ضروری ہے لہذا مبیح نماز ہے حالانکہ
حدث حقیقۃً موجود ہے تو اونکے نزدیک قبل وقت کے جائز نہیں اور اوس سے ایک فرض سے زیادہ نماز جائز نہیں اور ہمارے نزدیک فرض اور نفل
جو چاہے پڑھے کذا فی المنح وجاز لخوف فوت صلوٰۃ جنازۃ ای کل تکبیراتہا ولو جنبا او حائضا اور تیمم جائز ہے نماز جنازہ کی فوت
ہوجانے کے خوف سے یعنی تمام تکبیرون کے فوت ہونیکے ڈر سے اگرچہ تیمم کرنیوالا جنب یا حائض ہو م اور اگر فوت ہونیکا خوف نہو اسطرح پر کہ ایک ہی
شخص نماز جنازہ کا واقف ہو اور جبکہ وضو کرنے جائیگا تو اوسکا انتظار ہوگا تو اوسکو تیمم جائز نہیں اور اگر معلوم کرے کہ وضو کرنے مین بعض تکبیرات
مین شریک ہوگا تو بھی اوسکو تیمم جائز نہیں اسواسطے کہ باقی ادا کرنا تنہا اوسکو ممکن ہے کذا فی البحر عن البدائع ولو جیئ باخری ان امکنہ
التوضی بینہما ثم زال تمکنہ اعاد التیمم والا لا بہ یفتی اور جو ایک جنازہ کی نماز کے بعد دوسرا جنازہ لوگ لائے تو اگر اوس متیمم کو بین ان
دونون کے وضو کرنا ممکن ہوا پانی ملنے اور فرصت پانے سے پہر یہہ قدرت زائل ہوگئی تو پہر تیمم کرے دوسری جنازہ کیواسطے بالاتفاق اور جو
انہین مین وضو پر قدرت نہوئی تو تیمم کا اعادہ نہین شیخین کے نزدیک اسی قول اخیر پر فتوی ہے کذا فی البحر عن المصفی وفوت عید بفراغ امام
او زوال شمس اور جائز ہے تیمم نماز عید کی فوت ہوجانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈہلنے آفتاب کے م یہہ حکم ہے کل نماز عید
کے فوت ہونیکا اور اگر مقتدی وضو کرکے شریک ہو بعض نماز مین تو تیمم جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو کان یبنی بناء بعد شروعہ
متوضیا وسبق حدثہ اگرچہ خائف فوت نماز جنازہ یا عید تیمم کرکے بنا کرتا ہو بعد شروع کرنے نماز کے وضو سے اور غالب ہونے حدث کے یعنی وضو
کرکے نماز جنازہ یا عید شروع کی پہر وضو ٹوٹ گیا اور خوف ہے کہ اگر وضو پہر کریگا تو نماز فوت ہوجاویگی تو امام کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرنا جائز ہے

خلافا للصاحبین کذا فی البحر بلا فرق بین کونہ اماما اولا فی الاصح بدون فرق کے درمیان ہونے اُس بات کے کہ امام یا غیر امام صحیح قول مین
یعنے جب فوت نماز عید یا جنازہ کا خوف ہو تو امام اور غیر امام دونونکو تیمم جائز ہی لان المناط خوف الفوت لا الی بدل ای اسواسطے کہ
جواز تیمم کا مدار اسصورت مین خوف ہی فوت ہونیکا بلا عوض یعنے جو نماز فوت ہوتی ہو اور اوسکا بدلا نہوسکتا ہو قضا کرنے سے تو اوسکے فوت ہو جانے
کے ڈر سے تیمم جائز ہے جاز لکسوف وسنن رواتب ولو سنۃ فجر خاف فوتہا وحدہا جب جواز تیمم کا خوف فوت پر مدار ہوا تو تیمم
جائز ہے سورج گہن اور اسیطرح چاند گہن کی نماز کیواسطے اور موکدہ سنتون کیواسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت کہ ڈرا ہو فقط اوسکی فوت ہونیسے بدون فرض کے
ہم یہہ بحث ہی حلبی شارح منیۃ المصلی کی کذا فی الطحطاوی یعنی اگر خوف ہو کہ پانی کو لیں جانے تک سورج گہن ہو چکیگا یا ظہر اور مغرب کا فرض ادا
کر چکا اور وضو ٹوٹ گیا اور پانی تک جانے مین وقت فوت ہوتا ہو تو تیمم کرکے سنتین پڑھ لے اور فقط سنت فجر کی فوت ہونیکے بدون فرض
کیصورت یہہ ہے کہ پانی میل بھر سے کم ہے خادم پانی لینے گیا ہی لیکن اوسکے آنے تک فقط وضو کرنے اور فرض پڑھنے کا وقت باقی رہیگا تو تیمم
کرکے فجر کی سنتین پڑھے پھر جب پانی آوے تو وضو کرکے فرض ادا کرے طحطاوی نے کہا فقط فوت سنت فجر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سنت کا
فرض کے ساتھہ فوت ہونیکا خوف ہو تو تیمم نکرے اسواسطے کہ سنت کو فرض کے ساتھہ قضا کر لیگا ولنوم وسلام وردہ وان لم تجز الصلوۃ
بہ اور جائز ہے تیمم سونے اور سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کیواسطے یعنی باوجود پانی ہونے کے اگرچہ اُس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں
ہم اس تیمم سے نماز اسواسطے جائز نہیں کہ نماز کے تیمم کیواسطے فقدان آب حقیقۃ یا حکما ضرور ہے اور یہہ کہ اُس عبادت مقصودہ کی نیت کرے
جو حلال نہیں بدون طہارت کے قال فی البحر وکذا الکل ما لا یشترط لہ الطہارۃ لما فی المبتغی وجاز لدخول مسجد مع وجود الماء
وللنوم فیہ واقرہ المصنف بحر الرائق مین کہا اور اسیطرح تیمم جائز ہے یعنی باوجود پانی کے ہر ایک اُس عمل کیواسطے جسکے لئے طہارت شرط نہین
بدلیل اُس قول کے جو مبتغی مین یون ہے اور جائز ہی تیمم مسجد مین جانے کیواسطے باوجود پانی ہونیکے اور مسجد مین سونے کیواسطے اور مصنف نے اپنی شرح
مین اسکو ثابت رکہا ہے یعنی اسپر رد نہین کیا لکن فی النہر الظاہر ان مراد المبتغی الجنب فسقط الدلیل لیکن نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر یہ
ہے کہ مبتغی کی مراد جنب ہی تو بحر الرائق کی دلیل ساقط ہو گئی ہم یعنی جب مبتغی کے کلام سے جنب مراد ہوا تو صاحب بحر کا کلیہ ثابت نرہا کیونکہ جنب کو
طہارت شرط ہے لیکن حلبی محشی نے کہا کہ کلام مبتغی سے ارادہ کرنا جنب کا مسلم نہین ہو اسلئے کہ دو حال سے خالی نہین کہ پانی مسجد کے باہر ہو یا
اندر اگر باہر ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ جنب کا داخل ہونا مسجد مین باوجود ہونے پانی کے خارج مین باتفاق ہمارے علماء کے جائز نہین اور اگر مسجد کے اندر
ہے اور یہی احتمال صحیح ہی مگر یہہ احتمال مبتغی کی عبارت سے بعید ہے بدلیل قولہ والنوم فیہ کذا فی الطحطاوی قلت وفی المنیۃ وشرحہا تیممہ
لدخول مسجد ومس مصحف مع وجود الماء لیس بشیء بل ہو عدم لانہ لیس بعبادۃ یتوقف فوتہا مین کہتا ہون اور منیۃ المصلی
اور اوسکی شرح مین ہے کہ شخص کا تیمم کرنا مسجد کے داخل ہونے اور مصحف کے چہونے کیواسطے باوجود پانی کے کوئی چیز نہین بلکہ وہ بمعدوم تیمم
نکرنے کی برابر ہے اسواسطے کہ دخول مسجد اور مصحف کا مس وہ عبادت نہین جسکے فوت ہو جانیکا ڈر ہو ہم یہہ تائید ہی صاحب نہر کی اور اگر دخول
مسجد کو جنب پر محمول کیجئے تو کلام مبتغی کے مخالف نہین ہی لکن فی القہستانی عن المختار جوازہ مع الماء لسجدۃ التلاوۃ لیکن
قہستانی مین مختار سے منقول ہی کہ پسندیدہ قول جواز تیمم کا ہی پانی ہونیکے ساتھہ سجدہ تلاوت کیواسطے ہم یہہ استدراک ہی منیۃ المصلی کی دلیل پر
کہ جس عبادت کے فوت ہونیکا کچہہ خوف نہو اوسکے واسطے تیمم جائز نہین یعنی سجدہ تلاوت مین طہارت شرط ہے اور اوسکے فوت ہونیکا خوف نہین
باوجود اسکے تیمم جائز ٹہرا حلبی نے کہا کہ یہہ نقل ضعیف مخالف ہم ہی قاعدہ کے کیونکہ سجدہ تلاوت مین طہارت مشروط ہی اور فوت ہوتی ہی خلیفہ
اپنا چہوڑ کر لکن سیجیء تقییدہ بالسفر لا الحضر لیکن عنقریب فروع مین آویگا مقید کرنا جواز تیمم کا سجدہ تلاوت کیواسطے سفر کے ساتھہ یعنی یہہ سفر
مین درست ہو نہ حضر مین ہم اس مسئلہ کی گفتگو فروع مین مذکور ہو گی ثم رأیت فی النہر عنہ وشرحہا ما یؤید کلام البحر پہر علامہ ابو بکر

کی شرح الاسلام اور اوسکی شرح مین مین نے وہ دیکھا جو بحر الرائق کے کلام کی تائید کرتا ہی کہ جسمین طہارت مشروط نہین اوسمین تیمم جائز ہو باوجود
پانی کے قال وظاہر الروایۃ جوازہ یعنی مع وجود الماء وان لم تجز الصلوۃ بہ صاحب شرح یا صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الروایۃ جائز ہونا تیمم کا ہی جو چیز کی
واسطے باوجود ہونے پانی کے اگرچہ اوس تیمم سے نماز جائز نہین ھ اکثر نسخون مین ظاہر الروایۃ ہے اور ایک نسخہ مطبوعہ مصر مین ظاہر البزازیۃ ہے
فلیتامل بل یعتبر بل اکثر لما مر من الضابط انہ یجوز لکل ما لا تشترط الطہارۃ لہ ولو مع وجود الماء مین کہتا ہون بلکہ وہی چیز بلکہ اکثر کے
واسطے تیمم مذکور جائز ہے اسواسطے کہ یہہ قاعدہ گذر گیا کہ تیمم جائز ہے ہر ایک اوس عمل کیواسطے جسمین طہارت مشروط نہین اگرچہ پانی موجود ہو واما
ما تشترط لہ فیشترط فقد الماء کتیمم لمس مصحف فلا یجوز لواجد الماء واما للقراءۃ فان محدثا فکالاول او جنبا فکالثانی اور جس
فعل کیواسطے طہارت شرط ہے سو وہان تو پانی کا نہونا تیمم کیواسطے مشروط ہی چنانچہ مصحف کے چہونیکے واسطے تیمم کرنا سو وہ جائز نہین پانی کے
پانیوالے کو اور اگر قران پڑہنے کیواسطے ہی سو اگر بیوضو ہے تو وہ اول کی مانند ہے یعنی باوجود پانی کے اوسکو تیمم جائز ہے یا کہ وہ شخص جنب
ہے تو ثانی کی مانند ہے یعنی پانی کے ہونے اوسکو تیمم درست نہین وقالوا لو تیمم لدخول مسجد او لقراءۃ ولو من مصحف او مسہ او کتابتہ
او تعلیمہ او لزیارۃ قبور او عیادۃ مریض او دفن میت او اذان او اقامۃ او اسلام او سلام او ردہ لم تجز الصلوۃ بہ
عند العامۃ بخلاف صلوۃ جنازۃ او سجدۃ تلاوۃ فتاوی شیخنا خیر الدین رملی اور فقہانے کہا ہے کہ اگر تیمم کیا دخول مسجد کیواسطے یا
قران پڑہنے کیواسطے اگرچہ مصحف دیکھکر پڑہے یا مصحف کے چہونیکو یا اوسکی لکہنے کو یا اوسکی تعلیم کو یا زیارت قبور کے لئے یا بیمارپرسی کیواسطے یا مردہ
دفن کرنے کو یا اذان یا اقامت کیواسطے یا مسلمان ہونے کو یا سلام کرنے کو یا سلام کے جواب دینے کو تو ایسے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہین اکثر
علما کے نزدیک برخلاف نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے یعنی اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کیواسطے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز پڑہنا جائز ہے
بشرطیکہ پانی موجود نہو یہہ ہمارے استاد خیر الدین رملی کے فتاوی مین مذکور ہے قلت وظاہرہ انہ یجوز لہ فعل ذلک فتامل مین کہتا ہون
فتاوی مذکورہ کا ظاہر کلام یہہ ہی کہ اوسکو اسکا کرنا جائز ہے یعنی تیمم کرنا سجدہ تلاوت کیواسطے درست ہی سوا ای مخاطب تامل کر ھ حلبی محشی نے کہا کہ
مینے تامل کیا سو اوسکو صحیح پایا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ اگر شارح کی یہہ مراد ہی کہ سجدہ تلاوت کے واسطے تیمم باوجود پانی کے جائز ہے
تو یہہ بالاتفاق جائز نہین اور اگر یہہ مراد ہے کہ پانی نہونے کی وقت جائز ہی تو اسکا جواز بالاتفاق ہے تو شارح کے اس کلام کی حاجت نہین تہی ا
کما انہ لا یتیمم لفوت جمعۃ ووقت ولو وترا لفوتہا الی بدل یعنی تیمم نکرے نماز جمعہ اور نماز وقتی کے فوت ہونے سے اگرچہ وتر
کا وقت ہو بسبب فوت ہونے ان نمازون کے اپنا بدلا چہوڑکر یعنی جمعہ کا بدلا ظہر اور پنجگانہ نماز اور وتر کا بدلا قضا ہی برخلاف جنازہ اور عید
کے اسواسطے کہ اونکی قضا نہین وقیل یتیمم لفوت الوقت اور قول ضعیف یہہ ہی کہ تیمم کرے وقت کے فوت ہو جانے کے ڈر سے
ھ قنیہ مین کہا کہ یہہ روایت ہی ہمارے مشائخ سے اور اسپر چند فروع کو متفرع کیا ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر چہت پر ہو رات کو اور کوٹہری کے
اندر پانی ہے اور اندہیری مین اوسکے اندر جانے سے ڈرتا ہی تو تیمم کرے اگر فوت وقت کا خوف ہو کذا فی البحر قال الحلبی فالاحوط ان
یتیمم ویصلی ثم یعید حلبی شارح منیۃ المصلی نے کہا تو ایسی صورتمین احوط یہہ ہی کہ تیمم کرے اور نماز پڑہے پہر وضو کرکے اس نماز کا
اعادہ کرے یعنی قضا پڑہے ویجب ای یفترض طلبہ ولو برسولہ قدر غلوۃ ثلثمائۃ ذراع من کل جانب ذکرہ الحلبی اور واجب
ہے یعنی فرض ہی تلاش کرنا پانی کا اگرچہ اپنا آدمی بہیجکر تلاش کرے بقدر ایک تیر کے جانیکے یعنی ۳۰۰ گز ہر جانب سے اسکو ذکر کیا ہی حلبی نے
ھ تیر پرتاب ۳۰۰ گز مین ۔۔۔۴۰۰ گز تک کذا فی النہر شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے کہ جسطرف پانی کا گمان ہو فقط اوسیطرف اسقدر
تلاش کرنا چاہیئے نہ ہر جانب سے تو شارح کا مطلب یہہ ہے کہ ہر جانب سے جبکہ گمان ہوا وہر تلاش کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وفی البدائع
الاصح طلبہ قدر ما لا یضر بنفسہ ورفقتہ بالانتظار اور بدائع مین ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہی کہ پانی کا تلاش کرنا اسقدر ہو کہ ضرر نہ پہنچے

ھ شامی نے یہی اختیار کرکے عبارت بزازیہ کی نقل اور شارح پر قبیح کیا اور اسکے بعد ظاہر نہین معلوم

تو بیش مین اوسکی ذات کو اور اوسکو سفر کے ساتہیو نکو انتظار کرنے سے یعنی اگر ایک کو بہی اونمین سے ضرر ہو تو عدم طلب مباح ہے اِنْ ظَنَّ
ظنًا قویًّا قُربَہٗ دُونَ مِیلٍ بِاَمَارَۃٍ اَوْاِخْبَارِ عَدْلٍ تلاش فرض ہے اگر گمان قوی ہو پانی کے پاس ہونیکا ایک میل سے کم کسی علامت سے یا ایک
متقی آدمی کے خبر دینے سے ھم ظن مین اور ظن غالب مین فرق یہہ ہے کہ اگر احد الطرفین قوی اور راجح ہو دوسری سے اور دل نہ جمے راجح پر
اور نہ چہوڑے دوسری کو تو اسکا نام ظن اور گمان ہے اور جبکہ احد الطرفین دلمین جم جاوے اور دوسری جانب کو چہوڑ دے تو اوسکا نام اکبر ظن
اور غالب الرای ہے میل کی قید اسواسطے لگائی کہ میل یا مافوق میل بعید ہے اوسکی طلب واجب نہین قرب پانی کی علامت یہہ ہے کہ سبزہ نظر آوے اور
چڑیان گہومتی ہون کذا فے الطحطاوی وَالْاَیَغْلِبْ عَلٰی ظَنِّہٖ قُرْبُہٗ لَایَجِبُ بَلْ یُنْدَبُ اِنْ رَجَا وَاِلَّا لَا اور اگر پانی کے نزدیک ہونیکا اوسکو
ظن غالب نہو یعنی شک ہو یا غیر قوی ظن ہو تو تلاش واجب نہین بلکہ مستحب ہے اگر امید ہو نزدیکی کی اور اگر امید نہو تو تلاش مستحب بھی نہین وَ
لَوْصَلّٰی بِتَیَمُّمٍ وَثَمَّۃَ مَنْ یَسْأَلُ ثُمَّ اَخْبَرَہٗ بِالْمَاءِ اَعَادَ وَاِلَّا لَا اور اگر نماز پڑہی تیمم سے بدون پوچہنے کے اور حالانکہ وہان وہ شخص تہا جس کو
پوچہتا پہر نماز کے بعد اوس شخص نے پانی کے نزدیک ہونے کی خبر دی تو نماز کو پہر پڑہے ورنہ اعادہ نکرے کذا فے الزیلعی ھم بحر الرائق مین سراج
سے منقول ہے کہ تیمم کیا بدون طلب کے اور طلب واجب تھی اور نماز پڑہی پہر تلاش کی سو پانی نپایا تو اعادہ واجب ہے طرفین کے نزدیک مطلقا خواہ بعد
اسکے پانی کی کوئی خبر دے یا نہ دے خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی وَشُرِطَ لَہٗ اے للتیمم فی حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوۃِ نِیَّۃُ عِبَادَۃٍ اور شرط ہے تیمم
کیواسطے نماز جائز ہونے کے حق مین عبادت کی نیت کرنا ھم جواز نماز کی قید اسواسطے لگائی کہ نماز کے سوا جیسے سلام یا جواب سلام کیواسطے
فقط تیمم کی نیت کفایت کرتی ہے اور عبادت کی نیت کی مانند طہارت یا استباحت نماز یا رفع حدث یا رفع جنابت کی نیت ہے کذا فے البحر وَلَوْصَلٰوۃَ
جَنَازَۃٍ اَوْسَجْدَۃَ تِلَاوَۃٍ لَاشُکْرٍ فِی الْاَصَحِّ اگرچہ عبادت نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت کا نہ سجدہ شکر کا امام کے صحیح تر قول مین یعنی اگر نماز جنازہ
یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اُس تیمم سے مطلق نماز جائز ہے اور اگر سجدہ شکر کیواسطے تیمم کیا تو اُس سے نماز پڑہنا درست نہین کیونکہ وہ عبادت
نہین امام کے نزدیک حلبی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ سجدہ تلاوت کے باب مین مذکور ہوگا تو جب
عبادت ہوا تو اُس تیمم سے نماز صحیح ہوگی مَقْصُوْدَۃٍ تیمم کیواسطے اُس عبادت کی نیت مشروط ہے جو مقصود بالذات ہو یعنی دوسری عبادت کا وسیلہ نہو
خَرَجَ دُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَمَسُّ مُصْحَفٍ عبادت مقصودہ کی قید سے مسجد کا داخل ہونا اور مصحف کا چہونا نکل گیا یعنی دخول مسجد اور مس مصحف خود
عبادت مقصودہ نہین بلکہ نماز اور قران پڑہنے کے وسیلہ ہین اگر کوئی کہے کہ دخول مسجد قطع نظر نماز کے اعتکاف کیواسطے ہوتا ہے اور اسکا جواب یہہ
ہے کہ عبادت تو اعتکاف ہے اور دخول مسجد اوسکا تابع ہے تو عبادت مقصودہ نہ ٹہرا اور قرأت کی نیت سے تیمم کرنے مین تفصیل حق ہے چنانچہ بدائع
مین ہے کہ اگر جنب نے قرات کیواسطے تیمم کیا تو اوسکو اور نمازین پڑہنا جائز ہین کذا فی الطحطاوی لَاتَصِحُّ اے لَاتَحِلُّ لِغَیْرِ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ لِلْجُنُبِ بِدُوْنِ
طَھَارَۃٍ تیمم کیواسطے وہ عبادت مقصودہ مشروط ہے جو صحیح نہین یعنی حلال نہین بدون طہارت کے لاتصح کی تفسیر لاتحل اسواسطے کی تاکہ عبادت مقصودہ
جنب کی قران خوانی کو بہی شامل ہو جاے ھم زیلعی اور سراج وہاج وغیرہما مین مطلق مذکور ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ قران خوانی کے تیمم سے نماز پڑہنا درست
نہین لیکن بدائع اور غایۃ البیان اور مجتبی مین کہا کہ اطلاق صحیح نہین تفصیل حق یہہ ہے یعنی اگر جنب قران خوانی کیواسطے تیمم کرے تو اور نمازین پڑہنا درست
ہین چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ شرط یہہ ہے کہ منوی عبادت مقصودہ ہو یا عبادت مقصودہ کا جز ہو اور وہ حلال نہو بدون طہارت کے تو قران خوانی
عبادت مقصودہ یعنی نماز کا جز ہے لیکن اگر قران خوان جنب ہو تو شرط اخیر یعنی عدم حلت فعل الا بالطہارۃ پائی گئی تو تیمم کی شرط پوری ہوگئی تو نماز
اُس سے درست ہوئی اور اگر قران خوان جنب نہین بلکہ بیوضو ہے تو شرط اخیر نپائی گئی تو اس تیمم سے نماز جائز نہوئی کذا فے المنح شارح نے لاتصح کی
تفسیر لاتحل کی تاکہ اشارہ ہو اس تفصیل تحقیقی کیطرف خَرَجَ السَّلَامُ وَرَدُّہٗ شرط اخیر سے سلام کرنے اور سلام کے جواب دینے کا تیمم خارج ہوگیا
یعنی سلام اور جواب اگرچہ عبادت مقصودہ ہین لیکن بدون طہارت کے بہی صحیح ہین تو انکے تیمم سے نماز پڑہنا جائز نہین فَلَغَاتَیَمُّمُ کَافِرٍ لَاوُضُوْءُہٗ

حلال نہونا فعل کا بغیر طہارت کے

لانّہ لیس بِاَھلٍ لِلنیّۃِ فما یفتقر الیہا لا یصح منہ جب تیمم مین نیت مخصوصہ شرط ہوئی تو کافر کا تیمم کرنا لغو یعنی باطل ہے : وضو کرنا اسکا اسلئے کہ
کافر نیت کرنے کی اہلیت نہین رکہتا تو جو عمل کہ اپنی صحت مین نیت کیطرف حاجت رکہتا ہے وہ کافر سے صحیح نہوگا ھم اسواسطے کہ نیت سے فعل ثواب آخرت
کا سبب مراد ہوتا ہے اور کافر سے حالت کفر مین ایسا فعل واقع نہین ہوتا ولہذا کافر کا وضو صحیح ہے کیونکہ اوسمین نیت کی حاجت نہین تو کافر بعد اسلام کے
وضو سابق سے نماز پڑہ سکتا ہے نہ تیمم سابق سے وصح تیمم جنب بنیۃ الوضوء یعنی اور صحیح ہے جنب کا تیمم کرنا وضو کی نیت سے اسی قول کا فتوی
ہے یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جاتا ہے وندب لراجیہ رجاءً قویًا اٰخر الوقت المستحب اور جسکو پانی ملنے کی امید قوی ہو تو اوسکو
وقت مستحب کے آخر وقت مین نماز پڑہنا مندوب اور مستحب ہے کذا فی المنح عن الوافی ولو لم یؤخر وتیمم وصلی جاز لو کان بینہ وبین الماء میل
والا لا اور اگر تاخیر نکی اور تیمم کیا اور نماز پڑہ لی تو جائز ہے اگر ہو درمیان اُس شخص کے اور پانی کی میل بہر کے مسافت اور اگر اسقدر سے مسافت کم
ہو تو نماز جائز نہین صلّی من لیس فی العمران بالتیمم ونسی الماء فی رحلہ ومما ینسی عادۃً لا اعادۃ علیہ نماز پڑھی اُس شخص نے جو
آبادی مین نہین اور بھول گیا اُس پانی کو جو اونٹ کے کجاوے مین ہے اور کجاوہ اُس قسم سے ہے کہ اوسکی چیز کے بھولجانے کی عادت ہے تو اوسپر نماز کا اعادہ
نہین ھم آبادی مین نہونا عام ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم اور اگر آبادی مین ہو اور اسطرح نماز پڑہی تو اعادہ واجب ہے اور جسنے مسافر کی قید
لگائی ہے تو بنظر غالب عادت کے کذا فی المنح اور نسیان وغیرہ باقی قیود کے احترازات کو شارح مذکور کریگا ولو ظن فناء الماء اعاد اتفاقًا
اور اگر پانی کے چُک جانیکا گمان کیا اور تیمم سے نماز پڑہی تو پانی دیکھکر نماز کا اعادہ کرے بالاتفاق کما لو نسیہ فی عنقہ او ظہرہ او فی مقدمہ راکبًا
او مؤخرہ سائقًا او نسی ثوبہ وصلّی عریانًا او فی ثوب نجس او مع نجس ومعہ ما یزیلہ او توضأ بماء نجس او صلی محدثًا ثم ذکر اعاد
اجماعًا چنانچہ اگر اُس پانی کو بھولا جو اونٹ کی گردن یا اوسکی پیٹھ یا اوسکے سامنے تہا سواری کیحالت مین یا اونٹ کے پیچھے تہا جبکہ وہ اوسکا ہانکنے والا
تہا یا شخص اپنا کپڑا بھولا اور برہنہ نماز پڑھی یا ناپاک کپڑے مین یا نجاست کے ساتھ نماز پڑہی اور حالانکہ اوسکے پاس وہ چیز ہے جس سے ازالہ نجاست ہو سکتا
تہا یا وضو کیا نجس پانی سے یا بیوضو نماز پڑہی پہر اوسکو پانی یا کپڑا یا نجاست یا بیوضو ہونا یاد پڑا تو نماز کو پہر پڑہے بالاتفاق ھم بعضی صورتون
مین حکایت اجماع مین کلام ہے کہ بحر الرائق اور منح الغفار کی مراجعت سے معلوم ہوتا ہے ویطلبہ وجوبًا علی الظاہر من رفیقہ من هو معہ فان
منعہ ولو دلالۃً بان استہلکہ تیمم لتحقق عجزہ اور بنا بر ظاہر الروایہ کے واجب ہے کہ پانی مانگے اپنے رفیق سے جو اوسکے ساتھ ہے پہر اگر وہ پانی ندے
اگرچہ ندینا دلالت حال کی راہ سے اسطرح کہ کچھ پانی کو تلف کر دے اور باقی طہارت کو کافی نہ ہے تو تیمم کرے بسبب ثابت ہوجانے اوسکو عاجزی کے ھم
رفیق کی قید باعتبار عادت کے ہے اسلئے کہ جو نماز کیوقت موجود ہو اُس سے مانگنا چاہیئے رفیق ہو یا غیر رفیق وان لم یعطہ الا بثمن مثلہ او بغبن یسیر
ولہ ذلک فاضلًا عن حاجتہ لا یتیمم اور اگر وہ شخص پانی ندے مگر بعوض اُس ثمن کے جو اوسقدر پانی کا معمول ہے یا تھوڑے سے غبن کے ساتھ اور
پاس وہ ثمن موجود ہے اوسکی حاجت سے زیادہ تو تیمم نکرے بلکہ پانی خرید کر کے وضو کے ساتھ نماز پڑہے ھم غبن یسیر وہ ہے جو دو چند قیمت سے
کم ہو جیسا معلوم ہوتا ہے غبن فاحش کی تعریف سے جو عنقریب مذکور ہوگی ولو اعطاہ باکثر یعنی بغبن فاحش وھو ضعف قیمتہ فی ذلک المکان
او لیس لہ ثمن ذلک تیمم اور اگر پانی کا مالک پانی دے اکثر ثمن سے یعنی غبن فاحش کے ساتھ اور غبن فاحش دو چند ہے پانی کی قیمت کا اوس مکان مین
یا اُس شخص کے پاس اُسقدر ثمن نہین ہے تو تیمم کرے ھم غبن فاحش سے خرید کرنا اسواسطے واجب نہوا کہ حرمت مال مسلم اوسکی جان کی حرمت کی مانند ہے
اور جان مین ضرر سے ساقط ہے اسیطرح مال مین کذا فی البحر واما للعطش فیجب علی القادر شراؤہ باضعاف قیمتہ احیاءً لنفسہ الخ یعنی پیاس کیواسطے تو واجب ہے
خرید کرنا مقدور والے پر اضعاف بیشمار کے بدلے اپنی جان کو زندہ رکھنے کیواسطے یعنی اسلئے کہ حفظ جان کا مقدم ہے مال کے حفظ پر انما یعتبر المثل فی بضعۃ
عشر موضعًا مذکورۃ فی الاشباہ اور ثمن مثل معتبر نہین مگر آٹھ اسکا نو مقام جو اشباہ مین مذکور ہین ھم مواضع مذکورہ کی تفصیل بیان ضرور نتہی لہذا بخوف
تطویل انکو نذکور کیا وہل طلبہ الماء لا یتیمم علی الظاہر لظاہر الروایہ عن اصحابنا لانہ مبذول عادۃ کما فی البحر عن المبسوط

اور پانی مانگنے سے پہلے تیمم نکرے یہہ بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہمارے اصحاب یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ سے اسواسطے کہ پانی مین بخل نہین ہوتا دہ دینے اور خرچ کرنے کی چیز سے عادت مین چنانچہ بحر الرائق مین مبسوط سے منقول ہو ھم اور جبتک محتاج الیہ ہو اور اوسکو دینے مین بخل کی عادت ہو تو اوسکے مانگنے مین کچھ ذلت اور خواری نہین اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسے بعض حوائج کو غیرون سے سوال کیا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وعلیہ یجب طلب الدلو والرشاء اور بنا بر اوسکے یعنی چونکہ پانی کا طلب کرنا واجب ہے بسبب دل ہونیکے سبب سے تو ڈول اور رسی کا مانگنا واجب ہے یعنی اسمین بخل کی عادت نہین ہے وکذا الانتظار لو قال حتی استقی وان خرج الوقت اور اسیطرح انتظار کرنا واجب ہے اگر طالب سے کہا ڈول اور رسی کے مالک نے ٹھہر جا یہانتک کہ پانی بھرلون اگرچہ انتظار مین نماز کا وقت نکلجاتا ہو ھم اور دوسرا قول یہہ ہے کہ انتظار کرنا واجب نہین مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ولو کان فی الصلوٰۃ ان ظن الاعطاء قطع والا لا اور اگر متیمم نماز مین کسی دوسرے شخص کے پاس پانی دیکھے اگر اوسکو پانی دینے کا گمان ہو تو نماز کو قطع کرے اور اگر دینے کا گمان نہو تو نماز نہ توڑے نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کرنیوالا نماز مین ہو اور اوسکو دینے کا گمان غالب ہو تو قطع کرے اور طلب کرے پھر اگر وہ ندے تو تیمم اوسکا باقی ہے پھر اگر اوسنے بلا سوال نماز تمام کی پہر سوال کیا تو اگر اوسنے پانی دیا تو نماز پھر پڑھے ورنہ نماز تمام ہوگئی کذا فی الطحطاوی لکن فی القہستانی عن المحیط ان ظن اعطاء الماء والآلۃ وجب الطلب والا لا لیکن قہستانی مین محیط سے منقول ہے کہ اگر پانی یا ڈول اور رسی دینے کا گمان ہو تو طلب کرنا واجب ہی ورنہ واجب نہین ھم یہہ روایت مخالف ہی ظاہر الروایۃ کے جو متن مین مذکور ہو چکی اور محیط کی مانند دانی مین بھی تفصیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی والمحصور فاقد الماء والتراب الطہورین بان حبس فی مکان نجس ولا یمکنہ اخراج مطہر وکذا العاجز عنہما لمرض یؤخرہا عندہ اور بندیوان نہانیوالا پانی اور مٹی پاک کرنیوالا دونکا اسطرح کہ وہ شخص بند کیا گیا ناپاک مکان مین اور اوسکو ممکن نہین پاک مٹی کا نکالنا زمین یا دیوار کھود کر اور اسیطرح بندیوان کی مانند وہ شخص ہے جو پانی اور مٹی مطہر سے عاجز ہی بیماری کے سبب سے نماز کو تاخیر کرے امام کے نزدیک ھم تاخیر کرے یعنی اوسپر نماز حرام ہے ایسا نقل کیا ہی نووی شافعی نے امام کا مذہب کذا فی المنح اور پاک کرنیوالی مٹی کے نکالنے پر قادر ہو تو مٹی نکالکے نماز پڑھے باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ خلاصہ مین ہی وقالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع ویسجد ان وجد مکانا یابسا والا یومی قائما ثم یعید کالصوم اور صاحبین نے کہا کہ فاقد الطہورین نمازیون کے مشابہ بنجائے وجوبا تو رکوع اور سجدہ کرے اگر خشک مکان پاوے اور اگر خشک مکان نملے تو نماز کا اشارہ کرے کھڑے ہوکر پھر جب پانی یا مٹی پاوے تو نماز کا اعادہ کرے صوم کی مانند ھم یعنی اگر مسافر موضع اقامت مین داخل ہوا کہانیکے بعد رمضان شریف مین یا اسوقت پہونچا کہ نیت صوم کا وقت باقی نرہا تو باقی دن مین اوسپر امساک واجب ہی روزہ دارونکے مشابہ بنکر پھر اوس روزہ کا اعادہ واجب ہی کذا فی الطحطاوی وبہ یفتی والیہ صح رجوعہ ای الامام کما فی الفیض اور اسی صاحبین کے قول پر فتوی ہی اور اسی قول کیطرف امام کا رجوع کرنا صحیح ہی چنانچہ فیض مین ہی وفیہ ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح اور یہہ مسئلہ بھی فیض مین ہی کہ جسکے دونون ہاتھ اور دونون پانون کٹے ہوئے ہین جبکہ اوسکے چہرے پر زخم ہو تو بدون طہارت کے نماز پڑھے اور تیمم نکرے اور نماز کا اعادہ نکرے صحیح تر قول پر ھم اور اگر چہرہ صحیح اور سالم ہو تو مٹی پر ملے اور جسکے ہاتھ شل یعنی خشک ہوگئے وہ اپنا چہرہ اور ہاتھ مٹی سے ملے اور نماز کو نہ چھوڑے اور اقطع یعنی جسکے دونون ہاتھ کٹے ہون وہ مابقی کا مسح کرے اگر غسل مفروض کا کچھ محل باقی ہو والا لا کذا فی الطحطاوی وبہذا ظہر ان تعمد الصلوٰۃ بلا طہر غیر مکفر فلیحفظ وقدمنا وسنحقق فی صلوٰۃ المریض اور مسئلہ سابقہ سے ظاہر ہوگیا کہ قصدا نماز پڑھنا بدون طہارت کے نماز پڑھنے والیکو کافر نہین کر دیتا تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور البتہ یہہ مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب الطہارۃ مین اور آگے بھی آویگا صلوٰۃ المریض کے باب مین **فروع** مسائل لمتفرقہ شارح کی صلی المحبوس بالتیمم ان فی المصر اعاد والا لا محبوس نے تیمم کے ساتھہ نماز پڑھی اگر وہ قیدی شہر مین ہی تو خلاص ہونیکے بعد نماز کو پھیرے اور اگر شہر مین نہین ہی تو نہ پھیرے ھم یعنی مقیم محبوس پر اعادہ ہے نہ مسافر پر اسواسطے کہ سفر کا عذر عجز حقیقی کے ساتھہ ملگیا اور سفر مین غالب لے آبی ہی تو عدم متحقق ہوگیا ہر وجہہ سے اور مقیم کو اعادہ اسواسطے ہوا کہ عجز متحقق

وعلیہ الفتوی

ہوا پیادے کے فعل سے اور فعل عباد موثر نہین حق اللہ کے اسقاط مین کذا فی العالمگیریۃ قُلْتُ يَتَيَمَّمُ لِسَجْدَةِ التِّلَاوَةِ فِي السَّفَرِ لَغْوًا وَاِلَّا لَا سوال سجدۂ
تلاوت کیواسطے تیمم کرے یا نکرے جواب اگر وہ شخص سفر مین ہے تو ہان تیمم کرے اور اگر سفر مین نہین تو نکرے ہم کہتے ہین بصورت پانی موجود ہونے مین مفروض مجھے
تو حق یہہ ہے کہ مطلقاً درست نہین نہ سفر مین نہ اقامت مین اور اگر پانی موجود نہین تو مطلقاً درست ہو کذا فی الحلبی اَلْمَاءُ الْمُسَبَّلُ فِي الْفَلَاةِ لَا يَمْنَعُ
التَّيَمُّمَ مَا لَمْ يَكُنْ كَثِيرًا فَيُعْلَمُ اَنَّهُ لِلْوُضُوْءِ اَيْضًا جو پانی کہ بطریق سبیل کے رکھا ہو جنگل بیچ تیمم کرنیکا مانع نہین جب تک کہ بہت نہو یعنی اگر بکثرت ہو
تو معلوم ہوگا تو بیشک وضو کیواسطے بھی ہے ہم کہتے ہین جو پانی راہون مین وقف ہوتا ہو وہ تیمم کا مانع نہین اسواسطے کہ وضو کا پانی شرعاً معلوم
ہے اور کثیر پانی سے اسوقت وضو درست ہوگا جبکہ فقط شرب کا یقین نہو اور جبکہ یقین ہو کہ فقط پینے کیواسطے ہے تو وضو حرام ہی اسواسطے کہ واقف
کی شرط شارع کے نص کی مانند ہو کذا فی الطحطاوی وَيُتَوَضَّأُ بِمَا لِلْوُضُوْءِ اور وہ پانی جو وضو کیواسطے وقف اور سبیل ہو اوسکا پینا درست ہی اَلْجُنُبُ
اَوْلٰى بِمُبَاحٍ مِنْ حَائِضٍ وَمُحْدِثٍ وَمَيِّتٍ جنابت والا مقدم اور لائق تر ہی مباح پانی کے استعمال کرنے مین حائض اور بیوضو اور غسل میت سے یعنی اسواسطے
کہ جنابت اشد ہی تو اوسکا ازالہ اہم ہے وَلَوْ لِاَحَدِهِمْ فَهُوَ اَوْلٰى اور اگر وہ پانی انمین سے کسی ایک شخص کا مملوک ہی تو وہی شخص مقدم ہی کیونکہ وہ
مالک ہی وَلَوْ مُشْتَرَكًا يَنْبَغِي صَرْفُهُ لِلْمَيِّتِ اور اگر وہ پانی تینون مین مشترک ہی تو اوسکا صرف کرنا غسل میت کیواسطے لائق ہی جَازَ تَيَمُّمُ جَمْعٍ فِي مَحَلٍّ وَاحِدٍ
تیمم کرنا جماعت کا ایک محل مین بھی جائز ہی یعنی اسواسطے کہ مٹی مستعمل نہین ہوتی یہانتک کہ اگر تیمم کرنیوالون کے ہاتھون کی مٹی ایک جگہہ جمع ہو تو اوسپر بھی تیمم درست ہے
کذا فی الطحطاوی حِيْلَةُ جَوَازِ تَيَمُّمِ مَنْ مَعَهُ مَاءُ زَمْزَمَ وَلَا يَخَافُ الْعَطَشَ اَنْ يَخْلِطَهُ بِمَا يَغْلِبُهُ اَوْ يَهَبَهُ عَلٰى وَجْهٍ يَمْنَعُ الرُّجُوْعَ تدبیر جائز ہونے
تیمم کی اوس شخص کو جسکے ساتھ زمزم کا پانی ہے اور اوسکو پیاس کا کھٹکا نہین یہہ ہی کہ زمزم کے ساتھ اوس چیز کو ملا دے جو اوس سے غالب ہوجاوے یا
برابر چنانچہ گلاب وغیرہ کو مخلوط کر دے یا اوسکو ہبہ کر دے اسطرح پر کہ مانع ہو رجوع سے فی الہبہ کے ہم کہتے ہین عدم خوف تشنگی کی اسواسطے قید لگائی کہ تشنگی
کے خوف سے تیمم جائز ہے بدون مخلوط کرنے کے اسواسطے کہ وہ پانی حاجت اصلی مین مشغول ہی اور ظاہر یہہ ہے مذکورہ کا حیلہ خوب نہین کہ اوسمین اپنا کچھہ
فائدہ نہین واللہ اعلم وَنَاقِضُهُ نَاقِضُ الْاَصْلِ وَلَوْ غُسْلًا اور تیمم کا توڑنیوالا وہ ہی جو تیمم کی اصل کا ناقض ہے یعنی تیمم جسکا خلیفہ اور بدل ہی
اگرچہ وہ اصل غسل ہو یعنی جو چیز کہ وضو کی ناقض ہے وہ اس تیمم کی ناقض ہی جو خلیفہ ہی وضو کا اور جو چیز غسل کی ناقض ہی وہ اوس تیمم کی بھی ناقض
ہے جو بدلا ہی غسل کا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ کنز اور وقایہ مین یون کہا ہی کہ تیمم کا ناقض وہ ہی جو وضو کا ناقض ہے اور شرح نقایہ مین کہا کہ
نَاقِضُهُ نَاقِضُ الْاَصْلِ وُضُوْءًا كَانَ اَوْ غُسْلًا اور یہی کہنا بہتر ہے اسواسطے کہ جو ناقض ہی غسل کا وہ ناقض ہو وضو کا لیکن ہر ناقض وضو کا غسل کا
ناقض نہین کیونکہ حدث ناقض وضو ہی پر وہ غسل کا ناقض نہین تو یہہ کلیہ ٹھہرا کہ ناقض وضو کا ہر تیمم کا ناقض ہے انتہی فَلَوْ تَيَمَّمَ لِلْجَنَابَةِ ثُمَّ اَحْدَثَ
صَارَ مُحْدِثًا لَا جُنُبًا تو اگر جنابت کیواسطے تیمم کیا پہر حدث اصغر واقع ہوا تو وہ محدث ہوگیا نہ جنب یعنی اوسکا وضو ٹوٹا نہ غسل ہم دریافت
کرتے متن مذکور تین صورت کو شامل ہے ایک یہہ کہ اگر تیمم حدث اصغر ہی سے ہی تو اوسکا ناقض وہ ہی جو اوسکی اصل یعنی وضو کا ناقض ہی دوسری صورت یہہ
کہ اگر تیمم جنابت سے ہی تو اوسکا ناقض وہ ہی جو غسل کا ناقض ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ حدث اصغر اور حدث اکبر یعنی جنابت کیواسطے ساتھ ہی تیمم کیا پہر حدث
اصغر واقع ہوا تو یہان تیمم ٹوٹا ایک اصل کے اعتبار سے یعنی باعتبار حدث اصغر کے نہ باعتبار جنابت کے تو شارح کا متفرع کرنا صحیح ٹھہرا تو حلبی کا
اعتراض جو شارح پر تھا کہ اوسنے مسکوت عنہ پر تفریع کی دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی بتصرف فَيَتَوَضَّأُ وَيَنْزِعُ خُفَّيْهِ جبکہ وہ محدث ہوگیا نہ
جنب تو اب وہ وضو کرے اگر پانی بقدر وضو کے پاوے اور اپنے دونون موزے اوتار کے پاؤن دھووے ہم یعنی جو موزے کہ جنابت سے پہلے طہارت
کاملہ پر پہنے تھے اونکو اوتارے چنانچہ زیلعی مین ہی موزہ اسواسطے اوتارے کہ موزہ جنابت کا مانع نہین چنانچہ باب المسح علی الخفین مین مذکور ہوگا کذا
فی الحلبی ثُمَّ يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا مَا لَمْ يَمُرَّ بِالْمَاءِ پہر وضو کے بعد ہر موزے پر مسح کرلے جبتک کہ اسقدر پانی پر نگذرے جو غسل کیواسطے کفایت کرتا ہو کیونکہ
اگر اسقدر پانی پر گذر ہوگا تو جنابت کا بھی تیمم ٹوٹ جاویگا پہر تجاوز کے بعد جنابت کیواسطے دوسرا تیمم کرے کہ پہلا ٹوٹ گیا پانی کے دیکھنے سے پہر اگر

بعد اگر حدث اصغر واقع ہوا اور پانی بقدر وضو کے پا دے تو موزون پر مسح نکرے بلکہ اونکو اوتارے اور پانون کو دہووے کیونکہ جنابت پانون مین سرایت
کر گئی پہر موزے پہنے اور مسح کرتا رہے بعد حدث کے کذا فی الطحطاوی ہم مع فی جملۃ صدر الشریعۃ بمعنی بعد کما فی قولہ تعالیٰ ان مع العسر یسرا اقام
تو مع کا لفظ صدر الشریعۃ کی عبارت مین بمعنی بعد کے ہے جیسطرح ان مع العسر یسرا مین مع بمعنی بعد ہے یعنی دشواری کے بعد آسانی ہے سو اسکو سمجھ
لے اے مخاطب ہم شرح وقایہ مین اول باب تیمم مین صدر الشریعۃ کی عبارت اسطرح ہے اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوء تجب علیہ الوضوء
یعنے جبکہ مع الجنابۃ حدث موجب وضو ہو تو اوسپر وضو واجب ہے تو اسکا مطلب یہہ ہے کہ جب جنابت کے تیمم کے بعد حدث پایا جاوے تب وضو واجب ہے اسواسطے کہ
جنابت کے ساتھہ وضو کرنے کی حاجت نہین چنانچہ قہستانی مین بیان مصرح ہے کہ اگر جنب کے پاس اتنا پانی ہو کہ اوسکے کچھہ اعضا یا وضو کو کفایت کرتا ہو
تو وہ تیمم کرے اور اوسپر واجب نہین پانی کا صرف کرنا اعضا یا وضو کے واسطے مگر جبکہ جنابت کا تیمم کیا پہر حدث واقع ہوا وضو کا موجب تو اب اوسوقت
اوسپر وضو کرنا واجب ہے کیونکہ وہ پانی بقدر کفایت پر قادر ہوا کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح حسن چلپی محشی شرح وقایہ نے عبارت مذکورہ کے وضو کو
بعد تیمم جنابت کے محمول کیا ہے وقدرۃ علی ماء ولو اباحۃ فی الصلوۃ اور ناقض تیمم ہے قادر ہونا پانی پر اگرچہ قدرت بطور اباحت کے ہو نماز
مین ہم یعنی اگر ایک شخص نے پانی کے نہونے سے تیمم کر کے نماز شروع کی اور عین نماز مین کسی شخص نے اوسپر پانی مباح کر دیا تو قدرت حاصل ہوئی نماز چھوڑ کر
وضو کرے اور نماز پڑہے مصنف نے شرح مین کہا کہ رویت سے قدرت کر تعبیر کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مریض پانی کو دیکھتا ہے اور پہر بھی تیمم کرتا ہے اور بعد زوال
مرض تیمم باطل ہوگا بسبب قدرت کے اگرچہ پانی نظر نہ آوے کافٍ لطہرہ ولو مرۃ مرۃ قدرت اوس قدر پانی کی ناقض ہے جو کافی ہو اوسکی طہارت
کو یعنی وضو یا غسل کو اگرچہ ایک ایک بار اعضا کا دہونا ممکن ہو فضل عن حاجتہ کعطش وعجن وغسل نجس مانع ولمعۃ جنابۃ لان
المشغول بالحاجۃ غیر الکافی کالعدم قدرت اوس پانی کی ناقض ہے جو اوسکی حاجت سے زائد ہے چنانچہ تشنگی سے اور آٹا گوندنے اور نجاست مانع نماز
کے دہونے سے اور اُس عضو کے دہونے سے کہ غسل جنابت سے خشک رہا تہا اسواسطے کہ جو پانی کہ حاجت کے ساتھہ مشغول ہے اور وضو یا غسل کو کفایت
نہین کرتا ہے وہ نہونے کی برابر ہے لا ردۃ نہ ارتداد یعنی تیمم کا ناقض نہین مرتد ہو جانا یعنی اگر مسلمان نے تیمم کیا پہر معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا پہر توبہ
کی تو وہ تیمم باقی ہے نماز اُس سے جائز ہے وکذا ینقضہ کل ما یمنع وجودہ التیمم اذا وجد بعدہ لان ما جاز بعذر بطل بزوالہ اور اسیطرح
توڑتی ہے تیمم کو ہر ایک وہ چیز جسکا ہونا تیمم کا مانع ہے جبکہ وہ چیز تیمم کے بعد پائی جاوے اسواسطے کہ جو چیز جائز ہوئی کسی عذر کے ہونے سے باطل ہو جاتی
ہے اوسکے زائل ہو جانے سے فلو تیمم لمرض یبطل ببرئہ او لبرد یبطل بزوالہ تو اگر تیمم کیا بیماری کے سبب سے تو تیمم باطل ہو جاتا ہے بیماری کے جاتے
رہنے سے یا تیمم کیا تہا سردی کے سبب سے تو باطل ہوتا ہے سردی کے زوال سے والحاصل ان کل ما یمنع وجودہ التیمم نقض وجودہ التیمم
اور خلاصہ اسکا یہہ ہے کہ جس چیز کا وجود مانع ہے تیمم کا اوسکا موجود ہونا تیمم کا ناقض ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ کلام بعینہ ترک کلام ہے
تو اسکا کچھہ فائدہ حاصل نہوا اور توضیح اوسکی یون ہے کہ تیمم جائز نہین ابتدا مین پانی کے ہوتے اور بعد اوسکے اگر پانی میل سے کم ہے سو اگر وہ متیمم تہا
پہر پانی حاضر ہوا یا متیمم چلا یہانتک کہ میل سے کم ہو گیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر مریض نے تیمم کیا مرض کے سبب سے پانی کے ہوتے پہر پانی حاضر ہوا تو تیمم
نہین ٹوٹتا انتہی وما لا یمنع وجودہ التیمم فی الابتداء فلا ینقض وجودہ بعد ذلک التیمم اور جس چیز کا وجود تیمم کا مانع نہین ابتدا مین
تو اوسکا موجود ہونا بعد اسکے تیمم کو نہین توڑتا ہے ہم چنانچہ مریض مذکور کی مثال سے یہہ امر واضح ہوتا ہے ولو قال وکذا زوال ما ابلح التیمم کان
اظہر واخصر اور اگر مصنف یون کہتا اور اسیطرح ناقض تیمم کا ہے زائل ہونا اُس چیز کا جسنے تیمم کو مباح کر دیا تو ظاہر تر اور مختصر تر ہوتا مصنف کی
عبارت سابقہ سے کما لا یخفی ظہورہ واختصارہ وعلیہ فلو تیمم لبعد میل فسار فانتقص انتقض اور بنا بر قاعدہ مذکورہ کے اگر تیمم کیا ایک
میل پانی کے دور ہونے سے پہر متیمم پانی کیطرف چلا سو میل سے کم ہو گیا تو وضو ٹوٹ گیا اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم تیمم اسواسطے ٹوٹ گیا کہ تیمم کی اباحت
ہوئی تہی بقدر میل کے دور ہونے سے پہر جب میل پورا نرہا تیمم ٹوٹ گیا اور بموجب متن کے یہہ وجہ ہے نقض تیمم کی کہ اقل میل کا وجود تیمم کا مانع ہے جبکہ

پہر جبکہ آگے میل پایا پالیا اوسکو پہلے سے تو تیمم ٹوٹ گیا ولو مرّ نائم او ناعس متیمم من حدث او غیرہ علی ماء کاف کما مرّ علیہ
شخص ہم اور گذرنا اوس اونگہنے والیکا جسنے تیمم کیا حدث سے پا گذرنا نائم غیر متمکن کا جو متیمم ہے جنابت سے پانی پر کہ طہارت کو کافی ہے جاگتے شخص
کی مانند ہے تو تیمم ٹوٹنے کا اس گذرنے سے ونقض تیممہ وھو الروایۃ المصحّح عنہ المختارۃ للفتوی اور صاحبین نے نائم اور ناعس مذکور کے
تیمم کو باقی کہا ہے اور یہی روایت صحیح ٹھہرائی گئی ہے امام سے پسندیدہ واسطے فتوی دینے کیواسطے ہم تو اب یہہ مسئلہ اختلافی نرہا اتفاقی ہوگیا کما لو
تیمم بماء لا یعلم بہ کما فی المجمع عنہ واقرہ المصنف جیسے تیمم صحیح ہو جاتا ہے اگر ایک شخص نے تیمم کیا اور اوسکے نزدیک پانی ہو
اور وہ اوسکو نہیں جانتا ہے ایسا مذکور ہے بحر الرائق وغیرہ مین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکہا ہے تیمم لو کان اکثرہ ای اکثر
اعضاء الوضوء او اکثر اعضاء الغسل ما سمی مجروحًا او بہ جدری اعتبارًا للاکثر تیمم کرے جو اکثر یعنی آدہے سے زیادہ وضو کے اعضا
شخص کی راہ سے اور غسل مین پیمائش کی راہ سے زخمی ہون یا بدن مین چیچک نکلی ہو تیمم کا حکم ہوا اکثر کے اعتبار کرنے سے اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل
ہے تو اگر سر اور چہرہ اور دونون ہاتہون مین زخم ہو اور پانون مین زخم نہو تو تیمم کرے خواہ اعضا زخمی اکثر مجروح ہون یا صحیح اور یہی قول مختار
ہے کذا فی البحر اور غسل مین پیمائش کا اعتبار کرنا یہہ صاحب بحر کی تجویز ہے اور صاحب نہر نے بہی اوسکو مسلم رکہا ہے کذا فی الطحطاوی وبعکسہ
یغسل الصحیح ویمسح الجریح اور اسکے عکس مین یعنی اگر اعضا صحیح ہون اور اقل مجروح تو وہ دہووے صحیح کو اور مسح کرے مجروح کو ہم یعنی محل
جراحت پر مسح کرے اور اگر تاب نہو تو کپڑے پر مسح کرے حلبی شارح منیہ کے کلام سے نکلتا ہے کہ کپڑا باندہنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وکذا ان استویا
غسل الصحیح من اعضاء الوضوء ولا روایۃ فی الغسل اور اسیطرح اگر اعضا صحیح اور مجروح برابر ہون تو اعضاء صحیح وضو کو دہووے اور مجروح
کو مسح کرے اور غسل مین درصورت مساوات کوئی روایت نہین ہم اور اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور دہونا اور مسح کرنا احوط قول ہے چنانچہ
متن مین ہے کذا فی الحلبی ومسح الباقی منہا وھو الاصح لانہ احوط فکان اولی درصورت مساوات صحیح کو دہووے اور باقی اعضاء مجروحہ
کو مسح کرے اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین زیادہ تر احتیاط ہے تو یہی قول بہتر ٹہرا وصحح فی الفیض وغیرہ التیمم اور فیض وغیرہ مین
تیمم کرنے کو درصورت مساوات کے صحیح کہا ہے کما یتیمم لو الجرح بیدیہ وان وجد من یوضئہ خلافًا لہما جیسے تیمم کرے اگر اوسکے دونو
ہاتہون مین زخم ہو اگرچہ پاوے اوس شخص کو جو اسکو وضو کرا دیوے برخلاف صاحبین ہم امام کے نزدیک غیر شخص سے اعانت مستحب ہے اور صاحبین
کے نزدیک فرض ہے منیہ کی شرح ابن امیر حاج مین مذکور ہے کہ جبکہ یہہ حال ہو کہ صحیح عضو کے دہونے سے مجروح عضو کو پانی پہونچتا ہو تو تیمم کرے کذا
فی الطحطاوی ولا یجمع بینہما ای تیمم وغسل اور جمع نکیا جاوے دونون یعنی تیمم اور دہونے مین ہم یہان غسل بالضم مراد نہین بلکہ بالفتح
مراد ہے تاکہ غسل اور وضو دونونکو شامل رہے تیمم اور وضو مین یا تیمم اور غسل مین اسواسطے جمع کرنا جائز نہین کہ بدل اور مبدل مین جمع کرنا شرع سے
ثابت نہین کما لا یجمع بین حیض وحبل واستحاضۃ ونفاس چنانچہ اجتماع نہین درمیان حیض اور حمل یا حیض اور استحاضہ یا حیض اور نفاس
کے ولا بین نفاس واستحاضۃ وحبل اور نہ درمیان نفاس اور استحاضہ یا نفاس اور حمل کے ولا زکوۃ وعشر او خراج او فطرۃ اور نہ اجتماع
ہے زکوۃ اور عشر مین یا زکوۃ اور خراج مین یا زکوۃ اور فطرہ مین ہم اجتماع زکوۃ اور عشر یا خراج کیصورت یہہ ہے کہ عشر خارج کا یا خراج
زمین کا ادا کیا اور غلہ باقیہ مین تجارت کی نیت کی اور ایک سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوۃ نہین اور حلبی محشی نے اسکی یہہ صورت ذکر کی ہے کہ
زمین کا خراج ادا کیا پہر اوسمین تجارت کی نیت کی اور سال اوسپر گذر گیا تو اوسمین زکوۃ نہین اور اجتماع زکوۃ اور فطرہ کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص کی
تجارت کے غلام مین اوسپر سال گذرا تو انمین مولے پر زکوۃ ہے اور فطرہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی ولا عشر مع خراج اور عشر نہین خراج کیساتھ
اسواسطے کہ زمین یا عشری ہے یا خراجی عشری پر خراج نہین اور خراجی پر عشر نہین ولا فدیۃ وصوم اور اجتماع نہین فدیہ اور صوم مین اسواسطے کہ
جسپر روزہ رکہنا لازم ہے اوسپر فدیہ دینا نہین اور جسکو فدیہ دینا چاہیئے چنانچہ شیخ فانی اوسپر روزہ نہین وقصاص ہم طحطاوی نے کہا یہان

سہو کا نب سے کفارہ ساقط ہوگیا تو بحرالرائق کے موافق عبارت اسطرح مناسب تھی ولا بین القصاص والکفارۃ یعنی اجتماع نہیں درمیان قصاص اور کفارہ کے اسواسطے کہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد میں اور اوسمین کفارہ نہیں اور کفارہ ہوتا ہے شبہ عمد اور خطا اور اوسکی جاری مجرا میں اوسمین قصاص نہیں انتہی ما فی الطحطاوی اور بعض نسخون میں یون عبارت ہے او قصاص او دیۃ یعنی جمع نہیں درمیان قصاص اور دیت کے واللہ اعلم و لا ضمان فی قطع او بخی اور اجتماع نہیں تاوان اور قطع میں یا تاوان اور اجرت میں یعنی جب سارق کا ہاتھ کاٹا گیا تو اوسپر مال مسروقہ کا تاوان نہیں اور جس مزدور پر مال کے تلف کرنے سے تاوان ہے اوسکو واسطے مزدوری نہیں اور جسکی مزدوری لازم ہے اوسپر تاوان نہیں ولا جلد مع رجم او نفی اور نہ دُرّے مارنا سنگساری یا تعزیب کے ساتھ یعنی اخراج از وطن ہے اسواسطے کہ کنواری کی حد دُرّے ہیں اور بیاہی کی حد سنگساری اور دُرّے مارنا تعزیب کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا مگر بتجویز حاکم لیکن دُرّے مارنا قید کرنے کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا مہر و متعۃ او حد او ضمان افضائہا او موتہا من جماعۃ اور اجتماع نہیں مہر اور متعہ میں یا مہر اور حد میں یا مہر اور عورت کی ضمان افضا یا اوسکی موت میں زوج کے جماع سے ہے مہر اور متعہ میں اسواسطے اجتماع نہیں کہ مطلقہ قبل از دخول کا اگر مہر مسمی ہے تو نصف مہر واجب ہے اور اگر مہر مسمی نہیں تو متعہ واجب ہے یہان متعہ سے مراد کرتی اور اوڑھنے اور چادر مراد ہے اور مہر اور حد میں عدم اجتماع کی وجہ یہ ہے کہ اگر وطی حرام یا شبہ سے ہے تو مہر واجب ہے اور حد نہیں اور اگر وطی زنا کی ہے تو حد ہے اور مہر نہیں اور افضا کی حقیقت یہ ہے کہ زوج کے جماع سے عورت کے بول اور براز کی دونون راہین پھٹ کر ایک ہوگئین تو یہان زوج پر ضمان ہے نہ مہر اور اسی طرح اگر اوسکی جماع سے زوجہ مرگئی تو تاوان ہے نہ مہر ولا مہر مثل و تسمیۃ اور اجتماع نہیں مہر مثل اور مہر معین میں اسواسطے کہ اگر مہر جائز کا تعین ہوگیا تو وہی واجب ہے اور اگر مہر کا ذکر نہوا یا غیر جائز کو معین کیا چنانچہ شراب یا سُوَر تو مہر مثل واجب ہوگا ولا وصیۃ ومیراث اور اجتماع نہیں وصیت اور میراث میں یعنی وارث کی واسطے وصیت کرنا صحیح نہیں الا باجازت باقی ورثہ کذا فی الطحطاوی وغیرہا مما سیجئ فی محلہ ان شاء اللہ تعالیٰ اور ان اشیاء مذکورہ کے سوا اور چیزین عدم الاجتماع میں جنکا ذکر آگے آویگا اپنی موقع پر اگر حق تعالیٰ نے چاہا من بہ وجع راس لا یستطیع معہ مسحہ محدثا ولا غسلہ جنبا ففی الفیض عن غریب الروایۃ یتیمم وافتی قاری الہدایۃ انہ یسقط عنہ فرض مسحہ جسکے سر میں ایسا سخت درد ہے کہ اوسکو ساتھ مسح نہیں کر سکتا بیوضو ہونے میں اور نہ اوسکو دھو سکتا ہے نہانے کی حاجت میں تو فیض مین ظاہر الروایۃ کے خلاف غریب الروایۃ سے یہ مذکور ہے کہ وہ شخص تیمم کرے یعنی وضو اور غسل کے عوض اور قاری ہدایہ نے اسکا فتوی دیا ہے کہ اس شخص سے مسح سر کی فرضیت وضو میں ساقط ہے ولو علیہ جبیرۃ ففی مسحہا قولان اور اگر سر پر کپڑا چون کی پٹی ہے تو اوسکی مسح میں دو قول ہیں مسح کرنا اور نکرنا ہے اور وجوب مسح کا قول ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا یسقط غسلہ فیمسحہ ولو علی جبیرۃ ان لم یضرہ والا سقط اصلا وجعل عادما لذلک العضو حکما کما فی المعدوم حقیقۃ اور اسیطرح غسل میں دھونا سر کا ساقط ہوتا ہے تو سر کو مسح کرے گرچہ پٹی پر مسح ہو بشرطیکہ مسح اوسکو ضرر نکرتا ہو اور اگر ضرر کرتا ہو تو دھونا اور مسح کرنا دونون بالکل ساقط ہیں اور یہ شخص حکم شرع میں بدون اس عضو کے ٹھہرایا گیا گویا اسکو سر ہی نہیں جسطرح فی الحقیقۃ معدوم العضو سے دھونا اور مسح کرنا ساقط ہوتا ہے

باب المسح علی الخفین

یہ باب ہے دونون موزون پر مسح کرنیکا اخرہ لثبوتہ بالسنۃ مصنف نے موزون پر مسح کرنا تیمم کے بعد ذکر کیا بسبب ثابت ہونے مسح کے حدیث سے اور تیمم ثابت ہے قرآن مجید سے وہو لغۃ امرار الید علی الشئ اور مسح لغت عرب میں ہاتھ کا پھیرنا ہے کسی چیز پر خواہ وہ چیز موزہ ہو یا عضو یا دیوار وشرعا اصابۃ البلۃ لخف مخصوص فی زمن مخصوص اور شرع کی اصطلاح میں مسح عبارت ہے تر ہاتھ کے پہنچانے سے خاص موزے کو زمانہ خاص میں ہے خاص موزہ جیسین شروط آئندہ موجود ہین اور زمانہ خاص سے مراد ایکدن اور ایکرات ہے مقیم کیواسطے اور تین رات اور دن مسافر کو والخف شرعا الساتر للکعبین فاکثر من جلد ونحوہ الکشف ہم میں موزہ اوسکا نام ہے جو ڈھک لے دونون ٹخنون کو یا زیادہ انکو بنا ہو چمڑے یا اوسکی مانند اور چیز سے شرطا مسحہ

ثلاثة أشياء الأول كونه ساتراً لمحل فرض الغسل القدم مع الكعب أو يكون نقصانه أقل من الخرق المانع مسح موزے کی تین چیزین شرط ہین
پہلے شرط ہونا موزے کا ڈہکنے والا اوس مقام کا جسکا دہونا وضو مین فرض ہے یا قدم کا ٹخنے کے ساتھ یا ہو کمی اوسکی کمتر اوس سوراخ سے جو مانع ہو
مسح کا یعنی اگر پانون کے چہوٹے تین اونگلیون سے موزہ کمتر پھٹا ہے تو مسح جائز ہے اتنا نقصان مانع مسح کا نہین فیجوز علی الزربول لو شد فی
الساق الا ان یظهر قدر ثلاثة أصابعه تو جائز ہے مسح زربول پر اگر وہ تاگے یا گھنڈی سے بندہا ہو مگر یہ کہ بقدر تین اونگلیون کے پانون کہلا ہو تو مسح
جائز نہین ہے زربول مصری زبان مین وہ جراب ہے چمڑے کی جو ایڑی پر قائم ہے اور دونون ٹخنون کیطرف مکشوف ہو دوختہ نہین جسطرح اس
ملک مین بعضے چمڑے کے موزے ٹخنون سے نیچے دوختہ نہین ہوتے اور گھنڈیون سے اونکو کس لیتے ہین وجوّزه مشائخ سمرقند ستره باللفافة
اور سمرقند کے عالمون نے ڈہک لینا زربول مشقوق کا کپڑے سے جائز کہا ہے یعنی اگر موضع مشقوق کو کپڑے سے باندہ لے تو مسح کرنیکو کافی ہے ہم یہہ قول
ضعیف ہے اور معتمد اہل بخارا کا قول ہے کہ جائز نہین مگر جبکہ تخیین یعنی گف اور سخت چیز سے جسمین پانی سرایت نکرے اوسکو سی لے چنانچہ بانات وغیرہ
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی والثانی كونه مشغولاً بالرجل ليمنع سراية الحدث اور دوسری شرط مشغول ہونا موزے کا پانون کے ساتھ یعنی تمام
موزہ مین پانون بہرا ہو موزہ خالی نرہا ہو تاکہ سرایت کرنے حدث کو مانع رہے فلو واسعاً فمسح على الزائد ولم تقدم قدمه اليه لم يجز تو اگر موزہ
کشادہ اور لمبا ہو پہر اوسنے مسح کیا زائد پر حالانکہ اوس زائد کیطرف پانون نہین پونہچا تو مسح جائز نہوا ہم فتاوی عالمگیری مین سراج سے منقول ہے کہ معتبر نہین
مسح کرنا اوس موضع کا جو خالی ہے قدم سے تو اگر اوسنے پانون کو خالی مقام مین کر دیا اور مسح کیا تو جائز ہے اور اگر وہان سے پانون ہٹا دے تو مسح کو اعادہ کرے
انتہی اور حلبی نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ اعادہ مسح کا ضرور نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً ولا يضر رؤية رجله من أعلاه اور مسح مین ضرر نہین
کرتا نظر پڑنا اپنے پانون کا اوپر سے یعنی اگر ایسا موزہ کشادہ ہو کہ اوپر سے نظر آتا ہو تو کچہ مضائقہ نہین والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي
المعتاد فيه فرسخاً فأكثر اور تیسری شرط ہونا موزے کا ہے اوس چیز سے کہ ممکن ہو پیادہ پا چلنا اوسمین عادت کے موافق تین کوس پہر زیادہ اسقدر
سے ہم فرسخ کی قید حاشیہ ہدایہ مین ہے اور محیط مین امکان سفر مذکور ہے فلم يجز من زجاج أو خشب أو حديد جائز نہین مسح اوس موزے پر جو بنا
ہے کانچ یا لکڑی یا لوہے سے یعنی اسواسطے کہ اوسکو پہنکر آدمی بے تکلف عادت کے موافق چل نہین سکتا وهو جائز والغسل أفضل لأنه أشق
افضل اور وہ یعنی موزے کا مسح جائز ہے نہ فرض اور واجب تو پانون کا دہونا افضل ہے مسح کرنے سے مگر رفض اور خروج کی تہمت کیوجہ سے تو مسح کرنا ہی
افضل ہے ہم روافض اور خوارج کے نزدیک مسح موزے کا جائز نہین بل ينبغي وجوبه على من ليس معه إلا ما يكفيه أو خاف فوت وقت
أو وقوف عرفة بلکہ مسح کا واجب ہونا چاہیے اوس شخص پر جسکے پاس پانی نہین مگر اتنا کہ مسح کو کفایت کرتا ہے یا ڈرا وقت کے فوت ہونیسے اگر پانون
دہوے یا ڈرا وقوف عرفات کے فوت ہونیسے کذا فی البحر ہم یہہ تجویز ہے صاحب بحر کی کتب شافعیہ کے موافق اسواسطے کہ قواعد حنفیہ کے مخالف نہین
وفي القهستاني أنه رخصة مسقطة للعزيمة ولهذا لو خاض الماء في خفيه بنية الغسل ينبغي أن يصير آثماً اور قہستانی کی شرح نقایہ مین ہے کہ البتہ
مسح رخصت ہے عزیمت کے ساقط کرنیوالی اور اسیواسطے کہ اگر پانی والے اپنے موزون مین دہونے کی نیت سے تو چاہیے کہ گنہگار ہو ہم رخصت وہ ہے جو
عذرات عباد پر مبنی ہو اور عزیمت عبارت ہے حکم اصلی سے جسکی بنا عذرات عباد پر نہین ہو الاصح سے التعریف تو مسح ایسی رخصت ہے کہ مشروعیت عزیمت کی
کی ساقط ہو یعنی اسکے ساتھ عزیمت کا مشروع ہونا باقی نرہا برخلاف رخصت ترفیہ کے کہ اوسکے ساتھ عزیمت کی مشروعیت باقی رہتی ہے جیسے روزہ
رکہنا سفر مین کذا فی البحر بسنة مشهورة مسح موزے کا جائز ہے سنت مشہورہ سے یعنی احادیث مشہورہ سے ہم حدیث مشہور وہ ہے جسکے راوی دو زیادہ
ہون ہر طبقہ مین طبقات رواۃ سے اور حد تواتر کی حد کو نہ پونہچین امام اعظم نے فرمایا مین مسح کا قائل نہوا یہانتک کہ مسح کا ثبوت مجہہ پر دن کی مانند روشن
ہو گیا یعنی کثرت احادیث سے کذا فی الطحطاوی فمنكره مبتدع تو منکر مسح کا بدعتی ہے ہم امام اعظم سے مذہب اہل سنت سے سوال ہوا فرمایا کہ تفضیل
الشیخین وحب الختنین واعتقاد المسح على الخفين وعلى رأي الثاني كافر اور امام ابو یوسف کے نزدیک منکر کافر ہے ہم اسواسطے کہ اونکے نزدیک حدیث

مشہور حدیث متواتر کے حکم میں ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی و فی التحفۃ ثبوتہ بالاجماع بل بالتواتر رواتہ اکثر من ثمانین منہم العشرۃ
قہستانی اور تحفہ میں ہو کہ ثبوت مسح کا اجماع سے بلکہ تواتر سے ہو راوی اوسکے صحابیوں سے زیادہ تر ہیں انتہی سو انہیں جملہ عشرہ مبشرہ ہیں کذا فی الطحطاوی
ہم علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں مذکور کیا کہ ہمنے معانی الآثار کی شرح میں ٦٦ صحابیوں کی روایت احادیث کی مذکور کی ہو مسح الخفین وقیل
بالکتاب وہو بعید لانہ غیر مغیا بالکعبین اجماعا فافہم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ثبوت مسح موزی کا قران مجید سے ہے اور یہہ قول رد کیا گیا ہی
اسطرح کہ مسح موزی کی غایت دونوں ٹخنے نہیں بالاجماع تو ارجلکم کا زیر قرب مجرور کیوجہ سے ہو ہم آیۃ ارجلکم کے لام میں دو قرائتیں نصب اور جر کی
ہیں بعضوں نے کہا چونکہ دونوں قرائت میں تعارض واقع ہوا تو جر کی قرائت کو موزہ پہننے پر محمول کیا اور نصب کی قرائت کو جبکہ موزہ پانوں نہو اس
قول کا رد یوں ہو کہ اگر جر کی قرائت سے مسح موزی کا مراد ہوتا تو کعبین مسح کی غایت ٹہرتی یعنی ٹخنوں تک مسح کرنا واجب ہوتا اسواسطیکہ ارجلکم کے
بعد الی الکعبین مذکور ہے حالانکہ بالاتفاق یہہ ثابت نہیں اور ارجلکم کے جر کا جواب یہہ ہو کہ وہ عضو مغسول پر عطف ہو تو نصب لازم تھا چونکہ
وہ مجرور کے پاس پڑا یعنی برؤسکم کے پاس تو اوسکو بھی مجرور کر دیا چنانچہ عرب کا یہہ قول مشہور ہو جحر ضب خرب لمجاورۃ الخرب عدم جوازہ
للمحدث او للمتوضی الا ان یقال لما حصل لہ القربۃ بذلک صار کانہ محدث مسح جائز ہے بیوضو شخص کو مفہوم ظاہر اس کلام کا عدم جواز مسح کا ہی
تازہ وضو کرنیوالیکے حق میں مگر اسکا یوں جواب دیا جائے کہ ہر گاہ تازہ وضو کرنیوالیکو ثواب حاصل ہوا اس وضو پر وضو کرنے سے تو وہ بیوضو کی مانند ہوگیا
لا لجنب و حائض جائز نہیں مسح کرنا موزی کا جنب اور حائض کو یعنی جسپر غسل واجب ہے جنابت یا حیض یا نفاس سے اوسکو مسح جائز نہیں اسواسطیکہ
اوسکو تمام بدن کا دہونا لازم ہے اور مسح میں یہہ بات حاصل نہیں نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی میں صفوان بن عسال سے روایت ہو کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو حکم کرتے تھے جبکہ ہم سفر میں ہوتے تھے کہ ہم اپنے موزی نہ اوتارین تین دن اور تین رات مگر جنابت سے ولیکن بول اور غائط اور
نوم سے کذا فی بدایۃ العینی طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ حائض کا مسئلہ ابو یوسف کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اقل حیض انکی نزدیک دو
دن اور اکثر ثالث کا ہی تو سفر میں اوسکی تصویر ہو سکتی ہی برخلاف طرفین کے انتہی مختصرا والمنفی لا یلزم تصویرہ اور جسکی نفی ہو گئی اوسکی تصویر
لازم نہیں یعنی حکم منفی کے وجود کیصورت بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ شئی کی نفی کو کچہہ حاجت نہیں اور عدم لزوم تصویر اوسکی امکان کا منافی نہیں کذا فی
الطحطاوی چونکہ جنابت کیحالتمیں وضو کرنا مفید نہیں تاکہ مسح موزی کا جائز ہو لہذا اوسکی فرض صورت میں تردد تھا شارح نے اسکا دفع دخل کر دیا کہ حکم
منفی کا وجود بیان کرنا لازم نہیں و فیہ ان النفی الشرعی یفتقر الی اثبات عقلی اور دفع دخل مذکور میں یہہ خلل ہے کہ شرعی نفی وجود عقلی یعنی
تصور عقلی کے محتاج ہو ہم یہہ بحث ہی قہستانی کی نفی میں شرعی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ نفی عقلی سے احتراز ہو چنانچہ شریک باری کہ اوسکی نفی میں اثبات
عقلی کی حاجت نہیں اور اثبات عقلی سے تصور بوجہ مراد ہو مگر اسمیں یہہ خلل ہی کہ اسمیں بھی تصور ذہنی کی تصریح واقع ہو تاکہ نفی کرنا حاصل ہو سکے کیونکہ نفی
شئی کی فرع ہو اوسکے تصور کی تو شرعی کی قید لگانا بہتر نہیں اور مسح جنب کیصورت کفایہ میں یوں مذکور ہے کہ وضو کیا اور مجلد جراب کو پہنا پہر جنب ہوگیا
تو اوسکو جائز نہیں کہ جرابونکو باندہ کر تمام بدنکو دہو دے لیٹ کر اور جرابوں پر مسح کرے کذا فی الطحطاوی اور بدایۃ عینی میں اوسکی تصویر منتقی
سے یوں مذکور ہے کہ ایکمرد نے وضو کیا اور موزہ پہنا پہر جنب ہوا پہر اتنا پانی پایا کہ وضو کو کفایت کرتا ہو نہ غسل کو تو وہ شخص وضو کرے اور پانوں دہوئے
اور مسح نکرے اور جنابت کیواسطے تیمم کرے انتہی ما فی العینی ثم ظاہر قولہ ان منتعل حجۃ ظاہر کلام ماتن جائز ہونا مسح کا ہو جو کہ اور
اوسکی مانند کے ہیں نے والیکو ہم یعنی ماتن نے جنب کے مسح کی نفی کی تو اسکلام سے مفہوم ہوا کہ جسپر واجب ہے نہانیوالیکو مسح کرنا جائز ہو کیونکہ یہہ غسل ا
نہیں ولیس کذلک علی ما فی المبسوط اور حالانکہ ایسا نہیں بنا بر اوس مضمون کے جو مبسوط میں ہو ولا یبعد ان یجعل فی حکمہ لانہ مغتسل یعنی غیر
کو جنب کے حکم میں ٹہرانا کچہہ بعید نہیں فالاحسن لمتوضی لا لمغتسل تو بہتر عبارت لمتوضی لا لمغتسل ہی یعنی کہا ہی لمحدث الا لجنب کے لمتوضی لا لمغتسل
کہنا بہتر ہو یعنی مسح موزی کا وضو کرنیوالیکو جائز ہو نہ نہانیوالیکو طحطاوی نے کہا یہہ بحث اور تحسین قہستانی کی ہو والسنۃ ان یخط خطوطا

يا بأطراف أصابع يديه مفرجة قليلاً اور سنت يه هے كہ مسح كرنے مين ہاتھ كی انگليون سے خط بنا دے تھوڑا سا انگليون كو كهولكر بأطراف أصابع
يحلمها متوجها إلى أصل الساق سے مسح شروع كرے پانون كی انگليون كيطرف سے پنڈلی كی جڑ كيطرف كھينچ كر تمام كيفيت مسح كی قاضيخان كی شرح
جامع صغير مين اسطرح هے كہ داہنے ہاتھ كی انگليان ركهے داہنے موزے كے سرے پر اور بائين ہاتھ كی انگليان بائين موزے كے سرے پر انگليون كی
طرف سے پھر جبكہ انگليان وہان ٹھہرين تو انكو كھينچے پنڈلی كی جڑ تك دونون ٹخنون كے اوپر اسواسطے كہ ٹخنون كا دهونا فرض هے اور ادا كرنا
سنت ہے اور اگر انگليون كے ساتھ ہتھيلی بھی ركهے تو بہتر هے اسيطرح مروی هے محمد بن حسن سے اور مسح فرض هے ہاتھ كی تين انگليون كی
بمقدار صحيح قول پر اور يه فرض عملی هے اور تين انگليون كی برابر ہر قدم پر فرض هے اور ہاتھ كے اندر سے مسح كرنا مستحب هے اور اگر موضع مسح پر پانی گرجائے
تو كافی هے ايسا اسيطرح اگر گهاس پر چلے اگرچه گهاس شبنم سے تر ہو يہی قول معتمد هے كذا في الطحطاوي ومحله على ظاهرهما من رؤس
أصابعه إلى معقد الشراك اور مسح كرنيكا مقام دونو موزون كا ظاهر هے انگليون كے سرون سے معقد شراك تك يعنی جہان تسمہ باندها جاتا
هے چپلی مين كما في الطحطاوي كہ معقد شراك سے وسط قدم مراد هے اور يه قول قاضيخان كے قول مذكور كے مخالف هے ظاهر موزے كی قيد سے معلوم ہوا كہ اگر باطن
يا جوانب يا ایڑی يا ٹخنے پر مسح كريگا تو جائز نہوگا چنانچه زيلعي مين هے انتهى ما في الطحطاوي ويستحب الجمع بين ظاهرهما وباطنهما اور مسح مين مستحب
هے جمع كرنا درميان ظاهر موزه كے اور باطن كے جو ظاهر هے باطن سے موزے كا تلوه مراد هے نه داخل موزے كا لهذا باطن كو موصوف بظاهر كيا هے
شارح اس مقام مين صاحب نهر كا تابع ہوا هے اور بحر الرائق مين محيط سے منقول هے كہ مسح باطن موزے كا ظاهر كے ساتھ مسنون نہين اور محيط كے سوا
اور كتابون مين استحباب كی نفی هے اور اعلی اور اسفل موزے كے مسح كی حديث كو ابو داؤد اور ترمذی نے ضعيف كہا هے انتهى ما في الطحطاوي علامہ
عينی نے شرح ہدايه مين اس تضعيف كا جواب مشروحا ذكر كيا هے اور صاحب بدائع سے نقل كيا هے كہ ہمارے نزديك جمع بين الظاهر والباطن مستحب هے
انتهى ليكن ہمارے جمہور اصحاب نے علی مرتضی كی اس حديث سے استدلال كيا هے كہ اگر دين رائے سے ہوتا تو البته اسفل موزے كا مسح كرنے مين ظاهر سے
مقدم تھا حالانكہ مين نے رسول خدا صلى الله عليه وسلم كو ديكها كہ مسح كرتے تھے موزون كے ظاهر پر اسكو ابو داؤد اور احمد اور ترمذی نے روايت
كيا اور كہا هے كہ يه حديث حسن صحيح هے اور يه جو صاحب ہدايه نے كہا هے كہ باطن موزے پر مسح جائز نہين اگر يه مراد هے كہ باطن پر اقتصار جائز نہين تو مسلم
هے اور اگر يه مراد هے كہ باطن كو ظاهر كے ساتھ مسح كرنا جائز نہين تو تسليم نہين كا ذكرنا انتهى ما في العيني مختصرا من شاء مزيد التوضيح فليرجع اليه
أو جرموقيه ولو فوق خف أو لفافة يا جائز هے مسح ظاهر جرموقين پر اگرچه ہون موزه كے اوپر يا پانون كے لپٹے كپڑے پر هم جرموق
بضم جيم چمڑا هے جسكو موزے پر پہنتے ہين كيچڑ وغيره كی حفاظت كيواسطے اور نهر الفائق مين هے كہ موق اور جرموق فارسی سے معرب هے اسكو موزے
پر پہنتے ہين اسكی ساق موزے سے كمتر ہوتی هے كذا في الطحطاوي ثم المعتمد مين هے كہ جرموق جو موزه پر پہنا جاتا هے اوسكی حفاظت كيواسطے
سو اگر جرموق چمڑے كا اور اسكی مانند كا هے تو اوس پر مسح جائز هے خواه اوسكو تنہا پہنا ہو يا موزے پر اور اگر جرموق كپڑے كا هے تو اگر تنہا اسكو پہنا
هے تو مسح اوس پر جائز نہين اور اسی طرح اگر اوسكو موزے پر پہنا تو بھی جائز نہين ہان مگر جبكہ تراوت اندر كے موزے پر پہونچے تو جائز هے انتهى مختصرا
ولا اعتبار بما في فتاوى الشاذي لأنه رجل مجهول لا يقلد فيما خالف المنقول اور كچھ اعتبار نہين اس قول كا جو فتاوی شاذی مين هے
اسواسطے كہ شاذی مرد مجهول غير مشہور هے تو اوسكی پيروی نكيجاوے اس مسئله مين جو منقولات مذهب كے مخالف هے هم فتاوی شاذی مين هے كہ جو
كرباس مجرد تحت الخف پہنا جاتا هے وه موزے پر مسح كرنيكا مانع هے كيونكہ وه فاصل يعنی پانون كو اوسكے موزے سے جدا كرديا هے انتهى ليكن اسكے
مخالف كافی مين يون هے كہ اگر موزے پهٹ جانے كے سبب سے مسح كے لائق نہون تو جرموق پر بالاتفاق مسح جائز هے انتهى تو جبكہ نعت غير صالح فاصل هے
تو كرباس يعنی كپڑا بطريق اولی غير فاصل ہوگا چنانچه شرح مجمع مين هے اور اسيطرح غاية البيان مين صراحة ہم نے كہا يہی حق هے كذا في النهر مختصرا
أو جوربيه ولو من غزل أو شعر الثخينين بحيث يمشي فرسخا ويثبت على الساق بنفسه ولا يرى ما تحته ولا يشف الماء إلا أن ينفذ

الی الخفین مَکَّنَہٗ العِرضِ یا مسح کرے جرابون پر اگرچہ وہ ہون سوت سے یا بال سے اسطرح کی گاڑھی جرابون پر مسح جائز ہے کہ اونکو پہنکے تین
کوس آدمی چلے اور وہ پنڈلی پر آپ سے ٹھہری رہین بدون باندھنے کے اور اوسکے اندر کی چیز نظر نہ آوے اور پانی اوسمین نہ چھنے اگر اوسوقت مسح جائز
ہے کہ پانی نفوذ کرکے اوسکے نیچے کی موزے تک پونہچ جاوے بقدر فرض کے ہم ہر چند شفوف لغت مین بمعنی رقت ثوب ہے لیکن یہان مراد پانی کا نفوذ
ہے بدلیل استثنا اور تاکہ تکرار لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو تَخَرَّقَ موقیۃ اَعادَ مَسحَ خُفیہ اور اگر اوتارے دو نو جرموق موزے پر
سے تو مسح کرے دوسری بار اپنے موزون پر ولو نزع احدہما مسح الخف والجرموق الباقی اور اگر ایک جرموق اوتارے تو مسح کرے
موزے کو اور باقی جرموق کو یعنی اسواسطے کہ ایک کے نکالنے سے دونون کا مسح جاتا رہا ولو ادخل یدہ تحتہما ومسح خفیہ لم یجز اور اگر اپنا
ہاتھ دونون جرموق کے اندر داخل کیا اور اندر کے موزونکو مسح کیا تو جائز نہین یعنی اسواسطے کہ حدث کا محل جرموق خارج ہے نہ خف والنعل
والمنعلین بسکون النون ما جُعِل علی اسفلہ جلدۃ اور منعل جرابون پر مسح جائز ہے منعل بسکون نون وہ جراب ہے جسکے نیچے چمڑا لگایا گیا یعنی اوسکے
تلوے پر فقط چمڑا ہے نہ ٹخنون پر والمجلدین اور چمڑا چڑھی جرابون پر مسح جائز ہے نہر الفائق مین ہے جراب مجلد وہ ہے جسکے اوپر اور نیچے چمڑا
چڑھا ہو مرۃً مسح کرنا ہے ایکبار یعنی دو تین بار مسح کرنا خلاف مسنون ہے کذا فی المنح واللوامع اَو ثَلٰثاً مسح جائز ہے اگرچہ ہو محدث حدث
یا خستے ملبوسین علی طُہرٍ مسح جائز ہے اسحالت مین کہ موزے یا جرموق یا جرابین پہنے گئے ہین طہارت پر فلو احدث ومسح بخفیہ ثم
فلبس جرموقیہ لا یمسح علیہ تو اگر اوسنے حدث کیا وضو ٹوٹا اور اوسنے اپنے موزون پر مسح کیا یا نکیا پھر اوسنے جرموق کو پہنا تو جرموق پر مسح نکرے یعنی
اسواسطے کہ جرموق کو اوسنے طہارت پر نہین پہنا بلکہ موزون پر مسح کرنا متعین ہوگا کیونکہ اونکو طہارت پر پہنا ہے کذا فی الطحطاوی تام فرج التام
حقیقۃ کاللمعۃ او معنی کالمتیمم والمعذور موزے ملبوس ہون طہر تام پر یعنی پوری طہارت پر تام کی قید سے ناقص حقیقی یا ناقص معنوی طہارت خارج
ہوگئی ناقص حقیقی جیسا کہ اعضاء وضو مین کسی قدر سے خشک رہگیا اور ناقص معنوی جیسا کہ تیمم کرنیوالے اور معذور کی طہارت ہے سو مدت تیمم کی یہ ہے کہ پانی
کے نہونے سے تیمم کیا اور موزے پہنا تو اوسکو اب مسح کرنا پانی ملنے کیوقت جائز نہین اور اگر وضو کیا اور موزے پہنا پھر وضو ٹوٹا اور پانی نہ پانے سے تیمم کیا
پھر بعد اسکے پانی پایا تو اوسکو مدت کے اندر مسح کرنا درست ہے کذا فی الطحطاوی فانہ یمسح فی الوقت فقط اسواسطے کہ معذور تو فقط وقت مین مسح
کرتا ہے یعنی معذور نے عذر کے موجود ہونے سے مثلا ظہر کو وضو کیا اور موزے پہنا پھر وضو کسی اور سبب سے ٹوٹا جبتک ظہر کا وقت باقی ہے مسح جائز ہے بعد
ظہر کے عصر کیوقت مسح جائز نہین الا بعد تجدید وضو کامل الا اذا توضأ ولبس علی الانقطاع فکالصحیح مگر جبکہ معذور نے وضو کیا اور موزے
پہنا انقطاع عذر پر تو وہ مثل سالم کی مانند ہے یعنی اگر وضو اور موزے پہننے کیوقت عذر منقطع ہو تو تا بقاء مدت مسح اوسکو تندرست کی مانند جائز ہے
عند الحدث طہر تام چاہئے وضو ٹوٹنے کیوقت یعنی جواز مسح کیواسطے موزے پہننے کیوقت طہارت کامل ہونا ضرور نہین بلکہ حدث کیوقت ضرور ہے
فلو غسل رجلیہ ثم لبس خفیہ ثم اکمل الوضوء ثم احدث جاز ان یمسح تو اگر بیوضو شخص نے موزے پہنا پھر وہ پانی
کے اندر گھس گیا سو دونون پانون اوسکے تر ہوگئے پھر اوسنے باقی اعضاء وضو کو پورا کیا پھر اوسکا وضو ٹوٹا تو اوسکو مسح کرنا جائز ہے یعنی
اسواسطے کہ حدث کیوقت طہارت شرط ہے اگرچہ موزے پہننے کیوقت نہو ہم اسطرح اگر اوسنے دونون پانونکو دہویا پھر موزونکو پہنا پھر وضو
کو پورا کیا یا کہ وضو کیا اور پانون نہ دہوئے پھر ایک پانون دہویا اور موزہ پہنا پھر دوسرا پانون دہویا اور دوسرا موزہ پہنا ان صورتونمین
بھی مسح جائز ہے بدلیل مذکور یوماً ولیلۃ للمقیم وثلٰثۃ ایام ولیالیہا للمسافر مسح کرنا جائز ہے مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن
وابتداء المدۃ من وقت الحدث اور اس مدت کی ابتدا وضو کے ٹوٹنے سے ہے یعنی ایک رات دن یا تین رات دن کا شروع وضو کے ٹوٹنے
سے ہے نہ موزے کے پہننے سے اور نہ وضو کرنے سے فقد یمسح المقیم ستا جب یہ معلوم ہوا تو مقیم کا ہے مسح کرتا ہے چھہ نماز مین ہم صورت
اوسکی یہ ہے کہ مثلا ظہر کی تاخیر کی آخر وقت تک یا وضو سے موزے پہنے ہوئے پھر وضو ٹوٹا اور مسح کرکے آخر وقت مین نماز ظہر کی پڑھی پھر ظہر کی

نماز دوسری دن پڑھی اول وقت مین کذا فی القہستانی وقد لا یتمکن الا من اربع اور کبھی آدمی قادر نہین ہوتا مگر چار نماز سے کہ من
توضأ ولبس الخف قبل الفجر فلما طلع صلی فلما انتقض احدث چنانچہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزہ پہنا صبح ہونے سے پہلی پھر بعد
طلوع صبح کے نماز پڑھے پھر جب التحیات پڑھ چکا وضو ٹوٹ گیا ہم اس شخص کو اگلی فجر کی نماز پڑھنا مسح کے ساتھ ممکن نہین اسواسطے کہ حدث
واقع ہوا اوسکو آخر نماز مین کذا فی القہستانی یعنی ظہر عصر مغرب عشا چار نماز کیواسطے یہہ شخص مسح کریگا اور دوسرے دن کی فجر کیواسطے اگر مسح کرے
تو نماز سے خارج ہوگا مدت گذرنے کے ساتھ اور یہہ مفسد نماز ہی لا یجوز علی عمامة وقلنسوة وبرقع وقفازین لعدم الحرج جائز
نہین مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر بسبب نہونے مشقت اور تکلیف کے ہم اور دوسری وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ مسح
موزہ کا ثابت ہوا حدیث سے برخلاف قیاس تو اور چیز کا قیاس موزہ پر نہین ہو سکتا وفرضہ عملا قدر ثلث اصابع الید اصغرها طولا
وعرضا من کل رجل لا من الخف اور مسح کا فرض عملی ہاتھ کی تین چھوٹی اونگلیون کی برابر ہی طول اور عرض مین ہر پانون سے نہ ہر موزہ سے
ہم یعنی فرض مسح اسیقدر ہی خواہ ابتدا مسح کی پانون کی اونگلیون سے ہو خواہ پنڈلی سے خواہ دہنی بائین سے اور مسنون مسح پہلے مذکور ہو چکا کہ اونگلیون
سے لیکر پنڈلی تک ہر پانون کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک پانون پر بقدر چار اونگلی کے مسح کیا اور دوسری پر بقدر دو اونگلی کے تو فرض ادا نہوگا
اور اسیطرح اگر موزہ زیادہ ہو پانون سے اور اوسپر وہان مسح کیا جو پانون کے محاذی نہین تو بھی فرض ادا نہوگا فمنعوا عنه مد الاصبع جب فرض
بقدر تین اونگلی کے مسح ہوا تو فقیہون نے مسح مین ایک اونگلی کا کہینچنا منع کیا ہی یعنی اگر ایک اونگلی کو ایکبار تر کرکے بقدر تین اونگلی کے مسح کیا تو جائز
نہین ہاں اگر ایک اونگلی سے تین بار مسح کیا اور ہر بار نیا پانی لیا اور جدید جدید مقام پر مسح کیا تو جائز ہی کذا فی البحر فلو مسح برؤس اصابعه
وجافی اصولها لم یجز اگر اونگلیون کے سرون پر مسح کیا اور اونگلیون کی جڑون کو موزہ سے جدا رکھا تو مسح جائز نہوا یعنی اسواسطے کہ مستعمل پانی
سے مسح ہوا الا ان یبتل من الخف عند الوضع قدر الفرض قال المصنف مگر یہہ کہ اونگلیون کے رکھنے کیوقت بقدر فرض کے موزہ تر ہو گیا
تو مسح اب جائز ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اسواسطے کہ فرض حاصل ہو گیا بدون مستعمل پانی کے کذا فی الطحاوی قوله وفی
الذخیرة ان الماء متقاطرا لجاز والا لا پہر مصنف نے شرح مین کہا اور ذخیرہ مین ہی کہ اگر اونگلیون کے سرون سے پانی ٹپکتا ہی تو مسح جائز
ہے یعنی اسواسطے کہ فرض حاصل ہو غیر مستعمل پانی سے اور اگر ٹپکتا نہین ہے تو مسح جائز نہین ولو قطع قدمه ان بقی من ظهره قدر الفرض
مسح والا غسل کمن قطع من کعبه اگر ایک آدمی کا پانون کاٹا گیا تو اگر پشت قدم بقدر فرض کے یعنی بقدر تین انگشت کے باقی ہی تو موزہ پر
مسح کرے اور اگر بقدر فرض باقی نہین تو دونون پانو نکو دہووے مانند اوس شخص کے جسکا پانون ٹخنون سے کاٹا گیا یعنی ٹخنون کے نیچے سے سو اوسکو
بھی مسح کرنا جائز نہین کیونکہ مسح کا محل باقی نہین رہا مگر غسل کا محل باقی ہی ولو له رجل واحدة مسحها اگر ایک آدمی کے ایک ہی پانون ہی پیدائشی
یا ایک پانون ٹخنون سے اوپر کاٹا گیا تو وہ اسی ایک پانون کو یعنی اوسکے موزہ کو مسح کرے ویجوز علی خف مغصوب خلافا للحنابلة اور جائز ہی
مسح کرنا چہینے موزہ پر برخلاف حنبلی مذہبیون کے ہم ہرچند غصب کرنا گناہ کبیرہ ہی لیکن مسح کی نماز ادا ہوگی کما جاز غسل رجل مغصوبة
جیسا کہ اسطرح جائز ہی دہونا غصب پانون کا بالاتفاق ہم اطلاق غصب کا اسپر مسامحة ہوا اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ کسی شخص کا پانون بسبب
سزا قصاص کے مستحق قطع ہوا پہر وہ بہاگ گیا اور وضو کرکے اوسنے پانون دہویا کذا فی الطحاوی والخرق الکبیر بالموحدة او مثلثة
ہو قدر ثلث اصابع القدم الاصاغر بکمالها ومقطوعها یعتبر بامثالها قلیل ... اور موزہ کا پہٹا یا بہت سوراخ یعنی قدم کی چہوٹی
تین اونگلیون کی برابر ہے جو مسح کرنیکا اور جس شخص کی سب اونگلیان کٹی ہین تو اوسکی مثل دوسرے شخص کی اونگلیون کا اعتبار کیا جاویگا شارح
نے کہا لفظ کبیر کا با موحدہ یا ثا مثلثہ دونون سے ہوسکتا ہی طحاوی نے شرح منیة المصلی سے نقل کیا کہ با موحدہ کی روایت صحیح ہو اگرچہ
ثا مثلثہ بھی تبادل متصور ہی الا ان یکون فوقه خف آخر او جرموق فیمسح علیه مگر یہہ کہ پہٹے موزہ پر دوسرا اور سمت موزہ ہو یا جرموق

تو اوسپر مسح کرے اسواسطے کہ اعلیٰ کا اعتبار ہے نہ اسفل کا ولا الخرق علی غیر اصابعه وعقبه ویُری ما تحته اور یہہ یعنی اصابع میں صغیر
کا اعتبار کرنا اوسوقت ہے کہ سوراخ اور دریدگی اوسکی انگلیوں کے سوا اور کہیں پر ہو اور سوراخ کے نیچے پانوں نظر آتا ہو فلو علیها اعتبر الثلث
ولو کبارا اور اگر دریدگی انگلیوں پر ہو تو عدم جواز مسح میں تین انگلیوں کا اعتبار ہوگا اگرچہ بڑی انگلیاں ہوں یعنی تو اسصورت میں صغیر
اعتبار نہیں تو اگر ابہام اور کلمہ شہادت کی انگلی منکشف ہو جاوے اور وہ بقدر تین چہوٹی انگلیوں کے ہو تو مسح اوسپر جائز ہے اور اگر ان
دونوں کے ساتھ بیچ کی انگلی بہی کہلجاوے تو مسح جائز نہو گا علی الاصح کذا فی الطحطاوی عن تتمة الفتاوی ولو علیه اعتبر بدو الاکثر ۱۲
اور اگر دریدگی ایڑی پر ہے تو اکثر ایڑی کا کہلجانا معتبر ہے یعنی آدہی ایڑی سے اگر زیادہ مکشوف ہے تو مسح جائز نہیں ہم قاضی خان نے
شرح جامع صغیر میں اسی قول پر اقتصار کیا ہے اور ظاہر متون میں ہر مقام میں تین انگلیوں کا اعتبار ہے اور اسی قول کو کمال الدین صاحب
فتح القدیر اور سرخسی نے پسند کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یُرَ القدم عند المشی لصلابته لم یمنع وان کثر اور اگر نظر نہ پڑے
قدم اوسقدر جو مسح کا مانع ہے پیادہ پا چلنے کیوقت موزے کی سختی کے سبب سے تو مسح کا مانع نہیں اگرچہ بہت پہٹا ہو ہم حلبی نے کہا کہ زمین سے
پانوں اوٹہانے کیوقت اگر نظر نہ آوے تو مسح کا مانع نہیں کما لو انشقت الظهارة دون البطانة چنانچہ اگر موزے کا ابرہ پہٹ گیا نہ اوسکا
استر تو مسح کا مانع نہیں خواہ استر چمڑے کا ہو یا کپڑے کا سیا ہوا موزے میں کذا فی الطحطاوی وتجمع الخروق فی خف واحد لا فیهما اور
متفرق سوراخ جمع کئے جاتے ہیں ایک موزے میں نہ دونوں موزوں میں یعنی اگر ایک موزے میں کئی جگہہ تہوڑا تہوڑا پہٹا ہے تو اوسکو جمع کرکے دیکہینگے
اگر بقدر تین انگشت کے ہے تو مسح جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور اگر ایک موزے میں بقدر دو انگشت کے پہٹا ہے اور دوسرے موزے میں بقدر ایک انگشت کے
تو دونوں پر مسح جائز ہو ۱ھ بشرط ان یقع وضوءه علی الخف نفسه لا علی ما ظهر من خرقه فیلبسه مسح جائز ہے دونوں موزوں پر اس شرط سے کہ فرض
مسح کا واقع ہو نفس موزے پر نہ اوس مقام پر جو تہوڑا سا پہٹا ہے واقل خرق یجمع لیمنع المسح الحالی والاستقبالی کما ینقض الماضی
اور کمتر سوراخ جو جمع کیا جاتا ہے وہ اسلیے منع کرتے ہے مسح حالی اور استقبالی کے جسطرح گذشتہ مسح کو توڑتا ہے کذا فی الفتح ای هم مسح حالی وہ جسکے فی الحال کیا
ارادہ ہے اور استقبالی مسح وہ ہے جو آگے ہوگا اور مسح ماضی کی یہہ صورت ہے کہ درست موزے پر مسح کیا پہر وہ اسقدر پہٹ گیا کہ مانع ہوا مسح کا تو مسح سابق
ٹوٹ گیا کذا فی الطحطاوی قلت ومرادہ ما ینقض التیمم یمنعه وکذا نجاسة وانکشاف فی حق انعقادها کما سیجیء فلیحفظ میں کہتا ہوں اور
یہہ مذکور ہو چکا باب تیمم میں کہ جو چیز تیمم کی ناقض ہے چنانچہ پانی کا موجود ہونا اور اوسکے استعمال پر قادر ہونا وہ ابتداء تیمم کا مانع ہے اور دور
کرنیوالا ہے تیمم موجود کا مانند نجاست اور انکشاف عورت کے کہ وہ ابتداء صلوۃ کی مانع ہے اور صلوۃ موجودہ کی رافع ہے یہانتک کہ انعقاد صلوۃ
یعنی تحریمہ کا مانع ہے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خلاصہ یہہ ہے کہ جسطرح ناقض تیمم اور نجاست اور انکشاف عورت مانع اور رافع ہے
اسیطرح خرق موزہ بہی مانع اور رافع ہے ما تدخل فیه المسلة لا ما دونه الحاقا له بمواضع الخرز کمتر سوراخ جو منع مسح کیواسطے جمع کیا جاتا ہے
وہ ہے جسمیں ٹاٹ وغیرہ کے سینے کا سوا داخل ہو نہ وہ سوراخ جو اس سے کمتر ہے بوجہ الحاق بمواضع درخت یعنی جیسے درخت موزے کی سوراخ بالاتفاق عفو
ہیں لائق شمار کے نہیں اسیطرح یہہ سوراخ بہی لائق شمار کے نہیں بخلاف نجاسة متفرقة وانکشاف عورة وطیب محرم واعلام ثوب من حریر
فانها تجمع مطلقا بخلاف متفرق نجاست اور انکشاف عورت کے اور خوشبو محرم کے اور کپڑے پر ریشم کی بوٹیاں اسواسطے کہ یہہ سب جمع کیجاتی ہیں
مطلقا یعنی ایک مقام میں ہوں یا چند مقامات میں ہم نجاست متفرقہ موزوں میں ہو یا کپڑے یا بدن یا مکان میں یا مجموع میں اور انکشاف متفرق چنانچہ
عورت کی کچہہ شرمگاہ اور اوسکی پیٹہہ اور کچہہ ران میں تو یہہ جمع کیا جاویگا نجاست کی مانند اور نماز کا مانع ہوگا اور محرم کی خوشبوی متفرق اکثر اعضا
میں جمع ہوگی اگر بقدر ایک عضو کے پہنچیگی تو جانور کا ذبح کرنا لازم ہوگا اور ریشمی بوٹیاں بہی جمع کیجاوینگی اگر چار انگشت سے زیادہ ہونگی تو مرد کو اوسکا
پہننا جائز نہوگا یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی واختلف فی جمع خرق باذنی اضحیة ونیفی ترجح الجمع احتیاطا اور قربانی کے دونوں کانوں کے

سوراخون کے جمع کرنے مین اختلاف واقع ہے یعنی ایک قول یہہ ہو کہ جمع کرینگے سو اگر ایک کان کی تہائی سے زیادہ ہونگی تو قربانی جائز نہین اور
دوسرا قول یہہ ہے کہ جمع نکرینگے مگر ایک کان کے سوراخون مین موزے کی مانند اور جمع کرنیکو ترجیح دینا لائق ہے احتیاط کی راہ سے باب عبادت
مین کذا فی النہر وناقضہ ناقض وضوء لانہ بعضہ اور مسح کا توڑنیوالا وہی جو وضو کا توڑنیوالا ہے اسواسطے کہ مسح بعض ہی وضو کا یعنی تو جو
کل کا ناقض ہے وہ بعض کا بھی ناقض ہوگا ونزع خف ولو واحد اور مسح کا ناقض ہے موزہ اوتارنا اگرچہ ایک ہی موزہ اوتارا ہو
ومضی المدة وان لم یمسح اور مدت کا گذر جانا مسح کا ناقض ہے اگرچہ اوسنے مدت مین مسح نکیا ہو ان لم یخش بغلبة الظن ذہاب
رجلہ من برد للضرورة گذرنا مدت کا ناقض ہے بشرطیکہ اوسکو ظن غالب خوف نہو اپنے پانؤن کے جاتے رہنے کا سردی سے یہہ شرط ہوئی
ضرورت کے سبب سے ہم ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہو کہ مسح نہین ٹوٹتا ہے مدت کے گذرنے سے خوف مذکور کیوقت پر اسمین خلل
یہہ ہو کہ سردی کے خوف کو سرایت حدث کے منع مین کچہہ اثر نہین غایة الامر یہہ ہے کہ موزہ نہ اوتارے لیکن مسح نکرے بلکہ تیمم کرے کذا فی ابی
السعود مگر اسمین یہہ خلل ہے کہ فقہانے وضو کا تیمم منع کیا ہے سردی کے خوف مین لہذا فتح القدیر مین ہو کہ لائق یہہ ہو کہ فتوی دیا جاے مسح
کے ٹوٹنے کا مدت کے گذرنے سے اور دوسری مسح کی استیعاب کا پٹی کی مانند شارح نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اور یہی قول اعتماد کے لائق
ہے کذا فی الطحطاوی فیصیر کالجبیرة فیستوعبہ بالمسح ولا یتوقت تو خوف مذکور مین موزہ ہو جائیگا پٹی کی مانند تو سارے موزے کو پورا
مسح کرے اور اس مسح کی مدت نہین جیسے پٹی کے مسح کی مدت نہین یعنی جبتک خوف باقی ہے مسح کرتا رہے ہم پورا مسح کرنا افضل ہو اور اگر
اکثر موزے کا مسح کریگا تو صحیح ہے اور یہہ جو صاحب نہر نے معراج سے وجوب استیعاب کا بیان کیا ہی ابو السعود نے اوسکو رد کیا ہی اسطرح کہ عبارت
معراج کی فضلیت کا احتمال رکہتی ہے کذا فی الطحطاوی ولذا قالوا لو تمت المدة وہو فی صلوته ولا ماء مضی فی الاصح اور اسیواسطے
یعنی ضرورت مین مدت کے گذر جانے سے مسح نہین ٹوٹتا فقہانے کہاہے کہ اگر مسح کی مدت تمام ہوگئی اور مسح کرنیوالا نماز مین ہے اور پانی موجود
نہین تو نماز پڑہتا رہے صحیح قول مین اسواسطے کہ موزہ اوتارنے مین کچہہ فائدہ نہین کیونکہ پانی نہین جو پانؤن کو دہووے وقیل تفسد وہیتیمم
وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ شخص مذکور کی نماز فاسد ہو جاتی ہو اور وہ تیمم کرے اور یہی قول مناسب ہو روایت کی راہ سے اور راجح تر
ہے فہم کی راہ سے ہم وجہ اوسکی یہہ ہو کہ مدت کے گذر جانے سے حدث نے پانؤن مین سرایت کی اسواسطے کہ پانی کا نہونا مانع سرایت کا نہین تو
تیمم کرے اور نماز پڑہے جس طرح وہ شخص کہ اوسکے اعضاء وضو مین کچہہ شک باقی رہا اور پانی نہین ہو جو اوسکو دہووے تو اوسکو تیمم کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی وبعدہما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لاحلول الحدث السابق قدمیہ اور موزہ اوتارنے اور مدت کے
گذر جانیکے بعد باوضو شخص دہووے اپنے دونون پانؤن کو نہ اور اعضاء وضو کو بسبب سرایت کرنے اگلے حدث کے اوسکے دونو پانؤن کو یعنی
حدث سابق کے بعد باقی اعضا دہوئے گئے فقط قدم باقی رہے تو اوسپر کچہہ واجب نہین قدم دہونیکے سوا کذا فی البحر الا لمانع کبرد فیتیمم حینئذ
مگر کسی مانع کے ہونیسے قدمونکو نہ دہووے چنانچہ نہایت سردی سے تو اب تیمم کرلے ہم حلبی محشی نے کہا کہ اسوقت مین تیمم صحیح نہین اسواسطے کہ ضرر
کے خوف مین مسح کرنا چاہیئے موزے پر پٹی کی مانند اور تیمم تو اوسوقت ہو جبکہ ضرر کا خوف ہو اور پانی نہو کذا فی الطحطاوی وخروج اکثر قدمیہ
من الخف الشرعی وکذا اخراجہ نزع فی الاصح اعتبارا للاکثر اور نکلنا اور نکالنا آدہے قدم سے زیادہ شرعی موزے سے نکالنا ہی
موزے کا صحیح قول مین اکثر کے اعتبار کرنے سے یعنی اسواسطے کہ للاکثر حکم الکل ہم قدم عبارت ہی ٹخنون سے تا سر اصابع اور شرعی موزہ ہوتا ہی ٹخنے
سے سر اصابع تک ولا عبرة بخروج عقبہ ودخولہ اور کچہہ اعتبار نہین ایڑی کے خروج اور دخول کا یعنی اگر بلاقصد موزے کی کشادگی سے
خروج اور دخول ہو تب کا معتبر نہین وما روی من النقض بزوال عقبہ فمقید بما اذا کان بنیة نزع الخف اور یہہ جو فقہ مین ایڑی
کے نکل جانے سے مسح کا ٹوٹ جانا مروی ہو سو مقید ہو اوس صورت کے ساتھہ جبکہ اوسکا نکلنا ہو موزہ اوتارنے کی نیت سے اما اذا

ﻟﮧ یعنی پنجہ پا کی بست کے حصے کو کل پیر کا حکم ہوتا ۱۲

لم یکن الا زوال عقبہ بنیۃ بل لسعۃ او غیرہا فلا ینقض بالاجماع کما یعلم من البرجندی معزیا للنہایۃ وکذا القہستانی لکن
باختصار حق زعم بعضہم انہ خرق الاجماع فتنبہ لیکن جبکہ ایڑی کا نکلجانا اپنے محل سے قصد سے نہو بلکہ موزہ کی کشادگی یا اسکے سوا اور وجہ
سے ہو تو مسح نہیں ٹوٹتا ہے باتفاق روایات چنانچہ برجندی سے معلوم ہوتا ہے یہہ قول نہایہ کیطرف منسوب کرکے اور اسیطرح قہستانی شارح نقایہ نے بیان کیا
مگر اختصار عبارت کے ساتھہ یہانتک کہ بعضے لوگون نے گمان کیا ہے کہ قہستانی نے اجماع کو پہاڑا یعنی مخالف اجماع کے بیان کیا سو خبردار ہو کہ اوسکا قول
اجماع کے مخالف نہیں ہے وینتقض ایضا بغسل اکثر الرجل فیہ لو دخل الماء خفیہ صحیح علی الصحیح اور موزہ میں اکثر پاؤن کے دہو جانے سے
بھی مسح ٹوٹتا ہے اگر اوسنے اپنے موزہ میں پانی کو داخل کیا اور اس قول کو بہت فقیہون نے صحیح کہا ہے حلبی نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر پانی خود موزہ میں
مین داخل ہوگیا وقیل لا ینتقض وان بلغ الماء الرکبۃ وہو الاظہر کما فی البحر عن السراج لان استتار القدم بالخف یمنع سرایۃ الحدث
الی الرجل فلا یقع ہذا غسلا معتبرا فلا یوجب بطلان المسح نہر فیغسلہما ثانیا بعد المدۃ او النزع کما سامر اور بعضون نے کہا کہ موزہ میں پانی
کے داخل ہونے سے مسح نہیں ٹوٹتا ہے اگرچہ پانی زانو تک پونہچا ہو اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے اسواسطے کہ چہپانا
قدم کا موزہ سے منع کرتا ہے حدث کے پونہچنے کو پاؤن تک تو اسطرحکا دہو جانا معتبر دہونا نہ ٹہریگا تو بطلان مسح کا موجب نہوگا چنانچہ نہر الفائق
مین ہے تو دونون قدمونکو مدت اور اوتارنیکے بعد دوسری بار دہو ویگا چنانچہ مذکور ہوچکا وبقی من نواقضہ الخرق وخروج الوقت للمعذور
اور مسح کے نواقض میں سے باقی رہا موزہ کا پہٹنا اور معذور کے حق میں نماز کے وقت کا نکل جانا مسح مقیم لعلہ انتقضا وقیل تمام یوم و
لیلۃ فلو بعدہ نزع مسح ثلثا مقیم نے مسح کیا وضو ٹوٹنے کے بعد پہر اوسنے سفر کیا ایک رات اور دن کے تمام ہو جانے سے پہلے تو وہ
تین رات اور دن مسح کرے تو اگر مدت کے تمام ہو جانیکے بعد سفر کرے تو موزہ اوتارے ہم تین دن مسح کرے یعنی مسح کی مدت کو پورا کرے اسطرح
کہ مجموع تین دن ہو جاوین اور یہہ مراد نہیں کہ سر نو سے تین دن تک مسح کرتا رہے کذا فی الطحطاوی ولو اقام مسافر بعد مضی مدۃ مقیم نزع
والا اتمہا لانتصارہ مقیما اور اگر مسافر مقیم ہوگیا مدت مقیم یعنی ایک رات دن کے بعد تو موزہ اوتارے اور پاؤن دہووے اور اگر ایک رات
دن نہیں گذرا تو مقیم کی مدت کو پورا کرے اسواسطے کہ مسافر اب مقیم ہوگیا وحکم مسح جبیرۃ ہی عیدان یجبر بہا الکسر وخرقۃ قرحۃ وموضع
فصد وکی ونحو ذلک کغسل ما تحتہا ولو راسہ کغسل لما تحتہا اور مسح جبیرہ کا حکم اور زخم کے پہائے کا اور فصد اور داغ کے مکان کا اور
مانند اوسکی چنانچہ زخم کی پٹی کا اگرچہ زخم سر میں ہو اوسکے ماتحت کے دہونے کی مانند ہے یعنی بدل نہیں ہے شارح نے کہا جبیرہ وہ لکڑیان
ہیں جس سے ٹوٹی ہڈی باندہی جاتی ہے فیکون فرضا یعنی عملیا لثبوتہ بظنی وہذا قولہما والیہ رجع الامام خلاصہ وعلیہ الفتوی شرح
مجمع جبکہ مسح جبیرہ وغیرہ کا ماتحت کے دہونے کی مانند ہوا تو مسح کرنا فرض ہوگا یعنی فرض عملی نہ فرض اعتقادی بسبب ثابت ہونے مسح
کے دلیل ظنی سے اور یہہ یعنی مسح مذکور کو فرض کہنا صاحبین کا قول ہے اور اسیکی طرف امام نے آخر کو رجوع کیا چنانچہ خلاصہ میں ہے اور
اسی فرض ہونے پر فتوی ہے چنانچہ مجمع کی شرح مین ہے ہم جواز مسح جبیرہ کی دلیل یہہ ہے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ہاتھہ کی ہڈی جنگ احد یا خیبر مین
ٹوٹ گئی تہی سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مسح علی الجبائر کا امر فرمایا اگرچہ یہہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق سے قوی ہوگئی
ہے امام اول مسح جبیرہ کو واجب کہتے تہے پہر فرض ہونیکے قائل ہوئے وقدمنا ان لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح والمختار والاصح والصحیح
اور ہمنے دیباچہ کتاب میں پہلے ذکر کر دیا ہے کہ فتوی کا لفظ تصحیح میں موکد تر ہے مختار اور اصح اور صحیح کے الفاظ سے ہم یعنی ہرچند بعضون نے
وجوب مسح کی تصحیح کی ہے لیکن فرضیت میں فتوی کا لفظ واقع ہوا ہے تو فرضیت موکد تر ٹہری ثم انہ یخالف مسح الخف من وجوہ
ذکر منہا ثلثۃ عشر پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ مسح جبیرہ کا مخالف ہے مسح موزہ کی کئی وجہون سے اونمین سے مصنف نے تیرہ وجہونکو یہان
ذکر کیا ہے فقال فلا یتوقت لانہ کالغسل حتی یتم الاصحاء سو مصنف نے کہا تو مسح کا وقت یعنی مدت معین نہیں اسواسطے کہ وہ

دہونے کی مانند ہوتا اینکہ مسح کرنیوالا اندر ستونکی امامت کرتا ہے یعنی اسواسطے کہ وہ صاحب عذر نہین کذا فی الطحطاوی ولو بدلها بأخرى او سقطت العليا لم يجب اعادة المسح بل يندب اور اگر ایک جبیرہ کو بدلکر دوسرے جبیرہ کو باندہا یا اوپر کے جبیرہ ساقط ہو گئی تو دوسری بار مسح کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہے ويجمع مسح جبيرة رجل معها اي مع غسل الاخرى اور جمع کیا جاتا ہے ایک پانون کی پٹی کا مسح دوسری پانون کے دہونیکے ساتھ یعنی اگر مسح جبیرہ کا مسح ہوتا حکما تو غسل کے ساتھ جمع ہوتا جیسے ایک قدم کا دہونا اور دوسری قدم کے موزے پر مسح کرنا جائز نہین کذا فی الدر لا مسح خفها اور جمع نہین کیا جاتا جبیرہ کے موزے کا مسح دوسری قدم کے جبیرہ کے مسح کے ساتھ یعنی اگر دونون قدم پر جبیرہ ہو سوا اوسنے ایک قدم کے جبیرہ پر مسح کیا اور دوسرے قدم کے موزے پر مسح کیا تو جائز نہین طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اصل اور بدل مین جمع کرنا لازم آیا بل حقیقۃ بلکہ دونون موزون کا مسح جمع کیا جاتا ہے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ اگر ایک پانون پر جبیرہ ہے سوا اوسکا مسح کیا اور دوسرے پانون کو دہویا پہر دونون قدم پر موزے پہنے پہر وضو ٹوٹا تو دونون پر مسح کرنا جائز ہے اسواسطے کہ جمع متقدم یہان نہین ہے یعنی اصل اور بدل مین یہان اجتماع نہین کذا فی الطحطاوی ويجوز اي يصح مسحها ولو شدت بلا وضوء وغسل دفعا للحرج اور جائز ہے یعنی مسح جبیرہ کا صحیح ہے اگرچہ جبیرہ بدون وضو اور دہونے کے باندہی گئی ہو دفع مشقت کیواسطے ويترك المسح كالغسل ان ضر والا لا يترك اور ترک کیا جاتا ہے جبیرہ کا مسح جیسے دہونا اوسکا متروک ہے اگر ضرر کرتا ہو اور اگر ضرر نہو تو ترک نکیا جاوے ھ ضرر سے مراد وہ ضرر ہے جو اعتبار کے لائق ہو نہ مطلق ضرر اسواسطے کہ عمل اوسنے ضرر سے خالی نہین اور یہہ ترک کو مباح نہین کرتا کذا فی الطحطاوی وهو اي مسحها مشروط بالعجز عن مسح نفس الموضع اور وہ یعنی جبیرہ کا مسح کرنا مشروط ہے ساتھ عاجز ہونیکے مسح کرنے نفس موضع سے یعنی عضو کو جب مسح نکر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے ھ عاجزی کی صورت یہہ ہے کہ موضع جبیرہ کو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی بندہی ہو جسکو کہولنا ضرر کرتا ہو کذا فی الدر فان قدر عليه فلا مسح عليها سو اگر عضو کے مسح پر قادر ہو تو پٹی پر مسح کرنا صحیح نہین ھ محیط مین ہے کہ اسکو یاد رکہنا چاہیے کہ لوگ اس شرط سے غافل ہین کذا فی الدر والحاصل لزوم غسل المحل ولو بماء حار فان ضر مسحه فان ضر مسحها فلو ضر سقط اصلا حاصل کلام یہہ ہے کہ دہونا محل مکسور کا لازم ہے اگرچہ گرم پانی سے ہو یعنی اگر سرد پانی سے دہونا ضرر کرتا ہو تو گرم پانی سے دہونا چاہیے اور گرم پانی سے بھی دہونا وہان کا ضرر کرتا ہو تو عضو کو مسح کرے اور اگر نفس عضو کا مسح ضرر کرتا ہو تو اوسکی پٹی پر مسح کرے اور اگر پٹی پر مسح کرنا بھی ضرر کرتا ہو تو بالکل ساقط ہو گیا یعنی نہ دہونا لازم رہا نہ مسح کرنا ويمسح نحو مفتصد وجريح على كل عصابة مع فرجتها في الاصح ان ضره الماء او حلها اور مسح کرے فصد لینے والا اور زخمی اور جو کہ انکی مانند ہے ساری پٹی پر اوس مکان کے ساتھ جو پٹی کی گرہ کے دونون طرف کشادہ ہے صحیح تر قول مین اگر اسکو پانی ضرر کرتا ہو یا پٹی کا کہولنا مضر ہو ھ مصنف استیعاب مسح مین صاحب کنز کا تابع ہوا اور قول اصح جسپر فتویٰ ہے یہہ ہے کہ اکثر عصابہ کا مسح کافی ہے اور گرہ کے پاس کی کشادگی کا مسح کرنا کافی ہے ذخیرہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے یعنی خلاصہ مین جو وہان کے دہونیکو فرض کہا ہے سو اصح نہین کذا فی الطحطاوی ومنه ان لا يمكنه ربطها بنفسه ولا يجد من يربطها اور منجملہ ضرر کے یہہ ہے کہ اوس شخص کو خود پٹی کا باندہنا ممکن نہین اور نہ اوس شخص کو پاتا ہے جو پٹی کو باندہ دے انکسر ظفره فجعل عليه دواء او وضعه على شقوق رجله اجرى الماء عليه ان قدر والا مسحه والا تركه ایک شخص کا ناخن ٹوٹا سوا اوسنے اوسپر دوا رکہی یا پانون کی بوائی پر دوا لگائی تو وضو مین اوسپر پانی کو بہا دے اگر ہو سکے اور اگر اوسپر قادر نہو تو اوسکو مسح کرے اور اگر یہہ بھی نہو سکے تو چہوڑ دے یعنی تو دہونا اور مسح کرنا دونون ساقط ہو گیا عذر سے والمسح يبطله سقوطها عن برء والا لا اور مسح کو باطل کرتا ہے گر پڑنا پٹی کا زخم کے چنگے ہو جانے سے اور اگر بدون صحت کے پٹی ساقط ہو گئی تو مسح باطل نہین ہوتا برخلاف مسح موزہ فان سقطت في الصلوة استانفها پہر اگر پٹی صحت کے بعد نماز مین ساقط ہو گئی تو نماز کو پہر شروع کرے وكذا الحكم لو سقط الدواء او برئ موضعها ولم يسقط مجتبى اور اسیطرح حکم تفصیلی ہے اگر دوا ساقط ہو گئی یا پٹی کا مکان اچہا ہو گیا اور ہنوز پٹی نہین گری کذا فی المجتبى ھ یعنی اگر دوا صحت کے بعد نماز مین ساقط ہوئی یا پٹی کا محل اچہا ہو گیا تو نماز کو پہر شروع کرے وينبغي تقييده بما اذا لم يضر ازالتها فان ضره فلا يبطل اور حکم مذکور کو مقید کرنا چاہیے اس

صورت کے ساتھ جبکہ پٹی کا اوتارنا ضرر نکرے تو اگر مضر ہو تو مسح باطل نہین کذا فی البحر یعنی پٹی کے ساقط ہونے سے بعد صحت کے اوسوقت مسح
باطل ہوتا ہی جبکہ پٹی کا کہولڈالنا ضرر نکرتا ہو اور اگر مضر ہو اسطرح کہ پٹی نہایت چپکی ہے گوشت سے اور اوسکے جدا کرنے مین تازگی زخم کا احتمال ہو تو اِس
صورتمین مسح باطل نہوگا والرجل والمرأة والمحدث والجنب فی المسح علیہا وعلی توابعہا سواء اتفاقا اور مرد اور عورت اور محدث
اور جنب جبیرہ کے مسح مین اور اوسکی توابع مین برابر ہین بالاتفاق ہم توابع جبیرہ سے ہاا اور فصد کی پٹی اور داغ کا موضع اور وہ تندرست مقام جو
ضرورت کے سبب سے پٹی کے نیچے آگیا ہے ولا یشترط فی مسحہا استیعاب وتکرار فی الاصح فیکفی مسح اکثرہا مرۃ بہ یفتی اور پٹی کے
مسح مین پوری پٹی پر مسح کرنا اور مسح کو مکرر کرنا شرط نہین صحیح قول مین تو پٹی کا ایکبار آدہی سے زیادہ مسح کرنا کفایت کرتا ہے اِسی قول پر فتوی ہی ہم
یہہ قول مخالف ہی قول سابق کے کہ وہان پوری پٹی کا مسح مذکور ہے اور اگر اسی قول اخیر پر اقتصار ہوتا تو بہتر تھا اسواسطے کہ فتوی اسی قول پر ہے
کذا فی الطحطاوی وکذا لا یشترط فیہا نیتہ اتفاقا بخلاف الخف فی قول اور اسی طرح پٹی کے مسح مین نیت شرط نہین برخلاف
مسح موزہ کے کہ اوسمین ایک قول مین نیت شرط ہے اور اصح قول یہہ ہی کہ موزہ کے مسح مین نیت شرط نہین وما فی نسخ المتن رجع عنہ
المصنف فی شرحہ اور جو عبارت کہ متن کی نسخون مین ہے مصنف نے اوسکو ترک کیا ہی اپنی شرح مین ہم یعنی شرح منح الغفار مین ویسمح کو غسلہ
جزء سے آخر تک ساقط ہی طحطاوی نے کہا تو اسکا ذکر نکرنا بہتر تہا تا کہ ناقص کا مصنف پر اعتراض نہ لگتا

باب الحیض

یہہ باب ہی حیض کے احکام اور مسائل مین عنون بہ لکثرتہ واصالتہ والا فہی ثلثۃ حیض ونفاس واستحاضۃ مصنف نے حیض کو عنوان قرار
دیا اسباب کا حیض کی کثرت اور اصالت کے سبب سے ورنہ عورت کے خون تو تین قسم ہین حیض اور نفاس اور استحاضہ یعنی ہرچند اسباب مین
حیض اور نفاس اور استحاضہ تینون خونون کے احکام مذکور ہین مگر مصنف نے اسباب کو فقط باب الحیض کرکے آغاز کیا تو اوسکی وجہہ یہی ہی کہ حیض کثیر الوقوع
اور اصل ہے برخلاف نفاس کے کہ ہمیشہ نہین ہوتا بچہ پیدا ہونیکے بعد ہوتا ہی اور استحاضہ بھی بیمار عورت کو ہوتا ہے نہ ہر عورت کو ہو لغۃ السیلان
وشرعا علی القول بانہ من الاحداث مانعیۃ شرعیۃ بسبب الدم المذکور وہ یعنی حیض لغت عرب مین روانگی اور بہنے کو کہتے ہین اور اصطلاح
شرع مین بنابر اوس قول کے کہ حیض حدث ہی منجملہ حدث اور احداث کے شرعی روکنا ہے خون مذکور کے سبب سے یعنی جن عبادات مین طہارت
شرط ہے چنانچہ نماز اور مس مصحف اور دخول مسجد اونمین شارح نے حیض کو مانع طہارت اعتبار کیا ہی اگرچہ مانعیت حسیہ نہو وعلی القول بانہ من
الانجاس دم من رحم اور بنابر اوس قول کے کہ حیض ناپاک چیز ہے منجملہ اور نجاسات کے تو وہ خون ہی کہ عورت کے رحم یعنی بچہ دان سے جاری
ہوتا ہے خرج الاستحاضۃ رحم کی قید سے استحاضہ حیض کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ استحاضہ رحم کا خون نہین بلکہ رگ کے پہٹجانے سے
نکلتا ہے اور اسی طرح نکسیر اور زخمون کا خون اور جو کہ مقعد سے خارج ہو وہ رحم کی قید سے خارج ہو گیا ومنہ ما تراہ صغیرۃ وآیسۃ و
مشکل اور منجملہ استحاضہ ہی وہ خون ہی جسکو نو برس سے کم عمر کی چہوٹی لڑکی دیکہتی ہی اور وہ بڈہی عورت جسکو حیض کی امید نرہی اور جو خون کہ خنثی
مشکل دیکہے قول مختار یہہ ہے کہ ۵۵ برسکی عورت آیسہ ہی کذا فی اکثر المعتبرات لا لولادۃ خرج النفاس نہ ولادت کے سبب سے اِس
قید سے نفاس خارج ہو گیا حیض کی تعریف سے اسواسطے کہ نفاس خارج ہوتا ہی رحم سے ولادت کے سبب سے برخلاف حیض کے وسببہ ابتداء
ابتلاء اللہ لحوا لاکل الشجرۃ اور حیض کے ہونیکا پہلا سبب خدا کا مبتلا کرنا تہا حوا علیہا السلام کو درخت منہی عنہ کے کہا لینے سے وہ درخت
گیہون تہا یا انجیر یا انگور ورکنہ بروز الدم من الرحم اور حیض کا رکن خون کا باہر نکل آنا ہے رحم سے یعنی فرج داخلی کے کنارے کی برابر ہو جائے
یہی قول مشہور ہی اور محمد کے نزدیک احساس رکن ہی حیض کا اور ثمرہ اختلاف اِسصورتمین ظاہر ہوتا ہی کہ عورت نے وضو کیا پہر گدی رکہی پہر نزول خون کا احساس
ہوا قبل غروب کے پہر گدی جدا کی اسکی بعد تو محمد کے نزدیک روزہ ٹوٹا برخلاف شیخین کے یعنی جبکہ گدی فرج کے محاذی نہو اور اگر محاذی ہو گا تو
بالاتفاق حیض یا نفاس ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی عن النہر وشرطہ تقدم نصاب الطہر ولو حکما اور حیض کی شرط مقدم ہونا ہی نصاب طہر

سے نے اقل مدت طہر کا کہ پندرہ دن ہین اگرچہ طہر حکمی ہو ہم طہر حکمی کی دو صورتین ہین ایک تو عورت مستحاضہ کہ بعد ایام حیض کے وہ طاہر ہے حکما اگرچہ خون بہا کرے دوسری وہ عورت جسکو اول بار حیض نمود ہوا تو یہان بھی نصاب طہر کا مقدم ہونا حکما ہے وَعُلِمَ تَفْسِيرُهُ مِنْ أَقَلِّهِ اور شرط حیض کی کم نہونا ہے کثر مدت حیض سے یعنی تین دن سے وَأَوَّلُهُ بَعْدَ التِّسْعِ اور حیض کا زمانہ نو برس کے بعد ہو وَوَقْتُ ثُبُوتِهِ بِالْبُرُوزِ فَيَتْرُكُ الصَّلٰوةَ وَلَوْ مُبْتَدَأَةً فِي الْأَصَحِّ لِأَنَّ الْأَصْلَ الصِّحَّةُ وَالْحَيْضُ دَمُ صِحَّةٍ شُمُنِّي اور حیض کے ثابت ہونیکا وقت اوسکا خارج ہونیسے ہو اوسوقت مین عورت نماز کو چھوڑ دے اگرچہ اوسکو پہلی پہل حیض آیا ہو صحیح قول مین اسواسطے کہ جسم سالم ہونا اصل ہے اور حیض صحت کا خون ہے کذا فی الشمنی ہم غیر اصح یہہ قول ہے کہ جسنے اول بار خون دیکھا وہ تین دن کے بعد نماز چھوڑ دے کہ شاید وہ خون استحاضہ کا ہو نہ حیض اور اصح قول اکثر مشائخ بخارا کا ہی کہ جب اوسنے حالت بلوغ مین خون دیکھا تو بمجرد دیکھنے کے نماز ترک کرے اسواسطے کہ صحت اجسام اصلی ہے اور مرض مقتضی استحاضہ عارض ہے تو بمقتضا اصالت اس خون کو حیض قرار دینا چاہیئے نہ استحاضہ وَأَقَلُّهُ ثَلٰثَةُ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهَا الثَّلٰثِ اور کمتر مدت حیض کی تین دن ہین تین راتون کے ساتھہ خواہ انہین دنون کی راتین ہون یا نہون فَالْإِضَافَةُ لِبَيَانِ الْعَدَدِ الْمُقَدَّرِ بِالسَّاعَاتِ الْفَلَكِيَّةِ لَا لِلْاِخْتِصَاصِ تو اضافت اور نسبت لیالی کی ایام ضمیر کیطرف اوس زمانہ کی شمار کیواسطے ہے جسکا اندازہ ساعات فلکیہ یعنی نجومی گھڑیون سے کیا گیا ہو نہ خصوصیت کے بیان کیواسطے یعنے یہہ مراد نہین کہ انہین ایام مخصوصہ کی تین راتین ہون ہم ساعت دو قسم ہے ساعت فلکی اور ساعت زمانی ساعت فلکی پندرہ درجہ کی ہوتی ہے اوسکو ساعت معتدلہ بھی کہتے ہین ایکرات اور دن کی ٢٤ گھڑیان ہوتی ہین تو اقل مدت حیض کی ٧٢ گھڑیان ہوئین اور ساعت زمانی رات یا دن کے بارہوین حصے کا نام ہے اوسکو ساعت معوجہ بھی کہتے ہین تو ساعت فلکی کی قید سے ساعت زمانی سے احتراز ہوا اور اسیطرح ساعت لغوی اور ساعت شرعی سے کہ عبارت ہے زمانہ کے ایک جزسے اگرچہ وہ قلیل ہو تو اگر عورت کو اول بار خون آیا جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع تہا اور چوتھے دن منقطع ہوا جبکہ چہارم قرص طالع تہا تو وہ استحاضہ ہے حیض نہین کیونکہ اقل مدت اوسکی پائی نہین گئی اور اگر نصف قرص کے طلوع ہونیکے بعد خون منقطع ہوا تو البتہ حیض ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی بتصرف فَلَا يَلْزَمُ كَوْنُ لَيَالِيهَا ثَلٰثَةً الْأَيَّامِ جبکہ اضافت مذکورہ بیان عدد کیواسطے ٹہری نہ اختصاص کیواسطے تو راتونکو انہین دنونکی راتین ہونا لازم نہین ہم رات مقدم ہوتی ہے دن پر تو اگر جمعہ کے دن سے حیض شروع ہوا تو یہہ لازم نہین کہ جمعہ کی رات مین بھی ہو بلکہ مطلقا تین راتین لازم ہین جسطرح یہہ لازم نہین کہ تین دن پورے ہون آفتاب کے طلوع سے بلکہ مقدار تین دن کی زمانہ گذرنا چاہیئے وَكَذَا قَوْلُهُ وَأَكْثَرُهُ عَشَرَةٌ بِعَشْرِ لَيَالٍ كَذَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِي وَغَيْرُهُ اور اسیطرح مصنف کا یہہ قول ہے کہ اکثر مدت حیض کی دس دن ہین دس راتون کے ساتھہ مطلقا خواہ اونہین دنون کی راتین ہون یا نہون ایسا روایت کیا ہے اقل اور اکثر مدت کو دارقطنی وغیرہ نے ہم یہہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے تو مرتبہ حسن کو پہونچکر لائق احتجاج کے ہو گئی کذا فی النہر وَالنَّاقِصُ عَنْ أَقَلِّهِ وَالزَّائِدُ عَلٰى أَكْثَرِهِ أَوْ أَكْثَرِ النِّفَاسِ أَوْ عَلَى الْعَادَةِ وَجَاوَزَ أَكْثَرَهُمَا وَمَا تَرَاهُ صَغِيرَةٌ دُونَ تِسْعٍ عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَآيِسَةٌ عَلٰى ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَحَامِلٌ وَلَوْ قَبْلَ خُرُوجِ أَكْثَرِ الْوَلَدِ اسْتِحَاضَةٌ اور جو خون کہ حیض کی اقل مدت یعنی تین رات اور تین دن سے کم ہے اور جو کہ اکثر مدت حیض سے یا اکثر مدت نفاس سے زائد ہے یا زائد ہے حیض اور نفاس کی عادت سے جو مقرر تھی اور بڑہ گیا اکثر مدت حیض اور نفاس سے اور جو خون کہ نو برس سے کم عمر کی لڑکی دیکھے بنا بر قول معتمد کے اور جو خون کہ وہ بڈہی عورت دیکھے جبکو حیض سے نا امیدی ہوگئی بنا بر ظاہر مذہب کے اور جو خون کہ حاملہ عورت دیکھے اگرچہ وہ اکثر ولد کی نکلنے سے پہلے ہو تو یہہ سب استحاضہ ہے ہم اقل اور اکثر مدت سے ناقص اور زائد ہونا استحاضہ ہے اگرچہ کمی اور زیادتی نہایت کم ہو تو اگر عورت کو پانچ دن کی مثلا عادت ہو اور اوسکا خون جاری ہوا پہلی تاریخ جبکہ نصف قرص آفتاب کا طالع ہوا اور گیارہوین تاریخ منقطع ہوا جبکہ دو ثلث قرص طالع ہوا تھا تو جو پانچ دن سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے اسواسطے کہ وہ دس دن سے بقدر سدس کے زائد ہو گیا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وَأَقَلُّ الطُّهْرِ بَيْنَ الْحَيْضَتَيْنِ أَوِ النِّفَاسِ وَالْحَيْضِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَيَالِيهَا إِجْمَاعًا اور کمتر مدت طہر کی یعنی پاک رہنے کی دو حیض کے درمیان یا نفاس اور حیض کے درمیان پندرہ

دن اور اونکی راتین باتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم نفاس اور حیض کے درمیان کا طہر اسمین پندرہ دن ہوتا ہی جبکہ نفاس کی اکثر مدت پوری ہوگئی ہو کذا فی الطحطاوی ولا حدّ لاکثرہ ای الطہر لانہ قد یستغرق العمر یعنی اکثر مدت طہر کی اگرچہ تمام عمر کو احاطہ کرجاوی ہم استغراق طہر کی تین صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے کہ عورت بالغہ ہوجاوی عمر کیوجہ سے اور تمام عمر اوسکو خون نہ آوی تو وہ روزہ رکہاکرے اور نماز پڑہاکرے اور ہمیشہ شوہر سے قربت کیاکرے اور اوسکی عدت مہینون سے منقضی ہوگی دوسری یہہ کہ بلوغ کے نزدیک یا بعد اوسکی تین دن ہی کم خون کو دیکہے پہر ہمیشہ کو خون منقطع ہوجاوے اسکا حکم پہلی صورت کا سا حکم ہے تیسری یہہ کہ ایسا خون دیکہے جو حیض ہوسکتا ہے پہر دائمی انقطاع ہوجاوی اسکا حکم بہی پہلی صورت کی مانند ہی مگر یہہ کہ اوسکی عدت منقضی نہوگی مگر حیض سے اگر حیض جاری ہو قبل از سن ایاس اور اگر جاری نہو تو مہینون سے اوسکی عدت منقضی ہوگی ابتدا از سن ایاس سے چنانچہ باب العدۃ مین مذکور ہوگا الا عند الاحتیاج الی نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم اکثر طہر کی حد نہین مگر عورت کی عادت مقرر کرنیکی احتیاج کیوقت جبکہ اوسکا خون برابر بلا انقطاع جاری ہوجاوی یعنی سیلان دائمی مین البتہ اکثر طہر کے محدود کرنے کی حاجت ہوگی فیحدّ لاجل العدۃ بشہرین بہ یفتی تو طلاق کی عدت کیواسطے طہر کی اکثر مدت دو مہینے ٹہرائی جاوینگی یہی قول مفتی بہ ہی ہم نہایہ مین کہا کہ حاکم شہید نے اس قول پر اسواسطے فتوی دیا کہ یہہ آسان تر ہے انتہی اور یہہ دو مہینون کی حد معتادہ اور متحیرہ کے حق مین ہی نہ مبتداۃ مین یعنی جس عورت کو جوان ہوتے ابتداء جوانی سے برابر خون جاری ہوگیا اسواسطے کہ مبتداۃ کا حیض ہر مہینے سے دس دن ہین ابتدا روئیت سے خواہ عشرہ اولی ہو یا عشرہ ثانیہ یا ثالثہ اور باقی ایام طہر کے ہین سو اگر مبتداۃ کو اوسکی زوج نے طلاق دی آخر طہر مین تو اوسکی عدت ۹۰ نہتر دن مین منقضی ہوگی تین حیض تیس ۳۰ دن کے اور دو طہر ایک طہر ۲۰ دنکا اور دوسرا انیس ۱۹ دن کا اور اگر اول طہر مین طلاق دی تو عدت آخر ہوگی ۸۸ یا ۸۹ دنمین تین حیض تو تیس ۳۰ دن کی اور تین طہر ایک طہر ۲۰ دنکا اور دو طہر انیس ۱۹ انیس ۱۹ دن کے یا ایک طہر انیس ۱۹ دن کا اور دو طہر بیس بیس دنکے اور اگر طلاق دی اول حیض مین تو عدت منقضی ہوگی ۹۸ یا ۹۹ دنمین چار حیض چالیس دن کر اور تین طہر بطور سابق کے کذا فی الطحطاوی وعمّہ کلامہ المبتداۃ والمعتادۃ ومن نسیت عادتہا اور مصنف کا کلام نصب عادت مین شامل ہے مبتدا وہ اور معتادہ یعنی وہ عورت کہ اپنی عادت نہین بہولے اور اوس عورت کو جو اپنی حیض کی عادت بہول گئی ہم یہہ کلام فی نفسہ صحیح ہے اگرچہ اکثر طہر کی حد مختلف ہی اسواسطے کہ معتادہ اور ناسیہ کے اکثر طہر کی حد دو مہینے ہین اور مبتداۃ کے ۲۰ دن ہین حالت استحاضہ مین طحطاوی نے کہا مصنف کا یہہ کلام الا عند نصب عادۃ لہا اذا استمر بہا الدم مبتداۃ کے ۲۰ دن پر بہی صادق آتا ہی وتسمّی المحیّرۃ والمضلّلۃ اور جوکہ حیض کی عادت بہول گئی اوسکو محیّرہ اور مضلّلہ کہتے ہین ہم محیّرہ اور مضلّلہ بصیغہ مفعول اور فاعل دونون جائز ہی یعنی وہ عورت اپنی حیض اور طہر مین حیران اور گمراہ ہے یا یہہ کہ اوسنے فقہا کو حیران کر رکہا ہی اور اوسکو ناسیہ اور ضالّہ اور متحیرہ بہی بولتے ہین وضلالہا اِمّا بعددٍ او بمکانٍ او بہما کما بُسط فی البحر والحاوی اور اوسکا گم کرنا اور بہولجانا یا تو شمار ایام حیض کا بہولنا ہی کہ کئے دن حیض آتا تہا یا مکان کا بہولنا ہی یعنی شمار ایام کا تو یاد ہی مگر تاریخ یاد نہین کہ عشرہ اولی مین ہوتا تہا یا ثانیہ یا ثالثہ مین یا دونون کا بہولنا ہی یعنی نہ شمار یاد ہی نہ تاریخ چنانچہ بحر الرائق اور حاوی مین بشرح مذکور ہے وحاصلہ انّہا تتحرّٰی اور حاصل اوس بیان بشرح کا یہہ ہی کہ بہولنے والی اٹکل دوڑاوی اور خوب سوچے یعنی ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنونکو طہر گمان کرے تو وہ پاک ہی ہر وقت وضو کرکے نماز پڑہا کرے اور جن دنونکو حیض سمجہے انمین نماز روزہ ترک کرے خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جب اوسکو حیض کا یقین ہو وقت مخصوص مین تو عبادت ترک کرے اور اگر یقین نہو تو گمان غالب پر عمل کرے اور اگر کسیطرف دل نہ ٹہرے اور تردد واقع ہو اوسکا حکم شارح بیان کرتا ہی وفی تردّدہا بین حیضٍ ودخولٍ فیہ وطہرٍ تتوضّأ لکل صلوۃ اور جبکہ عورت مذکورہ کو تردد واقع ہو حیض مین اور حیض کے آنے مین اور طاہر ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے وضو کرے یعنی جن دن یہہ تردد ہو کہ شاید یہہ دن حیض کا ہی یا حیض شروع ہوا یا شاید پاکی کا دن ہی تو ہر نماز مین وضو کیا کرے یہی قول صحیح ہے اور واجبات اور سنن موکدہ ادا کرے اور قرآن بقصد مفروض اور واجب کی پڑہے اور مسجد مین نجاوے اور قرآن کا مس نکرے و تمامہ فی الطحطاوی وان بین طہرٍ ودخولٍ فیہ تغتسل لکل صلوۃ

وهي

اور اگر تردد ہو حیض اور طہر مین اور طہر کے داخل ہونے یعنی حیض سے خارج ہونے مین تو ہر نماز کیواسطے غسل کرے اسواسطے کہ شاید حیض سے خارج ہوئی
اور طہر مین داخل ہوتی **وتترك غير موكد ثم ومسجد أو جماعا** اور چھوڑ دے نماز غیر موکدہ کو اور مسجد کے جانے کو اور جماع کو یعنی زوج کو اپنے اوپر
قادر نہونے دے کہ شاید حیض مین جماع واقع ہو ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہہ دوسری صورت سے متعلق ہے **وتصوم رمضان ثم تقضي عشرين يوما**
ان علمت بدايته ليلا اور سارے رمضان مین روزہ رکھے پہر ۲۰ دن قضا کرے اگر جانتی ہو کہ شروع ہونا حیض کا اس بیماری سے پہلی رات کو ہم
اسواسطے کہ اگر حیض رات سے شروع ہوا تو رات پر ختم ہوگا تو اوسکا روزہ رمضان مین سوا دس دن کے فاسد نہوا اور دس دن قضا کے فاسد
ہوئے کذا فی الحلبی قضا کے دن فاسد ہوئے حیض کے احتمال سے تو ۲۰ دن کے قضا کرنے مین دس روزے بالیقین طہر مین واقع ہونگے **والا فاثنين**
وعشرين ورنہ بائیس ۲۲ دن قضا کرے یعنی اگر ابتداء حیض دن سے جانتی ہو تو ۲۲ دن قضا کرے اسواسطے کہ اگر حیض دنکو شروع ہوا تو دن مین ختم
ہوگا گیارہوین دن تو گیارہ روزے اوسکے فاسد ہوگئے اور اسیقدر قضا مین کذا فی الحلبی تو ۲۲ دن کی قضا مین گیارہ روزے بالیقین طہر مین واقع
ہونگے **وتطوف لركن ثم تعيده بعد عشرة** اور طواف کرے فرض جسکو طواف الزیارۃ کہتے ہین پہر اوسکا اعادہ کرے دس دن کے بعد یعنی اسواسطے کہ
طواف الزیارۃ مین طہارت واجب ہے اور شاید کہ وہ طواف حیض مین واقع ہوا ہو **وتطوف للصدر ولا تعيده** اور طواف الصدر کرے یعنی کعبہ سے رخصت
ہونیکا طواف اور اوسکا اعادہ نکرے اسواسطے کہ حائض پر سے طواف الصدر ساقط ہے **وتعتد لطلاق بسبعة اشهر على المفتى به** اور عدت
کرے طلاق کیوجہ سے سات مہینے مفتی بہ قول پر یعنی مضللہ اور اسیطرح معتادہ مستمرۃ الدم بقول حاکم شہید سات مہینے کی عدت کرے کذا فی الحلبی اسلئے
کہ تین حیض کے ۳۰ دن اور چہ مہینے کے تین طہر چنانچہ سابق مین گذرا کہ اکثر طہر اوسکا دو مہینے کا ہے **وما تراه من لون ككدرة وترية في**
مدته المعتادة اور حیض کی مدت معتادہ مین جو رنگ کہ دیکہے چنانچہ تیرگی اور خاکستری وہ حیض ہے ہم جبکہ تیرہ اور خاکستر خون حیض
ٹہرا تو سرخ اور سیاہ اور زرد اور سبز بطریق اولی حیض ہوگا **سوى بياض خالص قيل هو شيء يشبه الخيط الابيض** سفیدی خالص کے سوا
کہ وہ حیض نہین ہے بعضون نے کہا کہ بیاض خالص ایک چیز ہے سفید دہاگے کی مانند یعنی بعد اختتام حیض کے وہ گدی پر ظاہر ہوتی ہے لیکن تحقیق یہہ
ہے کہ بیاض خالص سے انقطاع حیض مراد ہے کذا فی نہر الفائق **ولو المرئي طهرا متخللا بين الدمين فيها حيض** اگرچہ مدت کے اندر دو خون
کے درمیان طہر معلوم ہو وہ بھی حیض ہے یعنی حیض کے دس دن کی مدت مین اول خون نظر آیا اور آخر مین بھی نمود ہوا اور مابین مین خشکی معلوم
ہوئی تو یہہ طہر متخلل بین الدمین بھی حیض مین داخل ہے **لان العبرة لاوله وآخره وعليه المتون فليحفظ** طہر متخلل اسواسطے حیض ٹہرا کہ اسکی
اول اور آخر کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کا اتفاق ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم یعنی جیسے وجوب زکوۃ مین ابتدا اور انتہاء سال مین نصاب
کا ہونا کافی ہے اگرچہ سال کے انیہہ پوری نصاب باقی نرہی ہو اسیطرح حیض مین مدت کے اول اور آخر کا اعتبار ہے درمیان کی خشکی ساقط الاعتبار ہے
شارح نے اس قول سے صاحب بحر کے اس کلام کے رد ہونے پر اشارہ کیا کہ اگرچہ اس روایت کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے لیکن اصحاب شروح نے
اسکی تصحیح نہین کی اسواسطے کہ نصاب پر قیاس صحیح نہین کیونکہ یہان خون اثناء مدت مین منقطع ہے اور زکوۃ مین بقاء جزء نصاب اثناء سال مین شرط ہے
صاحب نہر الفائق نے اسکو یون رد کیا ہے کہ یہہ قیاس نہین ہے نصاب پر بلکہ اوسکا نظیر بیان کیا ہے **ثم ذكر احكامه بقوله يمنع صلوة مطلقا و**
لو سجدة شكر پہر مصنف نے احکام حیض کے بیان کئے اپنے اس قول سے کہ حیض منع کرتا ہے نماز کو مطلقا یعنی خواہ رکوع سجود والی نماز ہو خواہ جنازہ
کی اگرچہ سجدہ شکر کا ہو **وصوما وجماعا** اور حیض مانع ہے روزہ اور جماع کو **وتقضيه لزوما دونها للحرج** اور عورت روزہ کو قضا کرے
ضرور نہ نماز کو بسبب حرج اور مشقت کے ہم نماز ہر سال ہر روز فرض ہے اور روزہ سال بھر مین ایک مہینا تو قضاء صوم مین حرج نہین اور نماز کی قضا
مین دقت ہے **ولو شرعت تطوعا فيهما فحاضت قضتهما خلافا لما زعمه صدر الشريعة** اور اگر عورت نے نفل نماز روزہ شروع کیا
پہر وہ حائض ہوگئی تو نماز روزہ دونوں کو قضا کرے برخلاف اس قول کے جو صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہے کذا فی البحر یعنی شارح وقایہ نے کہا ہے

کہ عشاء قضا کرے نہ نماز وفی الحیض لو نامت طاہرۃ فاصبحت حائضۃ حکم بحیضہا اور فیض میں ہے کہ اگر عورت سوئی پاک اور
اوٹھی حیض کی حالت میں تو اوسکے ثبوت حیض کا حکم ہوگا جب سے کہ وہ اوٹھی ہے یہہ حکم نظر باحتیاط ہے تو اگر عشا کے بعد بدون نماز پڑھے سو گئی اور صبح کو اوٹھی
تو عشا کو قضا کرے اسواسطے کہ اضافت حوادث کی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے وبعکسہ منذ نامت احتیاطا اور اسکے بالعکس میں یعنی سوئی حائض
اور اوٹھی طاہر تو اوسکی طہارت کا حکم ہوگا سونے کے وقت سے احتیاط کی راہ سے ہم بعضوں نے کہا کہ قولہ احتیاطا عکس کی علت ہے میں کہتا ہوں کہ
وہ دونوں صورتوں کی علت ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو گیا اور اس پر دلیل بحر الرائق کا کلام ہے کہ اگر عورت نے گدی رکھی رات کو اور فجر کو
پاک اوٹھی تو عشا کی نماز قضا کرے پھر اگر وہ طاہر تھی سوا سنے تراویح دیکھی صبح کو تو بھی عشا کو قضا کرے اگر نماز نہ پڑھی ہو گدی رکھنے سے پہلی
اوسکو پاک قرار دینے کی وجہ سے پہلی صورت میں گدی رکھنے کیوقت سے اور حائض قرار دینے کی علت سے دوسری صورت میں گدی کے جدا کرنے کیوقت
سے نظر باحتیاط دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی ویمنع حل دخول مسجد اور منع کرتا ہے حیض دخول مسجد کے حلال ہونے کو ہم اسکو معلوم
ہوا کہ جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں نجائے مسجد کی قید سے عیدگاہ خارج ہے اور اسیطرح خانقاہ اور مدرسہ اور جسکے پیٹ میں ریح گھومی وہ اوسکے
خارج کرنے کو باہر مسجد کے نکلجائے یہی قول اصح ہے اور اگر مسجد میں کسیکو احتلام ہو وہ تیمم کرکے باہر نکلے اگر خوف نہو دشمن یا جانور کا اور اگر خوف
ہو تو تیمم کرکے وہین ٹھہرا رہے اگر مسجد سے جلد نکلے تو تیمم کا نہ کرنا جائز ہے اور اگر خوف سے وہین ٹھہرے تو واجب ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وحل
الطواف ولو بعد دخولہا المسجد او شروعہا فیہ اور حیض حلت طواف کا مانع ہے اگرچہ حیض بعد داخل ہونے مسجد الحرام کے اور طواف
میں شروع کرنے کے بعد عارض ہوا ہو وقربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ اور منع کرتا ہے حیض تہبند کے
نیچے کی نزدیکی سے یعنی اوس بدن کی قربت سے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اگرچہ قربت بدون شہوت کے ہو یعنی جماع کرنا اور ران وہان
لگانا اور بدون شہوت کے ہاتھ لگانا سب حرام ہے ہم یہہ حرمت استمتاع ما تحت الازار کی درصورت عدم حیلولت کے ہے اور اگر بدون جماع
کے استمتاع ما تحت الازار ہو حیلولت کے ساتھ یعنی کپڑا درمیان میں حائل ہو تو جائز ہے اگرچہ خون سے آلودگی ہو اور حائض کا کھانا پکانا اور اسکی
آٹے اور پانی چھونے کو استعمال کرنا مکروہ نہیں اور حائض کے بچھونے سے علٰحدہ رہنا لائق نہیں کہ یہہ یہودیون کا فعل ہے کذا فی الطحطاوی
عن البحر وحل ما عداہ مطلقا اور قربت مذکورہ کے سوا ہر فعل حلال ہے مطلقا ہم اسوا ہی قربت مذکورہ نظر ما تحت الازار اور استمتاع
بقیہ بدن پر صادق ہے خواہ نظر کرنا اور استمتاع شہوت کے ساتھ ہو یا بدون شہوت اور یہی مطلب ہے اطلاق کا کذا فی الحلبی وہل یحل النظر و
مباشرتہا لہ فیہ تردد اور کیا نظر کرنا عورت کی ما تحت الازار کو اور بدن سے بدن لگانا عورت کا مرد کو حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہہ ہے کہ اسمین
تردد ہے ہم شارح کو یہہ تردد پیدا ہوا ہے صاحب بحر کے متردد ہونے سے لیکن تحقیق یہہ ہے کہ نظر کے حلال ہونے میں کچھ تردد نہیں اسکی تحریم پر کوئی معتمد
دلیل نہیں وہ داخل ہے اس قول کے تحت میں وحل ما عداہ مطلقا کذا فی الطحطاوی وقرأۃ قرآن بقصدہ اور حیض منع کرتا ہے قرآن پڑھنے کو قرآن
کی نیت سے ہم حائض کو قرآن پڑھنا ممنوع ہے خواہ پوری آیت ہو یا کم یہی قول ہے کرخی کا اور اکثر کتب میں اسیکی تصحیح ہے کذا فی البحر لیکن اگر قرآن پڑھا بہ قصد
ثنا یا افتتاح امر بالقصد دعا تو اصح روایت میں ممنوع نہین اور بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق ممنوع نہین اور اذکار کا پڑھنا مباح ہے مطلقا اور ذکر کے
واسطے حائض کو وضو کرنا مستحب ہے اور ترک اوسکا خلاف اولی ہے کذا فی الطحطاوی ومسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح اور حیض منع
کرتا ہے قرآن کے چھونے کو اگرچہ قرآن فارسی خط میں لکھا ہو صحیح تر قول میں ہم مس قرآن جنب اور حائض کو جائز نہیں خواہ لوح پر لکھا ہو خواہ
درہم یا دیوار پر مصحف کا مس کسیطرح جائز نہیں نہ حروف کا نہ حاشیہ کا یہی قول معتمد ہے برخلاف غیر مصحف کہ اوسمین مکتوب کا مس جائز نہیں لیکن
غیر مکتوب کا مس جائز ہے کذا فی البحر الا بغلافہ المنفصل کما مر مگر قرآن کا چھونا جدا غلاف سے جائز ہے چنانچہ گذرا یعنی جزدان کے ساتھ
چھونا درست ہے جو چولی کے ساتھ درست نہیں ہم قرآن کی مانند توریت اور انجیل اور زبور میں جنمین تبدیل اور تحریف واقع نہیں ہوئی فقہا نے کہا کہ

تفسیر اور فقہ اور احادیث کی کتابون کا چھونا حائض کو مکروہ ہے کیونکہ آیات قرانی سے خالی نہین ہین اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع شروح نحو کا بھی یہی حال
ہے کذا فی النہر وکذا یمنع حمل المکتوب وورق فیہ آیۃ اور جیس اسیطرح منع کرتا ہی قران کو اوٹہانے کو جیسی اس تختی اور ورق کا اوٹہانا ممنوع
ہے جسمین آیت قرانی مکتوب ہو م اور اگر آیت سی کم مکتوب ہی تو اسکا چھونا مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولا باس لحائض وجنب
بقراءۃ ادعیۃ ومسہا وحملہا وذکر اللہ تعالی وتسبیح وزیارۃ قبور ودخول مصلی عید اور کچھ مضائقہ نہین حائض اور جنب کو دعاؤن
کے پڑہنے اور چھونے اور اوٹہانے مین اور اللہ تعالے کے ذکر مین اور سبحان اللہ کہنے اور قبرون کی زیارت اور عیدگاہ کے داخل ہونے مین م
لا باس کے لفظ مین اشارہ ہی کہ جنب اور حائض کو ان چیزون مین وضو کر لینا مستحب ہی واکل وشرب بعد مضمضۃ وغسل ید اور کھانے پینے مین
کلی کرنی اور ہاتھ دہونے کے بعد م تو کلی اور ہاتھ دہونے کے بعد کہانا پینا اصلا مکروہ نہین حائض کو تو لفظ لا باس کا خلاف اولے پر جو مرجع ہی کراہت
تنزیہی کا دلالت نہین کرتا بدلیل قول شارح واما قبلہما فیکرہ کذا فی الطحطاوی واما قبلہما فیکرہ للجنب لا لحائض الا اذا خوطبت بغسل ذکرہ الحلبی
اور کلی اور ہاتھ دہونے سی پہلے تو کہانا پینا جنب کو مکروہ ہی نہ حائض کو جبتک کہ حائض کو نہانیکا حکم نہو یعنی طاہر ہونے کے بعد ایسا ذکر کیا ہی حلبی نے م
جنب اور حائض مین فرق یہہ ہی کہ جنب کا منہ دہونا کلی سی ساقط ہوجاتا ہی تو پانی مستعمل ہوگا اور مستعمل پانی پینا مکروہ ہے ہر چند یہہ تعلیل طعام مین جاری نہین
برخلاف حائض کہ اوسکا منہ صاف نہین ہوتا قبل از انقطاع حیض ولا یکرہ النظر الیہ ای مس قران بکمہ عند الجمہور تیسیرا وصحح فی الہدایۃ الکراہۃ وہو موجہ
اور مکروہ تحریمی نہین چھونا قران کا آستین سی اکثر عالمون کے نزدیک آسانی کیواسطے اور ہدایہ مین اسکے مکروہ ہونے کو صحیح کہا ہی اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی
م آستین سی مراد وہ کپڑا ہی جو چھونے والیکے بدن سی متصل ہی ویحل وطیہا اذا انقطع حیضہا لاکثرہ بلا غسل وجوبا بل ندبا اور حلال ہی عورت
سے جماع کرنا جبکہ اوسکا حیض منقطع ہو گیا حیض کی اکثر مدت کے بعد بدون غسل واجب کے بلکہ قبل جماع کے نہانا مستحب ہی یعنی جبکہ دس رات دن کے بعد
حیض بند ہوا تو بدون نہانے کے اس عورت کا جماع درست ہی اور قبل جماع کے غسل کرنا واجب نہین ہے بلکہ مستحب ہی تو جماع بلا غسل مکروہ تنزیہی ہی
وان انقطع لدون اقلہ تتوضأ وتصلی فی آخر الوقت اور اگر منقطع ہوا خون حیض کی اقل مدت سی کمتر مین یعنی تین رات دن سی کم مدت مین بند ہوا تو عورت
وضو کرے اور نماز پڑہے نماز کے آخر وقت مین م یہان غسل نہ ثابت ہوا کیونکہ یہہ خون حیض کا نہین ہی طحطاوی نے کہا شارح نے اسصورت مین جماع کا
حکم بیان نہین کیا لیکن اوسکا حلال نہونا اگلے مسئلے سی ظاہر ہوتا ہی یعنی جبکہ عادت سی کم اقل مدت کے بعد منقطع ہونے سی حلت نہین تو یہان بطریق
اولے حلت نہوگی وان لاقلہ فان لدون عادتہا لم یحل اور اگر حیض منقطع ہوا یعنی اقل مدت کے بعد پہر اگر عادت سی کم مدت مین بند ہو گیا تو جماع
حلال نہین اگرچہ وہ غسل کر چکی ہو کذا فی البحر وتغتسل وتصلی وتصوم احتیاطا اور عورت مذکورہ غسل کرے اور نماز پڑہے اور روزہ رکھے احتیاط
کی راہ سی م تاخیر کرنا غسل کا آخر وقت تک مستحب ہی جبکہ پوری عادت کے بعد حیض منقطع ہوا ہو اور اگر عادت سی کم منقطع ہوا ہو تو تاخیر واجب ہی
کذا فی النہر وان لعادتہا فان کتابیۃ حل فی الحال اور اگر اقل مدت کے بعد عورت کی عادت پر حیض منقطع ہوا تو اگر وہ عورت اہل کتاب سی ہے
تو اوسکا جماع کرنا فی الحال حلال ہو گیا یعنی اسواسطے کہ اوسپر غسل کرنا واجب نہین کیونکہ کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہین کذا فی البحر والا لا یحل حتی
تغتسل او تتیمم بشرطہ اور اگر عورت مذکورہ مسلمان ہی تو جماع حلال نہین یہان تک کہ غسل کرے یا تیمم کرے بدلے غسل کے تیمم کی شرط کے موافق یعنی اگر
آب مطلق کافی کے استعمال سی عاجز ہے تب اوسکو تیمم درست ہوگا نہر الفائق مین ہی کہ تیمم کے بعد بدون نماز پڑہے جماع اوسکا حلال نہین بالاجماع بنا بر
قول اصح کے او یمضی علیہا زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمۃ یعنی من آخر وقت الصلوۃ لتعلیلہم بوجوبہا فی ذمتہا حتی لو طہرت
فی وقت العید لابد ان یمضی وقت الظہر کما فی السراج یا انقطاع حیض کے بعد اسقدر زمانہ گذر جاے جو گنجائش رکہتا ہو نہانے اور کپڑے
پہننے اور تحریمہ باندہنے کی یعنی نماز کے آخر وقت سی اسقدر زمانہ چاہئے بسبب بیان کرنے فقہا کے واجب ہونے نماز کے عورت کے ذمہ پر یعنی وجوب
نماز کا ثابت نہین بدون خروج وقت کے تو اگر عورت طاہر ہوئی عید کیوقت تو ضرور ہی کہ ظہر کا وقت گذر جاے چنانچہ سراج وہاج مین مذکور ہی

ھم تو مراد یہہ ہی کہ ایسے وقت مین پاک ہو کہ غروب وقت تک اسقدر باقی ہو کہ نہانا اور کپڑے پہننا اور تحریمہ باندہنا ہو سکتا اور یہہ مراد نہین کہ نماز کے اول وقت
مین پاک ہوا اور اسقدر زمانہ گذر جاوے جیسا کہ بعضو غلط سمجھے ہین ہر چند مصنف کی عبارت عام ہی لیکن مراد یہی ہی جو مذکور ہو گیا اور جماع کو اسواسطے مخصوص کر کے
ذکر کیا تا معلوم ہو کہ حیض اور نفاس کی طہارت وقت مذکور کے گذر جانے سے جماع کے حق مین ہے نہ قران پڑہنے کے حق مین کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن البرجندی تتمہ یہہ ہی کہ اگر حیض بند ہوا دس دن کے بعد تو وہ پاک ہو گئی اور غسل واجب ہوا اور اگر تین دن سے کم مین خون بند ہوا یا تین
دن سے زیادہ عادت سے کم یا عادت کے موافق بند ہوا اور پہر جاری ہوا دس دن کی مدت مین تو اوسکی طہارت کا حکم باطل ہو گیا خواہ وہ بند ہونا ہو خواہ
معتاد ہو انتہی وہل تعتبر التحریمۃ فی الصوم ام لا اور کیا صوم مین بھی تحریمہ معتبر ہے یا نہین جواب یہہ ہی کہ صحیح تر قول مین معتبر نہین یعنی اگر قبل
صبح کے طاہر ہوئی تو وجوب صوم کیواسطے اسقدر زمانہ شرط ہے رات کا جسمین نہانا اور کپڑے پہننا ممکن ہو تو نماز اور صوم مین کچھ فرق نہین سوا تحریمہ
کے تو نماز مین تحریمہ معتبر ہوا اور صوم مین معتبر نہین وہی من الطہر مطلقًا اور وہ یعنی تحریمہ طہر اور پاکی مین داخل ہے نہ حیض مین ہر صورت مین خواہ
انقطاع اکثر مدت سے ہوا ہو خواہ اقل سے کذا فی الحلبی وکذا الغسل لو لاکثرہ والا فمن الحیض فتقضی مطلقًا ان بقی قدر الغسل والتحریمۃ
ولو لعشرۃ فقدر التحریمۃ فقط لان بدایۃ ایامہ علی عشر فلیحفظ اور اسیطرح غسل بھی طہر مین داخل ہی اگر حیض منقطع ہوا ہو اکثر مدت پر اور اگر ایسا
نہین تو وہ حیض مین داخل ہے تو عورت نماز قضا کرے مطلقًا اگر زمانہ بقدر غسل اور تحریمہ کے باقی ہو تا کہ حیض کے ایام دس سے زیادہ نہو جاوین
سو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر اکثر مدت مین انقطاع ہوا ہو تو غسل کا زمانہ حیض مین شمار نہوگا ورنہ ایام حیض کے دس سے زیادہ ٹھرینگی اور یہ شرع
سے ثابت نہین ہی وطئہا یکفر مستحلہ کما جزم بہ غیر واحد اور جماع کرنا حائض سے کافر ٹھراتا ہی اوسکو حلال سمجھنے والیکو چنانچہ اسکی تکفیر پر ایک نے
تجربہ سے نصا نے یقین کیا ہی از انجملہ صاحب مبسوط اور صاحب اختیار اور صاحب فتح القدیر ہے کذا فی الطحطاوی وکذا مستحل وطی الدبر عند الجمہور
مجتبے اور اسیطرح وطی دبر کا حلال سمجھنے والا کافر ہے اکثر علماء کے نزدیک کذا فی المجتبی ھم حلال عورت کی دبر مراد ہی اور غلام وغیرہ کی دبر مین ظاہرا
یہہ خلاف جاری نہین کذا فی الطحطاوی وقیل لا یکفر فی المسئلتین وہو الصحیح خلاصۃ وعلیہ المعول لانہ حرام لغیرہ ولما فی
المسایرۃ انہ لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اور بعضون نے کہا کہ حلال سمجھنے والیکو کافر کہنا نچاہیے دونون مسئلون
مین اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول پر اعتماد ہی اسواسطے کہ وہ اپنے غیر کے سبب سے حرام ہے یعنی حیض اور براز کی نجاست کیوجہ سے اور اسلیے
کہ مسایرہ مین آویگا کہ فتوی نہین دیا جاتا اوس مسلمان کی تکفیر کا جسکے کفر مین عالمون کا خلاف واقع ہو اگرچہ ضعیف ہی روایت ہو ھم حرام لغیرہ کے
مستحل کی تکفیر پر فتوی نہین بلکہ حرام لعینہ کے مستحل پر فتوی ہی جبکہ اوسکی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو سو اگر حرام لغیرہ دلیل قطعی سے ثابت ہو یا
حرام لعینہ اخبار احاد سے تو اوسکی حلت کا معتقد کافر نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم ہو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ پہر معلوم کرنا چاہیے
کہ جماع کرنا حیض مین گناہ کبیرہ ہے اگر دانستہ ہوا اپنے اختیار سے حرمت کو جان بوجہکر لا جاہلا او مکرہا او ناسیا گناہ کبیرہ نہین اگر اسکی حرمت کو
نجانتا ہو یا اوسنے اختیار ہو کسیکے مجبور کرنے سے یا حیض کو بہولکر جماع کیا ہو فتلزمہ التوبۃ جب گناہ کبیرہ ہوا تو اسکے فاعل کو توبہ اور استغفار لازم ہی
ویندب تصدقہ بدینار او نصفہ اور مستحب ہی اسکو صدقہ دینا ایک دینار یا نصف دینار کا ھم دینار ساڑہے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہی اسلیے کہ
سنن کی ابن عباس سے ایک روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد نے حائض سے جماع کیا اول خون مین اور حالانکہ خون سرخ
ہی تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر انقطاع خون مین جماع کیا اور حالانکہ خون زرد ہی تو نصف دینار خیرات کرے کذا فی تیسیر جامع الاصول
ومصرفہ کزکوۃ اور مصرف اس دینار او نصف دینار کا زکوۃ کی مانند ہی وہل علی المراۃ تصدق قال فی الضیاء الظاہر لا اور کیا عورت
پر بھی خیرات کرنا مستحب ہی ضیا مین کہا کہ ظاہرا عورت پر یہہ حکم نہین ہے ودم استحاضۃ حکمہ کرعاف دائم وقتا کاملا اور استحاضہ کے خون
کا حکم نکسیر دائمی کی مانند ہی کہ نماز کے پورے وقت مین جاری ہی ھم خون استحاضہ چند قسم ہی ایک وہ ہی جو اقل حیض سے کم ہو ۲ یہہ کہ اکثر حیض سے

زیادہ ہو ۳ یہہ کہ حیض مبتداۂ سے زیادہ ہوا اور اوسکا حیض دس روز کا ہی ہر مہینے مین ۴ یہہ کہ نفاس مبتداۂ سے زیادہ ہوا اور اوسکا نفاس
چہل دن کا ہے ۵ یہہ کہ حیض اور نفاس کی عادت سے زیادہ ہوا اور دونون کی اکثر مدت سے تجاوز کر جاے ۶ حاملہ کا خون کذا فے الحموی اور آیسہ
اور صغیرہ اور مریضۃ الرحم کا خون اسی قسم کا ہے کذا ذکرہ ابوالسعود اور خون استحاضہ کی علامت یہہ ہے کہ اوسمین بو نہین ہوتی اور حیض کے
خون مین بدبو ہوتی ہے کذا فے الطحطاوی عن البحر لا یمنع صوما وصلوۃ ولو نفلا وجماعا لحدیث توضئی وصلی وان قطر الدم علی الحصیر
خون استحاضہ مانع نہین صوم اور صلوۃ کا اگرچہ نفل کی نماز ہوا اور جماع کا مانع نہین بدلیل اس حدیث کے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ وضو
کیا کر اور نماز پڑہا کر اگرچہ خون چٹائی پر ٹپکے ھم حکم نماز کا حدیث کی عبارۃ النص سے ثابت ہے اور صوم اور جماع کا دلالۃ النص سے کذا فی الفتح و
النفاس لغۃ ولادۃ المرأۃ وشرعا دم فلو لم تره هل تکون نفساء المعتمد نعم خارج من رحم اور نفاس لغت عرب مین عورت کا جننا
ہے اور اصطلاح شرع مین نفاس وہ خون ہے جو رحم سے نکلے لڑکا پیدا ہونے کے بعد پہر اگر عورت ولادت کے بعد خون نہ دیکہے کیا وہ نفاس والی
ٹہریگی یا نہین جواب یہہ ہے کہ ہان معتمد قول یہی ہے کہ وہ زچا ہے ھم تو اوسپر غسل واجب ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ ولادت قلیل خون سے خالی
نہین کذا فے البحر فلو ولدته من سرتہ ان سال الدم من الرحم فنفساء والا فذات جرح وان ثبت لہ احکام الولد پہر اگر عورت لڑکا
جنی اپنی ناف سے اسطرح کہ ناف مین زخم تہا وہ پہٹ گیا اور بچہ نکل آیا تو اگر خون بچہدان سے جاری ہوا تو وہ زچا ہے اور اگر خون وہان سے جاری نہین
ہوا تو وہ عورت زچا ہوگی زخم والی ٹہریگی اگرچہ اوس مولود کو احکام ولد کے ثابت ہونگے ھم احکام مولود کے یہہ ہین کہ اوسکی مان کی عدت منقضی
ہوگی اور وہ ام ولد ٹہریگی اور اوسکی طلاق اگر ولادت پر معلق ہوگی واقع ہوگی کذا فے الطحطاوی عن الظہیریۃ وقد عقب قلیلا
او اکثرہ ولو متقطعا عضوا عضوا ... یعنی بعد ... بچہ کا پیدا ہونے یا اکثر یعنی نصف سے زیادہ نکلنے کے بعد اگرچہ تمام یا اکثر ٹکڑے ٹکڑے
ہوکر نکلا ہو لا اقلہ فتتوضأ ان قدرت ... ولا تاخر فصل ... نفاس ثابت نہین کمتر مولود کے نکلنے سے
یعنی اگر نصف بدن سے کم خارج ہوا ... عورت ... تحالتین وضو کریے اگر ... ہو یا تیمم کرے اور اشارہ سے نماز پڑہے اور نماز کو
تاخیر نکرے تو اب کون عذر باقی ہے ... یعنی جب ایسی سخت حالت مین عورت کو تاخیر نماز کا حکم نہین تو تندرست توانا
مرد کو نہان عذر باقی رہا ھم عورت نہ کو ... نماز پڑہنا چاہیئے ... گڑہا کہود لے اور بیٹھ کر نماز پڑہے تاکہ لڑکے کو
تکلیف نہو کذا فے الطحطاوی وحکمہ کالحیض فی کل شیء الا فی سبعۃ ذکرتہا فی الخزائن وشرحی للملتقی اور نفاس کا حکم حیض کی مانند ہی ہر چیز
مین مگر سات چیزون مین حنکو مین نے خزائن الاسرار اور ملتقی الابحر کی اپنی شرح مین ذکر کیا ہے ھم وہ سات چیزین یہہ ہین بلوغ اور استبرا اور عدت
اور یہہ کہ اقل نفاس کی کچہہ حد نہین اور اکثر نفاس چہل دن کا ہوتا ہے اور نفاس صوم کفارہ کی تتابع کا قاطع ہے اور نفاس سے طلاق سنت اور طلاق بدعت
مین فصل واقع نہین ہوتا کذا فے الحلبی منہا انہ لا حد لاقلہ منجملہ ان سات چیزون کے ایک چیز یہہ ہے کہ اقل نفاس کی کچہہ حد مقرر نہین الا اذا
احتیج الیہ لعدۃ کقولہ اذا ولدت فانت طالق فقالت مضت عدتی فقدرہ الامام بخمسۃ وعشرین یوما والثانی باحد عشر
والثالث بساعۃ اقل نفاس کی حد نہین مگر جبکہ عدت کیواسطے اوسکی طرف حاجت پڑے چنانچہ مرد کے اس قول مین کہ اوسنے اپنی عورت سے کہا کہ جب
تو جنے تو تجکو طلاق ہے پہر اوس عورت نے کہا کہ میری عدت طلاق کی گذر گئی تو امام اعظم نے اقل مدت نفاس کی اسصورت مین ۲۵ دن کی ٹہرائی ہے تین
حیضون کے ساتھ اور ابویوسف نے گیارہ دن کی اور محمد نے ایکساعت کی مدت ٹہرائی ہے ھم یہان امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی النہر تو اگر
عورت نے ولادت سے ۸۵ دن کے بعد کہا کہ میری عدت گذر گئی تو امام کے نزدیک اوسکی تصدیق ہوگی کیونکہ ۲۵ دن نفاس کے اور پندرہ دن
طہر نفاس اور حیض کے مابین مین اور تین حیضون کے پندرہ دن ہر حیض پانچ دن کا اور مابین تین حیضون کے دو طہر ۳۰ دن کے اور ابویوسف کے
نزدیک موافق مدت تصدیق کے ۵۶ دن ہین گیارہ دن نفاس کے اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور اونکے مابین دو طہر ۳۰ دن کے

اور محمد کے نزدیک اونکے مدت تصدیق کے ۲۵ دن اور ایکساعت ہی ایکساعت نفاس کی اور پندرہ دن طہر کے اور تین حیض نو دن کے اور مابین کے
طہر کے ۳۰ دن کذا فی الطحطاوی و اکثرہ اربعون یوما کذا رواہ الترمذی وغیرہ ولان اکثرہ اربعۃ امثال اکثر الحیض اور اکثر مدت نفاس کی
۴۰ دن ہین اسیطرح ترمذی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے اور اسواسطے کہ اکثر نفاس اکثر حیض کا چہار چند ہے ہم اکثر حیض دس دن کا ہے تو اوسکا
چوگنا ۴۰ دن ہوئی چہار چند ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ چار مہینے کے بعد بچے مین جان پڑتی ہے تو اسوقت سے حیض کا خون اوسکی غذا ہوتا ہے اور پہلے جو
چار مہینے خون بند رہا وہ نفاس ہوکر نکلتا ہے واللہ اعلم والزائد علی اکثرہ استحاضۃ لو مبتدأۃ اور جو خون کہ زیادہ ہو اکثر نفاس یعنی
۴۰ دن سے وہ استحاضہ ہے اگر وہ عورت مبتدأہ ہے یعنی پہلی پہل جنی ہے اوسکی عادت مقرر نہین ہوئی اما المعتادۃ فترد لعادتہا اور عادت
والی زچا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی یعنی اگر اوسکی عادت ۳۰ دن کے نفاس کی ہے اور خون ۵۰ دن جاری رہا تو ۳۰ دن نفاس کے ہین
اور باقی استحاضہ ہے وکذا الحائض اور اسیطرح حائضہ کا حکم ہے یعنی اگر مبتدأہ مین دس دن سے زیادہ خون جاری ہوا تو زائد استحاضہ ہے اور عادت والی
تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی کذا فی الطحطاوی فان انقطع علی اکثرہما او قبلہ فالکل نفاس وکذا الحیض ان ولیہ طہر تام پھر اگر خون
بند ہوگیا نفاس اور حیض کی اکثر مدت پر یا پہلے اسکے تو سارا خون نفاس مین نفاس ہے اور حیض مین تمام حیض ہے اگر ہر ایک نفاس اور حیض کے بعد پوری
طہر کا یعنی پندرہ دنکا اتصال ہوا والا فعادتہا اور اگر ایسا نہین ہے یعنی اگر اس خون کے بعد پندرہ دن کا طہر نہوا تو عادت کے موافق نفاس
اور حیض ہے اور عادت سے زیادہ استحاضہ ہے ہم حیض کیصورت یہہ ہے کہ عورت کی عادت تہی ہر مہینے مین مثلا پانچ دن کی سوا اوسکو چہہ دن خون آیا تو
چہہ دن حیض کا ہے پہر اگر اسکے بعد ۱۴ دن طاہر رہی پہر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور زائد استحاضہ ہوگا اور اگر پندرہ دن طہر رہا تو
اب چہہ دن کی اوسکی عادت ٹہریگی اور نفاس کیصورت یہہ ہے کہ اوسکی عادت تہی ہر نفاس مین ۳۰ دن کی پہر اوسکو ایکبار ۴۲ دن خون آیا پہر چودہ دن
طہر رہا پہر خون آیا تو اپنی عادت کیطرف پھیری جاویگی اور یوم زائد پندرہ دن کے طہر مین شمار ہوگا کذا فی الطحطاوی وبہٖ تثبت وتنتقل العادۃ
بمرۃ یفتی وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور عادت ثابت ہوتی ہے اور بدلجاتی ہے ایکبار سے اسی قول پر فتوی ہے اور اسکا پورا بیان ملتقی الابحر
کی ہماری شرح مین ہے ہم مثلا مبتداہ کو چار دن خون آیا یہہ اوسکی عادت ٹہری پہر جبکہ پانچدن مثلا خون آیا تو اب یہی عادت ٹہری پہلی عادت
بدلگئی دوبار ایکطرح آنا اثبات اور انتقال عادت مین ابویوسف کے نزدیک شرط نہین اسی قول پر فتوی ہے اور طرفین کے نزدیک عادت ثابت نہین
ہوتی بدون دوبار کے والنفاس لام توأمین من الاول منہما ولو کان بینہما دون نصف حول اور دو جوڑوان بچون کی مان کا نفاس
پہلے بچے کے پیدا ہونے سے ثابت ہوتا ہے توأمین وہ دو بچے ہین جنکے مابین مین آدہی برس سے کم زمانہ ہے یعنی اسواسطے کہ ولد اول سے انفتاح
رحم ظاہر ہوا تو اوسکے بعد کا خون نفاس ٹہریگا وکذا الثلثۃ ولو بین الاول والثالث اکثر منہ فی الاصح اور اسیطرحکا حکم تین بچون کا اگرچہ
مابین ولد اول اور ولد ثالث کے نصف سال سے زیادہ زمانہ ہوگیا ہو صحیح تر قول مین یعنی اول اور ثانی مین اور ثانی اور ثالث مین نصف سال سے
کم ہو تو اول اور ثالث کے زیادہ ہونیکا اصح قول مین کچھ اعتبار نہین مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا کہ جو خون کہ ولد ثانی کے بعد
آیا اگر ۴۰ دن سے پہلے ہے تو وہ ولد اول کا نفاس ہے پوری ۴۰ دن تک اور ۴۰ دن کے بعد استحاضہ ہے تو عورت غسل کرے اور نماز پڑہے بمجرد وضع
ثانی کے وہو الصحیح انتہی وانقضاء العدۃ من الاخیر وفاقا لتعلقہ بالفراغ اور عدت کا منقضی ہونا پچھلے بچے سے ہے بالاتفاق بسبب متعلق
ہونے انقضا اور اختتام کے رحم کے خالی ہوجانے سے وسقط مثلث السین ای مسقوط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر ولا
یستبین خلقہ الا بعد مائۃ وعشرین یوما ولد حکما اور سقط یعنی جو پیٹ سے ایسا بچہ ناتمام گر پڑا جسکی بعض خلقت ظاہر ہوگئی چنانچہ ہاتھ یا پانو
یا اونگلی یا ناخن یا بال تو وہ بچہ ہے حکم شرع مین شارح نے کہا کہ سقط کے سین مین تینون حرکات زبر زیر پیش لغت مین جائز ہین اور وہ بمعنی مسقوط
کے ہے اور ظہور اعضا نہین ہوتا مگر ایک سو بیس دن کے بعد ہم بحر الرائق مین ہے کہ سقط کی تعبیر ساقط کے ساتھ حق ہے لفظا و معنی اسواسطے کہ

سقط ظہر بعض خلقہ ہو یا اسکا حصول نہین یا اور مقصود تو سقوط ولد ہی ہے اب اگر جاتا رہا بچہ جسکو کوئی گرا دی فتصیر بہ نفساء یا تہ تنقضی بہ العدۃ کاصبع او ظفر او شعر ولد

حکما فی تعلیقہ و تنقضی بہ العدۃ جبکہ ساقط ولد ٹھہرا تو عورت اوسکی سبب سے نفاس والی اور لونڈی ام ولد ہوجاویگی اور مرد اوسکی سبب اپنی

تعلیق مین قسم توڑنیوالا ٹھہریگا اور اس سے عدت منقضی ہوجاویگی ہم لونڈی اسوقت ام ولد ٹھہریگی جبکہ اوسکا مولےٰ دعوی کرے کہ یہ میرے نطفہ سے

ہے اور تعلیق کی یہہ صورت ہے کہ طلاق یا عتاق وغیرہ جیسا کہ عورت کی ولادت پر معلق کیا تو طلاق اور عتاق واقع ہوگی ساقط کے پیدا ہونے سے اور حاملہ

کی عدت آخر ہوگی خواہ وہ بیبی ہو یا لونڈی یا اسکا شوہر مرگیا ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ شیء فلیس بشیء پھر اگر حمل ساقط مین کچہہ صورت

سے ظاہر نہو تو وہ کوئی چیز نہین یعنی نفاس وغیرہ کا حکم اوس سے متعلق نہین والمرئی حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام اور جو خون کہ اوسکے

بعد دیکھا جاوے وہ حیض ہے اگر جاری رہا تین دن اور اوسکے پہلے پورا طہر گذرا یعنی پندرہ دن کا والا استحاضۃ اور اگر ایسا نہین یعنی تین دن جاری

نرہا اور پورا طہر مقدم نہوا یا تین دن جاری رہا اور پورا طہر مقدم نہین ہوا تو وہ خون استحاضہ ہے ولو لم یدر حالہ ولا عدد ایام حملہا ودام الدم

تدع الصلوۃ ایام حیضہا بیقین ثم تغتسل ثم تصلی کمعذور اور اگر حمل ساقط کا حال معلوم نہوا کہ اوسکی بعض خلقت ظاہر ہوئی یا نہین یا اندر

مین گرا اور پھینک دیا گیا اور نہ حمل کے دنون کا شمار دریافت رہا اور خون ہمیشہ جاری ہوگیا تو نماز کو چھوڑ دے اپنے حیض کے یقینی دنون مین پھر نہا دے

پھر نماز پڑھا کرے معذور کی مانند ولا یحد الایاس بمدۃ بل ہو ان تبلغ من السن ما لا یحیض مثلہا فیہ فاذا بلغتہ وانقطع دمہا حکم

بایاسہا اور محدود نہین ناامیدی حیض کی پیری کیوجہ سے کسی مدت معین کے ساتھ بلکہ ایاس یعنی ناامیدی یہہ ہے کہ عورت اتنی عمر کو پہونچے کہ ویسی عورت

کو اسی عمر مین حیض نہ آتا ہو پھر عورت جبکہ اس عمر کو پہونچی اور خون اوسکا بند ہوگیا تو اوسکو ایاس کا حکم ہوگا ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہہ امام سے روایت

ہے اور حکم ایاس کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکی عدت مہینوں سے ٹھہریگی اگر اثنائے عدت مین خون نمود نہوا فما رأتہ بعد الانقطاع حیض فیبطل الاعتداد

بالاشہر وتفسد الانکحۃ پھر جو خون کہ دیکھا اوسنے انقطاع کے بعد وہ حیض ہے تو باطل ہوگا عدت کا شمار مہینوں سے اور نکاح فاسد ہوجاوینگے

طلاق کی عدت تین حیض سے منقضی ہوتی ہے اور ایاس مین تین مہینوں سے پھر جب بعد انقطاع کے حیض آیا تو مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اب حیض سے عدت کرنا

چاہیے اور نکاح اسواسطے فاسد ہوا کہ عدت کے اندر نکاح واقع ہوا وہ جائز نہین وقیل یحد بخمسین سنۃ وعلیہ المعول والفتوی فی زماننا

وغیرہ تیسیرا اور بعضون نے کہا کہ ایاس کی مدت پچاس برس کے ساتھ محدود ہے اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانے مین جیسا کہ

مجتبے وغیرہ مین ہے آسانی کیواسطے وحدہ فی العدۃ بخمس وخمسین قال فی الضیاء وعلیہ الاعتماد اور مصنف نے باب العدۃ مین پچپن

برسکی حد ایاس بیان کی ہے ضیا مین کہا اور اسی قول پر اعتماد ہے وما رأتہ بعدہا ای بعد المدۃ المذکورۃ فلیس بحیض فی ظاہر المذہب

الا اذا کان دما خالصا فحیض حتی یبطل بہ الاعتداد بالاشہر لکن قبل تمامہا لا بعدہ حتی لا تفسد الانکحۃ وہو المختار

للفتوی جوہرۃ وغیرہا وسنحققہ فی العدۃ اور جو خون کہ عورت دیکھے گی مدت مذکورہ کے بعد یعنی پچپن یا پچاس برسکے بعد وہ حیض نہین ہے ظاہر مذہب میں

مگر جبکہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے تو باطل ہوجاویگا خون خالص کے نکلنے سے عدت کا شمار کرنا مہینوں سے لیکن قبل تمام ہونے عدت کے نہ باطل ہوگا

نہ بعد تمام ہونے کے تو نکاح فاسد نہونگے بعد عدت کے خون خالص کے نکلنے سے اور یہی قول فتوی کیواسطے مختار ہے چنانچہ جوہرہ نیرہ وغیرہا میں ہے اور

ہم آگے اسکی تحقیق ذکر کرینگے باب العدۃ مین وصاحب عذر من بہ سلس بول لا یمکنہ امساکہ او استطلاق بطن او انفلات ریح او

استحاضۃ او بعینہ رمد او عمش او غرب وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن وثدی وسرۃ اور صاحب عذر یعنی معذور وہ شخص ہے جسکو

سلس البول کی بیماری ہو یعنی جسکا پیشاب ہر وقت جاری ہو اسطرح کہ اوسکو روک نہین سکتا یا دست جاری رہتے ہون یعنی دست آنے کی بیماری ہو یا ریح

یا استحاضہ ہو یا اوسکی آنکھ مین جوش سے یعنی درد کے ساتھ یا آنکھ چندھی ہو کیچڑ بہتا ہو یا گوشۂ چشم مین ناسور ہو اسیطرح جو چیز بدن

سے نکلے درد کے ساتھ اگرچہ کان اور پستان اور ناف سے نکلے وہ بھی ناقض ہے جو کہ چشم اور ناسور وغیرہ مین پانی اور پیپ

مانند شرط ہے عذر کی ابتدا میں استیعاب عذرہ تمام وقت صلوٰۃ مفروضۃ بان لا یجد فی جمیعہ وقتاً یتوضأ ویصلی فیہ
خالیاً عن الحدث یعنی شرط ہے پہلے عذر اوسکا نماز فرض کے تمام وقت کو یعنی اسطرح پر کہ نماز کے سارے وقت میں ایسا زمانہ نہ پاوے جسمین وضو کرکے اور
نماز پڑہے حدث سے خالی ہوکر ولو حکماً لان الانقطاع الیسیر ملحق بالعدم اگرچہ استیعاب اور احاطہ عذر کا حکمی ہو نہ حقیقی اسواسطے کہ تھوڑا سا
منقطع ہو جانا عذر کا عدم انقطاع کے ساتھ ملحق ہے ہم استیعاب حکمی کی یہہ صورت ہے کہ اسقدر انقطاع قلیل ہو کہ اوسمین اداے نماز اوس سے خالی ہوکر
نہو سکے کذا فی الطحاوی وہذا اعنی ہذا الشرط فی حق الابتداء اور یہہ یعنی استیعاب عذر کا نماز کے تمام وقت میں شرط ہے عذر کے شروع ہونے
کے حق میں یعنی ثبوت عذر اولاً اسیطرح ہوتا ہے وفی حق البقاء کفی وجودہ فی جزء من الوقت ولو مرۃ اور عذر باقی رہنے کے حق میں عذر کا
پایا جانا وقت نماز کے کسی جزء میں کفایت کرتا اگرچہ ایک ہی بار ہو یعنی ایکبار کا وجود کافی ہے نہ استیعاب وفی حق الزوال یشترط استیعاب
الانقطاع تمام الوقت حقیقۃ لانہ الانقطاع الکامل اور عذر جاتے رہنے کے حق میں استیعاب انقطاع عذر کا تمام وقت میں حقیقتاً
شرط ہے اسواسطے کہ انقطاع کامل یہی ہے ہم انقطاع حقیقی یہہ ہے کہ تمام وقت میں اصلاً عذر کا اثر معلوم نہو پھر اگر انقطاع کامل کے بعد دوسرے
وقت میں عذر موجود رہا تو وہ پھر صاحب عذر ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی الطحاوی وحکمہ الوضوء لوقت کل فرض [illegible]
اور حکم معذور کا وضو کرنا ہے ہر نماز فرض کے وقت نہ وضو ہر ایک پڑھنے کا اور مانند اوسکی یعنی بدن اور مکان کا حکم وضو سے مراد طہارت ہے خواہ وضو
سے ہو خواہ تیمم سے اور فتویٰ اسپر ہے کہ اگر یہہ حالت ہو کہ جو کپڑا دہویا جاوے تو نماز کے فراغت ہونے سے پہلے وہ ناپاک ہو جاوے تو اب کپڑا دہونا لازم
نہیں اور اسیطرح بدن اور مکان کا کذا فی الطحاوی واللام للوقت کما فی لدلوک الشمس حرف لام کا لکل فرض میں وقت کیواسطے ہے جیسا کہ قرآن
مجید میں لدلوک الشمس کا لام وقت کیواسطے ہے یعنی نماز کو قائم کر سورج ڈہلنے کیوقت چونکہ لکل فرض سے وضو کرنا ہر نماز فرض کیلئے نکلتا تھا اگرچہ
ایکوقت میں چند فرض ہوں لہذا شارح نے جواب دیا کہ حرف لام کا یہاں وقت کیواسطے ہے ثم یصلی بہ فیہ فرضاً ونفلاً ویدخل الواجب
بالاولیٰ پھر نماز پڑہے اس وضو سے وقت کے اندر فرض اور نفل تو واجب نماز بطریق اولیٰ داخل ہے یعنی جبکہ نفل باوجودیکہ ضرور نہیں جائز ہے
تو واجب بطریق اولیٰ جائز ہے فان خرج الوقت بطل ای ظہر حدثہ السابق حتی لو توضأ علی الانقطاع ودام الی خروجہ لم یبطل
بالخروج ما لم یطرأ حدث آخر او یسیل پھر جبکہ وقت گیا تو وضو باطل ہوگیا یعنی اگلا حدث ظاہر ہوگیا یعنی ظہور حدث سابق بطلان کا سبب ہے
خروج وقت سبب نہیں تو اگر معذور نے وضو کیا عذر کے منقطع ہو جانیکے وقت پھر وہ انقطاع دائم بنا رہا وقت نماز کے نکل جانے تک تو وضو
باطل نہوگا وقت کے خارج ہونے سے جبتک کہ دوسرا حدث اس وضو پر طاری نہو یا عذر سابق جاری نہو ہم اسصورت میں خروج وقت سے اسواسطے
وضو باطل نہوا کہ سیلان کیوقت وضو نہیں کیا اور نہ سیلان اسکے بعد پایا گیا کمسئلۃ مسح الخف یہہ مسئلہ مانند مسئلہ مسح کرنے موزہ معذور کے ہے
کہ اگر عذر کیوقت وضو کرکے موزہ پہنا تو وقت کے اندر مسح کرنا جائز ہے اور خروج وقت سے بعد اون نزع خف مسح روا نہیں اور اگر انقطاع عذر
میں وضو کیا اور موزہ پہنا تو غیر معذور کی مانند ایک رات دن مقیم کو اور تین رات دن مسافر کو مسح جائز ہے وانما قال [illegible]
لعید او الضحی لم یبطل الا بخروج وقت الظہر [illegible] وقت کی قید نے [illegible] اگرچہ عید یا چاشت یا [illegible]
کو وضو ہو تو وضو باطل نہوگا مگر ظہر کے وقت کے خارج ہو جانے سے یعنی یہہ جو [illegible] کہ خروج وقت [illegible] سو وقت سے مراد نماز کا
کا وقت ہے اور طلوع کے بعد تا نصف النہار کوئی نماز فرض کا وقت نہیں تو یہہ وضو خروج [illegible] وقت [illegible] ثابت نہوگا [illegible]
تو یہہ فوق درہم جائز ہے ان لا یشتغلہ [illegible] الصلوٰۃ [illegible]
[illegible] الفتوے [illegible] کپڑے [illegible] نجاست روان ہوئی تو اوسکو اوسکا دہونا جائز ہے اسطرح ہو کہ اگر اوسکو
[illegible] پہلے [illegible] پاک نہو [illegible] پہلے تو اوسکا ترک کرنا جائز نہیں یہی قول پسندیدہ ہے

تو وہ ترک کرے اسلئے ولذا ما لا يستطيع الا بفعل فوراً لہ ترکہ اور اسیطرح وہ مریض ہے کہ نہین بچھاتا کپڑا کہ گر تو نا ایک بچھانا
تو اوسکو ترک فرش جائز ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ زمین پر پاک مکان نہین پاتا ہو نماز کیواسطے اور اگر اپنا پاک کپڑا بچھاتا ہے تو اوسکو خون
کی نجاست مانع سے قبل ختم نماز ناپاک ہو جاتا ہے تو اب اوسکو ترک بسط ثوب جائز ہے فرشا اس سے مراد ظاہرا قبل اتمام نماز ہے کذا فی الطحطاوی
والمعذور انما تبطل طہارتہ بخروج الوقت لیستانف الطہارۃ لعذرہ ولو لم یطرأ علیہ حدث آخر اور معذور کی طہارت باقی نہین رہتی ہے وقت
مین مگر دو شرطون سے ایک یہہ کہ جب وضو کیا اپنے عذر کے سبب سے اور دوسری یہہ کہ اوسپر اور حدث طاری نہوا ہو اما اذا توضأ لحدث
آخر وعذرہ منقطع ثم سال او توضأ لعذرہ ثم طرأ علیہ حدث آخر بان سال احد منخریہ او جرحیہ او قرحتیہ ولو من جدری
ثم سال الآخر فلا تبقی طہارتہ لیکن جبکہ وضو کیا معذور نے کسی اور حدث کے سبب سے اور اوسکا عذر سابق بند ہی ہے پھر اوسکا عذر رواں ہوا
یا وضو کیا اپنے عذر معلوم کے سبب سے پھر اوس وضو پر کوئی اور حدث طاری ہوا اسطرح پر کہ اوسکا ایک نتھنا یا ایک زخم یا ایک قرحہ جاری ہوا اگرچہ
وہ چیچک کا ہو پھر دوسرا نتھنا یا دوسرا زخم یا دوسرا قرحہ جاری ہو گیا تو طہارت اوسکی باقی نرہی ہم پہلی صورت مین نقض وضو عذر سے نہوا اسواسطے
ہوا کہ وضو عذر کیوجہ سے نہوا تھا بلکہ اور وجہ سے واقع ہوا تھا چنانچہ منیہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اگر دونون نتھنے یا دونون زخم ساتھ ہی
جاری ہوئے پھر ایک بند ہو گیا تو اوسکا وضو باقی ہے جبتک کہ وقت نماز کا باقی ہے کذا فی البحر فروع مسائل متعلقہ شمار ہوئے یجب
رد عذرہ او تقلیلہ بقدر قدرتہ ولو بصلوتہ مومیا واجب ہے ہٹانا اور روکنا اپنے عذر کا یا اوسکا کم کرنا بقدر اپنی طاقت کے اگرچہ اشارہ
کرکے نماز پڑہنے سے عذر موقوف ہو سکے ہم یعنی اگر عذر ہٹ سکتا ہو تو اوسکو ہٹا دے نہین تو کم کر دے بحر الرائق مین ہے کہ جب معذور کا در ہو رد
سیلان پر پٹی باندہنے یا روئی اندر کرنے سے یا اگر بیٹھ کر پڑھے تو سیلان بند ہو تو روکنا واجب ہے یعنی فرض ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے
اگر سیلان سے سیلان ہوتا ہے اسواسطے کہ ترک سجدہ آسان تر ہے حدث کے ساتھ نماز پڑہنے سے وبردہ لا یبقی صاحب عذر اور عذر کے
روک دینے سے وہ شخص معذور باقی نرہیگا یعنی تندرست کا حکم پیدا کریگا بخلاف الحائض برخلاف حیض والی عورت کے یعنی اگر حائض حیض کا
سیلان روکدے کسی تدبیر سے تو وہ حائض ہی باقی رہیگی اور مستحاضہ مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ وہ معذور کی مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ حائض
کی مانند ہے طحطاوی نے کہا کہ استحاضہ عذرات مین داخل ہے تو قول ثانی ضعیف ہے ولا یصلی من بہ انفلات ریح خلف من بہ سلس بول
لانہ معہ حدث ونجس اور نماز نہ پڑھے وہ شخص جسکی ریح جاری ہے پیچھے اوس شخص کے جسکا پیشاب نہین تھمتا اسواسطے کہ امام کے ساتھ عذر ہی
ایک حدث اور دوسرا نجاست یعنی مقتدی مین ایک ہی عذر ہے حدث کا نہ نجاست کا

باب الانجاس

یہہ باب ہے نجاستون اور ناپاکیونکے احکام مین ہم جبکہ نجاست حکمیہ کے بیان سے فراغت ہوئی تو نجاست حقیقیہ اور اوسکو پاک کرنیکا بیان
شروع ہوا اور حکمیہ کو اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی تر ہے کیونکہ نجاست حکمیہ قلیل بھی نماز کی مانع ہے بالاتفاق اور اوسکا وجوب ازالہ کسی
عذر سے ساقط نہین برخلاف نجاست حقیقیہ کے جمع نجس بفتحتین وہو لغۃ یعم الحقیقی والحکمی وعرفا یختص بالاول الانجاس جمع ہے
نجس کی بفتح نون وجیم اور وہ لغت عرب مین شامل ہے ناپاک حقیقی اور حکمی کو اور عرف مین اول یعنی حقیقی کو خاص ہے ہم نجس بفتح جیم مخصوص ہے
نجاست ذاتیہ سے اور نجس بکسر جیم ذاتیہ اور عرضیہ دونون مین مستعمل ہے تو وہ عام ہے مطلقاً تو گوہ اور پیشاب کو نجس بالفتح اور بالکسر دونون
کہینگے اور جس کپڑے مین نجاست لگ گئی اوسکو نجس بفتح جیم نہ کہینگے بلکہ اوسکو نجس بکسر جیم بولینگے اور خبث کا لفظ نجاست حقیقی کے ساتھ
اور حدث نجاست حکمی کے ساتھ مخصوص ہے اور ازالہ حقیقی کا بدن اور کپڑے اور مکان سے فرض ہے اگر بقدر مانع صلوۃ ہو اور اوسکا ازالہ
بلا ارتکاب امر اشد ممکن ہو تو اگر ازالہ بلا کشف عورت ممکن نہو تو نجاست کے ساتھ نماز پڑھے کیونکہ کشف عورت شدید تر ہے تو اگر کشف عورت
لوگون کے سامنے کریگا تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ جو شخص دو امر قبیح مین مبتلا ہو وہ آسان تر کو اختیار کرے کذا فی الطحطاوی مختصراً [illegible]

فيتقيها ... جائز ہے دور کرنا نجاست حقیقی کا اوسکے مقام سے یعنی جہان
وہ لگی ہے اگرچہ محل نجاست برتن یا کہانیکی چیز ہو چنانچہ روٹی یا لکڑی خواہ محل اوسکا معلوم ہو یا نہو پانی سے دہو کر اگرچہ مستعمل پانی ہو اسیکا
فتوی دیا گیا ہے ہم طحطاوی مین خلاصہ سے منقول ہے کہ کپڑے کا ایک کنارہ نجس ہو گیا سو یاد نرہا کہ کونسا ہے سو اوسنے کوئی کنارہ دہو ڈالا
بدون اٹکل کے تو کپڑا پاک ہو گیا یہی قول مختار ہے ... والمختار ... الی ...
وقيل ... اور جائز ہے رفع نجاست ہر ایک بہنے والی پاک چیز سے اور کہانیوالی چیز سے کہ نچوڑ جاوے نچوڑنے سے چنانچہ سرکہ اور گلاب
یہانتک کہ منہ کی رال سے تو چرا اوسکی اور پستان کہ ناپاک ہوئی پاک ہو جاتی ہے تین بار کے چاٹنے سے ہم گلاب اور سرکہ کی مانند آب باقلا اور آب
زعفران اور اشجار اور اثمار اور تربوز کا پانی بھی نجاست کو دور کرتا ہے اور پستان نجس ہو جاتی ہے شیرخوار کی قے سے پھر اوسکو تین بار چاٹنے
اور ازالہ اثر سے پاک ہو جاتی ہے بخلاف ... لا تنعصر ... برخلاف مثل دودھ کی چنانچہ تیل اسواسطے کہ وہ نجاست کو نہین دور
کرتا یعنی اپنی چکنائی کے سبب سے وما قيل ان اللبن وبول ما يؤكل ... بخلاف المختار اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ دودہ اور حلال جانور
کا پیشاب نجاست کا دور کرنیوالا ہے سو قول مختار کے مخالف ہے ہم یہہ قول غیر مختار ابو یوسف کا قول ہے ... كيفي ... يجيس
بالذي جرم ... وكل ما ... بعد الجفاف ولو من غيرها ... صابه تراب به يفتى ... يزول به اثرها اور موزہ اور اوسکی
مانند چنانچہ جوتا جو ناپاک ہو گیا جسم والی نجاست سے پاک ہو جاتا ہے ایسے رگڑنے سے کہ اثر اوسکا اوس سے دور ہو جاوے جسمدار وہ نجاست ہے جو نظر
آوے خشکی کے بعد اگرچہ اور چیز سے ملکر خشک ہونیکے بعد نظر پڑے چنانچہ شراب اور پیشاب جسکو مٹی لگ گئی اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم موزہ کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدن اور کپڑا ایسے رگڑنے سے پاک نہین ہوتا مگر منی کے رگڑ ڈالنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے شراب اور پیشاب اگر بعد خشکی کے نظر
نہین آتا مگر مٹی سے ملکر جرم دار ٹھہرگیا تو وہ بھی رگڑنے سے پاک ہو جائیگا اثر سے مراد اوصاف ثلثہ ہین یعنی رنگ اور مزا اور بو تو اگر کوئی بھی باقی
رہیگا تو پاک نہوگا رگڑنا خواہ زمین پر ہو خواہ ناخن اور لکڑی اور پتھر سے کذا في الطحطاوي ولا جرم لها فيغسل اور اگر نجاست کا جرم نہو
تو موزہ اور مانند اوسکی دہویا جاوے یعنی تین بار خشک کرنیکے ساتھ ایسا ہی بحر الرائق مین لیکن ... قہستانی سے منقول ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ
تین بار اوسپر پانی ڈالے اور چہوڑ دے یہانتک کہ ٹپکنا بند ہو جاوے ويطهر صيقل لا مسام له ... وظفر ... وآنية ...
و... غير منقوش بمسح يزول به اثرها مطلقا به يفتى اور پاک ہوتا ہے صیقل دار یعنی گہونٹ والا جسمین مسام نہین جیسے
آئینہ اور ناخن اور ہڈی اور شیشہ اور روغنی برتن چنانچہ رکابی اور پیالہ چینی اور خرادی سخت چکنی لکڑی اور بے نقش چاندی سکے پتھر
پونچھنے سے اسطرح کہ اثر نجاست کا باقی نرہے خواہ نجاست تر ہو یا خشک اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم پونچھنا صیقلی چیز کا قول معتمد مین مطلق ہے
خواہ مٹی سے پونچھے خواہ کپڑے اور صوف سے خواہ نجاست تر ہو یا خشک کذا في الطحطاوي وتطهر ارض بخلاف ... بيبسها اي
جفافها ولو بريح اور پاک ہو جاتی ہے زمین اوسکی خشک ہو جانے سے اگرچہ حرارت ہوا سے خشکی حاصل ہو برخلاف فرش اور اوسکی مانند
کہ وہ پاک نہین ہوتا بدون پانی جاری کرنے کے ہم اگر زمین تر ہو تو بدون دہونیکے پاک نہوگی پہر اگر ایسی نرم زمین ہو کہ پانی کو سوکتی ہو
تو اتنا پانی اوسپر ڈالے کہ اوسکے پاک ہو جانیکا ظن غالب حاصل ہو اور اگر سخت ہو اور ڈھالو ہو تو اوسکے اسفل مین چہوٹا گڑہا کہود کر اور زمین پر پانی
ڈالے جب گڑہے مین پانی جمع ہو تو اوسکو مٹی سے توپ دے اور اگر سخت زمین برابر ہے تو اوسکا دہونا ممکن نہین بلکہ اوسکو کہود کر نیچے کی مٹی
اوپر اور اوپر کی نیچے کر دے اور کچی زمین ہو تو اوسپر پانی ڈالے پہر اوسکو رگڑے اور کپڑے یا صوف سے پانی اوسکا خشک کرے
تین بار اسطرح کرے اور اگر بہت سا پانی اوسپر ڈالے کہ نجاست کا بالکل اثر باقی نرہے پھر اوسکو چہوڑ دے کہ خشک ہو جاوے تو پاک ہو جاویگی
کذا في الطحطاوي عن السراج والخلاصة والمحيط وذهاب اثرها كاللون والريح لاجل صلوة عليها لا لتيمم بها اور نجاست کا اثر جانا

نہیں ہوتا ہو پرتیمم کیونکہ مٹی ہے نہ اور سے تیمم کرنیکے لئے ہم نے ہیت کا اثر چنانچہ رنگ یا بو یا مزہ اسیطرح فر ہوگئیں للتیمم وہذا ما قالوا الطہارۃ دلہ الطہوریۃ اسواسطے کہ طہارت کے لئے زمین کا پاک ہونا شرط ہے نہ مطہر ہونا اور تیمم کیواسطے مطہر ہونا شرط ہے نہ فقط پاک ہونا وحکم آجر بکہ اسی کا جمع منہا بجمعہ بالطین بحجر ۃ مسطح ونحو ذلک فانہا فی الارض کذا قالت اسی کا زمین فیطہر جفافہا اور حکم میں اینٹ مفروش اور ایسکے مانند کا چنانچہ کچی اینٹ فرش کی اور بانس اور نرقل یا لکڑی کی ٹٹی کا حکم اور اس درخت اور گھاس کا جو زمین پر جما ہو اسیطرح ہے یعنی زمین کی مانند ہی کہ پاک ہو جاتی ہیں یہہ سب چیزیں نجاست کے خشک ہو جانیسے شارح نے کہا کہ خص بخا ہمہ جیت کی اوٹ ہم خص بضم خا ہمہ ساد شلا گھر ہے بانس یا نرقل کا اور یہان مراد وہ کٹہرہ یعنی اوٹ ہو جو چھتوں پر ہوتی ہے یعنی ٹٹیان کھڑی کرکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا الحکم ماکان ثابتا فیہا لاخذہ حکمہا باتصالہ بہا اور اسیطرح خشک ہونے سے طاہر ہو جاتی ہے وہ چیز جو زمین پر ثابت اور قائم ہے چنانچہ درخت اسواسطے کہ اوسکو متصل ہونے سے زمین کے ساتھ اوسنے زمین کا حکم پیدا کیا فالمنفصل یغسل لا غیر الا حجرا خشنا کرحی فکارض تو جو چیز کہ زمین سے جدا ہے چنانچہ غیر مفروش اینٹ یا زینہ چوبی تو وہ دہونے سے پاک ہوتی ہے تو اسکے سوا نہیں مگر پتھر اور چنانچہ چکی وہ زمین کی مانند خشک ہونے سے پاک ہوتی ہے ہم بحرالرائق میں ہے کہ چکنا پتھر تو بدون دہونیکے پاک نہیں ہوتا ویطہر منی ای محلہ یابس بفرکہ ولا یضر بقاء اثرہ ان طہر راس حشفۃ کان کان مستنجیا بماء اور خشک منی کا مکان پاک ہو جاتا ہے ملنے سے اور اوسکے اثر کا باقی رہنا کچہ ضرر نہیں کرتا بشرطیکہ سر ذکر پاک ہو اسطرح کہ پانی سے استنجا کیا ہو ہم ملنا مسعود نہیں کافی ہے جبکہ راس ذکر طاہر ہو اسطرح کہ پیشاب کیا اور مخرج سے متجاوز نہوا یا متجاوز کیا اور پانی سے استنجا کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی اولج فنزع فانزل لم یطہر الا بغسلہ لتلوثہ بالنجس انتہی ای برطوبۃ الفرج فیکون مفرعا علی قولہما بنجاستہا اما عندہ فہی طاہرۃ کسائر رطوبات البدن جوہرہ اور مجتبی میں ہے کہ ذکر فرج میں داخل کیا پھر خارج کیا پھر انزال ہوا تو یہہ خشک منی طاہر نہوگی بدون دہونیکے بسبب بھر جانے ذکر کے نجاست سے انتہی کلام المجتبے یعنی ناپاکی ہوئی فرج کی رطوبت سے تو یہہ مجتبے کا قول متفرع ہے صاحبین کے قول پر کہ اوسکی رطوبت ناپاک ہے لیکن امام اعظم کے نزدیک تو وہ پاک ہے جیسے بدن کی باقی رطوبات چنانچہ تھوک اور رینٹ اور پسینا پاک ہیں ولا یکون یابسا ولا راسہا طاہرا فیغسل کسائر النجاسات ولو دما عبیطا علی المشہور اور اگر منی خشک نہو یا سر حشفہ پاک نہو تو دہوئی جاوے جیسے اور ناپاک چیزیں دہوئی جاتی ہیں خشک ہوں یا تر اگرچہ تازہ خون ہو یہہ جب قول مشہور کے ہم غیر مشہور مجتبی کا یہہ قول ہے کہ اگر تازہ خون کپڑے میں لگا اور خشک ہو گیا پھر اسکو چھیلا اور ملا تو کپڑا پاک ہو گیا جیسے منی سے پاک ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بلا فرق بین منیہ ولو رقیقا لمرض بہ ومنیہا ولا بین منی آدمی وغیرہ کما بحثہ الباقانی بدون فرق کے درمیان منی مرد کے اگرچہ وہ پتلی ہو گئی ہو مرض سے اور درمیان منی عورت کے اور بدون فرق کے درمیان منی آدمی کے اور غیر آدمی کے چنانچہ باقانی نے اسکو بحث کی راہ سے بیان کیا ہے یہ روایت اتقانی ہیں ہم اسیطرح قہستانی میں بحث کی راہ سے آدمی اور غیر آدمی کی منی کو برابر کہا ہے اور ضیغمی میں اسکو مصرح بیان کیا ہے حلبی نے کہا کہ آدمی کی منی میں خلاف قیاس رخصت وارد ہے تو اوس پر غیر آدمی کا قیاس نہیں ہو سکتا کذا فی الطحطاوی ولا بین ثوب ولو جدیدا ومبطنا فی الاصح وبدن علی الظاہر من المذہب اور بدون فرق کے درمیان کپڑے کے اگرچہ کپڑا نیا یا دوہرا ہو صحیح قول میں اور درمیان بدن کے بنا بر ظاہر مذہب کے ہم یعنی بصورت طہارت مخرج خشک منی ملنا اور تر منی دہونے سے پاک ہوتی ہے خواہ مرد کی منی ہو یا عورت کی خواہ کپڑے پر ہو یا بدن پر فلا یضرہ تنجسہ بعدہ کما المعتمد اسپر یہہ بات کرنا چاہیے کہ کپڑا وغیرہ خشک منی کے ملنے کے بعد تر ہونے کی وجہ سے پاک ہوتا ہی یا نہیں جواب دیہ کہ ناپاک نہیں ہوتا معتمد قول میں وکذا کل ما حکم بطہارتہ بغیر مائع اور اسیطرح جس چیز کی طہارت کا حکم بغیر سائل چیز کے وہ جب تر ہو تو پھر ناپاک نہیں ہو جاتی ہم مطہر غیر سائل چنانچہ پونچھنا اور خشک ہونا اور ملنا وغیرہ کذا فی بحرالرائق میں ہے

اجا بین تصحیح اور احتیار طہارت کی ہر مسئلہ مین مختلف ہو مگر طہارت کا اعتبار ہر حضور عینی آ ہولی ہے جیسا کہ اصحاب حضور ین سے اوسکی تصریح کی ہو ہر مسئلہ مین وقد اقتصت فی التعریف المطہرات الی نیف و ثلثین جمعتہا عمرات و حیان فقلت ۔ اور البتہ پہنچا یا ہی حجرا بن الاسرار مین مطہرات کو کتنی اور تیس تک اور بدل کیا اون مین ابن وہبان کی نظم کو سو مین تصنیف کتابی دحسنی و مستحب الجفاف حظر ہم و حجۃ و قلب العین والحفر ید کرا اور دہونا اور پونچھنا اور خشک ہونا پاک کرنیوالا ہے اور چھیلنا اور ذات کا بدلجانا اور کھود کر وکو ہی مطہرات مین ہم دہونا جیسے مثلاً کپڑے مین اور پونچھنا صیقل دار مین اور خشکی زمین مین اور چھیلنا کلر منی بعین اور ذات کا بدلجانا گدہی اور سور کے نمک ہو جانے مین اور کھودنا زمین مین طاہر کرتا ہی دبغ و تخلیل ذکوۃ تخلیل ۔ و فرک و دلک و الدخول التغور ۔ اور دباغت کرنا چمڑی کا اور شراب کا سرکہ بنانا شراب کا نمک وغیرہ ڈالکر اور ذبح کرنا جانور کا اور شراب کا خود بخود سرکہ بنجانا اور منی کا ملنا اور رگڑنا اور ملنا اور نجس مین پاک پانی کا اسقدر داخل ہونا کہ وہ کچھ روان ہو جاے اور کنوئین کے پانی ناپاک کا زمین کے اندر گھسنا اور دہنس جانا طاہر کرتا ہے تصرفہ فی البعض ندف و نزح کونا دخلی غسل بعض نقض تصرف کرنا بعض مین اور روئی کا دہنا اور کنوئین کے پانی کا نکال ڈالنا اور ناپاک چیز کا آگ مین جل جانا اور اوبالنا اور بعض کا دہونا اور بستہ چیز مین نجاست نکال کر گرا کر دینا ہم تصرف بعض کا اسطرح ظاہر ہے کہ اناج جب بہم سے یہ پیدا ہو تا ہی بیلون جنکے روندنے سے تو انکے پیشاب اور گوبر سے ناپاک ہو جاتا ہے تو جب اوسمین کچھ خرچ کیا تو سب پاک ہو گیا خرچ کرنا عام ہے خواہ کہانے کیو اسطی ہو خواہ بیع خواہ ہبہ خواہ خیرات کیواسطے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر نصف سے کمتر روئی ناپاک ہوئی تو دہنے سے پاک ہو جاوے گی اور قہستانی مین ہی کہ تیل اور اوسکی مانند کچھ یا شہد ناپاک ہوا پھر اوسمین پانچوان حصہ پانی ڈالکر ابالا کہ پانی جل گیا تو وہ پاک ہوا اور کپڑا ناپاک ہوا معلوم نہین کہ ناپاکی کہان ہی تو ایک طرف کے دہونے سے پاک ہو جاتا ہی اور کبھی یا شہد یا ایسا کا ڈہا ہے اور اوسمین پانی ڈالکر جوش کیا جاتا ہے پھر اوسکے اوپر جو کچھ ہو نکال دیا کہ تجانا ہو تو پاک ہوجاتا ہی دیطہر زیت تنجس بجعلہ صابونا یفتی للبلوی کتنور رش بماء نجس لا بأس بالخبز فیہ اور پاک ہو جاتا ہے ناپاک تیل اوسکو صابون بنا ڈالنے سے اسی قول پر فتوی ہے بوجہ بلوی یعنی اس میں گرفتاری عام ہو جیسے تنور جو ناپاک پانی سے چھڑکا گیا اوسمین روٹی پکانے کو کچھ ڈر نہین کطاہر تنجس فجعل منہ کوز بعد جعلہ فی النار یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی چنانچہ وہ مٹی کہ ناپاک ہو گئی سو اوسکا کوزہ بنا یا گیا اوسکو آگ مین ڈالنے کے بعد پاک ہو جاتا ہی اگر اوسمین نجاست کا اثر پکانے کے بعد ظاہر نہین ہوا ایسا ذکر کیا ہو حلبی نے ضمیمہ علبی شارح ہے منیۃ المصلی کا اور دوسرا حلبی ابراہیم ہے در المختار کا محشی وعفا الشارع عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ اور صاحب شریعت نے نجاست بقدر درہم کے معاف کر دی ہو اگرچہ اوسکے ساتھ نماز پڑہنا مکروہ تحریمی ہو گو بقدر درہم کے نجاست کا دہونا واجب ہے ہم نے اس سے مراد یہہ ہی کہ قدر درہم کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہے بدون اوسکے دہونے کے اور یہہ مراد نہین کہ وہ مکروہ بھی نہین کیونکہ اوسکی کراہت ثابت ہی اور اگر نماز شروع کر چکا تو اوسکے دہونے کیواسطے نماز کا توڑنا جائز ہے کذا فی الخلاصہ وغیرہ و ما دونہ تنزیہا اور مکروہ تنزیہی ہو درہم سے کم نجاست تو اوسکا دہونا مستحب ہے واجب اور فرض ہم بہی قول معتمد ہے پہر اگر درہم سے کم نجاست کے ساتھ نماز شروع کر چکا تو اگر وقت مین وسعت ہو تو دہونا افضل ہی پہر نماز پڑہنا اور اگر جماعت فوت ہوتی ہو تو اگر پانی مل سکتا ہو اور دوسری جماعت مل سکتا ہو دوسرے مقام مین تو بھی دہونا افضل ہے ورنہ نماز قطع نکرے وفوقہ مبطل فیفرض اور درہم سے زیادہ نجاست نماز کو باطل کرتی ہے اور اوسکا دہونا فرض ہے والعبرۃ لوقت الصلوۃ لا لاصابۃ علی الاکثر اور اعتبار نجاست کی مقدار مین نماز پڑہنے کیوقت کا ہی نجاست لگجانے کے وقت کا اکثر علما کے نزدیک چنانچہ نہر الفائق مین ہی وہو مثقال وزنہ عشرون قیراطا فی نجس کثیف لہ جرم و عرض مقعر الکف وہو محل الماء فی رقیق من مغلظۃ کعذرۃ آدمی اور وہ یعنی درہم وزن مین ایک مثقال کے ہے یعنی ۲۰ قیراط کی گاڑہی نجاست جو جرم دار ہین اور بقدر چوڑائی قعر کف دست کے ہو پتلی نجاست مین اور قعر کف دست اندر ہی اوسکی ہتھیلی کے جو نجاست غلیظ سے ہو جیسے آدمی کا گوہ ہم نجاست غلیظہ ایک درہم

معاف ہو اور بعضون نے درہم کے وزن کا اعتبار کیا مطلقا اور بعضون نے مساحت کا اور حلبی نے دونون قولون مین توفیق دی اسطرح کہ اگر نجاست
گاڑہی ہے تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور اگر پتلی ہے تو مساحت درہم کا اعتبار ہے بدائع مین کہا یہی قول مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک مختار ہو اور زاہدی
اور حلبی نے اسکو صحیح کہا ہے امام اعظم کے نزدیک نجاست غلیظہ وہ ہے جسمین دو نص متعارض نہون صاحبین نے کہا اور اسکی ساتھ مجتہدین معاصرین اور اونکے
سابقین کا کہ جسمین اختلاف نہو اور نجاست خفیفہ امام کے نزدیک وہ ہے جسمین دو نص متعارض ہون صاحبین نے کہا اور اوسکی ساتھ مجتہدین کا اختلاف ہو اور
غلیظہ کی تعریف مین اتنا زائد اور ہے کہ اوسکی اجتناب مین بلوی یعنی حرج واقع نہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذا کل ما خرج منہ موجبا لوضوء او غسل مغلظ
اور اسیطرح جو چیز کہ آدمی کے بدن سے نکلے وضو یا غسل کی موجب ہو کر وہ نجاست غلیظہ ہو ہم چنانچہ پیشاب اور منی اور مذی اور ودی اور پیپ اور تے
بھر منہ کے اور خون حیض کا یہہ سب نجس بنجاست غلیظہ ہین لیکن اس کلیہ پر ریح کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ناقض وضو ہے پر طاہر ہے وبول غیر
ماکول ولو من صغیر لم یطعم الا بول الخفافیش وخرؤھا فطاھر اور چنانچہ جاندار غیر ماکول کا پیشاب آدمی ہو یا غیر آدمی اگرچہ شیر خوار بچے کا پیشاب ہو
مگر چمگادڑ کا پیشاب اور اوسکی بیٹ پاک ہے وکذا بول الفارۃ لتعذر التحرز عنہ وعلیہ الفتوی کما فی التاتارخانیۃ اور اسیطرح چوہے کا پیشاب بھی یعنی معاف
ہے بسبب نہو سکنے بچاو کے اوس سے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے ہم حلبی نے کہا یہہ معافی کپڑون اور طعام مین ہے نہ پانی مین برانیہ اور
فتاوی قاضیخان مین چوہے کی نجاست کو ظاہر الروایۃ کہا ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر فتوی نہین ہے کذا فی الطحطاوی وسیجی آخر الکتاب ان خرءھا لا یفسد ما لم
یظھر اثرہ اور آخر کتاب مین آویگا کہ چوہے کی مینگنی ناپاک نہین کرتی جبتک اوسکا اثر ظاہر نہو یعنی رنگ یا بو ہم روٹی کے اندر چوہے کی مینگنی نکلی اگر وہ سخت
ہو تو اسکو نکال ڈالے اور روٹی کو کھالے کہ وہ پاک ہے کذا فی البحر وفی الاشباہ بول السنور فی غیر اوانی الماء عفو وعلیہ الفتوی اور اشباہ مین ہے
کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتنون کے سوا معاف ہے اور اسی پر فتوی ہے ودم مسفوح من سائر الحیوانات الا دم شھید ما دام علیہ وما بقی فی لحم
مھزول وعروق وکبد وطحال وقلب وما لم یسل ودم سمک وقمل وبرغوث وبق اور نجاست غلیظہ ہے خون روان تمام حیوانات کا مگر شہید کا خون
پاک ہے جبتک اوسکے جسم پر ہے اور جو خون کہ دبلی گوشت اور رگون اور کلیجے اور تلی اور دل مین باقی رہا یعنی ذبح کے بعد اور جو خون کہ جاری نہین اور مچھلی اور جون
اور پسو اور مچھر کا خون یہہ سب پاک ہین ہم جو خون کہ کلیجے وغیرہ مین باقی رہتا ہے وہ جاری نہین تو وہ دم مسفوح کی قید سے خارج ہوگیا تو استثنا کی کچھ
حاجت نہین تھی وکذا دم البق والکتان وھی کما فی القاموس کرکان دویبۃ حمراء لسّاعۃ اور سراج وہاج مین ہے اور خون کتان بروزن رمان کا چنانچہ
قاموس مین ہے چہوٹا سا کیڑا ہے سرخ رنگ بسیار گزندہ ہم شاید کہ کتان مذکور کھٹمل ہے واللہ اعلم فالمستثنی اثنا عشر تو حیوانات سے بارہ خون مذکور
مستثنی ہین کہ وہ ناپاک نہین وخمر وفی باقی الاشربۃ روایات التغلیظ والتخفیف والطھارۃ رجح فی النھر الاول وفی البحر الاوسط اور جیسے خمر یعنی
شراب انگوری کہ وہ نجس مغلظ ہے اور باقی مسکر شرابون مین تغلیظ اور تخفیف اور طہارت کی روایات مختلف ہوئی بحرالرائق مین اول یعنی تغلیظ کی نجاست کی ترجیح ہو
اور نہر الفائق مین درمیان یعنی تخفیف کی ترجیح ہے ہم صاحب نہر نے منیہ کے اس مسئلہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر نماز پڑھا اور اوسکی کپڑے مین شراب مسکر سے
… نہین تو قول اصح مین نماز جائز ہے حلبی نے کہا یہہ نص ہے تخفیف نجاست مین … اسواسطے کہ فرع منصوص کی طرف رجوع ہو
صاحب بحر کی ترجیح تو فقط بحث کی راہ سے ہو وخرء کل طیر لا یذرق فی الھواء کبط اھلی ودجاج اور نجاست غلیظہ ہے ہر ایک ایسے پرندے کی بیٹ
جو ہوا مین نہ اڑے جیسے خانگی بطخ اور مرغی اما ما یذرق فیہ فان ماکولا فطاھر والا فمخفف لیکن جو پرندہ کہ ہوا مین اڑے اگر تو ماکول ہو جیسے حلال
جیسے کبوتر اور چڑیا تو اوسکی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہو تو اوسکی بیٹ ناپاک بنجاست خفیفہ ہے چنانچہ باز اور شکرا اور چیل لیکن اونکی بیٹ سے کنوان ناپاک
نہوگا بسبب بلوی کی … یعنی اس سے بچنا مشکل ہے کذا فی الطحطاوی وروث وخثی اور نجاست غلیظہ ہے لید اور گوبر ہم بحرالرائق مین ہے کہ فضلہ
… اور حمار کو عرب … لید کہتے ہین اور گاے بیل بھینس کو … یعنی گوبر کہتے ہین اور فضلہ اونٹ اور بکری کو بعر یعنی مینگنی اور فضلہ انسان کو …
… مین افادہ بما نجاستہ … حیوان غیر الطیر مصنف نے لید اور گوبر کے لفظ سے ہر حیوان کے فضلے کی نجاست کو جتا دیا سواے پرندے کے

ہم بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تغلیظ نجاست پر اگر دو گروہ یا دو جہت سے ہو کہ تغلیظ نجاست مثل عبداللہ کے قول سے ہی ثابت ہوتی تو حرام جانور میں کیا ثابت ہوگی بلکہ بطریق اولے کذا فی الطحطاوی وقالا تخفیفا اور صاحبین نے کہا کہ لید اور گوبر نجاست خفیفہ ہیں ہم صاحب بحر نے کافی سے نقل کیا کہ گھوڑا وغیرہ جانوروں کے گوبر کی نجاست تغلیظ ہونے میں امام اور صاحبین کا اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر لید اور گوبر میں کذا فی الطحطاوی وہ سے دفی النہر تبعا للنہایۃ قولہما اظہر اور شرح نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر تر ہے اس واسطے کہ علما کا اختلاف ہی نجاست اور طہارت میں اور سبب تخفیف خفت کا صرف جو اور عموم بلوے کے سبب سے بھی کہ راہوں اور سڑکوں پر رہتی ہیں بخلاف حمار وغیرہ غیر ماکول اللحم کی پیشاب کے کہ زمین اوسکو جلد پی لیتی ہے کذا فی الزیلعی وطہرھما محمد اٰخرا للبلوٰی وبہ قال مالک اور محمد بن حسن نے لید اور گوبر کو آخر حال میں پاک کہا عموم بلوے اور مزید مشقت کے سبب اور یہی ہے امام مالک کا مذہب جبکہ امام محمد خلیفہ کے ساتھ رے شہر میں داخل ہوئے اور تکلیف اور مشقت لوگوں کی دیکھی کہ راہیں اور سرائیں اس سے بھری ہیں تو حکم ہوا کہ تخفیف کا پہلا قول ترک کر کے طہارت کے قائل ہوئے ولو اصابہ من نجاسۃ غلیظۃ ونجاسۃ خفیفۃ جعلت الخفیفۃ تبعا للغلیظۃ احتیاطا کما فی الظہیریۃ اور اگر بدن یا کپڑے کو نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ لگ گئی تو خفیفہ تابع غلیظہ کے ٹھہرائی جاویگی احتیاط کی راہ سے چنانچہ ظہیریہ میں ہے یعنی خفیفہ اس صورت میں بمنزلہ غلیظہ کے ہوگی تو اگر دونوں ملکر قدر درہم سے زائد ہوں تو نماز جائز نہو گی فرع مطلق النجاسۃ فیما ظاہرہ التغلیظ پھر جاننا چاہیے کہ جب فقہا نجاست کو مطلق بلا قید بولیں تو ظاہر اطلاق کا تغلیظ نجاست پر دلالت کرتا ہے وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب ولو کبیرا ھو المختار ذکرہ الحلبی ورجحہ فی النہر علی التقدیر بربع المصاب کیدو کم وان قال فی الحقائق وعلیہ الفتوی اور نجاست خفیفہ معاف ہے تمام بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کم اگرچہ کپڑا بڑا ہو چنانچہ جامہ اور پگڑی ایسا ذکر کیا ہے حلبی نے اور اس قول کو نہر الفائق میں ترجیح دیا ہے اس چیز کے چوتھائی تقدیر پر جسکو نجاست لگ گئی ہو چنانچہ دامن اور آستین اگرچہ حقائق میں کہا ہے وعلیہ الفتوی یعنی بدن یا کپڑے کی جس جگہ نجاست لگی اوسکی چوتھائی سے کم ہونے کی معافی پر فتوی ہے حقائق میں نہ تمام بدن اور جمیع ثوب کی چوتھائی پر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہی قول صاحب تحفہ اور محیط اور بدائع اور مجتبی اور سراج وہاج نے صحیح کہا ہے حلبی محشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فتوی کا لفظ مقدم ہی مختار اور طرح کے لفظ پر صفت نجاسۃ مخففۃ کبول ماکول ومنہ الفرس وطہرہ محمد کما مر ہے چہارم کی معافی ہے نجاست خفیفہ سے جیسے جانور ماکول اللحم کا پیشاب اور یہی ہے گھوڑے کا پیشاب اور ماکول اللحم کے پیشاب کو محمد نے پاک کہا ہے ہم شیخین کے نزدیک گھوڑے کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے اور امام نے اوسکے گوشت مکروہ ہونے کہا ہے تو اس واسطے کہ وہ جہاد کا سامان ہے اس واسطے کہ اوسکا گوشت ناپاک ہے وخرء طیر من السباع او غیرہا غیر ماکول او ماکول چنانچہ بچپا غیر ماکول اللحم چڑیوں کی ضعیف نجس ہے خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل باز شکرہ یا درندہ نہوں وقیل طاہر وصحح اور بعضوں نے اسکو پاک کہا ہے اور اسکی تصحیح بھی بعضوں نے کی ہے ثم الخفۃ انما تظہر فی غیر الماء فلیحفظ پھر جاننا چاہیے کہ نجاست کی خفت تو فقط پانی کے غیر میں ظاہر ہوتی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی نجاست خفیفہ کے پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے حلبی نے کہا اگر طیر غیر ماکول کی بیٹ سے کنواں نجس نہیں ہوتا یہ مستثنی ہے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وعفی دم سمک ولعاب بغل وحمار والمذہب طہارتہا اور معاف ہے خون مچھلی کا اور رال خچر اور گدھے کی اور صحیح مذہب اونکے طاہر ہونیکا ہے وبول انتضح کرؤس ابر اور معاف ہے پیشاب کہ چھینٹیں ہو کر لگا سوئیوں کی سروں کی مانند یعنی بہت چھوٹی سوئی کی نوک کی برابر ہو اگرچہ کئی ہوں وکذا جانبہا الآخر اور اسیطرح جو چھینٹیں ان کی مانند سوئی کی دوسری طرف ہو جو سرسوئی کا ناکا ہوتا ہے وان کثر لاصابۃ الماء للضرورۃ اگرچہ پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جاویں پانی لگ جانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی اس سے بچنا دشوار ہے لکن لو وقع فی ماء قلیل نجسہ فی الاصح لان طہارۃ الماء اکد [illegible] لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑیگی تو اوسکو ناپاک کریگی صحیح قول میں اس واسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر [illegible] ہے ایجبر یعنی ہم پانی اس صورت سے نجس ہوگا جبکہ چھینٹ کا اثر پانی میں ہو [illegible] کرنے کے وقت پانی میں ظاہر ہو جاوے یا پانی [illegible] اور اسکا گمان [illegible] چنانچہ قہستانی نے نہر [illegible] سے نقل کیا باوجود [illegible]

کنوئین مین پیشاب کی چھینٹ گر گئی تو ناپاک نہوگا کذا فی الحلبی و فی القنیة لو اتصل و انبسط و زاد علی قدر الدرہم ینبغی ان یکون کالدہن
النجس اذا انبسط اور قنیہ مین ہو کہ اگر پیشاب کی چھینٹین باہم ملگئین اور پھیل گئین اور درم کی مقدار سے زائد ہوگئین تو چاہیئے کہ ناپاک تیل کی
مانند مانع نماز ہون جبکہ وہ تیل پھیلجاوے ہم یہہ متصور نہین ہو جب گرنے کیوقت کپڑے پر نمودار ہو چنانچہ قہستانی مین ہو کہ مانی سو کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی وطین شارع و بخار نجس و غبار سرقین و محل کلاب و انتضاح غسالة لا یظہر مواقع قطرہا فی الاناء عفو اور کیچڑ شارع
عام یعنی بڑی راستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کا غبار اور کتون کے مقام کا اور چھینٹین وضو یا غسل کے پانی کی کہ اونکے قطرات کے مقامات
نمودار نہین برتن مین یہہ سب معاف ہین یعنی ضرورت کیوجہ سے ہم اصح قول یہہ ہے کہ اگر میت کے بدن پر نجاست نہو تو اوسکا غسالہ ناپاک نہین ہو
امام محمد نے جو اوسکو نجس کہا ہو تو اسوجہ سے کہ غالباً میت کا بدن نجاست سے خالی نہین ہوتا اگر پانی سے استنجا کیا اور اوسکو نہ پونچھا اور ریح کا
اخراج ہوا تو اسکی نجاست مین اختلاف ہو لیکن اکثر علما کے نزدیک وہ ناپاک نہین ہوتا اور نجاست کا دہوان اگر کپڑے مین لگا یا بدن مین اسمین بھی
اختلاف ہو صحیح یہہ ہے کہ وہ ناپاک نہین کرتا کذا فی الطحطاوی عن البحر وماء بالمد و رد ای جری علی نجس نجس اذا ورد کلہ او اکثرہ
ولو اقلہ لا کمیتة فی نہر او نجاسة علی سطح لکن قدمنا ان العبرة للاثر) اور جو پانی کہ وارد ہوا یعنی جاری ہوا ناپاک پر وہ ناپاک ہو بشرطیکہ
سارا پانی یا اکثر نجاست پر گذرا ہو اور اگر تھوڑا پانی نجاست کو لگا اور بہت علیحدہ اوس سے گذر گیا تو وہ ناپاک نہین چنانچہ مردار جانور نہر مین پڑا ہو
یا نجاست چھت پر ہو اور پانی بہتا جاتا ہو تو یہان تھوڑا پانی نجاست کا ملاقی ہوگا تو ناپاک نہوگا لیکن ہمنے باب المیاہ مین مقدم ذکر کیا ہو کہ اثر
نجاست کا اعتبار ہو یعنی جبکہ تھوڑا پانی نجاست پر گذرے ہم ورود عام ہو جریان اور ریختگی سے اور یہان حکم بھی عام ہو تو بہتر یہہ تہا کہ شارح
ورود کی تفسیر جریان نکرتا متن کو عام رہنے دیتا پانی کا گذرنا نجاست پر اسطرح ہو کہ ساری زمین ناپاک ہو یا پرنالے کے پاس نجاست پڑی ہو
بحرالرائق مین ہو کہ آب باران جبکہ نجاسات پر گذرا ناپاک نہین ہوتا جب تک کہ نجاست پاک زمین سے زیادہ تر نہو یا پرنالے کے پاس ہو کذا فی الطحطاوی
کعکسہ ای اذا وردت النجاسة علی الماء تنجس الماء اجماعا لکن لا یحکم بنجاسة الا اذا لاقی المتنجس ما لم ینفصل فلیحفظ ہم جیسی
اسکی عکس مین ناپاک ہوتا ہو یعنی جبکہ نجاست پانی پر پڑے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے باجماع حنفی و شافعی لیکن اوسکی نجاست کا حکم نہین کیا جاتا کہ ناپاک
چیز اوسکو ملی تاوقتیکہ نجاست سے جدا نہین ہوا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم بحرالرائق مین ہے کہ قیاس اسکا مقتضی ہو کہ پانی ناپاک ہو جاوے نجاست
کی اول ملاقات سے لیکن یہہ قیاس ضرورت کے سبب سے ساقط الاعتبار ہے خواہ نجس کپڑا تغار مین ہو اور پانی اوسپر ڈالا جاوے یا پانی تغار مین ہو اور
ناپاک کپڑا اوسمین ڈالا جاوے ہم حنفیون کے نزدیک تو وہ اپنے محل مین طاہر ہے اور نجس ہے جبکہ وہان سے جدا ہو اور ناپاک کپڑے دہونے مین
بہتر یہہ ہے کہ کپڑا تغار مین رکہے بدون پانی کے پھر پانی اوسپر ڈالے نہ یون کہ پانی تغار مین اول رکہے پھر ناپاک کپڑا اوسمین ڈالے تاکہ امام شافعی
کے مخالف نہو اسواسطے کہ اونکے نزدیک پانی مین ناپاک کپڑا ڈالنے سے ناپاک ہو جاتا ہے انتہی مختصراً لا یکون نجسا رماد قذر و الا لزم نجاسة
الخبز فی سائر الامصار ناپاک نہین ہوتی نجاست کی راکہہ چنانچہ گوبر اور لید اور آدمی کی گندگی ورنہ لازم آوے ناپاک ہونا روٹی کا اکثر شہرون
مین جہان لکڑی میسر نہین یا کمیاب گران قیمت ہو ولا ملح کان حمارا او خنزیرا اور نہ وہ نمک ناپاک ہے جو اول گدہا یا سؤر تہا جو نمکسار مین
پڑکر نمک بنگیا ولا قذر وقع فی بئر فصار حمأة لانقلاب العین بہ یفتی اور نہ وہ گندگی ناپاک ہے جو کنوئین مین گری پھر کالی مٹی ہو کر کیچڑ بنگئی بسبب
بدلجانے اوسکی ذات کے اسیکا فتوی دیا جاتا ہے ہم انقلاب ذات تینون مسئلونکی دلیل ہے یعنی گندگی کی راکہہ کا اور گدہے اور سؤر کے نمک کا
اور گندگی کے کیچڑ کا ناپاک نہونا اسواسطے ہو کہ اونکی حقیقت بدلگئی اور چیز بنگئی وغسل طرف ثوب او بدن اصابت نجاسة محلا منہ و
نسی المحل مطہر لہ وان وقع الغسل بغیر تحر ہو المختار اور اوس کپڑے یا بدن کا دہونا جسکو ایک مکان پر نجاست لگ گئی اور وہ مکان بہول
گیا ہو اوس کپڑے کا پاک کرنیوالا ہو اگرچہ بدون ظن غالب کے دہویا ہو یہی قول مختار ہے ہم یہہ رد ہے بدائع اور اسبیجابی کے قول کا بدائع مین ہے

کپڑے کے دہونے کو واجب کہا ہے اور اسبیجابی نے انٹھل کرکے دہونا شرط کیا ہے کذا فی الطحطاوی قوله طهر وان غسل طرفا آخر من ميدة في الخلاصة نحوه وفي الظهيرية المختار انه لا يعيد الا الصلوة التي هو فيها ، اگر دہونیکے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدہر نہین دہویا تو دہونے کا اعادہ کرے یا نکرے خلاصہ مین ہے کہ ان دہودے اور ظہیریہ مین قول مختار یہہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوس نماز کا جسمین اوسنے نجاست کو دیکھا ہے یہہ غفلت ہے شارح سے صاحب نہر الفائق کی اتباع سے اسواسطے کہ ظہیریہ کا مسئلہ مغایر ہے مسئلہ خلاصہ کے چنانچہ بحر الرائق کی عبارت اسمین صریح ہے ظہیریہ مین یون ہے کہ نماز پڑہنے والے نے اپنے کپڑے پر نجاست دیکھی اور معلوم نہین کہ کب سے لگی ہے تو امام کی روایات مختلفہ ہیں قول مختار یہہ ہے کہ اعادہ نکرے مگر اوسی نماز کا جسمین وہ مشغول ہے کذا فی الحلبی كما لو بال حمر خصها لتغليظ بولها اتفاقا على حنطة تدوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اكل او بيع كما مر چنانچہ اگر گدہون نے پیشاب کیا مثلا اوس گیہون پر جسکو وہ مانڈتے ہین یعنی روند کر بہوسی سے جدا کرتے ہین پہر گیہون بانٹ گئے یا تہوڑے سے دہوئے گئے یا کچھہ جاتے رہے بخشش یا کہانے یا بیع کیوجہ سے چنانچہ ابیات سابقہ مین اسکا بیان گذرا مصنف نے گدہون کو خاص کرکے اسواسطے بیان کیا کہ اونکے پیشاب کی نجاست بالاتفاق ہے حيث يطهر الباقي وكذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس في كل طرف كمسئلة الثوب اسواسطے کہ باقی گیہون پاک ہوجاتے ہین اور اسیطرح وہ گیہون بہی پاک ہوجاتے ہین جو صرف ہوگئے بسبب احتمال واقع ہونے ناپاک کے ہر طرف مین یعنی ہوسکتا ہے کہ جسقدر گیہون بعد تصرف کے باقی رہے ناپاک گیہون انہین مین ہون تو اسصورت مین جدا ہوئے پاک ٹہرینگے اور یہہ بہی ممکن ہے کہ ناپاک گیہون اونہین جاتے رہے ہون جو تصرف ہوگئے ہین تو اس صورت مین باقی پاک ٹہرینگے جیسے کپڑے کا مسئلہ کہ ایکطرف کے دہونے سے سب پاک ٹہرا نجاست دہو جانیکے احتمال سے وكذا يطهر محل نجاسة اما عينها فلا تقبل الطهارة مرئية بعد جفاف كدم بقلعها اي بزوال عينها واثرها ولو بمرة او بما فوق الثلث في الاصح اور اسیطرح خشکی کے بعد نمودار نجاست چنانچہ خون پاک ہوجاتی ہے اوسکو اکہاڑنے اور بالکل دور کر ڈالنے سے یعنی عین نجاست اور اوسکی اثر کے زائل ہونے سے اگرچہ زوال ایکبار کے ازالہ سے ہو یا تین بار سے زیادہ صحیح تر قول مین مصنف نے طہارت کے محل کو اسواسطے ذکر کیا کہ عین نجاست تو طہارت کو قبول نہین کرتی ہے غایۃ البیان مین کہا نمودار نجاست سے مراد وہ نجاست ہے جو خشک ہوجانیکے بعد نظر آوے چنانچہ خون اور گوہ اور جو خشکی کے بعد نظر نہ آوے وہ نمودار نہین اصح یہی ہے کہ ایکبار کے دہونے سے بہی بشرط ازالہ کے طہارت حاصل ہوتی ہے خواہ گرم پانی سے ہو خواہ آب کثیر بستہ سے خواہ آب ریختہ سے خواہ تغاری مین تین بار سے زیادہ دہونا اوسوقت ہے جبکہ اقل کافی نہو اور غیر صحیح یہہ قول ہے کہ بعد زوال عین دوبار دہونا واجب ہے یا تین بار یا ایکبار اسیطرح کذا فی الطحطاوی ولم يقل بغسلها ليعم نحو دلك وفرك اور مصنف نے قلع نجاست کہا نہ اوسکی دہونے کو تاکہ رگڑنے اور ملنے وغیرہ کو بہی شامل رہے یعنی تطہیر فقط دہونے پر منحصر نہین بلکہ رگڑنے سے چنانچہ موزے مین اور ملنے سے چنانچہ منی مین بہی طہارت حاصل ہوتی ہے ولا يضر بقاء اثر كلون وريح لازم فلا يكلف في ازالته الى ماء حار او صابون ونحوه اور طہارت مین ضرر نہین کرتا باقی رہنا نجاست کے اثر لازم کا یعنی جسکا زوال دشوار ہو اثر نجاست چنانچہ رنگ اور بو تو مسلمان مکلف نہین اثر لازم کے دور کرنے مین گرم پانی یا صابون اور اسکی مانند اور چیز کیطرف ہم مانند اسکی وہ برتن ہے جسمین شراب تہی خواہ برتن نیا ہو یا پرانا تو بو کا باقی رہنا مضر طہارت نہین یعنی دہونیکے بعد کذا في الطحطاوي من البحر عن الفتح بل يطهر ما صبغ او خضب بنجس بغسله ثلثا بلکہ پاک ہوجاتا ہے وہ رنگا گیا یا خضاب کیا گیا ناپاک چیز چنانچہ مہندی اور کسم ناپاک سے اوسکے تین بار دہو ڈالنے سے ہم نجس سے مراد یہان متنجس ہے نجس العین بہیل مسئلہ چربی مردار تو اگر رنگ یا خضاب کیا گیا نجس العین سے چنانچہ خون سے تو اوسکی عین اور مزہ اور بو کا ازالہ واجب ہے رنگ کا باقی رہنا مضر نہین والاولى غسله الى ان يصفو الماء اور بہتر ہے اوسکا دہونا یہانتک کہ دہونیکا پانی صاف بیرنگ نکلے ولا يضر اثر دهن الا دهن ودك ميتة لانه عين النجاسة حتى لا يدبغ به جلد بل يستصبح به في غير مسجد اور ضرر نہین کرتا ظاہر ہونے مین ناپاک تیل کی چکنائی کا رہنا مگر مردار جانور کی چربی کی چکنائی مضر

طہارت ہے کیونکہ عین نجاست ہی ہے اتنک کہ اُس سے چمڑے کو دباغت نکیجیے بلکہ مسجد کے سوا اور جگہہ اوسکا چراغ مین جلانا چاہیے وَیَطْهُرُ مَحَلُّ
غَیْرِھَا اَیْ غَیْرِ مَرْئِیَّةٍ بِغَلَبَةِ ظَنِّ غَاسِلٍ لَوْ مُکَلَّفًا وَاِلَّا فَمُسْتَعْمِلٍ طَهَارَةَ مَحَلِّهَا بِلَا عَدَدٍ بِهٖ یُفْتٰی اور جو نجاست نمودار نہین اُسکا محل پاک
ہوتا ہے دہونے والیکے گمان غالب سے اوسکے محل کے پاک ہو جانیکو بلا تعیین عدد وہ سبکا فتوی ہے یعنی جبکہ غاسل کو طہارت محل کا ظن غالب حاصل
ہوا تو محل نجاست پاک ہے بشرطیکہ دہونے والا مکلف یعنی عاقل بالغ مسلم ہو اور جو وہ مکلف نہین یعنی صغیر یا مجنون تو اوسکے استعمال کرنیوالیکا ظن غالب
کا اعتبار ہو گا ھ دہونے کیحالت مین جبکہ طہارت محل کا گمان غالب حاصل ہوا اگرچہ ایک ہی بار دہونے سے یہہ بات حاصل ہو تو کفایت کرتا ہے چنانچہ
کرخی نے اسکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی نے اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَقُدِّرَ ذٰلِكَ لِمُوَسْوِسٍ بِغَسْلٍ وَعَصْرٍ ثَلٰثًا اَوْ سَبْعًا فِیْمَا یَنْعَصِرُ مُبَالِغًا
بِحَیْثُ لَا یَقْطُرُ وَتَطْهِیْرُہٗ دہونا وسواس والیکے حق مین اندازہ کیا گیا ہے ساتھہ دہونے اور نچوڑنے کے تین بار یا سات بار اُس چیز مین جو نچڑ سکتی ہے بحالت
مبالغہ اسطرح پر کہ پہر نچوڑنے سے بوند نہ ٹپکے ھ ازبسکہ موسوس کو ظن غالب کثرت اوہام سے حاصل نہین لہذا اوسکے حق مین یہہ اندازہ شرع مین معتبر ہوا
فقہاء عراق کا قول ظن غالب کا اعتبار تھا اور فقہاء بخارا کا تین بار دہونیکا صاحب بحر نے دونون قولون مین توفیق دی کہ اگر شخص وسواسی نہین تو ظن
غالب معتبر ہے اور اگر وسواسی ہے تو تین بار کا دہونا کافی ہے سات بار کا دہونا واجب نہین مستحب ہے تا خلاف شافعی کا نہوا اور اشتراط عصر علی العموم
نہین کہ بعضے برتنون مین نہین ہوتا بحرالرائق مین حاوی قدسی سے منقول ہے کہ برتن تین طرح ہین مٹی کے اور لکڑی کے اور لوہے وغیرہ کے اور انکی
تطہیر چار طرح پر ہے جلانا اور چھیلنا اور پونچھنا اور دہونا تو اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہے اور نجاست اوسکے اجزا مین گھس گئی تو جلایا جاوے اور اگر پرانا ہو تو
دہویا جاوے اور اگر نئی لکڑی کا برتن ہے تو چھیل ڈالا جاوے اور اگر پرانی کا ہے تو دہویا جاوے اور اگر لوہے یا پیتل یا رانگ یا کانچ کا ہو اور چکنا صیقلی
ہے تو پونچھہ ڈالا جاوے اور اگر چکنا نہین کہردرا ہے تو دہویا جاوے اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر بہ زمین نجاست لگی تو تین بار پے درپے دہویا جاوے اسلیے کہ
نچوڑنا متعذر ہے تو پے درپے دہونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ کَانَ لَوْ عَصَرَہٗ غَیْرُہٗ قَطَرَ طَهُرَ بِالنِّسْبَةِ اِلَیْهِ دُوْنَ ذٰلِكَ
الْغَیْرِ۔ اگر یہہ حال ہو کہ اگر دہونیوالیکے سوا غیر شخص اوسکو نچوڑے تو وہ ٹپکے تو وہ پاک ہو گیا دہونیوالے کی نسبت غیر شخص کی نسبت نہین ھ وجہ اسکی یہہ ہے کہ ہر شخص مخاطب ہے
بقدر اپنی طاقت کے تو دوسرے کی قدرت سے یہہ شخص قادر نہ ٹہریگا وَلَوْ لَمْ یُبَالِغْ لِرِقَّتِهٖ هَلْ یَطْهُرُ اَلْاَظْهَرُ نَعَمْ لِلضَّرُوْرَةِ اور اگر نچوڑنے مین مبالغہ نکیا
کپڑے کے باریک ہونے کیوجہ سے تو پاک ہوگا یا نہین ظاہر تر جواب یہہ ہے کہ ہان پاک ہوگا ضرورت کے سبب سے ھ فتاوی قاضی خان مین عدم
طہارت کو پسند کیا ہے وَقُدِّرَ بِتَثْلِیْثِ جَفَافٍ اَیِ انْقِطَاعِ تَقَاطُرٍ فِیْ غَیْرِہٖ اَیْ غَیْرِ مُنْعَصِرٍ مِمَّا یَتَشَرَّبُ النَّجَاسَةَ وَاِلَّا فَبِقَلْعِهَا
کَمَا مَرَّ اور ٹہرایا گیا ہے دہونے مین تین بار کا خشک ہو جانا یعنی تقاطر کا بند ہونا اوسکے غیر مین یعنی جو چیز نچڑ نہین سکتی اُس قسم سے کہ نجاست کو
سوکھتی ہے اور اگر سوکھتی نہین تو ازالہ نجاست سے پاک ہو جاتی ہے یعنی اسمین خشک کرنا شرط نہین کذا فی الطحطاوی وَهٰذَا کُلُّهٗ اِذَا غُسِلَ فِیْ اِجَّانَةٍ
اَمَّا لَوْ غُسِلَ فِیْ غَدِیْرٍ اَوْ صُبَّ عَلَیْهِ مَاءٌ کَثِیْرٌ اَوْ جَرٰی عَلَیْهِ الْمَاءُ طَهُرَ مُطْلَقًا بِلَا شَرْطِ عَصْرٍ وَتَجْفِیْفٍ وَتَکْرَارِ غَمْسٍ هُوَ الْمُخْتَارُ اور یہہ سب
یعنی تین بار دہونا اور نچوڑنا نچوڑنے والی چیز مین اور دہونا تین بار خشکی کے ساتھہ اوسکے غیر مین اُسوقت ہے جبکہ دہویا جاوے طاشت اور طغار مین لیکن
اگر نہر اور تالاب مین دہویا جاوے یا اوسپر پانی بہت سا ڈالا جاوے یا اوسپر پانی جاری ہو تو وہ پاک ہو جاتا ہے مطلقا بلا شرط نچوڑنے اور سکھانے اور
چند بار غوطہ دینے کے یہی قول مختار اور پسندیدہ ہے ھ فرش ناپاک پر جب پانی جاری ہو اسقدر کہ زوال نجاست کا گمان آیا تو وہ پاک ہو گیا کیونکہ
پانی کا جاری کرنا قائم مقام نچوڑنے کے ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط وَیَطْهُرُ لَبَنٌ وَعَسَلٌ وَدِبْسٌ وَدُهْنٌ یُغْلٰی ثَلٰثًا اور پاک ہوتا ہے دودہ اور
شہد اور شیرہ خرما اور تیل تین بار کے جوش دینے سے ھ ان چیزون کے پاک کرنیکا یہہ طریقہ ہے کہ مثلا شہد کا ہمحصہ پانی اوسمین ڈالکر جوش دیوے
کہ پانی جلجاوے اسیطرح تین بار کرے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقہستانی وَلَحْمٌ طُبِخَ بِخَمْرٍ یُغْلٰی وَیُبَرَّدُ ثَلٰثًا اور جو گوشت کہ پکایا گیا شراب مین وہ پاک
ہوتا ہے تین بار جوش دینے اور سرد کرنے سے مراد خشک کرنا ہے یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور امام کا قول یہ ہے کہ عدم طہارت ہے دائما کذا فی الطحطاوی

من البحر وكذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها فتح اور اسیطرح پاک ہوتی ہی تین بار دہونے اور خشک کرنے سے وہ مرغی جو پانی کی
جوش میں ڈالی گئی ہو اور کہانے کیواسطے پیٹ پہاڑنے سے پہلے کذا فی الفتح ہم یہہ مرغی امام کے قول پر کبھی پاک نہو گی ابو یوسف کے نزدیک پاک
چنانچہ فتح القدیر میں ہے تو بہتر یہہ ہے کہ پہلے گرم پانی میں ڈالنے سے اوسکی پیٹ کی آلائش نکالڈالی اور محل ذبح میں جو خون کہ جما ہو وہ دھو ڈالی کذا
فی الطحاوی وفی التجنيس حنطة طبخت في خمر لا تطهر أبدا به يفتى اور تجنیس میں ہی کہ جو گیہوں کہ پکایا گیا شراب میں وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اسیکا
فتوی ہے ہم یہہ امام کا قول ہی اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہوتا ہے ولو انتفخت من بول نقعت و
جففت ثلثا اور جو گیہوں پیشاب میں پھولا وہ پانی میں تین بار ترکیا جاے اور سکہایا جاے ولو عجن خبز بالخمر صب فيه خل حتى يذهب اثرها
فيطهر اور جو گوندا گیا آٹا شراب میں اور روٹی پکی تو اوسمیں سرکہ ڈالا جاے یہانتک کہ شراب کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جاے ہم یہہ روٹی دہونے سے پاک
نہیں ہوتی بدون سرکہ کے اسطرح کہ ٹکری ٹکری کرکے اوسمیں ڈالی جاے **فروع** چہری بجہائی گئی ناپاک پانی میں وہ تین بار پاک چیز میں بجہائی جاے
گوشت کے شوربے میں نجاست گری جوش کیحالت میں وہ تین بار اوبالا جاے تو پاک ہو اور اگر جوش کیحالت میں نہیں گری تو تین بار گوشت دہویا جاے
کذا فی الطحاوی **فصل** یہہ فصل ہے استنجا کے احکام میں ہم ایک نسخہ میں فصل ہی تنوین کے ساتھہ اور دوسری نسخہ میں فصل فی الاستنجاء
ہے الاستنجاء ازالة نجس عن سبيل فلا يسن من ريح وحصاة ونوم وفصد استنجا دور کرنا ہی نجاست کا نجاست کی راہ سے یعنی قبل اور دبر
سے تو استنجا کرنا مسنون نہیں ریح اور پتہر اور نیند کا اور فصد کے خون سے ہم اسواسطے کہ ریح اور پتہری اور نیند نجاست نہیں اور خون فصد کا قبل اور دبر
سے نہیں جو اسکا ازالہ مسنون ہو وهو سنة مؤكدة مطلقا اور استنجا سنت موکدہ ہی ہر حالمین یعنی خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہو تر ہو یا خشک خواہ استنجا پانی سے ہو یا
ڈہیلوں سے خواہ وضو کرے یا جنب یا حائض ہو وما قيل من افتراضه لنحو حيض مغاير تحرير مسألة اور وہ جو کسی نے استنجا کا فرض ہونا کہا ہی مانند حیض اور
نحوہ سے تو عبدی نے میں سو قول تحقیقی نہیں ہم حیض کی مانند جنابت اور نفاس واثر کاتہ ادب بنفس مشتغلي وكلو وجب بخارج من احد
السبيلين وكذا النجاسة من خارج وان قام من موضعه على المعتمد بنحو حجر مدر او قبل ارکان استنجا کی چار ہیں ایک تو شخص استنجا کرنیوالا دوسرے وہ چیز جس سے
استنجا کیا جاتا ہے جیسے پانی اور پتہر تیسری نجاست نکلنے والی بول یا براز کی راہ سے اور اسیطرح مسنون ہی استنجا کرنا اسبیلین کی باہر سے نجاست لگنے کا اگر وہ شخص قضاء حاجت کے
مکان سے اوٹھہ کہڑا ہو قول معتمد پر چوتہا رکن ہی نجاست نکلنے کا مقام دبر یا قبل بنحو حجر مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر منق استنجا سنت ہی پتہر ایسی چیز
اوس قسم سے کہ وہ چیز پاک نجاست کی دور کرنیوالی ہو جسکی کچھہ قیمت نہیں چنانچہ صاف کرنیوالا ڈہیلا ہے ڈہیلے کی مانند خاک اور لکڑی اور کپڑا اور روئی اور پرانی
کہال ہو اور دیوار اور زمین سے رگڑنا لیکن خانہ غیر مملوک سے بدون کرایہ استنجا جائز نہیں بہتر طریقہ استنجا کا یہہ ہی کہ بدنکو نہایت ڈہیلا کرکے بیٹھے
مگر جبکہ روزہ دار ہو اور استنجا پانی سے کرتا ہو اور مناسب ہے کہ بعد استنجا اوٹھنے سے پہلے کپڑے سے موضع استنجا کو پوچھہ ڈالے اور کپڑوں کو آبمستعمل سے
بچاوے اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتہونکو دہووے کذا فی الطحاوی لانه هو المقصود فيختار الابلغ والاسلم عن التلويث
اسواسطے کہ یہی پاک صاف کرنا استنجا کرنے سے مقصود ہی تو استنجا کرنیکو وہ چیز اختیار کرے جو بہت پاک صاف کرنیوالی اور نہایت سلامت رکہنے
والی ہو آلودہ کرنے سے ولا يتقيد باقبال وادبار شتاء وصيفا اور استنجا مقید نہیں اقبال اور ادبار کے ساتھہ جاڑے اور گرمی میں ہم
اقبال یہہ کہ پیچہے کیطرف سے آگے ڈہیلا لاوے اور ادبار یہہ ہے کہ آگے سے پیچہے لیجاے یعنی استنجا سے مقصود ازالہ نجاست ہی یہہ مسنون نہیں کہ مرد
جاڑے میں پہلا ڈہیلا پیچہے سے آگے لاوے اور دوسرا آگے سے پیچہے اور تیسرا اول کی مانند اور گرمی میں اسکو بالعکس کرے اور عورت ہر موسم
میں اول اقبال کرے یہہ اقبال اور ادبار کا قول قاضی خان کا ہی اور زیلعی اور دمشقی نے اسکو اختیار کیا ہی وليس العدد ثلثا بمسنون
فيه بل مستحب اور تین ڈہیلوں کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہی ہم استنجا کرنے سے مقصود پاک صاف کرنا ہی خواہ ایک ڈہیلے
سے ہو یا تین یا پانچ بار باد وہ جو مسلم میں تین ڈہیلوں کا ذکر جو بعض احادیث میں ہی بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالبا اسیقدر سے پاکی حاصل ہوتی ہی

ویغسل بالماء الی ان یقع فی قلبه انه طهر ما لم یکن موسوسا فیقدر بالثلث کذا فی المحیط اور پانی سے دہونا یہانتک کہ استنجا کرنیوالے کے دل
مین یہہ گمان حاصل ہو کہ موضع استنجا کا پاک صاف ہو گیا یہہ حکم اوسکے حق مین ہے جو شخص وسواسی نہین تو وسواسی کے حق مین تین بار کا دہونا
ٹھہرایا جاوے جیسا کہ نجاست غیر مرئیہ مین کذا فی البحر ای البحر بلا کشف عورة عند احد پانی سے دہونا ڈہیلون کے بعد بدون شرمگاہ کہولے
کے کسیکے روبرو یعنی اوس شخص کے روبرو جسکو جماع مستثنی کو حرام ہے هم عمدہ مرتبہ ہے کہ ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا پہر اسکے بعد فقط پانی
پر اکتفا کرنا پہر اسکے بعد فقط ڈہیلون پر کفایت کرنا کذا فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وفیه کما امر کشف عورت کے ساتھہ تو دہونیکو ترک کرے چنانچہ
غسل کی سنتون مین پہلے مذکور ہو چکا فلو کشف له صار فاسقا تو اگر دہونے کیواسطے اوسنے بدن کہولا تو گنہگار ہو جاویگا هم بحر الرائق مین ہے
کہ ایسی صورت مین ڈہیلون پر کفایت کرے پانی سے استنجا نکرے نہین تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہین لا لو کشف لاغتسال
او نحوه کما فی الجنة ابن الشحنة گنہگار نہوگا اگر غسل واجب یا کہنے کیواسطے شرمگاہ کہولی چنانچہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسکو بحث کی راہ سے نہ
روایت کی راہ سے بیان کیا هم وسنة مطلقا به یفتی سراج ڈہیلون کے بعد پانی سے دہونا سنت ہے ہر زمانے مین اسیکا فتوی ہے کذا فی السراج هم
یعنی ہمارے زمانے اور صحابہ کرام کے زمانے مین یکسان سنت ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہمارے زمانے مین سنت ہے صحابہ کرام کیوقت مین مستحب تہا
ویجب ای یفرض غسله ان جاوز المخرج نجس مائع اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دہونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو وہ نجاست
جو نماز کی مانع ہے یعنی اگر قدر درم سے زائد ہے مخرج عام ہے قبل ہو یا دبر ویعتبر القدر المانع لصلوة فیما وراء موضع الاستنجاء
لان ما علی المخرج ساقط شرعا وان کثر ولهذا لا تکره الصلوة معه اور مانع نماز کی مقدار نجاست ماورای موضع استنجا مین معتبر ہے
اسواسطے کہ جو نجاست کہ مخرج پر ہے وہ شرعا ساقط الاعتبار ہے اگرچہ وہان بکثرت ہو یعنی درم سے زیادہ ہو لہذا اوس نجاست کے ساتھہ نماز
پڑہنا مکروہ نہین هم قدر درم سے زیادہ نجاست کا ہونا مخرج پر اسواسطے ممکن ہے کہ ایک شخص کی مقعد بڑی ہو اور عدم کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہے نہین تو ترک استنجا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ استنجا سنت ہے کذا فی الطحطاوی وکره تحریما بعظم وطعام وروث یابس کعذرة
یابسة وحجر استنجی به الا بحرف آخر اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی اور کہانے کی چیز اور خشک لید سے جیسے مکروہ ہے آدمی
کی خشک گوہ سے اور اوس ڈہیلے سے جس سے ایکبار استنجا کیا گیا مگر ہان اوسکی دوسری نوک سے کہ آلودہ نجاست سے نہین استنجا کرنا مکروہ نہین وآجر
وخزف وزجاج وشیء محترم کخرقة دیباج ویمین ولا عذر بیسراه اور مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ اور ٹھیکری اور کانچ اور عزت والی چیز جیسی
ریشمی کپڑے سے اور داہنے ہاتھہ سے اسحالت مین کہ اوسکے بائین ہاتھہ مین کچہہ عذر نہین هم اینٹ وغیرہ سے استنجا کرنے مین جراحت موضع کا خوف
ہے اور محترم چیز سے اوسکی تضییع بیمحل ہے اور داہنے ہاتھہ سے استنجا اور مس ذکر حدیث مین منع ہے تو چاہیے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائین ہاتھہ
سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اور اگر نہوسکے تو داہنے ہاتھہ مین ڈہیلا لے اور اوسکو حرکت ندے بلکہ ذکر کو اوسپر رگڑے بائین ہاتھہ سے
کذا فی البحر فلو مشلولة ولم یجد ماء جاریا ولا صابا ترک الماء پہر اگر بایان ہاتھہ لنجا ہو اور وہ شخص جاری پانی نپاوے اور نہ اوس شخص کو
جو اوسپر پانی ڈالے تو پانی سے استنجا کرنا ترک کرے هم اور اگر جاری پانی ہو یا پانی کا ڈالنے والا جس سے شرما پردہ نہین تو داہنے ہاتھہ سے
استنجا کرے ولو شلتا سقط اصلا کمریض ومریضة لم یجد من یحل جماعه اور اگر دونون ہاتھہ لنجے ہون تو استنجا بالکل ساقط ہو گیا
یعنی ڈہیلون سے بہی اور پانی سے بہی اوس بیمار مرد اور عورت کی مانند جنہون نے اوس شخص کو نپایا جسکا جماع کرنا حلال ہے کہ انسے بہی استنجا مطلقا
ساقط ہے یعنی اگر بیمار مرد کو زوجہ یا حلال لونڈی اور بیمار عورت کو زوج میسر ہو تو انسے استنجا کروالے وفحم وعلف حیوان وحق غیر وکل
ما ینتفع به اور مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار ہو یا کرایہ اور جو چیز قابل انتفاع ہو
اوس سے چنانچہ کاغذ لپٹا ہوا نرقل اور بانس اور روئی اور کپڑا ان سب سے استنجا مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو فعل اجزأه مع الکراهة

لحصول الانقاء ۔ پہر اگر ہڈی وغیرہ سے استنجا کیا تو کفایت کرتا ہے کراہت تحریمی کے ساتھ بسبب حاصل ہوجانے صفائی کے ھ قہستانی مین نظم سے منقول ہے اور
کرنا چاہیے کہ تین ڈہیلون سے استنجا کرے پہر اگر نپاوے تو تین ٹکڑے سے کرے پہر اگر اسکو بہی نپاوے تو تین مٹھی بہر خاک سے کرے ان تین چیزون کے سوا استنجا نکرے کہ
بموجب حدیث کے مورث فقیری ہے اور کیفیت استنجا کرنے کی یون ہے کہ انگشت وسطی کو تہوڑا سا اونچا کرے اور اسکا موضع دہووے پہر بنصر کو اونچا
کرے اور دہووے پہر خنصر کو پہر سبابہ کو اونچا کرکے دہووے یہان تک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول یہی ہے اور بعضون نے کہا یہانتک دہووے کہ وہ
چکنائی دور ہوکر کہردرا ہو جاوے اور عورت اول بنصر اور وسطی کو اونچا کرکے دہووے پہر مرد کیطرح دہووے اور موسم سرما مین زیادہ تر مبالغہ کرے اگر
ٹہنڈا پانی ہو اور اگر گرم پانی ہو تو موسم گرما کی مانند مبالغہ کی حاجت نہین لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے کذا فی الطحطاوی وفی
نظم الحسامی انہ سنۃ لاغیر فینبغی ان لایکون مقعدھا بمنھی عنہ در مصنف کہتے ہین اس قول مین کہ ہڈی وغیرہ سے استنجا کرنا کافی ہے خلل ہے اور اسلئے کہ
مذکور ہو چکا کہ استنجا سنت ہے کچھہ اور تو لائق یہہ ہے کہ نہ آدمی قائم کرنے والا سنت کا ممنوع چیز سے ھ صاحب نہر الفائق نے اسکا یون جواب دیا کہ
مسنون تو ازالہ ہے نجاست کا اور ڈہیلا وغیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ مزیل ہے غایۃ الامر یہہ ہے کہ اس شی مخصوص سے ازالہ ممنوع
ہے اس سے نفی ازالہ نہین ہوتی چنانچہ غصب کے مکان مین سنت پڑہنے سے سنت ادا ہوگی لیکن ارتکاب منہی عنہ لازم آویگا کما فی البحر ویکرہ استقبال القبلۃ
واستدبارھا لاجل بول او غائط جیسے مکروہ تحریمی ہے قبلہ کا سامنا اور اسکو پیٹھہ دینا پیشاب کرنے یا ہگنے کیواسطے ھ قبلہ کسی جہت مین ہو
اوسکا استقبال اور استدبار ممنوع ہے اور یہہ جو حدیث مین وارد ہے کہ مشرق مغرب کیطرف بول براز کیواسطے بیٹہا کرو تو اونکے حق مین ہے جنکا قبلہ مشرق اور
مغرب کیطرف نہین چنانچہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کیطرف ہے والاستنجاء ۔ پہر اگر استنجا کرنے کیوقت استقبال یا استدبار قبلہ ہو تو مکروہ نہین
یعنی مکروہ تحریمی نہین یعنی کراہت تنزیہی ثابت ہے کیونکہ ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی بنیان لاطلاق النھی اور استقبال اور استدبار قبلہ مکروہ ہے اگرچہ عمارت
کے اندر ہو جیسے میدان مین مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے نہی کے یعنی حدیث شریف مین عمارت اور میدان کی قید نہین تو ہر مقام مین کراہت ثابت ہے فلو جلس
مستقبلا لھا غافلا ثم ذکر انحرف ندبا لحدیث الطبری من جلس یبول قبالۃ القبلۃ فذکرھا فانحرف عنھا اجلالا لھا لم یقم من
مجلسہ حتی یغفر لہ ۔ سو اگر قبلہ کے سامنے بیٹہا غفلت سے پہر اوسکو یاد آیا تو پہر جاوے اوسکی طرف سے استحباب کی راہ سے بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹہا پیشاب کو
قبلہ کے سامنے پہر اوسکو یاد پڑا سو پہر گیا اوسکی طرف سے قبلہ کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو کبڑا نہوگا اپنی نشست گاہ سے یہانتک کہ بخشا جاویگا ان امکنہ
والا فلا باس بہ ۔ اگر ممکن ہو قبلہ کیطرف سے پہرنا اور اگر ممکن نہو تو کچہہ ڈر نہین عدم احتراز میں وکذا یکرہ ھذہ التحریمیۃ والتنزیھیۃ للمرأۃ امساک
صغیر لبول او غائط نحو القبلۃ اور اسیطرح عورتکو مکروہ ہے تہامنا صغیر کا پیشاب یا ہگنے کیواسطے قبلہ کیطرف شارح نے کہا کہ یہہ کراہت کے اقسام
شامل ہین کراہت تحریمی اور تنزیہی دونونکو وکذا مد رجلیہ الیہا اور اسیطرح پانون پہیلانا قبلہ کیطرف مکروہ ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ یہہ کراہت
تنزیہی ہے واستقبال شمس وقمر لھما لاجل بول وغائط اور مکروہ ہے سامنا سورج اور چاند کا پیشاب یا ہگنے کیواسطے وبول وغائط فی
ماء ولو جاریا فی الاصح وفی البحر انھا فی الراکد تحریمیۃ وفی الجاری تنزیھیۃ اور مکروہ ہے بول اور براز پانی مین اگرچہ جاری پانی ہو صحیح تر قول
مین اور بحر الرائق مین ہے کہ آب بستہ مین کراہت تحریمی ہے اور آب روان مین کراہت تنزیہی ہے ھ طحطاوی نے کہا مگر عذر سے مکروہ نہین چنانچہ کشتی اور
جہاز سے اوترنا ممکن نہو وعلی طرف نہر او بئر او حوض او عین او تحت شجرۃ مثمرۃ او فی زرع او فی ظل ینتفع بالجلوس فیہ اور مکروہ
ہے بول اور براز نہر یا کنوئین یا حوض یا چشمہ کے کنارے پر یا پہلے درخت کے نیچے یا کہیت مین یا اوس سایہ مین جس سے لوگ فائدہ پاتے ہین اوسمین
بیٹہ کر ھ یہہ سب کراہت تحریمی ہے کیونکہ اسکی نہی احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی انتفاع جلوس کی قید سے معلوم ہوا کہ جو سایہ آبادی سے
دور ہو اسکے نیچے بول یا براز مکروہ نہین وبجنب مسجد ومصلی عید وفی مقابر وبین دواب وفی طریق الناس اور مکروہ ہے مسجد اور
عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان مین اور چوپایون کے درمیان اور لوگونکی راہ مین ھ قبرستان مین وجہ کراہت یہہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی

سے بجنس ہو زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہر اسمین کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جو قبرستان مین جدید راہ حادث ہوئی ہو اوسمین چلنا حرام ہے تو بول وبراز بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی مھب ریح بحجر فارۃ او حیۃ او نملۃ وثقب اور ہوا چلنے کے مقابل اور چوہا یا سانپ یا چیونٹی کے بل مین اور ہر سوراخ مین نماد الیضوفی موضع یتحدث علیہ اوکان یقعد علیہ وبجنب طریق او قافلۃ او خیمۃ وفی المستعمل لا لا تعرض لے اکثرھا یعنی مین اتنا زیادہ کہا ہے اور مکروہ ہے اس مکان مین جہان کوئی گذرتا ہو یا وہان بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کی برابر اور پست زمین پر بشبہ کہ بلند زمین کیطرف پیشاب کرنا مکروہ ہے یعنی عود نجاست کیوجہ سے والتکلم علیہما اور مکروہ ہے بولنا بول براز کرتے ہم اسواسطے کہ حق تعالی اس پر ناخوش ہوتا ہے اور بول براز کرتے خدا کا ذکر نکرے اور چھینک پر الحمد نہ کہے اور چھینکنے والیکو دعا نکرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے اور بلا ضرورت شرمگاہ اور بول براز کو نہ دیکھے اور نہ وہان تھوکے نہ ناک کو جھاڑے اور نہ کھنکارے اور بیجا اور دیر تک بیٹھا رہے اور اسمین بہت فضول نکرے اور آسمان کیطرف سر نہ اوٹھاوے اور وہان بہت نہ بیٹھے کہ بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر حادث ہوتا ہے چنانچہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے اور مستحب ہے کہ نمازی کپڑون کو وہان نہ لیجاے اگر مقدور ہو نہیں تو خوب حفاظت کرے نجاست کے لگنے سے اور آب مستعمل سے اور سر برہنہ نجاوے اور وہان داخل ہوتے کہے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث واعوذ بک من الرجس النجس الخبیث المخبث الشیطان الرجیم اور مکروہ ہے وہان وہ انگوٹھی لیجانا جسپر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو اور وہان داخل ہوتے بایان پانون اول بڑہاوے اور کھڑے ہوکر شرمگاہ کو نہ کہولے اور دونون پانو کشادہ کرکے بیٹھے اور بائین پانون پر جھکا رہے پھر جب فراغت پاوے تو کہے الحمد للہ الذی دفع عنی الاذی وعافانی کذا فی الطحطاوی وان یبول قائما او مضطجعا او متجردا من ثوبہ بلا عذر اور مکروہ ہے پیشاب کرنا کھڑے ہوکر یا لیٹکر یا کپڑون سے برہنہ ہوکر بدون عذر کے ہم بلا عذر کے قید سب سے متعلق اسواسطے کہ عذر سے کھڑے وغیرہ پیشاب کرنا جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پیشاب کیا بیٹھنے کو درد کیوجہ سے کذا فی البحر او یبول فی موضع یتوضأ ھو او یغتسل فیہ لحدیث لا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ یا مکروہ ہے پیشاب کرنا اوس مکان مین جہان وہ شخص وضو کرتا ہو یا اوسمین غسل کرتا ہو اس حدیث کی دلیل سے کہ ہرگز پیشاب نکرے کوئی شخص تم لوگون مین سے اپنی غسل خانہ مین اسواسطے کہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر واجب یعنی فرض ہے استبرا یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا پیادہ پا چلکر اور کھکھار کر اور بائین پہلو پر لیٹ کر ہم حدیث مین وارد ہے کہ خوب پاکیزگی حاصل کرو پیشاب سے کہ اکثر عذاب قبر اسی سے یعنی عدم پاکیزگی سے ہوتا ہے ہم استبرا عبارت ہے ازالہ خاص تا اینکہ منقطع ہوجاے کذا فی الطحطاوی ویختلف بطباع الناس اور استبرا مختلف ہوتا ہے لوگون کے اختلاف طبائع کے سبب یعنی کسیکو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسیکو دیر سے کسیکو چلنے سے کسیکو کھکھارنے وغیرہ سے ومع طھارۃ المغسول تطھر الید اور مغسول کی طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے یعنی جب دہونیکا محل پاک ہوا ہاتھ بھی اوسکے ساتھ پاک ہوگیا اوسکے علحدہ دہونیکی حاجت نہین خواہ محل دہونیکا استنجا ہو یا سوا ہو اوسکے ویشترط ازالۃ الرائحۃ عنھا وعن المخرج الا اذا عجز والناس عنھا غافلون اور طہارت مین شرط ہے دور کرنا بدبو کا ہاتھ سے اور مخرج نجاست سے مگر جبکہ عاجز ہو آدمی بو کے دفع کرنے سے یعنی ہرچند دہوتا ہے بدبو دفع نہین ہوتی تو اب معاف ہے اور لوگ اس سے غافل اور بیخبر ہین ہم ہاتھ سے بو کا دفع ہونا سونگھنے سے معلوم ہوتا ہے اور مخرج سے معلوم ہونا ظن غالب کے حاصل ہونے سے کذا فی الطحطاوی استنجی المتوضئ ان علی وجہ السنۃ بان ارخی انتقض والا لا وضو شخص نے استنجا کیا اگر استنجا مسنون وجہ پر کیا اسطرح کہ مخرج کو ڈھیلا کرکے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر بطریق سنت کے استنجا نکیا تو وضو نہ ٹوٹا قام او مشی علی نجاسۃ ان ظھر عینھا تنجس والا لا سویا یا چلا نجاست پھر اگر نجاست کی ذات ظاہر ہوئی بدن یا کپڑے یا پانون یا موزہ یا جوتی پر تو ناپاک ہوا ورنہ ناپاک نہوا ہم نور الایضاح مین لفظ عین کے عوض مین اثر کا لفظ وارد ہے اور یہی بہتر ہے کہ بو وغیرہ کو بھی شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولو وقعت فی نہر فاصاب ثوبہ ان ظھر اثرھا تنجس

تو ناپاک ہے ۱۲ اور اگر نجاست گیلی خبر مین پہر آدمی کے کپڑے پر وہ پانی پڑا اگر نجاست کا اثر یعنی رنگ یا بو ظاہر ہوا تو کپڑا ناپاک ہوا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہ
لُفَّ ثَوْبٌ طَاهِرٌ جَافٌّ فِي ثَوْبٍ نَجِسٍ مُبْتَلٍّ بِمَاءٍ [illegible] ۱۲ پاک کپڑا ایسا گیلا ہوا ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پانی سے اگر پاک کپڑا اسقدر
بھیگ جاوے کہ اسکو نچوڑنے سے ٹپکے تو وہ ناپاک ہو گیا اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین اگرچہ نم ہو گیا ہو وَلَوْ لُفَّ فِي مُبْتَلٍّ بِنَحْوِ بَوْلٍ إِنْ ظَهَرَ نَدَاوَتُهُ أَوْ
أَثَرُهُ تَنَجَّسَ ۱۲ اور اگر پاک کپڑا ایسا گیلا اس ناپاک کپڑے مین جو تر ہو گیا ہو پیشاب کی مانند نجس چیز سے تو اگر اوسکی تراوت یا اثر اوسکا ظاہر
ہوا تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو گیا اور اگر تراوت یا اثر ظاہر نہین تو ناپاک نہین فَأْرَةٌ يَبِسَتْ فِي خَمْرٍ فَرُمِيَتْ [illegible] ۱۲ چوہا شراب
مین سوکھ کے پھینکا گیا پہر وہ شراب سرکہ بنگئی اگر چوہا پہولا پہٹا تھا تو سرکہ ناپاک ہے اور اگر ایسا نہین تو ناپاک نہین ہم [illegible] سو اجزا ہین کہ شراب مین
تو شراب کے منقلب ہو جانے سے جو ہین کر اجزا نجسہ منقلب بطہارت نہین ہو سکتے وَقَعَ [illegible] لَا يَحِلُّ إِلَّا بَعْدَ سَاعَةٍ وَإِنْ كُوزُ خَمْرٍ فِي الْخَلِّ
شراب گری سرکہ مین ایک قطرہ گرا تو سرکہ کہانا حلال نہین مگر ایکساعت کے بعد اور اگر شراب کوزہ بہر ہے تو وہ سرکہ فی الحال حلال ہو ہم وجہ اسکی
یہ ہے کہ ایک قطرہ مین نہ مزہ ہے نہ بو جس سے انقلاب مین پر استدلال کیجیئے تو کچہہ توقف کرنا چاہیئے اور اگر کوزہ بہر شراب سرکہ مین گری اور اسکا مزہ
اور بو باقی نرہا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ منقلب بسرکہ ہو گئی کذا فی الحلبی فَأْرَةٌ وُجِدَتْ فِي قُمْقُمَةٍ وَلَمْ يُدْرَ أَمَاتَتْ فِيهَا أَمْ فِي جَرَّةٍ أَوْ
بِئْرٍ يُحْكَمُ مِنْ حِينِ الْقُمْقُمَةِ مردہ چوہا پایا گیا لوٹے مین اور معلوم نہین کہ وہ لوٹے مین مرا یا گہڑے مین یا کنوئین مین تو اوسکا مرنا لوٹے مین محمول ہو گا
اسواسطے کہ حادث کی اضافت اوسکی اقرب اوقات کیطرف ہوتی ہے کذا فی الحلبی ثَلَاثُ أَوَانٍ مِنْ سَمْنٍ وَعَسَلٍ وَدِبْسٍ أُخِذَ مِنْ كُلٍّ حَبَّةٌ وَخُلِطَ
فَوُجِدَ فِيهِ فَأْرَةٌ تُشَمَّسُ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهَا الدُّهْنُ فَالسَّمْنُ وَالْأَوَانِي بِحَالِهِمْ فَالْعَسَلُ وَمُلْتَزِقٌ [illegible] ۱۲ تین برتنون مین گہی اور شہد اور
شیرہ خرما کی ہر ایک سے حصہ لیا گیا اور باہم مخلوط کیا گیا اسمین مردہ چوہا نکلا تو اسی مخاطب تر اس چوہے کو آفتاب مین رکہہ پہر اگر اس چوہے سے چکنا
نکلا تو گہی ناپاک ہے اور اگر چکنائی نہین نکلی اور بحال اپنی بستہ جلد ہوا باقی رہا تو شہد ناپاک ہے اور اگر چپچپا رہا تو شیرہ خرما ناپاک ہے یعنی اسلئے کہ دہوپ سے گہی پگہل جاتا ہے اور شہد سمٹتا
اور شیرہ خرما نرم ہو جاتا ہے يُعْمَلُ بِخَبَرِ الْحُرْمَةِ فِي الذَّبِيحَةِ وَبِخَبَرِ الْحِلِّ فِي مَاءٍ وَطَعَامٍ ۱۲ عمل کیا جاوے حرمت کی خبر پر ذبیحہ مین اور حلت کی خبر پر پانی اور کہانے
مین یعنی ذبیحہ اور پانی اور طعام کی حرمت اور حلت مین دو خبرین متعارض معلوم ہوئین یعنی ایک متقی کہتا ہے کہ یہ حلال ہے دوسرا کہتا ہے کہ حرام ہے تو ذبیحہ
مین اوسکو حرام سمجہنا چاہیئے اسواسطے کہ ذبیحہ مین اصل حرمت ہے کیونکہ ذبح حیوان کی تعذیب ہے اور پانی اور طعام مین اصل حلت ہے تو دونون خبرون کو
لا اعتبار کر کے اصل پر عمل کرنا چاہیئے يَتَحَرَّى فِي ثِيَابٍ أَقَلُّهَا طَاهِرٌ ۱۲ تحری کرے یعنی سوچ اور اٹکل دوڑا وے پاک کے دریافت کرنے مین ان کپڑون
مین جو آدہے سے کم پاک ہین اور اکثر ناپاک ہین ہم جب سوچنے سے ایک کپڑا پاک ٹہرا تو اوسی مین نماز پڑہا اگر یہ نقض تحری جائز نہین مگر قبلہ مین ہان اگر اوسمین
نجاست ظاہر ہو تو دوسرا کپڑا اسوجگہ اختیار کرے کذا فی الطحطاوی وَفِي أَوَانٍ أَكْثَرُهَا طَاهِرٌ لَا أَقَلُّهَا بَلْ يُحْكَمُ بِالْأَغْلَبِ إِلَّا لِضَرُورَةِ شُرْبٍ ۱۲ اور
کرے پانی کے ان برتنون مین جنمین اکثر یعنی آدہے سے زیادہ پاک ہین نہ ان برتنون مین جو آدہے سے کم پاک ہین بلکہ غالب پر حکم کرنا چاہیئے یعنی سبکو ناپاک
جانے مگر پینے کی ضرورت سے اقل مین بہی سوچ پر عمل کرے حَرُمَ أَكْلُ لَحْمٍ أَنْتَنَ لَا نَحْوُ سَمْنٍ وَلَبَنٍ ۱۲ حرام ہے کہانا اوس گوشت کا جو سڑ گیا نہ گہی اور
دودہ اور ایسی سڑی چیز کا ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ سڑا گہی ضرر نہین کرتا بخلاف سڑے گوشت کے مَسْئَلَةٌ فِي بَعْرٍ أَوْ رَوْثٍ صُلْبٍ تُؤْكَلُ
بَعْدَ غَسْلِهَا لَا فِي خَثْيٍ ۱۲ جو نکلے سو کہی مینگنی یا لید مین تو دہونے کے بعد کہائے جاوین اور اگر گوبر مین نکلے تو نہ کہائے جاوین مَرَارَةُ كُلِّ حَيَوَانٍ كَبَوْلِهِ
وَجِرَّتُهُ كَزِبْلِهِ ۱۲ پتا ہر جانور کا اوسکے پیشاب کی مانند ہے اور جگالی ہر جانور کی اوسکے سرگین کی مانند ہے یعنی جو بول ماکول اللحم کی طہارت کا قائل ہے
اسکو پتا کو بہی طاہر کہتا ہے حُكْمُ الشَّيْءِ حُكْمُ مَائِهِ [illegible] پسل اور گہاس کے رس کا حکم پانی کی مانند ہے یعنی جیسے نجاست حقیقی پانی سے دور ہوتی ہے ویسے
ہی اسکے [illegible] سے اور جیسا آب کثیر وقوع نجاست سے ناپاک نہین ہوتا ویسا ہی وہ بہی اگر وہ در دہ ہو تو ناپاک نہو گا رُطُوبَةُ الْفَرْجِ طَاهِرَةٌ خِلَافًا لَهُمَا
عورتکی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے امام کے نزدیک ناپاک ہے صاحبین کے نزدیک الْعِبْرَةُ لِلطَّاهِرِ مِنْ تَرْكِيبٍ [illegible] اعتبار پاک کا ہے

پانی سے کہ پانی ہم جوار ہو گئی ہو اسیطرح ہو سے یعنی پانی اور شئی دو جدا جدا نا پاک نہین ہو سکی پاک ہو کہ ایک ہو گئی ہو ہے قوله نعم جو بکر الرعی من
جب گارا بنا یا پاک پانی سے نا پاک مٹی سے تو صیح قول یہ ہے کہ گارا نا پاک ہو دو نو نہین کہ گارا پاک ہے یہی قول مختار ہو تا حکم منقول احتیاطا کی حدیث کا مو
خلاصہ مین ہو طہارت کی علیہ تو جیہ کی ہو کہ ترکیب سے دو دوسری چیز ہو گئی وہ ظاہر ہی نہین اسلئے کہ ایسا ہو تو لازم آتا ہو کہ کتاب نمک میں پڑ کر نمک ہو گیا
وہ پاک ہو کیونکہ ترکیب سے دوسری شی ہو گئی مطلب یہ ہے کہ مرکبات جیسے کہ اسکی بعض مفردات نا پاک ہون حالانکہ بعضے ظاہر الفاظ ہو کہ نذر فی الحلبی ہے
في حمام وحلي لا يغسل لم يتلوا ثم غسل جنب یا دوہ یا چلا حمام اور اسکی مانند اور مکانون میں چنانچہ غسل خانہ میں تو نا پاک نہو گا جبتک یہ معلوم
نہو جاوے کہ جو پانی پانو نہین لگا وہ نجاست کا دہو نا ہو ہے ہم مراد یہ ہے کہ برہنہ پانو چلا تو بدون پانو دہوے نماز جائز ہے اور احتیاطا یہ ہو
کہ نماز کا اعادہ کرے كذا في البحر لا يمنع اخذ الماء من الانبوبة لانه يصير الماء طاهرا پانی لینا اس نالی سے جسکا پانی حوض میں گرتا ہے
منع نہیں اسواسطے کہ حوض کا پانی بستہ غیر جاری ہو جائیگا ہم شاید کہ اسمین نجاست ہو تو پانی لینے سے حوض میں نجاست واقع ہو گی یا مستعمل اور
ہو گیا تو نا پاک ہو گا آب مستعمل کی نجاست کے قول پر طحطاوی نے کہا یہ قول ظاہر علی سبیل الاولویت کے ہو یا آب مستعمل کی نجاست پر مبنی ہو لیکن
الی الحمام ليس من الشرقية لان فيه اظهار مقلوب الكناية على الجماع حمام مین غسل کیو اسطے جانا مروت کے افعال سے نہین ہو یعنی نے شرعی ہے
اسواسطے کہ اسمین مقلوب کنایہ کا اظہار ہے ہم مقلوب کنایہ ایک ہی بمعنی جماع یعنی لوگون کے سامنے حمام مین جانا بسبب کیوقت ظاہر کرنا ہو رات کے جماع کا
اور یہ بیشرمی ہی طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا کہ شارح بجای مقلوب کنایہ مقلوب کان کہتا اور وہ مقلوب ناک ہو بمعنی جماع ہے ثياب الفسقة واهل الذمة
طاهرة فاسقون اور ذمیون کے کپڑے پاک ہین ہم یعنی اونکی مستعمل کپڑون مین نماز درست ہو تا وقتیکہ نجاست کا یقین نہو اور تجنیس مین ہو کہ ذمیون
کے پاجامو نمین نماز مکروہ ہو حلبی نے کہا شاید اسوجہ سے کہ وہ استبرا اور استنجا نہین کرتے دیباج اهل فارس نجس لجعلهم فيه البول لبريقه
اہل فارس کا دیبا یعنی ریشمی کپڑا نا پاک ہو اوسمین پیشاب ڈالتی کیونکہ جسمیں چمک کیو اسطے ہم فارسیون کا پیشاب ڈالنا بالیقین معلوم ہو لیکن اسکو
نا پاک کہا اسیطرح جس انگریزی کپڑی مین نجاست کا پڑنا بالیقین معلوم ہو اوسکو ترک کرنا چاہیے اور فقط احتمال سے ترک کرنا ضرور نہین اسلئے کہ
کپڑون مین اصل حلت ہے رأى في ثوب غيره نجسا مانعا ان غلب على ظنه انه لو اخبره ازالها وجب والا لا فالامر بالمعروف على هذا
ایک شخص نے دوسری کے کپڑے مین نجاست دیکھی کہ وہ نماز کی مانع ہے یعنی درہم سے زیادہ ہے اگر اوسکو اسکا ظن غالب حاصل ہو کہ اگر اوسکو خبر کریگا
تو وہ نجاست کو دور کریگا تو خبر دینا واجب یعنی فرض ہے اور اگر اسکا ظن غالب نہو تو بتانا فرض نہین تو امر بالمعروف کا فرض ہونا بھی اسی
تفصیل پر ہے ہم یعنی اگر ظن غالب ہو اسکا کہ وہ شخص عمل کریگا تو امر بالمعروف فرض ہے ورنہ فرض نہین اور یہ بھی امر بالمعروف مین شرط ہو کہ
اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہو ورنہ وہ شخص مختار ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے اور نهی عن المنکر مین یہ بھی ہے کہ خود وہ مرتکب نہوتا ہو اس فعل کا جو منہی شرعی
علم ہے اور وجوب فاسق پر بھی ثابت ہو اگرچہ اسکا امر اور نہی فائدہ بخش نہین كذا في الطحطاوي حمل السجادة في زماننا اولى احتياطا لما
ورد اول ما يسئل عنه في القبر الطهارة وفي الموقف الصلوة جانماز کا لیکر رہنا ہماری زمانہ مین بہتر ہے احتیاط کی راہ سے اسواسطے کہ حدیث
شریف مین وارد ہو کہ قبر مین پہلے طہارت کا سوال ہوگا اور قیامت مین نماز کی اول پرسش ہوگی ہم شارح رحمۃ اللہ علیہ کے حسن بیان کو غور کرنا
چاہیے کہ اختتام کتاب الطہارۃ اور آغاز کتاب الصلوۃ مین اس حدیث کو لایا غفر اللہ لہ ولنا بجاہ صاحب هذا الحديث صلى الله عليه وسلم

كتاب الصلوة

یہ کتاب ہے نماز کے احکام اور مسائل کے بیان مین شرع في المقصود بعد بيان الوسيلة
یہ شروع ہے اصل مقصد مین کہ نماز ہے بعد بیان کرنے وسیلہ کے کہ طہارت ہے ولم تخل عنها شريعة مرسل نماز سے خالی نہین رہی کسی
رسول کی شریعت یعنی یہ عبادت دائمی قدیمی ہے کبھی منسوخ نہین ہوئی وان كانت صلوتنا فرضت بواسطة الكعبة كانت دون الايمان لا
منه بل من فروعه اور جبکہ شریعت محمدی مین نماز عبادت ٹھہری بواسطہ کعبہ معظمہ کے تو کمتر ہوئی ایمان سے نہ ایمان کے اجزا سے بلکہ فروع ایمان

سکے فردوم سے سے هم یعنی چونکه ایمان بلا واسطه عبادت هو اور نماز بواسطهٔ استقبال قبله عبادت هے بلا واسطه عبادت نهین لهذا نماز ایمان
مین داخل نهین بلکه اوسکی شاخ هے باعتبار فعل کے اور باعتبار اوسکو حکم کے یعنی اوسکو فرض هونے کی راه سے تو وه ایمان مین داخل هو اسواسطے
که ایمان عبارت هو جمیع ارشادات قطعیه نبویه کی تصدیق سے کذا فی الطحطاوی وھی لغۃً الدعاء فنقلت شرعًا الی الافعال المعلومۃ وھی
التعظیم لوجہ الله اجمعین الله علیه الامنی و الاخرین اور نماز لغت عرب مین بمعنی دعا هی پھر شرع مین منقول هوئی افعال معلومه یعنی رکوع اور
سجود وغیره کیطرف اور یهی منقول هونا ظاهر الفهم هے بسبب جود هونے نماز کے بدون دعا کے جاہل اور گونگے کی نماز مین هم شارح نے اشارہ
کیا که صلوة منقول شرعی سے منقول شرعی وه هے جسمین معنی وضعی باقی نهو اور جمهور کا مذهب یهی هے که صلوة دعا مین حقیقت هے افعال مخصوصه کو صلوة
اسواسطے کها که اونمین دعا بهی داخل هے کذا فی الطحطاوی هی فرض عین علی کل مکلف بالاجماع یعنی پنجگانه نماز فرض عین هے هر
مسلمان عاقل بالغ پر باجماع اهل اسلام هم اجتماع نماز پنجگانه اسی امت کو مخصوص هے کسی امت کو یهه اجتماع حاصل نهوا اور عشا کی نماز بهی اسی
امت کو خاص هے کسی نے نهین پڑهی اور اذان اور اقامت اور شروع نماز مین الله اکبر کهنا اور آمین اور رکوع کرنا بهی امت محمدی کو مخصوص هے
چنانچه ایک جماعت مفسرین نے اسکو ذکر کیا هے اور نماز مین اللّٰهم ربنا ولک الحمد کهنا اور نماز مین گفتگو کا حرام هونا بهی اسی امت کو خاص
چنانچه جلال الدین سیوطی نے انموذج مین بیان کیا هے اور بعضون نے کها که عشا کی نماز اول حضرت موسیٰ علیه السلام نے پڑهی جبکه مدین سے نکلے
اور راه بهول گئے تهے کذا فی الطحطاوی عینی شرح هدایه مین هے که فجر کی نماز حضرت آدم علیه السلام نے پڑهی جبکه بهشت سے نکلے اور اندهیرا هوکر صبح
هوئی اور ظهر کی نماز حضرت ابراهیم علیه السلام نے پڑهی جبکه اونکو ذبح فرزند کا حکم هوا زوال آفتاب کے بعد اور عصر کی نماز حضرت یونس علیه السلام
نے پڑهی جبکه اونکو مچهلی کے پیٹ سے نجات حاصل هوئی اور مغرب کی نماز حضرت عیسیٰ علیه السلام نے اور عشا کی نماز حضرت موسیٰ علیه السلام نے
پڑهی ان حضرات نے شکرانه نماز نفل پڑهی اور هم پر فرض هے انتهی مختصرًا اور فرضیت اجماعی نماز کی سند یهه آیت هے قرآن مجید کی کہ اقیموا
الصلوة یعنی اے مسلمانو قائم کرو نماز کو وغیر ذلک من الآیات والاحادیث المشهورة و فرضت فی الاسراء لیلة السبت سابع عشر رمضان
قبل الهجرة بسنة ونصف وکانت قبله صلوتین قبل طلوع الشمس و قبل غروبها یعنی نماز فرض هوئی معراج مین شب شنبه رمضان
شریف کی سترهوین تاریخ ڈیڑه برس هجرت سے پهلے اور معراج سے پهلے دو نمازین تهین ایک تو آفتاب کے نکلنے سے پهلے اور دوسری اوس کے
ڈوبنے سے پهلے کذا فی العینی هم یهه جو شارح نے معراج کا هونا رمضان شریف مین ذکر کیا سو ایک قول هے اور دوسرا قول یهه هے که معراج رجب
مین هوئی تهی اور یهی لوگون مین مشهور هے اور امام نووی نے سیر روضه مین اسکو ذکر کیا هے وان وجب ضرب ابن عشر علیها بید لا بخشبة
لحدیث مروا اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع واضربوهم علیها وهم ابناء عشر نماز فرض هے عاقل بالغ مسلمان پر اگر یهه واجب هو دس برس والے
لڑکے کو ترک نماز پر مارنا هاتهه سے نه لکڑی سے اس حدیث کی دلیل سے که اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جس حال مین که وه سات برس کے هون اور انکو مارو
جبکه وه دس برس کے هون هم هرچند حدیث مین مطلق ضرب مذکور هے لیکن چونکه لکڑی کی مار مکلف کی جنایت مین وارد هے اور صغیر محل جنایت
نهین اسیواسطے اوسکی ضرب هاتهه پر محمول هوئی نه لکڑی پر اور صغیر کی ضرب باوجود عدم فرضیت نماز کے اسواسطے شروع هوئی تاکه اوسکو نماز کی اچهی
طرح سے عادت پڑ جاوے طحطاوی نے کها که صغیر کو تین بار ضرب متوسط سلیم مارنا چاهیے تلث والصوم کالصلوة علی الصحیح کما فی صوم
القهستانی معزیا للزاهدی وفی حظر الاختیار انه یؤمر بالصوم والصلوة وینهیٰ عن شرب الخمر لیألف الخیر ویترک الشر مین کهتا
هون که روزه نماز کی مانند هے حکم کرنے اور مارنے مین بنا بر صحیح قول کے چنانچه قهستانی کی کتاب الصوم مین زاهدی سے منقول هے اور شرح
مختار کی کتاب الحظر مین هے که صغیر کو امر کرنا چاهیے روزه اور نماز کا اور روکنا چاهیے شراب پینے سے تاکه ایسکو نیکی کی عادت پڑ جاوے اور بدی
کو چهوڑ دے هم مراد یهه هے که صغیر کو تمام مامورات کا امر کرنا اور جمیع منهیات سے روکنا چاهیے نه صرف روزه اور صلوة اور شراب کی کچهه خصوصیت نهین

يكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعي اور نماز کا انکار کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن اور اخبار
متواتر اور اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جسمین کچھ احتمال نہین منح الغفار مین ہے کہ منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے وتاركها عمدا
اي تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلي لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم وعند الشافعي يقتل بصلاة
واحدة حدا وقيل كفرا اور نماز کا سستی سے چھوڑنیوالا فاسق اور کاہلی کی راہ سے گنہگار ہے قید کیا جاتا ہے یہانتک کہ نماز پڑہے اسواسطے کہ
محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا کے حق مین حبس کرنا زیادہ تر سزاوار ہے اور بعض یعنی امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوة مارا جاتا
یہانتک کہ اوسکا خون جاری ہو اور امام شافعی کے نزدیک تارک الصلوة قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے یہہ قتل ہے حد کی راہ سے اور دوسرا
قول یہہ ہے کہ قتل ہے کفر کی راہ سے ہم اسیطرح رمضان کا تارک الصوم واجب الحبس ہے اور شافعی کی مانند مالک اور احمد کے نزدیک بھی تارک
الصلوة متكاسلا لازم القتل ہے مگر انکے نزدیک وہ کافر نہین سوای امام احمد کے کذا فی الطحطاوی ولا يحكم باسلام فاعلها بشروط اربعة
الا اذا صلى في الوقت مع جماعة مؤتما متمما اور حکم کیا جاتا ہے نماز پڑہنیوالے کے مسلمان ہونے کا چار شرطون کے ساتھہ یہہ کہ نماز
پڑہے عین وقت مین جماعت کے ساتھہ امام کے پیچھے نماز کو پورا کرکے ہم اسطرح نماز پڑہنا امت محمدی مین مخصوص ہے لہذا اوسکا فاعل مسلمان
حکم ہوا وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ وہ دلیل ہے فرضیت نماز کی اعتقاد کے برخلاف قضا کہ اوسمین نفل کا احتمال ہے یا اعتقاد فرضیت وقت
قضا کا اور چونکہ جماعت مقتدی اور امام دونونکو شامل تھی لہذا شارح نے اقتدا کی قید زیادہ کی اسواسطے کہ اقتدا اتباع سبیل مومنین پر دلالت کرتا ہے
برخلاف امام ہونیکے کہ اوسمین نیت انفراد کا بھی احتمال ہے تو جماعت ثابت نہوگی اور اتمام صلوة سے مراد یہہ ہے کہ اوسکو فاسد نکرے کذا فی
الطحطاوی وكذا لو اذن في الوقت او سجد للتلاوة او زكى السائمة صار مسلما اور اسیطرح اگر اوسنے وقت نماز مین اذان دی یا تلاوت
قرآن کا سجدہ کیا یا چرندے جانورون کی زکوة ادا کی تو وہ مسلمان ٹھیریگا ہم اسواسطے کہ یہہ امور خصوصیات اہل اسلام سے ہین لا لو صلى
في غير الوقت او منفردا او اماما او افسدها او فعل بقية العبادات لعدم اختصاصها بشرعنا مسلمان نہ ٹھیریگا اگر ایک شخص نے غیر وقت مین
نماز پڑہی یا تنہا یا امام ہوکر نماز پڑہی یا نماز کو فاسد کرڈالا یا ان مذکورات کے سوا باقی عبادات ادا کین اسواسطے کہ امور مذکورہ جاری شریعت محمدی کے
ساتھہ مخصوص نہین ہم باقی عبادات چنانچہ زکوة اموال غیر سوائم اور روزہ اور حج غیر کامل اور صدقات امت محمدی مین مخصوص نہین لیکن ہیئت کاملہ پر
حج کرنا اور قرآن کا پڑہنا بھی اس امت کی خصوصیات سے ہے تو انکو بھی مستثنی کرنا چاہئے کذا فی المنح ونظمها صاحب النهر فقال شعر وكافر في
الوقت صلى بالاقتدا * متمما صلوته لا مفسدا * او اذن ايضا معلنا او زكى * سوائما كان سجد زكى * مسلم لا بالصلوة
منفردة * ولا الزكوة والصيام الحج زد * اور خصوصیات مذکورہ اسلام کو صاحب نہر الفائق نے نظم مین یون کہا ہے اور کافر نے عین وقت
مین نماز پڑہی امام کے پیچھے اپنی نماز کو پورا کرکے نہ فاسد کرکے یا اذان بھی دی آشکارا یا چرندے جانورونکی زکوة ادا کی مانند سجدہ تلاوت کرنیکے
پاک ہوکر تو وہ کافر ان افعال سے مسلمان ٹھیریگا نہ تنہا نماز پڑہنے سے اور نہ اموال کی زکوة دینے سے اور نہ روزہ رکھنے سے اور نہ حج غیر کامل کرنے سے
وهي عبادة بدنية محضة فلا نيابة فيها اصلا اي لا بالنفس كما في الحج ولا بالمال كما في الصوم بالفدية للفاني
لا ايضا الملحق باذن الشارع ولم يوجد اور یعنی نماز صرف بدن کی عبادت ہے تو اوسمین نیابت نہین کسیطرح یعنی نہ جان کی نیابت جیسے حج
مین ہوتی ہے نہ مال کی نیابت جیسے کہ روزہ مین درست ہے فدیہ دیکر شیخ فانی کو اسواسطے کہ نیابت یا فدیہ تو فقط شارع کے اذن سے جائز ہوتا ہے سو وہ
اذن نماز مین پایا نہین گیا ہم تنہا محض عبادت بدنی یعنی کچھ بھی مرکب نہین مال اور بدن سے جیسے کہ حج مرکب ہے اور حج نفل مین دوسرے شخص کو نائب
کرنا ہرطرح درست ہے اور حج فرض مین جب بندہ عاجز دائمی ہو اور مرض کے ... عجز دائمی تا موت شرط ہے منح الغفار مین ہے کہ نماز مین
نیابت اسواسطے بھی درست نہین کہ تکالیف شرعیہ سے مقصود ابتلا اور مشقت ہے سو وہ عبادات بدنیہ مین جان اور اعضا کی محنت کشی پر متحقق ہے

سمجھ کرنے سے حاصل ہے اور نائب کے کرنے سے غیب کے قصور پر شفقت حقیقی تعیین ہوئی تو نیابت مطلقاً جائز نہیں یہ تحریر ہے صدر میں ہو

قال وسببها الشمس الخطاب لم الوقت نماز کا سبب حقیقی در پے ہونا ہی احسانات ربانی کا پھر حکم قرانی ہر وقت نماز کا ۱۲ اھم شبب تثبت ہے

سمعنی اپنی الحکم سے بدون تاثیر کے کذا فی البحر تو نماز کا سبب حقیقی اوقات پنجگانہ مین تواتر نعمات ہے پھر حکم قرآن مجید کا جا نموا اقیموا الصلوٰۃ

ذرا ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا پھر سبب ظاہری وقت ہی اسواسطے کہ وجوب متجدد ہوتا ہی اوقات کے تجدد سے یہی علامت ہے

سبب ہونے کی کذا فی الطحطاوی ای الجزء الاول منه ان اتصل بہ الاداء والا فما یلی جزء من الوقت یتصل بہ الاداء والا

یتصل الاداء بجزء فالسبب ھو الجزء الاخیر وقت سبب ہی یعنی اوسکا پہلا جز سبب ہے اگر اوسکے ساتھ ادای نماز متصل ہوا ورنا اگر جز اول مین

نماز نہ پڑھی تو وقت کے جس جز سے ادای نماز کا اتصال ہوگا وہی جز سبب ٹھہریگا اور اگر وقت کے کسی جز سے ادا متصل نہوئی تو وقت کا پچھلا

جز سبب ہوگا ھم خلاصہ مقام یہ ہے کہ وجوب نماز مین وسعت ہی تو جز اول اور ثانی اور ثالث کی تاخیر سے مثلاً گنہگار نہوگا حلبی نے کہا مختصر بیان

یہہ ہے کہ نماز کا سبب وقت کا وہ جزء ہے جس سے ادا متصل ہو والا جملہ وقت سبب ہی کذا فی الطحطاوی ولو ذا فیتحتم التی علی صبون وقعی

علیہما فافاق وحائض ونفساء طھرتا وصبی بلغ ومرتد اسلم وان صلیا فی اول الوقت وقت کا پچھلا جز سبب ہے اگرچہ ناقص ہو چنانچہ عصر

میں وہ جب کا زرد ہو جاتا تو واجب ہو گی نماز مجنون اور غشی والے پر کہ دونون ہوش مین آگئے پچھلے جز مین اور حیض والی اور نفاس والی عورت پر

کہ وہ دونون پاک ہو گئین اور صغیر پر کہ وہ بالغ ہو گیا اور مرتد پر کہ جز اخیر مین مسلمان ہوا اگرچہ صغیر اور مرتد نے اول وقت مین نماز پڑھی ہو ھم

جزء اخیر سے مراد وہ جز ہی جو تکبیر تحریمہ کی گنجائش رکھتا ہو نہ وہ آن اور لحظہ جسمین اللہ اکبر کہنا نہوسکے تو اگر بعد افاقہ اور طہارت اور بلوغ اور اسلام

کے بقدر تحریمہ وقت باقی ہو تو اوس وقت کی نماز انپر واجب ہو گی اور نہین تو نہین اور کافر اصلی کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز مرتد کی صورت یہہ ہی کہ

جو مسلمان تہا اول وقت ظہر مین مثلاً اوسنے فرض نماز ادا کی پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا پھر ظہر کے آخر وقت مین اسلام لایا تو وہ ظہر کی نماز کا اعادہ

کرے کیونکہ پہلی نماز ارتداد سے باطل ہو گئی کذا فی الطحطاوی مختصرا وبعد خروجہ یضاف السبب الی جملتہ لیثبت الوجوب بصفۃ الکمال

لانہ الاصل فیجب بذمھم القضاء فی کامل ھو الصحیح اور بعد نکلنے وقت کے مضاف ہوتا ہی سبب جمیع وقت کیطرف تاکہ واجب ثابت ہو کمال کی

صفت پر اور حالانکہ ثبوت وجوب علی صفۃ الکمال یہی اصل ہی تو مجنون وغیرہ کو قضا کرنا لازم ہوگا کامل وقت مین نہ ناقص مین یہی قول صحیح ہے ھم

تو اگر آجکی عصر فوت ہوئی اور کل یاد پڑی آخر وقت عصر مین غروب سے پہلے تو اوس وقت قضا نکرے اسواسطے کہ وہ ناقص وقت ہے وقت صلوٰۃ الفجر

قدمہ لانہ لا خلاف فی طرفیہ نماز فجر کا وقت شارح نے کہا مصنف نے فجر کیوقت کو مقدم کیا اسواسطے کہ اوسکے دو نون طرفون مین یعنی اوسکے

اول اور آخر مین خلاف نہین اتفاق ہے امت کا بر خلاف ظہر وغیرہ کے ھم اور یہہ جو بعضون نے اول فجر مین اختلاف کیا ہی کہ اول صبح ہو یا انتشار

اوسکا اور آخر وقت قرص آفتاب کی کرن کے طلوع تک ہو یا تیر انداز کو تیر گرنے کے مقام کے نظر آنے تک سو بسبب ضعیف ہونے اس قول کے لائق شمار

کے نہین کذا فی الطحطاوی واقل من صلاھا آدم واول الخمس وجوبا اور اسواسطے فجر کو مقدم کیا کہ اول اوسکو آدم علیہ السلام نے ادا کیا اور وہ پنجگانہ

نماز کے پہلی ہی واجب ہونے کی راہ سے یعنی پنجگانہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی تو اوس رات کے بعد پہلے نماز فجر کی ٹھہری انس بن مالک سے روایت

ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر شب معراج مین پچاس نمازین فرض ہوئین پھر کم ہوتین یہانتک کہ پانچ ٹھہر گئین پھر ندا ہوئی یا محمد ہمارے نزدیک بات نہین بدلتی

تمکو پانچ وقت کی نماز مین پچاس وقت کا ثواب ملیگا اس حدیث کو نسائی اور احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ وبدأ محمد

بالظہر لانہا اولی صلوٰۃ ویدیہا اور امام محمد شیبانی نے جامع صغیر مین ظہر کو اول مذکور کیا ہی اسواسطے کہ وہ نماز پنجگانہ کے پہلی ہی باعتبار

ظاہر ہونے اور بیان کرنے جبرئیل علیہ السلام کے ھم یہہ قول مبنی ہی اسپر کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت اول ظہر کیوقت ہوئی تھی شب معراج کے بعد

اور صبح کی امامت دوسرے دن ہوئی تھی اسمین دو روایتین ہین مشہور یہی روایت ہی کہ ابتدا امامت ظہر سے ہوئی کذا فی الطحطاوی

ولا يلقى توقف وجوب الاداء على العلم بالكيفية فالنه روى ان نبينا صلى الله عليه وسلم الفجر صبيحة ليلة الاسراء اور پوشیدہ نہین موقوف ہونا وجوب ادا کا کیفیت نماز کی دانست پر تو اسیواسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کی قضا نکی شب معراج کی صبح کو ہم سمجہا دے سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہے کہ جب فجر کی نماز پنجگانہ نماز کے اول ٹہری تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ترک کی شب معراج کی صبح کو باوجودیکہ وہ واجب ہوگئی تہی رات کو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ طریقہ ادا نماز کا معلوم نہ تہا اور بدون اوسکے ادا کرنا واجب نہین لہذا یہہ سوال بدار وہوتا ہی مشہور روایت پر نہ غیر مشہور پر اگر کوئی کہے کہ وجوب کیونکر ثابت ہوگا بدون وجوب ادا کے ہم جواب دینگے کہ اسمین کچہ استبعاد نہین اسواسطے کہ جو شخص دارالحرب مین اسلام لایا اور شرائع کو اوسنے مجملاً معلوم کیا تو اوسپر وجوب ثابت ہوگا اور ادا کرنا بالعلم کیفیت واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی ثم هل كان قبل البعثة متعبدا بشرع احد قال المحققون لا بل كان يعمل بما ظهر له من الكشف الصادق من شرع ابراهيم وغيره پہر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ ہمارے حضرت نبوت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر عبادت کرتے تہے یا نہین جواب پسندیدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہہ ہے کہ کسی شریعت خاص پر عمل نکرتے تہے بلکہ اوسپر عمل کرتے تہے جو کشف صادق سے آپکو ظاہر ہوتا تہا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی شریعت سے وصح تعبده في حراء اور صحیح ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عبادت کرنا غار مین جسکا حرا نام ہے کذا فی البحر و ابن اسحق وغیرہ نے مذکور کیا کہ نبی علیہ الصلوٰة والسلام ہر سال ایک مہینہ حرا مین تشریف لیجاتے تہے عبادت کرنے کو بعضون نے کہا عبادت آپکی ذکر تہی اور بعضون نے کہا فکر تہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی من اول طلوع الفجر الثانی وهو البياض المنتشر المستطير لا المستطيل نماز فجر کا وقت ہی ابتداء طلوع کرنے فجر ثانی سے اور وہ فجر ثانی سفیدی ہی جو پہیلی کنارہ آسمان مین عرض اور چوڑی نہ لمبی ہم فجر دو قسم ہے اول اور ثانی فجر اول طویل ہوتی ہے جسکو حدیث مین فرمایا جیسے بہیڑیے کی دم وہ سفیدی ہی پہر سیاہی وہان ہو جاتی ہے لہذا اوسکو صبح کاذب کہتے ہین اوسوقت تک عشا کی نماز کا وقت ہی اور صائم کو سحر کہانا درست ہی صبح کی نماز اوسوقت جائز نہین اور فجر ثانی افق مین معترض اور منتشر یعنی داہنے اور بائین پہیلی اور چوڑی ہوتی ہے دمبدم اسکی روشنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اوسکو صبح صادق بولتے ہین وہی وقت ہی ابتداء نماز فجر کا اوسوقت صائم کو سحر کہانا درست نہین الی قبيل طلوع ذكاء بالضم غير منصرف اسم الشمس نماز فجر کا وقت شروع فجر ثانی سے ہی آفتاب کے نکلنے سے تہوڑا سا پہلے شارح نے کہا ذکا بضم ذال ہی غیر منصرف آفتاب کا نام ہے ہم چونکہ حدیث امامت جبرئیل مواقیت نماز مین اصل ہے اور مشہور لہذا اوسکا ذکر کرنا عینی شرح ہدایہ سے مناسب مقام ہے اور موجب برکت معلوم کرنا چاہیئے کہ اس حدیث کو بہت صحابیون نے روایت کیا ہی ازانجملہ ابن عباس اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ اور عمرو بن حزم اور ابو سعید خدری اور انس بن مالک اور ابن عمر اور بریدہ اور ابو موسی اشعری اور براء بن عازب اور جابر ہین رضی اللہ عنہم سو ابن عباس کی حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اون سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو بار تو ظہر ادا کی پہلی بار جسوقت کہ سایہ اصلی مثل شراک یعنی بند نعلین کی مانند تہا پہر عصر پڑہی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسکی برابر تہا پہر مغرب پڑہی جبکہ آفتاب ڈوبا اور روزہ کہولنے کا وقت آیا پہر عشا پڑہی جبکہ شفق ڈوبا پہر فجر کی نماز پڑہی جبکہ فجر چمکی اور صائم پر کہانا حرام ہوا اور دوسری بار ظہر پڑہی جبکہ سایہ ہر چیز کا اوسی چیز کی برابر ہوگیا کل کی عصر کیوقت پہر عصر پڑہی جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکی دو چند تہا پہر مغرب پڑہی پہلے دن کیوقت پر پہر عشا پڑہی جبکہ تہائی رات گئی پہر صبح پڑہی جبکہ زمین روشن ہوگئی پہر جبرئیل علیہ السلام میری طرف ملتفت ہوئے اور کہا اے محمد یہہ وقت ہے تجہسے پہلے انبیا کا اور وقت ہی مابین ان دونون وقتون کے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہی اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اپنی مستدرک مین اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی کذا فی البنایۃ شرح الہدایۃ للعینی ووقت الظهر من زوالها اى ميل ذكاء عن كبد السماء الى بلوغ الظل مثليه اور ظہر کا وقت آفتاب کے زوال سے ہے یعنی آفتاب کے ڈہلنے سے وسط آسمان سے ہر شی کے سایہ کے دو چند پونہچنے تک ہم ظہر کے اول وقت مین خلاف نہین آخر وقت مین اختلاف ہی امام اعظم کے نزدیک مثلین تک ہی یعنی دونا سایہ ہونے تک

[Left margin note, partly legible:] لہ صادق ... ہے ... صبح ... سے کاذب ... ہوتی ... اور ... ہی ... تصحیح

محمد کی روایت مین بدایع مین کہا کہ یہی قول صحیح اور ظاہر الروایۃ ہی اور محیط مین ہی کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسکو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعۃ نے اسکو ترجیح دی اور غیاثیہ مین کہا وہو المختار اور شرح مجمع مین کہا کہ اصحاب متون نے اسکو پسند کیا اور شارحین اسی پر راضی ہوئے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعنہ مثلہ وہو قولہما وزفر والائمۃ الثلثۃ وقال الامام الطحاوی وبہ نأخذ وفی غرر الاذکار وہو المأخوذ بہ وفی البرہان وہو الاظہر لبیان جبرئیل وہو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی اور امام سے ایک مثل کی روایت ہی یعنی حسن نے امام سے روایت کی کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اُس چیز کے ہوگیا ظہر کا وقت آخر ہوگیا اور یہی صاحبین کا قول ہی اور زفر اور تینون اماموں کا یعنی امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کا امام طحاوی نے کہا اور اسی قول کو ہم لیتے ہین اور غرر الاذکار مین ہی کہ یہی قول لیا گیا ہے یعنی اسی پر عمل ہے اور برہان مین ہی کہ یہی قول ظاہر تر ہے جبرئیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور قول جبرئیل ہی باب مواقیت مین نص صریح ہے اور فیض مین ہے کہ اسی پر لوگون کا آج عمل ہے اور اسیکا فتوی ہم بحر الرائق مین ہی کہ طحاوی کا قول اسپر دلالت نہین کرتا کہ یہی مذہب ہے صحیح تصحیحات متعددہ کے مذکور ہونے کے بعد اور سراج وہاج مین ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اسمین ہی کہ ظہر کی نماز مثل تک تاخیر نکرے اور عصر کی نماز نہ پڑھے جبتک مثلین تک سایہ نہ پونچے تاکہ دونون نمازین اپنے وقتون پر بالاتفاق ادا ہون کذا فی الطحطاوی سوی فیء الاشیاء قبیل الزوال سوائے سایہ کے جو سب چیزون کا ہوتا ہی زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا ہم یعنی ٹھیک دوپہر مین آفتاب ڈہلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہی وہ ظہر اور عصر کے وقت سے خارج ہی مثل اور مثلین کے حساب مین داخل نہین اوسی سایہ کو فیء بروزن شے اور سایہ اصلی کہتے ہین طحطاوی نے کہا فیء الزوال کو اسواسطے استثنا کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مواضع مین ایام سرما مین اور گاہے دونا ہوتا ہی تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جاوے نہ امام کے نزدیک یہہ حال ہی وہان کے لوگون کا جنکے سرون پر آفتاب سامنے نہین آتا لیکن جن لوگون کے سرون کے اوپر آفتاب آجاتا ہے وہان مثل کا اعتبار ذی الظل کے پاس سے ہوتا ہی یعنی اسواسطے کہ وہان سایہ اصلی منعدم ہو جاتا ہی ویختلف باختلاف الزمان والمکان اور فیء الزوال اور سایہ اصلی مختلف ہوتا ہی زمان اور مکان کے اختلاف سے ہم یعنی سرما مین سایہ اصلی بڑا ہوتا ہی اور گرما مین چھوٹا اور جو ملک معدل النہار اور خط استوا سے قریب ہین وہان سایہ چھوٹا ہے اور بعید ہین وہان بڑا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی کی مانند ہی وہان سایہ اصلی ایکدن بالکل منعدم ہوتا ہے یعنی جبکہ آفتاب نقطہ سرطان مین داخل ہو اور سال بھر مین یہی دن بہت بڑا ہوتا ہے اور جن بلاد کا عرض بلد میل کلی سے کم ہوتا ہی وہان کا سایہ اصلی سال مین دو بار بالکل نابود ہو جاتا ہی چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کذا فی الحلبی ولو لم یجد ما یغرز اعتبر بقامتہ وہی ستۃ اقدام ونصف بقدمہ من طرف ابہامہ اور اگر نمازی سایہ شناسی کے واسطے وہ چیز نپاوے جسکو زمین پر گاڑ کر سایہ دریافت کرے تو اپنے قد کا اعتبار کرے اور قد ہر آدمی کا ساڑھے چھہ قدم کا ہوتا ہی اوسی شخص کے قدم سے انگوٹھی کیطرف سے ہم یہہ کلام محذوف پر مرتب ہی جو معلوم ہوتا ہے بحر الرائق وغیرہ کی عبارت سے اوسمین یون ہی کہ زوال کی شناخت مین چند روایات ہین اور نہین صحیح تر یہہ ہے یعنی ابو شجاع کی روایت کہ سیدھی لکڑی برابر زمین مین چاشت کیوقت گاڑے اور سایہ کے سرے پر نشان کرے پھر اگر سایہ کم ہوتا جاتا ہو نشان مذکور سے تو آفتاب نہین ڈہلا پھر اگر سایہ ٹھہر گیا زیادت اور نقصان سے تو یہہ وقت ہی ٹھیک دوپہر کا اور جسقدر سایہ اسوقت باقی رہا وہ فیء الزوال اور سایہ اصلی ہی اور جبکہ سایہ فیء الزوال کے خط سے بڑہا اور لنبا ہوا تو معلوم ہوا کہ آفتاب ڈہل گیا چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور مجتبی مین ہی کہ اگر کوئی لکڑی گاڑنے کو نملے فیء الزوال اور مثال کی شناخت کو تو اپنے قد سے قیاس کرے ساڑھے چھہ قدم طحاوی نے کہا جمہور مشائخ سات قدم کہتے ہین اور جسمین دونون قولین یون جمع ہوسکتا ہی کہ آدمی کا قد سات قدم ساق کی ست سے ہوتا ہی اور ساڑھے چھہ قدم انگوٹھی کیطرف سے انتہی اور مجرب سے وہ قول منقول ہے جو اس سے بھی زیادہ تر آسان ہی وہ یہہ ہی کہ آدمی قبلہ کے سامنے کھڑا ہو پھر جبکہ آفتاب ابرو کی راست پر آیا تو ڈہل گیا کذا فی الطحطاوی بتصرف یعنی مین یون ہی کہ جب آفتاب بائین طرف سے ڈہلا تو بھی زوال کا وقت ہی انتہی ہم یہین اور یہہ مسئلہ کا اختلاف باعتبار اختلاف بلاد کے ہوتا ہی کما فی حاشیہ

یعنی محیط سراج الوہاج و وقتُ العصرِ منہ الیٰ قُبَیلِ الغروبِ اور عصر کا وقت سایہ مثلین سے آفتاب کے ڈوبنے تک تنبیہ پہلے طحطاوی نے کہا یعنی قول مشہور ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ آفتاب کے زرد ہونے تک ہے طلوع غربت ثم عادت ھل یعود الوقت الظاہر نعم ہے اگر آفتاب ڈوبا پہر نکل آیا تو عصر کا وقت دوسری بار عود کریگا یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان وقت پہر آویگا م یہہ بحث ہے صاحب نہر کی بدلیل حدیث رد شمس یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم علی مرتضی کی گود مین سوگئے جب آپ جاگے تو معلوم ہوا کہ علی مرتضی نے عصر کی نماز نہین پڑہی تو فرمایا کہ الہی علی تیری اور تیرے رسول کی طاعت مین تہا تو آفتاب کو پہیر دے سو آفتاب پہر نکل آیا یہانتک کہ انہون نے عصر کی نماز پڑہ لی اور یہہ واقعہ خیبر مین ہوا تہا اس حدیث کو طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے اور چند محدثین نے اسکو روایت کیا ہے ازانجملہ طبرانی نے بسند حسن سے اسکو روایت کیا ہے اور جنہون نے اسکو موضوع کہا چنانچہ ابن جوزی نے اسنے خطا کی اور ہمارے قواعد بہی اسکے مخالف نہین کذا فی الطحطاوی وہی الوسطیٰ علی المذہب اور یہی عصر کی نماز وسطی ہے بنا بر مذہب صحیح کے کہ قرآن مجید مین فرمایا کہ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ) یعنی محافظت کرو نمازون پر اور نماز وسطی پر یعنی درمیان کی افضل نماز پر سو نماز وسطی کی تعیین مین تینتیس ۳۳ قول ہین جو وہابیہ اور اسکی شرح مین مذکور ہین ازانجملہ ایک قول یہہ ہے جو شارح نے ذکر کیا واللہ اعلم و وقتُ المغربِ منہ الی غروبِ الشفقِ وہو الحمرۃُ عندہما وبہ قالتِ الثلٰثۃُ والیہ رجع الامامُ کما فی شرحِ المجمعِ وغیرِہا فکان ہو المذہب اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب ہونے سے شفق کے ڈوبنے تک اور شفق سے وہ سرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کیطرف رہتی ہے صاحبین کے نزدیک اور یہی کہا ہے تینون اماموں نے اور اسی قول کیطرف امام اعظم نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحون مین مذکور ہے تو یہی صاحبین کا قول صحیح مذہب ٹہہر گیا ہے امام اعظم کے نزدیک وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق مین ہوتی ہے اور یہی قول ہے صدیق اکبر اور انس اور معاذ اور عائشہ صدیقہ کا اور ایک روایت ہے ابن عباس اور ابوہریرہ سے اور یہی مذہب ہے عمر بن عبد العزیز اور اوزاعی اور زفر اور مزنی اور ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور ثعلب ائمہ لغت کا ابو داؤد مین حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشا کا وقت وہ ہے جبکہ افق سیاہ ہو جاے ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم عشائی نماز اُس وقت پڑہتے تہے جبکہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تہا کذا فے العینی اور محقق نے فتح القدیر مین امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا کہ شفق کو حمرت کہنا امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے اول تو اسواسطے کہ امام کی ظاہر الروایہ کے مخالف ہے اور ثانی تو بدلیل حدیث ابن فضیل کے کہ آخر وقت مغرب کا یہانتک ہے کہ افق غائب ہو جاے اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ آسمان کا اُس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور محقق کے شاگرد شیخ قاسم نے تصحیح قدوری مین کہا تو ثابت ہوا کہ امام ہی کا قول صحیح ہے انتہی تو اس سے ظاہر ہوا کہ فتوی اور عمل نہین مگر امام اعظم کے قول پر اور اسکو چہوڑ کر صاحبین کے قول کو یا کسی اور کے قولکو لینا چاہیے الا بضرورت ضعف دلیل یا تعامل کے اگرچہ مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو چنانچہ اسی مسئلہ مین اور سراج مین ہے کہ صاحبین کا قول اوسع ہے اور امام کا قول احوط کما فی البحر اور یہہ جو درر مین ہے کہ یہان صاحبین کے قول پر فتوی ہے نوح افندی نے اسکو یون رد کیا ہے کہ اسپر اعتماد جائز نہین اور امام کے قول پر صاحبین کے قولکو ترجیح دینا درست نہین مگر بموجب ضعف دلیل کے یا بضرورت یا بسبب تعامل یا اختلاف زمان کے حالانکہ ان چارون امور سے کوئی متحقق نہین تو امام ہی کے قول پر عمل کرنا علی الخصوص جبکہ احتیاط بہی امام ہی کے مذہب پر ہو چنانچہ اس مسئلہ مین ہے لازم ٹہرا انتہی وفیہ ان التعامل علیٰ خلافہ اگر کوئی کہے کہ جب امام ایک جانب ہون اور صاحبین دوسری جانب تو مفتی مختار ہے جسپر چاہے عمل کرے اسکے دو جواب ہین ایک یہہ کہ یہہ حکم مفتی مجتہد پر محمول ہے اور جو مجتہد نہین تو اصح یہہ ہے کہ امام ہی کے قول پر مطلقا فتوی دے چنانچہ سراجیہ مین مصرح ہے اور دوسرا جواب یہہ ہے کہ وہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضون کے نزدیک تو امام کے قول کے ہوتے صاحبین کے قول پر عمل کرنا چاہیے ازانجملہ صاحب ہدایہ ہے اسنے تجنیس مین کہا کہ میرے نزدیک واجب ہے کہ امام کے قول پر ہر حال مین فتوی دیا جاے کذا فی الطحطاوی ملخصا و وقتُ العشاءِ والوترِ منہ الی الصبحِ اور نماز عشا اور وتر کا وقت

غروب شفق سے صبح تک وَلٰكِن لَا يَنْوِي الْقَضَاءَ لِعَدَمِ الْوَقْتِ وَلَا يُعِيدُهَا عَلَيْهِمَا الْوِتْرَ اِلَّا نَاسِيًا لِوُجُوبِ التَّرْتِيْبِ لِاَنَّهُمَا فَرْضَانِ عِنْدَ الْاِمَامِ وليكن يه نهين
عشا پر وتر کا مقدم کرنا مگر بھولکر بسبب واجب ہونے ترتیب کے اسواسطے کہ عشا اور وتر دونون فرض ہین امام کے نزدیک لیکن عشا فرض قطعی ہے
اور وتر فرض عملی ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک وتر سنت ہے وَالثَّانِي نَفَاهُ الْحَلْوَانِيُّ وَوَافَقَهُ الْبَقَّالِيُّ كَبُلْغَارَ فَاِنَّ فِيهَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ
قَبْلَ غُرُوبِ الشَّفَقِ فِي اَرْبَعِينِيَّةِ الشِّتَاءِ اور نه پانیوالا عشا اور وترکیوقت کا جیسے بلغار کے ساکن ہو جسلیکہ بلغار مین فجر طلوع کرتی ہی شفق کے
غروب ہونے سے پہلے چلہ سرما مین ہم قاموس مین ہی کہ بلغار ایک شہر ہے ملک صقالبہ کا نہایت جانب شمال کی شدید البرد اور یہ جو شارح نے چلہ
سرما کو ذکر کیا سو سہو ہے اور ٹھیک یہ ہے کہ اقصر لیالی سال مین وہان عشا کا وقت نہین ہوتا چنانچہ بحرالرائق اور امداد الفتاح مین مذکور ہی یعنی
اول صیف مین جبکہ آفتاب حلول کرتا ہی راس سرطان مین تو اسوقت آفتاب زمین پر ۲۳ گہنٹے ٹھہرتا ہی اور ایک ساعت یعنی گہنٹہ بھر غروب ہوتا ہے
عرض بلد کے حساب پر چنانچہ علم ہیئت مین اسکی تفصیل مذکور ہی كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ عَنِ الْحَلَبِيِّ مُكَلَّفٌ بِهِمَا فَيُقَدَّرُ لَهُمَا نه پانیوالا عشا اور وتر کا مکلف
ہے اُن دونوکا یعنی اُسپر عشا اور وتر کا پڑھنا فرض ہے تو اندازہ کرلے اُن دونون نمازون کیواسطے یعنی جسقدر مدت کے بعد غروب کے پہلی
بیچ عشا اور وتر ہوتی تہی اوسیقدر مدت کے بعد دونونکو پڑھے یا بلاد قریبہ پر قیاس کرے وَلَا يَنْوِي الْقَضَاءَ لِفَقْدِ وَقْتِ الْاَدَاءِ بِهِ اَفْتَى الْبُرْهَانُ
الْكَبِيرُ اور عشا اور وتر کے قضا کی نیت نکرے وقت ادا کے نہونے کے سبب سے اسیکا فتوی دیا ہی برہان الدین کبیر نے ہم قضا کی نیت اسواسطے نکرے کہ قضا
اوسکو کہتے ہین جسکا وقت ہو اور فوت ہوجاے اور یہان وقت ہی نہین تو قضا بھی نہین وَاخْتَارَهُ الْكَمَالُ وَتَبِعَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ فِي اَلْغَازِهِ فَصَحَّحَهُ فَزَعَمَ
الْمُصَنِّفُ اَنَّهُ الْمَذْهَبُ اور فرضیت عشا اور وتر کو اختیار کیا ہی کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اوسکی پیروی
کی اپنی الغاز مین سو اسکی تصحیح کی ہے تو مصنف اس متن نے اسی قولکو مذہب صحیح گمان کیا یعنی ولہذا اسکو متن مین داخل کیا برخلاف کنز کے اور کنز کے
قول کی تضعیف کی چنانچہ اسکو اسکے بعد بصیغہ تمریض ذکر کریگا ہم شارح نے اسمین تضعیف قول مصنف پر اشارہ کیا اور شرنبلالی نے امداد الفتاح
مین اسکو ضعیف ہونے کی تصریح کی ہے كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَقِيلَ لَا يُكَلَّفُ بِهِمَا لِعَدَمِ سَبَبِهِمَا اور بعضون نے کہا کہ عشا اور وتر کیوقت کا نپانیوالا
مکلف اُن دونون نمازونکا نہین اونکے سبب کے نہونے کیوجہ سے یعنی وجوب نماز کا سبب وقت ہے اور انتفا سبب مستلزم انتفا مسبب ہے وَبِهِ جَزَمَ فِي الْكَنْزِ
وَالدُّرَرِ وَالْمُلْتَقٰى اور اسی عدم وجوب کا یقین کیا ہی متون ثلثہ یعنی کنزالدقائق اور درر اور ملتقی الابحر مین وَبِهِ اَفْتَى الْبَقَّالِيُّ وَوَافَقَهُ
الْحَلْوَانِيُّ وَالْمَرْغِينَانِيُّ اور اسیکا فتوی دیا علامہ بقالی نے اور اونکی موافقت کی بعد مخالفت کی حلوانی اور مرغینانی نے ہم مجتبی مین ہے
کہ برہان الائمہ کیوقت مین استفتا وارد ہوا کہ ہم لوگ اپنے شہر مین عشا کا وقت نہین پاتے تو ہمپر عشا کی نماز واجب ہی یا نہین تو جواب یہ لکھا کہ
تمپر واجب نہین اور اسیکا ظہیرالدین مرغینانی نے فتوی دیا اور اسیکا استفتا بلغار سے وارد ہوا شمس الائمہ حلوانی پر تو قضا کرنے عشا کا فتوی
دیا پھر خوارزم مین شیخ الاسلام بقالی سے یہی استفتا ہوا تو اونہون نے عدم وجوب کا فتوی دیا سو اونکا جواب حلوانی کو پہونچا تو ایک شخص کو بہیجا اونکے
پاس خوارزم مین کہ مجمع عام مین اُنسے سوال کرے کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو پانچ فرضون مین سے ایک فرض کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے یا نہین تو
شیخ بقالی مطلب سوال کا سمجہ گئے تو جواب دیا کہ تم کیا کہتے ہو اُس شخص کی نسبت جسکے دونون ہاتھ کہنیون سمیت یا دونو پانون ٹخنون سمیت کاٹ گئے
اوسکو وضو مین کتنے فرض ہین سائل نے جواب دیا کہ تین فرض ہین بسبب نہونے محل چوتھے فرض کے بقالی نے کہا کہ اسیطرح پانچوین نماز بھی فرض
نہین اوسکی وقت کے نہونے سے پھر جبکہ یہ جواب حلوانی کو پہونچا تو پسند کیا اور اس مسئلہ مین اونکے موافق ہوگئے كَذَا فِي النَّهْرِ وَرَجَّحَهُ الشُّرُنْبُلَالِيُّ
وَالْحَلَبِيُّ وَاَوْسَعَا الْمَقَالَ وَمَنَعَا مَا ذَكَرَهُ الْكَمَالُ اور عدم وجوب عشا کی ترجیح دی شرنبلالی اور ابراہیم حلبی شارح منیہ نے اور اسمین بہت گفتگو
کی ہے اور نہین مانا اس قول کو جو کمال الدین محقق نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے ہم خلاصہ کلام محقق یہ ہی کہ قیاس عدم وجوب عشا سقوط غسل
پر یعنی غسل عضو مقطوع پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ عدم محل فرض مین اور عدم سبب جعلی مین جو وجوب خفی نفس الامری کی علامت ہی فرق صریح ہی علاوہ

اسکی اخبار متواترہ شب معراج سے فرضیت صلوات خمسہ جمیع آفاق پر بلا تفصیل شریعت عام ہے اور اسیطرح حدیث صحیح مسلم دلیل مدعا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا صحابہ نے کہا کہ وہ زمین مین کتنا ٹھہریگا فرمایا ۴۰ دن ایک دن سال کی برابر اور ایک دن مہینے کی برابر اور ایک
دن ہفتے کی برابر اور باقی دن تمہارے دنون کی مانند صحابہ نے کہا یا رسول اللہ سو جو دن کہ سال کی برابر ہے اوسمین ہمکو ایکدن کی نماز کفایت کریگی فرمایا
نہین اوسکو واسطے اندازہ کر لیا کرنا انتہے تو اُس دن مین ۳۰۰ سے زیادہ عصر کی نماز واجب ہوئی مثل یا مثلین کے سایہ ہو جانے سے پہلے انتہے کلام الکمال
خلاصہ جواب علمی یہہ ہے کہ جیسی صلوات خمسہ ٹھہر چکی ہین اسیطرح وجوب کیواسطے اسباب اور شروط ٹھہر گئی ہین کہ بدون انکے وجوب نہین پایا جاتا ہے تو اگر
صلوات خمسہ کا حکم عام اسباب اور شروط کے ساتھہ مراد ہے تو مسلم ہے اور ہمکو مفید نہین اور اگر ہر فرد مکلف کا عموم مطلقا مراد ہے تو باطل ہے اسلئے کہ
حائض اگر بعد طلوع آفتاب کے طاہر ہو مثلا تو اوسپر اوسدن فقط چار نمازین واجب ہین نہ پانچ اور حدیث دجال کی مخالف قیاس ہے تو اُسپر غیر کو
قیاس نہین کر سکتے وتمامہ فی الطحطاوی وغیرہ من المبسوطات قلت ولا یساعد حدیث الدجال لانہ وان وجب اکثر من ثلثمائۃ ظہر
مثلا قبل الزوال لیس کمسئلتنا لان المفقود فیہ العلامۃ لا الزمان واما فیہا فقد فقد الامران مین کہتا ہون اور کمال الدین کی مساعدت
نہین کرتی دجال کی حدیث اسواسطے کہ اگرچہ وہان تین سو ظہر سے مثلا زیادہ تر واجب ہوئی زوال آفتاب سے پہلے ہماری اِس مسئلہ کی مانند وہ دن نہین
اسواسطے کہ یوم دجال مین فقط علامت اوقات مفقود ہے زمانہ مفقود نہین اور بلغار کی عشا اور وتر مین علامت اوقات اور زمانہ دونون امر مفقود
ہین یعنی نہ علامت عشا کی موجود ہے اور نہ اسقدر زمانہ ممتد ہے کہ مغرب اور عشا اور صبح کے اوقات کی برابر ہو بلکہ مابین غروب اور طلوع آفتاب کے
فقط بقدر مغرب اور صبح کے زمانہ ہوتا ہے م شارح کا یہہ کلام مسلم نہین اسواسطے کہ یوم دجال سال بھر کا ہے تو چوبیس چوبیس ساعت یعنی ۲۴ گھنٹے
مین پانچ نمازین ادا ہونگی اور بلغار کا دن بھی اپنی رات کے ساتھہ ۲۴ گھنٹے کا ہے تو اوسمین بھی پانچ نمازین واجب ہونگی تو زمانہ پایا گیا اور بمنزلہ یوم
دجال کے ہوگیا مین کہتا ہون الحاصل وجوب اور عدم وجوب عشا مین دونون قولونکی تصحیح ثابت ہے مگر یہہ کہ دلیل تقدیر کی مشرق ہے اور مجکو بلغار
کے رہنے والے نے خبر دی کہ چلہ ایام گرما مین شفق سُرخ کے غائب ہونے سے پہلے فجر طلوع کرتی ہے اور وہان کے لوگ صوم مین رات کی مدت مین ایکبار
یا دو بار کہاتے ہین قبل ظاہر ہونے فجر کے اور وہان سے بھی دور کے رہنے والے شخص نے مجسے حکایت کی کہ وہان مطلق اندہیرا نہین ہوتا اور بعضے اور
بلاد مین ہمیشہ اندہیرا رہتا ہے وہان روشنی نہین مگر چراغ کی فسبحان العلیم بحقائق الاحوال کذا فی الطحطاوی والمستحب للرجل الابتداء فی
الفجر باسفار والختم بہ ہو المختار بحیث یرتل اربعین آیۃ ثم یعیدہ بطہارۃ لو فسد اور مرد کو مستحب ہے شروع کرنا نماز فجر کا روشنی مین اور
ختم کرنا روشنی مین بھی قول مختار ہے اسطرح پر کہ ۴۰ آیت کو اداے حروف کے ساتھہ ٹھہر ٹھہر کے دونون رکعتون مین پڑہے پھر نماز کو اعادہ کرے طہارت
کے ساتھہ اگر فساد نماز کا ظاہر ہو م فساد کیصورت یہہ ہے کہ بدون طہارت کے سہو سے نماز پڑہی یا نماز مین کوئی فساد واقع ہوا وقیل یؤخر جدا
لان الفساد موہوم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فجر کی نماز کو بہت تاخیر کرے اسواسطے کہ فاسد ہو جانا نماز کا امر موہوم ہے م بحر الرائق مین ہے لیکن اسقدر
تاخیر نکرے کہ طلوع آفتاب مین شک واقع ہو الا لحاج بمزدلفۃ فالتغلیس افضل کمرأۃ مطلقا مگر حاجی کو مزدلفہ مین روز روشن مین نماز پڑہنا
مستحب نہین تو وہان اندہیری مین نماز افضل ہے جیسے عورت کو مطلقا خواہ حج مین یا غیر حج مین اندہیری مین نماز بہتر ہے یعنی اسواسطے کہ بنا رحال نسوان
پردہ داری مین ہے سو وہ اندہیرے مین حاصل ہے وفی غیر الفجر الافضل لہا انتظار فراغ الجماعۃ اور فجر کے سوا اور نمازونمین عورت کو فراغت
جماعت کا انتظار کرنا افضل ہے یعنی جب مردونکی جماعت ہو چکے تب عورت مسجد مین نماز پڑہے وتاخیر ظہر الصیف بحیث یمشی فی الظل مطلقا
کذا فی المجمع وغیرہ ای بلا اشتراط شدۃ حر وحرارۃ بلد وقصد جماعۃ اور مستحب ہے دیر کرنا گرمی کی ظہر کا اسطرح کہ دیوارون کے سایہ مین
چلے مسجد جانے کیوقت مطلقا ایسا ہی مجمع وغیرہ مین مطلقا کی تفسیر یہہ ہے کہ تاخیر مذکور مین شرط نہین شدت موسم گرما کی اور نہ گرمی شہر کی اور نہ قصد
جماعت کا م صیف کی قید مین اشارہ ہے کہ ربیع اور خریف کے موسم مین تعجیل ظہر کی مستحب ہے اور تاخیر کی حد یہہ ہے کہ قبل از مثل نماز ہو اسواسطے کہ

خزانہ مین ہی کہ وقت مکروہ وہ ہے جو اختلاف کی حد مین داخل ہو اور جبکہ سایہ ہر شی کا اوسکی برابر ہوا تو حد اختلاف مین داخل ہوا اور یہہ قول شارح کے کلام سے بہتر ہے اسواسطی کہ مصر کی دیوارون کا سایہ اونکی بلندی کے سبب سے جلد حاصل ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وما فی الجوھرۃ وغیرھا من شرط ذلک منظور فیہ اور جو کہ جوہرہ وغیرہ مین ہی مشروط ہونا تاخیر کیواسطی امور مذکورہ کا یعنی شدت حرارت وغیرہ کا سو مسلم نہین اوسمین خلل ہی وجمعۃ کظھر اصلا واستحبابا فی الزمانین لانھا خلفہ اور جمعہ ظہر کی مانند ہے اصل اور استحباب کی راہ سے دونون موسم گرمی اور جاڑے مین اسواسطی کہ خلیفہ ہی ظہر کا ہم یعنی اصل وقت جو ظہر کا ہے وہی جمعہ کا ہی اور جیسے صیف مین ظہر کی تاخیر مستحب ہی اور تعجیل اور ایام مین ویساہی جمعہ مین لیکن جمعہ کو سرد وقت مین پڑہنا مسنون نہین سو شاید اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور جو یہہ کہا کہ جمعہ خلیفہ ہے ظہر کا سو احد القولین ہے اور دوسرا قول مشہور یہہ کہ جمعہ فرض مستقل ہے ظہر سے زیادہ تر موکد ہی کذا فی الطحطاوی وتاخیر عصر صیفا وشتاء توسعۃ للنوافل اور مستحب ہی تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے مین نوافل کی گنجائش کیواسطی ہم ابو داؤد مین حدیث ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عصر کو تاخیر کرتے تھے جبتک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا کذا فی البحر مالم تتغیر ذکاء بان لاتحار العین فیھا فی الاصح تاخیر عصر کی مستحب ہی جبتک کہ آفتاب متغیر نہو اسطرح پر کہ آنکہہ قرص آفتاب مین حیران نہو صحیح قول میں ہم مراد یہہ ہی کہ آفتاب کی روشنی کی چمک جاتی رہی تو بصارت کو اُس سی حیرت حاصل نہو اور تغیر روشنی کا اعتبار نہین اسلئے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شعاع دیوارون پر بدلجای اور بعضون نے کہا قرص آفتاب متغیر ہو جای کذا فی الطحطاوی من السراج وتاخیر عشاء الی ثلث اللیل قیدہ فی الخانیۃ وغیرھا بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلھا اور مستحب ہی دیر کر پڑہنا عشا کا تہائی رات تک خانیہ وغیرہا مین اس تاخیر کو مقید کیاہی جاڑون کے ساتھہ اور گرمیون مین تو جلد پڑہنا عشا کا مستحب ہی یعنی اس خوف سی کہ عشا کا وقت خارج نہو جای غلبہ خواب سی کیونکہ رات بہت کم ہوتی ہے فان اخرھا الی ما زاد علی النصف کرہ لتقلیل الجماعۃ اما الیہ فمباح پہر اگر عشا کی تاخیر کی یہان تک کہ آدہی رات سی زیادہ ہوگئی تو یہہ تاخیر مکروہ ہے تقلیل جماعت کیوجہ سی اور آدہی رات تک تو تاخیر مباح ہی ہم نصف شب سی زیادہ تاخیر مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر والبحر تتمہ عشا کی تاخیر اسواسطی مستحب ہی تا قصہ خوانی مکروہ قطع ہو اور نامۂ اعمال نماز پر ختم ہو جیسے شروع ہوا تہا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائین مٹ جاوین حق تعالی نے فرمایا (اِنَّ الحَسَنٰتِ یُذهِبنَ السَّیِّئٰتِ) نیکیان برائیونکو دفع کرتی ہین اور عشا سے پہلی سونا مکروہ ہے فوت جماعت کے خوف سی اور بعد نماز کے بے حاجت گفتگو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین چنانچہ قران پڑہنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور گفتگو کرنا مہمان اور اپنی جورو سی اور مکروہ ہے کلام بعد فجر ہونے کے پہر جب نماز پڑہ چکے تو مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی وآخر العصر الی صفرۃ ذکاء اور اگر عصر کی تاخیر کی آفتاب کے زرد ہو جانے تک تو مکروہ ہی فلو شرع فیہ قبل التغیر فمدہ الیہ لایکرہ پہر اگر عصر شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سی پہلے پہر نماز کو بڑہایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہین وآخر المغرب الی اشتباک النجوم کرھا ای التاخیر لا الفعل لانہ مامور بہ اور اگر مغرب کی تاخیر کی تارون کے چہٹک جانے تک یعنی اونکی بکثرت نمود ہونے تک تو یہہ تاخیر کرنا مکروہ ہی نہ نماز پڑہنا اسوقت کا اسواسطی کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے تحریما الا بعذر کسفر وکون علی اکل تاخیر عشا زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی آفتاب اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کہانا کہانے کے عذر سی تاخیر مکروہ نہین ہم کراہت تحریمی تینون مسئلون سی متعلق ہے کذا فی الطحطاوی لہذا ترجمہ مین اوسکی تصریح کردی وتاخیر الوتر الی آخر اللیل لواثق بالانتباہ اور تاخیر کرنا وتر کا آخر شب تک مستحب ہے اوسکو جو اوسوقت کے جاگنے پر بہروسا رکہتا ہے والا فقبل النوم اور اگر جاگنے پر اعتماد نہو تو سونے سے پہلے وتر کا پڑہنا افضل ہے فان فاق فانہ الافضل پہر اگر اول وقت وتر پڑہکر سونے کے بعد جاگا تو امر مستحب فوت ہوگیا ہم ظاہرا غیر واثق کے جاگنے سی استحباب فوت نہین ہوتا بدلیل قول قاضیخان کہ جسکو وثوق نہو تو اوسکو مطلقا تعجیل افضل ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب تعجیل ظہر شتاء اور مستحب ہی جلد پڑہنا ظہر کی نماز کا جاڑے مین ہم شتاء وہ زمانہ ہی جسمین سردی شدید ہو اور صیف وہ ہے جسمین گرمی سخت ہو اور بعضون نے کہا کہ شتاء وہ ہی جسمین دو چیزکی حاجت

ہوتا ہی کی اور روئی بھری کپڑے کی اور صیف وہ ہی جسمین دونون چیزونکی حاجت نہو اور ربیع اور خریف وہ ہی جسمین ایک چیز کی حاجت ہو نہ دونون چیزونکی کذا فے الطحطاوی عن الخلاصۃ یلحق بہ الربیع وبالصیف الخریف موسم سرما کے ساتھ ربیع ملحق ہی اور موسم گرما کے ساتھ خریف ملحق ہے ھ یہہ بحث ہی صاحب بحر کی اور منقول مذہب کے مخالف ہی اسواسطی کہ شرنبلالی نے مجمع الروایات سے نقل کیا کہ ربیع اور خریف مین تعجیل ظہر کی مستحب ہی حالانکہ نقل کے ہوتے بحث کا کچھہ اعتبار نہین کذا فے الطحطاوی وتعجیل عصرٍ وعشاءٍ یومَ غیمٍ اور مستحب ہی تعجیل عصر اور عشا کی ابر کے دنمین یعنی اسواسطے کہ تاخیر عصر مین احتمال ہے مکروہ وقت کے آجانیکا اور عشا کی تاخیر مین تقلیل جماعت کا احتمال ہے پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے وتعجیل مغربٍ مطلقاً اور جلد پڑہنا مغرب کا ہر موسم شتا اور صیف مین مستحب ہی ھ اور اطلاق سے یہہ مراد نہین کہ ابر ہو یا نہو تعجیل مغرب کی مستحب ہی اسواسطے کہ ابر کے دن تاخیر مغرب کی بصرح ہے وتاخیرہٗ قدرَ رکعتین یکرہ تنزیہاً اور مغرب کی تاخیر کرنا بقدر دو رکعت کے مکروہ تنزیہی ہے وتاخیر غیرِہا فیہٖ اور عصر اور عشا کے سوای اور نماز و نمین ابر کے دن تاخیر کرنا مستحب ہی یعنی فجر اور ظہر اور مغرب مین تاخیر ابر کے دن مین افضل ہے اسواسطے کہ فجر اور ظہر کے وقت مین کراہت نہین تو تاخیر مضر نہین اور مغرب کی تعجیل مین یہہ خوف ہی کہ قبل از غروب مبادا ادا ہو ھذا فی دیارِنا لکثرۃ شتاءھا وقلۃ رعایۃ اوقاتھا یہہ حکم تعجیل عصر اور عشا کا اور تاخیر اونکی سوای کا ابر کے دن اون ملکون مین ہی جنمین جاڑا بکثرت ہوتا ہی اور رعایت اوقات نماز ابر کے سبب سے کم ہوتی ہے چنانچہ بخارا وغیرہ ماوراء النہر کے ملک مین امّا فی دیارِنا فیراعی الحکم الاول اور ہمارے ملک مین یعنی مصر اور شام مین تو پہلا حکم مرعی ہے یعنی تاخیر عصر کی مطلقاً اور عشا کی تا ثلث لیل اور تعجیل ظہر سرما اور ابراد ظہر صیف آخر تقدم یہہ بحث ہی عینی کی اور صاحب نہر نے اسکو پسند کیا ہی کذا فی الطحطاوی وحکم الاذان کالصلوۃ تعجیلاً وتاخیراً اور اذان کا حکم نماز کی مانند ہی تعجیل اور تاخیر مین تفصیل سابق کے موافق وکرہ تحریماً وکل مالایجوز مکروہٌ صلوۃٌ مطلقاً ولو قضاءً او واجبۃً او نافلۃً او علی جنازۃٍ وسجدۃُ تلاوۃٍ وسھوٍ لاشکرٍ قنیۃ مع شروقٍ اور طلوع آفتاب کے ساتھہ مکروہ تحریمی ہی مطلق نماز اگرچہ قضا ہو یا واجب یا نفل یا جنازہ کی نماز اور سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو کا شارح نے کہا شکر کا سجدہ اوسوقت مکروہ نہین کذا فی القنیۃ اور جو چیز جائز نہین وہ مکروہ ہے ھ یہہ جواب ہے سوال مقدر کا وہ یہہ ہی کہ مصنف نے مکروہ مین مطلق نماز کو جو غیر منعقد کو بھی شامل ہے ذکر کیا اور غیر منعقد باطل ہی نہ مکروہ خلاصہ جواب یہہ ہے کہ مصنف نے کراہت لغوی کا ارادہ کیا اور شامل ہے غیر جائز کو مکروہ رکہتا ہی خواہ غیر جائز حرام ہو یا باطل یا مکروہ باصطلاح فقہ پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ اصل مین مذکور ہے کہ جبتک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہو تو وہ در حکم طلوع ہے اور امام فضلی کا یہہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکہتا ہے وہ طلوع مین داخل ہے اوسمین نماز حلال نہین پہر جب عاجز ہو اوسکی نظر کرنے سے تو نماز حلال ہو گئی یہی تفسیر تغیر مصح کی مناسب ہی چنانچہ سابق مین گذر گیا کذا فی الطحطاوی والّا العوامَّ فلا یُمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک اصلاً کما فی القنیۃ وغیرھا مگر عوام لوگ نکے نجاوین اوسوقت کی نماز سے اسواسطے کہ وہ نماز چہوڑ دینگے اور جو ادا کہ بعضون کے نزدیک جائز ہی وہ بالکل چہوڑ دینے سے اولی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہا مین ہی ھ بعض سے یہان امام شافعیؒ مراد ہین کذا فے الطحطاوی واستواءٍ الا النفلَ یومَ الجمعۃ علی قول الثانی المصحح المعتمد کذا فی الاشباہ ونقل الحلبی عن الحاوی ان علیہ الفتوی اور نماز مطلق مکروہ تحریمی ہے آفتاب کے متوسط ہونے کے وقت آسمان مین یعنی ٹھیک دوپہر کو مگر روز جمعہ کے نفل مکروہ نہین ابو یوسف کے قول صحیح معتمد پر چنانچہ اشباہ مین ہی اور حلبی شارح منیہ نے حاوی سے نقل کیا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے وغروبٍ الا عصرَ یومِہٖ فلا یکرہ فعلہ لادائہٖ کما وجب بخلاف الفجر والاحادیث تعارضت فتساقطت کما بسطہ صدر الشریعۃ اور نماز مکروہ تحریمی ہی آفتاب کے غروب ہونیکے ساتھہ مگر روز غروب کی عصر تو اوسکا پڑہنا اوسوقت مکروہ نہین بسبب اوسکے ادا ہو جانے کے جسطرح کہ وہ ناقص واجب ہوئی تھی برخلاف فجر کے اور احادیث اسمین متعارض ہین تو ساقط العمل ہو گئی چنانچہ شرح وقایہ مین صدر الشریعۃ نے اوسکو مشرح بیان کیا ہی ھ اوسی دن کی عصر جائز ہی

یعنی کل کی عصر غروب کیوقت جائز نہین وجوب ناقص کی وجہ یہہ ہے کہ وجوب عصر کا سبب آخر وقت ہو یعنی تغیر آفتاب کا وقت اور وہ ناقص ہی
یعنی عبادت کفار کا وقت ہی برخلاف فجر کے کہ اسکا تمام وقت کامل ہے تو وجوب بھی کامل ہے تو طلوع ہونے سو وہ باطل ہوجاویگی وقت
ادا کے ناقص ہونے سے تعارض احادیث کا یہہ بیان ہو کہ جماعہ محدثین نے حدیث مرفوع ابوہریرہ سے روایت کی کہ جس شخص نے عصر کی ایک رکعت
قبل غروب کے پائی اوسنے پوری نماز پائی اور جسنے ایک رکعت صبح کی پائی قبل طلوع آفتاب کے تو اوسنے پوری صبح کی نماز پائی چونکہ اس حدیث مین اور
اس حدیث مین جسمین اوقات ثلثہ مین نماز ممنوع ہے تعارض واقع ہوا تو ہمنے قیاس کیطرف رجوع کیا دفع تعارض کیواسطے چنانچہ تعارض کا یہی حکم
ہے تو ہمنے اس حدیث کے حکم کو ترجیح دی عصر کی نماز مین کذا فی الطحطاوی عن البحر وینعقد نفل بشروع فیہا بکراہۃ التحریم کراہت تحریمی کے
ساتھہ منعقد ہوتی ہے نفل اوقات ثلثہ مین شروع کرنے سو یعنی تو اسکا قطع کرنا اور اوسکو کامل وقت مین قضا کرنا واجب ہی ہم جسکا نماز نام ہی اگرچہ
مجازاً اوسکو نماز بولتے ہین وہ تین قسم ہے فرض واجب نفل اول قسم عملی ہے اور قطعی تو فرض عملی وتر ہے اور فرض قطعی کفایہ ہی اور عین سو فرض
کفایہ نماز جنازہ ہی اور فرض عین نماز پنجگانہ او جمعہ اور سجدہ صلبیہ ہے اور قسم ثانی یا واجب لعینہ ہی یعنی جو خدا کے واجب کر دینے سے ہو یا واجب
لغیرہ ہو یعنی جو بندہ نے اپنے اوپر اپنے فعل سے واجب کرلیا ہو سو واجب لعینہ وتر اور نماز عیدین اور سجدہ تلاوت ہی اور واجب لغیرہ سجدہ
سہو اور دو رکعتین طواف کی اور اس نفل کی قضا جسکو اوسنے فاسد کر دیا اور نذر کی نماز اور قسم ثالث یعنی نفل یا سنت موکدہ ہی یا غیر موکدہ اور
اسکو دریافت کر کہ اوقات مکروہہ دو نوع ہین نوع اول طلوع اور استوا اور غروب ہے اور نوع ثانی مابین فجر اور آفتاب کے اور مابین نماز عصر کے آفتاب
کے زرد ہونے تک تو اوقات کی نوع اول مین جمیع اقسام مذکورہ نماز کی منعقد نہین ہوتی مگر نفل اور نذر مقید باوقات مذکورہ اور قضا اس نفل کی جسکو
انہین اوقات مین فاسد کیا اور نماز جنازہ کی جو انہین وقت مین آیا اور سجدہ تلاوت اس آیت کا جو انہین مین پڑھی گئی اور عصر اسی دن کی منعقد
ہوتی ہین یہہ چھہ نمازین کراہت کے ساتھہ تو دکو قطع کرنا اور کامل وقت [illegible] کے عصر کو قطع کرنا جائز نہین اور نوع ثانی مین تمام
اقسام مذکورہ نماز کی منعقد ہو جاتی ہین سوا نفل اور واجب لغیرہ کے کہ وسکا انعقاد کراہت کے ساتھہ ہوتا ہی تو اوسکا قطع اور قضا کامل وقت مین
واجب ہے کذا فی الحلبی لا ینعقد الفرض وما ہو ملحق بہ کواجب لعینہ کوتر وسجدۃ تلاوۃ وصلوۃ جنازۃ تلیت الآیۃ فی کامل وحضرت
الجنازۃ قبل لوجوبہ کاملا فلا یتادی ناقصا اوقات ثلثہ مین منعقد نہین ہوتا ہی فرض اور جو فرض کے ساتھہ ملحق ہے چنانچہ واجب لعینہ مانند
وتر کی اور سجدہ اس آیت کا جو کامل وقت مین پڑھی گئی اور نماز اس جنازہ کی جو حاضر ہوا ان وقتون سے پہلی بسبب اسکو واجب ہونے کے کامل ہو کر
تو ادا نہوگا ناقص ہو کر فلو وجبتا فیہما لم یکرہ فعلہما ای تحریما اور اگر سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ انہین اوقات مین واجب ہوئی تو انکا
فعل مکروہ نہین یعنی مکروہ بکراہت تحریمی نہین ہم تحریمی کی قید سے معلوم ہوا کہ کراہت تنزیہی ثابت ہو وفی التحفۃ الافضل ان لا تؤخر الجنازۃ
اور تحفہ مین ہے کہ بہتر یہہ ہے کہ اوقات ثلثہ مین جنازہ کی نماز کی تاخیر نکرے ہم صاحب بحر اور نہر نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہی کذا فی الطحطاوی
وصح مع الکراہۃ تطوع بدا بہ فیہا ونذر اداہ فیہا وقد نذرہ فیہا وقضاء تطوع بدا بہ فیہا فافسدہ لوجوبہ ناقصا اور صحیح ہی
کراہت کے ساتھہ وہ نفل جسکو شروع کیا انہین اوقات مین اور وہ نذر کی نماز جسکو ادا کیا انہین وقتون مین اور حالانکہ نذر بھی انہین مین
کی اور اس نفل کی قضا جسکو انہین اوقات مین شروع کیا پھر اوسکو فاسد کر دیا وجہ صحت نقصان وجوب ہی ثم ظاہر الروایۃ وجوب القطع والقضاء
فی کامل کما فی البحر پھر معلوم کر کہ ظاہر الروایۃ وجوب قطع اور وجوب قضا ہو کامل وقت مین چنانچہ بحر الرائق مین ہے وفیہ عن البغیۃ الصلوۃ
فیہا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من قراءۃ القران کانہ لانہا من ارکان الصلوۃ فالاولی ترک ما کان رکنا لہا اور بحر الرائق
مین بغیہ سے منقول ہی کہ اوقات مذکورہ مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا افضل ہے قران کے پڑھنے سو اور شاید کہ وہ اسواسطے ہو کہ قران خوانی نماز
کے ارکان سے ہی تو جو نماز کا رکن ہی اوسکا ترک اولی ہے ہم بغیہ بالضم وبالکسر بمعنی مطلوب ہے اور یہان کتاب کا نام ہو جو قنیہ کا مختصر ہو کذا فی الحلبی

عن البحر وكره نفل قصدا ولو تحية مسجد وكل ما كان واجبا لا لعينه بل لغيره وهو ما يتوقف وجوبه على فعله كمنذور
وركعتي طواف وسجدتي سهو والذي شرع فيه في وقت مستحب او مكروه ثم افسده ولو سنة الفجر بعد صلوة فجر وصلوة عصر
اور بعد فجر اور عصر کی نماز کے قصداً نفل مکروہ ہے اگرچہ تحیۃ المسجد ہو اور جو نماز کہ واجب لعینہ نہین بلکہ واجب لغیرہ ہے واجب لغیرہ وہ ہے جسکا
وجوب اسکے فعل پر موقوف ہو چنانچہ نذر کی نماز اور طواف کی دو رکعتین اور دو سجدہ سہو کے اور جس نماز کو شروع کیا مستحب یا مکروہ وقت
مین پھر اسکو فاسد کر دیا اگرچہ فجر کی سنت ہو ہم یہہ رد ہے اُس قول کا کہ جب فجر کی اقامت ہو اور فوت ہونے فرض کا خوف ہو تو سنت کو شروع
کرکے قطع کر لے پھر اسکو قضا کرے طلوع سے پہلے وجہ رد یہہ ہے کہ جس نفل کو فاسد کیا اوسکی قضا اسوقت مین مکروہ ہے علاوہ یہہ ہے کہ قطع
کیواسطے شروع کرنا شرعاً قبیح ہے نفل مین قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہجد کی نماز پڑہتا ہو اور ایک رکعت کے بعد فجر طالع ہو تو افضل یہہ ہے
کہ دوسری رکعت پڑھے کیونکہ نفل بعد فجر کے بدون قصد کے واقع ہوئی اور یہہ نماز سنت فجر کے قائم مقام نہین ہوسکتی صحیح تر قول مین کذا
فی الطحطاوی ولو المجموعة بعرفة نفل وغیرہ عصر کے بعد مکروہ ہے اگرچہ عصر ظہر کے ساتھ ملائی گئی ہو عرفات مین کذا فی النہر عن المعراج
والقنیة لا یکره قضاء فائتة ولو وترا او سجدة تلاوة وصلوة جنازة اور مکروہ نہین قضا فوت ہوگئی نماز کا اگرچہ فائتہ وتر ہو اور سجدہ
سجدہ تلاوت کا اور نہ نماز جنازہ بعد نماز فجر اور عصر کے وكذا الحكم من كراهة نفل وواجب لغيره لا فرض وواجب لعينه بعد طلوع
فجر سوى سنته لشغل الوقت به تقديرا اور اسی طرح حکم ہے مکروہ ہونے نفل اور واجب لغیرہ کا نہ فرض اور واجب لعینہ کا بعد طلوع
ہونے فجر کے سوا سنت فجر کے بسبب مشغول ہونے اسوقت یعنی فجر کی نماز فجر کے ساتھ تقدیراً یعنی شارع نے اسوقت مین نوافل اور واجب
کی گنجائش نہین رکھی سوا سنت فجر کے ہم کراہت نفل کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حفصہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم جب فجر طلوع کرتی تھی نہین پڑہتے تھے مگر ہلکی دو رکعتین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو رکعت سنت سے زیادہ نہین پڑہتے
تھے باوجود شوق کثرت نوافل اور مجتبی مین ہے کہ سنت فجر مین خفیف قرات چاہیئے بدلیل قول ابن عمر کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو سنا کہ دونون رکعتون مین قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑہتے تھے کذا فی العینی حتى لو نوى تطوعا كان سنة الفجر
بلا تعيين یہانتک کہ اگر بعد طلوع فجر کے کسی نفل کی نیت کی تو وہ سنت فجر کی ہوجاویگی بدون تعیین کرنے کے ہم یہہ مبنی ہے اس قول راجح پر
کہ تعیین نیت شرط نہین سنت اور مستحب مین بلکہ اوسکو مطلق نیت نماز کی کافی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل صلوة مغرب لكراهة تاخيره الا
يسيرا اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ نماز مغرب سے پہلے بسبب مکروہ ہونے تاخیر مغرب کے مگر تھوڑی تاخیر مکروہ نہین ہم قضاء فائتہ اور
نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت اسوقت مین بلا کراہت جائز ہے اور پہلے مغرب کی نماز پڑھے پھر جنازہ کی نماز پھر سنت مغرب کی اور شاید یہہ حکم
یہہ افضلیت کا بیان ہے اور شرح منیہ مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جمعہ کی سنت کے بعد نماز جنازہ کی پڑہے تو بموجب اسکے مغرب کی سنت
سے بہی تاخیر جنازہ چاہیئے اسواسطے کہ موکد تر ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعند خروج امام من الحجرة او قيامه للصعود ان لم
يكن له حجرة لخطبة ما وسيجيء انها عشرة الى تمام صلوته اور مکروہ ہے نفل اور واجب لغیرہ وقت نکلنے امام کے حجرہ سے کوئی خطبہ پڑہنے
کیواسطے یا امام کے کھڑے ہونے کیوقت منبر پر چڑہنے کے لئے اگر امام کا حجرہ نہو آخر نماز امام تک اور آگے باب العیدین مین آویگا کہ
خطبے دس ہین یعنی خطبہ جمعہ اور خطبہ عید الفطر اور خطبہ عید الاضحیٰ اور تین خطبے حج کے اور خطبہ ختم قرآن بعد خطبہ نکاح اور خطبہ استسقا اور خطبہ کسوف
بخلاف فائتة فانها لا تكره برخلاف نماز فائتہ کہ اوسکی قضا وقت خطبہ مکروہ نہین وقيدها المصنف في الجمعة بصاحب
الترتيب والا كره وبه يحصل التوفيق بين كلامي النهاية والظهيرية اور مصنف نے فائتہ مین باب الجمعہ مین صاحب الترتیب کی قید لگائی اور اگر وہ نماز
فائتہ لازم الترتیب نہین تو اوسکی قضا خطبہ کیوقت مکروہ ہے اور اس قید سے توافقت حاصل ہوتی ہے نہایہ اور صدر الشریعہ کے دونون

کلام میں ہم صاحب نہایہ کہتا ہو کہ وقت خطبہ فائتہ مکروہ نہیں اور شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کا یہ قول ہے کہ مکروہ ہے تو صاحب نہایہ کا قول لازم
الترتیب پر محمول ہے اور صدر الشریعہ کا کلام غیر لازم الترتیب پر ہو کہ ایک نفل وَعِنْدَ اِقَامَۃِ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ [illegible]
لقولہ علیہ السلام اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ اور اسیطرح نفل مکروہ ہے نماز فرض کی اقامت کیوقت دلیل اس حدیث کے کہ جب [illegible] کی
تو ہوا وفرض کے کوئی نماز نہیں شارح نے کہا اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے ہم مفہوم کلام شارح یہ ہو کہ مخالف مذہب کے اقامت میں
نفل مکروہ نہیں خواہ معلوم ہو کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہے یا معلوم نہو اور بحر الرائق میں یوں ہو کہ جب مراعات معلوم ہو تو فقط
مکروہ نہیں اور یہ مستلزم کراہت نفل ہے کذا فی الطحطاوی اِلَّا سُنَّۃَ الْفَجْرِ اِنْ لَمْ یَخَفْ فَوْتَ الْجَمَاعَۃِ وَلَوْ بِاِدْرَاکِ تَشَہُّدِہٖ فَاِنْ خَافَ
تَرَکَہَا اَصْلًا اقامت فرض میں نفل مکروہ ہے مگر سنت فجر کی مکروہ نہیں اگر جماعت کے فوت ہو جانیکا خوف نہو اگرچہ حصول جماعت اوسکو التحیات
پا جانے سے ہو پھر اگر ڈرے فوت جماعت سے تو سنتوں کو ترک کرے اصل سے یعنی اونکو قضا بھی نہ کرے قبل طلوع کے اور نہ بعد طلوع کے بلکہ اوسکو
دن قبل انتقال [illegible] قضا کرے اور یہ جو شارح نے ادراک تشہد کو ذکر کیا سو مصنف اور شرنبلالی اور صاحب بحر کے کلام پر اختیار کیا ہے لیکن صاحب
نہر الفائق نے اسکی تضعیف کی اور ظاہر مذہب کو اختیار کیا یعنی بعد اقامت کے سنت فجر نہ پڑھے مگر جبکہ یہ جانے کہ ایک رکعت جماعت کے ساتھ پاویگا کذا فی
الطحطاوی وَمَا ذُکِرَ فِی الْحِیَلِ مَرْدُوْدٌ اور جو حیلے کہ قضاء سنت فجر کیواسطے ذکر کئے ہیں سو مردود ہیں مقبول نہیں ہیں ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ سنت
کو شروع کرے پھر قطع کرے تو اب سنت واجب ہو گئی تو اوسکو قضا کرے قبل طلوع آفتاب کے یا سنت میں شروع کرے پھر فرض میں شروع کرے بعد
قطع کے پھر اوسکو قضا کرے قبل طلوع کے وجہ رد یہ ہے کہ شروع اسی لئے کرنا کہ قطع کیجاوے شرعاً قبیح ہے اور دونوں حیلوں میں قطع ہے دوسری
وجہ یہ ہے کہ اسمیں تغییر [illegible] فجر کیوقت میں [illegible] کیا اور حالانکہ وہ مکروہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وَکُرِہَ کُلٌّ غَیْرُ الْمَکْتُوْبَۃِ عِنْدَ ضِیْقِ الْوَقْتِ اور اسیطرح
مکروہ ہیں نفل وغیرہ سوای وقتی فرض کے وقت کی تنگی کیوقت ہم مکتوبہ سے فرض وقتی مراد ہے تو نفل اور سنت اور واجب اور فائتہ سب مکروہ
ٹھہریں اور ضیق وقت سے وقت مستحب مراد ہو کیونکہ ترتیب ساقط ہو جاتی ہے وقت مستحب کی تنگی سے تو اگر شارح یوں کہتا وَکُرِہَ غَیْرُ الْوَقْتِیَّۃِ
عِنْدَ ضِیْقِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ تو بہتر ہوتا کذا فی الحلبی یعنی غیر وقتیہ مکروہ ہے وقت مستحب کے تنگ ہونے کیوقت وَقَبْلَ صَلٰوۃِ الْعِیْدَیْنِ مُطْلَقًا
اور مکروہ ہے نفل عیدین کی نماز سے پہلے ہر طرح یعنی مسجد میں بھی اور گھر میں بھی وَبَعْدَہَا فِی الْمَسْجِدِ لَا فِی الْبَیْتِ فِی الْاَصَحِّ اور بعد نماز عیدین کے مسجد
میں نفل مکروہ ہے نہ گھر میں صحیح قول میں ہم یہ رد ہے اوس قول کا کہ گھر میں نفل مکروہ نہیں نہ قبل عید کے نہ بعد عید کے اور اس قول کا کہ عید کے بعد
مکروہ نہیں نہ گھر میں نہ مسجد میں کذا فی الحلبی وَبَیْنَ صَلٰوتَیِ الْجَمْعِ بِعَرَفَۃَ وَمُزْدَلِفَۃَ اور مکروہ ہیں نفل بیچ میں دو نمازوں کے جو ملائی جاتی ہیں عرفہ
اور مزدلفہ میں ہم یعنی عرفات میں ظہر کیوقت ظہر اور عصر ملاکر پڑھتے ہیں اور مزدلفہ میں مغرب اور عشا پڑھتے ہیں عشا کیوقت سو ان دو دو نمازوں
کے درمیان نفل پڑھنا مکروہ ہے وَکَذَا بَعْدَہُمَا کَمَا مَرَّ اور اسیطرح نفل مکروہ ہیں عرفات کی دو نمازوں کے بعد چنانچہ مذکور ہو چکا عند قولہ
[illegible] ہم [illegible] کی عرفات کی دو نمازوں کیطرف اشارہ ہے فقط نہ مزدلفہ کی نمازوں کیطرف بھی اگرچہ کلام شارح [illegible] اوسکا بھی وہم
ہے اسواسطے کہ مزدلفہ کی نمازوں کے بعد نفل مکروہ نہیں کذا فی الحلبی وَعِنْدَ مُدَافَعَۃِ الْاَخْبَثَیْنِ اَوْ اَحَدِہِمَا اَوِ الرِّیْحِ اور مکروہ ہے نماز بول
اور براز یا فقط بول یا فقط براز یا ریح کے دبانے کیوقت وَوَقْتَ حُضُوْرِ طَعَامٍ تَاقَتْ نَفْسُہٗ اِلَیْہِ اور نماز مکروہ ہے اوس کھانے کے حاضر ہونے
کیوقت جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو ہم بطریق مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اگر طعام کیطرف طبیعت حریص نہو تو نماز مکروہ نہیں کذا فی الطحطاوی
وَکَذَا کُلُّ مَا یَشْغَلُ الْبَالَ عَنْ اَفْعَالِہَا وَیُخِلُّ بِخُشُوْعِہَا کَائِنًا مَا کَانَ اور طعام کی مانند ہر ایک وہ چیز ہے جو آدمی کے دل کو نماز کے افعال
سے باز رکھے اور نماز کی خشوع و خضوع میں خلل ڈالے کوئی چیز ہو یعنی ایسی چیز کے ہوتے وقت جو حضور دل کی مانع ہے نماز مکروہ ہے اور
حضور دل اہل دل کے نزدیک فرض ہے حدیث میں وارد ہے کہ انسان کو نماز سے فائدہ نہیں مگر بقدر حضور دل تو گویا ہو نماز کا وہ حصہ جسکا [illegible]

مثا ہے یا کمیں زیادہ وکذا فی الطحطاوی۔ فصل کرہ تنفل وقتًا ۔ یہہ چند اوقات ہیں جن وقت میں نماز مکروہ ہے یعنی طلوع آفتاب اور استوا
اور غروب اور بعد نماز فجر اور بعد نماز عصر اور قبل نماز فجر اور قبل نماز مغرب کے اور وقت خطبون کیوقت اور اقامت فرض کیوقت اور تنگی
وقت میں اور عید الفطر کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد مسجد میں اور عید الضحی کی نماز سے پہلے اور اسکے بعد مسجد میں اور ان میں جمع تقدیم کے
عرفات میں اور ان میں جسمیں تاخیر کے مزدلفہ میں اور مدافعت بول کیوقت اور مدافعت براز کیوقت اور دونون کی مدافعت کیوقت اور مدافعت
ریح کیوقت اور اس طعام کے حضور کیوقت جسکی طرف طبیعت مشتاق ہو اور اس چیز کے حضور کیوقت جو مانع خشوع ہو اور مقتا ہ بنا آدھی رات کے
بعد اور تاخیر مغرب کی تارون کے چھپنے تک اور اگر عرفہ کی نماز دن کے بعد کا اور اوقات مستحبہ کے مقابل کا اعتبار کیجئے چنانچہ مقابل اسفار کا
صبح میں اور مقابل ابراد کا ظہر صیف میں تو ان پر زیادہ ہو جاوین **فائدہ** طلوع اور استوا اور غروب کی کراہت ان اوقات کے نقصان
کے سبب ہے جو یعنی عبادت کفار کے اوقات ہین اور انکے سوا اور اوقات مین وجہ کراہت نقصان وقت نہین بلکہ اور وجوہ ہین کذا فی الطحطاوی
وکذا کرہ فی اماکن کفوق کعبة وفی طریق ومزبلة ومجزرة ومقبرة ومغتسل وحمام وبطن واد ومعاطن ابل وغنم وبقر اور اسیطرح
اوقات مذکورہ کی مانند نماز مکروہ ہے چند مکانون میں چنانچہ کعبہ معظمہ پر اور راہ میں اور جسپر گوبر گاہ اور جہان جانور ذبح ہوتے ہین اور قبرستان مین
اور غسل خانہ میں اور حمام میں اور نالے کے اندر اور اونٹ اور بھیڑ بکری اور گای بیل کے گھاٹ پر یعنی جہان پانی کو پیکر اوسکے پاس جو بیٹھتی
ہین زاد فی الکافی ومرابط دواب واصطبل وطاحون وکنیف وسطوحها ومسیل واد وارض مغصوبة وللغیر لو مزروعة او
مکروبة وصحراء بلا سترة لمار کذا فی مینا تازیادہ کہا اور نماز مکروہ ہے چوپایون کے بندہنے کے مقامون مین اور گھوڑون کے اصطبل مین اور
اوس چکی کے پاس جسکو بیل یا گدھے گھماتے ہین اور پاخانہ مین اور انکی چھتون پر اور نالہ بہنے کے مقام مین یا چھینی ہوئی زمین مین یا بیگانی زمین مین
بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو اور جنگل مین بدون سترہ یعنی جبکہ چلنے والیکے واسطے کوئی چیز اوٹ نہو ویکرہ النوم قبل العشاء اور مکروہ ہے
سونا نماز عشا سے پہلے ش یہہ اوسکے حق مین محمول ہے جسکو نماز کیواسطے جاگنے کا اعتماد نہو کذا فی البحر والکلام بعدہا اور مکروہ ہے
مباح کلام کرنا عشا کے بعد ش مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جسکی حاجت نہو اور حاجت والے کلام سے کراہت لازم نہین آتی چنانچہ قران پڑہنا
اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ اور حدیث کا اور گفتگو کرنا مہمان کے ساتھہ کذا فی البحر وبعد طلوع الفجر الی ادائه ثم لا باس
بحاجته وقیل یکرہ الی طلوع ذکاء ومیل الی ارتفاعها بعض اور مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے
تک پھر نماز کے بعد کچہ ڈر نہین چاہئے پڑہنے مین اپنی حاجت کے لیئے اور بعضون نے کہا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب مکروہ ہے یعنی
وہی کلام جس کے طرف متکلم کی حاجت نہو اور بعضون نے کہا آفتاب کے بلند ہونے تک کلام مکروہ ہے کذا فی القہستانی ش اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے
سنت باطل نہین ہو جاتی بقول معتمد لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولا یجمع بین فرضین فی وقت بلا عذر سفر ومطر خلافا
للشافعی اور جمع کرنا دو فرض نماز دن کا ایک فرض کیوقت مین جائز نہین سفر اور بارش کے عذر سے برخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک سفر اور
مطر کے عذر سے جمع کرنا درست ہے ش بخاری اور مسلم مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ اوسکی قسم جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کوئی نماز کبھی نہین پڑھی مگر اوسکے وقت مین لیکن دو نمازونکو جمع کیا ظہر اور عصر کو عرفات مین اور مغرب اور عشا کو مزدلفہ مین کذا فی النہر
وما رواہ محمول علی الجمع فعلا لا وقتا اور جو کہ امام شافعی نے جمع بین الصلوتین کی احادیث کی روایت کی ہے وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی
پر جمع فعلی کیصورت یہہ ہے کہ پہلی نماز مثلا ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز مثلا عصر کی تعجیل کی ہو درحقیقت یہہ جمع حقیقی نہین بلکہ صوری اور ظاہری ہے
اور جو [illegible] وقت کی روایت ہے وہ قرب وقت پر محمول ہے چنانچہ [illegible] فان [illegible] ابن [illegible]
چنانچہ زیلعی مین ہے اور امام محمد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغرب کو سفر مین آخر وقت تک تاخیر کرے تو اوس مین کراہت نہین کذا فی الطحطاوی فان جمع

فسنة لو قدم الفرض على وقته پھر اگر دو فرضون کو جمع کیا ایکوقت مین تو وہ نفل ہوسکے جسکو اوسکے وقت سے مقدم کیا یعنی اگر ظہر کیوقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی وعکسہ اور عکس یعنی اخر اعنہ فانہ صحیح مع الاثم تضنالا حرام ہے تاخیر اگر اوسکے بالعکس کیا یعنی ظہر فرض کی تاخیر کیا تاکہ عصر چنانچہ مغرب عشا کے ساتھ ملاکر پڑھے اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق قضا کے الا لحاج بعرفۃ ومزدلفۃ مگر حاجی کو جمع کرنا ظہر اور عصر کا عرفہ مین اور مغرب اور عشا کا مزدلفہ مین ثابت ہے چنانچہ کتاب الحج مین آویگا ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ اور کچھہ مضائقہ نہین اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے مین ضرورت کیوقت یعنی اگر امام شافعی کی سفر کی ضرورت سے جمع بین الصلوتین مین مثلا تقلید کرے تو جائز ہے علی الخصوص سفر حجاز مین کہ وہان اہل قافلہ نہین ٹھہرتے اور تنہا رہنے مین جان و مال کا خوف ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا ضرورت کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون ضرورت کے تقلید غیر امام جائز نہین اور یہہ ایک قول ہے مذہب کا اور دوسرا قول مختار یہہ ہے کہ تقلید دوسرے امام کی جائز ہے اگرچہ بدون ضرورت کے ہو گو کہ بعد وقوع اور نزول کے ہو چنانچہ خطبہ اس کتاب مین ہم مذکور کر چکے ہین اور البتہ مسئلہ تقلید مین چند رسائل جداگانہ تصنیف ہوئی ہین دونو قولون پر انتہے ما فی الطحطاوی لکن یشترط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع لیکن دوسرے امام کی تقلید مین شرط یہہ ہے کہ لازم پکڑلے سب ان احکام کو جنکو اس عمل کیواسطے اوس امام نے واجب ٹھہرایا ہے اسواسطے کہ ہم آگے ذکر کرچکے ہین کہ جو حکم دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے ہم جمع بین الصلوتین مین امام شافعی کے احکام یہہ ہین کہ اگر جمع تقدیم ہے تو او سمین شرط ہے پہلی نماز کی تقدیم اور جمع کی نیت کرلینا پہلی نماز کے فارغ ہونے سے پہلے اور دونون نمازون مین اسقدر جدائی نکرے جسکو عرف مین جدائی جانتے ہون اور جمع تاخیر مین اسکے سوا کوئی شرط نہین کہ نیت کرے جمع بین الصلوتین پہلی نماز کیوقت کے خارج ہونے سے پہلے اور جمع تقدیم افضل ہے مسافر کو منزل پر اور جمع تاخیر بہتر ہے چلنے کیحالت مین اور مسافر اکثر مبتلا ہوتا ہے ایسے فعل کا خصوصا حاجی اور تقلید مین کچھہ ڈر نہین کذا فی النہر الفائق

باب الاذان

یہہ باب ہے اذان کے بیان مین ہم اذان بروزن زمان مصدر ہے اور بعضون نے کہا اسم مصدر ہے اسلیئے کہ ماضی اسکی اذن بالتشدید اور مصدر تاذین آتا ہے ہو لغۃ الاعلام اذان لغت مین بمعنی اعلام ہے یعنی آگاہ وخبردار کرنا وشرعا اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ای مخصوصۃ اور شریعت مین اذان ایک مخصوص خبردار کرنا ہے یعنی نماز کے لئے بطریق مخصوص چند الفاظ معینہ مرتبہ سے مصنف نے اذان کو اعلام مخصوص بدخول وقت نکہا تاکہ اذان کی تعریف قضا کی اذان اور خطیب کے سامنے کی اذان کو بھی شامل رہے یعنی قضا کی اذان مین وقت نہین ہوتا اور خطیب والی اذان مین اگرچہ وقت ہے مگر اوسکی آگاہی تو اذان سے پہلے ہوچکی ہے ہم جن لوگون نے دخول وقت کی قید لگائی ہے تو انہون نے اصل مشروعیت اذان کا لحاظ کیا ہے اور مقصود نہین اذان فائتہ اور خطیب کے سامنے کی بھی داخل رہیگی اور الفاظ مخصوصہ کی قید سے یہہ اشارہ ہوا کہ فارسی مین اذان درست نہین گو لوگ جان لین کہ اذان ہوتی ہے کذا فی البحر من ما قلا من السراج سببہ ابتداء اذان جبرئیل لیلۃ الاسراء واقامتہ حین امامتہ علیہ السلام ثم رؤیا عبد اللہ بن زید الاذان المکلف النازل من السماء فی السنۃ الاولی من الہجرۃ شروع مین اذان کا سبب جبرئیل علیہ السلام کی اذان ہے اور اقامت اونکی شب معراج مین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے کیوقت یعنی جب بیت المقدس مین آپ امام ہوئے تھے حضرات انبیا علیہم السلام کی دو رکعت نفل مین پھر اسکے بعد خواب مین دیکھنا عبد اللہ بن زید انصاری کا اول سال ہجری مین اوس فرشتے کی اذان جو آسمان سے اترا تہا ہم یہان یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر انبیا کی خواب پر بنا احکام شرعی نہین ہوتی پھر عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے اذان کیونکر شروع ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ثبوت اذان کا فقط عبد اللہ وغیرہ کی خواب سے نہین ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے حکم سے ہوا بعد وحی کے اسواسطے کہ عبد الرزاق اور ابو داؤد نے مراسیل مین روایت کی کہ عمر رض نے جب اذان خواب مین دیکھی اور حضرت کو خبر دینے کو آئے تو معلوم ہوا کہ وحی مین اسکا حکم ہو چکا اور بلال کی اذان کان مین پہنچی پس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذان مین وحی مجھہ سے سبقت کر گئی ابن حجر مکی نے شرح بخاری مین ذکر کیا ہے

لکھ پچھ یہ حدیثیں اسبات پر دال ہیں کہ اذان مکہ معظمہ مین قبل ہجرت شروع ہوئی چنانچہ طبرانی اور دارقطنی اور بزار نے اس مضمون کی حدیثیں روایت کی ہین
مگر حق یہ ہی کہ اُن احادیث مین سے کوئی صحیح نہیں خبر صحیح یہی ہے کہ شروع اذان کا مدینہ پاک مین ہوا جیساکہ مسلم مین مذکور ہی کذا فی الشامی **وهل هو
جبرئيل قيل وقيل** سوال اذان کا فرشتہ جبرئیل تھے یا کوئی اور جواب بعضون نے کہا جبرئیل تھے اور بعضون نے کہا غیر جبرئیل علیہ السلام **وسببه
بقاء دخول الوقت** اور اذان کا سبب بقا کی راہ سے نماز کے وقت کا داخل ہونا ہی ہم شامی نے کہا کہ بقاء تمیز ہے جسکا مضاف الیہ بیرون کیا گیا ہے
یعنی سبب اوسکو باقی رہنے کا اس سے یہ مراد ہے کہ جس سبب سے حادث ہونے سے اذان از سر نو کہنی پڑے وہ دخول وقت ہی **وهو سنة للرجال في مكان عال
مؤكدة هي كالواجب في لحوق الاثم للفرائض الخمس** اور اذان مردون کیواسطے اونچی مکان مین سنت موکدہ ہی فرائض پنجگانہ کے لئے سنت
موکدہ واجب کی مانند ہی گنہگار ہونے مین اسکے چھوڑ دینے سے ہم محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کرین تو اُنکا قتال حلال ہی اور ابو یوسف نے
کہا کہ وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہین اور وہ سنت کفایہ ہی یعنی شہر مین ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہی کذا فی الطحطاوی **في وقتها ولو قضاء
لأنها سنة للصلوة حتى يبرد به لا للوقت** اذان سنت ہی فرائض کیوقت مین اگرچہ فرض قضا ہو اسواسطے کہ اذان نماز کی سنت ہی نہ وقت کی یہانتک
کہ گرمیون کی ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دیجاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر مین اذان نماز کی تابع ہے کذا فی الطحطاوی **لا يسن لغيرها كعيد** اذان مسنون
نہیں سواے فرض نمازون کے اور نمازون کے لئے مانند عید کی ہم عید کی مانند نماز جنازہ اور نماز کسوف اور نماز استسقا اور تراویح اور سنن رواتب مین
اور وتر میں جو امام اعظم کے نزدیک واجب ہے مگر چونکہ وقت عشا مین ادا کیا جاتا ہی تو عشا ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا کذا فی الشامی **فيعاد اذان وقع
بعضه قبله كالاقامة خلافا للثاني في الفجر** دوسری بار اذان کہی جاے اگر بعضے کلمات اذان کے فرض کیوقت سے پہلے واقع ہوئے ہون
اقامت کی مانند برخلاف ابو یوسف کے فجر مین یعنی اونکے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہی ہم اقامت اگر قبل وقت ہو تو اوسکا اعادہ
بالاتفاق ہی اور اگر امام حاضر ہوا اقامت کے بعد ساعت بھر پیچھے اور اوسنے فجر کی سنت پڑھی تو اقامت کو دوسری بار کہنا واجب نہیں تو صریح معلوم
ہو گیا کہ اگر اقامت کے بعد فی الفور نماز نہ پڑہی تو اقامت باطل نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح **بتربيع تكبير في ابتدائه وعن الثاني تثنيته**
اذان سنت ہی چار بار تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے ساتھ شروع اذان مین اور ابو یوسف سے ایک روایت مین دو بار تکبیر ہے ہم پہلی اذان مین چار
بار اللہ اکبر کہے اسطرح کہ ایک آواز مین دو بار اور دوسری آواز مین بھی دو بار اللہ اکبر کہے یعنی چار آوازون سے چارون تکبیر کو علحدہ علحدہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی **ونقل حركة راء اكبر والعوام يضمون** راء الله اکبر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اوسکو پیش دیتے ہین کذا فی روضہ ہم مضمرات مین
ہے کہ موذن کو اختیار ہی چاہی اکبر کی رے کو ضمہ یعنی پیش دیدے چاہی جزم اور اگر آتش زدگی مین اللہ اکبر چند بار مکرر کہی تو اسم ذات مرفوع ہی ہر بار اور
اکبر کا لفظ پہلی بار کی سوا چاہے پیش کے ساتھ کہی چاہی جزم کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **لكن في الطلبة معنى قوله عليه السلام
الاذان جزم اي مقطوع المد فلا يقول آالله لانه استفهام وانه لحن شرعي** لیکن طلبہ مین ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قول الاذان
جزم کا یہ مطلب ہے کہ اذان مقطوع المد ہے یعنی اللہ کے لفظ مین الف کو کشش نہیں تو اوسکے الف کو بڑہا کر نہ بولے کہ وہ پوچھنا ہے کہ کیا اللہ
بڑا ہے اور یون کہنا شرعاً غلط ہے ہم جبکہ یہ شرعاً غلط ہوا تو اسطرح اذان مکروہ ہی اور اگر استفہام کا ارادہ کریگا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی
اور شامی مین ہی کہ سیوطی سے اس حدیث کا حال پوچھا گیا تو کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابراہیم نخعی کا قول ہی **او مقطوع حركة الآخر للوقف
فلا يقف بالرفع فانه لحن لغوي فتاوى الصيرفية من الباب السادس والثلاثين** یا حدیث مذکور کا یہ مطلب کہ آخر کی حرکت مقطوع ہی توقف
کرے پیش پر کہ وہ لغت عرب مین غلط ہی چنانچہ فتاوی صیرفیہ کے چھتیسوین باب مین ہی یعنی اذان مین جتنے جملے ہین سبکے آخر حرف پر وقف کرے
حرکت نہ دے لیکن چھ اللہ اکبر جو اذان مین ہین اونمین سے اول اور تیسری اور پانچوین مین اکبر کی رے کو چاہے ساکن ادا کرے چاہے فتحہ کے ساتھ
ملا دے اور اگر پیش سے ملا دیگا تو خلاف سنت ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامي ملخصا **وكره الترجيع فانه مكروه ملتقى** اور اذان مین ترجیع نہین اسلیے کہ

ترجیع نکرے وہ ہو کذا فی الملتقی هم ترجیع یہہ ہو کہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے آہستہ کہے پھر چاروں کلمات کو زور سے کہے یہہ شافعی مذہب مین سنت ہو اور ہمارے نزدیک مکروہ تنزیہی ہو کذا فی الحلبی اور ابی محذورہ کی اذان مین جو ترجیع حدیث مین مذکور ہو وہ اسبات پر محمول ہو کہ بطریق تعلیم کے تھی کیونکہ جمیع روایات متفق ہین اسپر کہ بلال اذان مین ترجیع نکرتے تھے اور اسکو سوا طبرانی مین ابی محذورہ کی اذان مین بھی ترجیع نہین تو عدم ترجیع ہی ثابت ہوا اور وجہ کراہت یہہ ہو کہ اذان اعلام کے لئے مشروع ہو اور آہستہ کہنے سے اعلام نہین ہوتا کذا فی الشامی **ولا لحن فیہ ای تغنی بغیر کلماتہ فانہ لا یحل فعلہ و سماعہ کالتغنی بالقرآن** اور اذان مین لحن نہین یعنی وہ راگنی جو اذان کے کلمات متغیر کر دے کہ اسکا کرنا اور سننا حلال نہین جیسے قرآن کو تغنی کا فعل اور سماع حلال نہین هم لحن یہہ ہے کہ حروف کے ادا مین اور انکی حرکات اور سکنات مین کمی بیشی واقع ہو چنانچہ گانے مین ایسا ہوتا ہو اور خطا و اعرابی کو بھی لحن بولتے ہین **و بلا تغییر حسن** اور خوش آوازی بغیر تغییر کرنے کلمات اور حرکات اور سکنات کے خوب ہو اذان اور قرات مین هم یعنی تغنی بلا تغییر خوب ہو اسواسطے کہ تحسین صوت مطلوب ہے اور تحسین صوت کو تغییر لازم نہین کذا فی البحر **وقیل لا باس بہ فی الحیعلتین** اور قول ضعیف یہہ ہو کہ کچھہ ڈر نہین حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے لحن مین هم قائل اس قول کا حلوانی ہے اور وجہ یہہ بیان کی ہے کہ یہہ دونو کلمات ذکر نہین اور لفظ لا باس بہ سے اشارہ ہو اسطرف کہ اولی یہہ ہو کہ انمین بھی لحن نکرے کذا فی الشامی **ویترسل فیہ بسکتۃ بین کل کلمتین ویکرہ ترکہ وتندب اعادتہ** اور موذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کے ادا کرے سکوت کرکے دو دو کلمہ کے درمیان مین اور ترسل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے اور اسکی ترک سے اذان کو پھر کہنا مستحب ہو کذا فی الطحطاوی

من الظہیریۃ ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا وشمالا فقط لا یسیتدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح اور اذان مین منہ پھیرے داہنے اور بائین حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے ساتھہ اور اسیطرح اقامت مین التفات کرے ہر حال مین یعنی جگہ مین وسعت ہو یا نہو اور بعضون نے کہا کہ اگر جماعت کا مکان کشادہ ہو تو التفات کرے فقط داہنے اور بائین سے تاکہ پشت واقع ہو قبلہ کیطرف **ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا** التفات مذکور ترک نکرے اگرچہ موذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کیوقت اذان کہتا ہو اسواسطے کہ التفات اذان کے سنت ہو ہر طرح **ویستدیر فی المنارۃ لو متسعۃ ویخرج راسہ منہا** اور موذن گردش کرے اذان کے منارے مین اگر وہ کشادہ ہو اور اپنا سر اسکے طاقچہ سے نکالے لوگون کے خبردار کرنیکو هم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت منارہ واذان کے لئے نہ تھا حضرت بلال مسجد کی چھت پر اذان کہا کرتے تھے بعد کو امیر معاویہؓ کے حکم سے منارہ بنایا گیا **ویقول ندبا بعد فلاح اذان الفجر الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین لانہ وقت نوم** اور مستحب کے طور پر دو بار کہے اذان فجر کی حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے نیند سے اسواسطے کہ یہہ نیند کا وقت ہو **ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن** اور بطریق استحباب کے کرے اپنی دونون انگلیان اپنے دونون کانون کے سوراخ مین کہ اذان بغیر انگلی رکھنے کے خوب ہو اور انگلی رکھکر بہت خوب ہو هم کان مین انگلی رکھنے کا فائدہ یہہ ہو کہ اس فعل سے آواز بلند ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت بلال کو فرمایا کہ دونوں کانون مین انگلیان کر لو کہ اس سے تمہاری آواز زیادہ بلند ہوگی اور دوسرا فائدہ یہہ ہے کہ بہرا اور دور کا آدمی آواز نہین سنتا اس فعل کو دیکھکر آگاہ ہو جاتا ہو کہ اذان ہو **والاقامۃ کالاذان فیما مر** اور اقامت جسکو عوام تکبیر بولتے ہین اذان کی مانند ہے احکام مذکورہ مین هم اذان کے احکام جو متن مین گذر گئے دس ہین یعنی مسنون ہونا فرایض کیواسطے اور اعادہ اسکا اگر وقت سے پہلے ہوئی ہو اور شروع کرنا چار تکبیر سے اور ترجیع نکرنا اور لحن نکرنا اور ٹھہر ٹھہر کہنا اور التفات اور گردش اور فجر مین الصلوٰۃ خیر من النوم کا زیادہ کرنا اور کانون مین انگلیان رکھنا لیکن مصنف نے تین احکام کو ان احکام عشرہ سے نکال ڈالا تو ٹھہر ٹھہر کہنے کے بدلے جلد جلد کہنا اور الصلوٰۃ خیر من النوم کی عوض قد قامت الصلوٰۃ کہنا اور کان مین انگلی نرکھنا مذکور کیا تو سات حکم مشترک باقی رہے حلبی نے کہا تو مصنف کو گردش کا نفی کرنا بھی لازم تھا لکن **ہی ای الاقامۃ فی کذا الاقامۃ افضل منہ فیہ** لیکن اقامت اور اسیطرح مبتنی مستوی ہو اذان کیساتھہ فی الفتح **ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض** اور اقامت

کہنے والا اپنی دونون انگلیان کانون مین نہ کیے اسواسطے کہ اقامت کی آواز پست ہوتی ہے اذان کی آواز سے ویحدُر فیھا ای یسرع فیھا اور
اقامت کہنے مین جلدی کرے یعنی بین الکلمتین سکتہ نکرے شارح نے کہا کہ یحدر بضم دال بمعنی یسرع ہے یعنی سرعت کرے فلو ترسّل لم یعدھا فی الاصح
تو اگر اقامت ٹھہر ٹھہر کے اذان کی مانند کہے تو اُسکا اعادہ نکرے صحیح تر قول مین ہے لیکن اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کیطرح کہیگا تو اُسکا دوبارہ کہنا مستحب ہے
کیونکہ اذان مین تکرار مشروع ہے چنانچہ جمعہ کے روز اور تکبیر مین تکرار شریعت مین ثابت نہین ویزید قد قامت الصلوٰة بعد فلاحیھا ای فلاحی الاقامة اور اقامت
کے حی علی الفلاح کے بعد دوبار کہے قد قامت الصلوٰة (نماز قائم ہوئی) وعند الثلثة ھی فرادی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد تینون کے نزدیک اقامت
ایک ایک کرکے ویستقبل غیر الراکب القبلة بھما اور سوار کے سوا موذن اذان اور اقامت مین قبلہ رخ ہوجاے یہ جماعت کیواسطے ہے سوار کو سفر
اذان کہنی سفر کے حال مین سوار کو اپنے واسطے اذان اور اقامت درست ہے اور استقبال قبلہ شرط نہین ویکرہ ترکہ تنزیھا اور ترک استقبال قبلہ مکروہ
تنزیہی ہے صاحب محیط نے استقبال قبلہ کو احسن کہا صاحب بحر نے اس سے نکالا کہ اسکا ترک مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قدّم فیھما
موخرًا اعاد ما قدّم فقط اور اگر اذان اور اقامت مین موخر لفظ کو مقدم کیا تو فقط مقدم لفظ کو پھر کہے یعنی اسی لفظ کا اوسکی محل مین اعادہ
کرے مثلا حی علی الفلاح کو حی علی الصلوٰة سے پہلے کہدیا تو اعادہ صرف انہین دو کلمون کا صحیح طور پر کرے نہ تمام اذان کا اعادہ ضرور نہین ولا یتکلم
فیھما اصلا ولو ردّ سلام اور اذان اور اقامت مین اصلا کلام نکرے اگرچہ وہ کلام جواب سلام کا ہو یعنی سلام کا جواب نہ دے نہ اپنے دل مین اور
نہ اذان اور اقامت کے بعد یہی قول صحیح ہے اور کھنکھارنا بھی کلام مین داخل ہے مگر تحسین صوت کیواسطے جائز ہے کذا فی البرہان فان تکلم استانفہ
سو اگر اذان اور اقامت مین بولا تو پھر سرے سے شروع کرے ویثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوہ اور موذن اذان
اور اقامت مین بلادے سب نمازیونکو بدون تخصیص امیر وغیرہ کے سب نمازون مین جسطرح کہ انکے بلانے کی عادت ہو یہ تثویب یعنی اعلام بعد الاذان
کا طریقہ یہ ہے کہ بعد اذان بقدر بیس آیت پڑھنے کے ٹھہر جاے پھر بلادے اسطرح کہ الصلوٰة الصلوٰة یا کہے کہ چلو نماز تیار ہے یا جسطرح کا رواج ہو پھر اسکے
بعد بقدر بیس آیت کے توقف کرے پھر اقامت کہے کذا فی البحر مگر مغرب مین تثویب نہین چنانچہ نقایہ کی شرح مین مصرح ہے اور ماتن نے اگلے کلام سے بھی
نکالا ہے ویجلس بینھما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب اور موذن بیٹھ جاے اذان اور اقامت مین بقدر آنے ہمیشہ آنیوالون
کے وقت مستحب کی رعایت کرکے یہ جیسے صبح مین اسفار کا بظاہر حدیث مین ابراد کا ملاحظہ موذن کو لازم ہے الا فی المغرب فیسکت قائما
قدر ثلث ایات قصار مگر مغرب مین تثویب اور جلوس نہ چاہئے تو موذن چپکا کھڑا رہے چھوٹی تین آیتون کی مقدار ویکرہ الوصل اجماعا اور بلا توقف ملا
دینا اذان اور اقامت کا بالاتفاق مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ تو اپنی اذان اور اقامت مین توقف کر اسقدر کہ کھانیوالا اپنے کھانے سے
فراغت حاصل کرے فائدہ قال المصنف شارح کا التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة
الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعة حسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
سلام کہنا نیا پیدا ہوا ربیع الآخر ۷۸۱ سال ہجری مین عشا کی نماز مین دوشنبہ کی رات پھر جمعہ کے دن پھر دس برس کے بعد پیدا ہوا سب نمازون مین سواے
مغرب کے پھر مغرب مین بھی دوبار سلام کہنا رائج ہوگیا اور یہ امر بدعت حسنہ ہے یہ فائدہ شارح نے جلال الدین سیوطی شافعی کے حسن المحاضرہ سے
نقل کیا اور سخاوی نے قول بدیع مین ہے کہ اسکی ابتدا اور حدوث سلطان صلاح الدین بن المظفر بن ایوب کے حکم سے ہوئی ۷۹۱ھ مین طحطاوی نے کہا
کہ مغرب کا سلام ہمارے وقت مین رائج نہین اور نہ سیوطی کی اس عبارت مین ہے جو نہر الفائق مین منقول ہے انتہی بدعت حسنہ وہ ہے جو قواعد شریعت
کے مخالف نہو ویسن ان یؤذن ویقیم لفائتة رافعا صوتہ لو بجماعة او صحراء لا بیتہ منفردا اور مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز
کیواسطے آواز بلند کرکے اگر جماعت سے قضا کرتا ہو یا جنگل مین نہ اپنے گھر مین اکیلے اگر گھر مین جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان کہے
وکذا یسنّان لاولی الفوائت لا لفاسدتھا اور اسیطرح اذان اور اقامت مسنون ہے چند قضا نمازونمین سے پہلی نماز کیواسطے نہ فاسد نماز کیواسطے

یعنے جیسا ادا وقت مین ویکرہ فیہ للباقی لو فی مجالس وصلی لا ویعتبر للکل اور آدمی اذان اور اقامت مین مختار ہو قضا کی باقی نمازون
کیواسطے اگر ایک مجلس مین ہو اور اگر چند مجالس مین قضاؤنکو ادا کرے تو ہر مجلس مین اذان و اقامت کہے کذا فی الشامی اور باقی مین اذان کہنا بہتر ہو اور اقامت
کے سب نمازون کی قضا مین اسواسطے کہ جنگ خندق مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چار نمازون کی قضا مین اذان اور اقامت کا حکم کیا کذا فی
الحماۃ ولایسن ذلک فیما تصلیہ النساء اداء وقضاء ولو جماعۃ کجماعۃ صبیان وعبید اور یہہ یعنی اذان اور اقامت مسنون نہین
اُس نماز مین جسکو عورتین پڑھتی ہین ادا اور قضا اگرچہ جماعت سے پڑھتی ہون جیسے لڑکے اور غلامون کی جماعت مین اذان اور اقامت مسنون نہین
ہم کہ شارح بجا ہو ولو جماعۃ کے ولو منفردۃ کہتا تو بہتر تھا اسلئے کہ عورتون کی جماعت مشروع نہین رہی کذا فی الشامی ولا یسنان
ایضا لظہر یوم الجمعۃ فی مصر اور بھی اذان اور اقامت سنت نہین جمعہ کے دن ظہر کی نماز کیواسطے شہر مین ہم اسواسطے کہ اسمین شبہہ پڑتا ہے
مخالفت جمعہ کا اور شہر کی قید سے معلوم ہوا کہ گانون مین اذان جمعہ کے روز مکروہ نہین ولا لما یقضی من الفوائت فی مسجد لان فیہ تشویشا
وتغلیطا اور نہین مسنون اذان اور اقامت اُس نماز مین فوائت سے جسکو قضا کرتے ہون مسجد مین اسواسطے کہ اسمین لوگونکی پریشان خاطری اور غلط
اندازی ہے یعنی وہ وقت کی اذان سمجھین گے ویکرہ قضاؤہا فیہ لان التاخیر معصیۃ فلا یظہرہا بزازیۃ اور نماز فائتہ کا قضا کرنا مسجد مین
مکروہ ہے اسواسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو گناہ کو ظاہر نکرے کذا فی البزازیہ ہم یہہ وجہ جماعت مین ظاہر ہے نہ منفرد مین اسلئے کہ منفرد
اذان آہستہ کہتا ہے مگر تعلیل مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت مین ہو یا اکیلے ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراہق وعبد
اور بلا کراہت جائز ہے اذان صغیر مراہق یعنی عاقل اور غلام کی ہم کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے ورنہ کراہت تنزیہی تو ثابت ہے جیسا کہ بحر الرائق
مین خلاصہ سے منقول ہے کہ سوا انکی اور شخص اولیٰ ہے تو انکی اذان مین ترک اولیٰ ہوا کذا فی الشامی ولا یحل الا باذن کاجیر خاص اور غلام کو
اذان جماعت کی حلال نہین مگر مولیٰ کے اذن سے خاص مزدور کی مانند ملکہ اوسکو بھی اذان حلال نہین بلا اذن مستاجر کیونکہ مراعات اوقات سے نقصان
سولے اور مستاجر کا لازم آویگا اور اسیوجہ سے مزدور خاص کو نوافل کا پڑھنا درست نہین واعمی وولد زنا واعرابی اور جائز ہے اذان اندھے اور ولد الزنا
اور دیہاتی کی وانما یستحق ثواب المؤذنین اذا کان عالما بالسنۃ والاوقات ولو غیر محتسب اور اذان کہنے والا موذنون کے
ثواب کا مستحق نہین ہوتا مگر جبکہ وہ اذان کے طریقہ مسنونہ کو جانتا ہو اور نماز کے اوقات کو پہچانتا ہو اگرچہ غیر محتسب ہو کذا فی البحر یعنی اگرچہ صرف
بہ نیت ثواب نہ کہتا ہو بلکہ اجرت لیکر اذان کہتا ہو طحطاوی نے کہا ولو غیر محتسب یقین کرنے کے لائق نہین اسواسطے کہ صاحب بحر نے اسکو بطریق احتمال
کے بیان کیا ہے ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب اور مکروہ ہے اذان نہانے کی حاجت والے کی اور
اوسکی اقامت اور بیوضو آدمی کی اقامت نہ اذان محدث کی مذہب درست پر ہم مکروہ سے مراد ظاہرا مکروہ تحریمی ہے اور وجہ کراہت جنب کی اذان
کی یہہ ہے کہ وہ لوگون کو نماز کے لئے بلاتا ہے اور خود اوسکی اجابت نہین کرتا کذا فی الشامی واذان امراۃ وخنثی وفاسق ولو عالما لکنہ
اولی بامامۃ واذان من جاہل تقی اور مکروہ ہے اذان عورت اور خنثی اور فاسق کی اگرچہ فاسق عالم ہو لیکن امامت اور اذان مین فاسق عالم
اولیٰ ہے جاہل پرہیزگار سے یعنی جہان سوا ہی اوس فاسق کے دوسرا عالم نہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وسکران ولو بمباح اور اذان مکروہ ہے متوالے
کی اگرچہ مباح چیز سے مست ہو گیا ہو چنانچہ خراسانی اجوائن سے کمعتوہ وصبی لا یعقل جیسے مدہوش اور صغیر غیر عاقل کی اذان مکروہ ہے وقاعد
الا اذا اذن لنفسہ اور مرد نشستہ کی اذان مکروہ ہے مگر جبکہ وہ اپنے واسطے اذان کہے تو مکروہ نہین وراکب الا المسافر اور سوار کی اذان
مکروہ ہے مگر مسافر سوار کی اذان مکروہ نہین ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اور پہر کہی جاوے اذان جنب کی استحباب کی راہ سے اور بعضون
نے کہا کہ وجوب کی راہ سے لا اقامتہ لمشروعیۃ تکرارہ فی الجمعۃ دون تکرارہا دوبارہ نہ کہی جاوے اقامت جنب کی بسبب مشروع ہونے تکرار
اذان کے جمعہ مین اور نہ مشروع ہونے اقامت کی تکرار کے یعنی جمعہ کی اذان مکرر ہونے سے معلوم ہوا کہ عذر سے تکرار اذان درست ہے وکذا

ویعاد اذان امرأة ومجنون ومعتوه وسکران وصبی لا یعقل لا اقامتهم لمشروعیة تکرارها اور اعادہ کیا جاوے عورت اور دیوانہ اور مدہوش اور مست اور صغیر غیر عاقل کی اذان کا نہ اونکی اقامت کا بدلیل گذشتہ یعنی تکرار اذان شرعاً ثابت ہے نہ تکرار اقامت ویجب استقبالهما لموت مؤذن وغشیه وخرسه وحصره ولا ملقن وذهابه للوضوء لسبق حدث خلاصہ اور واجب ہے شروع سے کہنا اذان اور اقامت کا بسبب مرجانے موذن کے اذان کہنے مین اور مرجانے مقیم کے اقامت کہنے مین اور بسبب اوسکے غش مین آجانے اور گونگا ہوجانے اور اٹک جانے ہونہ ہونے کے اور حالانکہ وہان کوئی بتانیوالا نہیں اور بسبب اوسکے جانیکے وضو کیواسطے وضو کے ٹوٹ جانے سے کذا فی الخلاصۃ حکم موذن اور مقیم کا پانچون صورتون مین یکسان حکم ہے شارح نے فقط موذن پر اسواسطے اکتفا کیا کہ اقامت کہنا موذن ہی کا حق ہے شامی مین کہا کہ پچھلی صورتین یعنی اثناء اذان واقامت مین بیوضو ہو جانے مین موذن اور مقیم کو چاہئے کہ بعد اذان واقامت کے وضو کو جاوے کیونکہ جب ابتدا سے بیوضو پوری اذان کہہ سکتا ہے تو ناقص کو بطریق اولے تمام کرسکتا ہے لکن عبّر فی السراج بیندب لیکن سراج وہاج مین لفظ یندب بیان کیا ہے یعنی کہا کہ پانچون صورتون مین شروع سے اذان اور اقامت کا کہنا مستحب اور مندوب ہے واجب نہیں وجزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه وصبی لا یعقل اور یقین کیا ہے مصنف نے نہ صحیح ہونے اذان مجنون اور مدہوش اور صغیر غیر عاقل کا قلت وکافر وفاسق لعدم قبول قوله فی الدیانات مین کہتا ہون اور کافر اور فاسق کی بھی اذان صحیح نہیں بسبب مقبول نہونے اونکے قول کے دین کے کامون مین شامی مین کہا کہ اوپر گذر چکا کہ فاسق کی اذان مکروہ ہے اور یہان شارح نے عدم صحت کو بیان کیا تو یہہ برابری فاسق کی کافر کے ساتھ شارح کیطرف سے مناسب نہوئی وکره ترکهما معاً لمسافر ولو منفرداً اور مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگرچہ مسافر اکیلا ہو حم یہان چار صورتین ہین سو دو صورتین مکروہ ہین ایک یہہ کہ اذان اور اقامت دونوکو چھوڑنا دوسری یہہ کہ فقط اقامت کو چھوڑنا اور دو صورتین مکروہ نہین ایک یہہ کہ اذان اور اقامت دونو کہنا دوسری یہہ کہ فقط اقامت کہنا اور اذان اور اقامت مین دو فائدے ہین ایک تو ثواب دوسرے حاضر ہونا نماز مین اون بندگان خدا کا جو نظر نہین آتی وکذا ترکها لا ترکه لحضور الرفقة اور اسیطرح مسافر کو مکروہ ہے چھوڑنا اقامت کا نہ اذان کا بسبب جمع ہونے سب رفیقون کے یعنی اذان تو اعلام کیواسطے مشروع ہے پھر جب سفر کے رفیق ساتھ ہون تو اعلام کی چندان ضرورت نہین بخلاف مصلٍّ ولو بجماعة فی بیته بمصر او قریة لها مسجد فلا یکره ترکهما اذ اذان الحی یکفیه برخلاف اوس نمازی کے جو اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھتا ہے اگرچہ بجماعت نماز ہو یا اوس گانو مین نماز پڑھتا ہے جسمین مسجد ہے تو وہان اذان یا اقامت کا ترک کرنا مکروہ نہین اسواسطے کہ اذان محلہ اوسکو کفایت کرتی ہے حم اور اگر گانو مین مسجد نہو یا ہو مگر اوسمین اذان واقامت نہوتی ہو تو وہان کا نمازی اذان اور اقامت ترک نکرے بلکہ اسکا حکم مسافر کا سا ہے او مصلٍّ فی مسجد بعد صلوة جماعة فیه بل یکره فعلهما وتکرار الجماعة الا فی مسجد علی طریق فلا بأس بذلک جوهرة یا برخلاف اوس نمازی کے جو مسجد مین نماز پڑھتا ہے اوسمین جماعت ہو جانیکے بعد بلکہ مسجد مذکور مین اذان اور اقامت کہنا اور دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے مگر راہ کی مسجد مین اسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی الجوہرۃ یعنی راہ کی مسجد مین تکرار جماعت اذان اور اقامت ساتھ درست ہے لا بأس کے لفظ سے یہہ نکلا کہ اسکا نکرنا اولیٰ ہے کذا فی الطحطاوی اقام غیر من اذن بغیبته ای المؤذن لا یکره مطلقاً اگر کہی اور شخص نے سوا اذان کہنیوالے کے موذن کی غیبت مین تو مطلقاً مکروہ نہین یعنی خواہ موذن خوش ہو یا ناخوش وان بحضوره کره ان لحقه وحشة اور اگر غیر شخص نے اقامت کہی موذن کے سامنے تو مکروہ ہے اگر اوسکو وحشت اور ناخوشی ہو حم اقامت کہنا موذن کا حق ہے بدلیل حدیث من اذن فهو یقیم یعنی جو اذان کہے وہی اقامت کہے کما کره مشیه فی اقامته جیسے مکروہ ہے اقامت کہنے مین چلنا ویجیب وجوباً وقال الحلوانی ندباً والواجب الاجابة بالقدم من سمع الاذان ولو جنباً اور واجب ہے جواب دینا زبان سے اوسکو جسنے اذان کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی مسجد مین جماعت کرنیکو حاضر ہو جانا چاہئے لا حائضاً ونفساء وسامع خطبة وفی صلوة وجنازة وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم وتعلمه بخلاف قرآن نہ جواب دے اذان کا اگر سامع ہو حائض

اور نہ چاہئے اور سامع کسی خطبہ کا اور نہ جواب دے خواہ خلوت مین اور جنازہ مین اور صحبت کرنے مین اور پاخانہ مین اور کھانا کھانے اور علم سکھانے اور علم کے سیکھنے مین
برخلاف قرآن کے یعنی اگر قرآن پڑھتا ہو تو موقوف کرے اور اذان کا جواب دے بان یقول بلسانہ کمقالتہ ان سمع المسنون منہ وھو ما کان
عربیا لا لحن فیہ جواب دے اور معلوم کر کہ جواب اپنی زبان سے موذن کے کلام کی مانند بشرطیکہ موذن سے سنو اذان مسنون یعنی جو بلفظ عربی ہو اور اس مین لحن نہ ہو
یعنے تغیر کلمات نہو اور اذان عربی ہو یعنی تغیر الالفاظ ہو حروف کے حق ادا ہوتے ہون سوا ب جو اذان بعض لوگ کہتے ہین حروف اور حرکات کو بڑھا گھٹا کر
وہ حرام ہے اُس اذان کا جواب دینا نچاہیے کذا فی الطحطاوی ولو تکرر اجاب الاول اور اگر اذان مکرر ہو تو پہلی اذان کا جواب دے خواہ وہ مسجد
کی اذان ہو یا اور مقام کی کذا فی الحلبی الا فی الحیعلتین فیحوقل جو موذن کہے وہی جواب دیوے والا یہ کہ حی علے الصلوٰۃ اور حی علے الفلاح مین کہ لا حول و
لا قوۃ الا باللہ کہے وفی الصلوٰۃ خیر من النوم فیقول صدقت وبررت اور الصلوٰۃ خیر من النوم مین یون کہے صدقت وبررت یعنی تو صادق اور نیکوکار
ہے ایسا کہتے ہین کہ خواب سے بیدار ہونا بہتر ہے ویندب القیام عند سماع الاذان بزازیہ اور مستحب ہے کہ کھڑا ہو جانا اذان کے سننے کے وقت کذا فی البزازیہ ولم یذکر ہل یستمر الی فراغہ
او یجلس اور صاحب بزازیہ نے یہہ ذکر نہین کیا کہ کھڑا رہے اذان کی فراغت ہونے تک یا بیٹھ جاوے ولو لم یجبہ حتی فرغ لم ارہ وینبغی تدارکہ ان قصر الفصل
اور اگر سامع نے موذن کا جواب نہ دیا یہان تک کہ وہ اذان سے فارغ ہوا اسکا حکم مین نے نہین دیکھا کتاب مین اور مناسب یہہ ہے کہ اوسکا تدارک کر لے
اگر فصل تھوڑا ہو یعنے اگر بہت عرصہ گذر گیا ہو تو یہہ بحث صاحب بحر کی ہے اور صحیح یہہ ہے کہ جواب دیوے بعد موذن کے ہر کلمہ کا نہ جواب دے کہ بلکہ ہر کلمہ کے
تمام ہونے پر اوسکا جواب کہے کہ حدیث عمر بن ابی امامہ مین اسکی تصریح موجود ہے اور اوس سے ظاہر یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ جواب دینا بھی کافی
نہین کذا فی الشامی ویدعو عند فراغہ بالوسیلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اذان کی فراغت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے واسطے وسیلہ مانگے ہم دعاء وسیلہ مستحب ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم موذن کو سنو تو کہو مثل اُس قول کی جو وہ کہتا ہے پھر مجھپر درود پڑھو اسواسطے کہ جو مجھپر درود پڑھیگا حق تعالی اوسکو بدلے اوسکے دس بار
رحمت کریگا پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو اسواسطے کہ وسیلہ ایک درجہ ہے بہشت مین کہ وہ لائق نہین مگر ایک بندے کیواسطے خدا کے بندون سے اور مین
امید رکھتا ہون کہ وہ بندہ مین ہون سو جو شخص میرے لئے وسیلہ مانگیگا تو میری شفاعت اوسکے لئے ضرور ہوگی انتہی یعنی اوسکی شفاعت واجب ہوگی اس
سے زیادہ تر بسبب اس مناسبت کے کذا فی الطحطاوی عن المواہب وشرحہا اور دعاء وسیلہ کا طریقہ صحیح مسلم وغیرہ مین جابر سے یون مروی ہے کہ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کہے اذان کو سنکر اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا
الذی وعدتہ تو اوسکو واسطے میری شفاعت حلال کریگی یعنی واجب ہوگی کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور بیہقی نے وعدتہ کے بعد انک لا تخلف
المیعاد اس دعا مین زیادہ روایت کیا ہے ابن حجر نے شرح منہاج مین کہا کہ الفضیلۃ کے بعد جو والدرجۃ الرفیعۃ کہتے ہین اور تمامی پر یا ارحم الراحمین تو
ان دونون کی کچھ اصل نہین اور سیطرح وعدتہ کے بعد وارزقنا شفاعتہ کی زیادتی کا حال ہے کذا فی الشامی ولو کان فی المسجد حین سمعہ لیس
علیہ الاجابۃ ولو کان خارجہ اجاب بالمشی الیہ ای بالقدم اور اگر اذان کا سننے والا مسجد مین ہو جبکہ اوسنے اذان سنی تو اوسپر جواب دینا لازم نہین
اور اگر مسجد کے باہر ہو تو جواب دے اوسکی طرف قدم سے چلکر ولو اجاب باللسان لا بہ لا یکون مجیبا وھذا بناء علی ان الاجابۃ المطلوبۃ بقدمہ
لا بلسانہ کما ھو قول الحلوانی اور اگر اذان کا جواب دیا زبان سے نہ قدم سے چلکر تو وہ شخص مجیب نہوگا اور اس قول کی بنا اسپر ہے کہ اجابت مطلوبہ
شرع مین قدم سے ہے نہ زبان سے چنانچہ یہی قول ہے حلوانی کا وعلیہ فیقطع قرأۃ القرآن لو کان یقرأ بمنزلہ ویجیب لو اذان مسجدہ کما
یأتی ولو بمسجد لا لانہ اجاب بالحضور اور بموجب اسی قول کے قطع کرے قرآن کا پڑھنا اگر پڑھتا ہو اپنے گھر مین اور جواب دے قدم سے چلکر اگر اسکی
مسجد محلہ کی اذان ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تاتارخانیہ سے اور اگر مسجد مین قرآن پڑھتا ہو تو پڑھنا قطع کرے اسواسطے کہ وہ مجیب ہوگا مسجد حاضر ہونے
سے وھذا متفرع علی قول الحلوانی والظاہر وجوبہا باللسان لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول کما بسط فی البحر و

أو فِي مَقْبَرَةٍ وَلَو سَمِعَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ أَجَابَ ... وَفِي الْمُحِيطِ وَغَيْرِهِ بِأَنَّهُ عَلَى الْأَوَّلِ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ وَلَا يَشْتَغِلُ بِغَيْرِ الْإِجَابَةِ ... يُجِيبُ ... يَشْتَغِلُ بِغَيْرِ الْإِجَابَةِ اور یہہ جو ماتن نے اجابت بالقدم کو ذکر کیا متفرع اور مستخرج ہے حلوانی کے قول پر اور ظاہر قول واجب ہونا ہو اجابت کا زبان سے دلیل ظاہر اسکے جو اس حدیث مین ہو کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو کہو مثل اسی قول کے جو موذن کہتا ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہو بحر الرائق مین اور ثابت کیا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور زبان سے جواب دینے کو قوی کیا ہو نہر الفائق مین محیط وغیرہ سے نقل کرکے اسطرح کہ اول قول پر یعنی وجوب اجابت زبانی پر اذان کا سامع سلام کا جواب نہ دے اور نہ کسیکو سلام کرے اور نہ قرآن پڑھے بلکہ قرأت کو قطع کرے اور اذان کا جواب دے اور مشغول نہو کسی فعل مین بجز اجابت کے قال وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُجِيبَ بِلِسَانِهِ اتِّفَاقًا بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيبِ وَأَنْ يُجِيبَ بِقَدَمِهِ اتِّفَاقًا فِي الْأَذَانِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِوُجُوبِ السَّعْيِ بِالنَّصِّ صاحب نہر نے کہا اور یہہ چاہیے کہ زبان سے جواب نہ دے باتفاق تو جس خطیب کے سامنے کی اذان مین جمعہ کے دن اور یہہ کہ اجابت بالقدم کرے باتفاق تو لین روز جمعہ کی پہلی اذان مین بسبب واجب ہونے سعی کے نص قرآنی سے ہم عدم اجابت لسانی کی یہہ وجہ ہو کہ جب خطیب منبر پر چڑہے تو امام کے نزدیک مطلقاً کلام مکروہ ہی لیکن باب الجمعہ مین آویگا کہ صحیح قول یہہ ہو کہ امام کے نزدیک ذکر جائز ہین خطبہ شروع ہونے سے پہلے تو اب کون مانع ہے اجابت کا کذا فی الطحطاوی وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ إِنَّمَا يُجِيبُ أَذَانَ مَسْجِدِهِ اور تاتارخانیہ مین ہو کہ جواب نہ دے مگر اپنی مسجد کے اذان کا ہم یعنی جواب قدم سے چلکر اپنی مسجد کو مخصوص ہے یہہ متفرع ہے حلوانی کے قول پر چنانچہ شارح نے اسپر پہلے اشارہ کر دیا کما یاتی کہکر کذا فی الطحطاوی وَسُئِلَ ظَهِيرُ الدِّينِ عَمَّنْ سَمِعَهُ فِي آنٍ مِنْ جِهَاتٍ مَاذَا عَلَيْهِ قَالَ إِجَابَةُ أَذَانِ مَسْجِدِهِ بِالْفِعْلِ ظہیر الدین سے سوال ہوا کہ جس شخص نے ایک آن مین اذانین کئی طرفون سے اوسپر کیا واجب ہے کہا کہ اوسپر اپنی مسجد کی اذان کی اجابت فعلی یعنی قدم سے چلکر واجب ہو وَيُجِيبُ الْإِقَامَةَ نَدْبًا إِجْمَاعًا كَالْأَذَانِ وَيَقُولُ عِنْدَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا اور جواب لسانی اقامت کا استحباب کی راہ سے باتفاق اذان کی مانند اور کہے قد قامت الصلوٰۃ کے وقت أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا ہم ان الفاظ کو ابو داؤد نے روایت کیا ہو اسقدر زیادتی کے ساتھ مَا دَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْأَرْضُ وَجَعَلَنِي مِنْ صَالِحِي أَهْلِهَا یعنی اللہ تعالی نماز کو قائم و دائم رکہے جبتک آسمان و زمین رہین اور مجکو زمین کے نیکبخت باشندون مین کرے وَقِيلَ لَا يُجِيبُهَا وَبِهِ جَزَمَ الشُّمُنِّيُّ اور بعضون نے کہا کہ اقامت کا جواب نہ کہے اور اسی قول کا یقین کیا ہو شمنی شارح نقایہ نے ہم یہہ نفی اجماع سابق کی مخل نہین کیونکہ یہہ نفی نفی وجوب پر محمول ہو اور اتفاق اجماع استحباب پر ہو فروع مسائل ملحقہ شارح صَلَّى السُّنَّةَ بَعْدَ الْإِقَامَةِ أَوْ حَضَرَ الْإِمَامُ بَعْدَهَا لَا يُعِيدُهَا بزازیہ مقیم نے سنت نماز پڑہی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نکرے کذا فی البزازیہ وَيَنْبَغِي إِنْ طَالَ الْفَصْلُ أَوْ وُجِدَ مَا يُعَدُّ قَاطِعًا كَأَكْلٍ أَنْ تُعَادَ اور لائق یعنی مستحب ہو کہ اگر اقامت اور نماز مین مدت زیادہ ہو جاے یا پایا جاے وہ عمل جو قاطع اور فاصل گنا جاے درمیان اقامت اور نماز کے چنانچہ کہانا کہانا تو اقامت پہر سے کہی جاے دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيمُ قَعَدَ إِلَى قِيَامِ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ ایک شخص مسجد مین داخل ہوا اسحال مین کہ موذن اقامت کہتا ہو تو بیٹہ جاے امام کے کہڑے ہونے تک اپنی جاے نماز پر وَلَيْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَنْتَظِرَ أَحَدًا إِلَّا إِذَا كَانَ شِرِّيرًا وَالْوَقْتُ مُتَّسِعٌ رئیس محلہ کا انتظار کیا جاے جبتک کہ وہ شریر ہو اور نماز کا وقت فراخ یعنی اگر وقت وسیع اور رئیس شریر ہے تو اوسکی انتظاری جائز ہے اور اگر وقت تنگ ہو تو انتظار نچاہیے اگرچہ رئیس جنوات ہو وَكُرِهَ لَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي مَسْجِدَيْنِ موذن کو مکروہ ہے اذان کہنا دو مسجد وںمین ہم یہہ کراہت اسوقت ہو جبکہ موذن پہلے مسجد مین نماز پڑہ چکا ہو کذا فی البحر وَلَايَةُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ لِبَانِي الْمَسْجِدِ مُطْلَقًا اذان اور اقامت کا اختیار مسجد کے بانی ہی کیلئے واسطے ہو ہر طرح یعنی خواہ عادل ہو یا غیر عادل اگرچہ لوگ نکو پسند نہو کذا فی البحر وَكَذَا الْإِمَامَةُ لَوْ عَدْلًا اور اسیطرح مسجد کے بانی ہی کو امامت کا اختیار ہے اگر عادل ہو یعنی فاسق نہو وَالْأَفْضَلُ كَوْنُ الْإِمَامِ هُوَ الْمُؤَذِّنَ امام ہی کا موذن ہونا بہتر ہے ہم امام ابو حنیفہ رح یہی کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وَفِي الضِّيَاءِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَذَّنَ فِي سَفَرٍ بِنَفْسِهِ وَأَقَامَ وَصَلَّى الظُّهْرَ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِي الْخَزَائِنِ اور ضیاء معنوی مین ہو کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر مین بذات مقدس اذان اور اقامت کہی اور ظہر کی نماز پڑہی اور البتہ ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہو خزائن الاسرار مین ہم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہی جسکہ

آپ سوار تھے کذا فی الطحاوی من قتادۃ بن الملک اور آپ کا اذان کہنا سفر مین ترمذی کی حدیث مین مروی ہو اور نووی نے اسپر یقین کیا ہے کہ
مسند احمد مین اوسی طریق سے جس حدیث کی تخریج کی ہے اوسمین یون ہے کہ بلال کو حکم اذان کا دیا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنا آپ کا صرف حکم دینا تھا

باب شروط الصلوٰۃ

یہ باب ہو نماز کی شرطون کے بیان مین
مان عطاء وغیرہ تابعین نے ایسا کیا ہے کذا فی ارشاد الساری
ہم شرط تین قسم ہے شرط عقلی جیسے زندگی علم کیواسطے اور شرط شرعی جیسے طہارت نماز کیواسطے اور شرط جعلی جیسے گھر مین جانا زوجہ کا جسکی
طلاق مشروط ہو کذا فی العینی تو یہان شروط شرعیہ مراد ہین نہ عقلیہ اور جعلیہ اور شرعیہ سے وہ شروط مقصود ہین جو صحت نماز کی شرط
نہ نماز کے واجب ہونیکی منجملہ شرائط وجوب ایک تکلیف ہے یعنی مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور انمنجملہ عاجز نہونا نماز سے اور انمنجملہ وقت ہو
انواع شرطین تین قسم ہین شرط انعقاد ایک قسم شرط ہے انعقاد نماز کی ہم شرط انعقاد وہ ہے جسکا وجود ضرور ہے ابتدا نماز مین ہمیشہ
موجود ہو کر آخر نماز تک موجود رہی یا نرہی کذا فی الحلبی کنیۃ وتحریمۃ ووقت وخطبۃ جیسے نیت اور تکبیر تحریمہ اور وقت نماز کا اور خطبہ جمعہ کیا
تو جبتک امور مذکورہ اول نہونگے نماز کا وجود نہوگا انمین نیت تو آخر نماز تک موجود رہ سکتی ہے اور تحریمہ اور خطبہ ایسا نہین وشرط دوام
کطہارۃ وستر عورۃ واستقبال قبلۃ اور دوسری قسم شرط ہے دوام نماز کی جیسے طہارت اور ستر عورت اور استقبال قبلہ ہم شرط دوام و
جسکا وجود مشروط ہے اول نماز سے آخر تک ومشروط بقاء فلا یشترط فیہ تقدم ولا مقارنۃ بابتدائہ وہو القراءۃ اور تیسری قسم شرط بقا
سینے نماز کی بعد موجود ہو جانے نماز کے تو اوسمین آگے ہونا اوس شرط کا مشروط نہین اور نہ ابتداء نماز سے اوسکا متصل ہونا اور وہ یعنی بقا
نماز کی شرط قراءت ہے ہم شرط بقا نماز وہ ہے جو اثنا نماز مین پائی جاوے بطریق استمرار کے اور قرارت اسیطرح کی ہے کہ اثنا نماز مین اوسکا
ہونا ہی استمرار کے طور پر اور یہ تینون شرطین ایک دوسرے مین متداخل ہین کیونکہ انمین عموم وخصوص مطلق ہے شرط دوام خاص ہے اور شرط
انعقاد اور بقا عام مثلا طہارت جو شرط دوام ہے اگر ابتدا نماز مین اسکے وجود کا لحاظ کرین تو شرط انعقاد ہو جائیگی اور اگر حالت بقا مین
وجود کو شرط سمجھین تو شرط بقا ہو گی اور سوا وقت صبح کے اور وقت نماز کے لئی صرف شرط انعقاد ہے کہ نہ اوسکا دوام شرط ہے اور نہ بقا اور
شرط بقا کی مثال قراءت ہے کہ اثنا نماز مین حادث ہو کر انتہا تک رہتی ہے گو وجود حکمی ہو جیسے مقتدی کی قراءت کہ امام کی قراءت گویا اسکی قراءت
ہے کذا فی ارشاد الساری بتصرف فانہ رکن فی نفسہ شرط فی غیرہ لوجودہ فی کل الارکان تقدیرا اسواسطے کہ قراءت بذات خود خود
اور اپنے غیر کے حق مین شرط ہے بسبب پائے جانے قراءت کے تمام ارکان مین تقدیرا یعنی اگرچہ سب ارکان مین قراءت حقیقی موجود نہین لیکن گویا کہ
ہم رکن اوسکو کہتی ہین جو ماہیت مین داخل ہو اور شرط وہ ہے جو ماہیت سے خارج ہو اور یہ دونون ایکدوسرے کے مخالف ہین مگر چونکہ رکن دو
ہوتا ہے ایک اصلی جو کبھی ساقط نہین ہوتا دوسرا زائد جو کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے جیسے قراءت کہ مقتدی سے ساقط ہو جاتی ہے تو اس لحاظ سے
حالتین اوسکو رکن کہا اور دوسری مین شرط سے تعبیر کیا کذا فی ارشاد الساری بتصرف ولذا لم یجز استخلاف الامی اور اسواسطے کہ وجود قراءت کا
ارکان مین ضروری ہے امی شخص کا خلیفہ کرنا نماز مین اگرچہ تشہد اخیر ہو جائز نہین فی الشرح لانہ العلامۃ اللازمۃ پہر معلوم کرنا
کہ شرط بفتح اول وسکون ثانی لغت مین علامت لازمہ کو کہتے ہین یعنی جو شے کہ ایک ہی چیز مین پائی جاوے دوسری چیز مین نہو وشرعا ما یتوقف
علیہ الشئ ولا یدخل فیہ اور اصطلاح شرع مین شرط وہ ہے جسپر کوئی چیز موقوف ہو اور وہ اس چیز مین داخل نہو یعنی اوسکا جز نہو خارج ہو
ہم کسی چیز کا متعلق اگر اوسکی ماہیت مین داخل ہوتا ہے تو رکن کہلاتا ہے جیسے رکوع نماز کے اندر اور اگر خارج ہو تو دو حال سے خالی نہین یا چیز
ہو گا یا نہوگا اگر موثر ہے تو اوسکو علت کہتے ہین جیسے عقد نکاح حلت کے لئے اور اگر موثر نہین تو پہر چیز کیطرف سے اوسکا موصل ہے یا نہین اگر
اوسکو سبب کہتے ہین جیسے وقت ہے اور اگر موصل نہین تو چیز اوسپر موقوف ہو گی یا نہوگی اگر موقوف ہو گی تو اوسکو شرط کہتے ہین جیسے وضو
حق مین اور اگر چیز اوسپر موقوف بھی نہین تو اوسکو علامت بولتے ہین تو شارح کی تعریف سے رکن اور علامت نکل گئی مگر سبب اور علت شرط

اسلیئے چاہیے تھا کہ شرط کی تعریف مین اتنا اور زیادہ کہتا کہ ولا یؤثر فیہ ولا یوجد عند وجودہ یعنی نہ چیز مین موثر ہو اور نہ اوسکی ذات سے کہ بغیر وصل ہو
کذا فی الشامی عینی نے کہا اور بعضون نے شرط کی یون تعریف کی ہے کہ شرط وہ ہے جس کے نہونے سے مشروط کا نہونا لازم ہو وے
اور شرط کی وجود سے مشروط کا وجود لازم نہو ھی ستۃ طہارۃ بدنہ ای جسدہ لقول الاعراب والجسد دون البدن فلیحفظ
شرطین نماز کی چھہ ہین پہلی شرط پاک ہونا ہے نمازی کے بدن کا بدن سے مراد جسد ہے بسبب داخل ہونے ہاتھہ پاؤن کے جسد مین نہ بدن مین تو
اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم چونکہ لغت عرب کی راہ سے ہاتھہ پانو بدن مین داخل نہ تھے لہذا شارح نے بدن کی تفسیر جسد کی تاکہ ہاتھہ پاؤن کی بھی طہارت
ثابت ہو اگرچہ اردو زبان مین بدن سارے جسم کو کہتے ہین من حدث بنوعیہ طہارت بدن کی شرط ہے دونون قسم کے حدث یعنی حکمی ناپاکی سے
ھم دونون قسم سے مراد حدث اصغر اور حدث اکبر ہین اول مقتضی وضو کا ہے اور دوم موجب غسل کا وقدمہ لانہ اغلظ اور مصنف نے مقدم کیا
حدث یعنی نجاست حکمی کو نجاست حقیقی پر اسواسطے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے ھم یعنی اسواسطے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی معاف
نہین برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہو وخبث مانع کذلک اور طہارت شرط ہے اسیطرح دونون قسم کی نجاست حقیقی سے جو
نماز کی مانع ہے ھم دونون قسم کی نجاست یعنی مغلظہ اور مخففہ سو مغلظہ زائد از درم مانع نماز ہے اور مخففہ زائد از ربع ثوب وثوبہ وکذا ما
یتحرک بحرکتہ دوسری شرط نماز کی پاک ہونا نمازی کے کپڑے کا ہے اور اسیطرح پاک ہونا اُس چیز کا جو ہلے نمازی کے ہلنے سے ھم یعنی ایسی چیز جو نمازی
کے بدن سے متصل ہو مثلا ایک چادر کا آنچل اوسکے بدن پر ہے اور دوسرے آنچل پر ایسی نجاست ہے جو مانع نماز ہے تو اگر نمازی کی حرکت سے
ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور نہین تو نہین اور اگر وہ چیز اُسکے بدن سے متصل نہین مثلا چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور یہہ
دوسرے کنارہ پر نماز پڑہتا ہے تو یہہ نجاست نماز کی مانع نہین خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی کذا فی الشامی او یعد حاملا لها کصبی علیه نجس ان لم یستمسک
بنفسه منع والا لا یا نمازی اوس چیز کا اُٹھانیوالا گنا جاوے جیسے وہ لڑکا جسپر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بدون تھامنے نمازی کے تو نماز کا
مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہو خود اوسکو چمٹا ہو تو نمازی اوسکا حامل نہ ٹھہریگا تو نماز کا مانع نہوگا ھم اور یہی حکم ناپاک چھت
اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے جبکہ نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزو سے نہین لگتا ہو کذا فی الطحطاوی بخلاف کلب ان شد فمه فی الاصح جسطرح
مانع نماز نہین اگر نمازی پر جب آدمی اور کتا ہو اگر اسکا مُنہ باندہا ہو صحیح تر قول مین ھم اگر شارح یون کہتا کہ کتا بشرطیکہ اُس سے لعاب وغیرہ مانع
نماز نہ بھی تو بہتر ہوتا کذا فی الشامی بحر الرائق مین ہے کہ اگر نمازی کے پاس وہ انڈا ہو جو اندر سے خون ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ اپنے معدن
مین ہے برخلاف اُس شیشی کے جسمین پیشاب ہو یعنی وہ مانع نماز ہے ومکانہ ای موضع قدمیہ او احدهما ان رفع الاخری وموضع سجودہ
اتفاقا فی الاصح اور تیسری شرط پاک ہونا مصلے کے مکان کا ہے یعنی اوسکے دونون قدمون کی جگہہ کا یا ایک قدم کی جگہہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم
اوٹھالیا اور سجدہ کی جگہہ کا بالاتفاق صحیح تر قول مین ھم موضع قدمین کی طہارت امام اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے بالاتفاق بلا نقل خلاف اور
موضع سجود مین خلاف ہے مگر صحیح تر یہی قول ہے کہ امام کے نزدیک اوسکی طہارت بھی شرط ہے اگر نمازی کے کپڑون کی اطراف نجاست پر پڑی
اور نماز پڑھی تو کچہہ ضرر نہین کذا فی الطحطاوی لا موضع یدیه ورکبتیه علی الظاهر الا اذا سجد علی کفه کما سیجی شرط نہین پاک ہونا دونون
ہاتھون اور دونو گھٹنون کے مکان کا ظاہر الروایۃ مین مگر جبکہ سجدہ کیا مصلی نے اپنی ہتھیلی پر چنانچہ آگے آویگا یعنی اوسوقت ہاتھہ کے مکان
کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہہ سجود کا مکان ٹھہرا ھم فقیہ ابو اللیث کے نزدیک ہاتھون کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسکی
تصحیح کی ہے عیون مین اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا کہ جس عضو کا رکھنا واجب ہے اگرچہ
دونون ہاتھہ ہون تو اوسکی مکان کی طہارت شرط ہے کذا فی الطحطاوی من الشامی ای الخبث لقوله تعالی وثیابك فطهر فهذه ومکانه
بالاولی لانها الزم کپڑے اور مکان کی طہارت شرط ہے یعنی نجاست حقیقی سے بدلیل قول حق تعالی وثیابک فطہر اور جبکہ کپڑون کو پاک کر

تو جب کپڑے پاک کرنے لازم ہوئے تو مصلی کے بدن اور مکان کا پاک ہونا بطریق اولے لازم ہوا اسواسطے کہ بدن اور مکان بہ نسبت کپڑوں کے زیادہ لازم ہیں اسواسطے کہ کپڑوں کا جدا ہو جانا متصور ہے برخلاف بدن اور مکان کے ہم اظہر یہ ہے کہ آیت کریمہ میں نماز کو ثیاب ملبوسہ مراد ہیں اور نجاست سے انکا پاک کرنا قول ہے جمیع فقہا کا اور اکثر مفسرین کا کذا فی المحیط اور وہی التفاسیر ہے کذا فی الطحاوی والرابع ستر عورتہ ووجوبہ عام ولو فی الخلوۃ علی الصحیح الا لغرض صحیح اور نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہے اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہے اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کیواسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہے چنانچہ رفع بول و براز یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال ہم ستر عورت غیر سے واجب ہے نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی لیکن ادب نہیں تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہے نہ اسفل سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی دوسرے کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہو گی کذا فی الطحاوی وللبس ثوب نجس فی غیر صلوۃ اور مسلمان کو ناپاک کپڑا پہننا جائز ہے اور حالت میں سوائے نماز کے وہی للرجل ما تحت سرتہ الی ما تحت رکبتیہ اور عورت یعنی مرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے دونو گھٹنوں کے نیچے تک ہم عورت کا لفظ نکلا ہے عور سے جو بمعنی نقصان اور عیب کے ہے تو شرمگاہ کو عورت کہا اسواسطے کہ اسکا کھولنا اور ظاہر کرنا عار اور قبیح اور عیب اور بیحیائی ہے کذا فی المحیط ثمہ وہیں عورت مرد کے مقابل کو کہتے ہیں فارسی میں زن اور ہندی میں لگائی اور جورو بولتے ہیں وشرط احمد ستر احد منکبیہ ایضا اور امام احمد بن حنبل نے ڈھکنا ایک کندہ کا بھی نماز میں شرط کیا ہے وعن مالک ہی القبل والدبر فقط اور امام مالک سے ایک روایت یہہ کہ عورت یعنی شرمگاہ فقط فرج اور مقعد ہے ہم امام اعظم کے مذہب میں شرمگاہ کی جو یہہ حد ہے کہ زیر ناف سے زیر زانو تک یہہ جوان کے حق میں ہے نہ صغیر کے حق میں کہ اسکا چھونا اور دیکھنا جائز ہے اور جوان میں حکم زانو کا خفیف تر ہے ران سے تو جو شخص پیا زانو کھولے ہوا سپر انکار نرمی سے کرنا چاہیے اور اگر اصرار کرتا ہو تو اس سے نزاع کرنا لائق نہیں اور جو اپنی ران کھولے ہوا سپر انکار درشتی اور سختی کے ساتھ کرنا چاہیے بدون ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو کذا فی الطحاوی وما ہو عورۃ منہ عورۃ من الامۃ ولو خنثی او مدبرۃ او مکاتبۃ او ام ولد مع ظہرہا وبطنہا اور جسقدر کہ مرد کا بدن شرمگاہ ہے اوتنا لونڈی کا بھی شرمگاہ ہے اوسکی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثی یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد ہو ہم مدبرہ وہ لونڈی ہے جسکو آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنیکے بعد تو آزاد ہے اور مکاتبہ وہ جسکو یہہ کہا ہو کہ اگر تو اتنا مال دے تو تو آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی جس کے آقا سے اولاد ہوئی ہو واما جنبہا فتبع لہما اور لونڈی کا پہلو اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا تابع ہے یعنی جسقدر پہلو پیٹ سے متصل ہے وہ پیٹ کا تابع اور جسقدر پیٹھ سے ملا ہے وہ پیٹھ کا تابع ہے یعنی اوسکی پہلو بھی شرمگاہ ہیں ولو اعتقہا مصلیۃ ان استترت کما قدرت صحت والا لا جنبقہا ولا علی المذہب اور اگر مولی نے لونڈی کو آزاد کیا نماز کی حالت میں اگر اوسنے اپنا بدن ڈھک لیا فورا جبکہ وہ قادر ہوئی تو نماز صحیح ہے اور اگر فورا باوجود قدرت بدن نہ چھپایا تو نماز درست نہوئی موے کے آزاد کرنیکا اوسنے جانا ہو یا نجانا ہو بنا بر مذہب درست کے ہم پردہ سازی سے اسقدر مراد ہے جسقدر وہ یعنی بیبی کو پردہ چاہیے اور استتار میں یہہ شرط ہے کہ بعمل قلیل ہو اور قبل ادائے رکن ہو اور اگر استتار سے عاجز ہوگی تو نماز باطل نہوگی قال ان صلیت صلوۃ صحیحۃ فانت حرۃ قبلہا فصلت بلا قناع ینبغی الغاء القبلیۃ لوقوع العتق کما نجوم فی الطلاق الدوری مولی نے کہا اپنی لونڈی سے کہ اگر تو صحیح نماز پڑھیگی تو تو آزاد ہے اوس نماز سے پہلے پس اوسنے بدون اوڑھنے کی نماز پڑھی تو قبلیت کا لغو کر دینا اور طلاق کا واقع ہونا لائق ہے چنانچہ فقہا نے قبلیت کے لغو کرنیکو طلاق دوری میں ترجیح دی ہے ہم یہہ مسئلہ روایت مذہب نہیں بلکہ صاحب بحر الرائق کی تجویز ہے طلاق دوری پر قیاس کرکے طلاق دوری کی یہہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دون تو تجکو تین طلاق ہیں قبل از طلاق پھر اوسنے بلا شرط طلاق دی تو شرط پائی گئی تو تین طلاقیں اس طلاق سے پہلے واقع ہونگی اور ان کا واقع ہونا یہہ چاہتا ہے کہ پچھلی طلاق واقع نہو کیونکہ تین طلاق کے بعد عورت محل طلاق نہیں رہتی تو جب ہمنے قبلیت کو لغو کر دیا تو ایسا ہو گیا کہ یا اوسنے یون کہا کہ اگر میں تجکو طلاق دون تو تجکو تین بار طلاق ہے تو ایک طلاق اوسکو واقع کرنے سے واقع ہوگئی اور دو طلاقیں تعلیق سے واقع ہونگی اور تیسری طلاق باطل ہو جاویگی عدم محل کے سبب سے ہو دولجرۃ ولو خنثی جمیع بدنہا

حتى شعرها النازل في الاصح اور حرہ یعنی بیبی کا تمام بدن شرمگاہ ہی جسکا چھپانا واجب ہی یہانتک کہ اوسکے لٹکتے بال بھی عورت ہین صحیح قول مین
اگرچہ مردہ خشتے پر ہم لیکن بالون کی قید اسواسطے لگائی کہ جو بال سر پر ہین وہ بالاتفاق عورت ہین خلا الوجہ والکفین فظہر الکف عورۃ علی
المذهب والقدمین علی المعتمد بی بی کا تمام بدن عورت ہی مگر اوسکا چہرہ اور دونون ہتھیلیان اور دونون قدم عورت نہین قول معتمد پر توپشت
کفدست کا چھپانا واجب ہی مذہب درست پر ہم اور اقوال معتمد یہہ ہین کہ پشت کفدست نماز مین عورت نہین اور بعضون نے کہا کہ وہ مطلقا عورت
نہین اور بعضون نے کہا کہ دونون قدم عورت ہین اور کسی نے اسکو صحیح بھی کہا ہی کذا فی الطحطاوی وصوتہا علی الراجح اور حرہ کی آواز عورت نہین
راجح قول پر ہم اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو بخوف فتنہ حرام ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسکو آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی
وذراعیہا علی المرجوح اور حرہ کی دونون کلائیان عورت نہین مرجوح یعنی ضعیف قول پر ہم یہہ ابو یوسف کا قول ہی اور اختیار شرح مختار مین اسکو
راجح کہا ہی لیکن مذہب راجح اور قوی یہہ ہے کہ کلائیان عورت ہین کذا فی الطحطاوی وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ
عورۃ بل لخوف الفتنۃ اور جوان عورت منع کیجاتی چہرہ کہولنے سے درمیان مردون کے نہ اسوجہ سے کہ چہرہ اوسکا عورت ہی بلکہ بخوف فتنہ منع
کا حکم ہی کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی باب الحظر یعنی مرد کو عورت کا چہرہ چہونا ممنوع
ہے اگرچہ شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چہونا سخت تر ہے نظر کرنے سے اور اسیواسطے شہوت کے چہونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہی چنانچہ باب الحظر
مین آویگا ولا یجوز النظر الیہ بشہوۃ کوجہ امرد فانہ یحرم النظر الی وجہہا ووجہ الامرد اذا شک فی الشہوۃ اما بدونہا
فیباح ولو جمیلا کما اعتمدہ الکمال اور جائز نہین نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف شہوت سے مانند چہرہ امرد کی یعنی بیریش لڑکے کی اسواسطے کہ حرام
ہے نظر کرنا عورت کے چہرہ کا اور امرد کے چہرہ کا جبکہ شہوت کا شک اور تردد ہو اور بدون شہوت کے تو نظر کرنا مباح ہی اگرچہ امرد خوبصورت ہو
چنانچہ اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے قال فحل النظر منوط بعدم خشیۃ الشہوۃ مع عدم العورۃ کہا کمال الدین نے تو
حلت نظر وابستہ بعدم خوف شہوت ہی ساتھہ اس امر کے کہ وہ محل وجوب الاستتار نہو یعنی جبکہ محل نظر وہ مقام نہو جسکا چھپانا چاہیئے اور شہوت کا خوف
نہو تو نظر کرنا حلال ہے ورنہ حلال نہین وفی السراج لا عورۃ للصغیر جدا ثم مادام لم یشتہ فقبل ودبر ثم تغلظ الی عشر سنین ثم کبالغ اور سراج الوہاج
مین ہی کہ نہایت صغیر کا بدن عورت نہین یعنی ڈہکنے کے لائق نہین پہر جب تک کہ وہ قابل خواہش کے نہین تو بول اور براز کی راہ چھپانے کے لائق ہے
پہر عورت غلیظہ ہوتی ہے دس برس تک یعنی بول و براز کا مقام مع گرد و نواح کے قابل چھپانے کے ہوجاتا ہے پہر دس برس کے بعد جوان کی مانند ہے
برہنگی کے چھپانے مین ہم نہایت صغیر سے مراد چار برس کا بچہ ہی لڑکا ہو یا لڑکی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن شیخہ وفی الاشباہ یدخل علی النساء
الی خمسۃ عشر سنۃ انتہی اور اشباہ مین ہی کہ اندر جاوے لڑکا عورتون مین فقط پندرہ برس کی عمر تک ہم یہہ اسصورت مین ہی کہ اوسکا بلوغ بجز عمر
کے ثابت نہو اور اگر احتلام وغیرہ سے اوسکا بلوغ ثابت ہوا ہو تو پندرہ برس سے پہلے بھی اوسکا عورتون مین جانا منع ہوگا اور جو عضو کہ عورت ہی
بدن مین ملا ہوا دیکہنا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ شارح کو خمس عشرۃ کہنا مناسب تہا اسلئے کہ لفظ
سنۃ مؤنث ہی ویمنع حتی انعقادہا کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ علی المعتمد اور منع کرتا ہی
نماز کو یہانتک کہ انعقاد نماز کو کہل جانا چوتہائی عضو کا بقدر ادا کرنے رکن کے بدون فعل مصلی کے عورت غلیظہ یا خفیفہ سے معتمد قول پر ہم کشف ربع
عورت مانع انعقاد نماز اسوقت ہوگا جبکہ تکبیر تحریمہ کی حالت مین ہو اگرچہ اداے رکن سے کم مدت ہو اور اداے رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے
اور اگر کشف عورت بفعل مصلی ہوگا تو فی الحال نماز فاسد ہوجائیگی اگرچہ کمتر ہو اداے رکن کی مقدار سے والغلیظۃ قبل ودبر وما حولہما و
الخفیفۃ ما عدا ذلک من الرجل والمرأۃ اور عورت غلیظہ مرد اور عورت مین بول اور براز کا محل ہی اور جو مکان کہ ان دونون کے آس پاس ہے
اور عورت خفیفہ وہ ہی جو اوسکے سوا ہو ویجمع بالاجزاء لو فی عضو واحد اور چند جگہ سے کہلی ہوئی برہنگی جمع کیجائیگی اجزا سے اگر ایک عضو مین

ہو ھ اجزا سے مراد کسور حسابیہ ہیں مثلاً پانچواں اور چھٹا اور آٹھواں حصہ تو اگر مثلاً ران ایک جگہ سے آٹھواں حصہ اور دوسری جگہ سے بھی کھلی ہو تو دونوں کو جمع کرینگے تو چہارم حصہ ٹھہریگا اور نماز کا مانع ہوگا اور اگر جمع کرنے سے اوس عضو کا چہارم نہوگا تو مانع نماز کا نہوگا وَاِنْ کَانَ فِی اَعْضَاءٍ اگر عورت مکشوفہ متفرق ایک عضو میں نہیں بلکہ چند اعضا میں ہو تو وہ پیمائش سے جمع کیجائیگی نہ اجزا سے فَاِنْ بَلَغَ رُبْعَ اَدْنَاهَا اَیْ اَدْنَی الْاَعْضَاءِ مَنَعَ سو اگر کھلے اعضا میں سے کمتر عضو کے چہارم کو پیمائش پہنچ جائیگی چنانچہ کان تو یہہ کھل جانا نماز کا مانع ہوگا مثلاً سولہواں حصہ ران کا اور کچھہ کان عورت کا کھل گیا تو اوسکی نماز جائز نہوگی اسواسطے کہ دونوں کا مجموعہ کان کے چہارم سے زیادہ تر ہے اور یہی قول حق ہے برخلاف بحر الرائق کے کہ اوسمین مجموع اعضاء منکشفہ کے چہارم کو معتبر کہا ہے کذا فی الطحطاوی وَالشَّرْطُ سَتْرُهَا عَنْ غَیْرِهٖ وَلَوْ حُکْمًا کَمَکَانٍ مُظْلِمٍ اور شرط ہے ڈھکنا برہنگی کا غیر شخص کی اگرچہ ستر حکمی ہو چنانچہ نمازی ہو اندھیری مکان میں یعنی اگرچہ وہ مستور ہو باعتبار حس کے باینمعنی کہ وہ نظر نہیں آتا لیکن وہ حکم شرع میں مستور نہیں تو اوسپر چھپانا کپڑے وغیرہ سے واجب ہے کذا فی الحلبی لَا سَتْرُهَا عَنْ نَفْسِهٖ بِهٖ یُفْتٰی فَلَوْ رَاٰهَا مِنْ زِیْقِهٖ لَمْ تَفْسُدْ یعنی شرط نہیں چھپانا برہنگی کا اپنی ذات سے اسیکا فتوی دیا ہے پھر اگر نمازی نے شرمگاہ کو دیکھا اپنے گریبان کی راہ سے تو نماز فاسد نہوگی اگرچہ یہہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی وَعَادِمُ سَاتِرٍ لَا یَصِفُ مَا تَحْتَهٗ اور نہ پانیوالا اوس چھپانے والی چیز کا جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نکردے یعنی جسمین بدن نظر نہ آوے ہو عادم مبتدا ہے اوسکی خبر آگے آتی ہے یعنی یُصَلِّیْ قَاعِدًا ساتر میں یہہ قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایسا کپڑا ہے جس سے نیچے کا بدن معلوم ہوتا ہے چنانچہ باریک ململ یا جالی تو وہ بمنزلہ معدوم کے ہے وَلَا یَضُرُّ اِلْتِصَاقُهٗ وَتَشَکُّلُهٗ اور ضرر نہیں کرتا ساتر کا بدن میں چپٹنا اور عضو کی شکل پکڑنا یعنی نماز ایسی کپڑے سے درست ہو جائیگی وَلَوْ حَرِیْرًا اَوْ طِیْنًا یَبْقٰی اِلٰی تَمَامِ صَلٰوتِهٖ اَوْ مَاءً کَدِرًا اگرچہ ساتر شرمگاہ کا ریشمی کپڑا یا گیلی مٹی ہو جو پوری نماز تک بدن پر باقی رہے یا گندلا پانی ہو ھ اگرچہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے اور اوسکی ساتھہ نماز مکروہ لیکن اگر کوئی چیز ساتر نپاوے تو ریشمی سے بدن چھپاکر نماز پڑھے اور اوسکے ہوتے نماز برہنہ جائز نہیں لَا صَافِیًا اَیْ وَجَدَ غَیْرَهٗ نہ صاف پانی اگر اسکے سوا کوئی چیز ساتر پاوے یعنی صاف پانی میں بیٹھہ کر برہنہ آدمی نماز نہ پڑھے اگر دوسری چیز مل سکتی ہو اور اگر نہ ملی تو اوسی میں نماز واجب ہے بوجہ تھوڑا کھلنے کے کذا فی الطحطاوی وَهَلْ تَکْفِیْهِ الظُّلْمَةُ فِیْ مَجْمَعِ الْاَنْهُرِ بَحْثًا نَعَمْ فِی الْاِضْطِرَارِ لَا الْاِخْتِیَارِ سوال اور کیا برہنہ شخص کو اندھیرے میں نماز کفایت کرتی ہے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں بحث کر کے یوں جواب دیا ہے کہ ہاں اضطرار میں کافی ہے نہ اختیار میں ھ اس کلام کا کچھہ ثمرہ معلوم نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب ساتر مفقود ہوا تو ہر حال میں نماز پڑھے خواہ اندھیرا ہو یا روشنی اور شاید کہ اسمین اشارہ ہے بعضے مشائخ کے اس قول کا کہ برہنہ دنکو بیٹھکر نماز پڑھے اور رات کو کھڑے ہی نماز پڑھے اسواسطے کہ رات کا اندھیرا اوسکی شرمگاہ کا ساتر ہے کذا فی الطحطاوی فَیُصَلِّیْ قَاعِدًا کَمَا فِی الصَّلٰوةِ نہ پانیوالا کسی چیز ساتر کا نماز پڑھے بیٹھکر جیسی نماز میں بیٹھتے ہیں یعنی مرد بائیں پانوں پر بیٹھے داہنا پانوں کھڑا کرکے اور عورت سرین پر بیٹھے وَقِیْلَ مَادًّا رِجْلَیْهِ اور بعضوں نے کہا دونوں پانوں پھیلاکر بیٹھے ھ اور عورت غلیظہ پر ہاتھہ رکھ لے اور راجح پہلا قول ہے کہ اوسمین کثرت استتار ہے باوجود خالی ہونے کے قبلہ کیطرف پانوں پھیلانے سے جو بہتر نہیں کذا فی البحر مُوْمِیًا بِرُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ بیٹھکے نماز پڑھے رکوع اور سجود کا اشارہ کر کے تاکہ برہنگی نہ کھلے وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَاعِدًا بِرُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ وَقَائِمًا بِاِیْمَاءٍ اَوْ بِرُکُوْعٍ وَسُجُوْدٍ لِاَنَّ السَّتْرَ اَهَمُّ مِنْ اَدَاءِ الْاَرْکَانِ مدد و یعنی برہنہ شخص کو بیٹھہ کے رکوع سجود کا اشارہ کر کے نماز پڑھنا افضل ہے اوسکی نماز سے بیٹھہ کر رکوع اور سجود کرکے اور کھڑے ہوکر اشارہ سے یا رکوع سجود کرکے اسواسطے کہ شرمگاہ کا چھپانا زیادہ تر مقصود ہے ارکان کے ادا کرنے سے ھ اسواسطے کہ ستر عورت مطلقاً فرض ہے نماز اور غیر نماز میں اور ارکان یعنی قیام اور رکوع اور سجود نماز میں فرض ہیں وَلَوْ اُبِیْحَ لَهٗ ثَوْبٌ وَلَوْ بِاِعَارَةٍ ثَبَتَتْ قُدْرَتُهٗ هُوَ الْاَصَحُّ اگر برہنہ کو مباح کیا جاوے کپڑا اگرچہ اباحت بطور عاریت کے ہو تو اسکا قادر ہونا ساتر پر ثابت ہوگیا یہی قول صحیح تر ہے یعنی اب اگر برہنہ نماز پڑھیگا تو نماز جائز نہوگی وَلَوْ وُعِدَ بِهٖ یَنْتَظِرُ مَا لَمْ یَخَفْ فَوْتَ الْوَقْتِ هُوَ الظَّاهِرُ کَرَاجِیْ مَاءٍ وَثَوْبٍ وَطَهَارَةِ مَکَانٍ اور اگر اباحت یا عاریت کا کوئی شخص اس سے وعدہ کرے تو اوسکا انتظار کرے جبتک فوت وقت کا خوف نہو یہی قول ظاہر ہے جیسے مثلاً کوئی پانی یا کپڑے یا طہارت مکان کا امیدوار ھ یعنی اگر مکان نجس میں مثلاً قید ہو اور توقع قوی وہاں سے

بکنے کی ہو تو نماز مین تاخیر کری جبتک کہ فوت وقت کا خوف ہو وھل یلزمہ الشراء بثمن مثلہ ینبغی ذلک سوال اور کیا برہنہ شخص کو لازم اور ضرور ہی خرید کرنا کپڑی کا اوسکی برابر قیمت سی جواب لائق یہہ ہی کہ خریدنا ضرور ہو ھم یہہ بحث ہی صاحب بحرالرائق کی مذہب کی سعایت نہین ولو وجد ما

اے ساترا کلہ نجس لیس بالصلوٰۃ فیہ لم یصل عریانا فانہ لا یستتر بہ فیما ذکرہ الولوالجی وامل من مزیدہ طاھر

ندب صلوتہ فیہ وجاز الایماء کما مر اور جو پایا برہنہ نے وہ ساتر کہ اوسکا کل نجاست سے گندہ سو ناپاک ہو اصلی ناپاک نہین اصلی ناپاک جیسے مردار کی کہال جسکی دباغت نہین ہوئی تو یہہ شخص ستر عورت نکرے اس اصلی ناپاک سی نماز مین بالاتفاق بلکہ خارج نماز کے اوس سی شرمگاہ چہپاوی ایسا ذکر کیا ہے علامہ ولوالجی محشی نے اور جسنے پایا ایسا ساتر پایا جو چوتہائی سی کمتر پاک ہو تو اوسکو اوسمین نماز پڑہنا مستحب ہو اور جائز ہو برہنہ نماز پڑہنا اشارہ سے جیسا کہ نماز پڑہنا قبلہ کیا وحتم محمد لبسہ واستحسنہ فی الاسرار وبہ قالت الثلٰثۃ اور محمد بن حسن نے اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہو یا چہارم سے کمتر طاہر ہے پہننا لازم کیا ہو مستحب اور اسرار مین اس قول کو اچہا سمجہا ہو اور یہی قول ہے آئمہ ثلٰثہ کا ولو کان ربعہ طاھرا صلی فیہ حتما اذ الربع کالکل اور اگر ساتر کا چوتہائی حصہ پاک ہو تو اوسی ساتر مین بالضرور نماز پڑہے اسواسطے کہ چہارم کل کی برابر ہو یعنی چوتہائی کا حکم کل کا سا ہی مثلا محرم کو چوتہائی سر کا منڈانا کل کی برابر ہو اور چوتہائی برہنگی کا کہلنا نماز کا مانع ہو کذا فی الشامی وھذا اذا لم یجد ما یزیل النجاسۃ او یقللھا اور یہہ حکم مذکور اوسوقت ہو جبکہ نپاوی وہ اوس چیز کو جو نجاست کو دور کردی یا اوسکو کم کرڈالے یعنی اگر مزیل نجاست پاوی تو ازالہ واجب ہو کذا فی البحر فیتحتم لبس اقل ثوبیہ نجاسۃ جب تقلیل نجاست کا حکم ہوا تو لازم ہو نماز مین پہننا اپنی دونون ناپاک کپڑون سی اوس کپڑی کا جسکی نجاست کمتر ہو دوسری سی والضابطۃ ان من ابتلی ببلیتین فان تساویا خیر وان اختلفا اختار الاخف اور قاعدہ کلیہ اس مسئلہ کا یہہ ہو کہ جو شخص مبتلا ہو دو بلاؤن مین مثلا دو ناپاک کپڑون مین سو اگر دونون برابر ہون منع نماز مین تو اوسکو اختیار ہو جسکو چاہی اوسکو لے اور اگر دونون مختلف ہین یعنی ایک بلا کم ہو اور دوسری زیادہ تو وہ ہلکی کو اختیار کرے ھم مثلا زخمی اگر سجدہ کرتا ہو تو زخم سیلان کرتا ہو اور نہین تو نہین تو وہ بیٹہکر اشارہ سے نماز پڑہے اسواسطے کہ ترک سجدہ ہلکا ہو بےوضو ہونے کے ساتہہ نماز سے اور ترک سجدہ حالت اختیار مین بہی کرسکتا ہو مثلا سواری پر نماز نفل اشارہ سے درست ہو تو حالت ضرر مین ترک سجدہ کا مضائقہ نہین کذا فی البحر ولو وجدت

الحرۃ البالغۃ ساترا یستر بدنھا مع ربع راسھا یجب سترھا فلو ترکت ستر راسھا اعادت بخلاف المراھقۃ لا نہا سقط بعذر الرق فبعذر الصبی اولیٰ اور اگر آزاد جوان عورت نے پایا ایسا ساتر جو ڈہکتا ہو اوسکی بدن کو اوسکو چوتہائی سر کے ساتہہ تو بدن اور چہارم سر کا ڈہکنا واجب یعنی فرض ہے دونون کا ڈہکنا تو اگر اپنی سر کا ڈہکنا چہوڑیگی تو نماز کا اعادہ کری برخلاف قریب البلوغ عورت کے یعنی اگر وہ بدون سر ڈہکنے کے نماز پڑہیگی تو اعادہ نماز کا ضرور نہین اسواسطے کہ سر کا ڈہکنا جبکہ ساقط ہو گیا لونڈی ہونے کے عذر سے تو لڑکپن کے عذر سے ساقط ہونا اولیٰ ہے ھم شارح کو علت بیان کرنا اس حدیث سے مناسب تہا کہ کوئی بالغ عورت نماز بدون سر ڈہانکی نہ پڑہے کیونکہ شارح کے قول سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن اعضا کا ڈہکنا لونڈی ہونے کی جہت سے ساقط ہو انکا ڈہکنا لڑکپن سے ساقط ہو حالانکہ یہہ کلیہ نہین کذا فی الشامی ولو کان کینشر اقل من ربع الراس لا یجب بل یندب اور اگر ساتر ڈہکتا ہو کمتر چوتہائی سر سے تو اوسکو ڈہکنا واجب نہین بلکہ مستحب ہو لیکن قولہ ولو وجد المکلف ما یستر بہ بعض العورۃ وجب استعمالہ ذکرہ الکمال زاد الحلبی وان قل یقتضی وجوبہ مطلقا فتامل لیکن مصنف کا یہہ قول اور اگر پاوے مکلف وہ چیز جس سے بعض برہنگی کو چہپاوے تو اوسکا استعمال واجب ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین حلبی شارح منیہ نے اتنا زیادہ کیا ہو وان قل یعنی اگرچہ وہ ساتر قلیل ہو چاہتا ہے ساتر کے استعمال کو مطلقا خواہ چوتہائی کا ساتر ہو یا کمتر کا سو تامل کرا ہی مخاطب ھم یعنی مصنف کے دونون قولون مین تناقض ہے پہلا قول یہہ ہو کہ چہارم سر سے کمتر کا ڈہکنا واجب نہین اور دوسرا قول یہہ ہو کہ بعض عورت کا ڈہکنا واجب ہو خواہ چہارم ہو یا کمتر حلبی محشی در المختار نے کہا کہ اگر کمال الدین کے کلام کو سر کے سوا محمول کیجئے

اسواسطی کہ سر کا عورت ہونا خفیف تر ہے باقی عورت سے اور یہی دلیل ہو کہ صلوٰۃ مراہقہ سر کہلی کی صحیح ہی ثواب تمام تر ہی باقی تر ہیگا ویستر
القبل والدبر اولًا اور ڈہکے پیشاب کی راہ کو اور پاخانہ کی راہ کو پہلے فان وجد ما یستر احدهما قیل یستر الدبر لانه افحش
فی الرکوع والسجود وقیل القبل لانه ... کما فی البحر بلا ترجیح پہر اگر پاوی وہ چیز جو ایک شرمگاہ کو چہپاوی بعضوں نے کہا دبر کو چہپاوی
اسواسطی کہ اوسکا کہلنا رکوع اور سجدہ مین فاحش تر اور قبیح تر ہو اور بعضوں نے کہا قبل کو چہپاوی یعنی اسلئے کہ وہ قبلہ رخ ہو اور کوئی عضو
اوسکی آڑ نہین جیسی سرین مقعد کا حجاب ہین کذا فی الشامی نقل کیا ہی دونون قولونکو بحر الرائق مین بدون ترجیح کے وفی النهر الظاهر
ان الخلاف فی الاولویة والتعلیل یفید انه لو صلی بالایماء تعین ستر القبل ثم فخذ ثم بطن المرأة وظهرها ثم الرکبة ثم الباقی
علی السواء اور نهر الفائق مین ہے کہ ظاہرا دونون قولون کا خلاف اولی ہونے مین ہی اور تعلیل یعنی کشف دبر کا قبیح ہونا رکوع اور سجود مین
اسکا مفید ہی کہ اگر بدون رکوع اور سجود کے اشارہ سے نماز پڑہی تو قبل کا چہپانا متعین ہوگا پہر اسکے بعد ران کا پہر عورت کے پیٹ اور پیٹہ کا
پہر زانو کا پہر باقی بدن ... برابر ہی ہم ران وغیرہ کا ذکر حلبی کے کلام سے ہی نہ نهر الفائق سے یعنی اگر زیادہ ہو کپڑا تو قبل کے بعد ران کو پہر عورت
اپنے پیٹ اور پیٹہ کو پہر زانو کو چہپاوے ہی کذا فی الطحطاوی واذا لم یجد المکلف المسافر ما یزیل به نجاسة او یقللها لبعد میلا او
لعطش صلی معها او عاریا ولا اعادة علیه اور اگر عاقل بالغ مسافر نپاوی وہ چیز جس سے نجاست کو دور کرے یا اوسکو کم کر ڈالے
بسبب دور ہونے ... ایک میل یا پیاس کے سبب سے تو نماز پڑہے نجاست کے ساتھہ یا برہنہ ہوکر اور اوسپر اعادہ نماز کا نہین وینبغی
لزومها لو العجز ... بفعل العباد کما مر فی التیمم اور لزوم اعادہ نماز لائق ہے اگر عاجز ہونا مزیل نجاست اور ساتر
بندون کے فعل سے ... جیسا کہ تیمم مین اوپر گذر چکا ہم یہہ بحث ہی صاحب بحر الرائق کی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکہا ہی ثم هذا
للمسافر لانه ... وان لم یکن فهستانی پہر معلوم کر کہ یہہ نماز کا برہنہ جائز ہونا مسافر کے حق مین ہی اسلئے کہ
مقیم کیواسطی ... اگرچہ ساتر کا وہ مالک نہو چنانچہ قہستانی مین ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ اس حکم کی تخصیص مقیم کے ساتھہ بلا
وجہ ہی والخامس النیة بالاجماع اور پانچوین شرط نماز کی نیت یعنی پختہ ارادہ ہی بدلیل اجماع و اتفاق ہم یعنی اشتراط نیت کی دلیل
اجماع ہے نہ یہہ آیت وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین سواسطی کہ عبادت سے یہان توحید مراد ہی تو یہہ اخلاص یعنی خلوص ارادہ
ونیت اس آیت سے ... عبادت مین اور یہہ حدیث بہی دلیل نہین ہے کہ انما الاعمال بالنیات اسواسطی کہ اسمین تو نیت کا ثواب مراد ہے
اور صحت سے ... نہین کذا فی الطحطاوی وهی الارادة المرجحة لاحد المتساویین اور نیت ارادہ ہی ترجیح دینی والا ایک چیز کا دو برابر
چیزون سے ہم دو چیزین برابر جیسا کہ کرنا اور نکرنا افعال اختیاریہ کا مثلا نماز پڑہنا اور نہ پڑہنا دونون برابر ہین کہ بذات خود نہ فعل اسکا
لازم اور محال ہے نہ ترک اسکا پہر جبکہ ارادہ متعلق ہوا فعل سے تو نماز واقع ہوئی تو ترجیح فعل کی ترک پر صرف ارادہ سے ہوئی اسی
ارادہ مرجحہ کو نیت کہتی ہین طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہین بلکہ عبارت ہی اس ارادہ فعل سے جو فعل کے ساتھہ ہو اور علم
مین اس سے پہلے ہوا ہے ارادة الصلاة لله تعالی علی الخلوص یعنی نماز کا ارادہ خالص الله تعالی کیواسطی ہم شارح نے اشارہ
کیا کہ الارادة کا الف لام عہد کا ہی یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہین بلکہ یہان ارادہ نماز کا مراد ہی خلوص کے ساتھہ یعنی الله تعالی کے ساتھہ
کسیکو شریک نکرے عبادت مین نہ شرک جلی مشرکونکی مانند نہ شرک خفی ریاکارون کی طور پر لا مطلق العلم فی الاصح الا تری ان من علم الکفر
لا یکفر ولو نواه یکفر نیت عبارت ہی ارادہ مذکورہ سے نہ مطلق دانست سے صحیح تر قول مین کیا تو نہین دیکہتا کہ جسنے کفر کو جانا وہ کافر نہین ہوتا
اور اگر کفر کی نیت کی تو کافر ہو جاتا ہی ہم نیز امام عبد الواحد کا یہہ قول ہی کہ نیت دانست کا نام ہی حالانکہ دونون کے مفہوم متباین ہین ارادہ کو
علم یعنی دانست لازم ہی اور دانست کو ارادہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی والمعتبر فیها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذکر

بِاللسانِ وان خالف القلب لانہ کلام لا نیۃ اور نیت مین معتبر دل کا عمل ہے جسکو ارادہ لازم ہو تو کچھ اعتبار نہین زبان کے ذکر کا
اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اسواسطے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہین ہے ہم جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ
ضرر نہین مثلاً دلمین ارادہ ہو ظہر کا اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے اور عدد رکعات مین خطار قلبی بھی مضرت نہین کرتی اسواسطے کہ
تعیین عدد و شرط نہین تو اسکی خطا بھی مضر نہین کذا فی الاشباہ الا اذا عجز عن احضارہ لھموم اصابتہ فیکفیہ اللسان مجتبی مگر جبکہ
آدمی عاجز ہوا دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اوسکو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے کذا
فی المجتبی وھو ای عمل القلب ان یعلم عند الارادۃ بداھۃ بلا تامل ای صلوۃ یصلی فلو لم یعلم الا بتامل لم یجز اور وہ یعنے
دل کا عمل یہہ ہی کہ جانے آدمی نماز کیوقت فوراً بدون غور اور تامل کے کہ کونسی نماز پڑھتا ہی سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز
نہین ہم یہہ استحضار فقط نیت کیوقت شرط ہی تمام نماز مین شرط نہین یعنی اگر اثنا نماز مین نہوگا تو کچھ حرج نہین اور اسمین کسیکو اختلاف نہین کذا فی الطحطاوی
مختصراً والتلفظ عند الارادۃ بھا مستحب ھو المختار اور ارادہ نماز کیوقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہی یہی قول مختار ہی ویکون بلفظ
الماضی ولو فارسیا لانہ الاغلب فی الانشاءات وتصح بالحال قھستانی اور ہووے زبان سے کہنا ماضی کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ
گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اگرچہ فارسی بولی مین ہو اسواسطے کہ ماضی کا لفظ اکثر مستعمل ہی انشاءات مین یعنی اُن الفاظ مین جو ایجاد اشیا مین
بولے جاتے ہین چنانچہ معاملات مین اور صحیح ہے نیت کرنا حال کے لفظ کے ساتھہ جو زمانہ موجود پر دلالت کرتا ہی کذا فی القہستانی شرح النقایہ
لفظ حال سے صیغہ مضارع کا مراد ہے جسمین لفظ حال مقصود ہو نہ استقبال اسواسطے کہ ارادہ استقبال ہو وعدہ ٹھہریگا نہ وقوع تو عربی مین نیت بلفظ
ماضی اسطرح ہے کہ نویت ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نیت کردم کہ نماز فجر گذارم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی مین نے نیت کی
اور بلفظ حال اسطرح کہ ارید ان اصلی الفجر اور فارسی مین یون کہ نماز فجر را نیت میکنم اور ہندی مین یون کہ نماز فجر کی نیت کرتا ہون وقیل
سنۃ دائمۃ یعنی احبہ او سنہ علماؤنا اذ لم ینقل عن المصطفی ولا الصحابۃ ولا التابعین بل قیل بدعۃ اور بعضون نے کہا کہ زبان سے
نیت کرنا سنت موکدہ دائم العمل ہی یعنی یہان سنت سے مراد یہہ ہی کہ پسند کیا ہی اوسکو یا اوسکو طریقہ قرار دیا ہی ہمارے عالمون نے سنت شرعی یہان مراد نہین اسلئے
کہ زبان سے نیت کرنا جناب مصطفی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور اصحاب اور تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہین بلکہ بعضی عالمون نے اوسکو بدعت کہا ہی ہم
بدعت سے یہان بدعت حسنہ مراد بقول معتمد ہی نہ بدعت سیئہ بحر الرائق مین کہا کہ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہی اطمینان کے سبب سے اور وجہ سے یعنی
انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہی اور زبان کی کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت ہو جاتی ہی اسلئے زبان سے کہنا مستحسن ہوا کذا فی الطحطاوی وفی المحیط انہ
یقول اللھم انی ارید ان اصلی صلوۃ کذا فیسرھا لی وتقبلھا منی وسیجیء فی الحج اور محیط مین ہی کہ نماز کا پڑھنے والا یون کہے کہ اے اللہ مین ارادہ
کرتا ہون فلانی نماز کے پڑھنے کا سو اوسکو میرے لئے آسان کردے اور میری طرف سے اوسکو قبول کر اور عنقریب اسکا بیان کتاب الحج مین آویگا ہم یہہ بیان
ہی نیت کی بلفظ حال نہر الفائق مین کہا کہ اکثر علما نے کہا ہی کہ یہہ نیت حج کیواسطے مخصوص ہی اسواسطے کہ حج زمانہ دراز مین ادا ہوتا ہی اور اوسمین مشقتین
بہت ہوتی ہین برخلاف نماز کے کذا فی الطحطاوی وجاز تقدیمھا علی التکبیرۃ ولو قبل الوقت اور جائز ہے مقدم کرنا نیت کا تکبیر تحریمہ پر اگرچہ
تقدیم نیت کی نماز کیوقت سے پہلے ہو ہم اور نماز کی مانند جمیع عبادات پر تقدیم نیت کی جائز ہی صحیح قول مین وفی البدائع خرج من منزلہ یرید الجماعۃ
فلما انتھی الی الامام کبر ولم تحضرہ النیۃ جاز ومفادہ جواز تقدیم نیۃ الاقتداء ایضا طحطاوی اور بدائع مین ہی کہ ایک شخص نکلا اپنے گہر سے جماعت
کی نماز کے قصد سے پہر جب امام تک پہنچا تو اوسنے تکبیر تحریمہ کی اور نیت اقتدا کی اوسکو اوسوقت حاضر نہوئی تو جائز ہی اور بدایع کے اس کلام سے مستفاد ہوا
ہے کہ نیت اقتدا کی بہی تقدیم جائز ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لیکن قہستانی مین ہی کہ نیت اقتدا کی تقدیم امام کی تحریمہ پر صحیح نہین عالم کو تعجب
بینھما قاطعھا من عمل غیر لائق بھا لو تقدیم نیت کی جائز ہے جبکہ نیت اور نماز کے درمیان کوئی عمل قطع کرنیوالا نیت کا جو نماز کے

مناسب نہین ہی پایا جاتا ہی ھ عمل قاطع نیت چنانچہ کہانا اور پینا اور کلڑی خرید کرنا کذا فی البحر وھو کل ما یمنع البناء اور وہ یعنی عمل غیر مناسب
نماز وہ عمل ہے جو بنا ر نماز کا مانع ہے ھ اگر اثناء نماز مین نمازی کا وضو جاتا رہے تو وہ چپ چاپ جاوے اور دوسرا وضو کر کے بقیہ نماز
پڑھے اس بقیہ کے پڑھنے کو بنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ چلنا اور وضو کرنا قاطع نیت نہوگا کیونکہ یہہ دونون کام نماز کے اندر قاطع نیت نہین
ہوتے تو نماز کے خارج بطریق اولی قاطع نہونگے وشرط الشافعی قرانها فینبغ عندنا اور امام شافعی نے نیت کا متصل کرنا تحریمہ کے ساتھ
شرط کیا ہی تو نیت کا ملانا تحریمہ کے ساتھ ہمارے نزدیک مستحب ہے ھ اسواسطے کہ محل اختلاف سے بچنا مستحب ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قران شرط نہین
ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب وجوّزه الكرخي الى الركوع اور اُس نیت کا اعتبار نہین جو تحریمہ کے بعد ہو بنا بر صحیح مذہب کے اور
کرخی نے رکوع تک تاخیر نیت کو جائز رکھا ہی ھ شامی نے کہا کہ رکوع وغیرہ کی تصریح کرخی نے نہین کی بلکہ علمانے اونکے مذہب کے بموجب تاخیر کا جواز نکالا
ہے کسی نے ثنا تک کسی نے رکوع تک کسی نے قعدہ تک ویکفی مطلق نیة الصلوة وان لم یقل لله تعالى لنفل وسنة راتبة وتراويح على المعتمد
اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع اور کفایت کرتی ہے مطلق نیت نماز کی نفل اور سنت موکدہ اور تراویح کیواسطے معتمد قول پر اگرچہ اوسنے نکہا ہو کہ
اللہ تعالی کیواسطے نیت کرتا ہون اسلئے کہ نفل اور سنت اور تراویح کا متعین ہونا ثابت ہوجاتا ہی اونکے واقع ہونیسے شروع کرنے کیوقت ھ یعنی یون کہنا
یا ارادہ کرنا کہ نیت کرتا ہون نفل کی یا سنت فجر کی مثلا یا تراویح کی ضرور نہین بلکہ بلا قید نیت کرنا کافی ہے پھر جبکہ فجر کیوقت مطلق نیت سے نماز پڑھیگا تو
سنت کا تعین حاصل ہوگا و قوله وان لم یقل لله شبه بیان ہی اطلاق نیت کا والتعیین احوط اور نفل یا سنت کا متعین کرلینا احوط ہی یعنی تعیین میں زیادہ
تر احتیاط ہے اسواسطے کہ اطلاق اور تعیین کی تصحیح مین اختلاف ہی کذا فی البحر ولا بد من التعیین عند النیة فلو جهل الفرضیة لم یجز اور فرض
نماز مین متعین کرلینا نیت کیوقت ضرور ہی تو اگر نماز کے فرض ہونے سے ناواقف ہوگا تو نماز اوسکی جائز نہوگی ھ ایک شخص پانچ وقت کی فرض نماز
پڑھتا ہی لیکن اونکا فرض ہونا نہین جانتا ہی تو اوسکی نماز جائز نہین اوسپر قضا کرنا واجب ہے کیونکہ اوسنے فرض معین کی نیت نہین کی کذا فی الخلاصہ
ولو علم ولم یمیز الفرض من غیره ان نوی الفرض فی الكل جاز ت اور اگر اوسنے بعضی نماز ونکو فرض اور بعض کو نفل جانا اور جدا نکیا فرض
کو غیر فرض سے تو اگر سب نمازونمین فرض کی نیت کی تو جائز ہے یعنی بقدر فرض کے فرض ہوگی اور باقی نفل وکذا لو ام غیره فیما لا سنة قبلها
اور اسیطرح نماز جائز ہے اگر غیر ممیز نے غیر شخص کی امامت کی فرض کی نیت سے اوس نماز مین جسکے پہلے سنت نہین ہے ھ یعنی جو شخص فرض اور
نفل کو ممتاز نہین کرتا وہ غیر کی امامت کرے فرض کی نیت سے مغرب یا عصر اور عشا مین جنکے پہلے سنت موکدہ نہین تو مقتدیون اور امام کی نماز
صحیح ہے اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ نمازی چھہ قسم ہین پہلی قسم وہ نمازی ہی جو فرض اور نفل نماز کو جانتا ہی یعنی جانتا ہی کہ فرض وہ ہی
جسکے کرنے مین ثواب اور نکرنے مین عذاب ہے اور سنت وہ ہی جسکے کرنیمین ثواب ہے اور نکرنیمین عذاب نہین سو اوسنے ظہر یا فجر کی نیت کی تو کافی
ہے ۲ وہ نمازی ہے جو فرض اور نفل کو جانتا ہے اور فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر یہہ نہین جانتا کہ فرض کسقدر ہی اور سنت کتنی اوسکی بھی نماز
درست ہی ۳ وہ نمازی ہے جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہی مگر فرض کے معنی نہین جانتا تو اوسکی نماز کفایت نہین کرتی ۴ وہ نمازی ہے جو
یہہ جانتا ہے کہ آدمی جو نماز پڑھتے ہین اونمین بعض نماز فرض ہے اور بعض نفل اور امتیاز نہین کرتا فرض اور نفل مین تو اوسکی نماز جائز نہین
اسواسطے کہ فرض مین نیت کا متعین کرنا شرط ہے اور بعضون نے کہا کہ اوسنے جو نماز کہ جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو درست ہی ۵
وہ نمازی ہے جسنے یہہ اعتقاد کیا کہ ہر نماز فرض ہے تو اوسکی نماز جائز ہی ۶ وہ نمازی ہی جو یہہ نہین جانتا ہی کہ خدا کی نماز بندہ پر فرض ہے
ولیکن وہ پنجگانہ نماز پڑھتا ہی اوسکی نماز جائز نہین ہی انتہی ملخصا فلو فرضا فلا بد من تعيينه كظهر وعصر قرنه باليوم او الوقت او لا هو الاصح یعنی
ضرور ہی نیت کی تعیین فرض کیواسطے اسطرح پر کہ وہ نماز ظہر کی ہے یا عصر کی خواہ ظہر یا عصر کے ساتھ دن اور وقت کو ملاوے یا نملاوے یہی قول
صحیح تر ہے ھ یعنی یون کہنا یا نیت کرنا کہ اصلی ظہر الیوم یا ظہر الوقت یعنی آجکی ظہر یا اسوقت کی ظہر ادا کرتا ہون کچھ ضرور نہین فقط ظہر یا عصر

کی نیت کرنا بلا اضافت کافی ہے اصح قول مین اسواسطے کہ وہ وقت فوات کیسبب سے اسکو متعین ہو گیا ہے **ولو الفرض قضاءً** نیت فرض کی تعیین کی ضرور ہے اگرچہ
فرض قضا ہو **لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد** لیکن قضا کا پڑھنے والا معین کرے فلانے دن کی ظہر یا عصر کو بنا بر قول معتمد کے ہے یعنی قضا مین
فقط ظہر یا عصر کا کہنا کفایت نہین کرتا بلکہ معتمد قول یہہ ہے کہ کہے کہ فلانے دن کی ظہر پڑھتا ہون خواہ کثرت فوائت سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو یا نہوئی
ہو اور غیر معتمد قول یہہ ہے کہ نیت تعیین کی کثرت فوائت سے ساقط ہے کذا فی الطحطاوی **والاسہل نیۃ اول ظہر علیہ او اٰخر ظہر** اور تعیین نیت مین
در صورت بہت سی قضا نمازون کے آسان تر طریقہ یہہ ہے کہ کہے کہ مین نیت کرتا ہون پہلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے یا پچھلی ظہر کی جو مجھپر واجب ہے ہم
آسانی کیوجہہ اس نیت مین یہہ ہے کہ شاید تاریخ اور دن قضا کے یاد نہون **وفی القہستانی عن المنیۃ لا یشترط ذلک فی الاصح وسیجیء اٰخر الکتاب**
اور قہستانی مین منیۃ المصلے سے منقول ہے کہ قضا مین معین کرنا نیت کا شرط نہین صحیح تر قول مین اور اس مسئلہ کا ذکر آخر کتاب مین یعنی مسائل شتی مین آویگا
والواجب انہ وتر او نذر او سجود تلاوۃ اور ضرور ہے نیت کا معین کرنا واجب نماز کیواسطے اسطرح کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا سجدہ
تلاوت کا ہے وتر کی تعیین ضرور ہے لیکن اوسکو واجب یا سنت کہنا لازم نہین کیونکہ اسمین اختلاف ہے اور نذر نماز مین یون کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہون جو شفا
کیواسطے یا فلانی حاجت کیواسطے مین نے نذر مانی تھی اسواسطے کہ تعیین نذر کی نہین بدون ذکر کرنے اوسکے اسباب کے کذا فی الطحطاوی **وکذا الشکر**
بخلاف سہو اور اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ شکر کی نیت کا بخلاف سجدہ سہو کے کہ اوسمین تعیین ضرور نہین ہے سجدہ شکر اور سجدہ سہو مین شارح سے
سہو واقع ہوا یون کہنا ٹھیک تہا وکذا السہو بخلاف شکر یعنی اسیطرح ضرور ہے معین کرنا سجدہ سہو کا نہ سجدہ شکر کا اسواسطے کہ سجدہ سہو کا واجب ہے اور
سجدہ شکر کا نفل ہے حالانکہ نفل مین تعیین نیت ضرور نہین یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی کہ تعیین نیت سہو مین واجب ہے نہ شکر مین کذا فی الطحطاوی
مختصراً **دون تعیین عدد رکعاتہ لحصولہا ضمنا فلا یضر الخطاء فی عددہا** ضرور نہین معین کرنا شمار رکعات
کا فرض اور واجب مین کیونکہ رکعات تو ضمنا حاصل ہین یعنی تعیین رکعات تو حق تعالی کیطرف سے حاصل ہو چکی اوسمین تو احتمال کمی بیشی کا
نہین تو عدد رکعات مین چوکنا کچھہ ضرر نہین کرتا یعنی جسکی تعیین ضرور نہین تو اوسمین خطا واقع ہونے سے کچھہ ضرر نہین تو اگر ظہر مین مثلاً تین رکعت کی
اور فجر مین چار رکعت کی نیت کی تو نماز جائز ہے **وینوی المقتدی المتابعۃ** اور نیت کرے امام کے پیچھے پڑھنے والا امام کے پیچھے ہونے کی یعنی
یون ارادہ کرے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہون **لم یقل ایضا لانہ لو نوی الاقتداء بالامام او الشروع فی صلوۃ الامام ولم یعین**
الصلوۃ صح فی الاصح وان لم یعلمہا لجعلہ نفسہ تبعا لصلوۃ الامام مصنف نے لفظ ایضا نہ کہا یعنی کنز وغیرہ کیطرح یون نہ کہا کہ علاوہ
نیت سابقہ کے مقتدی نیت متابعت کی بھی کرے اسلئے کہ اگر نمازی امام کی اقتدا کی نیت کرے یا امام کی نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور نماز کو معین
نکرے تو صحیح تر قول مین اقتدا درست ہو جائیگا گو مقتدی امام کی نماز کو نجانتا ہو کیونکہ اوسنے تو اپنے آپ کو امام کا تابع کر دیا ہے تو اوسکو اوسکی نماز
کے معین کرنے وغیرہ کی حاجت نہین ہے شامی نے کہا کہ تبعا لصلوۃ الامام کی جگہہ اگر شارح تبعا للامام کہتا تو بہتر تہا جیسے زیلعی نے کہا ہے
اسلئے مترجم نے دوسرے لفظ کا ترجمہ کیا **بخلاف ما لو نوی صلوۃ الامام وان انتظر تکبیرہ فی الاصح لعدم نیۃ الاقتداء** بخلاف
اس صورت کے کہ نیت کرے امام کی نماز کی اگرچہ اوسکے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے صحیح تر قول مین اور یہہ صورت حکم سابق کے خلاف ہے بسبب نہونے
اقتدا کی نیت کے ہے یعنی اسصورت مین اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت اقتدا مفقود ہے اسلئے کہ جب امام کی نماز کی نیت کی تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ اقتدا
کی نیت بھی کی ہو اسیطرح جب امام کی تکبیر کا انتظار کیا تو انتظار بھی کبھی اقتدا کے لئے ہوتا ہے اور کبھی عادت کیوجہ سے تو دونو صورتونمین شک کیوجہ سے
مقتدی نہوگا کذا فی الشامی **الا فی جمعۃ وجنازۃ وعید علی المختار لاختصاصہا بالجماعۃ** مگر جمعہ اور جنازہ اور عید کی نماز مین مذہب مختار پر
نیت اقتدا ضرور نہین اسلئے کہ یہہ نمازین جماعت کے ساتھہ مخصوص ہین یعنی تنہا نہین پڑہی جاتین تو جسوقت آدمی انکی نیت کریگا تو نیت اقتدا ضمنا
ثابت ہوگی **ولو نوی فرض الوقت مع بقائہ جاز** اور اگر نمازی نے فرض وقت کی نیت کی وقت کے باقی ہوتے ہوئے تو یہہ نیت کرنا جائز ہے یعنی

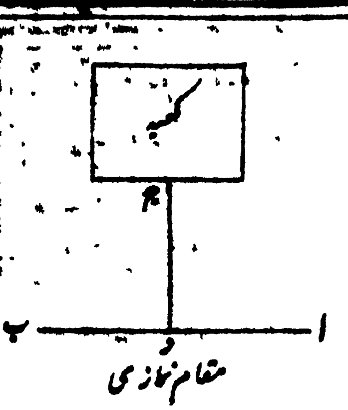
اگر نماز مین پیشتر یہہ نیت کرے کہ فرض وقت پڑہتا ہون تو اس نیت سے نماز درست ہوگی الا فی الجمعۃ فانہا بدل اگر جمعہ کی نماز مین فرض وقت کی
نیت سے جائز نہین اسلئے کہ جمعہ کی نماز عوض ہے اوس روز کے ظہر کا یعنی فرض وقت ظہر ہے نہ جمعہ الا ان یکون عندہ فی اعتقادہ انہا فرض الوقت
کما ہو رأی البعض فتصح مگر یہہ کہ نمازی کے عندیہ اور اعتقاد مین ہو کہ جمعہ فرض وقت ہے ظہر کا بدل نہین چنانچہ بعض فقہا کی تجویز یہی ہے تو اس صورت
مین جمعہ فرض وقت کی نیت سے درست ہوگا ولو نوی ظہر الوقت فلو مع بقائہ ای الوقت جاز ولو فی الجمعۃ اور اگر وقت کے ظہر کی مثلا نیت کی تو
اگر وقت کے باقی رہنے کے ساتھہ ہوگی تو جائز ہے اگرچہ جمعہ مین ہو م فیض الغفار شرح المختار مین ہے کہ اگر نیت وقت کے ظہر کی جمعہ کے سوا مین کریگا
تو اگر وقت کے اندر ہوگی تو درست ہے اس لئے شارح نے شرنبلالیہ کی تبعیت سے ولو فی الجمعہ کی قید لگائی تاکہ معلوم ہو کہ اس حکم مین جمعہ اور غیر جمعہ برابر
ہین کذا فی الشامی ملتقطا ولو مع عدمہ بان کان قد خرج وہو لا یعلمہ لا یصح فی الاصح اور اگر ظہر الوقت کی نیت وقت کے نہونیکے ساتھہ ہو یعنی
اس طرح کہ وقت نکل چکا ہو اور نمازی اوسکے نکلنے کو نجانتا ہو تو صحیح تر قول مین درست نہوگی م وقت کے نکلنے کو نہ جاننے کی قید اسلئے لگائی کہ اگر وقت کے نکلنے
کو جانکر ایسی نیت کریگا تو درست ہوگی کذا فی الشامی ومثلہ فرض الوقت اور ظہر الوقت کی مثل ہے حکم فرض الوقت کا یعنی اگر وقت کے نکلنے پر نیت وقت
کے فرض کی کریگا اور وقت کے گذر جانے کو نجانتا ہوگا تو یہہ بھی اول مسئلہ کیطرح صحیح تر قول مین درست نہوگی اور اشباہ مین جو درستی کا قول منقول ہے
وہ صحیح کے خلاف ہے کذا فی الشامی قالا والاولی نیۃ ظہر الیوم لجوازہ مطلقا لصحۃ القضاء بنیۃ الاداء وعکسہ ہو المختار م پس بہتر یہہ ہے کہ نیت آج کے
ظہر کی کرے واسطے اوسکے جائز ہونے کے ہر طرح سے یعنی اگرچہ بیچ وقت مین پڑہے یا وقت نکلگیا ہو بسبب درست ہونے قضا کے ادا کی نیت سے مثل اوسکے
عکس کے یعنی صحیح ہونے ادا کے قضا کی نیت سے یہی قول مختار ہے م یعنی اگر آج کے ظہر کی نیت ہوگی تو ہر چند وقت گذر بھی گیا ہوگا تب بھی وہ نماز اوس روز کے
ظہر کی ہوگی اور وقت کے ظہر کی نیت سے وقت نکلنے پر اوسوقت کا ظہر نہ ٹہریگا اور شارح نے جو یہہ کہا کہ بسبب درست ہونے قضا بہ نیت ادا اسکا مطلب یہہ
ہے کہ وقت نکل گیا ... پر اگر جہل مین ظہر الیوم کی نیت کریگا تو گویا قضا کو بہ نیت ادا پڑہیگا حالانکہ یہہ جائز ہے جیسے کوئی قیدی اٹکل سے رمضان کے
روزے رکہے اور پہر معلوم ہو کہ رمضان ہو چکا تہا تو اوسکو ... درست ہونگے مگر اس تعلیل مین یہہ خلل ہے کہ یہہ اوسیوقت بنتی ہے کہ نمازی ادا کی
نیت سے پڑہے اور اگر اوسکی نیت کچہہ نہو نہ ادا کی نہ قضا کی تو اوسوقت یہہ تعلیل نہ بنیگی کذا فی الطحطاوی وتمامہ فی الشامی والمصلی الجنازۃ ینوی الصلوۃ
للہ تعالی وینوی ایضا الدعاء للمیت اور جنازہ کی نماز پڑہنے والا نیت کرے نماز کی خاص اللہ تعالی کے لئے اور نیز دعا کی نیت کرے مردہ کیلئے
لانہ الواجب علیہ اسلئے کہ نیت نماز اور دعا نمازی پر واجب ہے م طحطاوی نے کہا کہ اگر مرجع ضمیر لانہ کا نماز و دعا دونو کی نیت ہو تو یہہ خلل رہیگا
کہ دعا جنازہ مین مسنون ہے واجب اسلئے حلبی نے مرجع ضمیر فقط صلوۃ قرار دیا ہے جو ینوی الصلوۃ سے سمجہا جاتا ہے اور شامی نے کہا کہ مرجع ضمیر نیت دعا
اس اعتبار سے ہے کہ نماز جنازہ خود دعا ہی ہے کیونکہ اوسمین قرات اور رکوع اور سجدہ اور تشہد نہین اور اسکا موید وہ قول ہے جو نتف مین مذکور ہے
کہ نماز جنازہ امام اعظم اور اونکے اصحاب کے قول مین درحقیقت دعا ہے نہ نماز فیقول اصلی للہ داعیا للمیت تو جنازہ کی نماز پڑہنے والا یون کہے کہ مین
نماز پڑہتا ہون اللہ تعالی کے لئے دعا کرنے والا مردہ کیلئے وان اشتبہ علیہ المیت ذکر ام انثی یقول نویت ان اصلی مع الامام علی من یصلی
علیہ الامام اور اگر میت نمازی پر مشتبہ ہو جاوے معلوم نہو کہ مرد ہے یا عورت تو وہ یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ نماز پڑہون امام کے ساتھہ جس شخص
پر کہ امام نماز پڑہتا ہے وافاد فی الاشباہ وبحثنا انہ لو نوی المیت الذکر فبان انہ انثی او عکسہ لم یجز اور اشباہ مین بحث کرکے یہہ افادہ
کیا ہے کہ اگر نیت کی مذکر مردہ کی پہر معلوم ہوا کہ وہ عورت ہے یا اسکا عکس کیا کہ مردہ عورت کی نیت کی پہر ظاہر ہوا کہ مرد ہے تو نماز درست نہوگی م وجہ عدم
جواز کی یہہ ہے کہ میت مثل امام کے ہے اوسکی تعیین مین چوکجانا ایسا ہی ہے جیسا امام کی تعیین مین چوکنا تو جیسے امام کی تعیین مین چوکنے سے نماز درست نہین ہوتی
ویسے ہی میت کے تعیین مین خطا ہونے سے درست نہوگی مثلا اگر نیت کی کہ زید پر نماز پڑہتا ہون پہر معلوم ہوا کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست نہوگی ہان اگر اشارہ
کرکے کہے کہ اس مردہ پر پڑہتا ہون جو زید ہے پہر ظاہر ہو کہ وہ عمرو ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ اشارہ کرنے سے نام مین خطا کرنا لغو ہو جاتا ہے کذا فی الشامی

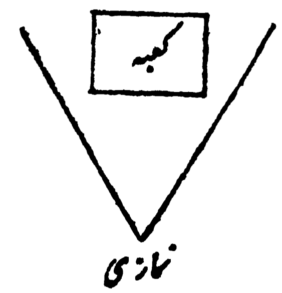
وانہ لا یضر التعیین علی المتوفی الا اذا بان انہ اکثر لعدم نیۃ الزائد اشباہ اور اشباہ مین یہہ بھی مذکور ہی کہ مردون کے عددون کا تعیین کرنا
ضرر نہین مگر جس صورتمین کہ ظاہر ہو کہ شمار اونکا نمازی کی تعیین سے زیادہ ہی بسبب پائی جانے نیت زائد از شمار کے یعنی اگر نمازی نے نیت دس
جنازونکی کی اور وہ درحقیقت دس ہین یا کمتر تو نماز درست ہوگی اور اگر گیارہ یا زیادہ ہونگے تو درست نہوگی کیونکہ جسقدر زیادہ ہین انکی
نیت نہین پائی گئی طحطاوی نے کہا کہ اسصورتمین دس کی جو نیت کی ہے انکی بھی درست نہوگی کیونکہ دس غیر معین کی نیت کی ہی تو ہر ہر جنازہ زائد ہو سکتا
ہے اور زائد نیت مین داخل نہین اسلیئے سبکی نماز باطل ہوگی والامام ینوی صلوتہ فقط اور امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے ہم یعنی کسیکے امام
ہونیکی نیت نکرے اسلیئے کہ وہ خاص اپنے حق مین تنہا پڑہنے والیکی طرح ہی اب یہان ایک وہم ہوتا ہی کہ امام کا حال مثل مقتدی کے ہونا چاہیئے
یعنی جیسے مقتدی کو نیت اقتدا شرط ہے ویسے ہی امام کو امامت کی نیت شرط ہونی چاہیئے اس وہم کو مصنف اور شارح نے آیندہ قول مین دفع
کیا ولا یشترط لصحۃ الاقتداء نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب عند اقتداء احد بہ لاقبلہ کما بحثہ فی الاشباہ لو امّ رجالا اور
مشروط نہین اقتدا کی درستی کے لئے امام کو مقتدی کی امامت کی نیت کرنی جس صورتمین کہ مردون کا امام ہو بلکہ ثواب جماعت کا حاصل کرنیکے لئے امامت
مقتدی کی نیت شرط ہی جبکہ کوئی امام کا اقتدا کرے نہ پیشتر اقتدا کے چنانچہ اسکو اشباہ مین بیان کیا ہی ہم یعنی اقتدا کے صحیح ہونیکے لئے یہہ ضرور نہین
کہ امام نیت امامت کی کرے بلکہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کو امامت کی نیت چاہیئے اور یہہ نیت اوسوقت ہو جب کوئی امام کا اقتدا کرے پہلے سے
یہہ بھی ضروری نہین اگرچہ پہلے سے نیت کر لینی بھی جائز ہے فلا یحنث فی لا یؤم احدا مالم ینو الامامۃ تو آدمی قسم مین جہوٹا نہوگا اگر
قسم مین کہ کسیکا امام نہ ہونگا جبتک کہ امامت کی نیت نکریگا ہم شارح نے یہہ مسئلہ اپنے اس قول پر متفرع کیا کہ صحت اقتدا کے لئے امام کو نیت امامت کی
ضروری نہین اور صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ ایک شخص نے قسم کہائی کہ مین کسیکی امامت نکرونگا پھر جب وہ نماز کو بدون نیت امامت کے کہڑا ہوا تو لوگ اوسکے
پیچھے نماز پڑہنے لگے پس اسصورتمین اوسکی قسم نہ ٹوٹیگی اسلیئے کہ قسم ٹوٹنے کی شرط یہہ تھی کہ امامت کا قصد کرتا اور یہہ شرط بدون نیت امامت کے موجود نہین
ہوئی اسلیئے قسم نہ ٹوٹی کذا فی الشامی بتصرف وان امّ نساء فان اقتدت بہ المرأۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوۃ جنازۃ فلا بدّ لصحۃ صلوتہا
من نیۃ امامتہا لئلا یلزم الفساد بالمحاذاۃ بلا التزام اور اگر نمازی عورتون کا امام ہو تو اگر کوئی عورت اوسکا اقتدا کسی مرد کی برابر کہڑے
ہوکر جنازہ کی نماز کے سوا مین کریگی تو اوس عورت کی نماز درست ہونیکے لئے اوسکی امامت کی نیت ضرور ہوگی تاکہ عورت کی برابری سے نماز کی خرابی بدون
لازم پکڑنے کے لازم نہ آوے ہم صلوۃ جنازہ کو اسلیئے استثنا کیا کہ اوسکے اندر نیت عورت کی امامت کی بالاتفاق شرط نہین اور محاذاۃ سے وہ برابری مراد
ہی جو ان شروط کے ساتھہ ہو جو آگے باب الامامۃ مین مذکور ہونگی اور التزام سے غرض نیت امامت ہی اور حاصل شارح کی تعلیل کا یہہ ہی کہ اگر عورت کا اقتدا
بدون نیت کے درست ہوجاوے تو امام پر خراب کرنا مرد کی نماز کا بدون لازم پکڑنے کے لازم آویگا یعنی اگر بالفرض عورت مرد کی برابر کہڑی ہوگئی
اور بدون نیت امامت کے اوسکا اقتدا صحیح ہوگیا تو چاہیئے کہ امام کی جہت سے اس مرد کی نماز فاسد ہوجاوے حالانکہ لازم آنا کسی چیز کا امام پر بدون
اوسکو لازم پکڑنے کے جائز نہین اسلیئے عورت کی اقتدا کے لئے نیت اوسکی امامت کی شرط ہوئی وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ فقیل یشترط
وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح خلاصۃ واشباہ اور اگر عورت نے محاذی مرد کے ہوکر اقتدا نکیا تو اسمین اختلاف ہی بعض نے
کہا کہ صحت اقتدا کے لئے نیت امامت کی شرط ہی اور بعضون نے کہا کہ شرط نہین جیسے جنازہ مین بالاتفاق شرط نہین اور جیسے جمعہ اور عید مین اصح قول پر شرط
نہین ہم جمعہ اور عید مین اصح کی قید اسلیئے لگائی کہ جمہور کے نزدیک ان دونون مین نیت امامت عورت کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ ان لم تحاذ احدا
تمت صلوتہا والا لا اور اس قول پر کہ عورت کی اقتدا کے لئے اوسکی امامت کی نیت شرط نہین یہہ ہی کہ اگر عورت کسیکی محاذی یعنی برابر یا آگے نہ ہوئی
ہوگی تب تو اوسکی نماز پوری ہوگی اور اگر کسیکے برابر ہوجائیگی یا برابر ہوگی تو اوسکا اقتدا باقی نرہیگا اور نماز تمام نہوگی ونیۃ استقبال القبلۃ لیست بشرط مطلقا
علی الراجح اور نیت قبلہ کیطرف منہ کرنیکی شرط نہین ہر حال مین یعنی خواہ نمازی کعبہ کے قریب ہو یا دور جنگل مین ہو یا مسجد مین برابر قول قوی سے

ھ مقابل قول قوی کا یہہ قول ضعیف ہو کہ چونکہ قریب شخص کے تو عین کعبہ کا سامنے ہونا فرض ہے بالاتفاق اور دور والے کو یہہ امر ممکن نہین مجبوراً کہ دلمین نیت کرے اسلئے دور والے کو نیت قبلہ کیطرف منہ کرنے کی شرط کی گئی فما قیل لو نوی بنآء الکعبۃ او المقام او محراب مسجدہ لم یجز مفرع علی القول الغیر الصحیح ترجمہ جو کسی نے کہا ہو کہ اگر نمازی عمارت کعبہ کی نیت کریگا یا مقام ابراہیم کی یا اپنی مسجد کی محراب کی تو درست نہو گی یہ مسئلہ قول ضعیف پر متفرع ہے ھ یعنی جو لوگ نیت قبلہ رخ ہونے کی شرط کہتے ہین اونکے نزدیک اگر کعبہ کے سوا اور طرف منہ کرنے کی نیت ہوگی تو درست نہوگی مثلاً نیت کعبہ کی عمارت کی جائز نہوگی اسلئے کہ کعبہ میدان خاص و ہوا کا نام ہی نہ عمارت کا اور مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کے بنانے کیوقت کھڑے ہوتے تھے اور محراب مسجد علامت سمت کعبہ کی ہی غرضکہ ان صورتون مین عین کعبہ کیطرف منہ کرنیکی نیت نہین پائی جاتی اسلئے اونکے نزدیک نماز بھی درست نہوگی اور یہہ قول ضعیف ہی اور قول قوی کے بموجب نماز درست ہوگی اسلئے کہ جب نیت کعبہ شرط نہین تو غیر کعبہ کی نیت سے کچھ نقصان نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً کتبہ

تعیین الامام فی صحۃ الاقتداء انما الیست بشرط جیسی نیت امام کی تعیین کی اقتدا کی درستی مین کہ وہ بھی شرط نہین فلو عینہ بہ بلسانہ زیداً فاذا ھو عمرو اگر امام کا اقتدا کیا اور اسکو زید سمجھکر پس وہ بکر نکلا تو اقتدا درست ہوگا اسلئے کہ اوسنے امام موجود کی اقتدا کی نیت کی تھی تو اب اگر اوس کا نام کچھہ اور سمجھہ لیا تو کیا نقصان ہی کیونکہ اعتبار نیت کا ہی نہ سمجھہ کا کذا فی الحلیہ الا اذا عینہ باسمہ فبان غیرہ مگر اسصورت مین اقتدا درست نہین کہ امام کو اوسکے نام سے معین کیا پھر کوئی غیر نکلا یعنی اقتدا مین امام موجود کی نیت نکی بلکہ اقتدا زید کی نیت کی خواہ اوسکا نام زبان سے کہا یا نکہا تو اب اگر وہ عمرو ہوگا تو اقتدا درست نہوگا کیونکہ نیت کا اعتبار ہی اور اوسنے امام حاضر کو غیر کی اقتدا کی نیت کی اسلئے صحیح نہوئی الا اذا عرفہ بمکانہ کالقائم فی المحراب او اشار کقولہ الامام الذی ھو زید مگر نام کے ساتھہ تعیین مین اوسوقت اقتدا درست ہوگا کہ امام کا پتا جگہہ سے بتادے مثلاً یون کہے کہ زید جو محراب مین کھڑا ہے یا اشارہ سے اوسکو بتادے کہ یہہ امام جو زید ہو تو اب اگر کوئی اور امام نکلیگا تو کچھہ مضائقہ نہین اسلئے کہ اشارہ کر دینے سے نام لینے کا اعتبار جاتا رہا کذا فی الشامی الا اذا اشار بصفۃ مختصۃ کھذا الشاب فاذا ھو شیخ فلا یصح ان اگر کسی صفت خاص سے اشارہ کریگا اور وہ صفت امام مین نپائی جائیگی تو اقتدا صحیح نہوگا مثلاً یون کہا کہ اس جوان کے پیچھے اور وہ بوڑہا ہی تو اقتدا صحیح نہین وبعکسہ یصح لان الشاب یدعی شیخا لعلمہ اور اسکے عکس مین اقتدا درست ہی یعنی اگر نیت کی کہ اس شیخ کے پیچھے اور وہ جوان نکلا تو اقتدا صحیح ہی کیونکہ جوان کو اوسکے علم کی جہت سے بوڑہا کہا کرتے ہین وفی المجتبی نوی ان لا یصلی الا خلف من ھو علی مذھبہ فاذا ھو غیرہ لم یجز اور مجتبی مین ہی کہ مقتدی نے نیت کی کہ اوسکے پیچھے نماز پڑہتا ہون جو میری طریق پر ہی اور پھر وہ اوس طریق کا نہ تہا تو اقتدا درست نہوگا ھ وجہ عدم جواز کی یہہ ہی کہ جب اوسنے اپنے مذہب کے امام کی نیت کی اور امام غیر مذہب کا نکلا تو گویا اوسنے امام معدوم کی اقتدا کی نیت کی کذا فی الشامی عن النہر فائدۃ یہہ ایک کام کی بات ہی ملکا کان الاحتساب التسمیۃ عندنا لم یتحقق ثواب الصلوۃ فی مسجدہ علیہ الصلوۃ والسلام بما کان فی زمنہ فلیحفظ چونکہ ہم حنفیون کے نزدیک اعتبار نام لینے کا ہی (یعنی اوس صورت مین کہ اشارہ نہو) اسلئے ثواب نماز کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف مین مخصوص اوس مقدار پر نہوگا جو آپکے عہد مبارک مین تھی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ یعنی یہہ جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین بہتر ہے ہزار نماز دن سے اوسکے سوا دوسری مسجد مین سوا مسجد حرام کے تو یہہ ہزار گنا ہونا نماز کا صرف اوسقدر مسجد پر مخصوص نہین جو حضرت کے وقت مبارک مین تھی بلکہ مسجد شریف مین جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ولید اور مہدی نے اضافہ کیا ہی اوس زیادہ کی ہوئی مین بھی ایک نماز ہزار کی برابر ہوگی اسلئے کہ حدیث مین میری مسجد ارشاد فرمایا ہی اور ظاہر ہے کہ جو مسجد اب موجود ہی وہ سب مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کہلاتی ہے تو بڑہی ہوئی مقدار مین بھی ثواب ہزار گنا ہوگا اور امام نووی نے اس ثواب خاص اوسی مقدار کے ساتھہ کیا ہی جو آپکے عہد مبارک مین تھی وہ یہہ فرماتے ہین کہ حدیث مین سوا نام لینے کے اشارہ بھی ہی کہ فی مسجدی ھذا فرمایا ہی یعنی میری اس مسجد مین جس سے جگہہ خاص جو اوس روز موجود تھی مراد ہی پس بڑہی ہوئی مقدار اوس مسجد مین شامل نہوگی اور اسکے داخل ہونے کو کوئی دلیل چاہیئے اور حنفیہ

روا ب وغیرہ جنکو بہ اشارہ جگہہ کے خاص کرنیکے لئے نہیں بلکہ اس شرف کے لئے کہ مسجد مدینہ مطہرہ کیسا اور مساجد جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب
ہیں وہ اس فضیلت مین داخل نہین کذا فی الشامی تبعاً للبحر والسادس من الشروط استقبال القبلة حقیقة او حکماً کالعاجز اور چھٹی شرط نماز کی کعبہ
کیطرف منہ کرنا ہے خواہ حقیقت مین ہو یا حکما ہو جیسے عاجز یعنی وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت سے قبلہ
رخ نہین ہوسکتا تو جس طرفکو مریض و خائف اپنا منہ کرسکتے ہین یا قبلہ کا نجاننے والا اٹکل سے کسیطرفکو قبلہ ٹھہراتا ہے وہ اونکا قبلہ حکمی ہے
والشرط حصوله لا طلبه اور شرط قبلہ رخ ہونا ہے نہ اوس کا طلب کرنا ہم یعنی شرط صرف اسقدر ہے کہ مقابلہ کعبہ کا پایا جاوے اس مقابلہ کا طلب
کرنا شرط نہین یعنی سین اور تے استقبال مین بمعنی طلب نہین ہان جس صورتمین کہ حصول قبلہ طلب پر موقوف ہو تو اوسوقت طلب شرط ہوگی کذا
فی الشامی من الحلیة وهو شرط زائد للابتلاء یسقط للعجز اور کعبہ کیطرف منہ کا ہونا ایک زائد شرط ہے بندون کے امتحان کے لئے ساقط ہوجاتی ہے
عاجزی کے سبب سے ہم زائد شرط ہو یعنی عبادت مین مقصود نہین اور امتحان سے یہہ مراد ہے کہ عاقل بالغ شخص جو خدا تعالی پر جہت کو محال جانتا ہے اوسکی
اصل پیدایش اسکی مقتضی ہے کہ نماز مین کسی خاص طرف کو منہ نکرے اسلئے اللہ تعالی نے مکلف بندونکو ایسی بات کا حکم کیا جو اونکی مقتضاے اصل
پیدایش کے خلاف ہو تاکہ امتحان کرے کہ کہنا مانتے ہین یا نہین کذا فی الحلبی حتی لو سجد للکعبة نفسها کفر یہانتک کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ
کریگا تو کافر ہوجائیگا ہم یعنی جب کعبہ کیطرف منہ کرنا شرط زائد ٹھہرا اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالی ہے تو عین کعبہ کو سجدہ کرنا کفر ہوگا کذا فی
الشامی فللمکی وکذا المدنی لثبوت قبلتها بالوحی اصابة عینها یعم المعاین وغیره لکن فی البحر انه ضعیف والاصح ان من بینه
وبینها حائل کالغائب واقره المصنف قائلا فالمراد بقوله فللمکی ای معاین الکعبة تو مکہ کے رہنے والے کا قبلہ اور ایسے ہی
حرم مدینہ کے باشندہ کا کیونکہ مدینہ کا قبلہ وحی سے ثابت ہوا ہے عین کعبہ کی سیدھ ہے یہہ قول متن کا عام ہے کعبہ کے دیکھنے والے کو یعنی سب
اہل مکہ اور مدینہ کو نماز مین عین کعبہ کی سیدھ پر نماز پڑھنی چاہیے شامی نے کہا کہ لام للمکی کا معنی علی ہے یعنی مکی پر واجب ہے سیدھ باندھنی کعبہ
کی مگر بحر الرائق مین ہے کہ یہہ قول ضعیف ہے اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ جس شخص کی اور کعبہ کے درمیان مین آڑ ہو مثل دیوار یا پہاڑ کے تو اسکا حال مثل غائب کے ہے
یعنی اوسکا قبلہ جہت کعبہ ہے نہ عین کعبہ اور ثابت رکھا ہے اس قولکو مصنف نے یہہ کہکر کہ مراد میرے قول فللمکی سے وہ مکہ کا رہنے والا ہے جو کعبہ کو دیکھتا ہو وغیرہ
ای غیر معاینها اصابة جهتها اور مکی کے سوا کا قبلہ یعنی اوس شخص کا جو کعبہ کو دیکھتا نہو سیدھ وہی کعبہ کی جہت کی بان یبقی شیء من سطح الوجه مسامتا
للکعبة او لهوائها بان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد خط علی زاویة قائمة الی الافق مارا علی الکعبة وخط
اخر یقطعه علی زاویتین قائمتین یمنة ویسرة منها یعنی کچھہ چہرہ کی سطح مقابل کعبے یا ہوا کے باقی رہے اسطرح کہ ہر شخص بعض شہرون مین حقیقت مین کعبہ کیطرف کو
منہ کئے ہو اوسکے چہرہ کی سیدھ سے ایک خط زاویہ قائمہ پر افق تک کعبہ پر گذرتا ہوا فرض کیا جاوے اور ایک دوسرا خط اوس خط کو دو زاویہ قائمہ پر اوس شخص
کے داہنے بائین قطع کرے تو یہہ خط دوسرا جو کعبہ کے مقابل ہوگا جہت کعبہ کی ہوگی کذا فی السنم ہم جہت کے معنی مین شارح نے اختصار کو کام فرمایا جس سے مراد
کا سمجھنا دشوار ہوگیا اسلئے تعریف جہت کی ایسی طرحپر کرنی جس سے مقصود معلوم ہوجاے ضروری ہے معراج مین جہت کی تعریف یہہ لکھی ہے کہ جہت کعبہ وہ طرف
ہے کہ جب آدمی اوسکی طرف منہ کرے تو کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا مقابل تحقیقاً ہوجاے یا تقریباً اور مقابلہ تحقیقی سے یہہ غرض ہے کہ اگر ایک خط اوسکے چہرہ کی سیدھ سے
افق پر عمود کھینچا جاے تو وہ کعبہ پر یا اوسکی ہوا پر گذرے اور تقریبی مقابلہ یہہ ہے کہ خط مذکور کعبہ یا اوسکی ہوا سے منحرف ہو مگر نہ اسقدر کہ اوس سے بالکل مقابلہ
جاتا رہے بلکہ تھوڑا سا حصہ چہرہ کی سطح کعبہ کے یا اوسکی ہوا کے مقابل باقی رہے اب جہت کے معلوم کرنیکے دو طریق ہین ایک وہ کہ شارح نے مختصر طور پر ذکر کیا جسکو
ہم شرح کرکے لکھتے ہین فرض کرو کہ نقطہ ج پر ایک نمازی ہے جسکی پیشانی سے اگر عمود افق پر نکالا جاتا ہے تو وہ کعبہ کی دیوار خواہ اوسکی ہوا پر نقطہ ح مین
ملاقی ہوتا ہے اس خط ج ح پر اگر ایک عمود نمازی کے داہنے بائین نکالو مثلاً آب تو خط آب جہت کعبہ کی ہوگی یعنی جو شخص اس خط پر ہوا اوسکا
چہرہ کسی جگہہ داہنے یا بائین ہو جائیگا تو وہ تقریباً مقابل کعبہ کا یا اوسکی ہوا کا ہوگا اسلئے کہ تھوڑے سے فاصلہ مین تھوڑا سا منہ داہنے بائین سرکنے سے مقابلہ





جاتا رہتا ہی اور جب فاصلہ زیادہ ہوتا ہی تو اوسیکی مناسب سرکنی سی مقابلہ جاتا ہے تھوڑا ہٹنا دہنی
یا بائین ہونے سی نہین جاتا مثلاً چاند جو لوگون سی بہت دور ہی تمام شہر کے آدمیون کو یکسان معلوم ہوتا
یعنے اگر ایک کے سر پر ایک جگہہ ہوگا تو اوسوقت سب شہر کے لوگونکو ہر جگہہ سر پر ہی معلوم ہوگا
اسیطرح کعبہ کا فاصلہ جب بہت دور ہوتا ہے تو مقابلہ تحقیقی کے مقام سی ادہر اودہر ٹلجانے سی مقابلہ
زائل نہین ہوتا اور یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے اکثر شہرون کی مسجدین ایک سمت کو ہین +
دوسرا طریق جہت معلوم ہونیکا یہہ ہی کہ نمازی کی آنکہون کے بیچ کے نقطہ سے دو خط ایسے کہینچے جائین کہ
وہ ایکدوسرے سے ملکر زاویہ قائمہ سی کم بنائین تو اگر کعبہ ان دونو خطون کے درمیان مین واقع ہوگا تو
مقابلہ زائل نہوگا ورنہ زائل ہوگا اوسکی صورت یہہ ہے کذا فی الشامی تصرف +
قلت فهذا معنى التيامن والتياسر في عبارة الدر منتصر مین کہتا ہون کہ یہی معنی ہین
دہنے بائین ہٹنے کے دُرر کی عبارت مین تو اسکو خوب دیکہہ اِلے کہ مطلب تحقیق سے ہم یعنی درر کا
یہہ مطلب نہین کہ کعبہ کو دہنی طرف کرلے یا بائین طرف کہ اِسصورت مین قطعاً مقابلہ جاتا رہیگا بلکہ مراد یہہ ہی کہ
خط جہت پر داہنی بائین ہونے سی مقابلہ نہ جاتا رہتا ہی جیسا ہمنی اوپر بیان کیا جہت کے طریق اول مین وتعرف بالدليل اور قبلہ پہچانا جاتا ہی اوس علامت
سے جو قبلہ کو بتائے وهو في القرى والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب اور علامت قبلہ
شہرون اور گانو ؤنمین مسجدین صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ہین اور جنگلون اور سمندر ونمین ستارے ہین جیسے قطب یعنی جس جگہہ مسجدین قدیم موجود
ہون وہان سمت قبلہ کی اُن سی معلوم ہوسکتی ہی ورنہ قطب وغیرہ ستارون سی مثلاً ہندوستان کے اکثر شہرونمین قطب نمازی کے دہنی شانہ پر رہتا ہی تو
رات کو ہر جگہہ اُس سی سمت قبلہ معلوم ہوسکتی ہی والا فمن الاهل العالم بها ممن لو صاح به سمعه اور نہین تو اوسجگہہ کے باشندہ و قبلہ کے جاننے والے
سے پوچہا جائے اور باشندہ و آنہین سی ہو کہ اگر نمازی اوسکو زور سی پکارے تو وہ اوسکی پکار سنلے ہم یعنی اگر نہ مسجدین ہون نہ قطب سی حال کہلے نہ کوئی آلہ
مثل قبلہ نما کے پاس ہو تو سمت قبلہ کو اوسجگہہ کے باشندہ سی پوچہنا چاہئے اوس سے پوچہنے مین دو شرطین ہین ایک یہہ کہ قبلہ کا جاننے والا ہو نہر الفائق
مین کہا کہ اسکی ساتہہ یہہ بہی چاہئے کہ مقبول الشہادۃ ہو تو اِس سی معلوم ہوا کہ ذمی اور جاہل کا کہنا اسباب مین مفید نہین دوسرے یہہ کہ نمازی کی پکار
سنی طحطاوی نے کہا کہ من لو صاح به یا هو ابلہ سی والمعتبر في القبلة العرصة لا البناء فهي من الارض السابعة الى العرش
اور قبلہ کے باب مین معتبر کشادگی اور میدان کعبہ ہی نہ اوسکی عمارت تو وہ کشادگی ساتوین زمین سی لیکر عرش تک ہی طحطاوی نے کہا کہ اِس سی معلوم
ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہری کنوؤن مین یا اونچے پہاڑون پر نماز پڑہیگا تو اوسکی نماز درست ہوگی جیسے کعبہ کی چہت پر نماز جائز ہی پس اگر
قبلہ عمارت ہوتی تو نماز صحیح نہوتی وقبلة العاجز عنها لمرض وان وجد موجها عند الامام او خوف مال وكذا كل من سقط عنه الاركان
جهة قدرته ولو مضطجعا بايماء يصلي فيه لا يعيد اور قبلہ اُس شخص کا جو کسی مرض کے سبب سی قبلہ رخ ہونے سی عاجز ہو کو کسی قبلہ رخ
کر دینے والے کو پاوی امام کے نزدیک یا مال کے چوری جانے وغیرہ کے خوف سی قبلہ کیطرف ہونے سی عاجز ہو اسیطرح ہر شخص جس سے ارکان نماز ساقط
ہوگئی ہون ہر ایک کا قبلہ اوسکی قدرت کی جہت ہی یعنی جدہر کو پڑہ سکتا ہو پڑہے قبلہ رخ ہونا لازم نہین اسلئے کہ خود کعبہ تو مقصود ہی نہین اور امتحان
ایسی صورتین بہی حاصل ہے اگرچہ دشمن کے دیکہنے کے خوف سی نماز لیٹکر اشارہ سی پڑہے ہم امام کے نزدیک اسلئے کہا کہ صاحبین کے نزدیک اگر کوئی
کی مدد سی قبلہ رخ ہوسکتا ہو اور دوسرا اوسکی پاس موجود ہو تو اوسکو جہت قدرت کیطرف نماز درست نہوگی اور جس سے ارکان نماز کے ساقط ہوگئی
ہون اوسکی مثال بوڑہا آدمی ہی جو پیری کے ضعف سی قیام وقعود نہین کرسکتا تو اوس سی قبلہ رخ ہونا بہی ساقط ہے اور ایک مثال شارح نے

متوجہ ہوا۔ کان کی دشمن کے دیکھ پانے کے خوف سے بیان کی ہے یعنی اگر آدمی کو خوف ہو کہ کھڑا ہونے یا بیٹھنے سے دشمن دیکھ لیگا تو اوس سے ارکان ساقط
ہو جائینگے لیکن اشارہ سے نماز درست ہوگی تو ایسے شخص سے استقبال قبلہ بھی ایسی صورت میں ساقط ہے کذا فی البحر ولم یُعِد لانّ الطاعة بحسب الطاقة اور اس
نماز کا اعادہ نکرے اسلئے کہ طاعت موافق طاقت کے ہوتی ہے یعنی یہہ عذر آسمانی ہیں کسی مخلوق کی جہت سے نہیں یعنی مرض اور پیری وغیرہ کسی کے کرنے سے نہیں ہوتے
یہانتک کہ خوف بھی کسیکے کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اسلئے ان عذروں میں نماز کا دوبارہ پڑھنا نہیں کذا فی الشامی ویتحرّی ہو بذل المجہود لنیل المقصود
عاجز عن معرفة القبلة بما مرّ اور تحری کرے وہ شخص جو عاجز ہو قبلہ معلوم کرنے سے بذریعہ اُن امور کے جو پیشتر گذرے یعنی نہ مسجد ہو نہ ستارہ
نہ کوئی بتانیوالا اشارہ م نے کہا کہ تحری کے معنی ہیں کوشش کرنا مقصود حاصل کرنیکے لئے اور مراد تحری سے یہاں اٹکل کرنا اور قیاس دوڑانا ہے یعنی اگر مسجد وغیرہ
سے قبلہ کا پتا نہ معلوم ہو تو نمازی اٹکل سے کوئی سمت قبلہ ٹھہرالے فان ظهر خطاؤه لم يُعِد لما مرّ پس اگر نماز کے بعد اٹکل میں خطا ظاہر ہو تو نماز کو دوبارہ
نہ پڑھے اُس وجہ سے کہ پیشتر گذری یعنی طاعت بحسب طاقت ہوتی ہے اوسنے نماز پڑھنے میں وہ امر کر لیا تھا جو اوسکی طاقت میں تھا وان علم به في صلاته
او تحوّل رأيه ولو في سجود سهو استدار وبنى اور اگر اپنی خطا کو نماز کے اندر جانا یا اوسکی رای بدل گئی اگرچہ سہو کے سجدہ میں بدلی ہو تو اوسی وقت پھر جاوے
اور بنا کرے یعنی اگر نماز کے اندر رای بدل گئی کہ قبلہ اسطرف نہیں دوسریطرف ہے تو دوسریطرف فوراً پھر جاوے اگر ایک رکن کے موافق توقف کریگا تو نماز فاسد
ہو جائیگی کذا فی الشامی اور بنا کرے اسکا مطلب یہہ ہے کہ بقیہ رکعات کو پورا کرے از سر نو نماز نہ پڑھے یعنی رای کی غلطی سے پہلی نماز جاتی نہیں رہی وہ بھی قائم
باقی کو اوسی پر بنا کرے حتى لو صلّى كل ركعة لجهة جاز ولو بمكة او مسجد مظلم یہانتک کہ اگر ہر رکعت کو جداگانہ جہت کو پڑھیگا تو نماز درست ہوگی اگرچہ نماز مکہ
میں ہو یا کسی مسجد تاریک میں ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کو قبلہ معلوم نہ تھا اوسنے ایک طرف اٹکل سے ایک رکعت پڑہی دوسری رکعت میں اوسکی اٹکل
دوسریطرف ہوگئی تو دوسری رکعت اُس طرفکو ادا کی اسیطرح نماز کے آخر تک تو یہہ نماز جائز ہے اور مکہ میں ہونیکی یہہ صورت ہے کہ مکہ میں مقید ہوا اور اسکے
پاس نہو جس سے قبلہ دریافت کرے پھر اٹکل سے نماز پڑھے اور اوسمیں خطا ظاہر ہو کذا فی الشامی ولا يلزمه قرع الابواب ومسّ الجدران اور لازم نہیں
نمازی کو لوگوں کے دروازوں کا ٹھوکنا کہ کوئی قبلہ بتادے اور دیواروں کو ٹٹولنا تاکہ محراب قبلہ معلوم ہو جاوے یعنی اندھیری رات میں اگر مسجد میں جاوے اور قبلہ نہ سوجہے
تو اٹکل کر لے لوگوں کے پاس قبلہ پوچھتا نہ پھرے اور نہ دیواروں کو ٹٹولے صاحب نقل نے کہا کہ یہہ حکم بعض مسجدوں میں ہو سکتا ہے مگر اکثر میں تو محراب قبلہ
اندھیری میں بھی معلوم ہو جاتی ہے تو ایسی مسجدوں میں اٹکل نکرے کذا فی الشامی ولو اعمى فسوّاه رجل بنى ولم يقتد الرجل به اور اگر نمازی اندھا ہو اور اوسکو
کسی شخص نے سیدھا قبلہ کیطرف کر دیا تو وہ اندھا نماز کو پہلی ہی نماز پر بنا کرے اور سیدھا کرنیوالا شخص اندھے کا اقتدا نکرے اسلئے کہ اوسکو معلوم ہوگیا کہ شروع
کی نماز اندھے کی قبلہ رخ نہیں تھی ولا بمتحرٍّ تحوّل اور نہ اُس اٹکل کرنے والے کا اقتدا کرے جو ایک طرفکو ترک کرکے نماز کے اندر ہی دوسریطرف پھر گیا ہو شامی
نے کہا کہ اسمیں یہہ قید ہے کہ مقتدی امام کا پہلا حال جانتا ہو اور اگر پہلا حال اوسکو معلوم نہو تو اقتدا میں کچھ خرابی نہیں ولو ائتمّ متحرٍّ بلا تحرٍّ لم يجز ان
اخطأ الامام اور اگر کسی تحری کرنیوالے کا اقتدا کیا بدون تحری کے تو اگر امام نے تحری میں غلطی کی ہوگی تو اقتدا درست نہوگا اسلئے کہ اشتباہ کی
صورتمیں بدون تحری کے نماز جب ہی درست ہوتی ہے کہ ٹھیک قبلہ کیطرف ہو مگر امام کی نماز درست ہے کہ اوسنے تحری کے بعد پڑہی ولو تحوّل رأي
مسبوق ولاحق استدار المسبوق واستأنف اللاحق اور اگر امام نے سلام پھیرا پھر رای مسبوق اور لاحق کی بدلگئی یعنی اونکی رای میں قبلہ
اور طرف ٹھہرا تو مسبوق اپنی رای کی سمت کیطرف پھرے اور نماز پوری کرے اور لاحق نماز از سر نو پڑھے م مسبوق وہ مقتدی ہے کہ ایک یا زیادہ رکعت
اوسکو نملی ہو اوسکو پھرنیکا حکم اسلئے ہوا کہ وہ باقی نماز کے پڑھنے میں مثل منفرد کے ہے تو جیسے منفرد کو نماز کے اندر رای بدلجانے سے پھرنا پڑتا ہے ویسے ہی
مسبوق کو پھرنا ہوگا اور لاحق وہ ہے جو شروع نماز سے امام کا شریک تھا بیچ میں مثلاً وضو کے جاتے یا اور کسی عذر سے کچھ نماز امام کے ساتھ نہ ملی آخر میں
پھر شریک ہو گیا تو اسکا حکم یہہ ہے کہ نماز از سر نو پڑھے اسلئے کہ باقی نماز میں یہہ حکماً امام کے پیچھے ہے تو جیسے مقتدی امام کے پیچھے ہو اور اوسکو معلوم
ہو کہ قبلہ امام کے مُنہ کیطرف نہیں دوسریطرف کو ہے تو وہ اپنی نماز کی اصلاح نہیں کر سکتا اسلئے کہ اگر دوسریطرف کو مُنہ پھیرتا ہے تو امام کی مخالفت

لازم آتی ہے جو نماز کی مفسد ہے اور اگر نہیں پہیرتا تو جان بوجھکر قبلہ کے سوا اور طرفکو نماز پڑہتا ہے یہہ بھی مفسد نماز ہے تو یہی حال لاحق کا بھی ہے جب تک نماز
کی اصلاح کچھ ممکن نہیں ہو سکتی اسلئے از سر نو پڑہے کذا فی الشامی ملخصا ومن لم یقع تحریہ علی شیء صلی لکل جہۃ مرۃ احتیاطا اور جسکی اٹکل کسیطرف
نہو بلکہ سب طرفین قبلہ ہونے مین اوسکے نزدیک برابر ہون تو وہ ہر طرفکو ایکبار نماز پڑہے بلحاظ احتیاط کے ہم جب نمازی قبلہ کے لئے چاروں طرف اٹکل
دوڑاوے اور کسیطرف جی نہ جمے تو اسمین تین قول ہین ایک یہہ کہ نماز مین تاخیر کرے جبتک کہ ایکطرف قبلہ اوسکے عندیہ مین ظاہر ہو دوسرے یہہ کہ چاروں طرف کو
ایک ایک نماز پڑہ لے تیسرے یہہ کہ اوسکو اختیار ہے چاہے تاخیر کرے چاہے چار نمازین پڑہے مگر فتاوی عالمگیری مین مضمرات سے نقل کیا ہے کہ زیادہ
درست دوسرا قول ہے اسلئے شارح نے اوسکو اختیار کیا اور شرح منیہ مین بھی اوسیکو احوط کہا ہے کذا فی الشامی ملخصا وان تحول رأیہ الی جہۃ
الاخری استقبلہا اور جس شخص کی رای پہلی طرف کو پہر جاوے وہ اوسی طرفکو پہر جائے یعنی کچھہ نماز ایکطرف کو تحری کے بعد پڑہی پہر نماز مین
دوسری جانب قبلہ کی معلوم ہوئی اور اوسطرف کو پہر گیا اوسکے بعد پہر اول ہی جانب پر رای آگئی تو اوسیطرف کو پہر جاوے اور خلاصہ مین ایک قول
یہہ ہے کہ از سر نو پڑہے مگر تاتارخانیہ اور قہستانی نے اول قولکو مقدم کہا ہے اور طحطاوی اور شامی نے بھی اوسکو وجہ ذکر کیا ہے ومن تذکر ترک سجدۃ
بعد تحولہ من الاولی استانف اور جس شخص کو پہلی رکعت کا سجدہ چہوٹ جانا یاد آیا وہ از سر نو نماز پڑہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے تحری
بعد ایک رکعت ایک جانب کو پڑہی پہر رای بدلگئی دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑہنے لگا اوسوقت یاد آیا کہ پہلی رکعت کا سجدہ نہین کیا تو نماز کو پہر سے
پڑہے اسلئے کہ اگر سجدہ مذکور اوس جانب کو کرتا ہے جدہر دوسری رکعت پڑہتا ہے تو سجدہ قبلہ کیطرف نہوگا اسلئے کہ پہلی رکعت کا قبلہ یہہ طرف نہ تھی اور
یہہ سجدہ رکعت مذکور کا جز ہے اور اگر پہلی رکعت کے قبلہ کیطرف کو کرتا ہے تو جو طرف اب اوسکے نزدیک قبلہ ہے اوس سے پہرنا لازم آتا ہے اسلئے نماز از سر نو
پڑہے کذا فی الشامی وان شرع بلا تحر لم یجز وان اصاب لترکہ فرض التحری اور جو شخص کہ قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اگر وہ نماز کو
بدون تحری کے شروع کریگا تو شروع درست نہوگا اگرچہ ٹھیک قبلہ کو پڑہتا ہو اسلئے کہ اوسنے فرض تحری کو چھوڑ دیا یعنی بصورت اشتباہ قبلہ کے
تحری فرض تہی اوسکو اوسنے چہوڑ دیا الا اذا علم اصابتہ بعد فراغہ فلا یعید اتفاقا مگر جب اپنے فارغ ہونیکے بعد ٹھیک قبلہ کو ہونا جانے
تو دوبارہ نماز نہ پڑہے بالاتفاق بخلاف مخالف جہۃ تحریہ فانہ یستانف مطلقا بخلاف جہت تحری کے سوا اور طرف پڑہنے والے کے کہ وہ
از سر نو پڑہے ہر حال مین یعنی اگر تحری ایکطرف پر ہوئی اور اوسنے دوسریطرف نماز پڑہی تو نماز کو پہر سے پڑہے ہر حال ہین یعنی خواہ نماز مین جانے کہ ٹھیک
قبلہ کیطرف پڑہی یا خطا کی یا بعد نماز کے جانے یا کچھہ بھی معلوم نہوا اور امام اعظم سے مروی ہے کہ اس شخص پر خوف کفر ہے کذا فی الشامی کمن صلی علی
انہ محدث او ثوبہ نجس والوقت لم یدخل فبان بخلافہ لم یجز جیسے نماز کا پڑہنے والا اس گمان سے کہ وہ بے وضو ہے یا اوسکا کپڑا ناپاک ہے یا وقت
نہین آیا پہر اسکا خلاف معلوم ہوا تو اوسکی نماز درست نہوگی وہ بہی نماز از سر نو پڑہے وجہ ناجائز ہونیکی یہہ ہے کہ اوسکے عندیہ مین نماز فاسد ہو چکی ہے
تو اب خلاف ظاہر ہونے سے جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وان صلی جماعۃ عند اشتباہ بالتحری فلو لم یشتبہ جاز ان اصاب جاز بالتحری مع امام
وتباین التحری صلوا الی جہات مختلفۃ صح فمن تیقن منہم مخالفۃ امامہ فی الجہۃ او تقدمہ علیہ حالۃ الاداء لم یصح امامہ فلا یضر
ایک جماعت نے نماز پڑہی قبلہ کے مشتبہ ہونے کیوقت تحری سے ایک امام کے ساتھہ اور ظاہر ہوا کہ انہوں نے مختلف سمتوں کیطرف نماز پڑہی تو سب
شخص کو اون مین سے یقین ہوا حالت ادا مین یعنی غلبہ ظن ہوا کذا فی الفیض کہ اوسنے امام کے مخالف جانب نماز پڑہی یا امام سے آگے بڑہنے کا یقین ہوا تو اوسکی
نماز درست نہوگی اور بعد ادا کے مخالفت کا حال معلوم ہوا اوسکو ضرر نہین شارح نے کہا کہ مگر قبلہ مشتبہ تہا تو اگر نمازی ٹھیک طرفکو پڑہیگا تو درست ہوگی یعنی
اگر کوئی ایسا شخص موجود تہا جس سے قبلہ پوچھہ لینا ممکن تہا مگر بدون دریافت کے تحری سے نماز پڑہی تو اگر ٹھیک قبلہ کیطرف کو پڑہی ہوگی تو درست ہوگی
ورنہ درست نہوگی شامی نے کہا کہ حالۃ الاداء ظرف ہے تیقن مخالفت کا تقدم کا علاوہ نہین اسلئے کہ آگے بڑہنے سے تو نماز ہر صورت سے فاسد ہے خواہ
خواہ حالت ادا مین آگے بڑہنا معلوم ہو خواہ ادا کے بعد لاعتقادہ خطاء امامہ وترکہ فرض المقام حالت ادا مین امام کی مخالفت معلوم

کرنے والیکی نماز اسلئے نہوگی کہ اوسکو اپنے امام کے چوکنے کا اعتقاد ہے یعنی اپنے عندیہ مین امام کو خطا پر سمجہتا ہے پہر اوسکا اقتدا کیسے ہوگا اور آگے بڑہنے کو معلوم کرنے والیکی نماز اسوجہ سے نہوگی کہ اوسنے مقام کے فرض کو ترک کیا یعنی اوسکو امام کے پیچھے کہڑا ہونا فرض تہا آگے بڑہنے سے یہہ فرض چہوٹ گیا شامی اور طحطاوی نے کہا کہ لاعتقادہ الخ نشر مرتب ہے ومن لم یعلم ذلک فصلوتہ صحیحۃ اور جس شخص کو حال مخالفت امام اور آگے بڑہنے کا معلوم نہوا تو اوسکی نماز درست ہے کما لو لم یتعین الامام بان رأی رجلین یصلیان فاتم بواحد لا بعینہ جیسے امام کو متعین نکرنے سے نماز درست نہین اسطرح کہ دو شخصونکو نماز پڑہتے دیکہا اور ایک غیر معین کا اقتدا کرلیا تو صحیح نہوگا ہم ظاہر عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ صحت نماز کی ہے حالانکہ تشبیہ عدم جواز کی ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ اوسکو لم تجز صلوتہ کے بعد ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شامی نے کہا کہ اگر شارح ان مسائل کو متصل نیت کے بیان کرتا یعنی پیشتر استقبال قبلہ سے تو بہتر ہوتا النیۃ عندنا شرط مطلقا نیت ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتون مین یعنی کسی عبادت مین نیت رکن نہین بلکہ سب مین شرط ہے البتہ تکبیر تحریمہ مین اختلاف ہے کہ اوسکو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے ولو عقبہا بمشیئۃ فلو مما یتعلق بالاقوال کطلاق وعتاق بطل والا لا اور اگر الفاظ نیت کہکر انشاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کامون سے ہوگی جو زبانی قولون سے متعلق ہین چنانچہ طلاق اور آزادی تو انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائیگی اور اگر ایسی نہین جو قول سے متعلق ہین جیسے روزہ ہے تو اوسکی نیت کے بعد انشاء اللہ کہنے سے وہ باطل نہوگی لیس لنا من ینوی خلاف ما یؤدیہ الا علی قول محمد فی الجمعۃ وہو ضعیف ہم حنفیون کے نزدیک ایسا کوئی نہین جو نیت کچہہ کرے اور ادا کچہہ کرے مگر امام محمد کے قول پر جمعہ مین ایسی صورت ممکن ہے اور وہ قول ضعیف ہے ہم صورت جمعہ کے مسئلہ کی اسطرح ہے کہ اُنکے نزدیک جمعہ نہین ہوتا جب تک کہ نمازی کو ایک رکعت نملے تو اگر کسی شخص نے دوسری رکعت کے رکوع کے بعد جمعہ مین امام کا اقتدا کیا تو وہ یہہ فرماتے ہین کہ مقتدی جمعہ کی نیت کرے اور بعد امام فارغ ہونے کے ظہر کی نماز پوری کرے پس اسصورت مین نیت تو کچہہ اور تہی یعنی جمعہ کی اور ادا دوسری چیز کی یعنی نماز ظہر اسصورت کے سوا دوسری ایسی نہین کہ نیت اور کچہہ ہو اور ادا اور کچہہ کذا فی الشامی المعتمد ان العبادۃ ذات الافعال تنسحب نیتہا علی کلہا قول معتمد یہہ ہے کہ عبادت بہت سے فعلون والی کی نیت اُن سب افعال پر کہنچ جاتی ہے یعنی اوسکو ہر فعل و رکن کے لئے جدا جدا نیت ضرور نہین ایک نیت شروع مین کافی ہے جیسے اُس عبادت مین کہ ایک ہی فعل ہو چنانچہ روزہ کہ بلا خلاف اوسکے اول مین نیت کرلینا کافی ہے افتتحہا خالصا ثم خالطہ الریاء اعتبر السابق شروع کیا عمل کو اخلاص کے ساتھہ پہر اوس عمل مین ریا کا یعنی نمود کا خلط ہوگیا تو اعتبار سابق کا ہوگا یعنی عمل اخلاص کے ساتھہ ہی رہیگا شامی نے کہا کہ اسکی وجہ شاید یہہ ہے کہ نماز قابل قسمت نہین تو ایسا نہین ہوسکتا کہ بعض خالص خدا تعالی کے لئے ہو اور بعض غیر کے لئے ہان اگر بعض کو دکہانے کے لئے بنا سنوار کر پڑہیگا تو اس بنانے سنوارنیکا کچہہ ثواب نہ ہوگا والریاء انہ لو خلا عن الناس لا یصلی اور ریا کامل یہہ ہے کہ اگر نمازی لوگون سے علحدہ ہوتا تو نماز نہ پڑہتا فلو معہم یحسنہا ولو خلا فلا فلہ ثواب اصل الصلوۃ پس اگر لوگون کے ساتھہ ہوکر نماز کو اچہی طرح پڑہے اور تنہا اچہی طرح نہ ادا کرے تو اوسکو اصل نماز کا ثواب ملیگا اچہی طرح پڑہنے کا ثواب نملیگا بظاہر یہہ حکم فرض اور نفل دونوکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یترک لخوف دخول الریاء لانہ امر موہوم اور نماز یا دوسری نیک کام کو نہ چہوڑے ریا کے داخل ہونے کے خوف سے اسلئے کہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لئے نیک کام کیون چہوڑا جاوے ولا ریاء فی الفرائض فی حق سقوط الواجب اور نہین ہے ریا فرضون مین واجب کے ساقط ہونے کے باب مین یعنی ریا فرض کو باطل نہین کرتا اور فقیہ ابو اللیث نے نوازل مین اپنے بعض اساتذہ کا قول نقل کیا ہے کہ مستقیم یہہ ہے کہ ریا اصل ثواب کو نہین کہوتا بلکہ زیادتی ثواب کو فوت کرتا ہے تو اگر کوئی شخص ریا کے ساتھہ نماز پڑہ لیگا تو اوسکے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا لیکن بسبب جاننے شرائط اور ارکان نماز کے کذا فی الشامی قیل لشخص صل الظہر ولک دینار فصلی بہذہ النیۃ ینبغی ان تجزیہ ولا یستحق الدینار ایک شخص سے کہا گیا کہ ظہر کی نماز پڑہ لے تجکو ایک دینار ملیگا سو اوسنے اسی ارادہ سے نماز پڑہی تو چاہیئے کہ یہہ نماز اوسکو کافی ہو اور وہ مستحق دینا[ر]

هم نماز کا کافی ہونا تو اسوجہ سے ہو کہ فرض مین ریا کو دخل نہین اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نرہا کہ نماز اوسکے ذمہ واجب تھی واجب چیز پر اجرت
کا استحقاق نہین ہوتا مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کا مستحق نہوگا اسلئے کہ باپ کی خدمت اوسپر واجب ہے کذا فی الشامی
الصلوٰۃ لارضاء الخصوم لا تفید بل یصلی للہ تعالی فان لم یعف خصمہ اخذ من حسناتہ نماز کا پڑھنا دشمنون کے راضی کرنیکے لئے مفید
نہین بلکہ نماز اللہ تعالی کیواسطے پڑھے پھر اگر اوسکا دشمن اپنا حق معاف نکریگا تو آخرت مین اوسکی نیکیون مین سے لیکر حقدار کو حوالہ کیا جائیگا هم شارح نے
اس نماز کے جواز اور عدم جواز کو ذکر نکیا بلکہ یہہ کہا کہ مفید نہین لیکن مختارات النوازل مین کہا کہ ایسی نماز درست نہین یعنی اگر نماز اس نیت سے پڑھے
کہ خدا کیواسطے پڑھتا ہون تاکہ وہ حقدارون کو بہشت مین راضی کردے تو درست نہوگی اسلئے کہ بدعت ہے کذا فی الشامی جاء انہ یؤخذ لدانق ثواب
سبعمائة صلوٰۃ بالجماعة بعض کتب آسمانی مین آیا ہے کہ ایک دانگ کے لئے ثواب سات سو نماز باجماعت کا لیا جائیگا هم دانگ درہم کے چھٹے حصہ کو کہتے
ہین اور نماز باجماعت سے غرض فرائض ہین کہ جماعت اونہین مین ہوتی ہے یعنی اگر کسی کا حق ایک دانگ دوسرے کے ذمہ ہوگا جو حال کے سکہ کے اعتبار سے
پون آنے کے قریب ہوتا ہے تو اوسکے عوض آخرت مین سات سو فرضون کا ثواب ظالم سے حقدار کو دلایا جائیگا ولو ادرک القوم فی الصلوٰۃ ولم یدر افرض
ام تراویح ینوی الفرض فان ھم فیہ صح والا تقع نفلا اور اگر نمازی نے لوگونکو نماز مین پایا اور یہہ نجانا کہ نماز فرض پڑھتے ہین یا تراویح تو یہہ شخص
فرض کی نیت سے اون کا شریک ہو جائے پھر اگر وہ فرض ہی مین ہونگے تو اسکا فرض بھی درست ہوگا ورنہ نماز نفل ہو جائیگی یعنی تراویح نہوگی کیونکہ تراویح بعد
فرض عشا کے ہوتی ہے کذا فی الشامی ولو نوی فرضین کمکتوبة وجنازة فللمکتوبة اور اگر نمازی نے نیت کی دو فرضونکی یعنی فرض عین اور فرض
کفایہ کی ایک ساتھ نیت کی چنانچہ فرض وقت اور جنازہ کی نیت تو یہہ نیت صرف فرض وقت کی ہوگی اسلئے کہ فرض وقت قوی ہے اور حقیقت مین نماز
اسیکا نام ہے کہ اسمین رکوع اور سجدہ سب ارکان ہین بخلاف نماز جنازہ کے هم قاعدہ کلیہ ہر طرح کی نیت کا یہہ ہے کہ جب دو عبادتونکو ایک نیت کے
ساتھ جمع کریگا تو اگر اون دونون مین سے ایک قوی ہوگی تو نیت اوسیکی ہو جائیگی اور اگر دونون برابر ہونگی تو نیت لغو ہوگی اور کسی مین شروع کرنیوالا
نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو مکتوبتین فللوقتیة اور اگر دو فرض وقت کی نیت کی یعنی ایک جسکا وقت موجود ہے اور ایک جسکا وقت ابھی نہین
ہوا مثلاً ظہر کے وقت مین ظہر اور عصر کے ساتھ نیت کی تو نیت اوسکی ہوگی جسکا وقت ہے اسلئے کہ عصر کی نیت ظہر کے وقت مین درست نہین اگرچہ نمازی عرفات
مین ہو کیونکہ ظہر کا مقدم کرنا عصر پر واجب ہے بسبب ترتیب کے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتتین فللاولی لو من اھل الترتیب اور اگر دو
نمازون کی نیت کی تو اونمین سے پہلی کی نیت ہوگی بشرطیکہ نمازی اہل ترتیب سے ہو هم اہل ترتیب اوسکو کہتے ہین جسکے ذمہ شروع فرضیت نماز سے پانچ
نمازین متصل باقی نہون تو ایسا شخص اگر دو قضا نمازونکی ایک ساتھ نیت کریگا تو یہہ نیت پہلی کی ہوگی اسلئے کہ ترتیب والے کی دوسری نماز نہین ہوتی
جبتک پہلی کو ادا کرلے کذا فی الشامی والا لغا فلیحفظ اور اگر صاحب ترتیب نہو اور دو قضا نمازونکی ایک ساتھ نیت کرے تو یہہ نیت لغو
ہوگی کوئی سی نماز صحیح نہوگی تو اسکو یاد کرنا چاہئے هم وجہ لغو ہونے کی یہہ ہے کہ ایک ساتھ تو دونون کا ادا ممکن نہین کیونکہ ہر ایک کو ایک فعل
علیحدہ چاہئے اور خاص ایک کا ادا ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور صاحب ترتیب نہونے سے اولویت ترتیب معتبر نہین رہی کہ اول کی نیت ہو جاتی اسلئے نیت
لغو ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ولو فائتة ووقتیة فللفائتة لو الوقت متسعا اور اگر ایک قضا نماز اور ایک وقت کی نماز کی نیت کی
کی تو نیت قضا کی ہوگی بشرطیکہ وقت مین گنجائش ہو یعنی بعد قضا پڑھنے کے وقتی کو ادا کرسکے طحطاوی نے کہا کہ وقت مین گنجائش ہونیکے سوا یہہ
بھی شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اگر صاحب ترتیب نہوگا تو نیت لغو ہو جائیگی اور اگر وقت تنگ ہوگا تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ صاحب
ترتیب ہو یا نہو ولو فرضا ونفلا فللفرض اور اگر فرض اور نفل کی ایکساتھ نیت کریگا تو نیت فرض کی ہوگی بسبب قوی ہونے فرض کے
ولو نافلتین کسنة فجر وتحیة مسجد فعنهما اور اگر دو نفل نمازون کی نیت کریگا جیسے سنت فجر اور تحیة المسجد کی تو نیت دونون کیطرف
سے کافی ہوگی یعنی دونون کا ثواب پائیگا ولو نافلة وجنازة فنافلة اور اگر نفل اور جنازہ کی نیت کریگا تو نفل ہوگی اسلئے کہ نفل حقیقت

نماز ہی اور نماز جنازہ دعا ہی **ولا تبطل بنية القطع مالم يكبر بنية مغايرة** اور نماز باطل نہین ہوتی قطع کی نیت سی جب تک دوسری نیت سی تکبیر
نہ کہی ہم یعنی ایک شخص نے فرض شروع کیا پہر یہہ نیت کی کہ فرض کو قطع کرتا ہون نفل پڑہتا ہون تو جب تک نیت نفل کے بعد اللہ اکبر کہیگا تب تک اُسکا فرض
باطل نہوگا اور نیت مین جو غیر ہونیکی قید لگائی اِس سی یہہ نکلا کہ اگر پہلی نیت کے موافق نیت کریگا مثلاً ظہر کی ایک رکعت پڑہکر پہر اوسی ظہر کی نیت بدون زبان
سے کچہہ کہنے کے کری تو پہلی رکعت باطل نہوگی کذا فی الطحطاوی **ولو نوى في صلوته الصوم صحت** اور اگر اپنی نماز مین روزہ کی نیت کی تو درست ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ جس فعل مین مشغول ہو اوسکے اندر دوسری چیز مین مصروف نہو

باب صفة الصلوة

یہہ باب ہے نماز کی کیفیت
مین **شروع في المشروط ولما انهى بيان الشروط** شروع ہے مشروط کے بیان مین بعد شرطوں کے بیان کے یعنی اول نماز کی شرطوں کا بیان ہوا اب خود نماز کا بیان
شروع ہوتا ہے **هي لغة مصدر بمعنى الوصف وهنا كيفية مشتملة على فرض وواجب وسنة ومندوب** صفت لغت مین مصدر ہی یعنی جسکے معنی
ہین بیان کرنا اُس چیز کا جو موصوف مین ہو اور عرف مین صفت وہ کیفیت ہی جو شامل ہو فرض اور واجب اور سنت اور مستحب پر ہم یہہ تعریف
عرفی مطلق صفت کی نہین بلکہ خاص صفت نماز کی ہے اور نیز اِس سے مفہوم ہوتا ہی کہ صفت نماز سی مراد صفت اجزاء نماز ہی کہ بعض اجزا
فرض ہین اور بعض واجب اور بعض مسنون اور بعض مستحب مین **فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائما** نماز کے اُن فرضون مین سے
جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی ایک تکبیر تحریمہ ہے حالت قیام مین ہم تحریمہ سی مراد ذکر خالص ہی مثل اللہ اکبر تحریم کے معنی ہین کسی چیز
کا حرام کرنا اور چونکہ تحریمہ کے بعد نمازی پر کلام وغیرہ مباح چیزین حرام ہو جاتی ہین اسلئے اسکا نام تحریمہ ہوا اور فرائض مین یہہ قید جو شارح
نے لگائی کہ جنکے بدون نماز درست نہین ہوتی یہہ ظاہر کرنیوالی صفت ہی کیونکہ فرضون مین ایسا کوئی نہین جسکے بدون نماز صحیح ہوتی ہو اور
تحریمہ حالت قیام مین چاہیئے اِس سی معلوم ہوا کہ اگر امام کو رکوع مین پایا اور اللہ اکبر کہا تو اگر کہڑے ہونے کے قریب تہا تب تو نماز صحیح ہوگی اور
جہکے ہوے کہیگا تو درست نہوگی اور اسکو پہلی شرط اسکے ساتھہ اسلئے ذکر نکیا کہ تحریمہ نماز کے ساتھہ ایسی ملی ہی جیسی دروازہ گہر سے کذا فی
الشامی والطحطاوی **وهي شرط في غير جنازة على القادر به يفتي** اور تکبیر تحریمہ شرط ہی جنازہ کے سوا اور نمازون مین اور فرض ہی قدرت والے
پر یعنی گونگے اور امی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہین بلکہ جو کہہ سکتا ہی اُسپر فرض ہی اسی پر یعنی تحریمہ کی شرط ہونے پر فتوی ہی نہ رکن ہونے پر جو قول ہی امام
محمد کا اور جنازہ کو اسلئے استثنا کیا کہ اوسمین یہہ تکبیر رکن ہی مثل اور تکبیرون کے کذا فی الشامی **فيجوز بناء النفل على النفل وعلى الفرض وان
كره** جب تحریمہ شرط ہے تو درست ہی ایک نفل کی بنا دوسری پر اور نفل کی بنا فرض پر اگرچہ مکروہ تحریمی ہے ہم یعنی چونکہ تکبیر تحریمہ رکن نہین تو
اگر ایک دوگانہ نفل کے بعد بے تحریمہ کے کہڑا ہو گیا تو دو نو صحیح ہونگی اگر تکبیر تحریمہ رکن ہوتی تو دوسری نفل بسبب فوت ہونے رکن کے جائز نہوتی
اور فرض پر بنا نفل اسلئے جائز ہوئی کہ فرض قوی ہی قوی پر بنا ضعیف کی ہوسکتی ہی اسکا عکس صحیح نہین اور وجہ مکروہ ہونیکی ان دونو صورتونکی
یہہ ہی کہ اول تو سلام مین تاخیر ہوتی ہی دوسری ابتدا دوسری نفل کی تحریمہ سی نہین ہوتی کذا فی الشامی والطحطاوی **لا فرض على فرض
او نفل على الظاهر** نہین جائز ہی بنا فرض کی دوسری فرض پر یا نفل پر بموجب ظاہر مذہب کے ہم اسمین یہہ بحث ہی کہ جب تکبیر تحریمہ شرط ہے تو
چاہیئے یون تہا کہ ہر نماز کی بنا دوسری پر جائز ہوتی جیسی کسی نماز کی طہارت سی مثلاً دوسری نماز درست ہی اسیطرح اور شرطون کا حال ہے کہ
انمین خصوصیت خاص نماز کی نہین پہر تحریمہ ایک فرض کی دوسرے کیلئے کافی کیون نہین اسکا جواب یہہ ہے کہ فرضون مین معین اور جدا ہونا مطلوب ہے
اکہ عبادت علیحدہ ہو تو اگر ایک کی بنا دوسری پر ہو تو دونون ملکر ایک عبادت ہو جائینگی یہہ حالت منع ہے **ولاتصالها بالاركان روعي لها
الشروط** اور بسبب متصل ہونے تکبیر تحریمہ کے ارکان نماز کے ساتھہ مراعات کی گئی ہین اوسکے لئے شرطین ہم یہہ جواب ہی ایک سوال مقدر
کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ اگر تکبیر تحریمہ شرط ہے تو اوسکے لئے شرطون کی رعایت کیون کی گئی ہے شرطین تو ارکان مین ہوتی ہین شارح نے جواب
دیا کہ تکبیر مین طہارت اور استقبال قبلہ وغیرہ شرطون کی رعایت اسلئے ہے کہ تکبیر متصل ہی قیام سی جو رکن ہی نماز کا یعنی جو شرطین رکن مین ملحوظ

نہین وہ بوجہ اتصال تکبیر مین ملحوظ ہوتین یہہ نہین کہ خود تکبیر کے رکن ہونے کی جہت سے ملحوظ ہوتی ہون وقد منعہ الزیلعی اور زیلعی نے تکبیر تحریمہ کے لئے شرائط کی مراعات کا انکار کیا ہے یعنی امام شافعی جو اوسکو رکن ہونے کے قائل ہین اور کہتے ہین کہ جو شرطین نماز کی ہین وہی تکبیر کے لئے ہین اونکی جواب مین زیلعی نے کہا ہے کہ یہہ کہان سے کہ جو شرطین نماز کے لئے ضرور ہین وہی تکبیر کے لئے ہون مثلاً ایک شخص نے نجاست کو اوٹہائے تکبیر تحریمہ کی اور تحریمہ سے فارغ ہو کر نجاست ڈالدی یا شرمگاہ کہولے تحریمہ کہی اور تحریمہ کے بعد تہوڑی سی حرکت سے شرمگاہ چہپالی تو نماز درست ہوگی حالانکہ نماز مین یہہ امور مفسد نماز ہین تو شرائط نماز کی رعایت تحریمہ مین نہین ثم رجع الیہ بقولہ ولئن سلم پہر زیلعی نے مراعات شروط کیطرف رجوع کیا اپنے اس قول مین کہ اگر مراعات شروط نماز تحریمہ مین مان لیجاوے تو ہم یہہ کہین گے کہ یہہ مراعات اسلئے ہین کہ تحریمہ رکن نماز ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ اوا رکن نماز تحریمہ سے متصل ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو زیلعی کا رجوع قرار دیا تو اسمین کلام ہے اسلئے کہ یہہ قول بسبیل فرض وتنزل کے ہے نہ بطور یقین وجزم اور رجوع دوسرا کہلاتا ہے نہ یہ لاغیر وفی التلویح نعلیم المنع علی التسلیم اولی ہان تلویح مین ہے کہ مراعات شروط کے نکرنے کو رعایت شرائط کی مان لینے پر ترجیح دینا بہتر ہے یعنی یہی اچہا ہے کہ تحریمہ مین مراعات شروط نماز کا انکار کیا جاوے ورنہ جو صورتین زیلعی نے لکہی ہین وہ بن نہ سکینگی طحطاوی نے کہا کہ جب شارح نے زیلعی کے قول کو بلفظ رجوع بیان کیا تو اس سے یہہ نکلتا تہا کہ شاید وہی قول معتمد ہوگا اسلئے تلویح کے اس جملہ سے اس وہم کو دور کردیا لکن نقول الاحتیاط خلافہ مگر ہم یہہ کہتے ہین کہ احتیاط اسکو خلاف ہے یعنی ہرچند تلویح کے قول سے ترجیح عدم مراعاۃ کی معلوم ہوتی ہے مگر احتیاط کیصورت یہہ ہے کہ مراعاۃ شروط کو مان لیا جاوے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر عبارت بحرالرائق اور نہرالفائق اور منح الغفار سے یہہ ہے کہ عدم مراعاۃ پر اعتماد ہو وعبارۃ البرہان والتحریمۃ انما اشترط لہا ما اشترط للصلوٰۃ لا باعتبار رکنیتہا بل باعتبار اتصالہا بالقیام الذی ہو رکنہا اور عبارت برہان کی یہہ ہے کہ تحریمہ کے لئے جو چیزین شرط ہوئی جو نماز کے لئے ہے تو وہ باعتبار تحریمہ کے رکن ہونیکے نہین بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ تحریمہ قیام سے متصل ہے جو نماز کا رکن ہے ومنہا القیام بحیث لو مد یدیہ لا ینال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا جسکے بدون نماز نہین ہوتی کہڑا ہونا ہے اسطرح کہ اگر کہڑا ہوا اپنے دونو ہاتھ پہیلادے تو اوسکے دونو گہٹنونکو نہ پہونچین یعنے اگر نماز مین خوب سیدہا نہوگا کسیقدر جہکا ہوگا تو فرض ادا ہوجائیگا لیکن جب اتنا جہکیگا کہ ہاتھ گہٹنونکو لگ جائین تو فرض ادا نہوگا ومفروضہ وواجبہ ومسنونہ ومندوبہ بقدر القراءۃ فیہ اور مقدار قیام کی فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی منحصر ہے اوسکے اندر قرات کی مقدار پر یعنی قیام مقدار ایک آیت کی فرض ہے اور بقدر سورہ فاتحہ اور دوسری سورت یا تین چہوٹی آیتون کے واجب ہے اور وتر مین اتنا قیام جسمین سورہ اعلی اور کافرون اور اخلاص پڑہی جاوی مسنون ہے اور صبح مین طوال مفصل کے پڑہنے کی قدر مستحب ہے غرضکہ نماز مین جسقدر قرات فرض یا واجب وغیرہ ہو اوسیقدر قیام بہی فرض و واجب وغیرہ ہے فلو کبر قائما فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ من القیام الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیہ پس اگر کہڑے ہوکر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اللہ اکبر اور رکوع کے درمیان مین وقفہ نہین کیا تو قیام صحیح ہوگیا اسلئے کہ جتنا قیام اوسنے رکوع مین پہنچنے تک کیا اوسیقدر کافی ہے کذا فی القنیۃ ہم یعنی رکوع مین جہکنے کیوقت بہی جبتک گہٹنون تک ہاتھ نہ پہونچینگے قیام ہی مین داخل ہے طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت اوس شخص کے حق مین ممکن ہے جسپر قرات نہو جیسے امی یا مقتدی جو امام کو رکوع مین پاوے یا کہ وہ ادنی قرات پر اقتصار کرے مثلاً ثم نظر کہدے فی فرض وملحق بہ کنذر وسنۃ فجر فی الاصح قیام فرض ہے فرض نماز مین اور جو فرض سے ملحق ہے چنانچہ نماز نذر اور سنت فجر صحیح تر قول مین یعنی فجر کی سنتین بعضون کے نزدیک واجب ہین تو اونکے وجوب کی رعایت سے جو اونکو مسنون کہتے ہین وہ بہی قیام کو اونمین فرض کہتے ہین خلاصہ مین ہے کہ فجر کی سنتین بدون عذر کے بیٹھکر جائز نہین بالاجماع چنانچہ یہی روایت ہے حسن کی امام اعظم سے لقادر علیہ وعلی السجود قیام فرض ہے اوس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قادرا علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعدا پہر اگر صرف قیام پر قادر ہو سجدہ

تو مستحب ہے اشارہ سے پڑہنا بیٹھکر اسلئے کہ قیام ذریعہ ہی سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہین تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ مین اشارہ سے کہڑے ہوکر پڑہنا بھی جائز ہے۔ وکذا من تسیل جراحۃ لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھکر پڑہنا مستحب ہے اُس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اوسکا زخم بہنے لگے کیونکہ یہہ شخص بھی گویا سجدہ کرنے سے عاجز ہے اسلئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا کذا فی الحلبی وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلسل بولہ او یبدو ربع عورتہ او یضعف عن القراءۃ اصلا او عن صوم رمضان اور کبھی لازم ہوتا ہی بیٹھکر پڑہنا مثلاً کہڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہو جاوے یا چوتھائی شرمگاہ کہلجاوے یا قرارت سے بالکل عاجز ہو جاوے یعنی قدر فرض بھی نہ پڑہ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتون مین بیٹھکر پڑہے کیونکہ کہڑے ہونے سے یا طہارت جاتی رہیگی یا ستر یا قرارت یا روزہ اور انکا کوئی بدل نہوگا اور قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اُسکا خلیفہ ہو جائیگا ولو اضعفہ عن القیام الخروج الی الجماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافا للاشباہ اور اگر جماعت کے لئے نکلنا نمازی کو قیام سے عاجز کردے یعنی جماعت مین جانے سے اتنی طاقت نہین رہتی کہ پہر کہڑا ہوکر جماعت کا شریک ہو تو اپنے گہر مین کہڑا ہوکر نماز پڑہلے جماعت مین نجاوے اسی کا فتوی ہے اسلئے کہ قیام فرض ہے اور جماعت سنت موکدہ تو اوسکے لئے فرض کو نہ چھوڑنا چاہئیے بخلاف قول اشباہ کے ہم اشباہ مین مجتبی سے اسکی تصحیح کی ہے کہ جماعت کے لئے جاوے اور بیٹھکر شریک ہو ومنہا القراءۃ لقادر علیہا کما سیجئ اور ایک فرض نماز کا قرارت ہی اُس شخص کے لئے جو قرارت پر قادر ہو چنانچہ فصل آئندہ مین مذکور ہوگا وھی رکن زائد عند الاکثر اور قرارت رکن زائد ہی اکثر فقہا کے نزدیک ہم رکن کی دو قسمین ہین ایک اصلی اور ایک زائد رکن اصلی وہ ہی کہ بدون ضرورت اور بدون عوض کے ساقط نہین ہوتا مثل قیام کے اور زائد وہ ہے کہ باوجود موجود ہونے ضرورت کے بھی بعض صور تونمین ساقط ہو جاتا ہی اور اوسکا کوئی قائم مقام بھی نہین ہوتا جیسی قرارت لسقوطہ بالاقتداء بلا خلف بسبب ساقط ہونے اس رکن کے مقتدی ہونے سے بدون نائب کے یعنی مقتدی سے قرارت ساقط ہو جاتی ہی اور اوسکا خلیفہ کچھ نہین ہوتا بخلاف اور ارکان کے کہ اگر وہ ساقط ہوتے ہین تو دوسری چیز اونکا عوض ہوتی ہے مثلاً جس شخص سے رکوع اور سجدہ ساقط ہوتا ہی تو اشارہ اُن دونون کا قائم مقام ہوتا ہی ہم یہان یہہ اعتراض ہے کہ رکن وہ ہی جو داخل ماہیت ہو تو وہ زائد کیسے ہو سکتا ہی اوسکا جواب یہہ ہے کہ رکن ہونا اور حالت مین ہی اور زائد ہونا دوسری حالت مین یعنی جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے ہونے سے نماز ہوتی ہو اور نہونے سے نہوتی ہو تب تو اس کو رکن کہینگے جیسے تنہا نماز پڑہنا اور جب ایسی حالت ہو کہ قرارت کے نہونے سے نماز ہو جاتی ہو تو اُس وقت اسکو زائد کہینگے کذا فی الطحطاوی والشامی ومنہا الرکوع بحیث لو مد یدیہ نال رکبتیہ اور ایک فرض نماز کا رکوع ہے یعنی اسطرح جہکنا کہ اگر اپنے دونون ہاتھ پہیلا دے تو دونو زانو کو پکڑلے اس سے معلوم ہوا کہ صرف سر کا جہکانا رکوع مین کافی نہین اور یہہ صورت کہڑے ہوکر رکوع کرنے کی ہے اور اگر بیٹھکر رکوع ہو تو پیشانی مقابل زانو کے آجانی چاہیئے کذا ذکرہ ابو السعود ومنہا السجود بجبہتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منہما یعنی ۂ اور ایک فرض نماز کا سجدہ کرنا ہی اپنی پیشانی اور دونو قدمون سے اور ایک اونگلی کا لگانا دونون پانون سے شرط ہی سجدہ کے درست ہونے کی یعنی اگر دونو پانو زمین سے بالکل اُٹھے رہینگے تو سجدہ درست نہوگا وتکرارہ تعبد ثابت بالسنۃ کعدد الرکعات اور مکرر کرنا سجدہ کا متعلق عبادت ہی حدیث سے ثابت ہی مثل رکعتون کی شمار کے ہم یعنی سجدہ کے دو بار کرنیکی کوئی وجہ عقلی نہین بلکہ صرف متعلق بعبادت ہی اور بعضون نے کہا کہ دوبار سجدہ شیطان کی مخالفت کرنیکے لئے ہوا کہ اوسنے ایکبار نہ کیا ہم دو بار کرتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ آیت قرآنی سے سجدہ کا تکرار نہین مفہوم ہوتا مگر حدیث اور اجماع سے ثابت ہوا جیسے شمار رکعات کا انہین دونو سے ثابت ہی ومنہا القعود الاخیر اور ایک فرض نماز کا قعدہ اخیرہ ہی والذی یظہر انہ شرط لانہ شرع للخروج کالتحریمۃ للشروع اور جو بات ظاہر ہی وہ یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ شرط ہی اسلئے کہ وہ مشروع ہوا ہی نماز سے خارج ہونے کو جیسے تکبیر تحریمہ مشروع ہوئی ہی نماز کے شروع کرنے کو یعنی قعدہ اخیرہ مقصود بالذات نہین بلکہ

تمرہ جو طحطاوی نے کہا کہ یہہ علت شرط ہونے کے لئے کافی نہین کیونکہ قیام بھی ذریعہ سجدہ کا ہے حالانکہ وہ رکن ہی نہ شرط ہم قعدہ اخیرہ
مین اختلاف ہی بعض کے نزدیک رکن اصلی ہے اور بعض کے نزدیک شرط اور بعض کے نزدیک رکن زائد پھر آمین بھی اختلاف ہی کہ فرض ہی یا واجب
مگر صحیح یہی ہی کہ فرض ہے اور رکن ہی وصحح فی البدائع انہ رکن زائد لحنث من حلف لا یصلی بالرفع من السجود اور بدائع مین
تصحیح کی ہے اسبات کی کہ قعدہ اخیرہ رکن زائد ہی اسوجہسے کہ اگر کوئی قسم کہا ہی کہ نماز نہ پڑہوںگا تو اوسکی قسم سجدہ سے سر اوٹہانے پر ٹوٹجاتی ہی
اگر قعدہ اخیرہ رکن اصلی ہوتا تو جبتک وہ نہو چکتا قسم نہ ٹوٹتی وفی السراجیۃ لا یکفر منکرہ اور سراجیہ مین ہی کہ قعدہ اخیرہ کا منکر کافر
نہین شامی نے کہا کہ مراد منکر سے اوسکی فرضیت کا منکر ہے اسلئے کہ بعض کے نزدیک قعدہ اخیرہ واجب ہی اور اگر اوسکی اصل مشروعیت کا منکر
ہوگا تو کافر ہونا چاہیئے کیونکہ اوسکا ثبوت حق ہے بالاجماع قدر ادنی قراءۃ التشہد الی عبدہ ورسولہ بلا شرط موالاۃ وعدم
فاصل قعدہ اخیرہ فرض ہے مقدار کم سے کم تشہد پڑہنے کی عبدہ ورسولہ تک بدون شرط پیہم بیٹھنے اور فاصلہ نکرنیکے ہم یعنی قعدہ اخیرہ اتنی
دیر کا صحیح ہوگا جسمین جلد جلد صحت الفاظ کی ساتہ التحیات پوری عبدہ ورسولہ تک پڑہ سکے اور اسقدر بیٹھنے مین پیہم ہونا اور فاصلہ نکرنا شرط نہین
لما فی الولوالجیۃ صلی اربعا وجلس لحظۃ فظنہا ثلثا فقام ثم تذکر فجلس ثم تکلم فان کان الجلستان قدر التشہد صحت والا
موالات کی شرط اسلئے نہین کہ ولوالجیہ مین یہہ مسئلہ ہی کہ ایک شخص چار رکعتین پڑہکر ایک لحظہ بیٹھا پھر اونکو تین رکعتین سمجھکر اوٹہا پھر یاد کرکے بیٹھ گیا
پھر بول پڑا تو اگر دونو بار کا بیٹھنا مقدار التحیات کے ہوگا تو نماز اوسکی صحیح ہوگی اور اگر اسقدر نہوگا تو صحیح نہوگی تو دیکھو اسصورت مین بیٹھنا پیہم نہین
بیچ مین اوٹھنا بھی موجود ہی ومنہا الخروج بصنعہ کفعلہ المنافی لہا بعد تمامہا وان کرہ تحریما اور ایک فرض نماز کا باہر ہونا نمازی کا
ہے اپنے کام سے چنانچہ اوسکا کرنا وہ کام جو مخالف ہی نماز کے بعد پورا ہونے ارکان نماز کے اگرچہ ایسا کام کرنا مکروہ تحریمی ہے ہم مراد
خروج سے بذریعہ اپنے فعل کے سلام پھیرنا ہے کہ لفظ السلام کہنا واجب ہی اور اسکی جگہہ دوسرا فعل قصدا مخالف نماز کرنا مثل کہانے اور پینے
اور باتین کرنے کے مکروہ تحریمی ہی بسبب ترک کرنے واجب یعنی لفظ سلام کے اگرچہ نماز فاسد نہین ہوتی اور نماز کی تمامی کی قید اسلئے لگائی کہ اگر
ایسا فعل قبل تمامی کے ہوگا مثلا قعدہ سے پیشتر تو وہ بالاتفاق نماز کا مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی والشامی والصحیح انہ لیس بفرض اتفاقا
قالہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف وفی المجتبی وعلیہ المحققون اور صحیح یہہ ہی کہ خروج بصنعہ فرض نہین باتفاق امام اور صاحبین کے
کہا ہی اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور ثابت رکہا ہی اوسکو مصنف نے اور مجتبی مین ہی کہ اسی پر ہین تحقیق والے ہم اپنے فعل کے ساتھ نماز سے باہر آنا امام
اعظم سے صراحۃ نہین ثابت ہی کہ فرض ہے بلکہ احمد بن حسین بردعی نے اُن بارہ مسئلون سے جو مفسدات نماز کے پیشتر مذکور ہین اور جنمین بعد تمامی
ارکان نماز کے امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی یہہ نکالا کہ خروج بصنعہ امام کے نزدیک فرض ہی
حالانکہ بردعی کی رای غلط ہے کیونکہ اُن مسائل مین نماز کا باطل ہونا اسوجہسے نہین کہ خروج بصنعہ نپایا گیا تو ایک فرض چھوٹ گیا بلکہ اسوجہسے
بطلان ہی کہ نماز کے اندر ایسے عوارض پیش ہوتے ہین جنسے فرض اور کا اور ہوجاتا ہی چنانچہ معلوم ہوگا کذا فی الشامی وبقی من الفروض
تمیز المفروض اور ماتن نے جو فرض مذکور کئے اونمین اتنے فرض اور باقی رہی اول جدا کرنا مفروض کا ہم حلبی نے کہا کہ تمیز مفروض سے یہہ
غرض ہے کہ جتنی نمازین اوسپر فرض ہین اونکو تمیز کرے اُنسے جو فرض نہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص پانچ نمازون کے فرض ہونے کو نجانتا ہو
مگر اونکے اوقات مین اونکو پڑہ لیا کرتا ہو تو یہہ پڑہنا اوسکو کافی نہوگا اور طحطاوی نے تمیز مفروض کے یہہ معنی کہے ہین کہ سجدہ ثانیہ کو پہلی سجدہ سے
جدا کرے یعنی سجدہ اول فرض ہی تو دوسریکو اُس سے جدا کرنا چاہیئے اسطرح کہ دونون کے بیچ مین سر اوٹہا دے اگر بدون سر اوٹہانے کے سجدہ ثانیہ ادا
کریگا تو نماز نہوگی وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الاخیر علی ما قبلہ دوسرا فرض جو ماتن نے نہین بیان کیا ترتیب
ہی نماز کے ارکان مین یعنی مقدم کرنا قیام کا رکوع پر اور رکوع کا سجدہ پر اور موخر کرنا قعدہ اخیرہ کا اوسکو پیشتر کے ارکان سے حلبی نے کہا کہ اگر شارع

سکو ایک طرح بیان کرتا تو اچھا ہوتا یعنی یون کہتا کہ تقدیم قیام کی رکوع کی سجدہ پر اور رکوع کی سجدہ پر اور سجدہ کی قعدہ اخیرہ پر پس اگر اس ترتیب کے
خلاف کریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی وَاِتْمَامُ الصَّلٰوۃِ تیسرا فرض جو ماتن کے بیان سے رہ گیا نماز کا پورا کرنا ہے یعنی اسیطرح ادا
کرنا کہ اسکا کوئی فرض نہ چھوٹے ھ طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ شارح کے اس قول کے بعد کہ قعدہ اخیرہ کو ماقبل کے ارکان سے موخر
کرنا اسکی حاجت نہیں کہ نماز کے اتمام کو جدا فرض کہا جاوے کیونکہ اوس سے اتمام نماز کا خود لازم آتا ہے وَالْاِنْتِقَالُ مِنْ رُکْنٍ اِلٰی رُکْنٍ چوتہا فرض ایک
رکن سے دوسرے رکن کیطرف جانا ہے وَمُتَابَعَتُہٗ لِاِمَامِہٖ فِی الْفُرُوْضِ پانچوان فرض اپنے امام کی پیروی ہے فرضون کے اندر یعنی ہر رکن میں
امام کے ساتھ یا اوسکے بعد شریک ہو اوس سے پیشتر ادا نکرے ورنہ نماز نہوگی اور فرضون کی قید اسلئے لگائی کہ اگر واجب اور سنت نمازون میں
متابعت ترک کریگا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی وَصِحَّۃُ صَلٰوۃِ اِمَامِہٖ فِیْ رَاْیِہٖ چہٹا فرض یہہ ہے کہ اپنے عندیہ میں اپنے امام کی نماز کو صحیح جانتا
ہو مثلا شافعی مذہب امام نے اپنی ناک ہ یا عورت کو چہو لیا اور اوسکے پیچھے کسی حنفی نے اقتدا کیا تو حنفی کی نماز درست ہوگی کیونکہ اوسکے نزدیک تو
دونو باتین ناقض وضو نہیں وَعَدَمُ تَقَدُّمِہٖ عَلَیْہِ ساتوان فرض مقتدی کا آگے نہ بڑہنا ہے امام پر یعنی ایڑیان امام سے آگے قبلہ کیجانب نہ بڑہین وَعَدَمُ
مُخَالَفَتِہٖ فِی الْجِہَۃِ آٹھوان فرض جہت میں امام کے مخالف نہونا یعنی اقتدا اور اوسوقت یہہ سمجھتا ہو کہ امام کا منہ اور طرف ہے ورنہ نماز نہوگی چنانچہ پہلے
گذر چکا وَعَدَمُ تَذَکُّرِ فَائِتَۃٍ وَعَدَمُ مُحَاذَاۃِ امْرَاَۃٍ بِشَرْطِہِمَا نوان فرض نہ یاد ہونا قضا نماز کا ہے اور دسوان فرض نہ برابر ہونا کسی عورت کا بموجب شرط
ان دونون کے یعنی قضا کے نہ یاد ہونے کی فرضیت میں یہہ شرط ہے کہ نمازی صاحب ترتیب ہو اور وقت میں گنجائش ہو اور عورت کی برابر نہونے میں شرط
ہے جو امامت کے بیان میں مذکور ہوگی وَتَعْدِیْلُ الْاَرْکَانِ عِنْدَ الثَّانِیْ وَالْاَئِمَّۃِ الثَّلٰثَۃِ گیارہوان فرض ارکان نماز میں تعدیل ہے امام ابو یوسف اور
باقی تین امامون شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک ھ تعدیل لغت میں برابر کرنیکو کہتے ہین اور شرعًا اعضا کا ساکن کرنا رکوع اور سجدہ اور قومہ اور
جلسہ میں یعنی ان ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا قَالَ الْعَیْنِیُّ وَہُوَ الْمُخْتَارُ وَاَقَرَّہُ الْمُصَنِّفُ وَبَسَطْنَاہُ فِی الْخَزَائِنِ
عینی نے کہا اور تعدیل ارکان کا فرض ہونا ہی مختار ہے اور اسکو مصنف نے ثابت رکہا ہے اور ہمنے خزائن الاسرار میں مفصل لکہا ہے وَشُرِطَ فِیْ اَدَائِہَا
ہٰذِہِ الْفَرَائِضُ اور شرط ہیں ان فرائض یعنی ارکان کے ادا کے لئے اختیار یعنی بیداری ھ شرط بصیغہ مجہول ماضی ہے اوسکا نائب فاعل لفظ الاختیار
بعد نظم کے مذکور ہے قُلْتُ وَبِہٖ بَلَغَتْ نَیِّفًا وَّعِشْرِیْنَ وَقَدْ نَظَمَ الشُّرُنْبُلَالِیُّ فِیْ شَرْحِہٖ لِلْوَہْبَانِیَّۃِ لِلتَّحْرِیْمَۃِ عِشْرِیْنَ شَرْطًا وَلِغَیْرِہَا ثَلٰثَۃَ عَشَرَ
مین کہتا ہون کہ اس شرط اختیار کے ساتھ شرطین کچھ اوپر بیس یعنی اکیس ہوگئین اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین تحریمہ کے لئے بیس شرطین اور دوسرے
سوا باقی نماز کے لئے تیرہ شرطین نظم کی ہین چنانچہ کہا ہے ع شُرُوْطٌ لِتَحْرِیْمٍ حُظِیْتُ بِجَمْعِہَا ۞ مُہَذَّبَۃً حُسْنًا مَدَی الدَّہْرِ تُزْہِرُ یعنی شرطین ہین تکبیر
تحریمہ کی بہرہ ور ہوا مین اونکو اکٹہا کر دینے سے حالانکہ وہ شرطین آراستہ ہین خوبی سے زمانہ بہر چمکتی ہین ع دُخُوْلٌ لِوَقْتٍ وَاعْتِقَادُ دُخُوْلِہٖ
وَسَتْرٌ وَطُہْرٌ وَالْقِیَامُ الْمُحَرَّرُ وہ شرطین یہہ ہین ۱ داخل ہونا وقت فرض کا اور ۲ اعتقاد یا غلبہ ظن وقت کے داخل ہونیکا کیونکہ دخول وقت مین شک
کرکے شروع کریگا تو کافی نہوگا اور ۳ ستر عورت اور ۴ طہارت حدث سے اور بدن اور کپڑے اور مکان کی نجاست سے اور ۵ قیام تنقیح کیا ہوا یعنی قدرت
والے کے لئے اسطرح کہڑا ہونا کہ ہاتہون سے گھٹنے نہ پکڑ سکے ع وَنِیَّۃُ اِتْبَاعِ الْاِمَامِ وَنُطْقُہٗ ۞ وَتَعْیِیْنُ فَرْضٍ اَوْ وُجُوْبٍ فَیُذْکَرُ ۶ اور نیت امام
کی متابعت کی مقتدی کے حق مین اور ۷ بولنا تکبیر کا اسیطرح کہ اپنے آپ اچہی طرح سنلے اور ۸ معین کرنا فرض یا واجب کا نیت مین کہ ظہر ہے یا عصر ادا
ہے یا قضا پہر نمازی ذکر کرے یعنی اگلی شعر مین جو ذکر خالص مذکور ہے اوسکو تنہا ادا کرے ع بِجُمْلَۃِ ذِکْرٍ خَالِصٍ عَنْ مُرَادِہٖ ۞ وَبِعَرَبِیَّۃٍ
اِنْ ہُوَ یَقْدِرُ ۹ بولے ایک جملہ ذکر کا جو خالص ہو اوسکی حاجت سے جیسے اللہ اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اللہم اغفرلی کہیگا تو تحریمہ درست نہوگی کیونکہ
یہہ جملہ خالی حاجت سے نہین اور خالص ہو وہ جملہ بسم اللہ سے کہ بسم اللہ سے بھی تحریمہ صحیح نہین چنانچہ غایہ مین ہے اور ۱۰ وہ جملہ عربی ہو اگر نمازی عربی پر
قادر ہو اور اگر عاجز ہوگا تو فارسی جملہ سے بہی تحریمہ صحیح ہے شامی نے کہا کہ آگے آویگا کہ شروع کرنا نماز کا سوا ہی عربی زبان کے بہی درست ہے بالاتفاق

اگرچہ نمازی عربی پر قادر ہو ہان فارسی مین قرارت صحیح نہین ہے وعن ترك ها او از لها الايها وعن مد راءات وراء بااكبر اور خالی ہو لفظ اللہ اکبر چھوڑنے سے یا دی یعنی الف دوم لفظ اللہ کے اور خالی ہو چھوڑنے یا لفظ اللہ ... اور خالی ہو دونو ہمزون سے یعنی اللہ کے ہمزہ پر مد ہونہ اکبر کے اور خالی ہو اکبر کی ب کے پیسی کہ ان باتون سے معنی بگڑ جاتے ہین ... اذا لم يكن ذا الكلام مباينا ... ادعن سكتٍ [illegible] تام اور خالی ہو وہ جملہ بیچ مین آنیوالے فعل نماز کے مخالف سے جیسے اگر نیت کر کے بعد کپڑے یا ... کیا پھر تحریمہ کی تو درست نہوگی اور خالی ہو کلام فاصل نماز کے مخالف سے مثلاً نیت کر کے کچھ کلام دنیا وی کیا پھر اللہ اکبر کہا تو درست نہوگا اور خالی ہو اللہ اکبر کے پیشتر کہنے سے یعنی ایسا نہو کہ اول اللہ اکبر کہے پھر نیت کرے ورنہ نیت صحیح نہوگی اور مثل تیرا ہے مخاطب ... رکہا ہے یہ جملہ ناظم نے اپنے ... کہا کہ مخاطب اگر کوئی خلل الفاظ مین دیکھے تو ناظم کا عذر قبول کرے کہ نظم مین تنگی الفاظ کی مجبوری ہو جاتی ہے ... اذ لا ذا له ... باتون کو ... یہ وباندھنی والا قبہ ... یعنی شرطا خیر قبلا سے ہونا ہے ... کے حق میں تاکہ تو بہتر ... ان اشاء اللہ ... قبول کا اور شکر گذار ہو اللہ تعالے کا کہ اوسنے ایسی نعمت دی یا شکر گذار ہو ناظم کا کہ شروط متفرق کو ... ایک جا کر دیا ... الا شيء لن يبقى غيرها ومن الطها يرجو الجزاء ... تو مجموعہ ان شرطون کا بیس ہوا بلکہ انکے سوا زیادہ بھی کی گئی ہین مثلاً مطلق نماز کی نیت اور اعتقاد طہارت کا اور تمیز مفروض اور نظم کرنیوالا ان شرطون کا توقع رکہتا ہے اللہ تعالے سے جو کرنیوالے سے کہ وہی اوسکی مغفرت فرمائیگا وازكى صلوة مع سلام لسيد ذخيرة خلق الله للدين يغفر اور مدہ درود وسلام کے ساتھہ مخصوص ہی سرور کائنات حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو ذریعہ ہین اللہ کی مخلوق ... اور دین ... گار ہین ہے والحقتها من بعد ذاك لغيرها ثلثة عشر كلها من نظر ... اور اضافہ کیا مین نے بعد بیان ان شرطون کے تحریمہ کے سوا اور نماز کے لئے تیرہ شرطونکو جو نماز پڑھنے کے لئے ظاہر ہوتی ہین ہے قيام لمن للفروض منها آية ومقروءة في ثنتين منه يحتم اور وہ شرطین یہ ہین کھڑا ہونا تیرا لقعدہ ایک ایت کے فرض نمازمین اور جو فرض سے ملحق ہے یعنی واجب اور سنت فجر مین اور فرض کی دو رکعتون مین تیری قرات لیکن تجکو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے اول کی دو مین پڑہ چاہے پچھلی دو مین ہے وفي ركعات النفل والوتر فرضها ومن كان مؤتما فعن ذلك يحظر اور نفل اور وتر کی سب رکعتون مین قرارت فرض ہے اور جو مقتدی ہو وہ اس قرارت سے منع کیا جاتا ہے یعنی اوسکو حق مین قرارت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امام کی قرارت اوسکی قرارت ہے بموجب حدیث کے ہم نفل کی سب رکعتون [illegible] ... اسلئے فرض ہوئی کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز علحدہ ہے اور وتر بھی مشابہ سنتون کے ہے اس اعتبار سے کہ اوسکے لئے اذان وتکبیر نہین ہوتی کذا فی الشامی ہے وشرط سجود فالقرار لجبهة وقرب قعود حد فصل محتم اور سجدہ کی شرط پیشانی کا ٹھہر جانا ہے یعنی ایسی طرح کہ اگر نمازی مبالغہ کرے تو اوسکا سر نیچے نہو جاوے جیسا رکہا تھا اوسی حالت پر رہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر چاول یا مسور وغیرہ کے ڈہیر پر سجدہ کریگا تو جائز نہوگا ہان اگر غلہ گون مین بھرا ہوگا تو درست ہوگا کیونکہ اسمین قرار ممکن ہے اسیطرح روئی اور گدیلے پر درست نہوگا لیکن اگر سر رکہنے سے زمین کی سختی محسوس ہوگی تو درست ہوگا اور بیٹھنے کے قریب ہو جانا حد فاصل دونون سجدونکی منقسم ہوئی ہے یعنی ایک سجدہ کے بعد دوسرے کے لئے اتنا اوٹھے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جاوے تب نماز درست ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بعض فقہانے جو دونے سر اوٹہانیکو حد ٹھہرایا ہے وہ قول منتج نہین ہے ہے دبعد قيام فالركوع فسجدة وثانية قد خص تأخر اور بعد قیام کے فرض رکوع ہے پھر سجدہ اور ساتوان فرض ترتیب ہے جو ناظم کے قول بعد اور حرف ف سے سمجھی جاتی ہے اور دوسرا سجدہ پہلے سجدہ سے موخر کرنا صحیح ہے یعنی دونون سجدونمین ترتیب فرض نہین بلکہ واجب ہے اور دوسرے سجدہ کی تاخیر آخر نماز تک صحیح ہے على طرف كف ادعلى فضل ثوبه اذا الطهر الارض المجاد للمعفر جبکہ زمین پاک ہو تو اپنی ہتھیلی پر یا اپنے کپڑے کی زیادتی پر مثلاً آستین یا دامن وغیرہ پر سجدہ کرنیکا جواز ثابت ہے خلاصہ اس شعر کا اٹھوین فرض کا بیان کرنا ہے یعنی آٹھوان فرض سجدہ کی جگہہ کا پاک ہونا ہے گو سجدہ ہتھیلی یا زائد کپڑے پر ہو سجود ذات في حال قلتم مشابهة بصحتها عنه ذات حامل يغفر سجدہ کرنا تیرا اونچی جگہہ مین اور اوس شخص کی پشت پر جو نماز کے سجدہ مین تیرا شریک ہو

وقت قعدہ اور بیٹھ کے معاف ہو ہم یہ بیان ہونی فرض کا یعنی سجدہ بالشت بھر یا بیچ میں سوا اونچی جگہ پر ہو اور اکثر بیٹھ کی جہت سے ہو یا اور کسی ضرورت سے ہو
تو معاف ہے اسیطرح اگر کثرت آدمیونکی جہت سے نمازی کسی شخص کی پشت پر سجدہ کرے بشرطیکہ وہ شخص بھی وہی نماز پڑھتا ہو جو نمازی پڑھتا ہے تو سجدہ بھی جائز
ہے کذا فی الشامی سے اداءك اَفعَالَ الصلوٰة بيقظة + وتميّز مفروض عليك معترٌ اور اگر نا تیرا نماز کے افعال کو بیداری میں اور تو تمیز مفروض
کی تجھ پر ہو سے وَخَتمُ اَفعَالِ الصلوٰة قعود ۃ + وفی صنعها عنها الخروج بصنعة اور ختم کرنا ہے نماز کے افعال کو قعدہ کرنا نمازی کا اور بیٹھ
آنا نماز سے بسبب اپنے فعل کے منع ہے شامی نے کہا کہ فی سے سبب ہے اور عنہا متعلق خروج ہے اور ضمیر صلوٰة کیطرف ہے الاختیاد ای الاستیقاظ
ادا ہو فرائض کے لئے اختیار شرط ہے یعنی ہوشمین ہونا اور جاگنا ہم ایک نسخہ میں وشرط فی اداءها الاختیار ہے چونکہ ماتن کے قول میں وشیوط فی
ادائها گذر چکا ہے تو شارح کا مکرر لانا فضول ہے لیکن البتہ بسبب دور پڑجانے قول ماتن کے اعادہ اُسکا خالی فائدہ سے نہیں ہے انما لو رکع
او سجد ذاهلا کل الذهول اجزاہ تو اگر رکوع کیا یا سجدہ کیا بالکل غفلت کی حالت میں تو اوسکو کافی ہوگا یعنی غفلت اور بھول مخالف اختیار کے نہیں
بلکہ سونا اوسکو مخالف ہے چنانچہ ماتن کہتا ہے فان اتی بها او باحدها بان قام او قرأ او رکع او سجد او قعد الاخیر نائما لا یعتد بما اتی
بل یعیدہ ولو القراءة او القعدة علی الاصح پس اگر ادا کیا سب فرائض کو یا اُنمیں سے ایک کو سونے کی حالت میں بطرح کہ سونے میں قیام کیا یا قرارت
کی یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ اخیرہ کیا تو جو رکن سوتے میں ادا کیا وہ معتبر نہوگا بلکہ اوسکو دوبارہ ادا کرے اگرچہ قرارت یا قعدہ ہو صحیح قول کے بموجب ہم قول غیر
اصح قرارت اور قعدہ کے باب میں فقیہ ابو اللیث کا قول ہے کہ اونکے نزدیک یہہ دونو رکن سونے کی حالت میں بھی معتبر ہوتے ہیں کذا فی الشامی وان
لم یعدہ تفسد لصدورہ لا عن اختیار فکان وجودہ کعدمه والناس عنه غافلون اور اگر جس رکن کو سوتے ہوئے ادا کیا اوسکو نہ دہرائیگا
تو نماز فاسد ہوجاویگی بسبب سرزد ہونے اُس رکن کے بے اختیاری سے تو اُسکا وجود اور عدم برابر ہوگیا اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ایسے ارکان کو دوبارہ
نہیں پڑھتے جنکو سونے کی حالت میں ادا کیا ہو فلو اتی النائم برکعة تامة تفسد صلاته لانه زاد رکعة وهی لاتقبل الرفض پھر اگر سونیوالے نے
ایک رکعت پوری ادا کی تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اسلئے کہ اوسنے ایک رکعت زیادہ کر دی حالانکہ وہ رکعت ترک کو قبول نہیں کرتی یعنی سونے میں جو رکعت ادا
کی وہ غیر معتبر ہوئی اوسکے عوض دوسری رکعت ادا کی تو اب پوری نماز میں ایک رکعت بڑھگئی اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ قدر غیر معتبر کو ترک کرکے باقی کو صحیح کہا
جائے جیسے چار رکعتوں کی جگہ کوئی پانچ پڑھے وہی تو نماز درست نہیں ہوسکتی اسیطرح یہہ نماز بھی درست نہیں ولو رکع او سجد فنام فیه اجزاہ لحصول
الرفع والوضع بالاختیار اور اگر نمازی نے رکوع کیا یا سجدہ کیا اور رکوع یا سجدہ میں سوگیا تو اوسکو کافی ہوگا واسطے پائے جانے سر اونچا کرنے اور
رکھنے کے اختیار کے ساتھ یعنی رکوع کے لئے جھکنا اور سر اٹھانا اور سجدہ کے لئے زمین پر سر رکھنا اور اٹھانا افعال اختیاری ہیں انکے بیچ میں سو جانا مضر نہیں ولها
واجبات لا تفسد بترکها اور نماز کے کچھ واجب ہیں جنکے ترک سے نماز فاسد یعنی باطل نہیں ہوتی ہم شارح نے لا تفسد سے قہستانی کے قول کو رد کیا کہ اوسنے ذکر
کیا ہے کہ واجب کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے مگر باطل نہیں ہوتی وجہ رد یہہ ہے کہ آئمہ فقہا عبادات میں فاسد اور باطل کو ایک ہی معنی میں بولتے ہیں تو یہہ کہنا
کیا معنی کہ فاسد ہوتی ہے باطل نہیں ہوتی البتہ معاملات میں فاسد اور باطل جدا جدا معنی میں مستعمل ہیں فاسد اوسکو کہتے ہیں جس سے کوئی وصف مرغوب جاتا رہے
اور باطل وہ ہے جسمیں سے کوئی رکن مفقود ہوجاوے وتعاد وجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد له اور جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جاتی
بطور وجوب کے قصداً ترک کیا ہو اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نکیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا مگر سجدہ سہو نہیں کیا تو وہ نمازیں اُسی نماز کا
دوبارہ پڑھنا واجب ہے وان لم یعدها یکون فاسقا آثما اور اگر اُس نماز کو نہ دہرایگا تو فاسق اور گنہگار ہوگا اسلئے کہ ترک واجب مکروہ تحریمی ہے
اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق اور گنہگار ہوتا ہے وکذا کل صلوٰة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها اور اسیطرح جو نماز کہ کراہت تحریمی کے
ساتھ ادا کیگئی ہو مثلا بول یا براز کو بدقت روک کر یا جس کپڑے میں تصویر ہو اوسکو پہنکر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے والمختار انه جابر للاول
لان الفرض لا یتکرر اور مختار یہہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کا پورا کرنیوالا ہے اسلئے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا ہم قول مختار کا مقابل قول

ابی الیسر کا ہی کہ دوبارہ کی نماز کو فرض کہتا ہی نہ اول کو شارح کہتا ہی کہ نماز دوم اول کے نقصان کو زائل کرتی ہی جیسی سجدہ سہو سی نقصان دور ہوتا ہی تو
وہ نماز فرض نہین ہے کیونکہ اگر اُسکو فرض قرار دین تو اول نماز بھی فرض ہی تھی اسلئے کہ اوسکی سب ارکان و فرائض ادا ہوئی تو کیا وجہ کہ فرض نہو علاوہ
اسکو فرض وقت اوسکی سبب سے دمہ سی ساقط ہو جاتا ہی اس سی بھی معلوم ہوا کہ نماز اول فرض ہے تو ایکوقت مین دو فرض جمع ہو جائنگی حالانکہ ایک ہی فرض دو بار
ایکوقت مین نہین ہو سکتا کذا فی الشامی بتصرف اس سی معلوم ہوا کہ اگر امام ترک واجب کی جہت سی نماز کو دُہراوی تو اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار مین جماعت
کا شریک ہوگا تو اوسکی نماز نہوگی کیونکہ جب امام کی نماز فرض نہین تو مقتدی فرض والیکا اوسکی پیچھے درست نہوگا وھی علی ما ذکرہ اربعۃ عشر اور نماز کے
واجبات بموجب اُس بیان کے جو مصنف نے بیان کئی ہین چودہ ہین یعنی واقع کے اعتبار سی یہہ شمار نہین بلکہ اس سی بہت زائد ہین قراءۃ فاتحۃ الکتاب
فیسجد للسہو بترکہا اکثرہا لا اقلہا اول واجب الحمد کا پڑہنا ہی تو نمازی اوسکی اکثر کے چھوڑنے سی سجدہ سہو کرے نہ اوسکی کمتر کے چھوڑنے سے ہم
قہستانی مین ہی کہ امام اعظم کے نزدیک بالکل الحمد واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سی زائد واجب ہی اسلیئی باقی کی بہولنے سے سجدہ سہو واجب نہین
شارح کا قول صاحبین کے مذہب پر ہی کذا فی الطحاوی لکن فی المجتبی یسجد بترک آیۃ منہا وھو اولی لیکن مجتبی مین ہی کہ سجدہ سہو کرے الحمد کی
ایک آیت چھوڑنے سی اور یہہ بہتر ہی طحاوی نے کہا کہ وجہ اولویت کی شاید الحمد کی مواظبت ہی اور مواظبت مفید وجوب ہی کو قلت وعلیہ فکل آیۃ واجبۃ ککل
تکبیرۃ عید وتعدیل رکن واتیان کل مین کہتا ہون اور مجتبی کے قول پر تو ہر آیت واجب ہی مثل ہر ایک تکبیر کے عید کی چھ تکبیرون سی اور مثل
اطمینان سی ادا کرنے رکن کے اور مثل بجالانے ہر واجب کے ہم طحاوی نے کہا کہ تعدیل رکن کی برابر ہے تعدیل قومہ اور جلسہ کی کذا فی الحلبی اور
اتیان کل کے یا یہہ معنی ہین کہ واجبات مین سی ہر ایک واجب کا ادا کرنا واجب ہی یا یہہ کہ ہر واجب کو اپنی جگہہ پر ادا کرنا واجب ہے ونزاد تکریر
کل کما یاتی فلیحفظ اور مثل ترک کرنے ہر واجب کے مکرر کرنیکے چنانچہ آگے آویگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے طحاوی نے کہا کہ مکرر نکرنا واجب کا
واجب ہی مگر الحمد اس سی مستثنی ہی یعنی اگر سورہ کے بعد پہر الحمد کو مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو لازم نہوگا وضم اقصر سورۃ کالکوثر او ما قام مقامہا
وھو ثلاث ایات قصار نحو ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر وکذا لو کانت الایۃ او الایتان تعدل ثلاثا قصارا ذکرہ الحلبی
اور واجب ہی ملانا الحمد کے ساتھہ بہت چھوٹی سورۃ کا مثل سورہ کوثر کے یا جو قائم مقام ہو چھوٹی سورہ کے اور اوسکا قائم مقام تین چھوٹی
آیتین ہین جیسی یہہ تین آیتین سورہ مدثر کی ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر اور اسیطرح قائم مقام چھوٹی سورہ کے ہی اگر ایک آیت یا دو آیتین
تین چھوٹی آیتونکی برابر ہون ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے ہم چھوٹی تین آیتون سی کم ملانا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الشامی فی الاولیین من الفرض
وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا ملانا سورہ کا واجب ہی فرض کی دو پہلی رکعتون مین اور کیا ملانا سورہ کا پچھلی دو رکعتون مین مکروہ ہے مذہب
مختار یہہ ہی کہ مکروہ نہین یعنی مکروہ تحریمی نہین بلکہ خلاف سنت ہونیکی وجہ سی مکروہ تنزیہی ہے وفی جمیع رکعات النفل لان کل شفع منہ
صلوۃ اور ملانا سورہ کا واجب ہی نفل کی سب رکعتون مین اسلئے کہ ہر ایک دوگانہ اوسکا نماز جداگانہ ہی ہم تو اگر نمازی نے چار رکعت کی نیت کی تو اس
تحریمہ سی صرف دو رکعت اوسپر واجب ہونگی اور جب تیسری کو اوٹھیگا تو گویا نئی تحریمہ ہوگی اور اگر ان دوگانون مین کسی مین فساد ہوگا تو صرف
وہی فاسد ہوگا نہ دوسرا وکل الوتر احتیاطا اور ملانا سورہ کا واجب ہی وتر کی ہر رکعت مین بوجہ احتیاط ہم یعنی جب وتر مین آثار سنت
ہونیکے ظاہر ہوئی کہ نہ اوسکی لئی اذان دیجاتی ہے نہ تکبیر کہی جاتی ہے تو احتیاط اسکی مقتضی ہی کہ قرارت کے باب مین اوسپر سنت کا حکم جاری کیا
جاوی کذا فی الشامی وتعیین القراءۃ فی الاولیین من الفرض علی المذہب اور واجب ہی معین کرنا قرارت کا فرض کے پہلے دو رکعتون
مین مذہب مشہور کے بموجب ہم فرض سی مراد بیان وہ ہی جو تین رکعتون یا چار کا ہو اور تعیین اوسی چیز ہو اور سورہ ملانا دوسری چیز تو یہہ قول
شارح کا مکرر نہین اب معلوم کرنا چاہیئے کہ فرض قرارت کے باب مین تین قول ہین اول یہہ ہی کہ قرارت کی جگہہ خاص پہلی دو رکعتین ہین بدائع مین اسی
کی تصحیح کی ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ محل قرارت فرض کی دو رکعتین ہین بلا تعیین تو اسصورت مین تعیین پہلی دو رکعتون مین واجب ہی اور مذہب مشہور یہی ہے

تیسرا قول یہہ ہی کہ پہلی دو رکعتونکو قراءت کے معین کرنا افضل ہے نہ واجب اور یہہ قول ضعیف ہی و تقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ وکذا اور واجب ہے
مقدم کرنا الحمد کا تمام سورہ پر یعنی اگر دوسری سورہ کا حرف بھی الحمد سے پہلے پڑھ تو سجدہ سہو کرے کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حرف سے
مراد اتنی دیر پڑہنا ہے جسمین ایک رکن ادا ہو تو اگر ادای رکن سے کم دیر لگیگی تو سجدہ سہو لازم نہ آویگا وکذا ترک تکریرھا قبل سورۃ
الاولیین الخ اسیطرح واجب ہی مکرر نہ پڑہنا الحمد کا پہلی دو رکعتونمین سورہ سے پیشتر تو اگر سورہ سے پیشتر الحمد مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو واجب
ہوگا بسبب تاخیر سورہ ملانیکے اور پہلی رکعتون کی اسلئے قید لگائی کہ اگر پچھلی رکعتون مین سورہ سے پیشتر مکرر پڑہیگا تو سجدہ سہو نکرنا پڑیگا کذا
فی الطحطاوی ورعایۃ الترتیب بین القراءۃ والرکوع وفیما یتکرر اما فیما لا یتکرر ففرض کما مر فی کل رکعۃ کالسجدۃ او فی کل
الصلٰوۃ کعدد رکعاتہا اور واجب ہے لحاظ رکہنا ترتیب کا درمیان قراءت اور رکوع کے اور درمیان ان افعال کے جو ہر رکعت مین مکرر ہوتے
ہین جیسے سجدہ ہی اور جو افعال ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتے تو انمین ترتیب فرض ہے چنانچہ انکی ترتیب کا بیان گذر چکا یا ترتیب واجب ہر ان
افعال مین جو کل نماز مین مکرر ہوتے ہین مثل عدد نماز کی رکعتون کے ہم ترتیب رکعات کی صورت مسبوق مین ظاہر ہوتی ہے مثلا چار رکعتون مین اگر
اوسکو ایک رکعت آخر کی ملی تو اب وہ کہڑا ہو کر اول قراءت والے دوگانہ کو ادا کریگا پہر بلا قراءت والی کو طحطاوی نے کہا کہ سجدہ کی مثال سمجھنا
سے یعنی سجدا کے اور کوئی فعل ہر رکعت مین مکرر نہین ہوتا حتی لو نسی سجدۃ من الاولی قضاہا ولو بعد السلام قبل الکلام لکنہ یتشہد
ثم یسجد للسہو ثم یتشہد لانہ یہان تک کہ اگر ایک سجدہ پہلی رکعت کا بہول گیا تو اوسکو قضا کرے اگرچہ بعد سلام پہیرنے کے قضا ہو لیکن کلام سے پیشتر
قضا کرے یعنی اوسوقت تک کوئی مفسد نماز کا نہ کیا ہو لیکن اس سجدہ کی قضا کے بعد فقط التحیات پڑہے پہر سجدہ سہو کرے پہر التحیات اور درود اور دعا
پڑہکر سلام پہیرے لانہ یبطل بالعود الی الصلبیۃ والتلاویۃ التشہد اسلئے پڑہکر التحیات مع قعدہ باطل ہو جاتی ہی سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت
کیطرف عود کرنے سے ہم سجدہ صلبی خود نماز کے سجدہ کو کہتے ہین جو اوسکا جز ہی اور وجہ باطل ہونے قعدہ کی یہہ ہی کہ قعدہ اخیرہ اور ارکان نماز مین
ترتیب شرط ہے یعنی جب کل ارکان ہو چکین اوسوقت قعدہ اخیرہ ہونا چاہیئے تو جب سجدہ صلبی چہوٹ گیا اور قعدہ کے بعد اوسکو ادا کیا تو قعدہ مذ
اخیرہ نہوا تو وہ اور اوسکا تشہد باطل ٹہہری اسلئے دوسرا تشہد واجب ہوا اور سجدہ تلاوت سے قعدہ کے باطل ہونیکی یہہ وجہ ہی کہ جب سجدہ تلاوت نماز
کے اندر واقع ہوا تو اوسکو حکم سجدہ صلبی کا دیا گیا کذا فی الشامی اما السہویۃ فترفع التشہد لا القعدۃ حتی لو سلم بمجرد رفعہ منہما
لم تفسد بخلاف تلک السجدتین لیکن سجدہ سہو التحیات کو باطل کرتا ہی نہ قعدہ کو یہانتک کہ اگر بمجرد سر اوٹہانیکے سجدہ سہو سے سلام پہیریگا
تو نماز فاسد نہوگی بخلاف ان دو سجدون کے کہ انکے بعد سلام پہیرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی بسبب نپائی جانے قعدہ اخیرہ کے جو فرض ہے
طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح تلک کی جگہہ تینک کہتا بصیغہ تثنیہ وتعدیل الارکان ای تسکین الجوارح قدر تسبیحۃ فی الرکوع
والسجود وکذا فی الرفع منہما علی ما اختارہ الکمال اور واجب ہی تعدیل ارکان کی یعنی ساکن کرنا اعضا کا بقدر سبحان اللہ کہنے کے
رکوع مین اور سجدہ مین اور اسیطرح واجب ہی تعدیل سر اوٹہانے مین رکوع اور سجدہ سے یعنی قومہ اور جلسہ مین بنابر قول کے کہ پسند کیا ہی اوسکو
کمال الدین محقق نے ہم بحر الرائق مین کہا کہ علت تعدیل کی مواظبت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوسپر تو وہ چارون چیزون یعنی رکوع اور سجدہ
اور قومہ اور جلسہ مین یکسان ہی کذا فی الشامی لکن المشہور ان مکمل الفرض واجب ومکمل الواجب سنۃ لیکن مشہور یہہ قاعدہ ہی کہ
فرض کی تکمیل کرنیوالی چیز واجب ہی اور واجب کی تکمیل کرنیوالی سنت ہی یعنی چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہی رکوع اور سجدہ جو فرض ہین انمین تعدیل
واجب ہونی چاہیئے اور قومہ اور جلسہ جو واجب ہین اونمین تعدیل مسنون ہونی چاہیئے ہم یہہ شارح کا اعتراض ہے کمال الدین چلپی نے اسکا
یہہ جواب دیا ہی کہ جب دلیل کی اقتضا کے موافق تعدیل واجب ہوئی تو قاعدہ کی مخالفت کچہہ مضر نہین کذا فی الشامی وعند الثانی الاربعۃ فرض
اور امام ابو یوسف کے نزدیک چارون فرض ہین یعنی فرض عملی ہین کہ انکے نہونے سے نماز درست نہین رہتی والقعود الاول ولو فی نفل فی الاصح

ہو واجب ہو اول قعدہ گو نفل مین ہو صحیح تر قول مین ہم امام محمد نفل مین ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض کہتے ہین اسوجہسے کہ ہر دوگانہ نماز علیحدہ ہے
تو اوسکا قعدہ وہی اخیرہ ہوا اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ نفلون مین بھی قعدہ اول واجب ہے کیونکہ جب بعد قعدہ کے تیسری رکعت کو اوٹھا تو معلوم ہوگیا
کہ وہ قعدہ اخیرہ نہین اسلئی فرض نرہا کذا فی الشامی وکذا ترک الزیادۃ فیہ علی التشہد اور اسیطرح واجب ہے قعدہ اول مین التحیات سے زیادہ
نہ پڑھنا شامی نے کہا کہ اگر قعدہ اول مین التحیات تمام کرکے بمقدار اللہم صل علی محمد کی کوئی چیز پڑھیگا تو واجب فوت ہوجائیگا و ارادبالاول
غیر الاخیر اور مصنف نے قعدہ اول اسے وہ مراد لیا جو اخیر نہو ہم یہہ شارح نے اسلئی کہا کہ اگر اٹھہ یا دس یا زائد نفل رکعتون کو ایک
تحریمہ سے پڑھیگا تو سوا قعدہ اخیرہ کے سب پیشتر کے قعدون کا یہی حکم ہے یعنی واجب ہو نگی لکن یرد علیہ لو استخلف مسافر مسبوقا
المصلی فیہ عمدا فان القعود الاول فرض علیہ وقد یجاب بانہ عارض لیکن اول سے غیر اخیر مراد لینے پر یہہ اعتراض ہوتا ہی کہ اگر کوئی مسافر امام بےوضو
ہوکر مقیم کو اپنا خلیفہ کر دے تو اسصورت مین اُس مقیم پر پہلا قعدہ امام کی نیابت کیوجہ سے فرض ہے اور اسکا جواب یہہ ہی کہ یہہ فرضیت عارضی
ہے اسیطرح اگر کوئی مسبوق مغرب کی تیسری یا دوسری رکعت مین ملا تو بوجہ متابعت امام کے اوسپر وہ قعدہ فرض ہوگا جو اوسکی حق مین اخیر
نہین والتشہدان ویسجد للسہو بترک بعضہ ککلہ وکذا فی کل قعدۃ فی الاصح اور واجب ہین دونون تشہد یعنی دونون قعدون
مین التحیات کا پڑھنا اور سجدہ کرے سہو کا بعض تشہد چھوڑنے سے یعنی اگرچہ نصف سے کم چھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی مثل کل تشہد کے چھوڑنے کے
اور اسیطرح واجب ہی تشہد ہر قعدہ مین صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سوا اخیر قعدہ کے اور قعدون مین تشہد سنت ہی اسی قول سے شارح
نے تعریض کی کہ مصنف اگر تشہد کو بصیغہ تثنیہ نہ کہتا تو اچھا تہا کیونکہ اگر مفرد لاتا تو اسم جنس ہوتا اور ہر تشہد کو شامل ہوتا چنانچہ بحر الرائق
مین اسکی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی الحلبی اذ قد یتکرر عشرا کمن ادرک الامام فی تشہد المغرب وعلیہ سہو فتشہد معہ وسجد معہ
ثم تذکر سجود تلاوۃ فسجد معہ وتشہد ثم سجد للسہو وتشہد معہ ثم قضی الرکعتین بتشہدین وقیلہ کذلک وجوب تشہد کی
ہر قعدہ مین اسلئی لگائی کہ بعض دفعات تشہد دس بار تک ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے مغرب کی دو تشہد ومین امام کا اقتدا کیا یعنی پہلے قعدہ مین
اوسکا شریک ہوا حالانکہ امام پر سجدہ سہو تہا تو اوسنے امام کے ساتھہ سجدہ سہو کیا اور تیسرا تشہد پڑہا پہر امام کو سجدہ تلاوت یاد پڑا اور سجدہ کیا تو مقتدی
نے بھی اوسکے ساتھہ سجدہ کرکے تشہد چہارم پڑہا اب چونکہ سجدہ تلاوت سے پیشتر کے قعدہ اور تشہد باطل ہوگئے تو امام نے پہر سجدہ سہو کو ادا کیا
اور مقتدی نے اوسکے ساتھہ تشہد پنجم پڑہا پہر مقتدی نے اپنی باقی دو رکعتون کو دو تشہد ون سے پڑہا تو سات تشہد ہوئے اب جو امر امام کو پیش
ہوا تہا وہی مقتدی کو پیش آیا یعنی ان دو رکعتون مین اسکو سہو ہوا تو سجدہ سہو کرکے آٹھوان تشہد پڑہا پہر معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت بھی اوسکے
ذمہ ہوگیا تہا تو اوسکو ادا کرکے نوان تشہد پڑہا اور چونکہ اس سجدہ سے پہلے کے قعدہ اور تشہد بیکار ہوگئے اور سجدہ سہو بعد قعدہ اخیرہ کے چاہئے
اسلئی سجدہ سہو کرکے دسوان تشہد پڑہا تو یہہ سب تشہد واجب ہین خصوصیت دو تشہد کی نہین قلت ومثل التلاوۃ تذکر الصلبیۃ
فلو فرضنا تذکرہا ایضا لہما زید اربع اخر لما مر مین کہتا ہون اور سجدہ تلاوت کی مثل ہے یاد ہونا سجدہ صلبی کا تو اگر ہم فرض
کرین اوسکا بھی یاد پڑنا امام ومقتدی دونوکو تو چار تشہد اور بڑہجاوینگے اُسی وجہ سے جو گذر چکی کہ صلبی سجدہ کے بعد پہر سجدہ سہو کرنا پڑیگا
ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ امام نے صورت مذکورہ بالا مین پانچوین تشہد کے بعد سجدہ صلبی کو یاد کیا اور اوسکو ادا کرکے چھٹا تشہد پڑہا پہر
سجدہ سہو کرکے ساتوان تشہد پڑہا تو امام کے سات تشہد ہوئے اور چونکہ مقتدی کو اپنی باقی نماز مین بھی اسیطرح سات تشہد پڑہنے پڑے اور سات
امام کے ساتھہ پڑہ چکا ہی تو اوسکے چودہ تشہد ہوئے اسلئی شارح نے کہا کہ چار اور بڑہجاوینگے یعنی پہلے دس تھے اور اسصورت مین چودہ ہونگے
ولو فرضنا تعدد التلاوتیۃ والصلبیۃ لہما ایضا زید ست ایضا اور اگر فرض کرین تعدد سجدہ تلاوت اور سجدہ صلبی کا بھی امام و
مقتدی کے لئے تو چھہ تشہد اور بھی بڑہجائینگے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ صورت مفروضہ بالا مین امام کو ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ

صلبی اونہیں یاد پڑا تو اوسنے اونکو ادا کرکے آٹھوان تشہد پڑہا پہر قبل سجدہ سہو کے ایک سجدہ تلاوۃ دوسرا یاد کیا تو اونکو بہی ادا کیا اور نوان تشہد پڑہا اب سبکے بعد سجدہ سہو کیا اور دسوان تشہد پڑہا
تو اسصورتمین جیسی دس تشہد امام کے ہوئے اسیطرح مقتدی کے ہونگے تو مقتدی کے ۳۰ تشہد ہو جاوینگے حلبی نے کہا کہ اگر اسصورت مین امام دوسرے سجدہ صلبی کے بعد تشہد پڑہکر سجدہ سہو بہی کرے
اور تشہد نوان پڑہکر پہر دوسرا سجدہ تلاوت کرے اور دسوان تشہد پڑہے پہر سجدہ سہو کرے اور گیارہوان تشہد پڑہے تو کل تشہد مقتدی کے بائیس
ہو جاوینگے یعنی پہلے کی نسبت کہ آٹھ تشہد زیادہ ہونگے ـ شامی نے کہا کہ درمختار کے اکثر نسخون مین ست کی جگہہ ستون ہے یعنی ساٹھ تشہد زیادہ
ہو جاوینگے ساٹھ کے ہونے کیصورت یہہ ہو کہ امام نے ساتوین تشہد کے بعد ایک سجدہ صلبی یاد کیا اوسکو ادا کرکے ایک تشہد پڑہا پہر سجدہ سہو کرکے
دوسرا تشہد پڑہا پہر اوسیطرح دوسرا صلبی یاد کرکے اسیطرح دو تشہد پڑہے تو چار تشہد ہوئی اب سجدہ تلاوت تمام قرآن کے ایک ایک یاد کرتا گیا اور
ہر ایک مین معہ سجدہ سہو دو دو تشہد پڑہتا گیا تو چونکہ ایک سجدہ تلاوت اول ادا کر چکا تہا باقی رہے تیرہ تو تیرہ سجدون مین اس حساب سے
۲۶ تشہد ہونگے اور چار پہلے ہو چلے تہے تو امام کے کل تشہد ۳۰ ہوئی اور اسیطرح مقتدی کے ۳۰ ہوگئے تو مقتدی کے کل ساٹھ تشہد ہو جاوینگے اور
جب ان ساٹھ پر چودہ وہ بڑہاؤ جو پیشتر ہو چکے تہے شارح کے پہلے قول مین تو کل ۷۴ ہونگے اور ان پر چار وہ بڑہاؤ جنکو شارح اگلے قول مین ذکر
کرتا ہے تو کل تشہد ۷۸ ہونگے اور انہین ۷۸ کا حوالہ شارح نے واجبات کی تمامی پر کیا ہے جہان کہ کہا ہو کہ ۷۸ کو قریب ۸۰ مین جیسا اونکا
بیان گذر چکا تو معلوم ہوا کہ جن نسخون مین ستون ہے وہی صحیح ہے ولو فرضنا ادرکہ الامام ساجدا ولم یسجد معہ فیقتضی القواعد
انہ یقضیہما فیزاد اربع اخر وتامل اور اگر ہم فرض کرین اقتدا کرنا مقتدی کا امام سے سجدہ کیحالت مین اور مقتدی نے ان
دونو سجدون کو امام کے ساتھ نہ ادا کیا تو مقتضا قواعد یہہ ہو کہ مقتدی انکو ادا کرے تو اسصورتمین چار تشہد اور ہو جاوینگے سو اسکو سمجہ لے
ھ طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہہ ہو کہ امام منتہی کی دوسری رکعت کے اول سجدہ مین تہا کہ مقتدی نے اقتدا کیا مگر دونون سجدہ مین شریک
نہوا بلکہ بیٹہکر تشہد مین شریک ہوا اور مراد شارح کی قواعد سے مقتضا ایک قاعدہ ہے وہ یہہ ہے کہ جس شخص کو بعد اقتدا کے نماز مین سے کچہہ فوت
ہو جاوے تو وہ فوت ہوئے ارکان کا اعادہ کرے جیسے لاحق کہ وہ بہی جتنی نماز رہجاتی ہو اوسکو دہراتا ہو لیکن شامی نے کہا کہ یہہ صورت اسطرح سے کہ طحطاوی
نے فرض کی نہین بنی اسلئے کہ مقتدی پر ہرچند متابعت امام کی دونو سجدہ مین واجب تہی مگر اب جو اوسنے وہ سجدہ نکئے اور بعد فراغت امام کے
دوسری رکعت کو مع اوسکے دونو سجدون کے پڑہلیا تو اوسکی نماز مین کسیطرحکا نقصان نہین رہا چنانچہ تجنیس مین تصریح موجود ہے کہ اگر امام کو سجدہ
مین پایا اور اقتدا کرکے سجدہ مین شریک نہوا بلکہ باقی نماز مین شریک رہا اور بعد فراغت امام کے وہ رکعت پڑہ لی تو نماز درست ہے پہر ان دونون
سجدونکو مکرر ادا کرنے کے کیا معنی کسی نے یہہ ذکر نہین کیا کہ ایسی صورتمین مقتدی اوس رکعت مین تین یا چار سجدے کرے تو بدون نقل فقہا کے
کے کیسے کہا جاوے کہ ان دونون سجدون کا ادا کرنا علاوہ رکعت کے لازم ہے ہان اگر امام کا اقتدا سجدہ سہو مین کیا اور امام کا شریک انہین ہوا
تو اپنی نماز پڑہنے کے بعد انکو استحسان کی رو سے ادا کرلے انتہی تبعت ولم ار من نبہ علی ذلک واللہ اعلم اور مین نے کسیکو نہ دیکہا کہ اس
تفصیل پر آگاہ کیا ہو واللہ اعلم ھ اگر کثرت تشہد کے لئے شارح اتنا بکہیڑا نکرتا اور صرف اسقدر کہدیتا کہ تشہد زیادہ بہی ہوسکتے ہین چنانچہ کوئی
ہزار رکعت نفل ادا کرے ایک سلام سے تو اوسمین پانسو تشہد ہوسکتے ہین تو نہایت آسان اور مبالغہ سے خالی ہوتا ولفظ السلام مرتین
فالثانی واجب علی الاصح برہان دون علیکم وتنقضی قدوتہ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ
خلافا للتکملۃ اور واجب ہے لفظ السلام دوبار یعنی دوسرا واجب ہے صحیح تر قول مین کذا فی البرہان نہین واجب ہے لفظ علیکم اور ہو چکتا ہے
اقتدا پہلے سلام پر پیشتر علیکم سے مذہب مشہور پر ہمارے نزدیک اور اسی پر ہین شافعی مذہب والے بخلاف شارح تکملہ کے کہ اوسنے دوسرے سلام تک اقتدا
کا تمام ہونا صحیح کہا ہے ھ ماتن نے جو لفظ السلام کہا اسمین اشارہ ہے کہ اور کوئی لفظ اسکے قائم مقام نہین ہوتا بشرطیکہ نمازی اسکو پڑہنے پر قادر ہو
اور دوسرے سلام کو بعضون نے مسنون کہا ہے اصلی شارح نے اصح کی قید لگائی کذا فی الشامی فلو ائتم بہ بعدہ قبل قولہ علیکم لم یصح

تنقطع التحریمة بالاول ام بالثانی جزم فی الجوهرة والبرهان وغیرهما بالاول وصحح شارح التکملة الثانی وعلیه فیصح الاقتداء
قبله والمعتمد عند الشافعیة انه لو اقتدی به بعد شروعه فی السلام وقبل علیکم لم یصح القدوة ذکره الرملی الشافعی
فی باب سجود السهو پس اگر اقتدا کیا امام کا بعد لفظ سلام کے اور پیشتر علیکم کہنے کے تو جائز ہوگا اور نماز کی تحریمہ سلام اول پر
منقطع ہو جاتی ہے یا دوسری پر جوہرہ اور برہان اور ان دونو کے سوا اور کتابون مین تو اول پر یقین کیا ہی یعنی سلام اول پر تحریمہ تمام ہو جاتی
ہے اور شارح تکملہ نے دوسری کی تصحیح کی ہے کہ دوسری سلام پر تحریمہ کا انقطاع ہوتا ہی اور اس قول پر اقتدا دوسری سلام سی پیشتر درست
ہوگا اور شافعی مذہب والون کے نزدیک معتمد یہہ ہی کہ اگر اقتدا کیا امام کا بعد شروع کرنے امام کے سلام کو اور پیشتر علیکم کہنے سی تو اقتدا صحیح
نہوگا ذکر کیا ہے اسکا رملی شافعی نے سجدہ سہو کے باب مین م شامی نے کہا کہ یہہ عبارت فلو اتم سے آخر تک در المختار کے بعض نسخون مین ہے
وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء وکذا تکبیرة قنوته اور واجب ہی پڑہنا قنوت وتر کا اور قنوت مطلق دعا ہی یعنی ہر ایک دعا سے
حاصل ہوتا ہے خصوصیت اللهم انا نستعینک الخ کی نہین کہ اس خاص دعا کا پڑہنا سنت ہی اور اسیطرح واجب ہے قنوت وتر کی لئے الله اکبر کہنا م بعضون
نے اس الله اکبر کہنے کو سنت کہا ہی کذا فی الحلبی اور زیلعی نے کہا کہ اسکو ترک کرنے سی سجدہ سہو واجب ہی کذا فی الشامی وتکبیرة رکوع الثالثة زیلعی اور واجب
ہے الله اکبر کہنا تیسری رکعت وتر کے رکوع کا کذا فی الزیلعی م زیلعی مین اس مسئلہ کا وجود نہ اسجگہہ ہے نہ سجود سہو کے بیان مین اس سی معلوم ہوا کہ
شارح کا بیان صحیح نہین یعنی یہہ تکبیر رکوع کی واجب نہین بلکہ سنت ہی وتکبیرات العیدین وکذا احدها اور واجب ہین تکبیرین دونو عید
کی چھ بار الله اکبر کہنا ہی ہر رکعت مین تین بار اور اسیطرح واجب ہے انمین سی ایک یعنی ہر تکبیر واجب جداگانہ ہی یہہ نہین کہ چھون ملکر واجب ہون
طحطاوی نے کہا کہ اسیطرح واجب ہین تکبیرین ایام تشریق کی چنانچہ اونکا بیان آگے آویگا وتکبیر رکوع رکعته الثانیة کلفظ التکبیر فی
افتتاحه اور واجب ہی تکبیر عید کی دوسری رکعت کے رکوع کی جیسی واجب ہی الله اکبر کہنا عید کی نماز کے شروع مین یعنی اگر سوا الله
اکبر کے اور کسی لفظ سی شروع کریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا کذا فی الشامی لکن الاشبه وجوبه فی کل صلوة بحر فلیحفظ لیکن مشابہ تر بحق یہہ
ہے کہ الله اکبر کہنا ہر نماز کے شروع مین واجب ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے والجهر للامام والاسرار للکل فیما یجهر فیه ویسر
اور واجب ہی پکار کر پڑہنا امام کو ان نمازون مین کہ پکار کر پڑہا جاتا ہے یعنی صبح اور مغرب اور عشا اور جمعہ وغیرہ مین اور واجب ہے
آہستہ پڑہنا سبکو یعنی امام کو بالاتفاق اور تنہا کو صحیح تر قول مین ان نمازون مین کہ آہستہ پڑہی جاتی ہین چنانچہ ظہر اور عصر اور پچھلی رکعت
مغرب کی وغیرہ ویجیء الواجبات اتیان کل واجب او فرض فی محله اور باقی رہی واجبات مین سی واجبات آیندہ یعنی ایک واجب
اوسکا ہی ہر واجب یا فرض کا اوسکے محل مین فلو اتم القراءة فمکث متفکرا سهوا ثم رکع او تذکر السورة راکعا فضمها فا
عاد الرکوع وسجد للسهو تو اگر نمازی قرارت کو تمام کرکے بھولے سی سوچتا رہگیا پہر رکوع کیا تو سجدہ سہو کری یا یہہ صورت ہوئی کہ سورہ
کو ملانا بھول گیا اور رکوع کرنے مین اوسکو یاد ہوا سو اوسنی سورہ کو کہڑے ہوکر ملایا تو رکوع دوبارہ کری اور سجدہ سہو کرے م پہلی صورت
مثال ہے فرض کی تاخیر کی اوسکی موقع سی یعنی بعد قرارت کے رکوع فورا فرض تہا تو اوسنی رکوع کو اوسکی محل سی ہٹا دیا اور دوسری مثال
ہے واجب کو اوسکی جگہہ سی ٹالنے کی یعنی ضم سورہ واجب تہا بعد الحمد کے اوسمین ایک رکوع زائد حائل ہوگیا شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت
مین ضعف ہی یا اعاد الرکوع سجد للسهو کہتا تو خوب تہا یعنی اس عبارت سی وہم یہہ ہوتا ہی کہ اعادہ رکوع اور سجدہ سہو دونو مسئلون سے
متعلق ہے حالانکہ اعادہ رکوع صرف مسئلہ دوم سی متعلق ہے اور سجدہ سہو دونون سی وترك تکریر رکوع وتثلیث سجود اور واجب
ہے ترک کرنا رکوع کے مکرر کرنے کو اور سجدہ کے سہ بارہ کرنے کو یعنی اگر ایکبار رکوع کرکے پہر اعادہ اوسکا کریگا یا دو سجدون کی جگہہ تین کریگا
تو سجدہ سہو لازم ہوگا وترك قعود قبل ثانیة او رابعة اور واجب ہی ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سی پہلے تو اگر پہلی

رکعت مین قعدہ کریگا یا چار رکعت والی نماز مین تیسری رکعت پر قعدہ کریگا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا وکل زیادۃ تتخلل بین فرضین کرنا واجب ہے ترک کرنا ہر زیادتی کا جو دو فرضون کے بیچ مین پڑے شامی نے کہا کہ دو فرضون کی کچھ قید نہین فرض اور واجب کے بیچ مین بھی زیادتی کا یہی حکم ہے مثلاً قعدہ اول کے تشہد مین زیادتی کی اور تیسری رکعت کو نہ اوٹھا تب بھی سجدہ سہو لازم ہوگا اور زیادتی مین چپ رہنا بھی داخل ہے والانصات للمقتدی اور واجب ہے چپ رہنا مقتدی کا تو اگر مقتدی امام کے پیچھے قرارت پڑھیگا تو قرارت مکروہ تحریمی ہوگی مگر اصح قول مین نماز فاسد نہوگی اور اگر بھولکر پڑھیگا تو سجدۂ سہو لازم نہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہین ہوتا ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتہد فیہ اور واجب ہے امام کی پیروی ان افعال مین جنمین اختلاف مجتہدین ہے مجتہد فیہ سے یہہ مراد ہے کہ جسکی بنا دلیل معتبر شرعی پر ہو جسکی روسے مجتہد کو غیر کی مخالفت جائز ہو مثلاً امام نے عید کی تکبیرین تین سے زیادہ کہین جیسے شافعی پانچ کہتے ہین یا دو سجدہ سہو کے سلام سے پیشتر کئے یا وتر مین قنوت بعد رکوع کے پڑہا تو ایسے امور مین پیروی امام کی واجب ہے اسیطرح جن امور مین اتفاق ہے ان مین متابعت بطریق اولے واجب ہے لا فی المقطوع بنسخہ نہین واجب ہے متابعت اُس فعل مین جسکا منسوخ ہونا قطعی ہے جیسے نماز جنازہ مین امام نے پانچ تکبیرین کہین تو پانچوین مین اتباع نکرے اسلئے کہ ہرچند آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم سے پانچ اور سات اور نو اور زیادہ تکبیرین مروی ہین مگر آخر فعل آپ کا چار تکبیرین تہین تو یہہ فعل پیشتر کے افعال کا ناسخ ہوا کذا فی الشامی عن الامداد او بعدم سنیتہ کقنوت فجر یا اُس فعل کے مسنون ہونے مین ہو تو اُس مین بھی متابعت امام کی واجب نہین جیسے فجر کا قنوت یعنی اسصورت مین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر بددعا ایک مہینے تک کی تھی پھر اسکا مسنون ہونا منسوخ ہوگیا تو ہمین بھی متابعت امام کی نکرے طحطاوی نے کہا کہ اس تقدیر پر کہ قنوت فجر پہلے سنت تہا اب منسوخ ہوگیا یہی مثال مقطوع النسخ کی بھی ہوسکتی ہے وانما تفسد بمخالفتہ فی الفروض کما بسطناہ فی الخزائن اور نماز صرف فرض مین امام کی مخالفت کرنے سے فاسد ہوتی ہے چنانچہ ہمنے اوسکو خزائن الاسرار مین مشرح بیان کیا ہے شامی نے کہا کہ فساد نماز در حقیقت مین فرض کے ترک سے ہوتا ہے نہ متابعت کے ترک سے مگر چونکہ ترک متابعت سے ترک فرض لازم آتا ہے اسلئے نماز کے فساد کو مخالفت کیطرف منسوب کیا اور فرض کی قید سے معلوم ہوا کہ واجب یا سنت کے ترک سے نماز فاسد نہین ہوتی قلت فبلغت اصولہا نیفا واربعین مین کہتا ہون کہ اصول واجبات کے کچھ اوپر ۴۰ ہوگئے ہم یعنی چودہ واجب مصنف نے بیان کئے تھے اور ۲۸ شارح نے زائد کئے تو کل ۴۲ ہوگئے اور اُنکی تفصیل شامی نے یون بیان کی ہے کہ الحمد کو ماتن نے ایک واجب کہا شارح نے چہون آیتون کو جدا جدا واجب بیان کیا تو پانچ واجب اُس سے بڑھے اسیطرح عیدین کی چہون تکبیرون کو ماتن نے ایک کہا اور شارح نے ہر ایک کو علحدہ کہا تو پانچ انمین زیادہ ہوئے اور تعدیل ارکان کو ایک واجب ماتن نے شمار کیا اور شارح نے رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ مین چارون جگہ تعدیل کو واجب کہا تو تین واجب اسمین زیادہ ہوئے تو کل تیرہ ۱۳ ہوئے چودہوان نہ مکرر پڑھنا فاتحہ کا پہلے سورہ کے پندرہوان ترتیب قرارت اور رکوع مین سولہوان ترتیب عدد رکعات مین سترہوان بیچ کی التحیات پر زیادتی نکرنی اٹھارہوان تکبیر قنوت اونیسوان تکبیر قنوت کے رکوع کی بیسوان تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید کی اکیسوان عید کے دوگانہ کے شروع مین اللہ اکبر کہنا بائیسوان ہر فرض و واجب کو اپنی محل پر ادا کرنا تئیسوان ترک کرنا تکریر رکوع چوبیسوان ترک کرنا تثلیث سجدہ کا پچیسوان ترک کرنا قعدہ کا دوسری یا چوتھی رکعت سے پیشتر چھبیسوان ترک کرنا زیادتی کا بیچ مین دو فرضون کے ستائیسوان چپ رہنا مقتدی کا اٹھائیسوان پیروی امام کی اور چونکہ ان واجبات مین حاجت ضرب اور تفصیل کی نہین اسلئے شارح نے انکو اصول واجبات کہا انتہی وبالبسط اکثر من مائۃ الف اذا حدہا ینتج ۳ من ضرب خمسۃ قعدۃ المغرب بنسبتہا وترک نقص منہ وزیادۃ فیہ او علیہ فی ۸ ، کما مر اور پھیلانے سے تعداد واجبات کی ایک لاکھ سے زیادہ ہوجائیگی اسلئے کہ ایک واجب یعنی تشہد ۳ واجب پیدا کرتا ہے یعنی پانچ واجب مفصلہ ذیل کے ضرب کرنیسے ۸ تشہد ونمین جنکا بیان اوپر گذرا یعنی جہان شارح نے کہا کہ

کہ تشہد کبھی دس بار مکرر ہوتا ہے الخ اور وہ پانچ واجب یہہ ہین اول قعدہ مغرب دوم اوسکی التحیات سوم التحیات کو ناقص نہ پڑھنا
چہارم اوسکی کلمات کے اثنا مین زیادتی نکرنی پنجم اوسکے تمام کرنے پر کچھہ زیادہ نکرنا تو چونکہ ہر تشہد مین ۸ تشہدون سے یہہ پانچون واجب
ضرور ہونے چاہئین اسلئے پانچ کو ۸ مین ضرب کیا ۴۰ ہوئے ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مذکورہ بالا مین سو سے زیادہ سجدہ ہین اور ہر سجدہ
مین تین واجب ہین تعدیل اور دونو ہاتہہ کا زمین پر رکہنا اور دونو زانو کا رکہنا ان تین کو سو مین ضرب کرنے سے تین سو ہوتے ہین اور پہلے واجبات
مین ملانے سے ۳۰۰ کے قریب ہو جاتے ہین اور جب اس قسم کو بقیہ ۴۴ واجبات مین ضرب کروگے تو ۲۵ ہزار سے زائد ہونگے اور چونکہ مقتدی کی
متابعت کچہہ اوپر ۲۰ فرض مین اور کچہہ اوپر ۳۰ واجبات مین واجب ہے یعنی کچہہ اوپر ۶۰ جگہہ واجب ہے تو اب اگر اوپر کے مجموعہ کو ۶۰ مین ضرب کرو تو ۱۵
لاکہہ سے زائد واجب ہو سکتی ہین حالانکہ ابھی اور واجب باقی ہین مثلا ناک پر سجدہ کرنا اور رکوع مین قرات نہ پڑہنا اور التحیات اور سلام سے پیشتر
کچہہ نہ ہونا وغیرہ پس انہین ضرب دینے سے تعداد اور بھی بڑھجائیگی اسلیئے شارح نے کہا انتفی ینفی الحصر [illegible] یعنی تلاش واجبات کی نفی کرتی
ہے حصر کو یعنی تلاش سے معلوم ہوتا ہے کہ لاتعد ولاتحصی ہین تو اسکو خوب دیکھہ بھال لو ہم شامی نے کہا کہ ان واجبات مین سے اکثر صورتین فرضی
اور عقلی ہین کہ کبھی خارج مین نہین پائی جاتی اور انکی تلاش سے بجز تضیع اوقات اور کچھہ فائدہ نہین اور اگر ضرورت شارح کے کلام کے بیان کی
نہوتی تو بہتر تھا کہ ایسی پہلو تہی کیجاتی انتہی مترجم نے بھی اسلیئے مختصر ترجمہ پر کفایت کی اور شامی کی عبارت مین بہت کچھہ تصرف کیا تاکہ صرف
مطلب عبارت شارح کا ظاہر ہوجاے جو کوئی تفصیل اسمقام کی چاہے وہ شامی کو دیکھے فیلغز ای واجب [illegible] ۳۹۰ واجبا تو
چیستان پوچھی جاتی ہے کہ وہ کونسا واجب ہے جو ۳۹۰ واجبون کا مستوجب ہوتا ہے یعنی جس سے ۳۹۰ واجب لازم آتے ہین ہم جواب اس
چیستان کا وہی قاعدہ اول مغرب کا ہے مقتدی کے حق تفصیل مذکورہ بالا وسنتہا اور نماز کی سنتین یہہ ہین جو آگے مذکور ہوتی ہین ترک
السنۃ لایوجب فسادا ولا سہوا بل اساءۃ لو عامدا غیر مستخف ترک کرنا سنت کا نہ تو نماز کے فساد کا موجب ہوتا ہے نہ سجدہ سہو کا
بلکہ اسارت یعنی برا کرنیکا موجب ہے اگر نمازی نے دانستہ ترک کیا ہو اور سنت کو ہلکا نہ سمجھا ہو ہم یعنی اگر ترک سنت نادانستگی مین ہو تو کچھہ برائی
بھی نہوگی اور اگر سنت کو حقیر جانیگا تو کافر ہوگا چنانچہ نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہے کہ اگر سنت کو حق نجانیگا تو کافر ہوگا اسلئے کہ حق
نجاننا حقیر سمجہنا ہے وفی الاساءۃ ادون من الکراہۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اسارت کم ہے بہ نسبت کراہت کے ہم شامی نے
کہا کہ مراد کراہت سے تحریمی کراہت ہے یعنی اساءت مین ملامت بہ نسبت مکروہ تحریمی فعل کے کمتر ہے اور مکروہ تنزیہی سے زیادہ ہے اسلئے کہ تلویح
مین ہے کہ سنت موکدہ کا چہوڑنا حرام سے قریب ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ حکم سنت کا یہہ ہے کہ اوسکی ترک پر ملامت کیجاے اور کسیقدر گناہ بھی لاحق
ہو اور طحطاوی نے کہا کہ اسارت کے معنی ترک اولی ہین تو وہ اور کراہت تنزیہی ایک ہوئی ثم ہی علی ماذکر ثلاثۃ وعشرون پھر یہہ سنتین
بموجب مصنف کے بیان کے ۲۳ ہین اور واقع مین زیادہ ہین چنانچہ شارح بیان کریگا دفع الیدین للتحریمۃ وفی الخلاصۃ ان اعتاد ترکہ
اثم سنت ہے اوٹہانا دونو ہاتہون کا تحریمہ کے لئے یعنی تکبیر سے پیشتر اور بعضون نے کہا کہ تکبیر کے ساتھہ اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ہاتھہ
اٹہانیکا عادی ہوگا تو گنہگار ہوگا اور اگر کبھی ایسا ہوجاے تو گنہگار نہوگا ونشر الاصابع اسے ترکہا جائے اور سنت ہے تکبیر کیوقت پہیلا
رکہنا اونگلیون کا یعنی اونکو بحال خود چہوڑنا کہ نہ بہت ملی ہون نہ بہت پہیلی وان لایطاطئ راسہ عند التکبیر فانہ بدعۃ اور سنت ہے
تکبیر کیوقت اپنے سر کو نہ جہکانا کیونکہ سر جہکانا اوسوقت بدعت ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا تمام قیام مین سر جہکانا ایسا ہی ہے وجہر الامام بالتکبیر
بقدر حاجتہ للاعلام بالدخول والانتقال وکذا بالتسمیع والسلام اور سنت ہے پکار کر کہنا امام کا اللہ اکبر کو بقدر اوسکی حاجت کے
خبردار کرنیکے لئے دخول اور انتقال پر یعنی اسقدر پکار کر کہے کہ مقتدیون کو نماز مین داخل ہونے اور ایک رکن سے دوسرے کیطرف جانے کی خبر ہوجاے
اور اسیطرح سنت ہے پکار کر کہنا سمع اللہ لمن حمدہ اور سلام کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر امام حاجت سے زیادہ پکار کر کہیگا تو مکروہ ہوگا شامی نے

کہا کہ مکروہ اُس صورت مین ہو کہ حاجت سے زیادتی نہایت درجہ کو ہو مثلاً اوسکے پیچھے ایک صف ہو اور وہ اتنا چیختا ہو کہ دس صفون مین آواز جاوے تو
مکروہ ہوگا پھر یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جب امام شروع مین اللہ اکبر کہے تو اگر اوسکی نیت صرف لوگونکو خبردار کرنیکی ہوگی تو اوسکی نماز نہوگی اور نہ کسی
مقتدی کی ہوگی بلکہ خبردار کرنیکے ساتھہ نیت اپنی نماز کی تحریمہ کی بھی کرے اسیطرح مکبر جو امام کی آواز دوسری لوگونکو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط
خبردار کرنیکی نیت سے اللہ اکبر کہیگا تو نماز نہ اوسکی ہوگی اور نہ اُس شخص کی جو اوسکی آواز پر اقتدا کریگا بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھہ تکبیر تحریمہ کا قصد کریگا
تو نماز ہوگی اور بدون حاجت کے مکبر کا اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے وَاَمَّا المُؤتَمُّ وَالمُنفَرِدُ فَیُسْمِعُ نَفْسَہٗ اور مقتدی اور تنہا پڑہنے والا اللہ
اکبر اتنی آواز سے کہے کہ اپنے آپ سُن لے وَالثَّنَاءُ وَالتَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِیَۃُ وَالتَّأمِیْنُ وَکَوْنُہُنَّ سِرًّا اور مسنون ہے سُبحانَکَ اللّٰہُمَّ پڑہنا اور اعوذ
باللہ من الشیطان الرجیم کہنا اور بسم اللہ کہنا اور الحمد کے بعد آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا یعنی آہستہ کہنا سنت علیحدہ ہے اور ہر ایک کا
پڑہنا سنت جداگانہ وَوَضْعُ یَمِیْنِہٖ عَلٰی یَسَارِہٖ وَکَوْنُہٗ تَحْتَ السُّرَّۃِ لِلرِّجَالِ لِقَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِنَ السُّنَّۃِ وَضْعُہُمَا تَحْتَ السُّرَّۃِ
وَلِخَوْفِ اجْتِمَاعِ الدَّمِ فِیْ رُؤُسِ الْاَصَابِعِ اور مسنون ہے رکھنا اپنے داہنے ہاتھہ کا بائین پر اور مسنون ہے مردون کو رکھنا اونکا ناف کے نیچے بسبب
فرمانے علی مرتضی رض کے کہ سنت ہے رکھنا دونو ہاتہونکا ناف کے نیچے اور بسبب خوف خون جمع ہوجانیکے اونگلیون کے پورون مین یعنی مکتفہ ہاتہون
کے کہنے رکہنے مین یہہ ہے کہ زیادہ کہڑی رہنی سے اونگلیون مین خون نہ اوتر آوے وَتَکْبِیْرُ الرُّکُوْعِ وَکَذَا الرَّفْعُ مِنْہُ بِحَیْثُ یَسْتَوِیْ قَائِمًا وَ
التَّسْبِیْحُ فِیْہِ ثَلَاثًا وَاِلْصَاقُ کَعْبَیْہِ وَاَخْذُ رُکْبَتَیْہِ بِیَدَیْہِ فِی الرُّکُوْعِ وَتَفْرِیْجُ اَصَابِعِہٖ لِلرَّجُلِ وَلَا یُنْدَبُ التَّفْرِیْجُ اِلَّا ھُنَا وَلَا الضَّمُّ
اِلَّا فِی السُّجُوْدِ اور مسنون ہے رکوع کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے رکوع سے سر اُٹہانا اسطرحپر کہ برابر کہڑا ہو جاوے اور مسنون ہے
رکوع مین تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہنا یعنی تین بار سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اور مسنون ہے دونون ٹخنون کا ملانا یعنی اگر بلا عذر ہو سکے اور مسنون
ہے پکڑنا اپنے دونون زانو کا اپنے دونو ہاتہون سے رکوع کے اندر اور مسنون ہے پہیلانا اپنی اونگلیون کا مرد کو اور نہین مستحب ہے کشادہ کرنا
اونگلیون کا مگر رکوع کے اندر اور نہ ملا ہوا رکہنا مگر سجدہ کے اندر وَتَکْبِیْرُ السُّجُوْدِ وَکَذَا الرَّفْعُ مِنْہُ بِحَیْثُ یَسْتَوِیْ جَالِسًا وَکَذَا
تَکْبِیْرُہٗ وَالتَّسْبِیْحُ فِیْہِ ثَلَاثًا وَوَضْعُ یَدَیْہِ وَرُکْبَتَیْہِ فِی السُّجُوْدِ اور مسنون ہے سجدہ کے لئے اللہ اکبر کہنا اور اسیطرح مسنون ہے سجدہ سے
اوٹہنا اسطرح کہ برابر بیٹھہ جاوے اور ایسے ہی مسنون ہے سجدہ سے اُٹھنے کو اللہ اکبر کہنا اور مسنون ہے سجدہ مین تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی
کہنا اور مسنون ہے دونو ہاتہون اور زانوون کا رکہنا سجدہ مین ہم اکثر فقہا نے ہاتہون اور زانوون کا زمین پر رکہنا مسنون کہا ہے
اور فقیہ ابو اللیث نے فرض کہا ہے اور فتوی عدم فرضیت پر ہے اور فتح القدیر مین اسکو واجب کہا ہے اسوجہ سے کہ مطابق حدیث کے ہے اور
اسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہے بحر الرائق مین کہا کہ انشاء اللہ وجوب کا قول سب اقوال سے بہتر اور متوسط
ہے بسبب اوسکی موافق ہونے کے اصول سے کذا فی الشامی فَلَا تَلْزَمُ طَہَارَۃُ مَکَانِہِمَا عِنْدَنَا مجمع پس لازم نہین پاک ہونا ہاتھہ اور زانو
کی جگہہ کا ہم حنفیون کے نزدیک کذا فی المجمع یعنی جب انکا رکہنا سجدہ مین فرض نہین تو اگر ناپاک جگہہ پر رکھہ جاوینگے تو نماز فاسد نہوگی ہم
شامی نے کہا کہ ان دونو اعضا کے مکان کی طہارت کا شرط نہونا روایت ضعیف ہے صحیح یہہ ہے کہ اگر انکی جگہہ بھی ناپاک ہوگی تو نماز فاسد ہوگی
کیونکہ اعضا کا نجاست سے لگنا ایسا ہے جیسے نجاست کا اوٹہانا اِلَّا اِذَا سَجَدَ عَلٰی کَفِّہٖ کَمَا مَرَّ مگر جس صورت مین کہ سجدہ اپنی ہتھیلی پر کریگا
اوسوقت پاک ہونا اوسکی جگہہ کا شرط ہے جیساکہ پہلے بیان ہوا وَافْتِرَاشُ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی فِیْ تَشَہُّدِ الرَّجُلِ اور مسنون ہے بچھانا اپنے
بائین پانوکا مرد کے تشہد مین یعنی التحیات پڑہنے مین مرد بائین پانون کو بچھاوے وَالْجَلْسَۃُ بَیْنَ السَّجْدَتَیْنِ اور مسنون ہے بیٹھنا دونو
سجدون کے درمیان مین طحطاوی نے کہا کہ ماتن نے اول سر اوٹہانا سجدہ سے مسنون کہا تہا شارح نے اوسمین یہہ قید لگائی کہ اسطرح
سر اوٹہاوے کہ برابر بیٹھہ جاوے تو اس قید سے بیٹھنا مکرر ٹھہرتا ہے لیکن اگر شارح کی قید کا لحاظ نکرو تو سر اوٹہانا جدا سنت ہے اور جلسہ جدا

و وضع یدیه فیهما علی فخذیه کالتشهد للتوارث اور مسنون ہی رکھنا اپنے دونوں ہاتھونکا جلسہ مین اپنے دونون زانوونپر جیسے التحیات
مین ہاتھونکا رکھنا زانوونپر مسنون ہے بسبب توارث کے یعنی اکابر سے اسیطرح پونہچا ہے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھ ایسی طرح رکھے کہ انگلیون
کی پورین گھٹنون کے پاس ہون وهذا مما اغفله اهل المتون والشروح کما فی امداد الفتاح للشرنبلالی اور یہہ یعنی جلسہ کا مثل التحیات
کے بیٹھنے کے ہونا اس قسم سے ہو کہ متن اور شرح والون نے اسکا ذکر نہین کیا چنانچہ شرنبلالی کی امداد الفتاح مین ہو قلت وبانی معزیا
للمنیۃ فافهم مین کہتا ہون ادعیہ ذکر منسوب منیہ کیطرف آگے آویگا تو اسکو سمجھ لے ہم شاید فافهم سے یہہ اشارہ ہو کہ کلام فقہا سے اس
جلسہ کا حال مثل تشہد کے جلسہ کے نکل سکتا ہے اسطرح کہ اگر ان دونون مین کچھہ مخالفت ہوتی تو اوسکو بیان کر دیتے جیسے جلسہ اخیرہ مین دونو
پانون کے ایکطرف نکالنے کو بیان کرتے ہین تو جب مطلق بیان کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ جلسہ مثل جلسہ تشہد ہو کذا فی الشامی والصلوۃ علی النبی
فی القعدۃ الاخیرۃ وفرض الشافعی قول اللهم صل علی محمد اور مسنون ہو درود پڑھنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قعدہ اخیرہ مین اور
فرض کہا ہو امام شافعی نے کہنا اللهم صل علی محمد کا یعنی اونکے نزدیک قعدہ اخیرہ مین درود اسقدر فرض ہے ونسبوه الی الشذوذ
ومخالفۃ الاجماع اور محدثین نے اس قول کو شاذ اور مخالف اجماع کے کہا ہو ہم طحاوی اور ابوبکر رازی اور خطابی اور بغوی اور ابن
منذر اور ابن جریر طبری نے اسکو شاذ کہا لیکن بحر الرائق مین منقول ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین سے روایت موافق امام شافعی کے پائی جاتی
ہے تو اسصورت مین شاذ کہنا بلا وجہ ہو کذا فی الشامی والدعاء بما یستحیل سؤاله من العباد اور مسنون ہے درود کے بعد اور قبل
سلام کے ایسی چیز کی دعا جسکا مانگنا بندون سے محال ہو جیسے دعا کہ اسباب مین مسنون ہو اوسکا ذکر فصل آئندہ مین آویگا وبقی بقیۃ
تکبیرات الانتقالات حتی تکبیر القنوت علی قول اور مسنون مین سے باقی رہی اور تکبیرین ایک رکن سے دوسرے رکن مین جانیکی یعنی رکن
کے بدلنے کے لیئے اللہ اکبر کہنا مسنون ہو یہانتک کہ قنوت کے لئے اللہ اکبر کہنا ایک قول کے بموجب طحطاوی نے کہا کہ اس تکبیر کے مسنون ہونے
کا قول ضعیف ہو بلکہ وہ واجب ہے جیسا پہلے بیان ہوا والتسمیع للامام والتحمید لغیره اور مسنون ہو سمع اللہ لمن حمدہ کہنا امام کو اور ربنا
ولک الحمد کہنا امام کے غیر کو یعنی مقتدی اور تنہا پڑھنے والیکو وتحویل الوجه یمنة ویسرة للسلام اور پہیرنا مونہ کا داہنی اور بائین
سلام کیوقت ہم اور سنت ہو سلام مین ابتدا کرنا داہنی سے اور امام کو نیت مردون اور فرشتونکی کرنی اور پست کہنا دوسرے سلام کا
نسبت اول کے کذا فی الشامی ولها آداب اور نماز کے کچھہ آداب ہین ترکه لا یوجب اساءة ولا عتابا کترک سنة الزوائد لکن
فعله افضل ادب کا ترک کرنا نہ مکروہ تنزیہی ہونے کا موجب ہو اور نہ عتاب کا باعث جیسے چھوڑنا سنت زوائد کا عتاب و کراہت کا
موجب نہین لیکن کرنا ادب کا افضل ہے ہم نماز مین ادب اوسکو کہتے ہین جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار کیا ہو اور
اوسپر مداومت نفرمائی ہو جیسے رکوع اور سجدہ مین تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا اور حلیہ مین کئی تعریفین ادب کی کرکے آخر کو کہا کہ ظاہر ادب
اور مستحب ایک ہی چیز ہین اور سنت زائدہ اوسکو کہتے ہین جو موکد نہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو بطور عادت کے کیا ہو جیسے
آپکی سیرت لباس اور نشست و برخاست مین یا نماز چاشت اور اسکا مقابل سنت ہدی ہو یعنی سنت موکدہ جیسے اذان اور جماعت ہو کذا
فی الشامی نظره الی موضع سجوده حال قیامه والی ظهر قدمیه حال رکوعه والی ارنبة انفه حال سجوده والی حجره حال قعوده
والی منکبه الایمن والایسر عند التسلیمة الاولی والثانیة لتحصیل الخشوع مستحب ہو دیکہنا نمازی کا کہڑے ہونے کیوقت اپنے
سجدہ گاہ کیطرف اور رکوع کیوقت اپنے دونون پانون کی پشت کیطرف اور سجدہ کرنے مین اپنی ناک کی نوک کیطرف اور قعود کیحالت مین
اپنی گود کیطرف اور پہلے سلام پہیرنے کیوقت اپنے داہنے شانہ کیطرف اور دوسرے سلام کیوقت اپنے بائین شانہ کیطرف یہہ سب آداب ہین
واسطے حاصل کرنے خشوع اور انکسار کے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اگر ان جگہون مین کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے دل بٹے تو انکی طرف دیکہنا

مستحب نرہیگا کیونکہ اُس سے انکسار جاتا رہیگا جو مستحب سے ثابت ہے وَاِمْسَاكُ فَمِهٖ عِنْدَ التَّثَاؤُبِ وَلَوْ بِاَخْذِ شَفَتِهٖ بِسِنِّهٖ فَاِنْ لَمْ يَقْدِرْ
غَطَّاهُ بِظَهْرِ يَدِهِ الْيُسْرٰى وَقِيْلَ بِالْيُمْنٰى لَوْ قَائِمًا وَاِلَّا فَيُسْرَاهُ مُجْتَبٰى اور مستحب ہے اپنا مُنہ بند کرنا جمائی لینے کیوقت اگرچہ ہونٹھ کو دانت
کے پکڑنے سے بند ہو پھر اگر منہ بند نہو سکے تو اوسکو اپنے بائین ہاتھ کی پیٹھ سے چھپاوے اور بعضون نے کہا کہ اگر کہڑا ہو تو داہنے کی پیٹھ سے چھپاوے
اور نہین تو بائین کی پیٹھ سے کذا فی المجتبی ہم وجہ منہ کے بند کرنے کی یہہ ہے کہ جمائی لینا نماز مین اور خارج نماز کے مکروہ ہے اور کہڑے ہونے
مین داہنا ہاتھ اسلئے کہا تا کہ حرکت ایک ہی ہاتھ کی ہو ورنہ بائین ہاتھ کو داہنے کے نیچے سے نکالنے مین دونو ہاتھونکو حرکت ہوگی اور بعض
نسخو نمین لفظ شَفَتَيْهِ بصیغہ تثنیہ ہے مگر چونکہ دونو ہونٹھ کا دبانا جمائی کے دفع کے لئے دانت سے دشوار ہے اسلئے صیغہ مفرد درست ہے کذا فی
الشامی اَوْ كُمِّهٖ یا مُنہ کو چھپاوے اپنی آستین سے لِاَنَّ التَّغْطِيَةَ بِلَا ضَرُوْرَةٍ مَكْرُوْهَةٌ ہاتھ یا آستین سے مُنہ اوسوقت چھپاوے کہ جب بلا مدد ہاتھ
اور آستین کے منہ نہ بند ہو اسلئے کہ مُنہ کا چھپانا بدون ضرورت کے مکروہ ہے اگر ہونٹھ کو دانت سے دباکر جمائی روک سکتا تھا مگر اسطرح نروکا
بلکہ ہاتھ یا آستین سے مُنہ کو چھپایا تو مکروہ ہوگا کذا فی الخلاصہ **فائدہ** ترکیب جمائی کے دور کرنے کی یہہ بہت عمدہ ہے کہ اپنے دلمین سوچے کہ
انبیا علیہم السلام نے جمائی نہین لی قدوری اور شامی نے ذکر کیا کہ ہمنے اسکا بارہا امتحان کیا فوراً جمائی دور ہو گئی وَاِخْرَاجُ كَفَّيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ
عِنْدَ التَّكْبِيْرِ لِلرَّجُلِ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ كَبَرْدٍ اور مستحب ہے اپنی دونو آستینونمین سے دونو ہاتھونکا باہر کرنا مرد کو اللہ اکبر کہنے کیوقت یعنی شروع نماز مین
مگر کسی ضرورت سے مثل سردی کے باہر نکالنا ہاتھونکا مستحب نہین رہتا وَدَفْعُ السُّعَالِ مَا اسْتَطَاعَ لِاَنَّهٗ بِلَا عُذْرٍ مُفْسِدٌ فَيَجْتَنِبُهٗ اور مستحب ہے
دفع کرنا کھانسی کا اپنی مقدور بھر اسلئے کہ کہانسنا بلا عذر مفسد نماز ہے یعنی جبکہ اوس سے حروف پیدا ہوں کذا فی العینی تو اُس سے اجتناب کرے
وَالْقِيَامُ لِلْاِمَامِ وَمُؤْتَمٍّ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ خِلَافًا لِزُفَرَ فَعِنْدَهٗ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اِبْنُ كَمَال اور مستحب ہے کہڑا ہونا امام اور
مقتدی کو جبکہ تکبیر مین حی علی الفلاح کہا جاوے بخلاف قول زفر کے کہ انکے نزدیک حی علی الصلوۃ کہنے کیوقت کہڑا ہونا مستحب ہے کذا ذکرہ ابن
کمال شامی نے کہا کہ یہہ نقل قول زفر کی درست نہین بلکہ حسن بن زیاد اور زفر کا قول یہہ ہے کہ قد قامت الصلوۃ کہنے کیوقت کہڑا ہووے اِنْ كَانَ
الْاِمَامُ بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ وَاِلَّا فَيَقُوْمُ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِمَامُ عَلَى الْاَظْهَرِ حی علی الفلاح کیوقت کہڑا ہونا اوسوقت مستحب ہے کہ امام
محراب کے پاس ہو اور اگر محراب سے دور ہو یعنی صفون کے پیچھے سے اپنی جگہہ جانا چاہے جس صف مین امام پہنچے وہی کہڑی ہو جاوے ظاہر قول مین
وَاِنْ دَخَلَ مِنْ قُدَّامٍ قَامُوْا حِيْنَ يَقَعُ بَصَرُهُمْ عَلَيْهِ اور اگر امام آگے یعنی محراب سے داخل ہو تو لوگ اُسوقت کہڑے ہون جب انکی نظر امام
پر پڑے اِلَّا اِذَا اَقَامَ الْاِمَامُ بِنَفْسِهٖ فِيْ مَسْجِدٍ فَلَا يَقِفُوْا حَتّٰى يُتِمَّ اِقَامَتَهٗ ظَهِيْرِيَّةٌ مگر جبکہ امام خود مسجد مین تکبیر کہے تو مقتدی کہڑے نہون
یہانتک کہ امام اقامت پوری کرے کذا فی الظہیریۃ شامی نے کہا کہ شارح کو فی المسجد الف لام کے ساتھہ اور فلا یقفون کہنا مناسب تھا
بصیغہ نفی وَاِنْ خَارِجَهٗ قَامَ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ بَحْرٌ اور اگر امام مسجد کے باہر ہو تو جس صف تک پہنچے وہ کہڑی ہو کذا فی البحر شامی نے کہا
کہ اس قول کو مین نے بحر الرائق مین نپایا بلکہ نہر الفائق مین مذکور ہے وَشُرُوْعُ الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ قَبْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَلَوْ اَخَّرَ حَتّٰى
اَتَمَّهَا لَا بَأْسَ بِهٖ اِجْمَاعًا وَهُوَ قَوْلُ الثَّانِيْ وَالثَّلَاثَةِ وَهُوَ اَعْدَلُ الْمَذَاهِبِ كَمَا فِيْ شَرْحِ الْمَجْمَعِ لِمُصَنِّفِهٖ وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ مَعْزِيًّا لِلْخُلَاصَةِ
اَنَّهُ الْاَصَحُّ اور مستحب ہے نماز شروع کرنا امام کا جبکہ قد قامت الصلوۃ کہا جاوے اور اگر نماز کے شروع کرنے مین تاخیر کی یہانتک کہ موذن
نے اقامت تمام کر لی تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین بالاتفاق اور وہ یعنی تاخیر کرنا امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا قول اور وہی درست تر مذاہب
کا ہے جیسا کہ شرح مجمع مین اوسکے مصنف نے ذکر کیا ہے اور قہستانی مین منسوب بخلاصہ یون ہے کہ تاخیر کرنا ہی صحیح تر قول ہے اسلئے کہ اس سے نمازیون
پر اشتباہ نرہیگا اور موذن بھی امام کے ساتھہ نماز شروع کرسکیگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح لَوْ لَمْ يَعْلَمْ مَا فِي الصَّلٰوةِ مِنْ فَرَائِضَ وَسُنَنٍ
اَجْزَاهُ قُنْيَةٌ اور اگر نمازی نے یہہ نجانا کہ جو فرض مثلا ادا کرتا ہے اوسمین فرض کیا افعال ہین اور سنت کیا تو یہہ نماز اوسکو کافی

ہو گی کذا فی القنیہ **فصل** اِس فصل مین نماز کے ادا کرنے کا بیان شروع سے آخر تک اُس طریق پر ہے جو سلف سے منقول چلا آیا ہے
واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبّر لو قادرًا للافتتاح ای قال وجوبًا اللّٰہ اکبر اور جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے
تو شروع نماز کے لئے تکبیر کہے اگر کہنے پر قادر ہو یعنی براہ وجوب لفظ اللّٰہ اکبر کہے طحطاوی نے کہا کہ قادر کی قید سے عاجز نکل گیا اور اللّٰہ
اکبر کہنے کے وجوب سے یہ نکلا کہ اگر اللّٰہ کبیر یا اللّٰہ الاکبر یا اللّٰہ الکبیر کہیگا تو واجب ادا نہو گا ولا یصیر شارعًا بالمبتدأ فقط کاللّٰہ
ولا باکبر فقط ہو المختار اور نماز کا شروع کرنیوالا نہو گا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط لفظ اللّٰہ کہے اور خبر کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے
شروع کرنیوالا ہو گا یہی قول مختار ہے شامی نے کہا کہ یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام اعظم سے اور وجہ شروع کرنیوالا نہونے
کی یہ ہے کہ شروع نماز کی شرط پورا جملہ ہے تو صرف مبتدا یا خبر کہنے سے شرط نہ پائی جائیگی فلو قال اللّٰہ مع الامام واکبر قبلہ او ادرک
الامام راکعًا فقال اللّٰہ قائمًا واکبر راکعًا لم یصح فی الاصح پس اگر مقتدی نے لفظ اللّٰہ امام کے ساتھ کہا اور لفظ اکبر کو امام کے
فارغ ہونے سے پیشتر کہہ لیا یعنی ہنوز امام نے اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا یا مقتدی نے امام کو رکوع مین پایا تو لفظ اللّٰہ
تو کھڑے ہوئے کہا اور اکبر رکوع مین تو دونوں صورتوں مین اوسکا اقتدا درست نہو گا صحیح تر قول مین ف پہلی صورتمین اقتدا اسلئے صحیح نہوا کہ امام بوجہ تمام نہ
ہونے اللّٰہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنیوالا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اُسکا اقتدا کر لیا تو خارج نماز کا اقتدا ہوا اور دوسری صورتمین شرط
تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام مین پورا جملہ چاہیئے تھا وہ نہوا اسلئے اقتدا بھی صحیح نہوا شامی نے کہا کہ جیسے اقتدا صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی خود
اپنی نماز کا شروع کرنیوالا بھی نہو گا کیونکہ اوسنے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنی تنہا پڑھنے کی نیت پہلے ہی نہ تھی کما لو فرغ من
اللّٰہ قبل الامام جیسے اقتدا صحیح نہیں جبکہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللّٰہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے تکبیر تحریمہ ابھی
شروع نہیں کی کہ مقتدی اللّٰہ کہہ چکا تو اقتدا صحیح نہو گا ولو ذکر الاسم بلا صفۃ صح عند الامام خلافًا لمحمد اور اگر صرف اسم ذات
کو یعنی لفظ اللّٰہ کو ذکر کیا بدون صفت یعنی اکبر کے تو صحیح ہے امام کے نزدیک برخلاف محمد کے طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مکرر ہو گیا اور باوجود
مکرر ہونے کے ضعیف ہے کیونکہ ظاہر الروایت پر مبنی نہیں کذا ذکرہ الحلبی ف اگر پہلی صورت کو یعنی صرف مبتدا کے ذکر کرنے سے شروع کرنیوالا نہونے
کو منفرد یا امام کے لئے محمول کریں اور اس صورت کو بحالت اقتدا پر تو مکرر نہیں ہوتا بالحذف اذ مدّ احد الھمزتین مفسد وتعمدہ کفر
وکذا الباء فی الاصح اللّٰہ اکبر دو جو باکی ہمزون کے حذف کرنیکے ساتھ یعنی اللّٰہ اور اکبر کے ہمزونکو بڑہا کر نہ کہے اسلئے کہ کھینچکر پڑہنا ان دو ہمزونمین
سے ایک کا مفسد ہے شروع نماز کا اگر نادانستگی مین بڑہا کر پڑہا ہو اور جانکر اونکو مد کرنا کفر ہے اور اسیطرح ب کا بڑہانا لفظ اکبر سے صحیح تر قول
مین مفسد ہے ف مقابل اوسکا وہ ہے جو حلبی نے شرح منیہ مین ذکر کیا ہے کہ ب کا بڑہانا مفسد نہیں کذا فی الطحطاوی ویشترط کونہ قائمًا فلو
وجد الامام راکعًا فکبّر منحنیًا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع اور شرط ہے اللّٰہ اکبر کہنا کھڑے ہو کر
یعنے فرض نماز مین باوجود قدرت کھڑے ہو کر تحریمہ کرنا چاہیئے پس اگر امام کو رکوع مین پایا اور جھکے ہوئے اللّٰہ اکبر کہا تو اگر یہ جھکنا قیام سے
قریب ہو گا یعنی اسقدر جھکا ہو گا کہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو نہ پکڑ سکے تو شروع صحیح ہو گا اور تکبیر رکوع کی نیت لغو ہو گی ف صورت اوسکی یہ ہے کہ
مقتدی نے جو اللّٰہ اکبر کہا اُس سے رکوع کی نیت کی نہ نماز کے شروع کی تو یہہ تکبیر تحریمہ کی ہو جائیگی اور رکوع کی نیت لغو ہو گی اسلئے کہ تکبیر تحریمہ
فرض اور شرط ہے اور رکوع کی تکبیر نفل ہے اور چونکہ یہہ نفل فرض کے محل مین واقع ہوئے اسلئے فرض کیطرف پھیری گئی کذا فی الشامی مختصرًا فرع مسائل مہمہ شتّی
لو کبّر غیر عالم بتکبیر امامہ ان اکثر رأیہ انہ کبّر قبلہ لم یجز والا جاز محیط مقتدی نے اللّٰہ اکبر کہا اور یہ نہیں جانتا کہ امام اللّٰہ اکبر کہہ چکا ہے یا نہیں تو اگر اوسکی رائے غالب یہہ ہے کہ
یعنی امام سے پہلے اللّٰہ اکبر کہا ہے تب تو اقتدا درست نہو گا ورنہ جائز ہو گا کذا فی المحیط یعنی اگر گمان غالب یہہ ہو گا کہ امام کے ساتھ یا اوسکے بعد اللّٰہ اکبر کہا ہے یا کچھ گمان ہی نہو کہ پہلے کہا یا پیچھے
تو اقتدا درست ہو گا کذا فی الشامی ولو اراد بتکبیرۃ التعجب او متابعۃ المؤذن لم یصر شارعًا اور اگر نمازی نے اللّٰہ اکبر کہنے سے

قصد تعجب کا کیا یا موذن کے جواب دینے کا ارادہ کیا تو شروع کرنیوالا نماز کا نہوگا کیونکہ تعجب کرنا اور جواب اذان کا دینا اجنبی باتین ہین اور نماز کی ضد ہین تو ان سے شروع درست نہوگا وَالْجَزْمُ اِلٰی اٰخِرِہٖ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَذَانُ جَزْمٌ وَالْاِقَامَۃُ جَزْمٌ وَالتَّکْبِیْرُ جَزْمٌ مِنْہُ وَمِنْ فِی الْاَذَانِ اور اللہ اکبر کی ر کو جزم کرے بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ اذان جزم ہو اور اقامت جزم ہی اور اللہ اکبر کہنا جزم ہے کذا فی المنح اور یہہ حدیث باب الاذان مین گذری ہم اذان جزم ہے یعنی اوسکے کلمات کے آخر پر کچھہ حرکت نہین یہہ حدیث ابراہیم نخعی سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہی وَاِنَّمَا یَصِیْرُ شَارِعًا بِالنِّیَّۃِ عِنْدَ التَّکْبِیْرِ لَا بِہٖ وَحْدَہٗ وَلَا بِھَا وَحْدَھَا بَلْ بِھِمَا اور بات یون ہو کہ شروع کرنیوالا نیت سے ہوتا ہی اللہ اکبر کہنے کیوقت نہ صرف اللہ اکبر کہنے سے اور نہ صرف نیت سے بلکہ دونو چیزون سے ہم یعنی چونکہ نیت بھی صحت نماز کی شرط ہے اور تحریمہ بھی اور نیت تحریمہ سے پیشتر بھی جائز ہے بشرطیکہ کوئی اجنبی فعل مثل کھانے پینے کے بیچ مین واقع نہو تو اس سے یہہ وہم ہوتا ہو کہ شاید صرف نیت کافی ہو اسلئے ماتن نے تصریح کردی کہ نیت تحریمہ کیوقت ہونی چاہیئے کذا فی الشامی وَلَا یَلْزَمُ الْعَاجِزَ عَنِ النُّطْقِ کَاَخْرَسَ وَاُمِّیٍّ تَحْرِیْکُ لِسَانِہٖ وَکَذَا فِیْ حَقِّ الْقِرَاءَۃِ ھُوَ الصَّحِیْحُ لِتَعَذُّرِ الْوَاجِبِ فَلَا یَلْزَمُ غَیْرُہٗ اِلَّا بِدَلِیْلٍ فَتَکْفِی النِّیَّۃُ اور جو شخص کہ بولنے سے عاجز جیسے گونگا اور امی اوسکو اللہ اکبر کہنے کے لئے اپنی زبان کا ہلانا ضرور نہین اور اسیطرح قرارت کے حق مین زبان کا ہلانا ضرور نہین یہی صحیح ہے زبان کا ہلانا لازم نہین بسبب دشوار ہونے واجب کے تو نہین لازم ہوگا واجب کا غیر بدون دلیل کے اسلئے نیت کافی ہوگی ہم یعنی اللہ اکبر کہنا اور قرارت واجب ہی اور یہہ واجب عاجز سے ادا نہین ہوسکتا تو دوسری چیز یعنی زبان ہلانے کو اوسپر لازم کرنا بدون دلیل کے کیسے درست ہو اسلئے عاجز کی نیت ہی نماز مین کافی ہے لٰکِنْ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّشْتَرَطَ فِیْھَا الْقِیَامُ وَعَدَمُ تَقْدِیْمِھَا لِقِیَامِھَا مَقَامَ التَّحْرِیْمَۃِ وَلَمْ اَرَہٗ لیکن سزاوار یہہ ہے کہ عاجز کی نیت مین قیام شرط ہو اور نماز سے پیشتر نہو کیونکہ نیت اسصورت مین قائم مقام تحریمہ کے ہی اور مین نے اسکو دیکھا نہین ہم یعنی جو عاجز کے حق مین نیت کافی ہے تحریمہ کی کچھہ ضرورت نہین اس سے یہہ نکلا کہ نیت قائم مقام تحریمہ کے ہوگئی تو شارح بہ تبعیت مصنف نہر الفائق کے کہتا ہی کہ تحریمہ کی شرطین یعنی قیام اور مقدم نہونا عاجز کی نیت مین ملحوظ ہونا چاہیئے مگر مین نے اسکی تصریح نہین دیکھی شامی نے کہا کہ عاجز کی نیت کا قائم مقام تحریمہ کے ہونا بدون دلیل کیسے مانا جاوے کیونکہ نیت اور تحریمہ دونو دو شرطین علحدہ ہین تو جب ایک شرط کسی عذر سے ساقط ہوگئی اور دوسری پر اکتفا کی گئی تو اس سے یہہ کیسے لازم آیا کہ دوسری شرط ساقط کے قائم مقام ہوگئی ثُمَّ فِی الْاَشْبَاہِ فِیْ قَاعِدَۃِ التَّابِعِ تَابِعٌ فَالْمُفْتٰی بِہٖ لُزُوْمُہٗ فِیْ تَکْبِیْرَۃٍ وَتَلْبِیَۃٍ لَا قِرَاءَۃٍ پہر اشباہ مین اس قاعدہ کے بیان مین کہ تابع تابع رہتا ہی یہہ ہو کہ فتوی اسپر ہی کہ زبان ہلانا عاجز پر لازم ہے اللہ اکبر کہنے اور لبیک کہنے مین اور لازم نہین قرارت مین ہم شامی مین محیط سے منقول ہو کہ قرارت فرض قطعی ہے اور تلبیہ فرض ظنی تو چاہیئے کہ تلبیہ مین بطریق اولی لازم نہو وَرَفْعُ یَدَیْہِ قَبْلَ التَّکْبِیْرِ وَقِیْلَ مَعَہٗ مَاسًّا بِاِبْھَامَیْہِ شَحْمَتَیْ اُذُنَیْہِ اور اٹھاوے اپنے دونو ہاتھہ اللہ اکبر کہنے سے پہلے اور بعضون نے کہا کہ اللہ اکبر کے ساتھہ ہی اوٹھاوے لگانیوالا دونو انگوٹھون کو دونو کانون کی لَو سے ہم اللہ اکبر سے پہلے ہاتھون کا اٹھانا مشہور ہے طرفین کیطرف اور صاحب ہدایہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور خلاصہ اور محیط مین ہی کہ جب اللہ اکبر کہنا شروع کرے اوسیوقت ہاتھہ کا اوٹھانا شروع کرے اور جب اوسکو تمام کرے اوسیوقت اوسکو تمام کرے اور تیسرا قول یہہ ہو کہ بعد اللہ اکبر کہنے اوٹھاوے اور یہہ سب اقوال حدیث شریف مین مروی ہین کذا فی الشامی ھُوَ الْمُرَادُ بِالْمُحَاذَاۃِ لِاَنَّھَا لَا تَتَیَقَّنُ اِلَّا بِذٰلِکَ کانون تک ہاتھون کا اٹھانا ہی مراد ہی محاذات سے جو ظاہر الروایۃ اور بعض احادیث مین وارد ہی اسلئے کہ محاذات بدون اسطرح اٹھانے کے یقینی نہوگی ہم یعنی بعض احادیث مین جو حَذْوَ اُذُنَیْہِ آیا ہی یعنی دونو کانون کے برابر ہاتھہ اوٹھاوے اوس سے مراد یہی ہے کہ انگوٹھے کانون کی لو کو لگین اور شانون تک اوٹھانے مین برابری کانون کی ثابت نہین اور جن حدیثون مین شانون تک اوٹھانا مذکور ہی تو وہ اوسحالت پر محمول ہو کہ ہاتھہ سردی کے سبب کپڑون کے اندر ہون اور ابن ہمام نے دونو حدیثون مین توفیق اسطرح کی ہو کہ کلائیون کو

وقیل حذائه ودنی ویستقبل بکفیه القبلة تعبیر کذا فی الشامی ہے ہو جاتی سے انگوٹھون کی محاذات کانون کی کرنے سے برابر کے مونڈھون
والعجز کما فی ولوامة والمرأة کہو گو کیطرف رخسارون دونون ہر کا. ہتھیلیون کہ ہے ضعیف اور قول کرے متوجہ کیطرف قبلہ ہتھیلیون کو دونون
سراج میں الفائق نہر لیکن ہے میں الرائق بحر چنانچہ ہو لونڈی اگرچہ عورت اور کالحرة غیرہ وفی کالرجل انها السراج عن النهر فی لکن
سے کے بیبی آزاد مثل میں سجدہ اور رکوع مثلا افعال دوسرے اور ہے برابر کی مرد میں بیدین رفع یعنی مقام اس میں لونڈی کہ ہے منقول
سکے اوپر برابر کے انگلیون اوسکی کہ اوٹھاوے طرح اسی ہاتھ اپنے عورت کالرجل وقیل منکبیها حذاء اصابعها رؤس تکون بحیث وترفع
کہا صحیح میں ہدایہ کو قول اول گر میں اوٹھانے ہاتھ ہی کے مرد مثل عورت کہ کی روایت سے اعظم امام نے حسن اور جائین ہو کے شانون دونون
وکره فی الاصح وکرہ حله لو مشترکة تعالى له الخالصة التعظیم کلم وسائر والتحمید بالتهلیل وبتسبیح التحریم کراهة مع ایضا به شرع وصح
تعظیم کے خالص کی تعالی اللہ سب اور سے کہنے للہ الحمد اور کہے الا اللہ لا اله اور کہے الله سبحان ساتھ کی تحریمہ کراہت کو نماز کا نمازی کرنا شروع سے صحیح ہے اور نیز
حاجت اور دعا ہون شامل کلمات جو کہ لگائی لیے اس قید کی خالص میں تعظیم ہم میں قول صحیح کے کریم اور رحیم مثل ہون مشترک گو سے کلمات
اور ذخیرہ مخالف کا قول اصح اور بنیگا نہ مشترکہ او بعد اوسکے ... خالص جو نہ سے تعظیم متعلق تعالی لہ کہا نے شامی جابین مکمل ... پر
مخففا الکبار الخلاصة فی زاد او معرفا منکرا وکبیر بالاکبر الثانی وخصه ہے کیا مخصوص سے اکبر الله لفظ خالص کو نماز شروع کہ ہے میں ثانیہ
میں خلاصہ ساتھ کے لام الف یا بغیر کے لام الف نکرہ انکو خواہ کبیر اور اکبر لفظ نے یوسف ابو امام کو شروع ہے کیا مخصوص اور ومثقلا
نزدیک کے یوسف ابو یعنی ہے کبیر بمعنی آن تشدید خواہ موحدہ تخفیف و اول بضم کبار کیا ہم ہے کیا زیادہ ساتھ کے تشدید اور تخفیف بھی کو کبار
کہا نے شامی ہوگا نہ صحیح سے الفاظ اور جائیگا ہو صحیح نماز شروع سے کہنے الکبار الله یا ... الکبیر الله یا کبیر الله یا الاکبر الله یا اکبر الله
کیا شروع کو نماز اگر ہے صحیح کہ جیسے کان ... لیس فیما بغیر عربیة او شرع کما صح لو ہے میں الفائق نہر چنانچہ ہے کا قول طرفین صحیح میں اسبابین
والفارسیة العربیة الجنة اہل لسان حدیث المؤیدة بالفارسیة البردعی وخصه ہو ... کوئی میں زبان دوسری سوا کے عربی
اس ہونیکی فائق وسکو بسبب ساتھ کے فارسی نے بردعی حسین بن احمد کو زبان دوسری ہے کیا خاص اور قهستانی الراء بتشدید الدریة
نہین درپی کے تخریج کی حدیث اس محشی ہم قهستانی فی کذا ہے سے تشدید کی مہملہ راء دری لفظ اور ہے فارسی دری اور ہے عربی انکی اور جنت زبان کہ سے حدیث
جسکی ہے قلعہ ایک نام فارس اور ہین رہتے پر دروازہ شاہی بادشاہی جو ہے کی لوگون ان زبان یہ اور دروازہ بمعنی در کیطرف ہے منسوب دری اور ہے
صاحبین اور کہا عجز وشرطا السعود ابی عن الطحاوی فی کذا ہے مشہور اور اشرف بعد کے عربی زبان لوگونکی ان ہے منسوب قوم ایک طرف
الخطبة الخلاف هذا وعلى ہے کیا شرط سے کہنے تکبیر میں عربی کا نمازی ہونا عاجز لئے کے ہونے صحیح کے نماز شروع میں زبان دوسری نے
دوسری اور ثنا اور خطبہ میں زبانون اور نزدیک کے اعظم امام یعنی کی نماز درست اور خطبہ میں پر خلاف اسی اور الصلوة اذکار وجمیع
ذکره ما واما ہے قول کا امام معتمد کہا نے طحاوی ہین درست نہین کیصورت ہونے عاجز سے عربی نزدیک کے صاحبین اور ہین درست دعائین
عاجزا بها قرأ او عاطسا شمت لو امر ولا سلاما ورد حاکم عند وشهد ذبح عند وسمى سلم او لبى او امن او بطلع
کہا لبیک یا لایا ایمان خواہ یعنی ہے کیا ذکر میں قول اپنے نے مصنف اونکو اور نہین داخل میں ذکر کے نماز کہ امور جو اور اجماعا فجائز
سبب یہ تو کر ہو عاجز سے عربی پڑھی قراءت یا دیا کا سلام جواب یا دی گواہی سامنے کے حاکم کسی یا لیا نام کا تعالی خدا وقت کے ذبح یا کیا سلام یا
دیکھا نہین نے میں حکم اسکا تو دیا میں زبان غیر جواب کا چھینک اگر کہا نے مشائخ ہین جائز میں زبان غیر کے صاحبین اور امام باتفاق ہین
الی رجوعه الا ان بالعجز القراءة فقید تا ہو معلوم نہین فرق کچھ میں جواب کے چھینک اور جواب کے سلام کہ کیا نقل سے حلبی نے شامی
اور کیطرف قول کے صاحبین کا امام کرنا رجوع جو ہے صحیح کہ اسلئے لگائی قید کی ہونے عاجز سے عربی میں قراءت نے مصنف الفتوی وعلیه قولهما

اسی پر فتوی ہے ملتقی وجعل العینی الشروع کالقراءة لا سلف له فيه ولا سند يقويه بل جعله في التاتارخانية كالتلبية يجوز
اتفاقا فظاهره كالمتن رجوعهما اليه لا هو اليهما فاحفظه فقد اشتبه على كثير من القاصرين حتى الشرنبلالي في كل كتبه
اور عینی نے شروع نماز کی تکبیر کو قرارت کی مانند کیا ہے یعنی غیرزبان مین اوسکے صحیح ہونے کو اوسکو بھی قید عربی سے عاجز ہونے کی لگائی ہے نہ تو اسباب مین عینی
کا کوئی سلف ہے جسنے پیشتر ایسا کہا ہو اور نہ کوئی سند اوسکی دعوے کو قوت دیتی ہے بلکہ شروع کو تاتارخانیہ مین تلبیہ کی مانند ٹھہرایا ہے کہ غیرزبان
مین باتفاق جائز ہے پس ظاہر تجویز تاتارخانیہ کا مثل متن تنویر الابصار کے یہہ ہے کہ صاحبین نے امام کے قول کیطرف رجوع کیا ہے نہ یہہ کہ امام نے
صاحبین کیطرف رجوع کیا ہو تو اسکو یاد کر لے کہ بہت سی کم توجہ کرنیوالون پر یہہ امر مشتبہ ہو گیا ہے یہانتک کہ شرنبلالی پر بھی اوسکی سب کتابون
مین مشتبہ ہو گیا ہے سو خبردار ہو جا ہم صاحبین کے نزدیک نماز کے سب ذکر اور تکبیر تحریمہ دوسری زبان مین اوسوقت درست ہوتے ہین کہ نمازی
عربی سے عاجز ہو اور امام کے نزدیک سوا قرات کے سب اذکار و تحریمہ باوجود قدرت عربی کے غیرزبان مین جائز ہین تو فقط امام صاحب نے
قرارت کے باب مین صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے اسوجہ سے کہ قران ایک خاص عربی منظوم کا نام ہے جو بنقل متواتر ہم تک پونہچا ہے تو فارسی
وغیرہ مین وہ منقول خاص باقی نہ رہیگا باقی رہا شروع کا حال تو اوسمین امام صاحب کی دلیل قوی ہے یعنی وہ یہہ فرماتے ہین کہ شروع مین مطلوب ذکر
اور تعظیم ہے یہہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتا ہے خصوصیت عربی کی نہین پس عینی نے جو شروع کو قرارت کی مانند ٹھہرایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے
صاحبین کا قول شروع نماز مین اختیار کیا حالانکہ ایسا نہین کیونکہ تاتارخانیہ مین شروع نماز کو تلبیہ کے موافق کہا ہے جو بالاتفاق دوسری زبانمین درست
ہے اور اس متن مین بھی شروع نماز مین قید عاجزی کی نہین لگائی جیسی قرارت مین لگائی ہے تو تاتارخانیہ کی ظاہر عبارت اور اس متن کے عدم تقیید اس
بات کی دلیل ہین کہ صاحبین نے شروع نماز مین امام کا قول اختیار کیا ہے نہ یہ کہ امام نے صاحبین کا قول لیا ہے جیسا عینی نے سمجھا کذا فی الشامی بتصرف
لا يصح ان اذن بها على الاصح وان علم انه اذان ذكره الحدادي واعتبر الزيلعي التعارف نہین صحیح ہے اگر اذان دی غیرعربی مین صحیح تر
قول کے بموجب اگرچہ لوگ یہہ جانین کہ وہ اذان ہے ذکر کیا ہے اوسکو حدادی نے اور زیلعی نے تعارف کا اعتبار کیا ہے یعنی اگر اذان فارسی مین ہو اور
لوگ جان جاوین کہ اذان ہوتی ہے تو درست ہوگی ورنہ جائز نہوگی کیونکہ اذان سے مقصود خبر کرنا نماز کا ہے وہ حاصل نہین ہوا **فروع** مسائل متفرقہ شارح
کے قرا بالفارسية او التوراة او الانجيل ان قصة تفسد وان ذكرا لا قرارت پڑھی فارسی مین یا قران کی جگہہ توریت یا انجیل پڑھی اگر
کوئی قصہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر پڑھا تو فاسد نہوگی ہم ہدایہ مین کہا کہ فارسی مین قرارت سے نماز فاسد نہین بلا خلاف بشرطیکہ جسقدر
قرارت سے نماز درست ہو جاے اوسقدر عربی مین پڑھ لی ہو اور قاضی خان نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے ش فتح القدیر مین ان دونو
قول مین یون توفیق کی کہ اگر فارسی مین قصون کی جگہہ یا امر ونہی کی جگہہ سے پڑھیگا تو فاسد ہو جائیگی اور اگر ذکر اور تنزیہ کے مقام کو پڑھیگا اور
اوسی پر اکتفا کریگا تب بھی فاسد ہوگی کہ نماز قرارت سے خالی رہجائیگی اور کسیقدر قران اوسکے ساتھ ملالیگا تو فاسد نہوگی کذا فی الشامی والحق به
في البحر الشاذ در بحر الرائق مین فارسی مین قرارت پڑھنے کے ساتھ قران کی روایت شاذ کو ملحق کیا ہے یعنی روایت شاذ کا حکم بھی اوسی تفصیل سے
ہے جیسا فارسی قرارت مین مذکور ہوا لكن في النهر الاوجه انه لا يفسد ولا يجزي كالتسبيح لیکن نہر الفائق مین ہے کہ موجہ تر یہہ ہے کہ روایت شاذ نماز
کو فاسد نہین کرتی اور نہ قرارت واجب سے کافی ہوتی ہے جیسا کہ تحمید کو پڑھنا قران کا مثلا یون کہنا الحمد لله کہ وہ بھی مفسد نہین اور مقدار واجب کو کافی
ہو ہم قران مجید کی روایات مشہور سات ہین اور ائمہ قرارت دس ہین تو متواتر روایتین دس تک ہو سکتی ہین پس جو روایت ان دس روایتون
سے خالی ہوگی وہ شاذ ہے نہر الفائق مین کہا کہ وجہ اسکی مفسد نہونیکی یہہ ہے کہ روایت شاذ کے قران ہونے مین شک ہے تو شک سے نماز فاسد نہین
ہوتی بخلاف فارسی کے کہ وہ ہرگز قران نہین کیونکہ عرف مین قران عربی زبان ہی کو کہتے ہین ويجوز كتابة آية او آيتين بالفارسية لا اكثر
اور درست ہے لکھنا ایک آیت یا دو آیتون کا فارسی مین نہ زیادہ کا طحطاوی نے حلبی سے نقل کیا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ ایک یا دو آیت قلیل ہے اور

قلیل معاف ہی نہ کثیر تو بدون ضرورت کے کثیر معاف نہوگا اور ضرورت کیصورت مین زیادہ کے لکھنے مین بھی کچھ مضائقہ نہین دیکھو کتب تفسیر
حشیہ نہیا اور مکروہ ہی لکھنا قران کی تفسیر کا قران کے نیچے فارسی مین طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ شریعت مین حکم ہی قران کے خالی رکھنے کا غیر قران
سے اور فتح القدیر مین کافی سے منقول ہی کہ لکھنا قران کا اور تفسیر ہر حرف کی اور ترجمہ اوسکے نیچے لکھنا جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ کراہت سے تنزیہی کراہت
مراد ہی اور فارسی کی کچھ قید نہین ہر زبان کا یہی حکم ہے تو مترجم کے نزدیک بہتر طریق یہہ ہی کہ قران مجید متن مین اور ترجمہ حاشیہ پر لکھے تاکہ اس کراہت
سے بچے ۔ ولو شرع بمشوب بحاجته کتعوذ وبسملة وحوقلة واللهم اغفرلي او ذکرها عند الذبح لم یحل اور اگر نماز کو شروع کیا ان لفظون
سے جو مخلوط ہیں نمازی کی حاجت کے ساتھ تو شروع درست نہوگا جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا کہ یہہ قائم مقام دعا کے ہی گویا کہ یہہ کہا
کہ الہی مجکو پناہ دے شیطان سے اور جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنا کہ یہہ بھی برکت کیواسطے ہی تو گویا یون کہا کہ الہی تو میرے واسطے برکت کر
اور جیسے لا حول ولا قوة الا باللہ سے شروع کرنا کہ واقع مین یہہ بھی دعا ہی تو گویا یون کہیگا کہ الہی مجکو اپنی معصیت سے پھیر دے اور اپنی طاعت پر قوت
دے کہ سوا تیرے اورکسیکو یہہ طاقت نہین اور جیسے اللهم اغفرلی کہنا کہ صریح دعا ہی حضرت کی پس ان سب سے نماز کا شروع جائز نہین یا ذکر کیا اللهم اغفرلی
کو ذبح کیوقت تو ذبح درست ہوگا لا باللهم فقط فانه یجوز فیهما فی الاصح کیا الله بخلاف صرف لفظ اللهم کے کہ شروع اور ذبح دونو
مین جائز ہے صحیح تر قول مین مثل یا اللہ کے کہ وہ بھی شروع اور ذبح مین درست ہی باتفاق شامی اور طحطاوی نے کہا کہ اصح کی قید سے ان لوگون کا قول
نکل گیا جو عدم صحت شروع اور ذبح کے قائل ہین چنانچہ جوہرہ مین اس قول کی تصحیح کی ہے اور اللہم بمعنی یا اللہ ہے ۔ ووضع الرجل یمینه علی
یساره تحت سرته آخذا رسغها بخنصره وابهامه هو المختار اور رکھے مرد یعنی بعد تحریمہ کے اپنا داہنا ہاتھ بائین پر نیچے اپنی ناف کی پکڑتا ہوا
بائین ہاتھ کی کلائی کو داہنی چھنگلی اور انگوٹھے سے یہی مختار ہے یعنی چھنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کر کے بائین ہاتھ کی کلائی کو پکڑلے اور باقی تین انگلیان
پھیلا دے اور بعضون نے کہا کہ خنصر اور بنصر اور ابہام سے حلقہ کرے دو کو پونہچے پر رکھے مگر مختار اول طور ہے اور وجہ مختار ہونے کی یہہ ہی کہ بعض
احادیث مین ہاتھ کا رکھنا دوسرے ہاتھ پر مروی ہی اور بعض مین پکڑنا تو اسطرح رکھنے مین دونو باتین حاصل ہین کذا فی الشامی بتصرف ۔ و
تضع المرأة والخنثى الكف على الكف تحت ثدييها اور رکھے عورت اور خنثی مشکل دہنی ہتھیلی کو بائین ہتھیلی پر اپنی دونو پستان کے نیچے
شامی نے کہا کہ منیہ کے بعض نسخون مین تحت ہی اور بعضون مین علی یعنی پستان کے اوپر رکھے مگر بہتر تہا کہ یون کہتا کہ سینہ پر رکھے کہ اکثر فقہا نے سینہ پر
رکھنا لکھا ہی نہ پستان پر ۔ خنثی اوسکو کہتے ہین جسمین مرد اور عورت دونو کی علامت ہو پس اگر مرد کی علامت کو قوت ہوگی تو اوسکو حکم مردون کا
ہوگا اور اگر عورت کی علامت کو غلبہ ہوگا تو اوسکا حکم عورتون کا سا ہی اور اگر کسی علامت کو غلبہ اور قوت نہو تو وہ خنثی مشکل ہے ۔ کما فرغ
من التكبير بلا ارسال في الاصح ہاتھ ۔ یعنی مجرد فارغ ہونے کے اللہ اکبر کہنے سے بدون ہاتھ لٹکانے کے صحیح تر قول مین شامی نے کہا کہ ظاہر الروایت
یہی ہے اور اسکا مقابل قول وہ ہی جو امام محمد سے مروی ہی کہ ثنا پڑہنے کیوقت دونو ہاتھونکو لٹکا رکھے جب سبحانک اللہم سے فارغ ہو جاوے تو ہاتھ
باندہ لے ۔ کما کا کاف مبادرت کا کاف کہلاتا ہی وهو سنة قیام اور ہاتھون کا باندہنا سنت ہی قیام کی یعنی شیخین کے نزدیک اور امام
محمد کے نزدیک قرأت کی سنت ہی اسلیئے ثنا مین اونکے نزدیک ہاتھونکا لٹکانا اور اونکو نہ باندہنا اوسوقت تک درست ہی کہ قرأت شروع کرے ظاهره
ان القاعد لا یضع لمراده اور ہاتھون کے باندہنے کو سنت قیام ٹہرانے سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ بیٹھنے والا اپنے ہاتھ نہ باندہے اور مین نے اسکو مصرح نہین
دیکھا فرایت فی مجمع الانهر المراد من القیام ما هو الاعم لان القاعد یفعل کذلک پھر مین نے مجمع الانہر مین دیکھا کہ مراد قیام سے وہ ہی جو عام
ہے حقیقی اور حکمی سے اسلئے کہ بیٹھنے والا بھی ایسا ہی کرتا ہی یعنی ہاتھ وہ بھی باندہتا ہی تو معلوم ہوا کہ قیام خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہاتھون کا باندہنا اسکی
سنت ہی حکمی قیام جیسے نفل مین بیٹھنا اور فرضون مین عذر کی جہت سے بیٹھنا کہ یہہ نشست قائم مقام قیام کے ہے ۔ له قرار فیه ذکر مسنون فیضع
حالة الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازة ہاتھونکا باندہنا اوس قیام کی سنت ہی جسمین طول ہو اور اوسمین ذکر مسنون شروع ہو یعنی جیسے ثنا پڑہنے کا

حكم ہو خواہ وہ ذكر فرض ہو جيسا كہ قنوت يا سنت ايسى ہيہ نكلا كہ ہاتھہ باندہ كر ثنا پڑہنے كيوقت اور قنوت كے اندر اور جنازہ كى تكبيروں مين كيونكہ ان قيامونمين
ذكر مشروع پايا جاتا ہى هم اسيطرح خطبہ پڑہنے كيوقت ہاتھہ باندہنے چاہئين كہ وہ بھى ذكر مشروع سے خالى نہين لا كُلّ قيامٍ عقيبَ ركوعٍ وسجودٍ يعنى ہر قيام مين جو ركوع و سجدہ كے بعد ہو
فى الفصل اى اولا بين تكبيرات العيدين لعدم الذكر والطول القيام فيصير فيسن الارسال يعنى ہر قيام مين ہاتھہ باندہنا مسنون ہوا نہين جيسا كہ دو سجدونكے درميان كے قيام
مين بسبب زيادہ ہونے قيام كے يعنى اگرچہ قومہ مين ذكر مسنون موجود ہى كہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد كہنا پڑتا ہى مگر چونكہ اس قيام مين طول نہين تو
ہاتھہ باندہنا مسنون نہين اور نہين مسنون عيدين كى تكبيرون مين انمين كا باندہنا بسبب نہونے ذكر كے جبتك كہ قيام كو طول ندے اور اگر طول دے تو ہاتھہ باندہ
لے كذا فى السراج طحطاوى نے كہا تو ظاہر ايسا معلوم ہوتا ہى كہ صلوة التسبيح كے قومہ مين ہاتھونكا باندہنا مسنون ہو يعنى اسوجہ سے كہ اسمين طول اور ذكر مسنون
دونون ہين وقرأ كما كبر سبحانك اللهم تاركا وجل ثناؤك الا فى الجنازة مقتصرا عليه فلا يضم وجهت ولا فى النافلة ولا تفسد بقوله وانا اول
المسلمين فى الاصح اور پڑہے ہر نمازى تكبير كہنے كے بعد سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك كلمہ وجل ثناؤك كو چھوڑ كر يعنى بعد تعالى جدك كے
وجل ثناؤك كبھى سوائے نماز جنازہ كے كہ اوسمين اس لفظ كا زيادہ كرنا مسنون ہى در حاليكہ اكتفا كرنيوالا ہو اسى ثنا پر يعنى اوسمين وجهت وجهى الخ نہ ملاوے
بجز نماز نفل كے كہ اوسمين اوسكا ملانا ثنا كے ساتھہ جائز ہے اور نماز فاسد نہين ہوتى صحيح تر قول مين نمازى كے اس كہنے سے وانا اول المسلمين يعنى مين پہلا
ہون سب مسلمانون كا هم منيہ مين كہا كہ اگر جل ثناؤك بھى كہيگا تو نماز مين كچھہ حرج نہوگا اور وجهت وجهى پورى اسطرح ہى وجهت وجهى للذى فطر السموات
والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلوتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين اسكو نفل نماز مين ثنا
كے ساتھہ ملالے اور متاخرين نے اسكو اختيار كيا ہى كہ تحريمہ سے پيشتر اسكو كہلے اور اصح قول كا مقابل وہ ضعيف قول ہے كہ نماز فاسد ہو جاتى ہى اسلئے كہ
انا اول المسلمين اوسكى طرف سے جھوٹ ہوتا ہى بحر الرائق مين كہا كہ احاديث صحيحہ مين اسكا پڑہنا ثابت ہى تو مفسد نماز نہين ہو سكتا علاوہ اسكے جھوٹ اسوقت
ہوكہ نمازى اپنے حال كى خبر ديتا ہو اور اوسكى غرض تو صرف قصد تلاوت ہى تو جھوٹ كيسے ہوگا كذا فى الشامى ملتقطا الا اذا شرع الامام فى القراءة سواء
كان مسبوقا او مدركا وسواء كان امامه يجهر بالقراءة او لا فانه لا ياتى به لما فى النهر عن الصغرى ادرك الامام فى القيام يثنى ما لم يبدا
بالقراءة يعنى تكبير تحريمہ كہتے ہى ثنا پڑہے مگر جب امام قرات پڑہنى شروع كر چكا ہو تو اوسوقت مقتدى ثنا نہ پڑہے خواہ مقتدى كچھہ نماز ہو جانيكے بعد ملا ہو يا شروع سے امام كا شريك ہو
اور برابر ہى كہ اوسكا امام قرات پكار كر پڑہتا ہو يا نہين اسلئے كہ نہر الفائق مين صغرى سے منقول ہى كہ امام كو مقتدى نے قيام مين پايا تو ثنا پڑہے جبتك كہ امام نے قرات شروع نكى ہو
طحطاوى نے حلبى سے نقل كيا كہ عبارت متن سے معلوم ہوتا تہا كہ جب امام آہستہ پڑہتا ہو تو جبتك قرات شروع كرے تب بھى ثنا كا پڑہنا جائز ہى اسلئے شارح نے متن كى عبارت كو قول صحيح كى طرف پھيرا ما
قيل فى الخانية يثنى اور بعضون نے كہا كہ امام كے آہستہ پڑہنے كيصورت مين ثنا پڑہ لے هم حلبى نے اس قول كے ضعف كى وجہ يہہ بيان كى ہے كہ جب
مقتدى سے امام كے پيچھے قرات ساقط ہوگئى جو فرض تھى تو ثنا جو نفل ہے بطريق اولى ساقط ہونى چاہيے ولو ادركه راكعا او ساجدا
ان اكبر رايه انه يدركه اتى به اور اگر امام كو ركوع يا سجدہ كرتے پايا تو اگر مقتدى كا گمان غالب ہو كہ ثنا پڑہكر امام سے ملجائيگا تو ثنا پڑہ لے طحطاوى
نے شرنبلالى سے نقل كيا كہ اگر امام كو ركوع مين پايا تو تحريمہ كہكے ركوع كرے اور ثنا كو ترك كرے اور اگر سجدہ مين پاوے تو بعد تحريمہ كے ثنا پڑہے اور
سجدہ مين شريك ہوا اور يہى حال قعدہ كا ہے وكما استفتح تعوذ بلفظ اعوذ على المذهب اور جب ہى كہ دعا شروع يعنى ثنا كى پڑہ چكے
شيطان سے پناہ مانگے اعوذ كے لفظ سے بنا بر مذہب قوى كے يعنى اعوذ پڑہے بدون اسبات كے كہ ثنا مين اور اوسمين تاخير كرے يا كوئى اور چيز پڑہے
اور اعوذ باللہ كہے استعيذ باللہ نہ كہے اگرچہ ہدايہ مين استعيذ لكھا ہى سرا قيد للاستفتاح ايضا فهو كالتنازع اعوذ پڑہے آہستہ شارح نے كہا
كہ آہستہ ثنا پڑہنے كى بھى قيد ہى يعنى دونوكو آہستہ پڑہے تو يہہ لفظ مثل تنازع كے ہوا يعنى جيسے دو فعل ايك اسم مين تنازع كرتے ہين فاعل
اور مفعول ہونے مين ويسے ہى لفظ سرا دو فعلون قرأ اور تعوذ كے بعد دونوكى قيد واقع ہوا ہے تو تنازع كے مشابہ ہوا اور خود تنازع اسلئے
نہ كہا كہ تنازع مفعول لہ اور تميز اور حال مين نہين ہوتا اور سرا يہان حال ہے يا مفعول مطلق فعل محذوف كا اى قراءة فلو تذكره بعد الفاتحة

تركه ولو فعل كان اساءة وينبغي ان يستثنى ما اذا فاته ذكره الحلبي اعوذ پڑہی قرارت کے لئے اسی سے یہ نکلا کہ اگر بعد الحمد کے اعوذ کا پڑہنا یاد
پڑا تو بہ اسکو ترک کرے اور اگر الحمد کے پورا کرنیکے پیشتر یاد ہوا تو اعوذ پڑہ لے اور چاہئیے یون کہ الحمد کو از سر نو پڑہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے
هم شامی نے کہا کہ اصل مسئلہ خلاصہ مین مذکور ہے حلبی نے اسکو بوہم سمجہ لیا اسلئے ایسا لکہا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ قرارت کو جو فرض ہے چہوڑکر اعوذ
پڑہے جو سنت ہے پس تحقیق اسباب مین وہ ہے جو فقیہ ابو جعفر نے نوادر مین بیان کی ہے کہ اگر تکبیر کے بعد قرارت شروع کر دے اور ثنا اور تعوذ کو
بہولگیا تو انکو ترک کرے اسلئے کہ انکی پڑہنے کا موقع جاتا رہا ولا يتعوذ التلميذ اذا قرأ على استاذه ذخيرة اي لا يُسنّ فليحفظ
اعوذ نہ پڑہے شاگرد جب اپنے استاد کے پاس سبق پڑہے کذا فی الذخیرہ یعنی اعوذ پڑہنا اسکو مسنون نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہئیے یعنی چونکہ اعوذ پڑہنا
قرارت قرآن کے لئے مسنون ہے اسلئے اور عبارت کے پہلے پڑہنا مسنون نہوگا فياتي به المسبوق عند قيامه لقضاء ما فاته لقراءته لا المقتدي
لعدمها پس اعوذ پڑہے مسبوق جس وقت کہڑا ہوا اپنی باقی نماز پورا کرنے کو اعوذ پڑہے اسلئے کہ اسکو باقی نماز مین قرارت پڑہنی ہوگی نہ اعوذ پڑہے
مقتدی بسبب نہ پڑہنے قرارت کے ويؤخر الامام التعوذ عن تكبيرات العيد لقراءته بعدها اور امام اعوذ کو عید کی تکبیرون سے پیچہے پڑہے بوجہ
قرارت پڑہنے کے بعد تکبیرون کے هم طرفین کے نزدیک اعوذ قرارت کا تابع ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ثنا کا تابع تو انکے نزدیک ثنا کے
بعد پڑہنا چاہئیے اسصورت مین تکبیرون سے پہلے اعوذ پڑہنا ہوگا اور خلاصہ مین اسکو اصح کہا ہے مگر قاضی خان اور ہدایہ اور کافی وغیرہا کا مختار طرفین
کا قول ہے اور شرح منیہ مین کہا کہ اسکو ہم لیتے ہین کذا فی الشامی وكما تعوذ سمّى غير المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذكر كما في ذبيحة ووضوء
سرًّا في اول كل ركعة ولو جهرية اور بعد اعوذ پڑہنے کے غیر مقتدی یعنی امام اور تنہا پڑہنے والا اللہ کا نام لے بلفظ بسم اللہ الرحمن الرحیم مطلق
ذکر جیسے ذبیحہ اور وضو مین مطلق ذکر کافی ہے خصوصیت بسم اللہ کی نہین بسم اللہ کہے ہر رکعت کے شروع مین آہستہ سے اگرچہ رکعت جہری ہو هم غیر مقتدی
کی قید اسلئے لگائی کہ مقتدی قرارت نہین پڑہتا اور ہر رکعت کے شروع مین اسلئے بسم اللہ پڑہے کہ ہر رکعت نماز مستقل کی جگہہ ہے اور جہری کی قید منیہ کے
قول کے رد کرنیکے لئے ہے کہ بسم اللہ سری نماز مین پڑہے نہ جہری مین حالانکہ یہہ قول غلط ہے کذا فی الطحاوی لا تسنّ بين الفاتحة والسورة مطلقا و
لو سرية ولا تكره اتفاقا نہین مسنون ہی بسم اللہ کہنا الحمد اور سورہ کے درمیان مین مطلق خواہ پہلی رکعت ہو یا دوسری اگرچہ نماز سری ہو
اور نہین مکروہ ہی بسم اللہ کہنا سورہ پر بالاتفاق هم شامی نے کہا کہ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہہ ہی کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کی آیت ہے
تو بسم اللہ کہہ لینے سے شبہہ اختلاف جاتا رہیگا بلکہ ذخیرہ اور مجتبی مین تصریح کی کہ سورہ سے پیشتر اسکا کہہ لینا اچہا ہے وما صححه الزاهدي من وجوبها
ضعفه في البحر اور زاہدی نے جو بسم اللہ کے واجب ہونے کی یعنی الحمد کے شروع مین تصحیح کی ہے اسکو بحر الرائق مین ضعیف کہا ہے یعنی اسوجہ سے
کہ مخالف ظاہر مذہب کے ہے جو متون اور شروح اور فتاوی مین مذکور ہے اور نہر الفائق مین کہا کہ حق یہہ ہے کہ دونون قول مرجح ہین وهي آية واحدة
من القرآن كله انزلت للفصل بين السور اور بسم اللہ ایک آیت ہے تمام قرآن مین سے اتری ہے سورتون مین جدائی کرنے کو شامی نے کہا کہ
تو الحمد کے شروع مین تبرک کے لئے مذکور ہے فما في النمل بعض آية اجماعا تو جو سورہ نمل مین بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ آیت کا ٹکڑا ہے
بالاتفاق یعنی شروع آیت انه من سليمان سے ہے اور انتہا و اتوني مسلمين پر وليست من الفاتحة ولا من كل سورة في الاصح اور بسم اللہ الحمد کا
جز نہین اور نہ ہر سورہ کا صحیح تر قول مین هم شارح کو مناسب تہا کہ من الفاتحة کے بعد في الاصح کو ذکر کرتا تاکہ حلوانی کے قول کا رد ہو تاکہ انہون نے کہا
ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جز ہے اور ہر سورہ کا جز سوا سورہ توبہ کے تو امام شافعی فرماتے ہین تو انکے خلاف دفع کرنیکو في الاصح
کہنا ضرور کا دستور نہین فحرم على الجنب ونحوه بها احتياطا پس بسم اللہ پڑہنا حرام ہے جنب کو اور اسیطرح حائض اور نفسا کو اور نہین
جائز ہے صرف بسم اللہ سے نماز احتیاط کی راہ سے هم شامی نے کہا کہ احتیاطا دونون مسئلون کی علت ہے یعنی چونکہ بسم اللہ بوجہ متواتر لکہی جانیکے
قرآن کے کلمہ معلوم ہوتی ہے اسلئے احتیاطا اسکا پڑہنا جنب کو حرام ہوا اور اسوجہ سے کہ امام مالک اسکو قرآن نہین کہتے تو قرآن ہونا اسکا مشکوک ٹہرا اسلئے

متشابہ اسمین ہو جی کہا ہے کسی نماز جائز نہو کیونکہ فرضیت قرات یقینی ہے وہ مشکوک چیز کے پڑھنے سے ادا نہو گی ولم یکفر جاحدُھا لِشُبہۃ اختلاف مالکٍ
فیہا اور بسم اللہ کا منکر کافر نہیں اسوجہ سے کہ اوسمین امام مالک کے اختلاف کا شبہہ ہے یعنی اس شبہہ سے قطعی قران نہ رہا کہ اوسکا منکر کافر ہو اور کما سنّ
قرأ المصلّی لو اماما او منفردًا الفاتحۃ اور بسم اللہ پڑھتی ہی نمازی اگر امام یا اکیلا ہو تو فاتحہ پڑھے یعنی مقتدی ہو تو نہ پڑھے وقرأ بعدھا
وجوبًا سورۃً او ثلث آیات ولو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلث آیات قصار انتفت کراہۃ التحریم ذکرہ الحلبی لا التنزیھیۃ
الا بالمسنون اور پڑھے بعد الحمد کے واجب ہونے کی راہ سے کوئی سورہ قران کی یا تین آیتین اور اگر ایک آیت یا دو آیتین برابر ہون تین چہوٹی
آیتون کے تو کراہت تحریمی زائل ہو جائیگی ذکر کیا ہے اوسکو حلبی نے اور کراہت تنزیہی دور نہو گی مگر مسنون قرات سے ھم سورہ کہنے سے اشارہ ہوا کہ الحمد کے
بعد فرضون مین افضل ایک ہی سورہ کا پڑھنا ہے اور اگر دو یا زیادہ پڑھیگا تب بھی کراہت نہیں اور قرات مسنون یہہ ہے کہ فجر اور ظہر مین طوال مفصّل پڑھے
اور عصر اور عشا مین اوساط مفصل اور مغرب مین قصار مفصل کذا فی الشامی وامّن بمدٍّ وقصرٍ وامالۃٍ اور آمین کہے الف کے مد کے ساتھہ اور قصر کے ساتھ
اور امالہ کے ساتہہ ھم آمین مد کے ساتھہ بروزن یاسین ہے اور قصر کے ساتھہ امین بروزن قریب ہے اور امالہ کے ساتھہ ایمین بروزن نے کہین ان تینون
طرح سے کہنا جائز ہے ولا تفسد بمدٍّ مع تشدیدٍ او حذفِ یاءٍ بل بقصرٍ مع احدھما او بمدٍّ معھما ھذا ما حررتہ بعض بحرہ اور نماز فاسد
نہین ہوتی مد الف سے تشدید میم کے ساتھہ یا حذف یَ کے ساتھہ بلکہ فاسد ہوتی ہے قصر سے تشدید یا حذف کے ساتھہ اور مد سے دونون کے ساتھہ اور یہہ
نتیجہ ہے کہ اسمین مین ہی تنہا ہون اور کسی نے نہین بیان کی ھم حاصل یہہ ہے کہ آمین کی آٹھہ صورتین شارح نے بیان کی پانچ سے نماز فاسد نہین ہوتی اور تین
سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے نہین ہوتی اونمین سے تین تو اوپر بیان کر دین ہے اونکو وزن کے چوتھی صورت الف کو مد کے ساتھہ اور میم کو مشدد پڑھنا
یعنے آمّین بروزن ضآلّین پانچوین صورت الف کو ممدود پڑھنا اور یَ کو دور کر دینا جیسے آمن بروزن ضامن تو ان پانچون صورتون مین نماز فاسد نہو گی
اسلئے کہ قران مین یہہ الفاظ یعنی آمین اور آمّین اور آمن موجود ہین اور امالہ بھی جائز ہے اور تین صورتین نماز کی مفسد ہین اول الف مقصور پڑھنا مع تشدید
میم یعنی اَمّین دوسرے الف کو مقصور پڑھنا مع حذف یَ یعنی اَمِن تیسرے الف کو مد پڑھنا تشدید اور حذف دونو کے ساتھہ یعنی آمّن یہہ الفاظ قران مین نہین
ہین اسلئے مفسد ہین حلبی نے کہا کہ ایک صورت مفسد نماز اور رہ گئی یعنے الف کو مقصور پڑھنا مع تشدید اور حذف دونو کے یعنی اَمّن تو اگر شارح یون کہتا او بمدّ
او بقصرٍ معھما تو سب آجاتی الامام سرًّا کمأمومٍ ومنفردٍ ولو فی السریۃ اذا سمعہ ولو من مثلہ فی نحو جمعۃٍ وعیدٍ آمین کہے امام آہستہ مثل مقتدی
اور تنہا پڑہنے والے کی اگرچہ مقتدی نماز سری مین ہو بشرطیکہ مقتدی امام کی آمین سنے گو خود جیسے مقتدی سے بالواسطہ سنے مثل جمعہ اور عید مین یعنی انبوہ
کثیر کی جماعت مین امام کی آمین بلا واسطہ نہ سنے بلکہ دوسرے مقتدی سے سنے ھم امام مالک کے نزدیک آمین صرف مقتدی کہے نہ امام اور امام شافعی کے نزدیک
امام و مقتدی دونون پکار کر کہین اسلئے مصنف نے کہا کہ سب آمین آہستہ کہین اور بعضون نے کہا کہ مقتدی نماز سری مین آمین نہ کہے اگرچہ امام کی آمین
سنے کذا فی الشامی والحدیث اذا امّن الامام فامّنوا من التعلیق بمعلوم الوجود فلا یتوقف علی سماعہ منہ بل یحصل بتمام الفاتحۃ
بدلیل اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا آمین اور یہہ جو صحیحین کی حدیث مین آیا ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو کہ جسکا آمین کہنا فرشتون کے
آمین کہنے سے موافق پڑیگا اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے تو اسمین مقتدیونکا آمین کہنا شرط معلوم الوجود پر معلق ہے اسلئے امام سے سننے پر موقوف نہ رہیگا
بلکہ فاتحہ کے تمام ہونے پر حاصل ہو گا دوسری حدیث کی دلیل سے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ فرشتے آمین کہتے ہین سو جسکی آمین موافق
ہو گی فرشتونکی آمین کے اوسکے پیشتر کے گناہ بخشے جائینگے اس حدیث کو عبد الرزاق اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ھم یعنی صحیحین کی حدیث
سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام سے سنکر آمین کہین اور شارح کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے مقتدی سے سنکر آمین کہین حالانکہ یہہ حدیث کو
مخالف ہے تو شارح اسکا جواب دیتا ہے کہ حدیث مین آمین کہنے کو ایک شرط معلوم الوجود پر مشروط کیا ہے یعنی جگہہ آمین کہنے کی مقرر کر دی ہے بدلیل
دوسری حدیث کے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو اس سے یہہ غرض ہے کہ جب الحمد کا تمام ہونا معلوم کرو تو آمین کہو پس آمین کہنا امام سے

مسنون پر موقوف نہیں بلکہ امر کی تمامی معلوم کرنے پر ہی خواہ امام سے سنکر تمامی کا علم ہوا یا مقتدی ہی سے سنکر کذا فی الطحطاوی ملتقطاً ثُمّ
یکبّر مع الانحطاط للرکوع پھر قراءت سے فارغ ہوتے ہی رکوع کے لئے اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہہ ہے کہ جھکنا اور اللہ
اکبر کہنا ایک ساتھ شروع ہوں ولا یکرہ وصل القراءۃ بتکبیرۃ الرکوع اور مکروہ نہیں قراءت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر میں یعنی آخر حرف
قراءت کو لام اللہ اکبر میں ملانا مکروہ نہیں مثلاً سورہ الم نشرح کا خاتمہ فارغب پڑھے تو اگر اوسکی ب کو اللہ اکبر میں زیر سے ملا کر پڑھیگا تو مکروہ نہیں امام
شامی نے تاتارخانیہ سے اسباب میں یہہ تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر آخر سورہ میں ثنا ہو مثلاً کبّرہ تکبیرا تو ایسی صورتمیں ملانا بہتر ہے ورنہ جدا کرنا بہتر ہے
جیسے سورہ کوثر کا اخیر کہ اوسکو ملانا بہتر نہیں ولو بقی حرفٌ او کلمۃٌ فاتمّہ حالۃ الانحناء لا بأس بہ عند البعض منیۃ المصلی اور اگر
قراءت میں سے کوئی حرف یا کلمہ باقی رہا اور اوسکو جھکنے کیحالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھہ مضائقہ نہیں کذا فی منیۃ المصلی شامی نے کہا کہ یہہ
قول ضعیف ہے معتمد وہی ہے کہ سب قراءت کو پوری کرکے رکوع کرے ویضع یدیہ معتمدًا بہما علی رکبتیہ ویفرّج اصابعہ للتمکن اور اپنے
دونوں ہاتھوں کو دونوں زانوں پر سہارا دیکر رکھے اور ہاتھوں کی اونگلیوں کو پھیلا دے تمکن کے لئے یعنی تاکہ گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑ سکے طحطاوی نے کہا کہ ہاتھوں
کا رکھنا اور اون سے گھٹنوں کا پکڑنا اور اونگلیوں کا کشادہ رکھنا سنت ہے ویسنّ ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ ویبسط ظہرہ ویسوی رأسہ بعجزہ
ولا یرفع ولا ینکس رأسہ اور مسنون ہے رکوع میں اپنے دونوں ٹخنوں کا ملانا اور دونوں پنڈلیوں کا سیدھا کھڑا رکھنا اور اپنی
پشت کا پھیلانا اور پشت کو سرین کی برابر رکھنا بدون سر کے اوبھارنے یا نیچے ڈالنے کے یعنی سر بھی کمر کی برابر رہے نہ اونچا ہو نہ نیچا شامی نے کہا
کہ پنڈلیوں کو کمان کیطرح کرنا جیسے اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے اور شارح کو مناسب تھا کہ لفظ یسن کو تفریج کے پیشتر لاتا تاکہ وضع اور زانوں کے پکڑنے
وغیرہ سنتوں کو شامل ہوتا اور یہہ سب سنتیں مردوں کے حق میں ہیں اور عورتیں رکوع میں تھوڑا جھکیں اور اونگلیاں نہ پھیلاویں بلکہ ملی رکھیں
اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھہ لیں یعنی پکڑنا انکو مسنون نہیں اور اپنے گھٹنوں کو جھکا لیویں اور بازوؤں کو علحدہ نکریں ویسبّح فیہ واقلّہ ثلثًا فلو ترکہ
او نقصہ کرہ تنزیہًا اور رکوع میں تسبیح کہے اور کمتر تسبیح تین بار ہے پس اگر تسبیح کو ترک کریگا یا کم کریگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا امام احمد کے نزدیک
ایک بار تسبیح واجب ہے اور حلبی بھی وجوب کیطرف مائل ہے تو تسبیح ضرور کہنی چاہیئے تاکہ اختلاف سے بچا رہے وکرہ تحریمًا اطالۃ رکوعٍ او
قراءۃٍ لادراک الجائی ای ان عرفہ والا فلا بأس بہ اور مکروہ تحریمی ہے رکوع یا قراءت کا دراز کرنا اس غرض سے کہ آنیوالا نماز میں ملجاوے
یعنی اگر امام اوسکو پہچانکر طول دے تو مکروہ ہوگا ورنہ کچھہ مضائقہ نہیں شامی نے کہا کہ اس صورتمیں طول اسقدر ہو کہ دوسرے مقتدیوں پر بار نہو اور
لفظ لا بأس سے معلوم ہوا کہ طول نہ دینا افضل ہے ولو اراد التقرب الی اللہ تعالی لم یکرہ اتفاقًا لکنہ نادر وتسمّی مسئلۃ الریاء فینبغی
التحرز عنہا اور اگر امام نے طول قراءت یا رکوع سے صرف اللہ تعالی کا تقرب ارادہ کیا نہ آنیوالے کا ملجانا تو مکروہ نہوگا بالاتفاق مگر خالص
تقرب الہی کی نیت ہونی کمیاب ہے اور یہہ مسئلہ مسمی بمسئلہ نمود ہے تو اس سے احتراز چاہیئے واعلم ان مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان
انّہ لو رفع الامام رأسہ من الرکوع او السجود قبل ان یتم المأموم التسبیحات الثلاث وجب متابعتہ وکذا عکسہ فیعود ولا یصیر ذلک
رکوعین اور جان کہ ارکان میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع یا سجدہ سے اٹھایا پیشتر اس سے کہ
مقتدی تین بار تسبیح پوری کرے تو مقتدی کو امام کی متابعت واجب ہے یعنی جسقدر تسبیح رہگئی ہو اوسکو ترک کرکے امام کے ساتھہ ہی سر اوٹھالے اور
اسیطرح حکم ہے اسکے عکس کا یعنی اگر مقتدی نے امام کی تسبیحیں پوری ہونے سے پیشتر سر اوٹھا لیا مثلاً رکوع سے تو متابعت امام کی واجب ہے یعنی
پھر رکوع میں چلا جاوے اگر نجاویگا تو مکروہ تحریمی کا مرتکب ہوگا اور یہہ دو رکوع نہونگے کیونکہ دوبارہ کا رکوع پہلے کی تکمیل کے لئے ہے نہ جدا الخ
ملتقط کذا فی الحلبی بخلاف سلامہ او قیامہ لثالثۃٍ قبل اتمام المؤتم التشہد فانّہ لا یتابعہ بل یتمّہ لوجوبہ ولو لم یتمّ جاز بخلاف
امام کے سلام پھیرنے اور تیسری رکعت کے لئے اوٹھنے کے پیشتر مقتدی کی التحیات پوری کرنیکے کہ مقتدی متابعت امام کی نکرے بلکہ التحیات کو تمام

[illegible] نے التحیات سے پہلے اسکی التحیات ہو گئی تو امام کے ساتھ سلام پھیر دیگا اسکی بعد التحیات پوری کرنے کا حکم ہے اور [illegible]
[illegible] التحیات پوری کرے اسواسطے کہ متابعت بھی واجب ہے اور التحیات کا پورا کرنا بھی واجب ہے تو ایک واجب کو ترک کرکے دوسرے کو ادا کرنا بہتر ہے بلکہ بعض روایت میں آیا ہے کہ التحیات ہی پورا کرنا ضروری ہے
[illegible] اسکی کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے التحیات کے پورا کرنے سے متابعت بالکل نہ جاتی رہیگی بلکہ اسمین تاخیر واقع ہوگی اور متابعت کے ترک
[illegible] نہ ہوگا یہ حکم شامی میں ہے بخلاف سکوت المؤتم فی حینئذ التشھد بتمامہ لانہا سنۃ والناس عنہا [illegible]
[illegible] سلام پھیرے اور مقتدی التشہد کی دعائیں پڑھتا ہو تو امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائیں واجب نہیں انکا پورا کرنا ضروری نہ
[illegible] اسکے سامنے فاضل ہیں یعنی دعائیں پڑھتے بیٹھے رہجاتے ہیں امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرتے سنت کے لئے واجب میں تاخیر کرتے ہیں شامی نے کہا کہ دعا
[illegible] میں امام سے نہ پوچھے ثم یرفع راسہ من رکوعہ مسمعًا پھر رکوع سے اپنا سر اوٹھاوے سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہوا یعنی سر اوٹھاتے کے ساتھ
[illegible] شروع کرے نہ جھکے ہو اور نہ سیدھا ہو کر فی الولوالجیۃ لو ابدل النون لامًا تفسد ولو الجیہ میں ہے کہ اگر نون کو لام سے بدل دیگا
[illegible] لمن حمدہ کہیگا تو نماز فاسد ہوگی اسلئے کہ معنی لفظ ہو گیا شامی نے کہا کہ منیۃ المصلی میں ہے کہ غالبًا فاسد نہو گی حلبی شارح منیہ
[illegible] کہا اور مسئلہ حکم ہے کہ اس میں کا سا ہی یعنی اگر قادر نہو کا میم کہنے پر تو فاسد نہوگی وھل یقف بجزم او تحریک قولان اور کیا وقف کرے حمدہ کی
[illegible] جزم سے یا حرکت سے اسمین دو قول ہیں یعنی جو لوگ اس ہ کو سکون کے لئے کہتے ہیں وہ جزم پر وقف کرتے ہیں اور جو ضمیر کہتے ہیں وہ ضمہ اشمام
[illegible] ہو کذا فی الشامی ویکتفی بہ الامام وقالا یضم التحمید سرًا ویکتفی بالتحمید المؤتم اور کفایت کرے سمع اللہ لمن حمدہ پر امام اور صاحبین
نے کہا کہ اسمین ربنا ولک الحمد آہستہ سے ملاوے اور کفایت کرے ربنا ولک الحمد پر مقتدی طحطاوی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے
کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو وافضلہ اللھم ربنا ولک الحمد ثم حذف الواو ثم حذف اللھم فقط اور تحمید کے کلمات
میں سے افضل اللھم ربنا ولک الحمد ہے پھر حذف کرنا واو کا یعنی اللھم ربنا لک الحمد پھر حذف کرنا صرف اللھم کا بدون حذف واو کے یعنی ربنا ولک الحمد
شامی نے کہا کہ اسکی بعد چوتھی صورت یہ ہے کہ اللھم اور واو دونوں محذوف ہوں یعنی ربنا لک الحمد اور واو میں اختلاف ہے بعض زائد کہتے ہیں اور بعض عاطفہ
[illegible] بینہما لو منفردًا علی المعتمد یسمع رافعًا ویحمد مستویًا اور ان دونو کو جمع کرے اگر تنہا پڑھتا ہو مذہب معتمد پر یعنی سمع اللہ
لمن حمدہ کہے سر اوٹھاتے وقت اور تحمید کہے سیدھا ہوکر ویقوم مستویًا لما مر انہ سنۃ او واجب او فرض اور کھڑا ہو سیدھا برابر اسوجہ
سے کہ پیشتر گذر چکا کہ یہ قیام سنت ہے یا واجب یا فرض یعنی سنت ہے بقول طرفین اور واجب ہے بموجب اختیار کمال الدین صاحب فتح القدیر کے اور فرض
ہے بقول امام ابو یوسف کے کذا فی الطحطاوی ثم یکبر مع الخرور ویرکبتیہ واضعًا رکبتیہ اولا لقربہما من الارض ثم یدیہ الا لعذر ثم وجہہ
مقدمًا انفہ لما مر بین کفیہ اعتبارًا لاخر الرکعۃ باولہا ضامًا اصابع یدیہ لتتوجہ للقبلۃ پھر اللہ اکبر کہے جھکنے کے ساتھ ہی اور سجدہ کرے
اسطرح کہ اپنے دونو گھٹنے زمین پر اول رکھے کیونکہ زمین سے قریب وہی ہیں پھر اپنے دونوں ہاتھ رکھے مگر کسی عذر سے اگر ہاتھ پہلے رکھے گھٹنوں سے
تو مضائقہ نہیں پھر اپنا منہ یعنی پیشانی رکھے اسطرح کہ پہلے ناک رکھے اسی دلیل سے کہ گذری یعنی ناک نسبت پیشانی کے زمین سے قریب ہے پیشانی کو دونو
دونو ہتھیلیوں کے بیچ میں اسی طور پر کہ انگوٹھے کا نوکی لو کے برابر ہو جائیں واسطے اعتبار کرنے رکعت کے آخر کے اسکے اول پر یعنی جیسے شروع
رکعت اول میں تحریمہ کیوقت سر دونو ہتھیلیوں کے بیچ میں تھا آخر میں بھی ویسا ہی ہو جاوے اور دوسری تیسری وغیرہ رکعتوں کو اول پر قیاس کریں
[illegible] سجدہ میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں ملی رکھے تاکہ سب قبلہ کی طرف متوجہ رہیں وعکسہ فی النہوض اور عکس کرے سجدہ سے اوٹھنے میں یعنی سجدہ سے سر اٹھاتے
[illegible] پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے وسجد بانفہ وجبہتہ وصدقہ ویکفی فی الجبہۃ وضع اکثرہا [illegible] من
[illegible] الجبہۃ مکروہ ہے پھر اپنی ناک سے یعنی ناک کے اس مقام سے کہ سخت ہے طحطاوی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ اگر ناک کے نرم مقام پر سجدہ
[illegible] کا فی نہ ہوگا اور سجدہ کرے اپنی پیشانی سے پیشانی کی حد طول میں الجھ کن پٹی سے دوسری کن پٹی ہو اور عرض میں دونو بھؤون [illegible]

۱ یعنی کہ اس کے دونو ہاتھ ایک ساتھ کریں

۲ [illegible] اور [illegible]

الانخفاض

کیونکہ اور بعضون نے حد پیشانی کی یہہ کہی ہو کہ وہ ہے اوپر سے سر کے بال جمنے تک ہو اور بیہ وہ ہے کذا فی الشامی وتمکین
اکثرھا واجب وقیل فرض کبعضہا وان قل اور رکھنا اکثر پیشانی کا سجدہ مین واجب ہے اور بعضون نے کہا فرض ہے جیسے بعض پیشانی کا
رکھنا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو ہم اسمین اختلاف ہے کہ سجدہ مین اکثر پیشانی کا رکھنا فرض ہے یا نہین بعد اسکا اور اجر و رحمت ... ۔
کا رکھنا واجب ہے مواظبت کیوجہ سے کذا فی البحر اور معراج مین لکھا ہے کہ پیشانی کی سب اطراف کا رکھنا شرط نہین بالاجماع تو اگر بعض اطراف پر
اکتفا کریگا گو قلیل ہو تو سجدہ جائز ہوگا کذا فی الشامی وکرہ اقتصارہ فی السجود علی احدھما ومنعا الاکتفاء بالانف بلا عذر
الیہ صح رجوعہ وعلیہ الفتوی کما حررناہ فی شرح الملتقی اور مکروہ تحریمی ہے اکتفا کرنا سجدہ مین پیشانی اور ناک مین سے ایک پر اور
صاحبین نے منع کیا ہے ناک پر اکتفا کرنے کو بدون عذر کے اور صاحبین کے قول کیطرف صحیح ہوا ہے رجوع کرنا امام کا اور اسی پر فتوی ہے
کہ صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہوگا چنانچہ ہمنے شرح ملتقی مین اسکی تحقیق کی ہے وفیہ یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ
نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون اور شرح ملتقی مین ہے کہ فرض ہے پانوکی انگلیون کا رکھنا اگرچہ ایک ہی ہو قبلہ کیطرف نہین تو
سجدہ درست نہوگا اور لوگ اس سے غافل ہین ہم شامی نے سراج سے نقل کیا کہ اگر سجدہ مین دونو پانوز مین سے اٹھ جاوینگے تو سجدہ درست
نہوگا اور اگر ایک اٹھ جاویگا تو درست ہو جاویگا اور اسی پر فتوی ہے اور برجندی اور قہستانی مین ہے کہ قبلہ رخ رکھنا پانوکی انگلیون کا
سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے کما یکرہ تنزیہا بکور عمامتہ الا لعذر وان صح عندنا بشرط کونہ علی جبہتہ کلہا او بعضہا
کا مر جیسے مکروہ تنزیہی ہے سجدہ کرنا اپنی پگڑی کے پیچ پر بدون کسی عذر کے اگرچہ ہمارے نزدیک درست ہے بشرطیکہ پیچ ساری پیشانی پر ہو
یا تھوڑی پر چنانچہ گذر گیا کہ سجدہ بعض پیشانی پر فرض ہے یعنی اگر پیچ ڈہلک کر ماتھے پر آگیا ہوگا تو اوسپر سجدہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے نہ یہہ کہ سر
کے پیچ پر ہو اسلئے کہ اوسپر تو سجدہ درست نہین چنانچہ مصنف بیان کرتا ہے اما اذا کان الکور علی راسہ فقط وسجد علیہ مقتصرا
ای ولم تصب الارض جبہتہ ولا انفہ علی القول بہ لا یصح لعدم السجود علی محلہ جس صورت مین کہ پیچ صرف نمازی کے سر پر ہو اور سجدہ کرے
اوسپر اکتفا کرکے یعنی زمین کو نہ اوسکی پیشانی لگے اور نہ ناک اس قول کے بموجب کہ ناک پر اکتفا درست ہے سجدہ درست نہوگا بسبب نہونے سجدہ کے
اپنے مقام پر یعنی محل سجدہ ناک اور ماتھا ہے تو جب یہہ دونون یا ایک زمین پر نہ لگے تو سجدہ جائز نہوا وکیف شرط طہارۃ المکان وان
یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اور پیچ پر سجدہ کرنے مین یہہ شرط ہے کہ سجدہ کی جگہہ پاک ہو اور یہہ کہ پیچ کے نیچے سے زمین کی
سختی نمازی کو معلوم ہوتی ہو اور لوگ اس شرط سے غافل ہین ہم شامی نے کہا کہ زمین کے حجم معلوم ہونے سے یہہ مراد ہے کہ اگر نمازی سجدہ
مین زور کرے تو سر زیادہ نیچے کو نہو ولو سجد علی کمہ او فاضل ثوبہ صح لو المکان المبسوط علیہ ذلک طاہرا والا لا الا ان یعید سجودہ
علی طاہر فیصح اتفاقا اور اگر سجدہ کرے اپنی آستین پر یا بچے ہوئے کپڑے پر تو درست ہوگا بشرطیکہ جس جگہ آستین یا بچا ہوا کپڑا بچھا ہو وہ پاک ہو
اور اگر وہ جگہہ پاک نہوگی تو سجدہ درست نہوگا جبتک کہ دوبارہ پاک جگہ پر سجدہ نکرے اور پاک جگہ پر سجدہ دوبارہ کرنیسے بالاتفاق درست ہو جاویگا
الحلبی نے کہا کہ شارح مفسدات نماز مین ذکر کریگا کہ ناپاک جگہہ مین سجدہ کرنا نماز کا مفسد ہے گو دوبارہ پاک جگہہ پر کرلے تو یہہ بیان اوسکے مخالف ہے
اور یہہ جو فرق کیا گیا ہے کہ یہان سجدہ کی جگہہ مین آڑ ہے اور وہان بدون حائل کے سجدہ ہو تو یہہ وجہ بعید ہے کیونکہ اسکو کل متصل او
کالکمہ فی الاصح وفخذہ لو بعذر لا رکبتہ لکن صحح الحلبی انہا کفخذہ اور اسیطرح حکم ہے ہر چیز کا جو نمازی سے متصل ہو یعنی اوسپر سجدہ صحیح
ہے بشرطیکہ اوسکے نیچے کی جگہہ پاک ہو اگرچہ متصل چیز نمازی کا جزو ہو مثلاً اوسکی ہتھیلی صحیح تر قول مین اور اوسکی ران اگر کسی عذر سے ... سجدہ
... مثلاً پشت کے درد کیوجہ سے نہین صحیح ہے سجدہ زانو پر لیکن حلبی نے تصحیح کی ہے کہ گھٹنا بھی مثل ران کے ہے ... سجدہ
ہے اور بلا عذر درست نہین کذا فی الحلبی وکرہ بسط ذلک ان لم یکن ثمہ تراب او حصا ...

جیسے عمامہ وغیرہ متصل چیز پر سجدہ کرنے کی اگر سجدہ کی جگہ مٹی یا کنکر گرمی یا سردی نہو اسلئے کہ سجدہ فعل کیا ہے خشاع سے کہا ہو کہ اگر بقصد تکبر بچائے
مکروہ تحریمی ہوگا ولہٰذا لکن ترفعا فاذا لم یخف اذی لا باس بہ فیکرہ تنزیہا وان خافہ کان مباحا اور اگر بچانا بقصد تکبر نہو تو اگر
مٹی یا کنکر وغیرہ کی ایذا سے نڈر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس صورت میں بچانا مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر ایذا سے خوف کرے تو مباح ہوگا وفی
الولوالجیۃ لان نفض ترابا عن وجہہ کرہ وعن عمامتہ لا اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بچانا ماتھے سے دور کرنے مٹی کے ہے اپنے چہرہ سے تو کروہ
ہے اسلئے کہ علامت تکبر کی ہے اور اگر اپنے عمامہ سے خاک دور کرتا ہے تو کروہ نہیں کہ مال کی حفاظت ہے وصحح الحلبی عدم کراہۃ بسط الثوب
اور حلبی نے تصحیح کی ہے نہ مکروہ ہونے کپڑا بچھانے کی سجدہ کے لئے لما … یعنی اس دلیل سے کہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک چھوٹا بوریا خرما کا ساتھ رہتا تھا جسپر آپ سجدہ کرتے تھے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ جب وہ مسجد حرام میں آئے تو کپڑے پر سجدہ
کیا ایک شخص نے ان کو منع کیا امام نے پوچھا کہ تو کہاں کا ہے اوسنے کہا کہ خوارزم کا آپنے فرمایا کہ کیا خوب مجھ سے سیکھتے ہو اور مجھی کو سکھاتے ہو
کیا تم بچھونوں پر نماز نہیں پڑھتے اوسنے کہا کہ پڑھتے تو ہیں آپنے فرمایا کہ گھاس پر سجدہ جائز بتلاتے ہو اور خرقہ پر ناجائز غرض کہ زمین پر
ایسی بچھی ہوئی چیز پر سجدہ میں بالاجماع کراہت نہیں جو نمازی کے ہلنے سے نہ ہلے ولو بسط القباء جعل کمیہ تحت قدمیہ وسجد علی
ذیلہ لانہ اقرب للتواضع اور اگر نماز کیلئے قبا کو بچھا دے تو اوسکی شانوں کو اپنے پاؤں کے نیچے کرے اور سجدہ اوسکے دامن پر کرے اسلئے
کہ یہ فعل تواضع سے زیادہ قریب ہے اور نیز شیطان کا خلاف بھی ہے کہ وہ اکثر اس کی نجاست کا وسوسہ ڈالا کرتا ہے کذا فی الحلیۃ وان
سجد للزحام علی ظہر ھل ھو قید احترازی لم ارہ مصل صلوتہ التی ھو فیہا جاز للضرورۃ اور اگر بھیڑ کے سبب سجدہ کرے پشت پر پڑھنے
اوسکی نماز کے یعنی جس نماز کو وہ خود پڑھ رہا ہے اوسیکے پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کرے تو درست ہوگا ضرورت کی وجہ سے شارح نے کہا کہ پشت
کی قید احترازی ہے یا نہیں اسکا حکم میں نے نہیں دیکھا … کما قہستانی سے منقول آگے آتا ہے کہ سجدہ عذر ازدحام کے باعث رانوں پر درست ہے
یعنی تو قید مذکور اتفاقی ہو وان لم یصلہا بل صلی غیرہا او لم یصل اصلا او کان فرجۃ لا یصح اور اگر دوسرا شخص وہی نماز نہ پڑھتا ہو بلکہ اسکے
سوا دوسری پڑھتا ہو یا سرے سے نمازی نہ پڑھتا ہو یا فرجہ ہو یعنی ازدحام نہیں ہے مگر نمازی کے سامنے کشادگی سجدہ کے لئے موجود ہو تو ان صورتوں
میں دوسرے شخص کی پشت پر سجدہ صحیح نہوگا وشرط فی الکفایۃ کون رکبتی الساجد علی الارض وشرط فی المجتبی سجود المسجود علیہ علی الارض
فالشروط خمسۃ اور شرط کیا ہے کفایہ میں سجدہ کرنیوالے کے دونوں گھٹنوں کا ہونا زمین پر اور مجتبی میں شرط کیا ہے سجدہ کرنا اوس شخص کا زمین پر
جسکی پشت پر سجدہ کیا جائے تو کل شرطیں جواز سجدہ کی پانچ ہوئیں یعنی اول انبوہ کثیر ہونا کہ فرجہ سجدہ کے لئے نہو دوم سجدہ دوسرے نمازی کی پشت
پر ہونا سوم سجدہ کرنیوالے اور سجدہ کئے گئے کا ایک نماز میں شریک ہونا چوتھے سجدہ کرنیوالے کے گھٹنوں کا زمین پر ہونا پانچویں مسجود علیہ کا
سجدہ زمین پر ہونا لکن نقل القہستانی الجواز ولو الثانی علی ظہر الثالث وعلی ظہر غیر المصلی بل علی ظہر کل ماکول بل علی غیر الظہر
کالفخذین للعذر لیکن قہستانی نے جواز سجدہ کا نقل کیا ہے گو دوسرا شخص تیسرے کی پشت پر سجدہ کرے اور اگرچہ نماز نہ پڑھنے والے کی پشت پر ہو
بلکہ ہر ماکول کی پشت پر سجدہ کا جواز بلکہ پشت کے سوا اور چیز پر مثلا اپنی دونوں رانوں پر عذر انبوہ کی جہت سے جواز نقل کیا ہے غرض کہ قہستانی
کے نزدیک سجدہ اونچی جگہ پر کرنیکے لئے صرف کثرت ازدحام شرط ہے اور قہستانی نے حلبی سے نقل کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں انتظار
کرے یہاں تک کہ ازدحام کم ہو مگر یہ اوس صورت میں ممکن ہے کہ نماز جماعت نہو ولو کان موضع سجودہ ارفع من موضع القدمین بمقدار
لبنتین منصوبتین جاز سجودہ وان اکثر لا الا لزحمۃ کما مر اور اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ کی نسبت کرو دو کھڑی ہوئی
اینٹوں کے برابر اونچی ہو تو اوسکا سجدہ درست ہوگا اور اگر اسقدر سے سجدہ کی جگہ زیادہ بلند ہوگی تو سجدہ درست نہوگا مگر انبوہ کے باعث جیسا کہ
مذکور ہوا کہ انبوہ کی حالت میں پشت پر سجدہ درست ہے حالانکہ پشت دو اینٹوں کی بلندی سے زیادہ اونچی ہوتی ہے والمراد لبنۃ بخارا

[illegible] عشر منہ اصابع [illegible] [illegible]

یعنی جو تہائی ایک ہاتھ کی کہ جو انگشت ہو اوسکی [illegible] [illegible] [illegible]

ایک بالشت کی ہوتی ہے ستر سے اسمہ سے [illegible] [illegible] [illegible]

فان المقصود الجادم حتی کان [illegible] [illegible] بطور ورانہ بازون کو پہلوون سے جدا رکھے [illegible]

کو دور رکھے رانون سے تاکہ ہر عضو جدا ہو [illegible] ایک دوسرے سے جیسا [illegible] ہے بخلاف عورتون کے کہ اونکو اندر [illegible]

علیحدہ نکرے اسلیے کہ مقصود سجدہ سے سب لوگون کا ایک ہو جانا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ہوا ہو ویستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ ویکرہ ان لم یفعل ذلک اور متوجہ کرے اپنے پاؤن کی اونگلیون کے سرون کو قبلہ [illegible]

کرے [illegible] ہے اگر قبلہ رخ نکریگا اسلیے کہ قبلہ رخ کرنا سنت ہے کذا فی الشامی [illegible] لو وضع قدما ورفع اخری بلا عذر [illegible]

کو [illegible] اور دوسرے کو بدون عذر اوٹھالیا [illegible] کہ ایسا ہی کرہت تحریمی ہی اسلیے کہ یہ فعل عبث اور لغو ہو تو اوسکا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا [illegible]

[illegible] تسبیح پڑھے یعنی سبحان ربی الاعلی کہے سجدہ میں [illegible] اور گذر رکوع کے بیان میں کہ اگر بالکل تسبیح کو ترک کریگا

[illegible] سے کم کہیگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا والمرأۃ تنخفض فلا تبدی عضدیہا وتلصق بطنہا بفخذیہا [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] الرجل فی خمسۃ وعشرین اور عورت سجدہ میں پست ہو یعنی اپنے بازون کو ظاہر نکرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانون سے ملا رکھے

اسلیے کہ یہ امر اوسکے لیے زیادہ پردہ کا ہو اور منیۃ خزائن الاسرار میں لکھا ہے کہ عورت مرد کے مخالف ہے پچیس باتون میں [illegible] شامی میں [illegible]

[illegible] سے منہ اپنی تحقیق کے اسطرح ضبط کیا ہو عورت تحریمہ میں ہاتھ اوٹھا دے اپنے شانون کی برابر ۲ ہاتھ آستینون سے باہر نہ نکالے [illegible]

دوسری ہتیلی پر رکھے ۴ ہاتھ پستان کے نیچے باندہے ۵ رکوع میں تہوڑا جھکے ۶ رکوع میں ہاتہون پر سہارا ندے ۷ رکوع میں ہاتہون

کی اونگلیون کو نہ پہیلاوے بلکہ ملی رکہے ۸ رکوع میں ہاتھ گہٹنون پر رکہے اونکو پکڑے نہیں ۹ اپنے گہٹنون کو رکوع میں جھکالے ۱۰ رکوع

میں سمٹی رہے ۱۱ سجدہ میں اپنی بغلین نہ کہولے یعنی اوسمیں بھی سمٹی رہے ۱۲ سجدہ میں اپنے دونو ہاتھ بچھا دے ۱۳ التحیات میں دونو

پاؤن داہنی طرف کو نکالکر سرین پر بیٹھے ۱۴ التحیات میں ہاتہون کی اونگلیان ملی رکہے ۱۵ جب کوئی امر نماز میں پیش آوے تو تالی بجادے

یعنی مردونکی طرح سبحان اللہ نکہے ۱۶ مرد کی امامت نکرے ۱۷ عورتونکی جماعت مکروہ ہے ۱۸ عورتونکی جماعت میں امام عورت بیچ میں کہڑی ہو

نہ آگے بڑہکر ۱۹ مکروہ ہے اوسکا حاضر ہونا جماعت میں ۲۰ مردون کے ساتھہ میں عورت بیچ کہڑی ہو ۲۱ عورت پر جمعہ نہیں [illegible] [illegible]

تو صحیح ہو جائیگا ۲۲ عورت پر عید کی نماز واجب نہیں ۲۳ عورت پر ایام تشریق میں نمازون کے بعد تکبیر واجب نہیں ۲۴ عورت کو مستحب نہیں کہ نماز

فجر خوب جاننا ہونیکے بعد پڑہے ۲۵ نماز جہری میں پکار کر نہ پڑہے بلکہ جن لوگون کے نزدیک عورت کی آواز داخل ستر ہے اونکے نزدیک نماز

فاسد ہو جائیگی اور بحر الرائق میں ذکر کیا ہو کہ عورت پاؤن کی اونگلیونکو سجدہ میں کہڑی نکرے [illegible] اور [illegible] زیادہ کی ہین کہ عورت

[illegible] نہ مسجد میں اعتکاف کرے اور یہہ مخالفت عورتونکی مردون سے صرف نماز میں ہے ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردون سے علیحدہ

[illegible] کے احکامات میں ہے ثم رفع راسہ مکبرا ویکفی فیہ مع الکراھۃ ادنی ما یطلق علیہ اسم الرفع کما صحح [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] سجدہ سے اپنا سر اوٹہاوے اللہ اکبر کہتا ہوا [illegible] ہو سر اوٹہانے میں کراہت تحریمی [illegible]

سر اوٹہانا جسپر نام اوٹہانیکا بولا جاتا ہو چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے محیط میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] کے یعنی ادنی بہی اگر کہ ہو کہلائیگا تو جن لوگون کے نزدیک [illegible] [illegible] سب [illegible] [illegible]

[illegible] فسجد بلا رفع اصلا [illegible] بلکہ اگر سجدہ کیا تختی پر [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] سامنے وفي الهداية انه ان كان الى القعود اقرب [illegible] وان كان الى القيام اقرب [illegible] يعني ہدایہ مین ہے کہ اگر [illegible]

[illegible] کے قریب ہو جائے تو سجدہ [illegible] صحیح ہوگا ورنہ درست نہوگا [illegible] البحر الرائق اور شرح [illegible] مین اسی کو صحیح [illegible]

الصلوٰۃ [illegible] بالرفع [illegible] علیه الفتوی [illegible] سجدہ پورا ہوتا ہی سر اوٹھانے سے [illegible] اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے

نزدیک سجدہ پورا ہو جاتا ہے تو اگر سجدہ مین کوئی [illegible] ہو جاے تو بعد وضو کے امام محمد کے نزدیک [illegible] سجدہ کا اعادہ [illegible]

[illegible] سجدہ [illegible] رکن پورا ہو گیا [illegible] کذا فی البحر [illegible] اتفاقا [illegible] پورا ہو جاتا ہی باتفاق [illegible]

[illegible] کہ [illegible] ابو یوسف [illegible] سجدہ [illegible] نہین ہوتا اور نماز کا سجدہ کیون [illegible]

السجدتین مطمئنا [illegible] ویضع یدیه علی فخذیه کالتشهد منیة المصلی اور بیٹھے دونون سجدون کے درمیان اطمینان سے یعنی بقدر ایکبار سبحان اللہ کہنے کے

[illegible] بات کہ مذکور ہوئی یعنی یہ جلسہ سنت ہی یا واجب یا فرض [illegible] دونون ہاتھ دونون رانون پر جیسے التحیات مین رکھتی ہین کذا فی منیة المصلی

ولیس بینهما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لا یأتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذهب وما ورد محمول علی

النفل اور دونون سجدون کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہین اور ایسا ہی رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد کوئی دعا مسنون نہین اور ایسا ہی رکوع اور سجدہ مین تسبیح کے سوا

اور کچھ نہ کہے بموجب معتمد مذہب کے اور جو ذکر یا دعائین کہ ان مواضع مین وارد ہین وہ نفل نماز پر محمول ہین [illegible] ابو داؤد کی حدیث مین سجدون کے بیچ مین

[illegible] اللهم اغفر لی وارحمنی وعافنی واهدنی وارزقنی اور رکوع سے سر اوٹھانے کے بعد یہ دعا وارد ہے اللهم ربنا لك الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما بینهما وملء ما شئت من شیء بعد

اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لك عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد روایت کیا ہی اسکو مسلم اور ابو داؤد وغیرہ نے اور رکوع کی

دعا کو مسلم نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تھے تو فرماتے تھے اللهم لك رکعت وبك آمنت ولك اسلمت خشع لك سمعی وبصری ومخی وعظمی و

[illegible] اور اسی حدیث مین دعا سجدہ کو روایت کیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو یہ فرماتے تھے اللهم لك سجدت وبك آمنت ولك اسلمت سجد وجهی للذی خلقه

وصوره وشق سمعه وبصره تبارك الله احسن الخالقین تو شارح کہتا ہے کہ یہ دعائین نفل پر محمول ہین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو نماز تہجد یا دوسری نفلون

مین پڑھا کرتے تھے تو نفل نمازون مین یہ دعائین مستحب ہین نہ فرض مین شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤن کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہین گو مشائخ نے انکی تصریح نہین

کی اسلیے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہین اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضون اور نفلون مین یکسان ہی ہین تو یہ دعائین اگر یکسان ہون تو کیا

حرج ہی ویکبر ویسجد ثانیة مطمئنا اور جلسہ کے بعد اللہ اکبر کہے اور دوسرا سجدہ اطمینان سے کرے ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بلا اعتماد وقعود استراحة

ولو فعل لا بأس به اور دوسرے سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہہ کر اوٹھنے کے لیے اپنے دونون پاؤن کی چھاتی کے بل بدون زمین پر سہارا دئے اور آرام کے لیے بیٹھنے کے اور اگر

سہارا دیگا تو کچھ مضایقہ نہین شامی نے کہا کہ تو فعل سے سہارا دینا مراد ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی مگر شارح کی عبارت سے استراحت کا بیٹھنا بھی ہو سکتا ہی لیکن وہ بھی

[illegible] ہے کہ جلسہ استراحت سے تاخیر فرض کی یعنی قیام کی لازم آتی ہے ویکرہ تقدیم احدی رجلیه عند النهوض اور مکروہ ہے اوٹھنے کے وقت ایک پاؤن

آگے بڑھانا والرکعة الثانیة کالاولی فیما مر غیر انه لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیها اذ لم یشرعا الا مرة اور دوسری رکعت مثل اول کے ہے ان باتون مین جو گذر

چکین یعنی ارکان اور واجبات اور سنن مین دونو یکسان ہین بجز اسکے کہ دوسری رکعت مین ثنا اور اعوذ نہ پڑھے اسلیے کہ ثنا اور اعوذ صرف ایکبار

مشروع ہوئے ہین ولا یسن مؤکدا رفع یدیه الا فی سبع مواطن کما ورد بناء علی ان الصفا والمروة واحد نظرا للسعی اور مسنون نہین تاکید کے ساتھ

اوٹھانا اپنے دونون ہاتھون کا مگر سات جگہہ مین چنانچہ حدیث مین وارد ہوا ہی اس بنا پر کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے ایک ہین ہم رفع یدین حدیث مین

جگہہ مذکور ہی اور کلام مصنف اور نظم تنبیہ مین آٹھ شمار کی ہین اسلیے شارح نے دونون مین مطابقت کے لیے کہا کہ صفا اور مروہ بلحاظ سعی کے حدیث مین

ایک ہی جگہہ ہین اسلیے سات جگہہ ہوئین اور مصنف اور ناظم نے انکو دو شمار کر کے آٹھ کیا ہے اور سنت مؤکدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ

[illegible] دعا وغیرہ مین رفع یدین مستحب ہو نہ سنت مؤکدہ ثلثة فی الصلوة تکبیرة افتتاح وقنوت وعید وخمسة فی الحج استلام الحجر والصفا

الا فی تو عرفات والجمرات یعنی تو نماز مین بین یعنی رفع یدین تکبیر تحریمہ کے لئے اور قنوت کے لیے اور عیدون کی تکبیرون کے لئے اور سات حج مین یعنی حجر
بوسہ دینے کے وقت اور صفا پر اور مروہ پر اور عرفات و مزدلفہ پر اور اولی اور وسطی جمرون پر کنکر مارنے کے بعد وجمعہا علی ہذا الترتیب الشاعر
فقعس صمج وبالنظم لابن الفصیح فقعس کعبۃ استلم الصفاء مع مروۃ عرفات الجمرات اور جمع کیا ہے ان مواضع کو اس ترتیب مذکور
نثر مین سید کلمہ فقعس صمج یعنی یہ آٹھ حرف ہین جن میں سے ہر ہر حرف ہر جگہ کے شروع کا حرف ہے مثلا ف فتح کا اور ق قنوت کا آخر تک اور نظم مین ان جگہون کو
ابن فصیح کا شعر جامع ہے فتح یعنی شروع نماز اور قنوت اور تکبیر عید اور استلام حجر اسود اور صفا مروہ کی سات اور عرفات اور جمرات والرفع ہہنا …
کالدعیۃ فی الثلثۃ الاول والثانی الاستلام والرمی عند الجمرتین الاولی والوسطی فانہ یرفع حذاء منکبیہ ویجعل باطنہما نحو الحجر والکعبۃ
اور ہاتھون کا اوٹھانا اول کے تین مقامون مین یعنی تحریمہ اور قنوت اور عید کی تکبیرون مین اپنی دونو کانون کے برابر ہو مثل تحریمہ کے اور حجر اسود کے بوسہ دینے اور اول
اور وسط جمرہ کے کنکر مارنے مین ہاتھون کو اپنے دونون شانون کے برابر اوٹھاوے اور ہاتھون کے اندر کی طرف یعنی ہتھیلیان بوسہ مین حجر اسود کی طرف اور کنکر
مارنے مین کعبہ کی طرف کرے … مثل تحریمہ کے … کہا کہ اسکی کیفیت مشہور ہے گو تین مقامون مین وہی داخل ہے اور جمرہ اولی اور وسطے کو اسلیے مخصوص کیا کہ
جمرہ اخیر کے پاس دعا نہین اسلئے کہ دعا اوسی کنکر مارنے کے بعد ہے جسکے بعد کنکر مارنا ہے کذا فی الطحطاوی واما عند الصفا والمروۃ وعرفات فیرفعہما کالدعاء
والرفع فیہ یعنی الاستسقاء مستحب اور صفا اور مروہ پر اور عرفات میں ہاتھونکو دعا مانگنے کے اور دعا مین ہاتھون کا اوٹھانا اور مینہ کی طلب مین
اوٹھانا مستحب ہے ویبسطہما … نحو السماء لانہا قبلۃ الدعاء ویکون بینہما فرجۃ … اپنے سینے کے برابر آسمان کی طرف پھیلاوے
اسلئے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے یعنی جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعا کا قبلہ ہے … اور دعا مانگنے مین ہاتھون کے … جانب
کذا فی الطحطاوی اور دونو ہاتھون بیچ دعا کے کسیقدر فرجہ رہے گو تھوڑا ہی ہو والاشارۃ بمسبحتہ لعذر کبرد یکفی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا
دعا کے وقت کسی عذر مثل سردی کی جہت سے کافی ہے یعنی ایک … دعا کا دعاء تضرع مین جو آگے آتا ہے اسمین خنصر اور بنصر کا بند کرنا اور بیچ کی انگلی اور
انگوٹھے کا حلقہ کرنا اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرنا کافی ہے گر سردی وغیرہ کا عذر ہو والمسح بعدہ علی وجہہ سنۃ فی الاصح شرنبلالیۃ اور
بعد دعا کے ہاتھون کا اپنے مونہہ پر پھیر لینا سنت ہے صحیح تر قول مین کذا فی الشرنبلالیہ وفی البحر الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ یفعل کما مر ودعاء رہبۃ
یجعل کفیہ لوجہہ کالمستغیث من الشیء ودعاء تضرع بعقد الخنصر والبنصر ویحلق ویشیر بمسبحتہ ودعاء الخفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ اور
بحر الرائق میں کتاب الوتر میں ہے کہ دعا چار طرح کی ہے اول دعاء رغبت یعنی کسی چیز کی طلب جیسے جنت کی طلب مثلا تو دعاء رغبت مین کرے جیسا کہ گذرا یعنی ہاتھونکو آسمان کے
طرف پھیلاوے دوسری دعاء رہبت یعنی خوف جیسے دوزخ سے پناہ کی دعا اسمین ہتھیلیونکی پشت اپنے مونہہ کی طرف کرے جیسے کسی چیز سے فریاد چاہنے والا کرتا ہے
شامی نے کہا کہ بحر الرائق مین ظہر کفیہ ہے اور یہی صواب ہے شاید شارح کے قلم سے ظہر کا لفظ گر گیا ہے اسلیے مترجم نے ترجمہ مین لفظ مذکور کا لحاظ رکھا تیسری دعا
تضرع ہے کہ اسمین نہ کسی چیز کی خواہش ہو نہ کسی چیز کا خوف بلکہ صرف اظہار اپنی عاجزی اور ذلت کا سامنے خدا تعالی کے ہو جیسے یہ کہنا کہ الہی مین تیرا بندہ
عاجز مسکین ذلیل حقیر ہون تو ایسی دعا مین اپنی خنصر اور بنصر کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرے
چوتھی دعاء پوشیدہ ہے جو اپنے دل مین دعا مانگے یعنی اس دعا مین ہاتھ اوٹھانا نہین اسلئے کہ ہاتھ اوٹھانا علامت اعلان کی ہے تو دعا خفیہ نہ رہیگی کذا فی الشامی

ویکبر … من سجدتی الرکعۃ الثانیۃ افترش رجلہ الیسری فجعلہا بین الیتیہ ویجلس علیہا وینصب رجلہ الیمنی ویوجہ اصابعہ
نحو القبلۃ ہو السنۃ فی الفرض والنفل اور بعد اپنی فراغت ہونے کے دوسری رکعت کے دونو سجدون سے اپنا بایان پاؤن بچھاوے اور
اوسپر تکیہ کرکے بیٹھ جاوے اور داہنے پاؤن کو کھڑا کرے اور اپنی انگلیان کھڑی پاؤن مین قبلہ کی طرف کرے یہی سنت ہے فرض اور نفل
مطلب مین قہستانی سے منقول ہے کہ پاؤن کی انگلیونکو بھی حتی الوسع قبلہ رخ کرے … اور نفل مین مسنون ہونیکی قید اسلئے لگائی کہ …
قول الیہ … جیسے چاہے اسطرح بیٹھے کذا فی الطحطاوی ویضع یمناہ علی فخذہ الیمنی ویسراہ علی الیسری ویبسط اصابعہ …

جلسا اطراف اصابعہ عند رکبتیہ ولا یأخذ الرکبۃ ہو الاصح لتتوجہ الی القبلۃ اور رکھے اپنا داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اور پھیلاوے اپنی انگلیاں ہاتھوں کی تھوڑی سی خوب رکھکر اور کرے او نگلیوں کے سر دونوں گھٹنوں کے پاس اور نہ پکڑے زانو کو یہی صحیح تر ہی تاکہ پکڑنے سے انگلیاں سب قبلہ متوجہ رہیں کیونکہ پکڑنے کی صورت میں زمین کی طرف متوجہ ہو جاینگی اور ہر چند زانو کا پکڑنا بھی جائز ہی مگر افضل نہ پکڑنا ہی کذا فی الشامی عن البحر

ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ وعلیہ الفتوی کما فی الولوالجیۃ والتجنیس وعمدۃ المفتی وعامۃ الفتاوی لکن المعتمد ما صححہ الشراح ولا سیما المتأخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرہم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا اور اشارہ نکرے اپنی سبابہ انگلی سے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے کے وقت اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ ولوالجیہ اور تجنیس اور عمدۃ المفتی اور اکثر فتاوی میں ہے مگر قول معتمد وہ ہی جسکی تصحیح کی ہو شارحین نے خصوص متاخرین مثل کمال اور حلبی اور بہنسی اور باقانی اور شیخ الاسلام جد اور اونکے سوا اور ون نے کہ اشارہ کرے بسبب اشارہ کرنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نسبت کیا ہی ان لوگوں نے اس قول کو امام محمد اور امام اعظم کی طرف بلکہ درر بحار کے متن اور اسکی شرح غرر الاذکار میں ہی کہ مفتی بہ ہمارے نزدیک یہہ ہی کہ اشارہ کرے اپنی سبابہ سے سب انگلیوں کو کہولکر شامی نے کہا کہ درر بحار اور اسکی شرح سے یہہ نہیں پایا جاتا کہ اشارہ کرنے میں انگلیاں سب کہلی ہوں بلکہ غرر الاذکار میں تصریح ہی کہ مفتی بہ اشارہ کرنا ہو سبابہ سے ترپن کے عقد کی صورت پر جیسے امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں سبابہ کو لا الہ کہنے کے وقت اوٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور یہی قول ہو امام اعظم اور محمد رحمہم اللہ کا اور بہت آثار و احادیث اس کیفیت پر دال ہیں پس تو شارح کا باسطا اصابعہ کہنا صحیح نہیں ہی غلط ہی خلاصہ یہہ کہ اس مقام پر حنفیوں میں دو ہی قول ہیں ایک یہہ کہ تمام التحیات میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کے پیشتر تک انگلیاں کہلی رکہو اور جب یہہ کلمہ کہو تو ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے یعنی حرف لا پر سبابہ اوٹھاوے اور الا اللہ پر رکہدے یہہ دوسرا قول متاخرین کے نزدیک معتمد ہی اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ میں ثابت ہوا ہی اور ہمارے تینوں اماموں سے اسکا منقول ہونا صحیح ہی اور یہہ جو شارح نے کہا ہی کہ کہلی انگلیوں سے اشارہ کرے اور اسی بات کو عوام میں بہی مروج ہو رہا ہی تو میں نے کسیکو نہیں سنا کہ اس قول کا قائل ہو بجز شارح کی بتبعیت شرنبلالی عن البرہان پس جب شارح کا کلام جمہور شارحین کلون اور مصنفون کی مخالف ہی تو جسپر جمہور علما ہیں عمل اوسی پر کرنا چاہیے یعنی ترپن کا عقد کرکے اشارہ کرے نہ او نگلیاں کہلی رکہکر

وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان الصحیح انہ یشیر بمسبحتہ وحدہا یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الاثبات واحترزنا بالصحیح عما قیل لا یشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ وبقولنا بالمسبحۃ عما قیل یعقد عند الاشارۃ انتہی اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ تنہا انگشت شہادت سے اشارہ کرے یعنی دونوں سبابے سے اشارہ نکرے اور اشارہ کرنے میں انگشت شہادت کو نفی یعنی حرف لا کہنے کے وقت اوٹھاوے اور اثبات یعنی الا اللہ کہنے کے وقت رکہدے اور ہم جو اس قول میں صحیح کی قید لگائی تو اس سے ہمنے اوس قول غیر صحیح سے احتراز کیا کہ اشارہ نکرے اوسکے صحیح نہونیکی یہہ وجہ ہی کہ اشارہ نکرنا خلاف ہی عقل اور نقل کے اور تنہا انگشت شہادت ہمنے اسلیے کہا کہ اوس قول سے احتراز ہو کہ اشارہ کے وقت ترپن کا عقد کرے تمام ہوا قول شرنبلالی کا اور یہہ معلوم ہو چکا کہ اشارہ کرنا بدون عقد کے کتب مذہب کے خلاف ہی بلکہ اسیطرح اشارہ کرنے کا کوئی قائل نہیں اور اشارہ کا نکرنا خلاف عقل ہے یعنی اس لیے کہ اشارہ کرنے سے نفی اور اثبات جو زبان سے نکلتا ہی اوس نفی اور اثبات کے موافق ہو جاتا ہی جو انگلی کے اشارہ سے کیا جاتا ہی اور یہہ امر یعنی مطابقت قولی اور فعلی عقلا عمدہ ہی اور اشارہ کا نکرنا اسکے خلاف پڑتا ہی اور مخالف نقل ہونا اسطرح ہی کہ امام محمد نے موطا اور کتاب مشیخت میں روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے پھر کہا کہ ہم کرتے ہیں جو کچھہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہی قول ہی امام ابو حنیفہ رح کا اور کتاب الامالی میں منقول ہے کہ امام ابو یوسف بہی اشارہ کرتے تھے جب تینوں امام اشارہ پر متفق ہو گئے اور احادیث صحیحہ سے اسکا ثبوت قرار واقعی ہو گیا تو اب اگر کوئی جاہل اپنے نفس کی شامت سے کسی روایت ضعیف پر عمل کرکے اشارہ نکرے تو وہ قطعا تارک سنت ہوگا وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط انہا سنۃ اور عینی میں تحفہ سے منقول ہی کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہی اور محیط میں ہے کہ وہ سنت ہے اور علامہ نجم الدین زاہدی نے نقل کیا ہی کہ متفق ہیں

بعض مشایخ نے کہا کہ یہ ثابت ہے کہ تشہد کی بیت میں امام کی تحقیق ہے اور قول ہیں حنفیہ کے [illegible]
یعنی میں ہماری تیزی الامعون کی کہ اشارہ کرنا مسنون ہوا وریہ جاع امام ابی حنیفہ کی ہے اور [illegible]
یقینًا جبہ جزم شیخ الاسلام جنکیا باقی البلاد فی الافضلیۃ و نحو فی المحیط الکرمانی اور یہ قول الجیاء سے مروی ہے مسنون ہے [illegible]
بطور وجوب چنانچہ بحث کیا ہوا اسکو البحرالرائق میں لیکن کلام اور شرفی کا سوا ہی صاحب بحر واضح ہے اور تشہد کے مستحب ہونے کا ذکر شیخ الاسلام نے تصریح
کیا ہی کہ واقف ہونے ہیں ہوا اسکی شرح سے بحر الفقہا نے التحیات کو تفسیر کیا کہ احتمال سے [illegible] تو ان ہی ابن مسعود تشہد
یہ ہی التحیات للہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد
ان محمدا عبدہ ورسولہ بحرالرائق کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تشہد کا پڑھنا واجب ہے اور تشہد میں خیرالدین رملی نے کہا کہ تشہد نماز میں واجب ہے لیکن
واجب نہ تمام الفاظ میں ہے کیا خاص تشہد کا پڑھنا ہے جیسے وتر میں قنوت واجب ہے اور الفاظ مخصوصہ نہیں [illegible]
ابن ملک حنفیہ کا قول ہے کہ اگر التحیات ہر دو قعدہ پڑھے تو آخر میں سجدہ سہو آوے [illegible]
القصد ہی ہے کہ لیقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ
لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبیٰ اور قصد کرے تشہد کے الفاظ سے اور کہے جو بطور انشاء کے ہیں یعنی کہ مقصود ہے [illegible] ایجاد اسی وقت تصور کرے اور
کچھ احوال کو حکایت ہے اور اپنے نفس اور اصحاب پر سلام بھیجتا ہے یعنی تشہد کے الفاظ سے خبر دینا اور حکایت کرنا اور حال کا ذکر کرنا
ہو اور یہ قصد ہے کہ شب معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام
قرب پر فائز ہوئے تو آپ نے فرمایا التحیات للہ والصلوٰت والطیبات یعنی جیسے کوئی بادشاہ کے پاس جاکر اول ثنا کرتا ہے پھر خدمت
میں مال نذر کرتا ہے ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادات قولی اور بدنی اور مالی پیشکش کیں جناب احدیت سے بطور خلعت شاہی ارشاد ہوا
السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی سلام خاص تم پر ہو اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اللہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس تکریم خاص
الٰہی کو ملاحظہ فرمایا بمقتضائے جود و کرم یہ چاہا کہ ضعفاء امت بھی اس سے محروم نہیں عرض کیا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی یہی سلام خاص ہم پر
اور اللہ کے نیک بندوں پر علیہ السلام میں سب گنہگار امت کو بھی شامل کر دیا کہ کوئی اس سلام خصوصیت التیام سے محروم نہ رہے ولنعم ما قیل [illegible]
دیوار بست ز آب چہ غم پشتیبان بحر باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان جب ملائکہ مقربین نے یہ جود و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھا تو بولے
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ تو غرض مصنف کی یہ ہے کہ التحیات پڑھنے میں اس قصہ کی حکایت مدنظر نہ ہو بلکہ بیدار دل کرے کہ میں خود اللہ
کی حضور میں تحیت پیش کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے اوپر اور دوستوں پر سلام بھیجتا ہوں وظاہرہ ان ضمیر علینا للحاضرین لا حکایۃ سلام
اللہ تعالیٰ اور ظاہر کلام مصنف کا یہ ہے کہ ضمیر علینا موجود شخصوں یعنی امام اور مقتدی اور ملائکہ کیطرف ہے نہ نقل سلام اللہ تعالیٰ کی طرف جو کہا کہ صواب یہ ہے
کہ شارح نقل سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا چاہئے جس طرح بعض نے کہا اس سے ظاہر ہے کہ سلام علینا مقولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے
تاقول علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول فیہ انی رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں یوں فرمایا کرتے تھے انی رسول اللہ یعنی بجائے ان محمدا عبدہ ورسولہ
الٰی رسول اللہ کہتے تھے [illegible] سکو رافعی نے شرح میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے سکو رد کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں بلکہ تشہد کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
متواتر سے بطرح مروی ہیں کہ آپ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ فرمایا کرتے تھے ہاں اگر تشہد سے اذان کی شہادتین مراد ہوں تو یہ قول صحیح ہے اسلئے کہ ثابت ہوا کہ آپ نے
سفر میں ایک بار اذان کہی تو ایسا فرمایا [illegible] میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ آپ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انی رسول اللہ فرمایا مگر یہ نماز کے
باہر ذکر ہے التحیات میں کذا فی الشامی ولا یزید فی الفرض علی التشھد فی القعدۃ الاولی اجماعا اور زیادہ نہ کرے فرض میں التحیات پر کچھ پہلے قعدہ میں
اجماعًا بعد التحیات طحطاوی نے کہا کہ یہ قول متفق علیہ ہمارے اماموں کا ہے اور امام شافعی قعدہ اول میں درود کو لازم فرماتے ہیں پس اسکو مستحب کہا جاتا
ہی جگہ بالاتفاق کہنا فان زاد عامدا کرہ فتجب الاعادۃ پس اگر التحیات میں کچھ بڑھا کر زیادہ پڑھا یعنی تشہد کر دے تو مکروہ ہے لہٰذا نماز پھر پڑھنا واجب ہوگا

اوراحب حکم سجدہ سہو ہو قعدہ اولی التشہد اذا قال اللھم صل علی محمد فقط علی المذہب لا خصوص صلوٰۃ علی النبی بل لتاخیر القیام ای قعدہ رکن

زیادہ پڑہ دیا تو اوسپر سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ بقدر اللھم صل علی محمد کہا ہو مذہب مفتی بہ پر سجدہ سہو کچہہ درود کی خصوصیت سے نہیں بلکہ قیام

مین دیر کرنیسے ہو جبکہ اللھم صل علی محمد کہا کہ بعض نے یہ فرق کہا ہی کہ جبتک علی آل محمد نہ کہو گا سجدہ سہو واجب نہوگا اور سکا اختیار کیا قہستانی نے

اور علی نے کہا کہ اسی پر اکثر ہین اور یہی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ جب تک تاخیر بقدر ادائے ایک رکن کے نہو گی سجدہ سہو واجب نہوگا

اللھم صل علی محمد کا مقدار ہی اور خانیہ مین ہی کہ صاحبین کے قول پر سجدہ سہو واجب نہین جب تک حمید مجید تک نہ پڑہی کذا فی الشامی ولو فرغ المقتدی قبل امامہ

سکت اتفاقا واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامہ وقیل یتمہ وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ اور اگر مقتدی اپنے امام سے پہلے تشہد

پڑہ چکے تو چپکا ہو رہے بالاتفاق اور مسبوق قعدہ اخیرہ مین تشہد ٹہر کے پڑہے کہ امام کے سلام پہیرنیکے وقت پڑہ چکے اور بعضون نے کہا کہ

التحیات کو پورا کر لے اور چپ ہو رہے اور بعضون نے کہا کہ چپ نہ رہے کلمہ شہادت کو بکرر پڑہتا رہے شامی نے کہا کہ ان سب اقوال کی تصحیح ہوئی ہے

اگر آخر کا ہو تو اوسمین مسبوق اور مقتدی برابر ہین واکتفی المفترض فیما بعد الاولیین بالفاتحۃ فانہا سنۃ علی الظاہر ولو زاد لا بأس بہ

فرض پڑہنیوالا اکتفا کرے الحمد پر دو پہلی رکعتون کے بعد کی نمازون مینے تیسری اور چوتہی رکعت مین سوٰ یہ کہ الحمد کا پڑہنا ان رکعتون مین سنت ہی ظاہر روایت مین اور اگر

الحمد سے زیادہ ان مین پڑہیگا یعنی سورہ ملا دیگا تو کچہہ مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ پچہلی رکعتون مین قراءت بدون کسی اندازہ کی مشروع

اور الحمد پر اکتفا کرنا مسنون ہی واجب نہین تو اسپر زیادہ ملانا سورہ کا خلاف اولے ہوگا وہو مخیر بین قراءۃ الفاتحۃ وصحح العینی وجوبہا وتسبیح ثلاثا

وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ فلا یکون مسیئا بالسکوت علی المذہب لثبوت التخییر عن علی وابن مسعود اور نمازی مختار ہی چاہی الحمد

پڑہی اور الحمد کے وجوب کی تصحیح کی ہی عینی نے اور چاہی تین بار سبحان اللہ کہی اور چاہی بقدر تین بار سبحان اللہ کہنی کے چپ رہے اور نہایہ مین چپ رہنا بقدر ایکبار

سبحان اللہ کہنے کے ہی اس سے یہ نکلا کہ چپ رہنے سے ظاہر روایت کے بموجب برا کرنیوالا نہوگا مختار اصلی ہی کہ اختیار دینا حضرت علی مرتضی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ

تعالے عنہما سے ثابت ہے عینی نے وجوب فاتحہ کی تصحیح کی ہی اوسکا مقابل ظاہر الروایۃ ہی یعنی اختیار مذکور کہ وہ اصح ہی وہو المعارف للمواظبۃ عن الوجوب اور یہی

تخییر بیان کی ہو ثابت کو واجب ہونیسے ہم یہہ جواب ہی اس سوال کا کہ صحیحین مین ابو قتادہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز مین

پچہلی دو رکعتون مین تو الحمد اور دو سورتین پڑہا کرتے تہی اور پچہلی دو مین صرف الحمد تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت الحمد پر پائی جاتی ہی اور مواظبت

بدون ترک کے دلیل ہی واجب ہونیکی اس سے معلوم ہوا کہ الحمد پڑہنا پچہلی دو مین واجب ہے شارح جواب دیتا ہی کہ حضرت علی اور ابن مسعود سے مروی ہی کہ وہ فرمایا کرتے

ہو کہ نمازی کو پچہلی دو رکعتون مین اختیار ہی چاہی قرآن پڑہی چاہے چپ رہے چاہی سبحان اللہ کہی اور یہہ اختیار قیاس سے معلوم نہین ہو سکتا تو ان حضرات سے ایسا کہنا

السماعی ہوا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ہو پس تخییر مذکور سے صاف ظاہر ہی کہ حدیث مذکور الصدر مین مواظبت مفید وجوب نہین اگر مفید وجوب ہی تو تخییر

ندیا جاتا اور اس جواب سے رد ہوا قول عینی کا کذا فی الشامی ویفعل فی القعود الثانی الافتراش کالاول وتشہد ایضا وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

دوسرے قعدہ مین پانو بچہاوے مثل اول قعدہ کے اور التحیات بہی پڑہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بہی پڑہے طحطاوی نے کہا بہتر ہی کہ شارح افتراش کی قید لگاتا

تاکہ سب احکام سابقہ مین دونو قعدے یکسان ہوتے اور کیفیت درود کی شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ امام محمد سے کسی نے پوچہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

کسطرح پڑہین اونہون نے فرمایا کہ یون کہو اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی

ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اور یہی طریق درود کا موافق ہی بخاری اور مسلم وغیرہما کے کذا فی الشامی وعدم زیادۃ فی العالمین وتکرار انک حمید

مجید اولی اور درست ہی زیادہ کرنا فی العالمین کا یعنی بعد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم کے بیان جیسے کہ مالک اور مسلم اور ابو داود کی روایت مین ہی اور پہلے

بار مین یعنی کما صلیت کے بعد یہہ لفظ احادیث صحیحہ مین ثابت نہین ہوا کذا فی الشامی اور درست ہو مکرر کرنا انک حمید مجید کا یعنی ایکبار کما صلیت کے بعد دوسرا کما

بارکت کے بعد جیسا کہ اوپر مترجم نے دونو جگہہ لکہا ہی وعدم کراہۃ الترحم ولو ابتداء اور صحیح ہی نہ کروہ ہونا ترحم کا اگرچہ ابتدا ہی مین ہو یعنی کریہ ولو

اللهم صل الخ سے شروع ہو اور اللهم صل على محمد و على آل محمد كما رحمت على ابراهيم كہنا تو مکروہ ہے کا سیطرح اگر دو تو جملہ درود مذکور المصنف ہو اور ثم محمد و آل محمد زیادہ کیا
تو جائز ہو گا فیض میں کہا کہ اس جملہ کا ترک کرنا بہتر ہے احتیاطا اور نووی نے اذکار میں کہا کہ اس کا پڑھنا بدعت ہے اور اسکی وجہ غالبا یہہ ہے کہ وہ عاجت
کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تشہد میں کسی معتبر طریق سے ثابت نہیں ہوئی کذا فی الشامی مختصرا و ندب السیادة لان زیادة الاخبار بالواقع
عین سلوک الادب فهو افضل من ترکه ذکره الرملی الشافعی وغیره اور مستحب ہے سیدنا کہنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے اسم شریف پر اسلیے کہ خبر دینا حقیقت حال کا عین طریق ادب کا چلنا ہے پس سیدنا کہنا بہ نسبت اوسکے چھوڑنے کے افضل ہے ذکر کیا اسکو
رملی شافعی وغیرہ نے اور طحطاوی نے کہا کہ لفظ زیادت کو حذف کرنا بہتر ہے اسیلیے مترجم نے اوسکو ترجمہ میں نہیں شامل کیا اور یہہ جو کہا کہ خبر دینا واقع کا اوس
کی ادب کا چلنا ہے اس سے یہہ غرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین ہیں تو آپکے لیے سیدنا پڑھنا مطابق نفس الامر کے اور مقتضای ادب ہے
اس سے معلوم ہوا کہ درود جو اوپر گذرا اوس میں آپکے سیدنا بڑھا دے کیونکہ چار جا آپکا نام مبارک ہے اور چار جگہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا و ما نقل لا تسیدونی
فی الصلوٰة فکذب و قولهم لا تسیدونی بالیاء لحن ایضا و الصواب بالواو اور یہہ جو منقول ہے کہ نماز میں مجکو سید مت کہو تو یہہ حدیث جہوٹ ہے اور بعض
جو لا تسیدونی یاے تحتانیہ سے نقل کیا وہ جہوٹ ہونیکے سوا غلط بھی اور صحیح واو سے ہے کیونکہ اس کا مصدر واوی ہے و خص ابراهيم لسلامه علينا و لانه سمانا
المسلمين و لان المطلوب صلوٰة يتخذه بها خليلا اور مخصوص ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشبیہ میں بسبب انکے سلام کرنیکے ہم اہل اسلام پر اور اس لیے کہ
حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا اور اسوجہ سے کہ مطلوب وہ رحمت ہے جس سے خدا تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل کر لے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر سوال کی یہہ ہے کہ صلوٰة و برکت میں تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھہ کیوں دی اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے ساتھہ کس وجہ سے نہ دی شامی نے
اس سوال کے تین جواب دیے اول یہہ کہ آپکے ساتھہ تشبیہ کا سبب یہہ ہے کہ آپنے معراج کی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ اپنی امت کو میرا سلام
پہنچا دو دوم یہہ کہ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلمان کہا چنانچہ خدا تعالی خبر دیتا ہے (هو سماكم المسلمين) تو اسکے عوض میں ہماری طرف سے یہہ تشبیہ ہوئی سوم
یہہ کہ مطلوب اس صلوٰة سے یہہ ہے کہ اس سے اللہ تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کر لے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیا ہے اور بعض لوگوں نے اور جواب بھی
دیئے ہیں منجملہ انکے ایک یہہ ہے کہ تشبیہ آپ کے ساتھہ اسوجہ سے ہے کہ آپ جد امجد ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فضائل میں تشبیہ باپ دادوں کے ساتھہ مرغوب ہوتی
ہے اور دوسرا ایک یہہ کہ آپ باقی رسولوں سے افضل ہیں اس جہت سے تشبیہ دی گئی اور ایک یہہ کہ اہل اسلام کی امت آپ کی ملت سے ملتی جلتی ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے (ملة ابيكم ابراهيم) اور ایک یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اقتدا کا حکم ہوا جیسے ارشاد ہے (ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا) كذا فی الشامی
و على الاخير فالتشبيه ظاهر و اما على الاول فالمشبه به قد يكون ادنى مثل مثل نوره كمشكوة اور اوپر وجہ اخیر پر یعنی جب صلوٰة سے مطلوب صلوٰة
خاصہ ہو تو تشبیہ ظاہر ہے یعنی وجہ شبہ خلت ہے یا تشبیہ رجوع کرنیوالی ہے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف یا مشبہ بہ کبھی کمتر ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کہ کہا
نور خدا کی جیسے قندیل میں چراغ ہم یہہ بھی جواب ہے سوال مشہور کا جو علمای قدیم و جدید کرتے ہیں اور اسکی تقریر یہہ ہے کہ قاعدہ اکثر یہہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے وجہ شبہ
میں اعلی ہوتا ہے اور یہاں یہہ بات نہیں اسلیے کہ جو رحمت و برکت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو حاصل ہے وہ حضرت ابراہیم اور انکی آل کی رحمت
اور برکت سے اعلی ہے اسلیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو کوئی مجہپر ایکبار درود بہیجے اللہ تعالی اوس پر دس بار رحمت بہیجتا ہے اور اسکی دس برائیاں دور کرتا ہے
اور دس درجہ بلند کرتا ہے اور یہہ بات حضرت ابراہیم یا دوسرے پیغمبر کے حق میں وارد نہیں تو شارح نے اسکا جواب یہہ دیا کہ یا تو وجہ شبہ صلوٰة خاصہ ہے جو
موجب خلت ہے یا یہہ کہ تشبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں مشبہ صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا یہہ کہ مشبہ بہ کبھی کمتر ہوا کرتا ہے جیسے قرآن مجید
میں مشابہت نور الہی کی چراغ سے واقع ہوئی ہے حالانکہ نور چراغ کو اوس نور سے کچہہ نسبت نہیں مگر چونکہ نور چراغ محسوس اور واضح تر ہے تشبیہ میں
اسلیے اسکو مشبہ بہ کر دیا ہے اسی طرح یہاں از بسکہ ابراہیم و آل ابراہیم علیہ السلام پر رحمت و برکت کا نازل ہونا کتابوں میں واضح اور مشہور تہا ہو اسکو مشبہ بہ کر دیا گیا
لكنها انما تثبت فرضيتها في العمر مرة واحدة اتفاقا في الحر ... اور درود فرض ہے عمر بہر میں ایکبار بالاتفاق واسطے

حکم کے نیچے امر ہے جو شعبان سنہ دو ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ ظاہر منقول یہہ ہے یعنی فرضیت درود کی اسوجہ سے ہی کہ امر قطعی الثبوت پر عمل ہوا اور اس سے
یہہ نکلا کہ اسکی فرضیت قطعی ہے صرف عملی نہین تو اس کا منکر کافر ہوگا امر سے مراد یہہ آیت ہے یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یہہ دوسرے
سال ہجری مین نازل ہوئی اور بعضون نے کہا کہ شب معراج مین نماز فرض ہوئی وصلوٰۃ ثابت عن العریض جتنا ہو کر نماز ہی اپنی نماز مین بالغ ہوا اور قصد کیا
مین درود پڑھا تو یہہ درود قائم مقام فرض کا ہوگا یعنی اسکے ذمہ درود فرض رہیگا کذا فی النہر بحثا عن المجتبی لا یجب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
یصلی علی نفسہ اور مجتبی مین ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں کہ اپنے اوپر صلوٰۃ بھیجین ہم نہر الفائق مین ہے کہ اسکی وجہ یہہ ہے کہ یا ایہا الذین امنوا
مین رسول علیہ السلام شامل نہین بخلاف یا ایہا الناس اور یا عبادی کے کہ اسمین سب شامل ہوتے ہین چنانچہ اصول مین معلوم ہو چکا ہے اور حکمت آپ پر واجب
نہونے کی یہہ ہے کہ درود دعا ہے اور دعا اپنے نفس کے لیے ہر شخص بالطبع چاہتا ہے اور اپنی خیر مناتا ہے تو اس مین کچہہ تکلف اور مشقت نہین اور تکلیف ہی مین کہ
وجوب اوسی امر مین ہوتا ہے جس مین کچہہ مشقت اور طبیعت کو کلفت ہو کذا فی الشامی واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر
صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اور اختلاف کیا ہے طحاوی اور کرخی نے درود کے
واجب ہونے مین سننے والے اور ذکر کرنیوالے پر جتنے بار کہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ہو اور طحاوی کے نزدیک مختار مکرر ہونا وجوب صلوٰۃ کا
ہے جتنے بار کہ ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو اگرچہ ایک ہی مجلس مین ہو صحیح تر قول مین ہم شامی نے کہا کہ وجوب صلوٰۃ مین اختلاف ذکر کیا سلام کو ذکر نکیا حالانکہ
آیت مین صلوٰۃ اور سلام دونو ہین اسلیے کہ مراد تسلیم سے آیت مین حکم ماننا ہے اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ کافی مین تصحیح اسکی ہے کہ اتحاد مجلس کی صورت مین ایکبار
صلوٰۃ کافی ہے اور شرح مقدمہ ابی اللیث مین وجوب کے مکرر ہونیکو طحاوی کے نزدیک بطور کفایہ کہا ہے نہ بطور عین یعنی اگر بعض صلوٰۃ پڑھ لینگے تو کل پر سے وجوب
ساقط ہوگا لا لان الامر یقتضی التکرار بل لانہ تعلق وجوبہا بسبب متکرر وہو الذکر فیتکرر بتکررہ وتصیر دینا بالترک فتقضی لانہا حق عبد کالتشمیت
یہہ وجوب کا مکرر ہونا اسلیے نہین کہ صیغہ امر تکرار کا مقتضی ہے بلکہ اسلیے ہے کہ وجوب صلوٰۃ ایک سبب مکرر سے متعلق ہے یعنی ذکر سے تو جب سبب مکرر ہوگا وجوب بھی مکرر
ہوگا اور درود کے ترک کرنیسے ذمہ پر قرض ہو جائیگا تو اوسکی قضا ہوگی اسلیے کہ صلوٰۃ حق عبد ہے جیسے جواب دینا چھینک کا بندہ کا حق ہے اور اسکی قضا ہوتی
ہے ہم یہان ایک سوال ہوتا تہا کہ وجوب صلوٰۃ امر کے سبب سے ہے حالانکہ اصول مین ثابت ہو چکا ہے کہ امر کا صیغہ مقتضی تکرار وجوب کا نہین تو مکرر صلوٰۃ کا پڑھنا کس
طرح واجب ہوا تو شارح نے جواب دیا کہ یہہ تکرار امر کے تقاضا سے نہین بلکہ سبب کے مکرر ہونے سے اور سبب صلوٰۃ ذکر ہے اسم شریف کا تو جب اسم شریف مکرر ہوگا وجوب صلوٰۃ بھی مکرر
ہوگا اور چھینک کے جواب کی تشبیہ صرف قضا مین ہے نہ باقی احکام مین کذا فی الشامی والطحطاوی بخلاف ذکرہ تعالیٰ بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ کے کہ وہ حق پروردگار ہے
اوسکی قضا نہوگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہے کہ جو حق اللہ تعالیٰ کا ہو اوسکی قضا نہو مثلا نماز روزہ حق اللہ ہین اور اونکی قضا ہوتی ہے تو مراد اسکی
یہہ ہے کہ خداوند جل شانہ کا نام سنکر ثنا کرنا واجب ہے اور ایک مجلس مین نام کے مکرر ذکر ہونے سے ایکبار ثنا کافی ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے انتہی لکن فی
المذہب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی اور مذہب مشہور مستحب ہونا ہے تکرار کا یعنی ایکبار صلوٰۃ واجب ہے اور دوبارہ ذکر شریف ہونے سے صلوٰۃ
مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے والمعتمد من المذہب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی تبعا لما صححہ الحلبی وغیرہ اور مذہب معتمد قول طحاوی کا ہے کہ ہربار
صلوٰۃ واجب ہے ایسا ذکر کیا ہے اسکو باقانی نے بتبعیت تصحیح حلبی وغیرہ کے ورجحہ فی البحر باحادیث الوعید کرغم وابعاد وشقاء وبخل وجفاء
اور ترجیح دی ہے قول طحاوی کو بحر الرائق مین وعید کی حدیثون سے جیسے وعید ذلیل ہونے اور دوری اور بد بخت ہونے اور بخل اور ستم کے ہم یعنی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر صلوٰۃ نہ پڑہنے والے پر ان الفاظ سے وعید احادیث مین آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ ہر بار آپکے اسم مبارک کے مذکور ہونے پر واجب ہے
وعید رغم کی حدیث اسطرح ہے رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی اور ابعاد کی یہہ ہے بعد من ذکرت عندہ فلم یصل علیک اور شقا کی یون ہے من ذکرت عندہ
فلم یصل علی فقد شقی اور بخل کی حدیث کی یہہ الفاظ ہین البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی اور جفا کے الفاظ یون وارد ہین من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلم یصل
علی کذا فی الطحاوی عن الحلبی ثم قال فتکون فرضا فی العمر وواجبا کلما ذکر علی الصحیح پھر صاحب بحر نے اس ترجیح کے بعد کہا کہ درود پڑہنا فرض ہے عمر بھر مین

اور واجب ہی جب تک ذکر نام مبارک کا ہو تو جب جب سنے پر وسلم لما عندنا فی النهر وعنوا اور حرام ہے کہ تاجر کے اپنی اسباب کا اور اس
تجسیو دوسرے وقتون مین نہیے مکروہ تحریمی ہی شامی نے کہا کہ یہہ مقصود مین ہی کہ تاجر کو اس درود پڑہنے سے خریدار کا جتانا یا اپنی اسباب کی ترویج منظور ہو اور اگر
اوس کا مقصود صرف درود ہوگا تو مکروہ نہوگا اور اسی مین ملحق ہی ذکر اللہ تعالی کا جس سے تعظیم مقصود نہو بلکہ دوسرے کو جتانا یا اپنی اسباب کا مروج
کرنا منظور ہو تو وہ بھی مکروہ تحریمی ہی کذا فی الطحطاوی وسنة فی الصلوة اور مسنون ہی درود پڑہنا نماز مین یعنی قعدہ اخیرہ کے تشہد کے بعد ومستحبة
فی کل اوقات الامکان اور درود پڑہنا مستحب ہی سب امکان کے وقتون مین یعنی جس وقت کہ کوئی مانع شرعی نہو اوسمین درود پڑہنا مستحب ہے اور
علما اوقات درود کی تفسیر اسطرح کی ہی روز جمعہ شب جمعہ روز شنبہ روز یکشنبہ روز پنجشنبہ وقت صبح وقت شام مسجد مین جانے کیوقت مسجد مین سے
نکلنے کیوقت قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیوقت صفا کے اور مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ مین بعد جواب اذان کے تکبیر کیوقت دعا مانگنے
کے شروع اور درمیان اور آخر مین دعاء قنوت کے بعد تلبیہ سے فارغ ہونیکے وقت اجتماع کیوقت جدا ہونیکے وقت وضو کرنیکے وقت کان بولنے کیوقت
چیز کے بھول جانے کے وقت وعظ کہنے کیوقت حدیث کے پڑہنے کی ابتدا مین اور آخر کے انتہا کیوقت مسئلہ یا فتوی لکھنے کے وقت تصنیف کے وقت درس دینے والے کو اور
پڑہنے والے کو اور منگنی کرنے والے کو اور نکاح پڑہنے والے کو اور نکاح پڑہوانے والی کو سب دعا کامون کے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھنے کیوقت کذا فی
شرح دلائل الخیرات للفاسی شامی نے کہا کہ ان مواضع مین سے اکثر کی تصریح کتب حنفیہ مین موجود ہی ومکروهة فی صلوة غير تشهد الاخير اور درود پڑہنا مکروہ ہے
نماز مین بجز اخیر تشہد کے کہ اوسمین مسنون ہی شامی نے کہا کہ استثنا کرنا قنوت وتر کا بھی چاہیے کہ اوس کے آخر مین درود مشروع ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہے
اور ایسی ہی نماز جنازہ کو استثنا کرنا چاہیے کہ اوسمین بھی درود مسنون ہی تنبیہ درود پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سات جگہہ مکروہ ہی حالت جماع
حالت بول وبراز ترویج مبیع مین لغزش قدم کے وقت تعجب کے وقت ذبح کیوقت چھینکنے کیوقت کذا فی الشرعة فلذا استثنى في النهر من قول الطحاوي ما في
تشهد الاول اور چونکہ سوا تشہد اخیر کے نماز مین درود مکروہ ہی تو اسلیے نہر الفائق مین طحاوی کے قول سے استثنا کیا ہی اوس نام مبارک کو جو تشہد اول مین ہی یعنی
بموجب قول طحاوی کے جس جگہہ نام مبارک آوے درود واجب ہے مگر قعدہ اول مین باوجود نام پاک آنیکے درود واجب نہین بلکہ مکروہ تحریمی ہی کذا فی الشامی وما
في ضمن صلوة عليه لئلا يتسلسل اور مستثنی کیا ہی اوس نام کو جو ضمن مین درود شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ہو تا کہ تسلسل نہو یعنی درود پڑہنا خالی
نام مبارک سے نہین تو اگر ہر نام پر درود واجب ہو تو سلسلہ درود کا ختم نہو شامی نے کہا کہ اوس صورت کا بھی استثنا کرنا چاہیے کہ نام مبارک قراءت یا خطبہ مین سنے
اس لیے کہ سننا قراءت اور خطبہ کا واجب ہے اور اگر خود قرآن پڑہتا ہو اور نام مبارک آوے تو افضل یہہ ہی کہ قراءت نچھوڑے بعد فراغت قراءت کے خفیا ساہی
چاہیے درود پڑہ لینا چاہیے نہ پڑہے بالخصه فی درر البحار بغير الذي الاحاديث من ذكرت عنده فليحفظ بلکہ درر بحار مین درود کے واجب ہونیکو خاص کیا ہے
نام لینے والے کے سوا پر بسبب حدیث من ذکرت عندہ کی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم بعض علما طحاوی کے قول پر اعتراض کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لینے سے
درود واجب ہو تو لازم آوے کہ درود کا تمام نہو گا اسلیے کہ درود خالی نام پاک سے نہین ہوتا درر البحار مین طحاوی کے طرف سے یہہ جواب دیا کہ وجوب اوسپر ہے جو نام مبارک کو
سنے نہ نام لینے والے پر اسلیے کہ حدیث شریف مین جو وعید وارد ہے وہ نام کو سنکر درود نہ پڑہنے والے پر ہی مثلا البخيل من ذكرت عنده ثم لم يصل علي یعنی بخیل وہ ہے
جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور مجہپر درود نہ پڑہے اس حدیث مین من موصولہ سے سننے والا مراد ہی جسکے روبرو نام لیا گیا تو چاہیے کہ نام لینے والا اور کوئی ہو اور وجہ یہ بھی
ہی کہ وعیدین جو احادیث مین مذکور ہین تو معلوم ہوا کہ وجوب سننے والے ہی پر ہی واذ عاجم الاعضاء برفع الصوت جهل انما هو دعاء له والدعاء
يكون بين الجهر والمخافتة كذا العلامة البابرتي في كنز العفاة اور اعضا کا ہلانا آواز کی بلندی کے ساتھ جہالت ہی بلکہ درود تو آدمی کے حق مین دعا ہی
اور دعا مانگنا درمیان مین جہر اور سر کے ہوتا ہی یعنی چپکے نہ بہت آہستہ اسیطرح افتاد کیا ہی اوسیر بابرتی نے کنز العفاة مین ہم یعنی درود پڑہنے مین جھپنا اور
ہاتھ پاؤن کا ہلانا جہالت ہے فتاوی عالمگیری مین کہا کہ قرآن سننے اور وعظ کے وقت مین آواز بلند کرنی مکروہ ہی وخص انما ذكرنا كلمة التي صيغها
اللهم انك عظيم شانا ما فضل كل سيد الاصبهاني خبره عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى علي مرة واحدة فتقبلت

[illegible] سے جو حدیث ملکین سنۃ [illegible] کا اصول فی القبول اور یا ین نے تصحیح کی ہو کہ بعد [illegible] تقبل مقبول نہیں ہوتا جیسے کلمہ توحید
[illegible] اور لا الہ الا اللہ کے قائل کو مقبول نہیں ہوتا باوجودیکہ کلمہ توحید و درود شریف سنی ہر کلمہ اثر قبول ہے کیونکہ جزو ایمان ہے اور درود شریف کے مقبول ہونے کا
[illegible] حدیث [illegible] ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو اسپر مقبول ہونے سے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھپر ایکبار درود پڑھا اللہ [illegible]
مقبول ہو [illegible] اس پر دس گناہ ستادیگا اس حدیث میں ثواب مشروع کو قبول کے ساتھ مقید کیا یعنی اس سے نکلتا ہے کہ کوئی درود نامقبول
بھی ہوتا ہے [illegible] درود شریف بھی ایک عمل ہے تو جیسے اور اعمال مقبول اور نامقبول ہوتے ہیں ایسے ہی درود شریف کا بھی حال ہے مگر بعض محققین نے فرمایا کہ
درود شریف [illegible] ایک ثواب کا ہونا پڑھنے والے کو تو اس عمل میں درود کا حکم اور اعمال کا سا ہے کہ جب موانع اور عوارض سے خالی ہو گا تو
ثواب ہوگا اور ایک تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے آپ کے درجات زیادہ کرنیکے حق میں تو اس اعتبار سے درود شریف نامقبول نہیں ہوا کرتا
[illegible] بعد التشہد وعا بالعربیۃ وحرم بغیرہا فی الصلوۃ والاستاذ و الکوکبین اور بعد از یں درود کے بعد دعا پڑھی عربی میں
[illegible] کے سوا دوسری زبان میں دعا کرے اپنے لئے اور اپنے ماں باپ اور استاد کے لئے جو مسلمان ہوں ہم دعا اوسکے پیچھے اس لئے ہوئی کہ جو کوئی
دربار شاہی میں جاتا ہے تو بادشاہ کے خواص کو ضرور سلام کرتا ہے اور شاہنشاہ علی الاطلاق کا خاص الخاص اسکا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اسی
آپ پر درود پڑھنا مقبول ہے تو اس سے توقع ہے کہ اسکے بعد دعا بھی مقبول ہو اور دوسری زبان میں دعا کی حرمت نہر الفائق میں مذکور ہے اس تعلیل سے کہ
زبان عربی کے سوا [illegible] ہوتے ہیں جو منافی تعظیم ہوں منقول ابوالسعود نے کہا کہ جب نماز کا شروع کرنا غیر زبان میں جائز ہے تو دعا کیسے حرام ہوگی کذا فی الطحطاوی [illegible]
بعد تحقیق کہا کہ غیر زبان میں دعا مکروہ ہے نہ حرام وحرم سوال العافیۃ مدی الدہر او خیر الدارین ودفع شرہما والمستحیلات العادیۃ کنزول
المائدۃ قیل الاصح جوازہ اور حرام ہے مانگنا تندرستی کا عمر کے سب وقتوں میں یعنی سب مرضوں سے بہتری دونوجہان کی اور دفع ہونا دونوجہان کی برائیوں کا
یا آدمی [illegible] کا جو عادۃ محال ہیں جیسے اوترنا دسترخوان کا آسمان سے اور بعضوں نے کہا کہ محال چیزیں شرعی بھی مانگنی حرام ہیں جیسے دیکھنا پروردگار کا دنیا میں ہم
سب مرضوں سے عافیت کا مانگنا اسلئے حرام ہوا کہ خدا تعالے نے کسی حکمت کے سبب سے آدمی میں امراض کو پیدا کیا ہے جس کا فائدہ اوسی کی طرف عائد ہوتا ہے تو دعا
آدمی اوس حکمت کو باطل کیا چاہتا ہے اور خیر دارین کی طلب اسلئے حرام ہوئی کہ بدون مشقت کے آدمی کو حاصل ہونی محال ہے بعض شراح منیہ [illegible]
کی ہیں [illegible] اور [illegible] اللہ تعالی کے نزدیک اوسکے حق میں خیر ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ اسی قسم کی دعا حدیث میں وارد ہے اللہم انی اسئلک
من الخیر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم واعوذ بک من الشر کلہ ما علمت منہ وما لم اعلم کذا فی الطحطاوی بتصرف وللحق حرمۃ الدعاء بالمغفرۃ للکافر لا لکل المؤمنین
کل ذنوبہم بحر اور حق یہ ہے کہ دعا مانگنی کافر کی مغفرت کیلئے حرام ہے سب مومنین کے واسطے اونکے سب گناہوں کے بخشے جانیکی کذا فی البحر [illegible]
امام قرافی وغیرہ کا جو کہتے ہیں کہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے سے کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالے تو اونکی عدم مغفرت کی خبر دیتا ہے پھر دعا مغفرت سے اللہ تعالی
کا اس [illegible] ہو گا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سب ایمانداروں کے سب گناہوں کی مغفرت کی دعا حرام ہے اسلئے کہ اس دعا سے تکذیب اون صحیح حدیثوں کی لازم آتی
ہے جن میں تصریح ہے کہ کچھ مومنین دوزخ میں اپنے گناہوں کے سبب سے ضرور عذاب پاوینگے تو شارح اس قول کو رد کرتا ہے کہ دعا مغفرت کافر کا فر نہیں
ہوتا بلکہ گناہگار ہوتا ہے کہ تکذیب خدا و رسول کے لئے بہتری چاہتا ہے اسلئے دعا اوسکو حرام ہے نہ کفر اور مومنین کے کل گناہوں کی مغفرت حقیقۃً
جائز ہے بموجب آیت ویستغفرون للذین آمنوا اور ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کے تو بالجملہ کہ فرط شفقت برادران دینی کی جہت سے اون کے

[illegible] دعا [illegible] ہو تو وقوع ہو گو نفس الامر میں واقع نہ ہو کذا یستفاد من الشامی والطحطاوی بالادعیۃ المذکورۃ فی القرآن والسنۃ لا بما یشبہ
کلام الناس [illegible] دعا ایسی مانگے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں تا اون کے لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو طحطاوی نے کہا کہ قرآن کی دعا اگر پڑھے تو نیت
قرآن پڑھنے کی نہ کرے اسلئے کہ قرأت قرآن سوائے قیام کے دوسرے رکن میں مکروہ ہے اور دعا مسنون نماز کے آخر میں پڑھنا بہت اچھا ہے مشکوۃ میں ہے کہ
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو ایک دعا تعلیم فرمائیے کہ نماز میں اوسکو پڑھوں آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی

اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم توامت والو کو چاہیے کہ خاص اسی دعا کو پڑھا کریں
انضطراب فیہ بلا جهد ولا یشابہ المصنف والعقبات کما قالہ الحلبی تبعاً ما ہو فی القرآن او فی الحدیث لا یفسد وما لیس فی احدہما ان استحال طلبہ
من المخلوق لا یفسد والا یفسد لو قبل قدر التشهد دعا کی باب میں فقہا کا کلام پریشان ہے خصوص مصنف کا کلام [illegible]
[illegible] جو قرآن یا حدیث میں ہو مفسد نہیں [illegible] اگر اوس کا مانگنا خلق سے محال ہے مثلاً کہے الٰہی تو بیسے سب کے چاہے کی مغفرت کر تو مفسد نہ ہوگا
اور اگر اوس کا مانگنا خلق سے محال نہ ہو جیسے یوں کہنا کہ الٰہی مجھکو [illegible] دے وغیرہ تو مفسد نماز ہوگی بشرطیکہ دعا مذکور بمقدار التحیات سے پہلے
[illegible] تحریمہ مالم یتذکر سجدة فلا تفسد بسوال المغفرة مطلقا ولعمی او لغیری وکذا الرزق مالم یقیدہ بمال ونحوہ لاستعمالہ فی العباد
مجازا اھ اور اگر بمقدار التحیات سی بیشتر نہ پڑھی بلکہ التحیات کے بعد پڑھی تو نماز اوس سے پوری ہو جائیگی یعنی کراہت تحریمہ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی نماز پوری
ہوگی جب تک سجدہ نماز یا تلاوت یاد نہ پڑے تو فاسد ہوگی دعای مغفرت سے مطلقاً یعنی خواہ وہ دعا قرآن میں ہو یا نہو اگرچہ دعا یوں کرے کہ الٰہی تو بخشدے
میری چچا یا عمرو کو اور اسیطرح فاسد نہوگی نماز طلب رزق سے اگر اوسکو مقید مال وغیرہ سے نہ کریگا چونکہ مستعمل ہوتی رزق کے بندوں میں بطور مجاز کے
سجدہ تلاوت اور سجدہ نماز کے یاد نہ پڑنیکی قید اسلئے لگائی کہ اگر یاد ہو تو پھر قاعدہ اخیرہ باطل ہو جاتا ہے تو دعا نماز کے بیچ میں واقع ہوگی اسلئے مفسد ہوگی اور
طلب رزق میں مال کی قید اسلئے لگائی کہ رزق تو خاص خدا تعالیٰ کا کام ہے بندہ صرف ظاہرا سبب بنکے مال پہونچا سکتا ہے اسلئے رزق مقید بمال سے نماز فاسد
ہوگی مثلاً یوں کہے کہ الٰہی مجھکو مال روزی کر اور چونکہ بندے کے اختیار میں سبب رزق کا ہونا رزق اسلئے شارح نے بتلا دیا کہ رزق دینے کا استعمال بندہ
میں مجازا ہوا کرتا ہے نہ حقیقةً ثم یسلم عن یمینه ویساره حتی یری بیاض خده پھر سلام پھیرے مونہ پھیرکر داہنے اور بائیں کو اسقدر کہ سفیدی
اوسکے رخسار کی پیچھے کے نماز پڑھنے والے کو دکھائی دیوے یعنی داہنے رخسار کے داہنے طرف کو مونہ پھیرنے میں اور بائیں کے بائیں طرف کو پھیرنے میں [illegible] کامل
سلام پھیرنے میں یہ کہنا ہے داہنے اور بائیں السلام علیکم ورحمة الله تو اگر صرف السلام علیکم یا سلام علیکم کہے گا تو کافی ہوگا مگر تارک سنت ہوگا اور داہنے
بائیں کو مونہ پھیرنا بھی سنت ہے کذا فی الطحطاوی ولو عکس سلم عن یمینه فقط ولو تلقاء وجهه سلم عن یساره اخری اور اگر الٹا کیا یعنی بائیں
طرف اول سلام پھیرا اور داہنی طرف پیچھے تو سلام پھیرے صرف داہنی طرف اور اگر سلام پھیرا سامنے کی طرف تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیرے یعنی
سامنے کا سلام قائم مقام داہنی طرف کے ہو جائیگا ولو نسی الیسار اتی به مالم یستدبر القبلة فی الاصح اور اگر بائیں کو سلام پھیرنا بھول گیا تو اوسکو ادا کرے جب تک
کہ قبلہ کو پشت نہ پھیری ہو صحیح تر قول میں اور نہ کلام کیا ہو شامی نے کہا کہ بحرالرائق میں ہے کہ سلام کو ادا کرے جب تک کہ مسجد سے نہ نکلا ہو گو قبلہ کو پشت کر لی
اسلئے شارح نے اصح کی قید لگا دی کہ بحرالرائق کا قول نکل جاوے وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة برهان وقدمناه اور منقطع ہو جاتی ہے تحریمہ ایکطرف کے سلام
پھیرنے سے کذا فی البرہان اور یہ مسئلہ پیشتر گذرا یعنی واجبات نماز میں بیان ہو چکا ہے کہ اقتدا تمام ہو جاتا ہے سلام اول پر پیشتر لفظ علیکم کے وفی التاتارخانیة ما شرع
فی الصلوة مثنی فللواحد حکم المثنی فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنی وتتقید الرکعة بسجدة واحدة کالتقید بسجدتین اھ اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ جو چیز نماز میں دو مشروع ہوئی ہے تو اوس میں سے ایک کیلئے حکم دو کا ہے اس سے یہ نکلا کہ نماز سے حلال ہونا ایک سلام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے دو سے حاصل
ہوتا ہے اور رکعت ایک سجدہ سے مقید ہو جاتی ہے جیسے دو سے ہوتی ہے یعنی اگر قعدہ نہیں ہوا کہ مثلاً کھڑا ہو گیا اور ایک رکعت زائد پڑھی تو جب رکعت مذکور کو ایک سجدہ سے
مقید کریگا فرض باطل ہو جائینگے [illegible] الا ان اتم التشهد اتم اور مقتدی سلام پھیرے امام کے ساتھ ہی اگر التحیات پڑھ چکا ہو چنانچہ گذر گیا یعنی اگر التحیات
پوری نہ کی ہو تو اوسکو پوری کر کے سلام پھیرے اسلئے کہ التحیات بھی واجب ہے اور متابعت امام بھی واجب ہے حالانکہ دوسرے کو ترجیح اول پر نہیں کذا فی البحر
ولا یخرج الموتم عن الصلاة بسلام الامام بل [illegible] وعند محمد [illegible] بتسلیم اور نہیں نکلتا ہے مقتدی نماز سے امام کے سلام سے [illegible]
بلکہ اوسکے نکلنے کے [illegible] سے مقتدی نماز سے باہر ہو جائیگا بسبب نہ ہونے حرمت نماز کے تو اس صورت میں مقتدی سلام نہ پھیرے
[illegible] اسیطرح [illegible] کہ بعد امام نے سلام پھیرا یا کلام کیا بعد کوئی بات کی جس سے نماز پوری ہو گئی فاسد نہوگی [illegible]

نماز صحیح ہو جائیگی اور پھر سلام پھیرنا واجب ہے اور قہقہہ اسکے بعد اصلاً ناقض نہیں کیونکہ اس صورت میں تو وہ بعد تمامی ارکان کے پائے گئے اسلیئے کچھ ضرر نکرینگے اور سلام کا پھیرنا ہی مطلب ہو گا امام پر مقتدی پر کذا فی الشامی ولو اتمه قبل امامه فتکلم جاز وکره فلو عرض مناف تفسد صلوٰۃ الامام فقط اور اگر مقتدی نے تشہد کو اپنے امام سے پہلے پورا کر لیا پھر بول پڑا تو نماز درست ہو گی اور یہ فعل نکروہ ہو گا کیونکہ متابعت امام کی بدون عذر کے ترک کی اب اگر مقتدی کو کلام کر لینے کے بعد کوئی نماز کا منافی امام کو درپیش ہو گا تو صرف امام کی نماز فاسد ہو جائیگی مقتدی کی نہو گی کیونکہ وہ تو منافی کے پیش ہونے سے پہلے ہی نماز سے علیحدہ ہو گیا ہے کالتحریمة مع الامام وقالا الافضل فیهما بعده سلام بھی مثل تکبیر تحریمہ کے امام کے ساتھ ہی ہے اور صاحبین نے کہا کہ افضل تحریمہ اور سلام میں یہ ہے کہ بعد امام کے ہو قائلا السلام علیکم ورحمة الله هو السنة سلام پھیرے یہ کہتا ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ان الفاظ کا کہنا سنت ہے وصرح الحدادی بکراهة علیک السلام وانه لا یقول هنا وبرکاته اور حدادی نے تصریح کی ہے علیکم السلام کے مکروہ ہونے کی اور یہ بات کی کہ وبرکاتہ یہاں نہ کہے جیسا یہاں سلام پھیرنے میں بلکہ یہ لفظ التحیات میں کہے وجعله النووی بدعة وردّه الحلبی اور وبرکاتہ کہنے کو نووی نے بدعت قرار دیا ہے اور حلبی شارح منیہ نے نووی کے قول کو رد کیا ہے یہ کہکر کہ سنن ابی داؤد میں جو روایت وائل بن حجر سے باسناد صحیح ہے یہ لفظ وارد ہے پھر بدعت کیسے ہو سکتا ہے وفی الحاوی انه حسن اور حاوی قدسی میں ہے کہ یہ لفظ کہنا بہتر ہے ویسن جعل الثانی اخفض من الاول خصه فی المنیة بالامام واقرّه المصنف اور مسنون ہے دوسرے سلام کو نسبت اول کے پست کہنا منیہ میں یہ بات کو امام کے لیئے خاص کیا ہے یعنی مقتدی اور منفرد دونوں طرف یکساں آواز سے سلام پھیرے امام ثابت رکھا ہے اسکے قول کو مصنف نے وینوی الامام بخطابه السلام علی من فی یمینه ویساره ممن معه فی صلوٰته ولو جنا او نساء بما سلام التشهد فیعمهم لعدم الخطاب والحفظة فیهما بلا نیة عدد کالایمان بالانبیاء اور نیت کرے امام اپنے خطاب السلام علیکم سے سلام ان لوگوں پر جو اسکے داہنے اور بائیں طرف اسکی نماز میں شریک ہیں گو جن یا عورتیں ہوں اور سلام تشہد کا یعنی السلام علینا عام ہے سب مسلمانوں پر بسبب نفی خطاب کے اور نیت کرے فرشتوں محافظوں کی دونوں سلاموں میں بدون نیت شمار کے جیسا ایمان لانا انبیاء علیہم السلام پر بدون شمار کے ہے محافظ فرشتوں کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ہر مومن کے ساتھ دو ہیں اور بعضوں کے نزدیک چار اور کسیکے نزدیک پانچ اور کسیکے دس اور کسی کے ایکسو ساٹھ اور اسکا پورا بیان منیہ کی شرحوں میں ہے کذا فی الشامی وقدّم القوم لان خواص بنی آدم وهم الانبیاء افضل من کل الملٰئکة وعوام بنی آدم وهم الاتقیاء افضل من عوام الملٰئکة والمراد بالاتقیاء من اتقی الشرک فقط کالفسقة کما فی البحر عن الروضة واقرّه المصنف اور مصنف نے اول قوم کو یعنی آدمیوں کو مقدم کیا فرشتوں سے اسلیئے کہ مختار یہ ہے کہ بنی آدم کے خواص جو انبیاء ہیں وہ سب فرشتوں سے افضل ہیں اور بنی آدم میں کے پرہیزگار عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور مراد پرہیزگاروں سے وہ لوگ ہیں جو صرف شرک سے پرہیز کرتے ہیں جیسے فاسق چنانچہ بحر میں روضہ سے منقول ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے ہم کہتے ہیں روضۃ العلماء امام ابی الحسن بخاری کی تالیف ہے اوسمیں لکھا ہے کہ امت کا اجماع ہے اسپر کہ انبیاء سب مخلوق سے افضل ہیں اور ان میں سے افضل سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعد انبیاء کے سب خلق سے افضل خواص ملائکہ ہیں یعنی جبرئیل اور اسرافیل اور میکائیل اور عزرائیل اور حاملین عرش اور کروبی اور روحانی اور رضوان اور مالک علیہم السلام اور صحابہ اور تابعین اور شہدا اور صالحین باقی فرشتوں سے افضل ہیں اب اسکے بعد اختلاف ہے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ سب اہل اسلام باقی فرشتوں سے افضل ہیں اور صاحبین کہتے ہیں کہ باقی فرشتے عوام مسلمانوں سے افضل ہیں غرضکہ بشر تین قسم ہیں خواص مثل انبیاء اور اوساط مثل صحابہ و صلحا اور عوام مثل باقی لوگوں کے اور فرشتے دو قسم ہیں خواص جو اوپر مذکور ہوئے اور عوام جو انکے سوا ہیں تو فضلیت باتفاق تین درجہ تک ہے یعنی سب میں افضل خواص بشر ہیں پھر خواص ملائکہ پھر اوساط بشر اور اسکے بعد اختلاف ہے امام کے نزدیک باقی لوگ افضل ہیں عوام ملائکہ سے اور صاحبین کے نزدیک عوام ملائکہ افضل ہیں کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی مجمع الانهر تبعا للقهستانی خواص البشر واوساطه افضل من خواص الملٰئکة واوساطها عند الاکثر من المشایخ میں کہتا ہوں اور مجمع الانہر میں بہ تبعیت قہستانی مذکور ہے کہ خواص بشر افضل ہیں خواص ملائکہ سے اور اوساط بشر افضل ہیں اوساط ملائکہ سے اکثر مشایخ کے نزدیک لیکن ہم شامی نے کہا کہ اس عبارت میں لف و نشر مرتب ہے تو معنی یہ ہوا روضہ کی عبارت میں کچھ منافات نہیں اتنا فرق ہے کہ اسمیں اوساط

تیسرا گواہ ذکر نہیں کیا ہو جیسے کہ اونمین خلاف ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا وهل تعقبه الحفظة قولان اور کیا محافظ فرشتے بھی جدا ہوتے ہیں اس میں دو
قول ہین ہم بعض علما فرماتے ہین کہ بدلتے رہتی ہین کیونکہ حدیث صحیح مین بخاری و مسلم کی وارد ہے کہ تمپر رات کو اور دن کو فرشتے پے در پے آتے ہین اور
صبح اور عصر مین جمع ہو جاتے ہین پھر جو تم مین رہے ہوتے ہین وہ اوپر چڑھ جاتے ہین الحدیث اس حدیث مین قاضی عیاض نے تفسیر فرشتے کے جدا ہونے
نقل کیا ہی کہ مراد ان فرشتون سے محافظ یعنی کرام کاتبین ہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونو فرشتے آدمی کی زندگی تک نہین بدلتے اور
اسی مضمون روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے ایماندار بندہ پر دو فرشتے مقرر کئے ہین کہ وہ اوسکا عمل لکھا کرتے ہین
وہ مر جاتا ہی تو وہ جناب الٰہی مین عرض کرتے ہین کہ فلان شخص مر گیا ہمکو تو اجازت دی کہ ہم آسمان پر چڑھ آوین اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ میرا آسمان فرشتون سے
بھرا ہوا ہی میری تسبیح پڑھتے ہین پھر وہ عرض کرتے ہین کہ تو ہم زمین مین رہین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میری زمین میری مخلوق سے بھری ہوئی ہی جو میری تسبیح
پڑھتی ہین پھر وہ دونو عرض کرتے ہین کہ اب ہم کہان رہین اللہ تعالے فرماتا ہی کہ میرے بندہ کی قبر پر کھڑے رہو اور میری تکبیر اور تہلیل اور تسبیح کرو اور اوسکا ثواب
میرے بندہ کے لئے قیامت تک لکھتے رہو کذا فی الشامی ویفارقه کاتب السیئات عند جماع وخلاء وصلوٰة اور علیحدہ ہو جاتا ہی آدمی سے
لکھنے والا برائیون کا وقت صحبت کرنے اور پاخانہ پھرنے اور نماز پڑھنے کے مرحوم طحطاوی نے کہا کہ شارح اس عبارت مین بحر الرائق کا تابع ہوا حالانکہ مفارقت جماع
اور بیت الخلا مین دونو فرشتے کرتے ہین چنانچہ شرح جوہرہ مین ہی تو پھر تخصیص کاتب سیئات کی کیا ہی اور نماز مین جو نکہ کاتب سیئات اپنی لکھنے کی چیز نہین پاتا
علیحدہ ہونا خاص اوسکی گنجائش رکھتا ہی والمختار ان کیفیة الکتابة والمکتوب فیه مما استاثر الله بعلمه اور مختار یہ ہی کہ کیفیت فرشتون کے لکھنے کی
جسمین چیز مین وہ لکھتے ہین اونکا حال ان چیزون مین سے ہی جنکا علم اللہ تعالے کو مخصوص ہی نعم فی حاشیة الاشباه تکتب فی رق بالاحرف کما یشیر الیه قوله
تعالی ما قیل فی قوله تعالی والطور وکتاب مسطور فی رق منشور ان حاشیہ اشباہ مین ہے کہ کاتب اعمال ورق مین بدون حرفون کے لکھتے ہین جیسے
معلومات عقل مین بدون حرفون کے رہتے ہین اور یہ قول ایک ہی ان اقوال مین سے جو اس آیت کی تفسیر مین کہے گئے ہین والطور وکتاب مسطور فی رق منشور
یعنی قسم ہی طور کی اور قسم ہے کتاب لکھی ہوئی کی کشادہ ورق مین یعنی لوح محفوظ کی مرحوم شامی نے کہا کہ جب قول مختار شارح لکھچکا تھا تو اوسکے مقابل کے
لکھنے کی ضرورت نہتی وصحح النیسابوری فی تفسیره انهما یکتبان کل شیء حتی الانین اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین اس امر کی تصحیح کی ہی کہ وہ دونو
فرشتے ہر چیز کو لکھتے ہین یہانتک کہ آدمی کی آہ کرنے اور کراہنے کو بھی لکھتے ہین شامی نے کہا کہ اس سے یہ نکلتا ہی کہ ضروری چیزون کو مثل سانس لینے اور پلک
وغیرہ کی حرکت کو بھی لکھتے ہون قلت وفی تفسیر السیوطی یکتب المباح کاتب السیئات ویمحی یوم القیامة مین کہتا ہون اور تفسیر سیوطی مین ہی
کہ مباح چیزون کو بدیون کا کاتب لکھتا ہی اور قیامت کے دن مٹا دیگا ہم اوپر جو بیان کیا تھا کہ وہ دونو کاتب ہر چیز کو لکھتے ہین اوسکی تفصیل کی خلاصہ یہ ہے کہ اعمال تین
قسم ہین ایک وہ جنمین ثواب ہو دوسرے وہ جنمین عذاب ہو سوم مباح جنمین نہ ثواب ہو نہ عذاب تو ثواب کے اعمال کو کاتب حسنات کا لکھتا ہی اور باقی کو کاتب سیئات
کذا فی الشامی و فی تفسیر الکازرونی المعروف بالاخوین الا صح ان الکاتب ایضا تکتب المباح لان کاتب الیمین کالشاهد علی کاتب الیسار اور تفسیر
کازرونی معروف بیضاوی مین جو اخوین کے نام سے مشہور ہی لکھا ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ کاتب اعمال مباح بھی لکھتا ہین گویا دہنا کاتب مثل گواہ کے رہتا ہو بائین پر یعنی جب بائین
اعمال بد ہی لکھے جاتے ہین تو ضرور ہی کہ دہنا فرشتہ گواہی ہو اور شارح نے بتایا کہ وہ گواہ بائین کا گواہ ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح یہ قول نہر الفائق سے نقل کیا ہی اور اوسمین
کازرونی کی جگہ وسی بعلمه نقل ہی جیسا کہ صحیح ہی اور آخر ہی اور یہی صحیح ہی و فی البرهان ان ملٰئکة اللیل غیر ملٰئکة النهار وان ابلیس مع ابن ادم بالنهار وولده
باللیل اور برہان مین ہی کہ رات کے فرشتے غیر ہین دن کے فرشتون کی بسبب حدیث صحیحین کے جو اوپر گذری اور یہ کہ ابلیس ابن آدم کے ساتھ رہتا ہی دن کو اور اوسکی اولاد ساتھ
رہتی ہی رات کو طحطاوی نے کہا کہ بعض کی اولاد مین کتنی قول ہین بعضون کے نزدیک اوسکی جورو ہی اور بعضون کے نزدیک وہ انڈا دیتا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اوسکی ایک
ران مین نر اور دوسری مین مادہ ہی وہ خود اپنی ذات سے صحبت کرتا ہی وفی صحیح مسلم ما منکم من احد الا وقد وکل اللہ به قرینه من الجن قالوا
وایاک یا رسول اللہ قال وایای ولکن اللہ اعاننی علیه فاسلم فلا یامرنی الا بخیر اور صحیح مسلم مین ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسپر ایک شیطان مقرر کیا ہو

کیا جنابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے یعنی جو برائی پر ملامت کرتا ہے اور اوسکا ساتھی فرشتون سے جو ملامت کرتا ہے لوگون نے عرض کیا اور آپ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ میرے بھی میرا قرین مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھکو اوسپر غالب کر دیا ہے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے یعنی سوا خیر کے اور بات مجھسے نہین کہتا
شارح نے کہا کہ اسلم میں بحکم فتحہ اور ضمہ دونو سے مروی ہے بحکم زبر سے صیغہ ماضی باب افعال سے اور ضمیر مستتر قرین کیطرف ہوگی جسکا ترجمہ اوپر لکھا گیا
اور بحکم ضمہ صیغہ واحد متکلم مضارع سلامتی سے ہوگا تب یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو مین اوس سے بچا رہتا ہون وینوی الملک پیشم
السلام علی امامہ فی التسلیمۃ الاولی ان کان الامام فیہا والا ففی الثانیۃ وینوا لا فیہما لو محاذیا اور مقتدی قوم اور فرشتون کی نیت پر زیادہ کرے سلام مین
امام پر داہنی طرف کے سلام مین اگر امام اوسطرف ہو ورنہ بائین طرف کے سلام مین نیت امام کی کرے اور اگر امام اوسکے سامنے ہو تو دونو سلامون مین امام کی نیت
کرے وینوی المنفرد الحفظۃ فقط یقل الکتبۃ لیعم الممیز لا کتبۃ معہ اور منفرد صرف محافظ فرشتون کی نیت کرے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے کتبہ کیطرح
حفظہ کہا تا کہ عام ہو وے تمیز دار لڑکے کو بھی کہ اوسکے ساتھ کاتب اعمال نہین شامی نے کہا کہ اس صورت مین مراد محافظون سے محافظین ذات ہین نہ محافظین اعمال
لیکن صحیح یہ ہے کہ لڑکے کی حسنات لکھی جاتی ہین اور اون کا ثواب اسکو ملیگا اور ماباپ کو ثواب تعلیم کا ہوگا کما فی اللقانی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکے کے لیے کاتب
حسنات ہوتا ہے ولعمری لقد صار ہذا کالشریعۃ المنسوخۃ لا یکاد ینوی احد شیئا الا الفقہاء وفیہم نظر اور قسم ہے اپنی جان کی کہ یہ نیت سلام مین
قوم اور محافظین کی کرنی منسوخ شریعت کیطرح ہو گئی ہے گویا کوئی کچھ نیت ہی نہین کرتا بجز علماء کے اور اونمین بھی کلام ہے یعنی احتمال ہے کہ وہ نیت کرتے ہون
یقینی نہین ہم نے انمین شارح کا قول درست ہے اگر اکثر آدمیون سے پوچھو کہ تم نے اپنے سلام مین کیا نیت کی تو کوئی جواب شافی نہ دیگا ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر
اللہم انت السلام الخ اور مکروہ ہے فرضون کے بعد سنتون کی تاخیر کرنی مگر بقدر پڑھنے اللہم انت السلام الخ کے ہم پوری دعا اسطرح ہے اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت
یا ذا الجلال والاکرام یعنی فرض پڑھنے کے بعد صرف اسقدر دیر کرے جسمین یہ دعا یا اسکے برابر کوئی اور پڑھ لے زیادہ دیر کرنی مکروہ ہے اسوجہ سے کہ مسلم اور ترمذی
مین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد سلام کے اتنا ہی بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات فرماتے شامی نے کہا کہ احادیث مین جو بعض کلمات بعد
نماز کے آئے ہین اور ان حدیثون مین یہ نہین کہ سنتون سے پہلے اونکو پڑھنا چاہیے بلکہ اسی پر محمول ہین کہ بعد سنتون کے پڑھے جائین کیونکہ سنتین فرضون کی تابع ہین
اور اون سے اجنبی نہین تو جو کچھ سنتون کے بعد ہوگا وہ فرضون کے بعد کہلائیگا وقال الحلوانی لا باس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان اریدبالکراہۃ
التنزیہیۃ ارتفع الخلاف اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضایقہ نہین فرضون اور سنتون مین وظیفون کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا ہے اس قول کو کمال الدین محقق نے
حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے تنزیہی کراہت مراد لیجائے تو خلاف دور ہو جائے یعنی جو لوگ کہ فصل کو مکروہ کہتے ہین اونکا قول اور حلوانی کے قول مین خلاف جاتا رہیگا دونو
قائل ہونگے قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ مین کہتا ہون اور میری یاد مین حلوانی کے قول کا محمول
کرنا ہے تھوڑے وظائف پر یعنی حلوانی نے جو فاصلہ اوراد کو لا باس کہا ہے تو اوسکی مراد تھوڑے وظائف ہین بقدر اللہم انت السلام الخ کے تو اس تقریر سے بھی خلاف
جاتا رہا ویستحب ان یستغفر ثلثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلثا وثلثین ویہلل تمام المائۃ ویدعو ویختم بسبحان
ربک اور مستحب ہے کہ تین بار استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات یعنی سورہ ناس اور سورہ فلق اور سورہ اخلاص پڑھے اور سبحان اللہ ۳۳ بار والحمد للہ ۳۳
بار اور اللہ اکبر ۳۳ بار کہے یہ تینون کلمے ملکر ۹۹ ہوئے تو سو پورا کرنے کو ایک بار لا الہ الا اللہ کہے اور دعا مانگے اور دعا کو سبحان ربک الآیہ پر ختم کرے ہم کیفیت
استغفار کی امداد الفتاح مین یون ہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ اور سو پورا کرنیکے لئے بعض احادیث مین یون وارد ہے لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر اور ان چارون کلمات کا سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے وفی الحجۃ یکرہ للامام التنفل فی مکانہ لا للمؤتم وقیل
یستحب کہ جحہ مین ہے کہ مکروہ ہے امام کو نفل پڑھنا اپنی جگہ مین اور مقتدی کو یعنی مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ خانیہ کی عبارت سے ظاہر ہے کما فی الشامی وقیل یستحب کسر الصفوف وفی الخانیۃ
نے کہا کہ مستحب ہے امام کو نفل پڑھنے کے لیے صفون کا چیرنا شامی نے کہا کہ بدائع اور ذخیرہ مین اس قول کو امام محمد سے نقل کیا ہے اور محیط مین تصریح کی ہے
استحباب کا یعنی مستحب ہونا حلیہ مین کہا کہ ان سب سے بہتر یہ ہے کہ نفلین اپنے گھر مین پڑھے اگر کسی امر کا خوف نہو وفی الخانیۃ یستحب للامام التحول لیمین القبلۃ

له الہی تو سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے اے بزرگی اور تعظیم والے ۱۲

له مغفرت چاہتا ہون اللہ تعالیٰ سے عظمت والا ہے جسکے سوا کوئی معبود نہین زندہ و قائم ہے ۱۲

له نہین کوئی معبود سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اوسکا کوئی شریک نہین اوسکی سلطنت ہے اور اوسیکو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

یعنی جبکہ المصلی لیتنفل او دیورد اوضا نیہ یعنی کہ مستحب ہے امام کو پھرنا قبلہ کے داہنے طرف یعنی نمازی کے بائیں طرف نفل پڑھنے یا وظیفہ پڑھنے کو وتحولہ الی المیسرۃ
بجعل القبلة يمينا وشمالا وذا اماما وخلفا وذ ملبه ليتبه و يستقبل الناس بوجهه ولو دون عشرة ما لم يكن بحذائه مصل ولو مسبوقا على المذ
ہب منیہ میں امام کو اختیار دیا ہی چاہے داہنی کو پھرے چاہے بائیں کو چاہے لگے اور پیچھے کو چاہے گھر کو جاوے یا ہی لوگوں کی طرف اپنا موہنہ کرے اگرچہ جماعت دس سے کم ہووے
بشرطیکہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو گو دور نماز پڑھتا ہو ظاہر مذہب کے بموجب تم منیہ میں اختیار دینیکی وہ صورت ہے جسمین فرضون کے بعد سنتین ہوں اور لوگوں کی
طرف موہنہ کرینیکی وہ صورت ہے کہ فرضون کے بعد سنتین نہوں اور دس مردون سے کم کی قید اسلیے لگائی کہ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دس مردونکی جماعت ہو تو موہنہ کرے
نہیں تو نکرے ان لوگون کا قول بے اصل ہے اور یہ جو کہا کہ امام کے سامنے کوئی نمازی نہو اگرچہ دور ہی پڑھتا ہو تو یہ ذخیرہ میں مذکور ہے مگر حلیہ میں یوں
کہا ہے کہ جب امام کے اور نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیجانب ہو تو امام کے موہنہ پھیرنے میں کچھ کراہت نہیں تیسرا شخص بجائے ستر کے ہوجائیگا
چنانچہ فقہانے تصریح کی ہے کہ اگر ایک شخص کے موہنہ کیطرف نماز پڑھے اور دونوں کے درمیان تیسرا شخص ہو جسکی پشت نمازی کیطرف ہو تو مکروہ نہو گا اور شاید ظاہر
مذہب میں امام محمد نے تیسرے شخص کے حائل ہونے کی اسلیے قید نہیں لگائی کہ اسکا حال تو معلوم ہی ہو چکا تھا کذا فی الشامی

فصل

یہ فصل ہے قراءت کے احکام میں چونکہ ارکان کی نسبت قراءت میں زیادہ احکام متعلق ہیں اسلیے انکو جداگانہ بیان کیا ویجهر الامام وجوبا بحسب الجماعة فان زاد عليه اساء
اور پکار کر پڑھے امام بطور واجب اتنی جماعت کے یعنی جسقدر جماعت ہو اسیقدر آواز بلند کرے پھر اگر حاجت سے زیادہ پکار کر پڑھیگا تو برا کریگا اور وجہ جہر کی مواظبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جہر پر کذا فی الطحاوی ولو ائتم به بعد الفاتحة او بعضها سرا اعادها جهرا بحر لكن في آخر شرح المنية ائتم به بعد
الفاتحة يجهر بالسورة ان قصد الامامة والا فلا يلزمه الجهر اور اگر اقتدا کیا نمازی کسی نے بعد کل فاتحہ یا تھوڑی سی فاتحہ آہستہ پڑھنے کے تو فاتحہ کو
پکار کے اعادہ کرے کذا فی البحر لیکن آخر شرح منیہ میں ہے کہ اقتدا کیا نمازی کا بعد فاتحہ کے تو وہ سورہ کو پکار کر پڑھے اگر امام ہونیکا قصد کرے ورنہ پکار کر پڑھنا اسکو ضرور
نہیں ہے بحر الرائق میں وجہ جہر سے اعادہ کرنیکی یہ لکھی ہے کہ دوسرے کی اقتدا کے سبب سے جہر اوسپر واجب ہوگیا اب اگر صرف باقی قراءت کو پکار کر پڑھتا ہے تو ایک ہی
رکعت میں آہستہ پڑھنا اور پکار کر پڑھنا جمع ہوا جاتا ہے حالانکہ یہ امر برا ہے اور اگر آہستہ پڑھا ہو تو جہر کے واجب ہونیکے بعد آہستہ پڑھنا واجب کا ترک ہے اسلیے
اعادہ جہر ضرور ہوا اور اس قول کو خلاصہ سے نقل کیا ہے اور خلاصہ میں اصل سے منقول ہے پس قول شرح منیہ کا جو شارح نے لکھا ضعیف ہے اور یہ جو کہا کہ اگر امامت کا قصد
کرے یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ نیت امامت کا اعتبار بجز عورتوں کے امام ہونیکے اور کسی جا نہیں کذا فی الطحاوی في الفجر واولي العشائين اداء وقضاء وجمعة وعيدين
وتراويح ووتر بعدها اي في رمضان فقط للتوارث امام جہر کرے نماز فجر میں اور مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ادا پڑھے یا قضا اور جمعہ اور دونوں عید کی نماز میں
اور تراویح میں اور تراویح کے بعد وتر میں یعنی صرف رمضان شریف میں پکار کر پڑھے بسبب توارث کے یعنی سلف سے ایسا ہی منقول چلا آتا ہے قلت في تقييده بعدها
نظر للجهر فيه وان لم يصل التراويح على الصحيح كما في مجمع الانهر میں کہتا ہوں کہ مصنف نے جو وتر میں بعدہا کی قید لگائی تو اسمیں کلام ہے اسلیے کہ امام وتر میں جہر کریگا اگرچہ
اوسنے تراویح نہ پڑھی ہو مذہب صحیح پر چنانچہ مجمع الانہر میں ہے یعنی مصنف کے قول سے ایسا وہم ہوتا ہے کہ جہر مشروع میں ہے کہ وتر بعد تراویح پڑھنے کے پڑھے حالانکہ قبل تراویح
اگر وتر جماعت سے پڑھے تو اوس میں جہر واجب ہے شامی نے شارح کا جواب دیا کہ تراویح رمضان میں ہوتی ہے اور اوسکے بعد وتر بھی رمضان میں ہونگے تو بعدہا سے
یہ مطلب ہے کہ رمضان کے وتر میں جہر کرے انتہی وتر وغیرہ نعوذ في القهستاني تبعا للقاعدي لا سهو بالمخافتة في غير الفرائض كعيد ووتر نعم الجهر افضل اھ ن
قہستانی میں بہ تبعیت قاعدی مذکور ہے کہ سوائے فرضوں کے اور جہری نماز میں آہستہ پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہے مثل عید اور وتر کے ہاں جہر افضل ہے ھ شامی اور
طحطاوی نے کہا کہ قہستانی نے بعد اس عبارت کے یہ کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عید اور وتر میں بھی جہر کرے یعنی واجب چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ويسر في غيرها وكان عليه
السلام يجهر في الكل ثم تركه في الظهر والعصر لدفع اذى الكفار كافي اور آہستہ پڑھے نماز دن اور رکعتون مذکورہ بالا کے سوا میں اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب نمازوں میں جہر کرتے تھے پھر جہر کو ظہر اور عصر کی نمازوں میں کفار کی ایذا کے سبب ترک کیا کذا فی الکافی ہم آپ تہجد میں بسبب ... جہر فرماتے تھے اور
مشرک آپکو ایذا دیتے یعنی اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تجهر بصلاتك الآية

ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلا) یعنی نہ کل نماز دن مین جہر کرو نہ کل مین آہستہ پڑہو بلکہ ان دونون کے درمیان ایک راہ تلاش کرو کہ رات کی
نماز دن مین جہر کرو اور دن کی نمازون مین آہستہ پڑہو بعد اسکے آپ ظہر اور عصر مین آہستہ پڑہا کرتے کیونکہ کفار ان دونون وقتون مین ایذا دینے کو مستعد رہتے
تھے اور مغرب مین چونکہ کفار کہانے مین مشغول رہتے اور عشا اور فجر مین سوتے ہوتے اسلیئے ان تینون وقتون مین آپ پکار کر پڑہا کرتے اور جمعہ اور عید بہی
آپ نے مدینہ منورہ مین قائم کی ہین وہان کفار کا زور نہ تہا اسلیئے پکار کر پڑہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی کمتنفل بالنہار فانہ یسر جیسے نفل پڑہنے والا دن کو
کہ وہ بہی آہستہ پڑہے ویخیر المنفرد فی الجہر وہو افضل ویکتفی بادناہ ان ادی اور مختار ہے تنہا پڑہنے والا جہر مین اور جہر کرنا اسکے لیئے افضل ہے
اسلیئے کہ نماز جماعت کی صورت پر ہو جائیگی اور کفایت کرے ادنی جہر پر یعنے زیادہ آواز سے نہ پڑہے یہہ اختیار اوس صورت مین ہے کہ منفرد ادا نماز پڑہے
وفی السریة یخافت حتما علی المذہب اور نماز سری مین آہستہ پڑہے بطور وجوب کے ظاہر مذہب پر یعنی اگر پکار کر پڑہیگا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کمتنفل
باللیل منفردا فلو ام جہر بتبعیة النفل للفرض زیلعی جیسے مختار ہے آہستہ اور پکار کر پڑہنے مین رات کا نفل پڑہنے والا تنہا پس اگر امام ہو یعنی نوافل کی
جماعت پڑہے تو جہر کرے بسبب تابع ہونے نفل کے واسطے فرض کے یعنے جہر مین نفل فرضون کی تابع ہے کذا فی الزیلعی ویخافت المنفرد حتما ای وجوبا ان قضی الجہریة
فی وقت المخافتة کان صلی العشاء بعد طلوع الشمس کذا ذکرہ المصنف بعد فعل الواجبات قلت وہکذا ذکرہ ابن الملک فی شرح المنار من
بحث القضاء علی الاصح کما فی الہدایة اور آہستہ پڑہے منفرد بطور وجوب کے اگر قضا پڑہے جہری نماز کو آہستہ پڑہنے کے وقت مین مثلا عشا کی نماز سورج نکلنے کے بعد
پڑہے ایسا ذکر کیا ہے اوسکو مصنف نے بعد واجبات شمار کرنے کے مین کہتا ہون اور اسیطرح ذکر کیا ہے اسکو ابن ملک نے شرح منار مین قضا کی بحث کے ذیل مین آہستہ پڑہے
صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ ہدایہ مین ہے ہم وقت مخافتہ کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر جہری نماز کو جہر کے وقت مین قضا کرے تو مختار ہے چاہے آہستہ پڑہے چاہے پکار کر کذا
فی الحلبی لکن تعقبہ غیر واحد ورجحوا التخییر کمن سبق برکعة من الجمعة فقام یقضیہا یتخیر لیکن اس قول پر اعتراض کیا ہے بہتون نے اور ترجیح دی ہے
منفرد کے اختیار دینے کو آہستہ اور پکار کر پڑہنے مین جیسے وہ شخص کہ جمعہ کی ایک رکعت نہ پاوے اور کہڑا ہو کر اسکو پڑہنے لگے کہ اوسکو بہی اختیار ہے چاہے آہستہ پڑہے چاہے پکار کر
طحطاوی نے کہا کہ مغرب اور عشا اور فجر کے مسبوق کا بہی یہی حال ہے اسلیئے کہ مسبوق مثل منفرد کے ہے فقہا کے اقوال مین وادنی الجہر اسماع غیرہ وادنی المخافتة
اسماع نفسہ ومن بقربہ اور ادنے درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اوسکے قریب نہو کذا فی الشامی اور ادنے درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے
شخص کو فلو سمع رجل او رجلان فلیس بجہر والجہر ان یسمع الکل خلاصة پہر اگر ایک یا دو آدمیون نے قرات کو سنا تو جہر نہ ہوگا جہر یہہ ہے کہ سب سنین
کذا فی الخلاصة ثم قہستانی نے اسپر یہہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سبکو آواز نہ پونہچے تو چاہیئے کہ جہر نہو شامی نے اسکے جواب مین یہہ کہا کہ کل سے مراد کل
آدمی صف اول کے ہین اور ظاہر ہے کہ یہہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بہی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف مین آواز نہین پہونچتی تو بہتر یہہ ہے کہ
کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لیئے جائین جو نہ بہت دور ہون نہ نزدیک یا یہہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنین نہ صرف ایک یا دو ویجری
ذلک المذکور فی کل ما یتعلق بنطق کتسمیة علی ذبیحة ووجوب سجدة تلاوة وعتاق وطلاق واستثناء وغیرہا فلو طلق او استثنی او
لو یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح اور جاری ہے یہہ مذکور یعنی ادنی درجہ آہستہ کہنے کا یہہ ہے کہ آپ سنے اور پاس والے سنین ہر ایک بات مین جو بولنے سے علاقہ رکہتی
ہے مثلا بسم اللہ کہنا ذبیحہ پر اور واجب ہونا سجدہ تلاوت کا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور انشاء اللہ کہنا اور سوا اسکے پہر اگر طلاق دی یا انشاء اللہ طلاق دینے
خواہ آزاد کرنے کے بعد کہا اور اپنے آپ نہ سنا تو طلاق اور استثنا درست نہوگا صحیح تر قول پر ہم استثنا کی صورت یہہ ہے کہ اپنی زوجہ کو کہا انت طالق ان شاء اللہ
یعنی تو طلاق ہے اگر خدا چاہے یا غلام کو کہا انت حر ان شاء اللہ یعنی تو آزاد ہے اگر خدا چاہے اور انشاء اللہ اسطرح کہا کہ اپنے آپ نہ سنا تو استثنا صحیح نہوگا اور زوجہ
مطلقہ ہو جائیگی اور غلام آزاد ہوگا اور صحیح کی قید اسلیئے لگائی کہ کرخی نے اسمین وجود کلام کا حروف صحیح کا نکلنا ٹہیرایا ہے گو اپنے آپ سنے یا نہین تو کرخی کے قول کے
بموجب استثناء مذکور صحیح ہوگا کذا فی الشامی وبقولہ یفتی فیض البحر یشترط سماع المشتری او الغضوب نے کہا ہے کہ بیع جیسے تصرفات مین سننا مشتری کا شرط ہے
طحطاوی نے کہا کہ اس قول کی بہی تصحیح ہوئی ہے اور مثل بیع کے ہر وہ معاملہ ہے جسمین ایجاب ہو یا قبول غیر پر موقوف ہو والولی کے سنے اولیی العشاء

ولو جهر فيهما او خافت فيهما وقيل تنبيهًا على القراءة الفاتحة جهرًا في الاخرى فيكون الفاتحة الجمع بين جهر ومخافتة في ركعة وهو شنيع اهلکرپس اگر پهلی دو رکعتون مین سورہ کو چهوڑ دیا اگرچه وہ بالذات نکل گیا ہو تو واجب بعض قول بعض ہے کہ سورہ کو بعد الحمد کے پچهلی دو رکعتون مین جهر سے پڑهے اور اگر صرف سورہ کو پڑهے گا الحمد کو آہستہ تو ایک رکعت مین جهر اور آہستہ پڑهنا جمع ہوگا اور جمع کرنا ان دونو کا ایک رکعت مین برا ہے مگر اصح قول کے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصح قول وجوب ہے کیونکہ وجوب کی طرف جامع صغیر مین امام محمد نے اشارہ کیا ہے کذا فی الشامی ولو تذکرها في ركوعه قرأها واعاد الركوع اور اگر سورہ کو یاد کیا رکوع کے اندر تو کهڑا ہو کر سورہ کو پڑهے اور رکوع دوبارہ کرے اسلیے کہ ترتیب درمیان تمام ارکان کے ہے اگر نہین صرف سجدہ تو اگر دوبارہ رکوع نکریگا تو نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی الشامی ولو ترك الفاتحة في الاولیين لا يقضيها في الاخريين لان فيه تكرارها اور اگر پهلی دو رکعتون مین الحمد کو ترک کیا تو اسکو پچهلی دو مین قضا نکرے بسبب لازم آنے تکرار فاتحہ کے یعنی پچهلی رکعتون مین فاتحہ دوبار ہوجائیگی حالانکہ تکرار پڑهنا فاتحہ کا واجب ہے ولو تذكرها قبل الركوع قرأها واعاد السورة اور اگر فاتحہ کو رکوع کے پیشتر یاد کیا تو فاتحہ پڑهے اور سورہ کو دوبارہ پڑهے بطور وجوب اسلیے کہ ترتیب فاتحہ اور سورہ مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی وشامی نے کہا کہ قبل رکوع قید نہین اسلیے کہ اگر رکوع کے اندر یاد کرے تب بهی اسکو وہی کرنا چاہیے جو سورہ کے یاد پڑنے مین کیا تها کیونکہ جب کهڑے ہو کر پڑهنا واجب ہے تو فاتحہ تو سورہ کی بنسبت زیادہ موکد ہے وفرض القراءة آية على المذهب هي لغة العلامة وعرفًا طائفة من القرآن مترجمة اقلها ستة احرف ولو تقديرًا كلم يلد اور فرض قرأت کا جسکے پڑهنے سے نماز صحیح ہوجائے ایک آیت ہے ظاہر مذہب پر یعنی بقول امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک تین آیتین چهوٹی یا اوسکے برابر بڑی آیت فرض ہے کذا فی الطحطاوی آیت لغت مین نشانی ہے اور عرف فقہا مین ایک جملہ ہے قرآن سے بیان کرنیوالا یعنی جسکی ابتدا و انتہا کا اعتبار کیا گیا ہو کذا فی الحلیہ من حاشیة الکنز اوس جملہ مین کم سے کم چہ حرف ہون اگرچہ تقدیرًا ہون مثل لم یلد کے کہ لفظ پانچ حرف ہین مگر چونکہ اصل مین لم یولد تها اسلیے تقدیرًا چهہ حرف ہوئے الا اذا كانت كلمة فالاصح عدم الصحة وان كررها مرارًا مگر جس صورت مین کہ آیت ایک کلمہ ہو تو صحیح تر نہ درست ہونا نماز کا ہے گو اوس آیت کو نمازی چند بار کہے مثلا ص یا ق یا ن وغیرہ کہ انکو چند بار کہنے سے بهی نماز صحیح نہو گی الا اذا حكم به حاكم فيجوز ذكره القهستاني لیکن اگر کوئی حاکم حکم کردے تو ایک کلمہ کی آیت سے بهی نماز جائز ہوگی ذکر کیا ہے اسکو قہستانی نے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی غلام سے کہا کہ اگر تو نماز صحیح پڑهے تو آزاد ہے پهر اوسنے نماز پڑهی جسمین قرات ایک کلمہ کی آیت پڑهی خواہ اوسکو مکرر پڑها ہو یا نہین بعد اسکے اس مقدمہ کی نالش ایسے حاکم کے یہان ہوئی جو ایسا حکی قرات سے صحت نماز کا قائل ہے تو اوسنے اوس غلام کی آزادی کا حکم کیا پس اب نماز کی صحت کا حکم آزادی کے ضمن مین ہوجائیگا کذا فی الشامی ولو قرأ آية طويلة في الركعتين فالاصح الصحة اتفاقًا لانه يزيد على ثلث آيات قصار قاله الحلبی اور اگر ایک آیت طویل دو رکعتون مین پڑهی تو اصح صحیح ہونا ہے نماز کا باتفاق امام اور صاحبین کے اسلیے کہ اسقدر پڑهنا زیادہ ہے تین چهوٹی آیتون سے کہا ہے اسکو حلبی نے مراد یعنی نصف آیت طویل جس صورت مین تین آیتون سے زائد ہوگی تو صاحبین کے قول پر بهی نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وحفظها فرض عين متعين على كل مكلف اور یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنی ہر شخص عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے وحفظ جميع القرآن فرض كفاية وسنة عين افضل من التنفل اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچهہ مسلمانون کو یاد کرنا ضرور ہے اور سب کے ذمے یاد کرنا فرض نہ رہیگا اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلف کے لیے نفل ہے نفل پڑهنے سے شامی نے کہا کہ یہین اشارہ ہے کہ سنت بهی کبهی عین ہوتی ہے اور کبهی کفایہ مثلا تراویح کا پڑهنا سنت عین ہے اور اوسکی جماعت ہر محلہ مین سنت کفایہ ہے تنبیہ قرآن کو بهولنا حرام نہین مگر بہت گناہ ہے کذا فی شرح المنیہ و تعلم الفقه افضل منهما اور سیکهنا فقہ کا افضل ہے اون دونو سے یعنی نفل اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے مراد اوس سے وہ مسائل دینی ہین جو زائد اوس شخص کی حاجت سے ہون ورنہ بقدر حاجت کا سیکهنا تو فرض عین ہے اور آپس مین یہ مشہور ہے کہ جس شخص کو قرآن سے جسقدر ضرورت ہو اوسی قدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب اور اوسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکهنا افضل ہے اور اسمین یہ بات ہے کہ جب لوگ بقدر حاجت قرآن کو یاد کرتے ہیں اگر کبهی یاد کرتا ہوگا تو نفس پر بدین فقہ کا سیکهنا افضل ہوگا وحفظ الفاتحة وسورة واجب على كل مسلم وقيل على كل مكلف یعنی فاتحہ اور یاد کرنا الحمد کا اور ایک چهوٹی سورہ کا واجب ہے ہر مسلمان پر بلدر مکروہ تحریمی ہے کم کرنا کسی چیز کا سب میں سے جیسے کہ تین آیتین سنت

بیت کرنے میں جو کچھ کم کرتا ہے کذا فی الطحطاوی و یسن فی السفر مطلقا ای حالۃ القرار و الفرار کذا اطلق فی الجامع الصغیر و رجحہ فی البحر و تعقبہ فی النہر
و تعبیرھا من التفصیل و ذکرہ فی النہر و حرر ان ما فی الہدایۃ ہو الحق الفاتحۃ وجوبا و ای سورۃ شاء اور مسنون ہے سفر میں ہر حال میں یعنی خواہ
حالت اطمینان ہو یا جلدی کی پڑھنا الحمد کا بطور وجوب اور جس سورہ کو کہ مسافر چاہے غایۃ یہ کہا کہ مقرر کیا ہے اسطرح مطلق کہا ہے جامع صغیر میں اور اطلاق کو ترجیح
دی ہے بحر الرائق میں اور ہدایہ وغیرہ کی تفصیل کو صاحب بحر الرائق نے رد کیا ہے اور صاحب بحر کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا اور یہ قول منقح ... بیان کیا کہ جو کچھ ہدایہ
میں تفصیل ہے وہی متبع ہے ہم ہدایہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسافر جلدی میں ہو تو الحمد اور جس سورت کو چاہے پڑھے اور اگر اطمینان سے ہو تو وہ فجر میں مثل سورہ
بروج کے پڑھے اور ظہر مثل فجر کی ہے اور عصر اور عشا میں بروج سے چھوٹی سورتیں پڑھے اور مغرب میں بہت چھوٹی صاحب بحر نے اس کو رد کیا کہ اتنی تفصیل
کچھ اصل نہیں جامع صغیر میں اطلاق مثل متون کے مذکور ہے علاوہ اسکے مثل سورہ بروج کے مسافر کے لیے معین کرنیکو کوئی دلیل چاہیے حالانکہ کوئی دلیل منقول
نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ حالت قرار و جلدی دونوں میں حکم یکساں ہو صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مراد صاحب ہدایہ مثل سورہ بروج سے طوال المفصل میں سے ہے نہ
حد خاص کی پس جب مراعاۃ سنت کی مسافر سے ممکن ہو تو کیا وجہ کہ اسکی رعایت نکریں اور جلدی کی قید جو شارح نے لگائی تو اس ہم کے دیکھ لیا ہو کہ
کبھی ایسا بھی کہ سفر میں الحمد کا پڑھنا سنت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بعد الحمد کی قراءت واجبہ کی کسی سورت کو مسافر چاہے اسکا پڑھنا مسنون ہے کذا فی الطحطاوی و الشامی
و فی الضرورۃ بقدر الحال اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے ہم مثلا اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہو تو اتنی
قراءت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو کذا فی الطحطاوی و یسن فی الحضر لامام و منفرد ذکرہ الحلبی و الناس عنہ غافلون
طوال المفصل من الحجرات الی البروج فی الفجر و الظہر اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنیکی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورہ حجرات
سے سورہ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لیے مسنون ہونیکو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی انکو خبر نہیں کہ منفرد کے
حق میں قراءت مسنون امام کی مثل ہے ہم طوال بکسر طا جمع ہے طویل کی اور مفصل کے معنی تفصیل کیے ہوئے قرآن کے آخر کی ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں اور
وجہ یہ کہ ان میں بسم اللہ فصل کے لیے بہت جگہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اسمیں منسوخ آیتیں بہت کم ہیں پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں طوال یعنی لمبی اور اوساط یعنی درمیانی اور قصار یعنی
چھوٹی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور وہاں سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل اور وہاں سے آخر قرآن تک قصار مفصل کہتے ہیں ای الی آخر
لم یکن و اوساطہ فی العصر و العشاء و باقیہ قصارہ فی المغرب اور سورہ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشا میں پڑھنا مسنون ہے اور
باقی مفصل سورتیں یعنی لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے ہم اس طرح کی قراءت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر رض
نے ابو موسی اشعری رض کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشا میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی ای فی کل رکعۃ
سورۃ مما ذکر ذکرہ الحلبی یعنی ہر رکعت میں ایک سورہ ان سورتوں میں سے کہ مذکور ہوئیں پڑھے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے و اختار فی البدائع عدم التقدیر
و انہ یختلف بالوقت و القوم و الامام اور بدائع میں نہ اندازہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قراءت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے
باعث سے ہم یعنی صاحب بدائع نے کہا ہے کہ قراءت میں کوئی حد مقرر نہ ہونی مختار ہے تو فجر میں کبھی چھوٹی سورہ پڑھے کبھی بڑی اسیطرح اور نمازوں میں اور یہ خلاف
وقت پر منحصر ہے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہو تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی طول پسند ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم اور امام پر منحصر ہے کہ اگر اسکی
آواز اچھی ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں و فی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا و فی التراویح بین بین و فی النفل لیلا لہ
ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم اور حجت میں ہے کہ فرض نماز میں قراءت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط طور پر
پڑھے اور رات کی نفلوں میں جیسے تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ میں آوے شامی نے کہا کہ رات کی قید غالبا اسلیے لگائی کہ تہجد والوں کی عادت
زیادہ قرآن پڑھنے کی ہوتی ہے تو جلد پڑھنے سے انکا ورد پورا ہو سکتا ہے مگر جلدی کے یہ معنی کہ مد زیادہ نہ کھینچے نہ یہ کہ سمجھ میں نہ آوے جو حرام ہو کا سبب
ترک کو سمجھ تیل کے و یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لا یقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم اور جائز ہے پڑھنا قرآن کا ساتوں

نمازیوں میں گو بہتر یہی ہے کہ روایت غریبہ عوام کے سامنے نہ پڑھے واسطے حفاظت اونکے دین کے ہے یعنی ہر چند ساتوں روایتیں صحیح اور فصیح ہیں مگر غریب
روایت عوام کے سامنے نہ پڑھنی چاہیے جیسے روایت ابی جعفر اور ابن عامر اور حمزہ اور کسائی کی کہ اوسکو سنکر عوام ہنستے ہیں اور ہنسنا قرآن پر بیدینی تک
پہنچا دیتا ہے اونکے دین کے بچانیکے لیے روایت غریبہ نہ پڑھے وَتُطَالُ اَوْلَی الْفَجْرِ عَلٰی ثَانِیَتِهَا بِقَدْرِ الثُّلُثِ وَقِیْلَ النِّصْفِ نَدْبًا فَلَوْ فَحُشَ لَا بَأْسَ بِهِ فقط اور زیادہ
کرنا چاہیے پہلی رکعت صرف فجر کی دوسری رکعت پر بقدر سوم حصہ کے اور بعض نے کہا بقدر نصف کے از راہ استحباب کے پس اگر پہلی رکعت میں زیادتی بہت کریگا
مثلاً پہلی میں دس گنی قراءت پڑھے بہ نسبت دوسری کے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے یعنی پہلی رکعت میں اتنی قراءت پڑھے کہ اوسکی زیادتی دوسری رکعت کی
قراءت سے بقدر سوم حصہ قراءت دونوں کے ہو جاوے مثلاً پہلی رکعت میں ۴۰ آیتیں پڑھیں اور دوسری میں ۲۰ تو دونوں میں ۶۰ آیتیں ہوئیں اور اول میں ۲۰ زائد
ہیں دوسری سے اور وہ تہائی ہیں ۶۰ کی اور اگر اول میں ۴۵ پڑھیں اور دوسری میں ۱۵ تو پہلی میں تیس زائد ہونگی بہ نسبت دوسری کے اور وہ نصف ہیں کل
قراءت کی اور فقط سو یہ سیر اور ہے کہ یہ حکم صرف فجر کی نماز میں ہے نہ دوسری نمازوں میں وقال محمد اَوْلی الکل حتی التراویح قیل وعلیه الفتوی اور
امام محمد نے فرمایا ہے کہ سب نمازوں کی اول رکعت دوسری سے بڑی کرنا مستحب ہے یہانتک کہ تراویح کی بھی کہتے ہیں کہ فتوی اسی قول پر ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ خلاف
ہے اور یہ عیدین کے سوا دوسری نمازوں میں ہے اور ان دونوں میں بالاتفاق دونوں رکعتیں برابر پڑھنی چاہییں اور حلیہ میں امام محمد اور شیخین کی دلیلیں نقل کرکے
کہا کہ فتویٰ شیخین کے قول پر ہونا چاہیے وَاِطَالَةُ الثَّانِيَةِ عَلَى الْاُوْلٰى يُكْرَهُ تَنْزِيْهًا اِجْمَاعًا اِنْ بِثَلٰثِ اٰيَاتٍ اِنْ تَقَارَبَتْ طُوْلًا وَقِصَرًا وَاِلَّا اعْتُبِرَ الْحُرُوْفُ
وَالْكَلِمَاتُ وَاعْتَبَرَ الْحَلَبِيُّ فُحْشَ الطُّوْلِ لَا عَدَدَ الْاٰيَاتِ اور دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اول پر بقدر تین آیتوں کے مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اگر آیتیں دونوں
رکعتوں کی بڑی چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اور اگر ایسی آیتیں نہوں تو اعتبار حروف اور کلمات کا ہوگا یعنی اس صورت میں دوسری رکعت کے کلمات اور
حروف اول سے زیادہ نہوں اور حلبی نے بہت سی زیادتی کا اعتبار کیا ہے نہ شمار آیتوں کا یعنی دوسری رکعت اول سے بہت نہ بڑھنی چاہیے وَاسْتَثْنٰى فِي
الْبَحْرِ مَا وَرَدَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَاسْتَظْهَرَ فِي النَّفْلِ عَدَمَ الْكَرَاهَةِ مُطْلَقًا اور بحر الرائق میں استثنا کیا ہے اون سورتوں کو جو حدیث میں وارد ہوئی ہیں یعنی اونکے پڑھنے میں کراہت
نہیں جیسے جمعہ اور عیدین کی اول رکعت میں سبح اسم اور دوسری میں ہل اتیک پڑھنا حالانکہ پہلی میں انیس آیتیں ہیں اور دوسری میں چھبیس اور ترجیح دی ہے نفل میں
عدم کراہت کی مطلقاً یعنی حدیث میں وارد ہو یا نہو وَلَوْ بِاَقَلَّ لَا يُكْرَهُ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَلّٰى بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ اور اگر زیادتی دوسری رکعت کی تین
آیتوں سے کم ہو تو مکروہ نہیں ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے معوذتین سے یعنی فجر کی اول رکعت میں سورۂ فلق اور دوسری میں سورۂ ناس پڑھی حالانکہ
دوسری میں ایک آیت پہلی سے زیادہ ہے وَلَا يَتَعَيَّنُ شَيْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ لِصَلٰوةٍ عَلٰى طَرِيْقِ الْفَرْضِ بَلْ تَعَيَّنَ الْفَاتِحَةُ عَلٰى وَجْهِ الْوُجُوْبِ اور نہیں معین ہے قرآن
میں سے کچھ کسی نماز کے لیے بطور فرض کے کہ اوسکے بدون نماز درست نہو بلکہ معین ہے فاتحہ ہر نماز میں بطور واجب ہونیکے وَيُكْرَهُ التَّعْيِيْنُ كَالسَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰى
لِفَجْرِ كُلِّ جُمُعَةٍ بَلْ يُنْدَبُ قِرَاءَتُهُمَا اَحْيَانًا اور مکروہ ہے معین کرنا کسی سورۃ کا نماز کے لیے جیسے جمعہ کی فجر میں پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری میں سورۂ دہر
پڑھنا بلکہ کبھی کبھی ان دونوں کا پڑھنا مستحب ہے طحاوی اور اسبیجابی نے معین کرنیکی قید لگائی ہے کہ اگر معین سورہ کے پڑھنے کو واجب جانے اور دوسری کو جائز نہ سمجھے تو البتہ
اوسکی تعیین مکروہ ہے اور اگر باتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معین کو پڑھے اور بعض اوقات دوسری سورتوں کو بھی پڑھے یا سوا معین سورتوں کے دوسری اوسکو
یاد نہوں یا ونکا پڑھنا اوسکو سہل پڑتا ہو تو مکروہ نہیں اور ہدایہ میں وجہ کراہت کی یہ لکھی ہے کہ معین کرنیسے چھوڑنا باقی قرآن کا اور وہم معین سورہ کے افضل
ہونیکا لازم آتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وَلِلْمُؤْتَمِّ لَا يَقْرَأُ مُطْلَقًا وَلَا الْفَاتِحَةَ فِي السِّرِّيَّةِ اتِّفَاقًا وَمَا نُسِبَ لِمُحَمَّدٍ ضَعِيْفٌ كَمَا بَسَطَهُ الْكَمَالُ اور مقتدی قراءت
نہ پڑھے جہری نمازوں میں نہ سری میں اور نہ الحمد پڑھے سری نمازوں میں باتفاق علماء اور صاحبین کے اور جو قول کہ امام محمد کیطرف منسوب ہے کہ سری نمازوں میں مقتدی کو احتیاطاً
الحمد کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے چنانچہ شیخ کمال نے مشرح بیان کیا ہے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب آثار میں فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے
پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری فَاِنْ قَرَأَ كُرِهَ تَحْرِيْمًا وَتَصِحُّ فِي الْاَصَحِّ پس اگر مقتدی قراءت پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگا اور نماز صحیح
ہوگی صحیح تر قول میں وفی درر البحار عن مبسوط خواہر زادہ انها تفسد ويكون فاسقا وهو مروي عن عدة من الصحابة فالمنع احوط اور درر البحار

مین جسپر علماء ہر زمانہ کے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرات پڑہنے سے نماز فاسد ہوتی ہی اور پڑہنے والا فاسق ہوتا ہی اور قرات کا منع ہونا چند صحابہ سے مروی ہے
جسمین منع کرنیمین زیادہ احتیاط ہی ہم فرمانے ہین اور کافی مین ہی کہ مقتدی کو قرات سے منع کرنا اسی صحابہ سے ماثور ہی جنمین حضرات علی مرتضیٰ اور عبد اللہ بن عباس
اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے ہین اور فساد نماز کا قول مقابل ہے اصح قول کا کہ ایسے مین نماز صحیح رہتی ہی بل یستمع اذا جھر
وینصت اذا اسر لقول ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا بلکہ مقتدی قرات امام کی
سُنے جب وہ پکار کر پڑہے اور چپ رہے جب آہستہ پڑہے بسبب قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑہا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو
اسکو سنو اور چپ رہو ہم اس قول سے وجہ استدلال کی یہہ ہی کہ آیت مین دو معانی مطلب ہین ایک قرآن کا سننا دوسرے سکوت کرنا تو سننا جہری نماز کے لئے مخصوص ہے مگر
سکوت خاص نہین اسلئے وہ دونو نمازون مین مطلقاً واجب ہے کذا فی الشامی ولو فی صلٰوۃ قرأ الامام اٰیۃ ترغیب او ترھیب وکذا الامام لا یشتغل بغیر
القرآن وما ورد حمل علی النفل منفرداً اگرچہ مقتدی کچھ نہ پڑہے اگرچہ امام آیت ترغیب پڑہے یعنی جسمین ذکر رحمت اور جنت اور ثواب کا ہو یا آیت ترہیب پڑہے جسمین
ذکر دوزخ اور عذاب کا ہو یعنی نہ سوال ثواب کا کرے نہ عذاب سے پناہ مانگے بلکہ سکوت کرے اور اسیطرح امام بھی سوا قرآن کے آیت ترغیب و ترہیب پڑہنے کی دعا
دعا مین مشغول نہو اور جو کچھہ اس باب مین حدیث مین وارد ہوا ہی وہ حالت انفراد مین نفل پڑہنے پر محمول ہی جیسے کہ پیشتر اسکی نظیر واجبات کے بیان مین گذری ہی یہہ مسئلہ
تمام شارح نے کہا کہ ان سے مقصد ہی نہ شرطیہ ہم یعنی ابو داؤد مین بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑہی تو جس آیت
رحمت پر گذرے وہان توقف فرماکر اسکے لیے سوال کیا اور جس آیت عذاب پر گذرے وہان وقفہ کرکے پناہ مانگی تو یہہ نماز نفل پر محمول ہی کذا فی الشامی وکذا الخطبۃ

فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا قرأ اٰیۃ صلوا علیہ فیصلی المستمع سرًّا
فی نفسہ وینصت بلسانہ عملاً بامری صلوا وانصتوا اور اسیطرح حکم ہی خطبہ کا یعنی امام کے خطبہ پڑہنے کے وقت آدمی وہ بات نکرے جس سے سننا جاتا رہے اگرچہ
لکھنا یا سلام کا جواب دینا ہی ہو اور اگرچہ خطبہ پڑہنے والا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہے یعنی اسوقت بھی سکوت کرے مگر جب کہ خطیب یہہ آیت پڑہے کہ صلوا علیہ
تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل مین درود پڑہے اور زبان سے سکوت کرے تاکہ دونو امرون پر عمل ہو یعنی ایک حکم صلوا علیہ کا اور دوسرا انصتوا کا تو دل مین درود
کہنے سے دونو کی تعمیل ہوجائیگی شامی نے کہا کہ جو امر نماز مین حرام ہی وہ خطبہ مین بھی حرام ہے اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب کا سننا واجب ہے اور ظالم حاکمون کی
مدح اور تعریف خطبہ مین اصلاً نہین والبعید عن الخطیب والقریب سیان فی افتراض الانصات اور خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہین سکوت کرنیکے فرض ہونے مین
ہم شارح نے سکوت کو فرض کہا بتبعیت ہدایہ کے اور نہر الفائق مین اسکو واجب کہا ہی طحطاوی نے کہا کہ وجوب ہی بہتر ہے اسلئے کہ ترک سکوت مکروہ تحریمی ہی فروع مسائل
لحجۃ شارحہ یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ واجب ہے سننا قرات قرآن کا ہر حال مین یعنی نماز مین اور خارج نماز سے اسلئے کہ اعتبار عموم لفظ کا
ہو ہم یعنی آیت فاستمعوا اگرچہ نماز کے باب مین نازل ہوئی ہی چنانچہ پیشتر بیان ہوا مگر احکام مین اعتبار الفاظ کے عام ہونیکا ہی نہ سبب کے خاص ہونیکا پھر یہہ حکم وجوب استماع کا
بے عذری مین ہی اور عذر کی صورت مین سننا واجب نہین مثلاً گھر مین لڑکا تلاوت کرتا ہی اور آدمی اپنے کاروبار مین پہلے سے مصروف ہین تو ان پر سننا واجب نہین اسیطرح
طرح جو شخص بازار مین تلاوت کرنے لگے تو بازاری لوگ کاروبار کرنے والون پر سننا واجب نہوگا کذا فی الشامی ملتقطاً لا بأس ان یقرأ سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ
کچھہ مضائقہ نہین اس بات کا کہ پڑہے ایک سورۃ ایک رکعت مین اور پھر دوبارہ وہی پڑہے دوسری مین ہم لا بأس کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا ترک اولیٰ یعنی مکروہ تنزیہی
ہی اور مضطر ہونیکی صورت مین بلا کراہت جائز ہی مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ الناس سہواً پڑہ گیا تو دوسری مین پھر اسیکو پڑہے ورنہ اولٹا پڑہنا لازم آویگا کذا فی الشامی
وان یقرأ فی الاولیٰ من محل وفی الثانیۃ من اٰخر ولو من سورۃ ان کان بینھما اٰیتان فاکثر اور اسمین بھی مضائقہ نہین کہ پہلی رکعت مین ایک جگہہ سے پڑہے اور
دوسری مین دوسرے مقام سے اگرچہ دونو مقام ایک ہی سورت مین ہون بشرطیکہ دونو مقامون مین دو آیتون یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو
مکروہ ہوگا ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اور مکروہ ہی دونو رکعتون کی قرات مین چھوٹی سورہ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت مین سورۃ کافرون اور دوسری
مین تبت پڑہی بعد سورۃ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہوگا ان لمبی مین بڑی سورہ کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ نہین وان یقرأ منکوساً اور مکروہ ہی یہہ کہ قرآن کو

کتا ہی شامل ہے پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں تبت پڑھے تو مکروہ ہے کیونکہ بہت بڑھنا ہے کہ ترتیب سورتوں کی تلاوت کے واجبات میں سے ہے اور [illegible]
جو ترتیب بدل کر پڑھاتے ہیں وہ تعلیم کی ضرورت کے سبب ہے کذا فی الشامی ولا اذا ختم قبلہ من البعض کا ایسا پڑھنا مکروہ ہے مگر جب قرآن کو ختم کرے تو سورہ
بقرہ میں سے پڑھے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ختم کی خوبی وارد ہے وفی القنیة قرأ فی الاولیٰ الکافرون وفی الثانیة الم تر او تبت ثم ذکر یکرہ وقیل
لا یکرہ ہذا وفیہ اور قنیہ میں ہے کہ اول رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری میں سورۂ فیل یعنی خلاف ترتیب یا سورۂ تبت یعنی چھوٹی سورت بیچ
فاصلہ چھوڑ کر شروع کی پھر یاد کیا کہ ترتیب بدل گئی یا چھوٹی سورہ رہ گئی تو نہیں سورۃ کو تمام کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسکو چھوڑ دے اور دوسری سورت
شروع کرے تو بہتر ہے [illegible] الاشباہ وغیرہ اور شامی نے کہا کہ [illegible] معلوم ہوا کہ اگر سہواً ترتیب بدل جائے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہ جائے تو مکروہ نہیں ولا یکرہ فی النفل
شیء من ذلک اور نفل میں ان باتوں میں کوئی مکروہ نہیں ہے یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورہ کا فاصلہ چھوڑنا نفل میں درست ہے حلبی نے اسپر اعتراض کیا
کہ ترتیب سورہ کی واجبات تلاوت سے ہے تو جب نماز کے باہر بھی مکروہ ہے تو نماز کے اندر کیونکر نہ ہوگی طحطاوی نے جواب دیا کہ نفل میں چونکہ گنجائش زیادہ ہے اور
اسکی ہر رکعت ایک فعل مستقل ہے تو بے ترتیب پڑھنا ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کوئی آیت قرآن کی پڑھی اور چپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد دوسری آیت اوسکے
اوپر کی پڑھی جس طرح کا پڑھنا مکروہ نہیں ایسی ہی نماز نفل میں مکروہ نہیں قلت ثلاث تبلغ قدر اقصر سورۃ افضل من آیۃ طویلۃ اور تین آیتیں کہ بمقدار چھوٹی
سورت کے ہو جائیں پڑھنی ایک آیت سے افضل ہیں شامی نے کہا کہ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے اور ثلاث مبتدا ہے بتقدیر مضاف یعنی قراءۃ ثلاث اور بعض نسخوں میں
بثلاث ہے تو لو مصدر میں تقدیر الصلوٰۃ بثلاث ہوگی وفی سورۃ وبعض سورۃ العبرۃ للاکثر وبسطناہ فی الحواشی اور پوری سورت اور تھوڑی سورۃ سے [illegible]
میں اعتبار اکثر کا ہے یا اعتبار آیات کے یعنی اگر اکثر آیتیں پڑھی ہونگی تو سورہ کامل شمار ہوگی ورنہ ناقص اور [illegible] اسی فرع کو خزائن الاسرار میں شرح بیان کیا ہے

باب الامامة

یہ باب ہے امامت کے بیان میں ہی صغری وکبری فالکبریٰ استحقاق تصرف عام علی الانام وتحقیقہ فی علم الکلام امامت دو قسم ہے
ایک چھوٹی ایک بڑی بڑی امامت مستحق ہونا تصرف عام کا ہے خلق پر اور اسکی تحقیق علم کلام میں مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ اس تعریف میں یہ خلل ہے کہ استحقاق تصرف
امامت کا اثر ہے اوسکی حقیقت بلکہ صفت اوسکی وہ ہے جو مقاصد میں مذکور ہے کہ امامت ریاست عامہ ہے لوگوں کی دین و دنیا کے مصالح کی خلافت کے طور پر نیابت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے اور ریاست عام کی قید سے قاضی اور امرا نکل گئے کہ اونکی ریاست اہل عالم پر عام نہیں ہے بلکہ خاص مسلمانوں پر ہوتی ہے اور خلق
سے مراد مسلمان ہیں [illegible] اور اسکے حکم میں [illegible] شامی وغیرہ کے ونصبہ اہم الواجبات اور قائم کرنا امام کا مسلمانوں پر زیادہ ضروری واجبات میں سے ہے اس لیے
کہ بہت سے واجبات شرعی امامت پر موقوف ہیں اور یہی وجہ عقائد نسفیہ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کیلیے ایک امام ضرور چاہیے کہ اون میں احکام جاری کرے اور اونکو
سزائیں اعمال بد کی دے اور دشمنوں کو اون پر سے روکے اور اونکے لشکروں کو سامان دے اور اون سے صدقات وصول کرے اور گردن کشوں کو سر دبائے
اور چوروں اور رہزنوں کو زیر کرے اور جمعہ اور عید قائم کرے اور حقوق کے ثابت کرنیکی گواہیاں سنے اور جن بچوں کے ولی نہیں ہیں اونکے نکاح کر دے اور مسلمانوں میں
غنیمتوں کے مال تقسیم کر دے انتہی فلذا قدموہ علی دفن صاحب المعجزات صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کہ امام کا مقرر کرنا اہم واجبات سے ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے
خلیفہ مقرر کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم کیا ہے یعنی وفات شریف دوشنبہ کے روز ہوئی اور سہ شنبہ کے دن یا بدھ کی رات خواہ دن میں دفن ہوئے
کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ یہ سنت ابتک باقی ہے کہ کوئی خلیفہ دفن نہیں ہوتا جب تک کہ دوسرا اوسکی جگہ قائم نہیں ہو چکتا وشرطہ کونہ مسلما حرا ذکرا عاقلا
بالغا قادرا قرشیا اور شرط ہے ہونا امام یعنی خلیفہ کا مسلمان آزاد مذکر صاحب عقل بالغ قدرت والا قریش کے نسب سے مسلمان ہو تو جب ہے کہ کافر کو مسلمانوں پر ولایت
نہیں اور آزاد ہو اس وجہ سے کہ غلام کو خود اپنی نفس پر ولایت نہیں تو دوسرے پر کیسے ہوگی اور مرد اسلیے کہ عورتوں کو گھر میں بیٹھنے کا حکم ہے اور عقل کی ناقص ہیں تو
ان سے واجبات شرعی کی تعمیل نہو سکیگی اور عاقل بالغ اسلیے کہ مجنون اور لڑکے کو اپنے اوپر ولایت نہیں اور قادر اسلیے غرض کہ احکام کے جاری کرنے اور
مصالح اہل اسلام کے تمام کرنے پر قدرت رکھتا ہو ورنہ امام کے مقرر کرنیکی غرض فوت ہو جائیگی اور قریشی ہونا اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الائمة من قریش [illegible] کذا فی الشامی اور بعض نے امامت کیلیے شجاعت کو بھی شرط کیا ہے اور بعض نے عالم ہونا امام کا شرط کیا ہے [illegible]

قتلوا معصوما نہیں شرط ہی امام کا ہاشمی ہونا یا علوی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ہونا یا گناہون سے معصوم ہونا ہم سے شیعہ یہ شیعون نے لگائی ہین کہ امام کو ہاشمی
ہونا ضرور ہی اس سے یہہ مطلب کہ خلافت حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی باطل ہی اور علوی کہنے سے یہہ مدعا کہ خلافت عباسیون کی
باطل ہو اور معصوم اثنا عشری شیعون اور اسماعیلیون کا قول ہی حلبی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ نفی لا تینون جگہہ لاتے یعنی یون کہتا لا ہاشمیا ولا علویا ولا
معصوما تو یہہ سمجھی کہ یہہ تینون قیدین شیعون کی ہین فرقون کی مقول جدا جدا ہین نہ یہہ ایک ہی قول ہو ویکرہ تقلید الفاسق اور مکروہ ہی حاکم بنانا بدکار کا مکروہ کہنے سے
اشارہ کیا کہ عادل ہونا امام کا شرط نہیں ویعزل به الا لفتنة یعنی امام بسبب فسق کے معزول ہو جاتا ہی یعنی اگر بادشاہ حکومت میں ہو اور فسق طاری ہو گیا تو اس سے
معزول نہو جائیگا بلکہ مستحق عزل ہوگا اگر بحیثیت خوف فتنہ کے اوسکو معزول کیا جائے ویجب ان یدعی له بالصلاح اور واجب ہی کہ ایسے امام کے حق میں دعا
نیک بختی ہونیکی کیجائے وتصح سلطنة متغلب للضرورة اور صحیح ہی سلطنت زبردستی حاکم ہونیوالیکی بسبب ضرورت کے ہم عقد امامت دو طرح سے منعقد ہوتا ہی
اول یہہ کہ خلیفہ خود اپنی جگہہ دوسرے کو امام کر دے جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا تھا دوسرے یہہ کہ زمرۂ علما اور صاحبان رائے و تدبیر کسی کے ہاتھ
پر بیعت کریں تو اگر یہہ دونوں صورتین نہون اور کوئی شخص زبردستی والی ہو جائے تو اوسکی سلطنت صحیح ہوگی ضرورت کی وجہ سے یعنی تاکہ اہل اسلام میں فتنہ نہو وکذا
صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی وال تابع له والسلطان فی الرسم هو الولد وفی الحقیقة هو الوالی لعدم صحة اذنه بقضاء وجمعة کما
فی الاشباه عن البزازیة اور اسیطرح درست ہی سلطنت لڑکے کی ضرورت کی وجہ سے اور چاہیے کہ کاروبار حکومت ایک حاکم کے سپرد کئے جائیں جو تابع سلطان کا ہو
اور بادشاہ ظاہر میں تو وہ لڑکا ہی اور حقیقت میں والی مذکور کیونکہ اوسکی اجازت قضا اور جمعہ میں درست نہیں چنانچہ اشباہ میں بحوالہ بزازیہ کے ہی یعنی اگر والی مذکور
حقیقت میں بادشاہ نہیں تو اوسکا حکم دینا قضا اور جمعہ کے لئے درست نہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایسے شخص کا اذن صحیح نہیں جسکو ولایت نہو لیکن یون کہنا چاہیے کہ یہہ شخص ایک
خاص وقت تک حقیقت میں سلطان ہی یعنی لڑکے کے بالغ ہونے تک اس مدت کی قید سے یہہ فائدہ ہوگا کہ جب وہ لڑکا بالغ ہونیکے بعد حاکم مستقل ہوگا تو اس والی کے معزول
کرنیکی حاجت نہوگی کذا فی الشامی وفیها لو بلغ السلطان او الوالی یحتاج الی تقلید جدید اور بزازیہ میں ہی کہ اگر سلطان یا والی بالغ ہو جائے تو حاجت پڑیگی کہ
سر سے اوسکو حاکم بنائیں والصغری ربط صلاة المؤتم بالامام بشروط عشرة اور امامت صغری وابستہ ہونا مقتدی کی نماز کا ہی امام کی نماز سے دس
شرطوں کے ساتھ ہم شارح نے جو دس شرطین مذکور کی ہین سو اقتدا کی ہین امامت کی نہیں نور الایضاح میں چھہ شرطین امامت کی علحدہ لکھی ہین تندرست مردون کے لئے
اول مسلمان ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم مرد ہونا پنجم عذرون سے سلامت رہنا جیسے نکسیر اور پیشاب جاری رہنا اور تتلاہٹ وغیرہ سے ششم موجود ہونا
شرط نماز کا مثل طہارت اور ستر عورت وغیرہ کے مگر چونکہ امامت بدون اقتدا کے ہو نہیں سکتی اسلئے جو شرطین شارح نے اقتدا کی لکھی ہین وہ امامت کی بھی ہو سکتی
ہین بلحاظ موقوف ہونے امامت کے اقتدا پر اسیطرح یہہ چھہ شرطین اقتدا کی بھی ہو سکتی ہین اس سے معلوم ہوا کہ کل شرطین امامت اور اقتدا کی سولہ ہین مگر چونکہ دس متحد ہین
ساتھ قائم ہین اور چھہ امام کی تو بہتر ہی کہ دس کو شرطین اقتدا کی ٹھہرایا جائے اور چھہ کو امامت کی کذا فی الشامی نیة المؤتم الاقتداء شرط اول نیت اقتدا کی کرنی
مقتدی کو واتحاد مکانهما اور دوسری شرط متحد ہونا امام و مقتدی کے مکان کا تو اگر سوار پیادہ کا اقتدا کریگا یا بالعکس تو جائز نہوگا اور اگر امام و مقتدی کے بیچ میں
آڑ ہو تو کچھہ حرج نہیں اگر مقتدی پر حال امام مشتبہ نہو وصلاتهما اور تیسری شرط متحد ہونا دونوں کی نماز کا بحر الرائق میں کہا کہ اس سے یہہ غرض ہی کہ اگر مقتدی امام کی
نماز کی نیت سے اقتدا کرے تو درست ہو جائے یہہ تعبیر اسلئے کی کہ اقتدا متنفل کا فرض پڑھنیوالیکے پیچھے اس عبارت مین داخل ہو جائے اس شرط کو نور الایضاح میں خوب
لکھا ہی کہ مقتدی سوائے امام کے فرض کے اور کوئی فرض نہ پڑھتا ہو کذا فی الشامی عن الحلبی وصحة صلاة امامه اور چوتھی شرط صحیح ہونا امام کی نماز کا مقتدی کے
گمان میں تو اگر مقتدی کی دانست میں امام کی نماز فاسد ہوگی تو اوسکا اقتدا صحیح نہوگا وعدم محاذاة امرأة اور پانچوین شرط نہ برابر ہونا عورت کا کیونکہ
عورت کا برابر ہونا ان شرطوں کے ساتھ جو آگے مذکور ہونگی مفسد نماز ہی وعدم تقدمه علیه بعقبه اور چھٹی شرط نہ آگے بڑھنا مقتدی کا اپنے امام سے بلحاظ ایڑی کے
تو اگر ایڑیان برابر ہی ہونگی تو اقتدا درست ہوگا اگرچہ پاؤن بڑا ہونیکی جہت سے مقتدی کی انگلیان آگے بڑھی ہوئی ہون وعلمه بانتقالاته اور ساتوین شرط جاننا
مقتدی کا امام کے ایک رکن سے دوسرے میں جانیکو خواہ دیکھنے سے یا آواز سنکر یا دوسرے مقتدیونکو دیکھکر یہہ علم حاصل ہو وبحاله من اقامة وسفر اور آٹھوین

شرط ہی جاننا مقتدی کا امام کے حال کو یعنی اوسکے مسافر یا مقیم ہونیکو یہہ جاننا نماز سے پہلے ہو یا پیچھے تو اگر ایسی صورت ہو کہ امام نے چار رکعت والی نماز مین دو پر سلام
پھیر دیا اور لوگون کو معلوم نہوا کہ اوسنے بھولکر دو پڑہین یا سفر کی نیت سے تو نماز نہوگی ومشارکتہ فی الارکان اور نوین شرط ہی شریک ہونا مقتدی کا امام کے
ساتھہ ارکان نماز مین یعنی ہر رکن کو اوسکے ساتھہ ادا کرتا تو اگر کسی رکن کو چھوڑ دیگا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اقتدا بھی نرہیگا وکونہ مثلہ او دونہ فیہا ای
فی الشرائط کما بسطہ فی البحر اور دسوین شرط ہی ہونا مقتدی کا امام کے مانند یا اوس سے کمتر ارکان مین اور نماز کی شرطون مین چنانچہ شرح مذکور ہی بحرالرائق
مین ہم ارکان مین برابر ہی ہونیسے یہہ غرض کہ اونکی بجا آوری مین برابر ہو مثلاً اگر امام اشارہ سے ارکان ادا کرتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ ہی سے کرتا ہی تو اقتدا
درست ہی کیونکہ دونو ارکان کے ادا کرنے مین یکسان ہین اور کمتر کی مثال یہہ کہ اشارہ سے نماز پڑہنیوالا رکوع او سجدہ کرنیوالیکا اقتدا کرے اور شرطون مین یکسان
ہونیکی یہہ صورت ہی کہ ننگا آدمی دوسرے ننگی کا اقتدا کرے یا سب شرطون کا جامع شخص کسی اپنے جیسے کا اقتدا کرے اور شرطون مین کم ہونیکی یہہ مثال ہی کہ امام مین
سب شرطین ہون اور مقتدی مثلاً ننگا ہو شامی نے کہا کہ دسوین شرطین اصل نسخہ بحرالرائق مین نہین بلکہ بعض نسخون کے حاشیہ پر بخط مؤلف پائی جاتی ہین
قیل ثبوتہا بارکعوا مع الراکعین کہتے ہین کہ امامت و جماعت کا ثبوت اس آیت سے ہے (ارکعوا مع الراکعین) یعنی رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھہ یعنی نماز
جماعت ہو اس صورت مین جماعت سنت مؤکدہ نرہیگی بلکہ واجب یا فرض ہوگی اور بعضون نے مثل قاضی بیضاوی کے اس کے معنی یہہ کہے ہین کہ خضوع کرو عاجزی
کرنیوالون کے ساتھہ تو اس صورت مین ثبوت امامت کا اس آیت سے نہوگا ومن حکمہا نظام الالفۃ وتعلم الجاہل من العالم اور جماعت کی حکمتون مین سے دوستی و الفت
منتظم رہنا اور جاہل کا عالم سے سیکھنا ہی یعنی جماعت کے مشروع ہونے مین یہہ حکمت ہی کہ پانچ وقت محلہ والون اور ہمسایون سے ملاقات ہوگی تو باہم الفت مستحکم ہوگی اور جو
شخص افعال نماز کو نجانتا ہوگا وہ دوسرے واقفکار سے سیکھہ لیگا اور ایک حکمت یہہ بھی ہی کہ تنہا پڑہنا نفس پر شاق ہوتا ہی جماعت مین دل نہین گہبراتا کذا فی الطحطاوی
وہی افضل من الاذان عندنا خلافا للشافعی قالہ العینی امامت ہم حنفیون کے نزدیک اذان سے افضل ہی یعنی امامت مین زیادہ ثواب ہی بخلاف امام شافعی کے
کہ اونکے نزدیک اذان کہنے مین زیادہ ثواب ہی کہا ہی اسکو عینی نے اور بعض علما دونون کو برابر کہتے ہین کذا فی الحلبی وقول عمر لولا الخلافۃ لاذنت ای مع الامامۃ اذ الجمع
افضل اور فرمانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر خلافت نہوتی تو مین اذان کہا کرتا اسکے یہہ معنی ہین کہ امامت کے ساتھہ کیونکہ جمع کرنا امامت اور اذان کا افضل ہے
ہم یعنی حضرت عمر کے قول سے فضیلت اذان کی نہین پائی جاتی کیونکہ اوسکے معنی یہہ ہوسکتے ہین کہ امامت بھی کرتا اور اذان بھی کہتا کہ دونو باتون کے جمع ہونے مین
بلاشبہہ فضیلت ہی خلافت کو مانع اس لیے فرمایا کہ کاروبار خلافت مین مشغول ہونے سے انتظار اوقات نماز کا نہین ہوسکتا اسلیے صرف امامت پر اکتفا کیا کذا
فی الشامی وقال بعضہم اخاف ان ترکت الفاتحۃ ان یعاتبنی الشافعی وان قراتہا یعاتبنی ابوحنیفۃ فاخترت الامامۃ اور بعض علما نے کہا ہی کہ مجکو
خوف ہی کہ اگر مین فاتحہ کو حالت اقتدا مین چھوڑ دون تو امام شافعی مجہپر عتاب نکرین اور اگر اسکو پڑھون تو امام اعظم غصہ نفرمائین اسلیے مین نے امامت کو اختیار کیا ہم یہہ
گویا دوسری دلیل ہی امامت کے افضل ہونیکی کہ امامت کی وجہہ سے نماز بلاخلاف درست ہو جاتی ہی والجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال قال الزاہدی ارادوا
بالتاکید الوجوب الا فی جمعۃ وعید فشرط اور جماعت مردون کے لیے سنت مؤکدہ ہی زاہدی نے کہا کہ فقہا نے تاکید سے وجوب مراد لیا ہی یعنی جو لوگ
سنت مؤکدہ کہتے ہین اونکے قول مین اور جو لوگ واجب کہتے ہین اونکے قول مین کچھہ فرق نہین دونون کا آل ایک ہی کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہی مگر جمعہ اور
عیدین مین جماعت شرط ہی اون دونو کے صحیح ہونیکی وفی التراویح سنۃ کفایۃ وفی وتر رمضان مستحبۃ علی قول اور تراویح مین جماعت سنت کفایہ ہی
کہ محلہ مین کچھہ لوگ کرین تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہی اور رمضان کے وتر مین جماعت مستحب ہی ایک قول پر اور دوسرے قول کے بموجب نہین بلکہ وترونکو مکان مین
ادا کرنا چاہیے کذا فی الشامی وفی وتر غیرہ وتطوع علی سبیل التداعی مکروہۃ ومستحبۃ اور رمضان کے سوا اور وترون مین اور نماز نفل مین جماعت مکروہ ہے
بطور تداعی کے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم تداعی سے یہہ غرض کہ چار یا زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑہین کذا فی الطحطاوی اور قہستانی مین ہے کہ اگر
چار مقتدیون سے کم ہون اور مسجد کے کسی گوشہ مین جماعت کر لین تو مکروہ نہین ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق
او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن اور مکروہ ہی مکرر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھہ محلہ کی مسجد مین نہ شارع عام کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جس کا نہ امام

ہوتا ہی ظاہر کہ اس سے مراد مکروہ تحریمی ہی ہو جیسا کہ کافی نے کہا ہی کہ جماعت دوبارہ جائز نہین اور مجمع مین ہے کہ جماعت مکرر مباح نہین اور شرح جامع صغیر مین ہی کہ بدعت ہی
اور مسجد محلہ سے یہہ مراد ہی کہ جسکا امام اور جماعت مقرر ہو بدائع مین کہا کہ اگر اہل محلہ بدون اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کرین یا مسجد شارع عام پر ہو تو دوسری
جماعت جائز ہوگی بالاتفاق جیسے اوس مسجد مین جسکا امام اور موذن نہین اور آدمی گروہ گروہ آکر نماز پڑہتے ہون تو افضل یہہ ہے کہ ہر گروہ اذان اور اقامت
جداگانہ سے نماز پڑہے تتمہ مین کہا کہ دوسری اذان کی قید سے احتراز ہوا اوس صورت سے کہ محلہ کی مسجد مین دوبارہ جماعت بدون اذان پڑہی جاے کہ اس طرح
پڑہنا مباح ہی بالاتفاق اور جماعت دوم کے مکروہ ہونیکی یہہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم مین صلح کرادینے کو نکلے تہے تو نماز کے وقت مسجد مین تشریف لائے
لیکن مسجد مین جماعت ہوچکی تہی آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لائے اور گہر والون کو جمع کرکے نماز پڑہی پس اگر جماعت دوم مسجد مین درست ہوتی تو مسجد کی جماعت چہوڑکر
آپ گہر مین کیون نماز پڑہتے علاوہ اسکے جماعت ثانی کے جائز رکہنے مین جماعت کی کمی بہی متصور ہے کیونکہ جب لوگون کو معلوم ہوگا کہ دیر کرکے جانے مین بہی جماعت فوت نہوگی
اگر اول نملیگی دوسری ملجائیگی تو اول جماعت مین اکہٹے نہونگے تو اس تعلیل سے یہہ نکلتا ہے کہ مسجد محلہ مین تکرار جماعت گو بدون اذان کے ہو مکروہ ہے اور اسکا موید ظہیریہ
مین ہی کہ اگر کچہہ لوگ ایک مسجد مین آئے جس مین جماعت ہوچکی ہی تو وہ تنہا نماز پڑہین اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اور اسیوجہ سے شیخ سندہی تلمیذ ابن الہمام نے اپنے رسالہ مین
ذکر کیا ہی کہ یہہ جو اہل حرمین جدا جدا امام کے پیچہے جماعتین ایک ہی وقت مین پڑہتے ہین یہہ بالاتفاق مکروہ ہے اور شریف غزنوی جو ۵۵۱ھ مین حج کو گئے تہے تو ان جماعتون کے
باب مین انکار صریح کیا تہا اور بعض مالکیون نے فتوی دیا ہی کہ تکرار جماعت مسجد محلہ مین چارون مذہب کے علما کے قول پر ناجائز ہی مگر اس مین اشکال یہہ ہے کہ مسجد مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کیلئے نمازی مقرر نہین تو انکو مسجد محلہ کیسے کہہ سکتے ہین بلکہ اون کا حال مثل مسجد شارع عام کے ہی اور پیشتر گذر چکا کہ شارع عام کی مسجد مین تکرار
جماعت بالاتفاق مکروہ نہین اور شرح منیہ مین امام ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہو تو مکروہ نہوگی ورنہ مکروہ ہوگی اور یہی قول
صحیح ہی اور تاتارخانیہ مین ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور بزازیہ مین ہے کہ محراب سے ہٹ کر کہڑے ہونے مین پہلی جماعت کی صورت بدلجاتی ہی کذا فی
الشامی مختصراً چونکہ اس زمانہ مین جماعت دوم کے باب مین بہت بحث رہتی ہی اس لئے مترجم نے استیعاب روایات کو مناسب سمجہا اور مجہکو کراہت و عدم کراہت جماعت دوم مین
تردد تہا کہ ایکروز خود بخود صلوۃ خوف کا خیال دل مین گذرا کہ نصف فوج مقابل دشمن کے رہتی ہی اور نصف امام کے ساتہہ پڑہتی ہے تو اگر مرضی شارع کی دوسری
جماعت کیلئے ہوتی تو نصف کو ایک امام کے ساتہہ پڑہنے کا اور نصف کو دوسرے امام کے ساتہہ پڑہنے کا حکم ہوتا اتنے تکلف کی اجازت نہوتی اوس روز سے مجہکو وہ تردد
رفع ہوگیا اور معلوم ہوا کہ جماعت دوم کا مکروہ ہونا ہی ارجح ہی واقلھا اثنان واحدھم الامام ولو ممیزا او ملکا او جنیا فی مسجد او غیرہ اور کمتر جماعت دو آدمی
ہین یعنی ایک مقتدی امام کے ساتہہ اگرچہ مقتدی سمجہدار لڑکا ہو یا فرشتہ ہو یا جن ہو نماز مسجد مین ہو یا غیر مسجد مین اور کمتر جماعت دو آدمیون سے ہونیکی وجہ وہ حدیث ہی جسکو
سیوطی نے جامع صغیر مین روایت کیا ہی کہ دو اور اوس سے زیادہ جماعت ہین اور بحر الرائق مین وجہ عقلی بیان کی ہی کہ جماعت اجتماع سے ماخوذ ہی چونکہ دو مین بہی اجتماع
ہی اسلئے جماعت بہی پائی جاویگی اور یہہ حکم اور فرضون مین ہے سوای جمعہ کے کیونکہ جمعہ مین امام کے سوا تین آدمی لائق امام ہونیکے مقتدی ہونے چاہئین کذا فی الشامی قال
تصح امامۃ الجنی انسیا ۱۲ اور صحیح ہی امام ہونا جن کا کذا فی الاشباہ اسلئے کہ جن بہی مکلف ہی اور فرشتہ کی امامت درست نہین کیونکہ فرشتہ مکلف نہونیکی جہت سے
نفل پڑہیگا اور فرض پڑہنے والیکا اقتدا نفل پڑہنے والیکے پیچہے درست نہین اور حضرت جبریل علیہ السلام کا امام ہونا اوقات کی تعلیم کیلئے مخصوص تہا اور یہہ بہی
احتمال ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس نماز کا اعادہ فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا وبہ جزم فی التحفۃ و
غیرھا قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب اور بعضون نے کہا کہ جماعت واجب ہے اور اسی قول پر ہین اکثر ہمارے علما اور اسی کا یقین کیا ہی تحفہ وغیرہا مین بحر الرائق
مین کہا کہ یہی روایت وجوب کی قوی ہے اہل مذہب کے نزدیک طحطاوی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ یہی قول سب مین ٹہیک اور قوی تر ہی اور اسی لئے اجناس مین کہا ہی کہ
جو کوئی جماعت کو حقارت کے باعث چہوڑ دے تو اوسکی گواہی مقبول نہین اور بعضون کے نزدیک جماعت فرض کفایہ یا فرض عین ہے فتسن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثم
بترکھا مرۃ علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوۃ بالجماعۃ من غیر حرج پہر جماعت سنت ہو یا واجب ہے مردون عاقل اور بالغ آزاد
اور جماعت کی نماز پر بدون کسی دقت کے قدرت رکہنے والون پر شامی نے کہا کہ واجب اور سنت ہونے کا ثمرہ اوس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ اگر جماعت کو اکیلا چہوڑیگا تو وجوب کے

قول پر گنہگار ہوگا اور مسنون ہونیکے قول پر گناہگار نہوگا جامع الرموز میں ہے مراد عذر شرعی ہے جو مانع حضور جماعت ہو جیسے مرض یا بہت بڈھا ہونا وغیرہ اور امداد الفتاح
میں ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے جماعت میں حاضر نہوا اگر اسکی نیت میں تھا کہ عذر نہوتا تو حاضر ہوتا تو اسکو جماعت کا ثواب ملیگا کذا فی الشامی (ولو فاتته ندب
طلبها في مسجد آخر الا المسجد الحرام ونحوه) اور اگر نمازی کو مسجد محلہ میں جماعت نملی تو مستحب ہے کہ جماعت کی تلاش دوسری مسجد میں کرے مگر مسجد حرام اور
اوس جیسی دوسری مسجدیں ان میں اگر جماعت نملی تو تلاش جماعت کی مستحب نہیں اسلئے کہ ان مسجدونمیں جماعت کی نماز سے اونکی مسجدونمیں نماز پڑھنی زیادہ ثواب رکھتی ہے
بسبب حدیث ابن ماجہ کے جو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا ایک نماز کا ثواب ہے اور مسجد محلہ میں
پڑھنا پچیس نمازون کا ثواب ہے اور مسجد جامع میں پانسو کا اور بیت المقدس میں پانچ ہزار کا اور میری اس مسجد مدینہ میں پچاس ہزار کا اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کا
ثواب ہے کذا فی الحلبی (فلا تجب على مريض ومقعد وزمن ومقطوع يد ورجل من خلاف) او رجل فقط ذكره الحدادي (ومفلوج وشيخ كبير عاجز
واعمى وان وجد قائدا) جماعت واجب نہ ہوگی اس سے یہ نکلا کہ واجب نہیں بیمار اور اپاہج اور مدت کے بیمار پر اور اوسپر جسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون مخالف جانب
کٹا ہو یا فقط ایک پانو ہی کٹا ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے اور واجب نہیں فالج زدہ اور بہت بوڑھے چلنے پھرنے سے عاجز پر اور واجب نہیں اندھے پر اگرچہ کوئی
ہاتھ پکڑ کر لیجانے والا موجود ہو اور یہی حال ہے عاجز کا اگر اوسکے پاس سواری موجود ہو تو اوسپر بھی جماعت واجب نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جماعت بالاتفاق
ایسے اندھے اور عاجز پر واجب نہیں جنکا پہنچانیوالا میسر ہو اور حضرت امام کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے کذا فی الشامی (ولا على من حال بينه
وبينها مطر وطين وبرد شديد وظلمة كذلك) اور نہ واجب ہے جماعت اوس شخص پر جس میں اور جماعت میں مینہ اور کیچڑ اور شدت کا جاڑا اور سخت اندھیرا
حائل ہوا ہو یعنی مانع ہو ظاہر مراد یہ ہے کہ مینہ اور کیچڑ کثرت سے ہو تو جماعت واجب نہیں اور اسیطرح جاڑا اگر سخت ہو تو مانع ہوگا اور اندھیرے کا سخت ہونا اسطرح
کہ رستہ نسوجھے (وريح ليلا لا نهارا وخوف على ماله او من غريم او ظالم او مدافعة احد الاخبثين) اور آندھی رات کو تو مانع ہے نہ دن میں یا حائل ہو خوف
اپنے مال پر چور وغیرہ سے یا خوف ہو قرضدار یا کسی ظالم سے یا مانع ہو دبانا دو پلید چیزون کا یعنی بول و براز کا اسیطرح سے بند رکہنا گوز کا کذا فی الشامی (وارادة سفر واقامة
مريض وحضور طعام تتوقه نفسه ذكره الحدادي) اور مانع حضور جماعت ہے ارادہ سفر کا یعنی خوف قافلہ کے چلے جانیکا بشرط شرکت جماعت کے اور مریض کی خبر
گیری یعنی جس صورت میں کہ مریض کو اوسکے چلے جانے سے ایذا ہو اور سامنے آ کہانیکا کہ جسکی طرف نمازی کا نفس مشتاق ہو ذکر کیا ہے اسکو حدادی نے (وكذا اشتغاله بالفقه لا بغيره
كذا جزم به الباقاني تبعا للبهنسي اي الا اذا واظب تكاسلا فلا يعذر ويعزر ولو باخذ المال) يعني بحبسه عنه مدة اور اسیطرح مانع وجوب جماعت ہے
مشغول ہونا نمازی کا فقہ میں نہ غیر فقہ میں ایسا ہی یقین کیا ہے اسکو باقانی نے بہ تبعیت بہنسی کے یعنی بجز اوس صورت کے کہ اگر فقہ کی مشغولی میں ترک جماعت پر مواظبت کریگا
کسل کی راہ سے تو معذور نہ متصور ہوگا اور تعزیر دیا جائیگا اگرچہ سزا مال کے لینے سے ہو یعنی اوسکے مال کو چند روز اوس سے روک دیا جاوے ہم فقہ سے مراد مسائل فرض
دین کے سیکھنے میں اور مشغول ہونا عام ہے کہ سیکھنے سے ہو یا سکھانے سے یا تصنیف کرنے سے طحطاوی نے کہا کہ مال کے ضبط کرنیکی سزا قول ضعیف ہے چنانچہ باب التعزیر میں مذکور ہوگا (و
لا تقبل شهادته الا بتاويل بدعة من الامام او عدم مراعاته) اور قبول نکیجاوے گواہی جماعت کی ترک کرنیوالے کی مگر بسبب تاویل بدعت امام کے یا نہ رعایت کرنے امام کے
ہم یعنی اگر ترک جماعت کا عذر یہ بیان کرے کہ امام بدعتی ہے اسلئے جماعت میں حاضر نہیں ہوتا یا امام رعایت مذہب مقتدی کی نہیں کرتا اون امور میں جو موجب نماز کے باطل ہونے
کے ہیں تو ان عذرون سے گواہی مقبول ہوگی (والاحق بالامامة تقديما بل نصبا مجمع الانهر الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش
الظاهرة وحفظه قدر فرض وقيل واجب وقيل سنة) اور زیادہ مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ کو امام مقرر کرنے میں کذا فی مجمع الانہر وہ شخص ہے جو احکام نماز
کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو یعنی اور علوم میں فاضل ہو یا نہیں نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو بشرطیکہ اوسکے بچنے کے ظاہری گناہون سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرض
نماز کے اور بقول بعض بقدر واجب اور بعض نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہون سے بچنے کے شاید یہ معنی ہوں کہ امام کے دین پر کوئی طعنہ نکرتا
ہو اور مقدار فرض کا یاد کرنا تو کافی کا ہے اور مقدار واجب کا یاد کرنا بحر الرائق میں بطور بحث مذکور ہے اور زیلعی نے بقدر سنت کو کہا ہے اور یہی مبسوط اور فتح القدیر
میں ہے اور یہی ظاہر ہے اسلئے کہ جو بات امام کے اوپر ہونیکی ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب ہے (ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة ثم الاورع اي الاكثر

[illegible] ... مستحق امامت کا وہ ہی جو سنت اور قراءت کی ... میں زیادہ ... [illegible]

[illegible] ... اور ... اور رشد ... [illegible]

... کہ قراءت کی ... مسئلہ ... میں ہوتی ہی اور علم کا احتیاج سب رکنون میں ... [illegible]

... اور ... علم پر ... کو ادا ... کہتے ہیں جسکی علت اور ... ہو ثم الاسن ای الاقدم اسلاما

... پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہی یعنی جو اسلام میں پیشتر ہو پس مقدم کیا جاوی جوان اوس بوڑہی پر کہ چند روز سی مسلمان ہوا ہو وقالوا ...

... ذکرہ فی البحر عن ... وعلیہ یقاس سائر الخصال فیقال یقدم اقدمهم علما ونحوہ وحینئذ قلما یحتاج الی القرعۃ اور بہر سے کہا ہی کہ

مقدم کیا جاوی وہ شخص جو پیشتر ہو ورع میں یعنی جسکا ورع بیت دونون کا ہو وہ اوسپر مقدم ہی جسکا ورع کم مدت کا ہی اور نہر الفائق میں زاد الفقیر سے منقول ہی کہ ورع

... انہین صفتون کا قیاس ہوگا یعنی یون کہا جائیگا کہ مقدم کیا جاوی وہ جسکا علم سب سے پیشتر ہو اور مثل اوسکی یعنی مثلا جسکو فن قراءت مدت سے آتا ہو وہ اوس سے مقدم

ہی جسکو چند روز سے آتا ہی اور اوس وقت میں یعنی جبکہ ہر خصلت کے پیشتر ہونیکا لحاظ کیا جاوی تو قرعہ ڈالنی کی احتیاج کمتر ہوگی ... مصنف نے جو بیان کیا ہی کہ اگر سب مستحق امامت

سب خصلتون میں برابر ہون تو اون میں قرعہ ڈالا جاوی شارح کہتا ہی کہ جب اس میں لحاظ پیشتر ہونیکا کیا جاوی تو اب ضرورت قرعہ ڈالنی کی کم ہوگی کیونکہ ایسا بہت کم ہوگا

کہ چند آدمیون میں ورع اور علم اور قراءت ایک ہی مدت سی ہوئی ہون ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس پہر مستحق امامت وہ ہی جو ... خلق زیادہ

ہو شارح نے کہا کہ خلق بضم خا ... لوگون سے ملنساری کو کہتے ہین ثم الاحسن وجها ای اکثرهم تہجدا پہر زیادہ خوبصورت یعنی لوگون میں زیادہ تہجد گذار ... شارح

... نے حسن وجہ کی اصلی کہ کثرت تہجد کو خوبصورتی لازم ہی کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شب کو زیادہ نماز پڑہیگا دن کو اوسکا چہرہ حسین ہوگا صاحب بدائع نے کہا ...

کی کچہ حاجت نہین خوبصورتی ظاہری کی مراد لینی چاہئی کہ خوبصورت کی امامت سبب ہے جماعت کی کثرت کا کذا فی الشامی زاد فی الزاد ثم اصبحهم ای اسمحهم وجها

... الفقیر میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ پہر سب میں کا زیادہ صبیح یعنی چہرہ میں زیادہ بشاش مستحق ہی صبیح مشتق ہی سماحت سی سماحت کے معنی یہ ہین کہ جس ... کشادہ

پیشانی اور ہنس مکہہ ... تو یہہ بات حسن ظاہری سی علاوہ ہے گر خوش خلقی میں ... اور اس میں ظاہرا کچہ فرق نہین معلوم ہوتا ثم اکرمهم حسبا پہر مستحق وہ ہی جو سب میں زیادہ

ہو حسب کی روسے ... بعض نسخون میں ... کے ساتھ ہے گر چونکہ پہلا ذکر پیشتر ہو چکا ... موحدہ کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہی قاموس میں ہے کہ حسب ...

... آبا یا مال یا دین یا کرم وغیرہ کے سبب سے شمار کرے ثم الاشرف نسبا پہر وہ مستحق ہی جو خاندان میں یا شریف ہو مثلا سید مقدم ہی اور لوگون پر زاد فی

البرہان ثم الاحسن صوتا برہان میں یہہ زیادہ کیا ہی کہ پہر جسکی آواز زیادہ اچہی ہو یعنی اگر صفات گذشتہ میں برابری ہو تو خوش آواز مقدم کیا جاویگا قال

فی الاشباہ قبیل ثمن المثل ثم الاحسن زوجة اور اشباہ میں تہوڑا سا پہلے ثمن مثل کے بیان کیا ہی پہر مستحق وہ ہی جسکی بی بی زیادہ اچہی ہو ...

... مضمون محبت اور عفت کا زیادہ ہوگا اور یہہ مشہور مین ہی کہ لوگون میں اس امر کی شہرت ہو ورنہ یہہ مطلب نہین کہ ... صفات

... ہر شخص اپنی بی بی کے اوصاف بیان کرے کذا فی الشامی ثم الاکثر مالا ثم الاکثر جاها پہر وہ مستحق ہی جو زیادہ ہو مال میں ... مال حلال ...

... زیادہ ہو اور اگر مال حرام ہوگا تو وہ شخص فاسق ہوگا کذا فی الطحطاوی پہر وہ جو زیادہ ہو جاہ میں یعنی لوگون کی ... میں اوسکی جگہ زیادہ ہو ثم الانظف

ثوبا ... زیادہ ستہری ہون اسلیے کہ یہہ امر بہی موجب کثرت جماعت ہی ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا پہر جسکا سر بڑا ہو اور دوسرے عضو چہوٹے ہون

... اور ... کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی مگر کانی سر کی ... ہو ... کذا فی الطحطاوی ثم المقیم علی المسافر

پہر مقدم کیا جاوی مقیم مسافر پر طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ مشہور میں ہی کہ مقتدی ... ہون یا ... مسافر سب ... ہون اور جس صورت مین کہ ...

... ایک مقیم ہو تو ... مقیم کی ظاہر نہین اور شامی نے بحر الرائق سے نقل کیا کہ مقیم اور مسافر دونون برابر ہین ...

... ثم الحر الاصلی علی العتیق پہر مقدم کیا جاوی آزاد اصلی اوس شخص پر جو غلام ہو کر آزاد ہوا ہو یعنی اگر اور صفات میں وہ شخص ... برابر ہو ...

... زیادہ ... ہی تو ... اصلی مقدم ہوگا ... کہ غلام ... [illegible]

عن مُحدِثٍ عَلى المُتَيَمِّمِ عن جَنابةٍ پھر مقدم کیا جاوے وہ جسنے حدث سے تیمم کیا ہو اوس شخص پر جسنے جنابت سے تیمم کیا ہو اسلئے کہ حدث خفیف ہے بہ نسبت
جنابت کے **فائدہ** ایک تمام کی بات ہے لا يتقدم احد في التزاحم الا بمرجح جب چند شخص کسی امر شرعی یا عادی مین ایک دوسرے سے مزاحم ہون تو کسیکو بدون
مرجح مقدم نکیا جاوے ومنه السبق الى الدرس والافتاء والدعوى اور اسباب ترجیح مین سے ہے پیشتر آنا پڑھنے کے لئے یا فتوی لینے کو یا قاضی کے سامنے دعوی بیان کرنیکو
مثلا یعنی دو طالب علم ایک استاد سے پڑھتے ہین تو اول اوسکو پڑھا دے جو پیشتر آیا ہو اسیطرح مفتی کے یہان فتوی پوچھنے والون مین تقدیم اوسکی ہو جو پہلے آوے شامی نے
کہا کہ بہتر یہ تھا کہ افتاء کی جگہ استفتاء ہوتا چنانچہ مترجم نے ترجمہ مین معنی استفتاء ہی کے لئے ہین فان استووا في المجئ اقرع بينهم انتهى كلام الاشباه پھر اگر آنے مین برابر
ہون یعنی سب ایک ساتھ آئے ہون تو اون مین قرعہ ڈالا جاوے جسکا نام پیشتر نکلے اوسیکو مقدم کیا جاوے تمام ہوا کلام اشباہ کا وفي الفصل الثاني والثلثين من
حظر التاتارخانية وفي طلبة العلم يقدم السابق فان اختلفوا وثمه بينة فبها والا اقرع بينهم كما في الحرقى والغرقى اذا لم يعرف الاول قد
يجعل كانهم ماتوا معا اور بتیسوین فصل کتاب الحظر تاتارخانیہ مین مذکور ہے کہ طالب علمون کے سبق مین مقدم کیا جاوے پیشتر آنیوالا یعنی اگر وے سب ایک دوسرے کے بعد آئے ہون
اور وہان کچھ دلیل پیشتر آنیکی ہو تو اوسی پر عمل ہوگا ورنہ قرعہ ڈال لیا جائیگا جیسے سب کے ایک ساتھ آنے مین قرعہ ڈالا جاتا ہے چنانچہ ایک ساتھ جلنے والون
اور ڈوبنے والون مین جب اول نہین معلوم ہوتا اور یہ ٹہرا لیا جاتا ہے کہ گویا وے سب ساتھ ہی مرے ہین تمام ہوا قول تاتارخانیہ کا اور تشبیہ جلنے والون اور ڈوبنے
والون کی صرف اسمین ہے کہ در صورت نہ معلوم ہونے ترتیب کے ایسا کیا جاتا ہے کہ سب ایک ساتھ ہین اور قرعہ ڈالنے مین تشبیہ نہین اسلئے کہ جلنے اور ڈوبنے والون مین قرعہ
نہین ہوتا كذا في الشامي وفي محاسن القراء لابن وهبان وقيل ان لم يكن للشيخ معلوم جاز ان يقدم من شاء واكثر مشائخنا على تقديم الاسبق
واول من سنه ابن كثير اور ابن وہبان کی محاسن القراء مین ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ اگر استاد کو طالب علمون کے آنیکا حال معلوم نہو تو جائز ہے کہ جسکو چاہے
مقدم کرے اور ہمارے اکثر مشائخ پیشتر آنیوالے کی تقدیم پر ہین اور اول جسنے یہ طریقہ مقرر کیا ابن کثیر ہے مرشنبہی نے جوہر العقدین مین یہ روایت کی ہے کہ ایک
انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کچھ پوچھنے آیا اور ایک آدمی ثقیف کی قوم کا اوسکے بعد آیا آپ نے فرمایا کہ انصاری تجھ سے پہلے سوال کرنے آیا ہے
تو اسکی حاجت روا ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تعلیم فرمایا اور ابن کثیر نے اس مین متابعت اوسکی اختیار کی كذا في الشامي فان استووا
يقرع بين المستويين او الخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبر اكثرهم پس اگر مستحقین امامت برابر ہون یعنی کسی مین وجہ زیادتی اور ترجیح کی موجود نہو
تو برابر صفات والون مین قرعہ ڈالا جاوے یا مقتدیون کو اختیار ہے کہ جسکو چاہین امام بنائین پھر اگر اختیار مین مقتدی مختلف ہون کچھ کسیکو چاہین کچھ دوسرے کو تو اعتبار
اونکے اکثر کا ہے یعنی جس امام کو بہت مقتدی پسند کرین وہی امامت کرے ولو قدموا غير الاولى اساءوا بلا اثم اور اگر مقتدی اوسکے سوا دوسرے کو پیش امام
کر دینگے تو برا کرینگے بدون گناہ کے یعنی ترک سنت کی وجہ سے برا کرینگے اور گنہگار نہونگے واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولى
بالامامة من غيره مطلقا الا ان يكون معه سلطان او قاض فيقدم عليه لعموم ولايتهما وصرح الحدادي بتقديم الوالي على الراتب اور جان کہ
گھر کا مالک امامت کے واسطے بہتر ہے دوسرے لوگون سے ہر حال مین یعنی گو دوسرا اس سے عالم اور زیادہ قاری ہو تب بھی مالک مکان افضل ہے اور مالک کی مانند ہے
امام معین مسجد کا یعنی وہ بھی اپنے غیر سے بہتر ہے اگرچہ غیر اوس سے صفات گذشتہ مین فائق ہو مگر اوس صورت مین کہ ہووے مالک یا امام معین کے ساتھ بادشاہ یا
قاضی کہ بادشاہ یا قاضی مالک وغیرہ پر مقدم ہوگا بسبب عام ہونے ولایت اور تصرف بادشاہ اور قاضی کے تصریح کی ہے حدادی نے والی کے مقدم کرنیکی امام معین پر
والمستعير والمستاجر احق من المالك نهر اور مکان کا عاریت لینے والا اور کرایہ دار زیادہ حقدار ہین بہ نسبت مالک کے اور یہ جو کہ پیشتر گذری شامی نے
کہا کہ شارح کو لفظ عام کہنا مناسب تھا کیونکہ اوپر عموم ولایت کا ذکر ہے حالانکہ مستعیر اور کرایہ دار کی ولایت عام نہین تو یون کہنا چاہئے تھا لان الولاية لهما في هذا المكان
دون المالك یعنی اس وقت انھی دونون کا تصرف ہے نہ مالک کا ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه
كره له ذلك تحريما لحديث ابي داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون وان هو احق لا والكراهة عليهم اور اگر کوئی شخص
ایک قوم کا امام ہوا اور وہ لوگ اسکو برا جانتے ہین تو اگر اونکی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کے لئے ہے یا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام کے زیادہ مستحق امامت کے ہین

الائمۃ شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے بسبب حدیث ابی داؤد کے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہیں قبول کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اوس سے
نفرت رکھیں اور اگر امام مذکور زیادہ حقدار امام ہونے کا ہو تو اوسکے حق مین امام ہونا مکروہ نہین اور مقتدیون کو اوس سے نفرت کرنا مکروہ ہے دیکھو
تنزیہا لامامۃ عبدٍ ولو معتقا قہستانی عن الخلاصۃ ولعلہ لما قدمناہ من تقدم الحر الاصلی اذ الکراہۃ تنزیہیۃ فتنبہ اور مکروہ تنزیہی ہے
امام ہونا غلام کا اگرچہ آزاد ہو گیا ہو کذا فی القہستانی عن الخلاصہ اور شاید کہ اسکی وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین یعنی حر اصلی کا مقدم ہونا آزاد شدہ پر اولے
ہے کیونکہ کراہت اس مسئلہ مین تنزیہی ہے اور وہ ترک اولے سے ہوا کرتی ہے پس خبردار ہو جا ایک نسخہ مین لعلہ لما قدمناہ کی جگہہ والعلۃ ما قدمناہ ہے یعنی وجہ اسکی
وہی ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہین واعرابی ومثلہ ترکمان واکراد وعامی اور مکروہ ہے امامت بدوی کی اور مثل بدوی کے قوم ترکمان اور کرد اور جاہل آدمی ہین
یعنی ان سب کی امامت مکروہ ہے اور علت کراہت غلبہ جہالت ہے اور لوگون کا تنفر اونکی امامت سے وفاسق واعمی ونحوہ الاعشی نہر اور مکروہ ہے امامت فاسق اور
اندھے کی اور مثل اندھے کی ہے وہ شخص جسکو رات اور دن مین کم سوجھتا ہو کذا فی النہر اندھے کی امامت کی کراہت بوجہ نہ بچنے نجاست کے ہے صاحب نہر الفائق نے
بحث کی راہ سے کہا کہ اس امر مین کم سوجھ آدمی بھی ایسا ہی ہے الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فہو اولی مگر یہہ کہ ہووے ہر واحد سابق کے شخصون سے سوا
فاسق کے زیادہ عالم قوم کا تو اس صورت مین اوسکا امام ہونا اولے ہے مؤلف نے فاسق کا استثنا نہ کیا کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اوسکی امامت خالی کراہت سے نہین کیونکہ امامت
مین اسکی تعظیم ہے حالانکہ شرعا مقتدیون پر اوسکی اہانت واجب ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے اور اندھے کی
امامت مین ہر چند عالم ہو سو علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اوسمین نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی ابن ام مکتوم اور عتبان باوجود نابینا
ہونے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو مدینہ منورہ مین اپنا نائب کیا تہا نماز پڑہانے کو کیونکہ مردون مین اون سے زیادہ لائق موجود نہ تہا کذا فی [illegible]
ومبتدع ای صاحب بدعۃ وہی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ اور مکروہ ہے امامت مبتدع یعنی بدعت والے کی اور بدعت
اعتقاد کرنا ہے خلاف اوس بات کے جو مشہور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بروجہ عناد کیونکہ بروجہ عناد اعتقاد مخالف کا کرنا قطعا کفر ہے بلکہ اعتقاد ہو کسی قسم کے
شبہہ سے ہم شمنی نے تعریف بدعت کی یہہ کی ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہہ یا استحسان سے پیدا ہو مخالف اوس حق کے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے خواہ وہ حق بات
علم ہو یا عمل یا حال اور اوس چیز کو دین اور صراط مستقیم ٹہرا لیا ہو اس تعریف مین بدعت صرف اعتقاد کا نام نہین جیسا شارح کی تعریف سے مفہوم ہوتا ہے وکل من کان
من قبلتنا لا یکفر بہا حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا وسب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وینکرون صفاتہ تعالی وجواز
رؤیتہ لکونہ عن تاویل وشبہۃ اور جتنے لوگ کہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑہتے ہین وہ بدعت سے کافر نہین ہوتے یہان تک کہ فرقہ خارجیون کا بھی کافر نہین جو ہماری جان اور
مال حلال جانتے ہین اور گالی دینا اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روا سمجہتے ہین اور اللہ تعالی کی صفات کا انکار اور اسکے دیدار کے جواز کے منکر ہین یہہ لوگ کافر نہین بسبب انکے اعتقاد
تاویل اور شبہہ سے ہم تاویل سے یہی معنی بنا لینے سے یعنی ان کا اعتقاد اس سبب سے بگڑا کہ معانی نص کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا جو معانی سلف صالحین سے مروی نہ اونکی
پابندی نہ ہوئی طحطاوی نے کہا کہ انکار صفات الہی مذہب معتزلہ کا ہے نہ خارجیون کا ہان اگر خارجی سے وہ مراد ہو جو طریقہ اہل سنت سے خارج ہو تو شارح کا قول اونکو انکار
صفات الہی کا درست ہوگا بدلیل قبول شہادتہم الا الخطابیۃ خارجی کافر نہین بدلیل مقبول ہونے اونکی گواہی کے یعنی اگر کافر ہوتے تو کافر کی گواہی
مسلمان پر مقبول نہین اونکی بھی نہوتی حالانکہ اونکی گواہی مقبول ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہین لیکن بدعتی ہین بجز فرقہ خطابیہ کے کہ اونکی گواہی مقبول نہین
طحطاوی نے کہا کہ وجہ اونکی گواہی مقبول نہونیکی یہہ نہین کہ وہ کافر ہین بلکہ یہہ وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتہہ والون کیلیے جہوٹی گواہی دینے کو دین سمجہتے ہین وقد حققنا
من کفرہم اور ہم حنفیون مین بعض السیر مین جو خارجیون یعنی بدعتیون کو کافر کہتے ہین ہم شامی نے کہا کہ معتمد اسکے خلاف ہے جیسا کہ بحر الرائق مین خلاصہ سے بعض
فروع السیر ذکر کیے ہین جن سے بدعتیون کا کفر پایا جاتا ہے مگر اوسکے بعد کہا کہ مذہب معتمد یہہ ہے کہ اہل قبلہ مین سے کسیکو کافر نہ کہا جاوے وان انکر بعض ما علم من الدین
ضرورۃ کفر بہا کقولہ ان اللہ تعالی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ اور اگر بدعتی منکر ہو کسی ایسی بات کا
جو دین مین ضروری جانی گئی ہے تو وہ اوس بدعت سے کافر ہو جاویگا مثلا اوسکا یہہ کہنا کہ اللہ تعالی جسم ہے مانند اور جسمون کے اور انکار کرنا صحبت حضرت صدیق کا

صحبت کا یعنی جس کا جز قرآن مجید میں ہے (اذ یقول لصاحبه لا تحزن) کذا فی الطیبی اور ایسے ہی مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے …
… اکثر علما اور مکروہ ہے امامت ولد الزنا کی کیونکہ اکثر کو لوگ پڑھنے سے غفلت ہوتی ہے فان وجد غیرهم والا فلا کراهة … کہ جماعت پڑھنا افضل ہے
کی امامت کا درست ہے کہ ادن کے سوا اور دوسرا امام ادن سے بہتر موجود ہو اور اگر ادن سے بہتر کوئی اور وہان نہین تو کراہت بھی نہین ایسا ہی لکھا ہے بحر الرائق میں لیکن
… وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة اور نہر الفائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر نماز پڑھے پیچھے فاسق یا بدعتی کے تو جماعت
کا ثواب پاویگا مگر اس سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے انکے پیچھے پڑھنا بہتر ہے کذا فی الشامی وکذا تکره خلف امرد و سفیه اور اسیطرح مکروہ ہے نماز پیچھے
امرد کے اور پیچھے کم عقل کے … شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ امرد سے مراد وہ صبیح ہے کہ محل فتنہ ہوتا ہے اور جب سب مین زیادہ عالم وہی ہو اور خوف شہوت یا لوگون
کی نفرت کا نہو تو نماز بلا کراہت صحیح ہے اور سفیہ اسکو کہتے ہین جو تصرف بمقتضای شرع یا عقل کے نہ کر سکتا ہو ومفلوج و ابرص شاع برصه اور
مکروہ ہے نماز پیچھے فالج زدہ اور برص والے کے جس کا برص پھیل گیا ہو مرض برص ایک مرض ہے کہ بدن پر اسکے مخالف رنگ کے داغ سفید یا سیاہ ہو جاتے ہین اور بعضے
… و شارب الخمر و آکل الربوا و نمام و مراءٍ و متصنع اور مکروہ ہے نماز پیچھے شرابخوار اور سود کھانیوالے اور چغلخور اور ریاکار اور تکلف والے کے شامی
نے حلبی سے نقل کیا کہ یہ پانچون فاسق مین لگئے انکو علیحدہ لکھنا تکرار بفائدہ ہے اور فرق ریاکار اور متکلف مین یہ ہے کہ ریاکار وہ ہے جو … لوگون کی خاطر عمل
خواہ طاعت کو اچھی طرح ادا کرے یا نہین اور متکلف وہ ہے کہ عبادت اور تکلف سے طاعت کو اچھی طرح ادا کرے تو متکلف خاص ہے بنسبت ریاکار کے و من ام بالاجر
قهستانی اور مکروہ ہے نماز اس کے پیچھے جو امامت کرے مزدوری لیکر کذا فی القهستانی … یہ مسئلہ متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے کہ طاعتون پر اجرت لینا باطل ہے اور مفتی بہ متاخرین
کے نزدیک یہ ہے کہ تعلیم قرآن اور اذان اور امامت پر اجرت لینا درست ہے ضرورت کی وجہ سے کیونکہ مفت یہ امور کوئی نہین کرتا تو اگر ان پر اجرت لینی
ناجائز کہا جاوے تو یہ باتین یکقلم موقوف ہو جائین زاد ابن ملك و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح
وان شك کره ابن ملک نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مکروہ ہے نماز پیچھے مخالف مذہب مثلاً شافعی کے لیکن بحر الرائق میں وتر کی بحث مین یہ تفصیل ہے کہ اگر مقتدی یقین کرے
مراعات امام کا یعنی یہ جانے کہ فروض مین جو شرطین اور رکن مقتدی کے اعتقاد مین ہین امام ادنکی رعایت کریگا تو اقتدا مکروہ نہوگا یا عدم مراعات کا یقین کرے
تو اقتدا صحیح نہوگا اور اگر شک کرے گا مراعات اور عدم مراعات مین تو اس صورت مین اقتدا مکروہ ہوگا اور ملا علی قاری نے اپنے رسالہ الاهتدا فی الاقتدا مین کہا کہ
ہمارے اکثر علما کا مذہب یہ ہے کہ اقتدا حنفی کا مثلاً شافعی کے پیچھے جائز ہے بشرطیکہ شافعی خلاف کی جگہون مین احتیاط کرے یعنی فصد اور نکسیر کے بعد مثلاً وضو کرلے اور اگر
احتیاط نکرے تو اقتدا درست نہوگا حاصل یہ کہ رعایت کرنے والے کے پیچھے بلا کراہت درست ہے ورنہ مکروہ ہے شامی نے کہا کہ تفصیل بحر الرائق کی معتمد ہے
کہ محققین کا میلان اسیطرف ہے اور قواعد مذہب بھی ایسے شاہد ہین و یکره تحریما تطویل الصلوة علی القوم زائدا علی قدر السنة فی قراءة و اذکار
رضی القوم او لا لاطلاق الامر بالتخفیف نهر اور مکروہ تحریمی ہے طول دینا نماز کا قوم پر قراءت اور ذکر وغیرہ مین مقدار سنت سے زیادہ کرکے قوم راضی ہو
یا نہین یہ طول مکروہ ہے بسبب مطلق ہونے امر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کذا فی النهر … ہے کہ جب کوئی تم مین سے لوگون کو نماز پڑھاوے تو چاہیے کہ تخفیف کرے
کیونکہ لوگون مین کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہین الحدیث صاحب بحر الرائق نے اس سے یہ نکالا کہ تخفیف کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اسلیے شارح نے ترک تخفیف یعنی
تطویل کو مکروہ تحریمی کہا وفی الشرنبلالیة ظاهر حدیث معاذ انه لا یزید علی صلوة اضعفهم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورة … اور
شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قراءت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقا یعنی اگرچہ قراءت مسنون سے کم ہو اور اسی
واسطے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کے وقت … مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے
عشا کی نماز مین شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین … حضرت معاذ رضی کی بیان کی …
فرمایا کہ تم کیا لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحها اور سبح اسم ربك الاعلی اور اقرأ اور واللیل پڑھا کرو شامی نے کہا کہ … اس حدیث سے
یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی حالت … نکرے گو قدر مسنون سے کم ہو جاوے یہ بات اس سے نہین نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ قدر مسنون کی … پڑھنا …

وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ شمس اور لیل اور ضحی پڑھا کرین جو مثل اسکی سورتین ہین باوجودیکہ قوم معاذ کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب کمال کی تحقیق
کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نکرے مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہین کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ مسنون سے کم ہو جاوے جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہو وقد قرأ
علیه الصلوٰة والسلام بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز مین معوذتین پڑھین جبکہ رونا
ایک بچہ کا سنا ہم نماز فجر مین طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار معوذتین پڑھین سلام کے بعد لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے
اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ مین نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہین اسکی ماں نہ گھبراوے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے
و یکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح فی غیر صلوٰة جنازة لانها لم تشرع مکررة فلو انفردن تفوتهن بفراغ احدٰهن اور مکروہ تحریمی ہے جماعت
صرف عورتون کی اگرچہ نماز تراویح کی جماعت ہو سوائے نماز جنازہ کے کہ نماز جنازہ مین اونکی جماعت مکروہ نہین اسلیئے کہ نماز جنازہ دوبارہ تو مشروع نہین تو اگر تنہا تنہا
پڑھین گی تو ایک عورت کے فارغ ہونے سے باقی عورتون کو نماز فوت ہو جائیگی کہ دوبارہ پڑھنا نماز جنازہ کا مکروہ ہے اسلیئے اونکو جماعت کرنی جنازہ کی نماز مین مکروہ
نہین ہم نماز جنازہ فرض ایک ہی بار ہو دوسری بار پڑھنا نفل مکروہ ہے تو جب ایک عورت تنہا نماز پڑھیگی تو فرض ادا ہو جائیگا باقی عورتین اس سے محروم رہ جائینگی
اسلیئے جماعت سے پڑھنی مین سبکو فضیلت فرض کی فوت نہوگی اور یہ مسئلہ اوس صورت مین ہے کہ جنازہ پر صرف عورتین ہون ولو امّت فیها رجالا لا تعاد لسقوط
الفرض بصلوتها الا اذا استخلفها الامام وخلفه رجال ونساء فتفسد صلوٰة الکل اور اگر نماز جنازہ مین مردون کی امام ہوئی تو نماز دوبارہ نپڑھی جاوے
بسبب ساقط ہونے فرض کے عورت کی نماز سے یعنی مردون کی نماز تو سرے سے منعقد نہین ہوئی تھی تو تنہا امام کی نماز ہوئی اوسی سے فرض ساقط ہو گیا کذا فی الحلبی مگر اوس صورت مین
اعادہ نماز کا چاہیے جبکہ عورت کو امام خلیفہ کرے اور امام کے پیچھے مرد اور عورتین ہون کیونکہ خلیفہ کرنے سے نماز سب کی فاسد ہو جائیگی ہم شیخ محقق نے یہ سبب کی نماز
فاسد ہونیکی یہ بیان کی کہ جب امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا جو لائق امامت نہین تو خود اوسکا مقتدی ہو گیا اسلیئے اوسکی نماز فاسد ہوئی اور اوسکی نماز کے فساد سے سب
مقتدیون کی نماز فاسد ہو گئی فان فعلن تقف الامام وسطهن فلو تقدمت اثمت الا الخنثی فیتقدمهن پھر اگر عورتین باوجود کراہت کے جماعت کرین تو امام
اونکی بیچ مین کھڑی ہو تو اگر آگے بڑھ کر کھڑی ہوگی تو گنہگار ہوگی بجز خنثے کے کہ وہ عورتون سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو۔ بیچ مین ہم لفظ امام مین مذکر و مونث برابر
اور بیچ مین کھڑی ہونے سے یہ مراد ہے کہ صف کے برابر ایسی طرح کھڑی ہو کہ اوسکی ایڑیان صف کی ایڑیون سے آگے نکلی رہین اور خنثے کے آگے بڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ اگر اوسکو
مرد فرض کرین تو عورتون کی برابری سے اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسیوجہ سے کسیکی نماز نہوگی کذا فی الطحطاوی کالعراة فیتوسطهم الامام ویکرہ جماعتهم تحریما
جیسے ننگے آدمی کہ امام اون کے بیچ مین کھڑا ہو اور اونکی جماعت مکروہ تحریمی ہے کذا فی الفتح ہم بیچ مین کھڑی ہونیکی قید سے افادہ کیا کہ تشبیہ ننگون اور عورتون کی
جماعت مین صرف بیچ مین کھڑے ہونیکی ہر وجہ سے نہین کیونکہ ننگون کو بیٹھکر نماز پڑھنا افضل ہے بخلاف عورتون کے کذا فی البحر اور وجہ کراہت جماعت کی غالبا دیکھنا دوسرے
کی برہنگی کا ہو ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوزا لیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا
العجائز المتفانیة اور مکروہ ہے حاضر ہونا عورتون کا جماعت مین اگرچہ حاضر ہونا جمعہ مین اور عید مین اور وعظ مین ہو مطلقا یعنی اگرچہ بوڑھی عورت ہو یا جوان اور رات
مجمع مین حاضر ہو یا دن کو مکروہ ہو مذہب مفتیٰ بہ پر بسبب خرابی زمانہ کے اور مستثنا کیا ہے اس حکم سے کمال نے براہ بحث بوڑھی عورتون فانی کو ہم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وقت مین عورتین جماعت مین حاضر ہوتی تھین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتون کو مسجدون مین جانے سے منع فرمایا عورتون نے اونکی شکایت حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی آپ نے جواب دیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حال معلوم ہوتا جو عمر رض کو معلوم ہوا تو تمکو اجازت مسجد مین جانیکی نہ دیتے اسی سے متاخرین
[illegible] کہ عورتون کا نکلنا جماعتون مین مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی کما تکرہ امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیرہ ولا محرم منه کاخته
او زوجته او امته اما اذا کان معهن واحد ممن ذکر او امهن فی المسجد لا یکرہ جیسا مکروہ ہو امام ہونا مرد کا عورتون کو ایسے گھر مین کہ امام کے سوا
کوئی مرد عورتون کے پاس نہو اور نہ کوئی محرم امام کی عورتون مین ہو مثلا امام کی بہن یا زوجہ یا لونڈی تو اگر عورتون کے ساتھ ان مین سے جن کا ذکر ہوا کوئی ہو یا
مسجد مین کرے تو مکروہ نہوگا کذا فی البحر ہم یعنی مرد اگر عورتون کا امام ہو تو خلوت کے مکان مین نہو یہانتک کہ مسجد مین ہو تو دروازہ مسجد کا کھلا ہوا ہو

ہو اور جماعت گوشہ مسجد مین ہو اور اگر خلوت مین جماعت ہو تو دوسرے مرد یا محرم عورت کا ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی دیقف الواحد محاذیا
مقتدی محاذیا ای مساویا لیمین امامہ علی المذھب اور کہڑا ہو ایک مقتدی گو کہ لڑکا ہو محاذی یعنی برابر امام کے ہوسکے داہنی طرف مذہب حنفی کے
بخلاف اوس قول کے کہ امام محمد سے منقول ہے کہ مقتدی اتنا پیچھے ہٹکر کہڑا ہو کہ اوسکی انگلیان امام کی ایڑی کے پاس ہون شامی نے کہا کہ اگر مقتدی ایک
عورت ہو تو وہ پیچھے امام کے کہڑی ہو شامی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدی کو داہنی طرف کہڑا ہونیکے لیے کہے ولا عبرۃ بالرأس بل بالقدم فلو صغیرا
فالاصح ما لم یتقدم اکثر قدم المؤتم لا تفسد اور اعتبار نہین سر کا یعنی سجدہ کی حالت مین اگر مقتدی کا سر بوجہ دراز قد ہونیکے امام سے آگے نکلے
اعتبار نہین بلکہ قدم کا اعتبار ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ نکلے پہر اگر قدم امام کا چہوٹا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جب تک اکثر قدم مقتدی کا آگے نہ بڑہیگا تو نماز فاسد نہوگی
پیچھون کا بیٹھنا ضرر نہین کرتا فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقا وکذا یکرہ خلفہ علی الاصح لمخالفۃ السنۃ پہر اگر ایک مقتدی اوسکے بائین طرف کہڑا ہو گا
تو مکروہ تنزیہی ہے بالاتفاق اور اسیطرح مکروہ تنزیہی ہے کہڑا ہونا امام کے پیچھے صحیح تر قول مین بسبب مخالفت کرنے طریقہ سنت کے والزائد یقف خلفہ فلو توسط
اثنین کرہ تنزیہا وتحریما لو اکثر اور ایک سے زائد مقتدی کہڑے ہون امام کے پیچھے پس اگر امام دو کے بیچ مین کہڑا ہوگا تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور اگر دو سے زائد کے بیچ مین
کہڑا ہوگا تو مکروہ تحریمی ہوگا شامی نے کہا کہ اس سے مستفاد ہوا کہ صف سے آگے بڑہکر کہڑا ہونا امام کو واجب ہے چنانچہ ہدایہ اور فتح القدیر سے ظاہر ہوتا ہے ولو قام
واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعا اور اگر ایک شخص امام کے برابر کہڑا ہوا اور پیچھے امام کے جماعت ہے تو مکروہ ہے بالاتفاق ہم اگر ایک مقتدی امام کے
برابر کہڑا ہو پہر دوسرا آیا تو بعضون نے کہا کہ امام آگے بڑہ جاوے اور بعضون نے کہا کہ مقتدی اول پیچھے کو ہٹے اور بعضون نے کہا کہ دوسرا مقتدی نیت باندہ کر
پہلے کو ہٹالے اور بے نیت اگر ہٹاویگا تب بہی مضایقہ نہین اور اگر دوسرا مقتدی امام کے بائین جانب کہڑا ہوجاے تو امام دونو کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرے اور یہی
امر بہتر ہے اسلیے کہ امام متبوع ہے نہ تابع اور صف کرنا پیچھے امام کے مقتدیون کا کام ہے امام کا اس لحاظ سے امام کا اوسی جگہہ رہنا بہتر ہے اور اسکی نظیر حدیث مسلم کی حضرت
جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک غزوہ مین مین ہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گیا آپ نماز کو کہڑے ہوئے مین آپکے بائین طرف آکر کہڑا ہوا آپ نے میرا ہاتہہ پکڑکر اپنی طرف کو
گہمالیا اسکے بعد ابن صخر آئے اور آپکے بائین جانب کہڑے ہوئے آپنے اون کے دونو ہاتہہ پکڑے اور ہم دونو کو پیچھے ڈہکیلا یہان تک کہ ہمکو اپنے پیچھے کہڑا کیا کذا فی
الشامی ویصف ای یصفھم الامام بان یامرھم بذلک قال الشمنی وینبغی ان یامرھم بان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبھم اور صف باندہین پیچھے
مقتدیون کی صف کراوے امام اسطرح کہ اونکو حکم کرے صف باندہنے کا شمنی نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ مقتدیون کو امر کرے کہ ایکدوسرے سے ملے رہین اور دو شخصون کے بیچ مین کی جگہہ کو بند کرین اور
اپنے شانون کو برابر رکہین ویقف وسطا اور امام درمیان مین کہڑا ہو یعنی ایسی طرح کہڑا ہو کہ داہنے اور بائین دونو طرف صف مساوی ہو شامی نے مبسوط سے نقل کیا
کہ سنت ہے امام کا کہڑا ہونا محراب مین تاکہ دونو طرفین برابر ہو جاوین اور اگر امام ایکطرف صف کے کہڑا ہوگا تو مکروہ ہوگا اور جب امام کی دونو طرف برابر ہون تو آنے والا مقتدی
داہنی طرف ملے اور اگر صف کے بیچ مین جگہہ چہوٹی ہو تو اوسمین کہڑا ہو جاوے اور اگر صف بہر چکی ہو تو دوسرے مقتدی کا انتظار کرے کہ اوسکے ساتہہ ملکر پیچھے کہڑا ہو اور
اگر اس اثنا مین امام رکوع کرے اور کسی مسئلہ جاننے والے کو صف مین سے کہینچکر اپنے برابر کرلے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو امام کے پیچھے اوسکی سیدہ مین اکیلا کہڑا ہو جاوے
کیونکہ وخیر صفوف الرجال اولھا فی غیر جنازۃ ثم وثم اور بہتر صف مردونکی سب سے پہلی ہے سواے جنازہ کے پہر دوسری تیسری سے بہتر ہے پہر تیسری چوتہی سے اور
علی ھذا القیاس ہم بحر الرائق مین وجہ اولویت صف اول کی یہہ لکہی ہے کہ اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالی جب رحمت جماعت پر نازل فرماتا ہے تو اول امام پر نازل کرتا ہے
وہ رحمت امام کے بعد اوس شخص پر ہوتی ہے جو صف اول مین امام کی سیدہ پر ہو پہر داہنی طرف والون پر پہر بائین طرف والون پر پہر صف دوم پر اسیطرح اور
ایک قید سلیے لگائی کہ جنازہ مین سب سے پچہلی صف بہتر ہے اس لیے کہ منظور جنازہ مین زیادہ ہونا صفون کا ہے تو اگر پہلی بہتر ہو تو آدمیونکی قلت کی صورت مین کوئی پیچھے کہڑا ہونا
پسند نکرے کذا فی الشامی ولو صلی علی دکان المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ اور اگر نماز پڑہی مسجد کے صفہ پر
تو اگر صحن مسجد مین جگہہ تہی تو مکروہ ہوگی جیسے مکروہ ہے کہڑا ہونا نمازی کا اوس صف پیچھے کی صف مین جسمین جگہہ چہوٹی ہوئی ہو ہم بر زرف طاق عمارت کو کہتے ہین
اور اگر کوئی نمازی بلا عذر بلا وجہ صف مین جگہہ ہونیکے کسی طاق پر چڑہکر نماز پڑہیگا تو نماز مکروہ ہوگی اسلیے کہ اسطرح پڑہنے سے صف پوری رہنے سے خلل ہے

اگر کسی کی مدد سے کہڑا ہوا تو شخص پیچہے ہو اسکا ان پر ہوسے آواز سے سب صف صف ہو جائیگا اس مقتدی مین کہ مین صف مین پیچ بیدنیت کرا کر
پیچہے والی کی صف مین جگہہ ہو تو کہڑا ہو جاوے پہر اگلی صف مین کہڑا ہو گیا تو اسکی نماز فاسد نہوگی پہر زیبہ والی صف میں کہڑا ہوتا کرو نہوویسے
شہری اسکی تنفیذ چاہیی کہ حدیث شریف مین جو وعید آیا ہی کہ جو شخص صف کو قطع کرے اوسکو خدا قطع کرے اس کا منشا یہ ہی کہ مکروہ تحریمی ہے کہ ولی نشا یہ علت
وبالکراھۃ ایضا صرح الشافعیۃ نہین کہتا ہون کہ ذریبہ والی صف کے پیچہے کہڑی ہونیکی کراہت کو شافعیون نے بہی صریح کردیا ہی قال السیوطی فی بسط الکف فی
اتمام الصف وھذا الفعل مفوت لفضیلۃ الجماعۃ الذی ھو التضعیف لا لاصل برکۃ الجماعۃ فتضعیفھا غیر برکتھا وبرکتھا ھی عود برکۃ الکامل
منھم علی الناقص انتھی سیوطی شافعی نے اپنی کتاب بسط الکف فی اتمام الصف مین بیان کیا ہی کہ صف مین جگہہ چہوڑنا جماعت کے ثواب کو فوت کرتا ہی ثواب بہو
کئی گنا ہوتا ہے نماز کا اصل برکت جماعت کو فوت نہین کرتا کیونکہ تضعیف دوسری چیز ہے برکت کے سوا اور جماعت کی برکت یہہ ہی کہ نمازیون مین سے کامل شخص کی رحمت
ناقص پر پہونچے انتہی یعنی یہہ جو وارد ہے کہ جماعت کی نماز تنہا پڑہنے سے پچیس یا ستائیس گنی زیادہ ہی فرجہ چہوڑنے سے یہہ ثواب نہین ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی
جو کامل شخص ہین اخلاص کے سبب سے رحمت نازل ہوتی ہی اوسمین حاضرین شریک ہوجاتی ہین کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ صفیون کے نزدیک تضعیف بہی ملتی ہی اگر اوا
کرسا ہتہ ولو وجد فرجۃ فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرھم اور اگر نمازی اول صف مین فرجہ پاوے نہ دوسری مین تو اوسکو جائز ہی چیرنا دوسری
صف کا بسبب قصور کرنے دوسری صف والون کے ہم یعنی جب کوئی شخص نماز مین داخل ہونا چاہی اور اگلی صفون مین جگہہ دیکہے تو پچہلی صف والون کے سامنے کو یا اون کو
چیر کر اوس جگہہ مین جا کہڑا ہو کیونکہ پچہلی صف والون کا قصور ہی کہ اونہون نے جگہہ کو نہ بہرا اسلیے اونکو چیرنا یا اونکی نماز کے آگے کو گذرنا کچہہ مضائقہ نہین اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے
کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکہے تو اوسکو خود بند کردے اور اگر نہ بند کرے تو دوسرا شخص اوسکی گردن پر ہوکر چلا جاوے کہ اوسکی کچہہ تعظیم نہین ہی اخرجہ فی الفردوس عن ابن عباس و
فی الحدیث من سد فرجۃ غفر له اور حدیث مین ہی کہ جو شخص فرجہ بند کرے اسکی مغفرت ہوگی وفیہ خیارکم الینکم مناکب فی الصلوۃ اور صحیح ہوا ہی یعنی حدیث صحیح
آیا ہی کہ تم مین سے بہتر وہ ہین جو نماز مین یا دہنے شانہ ہون یعنی اگر کوئی صف مین داخل ہونیکو لیے اونکے شانہ پر ہاتہہ رکہے تو وہ شانہ کو نرم کردین اور اوسکو جگہہ دیدین وبھذا یعلم
جھل من یتمسک عند دخول داخل بجنبہ فی الصف ویظن انه ریاء کما بسط فی البحر اور اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتی ہی جہالت اوس شخص کی جو رکہ جب
کوئی صف مین داخل ہونیوالا اسکی برابر آنا چاہی اور گمان کرتا ہی کہ دوسری کو جگہہ دینی نمود کی بات ہی جیسا شرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا
ہی کہ ریا کا گمان ہلیے ہی کہ نمازی دوسرے کے لیے حرکت کرتا ہی حالانکہ یہہ بات نہین بلکہ دوسرے کو جماعت کی فضیلت ملنے پر مدد دیتا ہی اور فرجہ کے بند کرنیکے حکم کی تعمیل کرتا ہی
لکن نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ وغیرھا ما یخالفه لیکن مصنف اور دوسرے لوگون نے قنیہ اور اور کتابون سے وہ مضمون نقل کیا ہی جو مخالف نقل بحر الرائق کے
ہی ہم یعنی مصنف وغیرہ نے بہ نسبت صاحب قنیہ لکہا ہی کہ اگر کسی شخص نے صف کے آدمیکو ہٹایا اور وہ اوسکے لیے جگہہ دینے کو ہٹگیا تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ وہ گویا
نماز مین خارج شخص کا کہنا مانا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اس استدراک کا ذکر نکرنا بہتر تہا اسلیے کہ مخالف حدیث کے ہے یعنی جب حدیث سے ثابت ہو گیا کہ دوسرے کو جگہہ دینے کیلیے
ہٹنا افضل ہے تو پہر فساد نماز کے کیا معنے ثم نقل تصحیح عدم الفساد فی مسئلۃ من جذب من الصف فتأخر فھل ثم فرق فلیحرر پہر مصنف نے فاسد ہونے
نماز نہ ہونے کی تصحیح کی نقل کیا اس مسئلہ مین کہ ایک شخص صف مین سے کہینچا گیا اور وہ پیچہے ہٹ آیا تو کیا اس مین اور پہلے مسئلہ مین کچہہ فرق ہی اسکی تنقیح چاہیی ہم مسئلہ قنیہ کی یہ
صورت ہی کہ ایک نمازی سے دوسرے نے کہا کہ آگے بڑہ وہ آگے بڑہ گیا یا دوسرے نے صف مین ملنے کیلیے اول کو ہٹایا اور اوسنے جگہہ دیدی تو بقول صاحب قنیہ نماز فاسد
ہوگی کہ مخلوق کے امر کا ماننا پایا گیا اور اگر بدون اسکے امر کے نمازی نے جگہہ دی تو اس مسئلہ مین اور اسمین کچہہ فرق نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر اس مسئلہ کا تفصیل
بیان کیا جاوی تو خوب ہے یعنی دونو مسئلون مین اگر ہٹنے والا یہہ سمجہے کہ مین اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہون تو نماز دونو جگہہ فاسد نہوگی اور اگر خیال امر
شرعی کا نکرے صرف نماز مین شریک ہونیوالے کی خاطر سے ہٹے تو نماز فاسد ہوگی الرجال ظاھرہ یعم العبید صف باندہین امام کے پیچہے مرد شارح نے کہا کہ قول
مصنف کا یعنی الرجال عام ہی غلامون کو کہ مرد آزاد ہون یا غلام قنیہ اسلیے کہ تاکہ معلوم ہو کہ طلبہ مین جو لڑکون کو بالغ مردون پر مقدم بیان کیا ہی سو درست نہین
بلکہ حدیث مین وارد ہے کہ جگہہ قریب بالغ عاقل ہین اس سے معلوم ہوا کہ بالغ ہونا آزاد ہونے پر مقدم ہے ثم الصبیان ظاھرہ تعددھم فلو واحدا دخل فی الصف

[illegible] کے صف باندھنے میں جمع کرنے کا ظاہر یہہ ہے کہ ہر ایک پیچھے صف کرین پس اگر ایک لڑکا ہو تو صف میں [illegible]
ہو جیسے واسطے سکے یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہو تو مردون کی صف میں کھڑا ہو مشائخ نے کہا ہو تو لڑکون کی صف میں کھڑا ہو ہان جس جگہ کہ صف [illegible]
نماز جاتی ہو تو پیچھے صف جب اکیلی عورت مردون کی صف کے پیچھے ہو تو وہ پیچھے ہی رہے کیونکہ اگر صف میں کھڑی ہوگی تو اوسکے برابر والے [illegible]
کذا فی الشامی ثم الخناثی ثم النساء پہر لڑکون کے پیچھے صف کرین خنثے پہر صف کرین عورتین قالوا الصفوف الممکنۃ اثنا عشر لکن لا یلزم
معرفۃ احکام الخناثی بالاضافۃ فقہا نے کہا ہو کہ صفین جو ہو سکتی ہین بارہ ہین لیکن لازم نہین درست ہونا اون سب کا بسبب جاننے خنثون کے ساتھہ صف ترتیب کی
بارہ صفین سطرح ہو سکتی ہین کہ مقتدی یا مذکر ہو گا یا مونث یا خنثی پہر ہر ایک یا بالغ ہو گا یا نابالغ تو چہہ قسم مقتدی ہوئی پہر انمین سے ہر ایک آزاد ہو گا
یا غلام پس بارہ ہوئی ان کی تفصیل ترتیب حلبیہ مین یون مذکور ہے کہ اول صف آزاد بالغ کرین دوم آزاد لڑکے سوم غلام بالغ چہارم غلام لڑکے پنجم آزاد
بالغ خنثے ششم آزاد لڑکے خنثے ہفتم غلام بالغ خنثی ہشتم غلام لڑکے خنثی نہم آزاد عورتین بالغ دہم آزاد عورتین نابالغ یازدہم لونڈیان بالغ دوازدہم
لونڈیان نابالغ شارح کہتا ہے کہ ان سب صفون کا صحیح ہونا ضرور نہین کیونکہ خنثے صحت صف کو ضرر کرتے ہین اسلئے کہ خنثی کا برابر ہونا دوسرے خنثی کے یا اوسکے
پیچھے کہڑا ہونا صحیح نہین کہ شاید اگلا عورت ہو اور پچھلا مرد یا برابر والون مین ایک خنثی مرد ہو اور دوسرا عورت شامی نے امداد الفتاح سے نقل کیا کہ بالغ خنثون کو
ایک صف مین اسطرح کہڑا کرین کہ دو شخصون کے بیچ مین کوئی چیز آڑ ہو یا فاصلہ ایک شخص کا چہوڑا رہے کیونکہ اونکا برابر کہڑا ہونا ایکدوسرے کی نماز کو مفسد ہے اور ایک ہی صف
مین آزاد اور غلامون کو جمع کرین کہ ایکدوسرے کے پیچھے ہونین بہی ضرر ہے واذا حاذتہ ولو بعضو واحد وخصہ الزیلعی بالساق والکعب امرأۃ ولو
امۃ مشتہاۃ حالا کبنت تسع مطلقا او ثمان او سبع لو ضخمۃ او ماضیا کعجوز شوہاء جبکہ محاذی ہو کوئی عورت مرد کے اگرچہ بساق ایک ہی عضو سے ہو اور زیلعی نے
خاص کیا ہو محاذات کو ساتہہ پنڈلی اور ٹخنہ کے گو عورت لونڈی ہو طحطاوی نے کہا کہ شارح نے اسلیے کہا تاکہ معلوم ہو کہ لونڈی کا حکم اسباب مین مختلف نہین اور شامی ہو
بشرطیکہ مشتہاۃ ہو یعنی اگرچہ عورت مذکورہ مرد محاذی کی ماں یا کوئی اور محرم ہو تو اس محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہوگی دس شرطون کے پائیجانے سے اول شرط عورت کا مشتہاۃ یعنی
قابل جماع ہونا ہے خواہ اوسوقت ہو جیسے نو برس کی لڑکی مطلق یعنی دبلی ہو یا پتلی اور آٹھہ اور سات برس کی لڑکی بشرطیکہ موٹی تازی ہو خواہ زمانہ ماضی مین مشتہاۃ ہو
مثلا بڈہیا ہے ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ محاذات یعنی برابری اور سیدہ عورت کی کسی عضو کی مرد کے کسی عضو کو ساتہہ مفسد ہو حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضیخان نے
تصریح کی ہے کہ عورت کے عضو سے مراد اوسکا قدم ہے یعنی قدم عورت کا اگر مرد کے کسی عضو کی سیدہ یا برابری مین ہو گا تو نماز مرد کی فاسد ہوجائیگی خواہ عورت اور مرد
برابر کہڑے ہون خواہ عورت آگے ہو اور مرد اوسکے پیچھے اور یہہ جو شارح نے مشتہاۃ ہونیکے لیے برسون کی تعداد مذکور کی ہو تو طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول ضعیف
نہین کیونکہ اس زمانہ کی عورتین ہرگز نو برس کی عمر مین قابل صحبت نہین ہوتین چنانچہ زیلعی وغیرہ نے تصحیح اس امر کی کی ہو کہ مشتہاۃ مین اعتبار عمر کا نہین جس عمر مین
لیاقت وطی کی ہو جاوے اوسی کا اعتبار ہو کذا فی الشامی والطحطاوی لا تنعقد ولا حائل بینہما واقلہ قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا دوسری شرط
یہہ ہو کہ عورت اور مرد مین کوئی آڑ نہو کمتر آڑ بلندی مین ایک ہاتہہ اور موٹائی مین ایک انگشت ہو یا یہہ کہ دونون مین فاصلہ اتنا نہ چہوڑا ہو کہ ایک آدمی کی گنجایش ہو کہ سما
سکے اگر آڑ یا فاصلہ ہونیکی صورت مین نماز فاسد نہو گی اور یہہ مشہور قول مین ہو کہ دونو برابر ہون اور اگر عورت آگے ہوگی تو فاصلہ مذکورہ مانع فساد نہوگا البتہ آڑ مانع ہوگی فی صلوۃ
واو لم تتحد کنیتہما ظہرا او مصلی عصر علی الصحیح سراج فانہ یصح نفلا علی المذہب بحر ویبقی مطلقۃ فخرج الجنازۃ تیسری شرط محاذات کی ہونا مرد و عورت
کی نماز مطلق یعنی رکوع سجدہ والی مین خواہ نماز عید ہو یا وتر یا نفل اگرچہ صورت مین دونو کی نماز ایک نہو جیسے عورت کا نیت کرنا ظہر کے لیے پیچھے عصر پڑھنے والے کے کذا فی
جملۃ ات دونو کی نماز فاسد ہوگی یہی قول ہو کذا فی السراج اسلیے کہ یہہ نماز عورت کی نفل ہو کر صحیح ہو مذہب قوی کے بموجب کذا فی البحر اور مقتدی یہہ کیفیت مذکورہ
شامی نے کہا کہ مطلق کی قید سے نماز جنازہ نکل گئی کہ اوسمین محاذات مفسد نہین کیونکہ وہ حقیقت مین دعا ہے نہ نماز حلبی نے کہا کہ علی الصحیح متعلق محذوف کے ہو یعنی [illegible]
صورت کے اور مذہب وہی ہے مراد شیخین کا قول ہے کہ جب عورت کا ظہر صحیح نہوا تو وہ نفل ہو گیا کیونکہ وصف باطل ہے نہ اصل [illegible]
[illegible] تو نفل ہونا باقی رہگیا اور امام محمد کے نزدیک جب عورت کی نماز کا ظہر ہونا باطل ہوا تو اصل نماز باطل ہو گئی [illegible]

ہونا اوسی طرح جماعت ہو تو بھی حکم ہے ایک ہی صف کے لئے تا ہم مفسد ہوگی کیونکہ عورت حقیقت مین نماز نہیں پڑھتی ہر روایت ہے اس قول کو تعارف مذہب کہا ہے کذا فی الشامی
بشرط مشترکۃ فی محاذاۃ بشبیلیۃ مقابلۃ لیس فی صلوتہا مکروھۃ لا مفسدۃ تحریمۃ واتت مسبوقۃ بعضہا وادائہ ولو حکما الاحقین بعد فراغ
الامام بخلاف المسبوقین فیہ المحاذاۃ فی الطریق ہو پانچویں شرط محاذات کی ہونا نماز کا مشترک مرد اور عورت مین تحریمہ کی راہ سے اور ادا کی راہ سے تحریمہ مین شرکت تحریمہ
سے غرض یہ ہے کہ عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر اپنی تحریمہ کی بنا کی ہو یا محاذی کے امام کی تحریمہ پر اگرچہ بعض نماز عورت سے پیشتر ہو چکی ہو یعنی یہ شرط نہیں ہے کہ
شروع نماز ہی مین سے ملے بلکہ اگر مرد ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اسوقت عورت آکر شریک ہو تو بقیہ نماز مین اگر محاذات ہوگی تب بھی مفسد ہوگی اور ادا مین شرکت سے یہ مراد
ہے کہ جس نماز کو دونون پڑھتے ہین اوسمین ایک دوسرے کا امام ہو یا دونو تیسرے شخص کے مقتدی ہون گو شرکت ادا کی حکما ہو جیسے دو لاحق بعد امام کے فارغ ہونیکے یعنی اگر عورت
اور مرد کی محاذات امام کے سلام پھیرنے کی بعد لاحق ہونیکی صورت مین ہو جائیگی تو مرد کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ حکما دونو ایک امام کے پیچھے ہین بخلاف دو مسبوقون کے محاذات
امام کے بعد کہ وہ مفسد نہین کیونکہ مسبوق باقی نماز کے پڑھنے مین منفرد ہوتا ہے تو اوسوقت کی محاذات مین شرکت فی الاداء نہ پائی گئی اور بخلاف محاذات راستہ کے کہ وہ بھی
مفسد نہین یعنی اگر مرد اور عورت بے وضو ہو کر وضو کرنے گئے اور راہ مین محاذات ہوئی تو نماز کی مفسد نہوگی شارح نے کہا تو اس اشتراک کی قید سے معلوم ہوا کہ محاذات نماز
پڑھنے والی عورت کی اوس مرد نمازی سے جو عورت کی نماز نہین پڑھتا مثلاً دونو علیحدہ علیحدہ پڑھتے ہین یا ایک مقتدی امام کا ہے اور دوسرا منفرد تو اس صورت مین محاذات مرد
کی نماز کی مفسد نہین کیونکہ فتح مین طحطاوی نے کہا کہ مراد مکروہ سے بظاہر مکروہ تحریمی ہے بسبب مظنہ شہوت کے واتحاد الجہۃ فلو اختلفت کما فی جوف الکعبۃ و فی
لیلۃ مظلمۃ فلا فساد پانچوین شرط محاذات کی یہ ہے کہ جہت دونو کے قبلہ کی ایک ہو تو اگر جہت مختلف ہو جیسے کعبہ کے اندر مثلاً کہ ایک کا منہ ایک دیوار کی طرف ہو اور
ایک کا دوسری دیوار کی طرف اور جیسے اندھیری رات مین دونو نے نماز قبلہ کی اٹکل کرکے پڑھی اور مختلف سمت کو پڑھی تو اس صورت مین محاذات سے نماز فاسد نہوگی
بلکہ مکروہ ہوگی فسدت صلوتہ لو مکلفا والا لا فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر وہ عاقل اور بالغ ہوگا اور نہین تو فاسد نہوگی یعنی چھٹی شرط فساد نماز کی عاقل اور بالغ ہونا ہے
ہم فسدت صلوتہ جزاء اذا حاذتہ کی اور تکلیف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر محاذات لڑکے کے ساتھ ہوگی تو اوسکی نماز فاسد نہوگی اور مرد کی نماز فاسد ہوگی اسی
سے نکلا کہ عورت کی نماز فاسد نہوگی بشرطیکہ مرد محاذی امام نہو ورنہ دونو کی فاسد ہوگی کذا فی الشامی ان نوی الامام وقت شروعہ لا بعدہ امامتہا وان لم تکن
حاضرۃ علی الظاہر ولو نوی امرأۃ معینۃ او النساء الا ھذہ عملت نیتہ والا ینوھا فسدت صلوتہا کما لو اشار الیہا بالتاخر فلم تتاخر لترکہا فرض المقام
ساتوین شرط محاذات سے نماز فاسد ہونیکی یہ ہے کہ نماز مرد کی جب فاسد ہوگی جب امام نے اپنے شروع کیوقت عورت کی امامت کی نیت کی ہو نہ نماز شروع کرنیکے بعد یعنی نیت امامت
عورت کی اگر بعد نماز شروع کرنیکے کریگا تو اقتدا عورت کا صحیح ہوگا تو مرد محاذی کی نماز فاسد نہوگی نیت امامت عورت کی امام نے کی ہو اگرچہ عورت اوسوقت موجود نہو
قول ظاہر پر اور اگر امام نے نیت کی معین عورت کی امامت کی یا اور عورتون کی نیت کی سوای اس عورت کی تو عمل کریگی اوسکی نیت یعنی معین عورت کے سوا دوسری کی محاذات
پہلی صورت مین اور جسکا استثنا کیا اوسکی محاذات دوسری صورت مین مفسد نہوگی اور اگر امام نے اوس عورت کی نیت نکی ہوگی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی جیسے اگر امام نے اسکو اشارہ
کیا پیچھے ہٹنے کا اور وہ پیچھے نہ ہٹی تو اس صورت مین بھی اوسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ عورت نے فرض مقام کو ترک کیا کذا فی الفتح ثم شامی نے کہا کہ اکثر فقہا اس پر ہین کہ جمعہ
و عیدین مین عورت کا اقتدا اوسکی صحت کے لیے نیت امام شرط نہین اور یہی قول اصح ہے جیسا کہ خلاصہ مین ہے اور جنازہ مین تو بالاتفاق شرط نہین مگر قہستانی مین عدم اشتراط کو
عدم محاذات پر منحصر کیا ہے یعنی جمعہ اور عیدین مین اگر عورت نے اقتدا کیا اور کسی مرد کی محاذات نہین تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا گو امام نے اوسکی نیت نکی ہو اور نہایہ مین ہے کہ
مذہب امام اعظم کا اول قول ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شرط ہونا نیت کا پچھلا قول ہے اور عمل اور فتوی پچھلے قول پر ہوتا ہے و شرطوا کونہا عاقلۃ [illegible]
[illegible] شرط یہان کی ہے ہونا عورت کا عاقل اس سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون عورت کی محاذات ہوگی تو مفسد نماز نہوگی کیونکہ اوسکی نماز منعقد ہی نہین ہے شامی نے
کہا کہ ماتن کے قول فی صلوۃ سے اس شرط کے ذکر کی حاجت نہین ذکرہ [illegible] و اتحاد المکان [illegible] اور نوین شرط یہ ہے ہونا مرد اور عورت کا ایک مکان مین یعنی اگر مرد [illegible]
اونچی دکان مین ہو اور عورت نیچے ہو تو فساد نماز نہوگا نہر الفائق مین کہا کہ یہ شرط ہر چند محاذات کے لفظ سے معلوم تھی مگر مشائخ نے توضیح کے لیے [illegible]
[illegible] یہ ہے کہ محاذات ایک رکن کامل کے ادا کرنے مین ہو شامی نے کہا کہ خانیہ مین ہے کہ محاذات مفسد ہے کم ہو یا زیادہ یعنی رکن [illegible]

[illegible] ایسی محاذات شہوت [illegible] ہے [illegible] کی نماز [illegible]

[illegible] دو رکعت [illegible] جاتی ہین اور پیچھے [illegible] کے لیے امام کے [illegible] اشارہ [illegible]

محاذات سے تین مردون کی نماز فاسد ہو سکتی ہے ایک اوسکی جو عورت کی داہنی طرف ہو ایک بائین طرف والے کی ایک پیچھے کھڑے ہونیوالے کی اور اس سے زیادہ کی نماز فاسد

نہو گی کیونکہ جنکی نماز فاسد ہوئی وہ حائل ہونگے درمیان عورت اور دوسرے نمازیون کے وهذا اذا لم [illegible] الصبية المشتهاة [illegible]

لا ما في جامع المحبوبي ودرر البحار من الفساد لانه في المرأة غير معلول بالشهوة بل بترك فرض المقام كما حققه ابن الهمام اور محاذی ہونا بے ریش لڑکے

خوبصورت لائق شہوت کا نماز کو فاسد نہین کرتا اوسی مذہب پر شارح نے کہا کہ ماتن کا یہ کہنا ضعیف بتاتا ہے اس قول کا جو جامع محبوبی اور درر البحار مین مذکور ہے یعنی نماز کا

فاسد ہونا اور وجہ ضعف کی یہ ہے کہ نماز کے فاسد ہونیکی علت عورت مین شہوت نہین تاکہ اوسی علت سے امرد کی محاذات کو مفسد ٹھہرایا جاوے بلکہ وجہ فساد چھوڑنا

فرض مقام کا ہے جیسا کہ اسکو ابن ہمام نے ثابت کیا ہے ہم کہتے ہین کہ اگر وجہ فساد کی عورت کی محاذات مین شہوت ہوتی تو چاہیے تہا کہ بڑھیا اور بانجھ اور دوسری محرم

کی محاذات سے فساد نہوتا حالانکہ اون سے بہی ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علت فساد یہی ہے کہ جہان عورتکو کہڑا کرنا فرض تہا اوس جگہہ نہ کہڑا کیا ولا يصح اقتداء

رجل بامرأة وخنثى وصبي مطلقا ولو في جنازة ونفل على الاصح اور نہین صحیح ہے اقتدا مرد کا پیچھے عورت اور خنثی اور لڑکے کے کسی نماز مین اگرچہ نماز جنازہ

اور نماز نفل مین ہو صحیح تر قول کے بموجب [illegible] نے کہا کہ ماتن کی اس عبارت مین خلل ہے اسلیے کہ اگر مراد رجل سے بالغ ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ کا اقتدا

پیچھے عورت اور خنثی کے درست ہے اور اگر رجل سے مراد مرد ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اقتدا نابالغ کا پیچھے نابالغ کے صحیح نہین حالانکہ

دونو باتین غیر واقع ہین تو بہتر یہ تہا کہ عبارت اسطرح ہوتی کہ درست نہین اقتدا مرد کا عورت اور خنثی کے پیچھے اور نہ بالغ کا لڑکے کے پیچھے کذا في الجلبي و

على الاصح راجع ہے صرف مرد بالغ کے اقتدا کی طرف نفل نماز مین ہدایہ مین کہا کہ تراویح اور سنتون مین مشائخ بلخ نے لڑکے کے پیچھے اقتدا کو جائز کہا ہے اور مختار یہ ہے

کہ کسی نماز مین لڑکے کے پیچھے اقتدا بالغ کا درست نہین خواہ تراویح ہو عید یا وتر یا کسوف وخسوف وغیرہ اسلیے کہ لڑکے کے ذمہ کوئی نماز نہین اسکو حکم نماز کا

عادت پڑنیکے لیے کیا جاتا ہے اور اگر لڑکے کی نماز بالفرض نفل ہو تو اقتدا فرض پڑھنے والے کا پیچھے نفل پڑھنے والے کے لازم آویگا اور یہ بہی درست نہین [illegible]

پہلے اقتدا جائز نہوا کہ بالغ کی نفل تو وہی تر ہے کہ شروع کرنیسے واجب ہو جاتی ہے کہ لڑکے کی نہین ولا يصح الاقتداء بمجنون مطبق او متقطع في غير حالة افاقة

او سكران او معتوه ذكره الجلبي اور اسیطرح درست نہین اقتدا پیچھے مجنون اصلی یا مجنون منقطع کے سوا حالت افاقہ کے یا پیچھے متوالے کے یا پیچھے مدہوش کے ذکر کیا ہے

اسکو جلبی نے مطبق بضم میم وکسر موحدہ وہ جنون جسمین کبہی ہوش نہوتا ہو اور منقطع وہ کہ کبہی افاقہ ہوتا ہو اور کبہی جنون اور وجہ عدم جواز اقتدا کی یہ ہے کہ مجنون مکلف

نہین اور متوالے اور مدہوش مین ثبوت نیت کا نہین ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه بعده وصح لو توضأ على الانقطاع

وصلى كذلك اور نہین صحیح ہے اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے یہ شرط ہے کہ جب وضو کے ساتھہ ہی حدث ہوا ہو یا بعد وضو کرنیکے یعنی نماز سے پیشتر حدث لاحق

طاری ہوا ہو اور اقتدا درست ہے بشرطیکہ عذر نہونے پر وضو کیا ہو اور نماز اسیطرح پڑھی ہو یعنی تمام نماز مین عذر نہوا ہو تو اب طاہر کا اقتدا معذور کے پیچھے درست

ہے علامہ طحاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تہا کہ بجای طاہر کے صحیح کہتا اسلیے کہ معذور کو طاہر کے مقابل ٹہرانے سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور طاہر نہین حالانکہ شرعا وہ

طاہر ہے كما قالوا وبمفتصد امن خروج الدم وكاقتداء امرأة بمثلها وصبي بمثله ومعذور بمثله وذي عذرين بذي عذر لا عكسه كذي انفلات

ريح بذي سلس لان مع الامام حدثا ونجاسة جیسے درست ہے اقتدا صحیح آدمی کا پیچھے فصد کہلوانیوالے کے جب خون کے نکلنے سے امن ہو اور جیسے صحیح ہے اقتدا عورت کا

مثل مین دوسری عورت کی اور اقتدا لڑکے کا دوسرے لڑکے کے پیچھے اور اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اور اقتدا دو عذر والے کا ایک عذر والے کے پیچھے نہین

صحیح ہے اسکا عکس یعنی اقتدا کرنا ایک عذر والیکا دو عذر والیکے پیچھے مثلا اقتدا کرنا ہوا نکلنے والے کا اوس شخص کے پیچھے جسکو سلس البول ہو درست نہین اسلیے کہ امام

یعنی سلس البول والیکے ساتھہ دو عذر ہین ایک بے وضو ہونا دوسرے نجاست کا ہونا اور مقتدی مین صرف ایک عذر ہے یعنی ہوا کے نکلنے سے بے وضو ہونا [illegible]

مین کہا کہ اقتدا معذور کا اپنے مثل کے پیچھے اوس وقت صحیح ہے جب کہ دونو کا عذر متحد ہو تو اس صورت مین [illegible] شارح نے کہا [illegible]

[illegible] المتنفل والمستحاضة [illegible]

[illegible] کہ اقتدا ان چہہ اشخاص کی درست ہے کہ تین شخصون کا اقتدا اپنے مثل کے پیچھے درست نہین اول خنثیٰ کا اقتدا خنثیٰ کے پیچھے درست نہین اسی احتمال سے کہ شاید مقتدی مرد ہو اور امام عورت دوم اقتدا ضالہ عورت کا اپنی مثل کے پیچھے سوم اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز نہین اسی احتمال سے یعنی شاید امام کو وہ دن حیض کا ہو پس اگر یہ احتمال دور ہو جاوے اسطرح کہ یقین ہو استحاضہ کا تو اقتدا درست ہو گا امام شافعی نے کہا [illegible] اس صورت کو کہ کہتے ہین جسکو خون دائم ہو گیا ہو اور وہ اپنی عادت حیض کو بھول گئی ہو تو ایسی عورت کے امام ہونے مین شبہہ رہیگا کہ جس مقتدیہ [illegible] حیض ہو مگر مستحاضہ مین یہہ صورت مشکل ہے اسلیے کہ خون استحاضہ پر احتمال حیض نہین ہو سکتا ہان یون ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کی عادت چہہ روز کے حیض کی ہو پھر خون ہو کر [illegible] بڑہ گئی تو چہہ سے دس تک کے دنون مین دونو احتمال ہو سکتے ہین یعنی اگر خون دس تک منقطع ہو گا تو یہہ دن حیض کا ہو گا اور اگر دس سے بڑہ جاویگا تو استحاضہ کا ہو گا تو ایسی مستحاضہ کی امامت درست نہو گی شیخ حسن محشی نے کہا کہ مین نے مجتبیٰ کی عبارت مین یہہ قول پایا کہ اقتدا مستحاضہ کا مستحاضہ کے پیچھے جائز ہے اور اقتدا ضالہ کا پیچھے جائز نہین انتہیٰ پس نسخہ کی سطح کا اشکال نہین اور قولہ فی المجتبیٰ مبتدا ہے اور اسکی خبر قول شارح ای الاحتمال ہے یعنی منقسم ہے کذا یعنی مبتدا کے قول کا [illegible] ہو کہا فی الشامی ولا حافظ اٰیۃ من القراٰن بغیر حافظ لہا وہو الامی اور نہین درست ہے اقتدا اوس شخص کا جس کو ایک آیت قرآن کی یاد ہو پیچھے ایسے کے جسکو ایک آیت بھی یاد نہو اور وہی امی کہلاتا ہے ولا امی باخرس لقدرۃ الامی علی التحریمۃ فصح عکسہ اور نہین جائز ہے اقتدا امی کا پیچھے گونگے کے سبب قادر ہونے امی کے تحریمہ پر تو صحیح ہو گا اوسکا عکس یعنے اقتدا گونگے کا پیچھے امی کے درست ہے شامی نے کہا کہ اس تعلیل سے یہہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر امی تحریمہ پر قادر نہو تو اوسکا اقتدا گونگے کے پیچھے درست ہو گا کیونکہ اب کوئی وجہ ترجیح امی کی گونگے پر باقی نہ رہی ولا مستور عورۃ بعار وہو ای العاری اولیٰ [illegible] فصلوۃ الامام ومماثلہ جائزۃ اتفاقا وکذا ذو جرح بمثلہ وبصحیح اور نہین صحیح ہے اقتدا برہنگی کے چھپے ہوئے شخص کا پیچھے ننگے کے تو اگر امام [illegible] برہنہ ہون اور کپڑے پہنے ہوے ہون کا تو امام کی نماز اور اوسکی مثل کی یعنی برہنہ مقتدیون کی جائز ہے بالاتفاق اور اسیطرح درست ہے نماز زخم والے کی ساتھہ دوسرے زخمی اور تندرست کے یعنی اگر زخمی امام ہو ایک زخمی اور تندرست کا تو نماز دونو زخمیون کی جائز ہے ہم بالاتفاق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر امی امام ہو چند امیون اور قاریون کا تو امام کے نزدیک سبکی نماز فاسد ہوتی ہے تو ایسا نہو کہ کوئی شخص برہنہ کی امامت کو امی کی امامت پر قیاس کر کے سبکی نماز کو فاسد کہے اور وجہ فرق کی دونو صورتون مین بحر الرائق مین یون بیان کی ہے کہ امی کو ممکن تہا کہ اپنی نماز قراءت کے ساتھہ کر لیتا قاری کو امام کر کے کیونکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے حدیث کی رو سے تو جب اوس نے ایسا نکیا تو نماز اوسکی فاسد ہوئی اسیلیے سبکی نماز فاسد ہو گی اور ستر عورت اور طہارت کا یہہ حال نہین کہ امام کا ستر اور طہارت مقتدی کی طرف سے کافی ہو اسیواسطے کپڑے پہنے والونکی نماز برہنہ کے پیچھے اور تندرست کی نماز زخمی کے پیچھے نہو گی کذا فی الشامی بتصرف ولا قادر علی رکوع وسجود بعاجز عنہما لبناء القوی علی الضعیف اور نہین درست ہے اقتدا رکوع اور سجدہ پر قدرت رکہنے والے کا پیچھے اوس شخص کے جو رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو یعنی نماز اشارہ سے پڑہتا ہو اسلیے کہ بنا ہونے قوی کے ضعیف پر یعنی نماز پڑہنے والا رکوع وسجود پر قوی حال ہے اور اشارہ سے پڑہنے والا ضعیف تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہو سکتی ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا اٰخر لان اتحاد الصلوتین شرط عندنا اور نہین صحیح ہے اقتدا فرض پڑہنے والے کا پیچھے نفل پڑہنے والے کے اور پیچھے دوسرا فرض پڑہنے والے کے یہانتک کہ دونو نمازون کا ایک ہونا شرط ہے ہمارے نزدیک ہم پیشتر اس باب کے شروع مین گذر چکا کہ اتحاد امام ومقتدی کی نماز سے یہہ غرض ہے کہ مقتدی امام کی نماز کی نیت سے نماز پڑہ سکے یعنی کہ نیت کرے کہ مین امام کی نماز پڑہتا ہون تو اس نیت سے شریک ہو سکے تو اس سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن ہو [illegible] ان معاذا کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفلا وبقومہ فرضا اور صحیح ہوا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نفل پڑہا کرتے تہے اور اپنی قوم کے ساتھہ فرض پڑہتے تہے ہم یہہ جواب ہے امام شافعی کے استدلال کا یعنی صحیحین مین جو وارد ہے کہ حضرت معاذ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نماز عشا پڑہتے تہے پہر اپنی قوم مین آکر اونکو عشا پڑہایا کرتے تہے تو اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ فرض پڑہنے والا متنفل کے [illegible] پیچھے کیونکہ حضرت معاذ فرض اول پڑہ جاتے تہے تو اپنی قوم میں جو نماز پڑہتے تہے وہ نفل ہوتی تہی اور مقتدی لوگ پیچھے فرض پڑہتے تہے

[illegible] روایت ہوا ہی کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نفل پڑھتے اور امام ہو کر [illegible]
انکی شکایت بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو آپ نے اون کو یہہ ارشاد فرمایا کہ اے معاذ یا تو تم میرے ساتھہ نماز پڑھو یا [illegible]
اس سے یہہ نکلا کہ جب تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ فرض نماز پڑھو تو امامت قوم کی نہیں کر سکتے لیکن اگر آپ کے ساتھہ نفل پڑھین [illegible]
ہین تو معلوم ہوا کہ حضرت معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نفل پڑھا کرتے تھے نہ فرض ولا ناذر بمتنفل ولا بمفترض ولا بناذر لان کلا منهما [illegible]
[illegible] اور نہین درست ہے اقتدا نذر کرنیوالے کا نفل پڑھنیوالے کے پیچھے اسلیے کہ نذر واجب ہے تو قوی کی بنا ضعیف پر نہین ہو سکتی اور نہ نذر کرنے والیکا اقتدا فرض
پڑھنیوالا اور دوسرے نذر کرنے والیکے پیچھے درست ہے اسلیے کہ ہر ایک ان دونو امام اور مقتدی سے ایسا ہی جیسا دوسرا فرض پڑھتا ہو یعنی اتحاد نماز کا جو شرط
اقتدا کی ہے وہ ان دونو مسئلون مین نہین پایا جاتا الا اذا نذر احدهما عين منذور الآخر فللاتحاد اقتدا نذر کی نماز پڑھنیوالے کا دوسرے نذر کی نماز پڑھنیوالے کے
پیچھے جائز نہین مگر جو صورت مین کہ ایک شخص ہی نذر کی ہو جو دوسرے نے کی تو اب اقتدا درست ہوگا بسبب اتحاد کے اس صورت کی یہہ ہے کہ زید نے مثلاً کوئی نذر کی اور عمرو نے کہا
کہ جو نذر زید نے کی ہے وہی مین کرتا ہون تو جب ان کی نذر ایک ہوئی تو گویا دونو نے نماز معین کی نذر کی اسلیے یہ اتحاد پایا گیا بخلاف اوس صورت کے کہ دونو
متعدد کی جداگانہ کی کہ اسمین دونو کے ذمے کے واجب علیحدہ ہین اور کوئی ایک دوسرے سے قوی نہین کذا فی الشامی ولا ناذر بحالف لان المنذور [illegible]
[illegible] اور نہین درست ہے اقتدا نذر کی نماز پڑھنیوالیکا پیچھے قسم کی نماز پڑھنیوالیکے اسلیے کہ نذر کی نماز قوی ہو قسم کی نماز سے صحیح ہے اسکا عکس بحالف بمتنفل یعنی قسم کی
نماز والیکا اقتدا نذر کی نماز والے کے پیچھے درست ہے اور قسم کی نماز والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکے پیچھے درست ہے صورت قسم کی یہہ ہے کہ ایک شخص نے
مثلاً قسم کھائی کہ مین دو رکعت نماز پڑھونگا تو یہہ دوگانہ نفل ہوگا اسلیے قسم کی نماز والیکو اختیار رہتا ہے چاہے دوگانہ پڑھکر قسم سچی کرلے خواہ ترک کرے اور کفارہ
[illegible] نذر کی نماز کے کہ وہ واجب اصلی ہے اور بعضون نے جب نذر والا قسم والے کے پیچھے نہین پڑھ سکتا اور قسم والا نذر والے اور قسم والے اور نفل والے کے پیچھے اقتدا
کر سکتا ہے حلبی نے کہا کہ شارح کا قول وبحالف متعلق بناذر محذوف پر جو کہ عکس مین سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی ومصليا ركعتي طواف كناذرين اور دو شخص
پڑھنیوالے دوگانہ طواف کے مثل دو نذر کی نماز پڑھنیوالون کے ہین یعنی ایک کا اقتدا دوسرے کے پیچھے جائز نہین باختلاف سبب کے یعنی ایک کا طواف دوسرے کے طواف کا
غیر ہے اور اگر دوگانہ طواف کو مسنون کہین جیسا بعض فقہا کا قول ہے تو اس قول کے بموجب اقتدا درست ہوگا کذا فی الشامی ولو اشترکا فی نافلة فافسداها
[illegible] لان اقتداها منفردین اور اگر دو شخص شریک ہوے نماز نفل مین پھر دونو نے اسکو فاسد کردیا تو اقتدا صحیح ہے مثلاً دونو دوگانہ نماز
امام کے پیچھے پڑھتے تھے پھر اوس دوگانہ کو فاسد کردیا تو وہ ایکدوسرے کے پیچھے پڑھ سکتے ہین کیونکہ نماز متحد ہے اوس صورت مین جب اوسکو فاسد
دونو نے کیا کہ اس صورت مین اقتدا جائز نہین باختلاف سبب کے ولو صليا الظهر ونوى كل امامة الآخر صحت لان نوى الاقتداء والفرق لا يخفى اور اگر
دو شخص ظہر کی نماز پڑھتے ہی اور ہر ایکنے دوسرے کی امامت کی نیت کی تو نماز درست ہوگی نہ صحیح ہوگی اگر دونو نے اقتدا کی نیت کی اور فرق پوشیدہ نہین ہے
[illegible] امام اپنے حق مین منفرد رہتا ہے اور بدون غیر کی اقتدا کے امام نہین ہوتا تو جب دونے امامت کی نیت کی اور مقتدی کوئی نہوا تو دونو منفرد رہیگے اور نماز درست
ہوگی اقتدا کی نیت مین عدم جواز کی وجہ یہہ ہے کہ مقتدی کی نماز بدون نیت اقتدا کے صحیح نہین ہوتی اور قتدا ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہین جسنے اوپنی نماز [illegible]
[illegible] دونو نے اپنی نماز کو دوسرے کی نماز پر مبنی کیا ہے اسلیے اقتدا ایکا دوسرے کے پیچھے صحیح نہوا تو نماز بھی درست نہوئی کذا فی الحلبی [illegible]
لا اقتداء مسبوق بمثله لما تقرر ان الاقتداء فی موضع الانفراد مفسد کعکسه اور نہین درست ہے اقتدا لاحق اور مسبوق کا [illegible]
دونوکے بھہ جسے ثابت ہوچکا ہے کہ اقتدا کرنا انفراد کی جگہہ مین مفسد ہے جیسے کہ اوسکا عکس مفسد ہے یعنی منفرد ہونا اقتدا کی جگہہ مین اور لاحق وہ ہے [illegible]
نماز مین شریک ہونیکے بعد کسی عذر سے درمیان کی نماز یا آخر کی فوت ہوگئی ہو تو یہہ شخص امام کے فارغ ہونیکے بعد اوس فوت شدہ نماز کے پڑھنے مین
مقتدی کا حکم رکھتا ہے یعنی اسطرح نماز پڑھے جیسے امام کے پیچھے پڑھتا اور مسبوق وہ ہے جو بعد شروع نماز ہوجانیکے شریک ہو شروع مین شریک نہو وہ [illegible]
[illegible] منفرد کا رکھتا ہے تو اب اگر لاحق پیچھے لاحق کے اقتدا کرے تو درست نہوگا اسلیے کہ دونو مقتدی ہین اگر [illegible] منفرد ہے [illegible]

لا ہمال صحیح ہو اسا پر جس طرح مسبوق اپنے مسبوق ہونے کے سبب اقتدا نہین کرسکتا کیونکہ مقتدی ہو نیکی جہت اور اسکی بقیہ نماز تو انفراد کے حکم میں ہو
ال یا ہے اگر امام مسبوق ہوکے پیچھے اقتدا کرلے تو مسبوق ہونے کے بیچ کرنا فی الحلبی ولا المسافر بعد خروج الوقت فیما یتغیر بالتغیر کالظہر سواء کان
المقیم بعد الوقت او فیہ لتحریمہ فانہ عن المسافر اقتدا نہین صحیح ہو اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بیچ وقت کے ان نمازوں میں جو سفر کے باعث سے متغیر
ہو جاتی ہیں جیسے ظہر ہو خواہ مقیم نے تحریمہ وقت کے بعد کی ہو یا وقت کے اندر تحریمہ کی ہو پھر وقت نکل گیا تو پھر وقت مسافر نے اقتدا کیا امام مسافر کا
وقت کے اندر تمام ہو سکتی ہو خواہ نیت اقامت کرنیسے خواہ مقیم کے پیچھے پڑھنے سے اسکی متابعت کی جہت مگر جب وقت نکل گیا تو اوسکے ذمہ دو رکعتین ثابت
ہو گئیں اوس میں قابلیت تمام ہونیکی کسیطرح نہ رہی اسلیے بعد وقت کی اقتدا صحیح نہین ٹہیرا اور متغیر نمازوں کی قید اسلیے لگائی کہ جن میں تغیر نہین مثلاً فجر اور
مغرب تو انمیں اقتدا درست ہو کیونکہ الشیخ بل ان احرم فی الوقت لتحریمہ اذا تو تغیر لا مامہ اما بعد الوقت فلا یتغیر فرضہ فیکون اقتداء
المتنفل فی حق القعدۃ الاولی او القراءۃ فی شفعیہ الاولی او الثانی بلکہ اگر مسافر اقتدا کی تحریمہ وقت کے اندر کرے پھر وقت نکل جاے تو اقتدا صحیح ہوگا اسلیے
کہ مسافر چار رکعتین پڑھنے امام کی متابعت سے لیکن وقت کے بعد اوسکا فرض نہین بدلیگا وہ ہی دو رکعتین اوسکے ذمہ ہونگی تو اگر وہ مقیم کا اقتدا پہلے دوگانہ میں کریگا تو
پہلے حق میں اور وہ دوسرے دوگانہ میں کریگا تو قراءت کے حق میں اقتدا نفل پڑھنیوالے کے پیچھے ہو جائیگا حالانکہ فرض والیکا اقتدا نفل والیکے پیچھے جائز نہین
امام نفل سے مراد غیر فرض ہو خواہ سنت ہو یا واجب تو قعدہ اولی امام کے ذمہ واجب ہو اور مقتدی مسافر پر فرض ہو نیکی جہت سے فرض ہو تو اقتدا فرض والیکا
نفل والیکے پیچھے ہوگا اور پہلے دوگانہ میں قراءت امام مقیم کے حق میں مسنون ہو انہین اگر مسافر اقتدا کریگا تب بھی صحیح نہوگا کیونکہ قراءت اوسکے حق میں فرض ہو تو
اقتدا فرض والیکا سنت والیکے پیچھے لازم آویگا کذا فی الشامی ولا نازل براکب او راکب براکب دابۃ اخری فلو معہ علیہا صح نہین اقتدا سوار کے
پیچھے پیدل نیوالے کا پیچھے سوار کے اور نہ اقتدا سوار کا پیچھے دوسرے سوار کے جو دوسرے جانور پر سوار ہو تو اگر مقتدی امام کے ساتھ ایک جانور پر ہو تو اقتدا
صحیح ہو وجہ عدم جواز اقتدا کی ان صورتون میں اختلاف مکان ہے اور شرائط اقتدا سے مکان کا متحد ہونا اوپر مذکور ہو چکا اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار اتر کر ہو تو شخص کا اقتدا کرے
تب بھی جائز نہوگا کذا فی الشامی ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر عن المجتبی اور نہین درست ہو اقتدا غیر توتلے کا توتلے کے پیچھے اصح قول کی بنا پر
مسئلہ الجواز الی مین جیسے سے منقول ہے طم الشیم وزن نفعل اوس شخص کو کہتے ہیں جسکی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً راکی جگہ غین یا لام بولے سندی میں اوسکو توتلا
کہتے ہیں اور اصح کی قید اسلیے لگائی کہ خلاصہ اور تاتارخانیہ اور ظہیریہ میں توتلے کی امامت کو صحیح لکہا ہو کذا فی الشامی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ
دائما حتما کالامی فلا یؤم الا مثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ہذا ہو
الصحیح المختار فی حکم الالثغ اور حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا ہمیشہ کی وجہ کوشش کرنیکے بعد امی کی مانند ہو یعنی اپنے جیسے توتلے سوا دوسرے کی
امامت نکرے اور نہ صحیح ہوگی اسکی نماز جبکہ اسکو اقتدا ایسے شخص کا جو قرآن اچہا پڑہے ممکن ہو یا وہ کوشش کرنا چھوڑ دے یا بقدر فرض قراءت وہ آیتیں حاصل کرے جن میں توتلا
ہو نہیں تنقیح صحیح اور مختار ہو توتلے کے حکم میں ما حصل تنقیح یہہ ہو کہ توتلے کو ہمیشہ واجب ہو کہ تصحیح الفاظ میں کوشش کرے اگر بعد کوشش کے صحیح الفاظ نکالے
لگیگا تو نماز اسکی جائز ہوگی اور اگر کوشش کے بدون پڑہیگا تو نماز فاسد ہوگی چنانچہ محیط وغیرہ میں ہو مگر یہہ مشہور ہے کہ بقدر فرض ایسی آیتیں نہ پڑہے جن میں
لام اور اگر پڑہ سکتا ہو تو اوسپر کوشش کرنا فرض نہین دوسری صحیح پڑہنیوالیکا اقتدا لازم ہے کذا فی الشامی وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف
او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار الا کسطیح حکم ہو اوس شخص کا جو کسی حرف کو ادا نہ کرسکتا ہو یا فا کو بدون تکرار کے نکال سکے مثل ہکلے کے
لو بھی اوسیطرح کوشش کرنا چاہیے ورنہ اسکی نماز صحیح نہوگی مثلاً بعض لوگ سین کو ث اور ش اور ص کو ادا نہیں کرسکتے تو انکو کوشش کرنا انکی تصحیح میں واجب ہو
کو مثلاً وغیرہ میں ع اور ہ نکلتا ہو اوس شخص کیلیے جو سین اور ث نہ بول سکے اسلیے تتارخانیہ میں ہے کہ بول سکنے کو اصح قول میں امام کرے یا اور فی کی تکرار سے بچا کا
بلکہ مثلاً نمیمین ذکر ہوا کذا فی الشامی جن و علم انہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او یمکنہ تعلم لم یکن فی صلوتہ لنفسہ لانہ یحسنہ ایضا کما فی
للصلوۃ الاذان علی الصحیح کذا فی البحر انہ المذہب اعلم کہ جبکہ اقتدا ممکن ہو یا اسطرح فاسد ہو خواہ جماعت اوسکے کی امامت ہو

ہو مثل یہ باتوں سے ہے اور یہ مذکور ہو چکی کہ انہیں صحیح شروع کرنا مقتدی کا اور اپنی نماز میں اگرچہ نفل ہی ہو یہ مسئلہ کہ صحت شروع کی شرکت کا تعلیق
شرکت میں پڑھنا پڑھے شماہی کی نماز کا تعین صحیح شروع قول صحیح ہر کذا فی المحیط اور بحر الرائق میں مذکور کیا کہ عدم صحت شروع ہو عدم صحت
سبب ہی کہ جب اوس نماز میں جس کا اقتدا کیا اوسکا شروع صحیح نہوا تو غیر میں کیسے صحیح ہوگا کذا فی الشامی قال المصنف لکن کلام العلامة ...
قول محمد خاصة مصنف نے کہا لیکن خلاصہ کا کلام اسبات کا مقتضی ہے کہ عدم صحت شروع قول ہے خاص امام محمد کا خلاصہ میں یہ مضمون ہے کہ جس جگہ میں ...
تو کیا مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنیوالا ہو جاتا ہی یا نہیں امام محمد کے نزدیک نہیں ہوتا اور شیخین کے نزدیک ہو جاتا ہی کذا فی الشامی قلت وقد ادعی ...
بعد تصحیح السراج خلافه ان المذهب انقلابها نفلا فتأمل میں کہتا ہوں کہ صاحب بحر نے بیان گذشتہ میں یعنی عورت کے محاذات کے مسئلہ میں ...
کیا ہی کہ مذہب بدل جاتا ہی نماز کا نفل سے بعد تصحیح سراج کے خلاف عدم صحت کو سو تامل کرلے اس تناقض کو ہم صاحب بحر کے محاذات میں سراج سے نقل کیا ہے ...
مرد عصر پڑھتا ہو اور عورت نے ظہر کی نیت سے اوس کا اقتدا کیا اور محاذی ہوئی تو مرد کی نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا اگرچہ فرض میں صحیح نہوا مگر نفل میں موجب ...
درست ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب اقتدا فرض میں فاسد ہوا تو شروع بالکل فاسد نہوا بلکہ نفل میں اقتدا باقی رہا اور صحت شروع مذہب ٹھہرا ورنہ نماز مرد کی
کیوں فاسد ہوتی اور بیان دوسری عدم صحت شروع کا کرتا ہی تو دونوں کلاموں میں صریح تناقض ہوا کذا فی الشامی وحینئذ فالأشبه ما في الزيلعي انه متى فسد
الاقتداء لفقد شرط كطاهر بمعذور لم تنعقد اصلا وان لاختلاف الصلاتين تنعقد نفلا غير مضمون وثمرته الانتقاض بالقهقهة اور سوقت میں ...
جب کلام صاحب بحر کا نقل مذہب میں مختلف ہوا تو مشابہ تر قواعد فقہیہ سے وہ قول ہے جو زیلعی میں ہی کہ جس صورت میں اقتدا فاسد ہو بسبب نہ پائی جانی کسی شرط کی
چنانچہ اقتدا طاہر کا پیچھے معذور کے تو اس صورت میں نماز اصل سے منعقد نہو گی اور اگر دو نماز کے مختلف ہونیکی جہت سے اقتدا فاسد ہو تو نماز مقتدی کی نفل
غیر مضمون منعقد ہو گی یعنی اسکو فاسد کرنیسے قضا اوسکے ذمہ لازم نہوگی اور ثمرہ خلاف کا وضو کا ٹوٹنا ہی قہقہہ سے یعنی صحت شروع کے قول پر وضو ٹوٹ جائیگا
کیونکہ قہقہہ اثنای نماز میں پایا جائیگا اور عدم صحت کے قول پر وضو نجائیگا کلام زیلعی کی تفصیل سے دونو قولوں میں توفیق ہو گئی یعنی عدم صحت کی تصحیح اس
صورت پر محمول ہی کہ فساد اقتدا کسی شرط کے معدوم ہونیسے ہو اور صحت کی تصحیح اوسپر محمول ہے کہ اقتدا فرضیت میں نہو نفل میں باقی رہی ویمنع من الاقتداء
صف من النساء بلا حائل قدر ذراع او ارتفاعهن قدر قامة الرجل مفتاح السعادة اور منع کرتی ہی اقتدا سے عورتوں کی صف بدون ایسی حائل کے
جو مقدار ایک ہاتھ کی ہو یا بدون اونکے مرتفع ہونیکے آدمی کے قد کے برابر کذا فی مفتاح السعادة عورتوں کی صف اگر پوری ہو تو جتنی صفیں مردونکی اونکے پیچھے
ہونگی سبکی نماز فاسد ہو گی اور اگر تین عورتیں ہونگی تو مردونکی پچھلی صفوں میں سے تین تین محاذیوں کی نماز آخر صف تک فاسد ہو گی اور اگر دو عورتیں ہونگی تو صرف اول
صف کے دو مردونکی نماز جاتی رہیگی جو اونکے پیچھے سیدھ میں ہونگی اسیطرح ایک عورت سے بھی پیچھے کے ایک ہی مرد کی نماز فاسد ہوتی ہی تا آخر صفوف تک اور قیاس اس
کا مقتضی ہی کہ اگر عورتیں تین یا پوری صف ہوں تب بھی اونکے محاذی مردوں کی ایک ہی صف میں نماز فاسد ہو پچھلی صفوں میں نہو اس لیے کہ اوس
صف کے مرد اپنے پیچھے کے مردونکے لیے حائل ہو جاتے ہیں جیسے ایک یا دو عورتوں میں ہوتے ہیں مگر اس قیاس کو استحسان کی وجہ سے ترک کیا کیونکہ حضرت عمر سے
موقوفا اور مرفوعا ثابت ہی کہ جس شخص کے درمیان اور اسکے امام کے بیچ میں نہر یا رستہ یا عورتوں کی صف ہو تو اوسکی نماز نہیں تو معلوم ہوا کہ شارع نے ...
حائل اور ارتفاع کا اعتبار کیا ہی یا ایک یا دو عورتوں کے لیے صف میں بسبب حدیث مذکور کے حائل کا اعتبار نہیں کذا فی الشامی او طريق تجري فيه العجلة
تجري فيه السفن او نهر ... یا رستہ عام نافذ جس میں گاڑی مرد کے اقتدا ہی تا ... کہا کہ محاذ ... جسکو بیل کھینچتے ہیں او نهر تجري فيه السفن او
زورق ... في المسجد یا مانع اقتدا ہی نہر جس میں کشتیاں چل سکیں اگرچہ چھوٹی ہی کشتی یعنی ڈونگی ہو اور اگرچہ نہر مسجد میں ہو ... قضاء في الخلاء ...
في مسجد كبير جدا كبيت المقدس بسم ... فالكل ... تتصل الصفوف فيصح مطلقا كان قام في الطريق ثلثة وكذا اثنان عند الثاني
... لا واحد اتفاقا لانه تكره صلوته ... في مكان مختلفة ... یا مانع اقتدا ہو خلا یعنی اتنا ... جس میں ...
... کی بہت ... مطلقا یعنی اگرچہ ... صحیح ہو ... جگہ ...

بڑی نہر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون یا بڑا حوض ہو جسمین سو گز پانی ہو تو صفین متصل ہو جائینگی اور یہی صورت اگر دو گھر ہون امام اُنمین سے ایک مین ہو اور ایک شخص باہر متصل اسیلیے کہ بسبب کہ جو ایک صف کا حکم رکھتا ہو

اگر دو شخص تصل صف مین کھڑے ہوگیا اور لوگ جنکی صف نہین ہو اُسکے پیچھے ہین یعنی ایک شخص کے رستہ مین کھڑے ہونیسے صفون کا اتصال ثابت نہوگا جیسا وہ اگر تین ہو

جانا طرفین کے نزدیک اور یہی قول صحیح تر ہے ۔ م اور نہر مین صورت اتصال یہہ ہو کہ پل پر صفین ہون یا کشتیان باندہکر اون پر لوگ کھڑے ہو جائین اور ہر ایک کی

قید اسلیے لگائی کہ گہر اور مسجد مین جگہہ کا چہوٹا مانع اقتدا نہین اور گہر صحیح تر قول مین مثل مسجد کے ہے یعنی اوسمین بھی بدون اتصال صفون کے اقتدا صحیح ہے

اور مکان مثل جنگل کے ہے اور مدرسہ بڑی کی یہہ ہے کہ جس کا صحن چالیس ہاتھہ یا زیادہ کا ہو اور بعضون نے ساٹھہ ہاتھہ کہا ہے مگر قول اول مختار ہے کذا فی الشامی والحاصل کا

لا اقتداء ان لم یشتبہ حال امامہ بسماع او رؤیۃ ولو من باب مشبک یمنع الوصول فی الاصح اور حائل یعنی آڑ کا ہونا درمیان امام اور مقتدی کے

مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مقتدی پر حال اوسکے امام کا اوسکی آواز سننے یا اوسکو دیکھنے کے سبب سے مشتبہ نہو اگرچہ دیکھنا جہنجری دار دروازہ سے ہو جو مانع امام تک پہنچنے کا ہو صحیح تر قول مین ۔ م طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ سننا امام کی آواز کا یا مکبر کی آواز کا یکسان ہے اور دیکھنا عام ہے اس سے کہ امام کو دیکھے یا دوسرے مقتدی کو دیکھے

ولم یختلف المکان حقیقۃ کمسجد و بیت فی الاصح قنیۃ ولا حکما عند اتصال الصفوف اور حائل مانع اقتدا نہین بشرطیکہ مکان مختلف نہو حقیقت مین جیسے کہ مسجد

اور گہر ہے صحیح تر قول مین کذا فی القنیہ اور نہ حکما مکان جدا ہو صفون کے ملنے کے وقت یعنی اگر درمیان مین رستہ یا نہر ہو تو ہر چند دونو کنارے رستہ نہر کے مکان مختلف ہین

مگر صفون کے اتصال کی صورت مین جیسا کہ ایک ہی مکان ہین اسلیے مانع اقتدا نہین ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان درر و بحر و غیرہما

واقرہ المصنف لکن تعقبہ فی الشرنبلالیۃ و نقل عن البرہان و غیرہ ان الصحیح اعتبار الاشتباہ فقط قلت وفی الاشباہ و زواہر الجواہر و

مفتاح السعادۃ و مجمع الفتاوی و النصاب و الخانیۃ انہ الاصح وفی النہر عن الزاد انہ اختیار جماعۃ من المتاخرین اور اگر اقتدا کیا اپنے اوس گہر کی

چہت سے جو مسجد کے ساتہہ ملا ہوا ہے تو جائز نہوگا بسبب اختلاف مکان کے کذا فی الدرر و البحر و غیرہما اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے مگر اعتراض کیا ہے اس قول پر شرنبلالیہ مین اور

برہان وغیرہ سے نقل کیا کہ صحیح قول اعتبار کرنا صرف مشتبہ ہونے امام کے حال کا ہے نہ خلاف مکان کا مین کہتا ہون اور اشباہ اور زواہر الجواہر اور مفتاح السعادۃ

اور مجمع الفتاوی اور نصاب اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ یہی قول صحیح تر ہے اور نہر الفائق مین زاد سے منقول ہے کہ یہی قول اختیار ہے ایک جماعت متاخرین کا ۔ ع فتاوی

عالمگیری مین ہے کہ مسجد کا ہمسایہ اگر امام مسجد کے پیچھے اپنے گہر مین اقتدا کرے تو درست ہے بشرطیکہ اوسکے اور مسجد کے درمیان راہ عام نہو یا ہو مگر صفون سے بہر گئی ہو

وصح اقتداء متوضئ لا ماء معہ بمتیمم ولو مع متوضئ بسؤر حمار مجتبی و بحر اور صحیح ہے اقتدا کرنا وضو والے کا جسکے ساتہہ پانی نہین پیچھے تیمم والے کے اگرچہ ساتہہ

وضو کرنیوالے کے کہ جو گدہے کے جہوٹے پانی سے ہو کذا فی المجتبی و البحر ۔ م مقتدی کے ساتہہ پانی ہونیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر پانی اوسکے ساتہہ ہوگا تو امام کو پانی بتلاسکیگا اسصورت مین

اقتدا صحیح نہوگا کیونکہ تیمم امام کا اسکے عندیہ مین باطل ہے اور یہہ اسوقت ہے کہ امام نے تیمم پانی کے نہونیکی سبب سے کیا ہو اور اگر اور عذر سے کیا ہوگا تو اقتدا درست

ہوگا گدہے کے جہوٹے پانی سے وضو کرنیکے ساتہہ تیمم کرنیکے یہہ معنی کہ اول وضو کیا پہر تیمم کیا اور اگر وضو کرکے فرض پڑہا اور اگر لیا پہر تیمم کیا اور دوبارہ فرض پڑہا تو

درست ہوگا اسلیے کہ ادائی فرض مین شک آگیا کذا فی الطحاوی وغاسل بماسح ولو علی جبیرۃ اور درست ہے اقتدا دہونیوالے کا پیچھے مسح کرنیوالے کے اگرچہ مسح شکستہ

عضو کی بندش پر ہو یعنی جو شخص پانو کو دہوتا ہو وہ موزہ پر مسح کرنیوالے کا اقتدا کرسکتا ہے اور جو شخص غسل یا وضو مین تمام عضا کو دہوتا ہے وہ ایسے شخص کا اقتدا کرسکتا

ہے جس نے کسی عضو پر کہپاچین بندہی ہین وقائم بقاعد یرکع و یسجد لانہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی آخر صلوتہ قاعدا وہم قیام و ابوبکر یبلغہم تکبیرہ

وبہ علم جواز رفع المؤذنین اصواتہم فی جمعۃ و غیرہا یعنی اصل الرفع اما ما تعارفوہ فی زماننا فلا یبعد انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام

اور درست ہے اقتدا کہڑے ہوئے شخص کا پیچھے بیٹہنے والے کے جو رکوع اور سجدہ کرتا ہو یعنی اشارہ سے نہ پڑہتا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز بیٹہکر پڑہی اور مقتدی

کہڑے تہے اور حضرت ابوبکر صدیق رض لوگونکو آواز آپ کی اللہ اکبر کی پہونچاتے تہے اور اس تکبیر پہونچانے سے معلوم ہوا جائز ہونا موذنونکی آواز بلند کرنیکا جمعہ و غیرہ

مین یعنی اصل بلند کرنا جائز ہوا اور یہہ جو ہمارے زمانہ مین موذنون نے رائج کر لیا ہے سو بعید نہین کہ مفسد اون کی نماز کا ہو کیونکہ چیخنا کلام کے ساتہہ ملحق ہے کذا فی فتح القدیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر نماز بیٹہکر پڑہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ نے امام فرمایا کہ لوگونکو نماز پڑہا دیں جب حضرت صدیق نے تحریمہ

کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھہ افاقہ محسوس کیا تو آپ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے چلکر جماعت میں تشریف لائے اور حضرت صدیق کے بائین طرف بیٹھے حضرت صدیق قراءت سے رک گئے اور پیچھے کو ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگونکو بیٹھے ہوے نماز پڑھائی اور صدیق تکبیر اللہ اکبر کی آواز لوگون کو سناتے رہے اور یہہ نماز ظہر کی تھی اور مکبر کا آواز بلند کرنا باتفاق درست ہے جبکہ جماعت مین امام کی آواز نہ پہونچتی ہو اور اگر حاجت مکبر کی نہو تو تکبیر کہلوانا چارون مذہب مین مکروہ ہے کذا فی السیرۃ الحلبیۃ وقائم بأحدب وإن بلغ حدبه الركوع على المعتمد وكذا بأعرج وغيره أولى اور درست اقتدا کھڑے ہونیوالے کا پیچھے کُبڑے کے اگرچہ اوسکا کُبڑاپن رکوع کو پہونچگیا ہو قول معتمد پر یعنی شیخین کے قول پر بخلاف محمد کے اسیطرح امام لنگڑے کا اقتدا بھی لنگڑے کی درست ہے کیونکہ لنگڑا اور کُبڑا بیٹھے ہوے شخص سے کم نہیں اور غیر لنگڑے کا بہتر ہے یعنی لنگڑے کے سوا دوسرے کا امام ہونا بہتر ہے شامی نے کہا کہ اسمین خصوصیت کی نہین بلکہ مستقیم اور قاعد اور کبڑے کا غیر اون کی نسبت کرامت مین اولی ہین وموم بمثله إلا أن يومي الإمام مضطجعا والمؤتم قاعدا أو قائما هو المختار درر صحیح ہے اقتدا اشارہ سے پڑہنے والے کا پیچھے اپنے مثل کے مگر یہہ امام لیٹکر اشارہ کرتا ہو اور مقتدی بیٹھکر یا کھڑا ہو کر اشارہ کرتا ہو کہ اس صورت مین اقتدا صحیح نہیں ہے کیونکہ مقتدی امام کی نسبت قوی الحال ہے کذا فی البحر یہی قول مختار ہے ومتنفل بمفترض في غير التراويح في الصحيح خانية وكأنه لأنها سنة مخصوصة في المسجد على وضعها المخاص للخروج عن العهدة اور درست ہے اقتدا نفل پڑہنے والے کا پیچھے فرض پڑہنے والے کے سوای تراویح کے صحیح قول مین کذا فی الخانیۃ یعنی تراویح مین فرض پڑہنے والے کے پیچھے صحیح نہیں اور غالبا عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ تراویح سنت مخصوص ہے تو اوسکے عہدہ سے باہر آنیکے لیے اوسکی وضع خاص کا لحاظ کیا جائیگا اسمین یہہ اعتراض ہے کہ نفل کی ہر رکعت مین قراءت فرض ہے اور فرض کے دو گانۂ اخیر مین سنت تو اخیر دوگانہ مین اقتدا فرض والے کا پیچھے سنت والے کے لازم آیگا حالانکہ یہہ درست نہین اسکا یہہ جواب ہے کہ مقتدی اقتدا کی جہت سے امام کا تابع ہے قراءت کے باب مین اسی جہت سے قراءت اسکے حق مین اون دونو رکعتون مین سنت ہو گئی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے صح اقتداء متنفل بمتنفل صحیح ہے اقتدا نفل پڑہنے والے کا پیچھے نفل پڑہنے والے کے ومن يرى الوتر واجبا بمن يراه سنة اور صحیح ہے اقتدا اوس شخص کا جو وتر کو واجب سمجھتا ہے پیچھے اوس شخص کے جو وتر کو سنت سمجھتا ہے یعنی اس شرط سے کہ امام وتر کو ایک سلام سے پڑہے کذا فی الطحطاوی وعن اقتدى في العصر وهو مقيم بعد الغروب بمن أحرم قبله للاتحاد اور درست ہے اقتدا اوس شخص کا کہ وہ مقیم ہے اور عصر کی نماز مین غروب کے بعد اوس شخص کا اقتدا کرے جسنے نیت عصر کی غروب کے پیشتر کی ہو بسبب ہونے دونو کی نماز کے مقیم کی قید اسلیے لگائی کہ اگر مسافر بعد وقت نکلنے کے اقتدا کریگا تو جائز نہوگا چنانچہ پیشتر گزرا طحطاوی نے کہا کہ للاتحاد تینون مسئلون کی علت ہے نفل مین تو اتحاد ظاہر ہے اور وتر مین اسلیے کہ اختلاف اعتقاد مین ہے نہ فعل وتر مین اور تیسرے مسئلہ مین دونون کی نماز عصر ہے اور سب کی قضا وإذا ظهر حدث إمامه وكذا كل مفسد في رأي مقتد بطلت فيلزم إعادتها لتضمنها صلوة المؤتم صحة وفسادا اور جبکہ ظاہر ہو جاے مقتدی کا بیوضو ہونا اوسکے امام کا تو اوسکی نماز باطل ہوگی یعنی سرے سے منعقد نہوگی تو لازم ہوگا اوسکا اعادہ کیونکہ نماز امام کی مقتدی کی نماز کو متضمن ہے صحت اور فساد مین شارح نے کہا اور ایسا ہی حکم ہے ظاہر ہونے ہر مفسد کا مقتدی کے اعتقاد مین ہم یعنی اگر گواہون سے یا امام کے اقرار سے معلوم ہوا کہ امام نے بیوضو نماز پڑہی یا کوئی اور مفسد نماز اوس سے سرزد ہوا تو مقتدیکو فرض پہر پڑہنا چاہیئے اسلیے کہ امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائیگی اور لفظ باطل اور اعادہ کا ماتن کے کلام مین بیمحل ہے اسلیے کہ باطل اہل اصطلاح اسکو کہتے ہین جو منعقد ہو کر فاسد ہوا اور اعادہ اس مقام پر بولتے ہین کہ جبر نقصان کے لیے دو بارہ پڑہی جاے یہان یہہ صورت متحقق نہین ہے اگر یہہ کہا جاے کہ مجازا ایسا کہدیا ہے تو ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ثم يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن وهل عليهم إعادتها إن عدلا نعم وإلا ندبت وقيل لا لفسقه باعترافه ولو زعم أنه كافر لم يقبل منه لأن الصلوة دليل الإسلام وأجبر عليه ویسی لازم ہے امام کو خبر دینا قوم کو جبکہ وہ امام ہوا ہو اور حالانکہ وہ بیوضو تہا یا ناپاک یا نپانے والا کسی شرط کا یا رکن کا اور کیا واجب مقتدیون پر دوبارہ پڑہنا نماز کا امام کے خبر دینے سے جواب یہہ ہے کہ اگر امام سچا ہے تو ہان واجب ہے اور اگر عادل نہین تو اعادہ مستحب ہے اور بعضون نے کہا کہ اعادہ نہین ہے بسبب فاسق ہونے امام کے اپنے اقرار سے یعنی اگر اوس امام نے حالت بیوضوئی یا ناپاکی وغیرہ مین امامت کی اور پہر لوگونکو آگاہ کر دیا تو خود اپنی زبان سے فاسق ہو گیا اور ہم کہتے ہین فاسق کا قول معتبر نہین ہے اسکے خبر دینے سے اعادہ نماز کا نہین اور اگر یہہ خیال ہو کہ امام نے براہ عمد ہی کا اقرار کیا تو اعادہ کی

[illegible] اگر امام نے نماز پڑھنے کے بعد ... [illegible] ... تو نماز پڑھنا مسلمانوں کو ... وہ ... [illegible] ... کیا مسئلہ
[illegible] سلام ہے ... بالقصد ... [illegible] ... اور وہ [illegible] ... [illegible]
الفتاوی علی ما صححہ ... [illegible] ... علی الفتاوی امام کے ... خبر دینا ... کہ یہ ... زبان ...
... توقف ... جب اگر مقتدی ... معلوم ... اور اگر معلوم نہ ہوں تو خبر دینا ... نہیں کذا فی البحر من المعراج ...
... معلوم ہوں ... اور ... نہ معلوم ... کو خبر دینا ... ہے اور ... کہ مجمع الفتاوی میں نہ خبر دینے کی مطلقاً یعنی خواہ نماز کا فاسد ہونا بالاتفاق ہو یا مختلف فیہ
بسبب ... قول امام ... کے ... ہر جس ... ہو لیکن شرحوں میں ترجیح دی گئی ہیں فسادوں پر یعنی خبر دینا معراج الدرایہ شرح ہدایہ اور بحر الرائق
شرح کنز الدقائق میں مذکور ... مجمع الفتاوی کا قول انکے سامنے قابل التفات نہیں شامی نے کہا کہ بالقصد متعلق اخبار سے ہے اور علی الامام متعلق ہے ...

و اذا اقتدی امی و قاری بامی تفسد صلوۃ الکل للقدرۃ علی القراءۃ بالاقتداء بالقاری سواء علم بہ او لا نوی او لا علی المذهب ... استخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعدہ فصح ... بصنعہ تفسد صلوتہم لان کل رکعۃ صلوۃ فلا تخلو عن القراءۃ ولو
تقدیرا اور جبکہ اقتدا کیا ایک امی اور ایک قاری نے پیچھے امی کے تو نماز سبکی فاسد ہوگی بسبب قدرت ... امیوں کے قراءت پر قاری کے پیچھے پڑھنے سے برابر ہے کہ امام
علم قاری کا ہو یا نہو اور نیت قاری کی ہو یا نکی ہو ... مذہب تو ہے کہ شامی نے زیلعی سے نقل کیا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ فرائض کا حال علم اور جہالت سے بدلتا
نہیں تو جب علم شرط نہوا تو نیت بھی بطریق اولے شرط نہوگی ... یا خلیفہ کردے امام کسی امی کو پچھلی دو رکعتوں میں اگرچہ تشہد میں خلیفہ کرے فاسد ہوگی نماز سب کی
کہ ہر رکعت نماز مقصود ہے تو خالی نہوگی کوئی رکعت قراءت سے اگرچہ قراءت تقدیری ہو اور امی میں قراءت تقدیری بھی نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں تو امام نے ایسے کو خلیفہ
کیا جس میں صلاحیت امامت کی نہیں اسلیے نماز مقتدیوں کی فاسد ہوئی اور امام کی نماز عمل کثیر کی جہت سے فاسد ہوئی اور مقتدیوں کی نماز امام کی نماز پر مبنی تھی کذا
فی البحر شارح نے کہا اور بعد تشہد کے خلیفہ کرنے سے تو نماز درست ہوگی بسبب نکل جانے امام کے اپنے فعل سے یعنے استخلاف سے و صحت لو صلی کل من الامی و القاری
وحدہ فی الصحیح اور صحیح ہے نماز اگر پڑھے ہر ایک یعنی امی اور قاری نے تنہا قول صحیح میں ... قول صحیح کا مقابل قول ابو حازم کا ہے کہ نماز امی کی اس صورت میں جائز
نہیں بقیاس مسئلہ گذشتہ اور ہدایہ میں قول اول کو صحیح کہا ہے کذا فی الشامی بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ و صلی منفردا فانہا تفسد
فی الاصح ... بخلاف ... امی کے بعد شروع کرنے قاری کے جب قاری کا اقتدا نکرے اور تنہا نماز پڑھے کہ نماز امی کی فاسد ہوگی صحیح تر قول میں اوس وجہ کی سبب سے
کہ ... یعنی امی نے باوجود قدرت علی القراءۃ کے قراءت کو ترک کیا اگر قاری کے پیچھے پڑھتا تو اوسکی قراءت اسکی بھی قراءت ہو جاتی واللہ اعلم ان المدرک
من صلاہا کاملۃ مع الامام واللاحق من فاتتہ الرکعات کلہا او بعضہا لکن بعد اقتدائہ اور جان کہ مدرک وہ مقتدی ہے جس نے نماز کی پوری رکعتیں
امام کے ساتھ پڑھی ہوں اور لاحق وہ مقتدی ہے جس نے کل رکعتیں یا تھوڑی سی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں مگر اقتدا کرچکنے کے بعد یہ رکعتیں فوت ہوئی
ہوں بعذر کغفلۃ و زحمۃ و سبق حدث و صلوۃ خوف و مقیم ائتم بمسافر فوت ہونا کل یا بعض رکعات کا کسی عذر سے ہو مثلا غفلت سے یا بھیڑ سے یا وضو
جاتے رہنے سے یا خوف کی نماز ہو یا مقیم کا اقتدا کرے مسافر کے پیچھے ... غفلت کی صورت یہ ہے کہ مقتدی اقتدا کے بعد غافل ہو گیا یہاں تک کہ امام نے سب نماز یا بعض پڑھلی
اور ... کی صورت یہ ہے کہ مثلا جمعہ میں اقتدا کیا اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک رکعت امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور وضو ہو جانے سے مقتدی اور امام دونوں
لاحق ہو سکتے ہیں امام کے لاحق ہونیکی یہ صورت ہے کہ جب امام وضو کو گیا تو جسکو خلیفہ کر گیا تھا اوس نے اس اثنا میں کل یا بعض رکعات پڑھلیں اور خوف کی نماز
اسطرح ہوتی ہے کہ امام فوج کے دو حصہ کرکے ایک کو نماز پڑھاوے اور دوسرے کو مقابل دشمن کے کھڑا کرے جب پہلا حصہ نصف نماز امام کے ساتھ پڑھ لے تو وہ دشمن کے
سامنے جاوے اور دوسرا امام کے پیچھے اقتدا کرے چنانچہ صلوۃ خوف میں بیان ہوگا تو پہلا حصہ لاحق ہوگا ... شارح نے مراد لیا ہے اور دوسرا حصہ مسبوق ہوگا
اور مقیم جو مسافر کے پیچھے پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز میں مقیم کو امام کے فارغ ہونیکے بعد دو رکعتیں اور پڑھنی پڑینگی اون دونوں میں مقیم کا حکم لاحق کا
ہو لکن ... سبق امامہ فی رکوع و سجود فانہ یقضی رکعۃ ... اسیطرح ہے فوت ہونا رکعات کا بلا عذر اسطرح کہ مقتدی اپنے امام سے پیشتر

یعنی رکوع اور سجدہ کرے تو وہ اپنی رکعت قضا کریگا اسلئے کہ پہلے پڑھ چکا ہے ... کہ تو پڑھ چکا [illegible]
وبکعتۃ بقضاء ما فاتہ اور حکم اوس کا مثل مسبوق کے ہے یعنی جسقدر رکعتین فوت ہوئی ہیں انکو پڑھ لے ... کیونکہ وہ اسکو
اور کا فرض نہ بدلیگا اقامت کی نیت سے یعنی اگر مسافر لاحق ہو گیا اور نماز ختم ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کی تو وہ اپنا فرض پورا کر لے
نہ بدلینگی اور شروع کرے وہ اول نماز فوت شدہ کا یعنی لاحق اول وہ رکعت پڑھے جو فوت ہو گئین پھر امام کی متابعت کرے عکس المسبوق یعنی مسبوق کے برعکس
بلحاظ مذکور وبالا مین لاحق مسبوق کے برعکس ہے تو مسبوق اپنی باقی نماز مین قرارت پڑھیگا اور اگر اسمین سہو کریگا تو سجدہ سہو کرنا پڑیگا اور نیت اقامت سے
اوس کا فرض بدلجائیگا دو کی جگہہ چار رکعتین پڑھنی ہونگی اور ساول امام کی متابعت کریگا بعد اسکے فارغ ہونیکے باقی نماز پڑھیگا ہتابع امامہ ان قلنا
بعدم الہ وامّا تابعہ ثم صلّی ما نام فیہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضا پھر لاحق بعد اوسکے فوت شدہ نماز کے اپنے امام کی متابعت
کرے اگر امام کا پالینا اوسکو ممکن ہو ورنہ متابعت امام نکرے پھر اگر لاحق مسبوق بھی ہو تو اول وہ نماز بلے قرارت پڑھے جسمین مثلا سو گیا ہو اوسکے بعد وہ جسکو
قرارت کے ساتھہ جسمین وہ مسبوق ہوا ہو صورت لاحق اور مسبوق ہونیکی یہہ ہے کہ ایک شخص مثلا ظہر کی دوسری رکعت مین شریک ہو کر لاحق ہو گیا یعنی تیسری اور چوتھی
رکعت میں سو گیا تو اب وہ تیسری اور چوتھی کو بلا قرارت پڑھے پھر اول رکعت کو قرارت کے ساتھہ پڑھے شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت فہم مطلب سے قاصر ہے بہتر
تعبیر یہہ تھی کہ شارح یون کہتا ویبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ عکس المسبوق ثم یتابع امامہ ان ادرکہ ثم ما سبق بہ یعنی شروع کرے قضا کی مافات کو یہہ عکس ہے
مسبوق کے پھر متابعت امام کی کرے اگر اسکو نماز مین پاوے پھر وہ نماز پڑھے جسمین مسبوق ہو گیا ہے تاکہ عبارت مختصر اور تفہیم غرض کے لیے واضح ہوتی
غرضکہ شارح کا قول والا تابعہ الخ بموقع ہے اسلیے مترجم نے اسکا ترجمہ اور طور پر کیا ولو عکس صح واثم لترک الترتیب اور اگر لاحق اسکا عکس کرے یعنی اول وہ
رکعت پڑھے جس مین مسبوق ہوا پھر وہ جس مین لاحق ہو تو نماز صحیح ہوگی اور گناہ گار ہوگا بسبب ترک ترتیب رکعات کے جو واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک اوسکی نماز
صحیح نہوگی کیونکہ ترتیب رکعات اونکے نزدیک فرض ہے کذا فی الشامی والمسبوق من سبقہ الامام بہا او ببعضہا اور مسبوق وہ مقتدی ہے جس سے پیشتر امام
سب رکعتین یا بعض رکعتین پڑھ چکا ہو یعنی مثلا اگر اخیر رکعت کے رکوع کے بعد ملا ہو گا تو سب رکعتون مین مسبوق ہوگا ورنہ بعض مین ہم غرضکہ مقتدی چار طرح کے ہوتے
اول مدرک دوم لاحق سوم مسبوق چہارم وہ جو لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی وہو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد
بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ اور مسبوق منفرد ہوتا ہے یہان تک کہ وہ سبحانک اللہم الخ اور اعوذ اور قرارت پڑھے اگرچہ امام کے ساتھہ اوسنے قرارت
پڑھی ہو کیونکہ امام کے پیچھے قرارت مکروہ ہونیکی جہت سے اوسکا کچھہ شمار نہیں وجود و عدم برابر ہے کذا فی مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ ای بعد متابعتہ
لامامہ فلو قبلہا فالاظہر الفساد اور مسبوق منفرد ہے اوس نماز مین کہ قضا کرے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھہ نہین ملی اوسکے پڑھنے مین منفرد ہے شارح کہتا
کہ فوت شدہ کو ادا کرے بعد متابعت اپنے امام کے یعنی امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑھے پس اگر قبل متابعت کے یعنی اثنای متابعت مین پڑھیگا تو ظاہر تر نماز کا
فاسد ہونا ہے اسلیے کہ منفرد ہونا اقتدا کی محل مین درست نہین ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر
یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلہا اور مسبوق قرارت کے باب مین اول اپنی نماز کا اور تشہد کے
باب مین آخر اپنی نماز کا پڑھے یعنی فوت شدہ نماز کو قرارت کے حق مین شروع نماز سمجھے اور تشہد کے حق مین امام کے ساتھہ پڑھی ہوئی کو تو یہی ملا لیوے اب مرح ... تفریع
کرتا ہے کہ پانیوالا ایک رکعت کا فجر کے سوا دوسری نماز دن مین سے بقیہ نماز اسطرح پڑھے کہ دو رکعتین اول فاتحہ اور سورہ کے ساتھہ ادا کرے اور درمیان مین تشہد کے ساتھ
ادا کرے یعنی ایک رکعت بعد الحمد وسورہ پڑھکر بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتون کے بعد ہوتا ہے اور اوسنے ایک امام کے ساتھہ پڑھ لی ہے پھر تیسری رکعت مع الحمد وسورہ پڑھکر
اور پھر چوتھی رکعت چار رکعت والی نماز کی صرف الحمد کے ساتھہ ادا کرے اور اوس سے پیشتر یعنی تیسری کے آخر مین نہ بیٹھے ہم فیض مین مستفیض ہے کہ امام [illegible]
مسبوق اسطرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتین مع قرارت پڑھکر تشہد کرے اور تیسری کو صرف فاتحہ سے پڑھے اور شامی نے کہا کہ ظاہر اعتماد قول پر صاحبین کے ہے جیسا کہ
شارح نے بیان کیا ہے الا فیما ذکر فلمتعلق الحدیہا لا یجوز الاقتداء بہ وان صح استخلافہ فی حد ذاتہ لا حاجۃ القضاء لا استثنائہ

لا اشباہ مسبوق منفرد ہی مگر چار مسئلون مین کہ وہ بمنزلہ مقتدی کے ہی اول مسئلہ یہ ہی کہ اقتدا اسمین جائز نہین اور منفرد کو ہی درست ہی کہ
مسبوق خلیفہ کرنا بحالت مسبوق ہونے حالت قضا نمازون میں تو استثنا نہین ہی گو جیسا کہ اشباہ مین کہا اشباہ مین کہا کہ مسبوق
اقتدا جائز نہیں استخلاف کا مسئلہ مستثنے ہی یعنی اگر امام کو حدث ہو اور وہ مسبوق کو خلیفہ کرے تو درست ہو شارح کتاب نے کہا کہ استثنا
مسبوق کا امام کے سلام سے پیشتر ہو اور عدم جواز اقتدا بعد سلام امام کے ہی جب مسبوق اپنی نماز پڑہے کذا فی الحلبی فعلم انہ لو نسی احد المسبوقین
بلا اقتداء یعنی اگر دو مسبوق جو ایک ساتھ شریک جماعت ہوے اونمین سے ایک بہول گیا کہ کتنی رکعتین باقی رہین اور اوس نے اپنی کو دیکھ
کر بدون اقتدا کے تو درست ہو گا طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کے لکہنے کی ضرورت نہی کیونکہ اسمین اقتدا ہی نہین ثانیہا یاتی بتکبیر التشریق
اجماعا اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مسبوق تکبیرات تشریق کو کہے بالاتفاق یعنی عرفہ کی صبح سے تیرہوین کی عصر تک ہر فرض باجماعت کے بعد تکبیر کہے مسبوق
تو ہر کہے حالانکہ منفرد امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر نہ کہے وثالثہا لو کبّر ینوی استیناف صلوتہ وقطعہا یصیر مستانفا وقاطعا للاولی بخلاف
المنفرد کما فی الحجۃ اور تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر مسبوق بقیہ نماز تھوڑی سی پڑہکر اللہ اکبر کہے نیت کرکے از سر نو پڑہنے اپنی نماز کی اور پہلی کے قطع کرنے کی تو ایسی نو
پڑہنے والا اور پہلی نماز کو توڑنے والا ہو جائیگا بخلاف منفرد کے کہ وہ مستانف نہین ہوتا چنانچہ عنقریب آویگا ورابعہا لو قام الی قضاء ما سبق بہ وعلی الامام
سجدتا سہو فلہ قبل تقییدہ بسجدۃ علیہ ان یعود وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام اور چوتہا مسئلہ یہ ہی کہ مسبوق مقتدی کے مانند ہی
اگر مسبوق کہڑا ہوا اور نماز کو پڑہنے جو اوس سے پیشتر ہو چکی ہے حالانکہ امام پر دو سجدہ سہو کے ہین اگرچہ سہو مسبوق کے مقتدی ہونے سے پہلے ہوا ہو تو مسبوق پر
واجب ہے کہ عود کرے یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک ہو جاے اور مسبوق کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد صبر کرے یہان تک کہ سمجہے کہ امام کے ذمہ سہو نہین فلا
ینبغی جلدی نکرے جب امام دوسری طرف سلام پہیرے اوس وقت اٹہے ولو قام قبل السلام ہل یعتد باداۂہ ان قبل قعود الامام قدر التشہد لا
وان بعدہ نعم یعنی اگر مسبوق امام کے سلام سے پیشتر کہڑا ہو گیا تو کیا معتبر ہو گا اوس کا ادا کرنا یعنی قیام و رکوع وغیرہ کرنا اسکا جواب یہ ہی کہ اگر بقدر تشہد امام کے
بیٹہنے سے پیشتر کہڑا ہو کر پڑہنے لگے گا تو اوس کا ادا کرنا معتبر نہین اور اگر بعد بیٹہنے امام کے بقدر تشہد کہڑا ہوا ہو گا تو معتبر ہو گا وکرہ تحریما الا لعذر
وخوف وقت فجر وجمعۃ وعید ومعذور وتمام مدۃ المسح ومرور مار بین یدیہ اور مکروہ تحریمی ہی کہڑا ہونا مسبوق کا بعد مقدار تشہد بیٹہنے امام
مگر کسی عذر کی جہت سے مکروہ تحریمی نہین جیسے خوف بے وضو ہو جانیکا درصورت توقف اور خوف جاتے رہنے وقت فجر اور جمعہ اور عید اور معذور کا یعنی امام کے ساتھ سلام
تک ٹہرنے اور پہر اپنی باقی نماز پڑہنے مین آفتاب نکل آویگا یا جمعہ کا وقت خواہ عید کا نہ رہیگا یا عذر والے شخص کو وقت باقی نہ رہیگا اور خوف پورا ہو جانے مدت
مسح موزون کا اور خوف گذرنے کسی گذرنے والے کا اوسکے سامنے کہ ان صورتون مین اگر مسبوق کہڑا ہو جائے گا تو کہڑا ہونا مکروہ تحریمی نہوگا
کہڑا ہونا مکروہ تحریمی اسلیے ہوا کہ امام کی متابعت سلام مین واجب ہے کہڑا ہو جانے سے وہ چہوٹ جائیگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ بخروج اور تمام اور
حدث پہر اور جمعہ اور عید اور معذور کا فجر پر فان فرغ قبل سلام امامہ ثم تابعہ فیہ صحت پہر اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا امام کے سلام
پیشتر پہر سلام مین اسکی متابعت کی تو نماز صحیح ہو گی ہم بعض فقہا نے کہا ہی کہ اس صورت مین نماز فاسد ہوگی کیونکہ مسبوق جب کہڑا ہو گیا تو بقیہ کے پڑہنے مین منفرد
ہو گیا اب پہر اقتدا کیسے کریگا مگر فتوی اسپر ہی کہ نماز فاسد نہوگی اسلیے کہ اقتدا کیا ہی بعد فراغت پانے کے ارکان سے ہم ایسا ہو اگر یا جان بوجہکر ہو تب مین حدث
کیا کذا فی البحر والنہر ولو لم یعد کان علیہ ان یسجد للسہو فی آخر صلوتہ استحسانا اور اگر مسبوق عود نکرے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو مین شریک نہ ہو
تو اوسکو چاہیے کہ اپنی نماز کے آخر مین سجدہ سہو کرے براہ استحسان قید بالسہو لان الامام لو تذکر سجدۃ صلبیۃ او تلاویۃ فرضت المتابعۃ
قید لگائی سہو کی یعنی اوپر کے قول مین کہ امام پر سہو کے سجدے ہین اسلیے کہ اگر امام کو سجدہ خود نماز کے اندر کا یا سجدہ تلاوت کا یاد ہو گا تو اوس سجدہ مین مسبوق کو
متابعت امام کی فرض ہی ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی اسلیے کہ سجدہ صلبی فرض ہی اور سجدہ تلاوت گو واجب ہے مگر چونکہ یہہ سجدہ قعدہ اخیرہ کو معدوم کر دیتا ہی
قعدہ فرض ہوتا ہی تو متابعت امام کی فرض ہی اوسکے ترک سے نماز فاسد ہو جائیگی کذا فی الحلبی وہذا کلہ قبل تقییدہ فان قیدہ بسجدۃ

بما يفسد في حق الخليفة مطلقا وكذا لو قيد [illegible] ٧٩٦ اور مسبوق کا [illegible] مسبوق کا اور [illegible]

متابعت کری تو سوقت تک ہے کہ جتنی رکعت کو مسبوق پہنچی کہڑا ہوا اور اوسنے ہنوز سجدہ سے ساتہہ مقید نکیا ہو اور سجدہ سے مقید کرنے کے بعد [illegible]

مطلقا فاسد ہو گی خواہ متابعت کرے یا نکرے کیونکہ وہ منفرد ہو گیا حالانکہ اوسپر سے دو رکن سجدہ اور قعدہ رہگئی اور بعد رکعت پوری کرنے کے متابعت [illegible]

نماز فاسد ہوگی کذا فی الحلبی اور سجدہ سہو نماز فاسد ہوگی سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو مین اگر مسبوق متابعت کریگا اسلیے کہ ایک رکعت کو پورا کرنے [illegible]

منفرد ہوچکا اب وہ منفرد کی جہین ہوسکتی اور متابعت اوس کا ترک لازم آتا ہے کذا فی الشامی اور اگر متابعت نکریگا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ سجدہ [illegible]

اور سجدہ تلاوت سے جو قعدہ اخیرہ جاتا رہا تو ایسے وقت گیا کہ مسبوق پہلے منفرد ہوچکا تہا وہ مسبوق پر لازم نہوگا اور یہی وجہ نماز فاسد نہوگی کذا فی الحلبی [illegible]

[illegible] متابعت بعد سلامہ لزمہ السہو ٧٩٦ اور اگر مسبوق نے بہولکر سلام پہیرا تو اگر بعد امام کے پہیرا تب تو اوسپر سجدہ سہو لازم ہے کیونکہ وہ اسحالت مین

منفرد ہے اور اگر ایسا نہین بلکہ امام سے پیشتر پہیرا یا اوسکے ساتہہ ہی پہیرا تو سجدہ سہو لازم نہین کیونکہ وہ دونو صورتون مین مقتدی ہے اور مقتدی کے سہو کا [illegible]

[illegible] لم یقعد امامہ فی الخامسۃ فتابعہ ان بعد القعود تفسد والا لا حتی یقید الخامسۃ بسجدۃ اور اگر مسبوق کا امام پانچوین رکعت کو

کہڑا ہو گیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت کی تو اگر امام بعد قعدہ اخیرہ کے کہڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو گی کیونکہ انفراد کی جگہہ مین اقتدا کریگا اور اگر

امام نے قعدہ اخیرہ نہین کیا اور کہڑا ہوگیا تو نماز مسبوق کی فاسد نہوگی اسلیے کہ امام کی نماز ابہی پوری ہی نہین ہوئی تو متابعت کچہہ مضر نہین جب تک کہ امام اوس [illegible]

کو سجدہ سے مقید کرے کیونکہ پانچوین رکعت کو سجدہ کرنے سے امام کی نماز نفل ہو جائیگی اسلیے مسبوق کی نماز فاسد ہوگی ولو ظن الامام السہو فسجد لہ فتابعہ

فبان ان لا سہو فالاشبہ الفساد لاقتدائہ فی موضع الانفراد اور اگر امام نے اپنے ذمے سہو کا گمان کرکے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے اوسکی متابعت

کی پہر ظاہر ہوا کہ امام پر سہو نہ تہا تو مشابہ تر قواعد فقہ سے فاسد ہونا نماز مسبوق کا ہے بسبب اقتدا کرنے مسبوق کے انفراد کی جگہہ مین مصنف نے [illegible]

سے نقل کیا کہ مفتی بہ عدم فساد ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عدم فساد کی وجہہ بیان کی کہ اس زمانہ مین قاریون پر جہالت غالب ہے

باب الاستخلاف

یہہ باب ہے خلیفہ کرنے کے احکام مین یعنی اگر امام کو اثناء صلوٰۃ مین مانع صلوٰۃ پیش آوے اور وہ دوسرے شخص کو اپنا نائب کردے اوسکے احکام اس باب مین مذکور ہین

طحطاوی نے کہا کہ سین اور تا استخلاف مین طلب کیلئے ہین کیونکہ مقصود بیان خلیفہ کا ہے نہ طلب کرنا خلیفہ کا اور چونکہ استخلاف اوس حدث کے ہونے پر مشروط [illegible]

جو بنا کا مانع ہو اسلیے شارح نے عنوان مین بنا ہی کو ذکر کیا اور کہا اعلم ان لجواز البناء ثلثۃ عشر شرطا جان لے کہ بنا کی جائز ہونیکے لیے تیرہ شرطین ہین کو [illegible]

الحدث سماویا پہلی شرط یہ ہے کہ حدث کا ہو آسمانی یعنی حدث مین اور اوسکے سبب مین بندہ کو اختیار نہو اگر حدث اختیاری ہوگا تو بنا درست نہوگی نماز نئے سرے سے

پڑہنی ہوگی من بدنہ دوسری شرط یہ ہے کہ ہو حدث کا نمازی کے بدن سے یعنی خارج ہو نجاست مانع نماز غیر موجب لغسل تیسری شرط یہ ہے کہ وہ حدث

موجب غسل کا نہو مثلا سو جانے سے انزال نہوگیا ہو ولا نادر الوجود اور چوتہی شرط یہ ہے کہ حدث کا نادر الوجود نہو اسی کہلکہلا کر ہنسنا اور بیہوشی نکل گئی ولم [illegible]

رکنا مع حدث اور پانچوین شرط یہ ہے کہ نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتہہ نہ ادا کیا ہو مثلا سجدہ مین حدث ہوا اور اپنا سر بقصد ادا اوٹہایا تو نماز از سر نو

پڑہنی ہوگی او مشی اور چہٹی شرط یہ ہے کہ کوئی رکن چلنے کی ساتہہ نہ ادا کیا ہو مثلا جب نماز مین سے وضو کرنے گیا اور مسجد کو آنے مین قرأت پڑہتا آیا تو بنا نہوگی

ولم یفعل منافیا اور ساتوین شرط یہ ہے کہ کوئی فعل مخالف نماز نہ کیا ہو مثلا کہانا نکہایا ہو یا پانی نہ پیا ہو ورنہ از سر نو نماز پڑہے او فعلا لہ منہ بد [illegible]

آٹہوین شرط یہ ہے کہ کوئی کام ایسا نہ کیا ہو جس سے نمازی کو چارہ ہو مثلا پانی پاس تہا اور بلا ضرورت دور چلا گیا ولم یتراخ بلا عذر کزحمۃ اور نوین [illegible]

یہہ ہے کہ بدون عذر کے دیر نکی ہو قدر جیسے ہنوز کا ہونا تو اگر بدون انہوں کے مقدار ادا کرنے رکن کے توقف کریگا مثلا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور بنا جائز نہوگی

ولم یظہر حدثہ السابق کمضی مدۃ مسحہ اور دسوین شرط یہ ہے کہ اس حدث سے پیشتر کا کوئی حدث ظاہر نہوا ہو جیسے گذر جانا مدت نمازی کے موزہ کے

مسح کی کہ اس صورت مین بہی نماز فاسد ہو جائیگی ولم یتذکر فائتۃ وہو ذو ترتیب اور گیارہوین شرط یہ ہے کہ اوسنے کوئی نماز قضا یاد نکی ہو اور [illegible]

صورت مین کہ وہ صاحب ترتیب ہو کیونکہ ترتیب والے کو فائتہ کا یاد آنا مفسد اوسکی حال کی نماز کا ہے ولم یتم المؤتم فی غیر مکانہ اور بارہوین شرط یہ ہے [illegible]

کیا امام نے یا مقتدی ہی ہو تو اگر مقتدی خلیفہ کا مقتدی ہی درمیں وقت کیونکہ شامل ہے امام کو بھی مقتدی کہا کہ شامی نے کیا ہو پورا نماز کو سوا میں جگہ کے
اور درمیان امام میں حائل یا اپنے اقتدا ہو تو خود کو چاہیے کہ اوسی جگہ آوین جہاں امام ہو ورنہ نماز فاسد ہو جاےگی اور منفرد کو اختیار ہے جہاں چاہے
جا مقتدی کی جگہ تمام کرے یہ ایسے پیچھے کہ بھی حائل ہو مقتدی کا اگر اوسمیں اور امام میں کوئی آڑ ہو یا امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو فیستخلف الامام
لہا اور یہ شرط ہے کہ امام نے ایسے شخص کو خلیفہ کیا ہو جو لائق امامت نہ ہو مثلا عورت کو یا نابالغ کو خلیفہ کیا ہو ورنہ سب کی نماز فاسد ہوگی سبقی لایلم
سماوی لااختیار للمصلی فیہ ولا فی سببہ کسقوط شجۃ من فجۃ وکحدثہ من نحو عطاس علی الصحیح مثال امام کو جو وضو ہو ناگہانی کہ نہیں اختیار
بندہ ہو اوسمیں اوسکے سبب میں مثلا ایک درخت سے گری اور اوس سے نماز ہی کے خون نکلا اور شل بے وضو ہو جاتی نمازی کے چھینک جیسی چیز سے قول صحیح ہے
شامی نے کہا کہ مثال منفی کی ہے تو اسپر بنا نکرے اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے ابو یوسف اور طرفین میں ابو یوسف کے نزدیک بندہ سے مراد نمازی ہے تو جس فعل
میں نمازی کا اختیار نہ ہوگا اون کے نزدیک وہ ناگہانی ہوگا اور طرفین کے نزدیک جو فعل ایسا ہو کہ کسی بندہ کے اختیار میں نہ ہو وہ ناگہانی ہوگا اور چھینک کی مانند کہا النسائی
کہ طرفین کے نزدیک ان عذرات سے بے وضو ہونے میں بنا درست نہیں غیر مانع للبناء کما قدمناہ ولو بعد التشہد لیاتی بالسلام استخلف ای جاز
ذلك ولو فی جنازۃ باشارۃ الی جہۃ المحراب ولو مسبوق امام کو حدث ناگہانی ہوا ہو جو مانع بنا کا نہو چنانچہ ہے اور اوسکو مقدم بیان کردیا یعنی اور حدث
میں وہ تیرہ شرطیں جو اوپر مذکور ہوئیں تو امام مذکور کسی مقتدی کو اپنا خلیفہ کرے اگرچہ بعد تشہد کے حدث ہو تب بھی خلیفہ کرے تاکہ خلیفہ سلام پہلے سے یعنی امام کے خلیفہ
درست ہے گو نماز جنازہ میں ہو خلیفہ کرے مقتدی کو اشارہ سے یا محراب کی طرف کھینچے اگرچہ مقتدی مسبوق ہو ویشیر باصبع لبقاء رکعۃ و باصبعین
لرکعتین ویضع یدا علی رکبتہ لترك رکوع وعلی جبہتہ لسجود وعلی فمہ القراءۃ وعلی جبہتہ ولسانہ لسجدۃ تلاوۃ وسجدۃ للسہو اور امام
اشارہ کرے خلیفہ کے طرف ایک انگلی سے ایک رکعت باقی رہنے کے لیے اور دو انگلیوں سے اشارہ کرے دو رکعتیں رہی گا اور رکھ لینا ہاتھ زانو پر رکوع کے چھوٹ جانے کے
اور پیشانی پر سجدہ کے رہ جانے کے لیے بعوض منہ پر قراءت رہ جانے کے لیے اور پیشانی اور زبان دونوں پر ہاتھ رکھے سجدہ تلاوت کے چھوٹ جانے کے لیے اور فقط سینہ پر ہاتھ
رکھے سہو کے واسطے اگر امام کے ما لم یجاوز الصفوف فی الصحراء ما لم یتقدم حد السترۃ او موضع السجود علی المعتمد کالمنفرد خلیفہ کرے
اوس وقت تک کہ صفوں سے نکل جاوے اگر جنگل میں ہو ... آگے نہ بڑہی کہ اوسکی حد سترہ ہی یا سجدہ کی جگہ معتمد قول پر مثل منفرد یعنی خلیفہ کرینگے ... امام
جنگل میں یہاں اوسی وقت تک ہے کہ صفوں سے تجاوز نہ کرے یہ سترہ داہنے اور بائیں اور پیچھے کے جانب میں ہو اور آگے کے طرف میں حد سترہ سے بڑہنا ہے اور اگر سترہ نہ ہو تو
سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا کہ اوسکے بعد نماز باقی رہیگی اور خلیفہ کرنا درست نہوگا اور اسی طرح منفرد کے لیے سترہ حد ہے اور اگر سترہ نہو تو سجدہ کی جگہ یعنی اگر
منفرد کو شبہہ ہوا بے وضو ہونے کا اور وہ سترہ سے یا سجدہ کی جگہ سے آگے بڑہ گیا پھر معلوم ہوا کہ وضو نہیں گیا تو اب بنا نہ کر سکے گا کہ نماز فاسد گئی اور منفرد کے لیے ہر طرف
اتنا ہی فاصلہ معتبر ہے جتنا آگے کی طرف کذا فی الطحطاوی وما لم یخرج من المسجد او الجبانۃ والدار لو کان یصلی فیہ لانہ علی امامتہ ما لم یجاوز وھذا
اذا لم یتقدم ... لو بنفسہ مقامہ ناویا الامامۃ وان لم یجاوزہ اور اوس وقت تک مسجد یا جبانہ یا مکان سے باہر نہ ہو اگر امام ان میں سے کسی میں نماز
پڑہتا ہو سو کہ امام اپنی امامت پر باقی ہے جب تک اس حد سے تجاوز نکرے اور جبتک کہ اور کوئی امام کی جگہ بنیت امامت آگے نہ بڑہ گیا ہو کہ خود ہی بڑہ ... اشارہ امام
اگرچہ امام مذکور سے نہ بڑہا ہو یعنی امام کی جگہ اگر کوئی شخص مقتدیوں سے امامت کی نیت کرکے جا کھڑا ہو گا تو اوس وقت اوسکی امامت باقی رہیگی اگرچہ امام صفوں سے یا سجدہ
وہ مقتدی امام ہو جائیگا م جبانہ بفتح جیم و تشدید موحدہ نماز کی جگہ قائم کو کہتے ہیں جو جنگل میں بنائی جاوے کذا فی المغرب طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شامی
امام کی جگہ اولا امام تقدم کہتا اور اس تقدم کو استخلاف حکمی کہتے ہیں حتی لو تذکر فائتۃ او تکلم لم تفسد صلوۃ القوم لانہ صار مقتدیا یہاں
بعد مقتدی سمجھ کے کھڑا ہو جانے لیے امام کی جگہ میں امام کسی فوت شدہ نماز کو یاد کرے گا یا کلام کرے گا تو قوم کی نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ امام مقتدی ہو گیا اپنا خلیفہ
... اوسکی نماز پر مبنی نہ ہو ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف اور اگر پانی مسجد کے اندر ہو تو حاجت خلیفہ کرنے کی نہیں کیونکہ خلیفہ کرنا جائز
... اور امام جب تک مسجد میں ہی اپنی امامت پر قائم رہے تو ہو سکتا ہے کہ وضو کرکے پھر امام ہو جاے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں اتنا عبارت زائد ہے کہ اگر سہو

میں خلیفہ کر دیگا تو اوسکی نماز فاسد ہو گی و استینافہ افضل تحرزا عن الخلاف اور از سر نو پڑھنا امام کا افضل ہے واسطے بچنے کے خلاف سے امام
شافعی کے نزدیک استخلاف جائز نہیں اوس سے نماز فاسد ہو جاتی ہی اسیلیے کہا کہ نماز کو نئے سرے سے پڑھنا افضل ہے تاکہ سبکے نزدیک نماز ہو جاوے
استیناف کی یہہ صورت ہو کر کوئی کام نماز کے مخالف کرکے پہلے نماز کو قطع کر دے اور وضو کے بعد جدا نیت کرے کذا فی الشامی ویتعین الاستیناف
ان لم یکن تشہد لجنون او حدث عمدا او خروجہ من مسجد بظن حدث او احتلام بنوم او تفکر او نظر او مس بشہوۃ او اغماء او قہقہۃ
اور متعین ہی از سر نو پڑھنا اگر بقدر تشہد نہ بیٹھا بسبب جنون کے یا دانستہ حدث کرنیکے یا حدث کے گمان پر مسجد سے باہر نکلنے کے یا بسبب احتلام ہو جانیکے
سونے سی یا فکر سے یا دیکھنے یا شہوت کے ساتھہ چھونے سے یا بسبب بیہوشی کے یا کھلکھلا کر ہنسنے کے کیونکہ اس قسم کے واقعات نادر ہیں اور شرط استخلاف اور بنا کی عدم
ندرت ہی جیسا کہ مذکور ہوا و کذا یجوز لہ ان یستخلف اذا حصر عن قراءۃ قدر المفروض لحدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ فانہ
لما احس بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم حصر عن القراءۃ فتاخر فتقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واتم الصلوۃ فلو لم یکن جائزا لما فعلہ
بدائع اور اسیطرح جائز ہی امام کو خلیفہ کرنا جب کہ بند ہو جاوے قدر فرض قراءت کے پڑھنے سے بسبب حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے کہ انہوں نے
جب آہٹ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی تو قراءت سے بند ہوئے اور پیچھے ہٹ گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھکر نماز کو تمام کیا تو اگر یہہ امر جائز نہوتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نکرتے کذا فی البدائع ہم فرض کے مقدار کی قید اسیلیے لگائی کہ اگر بعد پڑھنے مقدار فرض کے رکیگا تو خلیفہ کرنا بالاجماع ناجائز ہو گا کذا فی الہدایۃ
وقالا تفسد اور صاحبین نے فرمایا کہ قراءت فرض سے رکجانے کے باعث نماز فاسد ہو جائیگی تو از سر نو پڑھے خلیفہ نکرے ہم وجہ فساد یہہ ہے کہ یہہ عذر نادر الوجود ہے اور
شرط استخلاف یہہ ہی کہ نادر نہو کذا فی الشامی وبعکس الخلاف لو حصر ببول او غائط اور اس خلاف کے برعکس ہے اگر امام باعث پیشاب یا پاخانہ کے نماز میں رکجائے
یعنی صاحبین کے نزدیک استخلاف جائز ہی اور امام اعظم کے نزدیک ناجائز ولو عجز عن رکوع و سجود ہل یستخلف کالقراءۃ لم ارہ اور اگر امام عاجز ہو رکوع
اور سجود سے تو کیا خلیفہ کر دے جیسے قراءت کے رکجانے میں کرتا ہی اس مسئلہ کا حکم میں نے نہیں دیکھا امام شامی نے کہا کہ میں نے شارح کا ہاتھہ کا لکھا خزائن الاسرار کے حاشیہ
دیکھا کہ ظاہر کلام مجتبی سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ اس مسئلہ میں خلیفہ نکرے کیونکہ استخلاف خلاف قیاس ثابت ہوا ہی یعنی بسبب عمل کثیر ہونیکے تو جہان وارد ہی اوسی جگہہ جائز
ہو گا نہ دوسری جگہہ بخجل ای لاجل خجل او خوف اعتراہ قراءت سی رکنا بسبب خجالت کے ہو یا بسبب خوف کے کہ امام کو پیش آیا ہو لا یستخلف اجماعا لو نسی
القراءۃ اصلا لانہ صار امیا او اصابہ عطف علی المنفی بول کثیر ای نجس مانع من غیر سبق حدثہ فلو منہ فقط بنی خلیفہ نکرے اجماعا اگر
بھولجاوے قراءت کو سرے سے اسیلیے کہ امام اسصورت میں امی ہو گیا اور قوم کی نماز باطل ہو گئی تو اگر منفرد کو یہہ صورت پیش ہو گی تو وہ بھی بنا نکر سکیگا کذا فی الشامی یا لگ جاوے امام کو
پیشاب بہت یعنی نجاست مانع نماز کی اسکے حدث سابق کے سوا ہو تو اگر صرف حدث سابق ہی سے نجاست لگی تو بنا کر لے شارح نے کہا کہ او اصابہ عطف ہی منفی پر یعنی
لو نسی پر ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ امام کو مثلا نکسیر پھوٹی اور زائد قدر درہم اوسکے کپڑے کو لگ گئی تو اس نجاست سے نماز فاسد نہو گی وضو کے ساتھہ کپڑا دہو کر بنا کر سکتا ہے
ہاں اگر خارج سے نجاست مانع لگی تو مفسد ہو گی او کشف عورتہ فی الاستنجاء ہو المراد او ذراعیہا للوضوء اذا لم یضطر الیہ فلو اضطر لم تفسد یا کھولے
اپنی شرمگاہ استنجا میں یا عورت کھولے اپنا ہاتھہ وضو کیلیے تو نماز فاسد ہو گی اور استخلاف اور بنا درست نہو گا بشرطیکہ کشف عورت کے لیے مضطر نہو پس اگر ناچار کھولنا پڑے
یعنی وہان پر ہو تو استنجا یا وضو ممکن نہو تو نماز فاسد نہو گی او قرأ فی حالۃ الذہاب او الرجوع لادائہ رکنا مع حدث او مشی یا پڑھے قراءت وضو کے لیے جانیکی حالت میں
یا واپس آنیکی حالت میں تو نماز فاسد ہو گی بسبب ادا کرنے نمازی کے رکن نماز کو حدث کے ساتھہ جانیکی صورت میں یا چلنے کے ساتھہ واپس آنیکی صورت میں حالانکہ شرط بنا یہہ
ہی کہ ادا نکرے رکن حدث کے ساتھہ یا چلنے کے ساتھہ غرضکہ اس صورت میں بھی استخلاف و بنا درست نہیں بخلاف تسبیح فی الاصح بخلاف سبحان اللہ کہنے کے
صحیح تر قول میں کہ اوس سے نماز فاسد نہو گی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح قراءت اور تسبیح دونوں سے متعلق ہی اور اصح کا مقابل قراءت میں زیلعی کا قول ہے کہ جاتے وقت
قراءت پڑھیگا تو فاسد ہو گی اور واپسی کے وقت پڑھیگا تو فاسد نہو گی او طلب ماء بالاشارۃ او شراہ بالمعاطاۃ للبناء یا پانی مانگا اشارہ سے یا اوسکو
خریدا بالتعاطی سے تو نماز فاسد ہو گی بسبب مخالف ہونے ان دونوں باتوں کے نماز سے ہم شرنبلالی نے پہلے مسئلہ میں یہہ اعتراض کیا ہی کہ اگر نمازی سلام کا جواب اشارہ سے

دیئیو نکی وجہ سے نزدیک اونکی نماز فاسد نہیں ہو گیا وجہ کہ پانی کو شمار سے مانگنے میں نماز فاسد ہو شیخ عینی محشی نے سمجھا کہ پانی کا مانگنا اور قبول کرنا نیز جو عذر کہ ہو اسلیے مفسد ہے بخلاف رد سلام کے اور تعاطی کے یعنی یہ کہ امام سامنے پانی کے رکھدینی اور وہ لیکر اوٹھالیتا زبان سے ایجاب قبول کچھہ نکرنا تو جب تعاطی سے فاسد ہوگی تو ایجاب وقبول کے ساتھہ تو بدرجہ اولے فاسد ہوگی غرضکہ ان دونو صورتونمین بھی استخلاف دینا جائز نہیں اوجا وزما الی نہر ۴۴ فقد صفنین اولیمیا یلی او رحماتہ لو کو نہا لاتی الاستقاء ینم البناء علی المختار یا بڑہگیا قریب کے پانی سے دوسری پانی کیطرف مگر مقدار دو صفونکے تجاوز کرنا یا قریب کے پانی کو بہولنیکے سبب سے یا اوسپر انبوہ کثیر ہونیکی جہت سے یا اوسکے کنوان ہونیکی جہت سے دوسرے پانی پر جانا بنا کا مانع نہیں اسلیے کہ پانی کنوئین سے نکالنا مانع بنا ہی نہ ہے مختار پر یعنی جب قریب کا پانی کنوان ہو تو اوسکو ترک کرے اور دور والے پر جاوے کیونکہ کنوئین سے پانی کہینچنا مانع بنا ہوتا ہے اور مختار کی قید اسلیے لگائی کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر دوسرا پانی نہو تو کنوئین سے پانی نکالنا مانع بنا نہیں یہ قول غیر مختار ہے او مکث قدر اداء رکن وان لم ینو الاداء بعد سبق الحدث الا لعذر کنوم ورعاف یا توقف کیا مقدار اداء ایک رکن کے اگرچہ قصد رکن کے ادا کا نکیا ہو بعد پیش ہونے حدث کے مگر عذر کی جہت سے توقف کرنا مانع بنا نہیں جیسے نیند یا نکسیر باعث مثلا توقف کرنا لیکن بدون عذر بعد حدث کے مقدار اداء ایک رکن کے توقف کرنا مانع استخلاف اور بنا کا

واذا ساغ له البناء توضأ فورا بکل سنة ویبنی علی ما مضی بلا کراهة ویتم صلوته ثمه وهو اولی تقلیلا للمشی او یعود الی مکانه لیتحد مکانها کمنفرد فانه مخیر وهذا کله ان فرغ خلیفته والا عاد الی مکانه حتما لو بینهما ما یمنع الاقتداء کالمقتدی اذا سبقه الحدث اور جب کہ درست ہوا امام کو بنا کرنا بسبب نپائے جانے موانع بنا کی تو وضو کرے فورا یعنی بلا توقف بقدر رکن ساتھہ ہر سنت کے وضو کی سنتون سے اور بنا کرے اوس نماز پر جو پڑھ چکا ہو بدون کراہت کے اور تمام کرے اپنی نماز اوسی جگہہ جہان وضو کیا اور وہان تمام کرنا بہتر ہے بوجہ کم ہونے رفتار کے یا پہر آوے اپنی جگہہ پر تاکہ جگہہ کل نماز کی ایک ہو شل منفرد کے کہ وہ بھی مختار ہے چاہے باقی نماز وضو کی جگہہ پڑہے چاہے اوس جگہہ چلا آوے جہان پڑہ رہا تہا اور یہہ سب یعنی امام کو اختیار کا ہونا اوسوقت ہے کہ امام کا خلیفہ اوس نماز سے فارغ ہو چکا ہو اور اگر فارغ نہوا ہو تو امام واپس آوے اپنی جگہہ پر یعنی جس جگہہ پڑھتا تہا اوسی جگہہ یا اوسکے قریب جہان سے اقتدا درست ہو چلا آوے وجوبا بشرطیکہ امام مین اور اوسکے خلیفہ مین کوئی امر مانع اقتدا ہو جیسے مقتدی جس صورت مین کہ اوسکو حدث پیش ہو تو وضو کرکے اوسکو بھی اپنی جگہہ چلا جانا واجب ہے بشرطیکہ مانع اقتدا اوسمین اور امام مین ہو ورنہ وضو کی جگہہ سے بھی اقتدا کر سکتا ہے واعلم انه ان تعمد عملا ینافیها بعد جلوسه قدر التشهد

ولو بعد سبق حدث تمت لتمام فرائضها نعم تعاد لترك واجب السلام اور جان کہ اگر نمازی دانستہ کوئی کام مخالف نماز کے کرے بعد اپنے بیٹھنے کے مقدار تشہد کے اگرچہ بعد بے وضو ہو جانیکے کرے تو نماز اوسکی تمام یعنی درست ہوگی بسبب پورا ہونے فرضوں نماز کے ہان یہہ نماز اعادہ کیجائیگی بسبب چہوٹنے واجب سلام کے ہم طحطاوی نے کہا کہ تمت کے معنی صحت کے ہین کیونکہ تمام تو جب ہوتی کہ نقصان تک واجب کا نہ ہوتا ولو وجد المنافی بلا صنعه قبل القعود بطلت اتفاقا اور اگر عمل مخالف نماز بدون صنعت نمازی کے یعنی بے اختیاری سے بیٹھنے کے پیشتر پایا جائیگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے نماز باطل ہوگی ہم شامی نے کہا کہ منافی سے غرض وہ فعل ہے جو حدث تہا اور مذکور العمد کے سوا ہو کیونکہ حدث بھی قیاس کے رو سے مخالف ہے مگر شرع نے اسکو مخالف نہیں اعتبار کیا ولو بعده بطلت فی المسائل الاثنی عشریة عند الامام وقالا صحت ورجحه الکمال وفی الشرنبلالیة والاظهر قولهما بالصحة فی الاثنی عشریة اھ اگر فعل مخالف بے اختیار بعد مقدار تشہد کے پایا جائیگا تو نماز باطل ہوگی مسائل دوازدہ گانہ مین امام کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ درست ہوگی اور ترجیح دی ہے کمال نے صاحبین کے قول کو اور شرنبلالیہ مین ہے کہ ظاہر تر قول صاحبین کا ہے نماز کی صحت کا مسائل دوازدہ گانہ مین ہم وجہ باطل ہونے نماز کی امام کے نزدیک یہہ ہے کہ نماز سے باہر آنا باختیار خود امام کے نزدیک فرض ہے بموجب تخریج بردعی کے تو جبتک باختیار خود نماز سے باہر آنا نپایا جائیگا اوسوقت تک جو فعل مخالف نماز بے اختیار سرزد ہوگا وہ نماز کے اندر ہوگا اسلیے نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک خروج بصنعه فرض نہین تو قعدہ اخیرہ پر فرائض نماز تمام ہو جائینگے اسلیے نماز صحیح ہوگی اور کرخی کے قول کے بموجب امام کے نزدیک بھی خروج بصنعه فرض نہین تو اس صورت مین وجہ بطلان نماز یہہ ہے کہ فرض مین تغیر واقع ہوتا ہے مثلا تیمم والے نے بعد قعدہ اخیرہ کے پانی پر قدرت پائی تو اوسکے حق مین پہلے فرض تیمم تہا اب متغیر ہو کر وضو ہو گیا کیونکہ

الشامی وھی ماذکرہ بقولہ انما تبطل لو وقع بالظاء کما ان الاداء اکمل اولی لبعد تیمم المتیمم علی الماء اور وہ بارہ مسئلے یہ ہین جو مصنف اپنے قول آئندہ مین
مذکور کرتا ہے چنانچہ باطل ہوتی ہے نماز بسبب قدرت پانے تیمم کرنے والے کے پانی پر یعنی جماعت نکلنے پانی کے یا نہ استعمال کر سکنے کے تیمم کرکے نماز
پڑھی قعدہ اخیرہ مین تشہد کے بعد پانی یا کہ نظر آگیا یا اوسکے استعمال پر قادر ہو گیا تو امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی اور صاحبین کے نزدیک
صحیح شارح نے کہا کہ اگر مصنف لفظ کا کی جگہ وقت کے ساتھ تفریع کرتا جیسا درر مین ہے تو اچھا ہوتا اسلیے کہ کاف سے یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ جو بطلان
نماز کا مذکور ہے وہ ان مسائل کے سوا اور مسائل مین ہے حالانکہ وہ انہین مسائل مین مخصوص ہے ہم یہ پہلا مسئلہ ہے بارہ مین کا واما مسئلۃ رؤیۃ المتوضی الموتم
بمتیمم الماء ففیہا خلاف زفر فقط وتنقلب نفلا اور مسئلہ پانی دیکھنے وضو والے مقتدی کا پیچھے تیمم والے کے اوسمین صرف خلاف زفر کا ہے کہ اوسکے نزدیک
نماز فاسد نہین ہوتی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اوسکا وصف باطل ہو جاتا ہے یعنی نفل ہو جاتی ہے ہم یہ جواب ہے زیلعی کے اعتراض کا کنز پر اعتراض زیلعی کا یہ تھا
کہ اول مسئلہ مین جو قدرت متیمم کی ہے اوس کی کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ اگر وضو کرنے والا تیمم والے کے پیچھے پڑھتا ہو اور وہ پانی دیکھے تب بھی نماز باطل ہوتی ہے کیونکہ
اوسکے عقیدہ مین امام پانی پر قدرت رکھتا ہے تو تیمم سے امام کی نماز درست نہوگی گو واقع مین امام کی نماز پوری ہے شارح نے جواب دیا کہ ذکر اون مسائل کا ہے جنمین خلاف امام
امام اعظم اور صاحبین کے ہے اور اس مسئلہ مین تینون مین کچھ خلاف نہین سب کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے البتہ خلاف زفر کا ہے کہ وہ فاسد نہین کہتے کذا فی الشامی و
مضی مدۃ مسحہ ان وجد ماء ولم یخف تلف رجلہ من برد والا فیمضی علی الاصح کما مر فی بابہ دوسرا مسئلہ بارہ مین کا گذرنا مدت نمازی کے
مسح کا ہے جسصورت مین کہ پانی پاوے اور اپنے پانوں کے جاتے رہنے کا سردی کے سبب سے خوف نکرے اور اگر مدت مسح کی پورا ہونے پر پانی نپاوے یا پانی ہو مگر سردی کے
مارے رہ سکے تو نماز پڑھے جاوے صحیح تر قول کے بموجب جیسا کہ باب المسح مین گذرا وتعلم امی آیۃ ای تذکرہ او حفظہ بلا صنعہ ولو کان الامی مقتدیا
بقاری علی ما علیہ الاکثر لکن فی الظہیریۃ صحح الصحۃ قال الفقیہ وبہ نأخذ تیسرا مسئلہ سیکھنا امی کا ہے آیت کو یعنی خود اوسکو یاد آگئی یا دوسرے سے سنکر یاد ہو گئی
بدون اختیار کے اگرچہ امی مقتدی ہو قاری کے پیچھے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی امام کے نزدیک بنا بر اوس قول کے جسپر اکثر فقہا ہین لیکن ظہیریہ مین صحت نماز کی تصحیح
ہے فقیہ ابواللیث نے کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین ہم بحر الرائق مین کہا کہ وجہ صحیح ہونے مقتدی کی نماز کی یہ ہے کہ امام کی قرات اوسکی قرات ہے تو اوسکی نماز کا تمام
کامل طور پر تھا تو آخر مین آیت کے سیکھنے سے قوی کی بنا ضعیف پر لازم نہین آتی اس سے معلوم ہوا کہ اگر نمازی منفرد ہوگا تو مسئلہ مختلف فیہ باقی رہیگا ووجد
العاری ساترا تجوز بہ الصلوۃ چوتھا مسئلہ پانا برہنہ کا ایسے لباس کو جس سے نماز درست ہو یعنی پاک ہو اور ستر عورت کو کافی ہو ومثلہ لو صلی بنجاسۃ
فوجد ما یزیلہا او اعتقت الامۃ ولم تتقنع فورا اس مسئلہ کے مانند ہے اگر نماز پڑھی نجاست کے ساتھ پھر بعد تشہد کے اوس چیز کو پایا جو نجاست دور کرے تو اس
صورت مین بھی امام صاحب کے نزدیک نماز باطل ہو گی یا لونڈی بعد تشہد کے آزاد ہوئی اور اوس نے فورا سر کو نہ چھپایا تب بھی نماز جاتی رہیگی ہم یہ دونون مسئلے شارح نے
زائد کیے ہین ونزع الماسح خفہ الواحد بعمل یسیر فلو بکثیر تمت اتفاقا پانچوان مسئلہ نکالنا مسح کرنے والے کا اپنے ایک موزہ کو تھوڑے سے عمل سے مثلا
موزہ ڈھیلا تھا اور ذرا حرکت سے پانوں سے نکل گیا تو نماز باطل ہو جائیگی پس اگر عمل کثیر سے نکالیگا تو نماز پوری ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے کیونکہ عمل کثیر مین نماز
سے اپنے اختیار سے باہر آنا پایا جاتا ہے وقدرۃ موم علی الارکان چھٹا مسئلہ قادر ہونا اشارہ سے پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر مفسد نماز ہے امام صاحب
کے نزدیک وتذکر فائتۃ علیہ او علی امامہ وہو صاحب ترتیب والوقت متسع ساتوان مسئلہ یاد ہونا قضا نماز کا اپنے
ذمہ اگر منفرد یا امام ہو یا اپنے امام کے ذمے اگر مقتدی ہو حالانکہ وہ شخص جسکے ذمہ قضا نماز ہے صاحب ترتیب ہے اور وقت وسیع ہے یعنی
فائتہ اور وقتی دونون پڑھ سکتا ہے تو اگر وقت تنگ ہوگا تو نماز بالاتفاق تمام ہو جائیگی ہم قضا نماز کے یاد ہونے سے امام کے
نزدیک نماز قطعا باطل نہین ہوتی بلکہ اوسکا فساد موقوف رہتا ہے اگر بعد اوسکے پانچ نمازین وقتی اور پڑھ لے گا باوجود قضا کے یاد ہونے کے
تو وہ نماز بھی جائز ہو جائیگی اور اگر قضا شدہ کو ادا کرے گا تو باطل ہو جائیگی تو یہان باطل کے ذیل مین مصنف کا اوسکو ذکر کرنا اس اعتماد پر
ہے کہ قضا نمازون کے بیان مین اوسکی تفصیل آویگی کذا فی المجتبی وتقدیم القاری امیا مطلقا وقیل لا فساد لو کان استخلافہ

بعد التشهد بالاجماع وهو الاصح كما في الكافي لانه عمل كثير آٹھوان مسئلہ آگے کرنا قاری کا امی کو مطلقا خواہ تشہد کے پہلے ہو یا پیچھے اور
بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کرنا امی کو بعد تشہد کے ہوگا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ کافی میں ہے اور وجہ
عدم فساد کی یہ ہے کہ استخلاف عمل کثیر ہے یعنی اوس سے نماز پوری ہو جاویگی ح حلبی نے کہا کہ شارح کو مطلقا کہنا زیبا نہ تھا اس لیے کہ
یہہ مسائل تو مفروض تشہد کے بعد ہین علاوہ ازین قبل تشہد استخلاف امی کا بالاتفاق مفسد ہے فقط امام صاحب کے نزدیک اور یہان منظور بیان کرنا
اون صورتون کا ہے جنمین امام اور صاحبین مین خلاف ہے اور وہ صرف بعد تشہد کے ہے اور جب اصح اس باب مین عدم فساد ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ صورت
خلافی نہین ہے کذا فی الحلبی فتفطن وطلوع الشمس في الفجر نوان مسئلہ آفتاب کا نکل آنا فجر کی نماز مین بعد تشہد کے کہ امام کے نزدیک مفسد ہے وزوالها في العيدين
ودخول وقت من الثلاثة على مصلي القضاء اور ڈہل جانا آفتاب کا عید کی تشہد کے بعد اور قضا پڑھنے والے پر تین وقتون مین سے ایک کا آجانا یعنی
طلوع خواہ سہوا یا غروب کا وقت ہو جانا قضا نماز کے تشہد کے بعد ح یہہ صورتین شارح نے زیادہ کی ہین ودخول وقت العصر بان بقي في قعدتها الى
ان صار الظل مثليه في الجمعة بخلاف الظهر فانها لا تبطل خلافا دسوان مسئلہ وقت عصر کا داخل ہونا جمعہ کی نماز مین اسطرح کہ امام قعدہ مین ٹہیرا رہا یہان تک
کہ سایہ دو مثل ہوگیا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز فاسد ہوگی بخلاف ظہر کی نماز کے کہ وقت عصر کے آجانے سے وہ باطل نہین ہوتی ح کافی مین اس مسئلہ پر
اعتراض کیا ہے کہ امام کے نزدیک وقت عصر دو مثل پر ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک مثل پر تو وقت عصر کے جمعہ مین داخل ہونے سے خلاف کی صورت
کیسے بنیگی شارح نے اوسکی صورت کو بیان کر دیا کہ یون ہو سکتی ہے کہ امام قعدہ مین بیٹھا رہے کذا فی الطحطاوی وزوال عذر المعذور بان لم يعد في الوقت
الثاني گیارہوان مسئلہ دور ہونا عذر معذور کا اسطرح کہ دوسرے وقت مین پہر نہ عود کرے ح معذور کا عذر اگر تشہد کے بعد دور ہو گیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر عذر
مذکور آیندہ نماز کے وقت کامل تک موقوف رہا تو امام علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جسکے تشہد کے بعد عذر موقوف ہوا تہا فاسد ہوگئی اوسکی قضا کرے اور اگر عذر مذکور نے
دوسرے وقت مین عود کیا تو نماز صحیح ہے کذا فی البحر وكذا خروج وقته شارح نے یہہ مسئلہ زیادہ کیا اور یہی حکم ہے معذور کے وقت نکلنے کا یعنی اگر بعد تشہد وقت نماز
جاتا رہیگا تو معذور کی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ وقت کے نکل جانے سے معذور کی طہارت باطل ہو جاتی ہے وسقوط جبيرة عن برء بارہوان مسئلہ گر جانا جبیرہ کا
اچہا ہونے کے بعد ح جبیرہ وہ لکڑیان ہین جن سے ٹوٹے عضو کو باندہتے ہین تو اگر نمازی نے وضو کرنے مین مثلا جبیرہ پر مسح کر لیا تہا اور بعد تشہد جبیرہ گر گئی تو
مسح جاتا رہیگا اور نماز بہی فاسد ہو جائیگی واعلم انه لا تنقلب الصلوة في هذه المواضع العشرين نفلا اذا بطلت الا في ثلث فيما اذا تذكر فائتة
او طلعت الشمس او خرج وقت الظهر في الجمعة كما في الجوهرة زاد في الحاوي والمواهب اذا قدر على الاركان وبزاد مسئلة المومي بمتيمم
كما قدمنا والظاهر ان زوالها في العيد ودخول الاوقات المكروهة في القضاء كذلك ولم اره جاننا چاہیے کہ نماز ان بیس جگہون مین جب باطل
ہو جاتی ہے تو نفل نہین ہو جاتی بجز تین صورتون کے ایک اوس صورت مین کہ فوت شدہ نماز یاد کرے ۲ یا آفتاب فجر کی نماز مین نکل آوے ۳ یا وقت ظہر جمعہ مین جاتا رہے
چنانچہ جوہرہ مین ہے حاوی قدسی مین چوتہی صورت زیادہ کی ہے کہ اشارہ سے پڑہنے والا جب قادر ہو رکوع اور سجدہ پر تو اوسکی نماز بہی نفل ہو جائیگی شارح کہتا ہے اور
مسئلہ یاد ہو مقتدی کا تیمم والے کے پیچہے زیادہ کرنا چاہیے یعنے اون نمازون مین جو نفل ہو جاتی ہین گو خلافی نہون کذا فی الطحطاوی چنانچہ ہمنے پیشتر بیان کیا ہے اور
ظاہر یہہ ہے کہ آفتاب کا ڈہلنا عید مین اور اوقات مکروہہ کا داخل ہونا قضا مین ایسا ہی ہوا اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکہا ح شارح نے بیس جگہہ اسلیے کہا کہ بارہ مسئلے
ماتن نے لکہے تہے آٹہہ شارح نے زیادہ کیے اول پایا اوس چیز کا جو نجاست کو دور کرے جبکہ نجس کپڑے سے نماز پڑہتا ہو دوم سر ڈہانکنا لونڈی کا سوم یاد کرنا مقتدی کا امام کی
فوت شدہ نماز کو جب کہ امام صاحب ترتیب ہے چہارم آفتاب کا ڈہلنا عیدین مین پنجم وقت طلوع کا داخل ہونا قضا مین ششم ٹہیک دوپہر کا ہو جانا قضا مین ہفتم دفعتہ وقت عصر کا
آجانا قضا مین ہشتم معذور کے وقت کا نکلجانا اور بحر الرائق مین ان سب صورتون کو بارہ مین داخل کر دیا ہے یعنی اول اور دوم کو بہت سے مسئلے مین اور چہارم اور پنجم
اور ششم اور ہفتم کو مسئلہ طلوع مین اور ہشتم صورت کو مدت مسح کے گزر جانے مین باقی رہی تیسری صورت اوسکو محشی نے ساتوین مسئلہ مین داخل کیا ہے شامی نے کہا کہ اس داخل
کرنے مین صریح تکلف ہے حلبی نے کہا کہ جن مسئلون کو شارح نے ظاہر کہا ہے اونمین مصرح دیکہنے کی حاجت نہین اون کا حکم وہی ہے جو شارح نے لکہا اسلیے کہ جب اوقات

مگر وہہ مخالف نفل کے منعقد ہونیکے نہیں ہیں ابتداء نفل اون مین جائز ہی تو بعد از نفل کے مخالف کیسے ہونگی ولو استخلف الامام مسبوقا او لاحقا

او مقیما وہو مسافر صح والمدرک اولی اور اگر خلیفہ کری امام کسی مسبوق یا لاحق کو یا خلیفہ کری مقیم کو اور خود مسافر ہو تو درست ہی یعنی بوجہ شریک

ہونیکے تحریمہ مین اور مدرک خلیفہ کرنے کے لیئے بہتر ہی اسلیئے کہ امام کی نماز کے تمام کرنے پر زیادہ قادر ہی ہم مسبوق کا حکم آگے مذکور ہوتا ہی

مگر لاحق اور مقیم کا حکم لکھنا ضروری ہی پس اگر لاحق کو خلیفہ کیا جاوی تو اوسکو چاہیئے کہ لوگون کو اشارہ سے منع کردی کہ میری متابعت نکرنا جب تک

کہ مین فوت شدہ نماز کو نہ پڑھ لون پہر اول فوت شدہ کو پڑہی اوسکے بعد جہان سے امام کی نماز رہی ہو اوسکو پڑھے اسمین مقتدی اوسکی متابعت

کرین فارغ ہونے تک اور اگر مقیم کو خلیفہ کیا مسافر نے اور مقتدی مسافر اور مقیم سب ملے ہین تو اوسکو چاہیئے کہ دو رکعتون کے بعد کسی مسافر کو خلیفہ کردے

کہ وہ سلام پہیری پہر مقیم مقتدی دو رکعتین باقی اکیلے اکیلے بدون قراۃ کے پڑھ لین اور بہتر یہہ ہی کہ جب امام مسبوق یا لاحق کو خلیفہ کری تو وہ قبول

نکرین اور امام کے حق مین بہی بہتر ہی کہ مدرک کے سوا دوسری کو خلیفہ نکری کذا فی الشامی ولو جہل الکمیۃ قعد فی کل رکعۃ احتیاطا اور اگر مسبوق

یہہ نجانی کہ کتنی رکعتین امام نے پڑہی ہین تو ہر رکعت مین بیٹھی براہ احتیاط یعنی اس احتمال سے کہ شاید وہ رکعت امام کی آخر رکعت ہو ہم یہہ مسئلہ شارح نے مجمل بیان کیا اسکی تفصیل یہہ ہی کہ اگر مسبوق

خلیفہ اور دوسری مقتدی امام کی نماز کی مقدار نجانتی ہون مثلا مسبوق ہون تو خلیفہ ایک رکعت پڑھکر بیٹھی پہر کہڑا ہو کر اپنی باقی نماز پڑھے اور مقتدی بہی اسکا تتبع اسی باقی مین کرین

اوسکی فارغ ہونے تک صبر کرین جب سلام پہیری اوسوقت اپنی اپنی باقی نماز تنہا پڑھ لین کذا فی نہر الفائق ولو مسبوقا برکعتین فرضنا القعدتین اور اگر خلیفہ مسبوق ہو دو رکعتون سے تو ہم دو قعدے

اسپر فرض کہینگی یعنی ایک قعدہ امام کی نیابت کیوجہ سے اور دوسرا قعدہ اوسکا قعدہ اخیرہ ولو اشار لہ انہ لم یقرء فی الاولیین فرضت القراءۃ فی الاربع اور اگر امام نے اشارہ کیا مسبوق کو

کہ مینے پہلے دوگانہ مین قراۃ نہین پڑہی تو چارون رکعتون مین قراۃ مسبوق پر فرض ہوگی یعنی دو مین بوجہ نیابت امام کے اور دو مین خود اوسکی نماز مین ہم اس مسئلہ کی پہیلیان پوچہی جاتی ہی کہ کونسا

نمازی ہی جسپر چارون رکعتون مین قراۃ فرض ہی فلو اتم المسبوق صلوۃ الامام قدم مدرکا للسلام پہر جب مسبوق امام کی نماز تمام کر چکی تو کسی مدرک کو آگے کردی تاکہ وہ سلام پہیر دے

ثم لو اتی بما ینافیہا کضحک تفسد صلوتہ دون القوم المدرکین لتمام ارکانہا وکذا تفسد صلوۃ من جاء مثلہ کالمسبوق فی خلالہا پہر یعنی بعد تمام کرنے امام کی نماز کے اگرچہ مدرک کو

خلیفہ کیا ہو یا نہیں اگر مسبوق وہ حرکت کری جو مخالف نماز ہو مثلا ہنسنا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگی نہ مدرک مقتدیون کی بوجہ پورا ہوجانے ارکان نماز مدرکون کے اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز

اس شخص کی جسکا حال مثل حال مسبوق کے ہو بسبب پائی جانی حرکت مخالف نماز کے درمیان مسبوق کی نماز کے وکذا تفسد صلوۃ الامام الاول المحدث ان لم یفرغ فان فرغ بان

توضأ ولم یبق علیہ شئ لا تفسد فی الاصح لما مر انہ کمقتد اور اسیطرح فاسد ہوگی نماز امام اول بی وضو کی اگر وہ نماز سی فارغ نہوا ہو صحیح قول مین بسبب اسکے کہ گذرا کہ

امام مذکور مثل مقتدی کے ہی جبتک خلیفہ فارغ نہوا ہو ورنہ مثل منفرد کے ہی پس اگر امام اول فارغ ہوگیا ہو اسطرح کہ وضو کرکے خلیفہ کا شریک ہوگیا ہو اور کوئی رکعت

فوت نہوئی ہو تو نماز فاسد نہوگی ہم شامی نے کہا کہ فی الاصح عدم فراغت کیصورت سی متعلق ہی اور اسکا مقابل روایت ابی حفص کی ہی کہ اسصورت مین بہی امام مذکور کی نماز

پوری ہی وتفسد صلوۃ مسبوق عند الامام بقہقہۃ امامہ وحدثہ العمد ای بعد قعودہ قدر التشہد الا اذا قید

الرکعۃ بسجدۃ لتاکد انفرادہ اور فاسد ہوتی ہی نماز مسبوق کی امام اعظم کے نزدیک بسبب کہلکہلا کر ہنسنے اور دانستہ حدث کرنے اوسکے امام

کے یعنی امام کے بقدر تشہد کے بیٹھنے کے مگر جب کہ مقید کردی مسبوق اپنی رکعت کو سجدہ سی تو اب اوسکی نماز فاسد نہوگی بوجہ مستحکم ہوجانے اوسکے انفراد کے

ہم یعنی اگر مسبوق متابعت امام کی ترک کرکے اپنی نماز پڑھنے مین مشغول ہوا اور ایکرکعت کا سجدہ کرچکا تو اسوقت اگر امام بعد تشہد کے کوئی حرکت

بے وضو ہونے کی دانستہ کریگا تو مسبوق کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ مسبوق بسبب ایک رکعت پڑھ لینے کے منفرد ہوچکا امام کے پیچھے نہین کہ

حرکت امام کی اوسکی نماز کے اثنا مین واقع ہو ولو تکلم امامہ او خرج من مسجدہ لا تفسد اتفاقا لانہما منہیان لا مفسدان

ولذا یلزم المدرکین السلام ویقعون فی القہقہۃ بلا سلام اور اگر بعد تشہد کے مسبوق کا امام بول پڑا یا مسجد سے نکل گیا تو مسبوق کی نماز باتفاق

امام اعظم اور صاحبین کے فاسد نہوگی اسلیئے کہ بولنا اور مسجد سے باہر ہونا تمام کرنیوالے ہین نہ مفسد اور ان کے مفسد نہونیکی ہی جہت سے مدرکین پر سلام لازم

ہو یعنی اگر امام بول پڑے یا مسجد سے تمامد کرجائے تو مدرک مقتدیون پر واجب ہے کہ سلام پہیرین اور قہقہہ اور حدث عمد مین بدون سلام کے نکل آوین کیونکہ یہہ دونو مفسد ہین ہم فتایہین مجے

یعنی جسکو کہتے ہین جسکو شارح نے تحریمہ کا اوٹھا دینیوالا قہقہہ کیا ہو نماز سے فارغ ہونیکے وقت جبکہ سلام پھیرنا اور خروج بصنعہ ہوا اور قہقہہ او حدث عمد مفسد ہین کیونکہ
ان سے شرط نماز کی یعنی طہارت دور ہو جاتی ہے تو نماز امام کے جس جزو سے یہ ملینگے اوسکو فاسد کر دینگے اور اوس مقتدی مسبوق کی نماز کا جزو فاسد ہو جائیگا اب جو وہ
اپنی نماز پڑھیگا تو جزو فاسد پر بنا ہوگی اور فاسد پر بنا فاسد ہوتی ہے لہذا مسبوق کی نماز فاسد ہوگی کذا فی الشامی بخلاف المدرک فانه کالامام اتفاقا بخلاف
مدرک کے کہ وہ مثل امام کے ہے بالاتفاق یعنی امام کے قہقہہ اور حدث عمد سے اسکی نماز فاسد نہین ہوتی ولو لاحقا ففی فساد صلوته تصحیحان بحر فی السراج الفساد
وفی الظہیریة عدمه وظاهر البحر والنهر ترجیح الاول اور اگر مقتدی لاحق ہوا اور امام بعد تشہد کے قہقہہ یا حدث عمد کرے تو لاحق کی نماز کے فاسد ہونے مین دو تصحیحین ہین
سراج مین فساد کو صحیح کہا ہے اور ظہیریہ مین عدم فساد کو اور ظاہر بحر الرائق اور نہر الفائق کا قول اول یعنی فساد نماز کی تائید کرتا ہے م مضمون بحر الرائق کا اس مسئلہ مین
یہہ ہے کہ امام کی نماز فاسد نہوگی کیونکہ اوس کے ذمہ کچھہ نماز باقی نہین بخلاف لاحق کے تو اس سے ظاہرا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ لاحق کی نماز فاسد ہو ولو احدث
الامام لاخصوصیة له فی هذا المقام فی رکوعه او سجوده توضأ وبنی واعادها فی البناء علی سبیل الفرض مالم یرفع رأسه منهما مریدا الاداء
اما اذا رفع رأسه مریدا به اداء رکن فلا یبنی بل تفسد ولو لم یرد الاداء فروایتان کما فی الکافی وفی المجتبی ویتأخر محدودبا فلا یرفع
مستویا فتفسد اور اگر امام بے وضو ہو گیا اپنے رکوع یا سجدہ مین شارح نے کہا کہ اس مقام مین امام کی کچھہ خصوصیت نہین مقتدی یا منفرد ہو اوس کا بھی یہی حکم ہے
یعنی وضو کرکے نماز سابق پر بنا کرے اور بنا مین اوس رکوع یا سجدہ کو بطور فرض پھر کرے جس مین حدث ہوا بنا کرے جب تک کہ اپنا سر رکوع اور سجدہ سے
بارادہ ادا نہ اوٹھایا ہو اور جس صورت مین کہ سر اوٹھایا ہو یہہ ارادہ کرکے کہ سر اوٹھانیسے رکن ادا کرے تو اب بنا نکرے بلکہ نماز فاسد ہو جائیگی از سر نو پڑھے اور اگر
سر اوٹھانیسے اوسکا ارادہ نہین کیا تو دو روایتین ہین چنانچہ کافی مین ہے یعنی ایک کی بموجب بنا کرے اور دوسری روایت کے بموجب نماز فاسد ہوگی اور مجتبی مین ہے کہ جب کہ
وضو ... تو کبڑا اور جھکا ہوا پیچھے ہٹے اور سر اونچا نکرے جو سیدہا ہو کر ہٹے نماز فاسد ہو جائیگی طحطاوی نے ابو السعود سے نقل کیا کہ مجتبی کی مراد یہہ ہے کہ تمام اس جگہہ سر اونچا
نکرے یعنی اگر وہ پیچھے ہٹ کر سیدہا ہو جائیگا تو نماز فاسد ہوگی ولو تذکر المصلی فی رکوعه او سجوده انه ترک سجدة صلبیة او تلاوتیة فانحط من رکوعه
بلا رفع او رفع من سجوده فسجدها عقب التذکر اعادهما ای الرکوع والسجود ندبا لسقوطه بالنسیان وسجد للسهو ولو اخرها الی اخر صلوته
قضاها فقط اور اگر یاد کیا نمازی نے اپنے رکوع یا سجدہ مین کہ ایک سجدہ نماز کا یا تلاوت کا چھوڑ دیا اور رکوع سے بدون سر اوٹھانیکے جھک پڑا یا سجدہ سے سر اوٹھایا
اور چھوٹے ہوئے سجدہ کو یاد کرنیکے بعد کرلیا تو مستحب ہے کہ اوس رکوع اور سجدہ کو دوبارہ کرے جسمین چھوٹا ہوا سجدہ یاد کیا بسبب ساقط ہونے وجوب اعادہ کے بھولنے
کے باعث اور سجدہ سہو کرے اور اگر چھوٹے ہوئے سجدہ کو تاخیر کرے آخر نماز تک تو صرف اوسکو قضا کرے یعنی اس صورت مین اعادہ رکوع اور سجدہ کا نہ واجب ہے نہ
مستحب ان سجدہ سہو اس صورت مین بھی واجب ہوگا بسبب چھوٹنے ترتیب کے دو سجدون مین حلبی نے کہا کہ سقوط بالنسیان جواب ہے اعتراض کا اوسکی تقریر یہہ ہے
کہ اعادہ رکوع یا سجدہ کا واجب ہونا چاہیے کیونکہ ترتیب واجب تھی وہ ترک ہوئی شارح نے جواب دیا کہ بھولنے سے واجب ساقط ہو جاتا ہے اور سجدہ سہو
سے اسکا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور ضمیر سقوط کی وجوب اعادہ کیطرف ہے جو مذکور نہین ولو ام واحدا فقط فاحدث الامام ای وخرج من المسجد والا فهو علی امامته کما مر تعین المؤتم
للامامة لو صلح لها ای لامامة الامام بلا نیة لعدم المزاحم والا یصلح کصبی فسدت صلوة المقتدی اتفاقا دون الامام علی الاصح لبقاء الامام اماما والمؤتم بلا امام
اذا لم یستخلفه فان استخلفه فصلوة الامام والمستخلف کلیهما باطلة اتفاقا اور اگر ایک شخص صرف ایک مقتدی کا امام ہوا پھر امام بے وضو ہو گیا یعنی بے وضو
ہو کر مسجد سے باہر چلا گیا تو معین ہو گا مقتدی بدون نیت کے واسطے امامت کے اگر صلاحیت امام کی امامت کی رکھتا ہوگا بسبب نپائی جانے مزاحم کے شارح نے کہا کہ مسجد سے خارج ہونیکی
قید اسلئے لگائی کہ اگر امام مذکور مسجد سے خارج نہو گا تو اپنی امامت پر قائم رہیگا مقتدی امام نہین ہو جائیگا اور اگر مقتدی مین صلاحیت امام کی امامت کی نہو گی مثلا لڑکا مقتدی
ہو تو اوس مقتدی لڑکے کی نماز فاسد ہوگی بالاتفاق نہ نماز امام کی صحیح قول کے بموجب بسبب باقی رہنے امام کے امام اور مقتدی کے بلا امام یہہ فائدہ کہ نماز مقتدی کا فاسد ہونا امام کے خلیفہ نکرنیکی
صورت مین ہے کہ امام نے اسکو خلیفہ نکیا ہو اور اگر نابالغ مذکور کو خلیفہ کر دیگا تو امام اور خلیفہ دونو کی نماز بالاتفاق باطل ہوگی م اصح قول کا مقابل یہہ ہے
کہ بعض کے نزدیک صرف امام کی نماز فاسد ہوگی اور بعض کے نزدیک دونو کی اور خلیفہ کرنے مین یہہ قید ہے کہ تشہد اخیر کے پہلے ہوا اور اگر بعد قعدہ تشہد کے

قعدہ کے خلیفہ کریگا تو امام کی نماز فاسد نہو گی بسبب ... ہوا امام کے اپنے فعل غیر اختیاری سے کذا فی الشامی ولو ام رجل رجلاً فاحدثا وخرجا من المسجد فصلوٰۃ
الامام وتبنی علی صلوتہ وفسدت صلوٰۃ المقتدی لما مر اور اگر ایک شخص دوسرے کا امام ہوا اور دونو بیوضو ہو گئے اور مسجد سے باہر نکلے تو امام کی نماز پوری ہے
اور اپنی نماز پر بنا کرے اور مقتدی کی نماز فاسد ہو گئی بسبب اوس وجہ کے کہ گذری یعنی امام کی امامت قائم ہے اور مقتدی بلا امام رہگیا کذا فی الطحطاوی وانحلٰ
ردائی یماٰن الی انقطاعہٖ فتوبیّتو فیھا وتبنی لما مر واللہ اعلم نماز کو نکسیر پہوٹی اور اوسکے بند ہونے تک توقف کرے پہر وضو کرکے بنا کرے اوسوجہ سے کہ سبب

باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

یہہ باب ہی کہ نکسیر ہوئی یعنی توقف کرنا عذر کے لیے مانع بنا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم عقب العارض الاضطراری بالاختیاری معنف نے عارض
اون امور کے بیان مین جو نماز کو فاسد کرتے ہین اور جو اوسکے اندر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہین
اضطراری کے بعد اختیاری کو ذکر کیا ہم یعنی عوارض دو قسم مین ایک بے اختیار جسکا بیان باب سابق مین گذرا اور دوسرے اختیاری جسکو مصنف اس باب مین ذکر کیا
یفسدھا التکلم ہو النطق بحرفین او بحرف مفھم کع وق امرًا ولو استعطف کلبا او ھرۃ او ساق حمارا لا تفسد لانہ صوت
نماز کو فاسد کرتا ہے کلام کرنا کلام بولنا ہے دو حرفون کا یا ایک حرف مطلب سمجہانیوالے کا مثلاً ع اور ق امر کے صیغے کہ اول کے معنی ہین حفاظت کر اور
دوسرے کے ... ہین اگرچہ ایک حرف بمعنے کا بولنا کلام مین اصل ہو گا کذا فی الشامی اور اگر کتے یا بلی کو بلانا چاہا یا گدہے کو ہانکا تو نماز فاسد نہو گی اسلیے کہ
یہہ آواز ہے ... نہیں بعد کلام مین حرفوں کا ہونا چاہیے ہر چند یہہ آواز مفسد نہین مگر مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی وعمدًا وسہوًا قبل قعود قدر التشہد
ہو بیان کلامہ کا دانستہ کرنا اور بہولے سے کرنا اپنے بیٹھنے نمازی کے مقدار تشہد کے یکسان ہے ہم قبل قعود کی پہلی قید لگائی کہ بعد قعود کے کلام عمدًا ہو یا سہوًا مفسد نہین
وسوا کان ناسیًا او نائمًا او جاہلًا او مخطئًا او مکرھًا ہو المختار اور برابر ہے کہ کلام صادر ہو نسیان سے یعنی بہول گیا کہ نماز پڑہتا ہے یا سوتے مین کلام کیا یا نماز ہی
سے قصور مین یعنی اوسکو معلوم نہ تہا کہ کلام مفسد نماز ہے یا چوک کر کلام کیا کہ قصد قراءت خواہ ذکر کا تہا اوسکی جگہ یہہ کلام صادر ہوا یا حالت اکراہ مین کلام کیا اسطرح کہ کسی
زبردستی اوس سے کلام کرایا تو ان سب صورتوں کے کلام سے نماز فاسد ہو گی یہی مختار ہے ہم جاننا چاہیے کہ فقہا اور اصولیون اور اہل لغت کے نزدیک سہو اور نسیان مین کچھ
فرق نہیں مگر حکما یہہ فرق بیان کرتے ہین کہ سہو اوسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ مین باقی رہے اور نسیان یہہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونو
سے جاتی رہے اوسکے معلوم کرنیکو پہر سبب جدید کی احتیاج پڑے اور سہو اور خطا مین یہہ فرق ہے کہ سہو والا آگاہ کرنے سے خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہین ہوتا
اور اگرچہ ... متقدمین کے بعد شامی نے کہا کہ ہو المختار صرف سونیکی حالت کے کلام کیطرف راجع ہے اسلیے کہ اوسی مین اختلاف فقہا و مذہب مذکور ہے چنانچہ فخر الاسلام عدم
فساد کو اختیار کیا ہے اور بقیہ صورتون مین حنفیون کا خلاف نہین بلکہ اور مذہب والون کا ہے وحدیث رفع عن امتی الخطاء محمول علی رفع الاثم اور یہہ حدیث کہ اوٹہا
لیا گیا میری امت سے چوکنا محمول ہے گناہ کے اوٹہا لینے پر ہم حلبی نے کہا کہ یہہ حدیث ان الفاظ سے کسی کتاب حدیث مین نہین پائی گئی بلکہ ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم نے
ان الفاظ سے روایت کی ہے ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرہوا علیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اوٹہا رکہا میری امت سے چوکنا اور بہولنا اور جس پر وہ زبردستی کیے جاوین
موضوع ... ہوتا ہے کہ کلام کرنا بہولنے یا چوکنے یا زبردستی سے مفسد نماز نہو سلیے شارح نے کہا کہ اس حدیث کے یہہ معنے ہین کہ بہول اور چوک اور زبردستی سے اخروی حکم
مراد ہے یعنی گناہ کا دور ہونا تو فساد نماز جو دنیوی حکم ہے مراد نہو گا ورنہ تعمیم لازم آویگی کذا فی فتح القدیر وحدیث ذی الیدین منسوخ بحدیث مسلم ان صلوتنا
ھذہ لا یصلح فیہا شیٔ من کلام الناس اور حدیث ذی الیدین کی منسوخ ہے مسلم کی اس حدیث سے کہ ہماری اس نماز مین آدمیون کا کوئی کلام مناسب نہین ہم ذی الیدین
کے دونو ہاتھ یا ایک لمبا تہا اس سبب سے ذی الیدین کہلائے اون کا نام عمیر اور لقب خرباق اور کنیت ابو محمد ہے اونکی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیحین مین بروایت ابوہریرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب یا عشا کی پڑہی اور دو رکعتون پر سلام پہیر کر اوٹہے اور مسجد مین ایک لکڑی پر تکیہ لگا لیا اسکے آخر مین
مذکور ہے کہ ذو الیدین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز کم ہو گئی یا آپ بہول گئے آپ نے فرمایا کہ نہ مین بہولا نہ نماز کم ہوئی اوس نے عرض کیا کہ کوئی بات تو ہوئی آپ نے
حاضرین سے دریافت فرمایا کہ ذو الیدین جسطرح کہتا ہے ایسا ہی ہے ... عرض کیا ہان آپ آگے بڑہے اور جسقدر نماز رہ گئی تہی اوسکو پڑہا اور سجدہ سہو کیا تو اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام مفسد نماز نہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... وکلام فرمانے کے پہلی ہی نماز پر بنا کی شارح جواب دیتا ہے کہ یہہ حدیث منسوخ ہے اوس حدیث سے جو

مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمی سے روایت کی ہے کہ اس اثنا میں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص نے لوگوں میں سے چھینک لی میں نے یرحمک اللہ
کہا لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا میں نے کہا کہ تمکو کیا ہوا مجھے کیوں دیکھتے ہو انہوں نے اپنے ہاتھ رانوں پر مارے میں نے جب جانا کہ مجھکو چپ کرتے ہیں میں خاموش
ہو رہا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے مجھکو بلایا پس فدا ہوں آپ پر میرے ماں باپ میں نے آپ سے بہتر تعلیم کرنیوالا نہ پیشتر دیکھا تھا نہ آپ کے بعد کہ خدا
کی قسم مجھکو ڈانٹا نہ مارا نہ برا کہا بلکہ یہہ ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں کوئی کلام آدمیوں کا مناسب نہیں ہے یہہ تو صرف تکبیر اور تسبیح اور قرات قرآن ہے الحدیث ۱۲
السلام ساهيا للتحليل اي للخروج من الصلوة قبل اتمامها على ظن اكمالها فلا يفسد مگر سلام پھیرنا بھولکر تحلیل کے لیے یعنی نماز سے باہر آنیکو پیشتر اوس کے
پورا پڑھنے کے بخیال اوسکے کامل ادا کرنیکے کہ یہہ سلام مفسد نماز نہیں بخلاف السلام على انسان للتحية او على ظن انها ترويحة مثلا او سلم قائما في
غير جنازة فانه يفسدها مطلقا وان لم يقل عليكم ولو ساهيا فسلام التحية مفسد مطلقا وسلام التحليل ان عمدا بخلاف سلام کے کسی
آدمی پر تعظیم کے لیے یا سلام اس خیال سے کہ نماز تراویح ہے مثلا یا سلام کیا حالت قیام میں سوای جنازہ کی نماز کے کہ یہہ تینوں سلام مفسد نماز ہیں مطلقا اگرچہ لفظ
علیکم کہا ہو اور اگرچہ بھولکر سلام کہا ہو پس سلام تحیت کا مفسد ہے مطلقا خواہ دانستہ ہو یا بھولکر اور سلام نماز سے باہر آنیکا مفسد ہے اگر دانستہ ہو مترجم فساد نماز
سلام تحیت سے اسلیے ہے کہ وہ کلام میں داخل ہے اور بگمان تراویح اسلیے مفسد ہے کہ نمازی نے قطع نماز کی نیت کی اور حالت قیام کا سلام اسلیے مفسد ہے کہ قیام
اوس کا محل نہیں اور چونکہ جنازہ میں سلام کھڑے ہونیکی حالت میں ہوتا ہے بلحاظ وہ میں سلام سہوا کرنا معاف ہے جیسے سلام تحلیل بعدہ میں سہوا معاف ہے ورد السلام ولو
سهوا بلسانه لا بيده بل يكره على المعتمد نعم لو صافح بنية السلام قالوا تفسد لانه عمل كثير اور فاسد کرتا ہے نماز کو جواب دینا سلام کا زبان سے اگرچہ بھولکر
ہو نہیں فاسد کرتا ہاتھ سے جواب دینا بلکہ مکروہ ہے معتمد مذہب پر ہاں اگر مصافحہ کرے سلام کی نیت سے تو فقہا نے کہا کہ نماز فاسد ہوتی ہے غالبا اسوجہ سے کہ مصافحہ کرنا عمل کثیر ہے
وفي النهر عن صدر الدين الغزي انه قال اور نہر الفائق میں صدر الدین غزی سے یہہ نظم نقل کی ہے جسمیں ان لوگونکو جمع کیا ہے جنپر سلام کرنا مکروہ ہے صدر الدین نے
کہا ہے سلامك مكروه على من ستسمع + ومن بعد ما ابدي يسن ويشرع + سلام کرنا ان لوگوں پر مکروہ ہے اون لوگونپر جنکو تو سنیگا اور بعد اوسکے کہ ظاہر
کرتا ہوں میں مسنون اور مشروع ہے یعنی جنکو میں نے اسوا ذکر کیا ہے اون کے سوا اور لوگوں پر سلام کرنا مسنون ہے مصل وتال وذاكر ومحدث + خطيب ومن يصغي اليهم
ويسمع + نماز پڑھنے والا اور تلاوت قرآن کرنیوالا اور وعظ یا ذکر الہی میں مشغول اور حدیث بیان کرنیوالا اور خطبہ پڑھنے والا اور جو شخص ان پانچوں کے طرف کان لگا دے اور سنے
ان سب پر سلام کرنا مکروہ ہے مكرر فقه جالس لقضائه + ومن بحثوا في العلم دعهم لينفعوا + تکرار کرنیوالا فقہ کا اوسکے یاد کرنے یا سمجھنے کے لیے اور قاضی
بیٹھنے والا اپنے حکم دینے کے لیے کہ مدعی اور مدعاعلیہ اوسپر سلام نکریں کیونکہ سلام تحیہ ملاقات کا ہے اور یہہ لوگ ملاقات کو نہیں جاتے کذا فی الشامی اور جو لوگ بحث کریں
علم شرعی میں چھوڑ انکو تاکہ فائدہ اوٹھاویں یعنی اون پر سلام مت کر مؤذن ايضا او مقيم مدرس + كذا الاجنبيات الفتيات امنع + اذان دینے والا
یا تکبیر کہنے والا اور علم شرعی کا سکھانیوالا اسیطرح اجنبی عورتیں جوان سلام کے حق میں ممنوع تر ہیں مترجم اس سے یہہ نکلا کہ بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا بدون کراہت جائز ہے
ولعاب شطرنج وشبه بخلقهم + ومن هو مع اهل له يتمتع + اور شطرنج کھیلنے والے اور جو لوگ اونکی عادت کی مشابہ ہوں یعنی جو فسق اور معصیت میں اونکی مثل یا
برابر ہوں جیسے جواری اور شرابخوار اور غیبت کرنیوالا اور کبوتر اوڑانیوالا اور گانیوالا وغیرہم اور جو شخص کہ اپنی بی بی کے ساتھ بوس وکنار میں مصروف ہو ودع كافرا
ايضا ومكشوف عورة + ومن هو في حال التغوط اشنع + اور چھوڑ کافر کو بھی یعنی بدون حاجت ابتدا بالسلام مت کر اور چھوڑ کھلی ہوئی شرمگاہ کو اور اوس شخص کو
جو حالت براز یا بول میں ہو کہ اوسپر سلام کرنا اور دونوں سے زیادہ برا ہے ودع آكلا الا اذا كنت جائعا + وتعلم منه انه ليس يمنع + اور چھوڑ کھانیوالے کو مگر جس صورت
میں کہ تو بھوکا ہو اور اوسکا حال جانتا ہو کہ وہ کھانے سے منع نکریگا تو ان دو قیدوں کے ساتھ اوسپر سلام مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے وقد زدت عليه المتفقه
على استاذه كما في القنية والمغني ومطير الحمام والحقته فقلت كذلك استاذ مغن مطير + فهذا ختام والزيادة تنفع + صاحب نہر نے
یہہ اشعار مذکورہ میں تین شخص اور زیادہ کیے اول شاگرد کا سلام استاذ پر یعنی جب استاذ مشغول پڑھانے میں ہو دوم گانیوالا سوم کبوتر اوڑانیوالا اور دونوں انکو ایک شعر بنا کر تعداد
مذکور سابق میں ملا دیا تو یوں کہا کہ یہی حکم ہے استاذ اور مغنی اور کبوتر اوڑانے والے کا اور یہہ خاتمہ ہے اون لوگوں کا جنپر سلام مکروہ ہے اور یہہ میرا زیادہ کرنا مفید ہے اور

بعضون نے ان لوگون کو بھی بڑھا یا ہی یعنی ٹھٹھا کرنیوالا اور لغو گو اور جھوٹ بولنے والا اور جو با نا نہیں سند لوگونکی برائیون پر نظر ڈالے اور جو لوگو نکو گالیان دے اور جو لبیک کہتا ہو کذا فی التاتارخانیہ وصرح فی الضیاء بوجوب الرد فی بعضہا وبعدمہ فی قولہ سلام علیکم بجزم المیم اور ضیاء معنوی مین تصریح کی ہی واجب ہونے جواب سلام کی بعض ان صورتون مین اور نہ واجب ہونے جواب کی سلام علیکم کہنے مین میم سلام کے جزم کے ساتھ ہم شامی نے ظہیریہ سے نقل کیا کہ لفظ سلام یا اسطرح کہ السلام علیکم یا یون کہ سلام علیکم ان دونو کیساتھ سلام کہنا جیسے عوام کہتے ہین سلام نہوگا اور نہ اوسکا جواب واجب ہی شارح نے خزائن الاسرار مین جلال الدین سیوطی کی نظم لکھی ہی جسمین وہ لوگ ضبط کیے ہین جن پر جواب سلام واجب نہین چنانچہ کہا کہ سلام کا جواب دینا ان لوگون پر واجب نہین جو نماز مین مصروف ہو جو کہانے مین یا پینے مین یا قرآن پڑھنے مین یا دعا یا ذکر یا خطبہ یا لبیک کہنے مین یا قضاء حاجت یا تکبیر یا اذان مین مشغول ہو یا سلام کرنیوالا لڑکا یا متوالا یا عورت جوان یا فاسق یا سوتا ہوا یا اونگھنے والا ہو یا جماع کی حالت مین ہو یا حکم کا خصمان ہو یا حمام مین ہو یا دیوانہ ہو کذا فی الشامی والتنحنح بحرفین بلا عذر اما به بان نشأ من طبعه فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوته او ليهتدى امامه او للاعلام انه فى الصلوٰة فلا فساد على الصحيح اور فاسد کرتا ہی نماز کو کہنکارنا دو حرفون سے بدون عذر کے یعنی اوح اح کرنا بلا عذر مفسد نماز ہی اور اگر زیادہ حروف نکلین تو بطریق اولے مفسد ہی اور بدون حروف کے کہنکارنا بلا عذر مفسد نہین بلکہ مکروہ ہی کذا فی الشامی اور کہنکارنا عذر کے ساتھ اسطرح کہ نمازی کی طبیعت سے خود بخود بدون تکلف پیدا ہو وہ مفسد نہین مفسد نماز ہی کہنکارنا بدون کسی غرض صحیح کے پس اگر اپنی آواز کی درستی کے لیے کہنکارا یا اسلیے کہ امام کو ہدایت ہو جاوے کہ غلطی کو چھوڑکر صواب اختیار کرے یا کہنکارنے سے یہ بتلانا منظور ہو کہ مین نماز مین ہون تو ان صورتون مین فساد ہی نہ کراہت مذہب صحیح پر ہم قیاس اسکا مقتضی ہی کہ کہنکارنا مفسد ہو کیونکہ وہ کلام ہی اور کلام مفسد ہی مگر غرض صحیح مین کہنکارنیکا مفسد نہونا نص کے سبب سے اختیار کیا گیا یعنی سنن ابن ماجہ مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین دو بار حاضر ہوتا تہا ایکبار دن مین اور ایکبار رات مین تو جسوقت مین آتا اور آپ نماز پڑھتے ہوتے تو میرے لیے کہنکار دیتے اس سے معلوم ہوا کہ غرض صحیح کے باعث کہنکارنا مفسد نہین کذا فی الشامی والدعاء بما يشبه كلامنا خلافا للشافعی اور فاسد کرتا ہی نماز کو دعا مانگنا ان الفاظ سے جو مشابہ ہین آدمیون کی گفتگو کے برخلاف امام شافعی کے اور دعا مشابہ لوگون کی گفتگو کے وہ ہی جسکے الفاظ قرآن مین ہون نہ حدیث مین اور اوسکا مانگنا بندون سے محال نہو جیسے الہی مجکو نمک سے تیل دیدے وغیرہ تو اگر ایسی دعا ہو جو قرآن یا حدیث مین ہو یا اوسکا طلب کرنا بندون سے محال ہو تو اوس سے نماز فاسد نہوگی کذا فی البحر والانين هو قوله آه بالقصر والتأوه هو قوله آه بالمد والتأفيف أف او تف والبكاء بصوت يحصل به حروف لوجع او مصيبة قيد للاربعة الا لمريض لا يملك نفسه عن انين وتاوه لانه حينئذ كعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب وان حصل حروف للضرورة اور فاسد کرتا ہی نماز کو انین یعنی آہ کہنا قصر سے اور تاوہ یعنی مد کے ساتھ آہ کرنا اور مفسد نماز ہی تافیف یعنی اف کرنا یا تف کرنا اور مفسد ہی رونا ایسی آواز سے کہ اوس سے حروف پیدا ہون بسبب درد یا مصیبت کے شارح نے کہا کہ درد یا مصیبت چارونکی قید ہی یعنی انین اور آہ کرنا اور اف کرنا اور رونے کی آواز سے رونا درد یا مصیبت کے باعث مفسد ہی مگر اوس مریض کے لیے مفسد نہین جو اپنی نفس کو آہ کرنے سے نہین روک سکتا اسلیے کہ اوسکا آہ کرنا اوسوقت ایسا ہی جیسا چہینکنا اور کہانسنا اور ڈکار لینا اور جمائی لینا اگرچہ حروف پیدا ہون کیونکہ یہہ امور مفسد نہین ضرورت کی جہت سے ہم اف اسم فعل ہے بمعنی ہی یعنی تنگ مت کر اور اسمین بہت سے لغت ہین یعنی ضمہ ہمزہ کے ساتھ فے کی تینون حرکتین مخفف اور مشدد اور تنوین سے اور بلا تنوین جائز ہین نہر الفائق مین کہا کہ رونا آنسوؤن سے بلا آواز یا آواز کے ساتھ جسمین حروف نہون مفسد نماز نہین کذا فی الشامی لا لذكر الجنة او النار فلو اعجبته قراءة الامام فجعل يبكى ويقول بلى ونعم او آرى لا تفسد سراجية لدلالته على الخشوع نہین مفسد ہی آہ وغیرہ کرنا بسبب ذکر جنت یا دوزخ کے پس اگر اوسی معلوم ہوئی مقتدی کو امام کی قراءت اور رو دکر کہنے لگا کیون نہین یا ہان یا البتہ تو نماز فاسد نہوگی کذا فی السراجیہ بسبب دلالت کرنے ان الفاظ کے خشوع پر جو نماز مین مطلوب ہی ہم یعنی ذکر جنت یا دوزخ سے رونا اور آہ کرنا گویا یون کہنا ہی کہ الہی مجہسے جنت مانگتا ہون اور مجکو دوزخ سے بچا تو چونکہ اسطرح کی دعا مفسد نہین اسلیے آہ وغیرہ کرنا بھی مفسد نہوگا اور خشوع پر دلالت کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی خوش لہجہ ہونیکی جہت سے مزہ لیکر رو دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور درد اور مصیبت کے لیے آہ کرنا اسلیے مفسد ہی کہ اوس سے افسوس ہی تو لوگونکی کلام سے مشابہ ہوا اسلیے مفسد ٹہرا کذا فی الشامی وتقييد ها تشميت عاطس لغيره بيرحمك الله ولو من العاطس لنفسه لا اور فاسد کرتا ہی نماز کو جواب دینا نمازی کا چہینکنے والے کو یعنی اپنے سوا دوسرے کو لفظ یرحمک اللہ سے یعنی خدا تجہپر رحم کرے اور اگر جواب چہینکنے والے نمازی سے ہو خود اپنی نفس کے لیے تو

مفسد نہین ہم شامی نے کہا کہ لفیر و بدل ہی عاطس سے اسلیے کہ تشمیت عاطس مین اضافت بمعنی لام ہے اور یہہ لفظ شارح نے مصنف کے مقابلہ کو بڑہا دیا ورنہ بہتر یہی ہے کہ عبارت سے ساقط کیا جاے کیونکہ تشمیت کا فاعل نمازی ہی اور مفعول عاطس ہی لفیر و کی کیا حاجت ہی اور معنے تشمیت کے دعاء خیر کرنیکے ہین اور وجہ فساد کی یہہ ہی کہ غیر کیطرف خطاب کی جہت سے یہہ جملہ لوگونکی کلام مین داخل ہوگیا اسلیے اگر اپنے نفس کو خطاب کرکے یرحمک اللہ کہیگا تو غیر کو خطاب نہونیکی جہت سے نہ کلام ہوگا نہ مفسد و بعکسہ التامین بعد التشمیت اور یہی حکم آمین کہنا بعد جواب چھینک کے یعنی خود اپنے لیے آمین کہیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور غیر کے لیے کہنے سے فاسد نہوگی ہم صورت اس مسئلہ کی ظہیریہ مین یون ہی کہ مثلاً حامد اور محمود نماز پڑہتی ہین اور حامد نے چھینک لی تو خالد نے جو خارج نماز تہا کہا ... سنکر حامد اور محمود دونو نے کہا آمین تو اس صورت مین نماز حامد کی فاسد ہوگی کہ اوسنے خود اپنے حق مین ما کا جواب دیا اور محمود کی نماز فاسد نہوگی کہ غیر کے لیے آمین کہا کذا فی الطحطاوی وجواب خبر سوء بالاسترجاع علی المذہب لانہ بقصد الجواب صار ککلام الناس اور ... جواب خبر بد کا دیا ... انا للہ وانا الیہ راجعون پڑہا ... تو مذہب کے اسلیے کہ یہہ جملہ بر جواب آنے ارادہ سے مثل لوگونکے کلام کے ہوگیا ہم علی المذہب کی قید سے ظاہر ہی کہ قول کا رد ہوا کہ اوسمین عدم فساد کی تصحیح کی ہی اور یہہ ... اور شرح کی ہی کذا فی الحلیۃ والبحر وکذا یفسدہا کل ما قصد بہ الجواب کان قیل أمع اللہ الہ فقال لا الہ الا اللہ وما مالک فقال الخیل والبغال والحمیر او من این جئت فقال وبئر معطلۃ وقصر مشید اور اسیطرح فاسد کرتا ہی نماز کو ہر ایک جملہ جس سے نمازی نے قصد کیا ہو جواب ... سائل کا ... جملہ قرآن کا ہو مثلاً اگر کسی نے کہا کہ خدا کی ساتھہ کوئی معبود تو نمازی نے جواب مین کہا لا الہ الا اللہ یعنی کوئی معبود نہین سوا خدا تعالی کے یا کسی نے کہا کہ تیرا مال کیا ہی تو نمازی نے کہا کہ گھوڑی اور خچر اور گدہی یا کسی نے کہا تو کہان سے آیا تو نمازی نے کہا اور کنوئین بیکار اور محل گچگیری کے تو ان سب صورتونمین نماز فاسد ہو جائیگی ہم نماز کا فاسد ہونا ساتھ جواب ان قرآن کے جملون سے طرفین کے نزدیک ہی نہ ابو یوسف کے امام ابی یوسف کے نزدیک ... قرآن مین کا ہو وہ نیت سے نہین بدلتا یعنی ثنا یا قرآن ہی رہتا ہی اور طرفین کے نزدیک بدلجاتا ہی یعنی کلام ہو جاتا ہی اور قصد جواب کی قید ... او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی او موسی یا یحیی خذ الکتب بقوۃ او ما تلک بیمینک یموسی مخاطبا لمن اسمہ ذلک ... یا تصد کیا جاے اوس جملہ سے خطاب تب بھی مفسد ہوگا جیسے نمازی کا کہنا اوس شخص سے جسکا نام یحیی ہو یہہ آیت یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ یعنی ... کتاب کو زور سے یا جسکا نام موسی ہی اسکو یہہ کہنا وما تلک بیمینک یا موسی یعنی اور کیا ہی تیری دہنے ہاتھہ مین اے موسی یہہ آیتین ... یا دروازہ پر والے شخص سے یہہ کہنا کہ ... اوسمین داخل ہوگا وہ بخوف ہوگا ہم خطاب کی صورت مین سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی ... امام ابو یوسف بھی خطاب کی صورت مین قرآن کو لوگونکے کلام مین متصور کرتے ہین کیونکہ قران اوس شخص کے خطاب کے لیے موضوع نہین جسکے لیے نمازی خطاب کرتا ہی کذا فی الشامی فروع مسائل ملحقہ شارح سمع اسم اللہ تعالی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ نمازی نے خدا تعالی کا نام سنکر کہا جل جلالہ یعنی بڑی ہی بزرگی اوسکی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور آپ پر درود پڑہا یا امام کی قراءت سنی اور کہا سچ کہا اللہ نے اور اوسکے رسول نے تو ان کلمات سے نماز فاسد ہوگی اگر متکلم کے جواب کا قصد کیا ہو ہم یعنی اگر بقصد تعظیم اور ثنا کے کہیگا تو نماز فاسد نہوگی اور کہنا اسقدر معتبر ہے کہ اپنے آپ سنلے اور اگر اسیطرح کہا کہ خود بہی نسنا تو نماز فاسد نہوگی کذا فی الشامی والطحطاوی قلو سمع ذکر الشیطان فلعنہ تفسد وقیل لا اور اگر نمازی نے ذکر شیطان کا سنا اور اوسکو لعنت کیا تو نماز فاسد ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہی کہ فاسد نہوگی ولو حوقل لدفع الوسوسۃ ان لامور الدنیا تفسد لا لامور الآخرۃ اور اگر نمازی نے لاحول پڑہی وسوسہ کے دور ہونیکے لیے تو اگر امور دنیا کے لیے دفع وسوسہ ہی تو فاسد ہوگی امور آخرت کے لیے ولو سقط شیء من السطح فبسمل او دعا لاحد او علیہ فقال آمین تفسد اور اگر چہت مین سے کوئی چیز گری سو نمازی نے کہا بسم اللہ یا کسیکے لیے دعاء خیر یا دعاء بد ہوئی اور نمازی نے کہا آمین تو نماز فاسد ہوگی ولا تفسد فی الکل عند الثانی والصحیح قولہما عملا بقصد المتکلم اور نہین فاسد ہوتی ہی نماز کل صور تونمین امام ابو یوسف کے نزدیک اور صحیح قول طرفین کا ہی بسبب عمل کرنیکے متکلم کے قصد پر ہم چونکہ الفاظ گذشتہ یا قرآن ہین یا ثنا اسلیے وہ بجز خطاب کی صورت کے ابو یوسف کے نزدیک قصد متکلم سے متغیر نہین ہوتے اسلیے نماز فاسد نہین ہوتی لیکن شیطان کو لعنت کرنے مین اگر ان الفاظ کو ذکر کیا جو قرآن مین ہین تب تو ثنا میں گنا جاتا ہی اور اگر دوسرے الفاظ سے لعنت کیا تو ... ثنا ہوگا نہ قرآن تو ظاہر امام ابو یوسف کے نزدیک بہی فاسد ہوگی مگر کوئی محشی اسکے درپی نہین ہوا ہے نحو تشل

[illegible]

امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسد بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی ومثلہ
ادیانی قنیہ یہاں تک کہ اگر نمازی اپنے غیر کا امر مانیگا مثلاً اوس سے کسی نے کہا کہ آگے بڑہ اور وہ آگے بڑہ گیا یا جماعت کے فرجہ میں کوئی گھسا اور نمازی نے اوسکو
جگہہ دی تو اوسکی نماز فاسد ہو جائیگی بلکہ ایک ساعت توقف کرے پہر اپنی تجویز سے آگے بڑہے کذا فی القہستانی منسوب بزاہدی اور یہ مسئلہ باب امامت میں گذر گیا اور
آگے آویگا تو خبردار رہنا وقید بقصد الجواب لانہ لو لم یرد جوابہ بل اراد اعلامہ بانہ فی الصلوۃ لا تفسد اتفاقا ابن ملک وملتقی اور ماتن نے فساد
نماز میں ان جملوں سے قید جواب کے قصد کی لگائی ہی اسلیے کہ اگر نمازی جواب تکلم کا ارادہ نکریگا بلکہ یہہ جتانا چاہیگا کہ میں نماز کی اندر ہوں تو نماز باتفاق فاسد نہوگی بیان کیا ہی اسکو ابن ملک
اور مصرح ہی ملتقی میں وفتحہ علی غیر امامہ الا اذا اراد التلاوۃ اور مفسد نماز ہی نمازی کا لقمہ دینا اپنے امام کے سوا دوسرے شخص کو یعنی قراءت میں بگتے والیکو بتانا مگر
صورتیں کہ ارادہ کرے تلاوت کا نہ تعلیم کا تو مفسد نہوگا م یہہ صورت شامل ہے مقتدی کی ایکدوسرے کے بتانیکو یا یہہ کہ مقتدی منفرد کو بتادے یا بالعکس یا یہہ کہ نمازی اوس شخص
بتادے جو نماز نہیں پڑہتا ہی تو بہر صورت بتانیوالیکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ بتانا تعلیم ہے بدون حاجت کے جو نماز کا منافی ہے وکذا الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح
اور اسیطرح مفسد نماز ہی لقمہ کا لینا نمازی کا مگر جب نمازی خود یاد کرکے پڑہے پہلے پورے لقمہ دینے کے تو مفسد نہوگا یعنی اگر نمازی کو دوسرا شخص بتادے تو اگر وہ کہا یاد آیا ہو اور پڑہی
تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ہنوز بتانیوالا بتا چکا تہا کہ خود یاد آگیا اور پڑہا تو فاسد نہوگی بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا
سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلوۃ الکل بخلاف لقمہ دینے نمازی کے اپنے امام کو کہ مفسد نماز نہیں مطلقا یعنی نہ لقمہ دینے والے کی نماز کا مفسد ہی نہ لینے والے
کی نماز کا ہر حال میں یعنی برابر ہی کہ امام بقدر پڑہ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہی یا نہ پڑہ چکا ہو ایک آیت سے دوسری کیطرف چلا گیا ہو یا نہیں لقمہ دینا بہا ہی دہرایا ہو یاد [illegible]
تیسری بار اسیطرح خزانہ نہیں ہی ہاں اگر مقتدی نے کسی نماز نہ پڑہنیوالے سے لقمہ کو سنکر اپنے امام کو بتایا اور امام نے لیلیا تو سبکی نماز فاسد ہوگی ہم اسلیے کہ جب مقتدی نے خارج سے دیکہا جایا
لیا تو اوسکی نماز فاسد ہوگئی اب اگر امام کو بتاویگا اور وہ لیگا تو امام کی نماز فاسد ہوگی اور اوسکے فساد کی جہت سے سبکی نماز باطل ہوگی کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ غیر مصلی سے
یہہ مراد ہی کہ مقتدی جس نماز کو پڑہتا ہی اوسمیں اوسکا شریک نہو خواہ دوسری پڑہتا ہو یا بالکل کوئی نہ پڑہتا ہو وینوی الفتح لا القراءۃ اور لقمہ دیتے وقت مقتدی نیت بتانیکی
کرے نہ قراءت کی کیونکہ قراءت پیچھے امام کے ممنوع ہی لقمہ دینا امام مقتدی کے حق میں فی السنۃ دینا مکروہ ہے بلکہ توقف کرے تاکہ امام دوبارہ پڑہکر خود نکالے اسیطرح امام کے حق میں
مکروہ ہی کہ قراءت میں انتظار کرے اور الجھی کہ مقتدی کو بتانا ہی پڑے بلکہ اوسکو چاہیے کہ متشابہ کو چہوڑ کر دوسری آیت پڑہنے لگے جس کے ملانیسے معنی نہ بگڑتے ہوں یا دوسری سورۃ
شروع کردے یا اگر قراءت بقدر واجب پڑہ چکا ہو تو رکوع کردے کذا فی الشامی ولو جری علی لسانہ نعم او اری ان کان یعتادہما فی کلامہ تفسد لانہ من کلامہ
والا لا لانہ قرآن اور اگر نمازی کی زبان سے نعم یا آری نکل گیا تو اگر اس کلمہ کا عادی ہو اپنی گفتگو میں یعنی اوسکا تکیہ کلام ہو تو نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ یہہ الفاظ منجملہ اوسکی کلام
متصور ہونگے اور اگر تکیہ کلام نہیں ہے تو نماز فاسد نہوگی کیونکہ لفظ قرآن ہی شامی نے کہا کہ جو لوگ اسبات کے قائل ہیں کہ قرآن نظم الفاظ و معانی مدلولہ کا نام ہی اونکے قول کے بموجب
اری قرآن نہیں ہوسکتا واکلہ وشربہ مطلقا ولو سمسمۃ ناسیا الا اذا کان بین اسنانہ مأکول دون الحمصۃ کما فی الصوم ہو الصحیح قالہ الباقانی فابتلعہ
اور مفسد نماز ہی کہانا نمازی کا اور پینا اوس کا مطلقا یعنی تہوڑا ہو یا بہت دانستہ ہو یا بہول کر اگرچہ ایک تل ہی کہاتی ہو لگر یا ایک قطرہ پانی کا ہو لگر پیجائے تب بہی مفسد نماز ہی مگر اوس صورت میں
کہ نمازی کی دانتوں کے درمیان کوئی کہانیکی چیز ہو اور اوسکو نگلجائے تو نماز فاسد نہوگی شارح نے کہا کہ دانتوں کے اندر چیز چنے سے کم ہو جیساکہ روزہ میں ہی کہ اگر بقدر چنا دانتوں
درمیان ہے نگلجاویگا تو روزہ نہ جائیگا یہی قول صحیح ہی کہا ہی اسکو باقانی نے شرح ملتقی میں اما المضغ فمفسد ان کثر فیہ یبتلع ذوبہ اور چبانا تو مفسد ہی جبکہ
نمازی کے منہ میں کہ پگہلی ہوئی کو نگلتا ہو ہم شامی نے کہا کہ چابنے سے مراد یہہ ہے کہ زیادہ چبانا یعنی تین بار یا اکثر اور اس عبارت سے شارح نے یہہ فائدہ ظاہر کیا کہ مفسد زیادہ تر بہت
چبانا ہی یا نوالہ کا پیٹ میں پہونچنا یعنی صرف مزہ پہونچنا مفسد نماز نہیں مثلاً اگر کسی نے شکر کی ڈلی نگلکر نماز کی نیت کی اور اوسکی مٹہاس منہ میں باقی ہی تو اوسکے نگلنے
نماز فاسد نہوگی ویفسدہا انتقالہ من صلوۃ الی مغایرتہا ولو من وجہ حتی لو کان منفردا فکبر ینوی الاقتداء او عکسہ صار مستأنفا بخلاف نیۃ
الظہر بعد رکعۃ الظہر الا اذا تلفظ بالنیۃ فیصیر مستأنفا مطلقا اور فاسد کرتی ہی نماز کو جانا نمازی کا ایک نماز سے اوسکے غیر میں اگرچہ غیر ہونا کسی اعتبار
ہو یہاں تک کہ اگر اکیلا نماز پڑہتا ہو پہر اللہ اکبر کہکر نیت اقتدا کی یا بالعکس یعنی مقتدی ہو اور تکبیر نیت تنہا پڑہنے کی کرلے تو از سر نو پڑہنے والا ہوجائیگا یعنی جس نماز کو

اول شروع کیا تہا وہ فاسد ہوجائیگی مثلاً فجر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد جو اللہ اکبر کہا اوس سے نیت عصر کی کر لی تو فجر کی نماز فاسد ہوجائیگی بخلاف نیت ظہر کی
بعد ایک یا دو رکعت ظہر کے یعنی اگر ایک ہی نماز کی نیت دوبارہ کی تو پہلی نماز فاسد نہوگی مثلاً ظہر کی نماز پڑہتا تہا ایک رکعت کے بعد پہر اوسی ظہر کی نیت
کی تو اول رکعت باطل نہوگی مگر اوس صورت مین کہ نیت کے الفاظ مُنہ سے کہے تو اس صورت مین از سر نو پڑہنے والا ہو جائیگا مطلقاً یعنی خواہ غیر نماز کی نیت کرے خواہ
اوسی کی کرے تلفظ نیت سے پہلی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نیت کا تلفظ کلام ہے اور کلام نماز کا مفسد ہے کذا فی الشامی وقراءته من مصحفٍ ای ما فیه قرآن مطلقاً
لانه تعلّم اور مفسد نماز ہی نمازی کا پڑہنا مصحف کو دیکہکر یعنی جسمین قرآن لکہا ہو خواہ مصحف ہو یا محراب ہو اوس مین سے دیکہکر پڑہنا مفسد ہی مطلقاً خواہ تہوڑا
پڑہے یا بہت امام ہو یا منفرد بدون دیکہے پڑہنا اوسکو ممکن ہو یا نہین ہر صورت مین مفسد ہے اسلئے کہ یہہ پڑہنا تعلم ہے امام اعظم کے نزدیک دیکہکر پڑہنے مین وجہ فساد
کی دو طرح سے ذکر کی گئی اول جو ضعیف ہے وہ یہ ہے کہ اسمین قرآن کا اوٹہانا اور اوسکو دیکہنا اور ورق لوٹنا پڑتا ہے یہہ عمل کثیر ہی اور دوسری وجہ جو کافی
بہ نسبت پہلی کے صحیح کی ہی یہہ ہی کہ اسطرح پڑہنا تعلم ہے یعنی گویا قرآن سکہا جاتا ہی اور نمازی سیکہتا ہی اور تعلم وتعلیم نماز کی مفسد ہو کذا فی الشامی
الا اذا كان حافظاً لما قرأه وقرأ بلا حملٍ یان اگر حافظ ہو اوسکا جسکو دیکہکر پڑہا اور بدون قرآن اوٹہانے کے پڑہا تو اس صورت مین نماز فاسد نہو گی کیونکہ
دونو فساد کی اصلی وجہین مفقود ہین وقيل لا تفسد الا بآيةٍ واستظهره الحلبی اور ایک قول یہہ ہی کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر ایک آیت سے اور ظاہر کہا ہی اوسکو حلبی نے
یعنی اسوجہ سے کہ ایک آیت سے امام کے نزدیک نماز جائز ہوتی ہے وجوّزه الشافعی بلا کراهةٍ وهما بها للتشبه باهل الکتاب ای ان قصده فان التشبه
بهم لا یکره فی کل شيءٍ بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه کما فی البحر اور جائز کہا ہی دیکہکر پڑہنا امام شافعی نے بدون کراہت کے اور صاحبین نے اوسکو جائز
رکہا ہی کراہت کی ساتہہ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بہی نماز مین توریت و انجیل دیکہکر پڑہتے ہین یعنی اگر نمازی قصد تشبہ کا کریگا تو کراہت ہو گی کیونکہ مشابہ ہونا اہل
کتاب سے ہر چیز مین مکروہ نہین مثلاً کہانا اور پینا اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانون اور اہل کتاب مین یکسان ہین تو مشابہت سے کچہہ حرج نہین بلکہ بری باتون مین مشابہت
مکروہ ہی اور اُسی چیز مین مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونیکا کیا جاوے چنانچہ بحر الرائق مین ہے ویفسدها كل عملٍ كثيرٍ ليس من اعمالها ولا لاصلاحها اور فاسد
کرتا ہی نماز کو ہر عمل کثیر جو نماز کے اعمال مین سے نہو اور نہ نماز کی اصلاح کے لئے ہو ہم نماز کے اعمال مین سے نہو یعنی اگر مثلاً رکوع یا سجدہ زیادہ کر لیا تو مفسد نہوگا
اگرچہ عمل کثیر ہے مگر نماز کے اعمال مین ہی ہے اسیطرح اصلاح کے لیے عمل کثیر مفسد نہین جیسے بے وضو ہو جانے سے وضو کو جانا کذا فی الشامی وفيه اقوال خمسة اصحها ما لا يشك
بسببه الناظر من بعيدٍ فاعله انه ليس فيها اور عمل کثیر کی تعریف مین پانچ قول ہین اونمین سے صحیح یہہ ہی کہ عمل کثیر وہ ہے کہ جسکے سبب سے دور کا دیکہنے والا
اوسکے کرنیوالیکو اسبات مین تردد نکرے کہ وہ نماز کے اندر نہین ہم دور سے دیکہنے والے سے یہہ مراد کہ جسکے سامنے نماز شروع نکی ہو حاصل یہہ کہ عمل کثیر وہ ہو کہ اوسکا
کرنیوالا دیکہنے والیکی نظر مین بظن غالب معلوم ہو کہ نماز نہین پڑہتا ہے یہہ ایک قول ہوا اور دوسرا قول یہہ ہے کہ جو کام عادت مین دونو ہاتہون سے کیا جاتا ہو وہ کثیر ہے اگرچہ نمازی
ایک ہاتہہ سے کرے جیسے پگڑی یا پاجامہ کا باندہنا اور جو ایک ہاتہہ سے کیا جاتا ہو وہ قلیل ہے اگرچہ نمازی دونو ہاتہون سے کرے جیسے ٹوپی کا پہننا یا اوتارنا تیسرا
قول یہہ کہ تین حرکتین متصل پیہم کثیر ہین ورنہ قلیل چوتہا قول یہہ ہے کہ عمل کثیر وہ ہی کہ کرنے والیکا مقصود ہو یعنی جسکے لیے جداگانہ مجلس کرتا ہو پانچوان قول یہہ ہی کہ عمل
کثیر وہ ہے جسکو نمازی خود بہت سمجہے کذا فی الشامی مختصراً وان شك انه فيها ام لا فقليلٌ لكنه يشكل بمسألة المس والتقبيل فتأمل اور اگر دیکہنے والا تردد
کرے کہ کام کرنیوالا نماز مین ہی یا نہین تو وہ عمل قلیل ہے لیکن مشکل پڑتی ہی مسئلہ چہونے اور بوسہ لینے سے سو اوسکو سوچ لو ہم مس اور تقبیل کی یہہ ہی کہ ایک عورت نماز
پڑہتی ہو اوسکے شوہر نے اوسکو شہوت سے چہو دیا خواہ بدون شہوت کے اوسکا بوسہ لیا تو نماز عورت کی فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ عورت سے اس صورت مین کوئی فعل سرزد نہین
ہوا چنانچہ یہہ مسئلہ مع اسکے جواب کے شارح فروع مین ذکر کریگا فلا تفسد برفع يديه فی تكبيرات الزوائد على المذهب وما روي من الفساد فشاذ پس نہین فاسد
ہوتی ہی نماز نمازی کے اوٹہانے سے دونو ہاتہون کو رکوع کرنیکے وقت اور اوس سے سر اوٹہانیکے وقت مذہب قوی کے بموجب اور جو فساد کہ روایت کیا گیا ہی وہ
مخالف ہی روایت اور درایت کے ہم ملا نے کہا کہ تکبیرات زوائد سے مراد رکوع کرنیکا اور اوس سے سر اوٹہانیکا وقت ہی اور انکو تکبیرات زوائد کہنا خلاف اصطلاح
فقہا ہی اسلیے کہ فقہا کی اصطلاح مین تکبیرات عیدین کو زوائد کہتے ہین اور روایت فساد وہ ہے جو مکحول نے حضرت امام اعظم سے نقل کی ہی کہ رکوع کیوقت اور اوس سے سر اوٹہانے

مشابہت اہل کتاب کی ہر چیز میں مکروہ نہین

اسوقت ہاتہون کا اوٹہانا سنت ہے اور وجہ اسکے شاذ ہونیکی یہہ ہے کہ عمل کثیر اصح قول کے بموجب وہی ہے جو دیکھنے والے کی نظر مین معلوم ہو کہ اوسکا کرنے والا نماز مین نہین ہے وہ کہ دونو ہاتہون سے کیا جاوے کذا فی الشامی ویفسدہا سجودہ علی نجس وان اعادہ علی طاہر بخلاف یدیہ ورکبتیہ علی الظاہر اور فاسد کرتا ہے نماز کو سجدہ کرنا نمازی کا ناپاک چیز پر اگرچہ اوسکو پاک چیز پر دوہرا لیا ہو بخلاف دونو ہاتہون اور گہٹنون کے کہ اگر اونکو نجس پر رکہا ہوگا تو نماز فاسد نہوگی ظاہر روایت پر ہم فساد نماز سجدہ کی صورت مین قول طرفین کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صرف سجدہ فاسد ہوتا ہے نہ نماز اسلیے اگر طاہر چیز پر پہر سجدہ کرلیگا تو ابو یوسف کے نزدیک نماز صحیح ہو جاویگی اور طرفین کے نزدیک جب بہی صحیح نہین کیونکہ اونکے نزدیک نماز قابل قسمت نہین جب اوسکا ایک جز فاسد ہوا کل فاسد ہو گئی اور ہاتہون اور گہٹنون کے مسئلہ مین عدم فساد اس جہت سے ہے کہ اونکا زمین پر رکہنا نماز مین شرط نہین کذا فی الشامی ویفسدہا اداء رکن حقیقۃ اتفاقا او تمکنہ منہ بسنتہ وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف عورۃ او نجاسۃ مانعۃ او فوق زحمۃ فی صف نساء او امام امامہ عند الثانی وہو المختار فی الکل لانہ احوط قالہ الحلبی اور فاسد کرتا ہے نماز کو حقیقت مین ادا کرنا ایک رکن کا باتفاق امام ابو یوسف اور محمد کے یا قادر ہونا نمازی کا ادا ہی رکن پر موافق سنت کے یعنے بقدر تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کے توقف کرنا فاسد کرتا ہے امام ابو یوسف کے نزدیک برہنگی کے کہلے رہنے کے ساتہہ یا نجاست نماز کی مانع کے لگ جانیکی صورت مین یا بہیڑ کے باعث عورتون کی صف مین جا پڑنے یا امام سے آگے ہو جانے کیصورت مین اور یہی قول مختار ہے ان سب مسئلون مین کیونکہ زیادہ احتیاط والا ہے بیان کیا ہے اسکو حلبی نے ہم حاصل یہہ کہ اگر نمازی کی برہنگی بقدر ربع عضو کے مانع نماز ہے کہل گئی پس اگر حقیقت مین اوس نے کوئی رکن ادا کر لیا تو ابو یوسف اور محمد دونو کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور اگر واقع مین ادا نہین کیا مگر عرصہ لگا کہ ادا کر سکتا تہا یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے موافق دیر لگی تو ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہو جاویگی اس سے معلوم ہوا کہ اگر بقدر رسمی کم دیر تک برہنگی کہلیگی تو نماز کسیکے نزدیک فاسد نہوگی اور یہی حال ہے اگر نجاست بدن پر لگ گئی یا اتفاقاً نجاست پر کہڑا ہو گیا یا عورتون کی صف مین کسی طرح سے جا پڑا یا امام سے آگے نکل گیا تو اگر ان صورتون مین کوئی رکن ادا کریگا تو بالاتفاق نماز فاسد ہوگی اور اگر اتنا ٹہیرا کہ رکن ادا کر سکتا تہا تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگی طحطاوی نے کہا کہ زحمت کی قید اتفاقی ہے وصلوتہ علی مصلی مضرب نجس البطانۃ بخلاف غیر مضرب و مبسوط علی نجس ان لم یظہر لون او ریح اور فاسد کرتا ہے نماز کو نماز پڑہنا نمازی کا سی ہوئی جانماز پر جسکا استر ناپاک ہے بخلاف بدون سی ہوئی کے اور بخلاف بچہی ہوئی کے ناپاک پر اگر رنگ یا بو نجاست کا ظاہر نہو کہ اس صورت مین نماز فاسد نہوگی ہم یعنی اگر ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر کوئی پاک کپڑا بچہایا تو اگر کپڑا ایسا باریک ہے کہ اوس مین سے رنگ یا بو نجاست کی معلوم ہوتی ہے تو نماز درست نہوگی اور اگر گاڑہا ہے تو درست ہوگی شامی نے کہا کہ باریک کپڑا اوس جگہہ حائل شمار نہوگا جہان نجاست سجدہ یا قدم کی جگہہ ہوگی کیونکہ اس صورت مین سجدہ یا قیام نجاست پر ہوگا ورنہ مطلق ہو کا آنا مفسد نماز نہین نجاست قریب ہو یا بعید ہو وتحویل صدرہ عن القبلۃ اتفاقا بغیر عذر اور فاسد کرتا ہے نماز کو پہیر لینا نمازی کا اپنے سینہ کو قبلہ کی جانب سے بالاتفاق بدون عذر کے ہم شامی نے کہا کہ منہہ کا پہیرنا مکروہ ہے نہ مفسد خواہ سارا منہ پہیرے یا تہوڑا فلو ظن حدثہ فاستدبر القبلۃ ثم علم عدمہ ان قبل خروجہ من المسجد لا تفسد وبعدہ فسدت پس اگر نمازی نے اپنا بیوضو ہونا گمان کیا اور قبلہ سے پشت پہیری بسبب عذر مذکور کے پہر جانا کہ حدث نہین ہے تو اگر یہہ علم مسجد نکلنے کے پیشتر ہوا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر مسجد نکلنے کے ہوگا تو فاسد ہوگی بسبب مختلف ہو جانے مکان نماز کے

فروع مسائل ملحقہ شارح کے مشی مستقبل القبلۃ ہل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی و وقف کذلک وہکذا لا تفسد وان کثر ما لم یختلف المکان وقیل لا تفسد حالۃ العذر ما لم یستدبر القبلۃ استحسانا کذا فی القہستانی نمازی چلا قبلہ کو منہ کیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب اگر بقدر ایک صف کے چلا پہر ٹہیر بقدر ایک رکن کے پہر چلا اور ٹہیرا اسیطرح یعنی ایک صف اور ایک رکن کی مقدار اور اسیطرح چلا گیا تو فاسد نہوگی اگرچہ بہت دفعہ چلا اور ٹہیرا ہو جب تک کہ مکان مختلف نہو گا یعنی اگر مسجد مین ہے تو جبتک مسجد مین سے باہر نہوا ہو گا اور جنگل مین ہے تو جب تک صفون سے باہر نہوا ہوگا فاسد نہوگی ورنہ فاسد ہو جاویگی جیسے ایکہی دفعہ مین دو صفون کی مقدار چلنے سے فاسد ہو جاتی ہے کذا فی الشامی اور بعض فقہا نے

کہاکہ حالت عذر مین چلنے سے نماز فاسد نہین ہوتی اگرچہ بہت چلے اور جگہہ مختلف ہوجاے جب تک کہ قبلہ کیطرف پشت نکرے بوجہ استحسان کے ذکر کیا ہے اوسکو
قہستانی نے طحطاوی نے کہاکہ قہستانی مین حالت عذر یعنی جہاد وغیرہ حالت عذر و ہل یشترط فی المفسد الاختیار فی الخانیۃ نعم وقال الحلبی
لا اور کیا شرط ہے عمل مفسد مین نمازی کا قابو ہونا اختیار یہ مین ہے کہ ہان شرط ہے اور حلبی نے کہاکہ عمل مذکور مین اختیار کا ہونا شرط نہین ہے طحطاوی نے
کہاکہ ظاہر انہ مشروط ہونا معتمد ہے اسلیے کہ شارح اسی پر اگلا قول متفرع کرتا ہے فان من دفعہ او جذبتہ الدابۃ خطوات او وضع علیہا او القی
اخرجہ من مکان الصلوۃ او مصّ ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا بشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت کیونکہ جس نمازی کو دہکا یا ہیکو
سواری کے جانور نے کہینچا اور اس دہکے یا کہینچنے سے وہ چند قدم چلا یا اپنی جگہہ سے اوٹہاکر سواری پر رکہدیا گیا یا نماز کی جگہہ سے نکالدیا گیا یا نمازی
عورت کی پستان تین بار چوسی گئی یا ایکبار چوسی گئی اور اوس کا دودہ اوتر آیا یا مرد نے نمازی عورت کو شہوت سے چہوا یا بدون شہوت کے
اوس کا بوسہ لیا تو سب صور تو مین نماز فاسد ہو گی حالانکہ عمل اختیاری کسی مین نہین پایا جاتا شامی نے کہاکہ شارح کو مناسب تہاکہ مسہا او قبلہا
کی جگہہ مُسّت اور قُبّلت بصیغہ مجہول کہتا جیسے اس سے اوپر کے افعال تہے لا لو قبلتہ ولم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنی الجماع نہین
فاسد ہوگی نماز مرد کی اگر عورت نے اوسکا بوسہ لیا اور مرد کو اوسکی خواہش نتہی اور فرق دونو مسئلون مین یہہ ہے کہ مرد کے بوسہ لینے مین جماع کے
معنی ہین ہم یعنی اگر عورت نماز پڑہتی تہی اور شوہر نے بوسہ لیا تو عورت کی نماز اس لیے فاسد ہوئی کہ فاعل جماع کا مرد ہوتا ہے تو جب دواعی جماع
مین سے کوئی عورت کے ساتہہ کریگا تو اوسکی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر مرد نماز پڑہتا ہے اور عورت نے بوسہ لیا تو عورت فاعل جماع کی نہین اسلیے
اس کے طرف سے دواعی جماع کا پایا جانا داخل جماع نہین جب تک کہ مرد کو شہوت نہو کذا فی الشامی معہ بحر فرمی بہ طائرا لو تقصدہ ولو انسانا فا
مفسدہ لفظ میہ ولو مرۃ لانہ مخاصمۃ او تادیب او ملاعبۃ وہو عمل کثیر ذکرہ الحلبی نمازی کے پاس ایک پتہر ہے اوس نے اوسکو ایک
پرند پر پہینکا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر کسی انسان پر پہینکا تو فاسد ہوگی جیسے کسیکو مارنا اگرچہ ایک دفعہ ہی مارے اسلیے کہ مارنا یا پتہر پہینکنا انسان پر
یا باہم خصومت ہے یا ادب دینا یا چہل کرنا بہرحال عمل کثیر ہے ذکر کیا ہے اسکو حلبی نے یعنی شارح منیہ نے ہم طحطاوی نے کہاکہ منیہ مین یون ہے کہ اگر پتہر
زمین سے اوٹہاکر پہینکا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اپنے پاس سے پہینکا تو فاسد نہوگی تو اس سے ظاہر ہے پرند و انسان مین فرق نہین معلوم
ہوتا اور اگر پاس سے پہینکنے کو عمل کثیر قرار دیجیے تو پرند پر پہینکنے سے بہی نماز فاسد ہوجائیگی بقی من المفسدات ارتداد بقلبہ باقی رہی مفسدات
نماز سے شیار آیندہ اول مرتد ہونا نمازی کا اپنے دل مین یعنی نیت یا اعتقاد کفر کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے وموت دوسرا مفسد نماز کا مرجانا ہے نماز کا
شامی نے کہاکہ اس کا ثمرہ اس مسئلہ مین معلوم ہوتا ہے کہ اگر بعد قعدہ اخیرہ کے امام مرگیا تو نماز مقتدیون کی باطل ہوگئی نئے سرے اونکو پڑہنی چاہیے وا
جنون واغماء اور مفسد نماز ہے جنون اور بیہوشی اور ان کا حکم مفصل صلوۃ مریض کے آخر مین آویگا وکل موجب لوضوء او غسل اور مفسد نماز ہے
ہر فعل موجب وضو کا یا غسل کا ہم شامی نے کہاکہ شارح نے بتبعیت صاحب نہر الفائق موجب وضو کو مفسد لکہدیا حالانکہ ہر موجب وضو مفسد نماز نہین چنانچہ
استخلاف اور بنا کے بیان مین مذکور ہوچکا کہ حدث اتفاقی سے نماز فاسد نہین ہوتی تو بہتر تہاکہ شارح یون کہتاکہ ہر حدث عمد مفسد ہوتا ہے وترک
رکن بلا قضاء اور مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی رکن کا بدون ادا کے مثلا ایک سجدہ چہوڑدیا اور سلام پہیرنے تک اوسکو ادا نکیا تو نماز فاسد ہوجائیگی
او شرط بلا عذر یہ مفسد نماز ہے چہوڑنا کسی شرط کا بدون عذر کے مثلا وضو یا ستر عورت یا استقبال قبلہ بلا عذر نکیا تو فاسد ہوگی اور عذر کے
ساتہہ ان باتون کا نکرنا مفسد نہین ومسابقۃ المؤتم برکن لم یشارکہ فیہ امامہ کان رکع ورفع رأسہ قبل امامہ ولم یعدہ معہ
او بعدہ وسلم مع الامام اور مفسد نماز ہے پہلے کرلینا مقتدی کا کسی رکن کو جسمین اوسکا امام اوسکا شریک نہوا ہو مثلا مقتدی نے رکوع امام
سے پیشتر کیا اور امام کے رکوع سے پیشتر اپنا سر اوٹہا لیا اور پہر اوس رکوع کو امام کے ساتہہ یا اوسکے بعد دوبارہ نکیا اور امام کے ساتہہ سلام
پہیردیا تو مقتدی کی نماز نہوگی ہم طحطاوی نے کہاکہ امام کے ساتہہ سلام پہیرنے کی قید کی کچہہ حاجت نہین ومتابعۃ المسبوق امامہ فی

لسجود السهو بعد تأكد انفراده لما قبله يجب متابعته اور مفسد نماز سے پیروی کرنا مسبوق کا اپنے امام کو سجدہ سہو مین بعد مستحکم ہونے انفراد
مسبوق کے اور پیشتر مستحکم ہونے انفراد کے تو متابعت واجب ہے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ مسبوق امام کے سلام سے پہلے یا پیشتر اسکے بعد مثلاً تشہد
کھڑا ہوا اور ایک رکعت پڑھ چکا یعنی سجدہ رکعت مذکور کا کرلیا اوسوقت امام نے سجدہ سہو کیا تو اب مسبوق اگر اس سجدہ مین امام کا شریک ہوگا تو اوسکی
نماز فاسد ہوجائیگی کیونکہ محل انفراد مین اقتدا کرنا مفسد ہے ہان جب تک اسنے رکعت جداگانہ کا سجدہ نہین کیا تب تک انفراد پختہ نہین ہوا اسوقت اگر
امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق پر متابعت واجب ہے وعدم اعادته الجلوس الاخير بعد اداء سجدة صلبية او تلاوية تذكرها بعد الجلوس اور
مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا قعدہ اخیر کو بعد ادا کرنے سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت کے جو یاد آیا ہو بعد قعدہ کے اسلیے کہ سجدہ صلبی اور سجدہ تلاوت سے
قعدہ باطل ہوجاتا ہے تو اگر دوبارہ نکریگا تو ایک رکن نماز کا یعنی قعدہ اخیرہ چھوٹ جاویگا اور نماز فاسد ہوجائیگی طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت
ترک رکن مین داخل ہے اسکو جدا لکھنا ضرور تھا وعدم اعادته ركنا اداه نائما اور مفسد نماز ہے دوبارہ نکرنا نمازی کا اوس رکن کو جسکو سونے کی
حالت مین ادا کیا ہو طحطاوی نے کہا کہ یہہ صورت ترک شرط مین داخل ہے یعنے نمازی کا ادا کرنا حالت اختیار مین شرط نماز ہے اور سونیکی حالت
مین یہہ شرط چھوٹ جاتی ہے لیکن مترجم کے نزدیک ترک شرط مین بلا عذر کی قید تھی وہ یہان متحقق نہین اسلیے یہہ صورت جدا ہے وقهقهة امام
المسبوق بعد الجلوس الاخير اور مفسد نماز ہے کھلکھلا کر ہنسنا مسبوق کے امام کا بعد قعدہ اخیرہ کے یعنی اگر امام قدر تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ
مین زور سے ہنس پڑیگا تو اوسکی اور مدرکون کی نماز پوری ہوجائیگی مگر مسبوق کی نماز فاسد ہوجائیگی کہ یہہ فعل امام کا اوسکی نماز کے درمیان مین
واقع ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل پہلے باب مین گذر گئی ومنها مد الهمزة في التكبير كما مر اور ایک مفسد نماز کا ہمزہ کا کھینچنا ہے اللہ اکبر کہنے مین چنانچہ
پیشتر گذرا ہم یعنی اللہ اکبر رکوع و سجدہ کے لیے بمد ہمزہ اگر کہیگا تو نماز فاسد ہوجائیگی اور تکبیر تحریمہ مین تو سرے سے نماز کا شروع ہی صحیح نہین فساد تو
شروع کے بعد ہوا کرتا ہے کذا في الشامي ومنها القراءة بالالحان ان غير المعنى والا لا الا في حرف مد ولين اذا فحش والا لا بزازیہ اور ایک
مفسد نماز ہے قراءت کا پڑھنا الحان سے یعنی زیر و زبر پیش کو نغمون کی رعایت سے بڑھا گھٹا کر پڑھنا کذا في فتح القدير الحان سے پڑھنا مفسد ہے اگر معنے کو بدل دے
مثلاً رب العلمين کو راب العلمين پڑھے اور اگر معنے نہ بدلین تو مفسد نہین مگر حروف مد و لین مین اگر حد سے زیادہ الحان کریگا تو باوجود معنے نہ بدلنے کے نماز
فاسد ہوجائیگی اور اگر حد سے زیادہ نہوگا تو نماز فاسد نہوگی کذا في البزازیہ ہم واؤ ای تین حرف علت کے حروف کہلاتے ہین ان کے پہلے کی حرکت اگر ان کے
موافق ہوتی ہے یعنے واو کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور ی کے پہلے زیر ہو تو ان کو حروف مد کہتے ہین اور اگر ناموافق حرکت ہو یعنی واو کے
پیشتر یا ی کے پہلے زبر ہو مثلاً تو حرف لین کہلاتے ہین تو حرف لین صرف دو ہین کیونکہ الف سے پہلے سوای زبر کے اور کچھ نہین ہوتا غرضکہ
حروف علت مین اشباع زائد از حد مفسد نماز ہے ومنها زلة القارى اور ایک نماز کا مفسد قاری کی لغزش یعنی غلط پڑھنا ہے ہم جاننا چاہیے کہ قراءت مین
غلطی سے نماز فاسد ہونیکے چند قاعدے ہین کہ اگر اون کو جان لیا جاوے تو حکم ہر غلطی کا معلوم ہوسکتا ہے کہ اوس سے نماز فاسد ہوئی یا نہین تو ان
قواعد کے ضبط کرنیکے لیے ہم کہتے ہین کہ غلطی یا تو اعراب مین ہوگی یعنے زیر زبر پیش سکون مین اور اسی مین داخل ہے مشدد کو تخفیف سے پڑھنا اور
اسکا عکس اور مد والے کو قصر سے پڑھنا اور اس کا عکس یا غلطی حروف مین ہوگی یعنے ایک حرف کی جگہہ دوسرے کو ادا کرنا یا کسی حرف کا زیادہ کرنا یا کم
کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی کلمات مین ہوگی کہ ایک کی جگہہ دوسرے کو پڑھنا یا زیادہ کم کرنا یا مقدم مؤخر کرنا یا غلطی جملون مین ہو اسی طرح یا غلطی
وقف مین ہو کہ وصل کی جگہہ وقف کیا جاوے اور وقف کی جگہہ وصل اب متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہہ ہے کہ جس غلطی سے معنے ایسے بگڑ جائین
کہ اونکا اعتقاد کرنا کفر ہوتا ہو تو اوس غلطی سے نماز فاسد ہوجائیگی خواہ کسی قسم کی غلطی ہو اور اگر غلطی سے معنے ایسے نہین بگڑے جن کا اعتقاد
کفر ہو لیکن بہت سی تبدیل معنون مین آجاتی ہے جیسے الغراب کی جگہہ ہذا الغبار پڑھنا یا بالکل بے معنے لفظ ہوجاتا ہے جیسے سرائل پڑھنا سرائر کی جگہہ
تو اس صورت مین بھی نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اگر غلطی سے معنون مین بہت تبدیل نہین ہوتی مگر مطلب سے دور پڑ جاتے ہین تو اس صورت مین

دیکھنا چاہیے کہ ویسا لفظ قرآن مین ہی یا نہین اگر نہین ہے تب بھی نماز فاسد ہوگی اور اگر قرآن مین وہ لفظ ہی تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول
احوط ہے اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگی اور اگر غلطی سے معنے نہ بگڑین اور ویسا لفظ قرآن مین نہو تو نماز طرفین کے نزدیک فاسد
نہوگی جیسے قوامین کی جگہہ قیامین پڑہنا کہ دونو کے معنے ایک ہین حالانکہ قیامین قرآن مین نہین اور ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوجائیگی
یہہ قاعدہ متقدمین کے ہین اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا
اسپر اتفاق ہے کہ اعراب مین غلطی کرنے کسیطرح کی ہو نماز کی مفسد نہین اگرچہ اوس کا اعتقاد کفر ہو کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہین کر سکتے
اور اگر غلطی حرف کی تبدیل مین ہو تو اگر دونون حرفون مین فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہو مثلاً ص کی جگہہ ط پڑہنا تو متاخرین کا اتفاق
ہے کہ نماز کا مفسد ہے اور اگر فرق مشکل سے معلوم ہوتا ہو جیسے ص کی جگہہ س پڑہنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہین ہوتی لیکن
متاخرین کے قواعد منضبط نہین اسلیے نماز کے باب مین متقدمین کا قول اختیار کرنین زیادہ احتیاط ہے کہ اونکے قواعد بھی درست ہین اور
اکثر فروع فسادون مین اونہین کے قول پر محمول ہین کذا فی الشامی عن شرح المنیہ فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسه او بزیادة
حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمة نحو ایاک نعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی به یفتی
بزازیہ پس اگر غلطی اعراب مین ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر پڑہنا یا تخفیف سے پڑہین مشدد کے جیسے قتّلوا کی جگہہ قتلوا پڑہنا اور مشدد پڑہین
مخفف کے جیسے افعیینا کو افعیّنا پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑہا دینے کی جیسے الصراط الذین بجای صراط الذین کے یعنی الف اور لام کی زیادتی
سے پڑہنا یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانیکی دوسرے کلمہ مین جیسے ایاک نعبد مین ایا کو جدا پڑہکر ٹہیرنا اور ک کو نعبد مین وصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے
اور ابتدا کرنیکی جیسے لا اله پر مثلاً وقف کرنا اور الا الله سے ابتدا کرنا تو ان صورتون مین نماز فاسد نہوگی اگرچہ معنے بدلجائین اسی کا فتوی دیا جاتا ہے
کذا فی البزازیہ ہم شامی نے کہا کہ شارح کے ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مسائل مین عدم فساد پر فتوی ہے بزازیہ مین منقول ہے حالانکہ ایسا
نہین بلکہ بزازیہ مین صرف اعراب کی غلطی مین اگرچہ معنے بگڑجائین فتوی عدم فساد کا مذکور ہے اور باقی صورتون مین در صورت بگڑ جانے
معنے کے تو اکثر مشائخ کے نزدیک فساد مذکور ہے جیساکہ متقدمین کا قول ہے اور احتیاط اوسی مین ہے الا تشدید رب العلمین و ایاک
نعبد فیترکه تفسد الخ تشدید رب العلمین کی ب اور ایاک نعبد کی ی کی کہ اوسکے ترک سے نماز فاسد ہوجاتی ہی ولو زاد کلمة او نقص کلمة او
نقص حرفا او قدمه او بدله باخر نحو من ثمره اذا اثمر واستحصد تعالى جد ربنا انفرجت بدل انفجرت ایاب بدل اواب لم تفسد
مالم یتغیر المعنی اور اگر زیادہ کیا ایک کلمہ کو مثلاً من ثمره اذا اثمر مین کلمہ واستحصد زیادہ کردیا یا ناقص کیا کلمہ کو اسکی مثال شارح نہین لکہی شاید
کہ بہول گئے اور سیئة سیئة مثلہا مین جزاء سیئة مثلہا پڑہا دوسری سیئة کو چہوڑکر یا کم کیا ایک حرف کو جیسے تعالی جد ربنا دونون ی کے آخر مین مقدم کیا ایک حرف کو
دوسرے سے جیسے انفرجت عوض مین انفجرت کے یا بدلا کسی حرف کو دوسرے سے جیسے ایاب جگہہ اواب کے تو نماز فاسد نہوگی جب تک
کہ معنے نہ بدلین ہم شارح کے کلام مین لف و نشر مرتب ہے اسلیے مترجم نے تسہیل کے واسطے ہر مثال کو اوسکے موقع پر ترجمہ کردیا اور واضح ہو کہ
تغیر معنے کی صورت مین نماز طرفین کے نزدیک فاسد ہوتی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اوس صورت مین کہ لفظ مفرد قرآن مین نہو فاسد ہوگی
ورنہ فاسد نہوگی الا ما یشق تمییزه کالضاد والظاء فاکثرهم لم یفسده ہا حرف کے بدلنے سے در صورت بدلجانے معنے کے نماز فاسد
ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن مین تمیز دشوار ہے مثلاً ض اور ظ کے بدلنے سے کہ اکثر فقہا نماز کو فاسد نہین کہتے ہم شامی مین حلیہ سے
منقول ہے کہ اگر ایسی تبدیل دانستہ کریگا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہین جانتا تو فاسد نہوگی بزازیہ
مین کہا کہ یہہ قول سب اقوال سے درست تر ہے اور یہی مختار ہے وکذا لو کرر کلمة وصحح الباقانی الفساد وان غیر المعنی نحو رب رب العلمین
للاضافة کما لو بدل کلمة بکلمة وغیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنت وتمامه فی المطولات اوسیطرح فاسد نہین ہوتی نماز اگر کرر کرے

کسی کلمہ کو اور تصحیف کی ہو باقانی سے فساد نماز کی اگر مسے بدلجائین جیسے رب العلمین بسبب اضافت جیسے فاسد ہوتی ہی نماز اگر بدلدے ایک کلمہ کو دوسرے
اور مسے بگڑجائین جیسے ان الفجار لفی جنات پڑھنا لفی جحیم کی جگہہ اور پورا بیان اسکا بڑی کتابون مین ہے م شامی نے کہا کہ ظاہر کلام ظہیریۃ سے
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ مکرر پڑھنا ایک کلمہ کا اوس صورت مین مفسد ہی کر پڑھنے والا مضاف و مضاف الیہ کو جانتا ہو اور اگر بجا تا ہو قصد ہا فہمت
نکیا ہو بلکہ تصحیح مخارج کے لیے کلمہ کو دوبارہ کہا ہو یا زبان سے بے ساختہ نکل گیا ہو تو چاہیے کہ نماز فاسد نہو اور مفسدات نماز سے وہ صورتین بھی ہین
جو اس باب سے پیشتر ہو چکین مثلاً عورت کا محاذی ہونا اور خلیفہ ایسے کو بنانا جو قابل امامت نہو اور امام کا مسجد سے باہر چلا جانا بدون خلیفہ
کرنے کے اور حدث کے بعد نمازی کا ایک رکن کی مقدار ٹھہرنا یا حالت حدث اور رفتار مین ایک رکن کو ادا کرنا یا اثناء نماز مین کسی فعل منافی
نماز کا صادر ہونا وغیرہ تو غالبا ماتن و شارح نے ان کو اسلیے یہان ذکر نہین کیا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے ولا یفسدہا نظرہ الی مکتوب فی فہمہ
ولو مستفہما وان کرہ اور نہین فاسد کرتا نماز کو دیکھنا نمازی کا لکھی چیز کو اور سمجھ جانا اوس کا اگرچہ وہ لکھا سمجھا ہو ہرچند دانستہ سمجھنا
مکروہ ہی اسلیے کہ لکھے کو سمجھنا نماز کے اعمال مین سے نہین اس سے یہہ نکلا کہ اگر اتفاقا نظر لکھی پر پڑ گئی اور سمجھ مین بدون قصد کے آگیا تو مکروہ
بھی نہین کذا فی الطحطاوی ومرور مار فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اور نہین فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے
والے کا جنگل مین یا بڑی مسجد مین نمازی کے سجدہ کی جگہہ مین کو صحیح قول یہی ہے یعنی نمازی کے قدمون سے سجدہ کی جگہہ تک مین سے کسی کا
گذر جانا مفسد نماز نہین اور اس کا مقابل قول تمرتاشی کا ہے کہ قدمون سے لیکر اوس جگہہ تک گذرنا مفسد نہین جہان تک نمازی کی نظر پڑے
جبکہ وہ سجدہ کے مقام کو تاکتا ہو غرضکہ فساد نماز تو دونو مذہب پر نہین لیکن گذرنے والے پر گناہ کا ہونا اصح قول مین قدمون سے لیکر
سجدہ تک کی جگہہ مین گذرنے سے ہوگا اور تمرتاشی کے قول پر اوس جگہہ مین بھی گذرنے سے ہوگا جہان نمازی کی نظر پڑے سجدہ گاہ کو تکنے کی
حالت مین کذا فی الشامی او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا ولو امرأۃ او کلبا
یا مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والے کا سامنے نمازی کے اوسکے قدمون سے لیکر دیوار قبلہ تک گھر مین اور چھوٹی مسجد مین کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل
ایک مکان کے ہین یعنے مقدار دو صفون کے فاصلہ کا ہونا ان دونون مین مانع اقتدا کا نہین جیسے جنگل اور بڑی مسجد مین مانع ہوتا ہے مفسد نماز
نہین گذرنا کسی کا مطلق خواہ وہ عورت ہو یا کتا م شامی نے کہا کہ اسمین رد ہے ظاہریہ کے قول پر جو کہتے ہین کہ گذرنا عورت یا کتے یا گدھے کا
مفسد ہی اور اشارہ ہے اس امر کے طرف کہ اس باب مین جو کچھہ مروی ہے وہ منسوخ ہی چنانچہ حلیہ مین اسکو ثابت کیا ہے او مرورہ بمقابل

من امامہ کان امام المصلی لو کان یصلی علیہا ای الدکان بشرط محاذاۃ بعض اعضاء المار بعض اعضائہ وکذا سطح وسریر وکل
مرتفع دون قامۃ المار وقیل دون السترۃ کما فی غرر الاذکار مفسد نماز نہین گذرنا گذرنے والیکا دوکان کے نیچے نمازی کے
سامنے کو جبکہ وہ دوکان پر نماز پڑھتا ہو بشرط برابر آجانے بعض اعضا گذرنے والیکے بعض اعضا نمازی کو اور یہی حکم عدم فساد کا ہی چھت
اور تخت اور ہر اونچی چیز کا جس کی بلندی گذرنے والیکے قد سے کم ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقدار سترہ یعنی ایک ہاتھہ سے کم ہو جیسا کہ
غرر الاذکار مین ہے م بحر الرائق مین اس قول ضعیف کو غلط کہا ہی اسوجہ سے کہ اگر مقدار سترہ کا اعتبار ہوتا تو سوار کا نکلنا نمازی کے سامنے کو
مکروہ نہوتا کہ وہ تو غالبا ہاتھہ سے اونچا ہی ہوتا ہے کذا فی الشامی وان اثم المار لحدیث البزار لو یعلم المار ماذا علیہ من الوزر
لوقف اربعین خریفا فی ذلک المرور لو بلا حائل ولو ستارۃ ترتفع اذا سجد وتعود اذا قام اگرچہ اس گذرنے مین گذرنے والا گنہگار ہوتا
ہو بسبب حدیث بزار کے کہ اگر گذرنے والا جانے کہ اوسپر کیا گناہ ہے تو ٹہیرا رہے چالیس برس اور گناہ اوسوقت ہی کہ گذرنا بدون آڑ کے ہو اگرچہ
ایسا سترہ ہو کہ سجدہ کرنیکے وقت دور ہوجاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ ہوجاتا ہو م حلیہ مین کہا کہ اس مسئلہ مین چار صورتین ہین اول یہہ
کہ گذرنے والیکو گنجایش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے رستہ روکا نہین تو اس صورت مین اگر گذریگا تو گنہگار خاص

گذرنے والے پر ہوگا دوم یہہ کہ اور طرف کو رستہ نہین اور نمازی نے رستہ روک لیا ہی تو اس صورت مین گناہ خاص نمازی پر ہوگا سوم یہہ کہ
نمازی نے رستہ روکا ہی مگر گذرنیوالا اور طرف کو بہی نکل سکتا ہی تو اب گذرنے سے دونو گنہگار ہونگے چہارم یہہ کہ نمازی نے رستہ
نہین روکا اور گذرنے والیکو اور طرف راہ نہین تو اس مین کسی پر گناہ نہین اور صورت سترہ کی یہہ ہی کہ مثلا ایک انگشت کے برابر موٹی لکڑی
یا کوئی اور چیز جیب مین لٹکتی ہی جب نمازی سجدہ کرتا ہی تو وہ سر کی حرکت سے اوسکی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہی اور جب کہڑا ہوتا ہی پہر سیدہ ہو جاتی ہی تو اسطرح کی آڑ سے بہی گذرنیوالے پر
کچہہ گناہ نہین اور اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ اعتبار سترہ کا قیام کی حالت مین ہے کذا فی الشامی والطحطاوی ولو کان فرجة فللداخل
ان یمر علی رقبة من لم یسدها لانه اسقط حرمة نفسه فتنبه اور اگر صف مین کوئی جگہہ خالی ہو تو نماز مین آنیوالے کو جائز ہے کہ جس شخص نے
اوس جگہہ کو بند نہین کیا اوسکی گردن کو پہلانگ کر چلا جائی کیونکہ اوس نے اپنی عزت آپ کہو دی تو خبردار ہو جا یعنی اوسکے سامنے سے گذرنا گناہ
نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر ایک شخص نمازی کے سامنے گذرا چاہتا ہی اور اوسکے ساتہہ کوئی چیز قابل سترہ کر دینے کے ہے تو اوسکو نمازی کے
سامنے رکہہ دے اور دوسری طرف جا کر اوسکو اوٹہا لے اور اگر دو شخص ہون تو ایک نمازی کے سامنے کہڑا ہو جائی دوسرا اوسکی آڑ سے نکل جائی پہر
دوسرا کہڑا ہو جائی تاکہ اول شخص دوسرے کی آڑ سے گذر جائے انتہی ان دونو مسئلون سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے سامنے نمازی کے کہڑا ہو جانا یا ہاتہہ بڑہا کر
اوسکے سامنے سے چیز کا اوٹہا لینا موجب گناہ کا نہین ویغرز ندبا بدائع الامام وکذا المنفرد فی الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولا
وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربه دون ثلثة اذرع علی حذاء احد حاجبیه لا بین عینیه والایمن افضل اور کہڑا کرلے امام بطور استحباب کذا فی
البدائع اور اسیطرح تنہا پڑہنیوالا جنگل مین اور مثل جنگل مین یعنی بڑی مسجد مین کہڑا کرلے ایک سترہ مقدار ایک ہاتہہ کے لنبائی مین اور ایک اونگلی کے
موٹائی مین تاکہ سمجہنے والے کو یعنی گذرنے والیکو سوجہے قریب اپنے تین ہاتہہ کے فاصلہ کے اندر مقابل ایک ابرو کے نہ دونون آنکہون کے بیچ کے سامنے اور
داہنی ابرو کے مقابل کہڑا کرنا بہتر ہے کہ مطابق سنت ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ دون ثلثة اذرع کی جگہہ قدر ثلثة اذرع کہتا کیونکہ
حلبی مین ہے کہ سنت یہہ ہی کہ فاصلہ درمیان نمازی اور سترہ کے تین ہاتہہ سے زیادہ نہو اور ایک ہاتہہ کا طول اور اونگلی کی موٹائی بیان اقل مقدار کا
ہی کہ اس سے کم نہو اور بحر الرائق مین کہا کہ مذہب قوی کے بموجب موٹائی کا کچہہ اعتبار نہین ولا یکفی الوضع ولا الخط وقیل یکفی فیخط طولا وقیل
کالمحراب اور کفایت نہین کرتا رکہدینا سترہ کا یعنی زمین پر لٹادینا مثل لاٹہی وغیرہ کا اور نہ کافی ہی خط کہینچنا اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر سترہ پاس نہو
تو خط کہینچنا کافی ہے تو خط کہینچے نمازی طول مین یعنی سیدہا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کہینچے ہم فتح القدیر مین صورت
نہونے سترہ کے خط کہینچنے پر یقین کیا ہی اور کہا ہے کہ اتباع سنت بہرحال بہتر ہی علاوہ اسکے خط کچہہ نہ کچہہ نظر آتا ہے تو کافی ہوگا اور یہہ قول امام
محمد سے مروی ہی اس سے یہہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا اپنے سامنے رکہہ لے گا تب بہی سترہ ہو جائیگا ویدفعه هو رخصة فترکه افضل بدائع قال
الباقانی فلو ضربه فمات لا شیء علیه عند الشافعی رضی الله عنه خلافا لنا علی ما یفهم من کتبنا بتسبیح او جهر بقراءة او اشارة
ولا یزاد علیها عندنا قهستانی لا بهما فانه یکره اور ہٹا دے نمازی گذرنیوالے کو یعنی جبکہ سترہ نہو یا سترہ ہو لیکن وہ سترہ کے اندر کو گذرتا ہو ہٹادے
سبحان الله کہنے یا پکار کر پڑہنے سے اگر وہ نماز جہری ہو یا اشارہ سے ہاتہہ یا آنکہہ یا سر کے ہم شارح نے کہا کہ ہٹانا رخصت ہی عزیمت نہین پس ترک دفع بہتر ہی
اسلیے کہ دفع کرنا نماز کے اعمال سے نہین کذا فی البدائع باقانی نے کہا کہ اگر نمازی نے گذرنے والے کو مارا اور وہ مر گیا تو اوسپر کچہہ نہین نہ دیت
نہ قصاص امام شافعی رح کے نزدیک بخلاف ہمارے مذہب کے جیسا کہ سمجہا جاتا ہے ہماری کتابون سے یعنی رخصت فقط اشارہ ہی نہ جنگ و محاربہ
اور نہ زیادہ کیا جائی ان باتون پر ہمارے نزدیک یعنی کپڑا پکڑ لینا یا مارنا ہمارے نزدیک درست نہین کذا فی القہستانی نہ دفع کرے سبحان الله
کہنے اور اشارہ دونو سے کہ دونو باتون کا جمع کرنا مکروہ ہے اسلیے کہ مقصود ایک سے حاصل ہی ہم یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ گذرنیوالے سے جنگ کرے
کہ وہ شیطان ہے تو یہہ منسوخ ہی چنانچہ زیلعی نے سرخسی سے نقل کیا ہے کہ یہہ حکم ابتدائے اسلام مین تہا جب نماز کے اندر کام کرنا مباح تہا اب اسکی

عبارت نہین کذا فی الشامی مختصرا والمراۃ تصفق لا بظہر الکف علی البطن اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کے لئے تالی بجاوے اس طرح کہ ہتیلی اپنی
بلکہ کیفیت تالی بجانیکی بحر الرائق مین یون منقول ہے کہ پشت داہنے ہاتہہ کی او نگلیون کی بائین ہاتہہ کے اندر طرف یعنی ہتیلی پر مارے شامی اور طحطاوی
نے کہا کہ اس طرح تالی بجانیکی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی دونو ہاتہہ اپنی جگہہ سے ہل جانے مین اس سے تو یہی بہتر ہے کہ بائین ہاتہہ کو اپنی جگہہ رہنے دے
داہنے ہاتہہ کے او نگلیون کے اندر طرف کو بائین کی پشت پر مارے کہ اس مین عمل تہوڑا ہے ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنة
تاتارخانیة اور اگر بتانیکے لئے مرد نے تالی بجائی یا عورت نے سبحان اللہ کہدیا تو نماز فاسد نہوگی لیکن دونو نے طریق مسنون کو ترک کیا کذا فی النہایة
وکفت سترة الامام للکل اور کافی ہے سترہ امام کا کل مقتدیون کے لئے یعنی اگر امام کے سامنے سترہ ہوگا تو جو کوئی مقتدیون کی صف کے سامنے کو
گذریگا اوسپر کچہہ گناہ نہوگا ولو عدم المرور والطریق جاز ترکہا وفعلہا اولی اور اگر گذرنا اور رستہ نہو یعنی ایسی جگہہ نماز پڑہے جہان کوئی گذرتا نہو اور
منہ رستہ کی طرف نہو تو ترک کرنا سترہ کا جائز ہے اور رکہنا سترہ کا ایسی جگہہ بہی بہتر ہے ہم رستہ کے طرف منہ کرنیکی قید اسلئے لگائی کہ رستہ
کیطرف کو نماز پڑہنا سترہ کے ساتہہ اور بدون سترہ کے دونو طرح مکروہ ہے کیونکہ رستہ چلنے کے لئے بنا ہے تو اوس مین ایسی چیز پہنچانا جو اوس کے
مناسب نہو کذا فی البحر وکرہ نحو التنزیھیة التی مرجعہا خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف نحو بہیئة و
الا فتنزیہیة اھ مکروہ لکہا تا کہ یہی کا شارح کہتا ہے کہ کراہت شامل ہے تنزیہی کو جس کا مآل ترک اولے ہے پس فرق کرنیوالی چیز کراہت تحریمی اور
تنزیہی مین دلیل ہے یعنی اگر دلیل کراہت وہ ممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی ہے اور کوئی پہیرنیوالا تحریم سے استحباب کیطرف نہو تب تو کراہت تحریمی
ہے ورنہ کراہت تنزیہی ہے ہم بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ دو قسم ہے ایک مکروہ تحریمی جو واجب کے رتبہ مین ہے یعنی جس طرح ثبوت واجب کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے
اسی طرح ثبوت مکروہ تحریمی کا دلیل ظنی سے ہوتا ہے دوم مکروہ تنزیہی جو ایسا نہو تو جب فقہا کی عبارت مین لفظ مکروہ پایا جاوے تو اوسکی دلیل کو دیکہنا
چاہیے اگر دلیل مذکور نہی ظنی ہو تو تحریمی ہے ورنہ تنزیہی شامی نے کہا کہ بدون دلیل کے بہی اوس کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس طرح کہ مکروہ کرد
ترک واجب کو متضمن ہو تو تحریمی ہوگا اور اگر ترک سنت کو متضمن ہو تو تنزیہی ہوگا سدل ای تحریما للنہی ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء
بکم الی وراء ذکرہ الحلبی مکروہ تحریمی ہے لٹکانا نمازی کا اپنے کپڑے کو بسبب ممانعت کے یعنی چہوڑ دینا کپڑے کا بدون پہننے معمولی کے اور اسی مین داخل ہے
قبا کا پہننا ایسی طرح کہ آستین پشت کی جانب ہو یعنی اوسکی کشادہ بغلون مین سے ہاتہہ نکالکر آستین پیچہے کو ڈالنا بہی سدل مین داخل اور مکروہ ہے ذکر
کیا ہے اسکو حلبی نے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ تحریما للنہی کو بعد ثوبہ کے لکہتا تا کہ لفظ سدل جو مضاف ہے اور ثوبہ جو مضاف الیہ ہے ان
دونو مین فاصلہ نہ پڑتا اور سدل کی صورت کرخی نے یہہ بیان کی ہے کہ مثلا چادر یا دوسرا کپڑا سر یا شانہ پر رکہکر اوسکے کنارے چہوڑ دے ہم فرق کرتے کو
دامنون کا لٹکانا اور عمامہ کے شملہ کا لٹکانا اسمین داخل نہین کذا فی الشامی کشند ومندیل یرسلہ من کتفیہ فلو من احدہما لم یکرہ کحالة عذر
وخارج صلوة فی الاصح شل دوپٹہ اور رومال کے کہ اوسکو اپنی دونو مونڈہون سے لٹکادے تو مکروہ ہوگا پس اگر ایک مونڈہے سے لٹکایگا تو
مکروہ نہوگا جیسے عذر کی حالت مین اور نماز سے باہر صحیح تر قول مین سدل مکروہ نہین ہم شد بفتح شین بمعنی دوال مشد ایک کپڑا ہے جسکو مونڈہون پر ڈالتے
ہین اور خارج نماز سدل مکروہ تحریمی نہین بشرطیکہ تکبر کے لئے نہو کذا فی الشامی عن النہر وفی الخلاصة اذا لم یدخل یدیہ فی کمی الفرجی المختار
انہ لا یکرہ وہل یرسل الکمین ویمسک خلاف والاحوط الثانی قہستانی اور خلاصہ مین ہے کہ جب نمازی اپنا ہاتہہ فرجیہ کی آستین مین نہ ڈالے تو مختار
یہہ ہے کہ مکروہ نہین اور کیا اس صورت مین آستین کو لٹکا رہنے دے یا پکڑ لے اسمین اختلاف ہے زیادہ احتیاط کی بات آستین کا پکڑ لینا ہے کذا فی القہستانی ہم
شامی نے کہا کہ خلاصہ مین عدم کراہت کو مختار کہا ہے اسپر کسی نے سوای بزازی کے اوسکی موافقت نہین کی بلکہ صحیح وہ قول ہے جو قاضی خان اور
جمہور فقہا کہتے ہین کہ فرجیہ کو بدون آستین مین ہاتہہ ڈالنے پہننا مکروہ ہے کیونکہ سدل اس صورت مین بہی موجود ہے ذکرہ کلہ ۱۹ ای دفعہ وانعقا
کشفہ کم او ذیل فعبثہ بہ ای بثوبہ وبجسدہ للنہی لا لحاجة ولا باس بہ خارج صلوة اور مکروہ تحریمی ہے کپڑے کا اوپر اٹہانا

پیچھے میں پہننے کے سبب ہو جیسے کہ وہ ہو داخل ہونا نماز میں آستینیں یا دہن چھپانا اور مکروہ تحریمی ہے کھیلنا نمازی کا اپنے کپڑے سے اور بدن سے
بسبب ممانعت کے مگر حاجت کے لیے مکروہ نہیں مثلاً بدن کو خارش کے سبب کھجانا یا پسینا تکلیف دیتا تھا اوسکو پونچھ ڈالا تو عمل قلیل سے یہ امور
مکروہ نہوں گے اور کچھ مضائقہ نہیں کھیلنے کا کپڑے سے اور بدن سے نماز کے باہر ہم شامی نے کہا کہ آستین چڑھا کر نماز شروع کرنے میں یہہ صورت بھی
داخل ہو کہ آستین اوس کام کے لیے چڑھائی تھی یا وضو کے لیے چڑھائی تھی اور رکعت فوت ہونے کے لیے جلدی میں آستین نہ اوتاری شریک جماعت ہو گیا تو ایسی صورت
میں افضل یہہ ہو کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اوتار لے اور عبث کے باب میں نہی وہ حدیث ہے جسکو قضاعہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمہارے لیے تین چیزیں مکروہ کیں نماز کے اندر عبث کرنا اور روزہ میں فحش باتیں کرنی اور قبرستان
میں ہنسنا وصلوٰتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسہا فی بیتہ ومھنۃ ای خدمۃ ان لہ غیرھا والا لا اور مکروہ تنزیہی ہو کذا فی البحر نماز پڑہنا نمازی کا ایسے
کپڑوں میں جنکو گہر میں پہنتا ہے اور کام کرنے کے کپڑوں میں بشرطیکہ اوسکے پاس اور کپڑے ہوں ورنہ مکروہ نہوگا مہنہ بذلہ بموحدہ مکسورہ اور سکون
ذال معجمہ سے بمعنی خدمت اور ابتذال ہے اور مہنہ بفتح میم وسکون ہا معطوف تفسیری ہے یعنی وہ کپڑے جنکو پہنکر دوسرون کے پاس نجاوے کذا فی الشامی
واخذ درہم ونحوہ فی فیہ لم یمنعہ من القراءۃ فلو منعہ تفسد اور مکروہ ہے درہم اور اوس جیسی چیز کا موہنہ میں لینا جو نمازی کو قراءت سے
مانع نہو اور اگر قراءت کی مانع ہو یعنی اسطرح کہ بالکل پڑہ نسکے یا ایسے الفاظ نکلیں جو قرآن کے الفاظ نہوں تو نماز فاسد ہوجائیگی ہم شامی نے قاضی خان سے
نقل کیا کہ کسی چیز کا موہنہ میں لینا جو مانع قراءت نہو مکروہ تنزیہی ہو وصلوتہ حاسراً ای کاشفا رأسہ للتکاسل ولا بأس بہ للتذلل واما
للاہانۃ بہا فکفر اور مکروہ ہے نماز پڑہنا نمازی کا سر کہولکر سستی کی وجہ سے اور کچھ مضائقہ نہیں سر کہولنے کا انکسار کے لیے اور نماز کی اہانت کے لیے
تو سر کہولنا کفر ہے ہم شامی نے بعض علما سے نقل کیا کہ گرمی کی وجہ سے بھی ننگے سر نماز پڑہنا مکروہ ہے ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتہا افضل الا
اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر اور اگر گر جاوے نمازی کی ٹوپی تو اوسکا دوبارہ سر پر رکھہ لینا افضل ہے مگر جس صورت میں کہ محتاج ہو لپیٹنے
کی یا عمل کثیر کی تو اعادہ افضل نہیں وصلوتہ مع مدافعۃ الاخبثین او احدہما او الریح للنہی اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑہنا نمازی کا بول اور
براز کے دباؤ کے ساتہہ یا دونوں میں سے ایک کے دباؤ کے ساتہہ یا ہوا کے روک رکہنے کے ساتہہ اور یہہ کراہت بباعث ممانعت کے ہے
یعنی ابو داؤد کی حدیث کے باعث کہ نہیں حلال ہے کسیکو جو ایمان رکہتا ہو اللہ تعالی اور روز حشر پر کہ نماز پڑہے اوس حال میں کہ پیشاب کو
دبائے ہو یہان تک کہ اوس سے ہلکا ہو جاوے اور اوسی جیسا ہے پاخانہ کا ضبط کرنے والا کذا فی الشامی وعقص شعرہ للنہی عن کفہ ولو
بجمعہ او ادخال اطرافہ فی اصولہ قبل الصلوٰۃ اما فیہا فیفسد اور مکروہ ہے بالون کا جوڑا کرنا بسبب منع کے اون کے ادہر ادہر ہٹانے
سے اگرچہ جوڑا کرنا اون کے اکٹھا کرنے سے ہو یا اونکی سرونکو جڑون میں کر لینے سے ہو نماز کے پیشتر اور نماز میں جوڑا کرنا نماز کا مفسد ہے ہم عقص
بفتح اول بالون کے گوندہنے کو کہتے ہین یہان یہہ مراد ہے کہ بالون کو سر پر جمع کرکے گوند سے چپکا لے یا ڈوری سے باندہ لے خواہ مینڈہیان
گوندہ کر سر کے گرد لپیٹ لے خواہ گدی پر سب کو باندہ لے کہ سجدہ میں زمین پر نہ گرین تو یہہ سب باتین مکروہ ہین کیونکہ طبرانی کی حدیث میں
اس سے ممانعت وارد ہے اور حلیہ میں نقل کیا کہ ہرچند بموجب مضمون احادیث کے کراہت تحریمی ہونی چاہیے مگر اجماع اسپر ہے کہ یہہ فعل مکروہ
تنزیہی ہے اور نماز کے اندر اسکے مفسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ بالاجماع عمل کثیر ہے کذا فی الشامی وقلب الحصا للنہی الا للسجود
التام فیرخص مرۃ وترکہا اولی اور مکروہ ہے کنکرون کا ہٹانا بسبب نہی کے مگر واسطے پورا سجدہ کرنے نمازی کے مکروہ نہیں سو ایکدفعہ ہٹانیکی
اجازت ہے اور ترک ایکدفعہ کا بھی بہتر ہے ہم صحاح ستہ میں معیقیب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکرون کو مت ہٹا جب کہ تو
نماز پڑہتا ہو اگر بالضرور ہٹانا ہی ہو تو ایک بار ہٹا لے اور پورا سجدہ کرنیکی قید اسلیے لگائی کہ اگر بالکل سجدہ نہو سکے بدون ہٹائے تو پھر کنکرون کو
ہٹادے گو ایکدفعہ سے زیادہ ہٹانے پڑین کذا فی الشامی وفرقعۃ الاصابع وتشبیکہا ولو منتظرا للصلوٰۃ او ماشیا الیہا للنہی ولا یکرہ

لخارج الحاجۃ اور مکروہ تحریمی ہے انگلیاں چٹخانی اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں ڈالنا اگرچہ نمازی ہو منتظر نماز کا یا جانے
والا نماز کے طرف تب بھی مکروہ ہی بباعث نہی کے اور مکروہ نہیں نماز کے باہر بسبب کسی حاجت کے ہم ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ اپنی انگلیاں
مت چٹخا جب کہ تو نماز پڑھتا ہو اور بیہقی میں حدیث نقل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنی انگلیاں چٹخاوے جس وقت کہ مسجد
میں نماز کا منتظر بیٹھا ہو اور ایک روایت میں ہو کہ جسوقت کہ نماز کے لیے جاتا ہو اور احمد اور ابوداؤد وغیرہما نے تشبیک کی ممانعت کی حدیث نقل کی ہے
اور خارج نماز سے یہہ مراد ہے کہ نماز کو نجاتا ہو اور نہ مسجد میں اوس کا منتظر ہو اور حاجت یہہ کہ جوڑوں کا آرام دینا ہو مثلاً اس سے معلوم ہوا کہ بدون
حاجت کھیل کے طور پر انگلیوں کا چٹخانا یا ایک پنجہ کا دوسرے میں ڈالنا مکروہ تنزیہی ہو کذا فی الشامی والتخصر وضع الید علی الخاصرۃ للنھی
ویکرہ خارجھا تنزیھا اور مکروہ تحریمی ہے تخصر یعنی ہاتھ کا کوکھے پر رکھنا بسبب نہی کے اور باہر نماز کے مکروہ تنزیہی ہے ہم صحیحین وغیرہما میں
مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کولے پر ہاتھ رکھنے سے ممانعت فرمائی اور خارج نماز کی کراہت بحث ہو صاحب بحر کی کذا فی الشامی
والطحطاوی والالتفات بوجھہ کلہ او بعضہ للنھی اور مکروہ تحریمی ہو سارا پہرہ یا تہوڑا پہیر کر نماز میں دیکھنا بسبب نہی کے ہم ترمذی نے انس رضی سے
روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچ نماز میں التفات سے کیونکہ التفات نماز میں موجب ہلاکی ہے کذا فی الشامی وببصرہ یکرہ
تنزیھا و بصدرہ تفسد کما مرّ اور بدون موںہہ پہیرنے کے آنکھہ سے ادہر اودہر دیکھنا مکروہ تنزیہی ہو اور سینہ کو پہیر کر دیکھنا بدون عذر کے
مفسد نماز ہے چنانچہ مفسدات نماز میں بیان ہوا وقیل قائلہ قاضی خان تفسد بتحویلہ والمعتمد لا اور قاضی خان نے کہا ہو کہ نماز فاسد ہوتی ہے
موںہہ کے پہیرنے سے اور معتمد یہہ ہو کہ فاسد نہیں ہوتی بلکہ مکروہ تحریمی ہے واقعاء کاقعاء الکلب للنھی اور مکروہ تحریمی ہو نمازی کا بیٹھنا مثل کتے کے
بسبب نہی کے ہم حاکی تفسیر طحاوی نے یہہ بیان کی ہے کہ دونو سرین پر بیٹھے اور رانوں کو کہڑا کر کے دونو گہٹنے چہاتی سے لگالے اور دونو
ہاتھہ زمین پر رکھے اور چونکہ یہہ نشست کتے کی نشست کے مشابہ ہو اسلیے یہی صحیح تر ہے اور حدیث میں اسی نشست کی ممانعت ہو اور کرخی نے یہہ تفسیر کی ہے
کہ دونو پاؤں کو کہڑا کر کے اونکی ایڑیوں پر بیٹھے اور دونو ہاتھہ زمین پر رکھے زیلعی نے کہا کہ یہہ نشست مکروہ تحریمی نہیں بلکہ چونکہ مخالف نشست مسنون
کے ہو اسلیے مکروہ تنزیہی ہو کذا فی الطحطاوی وافتراش الرجل ذراعیہ للنھی اور مکروہ تحریمی ہے بچھانا مرد کا اپنے دونو ہاتھوں کو واسطے نہی کے
یعنی حدیث مسلم میں ممانعت وارد ہے وصلوتہ الی وجہ انسان ککراھۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراھۃ علیہ و
الا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل اور مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے موںہہ کیطرف جیسے مکروہ ہے موںہہ کرنا نمازی کے طرف
پس اگر موںہہ کرنا نمازی کے طرف سے ہوگا تو کراہت اوسپر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کے طرف کو موںہہ کریگا اگرچہ موںہہ کرنے والا دور ہو
اور نمازی میں اور اوس میں کوئی آڑ نہو ہم طحطاوی نے کہا کہ استقبالہ کی ضمیر نمازی کے طرف ہے اور استقبال ضمیر مفعول کے طرف مضاف ہے اور آڑ
نہونیکی قید اسلیے لگائی کہ آڑ کیصورت میں کراہت نہیں رہتی مثلاً نمازی کا موںہہ دوسرے کی موںہہ کیطرف ہی مگر دونو کے بیچ میں ایک اور شخص ہے جسکی پشت نمازی کے
کیطرف ہو تو مکروہ نہوگا ورد السلام بیدہ لا برأسہ کما مرّ اور مکروہ تنزیہی ہے جواب سلام کا دینا اپنے ہاتھہ سے یا اپنے سر سے جیسا پیشتر مفسدات
میں گذرا فرع مسئلہ مہمہ شایع کا لا باس بتکلم المصلی او اجابتہ برأسہ کما لو طلب منہ شئ او اری درھما وقیل أجید فاومأ بنعم
او لا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انھم صلّوا رکعتین کچہہ مضایقہ نہیں نمازی کے بولنے یا جواب دینے میں اپنے سر سے جب کسی نے نمازی سے
کوئی چیز مانگی یا روپیہ دکہلایا اور پوچھا کہ کہرا ہے پس نمازی نے اشارہ سے ہاں یا نہیں کیا یا نمازی سے پوچھا گیا کہ تمنے کتنی رکعتیں پڑہی ہیں اور اوسنے
ہاتھ سے اشارہ کردیا کہ ہمنے دو رکعتیں پڑہی ہیں ہم لفظ لا باس سے اشارہ ہوا کہ بہتر یہی ہو کہ سر یا ہاتھہ سے اشارہ نکرے کذا فی الطحطاوی اما لو
قیل لہ تقدم فتقدم او دخل احد الصف فوسع لہ فورًا فسدت ذکرہ الحلبی وغیرہ خلافا لما مرّ عن البحر اور اگر نمازی سے کسی نے کہا کہ
آگے بڑہ جا پس وہ آگے بڑہا یا کوئی شخص صفوں میں داخل ہوا اور نمازی نے فورًا اوسکو جگہہ دیدی تو نماز فاسد ہو جائیگی ذکر کیا اسکو حلبی نے برخلاف

اوس قول کے جو گذرا بحرالرائق سے ھم بحرالرائق مین کہا کہ اس صورت مین نماز فاسد نہین ہوتی اور طحطاوی نے کہا کہ یہی قول عدم فساد کا معتمد ہو اور قول
نماز کے فاسد ہونے کا ضعیف ہو چنانچہ پیشتر شرنبلالی سے اسکی تضعیف گذر چکی وکرہ التربّع تنزیہا لترک الجلسۃ المسنونۃ بغیر عذر ولا یکرہ
خارجہا لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان جُلُّ جلوسہ مع اصحابہ التربع وکذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مکروہ تنزیہی ہو چار زانو بیٹھنا
نماز کے اندر بدون عذر کے بسبب ترک کرنے جلسۂ مسنون کے اور مکروہ نہین پالتی مار کر بیٹھنا نماز سے باہر اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست صحابہ
کبار کے ساتھہ اکثر چار زانو ہوتی تھی اور اسیطرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نشست تھی نقل کیا ہو اس حدیث کو شرح منیہ مین ابن ہمام سے اور اس مین رد
ہو ان لوگون کے قول کا جو کہتے ہین کہ چار زانو بیٹھنا نماز کے باہر مکروہ ہے اس وجہ سے کہ جابر لوگون کی نشست ہو کذا فی الشامی والتثاؤب
ولو خارجہا لکرہ ویسکن لانہ من الشیطان والانبیاء محفوظون منہ اور مکروہ ہو جمائی لینا اگرچہ نماز کے باہر ہو ذکر کیا ہے ہمکو مسکین نے
اس لئے کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ ہین ھم صحیحین مین مروی ہو کہ جمائی لینا شیطان کے طرف سے ہو تو جب
کوئی تم مین سے جمائی لے تو چاہیے کہ اسکو حتی الوسع رد کے شامی نے کہا کہ جمائی کی کراہت کو کسی نے یہہ نہین لکہا کہ تحریمی ہو یا تنزیہی مگر ظاہرا
ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اگر اپنے آپ آوے تو مکروہ تنزیہی ہو اور اگر دانستہ جمائی لے تو مکروہ تحریمی ہو کیونکہ یہہ فعل عبث ہو اور عبث مکروہ تحریمی
ہوتا ہو وتغمیض عینیہ للنہی الا لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہو کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکہون کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا
مکروہ نہین ھم نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہو اور بدائع مین وجہ کراہت یہہ مذکور کی ہو کہ سجدہ گاہ کا تاکنا مسنون ہو اور آنکہون
کے بند کرنے سے یہہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اسی لیے حلیہ اور بحرالرائق مین کراہت کو تنزیہی کہا کذا فی الشامی ملتقطا وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ
فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا
اشتباہ فی نفی الکراہۃ اور مکروہ ہو کہڑا ہونا امام کا محراب مین نہ سجدہ کرنا امام کا محراب مین حالانکہ دونو پانو اسکے محراب کے باہر ہون اسلیے کہ اندر اور
باہر ہونے مین اعتبار قدم کا ہو امام کا کہڑا ہونا محراب مین مطلق مکروہ ہو اگرچہ حال امام کا مقتدیون پر مشتبہ نہو خواہ محراب مسجد مین سے ہو یا نہو اگر علت کراہت
ہونیکی اہل کتاب کی مشابہت کو ٹہیرایا جاوے اور اگر علت کراہت امام کے مشتبہ ہونیکو کہا جاوے اور محراب مین کہڑا ہونے سے کچہہ اشتباہ نہوتا ہو تو مکروہ نہونے
مین کچہہ شبہہ نہین ھم حاصل یہہ ہو کہ امام محمد نے جامع صغیر مین امام کے محراب مین کہڑا ہونیکو مکروہ لکہا ہو اور کچہہ تفصیل نہین کی اس لئے اس کراہت کے سبب مین
مشائخ نے اختلاف کیا بعض نے تو یہہ کہا کہ محراب ایک جداگانہ حجرہ کی طرح ہو تو اوس مین کہڑا ہونا اہل کتاب کے مشابہ ہوتا ہے کہ وہ بہی اپنے امام کا مکان
جداگانہ بناتے ہین اور ہدایہ مین اسی پر اکتفا کیا ہو اور مختار امام سرخسی بہی یہی ہو اور بعض فقہا نے کراہت کا سبب یہہ بیان کیا کہ امام کا حال داہنے اور
بائین کے مقتدیون پر مشتبہ رہیگا اسلیے مکروہ ہو تو شارح کہتا ہو کہ اگر وجہ کراہت اہل کتاب کی مشابہت ہے تو ہر صورت سے مکروہ ہو مقتدیون کو
اشتباہ ہو یا نہو اور اگر وجہ کراہت اشتباہ حال امام ہے تو جس صورت مین اشتباہ نہو گا مکروہ بہی نرہیگا کذا فی الشامی وانفراد الامام علی الدکان
للنہی وقدرہ بذراع ولا باس بما دونہ وقیل ما یقع بہ الامتیاز وہو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ اور مکروہ ہو کہڑا ہونا امام کا
تنہا چبوترہ پر بسبب نہی کے یعنی حدیث حاکم کے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ امام کہڑا ہووے اونچی پر اور لوگ اوسکے پیچھے پستی ہی رہین کذا فی
الطحطاوی اور اندازہ کی گئی ہو بلندی ایک ہاتہہ کی اور کچہہ مضائقہ نہین ایک ہاتہہ سے کمتر بلندی کا اور بعض کا قول مقدار ارتفاع مین یہہ ہو کہ جس سے امتیاز ہو جاوے
اور یہی قول صحیح زیادہ وہ ذکر کیا ہو اسکو کمال الدین محقق وغیرہ نے ھم بدائع مین کہا کہ ظاہر الروایۃ یہی دوسرا قول ہو اور حدیث کے اطلاق کے مناسب ہو
طحطاوی نے کہا کہ دکّان بفتح دال وتشدید کاف وہ اونچی جگہہ جو بیٹہنے کے لیے بنائی جاوے اور مقتضائے حدیث یہہ ہو کہ کراہت تحریمی ہو کذا فی الشامی
وکذا عکسہ فی الاصح اور مکروہ ہو اوس کا عکس صحیح تر قول مین یعنی کہڑا ہونا مقتدیون کا اونچی مکان پر اور صرف امام کا پستی مین ہونا امام طحطاوی
نے کہا کہ غالبا کراہت تنزیہی ہو اسلیے کہ نہی لاتمامی پہلی ہی صورت مین وارد ہو اور وجہ کراہت یہہ ہو کہ اسمین امام کی حقارت ہو اور یہ قول بہی ظاہر الروایۃ ہو اور مکر

مقابل قول طحاوی کا ہی کہ یہہ صورت مکروہ نہین کذا فی الشامی وہذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی
الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ کما لو کان معہ بعض القوم فی الاصح وبہ جرت العادۃ فی جوامع المسلمین اور یہہ کراہت تب ہی
مسلکون مین وقت ہنوسنے عذر کے ہی مثل انبوہ جمعہ اور عید کے دن کے تو اگر بہیڑ اور کثرت کے باعث مقتدی بالاخانون پر کہڑے ہون اور امام زمین پر
یا محراب مین کہڑا ہو بسبب تنگی جگہہ کے تو مکروہ نہوگا جیسے اس صورت مین مکروہ نہین کہ امام کے ساتہہ مقتدیون مین سے بعض ہون صحیح تر قول مین یعنی امام
چبوترہ پہ ہو اور اوسکے ساتہہ کچہہ مقتدی بہی ہون تو مکروہ نہوگا اور اسی بات کی عادت ہوگئی ہے جامع مسجدون اہل اسلام مین یعنے اگر تنگی کے
باعث امام کو محراب مین یا بلندی پر کہڑا ہونا ہوتا ہے تو اوسکے ساتہہ دو ایک مقتدی بہی کہڑے ہوجاتے ہین ومن العذر ارادۃ التعلیم او
التبلیغ کما بسط فی البحر اور عذر مین سے ہی ارادہ کرنا امام کا تعلیم کو مقتدی کا قصد کرنا امام کی آواز پہونچانیکو دوسرے مقتدیون تک چنانچہ مفصل بیان کیا
ہی اسکو بحر الرائق مین ہم یعنی اگر امام تنہا بلندی پر اسلیے کہڑا ہو کہ مقتدی اوسکے احوال دیکہکر سیکہین یا مقتدی اسلیے کہڑا ہو کہ اللہ اکبر پکار کہے تو مکروہ نہوگا اور یہ
معلوم ہوا کہ بدون عذر کے تنہا کہڑا ہونا ایک مقتدی کا اونچی جگہہ پر مکروہ ہی کذا فی الشامی وقدمنا کراہۃ القیام فی صف خلف صف فیہ
فرجۃ للنہی وکذا القیام منفردا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب واحدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولی
فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ اور ہم پیشتر باب الامامت مین لکہہ آئے ہین مکروہ ہونا قیام کا ایک صف مین پیچہے ایسی صف کے جس
مین فرجہ ہو بسبب نہی کے اور اسیطرح مکروہ ہونا قیام کا تنہا اگرچہ صف مین جگہہ نپاوے بلکہ ایک نمازی کو صف مین سے اپنے برابر کہینچ لے ذکر کیا ہی اسکو
ابن کمال نے لیکن کہا ہی صاحب قنیہ وغیرہ نے کہ ہمارے زمانے مین نکہینچنا بہتر ہے یعنی لوگون مین جہل زیادہ ہے اکثر لوگ ناواقفی کی جہت سے لڑ پڑتے
ہین اور یہین وجہہ بحر الرائق مین کہا کہ مکروہ ہی تنہا کہڑا ہونا مگر اوس صورت مین کہ صف مین جگہہ نپاوے تو تنہا کہڑا ہونا مکروہ نہین ہے دوسرے
نمازی کو کہینچنے کو صاحب بحر نے ذکر نہین کیا ولبس ثوب فیہ تماثیل ذی روح وان یکون فوق رأسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او
یسرۃ او محل سجودہ تمثال ولو فی وسادۃ منصوبۃ لا مفروشۃ اور مکروہ ہے نماز کو پہننا اوس کپڑے کا جسمین تصویرین جاندار کی ہون
اور مکروہ ہی کہ ہووے نمازی کے سر پر یعنی چہت مین یا سامنے یا برابر داہنے خواہ بائین یا سجدہ کی جگہہ مین کوئی تصویر اگرچہ کہڑی گدی مین ہو جسپر چلتی ہون تکیہ
لگاتے ہون نہین مکروہ ہے اگر بچہے ہوئی گدی پر تصویر ہو ہم تمثال صرف جاندار کی صورت کو کہتے ہین اور تصویر عام ہے جاندار کی ہو یا بے جان کی اور
جاندار کی تصویر کا گہر مین رکہنا مکروہ تحریمی ہی کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ فرشتے داخل نہین ہوتے اوس گہر مین جسمین کتا یا تصویر ہو کذا فی
النہر برابر ہی کہ تصویر کپڑے ہی مین ہو یا برتن مین یا دیوار مین واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظہر الکراہۃ اور خلاف ہی اوس صورت
مین کہ تصویر نمازی کے پیچہے ہو اور ظاہر تر کراہت ہی اسلیے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اوسکی کراہت کی تصریح کی ہی اور یہہ کتاب اونکی آخیر
تالیف ہی تو غالبا اسمین اون امور کو لکہا ہوگا جو منقح ہوچکے ہونگے کذا فی الحلبی ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانۃ
او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ اور مکروہ نہین اگر تصویر نمازی کے دونو پانوکے نیچے یا بیٹہنے کی جگہہ مین دبی ہو کیونکہ
اس صورت مین تصویر ذلیل ہے یا تصویر ہاتہہ کے اندر ہو تب بہی مکروہ نہین کہ وہ نمازی کے کپڑون مین پوشیدہ ہی شارح نے کہا کہ شمنی کی عبارت
مین فی یدہ کی جگہہ فی بدنہ ہے یعنی اوسکے بدن مین تصویر کا ہونا مکروہ نہین ہم یعنی متن کی عبارت مین یہہ اشکال ہے کہ اگر ہاتہہ مین تصویر ہوگی
تو ایک ہاتہہ کو دوسرے پر رکہنے کی سنت ادا نہوسکیگی حالانکہ ترک سنت مکروہ ہے پہر عدم کراہت کا قول کیسے درست ہوگا ہان اگر تصویر ہاتہہ مین لٹکی ہوئی یا
گدی ہوئی ہو تو ہوسکتا ہے کذا فی شرح المنیہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او
صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ لا تتبین تفاصیل اعضائہا للناظر قائما وہی علی الارض ذکرہ الحلبی یا تصویر نمازی کی
انگوٹہی پر ہو غیر ظاہر نقش سے تب بہی مکروہ نہوگی بحر الرائق مین کہا کہ اس کا مفاد یہہ ہی کہ جس تصویر کا نقش ظاہر ہو وہ مکروہ ہو نہ وہ کہ تہیلی یا بٹوہ

یا دوسری کپڑے مین چہپی ہوا ور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے یا تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوسکے اعضا کی تفصیل دیکہنے والیکو نہ سوجہتی ہو جب وہ کہڑا ہو
اور تصویر زمین پر ہو یعنی اگر اتنے فاصلہ سے اوسکے اعضا جدا جدا معلوم نہوتے ہون تب بہی مکروہ نہوگی ذکر کیا ہی اسکو حلبی نے او مقطوعۃ
الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد یا تصویر سر کٹی ہو یا چہرہ کٹا ہوا ہو یا اوس کا ایسا
عضو مٹا دیا ہو جسکے بدون اوس صورت کا جاندار زندہ رہے یا تصویر بے جان چیز کی ہو تو مکروہ نہوگی کیونکہ یہہ سب مذکور چیزین عبادت نہین
کی جاتین ہم شامی نے کہا کہ سر کا کاٹنا عام ہے اس سے کہ اوسکو مٹا دیا ہو یا بنایا ہی نہو یا بنا کر لکیرون سے کاٹ دیا ہو یا کہرچ ڈالا ہو یا سیاہی
خواہ سرخی پہیر دی ہو سب صورتون سے کراہت نرہیگی وشخد جبریل مخصوص بغیر المہانۃ کما بسطہ ابن الکمال اور حدیث جبریل علیہ السلام
کی مخصوص ہی اوس تصویر کے باب مین جو ذلیل نہو چنانچہ مشرح بیان کیا ہی اسکو ابن کمال نے ہم یہہ جواب ہی ایک سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ
اگر تصویر کی کراہت اس وجہ سے ہے کہ جس جگہہ مین نماز ہوتی ہے وہان فرشتے بسبب تصویر کے نہ آئینگے چنانچہ حدیث جبریل مین جسکو مسلم نے
روایت کیا ہی مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تہا کہ فلان ساعت مین حاضر خدمت ہونگا جب وہ ساعت آئی
تو جبریل نہ آئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے اور اوس کا رسول اپنا وعدہ خلاف نہین کرتا اور عصا جو آپ کے ہاتہہ مین تہا اسکو زمین پر ڈالا پہر جو دیکہا تو
ایک کتے کا بچہ چارپائی کے نیچے تہا آپ نے حضرت عائشہ سے پوچہا کہ یہہ کب آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مجکو خبر نہین پہر وہ بچہ نکالا گیا اوسوقت جبریل
تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ مین تمہارے وعدہ کا منتظر تہا تم وعدہ پر نہ آئے اونہون نے عرض کیا کہ میرے اندر آنے کا یہہ بچہ مانع ہوا جو آپ کے
گہر مین تہا ہم ایسے گہر مین نہین جاتے جسمین کتا یا تصویر ہو تب تو تصویر ذلیل ہو یا غیر ذلیل دونو صورت مین کراہت ہونی چاہیے کیونکہ حدیث مین
لفظ صورت عام مذکور ہے اور اگر وجہہ کراہت مشابہت عبادت ہی تو جس صورت مین تصویر سامنے یا سر کے اوپر ہو اسیوقت مکروہ ہونی چاہیے
نہ دا ہنے بائین ہونے مین شارح جواب دیتا ہے کہ کراہت کی وجہ یہی ہے کہ نماز کی جگہہ مین فرشتون کا گذر نہین ہوتا اور حدیث جبریل مین ہر چند لفظ
تصویر عام ہے مگر وہ اوسی تصویر سے مخصوص ہی جو ذلیل نہو اسکی تخصیص دوسری حدیث سے ہے جسکو نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا ہی
کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اندر آؤ اونہون نے عرض کیا کہ مین اندر کیسے آؤن آپ کے
گہر مین تو ایک پردہ ہی جسمین تصویرین ہین اگر آپ کو ان کا رکہنا منظور ہے تو اونکے سر کاٹ ڈالیے یا اونکے گدے اور بچہونے بنوا لیجئے انتہے کذا سلفی
الشامی واختلف المحدثون فی امتناع ملائکۃ الرحمۃ بما علی النقدین فنفاہ عیاض واثبتہ النووی اور اختلاف کیا ہی اہل حدیث نے رحمت کے
فرشتون کے نہ آنے مین بسبب اون تصویرون کے جو روپیہ اشرفی پر ہوتی ہین تو قاضی عیاض مالکی نے امتناع کی نفی کی ہے اور نووی شافعی نے اسکو
ثابت رکہا ہی ہم شامی نے کہا کہ قول قاضی عیاض کے موافق علماء حنفی نے بہی تصریح کی ہی چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ چہوٹی تصویر کا رکہنا گہر مین مکروہ
نہین یعنی جو تصویر اتنی چہوٹی ہو کہ اوس سے نماز مکروہ نہوتی ہو تو اوس کا رکہنا گہر مین مکروہ نہین اور جو نماز مین کراہت پیدا کرتی ہو اوس کا رکہنا
بہی مکروہ ہے **فائدہ** یہہ حکم تصویر کے رکہنے کا ہی لیکن بنانا تصویر جاندار کا چہوٹی ہو یا بڑی ہر طرح سے حرام ہے کہ اوسمین مشابہت اللہ تعالے
کی پیدا کرنے سے ہے چنانچہ نووی نے شرح مسلم مین اسپر اجماع نقل کیا ہی وکرہ تنزیہا عد الای والسور والتسبیح بالید فی الصلوۃ مطلقا ولو
نفلا اما خارجہا فلا یکرہ کعدہ بقلبہ او بغمزہ انامله وعلیہ یحمل ما جاء من صلوۃ التسبیح اور مکروہ تنزیہی ہی شمار کرنا آیتون اور سورتون
اور تسبیحات کا ہاتہہ سے یعنی انگلیون پر یا تسبیح ہاتہہ مین لیکر کذا فی البحر مطلق نماز مین اگرچہ نفل نماز ہو اور مکروہ نہین ہی شمار کرنا باہر نماز سے
جیسے مکروہ نہین شمار کرنا نماز ہی کا اپنے دل مین یا پورون کے دبانے سے اور یہی پر محمول ہے صلوۃ التسبیح جو حدیث مین مذکور ہے یعنی اوس مین
بہی شمار دل سے کرے یا انگلیا ایک پور کو دبا تا جائے **فرع** مشد لحقہ شارح کا لا بأس باتخاذ المسبحۃ بغیر ریاء کما بسط فی البحر کچہہ مضائقہ نہین
تسبیح رکہنے کا بدون ریا کے جیسا کہ مشرح بیان کیا ہی بحر الرائق مین ہم مسبحہ بکسر میم صیغہ آلہ کا ہی اور بحر الرائق اور حلیہ وغیرہ مین ہے مسبحہ بضم میم ہی

اصطلاح عوام مین تسبیح کہتے ہین یعنے کچہ دانے ایک ڈوری مین پروئے ہوئے اور دلیل جواز تسبیح رکہنے کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد اور ترمذی اور
نسائی وغیرہم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ایک عورت کے پاس گیا جسکے سامنے کچہہ
گٹھلیان یا کنکریان تہین جن پر وہ وظیفہ پڑہتی تہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو اس سے آسان تر اور افضل بتائے دیتا ہون اسطرح پڑہ سبحان اللہ عدد
ما خلق فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق فے الارض وسبحان اللہ عدد ما بین ذلک وسبحان اللہ عدد ما ہو خالق والحمد للہ مثل ذلک واللہ اکبر
مثل ذلک ولا الہ الا اللہ مثل ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ مثل ذلک تو اس حدیث مین اوسکو کنکرون یا گٹھلیون پر شمار کرنے سے منع نفرمایا بلکہ
طریق آسان اور افضل ارشاد کر دیا اگر کسی چیز پر شمار کرنا مکروہ ہوتا تو بیان فرما دیتے اور تسبیح مین اس حدیث کے مضمون سے اتنی ہی زیادتی
ہوتی ہے کہ گٹھلی وغیرہ کو ایک دہاگے مین پرو لیتے ہین اسطرح کی زیادتی منع مین کچہ اثر نہین کرتی علاوہ ازین تسبیح کا رکہنا صوفیہ اخیار سے
منقول ہے ہان اگر نمود اور شہرت کے لئے رکہے تو البتہ مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا یکرہ قتل حیۃ او عقرب ان خاف الاذی اذ الامر للاباحۃ
لانہ منفعۃ لنا فالاولی ترک الحیۃ البیضاء لخوف الاذی مکروہ نہین نمازی کو مار ڈالنا سانپ یا بچہو کا اگر نمازی ایذا سے ڈرے کیونکہ امر قتل کے مباح
کرنیکے لئے ہے اس لئے کہ ہماری فائدہ کے واسطے ہے تو بہتر ہے چہوڑ دینا سفید سانپ کا ایذا کے ڈر سے ہم صحیحین مین ہے کہ نماز کے اندر دو سیاہ چیزون کو
قتل کر دو یعنی سانپ اور بچہو کو تو یہان اعتراض ہوتا تہا کہ جب حکم ان کے مارنیکا ہے تو چاہیئے تہا کہ انکا مارنا مستحب ہوتا اور ماتن نے صرف عدم کراہت پر اکتفا
کیا شارح اوسکا جواب دیتا ہے کہ یہ امر حدیث مین اباحت کے لئے ہے کہ اسمین ہماراہی نفع ہے اور سفید سانپ کو نہ مارنیکی وجہہ یہہ ہے کہ حدیث مین منع
فرمایا ہے تو جنات کے آسیب سے محفوظ رہنے کے لئے اوس کا نہ مارنا اولے ہوا کہ اوسکے مارنے مین ہمارا ضرر ہے اور نہایہ مین ہے کہ بدون خوف ایذا
کے مارنا سانپ اور بچہو کا نماز کے اندر مکروہ ہے کذا فی الشامی لتنقلا مطلقا ولو بعمل کثیر علی الاظہر لکن صحح الحلبی الفساد سانپ اور بچہو کا مار ڈالنا
نماز مین مطلق مکروہ نہین اگرچہ عمل کثیر سے مارے اوپر قول ظاہر تر کے لیکن حلبی نے تصحیح نماز کے فاسد ہونیکی کی ہے در صورت عمل کثیر کے ولا یکرہ صلوۃ
الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ اور مکروہ نہین نماز پڑہنا بیٹہے ہوئے شخص یا کہڑے ہوئے کی پشت کی طرف اگرچہ وہ
باتین کرتا ہو مگر جس صورت مین کہ خوف بہک جانیکا ہو اوسکی باتون سے تو البتہ مکروہ ہے ولا الی مصحف او سیف مطلقا او شمع او سراج او نار توقد
لان المجوس انما تعبد الجمر لا النار الموقدۃ قنیہ اور مکروہ نہین نماز قرآن کے طرف یا تلوار کے طرف کو مطلق یعنی لٹکی ہوئی ہو یا رکہی ہوئی ہو یا نماز پڑہنا شمع
کی بتی کیطرف یا چراغ کے طرف یا آگ کے طرف جو روشن ہو اسلیئے کہ آتش پرست عبادت چنگاری کی کرتے ہین نہ جلتی آگ کی کذا فی القنیہ ملحطاوی نے
کہا کہ یہہ جلتی بتی اور چراغ اور آگ تینون کی علت ہے اور آگ سے مراد وہ ہے جسمین صرف شعلہ ہو اور بنیچی آگ نہو اگر کوئلہ یا چنگاری بہی ہوگی تو خالی
کراہت سے نہین کذا فی النہایہ او علی بساط فیہ تماثیل ان لم یسجد علیہا المانر یا مکروہ نہین نماز ایسے فرش پر جسمین تصویرین ہون بشرطیکہ تصویرون
پر سجدہ نکرے مکروہ نہین بسبب اوس وجہہ کے کہ پیشتر گذری یعنی فرش پر تصویر کا ہونا اوسکی ذلت کا باعث ہے **فروع** مسائل تمتہ شارح کے قیلۃ
اشتمال الصماء والاعتجار والتلثم والتنخم وکرہ اشتمال صما یعنی چادر کو بدن مین سر سے پانون تک اسیطرح لپیٹنا کہ کہین سے ہاتہہ باہر نکلے اور مکروہ
ہے اعتجار یعنی دوپٹہ یا پگڑی کو سر سے باندہنا اسطرح کہ بیچ مین سے سر کہلا رہے اور وجہہ کراہت ان دو نو امر کی یہہ ہے کہ حدیث مین ان سے نہی وارد ہے اسی
کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے کذا فی الشامی اور مکروہ ہے ڈھاٹا باندہنا اسطرح کہ ناک اور مونہہ ڈہک جائے کیونکہ آتش پرست آگ کی عبادت کیوقت
ایسا ہی کرتے ہین اور مکروہ ہے زور کی سانس کیساتہہ رینٹہ نکالنا ہم تنخم بتاء فوقانیہ وزن وخائے معجمہ ہے اور بعض نسخون مین تختم ہے یعنی انگوٹہی کا
پہننا نماز مین عمل قلیل کے ساتہہ مکروہ ہے طحطاوی سے یہہ بیشک نقل کیا کہ انگوٹہی کا عقد کرنا ہے اور بعض شنہ ملکر تنہہ ختالی کا حکم مثل کہنا رنے
کے ہے چنانچہ اوسکی تفصیل گذر چکی کذا فی الشامی وکل عمل قلیل بلا عذر کتعرض لقملۃ قبل الاذی اور مکروہ تنزیہی ہے ہر عمل قلیل بدون عذر کے
مثلا جون کا مار ڈالنا پہلے کاٹنے کے وترک کل سنۃ ومستحب اور مکروہ تنزیہی ہے چہوڑنا ہر سنت اور مستحب کا شامی نے کہا کہ اگر سنت مؤکدہ ہے تو کراہت

ہوگی تو موجب ثمن کہ اوس کا ترک کرو وہ تحریمی ہو وحمل الطفل وما ورد فیہ منسوخ بحدیث ان فی الصلوۃ لشغلا اور مکروہ ہے بدون حاجت اوٹھا لینا بچہ کا نماز
مین اور جو قصہ کہ حدیث مین وارد ہے وہ منسوخ ہے اس حدیث سے کہ ان فی الصلوٰۃ لشغلاً یعنی نماز مین ایک شغل ہے جو اور باتون کا مانع ہے ہم یہہ
جواب ہے سوال مقدر کا کہ بچہ کا اوٹھانا مکروہ کیسے ہو سکتا ہے یہہ امر تو صحیحین مین بروایت ابو قتادہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز مین
اپنی نواسی بی بی امامہ کو اوٹھائے تھے جب سجدہ کرتے تھے تو اون کو اتار دیتے تھے اور کہڑا ہونیکے وقت پہر اوٹھا لیتے تھے اس سوال کا جواب ایک تو
یہی ہے جو شارح نے دیا کہ یہہ حکم منسوخ ہے مگر یہہ جواب کام کا نہین اسلیے کہ حدیث ان فی الصلوۃ لشغلا ہجرت سے پیشتر کی ہے اور قصہ بی بی امامہ کا ہجرت
کے بعد ہے تو وہ حدیث اسکی ناسخ کیسے ہو سکتی ہے اور ایک جواب بدائع مین مذکور ہے کہ یہہ فعل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس لیے تہا کہ آپ کو اسکی
ضرورت تہی کیونکہ ایسا شخص کوئی نہ تہا جو بی بی امامہ کی حفاظت کرتا تو اگر اب بہی کوئی شخص اسیطرح کی ضرورت مین مبتلا ہو تو اوس کو بچہ کا اوٹھانا
مکروہ نہین البتہ بدون حاجت مکروہ ہوگا کذا فی الشامی ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم لہ او لغیرہ
اور مباح ہے نماز کا توڑ دینا اگرچہ نماز فرض ہو ان جیسے عذروں سے مثلا سانپ کا مارنا اور سواری کا بہاگ جانا اور ہانڈی کا ابلنا اور تلف ہونا ایسی چیز کا
جسکی قیمت ایک درم یعنی پانچ آنہ ہون خواہ وہ چیز نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی ہم اسیطرح اگر خوف ہو کہ بہیڑیا کوئی بکری اوٹھا لیجائیگا تو جائز ہے کہ نماز
توڑ کر بہیڑیے کو دفع کرے کذا فی نور الایضاح ویستحب لمدافعۃ الاخبثین والخروج من الخلاف ان لم یخف فوت وقت او جماعۃ اور مستحب
ہے نماز کا توڑ دینا پاخانہ اور پیشاب کے دباؤ کے وقت اور خلاف سے نکلنے کے واسطے اگر خوف نہو وقت کے جانے کا یا جماعت کے نکلنے کا ہم شامی
نے کہا کہ بول و براز کے دباؤ کے ساتہہ نماز پڑہنی مکروہ تحریمی ہے تو اوسکے توڑنیکو واجب کہنا چاہیے تہا نہ مستحب اگرچہ جماعت فوت ہو جاے اور خلاف سے
نکلنے کی یہہ صورت ہے کہ نماز پڑہنے مین کسی عورت اجنبی نے مثلا ہاتہہ لگا دیا تو مستحب ہے کہ نماز کو توڑ دے کیونکہ اس صورت مین امام شافعی کے نزدیک
نماز نہو گی ویجب لاغاثۃ ملہوف وغریق وحریق اور واجب ہے نماز کا توڑنا واسطے فریادرسی فریادخواہ اور ڈوبتے اور جلتے آدمی کے ہم طحطاوی
نے کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ ایسے امور کے لیے نماز کا توڑنا فرض ہو اور مثل اسکے ہے اندہے کو کنوئین مین گرتے دیکہنا لا لنداء احد ابویہ بلا
استغاثۃ الا فی النفل فان علم انہ یصلی لا باس ان لا یجیبہ وان لم یعلم اجابہ نہین جائز ہے نماز فرض کا توڑنا واسطے پکارنے ما یا باپ کے
بدون فریادخواہی کے مگر نفل نماز مین اگر ما یا باپ پکارے تو جواب دینا واجب ہے گو فریادخواہی کے واسطے نہ پکارا ہو کذا فی الشامی پہر اگر ما یا باپ جانتا
ہو کہ وہ نماز پڑہتا ہے تو کچہہ مضائقہ نہین جواب نہ دیگا اور اگر معلوم نہو تو جواب دے ہم ما باپ سے مراد ہوتی ہین گو اوپر کے ہون یعنی دادا یا نانا یا
نانی یا دادی ہو تب بہی یہی حکم ہے یہان تک بیان نماز کے اندر کے مکروہات کا تہا اب مصنف وہ مکروہات بیان کرتا ہے جو نماز کے باہر ہین
مگر نماز کے توابع مین سے ہون وکرہ تحریما استقبال القبلۃ بالفرج ولو فی الخلاء بالمد بیت التغوط وکذا استدبارہا فی الاصح مکروہ
تحریمی ہے بول و براز کے وقت شرمگاہ کا مونہہ کرنا قبلہ کو اگرچہ پاخانہ کے اندر ہو اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے پشت پہیرنا قبلہ کی طرف صحیح تر
قول مین شارح نے کہا کہ لفظ خلا الف ممدودہ کے ساتہہ پاخانہ کے مکان کو کہتے ہین ہم وجہ کراہت یہہ ہے کہ صحاح ستہ مین مروی ہے کہ جب تم پاخانہ
پہرو تو قبلہ کی طرف مونہہ نہ کرو نہ پشت بلکہ اوسکو داہنی طرف کر لو یا بائین اور یہہ حکم مرد و عورت دونو کو یکسان ہے اور کراہت بول و براز کے
وقت ہے پانی سے استنجا کرنیکے وقت کراہت تحریمی نہین اور استقبال فرج کی قید سے یہہ نکلا کہ اگر سینہ قبلہ کے جانب ہو اور شرمگاہ کو جانب قبلہ
سے پہیر کر پیشاب کریگا تو مکروہ نہوگا کذا فی الشامی کما کرہ لبالغ امساک صبی لیبول نحوہا جیسے مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کو پیشاب کرانا بچہ کا
قبلہ کی طرف کو جیسے کہ بالغ کو بچہ کے ساتہہ ایسا فعل کرنا حرام ہے جو بچہ پر بالغ ہونیکے بعد حرام ہو مثلا حریر یا زیور پہنانا لڑکے کو حرام ہے کذا
فی الشامی وکذا کرہ مد رجلیہ فی نوم او غیرہ الیہا ای عمدا لانہ اساءۃ ادب قالہ منلا باکیر اور جیسے مکروہ ہے دونو پانؤ کا پہیلانا سونے
مین یا سوای سونیکی حالت کے قبلہ کی طرف یعنی پانؤ پہیلانا دانستہ مکروہ ہے اسلیے کہ یہہ بے ادبی ہے کہا ہے اسکو ملا باکیر نے ہم طحطاوی نے کہا کہ

قبلہ کے پیر معیوب کہ بدون عذر اور سبب کے پہیلا دیگا بلکہ عذر سے یا بہولکر پہیلا دیگا تو مکروہ نہوگا اور دونو پانو کے مانند ہی حکم ایک پانو کے پہیلانے کا اور پہیلانے اور لٹکانے کا اس حکم مین برابر ہین شامی نے کہا کہ وجہ کراہت کو بے ادبی قرار دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو مگر آگے آویگا کہ قبلہ کی طرف پانو پہیلانے سے آدمی کی گواہی مقبول نہین ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کراہت تحریمی ہے او الی مصحف او شیٔ من الکتب الشرعیۃ الا ان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذات فلا یکرہ قالہ الکمال یا مکروہ ہی پانو پہیلانا قرآن مجید کے کیسی کتاب شرعی کے طرف یعنی تفسیر و حدیث و فقہ اور اصول کی کتاب کیطرف مگر یہہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہہ پر ہو پانو کی سیدہ سے تو پانو پہیلانا مکروہ نہوگا کہا ہی اسکو کمال الدین محقق نے شامی نے کہا کہ ظاہرا اگر کتاب بہت دور رکہی ہو تب بہی کراہت نہوگی وکما کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی اور جیسے مکروہ ہی قفل لگانا مسجد کے دروازہ کو مگر اہل مسجد کے اسباب کے ڈر سے اگر قفل لگاوے تو مکروہ نہین اسی پر فتوی ہی ہم شامی نے کہا کہ غلق کی جگہہ اغلاق کہنا چاہیئے تہا کیونکہ قاموس مین ہی کہ غلق باب لغت خراب ہی اغلاق باب فصیح ہی اور وجہ کراہت یہہ ہے کہ دروازہ بند کرنے سے نمازیون کو نماز سے روکنا پایا جائیگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی (ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ) اور خوف متاع کی صورت مین بہی اوقات نماز مین بند کرنا مکروہ ہوگا کذا فی البحر وکرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء واتخاذہ طریقا بغیر عذر وصرح فی القنیۃ بفسقہ باعتیادہ اور مکروہ تحریمی ہی صحبت کرنا مسجد کی چہت پر اور پیشاب و براز کرنا اسلیے کہ وہ مسجد ہی تحت الثری سے لیکر آسمان کے سطح تک اور مکروہ ہی ٹہہرا دینا مسجد کو رستہ بدون عذر کے اور قنیہ مین تصریح کی ہی کہ آدمی ہمیشہ فاسق ہوجاتا ہی مسجد کو رستہ بنالینے کی عادت کرنے سے یعنی اگر عادت کریگا کہ رستہ مسجد ہی مین کو چلے تو فاسق ہوجائیگا وادخال نجاسۃ فیہ وعلیہ فلا یجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ ولا تطیینہ بنجس ولا البول والفصد فیہ ولو فی اناء اور مکروہ ہی اندر لیجانا نجاست کا مسجد مین اور اس بنا پر متفرع ہوا کہ جائز نہین چراغ جلانا ناپاک تیل سے مسجد کے اندر اور نہ سفیدکاری کرنا مسجد کا ناپاک گارے سے اور نہ پیشاب کرنا اور فصد کہلوانا [illegible] کے اندر پیشاب اور خون لیا جاوے ہم قاضی عالمگیری مین ہے کہ جس آدمی کے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد کے اندر نجاوے اور جس کو [illegible] مسجد کا ایسا مکروہ ہی ویحرم ادخال صبیان ومجانین حیث غلب تنجیسہم والا فیکرہ اور حرام ہی داخل کرنا لڑکون اور مجنونون کا [illegible] گمان غالب ہو کہ مسجد کو ناپاک کر دینگے اور اگر ایسا نہو تو اندر لیجانا اون کا مکروہ ہے ہم شامی نے کہا کہ مراد حرام ہونے سے [illegible] اندر لیجانے لڑکون اور دیوانون کی یہہ ہے کہ حدیث مرفوع مین آیا ہی کہ اپنی مساجد کو لڑکون اور دیوانون اور بیچ اور خرید [illegible] اور اقامت حدود سے علیحدہ رکہو اور جمعون مین اونکو خوشبو سلگا کر معطر کرو کذا فی البحر اس سے معلوم ہوا کہ درصورت گمان نجس [illegible] سے بہی ہے وینبغی لداخلہ تعاھد نعلہ وخفیہ وصلوتہ فیہما افضل اور مسجد مین جانے والے کو چاہیئے دیکہہ بہال لینا [illegible] جوتے اور موزے [illegible] نماز پڑہنا نمازی کا جوتون اور موزون کو پہنکر بشرطیکہ طاہر ہون افضل ہے ہم بعد تحقیق [illegible] طرح [illegible] کہ نماز پڑہے جوتون کو پہنکر ادب کی مشابہت مت کرو شامی نے کہا کہ عمدۃ المفتی مین ہے کہ جوتا پہنکر مسجد مین جانا [illegible] مین داخل ہے بے ادبی ہی اور خوف مسجد کے فرش کی آلودگی کا بہی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں [illegible] کیونکہ مسجد شریف مین اسوقت کنکرین بچہی ہوئی تہین لا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعا کہ نہین [illegible] مذکورہ یعنی جماع اور بول اور براز اوس گہر کی چہت پر جسمین نماز پڑہنے کی جگہہ بنائی گئی ہے بلکہ خود اوس جگہہ مین یہہ چیزین مکروہ نہین [illegible] مسجد شرعی نہین ہم یعنے مسجد شرعی وقف اور اذن عام سے ہوتی ہی اور گہر مین ایک جگہہ لیپ پوت کر نماز کے لیے کرلینے سے مسجد نہین [illegible] واما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فہو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایۃ اور وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کے لیے مقرر کیا جاوے تو وہ مسجد ہی اقتدا کے درست ہونیکے حق مین اگرچہ صفون مین انفصال ہو [illegible] اقتدا مین جسکو مسجد ہی قرار دیا گیا کہ لوگون پر آسانی ہو مکان مذکور مسجد نہین ہی جواز اقتدا کے سوا دوسری چیزون کے حق مین کذا فی النہایۃ

مین کہا کہ ظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ جب عیدگاہ اور نماز جنازہ کا مکان مسجد نہین تو اوسمین بول و براز دجماع جائز ہو حالانکہ بانی بنے اسلیے نہین بنوایا تو لائق یہہ ہی کہ یہہ امور درست نہون اگرچہ ہم اسکو مسجد نکہین اور مقابل قول مفتی بہ کا وہ قول ہی جسکی تصحیح محیط مین کی ہی کہ مکان نماز جنازہ کے لیئے کسی بات مین حکم مسجد نہین اور جسکی تصحیح تاج الشریعۃ نے کی ہے کہ عیدگاہ ہر بات مین حکم مسجد کا رکھتی ہی کذا فی الشامی فحل دخوله لجنبٍ وحائضٍ كفناءِ مسجدٍ ورباطٍ ومدرسةٍ ومساجدِ حياضٍ واسواقٍ لا قوارع پس حلال ہے داخل ہونا عیدگاہ اور مکان جنازہ مین جنب اور حائضہ کو جیسے حلال ہے انکو داخل ہونا مسجد کے فنا مین اور خانقاہ اور مدرسہ مین اور حوضون کی مسجدون اور بازار والی مسجدون مین نہ شارع عام کی مساجد مین ہم فناء مسجد وہ مکان ہی جس کے اور مسجد کے بیچ مین رستہ نہو اور حوض کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہی جو حوض کے پاس بنا دیتے ہین تاکہ جو کوئی وضو کرے اسپر تحیۃ الوضو یا اور نماز پڑھلے اور بازار کی مسجد سے وہ چبوترہ مراد ہے جو غیر نافذ بازار مین نماز کے لیے بنالیتے ہین جیسے سوداگرون کی سرای مین ہوا کرتے ہین غرض کہ ان مکانون کو حکم مسجد کا نہین اور شارع عام کی مسجدین جنمین جماعت معین نہین وہ در حکم مسجد ہین مگر ان مین اعتکاف نکیا جاوی کذا فی الشامی ولا بأس بنقشه خلا محرابه فانه يكره لانه يلهي المصلي ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة قاله الحلبي وفي حظر المجتبى وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى وظاهره ان المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ اور کچہ مضایقہ نہین مسجد کے نقش کرنے کا سوا محراب کے کہ محراب کا نقش کرنا مکروہ ہی اسلیے کہ نمازی کو لہو مین ڈالتا ہی یعنی خشوع کو مخل ہے اور مکروہ ہی تکلف کرنا باریک نقش و نگار اور اوسکے مثل سے خصوصا قبلہ کی دیوار مین کہا ہی اسکو حلبی نے اور مجتبی کے باب الحظر مین ہی کہ بعض فقہا نے کہا کہ نقش و نگار محراب مین مکروہ ہے نہ چھت اور پچھلی دیوار مین تمام ہوا قول مجتبی کا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہی کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہی تو اوسکو یاد کر لینا چاہئے ہم یعنی پچھلی دیوار اور چھت کو کراہت سے مستثنی کرنے سے اور نیز علت کراہت کو عدم خشوع قرار دینے سے معلوم ہوا ہی کہ محراب سے غرض مصلے کے سامنے کی دیوار ہی اسلیے کہ خشوع کا جاتا رہنا جیسا امام کو برا ہے ویسا ہی صف اول کے مقتدیون کو بھی برا ہے کیونکہ خشوع سب کیلیے مستحب ہی اور لہو کو علت کراہت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہان غرض کراہت سے تنزیہی ہی کذا فی الشامی بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف فانه حرام وضمن متوليه لو فعل النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كافي والا اذا كان لاحكام البناء او الواقف فعل مثله لقولهم انه يعمر الوقف كما كان وتمامه في البحر مضایقہ نہین نقش کرنا مسجد کا چونہ اور سونے کے پانی سے اگر نقش کرنیوالا اپنے مال حلال سے کرے نہ مال وقف سے اسلیے کہ مال وقف سے نقش کرنا حرام ہی اور ضامن ہوگا مسجد کا متولی اگر نقش و نگار یا سفیدی مال وقف سے کریگا مگر جب کہ خوف ہو لالچ ظالمون کا یعنی مال وقف بہت سا جمع ہوا اور ڈر ہی کہ ظالم چھین لینگے تو اوسوقت نقش کرنیکا مضایقہ نہین کذا فی الکافی اور مگر اوس صورت مین ضمان نہ دیگا کہ نقش وغیرہ عمارت کی مضبوطی کیلیے ہون یا خود وقف کرنے والے نے اوسی طرح کی نقش بنوائے ہون تو اس صورت مین بھی ضمان نہ دیگا بسبب قول انہا کے کہ وقف کی تعمیر ویسی کیجاوی جیسی پہلے تہی اور اس کا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ہم مال حلال کی قید اسلیے لگائی کہ مال حرام سے مسجد کا نقش و نگار مکروہ تحریمی ہے اور مسجد سے غرض اندرون مسجد ہی اس سے معلوم ہوا کہ خارج مسجد کی زینت کرنی مکروہ ہی کذا فی الشامی من البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے مساجد کے احکام مین افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قباء ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب سب مسجدون مین افضل مسجد مکہ معظمہ ہے کیونکہ اوسمین کعبہ ہے جسکی شان مین اللہ تعالے فرماتا ہے ان اول بيت وضع للناس پہر مسجد مدینہ منورہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین برابر ہی ہزار نمازون کے اوسکی سوا دوسری مسجدین بجز مسجد حرام کے پہر مسجد قدس یعنی بیت المقدس ہے کہ تصریح ثواب کی زیادتی کی اوسکے اندر حدیث مین موجود ہی پہر مسجد قبا بالضم قاف والف مقصورہ یا ممدودہ ہے جسکی شان مین آیت لمسجد اسس على التقوى من اول يوم الآیہ ہی ان چارون مسجدون کے بعد افضل وہ مسجد ہی جو قدیم تر ہو پہر وہ ہی جو زیادہ بڑی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو ہم یہہ ترتیب حلیہ مین اخبار سے نقل کی ہی اور بحر الرائق

مین بعد بیت المقدس کے جامع مسجدون کو اور اون کے بعد محلہ کی مسجدون کو اور اون کے بعد شارع عام کی مسجدونکو لکھا ہی اور شارع عام کی مسجدون سی وہ مسجدین مراد ہین جن کا امام اور موذن معین نہین اور جامع مسجدون سے یہہ غرض ہی کہ جنمین وسعت زیادہ اور جماعت بہت ہوتی ہو اور اون مین سے افضل وہی جو زیادہ قدیم ہو جیسے مسجد قبا ہی پہر وہ جسمین جماعت زیادہ ہوتی ہو پہر وہ جو قریب تر ہو کذا فی الشامی ومسجد استاذہ لدرسہ او لسماع الاخبار افضل اتفاقًا اور مسجد اپنے استاذ کی اوس سبق پڑہنے کے لیے یا حدیث سننے کے واسطے افضل ہے یعنی قدیم تر اور اعظم اور اقرب سی بالاتفاق اسلیے کہ اوسمین دو ثواب ہین ایک جماعت دوسرے تحصیل علم ومسجد حیّہ افضل من الجامع اور مسجد نمازی کے محلہ کی افضل ہی مسجد جامع سی ہم شامی نے کہا کہ مسجد جامع سی مراد یہ ہے کہ جسکی جماعت بہ نسبت محلہ کی مسجد کے زیادہ ہوتی ہو بلکہ خانیہ مین ہے کہ اگر محلہ کی مسجد مین کوئی موذن نہو تو نمازی اوسمین جاکر اذان کہے اور نماز پڑہے اگرچہ تنہا ہو اسلیے کہ محلہ کی مسجد کا اوسکے ذمہ حق ہے اور اگر محلہ مین دو مسجدین ہون تو جو پیشتر بنی ہو اوسمین جاے اگر فاصلہ برابر ہو ورنہ قریب کی مسجد مین جاے والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینۃ ملحق بہ فی الفضیلۃ نعم تحری الاول اولی دہو مائۃ فی مائۃ ذراع ذکرہ ملا علی فی شرح لباب المناسك اور صحیح یہہ ہی کہ مسجد مدینہ منورہ مین جسقدر لاحق کی گئی ہی وہ ثواب مین اصل مسجد کے ساتہہ ملحق ہی یعنے مقدار لاحق مین بھی ایک نماز کا ثواب ہزار کی برابر ہے ہان اول مسجد کی اٹکل کرنی بہتر ہی اور اصل مسجد سو ہاتہہ کا طول اور اتنا ہی عرض ہے ذکر کیا ہی اسکو ملا علی قاری نے لباب المناسک کی شرح مین ہم ان دونون مین اصل مسجد کی شناخت کیلئے سلطان روم مرحوم نے ستونون پر لکھوا دیا ہی تاکہ ہر شخص سہولت سی تمیز کرلے کہ مسجد مبارک اسقدر تہی اور اس مسئلہ کا ذکر شروط صلوۃ مین قبلہ کی بحث سی پیشتر گذر چکا وہان دیکہنا چاہیے ویحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء مطلقا وقیل ان تخطی اور حرام ہی مسجد مین سوال کرنا اور مکروہ ہے سائل کو مسجد مین دینا ہر حال مین اور بعض نے کہا کہ اگر سائل گردنون پر لوگون کی پہلانگے تو مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین ہم شارح نے بالحظر والاباحۃ مین اسی پہلے قول پر اکتفا کیا ہی چنانچہ کہا کہ مکروہ ہی سائل مسجد کو دینا مگر جسوقت کہ وہ لوگونکی گردنین نہ پہلانگے قول مختار مین اسلیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز کے اندر دیی اللہ تعالے نے اونکی تعریف کی اس آیت مین (ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون) یعنی دیتے ہین خیرات اوس وقت مین کہ وہ رکوع کرتے ہون کذا فی الطحطاوی وانشاد ضالۃ وشعر الا ما فیہ ذکر اور مکروہ ہے کہوی چیز کا تلاش کرنا مسجد مین اور مکروہ ہی مسجد مین شعر پڑہنا مگر جن اشعار مین ذکر ہو اونکا پڑہنا مکروہ نہین ہم گم ہوی چیز کا مسجد مین تلاش کرنا اسلیے مکروہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسیکو دیکہو کہ مسجد مین گم ہوی چیز کو ڈہونڈہتا ہے تو کہو کہ خدا تعالے اسکو تجہپر واپس نکرے یعنی خدا کرے کہ تجہکو وہ چیز نملے اور ابو اللیث سمرقندی نے شعر مین یہہ تفصیل کی کہ اگر اشعار مین وعظ اور خدا تعالی کی نعمتون اور حکمتون کا ذکر اور متقیون کی صفت کا بیان ہو تو اون کا پڑہنا بہتر ہے اور اگر اونمین ذکر زمانون اور رامتون کا ہو تو مباح ہی اور اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیوقوفی کی باتین ہون تو حرام ہے اور اگر خط وخال کا وصف ہو تو پڑہنا مکروہ ہی اور ابو داؤد اور ترمذی کی حدیث مسجد مین شعر خوانی کی ممانعت کی بری اشعار پر محمول ہے کذا فی الشامی ورفع صوت بذکر الا للمتفقہۃ اور مکروہ ہی مسجد مین بلند کرنا آواز کا ذکر سے مگر فقہ سیکھنے سکہانے والون کو آواز کا بلند کرنا مکروہ نہین ہم ذکر جہری مین قید اسبات کی ہونی چاہیے کہ جس مین خوف ریا یا نمازیون کی ایذا کا ہو اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علما کے نزدیک ذکر جہری ہی افضل ہے اسلیے کہ اوس کا فائدہ سننے والون کو بہی ہوتا ہی اور خود ذکر کرنیوالے کا دل رہتا ہی اور نشاط زیادہ پاتا ہی اور اکثر علما ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہین اسوجہ سے کہ حدیث مین وارد ہے خیر الذکر الخفی یعنی بہتر ذکر آہستہ ذکر کرنا ہی کذا فی الطحطاوی والشامی بتصرف والوضوء الا فیما اعد لذلك اور مکروہ ہی مسجد کے اندر وضو کرنا اسلیے کہ اوسکی پانی سے گہن آتی ہی کہ اکثر تہوک اور رینٹ سی خالی نہین ہوتا کذا فی الشامی مگر وضو کرنا اوس مقام مین جو وضو کے لیے بنایا گیا ہو مکروہ نہین طحطاوی نے کہا کہ یہی حکم بدون جنابت کے نہانے کا ہی وغرس الا لنفع کتقلیل نز وتکون للمسجد اور مکروہ ہی مسجد مین درخت لگانا مگر کسی نفع کے لئے مکروہ نہین جیسے کم کرنا رطوبت کا اور وہ درخت یعنی اوسکی لکڑی اور پہل مسجد کا ہوگا ہم نز بفتح نون وتشدید زاء معجمہ زمین کی

رطوبت کو کہتی ہین خلاصہ مین کہا کہ جب مسجد کے ستون بباعث رطوبت کے نہ ٹہرتے ہون تو اس رطوبت کے کم کرنیکو درختون کے لگانے کا مضایقہ نہین
اور بدون کسی نفع کے لگانا ناجائز ہے اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر لوگون کو درخت کے سایہ سی آرام ہوتا ہو اور اون سی مسجد تنگ نہو
اور جماعت مین خلل نہ پڑی تو کچھ مضایقہ نہین اور اگر کوئی خاص اپنے نفع کے لیے لگا دی کہ اون کے پہل اور لکڑی آپ لیا کری یا صفون مین خلل ہوتا ہو
یا درختون کے باعث کفار کے معابد سے مشابہت ہوتی ہو تو مکروہ ہے واکلٌ ونومٌ الّا لمعتکفٍ وغریبٍ اور مکروہ ہی مسجد کے اندر کہانا اور سونا مگر
اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہین ودخولُ آکلِ نحوِ ثومٍ ویمنع منه وکذا آکلُ موذٍ ولو بلسانه اور مکروہ ہی مسجد مین آنا کہانیوالے لہسن جیسی چیز کا یعنے
کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن مین بدبو آتی ہے اور منع کیا جای ایسا شخص مسجد مین گہسنے سی اور اسیطرح ہر شخص ایذا دینے والا اگرچہ زبان ہی سی ایذا دے
مسجد سے منع کیا جای ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت بدبو مین سی کہای وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پہٹکے اسلیے کہ جس چیز سے
انسانون کو ایذا ہوتی ہی اوس سی فرشتونکو ایذا ہوتی ہے انتہی اور ایذا دینے والے سی مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہین یا جس کے پسینے سی یا کپڑے کی بدبو
سی تکلیف ہوتی ہو اور زبانی ایذا سے غرض غیبت اور چغلی وغیرہ ہی کذا فی الطحطاوی وکلّ عقدٍ الّا لمعتکفٍ بشرطه اور مکروہ ہی مسجد مین ہر معاملہ یعنے
معاوضہ مثل بیع وشرا کے کذا فی الشامی مگر اعتکاف والی کو بیع وشرا درست ہی بموجب اوسکی شرط کے ہم شرط یہہ ہی کہ اوس چیز کی حاجت اوسکو یا اوسکے عیال کو ہو
اور ایک یہہ کہ متاع کو مسجد مین نہ منگا دی کذا فی الطحطاوی والکلامُ المباحُ وقیّده فی الظهیریة بانّه یجلس لاجله لکن فی النهر الاطلاق اوجه اور
مکروہ ہی مسجد مین کلام مباح کرنا اور ظہیریہ مین قید لگائی ہی کہ کلام ہی کی خاطر مسجد مین بیٹہے یعنی اگر مسجد مین عبادت کے لیے بیٹہا اور اوسکے بعد کلام دنیا کا
کیا تو مکروہ نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہی کہ کراہت کو مطلق رکہنا موجہ تر ہی یعنے کلام کے لیے بیٹہا ہو یا عبادت کے لیے دونو صورتون مین کلام مباح مکروہ ہے
ہم شامی نے کہا کہ صاحب نہر کی بحث مخالف منقول ہے اوسمین حرج بھی بہت ہی وتخصیصُ مکانٍ لنفسه ولیس له ازعاجُ غیره منه ولو مدرّسًا
واذا ضاق فللمصلّی ازعاجُ القاعد ولو مشتغلًا بقراءةٍ او درسٍ بل ولاهل المحلة منعُ من لیس منهم عن الصلوٰة فیه اور مکروہ ہی
خاص کرنا کسی جگہہ کا اپنے لیے اور نہین جائز ہی اوسکو اوٹہا دینا غیر شخص کا اوس جگہہ سی اگرچہ غیر مدرس ہی ہو اور اگر جگہہ تنگ ہو تو نمازی کو جائز ہی اوٹہا دینا
بیٹہنے والے کا گو بیٹہنے والا قراءت یا درس مین مشغول ہو بلکہ تنگی کی صورت مین اہل محلہ کو اختیار ہی کہ جو شخص اوس محلہ والون سی نہو اوسکو مسجد مین نماز
سی منع کرین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی کے بیٹہنے سی صف مین خلل پڑتا ہو تو اوس کا اوٹہا دینا ہی نمازیون کو جائز ہی ولهم نصبُ متولٍّ وجعلُ
المسجدین واحدًا وعکسه لصلوٰةٍ لا لدرسٍ او ذکرٍ اور جائز ہی محلہ والونکو مقرر کرنا متولی کا مسجد کے کامون کے لیے اگرچہ قاضی مقرر نکرے اور جائز
ہی دو مسجدون کا ایک کر لینا اور ایک مسجد کا دو کر لینا نماز کے لیے نہ درس اور ذکر کے لیے کیونکہ مسجدین درس اور ذکر کے لیے نہین بنائی گئین اگرچہ
درس اور ذکر اونمین جائز ہے کذا فی القنیة فی المسجد عظةٌ وقرانٌ فاستماعُ العظة اولی مسجد مین وعظ اور تلاوت قرآن ہی تو سننا وعظ کا بہتر ہے
ہم شامی نے کہا کہ یہہ حکم عوام کے لیے ہے اور جو لوگ آیات قرآنی کے معانی اور نکات اور احکام شرعی سمجہہ سکتے ہون اونکے حق مین قرآن کا سننا
بہتر بلکہ ضروری ہے ولا ینبغی الکتابة علی جدرانه اور مناسب نہین لکہنا قرآن اور اشیا قابل التعظیم کا مسجد کی دیوارون پر ہم یعنی اسلیے کہ گر کر پامال
نہون کذا فی البحر اور مثل اسکے ہی فرشون پر کچہہ لکہکر دروازون پر چپکانا کذا فی الطحطاوی ولا بأس برمی عشّ خفاشٍ وحمامٍ لتنقیته اور کچہہ
مضایقہ نہین چمگادڑ اور کبوتر کے گہونسلے کا پہینکدینا واسطے مسجد کی صفائی کے ہم طحطاوی نے کہا کہ لتنقیته جواب سوال ہے اوسکی تقریر یہہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو پرندون کو اونکے گہرون مین تو دور کرنا گہونسلون کا مخالف ہی اس امر کے شارح نے جواب دیا
کہ یہہ دور کرنا صفائی کے لیے ہی جو شرعًا مطلوب ہی اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کا حکم غیر مسجد کے لیے مخصوص ہے

باب الوتر والنوافل

باب الوتر والنوافل

یہہ باب ہی وتر اور نوافل کے بیان مین ہم وتر بفتحہ اور بکسرہ واو لغت مین طاق عدد کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین تین رکعتون کا نام ہی جیسا کہ
آگے آتا ہی اور نفل کے معنے لغت مین زیادتی کے ہین اور شرعًا نفل اوس عبادت کو کہتے ہین جسکے کرنیسے ثواب ہو اور نکرنے سے عذاب نہو کل

سُنَّةٍ نَافِلَةٌ وَلَا عَكْسَ ہر سنت نفل ہے اور اس کا اولٹا نہین یعنے ہر نفل سنت نہین ہوتی یہہ جملہ شارح نے اسلیے بیان کیا کہ سبا ب مین ذکر سنتون کا بھی ہے حالانکہ عنوان مین صرف وتر اور نوافل مذکور ہین سنتون کی تصریح نہین کی تو تصریح نکرنے کا عذر کر دیا کہ سنتین نفل ہوتی ہین ہو فرض عَمَلًا وَ وَاجِبٌ اعْتِقَادًا وَ سُنَّةٌ ثُبُوتًا بِهٰذَا وَفَّقُوْا بَيْنَ الرِّوَايَاتِ وتر فرض ہے عمل کے لحاظ سے اور واجب ہے اعتقاد کے اعتبار سے اور سنت ہے ثبوت کی راہ سے اسطرح سے توفیق کی ہے فقہا نے روایتون مین ہم عملاً فرض ہے اسکے یہہ معنے کہ عمل مین اوس کا حال فرائض کا سا ہوتا ہے کہ چھوڑنے سے گناہگار ہونا اور اوسکے قضا اور ترتیب کا واجب ہونا جیسے فرضون مین ہے ویسے ہی وتر مین ہے اور اعتقاداً واجب ہونیکے یہہ معنے کہ اوس کے واجب ہونیکا اعتقاد پر ضرور ہے اور ثبوتاً سنت ہونیسے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا حدیث سے ہے نہ قرآن سے چنانچہ مسلم نے روایت کی کہ اوتروا قبل ان تصبحوا یعنی وتر پڑھو پہلے اس سے کہ صبح کرو اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے تو اس حدیث سے وجوب وتر کا ثابت ہوا اور توفیق بین الروایات سے یہہ مراد کہ امام اعظم سے وتر کے باب مین تین روایتین مروی ہین ایک فرض ہونیکی دوسری واجب ہونیکی تیسری سنت ہونیکی تو انکی تطبیق اسطرح ہوئی کہ فرض عمل کی راہ سے ہے اور واجب اعتقاد کی راہ سے اور سنت ثبوت کی راہ سے کذا فی الشامے مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فَلَا يُكَفَّرُ جَاحِدُهُ فسکون ای لا ينسب الى الكفر جاحده اور اسی توفیق سے یہہ متفرع ہوا کہ کافر نکہا جائیگا منکر وتر کا شارح نے کہا کہ لا یکفر بضم تحتانی اور سکون کاف ہے یعنی منسوب بکفر نہین ہوتا اور ضمیر علیہ کی مشیون لے توفیق کیطرف پھری ہے اور ماتن نے شرح منح الغفار مین فلا یکفر کو تفریع وتر کے فرض عملی ہونیکی قرار دیا ہے وَتَذَكُّرُهُ فِي الْفَجْرِ مُفْسِدٌ لَهُ كَعَكْسِهٖ بِشَرْطِهٖ خِلَافًا لَهُمَا وَلٰكِنَّهُ يَقْضِيْ وَلَا يَصِحُّ قَاعِدًا وَلَا رَاكِبًا اتِّفَاقًا اور دوسری تفریع وتر کے فرض عملی ہونے پر یہہ ہے کہ فجر کے فرضون مین اوسکا یاد آنا صاحب ترتیب کے فجر کا مفسد ہے مثل اوسکے عکس کے یعنی اگر وتر مین یاد ہوگا کہ کوئی نماز ذمہ پر ہے تو وتر فاسد ہونگے بموجب شرط فساد کے یعنی جب کہ وقت تنگ نہو اور نمازین چھ نہو گئی ہون کہ ان صورتون مین ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور نماز فاسد نہین ہوتی بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک وتر دن یاد ہونیسے فجر کی نماز فاسد نہین ہوتی کیونکہ وتر اونکے نزدیک سنت ہین لیکن وتر قضا کئے جاتے ہین اور بیٹھکر اور سوار ہوکر درست نہین ہوتے بالاتفاق یعنی ہرچند سنتون کی قضا نہین اور بیٹھکر اور سواری پر جائز ہین مگر صاحبین کے نزدیک وتر باوجود سنت ہونیکے ان باتون مین سنت سے علیحدہ ہین وَهُوَ ثَلٰثُ رَكَعَاتٍ بِتَسْلِيْمَةٍ كَالْمَغْرِبِ حَتّٰى لَوْ نَسِيَ الْقُعُوْدَ لَا يَعُوْدُ وَلَوْ عَادَ يَنْبَغِي الْفَسَادُ كَمَا سَيَجِيْءُ اور وتر تین رکعتین ہین ایک سلام سے مثل نماز مغرب کے یہانتک کہ اگر بیچ کے قعدہ کو بہولکر کہڑا ہوگیا تو پہر نہ بیٹھے اور اگر بیٹھ جائیگا تو چاہیے کہ نماز فاسد ہو جاوے چنانچہ آگے آویگا ہم مثل مغرب کے سے یہہ معلوم ہوا کہ بیچ کا قاعدہ واجب ہے نہین ورنہ تو پہر بیٹھنے سے نماز کے فاسد ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ قیام فرض کو چھوڑکر واجب کے لیے بیٹھنا نہین چاہیے اور نماز نفل مین چونکہ ہر دوگانہ علیحدہ نماز ہے اسلیے اگر کہڑا ہوجاے تب بھی بیٹھ جاے کذا فی الطحطاوی وَلٰكِنَّهُ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْهُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً احْتِيَاطًا وتر مثل مغرب کے ہین لیکن نماز ہی اسکی ہر رکعت مین الحمد اور ایک سورت یا تین آیتین احتیاطاً پڑھے ہم وجہ احتیاط کی یہہ ہے کہ صاحبین وتر کے سنت ہونیکے قائل ہین تو اس لحاظ سے احتیاط اسکی مقتضی ہے کہ سب رکعتون مین قرأت پڑھی جاوے وَالسُّنَّةُ السُّوَرُ الثَّلٰثُ وَزِيَادَةُ الْمُعَوِّذَتَيْنِ لَمْ يَخْتَرْهَا الْجُمْهُوْرُ اور مسنون تین سورتین ہین یعنی اول مین سورہ اعلی اور دوسری مین سورہ کافرون اور تیسری مین اخلاص اور زیادتی معوذتین کو جمہور فقہا نے پسند نہین کیا یعنی تیسری رکعت مین بعد سورہ اخلاص کے سورہ فلق اور ناس پڑھنا مختار نہین وَكَبَّرَ قَبْلَ رُكُوْعِ ثَالِثَتِهِ رَافِعًا يَدَيْهِ كَمَا مَرَّ ثُمَّ يَعْتَمِدُ وَقِيْلَ كَالدَّاعِيْ وَقَنَتَ فِيْهِ اور اللہ اکبر کہے بیچ تیسری رکعت کی رکوع کرنیکے اپنے دونون ہاتھونکو اوٹھا کر جیسا کہ گذرا یعنی تکبیر تحریمہ کیطرح کانون تک ہاتھ اوٹھاوے پہر ہاتھ باندہ لے اور بعض نے کہا کہ ہاتھ دعا مانگنے والے کیطرح یعنی چھاتی تک اوٹھاوے اور ہتھیلیان آسمان کی طرف رکھے یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور ضعیف ہے اور دعا کرے اوسمین ہم شامی نے کہا کہ ضمیر فیہ کی وتر کیطرف ہے یا قبل رکوع کیطرف وَيُسَنُّ الدُّعَاءُ الْمَشْهُوْرُ وَيُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ يُفْتٰى اور مسنون ہے دعا مشہور اور درود پڑہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی پر فتوی ہے ہم دعاء قنوت مشہور یہہ ہے (اللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ) اور حضرت امام حسن بن علی مرتضی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت کے لیے مجکو یہہ دعا سکھائی (اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ

وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت فتح
القدیر الیک المطالب اور بقایع میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کو قنوت میں ملا لے کرے اور یہ پڑھنا درود کا بعد دعاء قنوت کی بحر الرائق میں کہا کہ شرح منیہ
میں درود ہے اور نووی اور بیہقی نے کہا کہ مستحب ہے کہ یوں کہے وصلی اللہ علی سیدنا محمد النبی وآلہ وسلم اور نسائی کی روایت میں ان الفاظ سے وارد ہے وصلی اللہ علی النبی بہر حال درود
پڑھنا بہتر ہے کیونکہ طبرانی میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ ہر دعا مانگی رہتی ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جاوے شامی نے کہا کہ جو شخص قنوت
نہ پڑھ سکتا ہو تو وہ اوسکی جگہ یہ آیت پڑھے (ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار) یا تین بار اللہم اغفر لی کہے یا تین بار یا رب کہے
وهو ملحق بالکسر بمعنی اللاحق ومُلحَق بمعنی لاحق وتخفیف بدال مهملة بمعنی نسرع فان قرأ بذال معجمة فسدت خانية كأنه لا نه كلمة مهملة اور صحیح ہو او معنی
کا حدیث ہے سنن میں وارد ہے الجد بکسر جیم و تشدید دال الجد معنی حق کے بعد لفظ فذالک کے درجگہ ہے اور ملحق بمعنی لاحق ہے یعنی ملنے والا اور نحفد بفتح نون اور کسرہ فا اور ضمہ دال معنی کے
جلدی کرتے ہیں پس اگر نمازی اس کلمہ کو ذال معجمہ سے پڑھیگا تو نماز فاسد ہو جاویگی کذا فی الخانیہ شاید فساد نماز اسلئے ہے کہ یہ کلمہ ہی نہیں ہو معلوم ہو کہا کہ
یہ معنی نہیں اسلئے کہ براق کی صفت میں حدیث میں کو ہی نحفد ہے یعنی جنات لیتا تھا چلنے پر اپنے دونوں بازوں سے مُعْنِاً بناعلی الاصح مطلقا ولو اماما لحدیث خیر
الدعاء الخفی دعاء قنوت پڑھے آہستہ صحیح تر قول کی بموجب مطلقا اگرچہ امام ہو بوجہ اس حدیث کے کہ بہتر دعا آہستہ ہے ہم اس علت کے بیان کرنیسے معلوم ہوا کہ آہستہ پڑھنا اولیٰ
ہے اور مطلقا سے یہ غرض ہے کہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا ادا پڑھتا ہو یا قضا رمضان کے وتر ہوں یا غیر رمضان کے سب صورتوں میں آہستہ پڑھے کذا فی الشامی ویصح الاقتداء
فیه وفی غیره اولیٰ ان لم یتحقق منه ما یفسدها فی اعتقاده فی الاصح کما بسطه فی البحر بشافعی مثلا لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح فیهما
للاتحاد وان اختلف الاعتقاد اور درست ہے وتر میں اقتدا حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نہ کرے یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو وتر کے غیر میں اقتدا
بطریق اولیٰ درست ہے بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہو جو نماز کا مفسد ہو مقتدی کی اعتقاد میں صحیح تر قول میں چنانچہ مشرح بیان کیا ہے صاحب بحر الرائق میں نہیں درست
ہے اقتدا اگرچہ اکیا امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیرنے سے صحیح تر قول کی بموجب دونوں میں یعنی اقتدا میں اور فاصلہ سلام نہونے میں اقتدا درست ہے بسبب اتحاد نیت کے اگرچہ اعتقاد امام
اور مقتدی کا مختلف ہے امام سنت ہونیکا معتقد ہے اور مقتدی واجب ہونیکا مگر نیت دونوں کی وتر ہی پڑھنے کی ہے ہم غیر وتر میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نفل اور فرض میں نیت
دونوں کی ایک ہوگی بخلاف وتر کے کہ امام سنت کی نیت کریگا اور مقتدی وتر کی تو جب خلاف کے ساتھ اقتدا درست ہوا تو اتحاد میں بطریق اولیٰ درست ہونا چاہیے اور مثل
شافعی سے یہ غرض ہے کہ جو وتر کے مسنون ہونیکا معتقد ہوا اور قول اصح کا مقابل اقتدا میں یہ ہے کہ اقتدا صحیح نہیں اسلئے کہ نفل والے کے پیچھے اقتدا واجب پڑھنے والے کا درست
نہیں اور سلام کے فاصلہ کرنے میں قول اصح کا مقابل یہ ہے کہ باوجود فاصلہ کے اقتدا جائز ہے کذا فی الشامی وکذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب کما فی العیدین للاختلاف اور ویسے ہی
یعنی بوجہ خلاف کے مقتدی نیت وتر کی کرے نہ نیت وتر واجب کی جیسے عیدین میں بسبب خلاف واجب اور مسنون ہونیکی نیت واجب کی نکرے یعنی نیت وجوب کی اگر نکریگا تو امام اور
مقتدی کی نیت متحد ہو جاویگی ویاتی المؤتم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانه مجتهد فیه لا الفجر لانه منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظهر مرسلا
یدیه اور مقتدی دعاء قنوت پڑھے اگرچہ پیچھے شافعی کے مقتدی ہو جو رکوع کے بعد دعا پڑھتا ہے اسلئے کہ مقام قنوت پڑھنے کا مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ مسئلہ میں متابعت امام غیر
حنفی کی درست ہے نہ قنوت پڑھے نماز فجر میں اسلئے کہ فجر میں قنوت کا پڑھنا منسوخ ہے اور منسوخ چیز میں اقتدا درست نہیں بلکہ چپکا کھڑا رہے ظاہر تر قول کی بموجب ہاتھ نکو لٹکائے رہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں عرب کے چند قبیلوں پر جنہوں نے ستر قاریوں کو مار ڈالا تھا رکوع کے بعد دعاء بد فرماتے تھے جب آپ کو ان پر فتح پائی تو دعا کو ترک فرمایا اسی سے منسوخ
ہو گئی کذا فی الامداد علماء نے کہا کہ مصیبت کے وقت میں اب بھی فجر کی نماز میں اگر کوئی دعا پڑھے تو کچھ مضایقہ نہیں ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا
یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب اور اگر نمازی قنوت کو بھول گیا پھر رکوع میں اوسکو یاد کیا تو رکوع میں قنوت نہ پڑھے
بسبب جاتے رہنے اوسکے محل کے یعنی اوسکا پڑھنا محض قیام میں تھا وہ جاتا رہا اور نہ رجوع کرے قیام کیطرف صحیح تر روایت میں یعنی رکوع کو چھوڑکر قنوت پڑھنے کیلیے پھر نہ کھڑا ہو اسلئے کہ قنوت
واجب کیلیے فرض رکوع کا چھوڑنا ہے اور دوسری روایت اسکے یہ ہے کہ پھر قیام کرکے قنوت پڑھے اور دوبارہ رکوع کرے مگر صحیح تر پہلی روایت ہے فان عاد الیه وقنت
ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قراءة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزواله عن محله پس اگر نمازی قیام کے طرف عود کیا اور قنوت

پہنچے دوبارہ رکوع نکیا تو اوسکی نماز فاسد نہوگی بسبب نہیو اوسکے رکوع سابق کے پورہی قراءت کے بعد اور سجدہ کرے جہنوکا قنوت چہوٹا ہو یا نہ پڑہا ہو بسبب
بہولجانے قنوت کے اپنی جگہہ سے ہم اس مسئلہ کی چار صورتین ہوسکتی ہین ایک یہہ کہ رکوع مین قنوت پڑہا دوسری یہہ کہ رکوع سے سر اوٹھاکر پڑہا اور رکوع پہر سے
کیا تیسری یہہ کہ سر اوٹھاکر پڑہا اور رکوع دوبارہ نکیا چوتہی یہہ کہ بالکل قنوت نہ پڑہا نہ رکوع مین نہ اوس سے کہڑا ہوکر تو چارون صورتون مین سجدہ سہو اس سبب
ہوگا کہ قنوت اپنی جگہہ پر نرہا کذا فی الحلبی ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من القنوت قطعه وتابعه ولو لم یقرأ منه شیئا ترکه ان خاف فوت
الرکوع معه بخلاف التشهد لان المخالفة فیما هو من الارکان او الشرائط مفسدة لا فی غیرها در اگر امام نے رکوع کیا پیشتر مقتدی کے فارغ ہونیکے
قنوت سے تو مقتدی باقی قنوت کو ترک کرے اور امام کی پیروی کرے اور اگر مقتدی نے قنوت مین سے کچھہ نہ پڑہا ہو تو قنوت کو ترک کرے اگر ڈرے کہ امام کے ساتھہ رکوع
نملیگا بخلاف تشہد کے یعنی اگر تشہد کچھہ باقی رہگیا ہو تو اوسکو پورا کرکے امام کی متابعت کرے قنوت کو ترک نکرے اسلیے کہ امام کی مخالفت اون امور مین کہ ارکان
ہین یا شرائط نماز کے مفسد ہین نہ غیر ارکان و شرائط مین مخالفت کرنی کذا فی الدر رحم شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل رکیک ہی کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ متابعت
مذکورہ فرض ہے حالانکہ متابعت بدون تاخیر ان فرائض و واجبات مین واجب ہے جہان کوئی دوسرا واجب پیش نہو تو وجہ فرق تشہد اور قنوت مین یہہ کہنی
چاہیے کہ قنوت کا پڑہنا سنت ہی اور رکوع مین امام کی متابعت واجب تو جب ادای سنت مین خوف ترک واجب کا ہو تو سنت کو ترک کرنا چاہیے اور تشہد کا
پورا کرنا واجب ہے اور امام کی متابعت بہی واجب تو ایک واجب کیلیے دوسرے کو چہوڑنا ضرور نہین قنت فی اولی الوتر او ثانیته سهوا لم یقنت فی ثالثته اما
لو شک انه فی ثانیته او ثالثته کرره مع القعود فی الاصح والفرق ان الساهی قنت علی انه موضع القنوت فلا یکرر بخلاف الشاک ورجح الحلبی
تکراره لهما نمازی نے وتر کی پہلی رکعت یا دوسری مین بہولکر قنوت پڑہلیا تو تیسری رکعت مین قنوت نہ پڑہے اور اگر اوسنے شک کیا کہ وہ وتر کی دوسری رکعت پڑہتا ہے
یا تیسری تو قنوت کو مکرر کرے بیٹہنے کے ساتھہ صحیح تر قول مین یعنی قنوت پڑہکر قعدہ کرے پہر کہڑا ہوکر ایک رکعت اور پڑہے اور اسمین قنوت پڑہے کیونکہ دونو رکعتون مین
احتمال ہے کہ تیسری ہو اور فرق یہہ ہے کہ بہولنے والے نے قنوت پڑہا اس خیال سے کہ مقام قنوت کا وہی ہے اسلیے اب قنوت مکرر نہوگا بخلاف
شک کرنے والے کے اور حلبی نے ترجیح دی ہے مکرر قنوت پڑہنے کی دونون یعنی بہولنے اور شک کرنے والے کو ہم شامی نے کہا کہ حلیہ اور
بحر الرائق مین بہی موافق حلبی کے قول کے ہے واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثة اور مسبوق
صرف قنوت پڑہے اپنے امام کے ساتھہ کیونکہ اوسکی آخر نماز وہی ہے اور جب ایک بار امام کے ساتھہ پڑہ چکا تو دوبارہ پڑہنا مشروع نہین اور ہو جاویگا
پانیوالا قنوت کا تیسری رکعت وتر کے رکوع پانے سے یعنے جب مسبوق نے تیسری رکعت کا رکوع پایا تو کل رکعت اوسکو مل گئی اب باقی دو رکعتون مین
اگر قنوت پڑہیگا تو بے جگہہ پڑہیگا اسلیے کہ اوسکی جگہہ تیسری رکعت ہی جو ہوچکی کذا فی الطحطاوی ولا یقنت لغیره الا لنازلة فیقنت الامام فی
الجهریة وقیل فی الکل اور قنوت نہ پڑہے وتر کے سوا دوسری نماز مین مگر کسی مصیبت کیوقت کہ امام قنوت پڑہے جہری نماز مین اور بعض
فقہا کا قول یہہ ہے کہ سب نمازون مین پڑہے جہری ہون یا سری ہم نماز جہری مین قنوت پڑہنا بحر الرائق مین شرح نقایہ سے مذکور ہے مگر
اشباہ مین غایہ سے منقول ہے کہ مصیبت کے وقت امام نماز فجر مین قنوت پڑہے اور عبارت شارح منیہ سے بہی بظاہر یہی معلوم ہوتا
ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قنوت مصیبت کا خاص فجر کی نماز مین ہے نہ اور کسی نماز جہری یا سری مین بلکہ سری نمازون مین تو بجز امام شافعی کے
اور کوئی قائل قنوت پڑہنے کا نہین اور بحر الرائق مین اسکو محدثین کا مذہب لکہا ہے تو شارح کو مناسب تہا کہ بہر الا کہ کردیتا تاکہ سری نماز کے
قنوت کو کوئی روایت مذہب نسمجہے پہر قنوت کا موقع نماز فجر مین دوسری رکعت کے رکوع کے بعد ہے چنانچہ شرنبلالی نے
اسکی تصریح کی ہے کذا فی الشامی مختصرا فائدہ یہہ ایک کام کی بات ہے خمسة یتبع فیها الامام قنوت وقعود اول وتکبیر عید وسجدة تلاوة
وسہو واربعة لا یتبع فیها زیادة تکبیر عید وجنازة ورکن وقیام لخامسة پانچ باتین ہین جنمین امام کی متابعت کیجاتی ہے یعنی اگر امام انکو کرے
تو مقتدی بہی کرے اور اگر نکرے تو وہ بہی نکرے کذا فی الحلبی اول قنوت پڑہنا دوم قعدہ اولے سوم تکبیر عید چہارم سجدہ تلاوت پنجم سجدہ سہو کہ اگر امام ان چیزون کو نکرے تو مقتدی

بھی کرے اور اگر سہوا اوس سے رہجائین تو مقتدی بھی چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے اور چار چیزین ایسی ہین کہ اون مین متابعت امام کی نکی جاوے یعنی
اگر امام اون کو کرے تو مقتدی نکرے اول زیادہ کرنا تکبیر عید کا مثلا امام اگر چوتھے بار تکبیر کہے تو مقتدی اوس کا ساتھہ نہ دے دوم زیادہ
کرنا تکبیر جنازہ کا کہ اگر امام چار تکبیروں سے زیادہ کرے تو مقتدی متابعت نکرے سوم زیادہ کرنا کسی رکن کا مثلا دو بار رکوع کرنا
یا تین بار سجدہ کرنا چہارم کھڑا ہو جانا امام کا پانچوین رکعت کے لیے ہم شامی نے کہا کہ جو یہی صورت رکن کے زیادہ کرنے مین داخل ہے
تو اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی وثمانیۃ تفعل مطلقا الرفع لتحریمۃ والثناء وتکبیر الانتقال والتسمیع والتسبیح والتشھد والسلام و
تکبیر التشریق اور آٹھہ باتین ہین کہ مطلق کیجائین یعنے امام اونکو کرے یا نکرے مقتدی اونکو کرے اول ہاتہون کا اوٹھانا تکبیر تحریمہ کے لیے
دوم ثنا پڑھنا یعنی سبحانک اللهم الخ سوم تکبیر انتقال یعنے ایک رکن سے دوسرے مین جانیکو الله اکبر کہنا چہارم سمع الله لمن حمده کہنا کہ اگر امام نکہے
تو مقتدی ربنا لک الحمد کہہ لے پنجم تسبیح رکوع اور سجدہ کی ششم تشہد یعنی التحیات اوس صورت مین کہ امام بیٹھہ جاوے لیکن اگر قعدہ اولے
مین امام نہ بیٹھے تو مقتدی کو اسکی متابعت چاہیے چنانچہ پہلے گذرا ہفتم سلام پھیرنا یعنے اگر امام بول پڑے یا مسجد سے نکل جاوے تو مقتدی
سلام پھیر لین کذا فی الطحطاوی ہشتم تکبیر تشریق وسُنّ مؤکدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسلیمة ولو
بتسلیمتین لم تنب عن السنة ولذا لو نذرها لا يخرج عنه بتسليمتين وبعكسه يخرج اور سنت موکدہ ہین چار رکعتین پہلے
ظہر کے اور چار پہلے جمعہ کے اور چار بعد جمعہ کے ایک سلام سے اور اگر دو سلام سے پڑھیگا تو سنت کے قائم مقام نہون گی اور اسیلیے اگر چار
رکعتون کی نذر ایک سلام سے کریگا تو نذر سے باہر نہوگا دو سلامون کے ساتھہ پڑھنے سے اور اسکے عکس مین یعنی نذر کی دو سلامون سے پڑھنے کی اور ایک سلام سے چار رکعتون پڑھا
تو نذر سے باہر ہو جائیگا ورکعتان قبل الصبح وبعد الظهر والمغرب والعشاء اور سنت موکدہ ہین دو رکعتین صبح کے پیشتر اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشا کے
بعد شرعت البعدية لجبر النقصان والقبلية لقطع طمع الشيطان مشروع ہوئی ہین بعد کی سنتین واسطے پورا کرنے نقصان کے یعنی فرائض مین کسی عذر مثلا نسیان
وغیرہ سے اگر کمی ہوئی ہوگی تو آخر مین بعد کی سنتین اسکی کمی کو پورا کرینگی اور مشروع ہوئی ہین پہلی کی سنتین واسطے قطع کرنے شیطان کی طمع کے یعنی جب آدمی سنتونکو پڑھیگا
تو شیطان کہیگا کہ جو چیز اسپر فرض نتھی اسکو تو اسنے ترک ہی نکیا تو فرض کو کیسے ترک کریگا ام ان سنتونکے موکدہ ہونیکی یہہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم اپر مواظبت
فرماتے تھے چنانچہ مسلم مین حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آپ ظہر کے پیشتر چار رکعتین اور بعد ظہر دو رکعتین اور بعد مغرب دو اور بعد عشا دو اور قبل فجر کے دو پڑھا کرتے تھے اور
بحر الرائق مین ہے کہ سنت موکدہ مثل واجب کے ہے کہ اسکے ترک کرنیسے گناہ ہوتا ہے اور تارک مستحق ملامت ٹھہرتا ہے بشرطیکہ بلا عذر ترک کرے کذا فی الشامی وندب اربع قبل العصر
وقبل العشاء وبعدها بتسلیمة وان شاء رکعتین کذا بعد الظهر لحدیث الترمذی من حافظ علی اربع قبل الظهر واربع بعدها حرمه الله علی النار اور مستحب ہین چار
رکعتین پہلے عصر کے اور چار پہلے عشا کے اور چار بعد عشا کے ایک سلام سے اور اگر چاہے تو دو رکعتین پڑھے اور اسیطرح ظہر کے بعد چار ایک سلام سے پڑھے چاہے دو رکعتین پڑھے بسبب حدیث ترمذی کے
کہ جو کوئی محافظت کرے چار رکعتون پر ظہر سے پہلے اور چار پر بعد نماز ظہر کے تو الله تعالی اسکو آگ پر حرام کر دیتا ہے یعنی اسکو دوزخین نڈالیگا وست بعد المغرب لیکتب من
الاوابین بتسلیمة او ثنتین او ثلاث والاول ادوم واشق اور مستحب ہین چھہ رکعتین مغرب کے بعد تاکہ نمازی اوابین لکھا جاوے یعنی رجوع کرنیوالون مین الله تعالی کیطرف چھہ رکعتین ایک
سلام سے مستحب ہین یا دو سے یا تین سے اور اول صورت یعنی ایک سلام سے پڑھنا زیادہ دیر پا اور بہت مشکل کا ہوتا ہے ہم وجہ اوسکے مشکل ہونیکی یہہ ہے کہ نفس کو ایک ہی تحریمہ پر بہت دیر
روکنا پڑتا ہے شامی نے خیر الدین رملی سے نقل کیا کہ افضل یہہ ہے کہ ہر شفعہ پر سلام پھیرتا جاوے وھل تحسب المؤکدة من المستحب ویؤدی الکل تسلیمة واحدة اختار الکمال نعم
اور کیا شمار کیجاوینگی سنت موکدہ مستحب سے اور ادا کیجاوینگی وہ سب ایک سلام سے کمال نے پسند کیا ہے کہ ہان ہم کمال الدین نے فتح القدیر مین ذکر کیا ہے کہ چار رکعتین جو بعد ظہر یا
عشا کے مستحب ہین اسمین اختلاف ہے کہ وہ چارون جداگانہ مستحب ہین سوا دو رکعت سنت موکدہ کے یا اون کے ساتھہ شمار کیجاتی ہین پھر اگر وہ سنت موکدہ کے ساتھہ شمار
ہوتی ہین تو اونکے ساتھہ ایک ہی سلام مین ادا ہو جاتی ہین یا نہین تو اکثر علما نے یہہ کہا ہے کہ ایک سلام سے ادا ہونگی اور خود کمال الدین نے یہہ اختیار کیا
کہ جب نمازی چار رکعتین ایک سلام خواہ دو سے پڑھیگا تو دو سنت موکدہ اور مستحب دو سے کافی ہونگی کذا فی الشامی وسن فی الکل الا رکعتین خفیفتین قبل المغرب

واقرّہ فی البحر المصنف اور کمال الدین نے نہایت عمدہ تنقیح کرساتھہ ثابت کیا ہی مباح ہونا دو ہلکی سی رکعتون کا مغرب سے پیشتر اور ثابت رکہا ہی اوسکو بحر الرائق مین اور
مصنف نے ہم حاصل تقریر کمال کا یہہ ہی کہ قبل مغرب کی دو رکعتین نہ مستحب ہین نہ مکروہ بلکہ خفیف کرکے ساتھہ اگر پڑھی جائین تو مباح ہین کذا فی الشامی ملتقطا والسنن
آکدہا سنۃ الفجر اتفاقا ثم الاربع قبل الظہر فی الاصح لحدیث من ترکہا لم تنلہ شفاعتی ثم الکل سواء اور سنتون مین موکد زیادہ فجر کی سنتین ہین بالاتفاق
پہر چار ظہر کے پہلے کی صحیح تر قول مین بسبب اوس حدیث کی کہ جو کوئی ظہر کی سنتو نکو چہوڑیگا نہین پہونچیگی اوسکو میری شفاعت پہر سب سنتین برابر ہین ہم فجر کی سنتین
زیادہ موکد اسلیے ہوئین کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نفل نماز کی اتنی خبرگیری نفرماتے جتنی فجر کی دو رکعتون کی
فرماتی کذا فی الشامی ملطا وی نے کہا کہ عدم شفاعت سے مراد غالبا شفاعت خاص ہی جو زیادتی درجات کے لیے ہوگی ورنہ شفاعت عظمی تو سب کے لیے عام ہوگی وقیل
بوجوبہا فلا تجوز صلوتہا قاعدا ولا راکبا اتفاقا بلا عذر علی الاصح اور بعض فقہا نے سنت فجر کے واجب ہونیکو کہا ہی تو نہین جائز ہی پڑہنا اوسکا بیٹھکر اور سواری کی
حالت مین بالاتفاق بدون عذر کی صحیح تر قول کی بموجب ہم واجب ہونیکی صورت مین بیٹھکر اور سواری پر ناجائز ہونا ظاہر ہی اور سنت موکدہ کہنے کی صورت مین اسلیے ناجائز ہی
کہ یہہ سنتین بمنزلہ واجب ہین کیا ہی لیکے دوکا ہیو ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن فلہ ترکہا لحاجۃ الناس الی فتواہ اور نہین جائز ہی چہوڑنا فجر کی
سنتون کا اوس عالم کو جسکے پاس سب لوگ فتوی پوچہنے آتے ہون بخلاف باقی سنتون کے کہ انکو اونکا ترک کرنا درست ہی بسبب حاجت لوگون کے اوسکے فتوی کی طرف ہم شامی نے کہا کہ اسکی وجہ
یہہ ہی کہ فتوی دینے کی حالت مین لوگون کے ہجوم کا باعث اونسنتون کے ترک کرنیکا اور بعد فراغت پڑہ لینے جیسے جماعت کے فوت ہونیکے خوف سے ترک درست ہی وتخشی الکفر
علی منکرہا اور خوف کفر ہی سنت فجر کے منکر پر یعنی جو اوسکی مشروعیت کا منکر ہو بوجہ کسی شبہہ یا تاویل کے ورنہ قطعا کافر ہوگا کہ جس چیز پر اجماع ہی اوسکا
منکر ہونا کفر ہی کذا فی الشامی وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اور سنت فجر قضا پڑہی جاے جبکہ فوت ہوگئی ہون فرض کے ساتھہ بخلاف باقی سنتون کے کہ اونکی قضا نہین
ہم شامی نے کہا کہ وقت قضا ان سنتون کا زوال سے پیشتر ہی تو بعد زوال قضا نہ پڑہی جائین اگرچہ فرض کے ساتھہ ہون اور اگر تنہا فوت ہوئی ہون تو طلوع آفتاب سے
پیشتر قضا نہ کی جائین ولو صلی رکعتین تطوعا مع ظن ان الفجر لم یطلع فاذا ہو طالع او صلی اربعا فوقع رکعتان بعد طلوعہ لا تجزیہ عن رکعتیہا علی
الاصح تجنیس لان السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بتحریمۃ مبتداۃ اور اگر نماز پڑہی دو رکعتین نفل اس گمان سے کہ فجر نہین طلوع
ہوئی پہر دیکہا تو صبح ہوگئی یا نماز پڑہی چار رکعتین اور دو رکعتین بعد آفتاب نکلنے کے ہوئین تو اسکو دو رکعتون فجر کی سنتون کی کافی نہونگی قول اصح پر کذا فی التجنیس اسلیے کہ
سنت وہ ہی جسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدا تحریمہ سے مواظبت فرمائی ہو ہم حوالہ تجنیس کا صرف متعلق دوسرے مسئلہ سے ہی اور مسئلہ اول خلاصہ مین مذکور
ہی اور علت شارح نے دوسرے مسئلہ کی بیان کی ہی اور تجنیس مین پہلے مسئلہ مین سنت فجر سے کافی ہونا لکہا ہی اور نہر الفائق مین اوسکو وجہ بیان کیا ہی کذا فی
الشامی وتکرہ الزیادۃ علی اربع فی نفل النہار وعلی ثمان لیلا بتسلیمۃ لانہ لم یرد والافضل فیہما الرباع بتسلیمۃ وقالا فی اللیل المثنی
افضل قیل وبہ یفتی اور مکروہ ہی زیادہ پڑہنا چار رکعتون سے ایک سلام مین دن کی نفلون کو اور آٹہہ سے زیادہ رات کی نفلون کو اسلیے
کہ اس قدر سے زیادہ حدیث مین وارد نہین اور افضل رات دن دونو مین چار چار رکعتون کا پڑہنا ہے ایک سلام سے اور صاحبین نے فرمایا کہ
دو دو کا پڑہنا افضل ہے کہتے ہین کہ فتوی صاحبین کے ہی قول پر ہے ہم اس فتوی کو معراج مین عیون کے طرف منسوب کیا ہی اور نہر الفائق
مین علامہ قاسم کے قول سے امام کے قول کو ترجیح دی ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ
الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدہا ولو صلی ناسیا فعلیہ السہو وقیل لا شمنی اور درود نہ پڑہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر قعدہ اولے مین ظہر اور جمعہ کے پیشتر کی چار سنتون مین اور جمعہ کے بعد کی چار مین اور اگر بہولنے سے درود پڑہ لیا تو
اوس پر سجدہ سہو ہے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سجدہ سہو نہین کذا فی الشمنی ہم شامی نے کہا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتون مین ذکر وجوب سجدہ
سہو کا الا انہ لما سلم نہین کیونکہ اونکا حکم اور سنتون کا سا نہین اسلیے اونکو دو سلامون سے پڑہنا درست ہی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منہا لانہا
لشبہہا الفریضۃ اور نہ پڑہے تیسری رکعت کے لیے ان سنتون مین کہ جو مذکور ہوئین کہڑا ہو تو دعاء استفتاح یعنی سبحانک اللہم الخ نہ پڑہے اسلیے کہ یہہ سنتین بوجہ اونکے موکد ہونیکے فرض کے مشابہ ہوگئی ہین

وقیل یعواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذر ان یکلی شیئا بصلوة وقیل لا یاتی فی الکل کذا فی التجنیس
اور باقی نوافل چار رکعت والے نہیں ہیں وہ دو پڑھے قعدہ اولی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تیسری رکعت میں ثنا اور استفتاح پڑھے اور تعوذ پڑھے اور اگر چار ... نذر نہ مانی ہو تو سب کو
ہر دوگانہ نوافل کا نماز جدا گانہ ہے اور بعض فقہا کہتے ہیں کہ سب سنتوں میں ثنا اور درود نہ پڑھے اور صحیح کہا ہے اس کو قنیہ میں ہم نے نذر کو سب سنتوں میں شامل کیا ہے
جو میں کہتے ہیں تعقیب وہ بھی نقل ہے کذا فی المحیط وہی وکثرة الرکوع والسجود احب من طول القیام کما فی المجتبیٰ ورجحہ فی البحر لکن نظر فیہ فی النہر
الآیة ... اور بہت سے رکوع اور سجدہ کرنا زیادہ اچھا ہے بہ نسبت بہت قیام کرنے کے چنانچہ مجتبیٰ میں ہے اور ترجیح دیا ہے اسکو بحر الرائق میں مگر نہر میں اعتراض کیا
ہے ... نہر الفائق ... اندر تین وجوہات ہیں وجہ اول یہہ کہ قیام ہر چند وسیلہ ہے مگر اسکے طول کی خوبی اسی باعث سے ہے کہ اسمیں قراءت بہت ہوگی اور قراءت اگرچہ
قیام ... بخلاف رکوع اور سجدہ کی تسبیح کے دوسری وجہ یہہ کہ قراءت رکن زائد ہو ... فضیلت میں کچھ تاثیر نہیں تیسری وجہ یہہ کہ
مسئلہ ... نماز نفل ہے ... سب کچھ نہیں قراءت واجب ہے کذا فی الشامی ونقل عن المعراج ان ہذا قول محمد وان مذہب الامام افضلیة القیام وصححہ فی البدائع
قلت وہکذا رأیتہ بنسخة المجتبیٰ منسوبا لمحمد فقط فتنبہ اور صاحب نہر الفائق نے معراج سے نقل کیا کہ کثرت رکوع وسجود کا افضل ہونا قول ہے امام محمد کا اور
مذہب امام کا افضل ہونا قیام کا ہے اور تصحیح کی ہے اسکی بدائع میں میں کہتا ہوں اور ایسا ہی میں نے دیکھا ہے مجتبیٰ کے اپنے نسخہ میں منسوب بامام محمد کی طرف فقط پس خبردار ہو جا
مترجم کہتا ہے کہ نسخہ مختلف ہو پایا ... کی طرف اور مجتبیٰ ... عمل واقع ہوا ہے وھل طول قیام الاخرین افضل کالعادی فی ... ترجمہ کیا گیا کہ
قیام کرنا افضل ہے مثل فارسی ... حکم نہیں دیکھا ہم نے شیخ رحمتی محشی نے کہا ہے کہ گو کہ اگر قاری رہے تو اسکا قیام بلا شبہہ افضل ہے ومنہا تحیة المسجد
وھی رکعتان واداء الفرض او غیرہ وکذا دخولہ بنیة فرض او اقتداء ینوب عنہا بلا نیة اور مسنون ہے تحیة المسجد یعنی تحفہ مسجد کا اور وہ دو
رکعتیں ہیں اور پڑھنا نماز فرض کا یا غیر فرض کا اور اسیطرح داخل ہونا نمازی کا مسجد میں فرض کی نیت سے یا اقتدا کی نیت سے قائم ہو جاتا ہے تحیة المسجد کے
بدون نیت کے مترجم ... رب کی قید اسلیے لگائی کہ تحفہ دینے کے قابل صاحب خانہ ہوتا ہے نہ مکان تو معلوم ہوا کہ تحیة المسجد بحذف مضاف ہے کذا فی الحلیة
وتکفیہ لکل یوم مرة ولا تسقط بالجلوس عندنا اور کافی ہے آدمی کو ہر روز کے لیے ایکبار تحیة المسجد پڑھنا یعنی جب کسی عذر سے مسجد میں چند بار
جاوے تو تحیة المسجد ایکبار اول مرتبہ میں یا اور کسی مرتبہ میں پڑھ لے اور ساقط نہیں ہوتا تحیة المسجد مسجد میں بیٹھنے سے ہمارے نزدیک کذا فی البحر مترجم ...
میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آوے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے تو یہہ بیان امر بہتر کا ہے کیونکہ ابن حبان کی حدیث میں ہے ... آپ نے ابوذر
کو فرمایا کہ تحیة المسجد دو رکعتیں ہیں سو اٹھ اور ان کو پڑھ لے کذا فی الشامی قلت وفی الضیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ
یقول ندبا کلمات التسبیح الاربع اربعا میں کہتا ہوں اور ضیاء معنوی میں قوت القلوب سے منقول ہے کہ جو شخص قادر نہو تحیة المسجد پر بسبب
بے وضو ہونے یا کسی اور عذر کے وہ کہے مستحب طور پر چار تسبیح کے الفاظ چار بار یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کو چار بار کہتا
ہے اگرچہ ... تحیة المسجد نہ پڑھ سکے ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطہا ولکن ینقص ثوابہا وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمة علی
الاصح قنیہ اور اگر کلام کیا درمیان سنت اور فرض کے خواہ سنتیں فرضوں سے پہلے کی ہیں یا پیچھے کی تو بولنا ساقط نہیں کرتا سنت کو مگر سنتوں کا ثواب
کم کر دیتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں یعنی انکو پھر سے پڑھے اگر پہلے کی سنتیں ہوں کذا فی البحر اور اسیطرح ہر عمل جو تحریمہ کے
خلاف ہو صحیح تر قول کی بموجب ساقط نہیں کرتا سنتوں کو بلکہ ثواب کم کر دیتا ہے کذا فی القنیہ وفی الخلاصة لو اشتغل ببیع او شراء او اکل اعادہا و
بلقمة او شربة لا تبطل اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشغول ہوا بیع یا شرا یا کھانے میں تو سنتوں کو پھر سے پڑھے اور اگر مشغول ہوا
ایک لقمہ یا ایک گھونٹ میں تو سنتیں باطل نہونگی ولو جیء بطعام ان خاف ذہاب حلاوتہ او بعضہا تناولہ ثم سنن الا اذا خاف
فوت الوقت اور اگر کھانا لایا گیا تو اگر نمازی خوف کرے دور ہونے اسکے مزہ کا یا تھوڑی لذت جاتے رہنے کا تو کھانا کھا لے پھر سنتیں پڑھے
مگر جبکہ ڈرے وقت کے جاتے رہنے سے تو اول سنتیں پڑھے پھر کھانا کھاوے مترجم یعنی عمل مخالف عذر کی جہت سے سنتوں کو ساقط نہیں کرتا چنانچہ کھانا کھا لینے سے ... جاتا ہے

تو اوسکے لیئے سنتون کو تاخیر کرسکتا ہی ولو انتظرھا لآخر الوقت لا تکون سنة وقیل تکون اور اگر سنتون کو موخر کیا آخر وقت تک تو وہ سنتین نہوگی اور ایک قول یہہ ہی کہ سنتین ہوجائینگی مترجم شامی نے کہا کہ قول آخر ہی صحیح تر ہی اسلیے کہ پہلا قول مبنی ہی اسپر کہ عمل مخالف کرنے سے سنتین ساقط ہوجاتی ہین اور صحیح یہی ہی کہ ساقط نہین ہوتین **فروع** مسایل متفرقہ شارح الاسفار بسنة الفجر افضل وقیل لا خوب چاندنی مین پڑہنا سنت فجر کا افضل ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ خوب روشنی مین پڑہنا افضل نہین بلکہ اول وقت پڑہنا افضل ہے مترجم شامی نے کہا کہ موید قول ثانی کا بحر الرائق کا قول ہی جو حلوانی سے منقول کہ فجر کی سنتین تین امر مین مخصوص ہین اول سورۂ کافرون اور اخلاص کا پڑہنا دوم اونکا اول وقت مین پڑہنا سوم اسلیے گھر پر یا مسجد کی دروازہ پر پڑہنا اور حدیث سے بہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب آپکو فجر معلوم ہوتی تہی تو اوٹھکر دو رکعتین ہلکی سی پڑہتے پہر داہنی کروٹ پر لیٹ رہتے یہان تک کہ موذن تکبیر کیلیے آپکی خدمت میں آتا اوسوقت آپ باہر نکلتے رواہ الشیخان ولو ادی السنن واتی بالمنذور فھو السنة وقیل لا نذر کیا سنتونکو پہر ادا کیا نذر کی نماز کو تو وہ سنت ہی ہوگی اور بعض فقہا نے کہا کہ سنت نہوگی مترجم نہر الفائق مین کہا کہ نذر کے سبب سے اوسکا سنت ہونا جاتا نرہیگا جیسے کوئی شخص ظہر کی سنتون کی نیت کرکے توڑدے پہر اونکو دوبارہ پڑہے تو وہ سنت ہی رہینگی گو توڑنے سے وجوب کا وصف زائد ہوجائیگا اسی طرح یہان وجوب نذر کے سبب سے ہوا ہی مگر واجب نہین کہ سنت نر ہین اراد النوافل بقید کونھا نم یصلیھا وقیل لا ارادہ کیا نوافل کا تو اونکو نذر کرلے پہر پڑہ لے اور ایک قول یہہ ہے کہ نذر نکرے مترجم نفل کی قید سے معلوم ہوا کہ سنتونکو نذر نکرے اور وجہ نذر کرنیکی یہہ ہی کہ نفلین جب نذر کی نماز ہوجائینگی تو اونکے پڑہنے سے واجب کا ثواب ملیگا اور قول راجح یہہ ہی کہ نذر نکرے اسلیے کہ نذر کے سبب سے عبادت مین ثقل اور نفس پر شاق ہونا پائیگا علاوہ اسکے مسلم کی حدیث مین نذر سے نہی وارد ہی کذا فی الشامی مختصرا ترک السنن ان راھا حقا اثم والا کفر ترک کیا سنتون کو اگر اونکو حق سمجہتا ہی تب تو ترک سے گناہگار ہوگا ورنہ کافر ہوجائیگا یعنی حقارت کی وجہ سے والافضل فی النفل غیر التراویح المنزل الا لخوف شغل عنھا والاصح افضلیة ما کان اخشع واخلص اور نماز نفل مین سوا تراویح کے بہتر ہی مکان پر پڑہنا مگر بوجہ مشغول ہوجانیکے اوس سے اور صحیح تر قول افضل ہونا اوس صورت کا ہی جسمین خشوع اور اخلاص زیادہ ہو مترجم بعد مکان پر بہتر ہونیکی یہہ ہی کہ صحیحین مین مروی ہی کہ بہتر نماز آدمی کی اوسکے گہر مین ہی سوا فرض نماز کے تو اسکی رعایت پر ضرور ہی ہان جسوقت خوف ہو کہ گہر پر اور کامون مین لگ جائیگا اور سنتین یا نفل چہوٹ جائینگی تو اس صورت مین بہتر ہی کہ مسجد مین پڑہے اور صحیح یہہ ہی کہ خشوع واخلاص اگر مسجد مین زیادہ ہوتا ہو تو وہان پڑہے ورنہ گہر پر پڑہے اور تراویح کو اسلیے استثنا کیا کہ وہ جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور جماعت مسجد مین ہوتی ہی اسیطرح تحیة المسجد اور نماز سورج گہن کی اور نوافل اعتکاف والے کی اس حکم سے مستثنی ہین کذا فی الشامی وندب رکعتان بعد الوضوء یعنی قبل الجفاف کما فی الشرنبلالیة عن المواھب اور مستحب ہین دو رکعتین بعد وضو کے یعنی قبل اعضا کے خشک ہونیکے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے ہی مترجم اور مثل وضو کی غسل کے بعد بہی دوگانہ مستحب ہے کذا فی الطحطاوی اور تحیة الوضو مین بہی سورۂ کافرون اور اخلاص مستحب ہی کذا فی الشامی وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتھا المختار بعد ربع النھار اور مستحب ہین چار رکعتین اور چار سے زیادہ چاشت مین قول صحیح پر طلوع کے بعد سے زوال تک اور اوسکا وقت مختار یعنی افضل پہر دن چڑہے کے بعد ہی وفی المنیة اقلھا رکعتان واکثرھا اثنا عشر واوسطھا ثمان وھو افضلھا کما فی الذخائر الاشرفیة لثبوته بفعله وقوله علیه الصلوۃ والسلام واما اکثرھا فبقوله فقط اور منیہ مین ہی کہ کمتر نماز چاشت دو رکعتین ہین چنانچہ بخاری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو ان دو رکعتونکی وصیت کی کذا فی الشامی اور زیادہ رکعتین چاشت کی بارہ ہین چنانچہ ترمذی اور نسائی مین بسند ضعیف مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بارہ رکعتین پڑہیگا اوسکے لیے اللہ تعالی جنت مین محل تیار کریگا کذا فی الشامی اور اوسط رکعتین چاشت کی آٹہ ہین اور وہی افضل ہین جیسا کہ ابن شحنہ کی ذخائر اشرفیہ مین ہے بسبب ثابت ہونے آٹہ رکعتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوسے اور اکثر رکعتون یعنی بارہ کا ثبوت تو صرف آپکے قول سے ہی فقط یعنی جو دونو سے ثابت ہو وہ اولی ہی بہ نسبت اوسکے جو ایک سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی وھذا لو صلی الاکثر بسلام واحد اما لو فصل فکل ما زاد افضل کما افادہ ابن حجر فی شرح البخاری اور یہہ آٹہ رکعتونکا افضل ہونا اوسصورت مین ہے کہ بارہ رکعتونکو ایک سلام سے پڑہے اور اگر جدا پڑہے گا تو جتنی زیادہ

پڑہیگا وہی افضل ہوگی چنانچہ ابن حجر مکی نے بہتیری شرحین افادہ کیا ہے ہم ابن حجر نے کہا ہے کہ اکثر اور فصل مین فرق او سیمین نہین ہوگا نہ اکثر ایک سلام سے پڑہے
اور اگر بعد اجد اپڑہیگا تو آٹھہ رکعتین مستحب ٹہیرینگی اور باقی نفلین ہوجائینگی تو ظاہر ہے کہ مستحب نفل صرف مستحب سے افضل ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ابن حجر کا کلام
ہمارے مذہب کے موافق نہین کیونکہ چار رکعتون سے زیادہ دن کی نفلونکو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے ومن المندوبات رکعتا السفر والقادم منه اور مستحبات
مین سے ہین دو رکعتین سفر کرنیکی اور سفر سے آنیکی ہم طبرانی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ کسی نے اپنے گھر والون مین دو رکعتون سے بہتر
نائب نہین چھوڑا جنکو وہ سفر کے ارادہ کے وقت اپنے گھر والون مین پڑہتا ہے اور مسلم مین کعب بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ
سفر سے دن ہی مین چاشت کیوقت تشریف لاتے تھے نہ رات مین اور آتے ہی مسجد مین قبل مرتجہ فرماتے اور دو رکعتین پڑہکر وہین بیٹھ جاتے کذا فی الشامی وصلوٰة
اللیل واقلها علی ما فی الجوهرة ثمان ولو جعله اثلاثا فالاوسط افضل ولو انصافا فالاخیر افضل اور مستحب ہے نماز تہجد اور اسکی کمتر رکعتین بموجب بیان
جوہرہ کے آٹھہ ہین اور اگر رات کے تین حصہ کرے تو بیچ کا حصہ تہجد کیلئے افضل ہے اور اگر آدہون آدہ کرے تو اخیر کی آدہی شب افضل ہے ہم جاننا چاہیے کہ نماز تہجد دن کی
نوافل سے افضل ہے اور اسکی فضیلت شریعت مین بہت کچھ وارد ہے چنانچہ مسلم مین مروی ہے کہ افضل نماز بعد فرض کے نماز تہجد ہے پھر اسمین اختلاف ہے کہ
نماز مذکور مستحب ہے یا سنت کیونکہ قولی دلیلون سے تو مستحب معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسپر مواظبت فرمائی اسکی رو سے سنت معلوم ہوتی
ہے شامی نے بڑی گفتگو کے بعد کہا کہ تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرض تھا اور ہمارے حق مین سنت معلوم ہوتا ہے اور اسیوجہ سے حلیہ مین کہا کہ
اشبہ یہہ ہے کہ تہجد سنت ہے پھر اسکی رکعتون کی تعداد مین اختلاف ہے نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث مین مروی ہے کہ جو کوئی رات سے جاگے اور اپنے گھر
والی کو جگاوے پھر دونو دو رکعتین پڑہین تو وہ دونو اللہ کے بہت ذکر کرنیوالون مین لکھے جاوینگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل تہجد دو رکعتین ہین اور ابوداؤد
کی حدیث مین معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقل تہجد چار رکعتین تہین اور حاوی قدسی مین ہے کہ آپ کا اقل تہجد دو رکعتین تہین اور زیادہ آٹھہ
رکعتین شامی نے کہا کہ اس صورت مین یون کہنا چاہیے کہ کمتر تعداد تہجد کی دو رکعتین ہین اور اوسط چار ہین اور اکثر آٹھہ ہین پھر اگر نمازی یہہ چاہے کہ ایک تہائی
شب کی جاگے اور دو تہائی سوے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی مین جاگے اور اگر نصف شب جاگے تو آخر نصف مین جاگے اور بہتر یہہ ہے کہ رات کے چھہ حصہ کرکے پہلے تین
حصہ مین سوے اور چوتھے اور پانچوین مین جاگے اور چھٹے مین سووے کیونکہ صحیحین مین مروی ہے کہ اللہ تعالی کو سب نمازون سے محبوب حضرت داؤد کی نماز ہے کہ وہ آدہی رات سوتے
پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے کذا فی الحلیہ واحیاء لیلتی العیدین والنصف من شعبان والعشر الاخیر من رمضان والاول من ذی الحجة
وتکون بکل عبادة تعم اللیل او اکثره اور مستحب ہے جاگنا عید فطر اور عید قربان کی دو راتونکا اور مستحب ہے جاگنا پندرہوین شب شعبان کا اور مستحب ہے جاگنا
دس راتون اخیر رمضان المبارک کا اور دس راتون پہلی ماہ ذی الحجہ کا اور ہووے ہر رات مین عبادت کہ عام ہو تمام رات کو یا اکثر شب کو ہم یعنی جاگنا وہ معتبر
ہے جسمین تمام شب یا اکثر شب عبادت عام ہو سے کہ نماز نفل پڑہے یا تلاوت قرآن کرے یا ذکر و تسبیح یا درود کا ورد کرے یا حدیث پڑھے یا سنے اور حضرت ابن عباس
سے مروی ہے کہ جو کوئی نماز عشا پڑہے اور اسکی نیت یہہ ہو کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑہونگا تو اسکو شب بیداری کا ثواب ملے گا کذا
فی الشامی ومنها رکعتا الاستخارة اور مستحبات سے ہین دو رکعتین استخارہ کی ہم یعنی جب کوئی امر مہم پیش آوے اور اوسکے کرنے اور نکرنے مین
متردد ہو تو چاہیے کہ دو رکعتین نفل پڑہے اور پھر دعاء استخارہ پڑہے اللهم انی استخیرک الخ چنانچہ دعاء مذکور کتاب الحج کے حاشیہ پر ہمنے لکھدی ہے اور مستحب ہے اس
دعا کے اول و آخر مین حمد و صلوٰة کا پڑہنا اور بہتر ہے کہ اول رکعت مین سورہ کافرون پڑہے اور دوسری مین اخلاص اور ایک بزرگ سے منقول ہے کہ پہلی
رکعت مین یہہ بھی پڑہے وربک یخلق ما یشاء ویختار ... یعلنون تک اور دوسری مین وما کان لمؤمن ولا مؤمنة آخر آیت تک اور چاہیے کہ سات بار اس عمل
کو کرے پھر بعد اسکے جو بات اوسکے دل مین آوے اوسی پر کاربند ہو کہ خیر اوسی مین ہے اور شرح شرعہ مین ہے کہ دعاء استخارہ کے بعد باطہارت قبلہ رخ سو رہے
پس اگر خواب مین سفیدی یا سبزی دیکہے تو اوس کام کو کرے کہ اچھا ہے اور اگر سیاہی یا سرخی دیکہے تو نکرے کہ برا ہے کذا فی الشامی واربع صلوٰة التسبیح بثلثمائة تسبیحة
وفضلها عظیم اور مستحب ہین چار رکعتین صلوٰة التسبیح کی تین سو تسبیح کیساتھہ اور ثواب اسکا بہت ہے ہم صلوٰة التسبیح پڑہنے کے طور احادیث سے ثابت ہین اول جو ترمذی مین بروایت

ف نماز تہجد کی تحقیق

ملہ یعنی سورہ قصص کے ساتوین رکوع کی آٹھوین اور نوین آیت

ملہ یعنی بائیسوین پارہ ... دوسری رکوع کی ... آیت

عبد اللہ بن مبارک کی مروی ہی یہہ ہو کہ قبل الحمد کے پندرہ بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے اور بعد سورہ ملانیکے دس بار پھر رکوع میں دس بار
پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار اسیطرح چاروں رکعتوں میں پچہتر پچہتر بار پڑہے تو کل تین سو تسبیح
ہو جائینگی اور حضرت ابن عباس سے اسطرح مروی ہے کہ الحمد وسورہ کے بعد پندرہ بار رکوع میں دس بار قومہ میں دس بار سجدۂ اولی اور جلسہ اور سجدۂ دوم میں
دس دس بار بعد سجدۂ دوم کے دس بار کہکر دوسری رکعت کو اوٹھے پس دونو طور میں اتنا فرق ہی کہ اول میں صرف قیام میں پچیس بار کہنا ہوتا ہی پندرہ بار
قراءت سے پیشتر اور دس بار قراءت کے بعد اور دوسرے میں قیام میں پندرہ بار بعد قراءت کے ہی اور دس بار بعد سجدۂ دوم کے اور چونکہ حنفی بعد سجدۂ دوم کے بیٹھا کرتے
نہیں اسلئے شرح منیہ اور قنیہ میں اول ہی روایت کو اختیار کیا ہی کہ اوسمین حاجت دوسرے سجدہ کے بعد جلسہ کی نہیں پڑتی مگر جب معلوم ہو گیا کہ دونو طور
حدیث سے ثابت ہیں تو مناسب یہہ ہے کہ کبہی اسطرح پڑہے کبہی اوسطرح اب کئی باتیں اور قابل سننے کے ہیں اول یہہ کہ حضرت ابن عباس سے سوال ہوا کہ اس نماز کے
لئے کچہہ سورتیں معین آپکو معلوم ہیں تو فرمایا کہ اول میں الہاکم التکاثر دوسری میں سورۂ عصر تیسری میں کافرون چوتہی میں اخلاص دوم یہہ کہ اس نماز کا
وقت کوئی معین نہیں سوای اوقات مکروہہ کے جب چاہے پڑہے لیکن فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے نقل کیا ہی کہ ظہر سے پیشتر پڑہے سوم اس نماز میں اگر سہو
ہو جاوے تو سجدہ سہو کے بعد یہہ تسبیح کا پڑہنا ضرور نہیں ہاں اگر کسی جگہہ خود تسبیح کو بہول جاوے تو دوسرے تسبیح رکن میں اوسکو پڑہ لے مثلا رکوع میں
بہول جاوے تو قومہ میں نہ پڑہے کہ چہوٹا رکن ہی بلکہ سجدۂ اول میں بیس بار پڑہے تاکہ شمار ہر رکعت میں پچہتر ہو جاوے چہارم یہہ کہ رکوع اور سجدہ میں اول
سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے اوسکے بعد اسکی تسبیح پڑہے پنجم یہہ کہ شمار تسبیحات کا اونگلیوں پر نکرے بلکہ دل میں گنتا جاوے یا اونگلی کے
پوروں کو دباتا جاوے ششم اس نماز کی التحیات کے بعد قبل سلام کے یہہ دعا پڑہے (اللھم انی اسألك توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحة
اھل التوبة وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیة وطلب اھل الرغبة وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافك اللھم انی
اسألك مخافة تحجزنی عن معاصیك حتی اعمل بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتی اناصحك بالتوبة خوفا منك وحتی اخلص لك النصیحة حبا لك
وحتی اتوكل علیك فی الامور حسن ظن بك سبحان خالق النور) ہفتم اسکی تسبیح میں ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم بہی ملا لینا چاہیے کہ اس سے ثواب
بہت ہوتا ہی ہشتم اسکی حدیث میں اگرچہ بعض طرق ضعیف ہیں مگر کثرت طرق سے درجہ حسن کو پہونچ گئی ہی اور بہت صحابہ نے اسکو روایت کیا ہی نہم شارح
جو کہا کہ اسکا ثواب بہت ہی یہہ اس وجہہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا کہ اگر تم اسکو پڑہوگے تو اللہ تعالی تمہارے گناہ پہلے
اور پچہلے اور پرانے اور نئے دانستہ اور نادانستہ چہوٹے اور بڑے پوشیدہ اور ظاہر سب بخشدیگا اور آخر کو فرمایا کہ اگر تمہارے گناہ کف سمندر کے برابر ہونگے
تو اللہ تعالی معاف فرمائیگا کذا فی الشامی بتصرف واربع صلوة الحاجة وقیل رکعتان وفی الحاوی انها اثنا عشر بسلام واحد وبسطناه فی
الخزائن اور مستحب ہیں چار رکعتیں نماز حاجت کی اور ایک قول یہہ ہی کہ دو رکعتیں ہیں اور حاوی میں ہے کہ بارہ رکعتیں ہیں ایک سلام سے اور شرح
بیان کیا ہی منے اسکو خزائن الاسرار میں ہم تجنیس اور ملتقط اور خزانة الفتاوی وغیرہ میں نماز حاجت کی چار رکعتیں لکہی ہیں بلکہ تجنیس میں یہہ بہی نقل کیا ہی
کہ اونکو بعد عشاء کے پڑہے اور اول رکعت میں بعد الحمد کے آیة الکرسی تین بار اور باقی رکعتوں میں الحمد اور اخلاص اور معوذتین ایک ایک بار
پڑہے اور اس باب میں ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے اور شرح منیہ میں مذکور ہے کہ نماز حاجت کی دو رکعتیں ہیں چنانچہ ترمذی میں عبد اللہ بن
ابی اوفے سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو کوئی حاجت خدا تعالی سے یا کسی بندہ سے ہو تو چاہیے کہ اچہی طرح وضو
کرے پھر دوگانہ نماز پڑہے پھر اللہ تعالی کی ثنا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہے پھر یہہ دعا کرے (لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب
العرش العظیم الحمد للہ رب العلمین اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنیمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لی
ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هی لك رضا الا قضیتها یا ارحم الراحمین) انشاء اللہ تعالی حاجت روا ہوگی اگر کوئی کہے کہ نماز استخارہ بہی تو حاجت
ہی کے لئے ہی پہر اس میں اور اسمیں کیا فرق ہی تو اسکا جواب نہر الفائق میں یہہ لکہا ہی کہ استخارہ حاجت آئندہ کے لئے ہی اور یہہ نماز حاجت موجودہ کے لئے شامی نے کہا کہ بارہ رکعتوں کی روایت میں

تتمہ حاشیہ صفحہ ۳۱۲ سبب تیرے عیب مین نہ رد کر ... عالم یہ بخشے دو زبہت ... وہ ... جو موجب ... تیری رحمت کی ... جس سے مروری ... تیری معونت ... ہون غنیمت ... اور سلامتی ہر ... چہوڑ تو ... کوئی ... تو ... اوسکو ... حاجت جو تیری ... ہو ... تو اوسکو ... ارحم ...

کلام ہو وتفرض القراءة عملاً فی رکعتی الفرض مطلقاً اما تعیین الاولیین فواجب علی المشہور اور فرض عملی ہی قرارت فرض کی دو رکعتون مین کوئی
سی دو ہون اول کی یا آخر کی اور معین کرنا دو اول کی رکعتون کا واجب ہی مذہب مشہور کی بموجب ہم فرض عملی سے یعنی اعتقادی نہین کہ اوس کا
منکر کافر ہو بلکہ شدت سی گناہگار ہوتا ہی کیونکہ فرض عملی واجب کی اعلے قسم ہے کذا فی النہر اور مشہور کی قید اسلیئے لگائی کہ وہ قول نکل جاسکے
جسمین اول دوگانہ مین فرض کہا ہی یا بعضون نے فضل بیان کیا ہی کذا فی الشامی وکل النفل للمنفرد لان کل شفع صلوة علی حدة لا سیما الرباعیة
المؤکدة فقد تأمل اور فرض عملی ہے قرارت نماز نفل کی ہر رکعت مین منفرد یعنی غیر مقتدی کے حق مین اسلیئے کہ نفل کا ہر شفعہ علیحدہ نماز ہی لیکن یہہ مسئلہ
شامل نہین چار رکعت والی سنتون موکدہ کو پس تامل کر کہ نہ شامل ہونیکی وجہ یہہ ہی کہ پہلے بیان ہو چکا کہ اونکے قعدہ اولے مین درود نہ پڑھے اور
تیسری رکعت مین ثنا و استفتاح نہ پڑھی اور تامل سے اشارہ ہی جواب کا جو شارح نے پہلے لکھا ہی کہ سنن موکدہ بسبب موکد ہونیکے مشابہ فرض ہین
تو ان مین دونون رعایتین کی گئین قرارت کا فرض ہونا ہر رکعت مین بسبب نفل ہونیکے ہی اور درود نہ پڑھنا اور دعا کا نہ پڑھنا بسبب مشابہت فرض کے
ہی کذا فی الشامی وفی کل الوتر احتیاطاً اور فرض عملی ہی قرارت وتر کی ہر رکعت مین احتیاط کی رو سے چنانچہ پیشتر گذرا ولزم نفل شرع فیہ بتکبیرة الاحرام او بقیام لثالثة
شروعاً صحیحاً قصداً اور لازم ہو جاتی ہی وہ نفل جسکو شروع کیا ہو تکبیر تحریمہ سی یا ایک دوگانہ پورا کر کے تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو یعنی شروع کیا ہو صحیح طور پر قصداً
صحیح شروع سے وہ صورت نکل گئی جسمین شروع فاسد ہو جیسے امی اور عورت کے پیچھے شروع کرنا اور قصداً سے وہ صورت نکل گئی کہ شروع گمان سے کیا ہو مثلاً اس گمان سے
کہ میرے ذمہ فرض ظہر ہین نیت فرض کی کی پہر یاد آیا کہ پڑھ چکا ہون تو یہہ نماز نفل ہو جائیگی جو قصداً شروع نہین ہوی کذا فی الشامی حاصل یہہ کہ شروع صحیح قصداً
بعد اگر نماز فاسد ہو جائیگی تو اوسکی قضا لازم ہوگی الا اذا شرع متنفلاً خلف مفترض ثم قطعه واقتدی ناویاً ذلک الفرض بعد تذکره او تطوع آخر
قضا لازم نہوگی جبکہ شروع کیا نفل پڑھنی کو پیچہے فرض پڑھنے والے کے پہر نفل کو توڑ کر اوسی فرض کی نیت سے اقتدا کیا بعد اوس فرض کے یاد آنیکے یا دوسری نفل کی نیت سے اقتدا کیا ہم پہلے مسئلہ کی تصویر
یہہ ہی کہ ایک شخص نے اتفاقاً یہہ کہ مثلاً فرض ظہر پڑھ چکا ہوا امام کا اقتدا بہ نیت نفل کیا پہر یاد آیا کہ ظہر نہین پڑہا تو نفل کو توڑ کر فرض ظہر کی نیت سے اقتدا کر لیا تو ہم نفل کی قضا لازم
نہوگی اسیطرح اگر بدون فرض کے یاد آنیکے نفل کو توڑ کر دوسری نفل سے اقتدا کریگا تب بھی قضا لازم نہوگی اسلیئے کہ اوسکی نیت ادا و نماز کی امام کے ساتھ ... تو نہیں ... کنز ... الشامی او فی صلوة
ظانٍ یا قضا لازم نہوگی جبکہ اقتدا کری نماز کا گمان کرنیوالیکی پیچہے ہم صورت اوسکی یہہ کہ ایک شخص نے مثلاً عشا کی فرض پڑھنی چاہی اس گمان سے کہ مینے نہین پڑہی ... آنحضرت
اقتدا بہ نیت نفل کیا پہر امام کو یاد آیا کہ عشا اوسکے ذمہ نہین اور نماز کو توڑ دیا تو نہ امام پر قضا ہے اور نہ اوسکے مقتدی پر شامی نے کہا کہ بحرالرائق مین ... صورت ... تقید ...
تو شاید اس مسئلہ مین ... ہین او امی او امرأة او محدث یا قضا لازم نہوگی امی یا عورت یا بیوضو کے اقتدا کرنے مین مسئلہ ... نماز کا صحیح ...
... کہا کہ امی کے پیچہے اقتدا مین ... شامی اسلیئے کہ ... شروع صحیح ہوتا ہی اور قرارت کا وقت آنے پر نماز فاسد ہوتی ہی ...
فیبقی فاسداً فی الحال ... الفساد لزومها القضاء مراد یہہ ... مقتدی نے نفل کو بطور ... ترک کرنیکی فاسد کر دی تب قضا لازم نہوگی ... اگر مقتدی ...
... پہر قصداً فاسد کیا تو اوسکو قضا لازم ہوگی ... صورت ... سے تعلق ہی جسمین اقتدا گمان والیکی پیچہے مذکور ہی اور عورت اور امی ... الشامی ...
... علی الظاہر ... نفل شروع ہی لازم ہو ... امام ... مثلاً ...
... لا بغیر علیه ... مصلیه ... پس اگر ... نفل کو فاسد کریگا تو حرام ہوگا ...
... سے ... اختیار ... نماز مین ... اور نماز ... والی ...
... والی ... سے ہو جاوے ... فساد عمل مین ... اختیار نہین ... لازم ہے اسی طرح اگر ... کے باعث خود
فاسد کریگا تب بھی قضا واجب ہوگی کذا فی الشامی واعلم ان ما یوجب علی العبد بالتزامه نوعان ما یجب بالقول وهو النذر
وسببه ... وما یجب ... الذی ... وهو الشروع فی النوافل وجمعهما قوله اور جاننا چاہیی کہ بندہ پر جو چیز اوسکے لازم کرنے سے واجب ہوتی ہی دو
قسم ہی ایک وہ کہ قول سے واجب ہو وہ نذر ہی ... حکم آگے آویگا اور ایک وہ ہی کہ فعل سے واجب ہو اور وہ شروع کرنا ہی نفل ...

اور شارح کا قول اون نوافل کو جمع کرتا ہے جو شروع کرنیسے واجب ہوجاتی ہین سے مِنَ النَّوَافِلِ سَبْعٌ یَلْزَمُ الشَّارِعُ + اَخَذْتُ لِذٰلِكَ مَا قَالَهُ الشَّارِحُ صَوْمٌ صَلٰوۃٌ طَوَافٌ حَجَّۃٌ رَابِعٌ + عُكُوْفُهٗ عُمْرَۃٌ اِحْرَامُهُ السَّابِعُ + نفلون مین سے سات ہین جو شروع کرنیوالیکو لازم ہوجاتی ہین یہہ حاصل ہوا ہے اُس قول سے کہ فرمایا ہے اُسکو شریعت مقرر کرنیوالے علیہ الصلوۃ والسلام نے اول نماز نفل دوم روزہ نفل سوم طواف نفل چہارم حج نفل پنجم اعتکاف کرنا نفل کا ششم عمرہ نفل ہفتم احرام نفل ہم طواف شروع کرنیسے سات پہیری پورے کرنے لازم ہونگے اور اعتکاف کی صورت اوس وقت ہوسکتی ہے جب اوسکی اقل ایکدن ہو یعنی جن لوگون کے نزدیک اعتکاف مین روزہ شرط ہے اونکے نزدیک تمام دن اقل مدت ہوگا اور قول راجح یہہ ہے کہ اعتکاف مین روزہ شرط نہین تو اقل اعتکاف ایک ساعت کا ہوگا اس صورت مین قضا لازم نہوگی کیونکہ شروع اعتکاف مین جسقدر دیر لگیگی اسقدر سے اعتکاف ادا ہوجاویگا ہان فتح القدیر مین ہے کہ عشرہ رمضان کا اعتکاف شروع کرنیسے لازم ہوجاتا ہے تو اس مسئلہ کو اوسپر محمول کرسکتے ہین اور احرام کی صورت یہہ ہے کہ بدون تعیین حج یا عمرہ کے احرام شروع کرے تو صحیح ہوگا اور لازم ہوجائیگا پہر اُسکو اختیار ہے کہ حج یا عمرہ مین سے جسکے لئے چاہے اُسکو کرلے کذا فی الشامی وَقَضٰی رَكْعَتَيْنِ لَوْ نَوٰی اَرْبَعًا غَيْرَ مُؤَكَّدَۃٍ عَلَی اخْتِيَارِ الْحَلَبِيِّ وَغَيْرِهٖ وَنَقَضَ فِيْ خِلَالِ الشَّفْعِ الْاَوَّلِ اَوِ الثَّانِيْ اَيْ وَتَشَهَّدَ لِلْاَوَّلِ وَاِلَّا يُفْسِدِ الْكُلَّ اتِّفَاقًا اور قضا کرے دو رکعتین اگر نیت چار رکعتون غیر موکدہ کی کی ہو بموجب اختیار حلبی وغیرہ کے اور توڑ دے نماز کو اول دوگانہ کے درمیان یا دوسرے کے شارح نے کہا کہ دوسرے مین توڑنے کی یہہ شرط ہے کہ دوگانہ اول کا تشہد پڑھ لیا ہو یعنی بقدر تشہد بیٹھ لیا ہو ورنہ دونو دوگانے فاسد ہوجائینگے بالاتفاق اس لیے کہ دوگانہ اول اوسوقت صحیح ہوتا کہ اوس کا قاعدہ پایا جاتا کذا فی الشامی حلبی نے کہا کہ یہہ حکم غیر موکدہ نفلون کا ہے اور اگر موکدہ سنتون مین سے چار رکعت والی کی نیت کرکے اول یا دوم دوگانہ کو توڑ دیگا تو بالاتفاق چار رکعتین قضا کرے کیونکہ وہ ایک ہی سلام سے شروع ہین اور اوسکے دونو دوگانون کو حکم ایک ہی نماز کا ہے اور درمیان کی قید اسلیئے لگائی ہے کہ آخر قعدہ پر اگر توڑیگا تو کچھ لازم نہوگا وَالْاَصْلُ اَنَّ كُلَّ شَفْعٍ صَلٰوۃٌ اِلَّا بِعَارِضٍ اِقْتِدَاءٍ وَنَذْرٍ اَوْ تَرْكِ قُعُوْدٍ اَوَّلٍ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ہر دوگانہ نفل کا نماز علیحدہ ہے مگر بسبب عارضہ اقتدا یا نذر یا چہوڑ نے قعدۂ اولی کے یعنی ان تین صورتونمین ہر دوگانہ جدا نہین چارونکا ایک حکم ہے اقتدا کی صورت یہہ ہے کہ مثلاً ظہر کے پڑہنیوالے کے پیچہے نیت نفل کی کرکے توڑ دے تو چار رکعتین قضا کرنی چاہیین کذا فی الشامی كَمَا يَقْضِيْ رَكْعَتَيْنِ لَوْ تَرَكَ الْقِرَاءَۃَ فِيْ شَفْعَيْهِ اَوْ تَرَكَهَا فِي الْاَوَّلِ فَقَطْ اَوِ الثَّانِيْ اَوْ اِحْدٰی رَكْعَتَيِ الثَّانِيْ اَوْ اِحْدٰی رَكْعَتَيِ الْاَوَّلِ اَوِ الْاَوَّلِ وَاِحْدَی الثَّانِيْ لَا غَيْرُ لِاَنَّ الْاَوَّلَ لَمَّا بَطَلَ لَمْ يَصِحَّ بِنَاءُ الثَّانِيْ عَلَيْهِ فَهٰذِهٖ سِتُّ صُوَرٍ لِلُزُوْمِ رَكْعَتَيْنِ جیسے دو رکعتین قضا کرے اگر قراءت ترک کرے نفل کے دونو دوگانون مین یا قراءت ترک کرے صرف اول کے دوگانہ مین یا دوسرے دوگانہ مین یا دوسرے کی ایک رکعت مین یا پہلے کی ایک رکعت مین یا پہلے دوگانہ مین اور دوسرے کی ایک رکعت مین نہ انکے سوا اور صورتونمین ان صورتونمین قضا دو رکعتین اسلیئے ہوئی کہ اول دوگانہ جب باطل ہوگیا تو دوسرے دوگانہ کا بنا کرنا اوسپر درست نہوا تو یہہ چہہ صورتین ہین دو رکعتون کے لازم ہونیکی وَقَضٰی اَرْبَعًا فِيْ سِتِّ صُوَرٍ لَوْ تَرَكَ الْقِرَاءَۃَ فِيْ اِحْدٰی كُلِّ شَفْعٍ اَوْ فِي الثَّانِيْ وَاِحْدَی الْاَوَّلِ وَبِصُوَرِ الْقِرَاءَۃِ فِيْ الْكُلِّ تَبْلُغُ سِتَّۃَ عَشَرَ اور قضا کرے چار رکعتین چہہ صورتونمین اگر ترک کرے قراءت کو ہر دوگانہ کی ایک ایک رکعت مین یا دوسرے دوگانہ مین مع ایک رکعت اول کے اور ہر رکعت مین قراءت کی صورت ملانے سے سولہ صورتین ہوجاتی ہین ہم ان صورتون کا نام مسائل ثمانیہ ہے جن مین سے چہہ مین قضا دو رکعتون کی لازم آتی ہے اور دو مین قضا چار کی چنانچہ ماتن نے انہین آٹہہ کو ذکر کیا ہے اگرچہ صورتین حقیقت مین بموجب تقسیم عقلی کے نو ہین اور دو صورتین چہہ کو حاوی ہین اس حساب سے کل صورتین پندرہ ہوئین اور اگر چارون رکعتون مین قراءت پڑہنے کی صورت بہی ملا لیجائے تو سولہ ہونگی مگر اس صورت اخیر مین قضا لازم نہین قضا لازم ہونیکی پندرہ ہی صورتین ہین اور مزید توضیح کے لیئے ہم اس کا نقشہ لکہے دیتے ہین چار رکعتون کے لیئے چار خانے مقرر کرکے قراءت کی جلہہ ق اور ترک قراءت کی جگہہ صفر دینگے اور ترتیب یہی رکہتے ہین جو شارح اور ماتن نے اختیار کی ہے اور ایک خانہ کیفیت کا لکہتے ہین کہ قضا دو کی چاہئے یا چار کی اور اسکی تفصیل شرح شامی مین ہے جو چاہے اوسکو ملاحظہ کرے لکن یَبْقٰی مَا اِذَا لَمْ یَقْعُدْ لیکن وہ صورت باقی رہی جسمین نمازی نے قعدہ

رکعت اول	دوم	سوم	چہارم	کیفیت
٠	٠	٠	٠	دو رکعتین لازم ہونگی
٠	٠	ق	ق	"

نہ کیا امام اوسکی صورت یہہ ہی کہ اول دوگانہ کی دونو رکعتون مین قراءت نہ پڑہی اور پہلا قعدہ بہی نکیا اور دوسرے دوگانہ کو فاسد کردیا اس کا حکم یہہ ہی کہ چار رکعتین قضا کرے جیسا کہ فی النہر او قعد ولم یقرأ لثالثۃ یا بیٹہا اور تیسری رکعت کیلئے نہ اوٹہا امام اسکی صورت یہہ ہی کہ دوگانہ اول مین قراءت ترک کی اور قعدۂ اولے کیلئے بیٹہا اور تیسرے کے لیئے نہ اوٹہا تو اسمین صرف دو رکعتین قضا کرے کذا فی النہر او قام ولم یقیدہا بسجدۃ او قیدہا فتنبہ ومبنی المتداخل یا تیسری کے لیئے اوٹہا اور اوسکو سجدے سے مقید نکیا یا مقید کیا سجدے سے پس خبردار ہو اور متداخل صورتونکو تمیز کرو یعنی پہلے دوگانہ قراءت ترک کرکے تیسری رکعت پہلی سجدہ کرنیسے فاسد کردی یا بعد سجدہ کرنیکے فاسد کی تو اسکا حکم یہہ ہی کہ طرفین کے نزدیک دو رکعتین قضا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چار کذا فی النہر متداخل سے مراد وہ صورتین ہین جو ظاہر مین مختلف ہین اور انکا حکم متحد ہے چنانچہ ماتن نے متداخل کو ملا کر آٹہہ صورتین لکہی ہین حالانکہ واقع مین سولہ ہین وحکم مؤتم لو فی تشہد کامام اور حکم مقتدی کا اگرچہ تشہد مین اقتدا کیا مثل امام کے ہی یعنی اگر امام چار رکعت والی نفل پڑہتا ہو اور اوسکی کسی نے اقتدا کیا تو جن صورتون مین امام کو چار کی قضا لازم آویگی مقتدی کو بہی چار کی لازم ہونگی گو اوسنے اقتدا تشہد مین کیا ہو ولا قضاء لو نوی اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض لانہ لم یشرع فی الثانی اور نہین قضا اگر نیت کی چار رکعتونکی اور بیٹہا مقدار تشہد کے پہر توڑ دیا نماز کو اس لیئے کہ اوسنے شروع نہین کیا دوسرے دوگانہ کو اور پہلا تمام ہوچکا او شرع فی فرض ظانا انہ علیہ فذکر اداءہ لانقلب نفلا غیر مضمون لانہ شرع مسقطا لا ملتزما یا قضا نہین اگر شروع کیا فرض کو اس گمان سے کہ فرض مذکور اوسکے ذمے ہی پہر یاد آیا اوسکا ادا کرنا تو یہہ فرض نفل ہوجائیگا بدون قضا لازم آنیکے درصورت فاسد کرنیکے اسلیئے کہ اوسنے نماز کو شروع کیا تہا اپنے اوپر فرض ساقط کرنیکو نہ دوسری نماز اپنے ذمے لینیکو او صلی اربعا فاکثر ولم یقعد بینہما استحسانا لانہ بقیامہ جعلہا صلوۃ واحدۃ فتکون واجبۃ والخاتمۃ ہی الفریضۃ یا قضا نہین اگر پڑہین چار رکعتین یا زیادہ یعنی چہہ یا آٹہہ اور بیچ مین نہ بیٹہا قضا نہین استحسان کی وجہ سے اسلیئے کہ نماز بیچ کہڑے ہوجانیسے ہر دوگانہ کو جدا نرکہا بلکہ ایک نماز کردیا تو قعدہ اولے واجب ہوگیا اور آخر کا قعدہ فرض ٹہیرا امام یعنی قیاس کی رو سے شفع اول فاسد ہونا چاہیئے کیونکہ ہر دوگانہ نماز جدا ہی تو دوگانہ کے بعد کا قعدہ فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز نہین ہوتی مگر جب یہہ دوگانہ کے بعد پہر کہڑا ہوگیا تو اوسنے سب نماز کو ایک کردیا اسلیئے بیچ کا قعدہ استحسانا فرضونکے قعدہ کیطرح واجب ہوگیا اور اخیر قعدہ فرض ٹہیرا وفی الترشیح صلی الف رکعۃ ولم یقعد الا فی اخرہا صح خلافا لمحمد ویسجد للسہو ولا یثنی ولا یتعوذ فلیحفظ اور ترشیح مین ہے کہ نماز پڑہی ہزار رکعتین اور نہ بیٹہا مگر سب سے آخر مین تو صحیح ہونگی بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک قعدہ ترک کرنیسے شفع باطل ہوجاتا ہی اور سجدۂ سہو کرے بسبب ترک واجب یعنی بیچ کے قعدہ کے اور دعا استفتاح اور اعوذ نہ پڑہے کسی دوگانہ کی شروع مین کیونکہ یہہ دونو ابتداء نماز مین ہوتی ہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے تنبیہ ایک نسخہ مین بجای ترشیح کی تنشریح بتقدیم شین لکہا ہی اور ایک نسخہ مین توشیح ہوا ہے شامی نے کہا کہ دوسرا زیادہ مشہور ہی یہہ کتاب شرح ہدایہ کی ہی تالیف سراج ہندی کی ویتنفل مع قدرتہ علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراہۃ فی الاصح کعکسہ بحر وفیہ اجر غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصف الا بعذر اور نفل پڑہے بیٹہکر باوجود قدرت اپنی کے قیام پر نہ نفل پڑہے لیٹ کر مگر عذر سے لیٹ کر بہی پڑہے نفل بیٹہکر پڑہے وقت ابتدا کرنیکے اسیطرح وقت بنا کرنیکے بعد شروع کے یعنی شروع دوگانہ کہڑا ہوکر کرے اور تمام بیٹہکر کرے بدون کراہت کے صحیح تر قول مین مثل اوسکے عکس کے یعنی بیٹہکر دوگانہ نفل کو شروع کرنا اور کہڑا ہوکر تمام کرنا جائز ہی بلا کراہت کذا فی البحر اور بیٹہکر نفل پڑہنے مین ثواب اور لوگونکا سوای آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آدہا ہوتا ہی مگر عذر کی جہت سے آدہا نہین ہوتا بلکہ پورا ثواب ہوتا ہی فی الاصح ہی بلاکراہت کیطرف اور اسکا مقابل درر اور رقایہ وغیرہ کا قول ہی کہ اونہون نے کراہت پر یقین کیا ہی بنا کیعور مین بسبب خلاف صاحبین کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ...

״	·	·	ق	ق
״	·	ق	ق	ق
״	ق	·	ق	ق
״	ق	ق	·	ق
״	ق	ق	ق	·
״	·	ق	·	·
״	ق	·	·	·
چار کی قضا لازم ہوگی	·	ق	·	ق
״	ق	·	ق	·
״	ق	·	·	ق
״	·	ق	ق	·
״	·	·	·	ق
״	·	·	ق	·
چاروں صحیح ہونگی	ق	ق	ق	ق

ہستثنا کیا کہ آپ کا ثواب قیام اور قعود مین یکسان ہے بسبب آپ کی شرافت کے کذا فی الطحاوی ولا یصلی بعد صلوٰۃ مع ضمنہ مثلہا فی القراءۃ او فی الجماعۃ اور نماز ہی نہ پڑہی بعد فرض نماز کے ایسی نماز کہ مثل ہو نماز سابق کی قراءت مین یا جماعت مین ہم ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رض سے یہہ الفاظ روایت کئے ہین لا یصلی بعد صلوٰۃ مثلہا یعنی نہ پڑہی جاوے بعد نماز کے کوئی نماز مثل اسکی اور ظاہر کلام امام محمد کا یہہ ہے کہ یہہ حدیث مرفوع ہے اور چونکہ ظاہر حدیث جا مراد نہین کیونکہ صبح کی اور ظہر کی نماز اسیطرح پڑہی جاتی ہے کہ اوسکے پیشتر ویسی ہی سنتین ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اس حدیث کو کسی خاص معنی پر حمل کیا جاوے یعنی مثل ہونا مطلقا مراد نہین بلکہ قراءت یا جماعت مین مثل ہونا مراد ہے تو اگر ظہر کے بعد چار سنتین اسطرح پڑہی کہ اول کی دو مین قراءت پڑہی اور دوسری دوگانہ کو خالی مثل فرض کے تو یہہ نماز مکروہ ہوگی اسیطرح دوسری بار جماعت سے پڑہنا ایکہی نماز کا مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا تعاد عند توہم الفساد للنھی اور نہ دہرائی جاوے نماز وقتیہ وہم ہونے فساد کے بسبب ممانعت کے ہم یعنی اگر ایکبار نماز پڑہلی پہر وسوسہ کے باعث شبہہ ہوگیا کہ یہہ نماز فاسد ہوئی تو اس نماز کا اعادہ کرنا مکروہ ہے ہان اگر خلل نماز کا ثابت ہو مثلا کوئی واجب چہوٹ گیا تو سہو مین اعادہ واجب ہے اور نہی سے مراد وہی حدیث ہے جو اوپر گذری کذا فی الشامی وما نقل ان الامام قضی صلوٰۃ عمرہ فان صح نقول کان یصلی المغرب والوتر اربعا بثلاث قعدات اور یہہ جو نقل کیا گیا ہے کہ امام اعظم رح نے اپنی عمر کی نماز قضا کی تو اگر یہہ نقل صحیح ہے تو ہم کہتے ہین کہ امام صاحب مغرب اور وتر کو چار رکعتین تین قعدون سے پڑہا کرتے تہے ہم یہہ جواب ہے ایک سوال کا تقریر سوال یہہ ہے کہ امام صاحب کا نماز عمر کو قضا کرنا حدیث مذکور کے مخالف ہے اسلئے کہ ایسا تو ہوا نہو گا کہ امام صاحب نے اپنی سب پیشتر کی نمازون مین کوئی واجب چہوڑ دیا ہو یا کسی مکروہ کے مرتکب ہوئے ہون تاکہ اعادہ اونکا واجب ہو جاوے بلکہ غالبا اون کی قضا بنظر احتیاط اور توہم فساد تہی تو یہہ قضا حدیث مذکور کے مخالف ٹہیری اور اگر یہہ کہو کہ قضا کی سب رکعتون مین آپ نے قراءت پڑہی تاکہ نفل ہوجاوین تو مغرب اور وتر کی تین رکعتین نفل ٹہیرینگی حالانکہ نفل تین رکعت مشروع نہین تو اس کا جواب شارح نے یہہ دیا کہ اول تو نقل عمر کی نماز قضا کرنے کی امام سے صحیح نہین اور اگر صحیح ہو تو وتر اور مغرب کو آپ چار رکعتین تین قعدون سے پڑہتے تہے یعنی تیسری رکعت پر بہی بیٹہکر تشہد پڑہلیتے تہے تا اول کی نماز اگر صحیح ہو تو یہہ نماز نفل ہوجاوے اور قعدہ کا زیادہ ہوجانا نفل کو باطل نہین کرتا اور اگر پہلی کی نماز نہوئی ہو تو یہہ نماز فرض ہوگی اور ایک رکعت کی زیادتی فرض کو باطل نہین کرتی شامی نے کہا کہ جواب اول ہی درست ہے کہ یہہ روایت صحیح نہین ویقعد فی کل نفلہ کما فی التشہد علی المختار اور بیٹہے نمازی تمام نفل مین جیسے تشہد مین بیٹہا ہے قول مختار پر ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعضون نے کہا کہ چار زانو بیٹہکر نفل پڑہے اور بعضون نے کہا گوٹ مار کر اور یہہ اختلاف فضیلت مین ہے نہ جواز مین یعنی مختار یہہ ہے کہ تشہد کی صورت پر بیٹہکر پڑہنا افضل ہے گو اور طرح پر پڑہنے سے بہی ادا ہو جاویگی مگر تشہد مین کسی کا اختلاف نہین سب کے نزدیک نفل مین بہی التحیات کے لئے اسی طرح بیٹہے جیسے فرضون مین بیٹہتے ہین کذا فی الشامی ویتنفل المقیم راکبا خارج المصر علی القصر مومیا ولو بعد اعتبارا بما لا فانما شرعت بالایماء الی ای جہۃ توجہت دابتہ ولو ابتداء عندنا او علی سرجہ بنجس کثیر عند الاکثر اور نفل پڑہے مقیم حالت سواری مین شہر کے باہر یعنی ایسی جگہہ کہ وہان مسافر کو قصر کرنا درست ہے اشارہ سے پس اگر وہ کسی چیز یا زین پر سجدہ کریگا تو یہہ سجدہ کرنا بہی اشارہ مین محسوب ہوگا کیونکہ سواری پر نماز صرف اشارہ سے مشروع ہوئی ہے نفل پڑہے جس طرف کو اوسکی سواری کا جانور جاتا ہو اگرچہ نفل کے شروع کرنیکے وقت ہو ہمارے نزدیک یعنی سواری پر نماز پڑہنے مین استقبال قبلہ شرط نہین نہ نیت کے وقت نہ درمیان مین بخلاف امام شافعی کے کہ اون کے نزدیک نیت کے وقت قبلہ رخ ہونا ضروری ہے کذا فی الشامی یا اگرچہ اوسکے زین پر نجاست بہت ہو تب بہی نفل درست ہوگی اکثر کے نزدیک ہم شامی نے کہا کہ یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے اور اگر جانور یا رکاب پر نجاست ہو تب بہی یہی حکم ہے بسبب ضرورت کے اور مقیم کی قید سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بطریق اولیٰ سواری پر نفل نماز درست ہے ولو سیرھا بعمل قلیل لا باس بہ اور اگر سوار نے جانور کو تہوڑے سے عمل سے ہانکا تو اس کا مضایقہ نہین یعنی اس سے نماز فاسد نہوگی ولو افتتح النفل راکبا ثم نزل بنی وفی عکسہ لا لان الاول ادی اکمل مما وجب والثانی بعکسہ اور اگر شروع کیا نفل کو حالت سواری مین پہر اتر پڑا تو اوسی پہلی نماز کو پورا کر لے جتنی باقی ہو اور اسکے عکس مین یعنی شروع کیا زمین پر پہر سوار ہو گیا بنا نکرے اسلئے کہ اول ادا کی گئی زیادہ کامل بنسبت نماز واجب کے اور دوسری اوسکی عکس ہے ہم یعنے

پہلی صورت مین نیت ایسی نماز کی ہوئی جس مین رکوع اور سجدہ واشارہ سے تہا اور جب اُترکر ادا کیا تو شروع کی نسبت زیادہ کامل طور پر ادا کیا اور دوسری صورت مین تکبیر تحریمہ اوس نماز کی ہے جس کا پڑہنا رکوع وسجدہ کے ساتھہ واجب ہے تو بدون عذر کے اس واجب کو چھوڑ نہین سکتا کذا فی البحر ولو افتتحہا خارج المصر ثم دخل المصر اتم علی الدابۃ بایماء وقیل لا بل ینزل وعلیہ الاکثر قالہ الحلبی وقیل یتم راکبا مالم یبلغ منزلہ قہستانی اور اگر نماز نفل کو شہر کے باہر شروع کیا پہر شہر مین داخل ہوا تو سواری ہی پر اشارہ سے پورا کرے اور ایک قول یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے بلکہ باقی کو اُترکر تمام کرے اور اسی قول پر ہین اکثر فقہا کہا ہے اسکو حلبی نے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ سواری پر تمام کرے جب تک اپنے مکان کو نہ پہونچا ہو اور مکان پر پہونچنے سے اُترکر تمام کرے کذا فی القہستانی وحلبی فاتما الی القبلۃ او قاعدا اور بنا کرے قبلہ کے طرف کو کہڑا ہوکر یا بیٹہکر ہم یعنی جب نفل کو سواری پر شروع کیا پہر اُتر پڑا تو اب باقی نماز کو قبلہ رخ کہڑا ہوکر پڑہے یا بیٹہکر ولو رکب تفسد لانہ عمل کثیر بخلاف النزول اور اگر نفل کو زمین پر شروع کیا پہر سوار ہوا تو فاسد ہوجائیگی اسلیے کہ سوار ہونا عمل کثیر ہے بخلاف اترنیکے سواری سے کہ عمل قلیل سے ممکن ہے اسطرح کہ دونوں پانو ایک طرف کو کرکے کہسک پڑے ہم یہہ مسئلہ شارح نے مکرر اسلئے بیان کیا کہ پہلے علت فساد یہہ لکہی تہی کہ کامل طور پر ادا کرکے ضعیف طور پر ادا درست نہوگا اور یہان علت فساد عمل کثیر کو ٹہرایا ہے کذا فی الشامی

ولو صلی علی دابۃ فی شق محمل وہو یقدر علی النزول بنفسہ لا تجوز الصلوۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ اور اگر نماز پڑہی اونٹ پر محمل کے ایک طرف مین حالانکہ وہ اپنے آپ سے اُتر سکتا ہو تو اوسکی نماز اونٹ پر درست نہوگی جب اونٹ ٹہرا ہوا ہو مگر یہہ کہ پائے محمل کے زمین پر ہون مثلا محمل کے نیچے لکڑی گاڑدی ہو جس سے محمل زمین پر ٹہر جائے اونٹ کی پشت پر نہ رہے ہم یہان سے نماز فرض اور واجب کا بیان ہے سواری پر سو جاننا چاہیے کہ فرض و واجب سواری پر بدون ضرورت جائز نہین اور ضرورتین یہہ ہین کہ خوف ہو چور کا یا درندہ کا اُترنے کی صورت مین یا زمین پر گارا وغیرہ ہو چنانچہ آگے آتا ہے اور محمل مین نماز کا حال ایسا ہی ہے جیسا خود سواری پر تو ٹہری ہوئی سواری پر نماز اشارہ سے پڑہے بشرطیکہ اوسکے ٹہرانیکے قبلہ کے طرف کو اگر ممکن ہو ورنہ حتی الوسع قبلہ جانب رکہنا چاہیے اور چلتی سواری کو اگر ٹہرانے پر قادر ہو تو نماز درست نہین اور اگر خوف وغیرہ عذرونکے باعث ٹہرا نہ سکے تو جسطرح پڑہ سکے پڑہ لے اور قدرت کیوقت اس نماز کا اعادہ اوسکے ذمہ نہین جیسے بیمار کے ذمہ اعادہ نہین کذا فی الشامی

واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وہی تسیر او لا تسیر فہی صلوۃ علی الدابۃ فیجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرہا اور گاڑی پر نماز کا یہہ حال ہے کہ اگر گاڑی کا جوا جانور پر ہو اور گاڑی چلتی ہو یا نہ چلتی ہو تو وہ نماز سواری ہی پر ہے یعنی جائز ہوگی حالت عذر مین جس کا ذکر تیمم مین ہوا نہ دوسری حالت مین ہم عجلہ بفتحتین بوجہ لادنیکی گاڑی کو کہتے ہین جو کرانچی کی طرح کی ہوتی ہے کذا فی المغرب اور عذر جس کا ذکر تیمم مین ہوا خوف مال اور نفس یا عورت کو خوف کسی بدکار کا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین ولو محرما لان قدرۃ الغیر لا تعتبر اور عذر مین داخل ہے مینہ کا برسنا اور گارا جسمین منہ غائب ہوجائے یعنی لتہڑ جائے اور چلا جانا رفیقون کا اور جانور کا ایسا ہونا جسپر بدون مشقت سوار نہو سکے یا بدون مددگار کے سوار نہو سکے اگرچہ مددگار محرم ہو اسلیے کہ غیر کی قدرت معتبر نہین ہم شامی نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس سواری نہین اور زمین سب گارا ہورہی ہے کہ سجدہ نہین کر سکتا تو وہ شخص کہڑا ہوکر اشارہ سے نماز پڑہے حتی لو کان معہ امہ مثلا فی شق محمل واذا نزل لم تقدر ان ترکب فہذا جائز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ یہانتک کہ اگر ہو مرد اپنی ماں کے ساتھہ محمل کے ایکطرف مین اور جب وہ اُترتا ہے تو اوسکی ماں اکیلی سوار نہین ہوسکتی تو مرد کو بہی نماز پڑہنا محمل مین درست ہے چنانچہ بیان کیا ہے اسکو بحر الرائق مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم یعنی محمل کے دو سوارون مین سے ایک کا ایسا ہونا کہ تنہا تہم نہ سکے بحر کے حکم مین عذر ہے وان لم یکن طرف العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلہم بانہا کالسریر اور اگر گاڑی کا سرا بیل وغیرہ پر نہو تو نماز اسمین جائز ہے اگر وہ کہڑی ہو بسبب علت بیان کرنے فقہا کے کہ زمین پر کہڑی ہوئی گاڑی مثل تخت کے ہے ہم یہان ریل کے اندر نماز پڑہنے کا حکم بیان کرنا مناسب ہے کیا اسمین علماء ہند مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ چلتی ریل مین نماز فرض و واجب درست نہین اور بعض کہتے ہین کہ درست ہے جو درست نہین کہتے اونکی تقریر یہہ ہے کہ ریل ہر جگہہ پر اتنی دیر ٹہرتی ہے کہ اسمین آدمی وضو اور نماز چہوٹی ہوئی سورتون سے مسافرونکی طرح پڑہ سکتا ہے اور نماز کے ہر ایک وقت مین اتنی وسعت ہے کہ مقصد مرحبہ مین ریل کسی جگہہ ضرور ٹہرتی ہے تو ریل کے سوا کوئی عذر نہین کہ ریل

بیان ریل مین نماز کا

پڑہی اور بدون عذر کے سواری پر نماز جائز نہیں اور جو درست کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہی کہ نمازی کا عذر وقت ارادہ نماز اور اوسکے شروع کرنیکے
معتبر ہی کو قبل خروج وقت کی اوسکا عذر جاتا رہنا متوقع ہو پس چلتی ریل پر سے اترنیسے عاجز ہونا عذر صریح ہی پہر کیا وجہ کہ نماز جائز نہو حالانکہ اگر نمازی
تیمم سے اول وقت نماز پڑہ لے اور جانے کہ وقت کے باقی رہتے پانی مل جائیگا تو اوسکی نماز ہو جائیگی کوئی اوسکے عدم جواز کا قائل نہیں کیونکہ جسوقت مین نماز ادا
کی اوسوقت پانی پر قادر نتھا یہہ دونوطرف کی دلیلین ہین پہر جو مترجم نے کتب فقہ کے طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ قول نماز کے جائز کہنے والونکا درست ہے
چنانچہ شامی نے اسکی ایک نظیر لکہی ہی کہ مسافر قافلۂ حجاج مین جو عذر کے سبب اوتر نہین سکتا اور توقع زوال عذر کی قبل خروج وقت رکہتا ہی کیا اوسکو درست
ہی کہ مثلاً عشا کی نماز اونٹ پر یا محمل مین اول وقت پڑہ لے یا اوسوقت تک توقف کرے کہ سب قافلہ عشا کے لئے اوترے پس میرے نزدیک ظاہر یہہ ہی کہ اول وقت
پڑہ لے جیسے تیمم سے اول وقت نماز درست ہے گو توقع ہو کہ وقت کے زوال سے پیشتر پانی مل جائیگا انتہی مختصراً تو معلوم ہوا کہ نماز کے جواز مین کچھہ تردد نہیں ہاں اگر
وقت کے باقی رہنے تک توقف کرے اور ریل کے ٹہہرنے پر نماز پڑہے تو یہہ صورت احتیاط کی ہے چنانچہ حلیہ کے باب التیمم مین منتقی سے منقول ہی کہ اولی یہہ کہ تیمم سے
اول وقت نماز نہ پڑہے اور تاخیر کرے یہان تک کہ جب وقت جاتا دیکھے اوسوقت پڑہ لے هٰذا كله في الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط
ايقافها للقبلة ان امكنه والا فبقدر الامكان لئلا يختلف بسيرها المكان یہہ سب یعنی نہ قادر ہونا اوترنے پر اور محمل کے نیچے پایہ کا رکہنا یا گاڑی کا
جو اہیلون پر نہونا فرض اور واجب کی اقسام اور فجر کی سنتون کے لئے ہی بشرط کہڑا کرنے سواری کے قبلہ کیطرف اگر سوار کو ممکن ہو اور اگر جانب قبلہ کہڑا کرنا ممکن نہو تو
جتنا ہو سکے کہڑا کرنا اسلیئے شرط ہوا کہ مکان نماز سواری کے چلنے سے مختلف نہو حاصل یہہ کہ مکان کا متحد ہونا اور قبلہ رخ ہونا سوای نفل کے اور
نمازون مین شرط ہی اگر ممکن ہو تو بدون عذر کے دونو امر ساقط نہونگے پس اگر قبلہ رخ سواری کو کہڑا کر سکے تو کرے باقی رہا یہہ کہ اگر کہڑا کر سکتا ہی
قبلہ رخ نہین کر سکتا تو کہڑا کرنا لازم ہے تاکہ اتحاد مکان سب نماز مین حاصل ہو اور اگر قبلہ رخ کر سکتا ہے اور کہڑا نہین کر سکتا تو حلیہ مین
مذکور ہی کہ قبلہ رخ کرنا لازم ہی اور شارح کے قول بقدر امکان سے بہی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور واجب کے اقسام سے مراد وتر اور نماز نذر اور وہ نماز نفل کی
قضا جسکو شروع کرکے توڑ دیا ہو كذا في الشامي واما في النفل فيجوز على المحمل والعجلة مطلقاً فرادى لا بجماعة الا على دابة واحدة اور نفل کا حال یہہ
ہی کہ درست ہی نماز نفل محمل پر اور گاڑی پر مطلقاً خواہ کہڑی ہو یا چلتی قبلہ رخ ہو یا نہو اوترنے پر قادر ہو یا نہو لیکن تنہا پڑہنا نفل کا درست ہی جماعت سے
مگر ایک سواری کے جانور پر جماعت سے بہی درست ہی خواہ مقتدی پیچھے بیٹہا ہو یا محمل مین برابر ہو كذا في الشامي ولو جمع بين نية فرض ونفل ولو
تحية رجح الفرض لقوته وابطلها محمد والائمة الثلاثة اور اگر جمع کیا نمازی نے نیت فرض اور نفل کو اگرچہ نفل تحیۃ المسجد ہو یا تحیۃ الوضو تو ترجیح
دیا جائیگا فرض بسبب اوسکے قوی ہونیکے اور باطل کیا ہی اوس نیت کو امام محمد اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک واحمد و شافعی رحمہم نے یعنی فرض و نفل کی نیت ایک
ساتھہ کرنیسے فرض ہو جائیگا اور نفل کا ثواب نملیگا بخلاف اوس صورت کے کہ کئی نفلون کی ایک ساتھہ نیت کرے مثلاً تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو اور نماز
چاشت اور کئی نفل کی نیت ایک ہی دوگانہ مین کرے تو سبکا ثواب ملیگا كذا في البحر ولو نذر ركعتين لغير طهر لزما لا به عند الثاني اي ابي يوسف
كما لو نذر بغير قراءة او عريانا او ركعة وكذا نصف ركعة عند ابي يوسف وهو المختار اور اگر نذر کی دو رکعتین بدون طہارت کے
تو لازم ہونگی اوسیپر طہارت کے ساتھہ امام ابی یوسف کے نزدیک چنانچہ اگر نذر کی بغیر قراءت کے یا حالت برہنگی مین تو قراءت اور ستر عورت کے
ساتھہ لازم ہونگی یا نذر کی ایک رکعت اور اسیطرح آدہی رکعت اگر نذر کی تو دو رکعتین لازم ہونگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی مختار
ہی صاحب ملتقی نے کہا کہ ماتن نے ضمیر عنده کی بیموقع بیان کی کیونکہ اصطلاح یہہ ٹہیری ہوئی ہی کہ عنده کی ضمیر امام کے طرف ہو جبکہ کوئی قرینہ نہو
واهدره الثالث اي محمد اور باطل کیا ہی اس نذر کو امام سوم یعنے محمد رح نے اون کے نزدیک اس نذر سے اوسپر کچھہ لازم نہو گا کیونکہ
نذر معصیت کی ہی اور ابو یوسف کی دلیل یہہ ہی کہ نماز کا لازم کرنا اوس چیز کا لازم کرنا ہے جس کے بدون نماز صحیح نہوتی ہو اور چونکہ عذر روا
رکہا ہی نماز بدون طہارت کے اور امی کے حق مین بدون قراءت کے عبادت ہی تو نذر معصیت نہوئی كذا في الشامي لانه نذر عبادة في مكان كذا فادها في قلمين

شرفه جاز لان المقصود القربة خلافاً لزفر و الثلاثة یا نذر کی عبادت کی کسی مکان معین مین پہر اوسکو ادا کیا ایسے مکان مین جس کا شرف بنسبت مکان منذور کم تہا تو اوسے نذر درست ہوگا اسلیے کہ مقصود قربت ہے اور وہ ہر جگہہ کی نماز سے حاصل ہے بخلاف زفر اور تینون اماموں کے و لو نذرت عبادة کصوم و صلوة فی غد فحاضت فیه یلزمها قضاؤها لانه منع الاداء لا الوجوب اور اگر کسی عورت نے کسی عبادت کی مثل نماز اور روزے نذر کی کل کے روز مین پہر اوس روز مین وہ حائضہ ہو گئی تو لازم ہوگی اوس عورت کو قضا اوس عبادت کی اسلیے کہ حائضہ ہونا اداء عبادت کا مانع ہے نہ وجوب عبادت کا علامہ شامی نے کہا کہ ضمیر انہ کی حیض کے طرف ہے جو فعل حاضت سے مفہوم ہوتا ہے و لو نذرت یوم حیضها لا لانه نذر بمعصیة اور اگر عورت نے عبادت کی نذر اپنے حیض کے دن مین کی یعنی یون کہا مثلاً کہ جس دن مین حائضہ ہون اوس روز اپنی نفلین پڑہون یا روزہ رکہون تو اوسپر قضا لازم نہوگی اسلیے کہ یہہ نذر ہے معصیت کی یعنی یوم حیض عبادت نماز و روزہ کا منافی ہے تو یہہ نذر ہی درست نہوئی التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء اجماعاً تراویح سنت مؤکدہ ہے بسبب مواظبت خلفاء راشدین کے مردون اور عورتون دونون کے حق مین بالاجماع ہم خلفاء راشدین سے اکثر مراد ہین کیونکہ تراویح کی مداومت عہد مبارک حضرت عمر رضہ کو درمیان ہوئی اور اوسکے بعد سے آجتک صحابہ اور علما سب اسپر متفق چلے آئے کسی نے انکار نہین کیا اور شرح منیہ مین ہے کہ اکثر علما نے اسکے مسنون ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اسکے سنت مؤکدہ ہونے کی تصحیح ہدایہ وغیرہ مین کی ہے اور اجماع کی قید اسلیے لگائی کہ روافض کا قول قابل اعتبار نہین جو صرف مردون کے حق مین سنت بتاتے ہین یا سرے سے سنت ہی نہین کہتے اور سعید بن منصور نے بروایت عروہ روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے ابی بن کعب رضہ کو امام مردون کا کیا تہا اور تمیم داری عورتون کو نماز پڑہایا کرتے تہے کذا فی الشامی و وقتها بعد صلوة العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعده فی الاصح اور وقت تراویح نماز عشا کے بعد ہی فجر تک وتر سے پہلے اور وتر کے بعد صحیح تر قول مین ہے وقت تراویح مین تین قول ہین اول یہہ کہ تمام شب اوسکا وقت ہے تو اس صورت مین [illegible] کے نزدیک ہے صبح صادق تک وقت ہے کا دوسرا قول یہہ ہے کہ تراویح کا وقت عشا اور وتر کے درمیان ہے یعنی عشا کے بعد اور وتر سے پیشتر اور تیسرا قول جو متن نے ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ پہلے قول کی تصحیح کسی نے نہین کی اور دوسرے کو خلاصہ مین صحیح کہا ہے اور غایة البیان مین کہا کہ متوارث اور ماثور یہی ہے اور تیسرے قول کو ہدایہ اور خانیہ اور محیط مین صحیح کہا ہے اور کافی مین اسکو جمہور کے طرف نسبت کیا ہے کذا فی الشامی فلو فاته بعضها و قام الامام الی الوتر اوتر معه ثم صلی ما فاته پس اگر نمازی کو کچھ تراویح نملی ہون اور امام وترون کے لیے کہڑا ہو جاے تو وہ شخص امام کے ساتھ وتر پڑہ لے پہر وہ تراویح پڑہلے جو فوت ہو گئی ہون ہم یہہ تفریع تیسرے قول پر ہے اور دوسرے قول کے بموجب وتر امام کے ساتھ پڑہنے سے وقت تراویح کا تمام ہو جائیگا اور دونو قولون پر یہہ مسئلہ متفرع ہے کہ جس شخص نے فرض عشا نہ پڑہے ہون تو وہ بدون فرض پڑہے جماعت تراویح مین شریک نہو و یستحب تاخیرها الی ثلث اللیل او نصفه و لا تکره بعده فی الاصح اور مستحب ہے دیر کرنا تراویح کا رات کی ایک تہائی تک یا اوسکے نصف تک اور نہین مکروہ ہے تراویح بعد نصف شب کے صحیح تر قول مین ہم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بعد نصف شب کے تراویح مکروہ ہے کیونکہ تراویح تابع عشا کے ہے تو جب اصل عشا مکروہ ہے تو تابع بہی مکروہ ہونی چاہیے اور وجہ مکروہ نہونے کی یہہ ہے کہ تراویح نماز شب ہے اور افضل نماز شب مین یہی ہے کہ آخر شب مین ہو کذا فی الشامی مختصراً و لا تقضی اذا فاتت اصلاً و لا وحدة فی الاصح فان قضاها کانت نفلاً مستحباً و لیس بتراویح کسنة مغرب و عشاء اور تراویح جب فوت ہو جاے تو قضا نکی جاے اصلاً یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا صحیح تر قول مین پس اگر تراویح کو قضا پڑہیگا تو نفلین مستحب ہو جائینگی اور تراویح نہونگی جیسے مغرب اور عشا کی سنتین فوت ہو جانے سے قضا نہین کیجاتین ہم طحطاوی نے کہا کہ و لا وحده بیان ہے اصلاً کا یعنے نہ جماعت مین اور نہ تنہا اور اصح قول کا مقابل یہہ ہے کہ دوسری تراویح کے وقت آنے تک تنہا قضا پڑہ سکتا ہے و الجماعة سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا الا لو ترک بعضهم اور جماعت تراویح مین سنت کفایہ ہے اصح قول مین اس سے یہہ نکلا کہ اگر کسی مسجد والے جماعت تراویح کو ترک کرینگے تو سب گناہ گار ہونگے نہ جب کہ جماعت کو اون مین سے بعض نے چہوڑا ہو ہم جماعت کو سنت کفایہ کہنے سے یہہ اشارہ کیا کہ مطلق تراویح سب کے حق مین جداگانہ سنت ہے اگر کوئی تراویح کو چہوڑیگا تو گناہگار ہوگا اور سنت کفایہ سے مراد یہہ کہ بعض کے کرنے سے بقیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جاے و کل ما شرع بجماعة فالمسجد فیه افضل قاله الحلبی اور جو

نمازین کہ جماعت سے مشروع ہین اونمین مسجد فضل ہے کہا ہے اسکو حلبی نے ہم یعنی کسوف اور تراویح وغیرہ کو مسجد مین پڑہنا فضل ہے بنسبت گہر پڑہنے کے
وہی مشروعات کہ نفد حکمتہ مساواۃ المکمِّل للمکمَّل اور تراویح بیس رکعت ہین حکمت اونکو بیس ہونیکی برابر ہونا مکمل بالکسر کا مکمل بالفتح سے ہے ہم یعنی نوافل
فرائض کی تکمیل کیلئے ہوتی ہین اور چونکہ شمار فرائض پنجگانہ کا مع وتر کے بیس ہے اسلیے تراویح بھی بیس رکعتین ہوئین تو تکمیل کرنیوالی تراویح ہین اونکیل کی گئے
فرائض اور وتر یہہ دلیل عقلی ہوئی اور دلیل نقلی یہہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رض سے بسند ضعیف روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان
مین بیس رکعتین اور وتر پڑہتے تھے بعشر تسلیمات فلو فعلها بتسلیمة فان قعد لكل شفع صحت بكراهة والا نابت عن شفع واحد به يفتى تراویح بیس رکعتین
ہین دس سلامون سے تو اگر اونکو ایک سلام سے پڑہا اور ہر دوگانہ پر بیٹہا تب تو کراہت کے ساتھ درست ہو جائینگی ورنہ ایک دوگانہ کی قائم مقام ہونگی اسی پر فتوی ہے ہم
یعنی سلف سے نکا پڑہنا اس سلامون سے مروی ہے اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر نفلین آٹہہ سے زیادہ ایک سلام مین پڑہنا مکروہ ہین اسلیے بیسونکو ایک سلام سے پڑہنا مکروہ ہے بجلسة بقدر الاربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر ومخيرون بين تسبيح وقرأة وسكوت وصلوة فرادى نعم تكره صلوة ركعتين بعد كل ركعتين ہٹہو بطور استحباب کے درمیان
ہر چار رکعتونکی مقدار چار رکعتون کے اور اسیطرح درمیان پانچوین ترویحہ اور وتر کی اور نمازی مختار ہین چاہے خاموش بیٹہے چاہے تسبیح پڑہے چاہے قرآن چاہے خاموش رہین چاہے نفلین تنہا پڑہین ہان مکروہ
ہر دوگانہ کے بعد دو رکعتین پڑہنی اسلیے کہ تو ضیح ترویحہ کے لئے شروع ہے نہ ہر دوگانہ کے بعد ہم قہستانی نے کہا کہ ترویحہ کے بعد تین بار کہے سبحان ذی الملک والملکوت سبحان
ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت سبحان الملك الحي الذي لا يموت سبوح قدوس رب الملائكة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسألك
الجنة ونعوذ بك من النار كذا في الطحاوي والختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثا افضل ولا يترك الختم لكسل القوم اور تراویح
مین پڑہنا تمام قرآن کا ایک بار سنت ہے اور دو بار فضیلت ہے اور تین بار فضل ہے اور نہ چہوڑا جاے تمام قرآن کا پڑہنا لوگون کی سستی کی جہت
سے ہم قرآن مجید کی آیتین کچہہ اوپر چہہ ہزار ہین اور شمار تراویح کی رکعتون کی چہہ سو ہے اگر مہینا تیس دن کا ہو اس حساب سے اگر ہر رکعت مین دس آیتین
پڑہے گا تو مہینے مین ایک ختم ہو جائیگا كذا في الطحاوي لكن في الاختيار الافضل في زماننا قدر ما لا يثقل عليهم واقره المصنف وغيره
لیکن اختیار مین ہے کہ فضل ہمارے زمانہ مین اوس قدر کا پڑہنا ہے کہ لوگون پر گران نہو اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف وغیرہ نے وفي المجتبى عن الامام
لو قرأ ثلاثا قصارا او اية طويلة في الفرض فقد احسن ولم يسئ فما ظنك بالتراويح اور مجتبے مین ہے امام اعظم سے کہ اگر فرض مین تین آیتین
چہوٹی یا ایک آیت بڑی پڑہی تو اچہا کیا اور برا نہین کیا تو کیا گمان ہے تیرا تراویح مین ہم یعنی جب فرض مین تین آیتین پڑہنی بہتر ہین تو تراویح مین بطریق اولے
احسن ہونگی وفي فضائل رمضان للزاهدي افتى ابو الفضل الكرماني والوبري انه اذا قرأ في التراويح الفاتحة واية او ايتين لا يكره ومن
لم يكن عالما باهل زمانه فهو جاهل اور زاہدی کی فضائل رمضان مین ہے کہ فتوی دیا ابو الفضل کرمانی اور وبری نے کہ جب تراویح کی ہر رکعت
مین الحمد اور ایک آیت خواہ دو آیتین پڑہین تو مکروہ نہوگی اور جو شخص اپنے زمانہ والون سے واقف نہو وہ جاہل ہے ہم ایک آیت سے مراد بڑی آیت ہے جو تین
چہوٹی آیتونکی برابر ہو اسیطرح دو آیتین برابر تین آیتون کے ہونی چاہیین ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا كذا في الشامي حاصل شارح کی تقریر کا یہہ ہوا کہ اگر لوگ اسطرح
کے سست اور بددل ہون کہ تمام قرآن کے سننے کی تاب نرکہتے ہون تو اس صورت مین اسقدر پر اقتصار کرنا چاہئے تاکہ مسجدین جماعت سے خالی نرہین ورنہ ایک ختم سے کم نکرے
کہ سنت وہی ہے ويأتي الامام والقوم بالثناء في كل شفع ويزيد الامام على التشهد الا ان يمل القوم فيأتي بالصلوات ويكتفي باللهم صل على محمد لانه الفرض عند
الشافعي ويترك الدعوات اور پڑہے امام اور قوم سبحانک اللہم ہر دوگانہ مین اور امام تشہد پر بڑہا دے درود اور دعا کو مگر یہہ کہ قوم تہک جاوے تو صرف درود پڑہے اور اوسمین
بہی اللہم صل علی محمد پر اکتفا کرے اسلیے کہ درود فرض ہے امام شافعی کے نزدیک تو اوسکا پڑہنا ضروری ہے اور چہوڑ دے دعاؤنکو ويجتنب المنكرات هذرمة
القرأة وترك تعوذ وتسمية وطمانينة وتسبيح واستراحة اور احتراز کرے غیر مشروع باتون سے یعنی قرأت کے جلد پڑہنے اور اعوذ اور بسم اللہ کے چہوڑنے اور طمانینت
اور رکوع اور سجدہ کی تسبیح اور ترویحہ کے بعد توقف کے چہوڑنے سے ہم ہذرمہ بروزن زلزلہ یعنی جلد پڑہنے کے ہے اور وہ بدل ہے منکرات سے كذا في الطحاوي وذكره
قاعدا لزيادة تاكدها حتى قيل لا تصح مع قدرته على القيام اور مکروہ ہے تراویح کا پڑہنا بیٹہکر بسبب زیادہ تاکید ہونے تراویح کے یہانتک کہ بعض فقہا نے کہا ہے کہ بیٹہکر درست نہین

...بیٹھے کھڑا ہونے پر ہمیں بھی اگر کبر اسی کو جہاں بیٹھنے کی طاقت ہو تو بیٹھنا مکروہ نہیں البتہ بغیر عذر کے بیٹھا رہنا مکروہ تحریمی ہے اسلئے کہ خلاف سنت
عمل کے ہے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین یعنی مکروہ ہے دیر کرنا قیام میں امام کے رکوع تک ...
منافقوں کی وہم یعنی مقتدی کا بیٹھا رہنا اور امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا مکروہ ہے اسلئے کہ یہہ علامت کسل کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے
حال میں ارشاد فرمایا ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں سست اسی تشبیہ کی جہت سے یہہ حرکت مکروہ ہے ولو ترکوا الجماعۃ فی الفرض
لم یصلوا التراویح بجماعۃ لانہا تبع فیصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اور اگر لوگوں نے جماعت فرض میں نکی ہو تو تراویح کو جماعت سے نہ پڑھیں اسلئے کہ جماعت تراویح
کی تابع ہے جماعت فرض کی تو جس شخص نے فرض تنہا پڑھی ہوں وہ تراویح کو امام کے ساتھ پڑھے ولو لم یصلہا ای التراویح بالامام او صلاھا مع غیرہ لہ ان
یصلی الوتر معہ اور اگر نہ پڑھا تراویح کو امام کے ساتھ یا تراویح کو دوسرے امام کے ساتھ پڑھا تو نمازی کو جائز ہے کہ وتر کو امام کے ساتھ پڑھے صحیح اور
یہہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت سے نہیں پڑھا تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض تنہا پڑھی ہوں تو وتر کو جماعت
سے نہ پڑھے کذا فی الشامی بقی لو ترکہا الکل ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر تراویح کی جماعت سب نے نکی ہو تو کیا سب لوگ
وتر کو جماعت سے پڑھیں اسکا حکم تلاش کرنا چاہیئے جس شامی نے کہا کہ ظاہر وتر کو جماعت سے نہ پڑھے اسلئے کہ وتر میں جماعت کا مسنون ہونا تراویح
کی جماعت کے بعد سلف سے منقول ہے تو وتر کی جماعت تابع ہوئی تراویح کی جماعت کی ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک
لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ولا خلاف فی صحۃ الاقتداء اذ لا مانع نہر ... اور نہ نفل جماعت
رمضان کے سوا اور یعنی جماعت وتر اور نفل کی اور دنوں میں مکروہ ہے بشرط کثرت کی اسطرح کہ چار شخص ایک کے پیچھے پڑھیں چنانچہ درر میں ہے اور خلاف نہیں
اقتدا کے صحیح ہونے میں کیونکہ کوئی مانع اقتدا کا نہیں کذا فی النہر چار مقتدیوں کی قید اسلیے لگائی کہ اگر ایک شخص یا دو مقتدی ہونگے تو بلا کراہت درست ہے
شامی نے کہا کہ ہر چند اقتدا نفل میں درست ہے مگر ثواب جماعت کا نہیں ملتا وفی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلوٰۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا
رکعۃ بہذا الامام جماعۃ انتہی قلت وتمام عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ہذا التکلف لامر مکروہ اور اشباہ میں بزازیہ سے ہے
کہ مکروہ ہے اقتدا کرنا صلوٰۃ رغائب میں اور صلوٰۃ براءت اور صلوٰۃ قدر میں مگر جب کہ یوں کہے کہ میں نے اتنی رکعتیں اس امام کے پیچھے جماعت سے نذر کی تمام
ہوا قول اشباہ کا میں کہتا ہوں کہ باقی عبارت بزازیہ کی باب الامامۃ سے یہہ ہے کہ نہیں چاہیئے یہہ کل تکلف ایک امر مکروہ کے لیئے رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں نماز
نفل صلوٰۃ رغائب کہلاتی ہے یہہ نماز سنہ ۴۸۰ میں ایجاد ہوئی اور علما نے اسکی برائی اور اسکے پڑھنے والوں کی حماقت میں کتابیں تالیف کیں اور منیہ کے شارح نے
تفصیل کی کہ جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب باطل اور موضوع ہے اسکی جماعت کے لیئے اہل بدعت یہہ حیلہ کرتے ہیں کہ رکعتوں کو نذر کر لیتے ہیں تاکہ جماعت نفل کی
نہ ہو واجب کی ہو جاے اور صلوٰۃ براءت سے مراد پندرھویں شب شعبان کی نفلیں ہیں اور صلوٰۃ قدر ستائیسویں شب رمضان کی نفلیں ہیں اور نیں بھی
بجماعت مکروہ ہے تو جماعت سے نفل ادا کرنے کیلئے نذر کا تکلف نکرنا چاہیئے کذا فی الشامی وفی التاتارخانیۃ لو لم ینو الامامۃ لا کراہۃ علی الامام فلیحفظ اور
تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر امام امامت کی نیت نہ کریگا تو اسکے حق میں کراہت نہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وفیہ ای رمضان یصلی الوتر وقیام
رمضان ... میں پڑھا جائے اور قیام رمضان جماعت سے ہے قیام رمضان سے مراد تراویح ہیں یعنی وتر اور تراویح کو جماعت سے پڑھے وہل
الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوہبانیۃ ما یقتضی ان المذہب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ
... افضل وتر میں جماعت ہے یا گھر پر پڑھنا دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے لیکن شارح وہبانیہ نے وہ عبارت نقل کی ہے جسکا مقتضا یہہ ہے کہ
گھر پڑھنے کا افضل ہونا مذہب ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے صاحب ... نے کہا کہ شارح نے ... لکھا ہے ...
... میں ... مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور اسکے رو سے معلوم ہوتا ہے کہ قول اول ہی راجح ہے

باب ادراک الفریضۃ

یہہ باب ہے حاصل کرنے جماعت فرض کا علم ... کے مسائل ...

باب ادراک الفریضۃ

مناسب تھا کہ اس باب کا عنوان مسائل شتی ہوتا مطلب یہ کہ سوا کیفیت جماعت پانے کے اور مسائل بھی اسمین مذکور ہین شرع فیها ای فی صلوة الفرض منفردا النافلة والنذر
والقضاء فانه لا یقطعها ثم اقیمت ای شرع فی الفریضة فی مصلاه لا اقامة المؤذن ولا الشروع فی مکان وهو فی غیره یقطعها لاحراز الجماعة
شروع کیا نماز پنج فرض کو اکیلے طور پر پھر اوسی فرض کی جماعت شروع ہو گئی اوسکی نماز پڑھنے کی جگہہ مین تو وہ اپنے فرض کو توڑ دے بسبب عذر حاصل کرنے جماعت کے جیسا کہ
کہا کہ فرض کی قید سے نماز نفل اور نذر کی نماز اور اوسی قید سے نماز قضا نکل گئی کہ اگر انکو پڑھتا ہو اور جماعت شروع ہو جاوے تو ان کو قطع نکرے اور با اقامت سے غرض
اوسی جگہہ مین شروع فرض ہے نہ موذن کی اقامت اور نہ شروع ایسے مکان مین کہ نمازی اوسکے غیر مین ہو مطلب یہ کہ موذن کی تکبیر سے توڑنا نماز کا درست نہین بلکہ
امام کی تکبیر تحریمہ پر توڑے اسیطرح اگر نمازی گھر پر پڑھتا ہو اور جماعت مسجد مین شروع ہو تب بھی نہ توڑے طحطاوی نے کہا کہ شرع فی الفریضة بصیغہ مجہول ہے اور
اقامة المؤذن مرفوع ہے عطف ہے شرع کے حاصل پر یعنی مراد اقامت سے شروع ہے نہ اقامت موذن کا لو ندت دابته او فار قدرها او خاف ضیاع
درهم من مال او کان فی النفل فجیء بجنازة وخاف فوتها قطعه لامکان قضائه چنانچہ قطع کرے اگر بھاگ جاوے اوسکی سواری کا جانور یا ابل پڑے ہانڈی یا خوف کرے تلف ہونے ایک درہم کا مال سے یا ہو وہ نمازی نفل نماز مین اور جنازہ لایا جاوے اور ڈر ہو فوت ہونے نماز جنازہ کو تو قطع کرے نفل کو بسبب قضا
کر سکنے نفل کے ہم یعنی اگر فرض نماز پڑھنے مین جنازہ کی نماز کے نکلنے کا خوف ہو تو فرض کو قطع نکرے کیونکہ وہ قوی تر ہے نماز جنازہ سے کذا فی الطحطاوی وقد
یجب القطع لنحو انجاء غریق او حریق اور واجب یعنی فرض ہے توڑنا نماز کا واسطے بچانے ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے اور ایسکے مثل کے ولو دعاه احد
ابویه فی الفرض لا یجیبه الا ان یستغیث به وفی النفل ان علم انه فی الصلوة فدعاه لا یجیبه والا اجابه اور اگر پکارے نمازی کو اوسکی
ماں یا باپ فرض مین تو جواب نہ دے مگر یہ کہ فریاد چاہے اوس سے یعنی فریاد خواہی کے وقت جواب دے اور کہا ہے ماں باپ اور غیر برابر ہین کذا فی الطحطاوی اور نفل نماز مین اگر ماں باپ
کو علم ہو کہ بیٹا نماز پڑہتا ہے پھر اوسکو پکارا تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ نماز کا توڑنا کبھی حرام ہوتا ہے اور کبھی مستحب اور گاہے
مباح اور گاہے واجب تو حرام بدون عذر کے توڑ دینا ہے اور مستحب حصول جماعت یا اور کسی وجہ سے کامل کرنے کے لئے اور مباح فوت
مال کے خوف سے اور واجب واسطے جان بچانے کے کذا فی الشامی فاما لان القعود مشروط للتحلل وهذا قطع لا تحلل ویکتفی بتسلیمة واحدة هو
الاصح غایه ویقتدی بالامام نماز کو قطع کرے کھڑا ہوا اسلئے کہ بیٹھنا شرط ہوا ہے واسطے حلال ہونے کے اور یہہ توڑنا ہے نہ حلال ہونا اور کفایت کرے
نماز توڑنے مین ایک سلام پر یہی صحیح تر ہے کذا فی الغایه اور اقتدا کرے امام کے پیچھے ہم یعنے اپنی نماز کو حالت قیام مین ایک سلام سے توڑ کر امام کی
اقتدا کرے وهذا ان لم یقید الرکعة الاولی بسجدة او قیدها بها فی غیر رباعیة او فیها ولکن ضم الیها رکعة اخری وجوبا ثم یاتم احرازا
للنفل والجماعة اور یہہ نماز کا توڑنا اور امام کا اقتدا اوس صورت مین ہے کہ پہلی رکعت کا سجدہ نکیا ہو یا سجدہ کیا ہو غیر رباعی نماز مین یعنی فجر اور
مغرب کی نماز مین یا چار رکعتوں والی مین سجدہ کیا ہو لیکن اوس رکعت مین دوسری رکعت ملائے بطور وجوب کے پھر اقتدا کرے واسطے حاصل کرنے نفل
اور جماعت کے ہم حاصل اس مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب ایک شخص نے فرض پڑھنے شروع کئے پھر اوسکی جماعت شروع ہو گئی تو اگر ہنوز اول رکعت کا سجدہ نہین کیا
تو نماز کو توڑ کر اقتدا کرے اور اگر رکعت اول کا سجدہ کر چکا ہے اور نماز فجر یا مغرب پڑہتا ہے تب بھی توڑ کر اقتدا کرے اور اگر ظہر یا عصر یا عشا کی نماز ہے تو ایک رکعت اوسمین اور ملا کر بعد سلام
اوسکے اقتدا کرے تاکہ دو رکعت نفل ہوجائین اور جماعت بھی ملے اور اگر نماز فجر و مغرب مین اوس رکعت کا سجدہ بھی کر چکا ہے تو اب اوسکو پورا کرے اور اقتدا نکرے کذا فی الشامی وان صلی ثلثا
منها ای الرباعیة اتم منفردا ثم اقتدی بالامام متنفلا ویدرک بذلک فضیلة الجماعة حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراهة النفل بعدها اور اگر ظہر یا عشا کی تین رکعتین
نماز سے تین پڑھ چکا ہے تو اونکو اکیلا تمام کرے پھر اقتدا کرے امام کے پیچھے نفل پڑھنے والا اور حاصل کریگا اوس اقتدا سے ثواب جماعت کا کذا فی الحاوی مگر عصر مین اقتدا نکرے واسطے مکروہ تحریمی ہونے
نفل کے بعد عصر کے ہم یعنی چار مین اگر تیسری کا سجدہ کر چکا ہے تو اکیلا تمام کرے اور جبتک سجدہ نکیا ہو تب تک توڑ کر اقتدا کرے کذا فی الشامی والشارع فی نفل لا یقطعه
مطلقا ویتمه رکعتین وکذا سنة الظهر وسنة الجمعة اذا اقیمت او خطب الامام یتمها اربعا علی القول الراجح لانها صلوة واحدة ولیس القطع
للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحه الکمال اور شروع کرنیوالا نفل مین قطع نکرے مطلقا یعنے اول رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نکیا ہو بلکہ پورا کرے نفل کو دو رکعتین اور اسیطرح

ظہر کی اور سنت جمعہ جب جماعت ظہر شروع ہو جاوے یا امام خطبہ پڑہنے لگے تو اونکو چار رکعتین پڑہے قول ضالک کے بموجب اسلیے کہ وہ سنتین ایک نماز ہین اور قطع کرنا اونکا کامل کرنیکے لیے نہین ہے بلکہ باطل کرنے کے لیے ہی بخلاف اوس قول کے کہ ترجیح دی ہی اوسکو کمال نے ہم قطع کرنا اکمال کے لیے نہین اوسکو سبہ ہی کہ اگر قطع کریگا اور پہر پڑہیگا تو پہلی ہی طرح پڑہیگا بخلاف فرض کے قطع کرنیکے کہ اوسکو دوبارہ جماعت مین پڑہتا ہی تو اوسکا توڑنا کامل کرنے کے لیے ہی اور کمال الدین نے اسکو ترجیح دی ہی کہ سنت کو دو رکعتون پر قطع کردے اور ہدایہ مین بظاہر اسکو اختیار کیا ہی کذا فی الشامی وکرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا اور مکروہ تحریمی ہی بسبب ممانعت کے نکلنا اوس شخص کا جس نے نماز نہین پڑہی اوس مسجد سے جس مین اذان ہو گئی ہو شارح نے کہا کہ ماتن چلا ہی اکثر پر یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ وقت نماز ہو جانے پر اذان ہو جاتی ہی اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہی خواہ اوس مسجد مین اذان ہوئی ہو یا نہو یعنی اگر کسی شخص کو کسی مسجد مین نماز کا وقت ہو جاوے تو بدون نماز پڑہے اوس مین سے نکلنا مکروہ تحریمی ہی علما نے کہا کہ دخول وقت مراد لینا بحث ہی صاحب بحر الرائق کی اور ممانعت کی حدیث ابن ماجہ نے روایت کی ہی کہ جس مسجد مین اذان کو پایا پہر نکل گیا اور کسی کام کو نہین نکلا اور پہر لوٹنا ارادہ نہین کہتا تو وہ منافق ہی الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ او لاستاذہ لدرسہ او لسماع الوعظ او لحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نفر مگر نکلنا اوس شخص کو مکروہ نہین جس سے دوسری جماعت کا انتظام ہو یعنی دوسری مسجد کا امام یا موذن ہو یا یہہ کہ نکلنا اپنے محلہ کی مسجد کے لیے ہو اور وہان لوگون نے نماز نہ پڑہی ہو یا نکلنا اپنے اوستاد کی مسجد کے لیے ہو اپنے پڑہنے کے لیے یا نکلنا ہو وعظ کو سننے کے لیے یا کسی حاجت کے لیے ہو اور اوسکا ارادہ ہو کہ پہر آویگا تو مکروہ نہین کذا فی النہر والا لمن صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ لہ الخروج بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلا عذر بل یقتدی متنفلا لما مر اور مگر اوس شخص کے لیے جس نے ظہر اور عشا کی نماز تنہا ایک مرتبہ پڑہ لی ہی تو اوسکو نکلنا مکروہ نہین بلکہ چہوڑنا جماعت کا یعنی یہہ فعل مکروہ ہوا کہ نماز کو تنہا پڑہ لیا اور جماعت کا انتظار نکیا مگر وقت شروع ہونے تکبیر کے کہ مکروہ ہی اوس شخص کو نکلنا بسبب اوسکی مخالفت کرنیکے جماعت کو بدون عذر کے بلکہ وہ اقتدا کرے نفل پڑہنے والا بسبب اوس وجہ کے کہ گذری یعنی نفل اور جماعت دو نو حاصل کرنیکے لیے کذا فی الطحاوی والا لمن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت لکراہۃ النفل بعد الاولیین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام بالاتمام اور مگر اوس شخص کو مکروہ نہین جو فجر اور عصر اور مغرب کی نماز ایکبار پڑہ چکا ہو تو وہ نکلے ہر حال مین اگرچہ تکبیر ہو جاوے بسبب مکروہ ہونے نفل کے بعد فجر اور عصر کے نمازونکے یعنی اگر ان دونو نمازونکو پڑہکر امام کا شریک بہ نیت نفل ہوگا تو نفل کا پڑہنا ان دونوں کے بعد مکروہ تحریمی ہی اور مغرب کی مین اقتدا کی نیت سے دو ممنوع باتون مین ایک ہوگی یا ایک رکعت نفل کی یا امام کی مخالفت پورا کرنیسے ہم بتیرا التصغیر ہی بترا کی اور بترا وہ اوس ایک رکعت کو کہتے ہین جسکے ساتھ دوسری نہو یعنی اگر مغرب مین اقتدا بہ نیت نفل کریگا تو اوس سے یہہ لازم آویگا کہ تیسری رکعت شمار ہجاوے اگر یہہ فرض کیا جاوے کہ مقتدی امام کے ساتھ تین رکعتین پڑہکر آخیر مین بیٹہا اور سلام پہیرا تو امام کی مخالفت لازم آتی ہی وفی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلا صلوۃ اشد اور نہر الفائق مین ہی کہ مناسب یہہ ہی کہ جماعت ہونیکے وقت اوس کا نکلنا واجب ہو اسلیے کہ ٹہرنا اوس کا مسجد مین بدون نماز کے زیادہ مکروہ ہی بہ نسبت نفل پڑہنے کے ہم نے محیط مین کہا ہی کہ مخالفت جماعت کا گناہ بہت بڑا ہی کذا فی الطحاوی قلت افاد القہستانی ان کراہۃ التنفل بالثلاث تنزیہیۃ وفی المضمرات لو اقتدی فیہ اساء مین کہتا ہون کہ قہستانی نے بیان کیا ہی کہ تین رکعتین نفل پڑہنے کی کراہت تنزیہی ہی اور مضمرات مین ہی کہ اگر اقتدا کریگا مغرب مین تو برا کریگا ہم قہستانی نے اپنے قول کی تائید مین مضمرات کا یہہ قول نقل کیا ہے حالانکہ قول قہستانی کا مردود ہی اسلیے کہ صاحب ہدایہ نے تصریح کراہت کی کر دی ہے اور غایۃ البیان مین کہا ہے کہ تین رکعتون نفل کا پڑہنا بدعت ہی اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر مین کہا کہ اون کا پڑہنا حرام ہی اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ حدیث مین بتیرا سے ممانعت وارد ہے تو معلوم ہوا کہ اون کا پڑہنا مکروہ تحریمی ہے کذا فی الطحاوی کخ اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتہا ترکہا لکون الجماعۃ اکمل اور جب نمازی ڈرے فوت ہونے سے جماعت دوگانہ فرض فجر سے بسبب اپنی مشغول ہونے کی اوسکی سنتون مین تو سنتون کو

تو ترک کرے تو اعلیٰ ہونے جماعت کے کامل تر ہے یعنی جماعت کی نماز کا ثواب منفرد کی نماز سے ستائیس یا پچیس گنا ہے اور سنتیں جو ہیں واسطے وعید ہے ترک جماعت کا لیا دوسرے
بسبب وعید ترک سنت فجر کے کذا فی الشامی وجاء و رکعة فی ظاهر المذهب وقیل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر
لکن ضعفه فی النهر ولا یترکها بل یصلیها عند باب المسجد ان وجد مکانا والا ترکها لان ترک المکروه مقدم علی فعل السنة اور اگر خوف جماعت
فوت ہونیکا ہو سطرح کہ توقع کرے ایک رکعت کے ملنے کا ظاہر مذہب میں اور ایک قول یہ ہے کہ توقع کرے التحیات ملنے کا اور اسی قول کو لیا ہے مصنف
اور شرنبلالی نے بتبعیت بحر الرائق کے لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے نہر الفائق میں تو اس صورت میں سنتوں کو ترک نکرے بلکہ ادا کرے مسجد کے دروازے کے پاس اگر جگہ
پاوے اور اگر جگہ نپاوے تو سنتوں کو ترک کرے اسلیے کہ مکروہ کا نکرنا سنت کے کرنے پر مقدم ہے یعنی سنتوں کو جماعت کے بیچ میں پڑھنا مکروہ ہے اور ادا
مسنون تو مقدم یہہ ہے کہ فعل مکروہ کو نکرے ہم شامی نے کہا کہ تضعیف صاحب نہر کی ضعیف ہے فتح القدیر میں اسکو قوی کہا ہے کہ اگر جماعت کی التحیات ہو
تو سنتوں کو ترک نکرے اور مشایخ نے بھی نماز کے اوقات کے بیان میں اسی پر یقین کیا ہے اور شرح منیہ میں بھی یہی ہے اور دروازہ مسجد سے یہہ غرض ہے کہ
باہر مسجد کے جگہ ہو اور اگر باہر جگہ نہو تو اندر مسجد کے کسی ستون کی آڑ میں پڑھے اور سب سے زیادہ مکروہ یہہ ہے کہ فرضوں کی صف کے برابر کھڑا ہو کر پڑھے اور اوس سے کم کراہت
یہہ ہے کہ صفوں کے پیچھے بدون آڑ کے پڑھے اور اگر سنتیں امام کے فرض شروع کرنے سے پہلے شروع کر چکا ہو تو جسطرح چاہے پڑھے کچھ کراہت نہیں ثم ما قیل یشرع فی سنة الفجر ثم
یقطعها ویقضیها مردود بان درء المفسدة مقدم علی جلب المصلحة پھر جو کہا گیا ہے کہ سنتوں کو شروع کرے پھر فرضوں کے لیے توڑ دے یا اول سنتوں کو شروع
کرے پھر اونکو توڑ دے تو یہہ قول رد کیا گیا ہے اس دلیل سے کہ دفع کرنا خرابی کا مقدم ہے بہتری کھینچنے سے اور فقیہ اسمعیل زاہد نے کہا ہے کہ فجر کی سنتوں کو شروع کر کے توڑ دے تاکہ اونکی قضا
ہوجاوے پھر فرض کے بعد قبل طلوع آفتاب کے اونکو پڑھ لے کیونکہ اب وہ سنت نہین ہین قبل طلوع اونکا پڑھنا مکروہ ہو تو اس قول کو امام سرخسی نے رد کیا ہے کہ جب کچھ نذر کی نماز سے پڑھنا
حالانکہ نذر کا ادا کرنا بھی بعد فرض کے قبل طلوع ممنوع ہے چنانچہ امام محمد نے تصریح کی ہے علاوہ اسکی عبادت کو قصد فاسد کر کے پڑھنا اور عمل کا باطل کرنا شرعا ممنوع ہے تو اس قرابت کا
[illegible] ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده فی الاصح لورود الخبر بقضائها فی الوقت المهمل بخلاف القیاس فغیره
علیه لا یقاس اور فجر کی سنتوں کو قضا نپڑھے مگر بتبعیت اونکے فرضوں کی قضا کے زوال سے پیشتر نہ اوسکے بعد صحیح قول میں اسلیے کہ حدیث میں انکا قضا کرنا مہمل وقت میں خلاف قیاس
ہوا ہے تو غیر اونکا وقت مذکور پر قیاس نکیا جائیگا اور وقت مہمل اوسکو کہتے ہیں جو کسی فرض کا وقت نہو اور یہہ وقت طلوع سے لیکر زوال تک ہے اور حنفیہ کے نزدیک ماسوائے
اسکے دوسرا وقت مہمل نہیں اور حدیث سے مراد قصہ لیلة التعریس کا ہے جو مسلم میں مفصل مروی ہے مجملا یہہ ہے کہ آخر شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمائی اور حضرت
بلال کو ارشاد کیا کہ پہرہ دینا وہ بھی سو گئے یہانتک کہ سبکی نماز قضا ہو گئی تھی اور سبکے سب جلد سفر کیا اور آفتاب کے اونچا ہونیکے بعد فجر کی سنتیں پڑھکر فرض جماعت
پڑھے تو شارح کہتا ہے کہ یہہ قضا صرف اسی وقت پر منحصر رہیگی اور وقت کو اس پر قیاس نکیا جائیگا اور یہہ تر قول کا مقابل یہہ ہے کہ بعد زوال کے بھی [illegible]
درست ہے اور کافی میں ہے کہ بدون تبعیت فرض اجماعا قضا نہیں بخلاف سنة الظهر وکذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة یترکها
ویقتدی ثم یاتی بها علی انها سنة فی وقته ای الظهر قبل شفعه عند محمد وبه یفتی جوهرة واما ما قبل العشاء فمندوب لا یقضی
اصلا بخلاف سنت ظہر اور اسیطرح جمعہ کی سنتوں کے کہ اگر نمازی کو خوف ہو ایک رکعت کے نملنے کا تو سنتوں کو ترک کر کے امام کا اقتدا کرے پھر اونکو پڑھے وقت ظہر میں اور
سنتین ہین بالاتفاق اونکو پڑھے بعد کی دو سنتوں سے پیشتر امام محمد کے نزدیک اور اسی کا فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ اور جو عشا کے پیشتر ہیں وہ مستحب ہیں
اونکی قضا نپڑھے ہرگز ولا یکون مصلیا جماعة اتفاقا من ادرک رکعة من ذوات الاربع لانه منفرد ببعضها لکنه ادرک فضلها ولو بادراک التشهد
اتفاقا لکن ثوابه دون المدرک لفوات التکبیرة الاولی واللاحق کالمدرک لانه مؤتم حکما
جماعت سے پڑھنے والا جماعت سے بالاتفاق جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت چار رکعتوں والی نماز سے اسلیے کہ وہ شخص منفرد ہے بعض نماز میں لیکن وہ پائیگا ثواب جماعت
اگرچہ جماعت میں التحیات ہی پاوے بالاتفاق مگر ثواب اوس شخص کا مدرک یعنی شروع نماز سے امام کے ساتھ ملنے والے سے کم ہے بسبب نہ پانے تکبیر اولیٰ کے اور لاحق
جسکی نماز تمام ساتھ نہین ہوئی مثل مدرک کے ہے ثواب پانے میں بسبب لاحق کے حکما مقتدی ہونے کے امام سے یعنی حکم میں مقتدی کے ہے ثواب جماعت سب پاتا ہے

مدرک کو ملتا ہی جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھہ کرے اور لاحق مدرک کی برابر ہے اور مسبوق کو ان دونوسے کم ملتا ہی شامی نے کہا کہ ایک رکعت ملنے کی قید جو رباعی نمازمین کی ہے یہہ اگلے قول وکذا مدرک الثلاث کے لیئے ہی ورنہ حکم دو اور تین رکعتون والی نماز کا بہی یہی ہو کہ اگر رکعت ملنے سے جماعت نہیں ملیگی وکذا مدرک الثلاث لایکون مصلیا بجماعۃ علی الاظہر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفہ فی البحر اور اسیطرح تین رکعتونکا پانیوالا جار رکعتین جماعت کی ساتھہ نماز کا پڑہنیوالا نہوگا بموجب ظاہر تر قول کے اور امام سرخسی نے کہاہی کہ اکثر کو حکم کل کا ہی یعنی تین رکعتونکو پانیسے جماعت کا پانیوالا ٹہریگا اور ضعیف کہاہی اسکو بحرالرائق مین ہم صنف بحرالرائق نے کہاہی کہ اگر ایک شخص نے قسم کہائی کہ مین سیدہ روٹی کہا ونگا تو بالاتفاق اوسکی قسم جب ہی ٹوٹیگی جبکہ وہ کل روٹی کہانے اکثر کے کہانیسے نہ ٹوٹیگی اس سے معلوم ہوا کہ اکثر قائم مقام کل کے نہیں کیاجاتا کذا فی الشامی واذا خاف فوت الوقت تطوع ماشاء قبل الفرض والا لا بل یحرم التطوع لتفویتہ الفرض اور جبتک نمازی کو خوف ہو وقت کے جانے سے تو نفل پڑہے جسقدر چاہے فرض سے پہلے اور اگر وقت کے جانیکا خوف ہو تو نفل نہ پڑہے بلکہ نفل پڑہنا حرام ہی واسطے فوت کرنے فرض کے ویاتی بالسنۃ مطلقا ولو صلی منفردا علی الاصح لکونہا مکملات واما فی حقہ علیہ الصلوۃ والسلام فلزیادۃ الدرجات اور پڑہے سنتون کو ہرحال مین گو فرض تنہا پڑہے صحیح تر قول کے بموجب اسلیے کہ سنتین فرضون کی تکمیل کرنیوالی ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین زیادتی درجات کے لیے ہین ہم جاننا چاہیے کہ نفل دو طرح ہی ایک سنت موکدہ جو بارہ رکعتین ہین پانچون نماز مین اور ایک غیر موکدہ جیسے عصر سے پیشتر کی رکعتین یا اور نوافل پہر نمازی دو حال سے خالی نہین یا فرض جماعت سے پڑہیگا یا تنہا اگر جماعت سے پڑہے تو سنت موکدہ قطعا پڑہے یعنی بلا عذر اونکو ترک کرنے کا اختیار نہین اور اگر تنہا پڑہنا چاہتا ہی تب بہی ایک روایت مین یہی حکم ہے اور ایک روایت مین اسکو اختیار ہی اسلیے ماتن نے کہا کہ اگرچہ منفرد ہی پڑہے تاہم سنتین پڑہے صحیح تر قول کے بموجب شامی نے کہا کہ نقص شرح مین جب تفریق منفرد اور جماعت کی نہین تو احوط یہی ہی کہ اختیار ترک کا مفقود ہو ہان اگر وقت کے جانیکا خوف ہو تو اونکو ترک کرسکتا ہے ثم قول الدرر ولو فاتتہ الجماعۃ مشکل بما مر فتدبر یہہ قول درر کا اگرچہ فوت ہوجاے نمازی کو جماعت مشکل ہی اوس مسئلہ سے کہ گذرا سو اسکو خوب سمجھ لے ہم یعنی پیشتر بیان ہوا کہ جسکو ایک رکعت فجر یا ظہر کے نملنے کا خوف ہو وہ سنتین فجر یا ظہر کی ترک کرے تو اب یہہ کیسے کہہ سکتے ہین کہ سنتونکو پڑہے اگرچہ اسکو جماعت نملے جیسا صاحب درر نے کہاہی ہم یہہ اعتراض ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین کیاہی اور درواقع مین اعتراض نہین بلکہ درر کی عبارت کا مطلب غلط سمجھ لیاہی اوسکے شروع کو خیال نہین کیا اوسمین مسئلہ یون لکہاہی کہ ایک شخص کو جماعت فوت ہوگئی اوس نے فرض تنہا پڑہنی چاہے تو یہہ شخص سنتین پڑہے یا نہین بعض مشائخ نے کہا کہ نہ پڑہے اسلیے کہ سنتین اسیوقت پڑہی جاتی ہین کہ فرض جماعت سے پڑہے جائین مگر صحیح یہہ ہے کہ سنتین پڑہے گو جماعت اسکو نملی پس مصنف اور صاحب نہر الفائق نے اسکا مطلب یہہ سمجھ لیا کہ سنتین اوسکو پڑہے اگرچہ اوسکو یہ خوف ہو کہ جماعت نملیگی حالانکہ اسکا مطلب یہہ تہا کہ گو جماعت اوس سے فوت ہوگئی ہو مگر تاہم سنتین پڑہے کذا فی الشامی بتصرف ولو اقتدی بامام راکع فوقف حتی رفع الامام راسہ لم یدرک الموتم الرکعۃ لان المشارکۃ فی جزء من الرکن شرط ولم توجد فیکون مسبوقا فیاتی بہا بعد فراغ الامام بخلاف ما لو ادرکہ فی القیام ولم یرکع معہ فانہ یصیر مدرکا لہا فیکون لاحقا فیاتی بہا قبل الفراغ اور اگر اقتدا کیا نمازی نے پیچہے امام رکوع کرنیوالے کے اور توقف کیا یہانتک کہ اوٹھالیا امام نے اپنا سر تو مقتدی مذکور نے اس رکعت کو نہین پایا اسلیے کہ شرکت ایک جزمین کسی رکن کے اقتدا کی شرط ہی اور وہ نہین پائی گئی تو مقتدی اس صورت مین مسبوق ہوگا یعنی اس رکعت کو امام کے فارغ ہونیکے بعد پڑہے بخلاف اوس صورت کے کہ اگر امام کو قیام مین پایا اور توقف کیا اور اوسکے ساتھہ رکوع نکیا تو وہ اوس رکعت کا پانیوالا ہوگا یعنی مقتدی مذکور اس رکعت کے حق مین لاحق ہوگا تو اسکو پڑہے امام کے فراغ سے پیشتر ہم یعنے پہلے اسکو ادا کرے پہر متابعت امام کی بقیہ نماز مین کرے اور چونکہ مسبوق کے مسئلہ مین بعد الفراغ کہا تہا اوسکی مناسبت سے یہان بہی قبل الفراغ کہدیا حاصل یہہ کہ اقتدا رکعت ملنے کے حق مین ابتداء اسیوقت ثابت ہوتا ہی جب کوئی حصہ قیام کا ملے یا رکوع کا تو پہلی صورت مین جزو قیام مین مشارکت ہوئی نہ رکوع مین اسلیے مسبوق ہوا اور دوسری صورت مین اقتدا تو ثابت ہوگیا مگر رکوع مین ساتھہ ندینے سے لاحق ہوگیا کذا فی الشامی مختصرا ومتی لم یدرک الرکوع معہ تجب المتابعۃ فی السجدتین وان لم تحسبا لہ ولا تفسد بترکہما اور جب اوپر مسئلہ متن مین مقتدی نے رکوع امام کے ساتہ نپایا تو واجب ہے امام کی متابعت دو نون سجدون مین اگرچہ یہ دو نون سجدے اوسکے حق مین شمار نہونگے یعنی آخر کو پوری رکعت مع دونون سجدون کے پڑہنی ہوگی اور

فاسد ہوگی نماز ان دونو سجدون کے ترک سے ہم بعض ناواقف جب رکوع نہین ملتا تو نیت توڑ دیتے ہین کہ دوسری رکعت سے شریک ہونگے اسلیئے ماتن نے آگاہ کر دیا کہ اگر رکوع
نملے تو اقتدا صحیح ہوگیا امام کی متابعت سجدون مین واجب ہے گو اُن کے ترک سے نماز فاسد نہوگی فلو لم یدرک الرکعۃ ولم یتابعہ لکنہ اذا سلم الامام فقام و
اتی برکعۃ فصلوتہ تامۃ وقد ترک واجبا فی التجنیس پہر اگر مقتدی نے رکوع نپایا اور امام کی متابعت سجدون مین کی مگر جب امام نے سلام پہیرا تو اوس نے
اوٹہکر ایک رکعت پڑہ لی تو نماز اوسکی پوری ہی اور اوس نے ترک واجب کیا یعنی شروع اقتدا مین متابعت امام کی سجدون مین واجب تہی اوس کا تارک ہوا کذا فی النہر
من التجنیس ولو رکع قبل الامام فلحقہ امامہ فیہ صح رکوعہ وکرہ تحریما ان قرأ الامام قدر الفرض اور اگر مقتدی نے رکوع کیا امام سے پیشتر پہر امام نے اوسکو
رکوع مین جا لیا تو مقتدی کا رکوع درست ہوگا اور مکروہ تحریمی ہی پہلے رکوع کرنا اگر امام مقدار فرض پڑہ چکا ہو ہم مکروہ تحریمی اس وجہ سے ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ رکوع اور سجدہ مجہہ سے پہلے مت کرو اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع کرتا ہی یا اپنا سر اوٹہاتا ہی اوسکو یہہ خوف نہین کہ خدا تعالی اوسکا سر
گدہے کے سر سے بدل دے اور مقدار فرض سے مراد قراءت واجب ہے یعنی امام تین آیتین پڑہ چکا ہو اوس وقت مقتدی اوس سے پہلے رکوع کرے کذا فی الطحطاوی والا
لا یجزیہ اور اگر امام نے مقتدی کو سجدہ مین جا لیا یعنی مقتدی نے جب اپنا سر اوٹہا لیا تب امام نے رکوع کیا یا مقتدی نے اوس وقت رکوع کیا کہ ہنوز امام قراءت واجب پڑہ چکا نہ تہا
تو رکوع مذکور اوسکو کافی نہوگا دوبارہ رکوع کرنا چاہیے ورنہ نماز باطل ہو جائیگی کذا فی الشامی ولو سجد المؤتم سجدتین والامام فی الاولی لم یجز الا سجدۃ علی الثانیۃ
وتمامہ فی الخلاصۃ اور اگر مقتدی نے سجدہ کیا دو بار اور امام پہلے ہی سجدہ مین ہی تو مقتدی کا اوسکا سجدہ دوسرے سجدہ سے کافی نہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہے
ہم یعنی اگر مقتدی نے دو سجدے کئے اور امام نے ابہی ایک ہی کیا ہی تو مقتدی کا دوسرا سجدہ معتبر نہین اوسکو سجدہ دوم کا اعادہ واجب ہے ورنہ نماز فاسد ہوجائیگی کذا فی البحر

باب قضاء الفوائت یہہ باب ہے احکام قضا پڑہنے فوت شدہ نمازون کا لم یقل المتروکات ظنا بالمسلمین خیرا اذ التاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل
بالتوبۃ او الحج مصنف نے فوائت کہا متروکات نہ کہا واسطے بہتری کے گمان کرنے کے مسلمانون پر کیونکہ نماز مین بدون عذر تاخیر کرنا گناہ کبیرہ ہی کہ وہ نہین دور ہوتا قضا
پڑہنے سے بلکہ دور ہوتا ہی توبہ کرنے سے یا حج کرنے سے ہم یعنی اگر متروکات کہتا تو چہوڑی ہوئی نمازین مراد ہوتین جنکو نمازی نے چہوڑ دیا جان بوجہکر اور چونکہ جان بوجہکر نہ پڑہنا گناہ کبیرہ تہا
اسلیئے فوائت کہا یعنی جو نمازین مسلمان سے رہگئین ہون وہ اوسنے نہین چہوڑین اور حج سے گناہ کبیرہ کا دور ہونا اوس قول کے بموجب ہے کہ حج مقبول سے گناہ کبیرہ دور ہو جاتا ہے
چنانچہ کتاب الحج مین آویگا کذا فی الطحطاوی ومن العذر العدو وخوف القابلۃ موت الولد لانہ علیہ الصلوۃ والسلام اخرہا یوم الخندق اور عذر مین سے
ہی دشمن کا ہونا اور ڈرنا دائی جنائی کا بچہ کے مرنے سے اسلیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے عذر سے تاخیر نماز کی فرمائی جنگ خندق کے دن ہم یعنی جس روز خندق کہودی
اوس روز چار نمازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوقات معینہ پر نہوئین یہانتک کہ کچہہ رات گذری آپنے حضرت بلال کو ارشاد فرمایا اونہون نے اذان کہی پہر تکبیر کہی
آپنے ظہر کی نماز پڑہی پہر تکبیر کہی پہر عصر پڑہی پہر تکبیر کہلوا کر مغرب پڑہی پہر تکبیر کہی اور عشا پڑہی اس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے محاصرہ کرنے سے نماز مین تاخیر درست
ہی کذا فی الطحطاوی اب شارح قبل شروع ہونے مسائل باب کے چند اصطلاحین فقہی بیان کرتا ہی ثم الاداء فعل الواجب فی وقتہ وبالتحریمۃ فقط بالوقت یکون اداء
عندنا وبرکعۃ عند الشافعی پہر ادا کے یہہ معنے ہین کہ واجب کو اوسکے وقت مین کرنا اور بسبب صرف تحریمہ کرنے کے وقت کے اندر ادا ہوگی ہمارے
نزدیک اور ایک رکعت وقت مین ہونے سے ادا ہوگی امام شافعی کے نزدیک یعنی یہہ ضرور نہین کہ ادا مین سب نماز یا تمام واجب وقت کے اندر ہو بلکہ حنفیون کے نزدیک نماز
کی تحریمہ اگر وقت مین ہوگی تو وہ نماز ادا ہی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت وقت مین ہو جانے سے ادا کہلائیگی والاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ
لخلل غیر الفساد لقولہم کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تعاد ای وجوبا فی الوقت واما بعدہ فندبا اور اعادہ کے یہہ معنے ہین کہ مثل واجب کو وقت
واجب مین کرنا بسبب کسی خلل کے سوای فاسد ہونے کے یہہ تعریف اسلیئے کی کہ فقہا کا قول ہے کہ جو نماز ادا کی جائے کراہت تحریمی کے ساتہہ
وہ اعادہ کی جائے یعنی اوس کا اعادہ واجب ہی وقت کے اندر اور بعد وقت کے تو اعادہ مستحب ہی ہم شامی نے کہا کہ یہہ تعلیل شارح کی
علیل ہے اسلیئے کہ اس سے یہہ نہین معلوم ہوتا کہ جو نماز فاسد ہو اوس کا اعادہ نکیا جاسے حالانکہ تعریف مین غیر فاسد مذکور ہے اور نہ یہہ کہ
اعادہ خاص ہے وقت کے اندر بلکہ خود تصریح کر دی کہ بعد وقت کے بہی اعادہ ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ تفصیل اعادہ کے واجب

ہونے کی وقت میں اور مستحب ہونیکی بعد وقت کے صرف یہ دلیل ہی بحر الرائق کی تبعیت سے شارح نے ذکر کی ہے حالانکہ خیر الدین رملی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا ہی
کہ واجب ہی کہ بحر الرائق کے اس قول پر اعتماد نکیا جاوے کیونکہ فقہا کا قول کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھہ ادا کی جاوے اوس کا اعادہ لازم ہی اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ اعادہ خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد دونو صورتون مین واجب ہی اور یہی قول راجح ہی و القضاء فعل الواجب بعد وقته و اطلاقه
علی غیر الواجب کالتی قبل الظهر مجاز اور قضا کے یہہ معنی ہین کہ واجب کو اوسکے وقت کے بعد کرنا اور غیر واجب پر قضا کا بولنا جیسی ظہر کے پہلے کی سنتون کی
قضا کا کہنا مجاز ہی یعنی قضا صرف فرض و واجب کی ہوتی ہی اور سنت پر قضا کا بولنا مجاز ہی حقیقة الترتیب بین الفروض الخمسة و الوتر اداء و قضاء
لازم یفوت الجواز بفوته للخبر المشهور من نام عن صلوة و به یثبت الفرض العملی ترتیب درمیان پانچون فرض اور وتر کے ادا مین اور قضا مین لازم
ہی فوت ہوتا ہی صحیح ہونا فرض و وتر کا ترتیب کے فوت سے بسبب خبر مشہور من نام عن صلوة کے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہی ترتیب کا فرض عملی ہونا اور ترتیب کو
صدر الشہید نے فرض کہا ہی اور محیط مین شرط اور معراج مین واجب اور چونکہ فرض قطعی اعتقادی کو بولا کرتے ہین اور ترتیب فرض عملی ہی اور شرط حقیقی ہونیسے ساقط
نہین ہوتی اور ترتیب ساقط ہوجاتی ہی اور واجب کے فوت سے صحت فوت نہین ہوتی بخلاف ترتیب کے اسلیے مصنف نے لازم کہا تاکہ سب الفاظ کو عام ہو شارح نے لزوم
کی دلیل اس حدیث کو بتایا کہ پوری سطرح ہی جو کوئی سو جاوے کسی نماز سے یا بہول جاوے اور اوسکو یاد نہ آوے مگر اوس وقت کہ وہ امام کے ساتھہ نماز پڑہتا ہو تو چاہیے کہ اوس جماعت
کی نماز کو پڑہ لیوے اور اوسکے بعد اوسکو پڑہے جسکو یاد کیا تہا پہر اوسکا اعادہ کرے جسکو امام کے ساتھہ پڑہا تہا انتہی فتح القدیر مین کہا کہ دعویٰ اسکے مشہور ہونیکا نامقبول ہی
کیونکہ اسکے مرفوع ہونے مین بہی اختلاف ہی کہ بعض موقوف کہتے ہین صحیح ہی کہ مشہور ہو کذا فی الشامی و قضاء الفرض و الواجب و السنة فرض و واجب و سنة
لف و نشر مرتب اور قضا کرنا فرض اور واجب اور سنت کا فرض اور واجب اور سنت ہی شارح نے کہا کہ یہہ عبارت مین لف و نشر مرتب ہی یعنی فرض کا قضا کرنا فرض ہی اور واجب فوت شدہ
کی قضا واجب اور سنت کا قضا پڑہنا سنت ہی اور واجب نماز جیسے نذر کی یا جس نفل کو شروع کرکے توڑ دیا ہو یا وتر امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی و جمیع اوقات العمر
وقت للقضاء الا الثلثة المنهیة کما مر اور سب اوقات عمر کو وقت ہین قضا پڑہنے کیلیے بجز تین وقتون منع کیے ہوئے کی جیسے گذرا یعنی اوقات نماز مین بیان ہوچکا ہی کہ طلوع اور غروب اور استوا
کے وقت مین نماز مکروہ تحریمی ہی اور سوا ان تین وقتون کے اور وقتون مین قضا نماز صحیح ہی اگرچہ بعد صبح اور عصر کے ہو فلم یجز تفریع علی اللزوم فجر من تذکر انه لم یوتر
لوجوبه عنده الا اذا استثناء من اللزوم فلا یلزم الترتیب اذا ضاق الوقت المستحب حقیقة اذ لیس من الحکمة تفویت الوقتیة لتدارک الفائتة
پس نہین جائز ہی فجر اوس شخص کی جسکو یاد ہو اکہ اوسنے وتر نہین پڑہی بسبب واجب ہونے وتر کے امام کے نزدیک شارح نے کہا کہ یہہ تفریع ہی لزوم ترتیب پر درمیان فرض
اور واجب کے مگر جب تنگ ہو جاوے وقت مستحب واقع مین نہ نمازی کے گمان مین یعنی یہہ صورت لزوم ترتیب سے خارج ہی اسمین ترتیب لازم نہوگی کیونکہ حکمت کی بات نہین
وقتی نماز کا فوت کردینا واسطے تدارک فوت شدہ کے ہم نے جائز ہونے کے یہہ معنے کہ نماز فجر کا فاسد ہونا ملتوی رہیگا چنانچہ آگے آویگا اور وقت کے
تنگ ہوجانے سے یہہ غرض کہ اگر فوت شدہ نماز کو پڑہتا ہی تو وقت مستحب وقتی کے لئے نہین رہتا مثلاً عصر مین آفتاب زرد ہوجاتا
ہی تو اس صورت مین ترتیب ساقط ہوجاتی ہے کیونکہ وقتی کو فائتہ کردینا اور فائتہ کو ادا کرنے مین کچھہ حکمت نہین ولو لم یسع الوقت
کل الفوائت فالاصح جواز الوقتیة مجتبیٰ اور اگر وقت گنجایش نرکہتا ہو سب فائتہ نماز ون کے لیے تو صحیح تر جائز ہونا وقتیہ کا ہی کذا فی المجتبیٰ
صورت اوسکی یہہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کے ذمہ نماز عشا و وتر ہے اور صبح کا وقت اتنا ہی کہ اوس مین وتر اور نماز صبح ہوسکتی ہی تو فقہا نے اسکو ترجیح دی
ہی کہ جب تک وتر نہ پڑہ لیگا صبح کی نماز درست نہوگی اور مجتبیٰ مین اصح اسکو ٹہرایا ہی کہ صبح کی نماز جائز ہوگی کذا فی الحلبی و فیه ظن من علیه العشاء
ضیق وقت الفجر فصلاها و فیه سعة یکررها الی الطلوع و فرضه الاخیر اور مجتبیٰ مین ہی کہ جس شخص کے ذمہ عشا ہو اوسنے گمان کیا وقت فجر کی تنگی کا پس پڑہ لی فجر کی نماز
اور وقت مین وسعت ہی تو نماز فجر کو مکرر پڑہے طلوع آفتاب تک اور فرض اوسکا سب سے پچہلا ہوگا صورت اوسکی یہہ ہے کہ نمازی نے یہہ خیال کیا کہ وقت مین
اتنی گنجایش نہین کہ عشا اور فجر دونو ہوجاوین اسلیے اوسنے صرف فجر کی نماز پڑہی پڑہنے کے بعد معلوم ہوا کہ وقت اور باقی ہی اور اسمین عشا ہو سکتی اسلیے اوسنے عشا کو پڑہا پہر
خیال کیا کہ وقت ایک ہی نماز کی گنجایش ہو تو پہر فجر کی نماز پڑہی اسیطرح جبتک گنجایش ہو فجر کو پڑہے تو جو دوگانہ طلوع کے قریب کا ہوگا وہی فرض ہوگا اور باقی نفلین ہونگی اور جب یہہ خیال ہو کہ وقت مین گنجایش دو نو نماز ون کی ہی تو اول عشا پڑہے

پہر فجر کذا فی الطحطاوی والشامی او نسیت الفائتة لانه عذر گیا بہولجای نماز فوت شدہ تب ہی ترتیب لازم نہین آتی ہی کہ بہولنا عذر ہی یعنی عذر آسمانی ہی کہ اسمین بندہ
کو اختیار نہین اور فائتہ کا وقت یاد پڑنیسے ہوتا ہی جب تک یاد نہ آویگی اوسکا وقت نہو گا کذا فی البحر او فاتت ست اعتقادیة لدخولها فی حد التکرار
المقتضی للحرج یا فوت ہوجائین چہ نمازین فرض اعتقادی تب بہی ترتیب ساقط ہی واسطے داخل ہونے چہ کے اوس شمار مین کہ چاہتی ہی مکرر ہونیکو اور پہنچانیوالی
ہی تنگی کیطرف مترجم یعنی چہہ سی کمتر نمازون مین ہوسکتا ہی کہ کوئی نماز مکرر نہو جیسے ایکدن رات کی پانچ نمازین اور اگر فائتہ نمازین چہہ ہونگی تو بالضرور ایک نماز
مکرر ہوگی اور تکرار انکی صورت مین ترتیب کا واجب کرنا موجب حرج تہا اسلیے چہ نمازون کو جن مین قطعا تکرار ہی ترتیب کے ساقط کرنے کا
سبب ٹہیرایا اور اعتقادی کی قید اسلیے لگائی کہ فرض عملی یعنے وتر نکل جاوی ہرچند ترتیب اوس مین اور دوسری نمازون مین فرض ہے
مگر وتر کا شمار فوائت مین جداگانہ نہین اور شاید اسلیے نہین کہ اوس کا کوئی وقت مستقل نہین پہر ترتیب کا سقوط اس سببسے فائتہ اور وقتی مین یا
دو فوت شدہ نمازون مین ہوتا ہے مگر دو وقتی نمازون مین ترتیب ساقط نہین ہوتی مثلا جسکی چہ نمازین فوت ہوگئی ہین تو عشا اور وتر
کی ترتیب اوسکو لازم ہے کذا فی الشامی بخروج وقت السادسة علی الاصح ولو متفرقة او قدیمة علی المعتمد لانه متی اختلف الترجیح
رجح اطلاق المتون بحر ا چہ نمازون کے فوت ہونیسے ترتیب ساقط ہوگی ساتہہ نکلنے چہٹی نماز کے وقت کے صحیح تر قول کے بموجب اگرچہ چہہ
نمازین متفرق ہون یا قدیم ہون مذہب معتمد پر اسلیے کہ جب ترجیح مختلف ہوتی ہے تو متون کے اطلاق کو ترجیح دی جاتی ہے کذا فی البحر
قول اصح کا مقابل یہہ ہی کہ وقت چہٹی نماز کی داخل ہونیکا معتبر ہی امام محمد کے نزدیک اور متفرق کی مثال یہہ مثلا چہہ نمازین صبح ہی کی فوت ہوگئین اور اونکی بیچ کی نمازین ادا ہوئین
اور فوائت کے پڑہ لینی او قدیم کی مثال یہہ کہ ایک شخص نے مثلا ایک مہینا برابر نماز نہ پڑہی پہر اوسنے کوئی نماز قضا نکی اب اگر کوئی نماز نئی قضا ہوگی اور باوجود اوسکی
یاد کے دوسری نماز پڑہیگا تو دوسری درست ہوجائیگی کیونکہ یہہ فائتہ پہلے کی نمازون فوت شدہ مین ملجائیگی اور بعضونے کہا ہے کہ چہہ نمازین پہلے کی فوت ہوجانی سے ترتیب
ساقط ہوجاتی ہی پہلی فوائت کا اعتبار نہین اور تجنیس مین اسی پر فتوی لکہا ہی اور مجتبی مین اول کو صحیح کہا ہی اور سراجیہ مین اسپر فتوی دیا گیا ہی تو معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین فتوی اور تصحیح مختلف ہین
مگر چونکہ متون فقہ مین مطلق چہہ نمازون فوت شدہ کا اعتبار ہی خواہ نئی ہون یا پرانی اسلیے شارح نے کہا کہ ترجیح متون کے اطلاق کو دینا چاہیے یعنی قول اول ہی معتمد ہی کذا فی البحر او ظن ظنا معتبرا
ای یسقط لزوم الترتیب ایضا بالظن المعتبر کمن صلی الظهر ذاکرا لترکه الفجر فسد ظهره فاذا قضی الفجر ثم صلی العصر ذاکرا للظهر جاز العصر اذ لا فائتة علیه فی ظنه حال
اداء العصر وهو ظن معتبر لانه مجتهد فیه یا گمان کیا گمان معتبر یعنی ساقط ہوتا ہی لزوم ترتیب گمان معتبر سے بہی مثلا ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑہی یاد کرکے کہ مینے فجر نہین پڑہی تو اوسکی نماز ظہر فاسد
ہوگئی پہر جب اوسنے فجر کو قضا پڑہلیا اور اوسکے بعد عصر کو پڑہا حالانکہ ظہر اوسکو یاد ہی تو اوسکی نماز عصر کی درست ہوگی اسلیے کہ اوسکے گمان مین عصر کے ادا کرنیکے وقت اوسپر کوئی نماز قضا نہین اور
وہ گمان معتبر ہی اسلیے کہ یہہ مسئلہ اختلافی ہی مترجم یعنی اگر اپنے گمان مین ترتیب کو واجب نہین جانتا اور بعد ظہر نماز دن کے پڑہنے کے جانا کہ ترتیب واجب ہے تو عصر کے فاسد ہونیکا حکم
نہ دیا جائیگا کیونکہ آخر امام شافعی ترتیب کو مستحب کہتے ہین تو اوسکا گمان غیر معتبر نہ ٹہیرا اسلیے ترتیب ساقط ہوئی اور اس مسئلہ کا پورا بیان شامی مین ہی وفی المجتبی من جهل فرضیة
الترتیب یلحق بالناسی واختاره جماعة من ائمة بخارا وعلیه یخرج ما فی القنیة صبی بلغ وقت الفجر وصلی الظهر مع تذکره جاز ولا یلزم الترتیب
بهذا العذر اور مجتبی مین ہے کہ جو شخص جاہل ہو فرض ہونے ترتیب سے وہ لاحق کیا جائیگا بہولنے والے سے یعنی عذر جہالت سے بہی ترتیب ساقط کردیجاتی ہی اور اختیار کیا ہی
اسکو ایک جماعت نے بخارا کے اماموں سے اور اسی قول پر متفرع ہو وہ مسئلہ جو قنیہ مین ہی کہ ایک لڑکا فجر کے وقت بالغ ہوا اور اوسنے ظہر کی نماز پڑہی باوجود فجر کے یاد
ہونیکے تو ظہر کی نماز درست ہوگی اور اس عذر سے اوسپر ترتیب لازم نہوگی یعنے ترتیب کے فرض ہونیکا علم غالبا اس عمر مین نہین ہوتا تو جہالت کے عذر سے
اوسپر سے ترتیب ساقط ہوئی کذا فی النهر مترجم ظن معتبر اور جہالت کو جداگانہ سبب ترتیب کے ساقط ہونے کا تصور کرنا سچا ہی اسلیے کہ جب جہالت
بہول مین داخل ہے اور ظن معتبر بہی جہالت کی قسم ہے تو یہہ بہی نسیان مین داخل ہوا چنانچہ صاحب بحر الرائق نے ان کو نسیان سے ملحق کیا ہے پس سبب
سقوط ترتیب کے وہی تین رہے جو متن والون نے لکہے ہین یعنے وقت کا تنگ ہونا اور بہولنا اور فوائت کا چہہ یا زیادہ ہونا کذا فی الشامی
ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطه بکثرتها ای الفوائت بعود الفوائت الی القلة بسبب القضاء لبعضها علی المعتمد لان الساقط لا یعود

ہونا شرط نہیں اور قسم دوم ترتیب کا بعد ساقط ہونے عود ہونا ہے یعنی جب فوتوں کی کثرت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی پھر جب بعض کو قضا پڑھ لیا اور باقی تھوڑی رہیں تو ترتیب

ترتیب عود نہیں کرتی اور بعض نے کہا کہ عود کرتی ہے اور صحیح یہی ہے کہ عود نہیں کرتی مثلاً ایک شخص کے ذمہ سال بھر کی نمازیں قضا ہیں تو اس پر ترتیب

ساقط ہو گئی پھر اس نے بعض ایسی نمازوں کو قضا پڑھا یہاں تک کہ باقی تھوڑی رہ گئیں یعنی پانچ سے کم تو کیا ترتیب پھر عود کرے گی یا نہیں اس میں اختلاف ہے

صحیح یہ ہے کہ عود نہیں کرتی اور بعض نے کہا کہ عود کرتی ہے پس اگر کوئی نماز پڑھیگا تو نماز وقتی جائز ہوگی اور مصنف کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ

قول ہے جیسا کہ ترتیب عود کر آتی ہے اور اسی قول کو ہدایہ میں پسند کیا ہے اور کافی میں اسکو رد کیا ہے اور صحیح یہی ہے

کہ ترتیب عود نہیں کرتی اور بعض نے کہا کہ قضا پڑھنے کی قید اسلئے ہے کہ اگر کل کی قضا کر لیگا اور ایک نماز بھی اسکے ذمہ رہیگی تو اسکے نزدیک

ترتیب عود ہو جائیگا چنانچہ قہستانی نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الشامی ولکن لا یعود الترتیب بعد سقوطه ببعض المسقطات

الثلاثة یعنی النسیان والضیق حتی لو خرج الوقت فی خلال الوقتیة لا تفسد وهو مؤید لما هو الاصح مجتبی اور مسئلہ یہ ہے

کہ ترتیب بعد اسکے ساقط ہونے کے کسی گذشتہ ساقط کرنیوالی چیز کی وجہ سے یعنی بھولنے اور تنگی وقت کے سبب اگر ترتیب ساقط

ہو جائیگی تب بھی عود کر آئیگی یہانتک کہ اگر وقت جاتا رہیگا درمیان وقتی کے تو نماز وقتی فاسد نہوگی اور نماز ادا ہی ہوگی اور الا ہوگی یہی صحیح ترجمہ ہے

المجتبی یعنی تنگی وقت کے باعث ترتیب ساقط ہو کر اگر وقت جاتا رہا تو ترتیب عود نہ کریگی یہانتک کہ اگر وقتی کے پڑھنے کے درمیان وقت جاتا رہا تو

فاسد نہوگی کیونکہ ترتیب ساقط ہو گئی اور یہ نماز وقتی ادا ہوگی نہ قضا ایسا ہی نسیان سے ساقط ہو کر پھر عود نہ کریگی اور بعض فقہا کے نزدیک نماز وقتی میں

تنگی وقت زائل ہو گئی اور جتنی وقت سے خارج ہوگی وہ قضا ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ سب قضا ہوگی مگر صحیح یہ ہے کہ ادا ہوگی کذا فی الطحطاوی و منح الغفار

فی النهر والسراج عن الدرایة لو سقط للنسیان والضیق ثم تذکر واتسع الوقت یعود اتفاقا ونحوه فی الاشباه فی بیان ان الساقط

لا یعود فلیحرر لیکن نہر الفائق اور سراج میں درایہ سے ہے کہ اگر ترتیب نسیان اور وقت کی تنگی سے ساقط ہو گئی پھر اسکو نماز فائتہ یاد ہوئی اور وقت میں گنجائش

ہے تو ترتیب عود کریگی بالاتفاق اور مثل اسکے ہے اشباہ میں اس قاعدہ کے بیان میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی تو اسکی تحقیق کرنی چاہئے مترجم کہتا ہے کہ

وقت کی تنگی میں خلاف لفظی ہے کیونکہ مجتبی میں عدم عود کی تصریح اس صورت میں ہے کہ وقت نکل گیا ہو اور درایہ میں عود کی تصریح اس صورت میں ہے

کہ وقت میں گنجائش ہو دونوں کو جمع کرینگے تو دونوں قولوں میں کچھ منافات نہیں اور اسیطرح بھولنے کے بعد یاد کرنیکی صورت مجتبی میں اس پر

محمول ہے کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد فائتہ یاد ہوئی ہو اور درایہ میں اس پر محمول ہے کہ نماز وقتی کے فارغ ہونے سے پیشتر یاد ہوئی ہو کذا فی الحلبی ۱۲

فسادُ اصلِ الصلوٰة بترکِ الترتیب موقوفٌ عندَ ابی حنیفةَ سواءٌ ظنَّ وجوبَ الترتیبِ اوْ لا فانْ کثرتْ وصارتِ الفوائتُ

مع الفائتة ستًّا ظهر صحتُها بخروجِ وقتِ الخامسةِ ای هی سادسةُ الفوائتِ لانَّ دخولَ وقتِ السادسةِ غیرُ شرطٍ لا

لو کان فجرٌ یومٍ وادّاه ساقی صلوٰة انقلبتْ صحیحةً بعدَ طلوعِ الشمسِ اور فاسد ہونا وصف نماز کا بسبب چھوڑنے ترتیب کے موقوف ہے

امام ابو حنیفہ کے نزدیک برابر ہے کہ نمازی نے وجوب ہونے ترتیب کا ظن کیا ہو یا نہیں پس اگر بہت ہو جائیں اور سب نمازیں جنکا فساد موقوف ہے فائتہ کو

ساتھ ملا کر چھ ہو جائیں تو ظاہر ہوگی صحت ان پانچوں کی پانچویں نماز کے نکلنے کے وقت پر جو شمار میں چھٹی ہو نمازوں سے اسلئے کہ داخل ہونا چھٹی نماز کے وقت کا

شرط نہیں کیونکہ اگر ایک شخص نے کسی روز کی فجر چھوڑ دی پھر باقی نمازیں اس دن کی ادا کیں اور اسکی فجر کو یاد کرکے نہیں پڑھا یہانتک کہ دوسرے دن کے آفتاب کے طلوع ہونے پر

صحیح ہو جائیگی یعنی اگر دخول وقت چھٹی کا شرط ہوتا تو دوسرے روز کی فجر کے وقت کے نکلنے پر صحیح ہوتیں شامی نے کہا کہ شارح نے بتبعیت نہر الفائق فساد اصل کہا حالانکہ

حکم یہ ہے کہ اصل نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ وصف فاسد ہو جاتا ہے یعنی نماز فرض نہیں رہتی نفل ہو جاتی ہے تو بہتر تھا کہ شارح اصل کی جگہ وصف کہتا جیسا کہ

صاحب بحر نے وصف کہا ہے اور صاحبین کے نزدیک فساد موقوف نہیں ہوتا اگرچہ امام محمد کے نزدیک اصل و وصف دونوں قطعاً فاسد ہوتی ہیں اور امام ابو یوسف

کے نزدیک فقط وصف قطعاً فاسد ہو جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سادسة الفوائت کہنا مناسب نہیں بلکہ سادسة الصلوات درست ہے اسلئے کہ پانچویں نماز فوت ہو

ان الصلوات كلها بالتحريمة الا بيان تقضيها لا ينظر صحتها بل تصير صلاة وفيها اشكال فهل يصح تخرج صحتها ان كان فيها ما يفسد الصلاة
بہت ضروری یعنی یہہ نہو جائینگی تو ان نمازون میں جنکا ادا کرنا فرض ہے ظاہر نہوگی بلکہ نفلین ہوجائینگی یعنی اگر نماز مرتکب قضا کو دوسری ظہر کے وقت میں پڑھیگا
لیکن نماز ظہر سے پیشتر پڑھیگا تو جو نمازیں موقوف الفساد ہیں وہ فاسد ہوجائینگی یعنی نفلین ہوجاینگی اور اگر نماز بعد عشا کے ظہر پڑھیگا
تو سب درست ہوجائینگی اور یہی چھٹی نمازین یہہ بھی معاف کیا جاتا ہے کہ ایک نماز پانچ نمازونکو درست کردیتی ہے اور دوسری نماز پانچ نمازونکو فاسد
کرتی ہے جواب اس معما کا یہہ ہے کہ وہی نماز فائتہ ہے کہ اگر اوسکو پانچوین نماز پڑھنے کے بعد اوسکے وقت نکلنے سے پیشتر قضا کریگا تو پانچون نمازین فاسد
ہوجائینگی اور اگر وقت نکلنے کے بعد پڑھیگا تو پانچون نمازین صحیح ہوجائینگی اور دوسری نماز اسلیئے کہا کہ وقت نکلنے کے بعد پڑھیگی فہذا معنیٰ
مین ایکہی ہے اور چونکہ صحت کا مدار وقت کے نکلنے پر ہے تو نماز کو صحیح کہنے مین شارح سے مسامحت ہوئی کذا فی الشامی ولو مات وعلیه صلوات

فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة اور اگر ایک شخص مرا اور اوسکے ذمہ نمازین فوت شدہ رہین اور وصیت
کی کفارہ دینے کی تو دیا جاوے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہون مانند صدقہ فطر کے یعنی آدھا صاع گیہون یا آٹا یا ستو یا ایک صاع جو خرما چھوارا یا انکی
قیمت دیوے اور وصیت کرنی اوس شخص کو لازم ہوگی اگر وہ قادر تھا فوت کے اوپر ادا کرنے کی اور صاع کا بیان فطرہ کے ذکر مین لکہا جائیگا انشاء اللہ
تعالیٰ وكذا حكم الوتر والصوم وانما يعطى من ثلث ماله ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم
يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی اونمین سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دیا
جاویگا اور یہہ کفارہ میت کے مال کی تہائی سے دیا جاویگا اور اگر میت نے کچہہ مال نچھوڑا ہو یا اتنا نہو کہ سب نمازون کے کفارہ کو کافی ہو تو میت کا وارث
یہہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہون مثلاً قرض لے اور اوسکو فقیر کے حوالہ کرے پہر فقیر وہ گیہون وارث کو ہبہ کردے اور وارث پہر فقیر کو دیدے اسیطرح
کرتا رہے یہانتک کہ کفارہ تمام ہوجاوے پھر یہہ حیلہ اوس امر کا ہے جو اس زمانہ میں اسقاط کے نام سے مشہور ہو رہا ہے اور اہل ہند اسباب مین یا فعل
یہہ حیلہ استعمال کرتے ہین کہ عمر بہر کے نماز روزہ کا حساب کرکے کفارہ کا تعداد ٹھہرایا یا اناج معلوم کرلیا پھر فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دیکر اپنے ذمہ
قرض کرلیا بعد اسکے اوس قرض کی عوض ایک قرآن مجید فقیر کے حوالہ کرتے ہین اور یہہ اسقاط وارث کے ذمہ واجب نہین تبرع ہو مگر اسلام کا خیر
خالی کلمہ سے نہین ولو قضاها ورثته بامره لم يجز لانها عبادة بدنية بخلاف الحج لانه يقبل النيابة اور اگر نمازین فوت شدہ
کو میت کے وارثون نے اوسکے حکم سے قضا پڑہا تو اوسکی طرف سے درست نہوگی اسلیئے کہ نماز عبادت بدنی ہے ہر مکلف کو حکم ہے کہ اپنے بدن سے اوسکو بجا لاوے
دوسرے کے ادا کرنے سے ادا نہوگی بخلاف حج کے اسلیئے کہ وہ نیابت کو قبول کرتا ہے یعنی وارث کو حج کرنے سے فرض میت کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے اگرچہ میت نے
اوسکی وصیت نکی ہو کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اوسکے باپ کی طرف سے حج کرنیکی اجازت فرمائی تھی کذا فی الطحاوی
ولو ادى للفقير اقل من نصف صاع لم يجز ولو اعطاه الكل جاز اور اگر دیا وارث نے فقیر کو کمتر صاع سے تو جائز نہوگا اور اگر سب غلہ اوسکو دیا
تو درست ہوگا یعنی صدقہ فطر سے اس کفارہ میں اتنا فرق ہے کہ نصف صاع سے کم ایک فقیر کو فطرہ درست ہے اور کفارہ نماز روزہ کا درست نہین اور کفارہ قسم اور
ظہار اور افطار میں عدد شرط ہے ایک کو سب دینا درست نہین کذا فی الشامی ولو فدى عن صلواته في مرضه لا يصح بخلاف الصوم اور اگر فدیہ دیا
اپنی نماز سے بیمار ہوکر مرض موت میں تو صحیح نہوگا اور یہہ واجب نہوگا وصیت کرنا بخلاف روزہ کے کہ اگر روزے مرض مین رہ گئے اونکا فدیہ دیدے تو درست ہو لیکن اوسکی
بہت رعایت رہیگی کذا في الطحطاوي وبعذر تأخير الفوائت وان وجبت على الفور لعذر السعي على العيال وفي الحوائج على الاصح
فوت شدہ نماز قضا کا اگرچہ واجب ہے فوراً ... [illegible] ... اوسکی حاجتوں میں
بہت سی ... [illegible] ... ساقط ہوجاتی ہے اگر ... [illegible]
... [illegible] ... کذا فی الطحطاوی ... [illegible]

صلوٰۃ وفی المجتبیٰ الاصح [illegible] بے نمازی کی عادت [illegible] رمضان کی قضا درست ہی لگی یعنی ان لوگوں کو جب [illegible] ادا کر چکا ہو ترک کیا حلوانی
فی المجتبیٰ [illegible] کا قول [illegible] جب [illegible] کی قید لگائی کہ [illegible] کا حکم وقت میں ادا کرنا واجب ہو کذا فی الشامی [illegible]
[illegible] ولو لم یوجد [illegible] اور معذور رکھا جائیگا جہالت سے [illegible]
[illegible] خطاب شریعت کا علم لازم ہوتا ہے علم سے [illegible]
[illegible] اسلام [illegible] جہالت مسموع نہوگا [illegible]
[illegible] کذا فی الشامی کما لا یقضی [illegible] ماقبلہا الا الحج لانہ بالردۃ یصیر کالکافر الاصلی [illegible]
[illegible] فوت ہوئی ہوں [illegible] ردت سے پیشتر فوت ہوئی ہوں بجز حج کے کہ اسکا اعادہ کرنا پڑیگا کیونکہ وہ مرتد
[illegible] کافر [illegible] قضا کرے کے وقت کی نماز ہوگی نہیں ہے اور حج اسلام بشرط قدرت فرض ہے اسیطرح مرتد کو تصور کرنا [illegible]
[illegible] اعادۃ فرض [illegible] صلوٰۃ الوقت لانہ حبط بالردۃ قال اللہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عملہ [illegible] یعنی مرتد کے کافر اصلی کی مانند ہونے سے لازم کیا جائیگا مرتد کو دوبارہ پڑھنا فرض کا جسکو مرتد نے ادا کیا پھر اوسکے پیچھے مرتد ہوگیا اور توبہ کی
یعنی مسلمان ہوا اوسی فرض کے وقت میں کیونکہ فرض مذکور باطل ہوگیا مرتد ہونیکی جہت سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو شخص منکر ایمان کو ہو تو اوسکا عمل باطل ہوجاتا
ہے وخلاف الشافعی بدلیل فیمت وہو کافر قلنا افادت عملین وجزائین احباط العمل والخلود فی النار فالاحباط بالردۃ و
الخلود بالموت علیہا فلیحفظ اور خلاف کیا ہے امام شافعی نے دلیل فیمت وہو کافر سے ہم کہتے ہیں کہ آیت میں دو کام ہیں اور دو جزا ان کا افادہ
کیا ہے عمل کا باطل ہونا اور دوزخ میں ہمیشہ رہنا یہ دو جزائیں ہیں پس اول جزا ردت کی ہے اور دوسری ردت پر مرنیکی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے امام شافعی
نے فرمایا ہے کہ اوس شخص پر اعادہ فرض لازم نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وہو کافر فاولئک حبطت
اعمالہم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون اور اس آیت میں عمل کے باطل ہونیکو معلق کیا ہے ردت پر مرنے سے پس
جب کہ وہ شخص اوسی وقت مسلمان ہوگیا اور ردت پر نہیں مرا تو اوسکا فرض نہیں باطل ہوا ہم جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں دو شرطیں ہیں اور دو
جزائیں بطریق لف ونشر مرتب کے اول شرط مرتد ہونیکی ہے اور اوسکی جزا عمل کا باطل ہونا ہے اور دوسری شرط کفر پر مرنیکی ہے جسکی جزا دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے
کیونکہ پہلی آیت ومن یکفر الآیۃ میں عمل کے باطل ہونیکو صرف کفر پر مشروط کیا ہے تو اسکو بھی جاننا چاہیئے کذا فی الشامی مختصرا فروع مسائل متفرقہ
صبی احتلم بعد صلوٰۃ العشاء واستیقظ بعد الفجر لزمہ قضاءہا ایک لڑکے کو احتلام ہوا بعد اوسکے عشا کی نماز پڑھ لینے کے اور وہ
جاگا فجر کے بعد تو اوسکو لازم ہے عشا کا قضا پڑھنا کیونکہ جو اوسنے پڑھی تھی وہ نفل ہوئی تھی اور مکلف بلوغ کے ہوا وقت کو ہوتے اور وہ [illegible] خطاب شرعی
ہیں کذا فی الشامی صلی فی مرضہ بالتیمم [illegible] لا یعید [illegible] مریض [illegible] تیمم اور اشارہ سے
[illegible] کہ اوسکو فوت ہوئی [illegible] تو درست ہوگی [illegible] کو دوبارہ پڑھے جب تندرست ہوا [illegible] کثرت الفوائت نوی اول ظہر
علیہ او آخرہ وکذا الصوم لو من رمضانین ہو الاصح [illegible] جب ہوگئیں فوائت نیت کرے اول ظہر کی اپنے ذمہ یا آخر ظہر کی اور اسیطرح روزہ کا
[illegible] یہی صحیح ہے [illegible] مثلا [illegible] ظہر کی [illegible] قضا پڑھنی ہیں تو تعیین قضا میں ضروری ہے
[illegible]
[illegible] اول رمضان یا آخر رمضان کی
[illegible] کذا فی الشامی [illegible]
[illegible]

باب سجود السهو [illegible]

[illegible]

الفقهاء والظن الطرف الراجح والوهم الطرف المرجوح [illegible]

[illegible]

[illegible] يجب له بعد سلام واحد [illegible] لانه المعهود وبه يحصل التحليل [illegible]

[illegible]

[illegible] ولو سجد قبل السلام جاز [illegible] عند مالك قبله في النقصان وبعده في الزيادة

فيعمد القاف بالقاف والدال بالدال [illegible]

[illegible]

[illegible] اذا كان الموقت صلاة الفجر او طلعت الشمس [illegible]

[illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible] ساقط ہوجاتا ہے کما فی الفتح اور آفتاب کی سرخی یعنی قضا نماز کی [illegible] ہوگا [illegible]

[illegible] کذا فی البحر [illegible] وقيل الافضل على قرض [illegible] لو كان الاختيار [illegible] کر [illegible] نفل کی [illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible] فرض کے [illegible] کذا فی البحر [illegible] وتعلو يجب ما يجب في صفة الصلوٰة [illegible]

الاخيرين في المغرب [illegible] کذا [illegible] کہ صفت صلوٰۃ میں [illegible] سجدہ سہو [illegible]

[illegible] لازم [illegible] قيل الاولى لديم ترك القعدة الاولى وصلوٰة فيه على النبي صلى الله عليه

وسلم [illegible] او تاخير [illegible] الى التشهد [illegible] الصلوٰة [illegible] ترک [illegible] نہیں [illegible]

[illegible] قعدہ اولیٰ میں [illegible] تشہد [illegible] نماز میں [illegible]

[illegible] کذا فی البحر [illegible] روایت میں [illegible] سجدہ میں [illegible]

[illegible] اگر [illegible] رکعت [illegible] سجدہ [illegible] کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] تکرار [illegible] اگر [illegible] واجب [illegible] سجدہ سہو [illegible] کذا فی البحر [illegible]

[illegible] واجب [illegible] سجدہ لازم ہوگا کذا فی الشامی [illegible] بذلك واجب قبل قراءة الواجب [illegible]

[illegible] جیسے رکوع کرنا قراءت [illegible] شارح نے کہا [illegible] قراءت [illegible] بالسجود

[illegible] الرکوع [illegible] الفاتحة [illegible] السورة [illegible] قراءت [illegible]

[illegible] قراءت [illegible] رکوع [illegible] قراءت [illegible] رکوع [illegible] الحمد

[illegible] سورہ کا اعادہ [illegible] اگر رکوع میں [illegible] الحمد نہیں پڑھی [illegible] الحمد [illegible] سورہ [illegible]

[illegible] الحمد اور سورہ ترتیب وار [illegible] قراءت کی طرف [illegible] سجدہ سہو کرے کذا فی [illegible] وتاخير قيام الى

الثالثة بزيادة على التشهد بقدر ركن وقيل بحرف وفي الزيلعي الاصح وجوبه [illegible] اللهم صل على محمد [illegible]

رکن کی [illegible] التحیات [illegible] سجدہ سہو [illegible] زیلعی میں [illegible] اللهم صل على محمد [illegible]

[illegible] وعلى آل محمد [illegible] سجدہ واجب [illegible] التحیات کے بعد قعدۂ اولیٰ میں [illegible]

[illegible] سجدۂ سہو [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سجدۂ سہو [illegible]

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] والجهر فيما يخافت فيه للامام وعكسه

[illegible] في الاصح [illegible] نماز [illegible] آہستہ پڑھنا [illegible] سجدہ [illegible] آہستہ [illegible] نماز [illegible]

[illegible] سجدہ سہو [illegible] قراءت [illegible] جہر [illegible] نمازی پر

[illegible] نماز [illegible] سجدہ [illegible] تقدير [illegible] الصلوٰة [illegible]

[illegible] وقيل [illegible] يجب السهو بهما اي الجهر والمخافتة مطلقا اي قل او كثر وهو ظاهر الرواية واعتمد الحلوانی [illegible]

[illegible] جہر [illegible] اخفا [illegible] ممکن نہیں [illegible]

[illegible] ظاہر الروایت [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] الحمد [illegible] حدیث [illegible]

[illegible] کذا فی الشامی [illegible] سہو [illegible]

[illegible]

ای بان استوی قائما لا یعود لاشتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی [illegible]

[illegible] وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئا ویسجد لتأخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر [illegible]

[illegible]

کذا فی الشامی [illegible] وهذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما [illegible] لان القعود فرض علیه بحکم المتابعة [illegible]

[illegible]

[illegible]

کہ عنقریب یہ امام محمد کے نزدیک بھی باطل ہو جاتی اگر نماز سے سجدہ سہو [illegible] فاسد [illegible]

[illegible] والعبرة للامام حتى لو عاد ولم يعد القوم حتى سجد [illegible] تفسد صلوتهم [illegible] وفيه [illegible] ترك القعود الاخير

وقيد الخامسة بسجدة بطل فرضه اور [illegible] قبل پانچویں رکعت کو سجدہ کے امام [illegible] کہ اگر امام بیٹھ گیا [illegible]

[illegible]

[illegible] العصر والفجر ان شاء لاختصاص الكراهة [illegible] ولا يسجد للسهو على الاصح لان النقصان بالفساد لا ينجبر [illegible]

[illegible]

[illegible] ... في الرابعة ... ترك التشهد ... [illegible]

[illegible] ... في المغرب ... الركعتان ... [illegible]

[illegible] ... ولا بأس ... وفي وقت كراهة ... [illegible]

[illegible] ... بيان ... السهو ... الأولى ... في الثانية ... [illegible]

[illegible] ... في الكفاية ... عن السنة الراتبة ... بعد الفرض ... المواظبة عليها ... [illegible]

[illegible] ... ولو ترك القعود ... في النفل ... [illegible]

[illegible] ... ركعتين فرضا ونفلا ... بعد الكلام ... [illegible]

[illegible] ... المسافر ... [illegible]

سجدہ کیا پھر نیت اقامت کی کی اور ابھی نہیں ہو کہ جانتے ہیں کہ پھر سجدہ سہو کیا اگر وہ بنا کرے اور پھر اسنے بنا اوسکی اقامت کی نیت سے اب اسپر چار ہوگیا جو نماز اسکی رکعتیں پڑھنی باطل ہو جاوینگی اور اگر نہ کریگا تو سجدہ سہو ہی ہوا باطل ہوگا اور یہ نکہ وہ جب باطل ہو گیا نیت باطلات نماز سے کہ نیت ہے پس سجدہ ہے تو کہا گیا کہ نماز فاسد ہو جاوے فعل

ما لیس له من البنا حتی تبتنی علیه التحریمة وقضیته هو انه سا وبعی کالسهو علی المختار لبطلان وقوعه فی خلال الصلوٰۃ اور اگر نماز میں سے کیا دو فعل کیا اوسکی بنیاد تبا ہیں بنا کر لیتے ہوئے اسکی بنا صحیح ہوگی اس سبب سے تحریمہ باقی رہی کہ اور دو بارہ کر لی نماز ہی تو مذکور اور مسافر سجدہ سہو کر کے نیت کرے سجدہ باطل ہو جاتی

سجدہ سہو کے سبب سے اسکی چار ہو جاتی ہیں نماز کے درمیان میں قول مختار کا ہے اسکا اقامت یہہ ہے کہ سجدہ سہو کر کے دوبارہ نہ کرے کیونکہ وہ جس جگہ ہوا ہی جو نقصان آگیا تھا اسکے لئے پر اجر و ثواب اور اسکی کیا حاجت ہی

کذا فی الحلبی سلام من علیه سجود سهو یخرجه من الصلوٰۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیها والا لا اور سلام نماز کا اسپر سہو ہو یا جسپر سجدہ سہو ہو اوسکو نماز سے باہر کرتا ہی مگر ٹھیری ہوئی طور پر یعنی اگر اب سجدہ کریگا تو نماز میں پھر ہو آجائیگا اور اگر سجدہ نہیں کریگا تو ہرگز نہ آئیگا یہہ نکلنا نماز سے قول شیخین کا اور امام محمد کے نزدیک نماز سے

خارج نہیں ہوتا کذا فی الشامی وعلی هذا فیصح الاقتداء به ویبطل وضوءه بالقهقهة ویصیر فرضه اربعا بنیة الاقامة ان سجد للسهو فی الثلث ولا یسجد لا تثبت الاحکام المذکورة کذا فی غایة البیان اور اسی بنا پر یعنی سلام کے سبب سے نماز سے باہر ہو جانے پر بشرطیکہ سجدہ نہ کرے صحیح ہے

اقتدا اسکی ساتھ اور باطل ہو جائیگا وضو اوسکی قہقہہ سے اور ہو جائینگے فرض اوسکے چار بسبب نیت اقامت کے اگر سجدہ کریگا سہو کا مسائل میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو احکام مذکورہ ثابت نہونگے ایسا ہی غایۃ البیان میں ہے م مصنف نے مسئلہ یہہ کہا کہ ایک شخص نے قعدہ اخیرہ کے بعد سلام پھیرا اور اوسپر سجدہ سہو ہے تو اب اگر کوئی شخص اسکی

پیچھے اقتدا کریگا تو اوسکا اقتدا صحیح ہوگا بشرطیکہ بعد اقتدا کے امام سجدہ سہو کرے اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو اقتدا درست نہوگا اسیطرح اگر بعد سلام کے سجدہ سہو سے پیشتر

اس شخص نے قہقہہ کیا یا مسافر نے اس وقت اقامت کی نیت کی اور پھر سجدہ سہو کیا تو اول شخص کا وضو جاتا رہیگا اور مسافر کے فرض دو کی جگہ چار ہو گئے اور اگر بعد قہقہہ اور نیت کے سجدہ نہ کیا تو وضو

نہ جائیگا اور فرض چار نہونگے شامی نے کہا کہ بعض نسخوں میں عامۃ الکتب سے غایۃ البیان کی جگہ اور وہ غلط ہے کیونکہ جو تفصیل ان تینوں مسئلوں میں مصنف نے لکھی ہے وہ عامہ کتب کے

خلاف ہے البتہ غایۃ البیان میں اسیطرح ہے جیسا مصنف نے کہا سو وهو غلط فی الاخیرتین والصواب انه لا یبطل وضوءه ولا یتغیر فرضه سجد او لا لسقوط السجود بالقهقهة وکذا بالنیة لئلا یقع فی خلال الصلوٰۃ وتمامه فی البحر والنهر اور یہہ حکم غلط ہے دو اخیر کی صورتوں میں اور صحیح یہہ ہے کہ نہ قہقہہ سے اسکا وضو باطل نہیں ہوتا اور اسکی

فرض نہیں بدلتے سجدہ سہو بعد کو کرے یا نہیں بسبب ساقط ہونے سجدہ کے قہقہہ سے اور اسیطرح اقامت کی نیت سے کہ سجدہ کرنا واقع ہوتا ہے نماز کے درمیان میں اور باقی بیان

بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے م یعنی تفصیل اس بات کی کہ اگر سجدہ سہو کریگا تو وضو باطل ہو جائیگا قہقہہ کی صورت میں اور فرض دو کی جگہ چار ہو جائینگے نیت اقامت

کی صورت میں اور اگر سجدہ سہو نہ کریگا تو دونوں باتیں نہونگی یہہ ان کی غلطی ہے کہ سہو سے ایسا لکھدیا بلکہ صحیح یہہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سجدہ کرے یا نہ کرے حکم مسئلہ

ایک ہی ہے جیسا ہی یعنی نہ وضو باطل ہوتا نہ فرض بدلتے اسلئے کہ بعد سلام کے جب قہقہہ ہوا تو شیخین کے نزدیک سلام کے سبب نماز سے خارج ہوا مگر خروج موقوف تو اب

قہقہہ فعل مخالف نماز کا ہے اسلئے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوسپر سے ساقط ہو گیا پس وضو باطل نہوا اور نیت اقامت کی صورت میں اگر فرض سجدہ سہو سے پیشتر بدل جاتے

اسکو یہہ معنی کہ نیت سجدہ سہو سے پیشتر درست ہوئی اور جب اگر نیت کو درست کہیں تو سجدہ سہو نماز کے درمیان میں واقع ہو گا جسکا ہونا نہونا برابر ہے حاصل یہہ کہ شیخین کے

نزدیک سلام سے خارج از نماز ہو گیا اب بعد ان سجدہ سہو نماز میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر سجدہ سہو بعد نیت اقامت کرتا ہے تو سجدہ بیچ میں نماز کے واقع ہوا اسلئے

یہہ باطل ہے اصل ہے اسلئے یہی کہا گیا کہ اب نماز سے بالکل خارج ہو گیا اور سجدہ اوسپر سے ساقط ہو گیا کذا فی الشامی مختصرا ویسجد للسهو وان سلم للقطع

لان نیة تغییر المشروع لغو ما لم یتحول عن القبلة او یتکلم لبطلان التحریمة اور سجدہ سہو کرے اگرچہ اپنے سلام سے نیت قطع نماز کی کرے جبتک

کہ قبلہ سے منہ پھیری یا جبتک بات نہ کرے کیونکہ قبلہ کیطرف سے پھر جانے اور بات کرنے سے تحریمہ باطل ہو جائیگی اور سجدہ سہو نکرسکیگا شارح نے کہا کہ نیت قطع نماز کی اسلئے

معتبر نہیں کہ مشروع چیز کے متغیر کرنیکی نیت باطل ہوتی ہے یعنی مشروع یہہ تھا کہ سجدہ سہو سے نماز کو پورا کرتا اسپیچ میں نیت اوسکے قطع کی کی لغو ٹھہری گی و

لو نسی السهو او سجدة صلبیة او تلاوتیة یلزمه ذلک ما دام فی المسجد اور اگر نماز ہی سجدہ سہو کو بھولگیا یا سجدہ نماز کا یا سجدہ تلاوت کو تو لازم ہوگا کہ

یہہ سجدہ کرے جبتک کہ مسجد اندر ہو م شامی نے کہا کہ اوس شارح کے کلام میں یا لغۃ البلیغ ہے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکو دمہ ایک ہی انمیں سہو جو اپنے محل سے تینوں ہو لت

فرض پورا ہونے کے بعد جب یاد آئین او سجدہ ادا کرے تو اوسپر سہو کا کرنا لازم ہو کما لو سلم فی الظهر مثلا علی رأس الرکعتین توهما اتمامها اتمها اربعا و سجد للسهو لان السلام ساهیا لا یبطل بخلاف ما لو سلم ... اور کعتون پر بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کرے اسلئے کہ سلام بھول کر پھیرا ہو نماز کو باطل نہیں کرتا کیونکہ سلام ... بخلاف اوس صورت کے کہ ... علی ظن ان فرض الظهر رکعتان بان ظن انه مسافر او انها الجمعة او کان قریب عهد بالاسلام فظن ان فرض الظهر رکعتان او کان فی صلوة العشاء فظن انها التراویح فسلم او سلم ذاکرا ان علیه رکنا حیث یبطل لانه سلام عمد ... یہ گمان کیا کہ ظہر کے فرض دو ہی ہیں یا یہ کہ نماز عشا میں مشغول تھا اوسکو تراویح گمان کر کے سلام پھیر دیا یا سلام پھیرا اوس حال میں کہ اوسکو یاد ہو کہ مجھپر ایک رکن باقی ہے کہ ان سب صورتون میں نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ سلام عمدا ہے سہو نہیں م فرق پہلے مسئلہ میں اور اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وہان نماز کو پورا گمان کیا تھا اسلئے سلام سہوا قرار دیا گیا اور یہان قطعا دو پڑھتا جانکر سلام پھیرا اسلئے عمدا ہوا اور ان دونو صورتون میں عمدا ہو کذا فی الشامی وقیل لا تبطل حتی یقصد به خطاب آدمی اور ایک قول یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی جبتک سلام سے کسی آدمی کا خطاب مقصود نہو م یہ قول دوسرا بحث ہو صاحب بحر کی اور قول اول پر معتمد کتابون میں یقین کیا ہو کذا فی الشامی والسهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف وبه جزم فی الدرر اور سہو نماز عید اور جمعہ اور فرض اور نفل میں برابر ہے یعنی ہر ایک کے لئے سجدہ سہو کرنا چاہیئے اور مختار متاخرین کے نزدیک نہ کرنا سجدہ سہو کا عید اور جمعہ میں واسطے دفع کرنے فتنہ کے چنانچہ باب الجمعہ بحر الرائق میں ہے اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اور اسی پر یقین کیا ہو درر البحار میں م فتنہ سے مراد لوگون کا تردد ہے یعنی عید و جمعہ میں چونکہ مجمع بہت ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ سجدہ سہو کرنے سے لوگ تشویش میں پڑ جائین اسلئے متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ نہ کرنا سجدہ کا ایسے مجمعون میں اولی ہے کذا فی الطحطاوی واذا شک فی صلوته من لم یکن ذلک ای الشک عادة له وقیل من لم یشک فی صلوة قط بعد بلوغه وعلیه اکثر المشایخ بحر عن الخلاصة کم صلی استأنف بعمل مناف وبالسلام قاعدا اولی لانه المحلل اور جب شک کرے اپنی نماز میں وہ نمازی کہ شک کرنا اوسکی عادت نہو اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ اوسنے کبھی نماز میں کبھی شک نکیا ہو بعد بالغ ہونیکے یعنی یہ شک اول ہی مرتبہ کا ہو اور اسی قول پر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر عن الخلاصہ شک اسبات میں کرے کہ نماز کتنی رکعتین پڑھیں تو وہ نماز کو از سر نو پڑھے اور اس نماز کو قطع کرے کسی عمل مخالف نماز سے اور سلام سے قطع کرنا بیٹھکر اولی ہے اسلئے کہ سلام حلال کرنیوالا ہے یعنی نماز کی تحریمہ کے اوٹھانیکے لئے ہے وان کثر شکه عمل بغالب ظنه ان کان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا یصیر تارکا فرض القعود او واجبه اور اگر بہت ہو شک کرنا نمازی کا یعنی نمازی کی رکعتون میں اکثر شک ہو جایا کرتا ہو تو عمل کرے اپنے گمان غالب پر اگر اوسکو گمان ہو واسطے دور ہونے تنگی کے یعنی اگر یقین کامل کی موجب عمل کرنے کا حکم دیا جاتا تو سخت حرج ہوگا اسلئے گمان غالب پر عمل کرے اور اگر گمان غالب اوسکو نہو تو تھوڑی رکعتون کو اختیار کرے بسبب یقینی ہونے کمتر کے یعنی مثلا تین اور چار میں اگر شک ہے تو تین یقینی ہین ... اور بیٹھے ہر جگہ میں کہ خیال کرے اوس جگہ کو بیٹھنے کا مقام اگرچہ بیٹھنا واجب ہو اسلئے قعدہ کرے تا کہ تارک قعدہ فرض یا واجب کا نہو م مثلا اول رکعت میں شک ہوا کہ یہ دوسری ہو یا اول اور گمان غالب اول ہونیکا ہے تو اول سمجھے اور اوسکے آخر میں قعدہ کرے کیونکہ ... جب یہ دوسری ہی ہے تو محل قعدہ ہے اسیطرح دوسری رکعت کے آخر میں قعدہ کرے کہ وہ باعتبار ظن غالب کے دوسری ہے ... قعدہ کرنے میں بھی ... ہر رکعت میں بیٹھنا ثابت ہے مگر ترک واجب یا فرض کی ضرورت ہے اسکو اختیار کیا گیا کذا فی الشامی وان شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقراءة ولا تسبیح ذکره فی الذخیرة وجب علیه سجود السهو فی جمیع صور الشک سواء عمل بالتحری او بنی علی الاقل فتح لتاخیر الرکن اور جان لے کہ جب نمازی کو وہ شک ... اور ... ایک رکن کے سوچ اور شک کی حالت

کرے اور اگر تحریمہ میں مشغول ہو کر کچھ سوچتا رہا اور ظہر میں واجب ہوا سجدہ سہو کر سبب تاخیر کے یعنی شک کی وجہ سے دیر ہوئی اور اگر ظن غالب یعنی ایک طرف یقین نہ ہو تو
اوسی طرف پر عمل کرے اور سبب تاخیر کے سجدہ سہو کرے یعنی اوسکی تحری کی صورتیں اوسکا یقین کے اعتماد کرے اور اگر شک کرے پھر بعد سوچنے کے تحری ہوئی تو سجدہ کرے اور
اوس سجدہ سہو کا نہیں سجدہ سہو مسنون ہیں کذا فی الطحطاوی وفی السراج انہ یسجد للسہو فی الاخذ بالاقل مطلقا وفی غلبۃ الظن ان تفکر قدر رکن
لیکن سراج میں ہے کہ سجدہ سہو کرے اقل کے اختیار کرنے میں مطلق خواہ مقدار رکن کی تامل کرے یا نکرے اور غلبہ ظن میں اگر فکر بقدر رکن کرے تو سجدہ کرے
ورنہ نکرے فروع مسائل ہمہ شارح اخبرہ عدل بانہ ما صلی اربعا وشک فی صدقہ وکذبہ اعاد احتیاطا خبر دی اوسکو ایک عادل شخص نے
آدمی نے کہ اوسنے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اوسنے شک کیا خبر کے سچ اور جھوٹے ہونے میں تو دوہرا کر پھر سے پڑھے براہ احتیاط اور اگر نمازی کو یقین ہو کہ پوری
پوری چار پڑھی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نکرے کذا فی الطحطاوی ولو اختلف الامام والقوم فلو الامام علی یقین لم یعد والا اعاد بقولہم اور اگر اختلاف
کیا امام اور مقتدیوں نے پس اگر امام کو یقین ہو اپنی نماز کے صحیح پڑھنے کا تو اعادہ نکرے اور اگر یقین نہو تو مقتدیوں کے کہنے کے موجب نماز کا اعادہ کرے طحطاوی نے کہا
کہ پہلی صورت میں مقتدی اعادہ کریں کیونکہ اونکے ظن میں اونکی نماز فاسد ہے شک انہا ثانیۃ الوتر او ثالثتہ قنت وقعد ثم صلی اخری وقنت ایضا
علی الاصح شک کیا نمازی نے اسباب میں یہہ کہ رکعت وتر کی دوسری ہے یا تیسری تو وہ قنوت پڑھے اور قعدہ کرے پھر اور رکعت پڑھے اور اوسمیں بھی قنوت پڑھے
صحیح تر قول میں اور قول اصح کا مقابل یہہ ہے کہ دوبارہ قنوت نہ پڑھے کہ بدعت ہے اور اوسکا جواب یہہ ہے کہ ترک واجب کی ضرورت سے احتیاطا قنوت پڑھنی میں ہے کذا فی الشامی
شک ہل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او اصابہ نجاسۃ اولا او مسح راسہ اولا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا شک کیا
کہ تحریمہ کی تکبیر کہی یا نہیں خواہ یہہ شک کیا کہ حدث ہوا یا نہیں خواہ یہہ کہ کپڑے پر نجاست لگی یا نہیں خواہ یہہ کہ مسح اپنے سر کا کیا یا نہیں تو اگر یہہ شک اول مرتبہ ہے
تو از سر نو کرے ورنہ نہیں یعنی اول صورت میں نماز از سر نو پڑھے اور دوسری میں وضو کرے اور تیسری میں نجاست کو دھو کر پاک کرے اور چوتھی میں مسح کرے
اور اگر شک اول دفعہ نہو تو اوس شک کا کچھ اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہہ حکم اثناء وضو یا نماز میں شک ہونے کا ہے اور بعد فراغ کے شک کا اعتبار نہیں
واختلف لو شک فی ارکان الحج وظاہر الروایۃ البناء علی الاقل وعلیک بالاشباہ فی قاعدۃ الیقین لا یزول بالشک اور خلاف کیا گیا
ہے اس صورت میں کہ شک کیا حج کے ارکان میں اور ظاہر روایت ہے بنا کرنا کمتر پر یعنی اگر شک کیا کہ طواف زیارت مثلا چار پھیرے کیا ہے یا تین تو تین پر بنا کرے اور
تجھکو چاہیے کہ اشباہ کو دیکھے اس قاعدے کے ذکر میں کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور ظاہر روایت کا مقابل یہہ ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرے کیونکہ رکن کا مکرر ہونا اور
زیادتی کا ہونا حج کا مفسد نہیں اور بحر الرائق میں اس قول کو اکثر فقہا کی طرف منسوب کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب صلوۃ المریض

یہہ باب بیمار کی نماز کے احکام میں ہے من اضافۃ الفعل لفاعلہ او محلہ ومناسبتہ کونہ عارضا سماویا وقدم سجود التلاوۃ ضرورۃ اضافت صلوۃ
کی مریض کی طرف از قبیل اضافت فعل کے ہے طرف فاعل کے یا اضافت فعل کی ہے طرف محل کے یعنی مریض یا فاعل نماز کا ہے یا محل نماز کا اور مناسبت اس باب کی سجدہ سہو
کے باب سے ہے
ہوا مرض کا ہے منجانب اللہ تعالی یعنی اس لحاظ سے سہو اور مرض دونو یکساں ہیں اسلئے اس باب کو متصل سجدہ سہو کے بیان کیا پھر بیچ میں رہ گیا سجدہ تلاوت ضرورت کی وجہ سے یعنی لحاظ
تھا کہ سجدہ سہو اور تلاوت پاس پاس بیان ہوئے کیونکہ دونو جزو نماز ہوتے ہیں مگر صلوۃ مریض میں اس مناسبت کی رعایت کے سبب سے سجدہ تلاوت پیچھے بیان ہوا مقدم سے
طحطاوی من تعذر علیہ القیام ای کلہ لمرض حقیقی وحدہ ان یلحقہ بالقیام ضرر بہ یفتی قبلہا او فیہا ای الفریضۃ او حکمی بان خاف
زیادتہ او بطوء برئہ بقیامہ او دوران راسہ او وجد لقیامہ الما شدیدا او کان لو صلی قائما سلس بولہ او تعذر علیہ الصوم کما مر صلی قاعدا
ولو مستندا الی وسادۃ او انسان فانہ یلزمہ ذلک علی المختار کیف شاء علی المذہب لان المرض اسقط عنہ الارکان فالہیئات اولی
جو آدمی دشوار ہو یعنی سب قیام نکر سکتا ہو بسبب کسی مرض کے یعنی عذر حقیقی کے اور تعریف اوس عذر کی جس سے نماز بیٹھکر درست ہو یہہ ہے کہ نمازی کو قیام سے ضرر پہنچے اسی پر
فتوی ہے یہہ دشواری قیام کی پہلے فرض شروع کرنے سے ہو یا فرض شروع کئے اندر خواہ قیام نہو سکے بسبب عذر حکمی کے اسطرح کہ خوف کرے بیماری کے بڑھ جانیکا یا اوسکو دیر کر اچھا ہونیکا
کھڑے ہونے کے باعث یا گھومنا اوسکے سر کا یا پاوے قیام میں بہت سا درد یا ایسا ہو کہ اگر نماز کھڑا ہو کر پڑھیگا تو پیشاب جاری ہو جائیگا یا روزہ رکھنا دشوار ہو جائیگا جیسا کہ

[illegible] ہوگیا تو وہ شخص بیٹھکر نماز پڑھے اگرچہ کسی آدمی یا [illegible] سہارا [illegible]
تر یہ ہے کہ اگر مرض نے مریض سے ارکان کو ساقط کر دیا تو ہیئتون کو بطریق اولیٰ ساقط کر دیگا یعنی کسی خاص صورت پر بیٹھنا [illegible]
ضعف مرض کی حد پیدا ہوا لاکہ مرض پر موقوف ہو تو نہین بھتی ہے اور یہہ دونو لفظ مستقیم ہیں جیسا کہ [illegible] سجدہ کی اگر مرض [illegible]
تو ہو نہین سکتی کیونکہ مرض کی تعریف تو یہہ ہے کہ جسکو دنیا میں آئینہ اعتدال مزاج کا جاتا رہے اور یا اگر عذر حقیقی کیطرف ہیں تب بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ عذر حقیقی [illegible]
مین یہہ ہے کہ کہڑا ہو تو گر پڑے اس جس عذر سے نماز بیٹھکر مباح ہو اوسکی بطریق بہیر سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں تسامح ہے کذا فی الشامی مختصرا
وقال زفر کالتشہد قیل وبہ یفتی اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ بیٹھو مثل بیٹھنے التحیات کے کہتے ہیں کہ اسی پر فتوی ہے کہ تجنیس اور خلاصہ میں اوسپر فتوی ہو کہ دیا ہو جب
کہ مریض پر ایسا بیٹھنا آسان ہو شامی نے کہا کہ یہہ علت تامہ ہو کہ یہاں تو آسانی کہ کسی ہیئت خاص کا مقید نہو جیسا کہ قول اول ہو حاصل یہہ کہ اگر التحیات کی وضع برابر
برابر ہو تو بہتر ہو کہ التحیات کیطرح بیٹھے بدون اسکے جو نسی وضع اوسکو سہل معلوم ہو اسطرح بیٹھے اور تشہد میں التحیات کی وضع ہو جائے پر کوع وسجود نماز پڑھے بیٹھکر رکوع
سجدہ سے یعنی علامہ نے اسی سے کہ جن ارکان کو کامل ادا کر سکتا ہے اوسکو ناقص کرنا نہین چاہیے بدون ضرورت کے وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی
عصا او حائط قام لزوما بقدر ما یقدر ولو قدر آیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل اور اگر قادر ہو تھوڑے قیام پر اگرچہ لاٹہی
اور دیوار کے سہارے سے کہڑا ہو سکے تو کہڑا ہو بطور وجوب جسقدر کہ قیام پر قادر ہوا گرچہ ایک آیت یا اللہ اکبر کی قدر ہو موجب روایت مذہب کے کیونکہ بعض کا حکم مثل کل کے ہے یعنی
جیسے کل قیام پر قادر ہونے سے سارا قیام لازم ہے اسیطرح بعض پر قادر ہونے سے بعض لازم ہوگا شامی نے حلوانی سے نقل کیا کہ جو شخص کہ تھوڑی سی قیام پر قدرت ہو اوسکو حکم
کیا جائے کہ تکبیر تحریمہ کہڑا ہو کر کہے اور جسقدر قرأت کہڑا ہو کر پڑہ سکے وہ بھی پڑھے پھر بیٹھ جائے اگر کہڑا نہ رہ سکے اور یہی مذہب صحیح ہے اسکی خلاف جائز ہو ائمہ سے مروی نہین
اور اگر کوئی شخص اسطرح نکریگا تو مجھے ڈر ہے کہ اوسکی نماز درست نہوا اور اگر اپنے سہارے کہڑا ہونے سے عاجز ہو تو کسی سہارے سے کہڑا ہو ورنہ اوسکی نماز کافی نہوگی اس سے
معلوم ہوا کہ جو لوگ ذرا سی عذر میں بیٹھکر نماز پڑہنے لگتے ہیں اور یقینا بقدر دو چار آیتون کے کہڑا ہونے سے اونکو کچھ ضرر نہین ہوتا اونکی نماز نہین ہوتی اور
طرفہ یہہ کہ گہر سے اپنے پاؤن چلکر آتے ہیں اور فرض نماز میں بیٹھکر نیت باندھتے ہیں پس اسکا یاد کرنا ضرور ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں وان تعذرا
لیس تعذرہما شرطا بل تعذر السجود کاف لا القیام اومأ بالھمز قاعدا وھو افضل من الایماء قائما لقربہ من الارض ویجعل
سجودہ اخفض من رکوعہ لزوما ولا یرفع الی وجھہ شیئا یسجد علیہ فانہ یکرہ تحریما اور اگر رکوع اور سجدہ دونو نہوسکین تو اشارہ کرے بیٹھکر اور
بیٹھکر اشارہ سے پڑہنا افضل ہے کہڑے ہو کر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھنے کے اشارہ کو زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے
اپنے سجدہ کو زیادہ پست بنسبت رکوع کی بطور لزوم کے یعنی بدون اسکے سجدہ جائز نہوگا اور نہ اوٹھائے کوئی چیز اپنے چہرہ کیطرف تاکہ اوسپر سجدہ کرے کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی
ہے شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونو کا متعذر ہونا شرط نہین بلکہ سجدہ کا نہو سکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا اور اومأ ہمزہ سے ہے یعنی ہمزہ اومأ
ہے شامی نے کہا کہ القیام عطف ہے ضمیر متصل وان تعذرا پر اور سجدہ کے لئے کوئی چیز اوٹہانا یا اٹھوا رکہنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وہ چیز زمین پر رکہی ہو تو مکروہ نہین
اسلئے کہ ثابت ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی نے بیماری کی جہت سے ایک تکیہ پر سجدہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو منع نہین فرمایا فان فعل بالبناء للمجہول
ذکر العینی والمنفی ہا مشیا لیسجد الذکر وھو اخفض من رکوعہ صح علی انہ ایماء لا سجود الا ان یجد قوۃ الارض والا یخفض لا یصح لعدم الایماء
پس اگر کوئی چیز اوٹھائی گئی اور بیمار ہی اپنا سر زیادہ پست کرتا ہو بنسبت رکوع کے تو سجدہ کرنا درست ہوگا اور یہہ اشارہ متصور ہوگا نہ سجدہ مگر اوس صورت میں کہ اوسکو زمین کی
سختی تو سجدہ ہی ہوگا اور اگر سر کو پست نکرتا ہو تو صحیح نہوگا بسبب نہونے اشارہ کے شارح نے کہا فعل بصیغہ مجہول ہے ذکر کیا ہے اسکو عینی نے ہم حلبی
نے کہا کہ مجہول ہونا کچھ ضرور نہین بلکہ ماتن کا قول ولا یرفع ظاہرا اسکا مقتضی ہے کہ بصیغہ معروف ہو اور اشارہ ہی متصور ہوگا
اسلئے یہہ معنے کہ اگر کوئی رکوع سجدہ کر نیوالا اور بس کا قصد کرے گا تو جائز نہوگا اور سر کو پست نکرنے کی یہہ صورت کہ کوئی
چیز اوٹہا کر سجدہ کے لئے سر کو لگا لے با اکل نہ جھکے یا جھکے مگر رکوع سے کم یا برابر تو سجدہ جائز نہوگا کذا فی الشامی

بہتر ہے اور فتوی کیواسطے ایماء مستلقیا علی ظہرہ ورجلاہ الی القبلۃ غیر انہ ینصب رکبتیہ لکراہۃ مد الرجل الی القبلۃ
ویرفع راسہ یسیرا لیصیر وجہہ الیہا او علی جنبہ الایمن او الایسر ووجہہ الیہا والاول افضل علی المعتمد
اور اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بیٹھنا اسکو بہت مشکل ہو تو وہ چت لیٹ کر اشارہ کرے اور دونوں پاؤں قبلہ کیطرف کر لے لیکن گھٹنوں کو کھڑا رکھے
بسبب مکروہ ہونے پاؤں پھیلانے کے قبلہ کیطرف اور اپنا سر تھوڑا سا اونچا کر لے تاکہ منہ اسکا قبلہ کیطرف ہو جاوے یا قبلہ کیطرف لیٹے خواہ داہنی
کروٹ پر یا بائیں کروٹ پر قبلہ کیطرف اور چت لیٹنا افضل ہے قول معتمد کے بموجب ہم کہتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلا طبیب کہدیا ہو
کہ ایک یا دو دن بیٹھے رہنا اٹھنا بیٹھنا ترک کر دینا اور لیٹے لیٹے سر اٹھا رہا اس لئے کہ تا بیٹھنے والے کی ہوجاوے ورنہ اشارہ رکوع کا سجدہ
لیٹے ہونے سے مقدر ستون سے بوقت ہوتا ہے جبکہ مریض سے اور قول معتمد کا مقابل یہ ہے کہ کروٹ پر لیٹنا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ چت
لیٹنا ممکن نہ ہو کذا فی الطحطاوی وان تعذر الایماء براسہ وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلۃ سقط القضاء عنہ وان
کان یفہم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما فی الظہیریۃ لان مجرد العقل لا یکفی لتوجہ الخطاب اور اگر اشارہ سر سے بھی دشوار
ہو جاوے اور فوائت بہت ہو جائیں اس طرح کہ بڑھ جاویں ایک دن اور رات پر تو ساقط ہو جاتی ہے اس مریض پر سے قضا اگرچہ سمجھ جاتی ہو قضا
ظاہر روایت میں اور قضا کے ساقط ہونے پر فتوی ہے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اسلئے کہ صرف عقل کا ہونا خطاب شرعی کے متوجہ ہونے کو
کافی نہیں ہم کہتے ہیں کہ مسئلہ چار طرح پر ہے اول یہ کہ مرض دن رات سے زیادہ رہا اور اسکو ہوش نہ رہا تو اس صورت میں بالاتفاق حالت مرض کی نماز
کی قضا نہیں دوسرے یہ کہ مرض بیہوشی کے ساتھ دن رات سے کم رہا یہ کہ دن رات رہا مگر عقل قائم رہی تو اس صورت میں نماز قضا پڑھے گا
تیسرے یہ کہ دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل بھی رہی چوتھے یہ کہ دن رات سے کم رہا اور عقل نہ رہی تو یہ دونوں صورتیں محل خلاف
ہیں ظاہر الروایۃ میں قضا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور ہدایہ میں اسکی تصحیح کی ہے مگر صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب تجنیس میں ترجیح عدم قضا کو دی
ہے اور قاضی خان وغیرہ محققین نے بھی عدم قضا کو ترجیح دی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد بسقوط الارکان سقوط الشرائط عند
العجز بالاولی ولا یعید فی ظاہر الروایۃ بحر الشیخ اور بتلایا ارکان کے ساقط ہونے سے عاجزی کیوقت ساقط ہونا شرائط کا بطریق اولی
اور اعادہ نہ کرے ان نمازوں کا جو ارکان یا شرائط کے ساقط ہونے سے پڑھے ظاہر الروایت میں کذا فی البدائع ہم کہتے ہیں یعنی جیسے ارکان
عاجزی کے باعث ساقط ہو جاتے ہیں تو شرائط بطریق اولی ساقط ہو جائینگی مثلا استقبال قبلہ اور ستر عورت اور طہارت نجاست حقیقی سے
عاجزی کیوقت ساقط ہو جاتی ہیں ہاں وقت ساقط نہیں ہوتا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو وان تعذر الایماء سے پیشتر بیان کرتا
کیونکہ ایماء کے متعذر ہونے سے تو نماز ہی ساقط ہو جاتی ہے اور اس سے پیشتر ذکر سقوط ارکان کا تھا تو انہیں کی ذیل میں اس مسئلہ کا ہونا
بہتر تھا کذا فی الشامی ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لا یلزمہ الاداء ولو اداہ بتلقین
غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ اور اگر مریض کو یاد نہ رہتا ہو رکعتوں اور سجدوں کا شمار بسبب اونگھ کے کہ آ جاتی ہو اسکو
ہو تو اسپر ادا ہی ضروری لازم نہیں اور اگر ادا کریگا نماز کو دوسرے شخص کے سکھلانے سے تو چاہئیے کہ کافی ہو اسکو کذا فی القنیۃ ہم
کہتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ دوسرے کا بتلانا تعلیم و تعلم ہے اور وہ مفسد نماز ہے تو کافی کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ
یاد دہانی اور مدد کرنا ہے جیسے بہرا شخص بڑے مجمع میں امام کی آواز الله اکبر کی دوسرے سے سنتا ہے کذا فی الشامی ولم یومئ
بعینہ وقلبہ وحاجبہ خلافا لزفر رحمہ اللہ اور اشارہ نہ کرے اپنی آنکھ اور دل اور ابرو سے بخلاف امام زفر رحمہ اللہ کے کہ انکے نزدیک
جب سر سے اشارہ نہ کر سکے تو ابرو سے کرے اور اس سے عاجز ہو تو آنکھ سے کرے اور اس سے بھی عاجز ہو تو دل سے کرے اور ہماری دلیل حدیث
عمران ابن حصین کی ہے کہ اگر اشارہ سر سے نہ کر سکے تو اللہ تعالی اسکا عذر زیادہ تر قبول فرمانیوالا ہے کذا فی البحر ولو عرض

الفرض في تعليله بعد ما شك بناء على المستحسن اور اگر اول بعذر ہوا تو بنا کرے گا یعنی اوسکی نماز میں جو قیام کی حالت گذری وہ باطل نہ ہوگی
قادر ہو تو قول معتمد کے بموجب یعنی خواہ بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے یا اشارہ سے جواز بنا روایت کرتے ہیں کہ بقیہ نماز افتتاح بتاوی کی بنا پر پڑھے
البحر اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ از سر نو پڑھے کذا فی الحلبی ولو صلی قاعدا بركوع وسجود فصح بعضها ولو كان يصلي بالایماء فصح
كالمعذور ادا صح قبل ان يومي بالركوع والسجود ہوا اگر نماز پڑھی بیٹھکر رکوع اور سجدہ سے پھر اچھا ہو گیا یعنی قادر ہو گیا کھڑا ہونے پر تو
باقی نماز کو اسی پر بنا کرے یعنی کھڑا ہو کر پوری کرے اور اگر اشارہ سے پڑھتا ہوا اور تندرست ہو جاوے یعنی رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جاوے تو بنا نکرے
کیونکہ اس صورت میں کہ رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرنے سے پیشتر ہی تندرست ہو گیا ہو جب بنا نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ رکوع و سجدہ والی نماز کی
بنا اشارہ والی پر جائز نہیں اقتدا پر قیاس کرنے سے کما لو كان يومي مضطجعا ثم قدر على القعود وله يقدر على الركوع والسجود
فانه يستأنف على المختار لان حالة القعود اقوى فلا يجوز بناؤها على الضعيف جیسے اگر اشارہ کرتا ہو لیٹا ہوا پھر قادر ہو جاوے
بیٹھنے پر اور نہ قادر ہو رکوع اور سجدہ پر کہ وہ نماز کو از سر نو پڑھے قول مختار کے بموجب کیونکہ بیٹھنے کی حالت قوی تر ہے بہ نسبت لیٹنے کے اسلئے
قوی کی بنا ضعیف پر جائز نہوئی وللمتطوع الاتكاء على شيء كعصا وجدار مع الاعياء اي التعب بلا كراهة وبدونه يكره و الا
القعود بلا كراهة مطلقا هو الاصح ذكره الكمال وغيره اور نفل پڑھنے والیکو جائز ہے سہارا دینا کسی چیز پر مثل لاٹھی یا دیوار کے ساتھ تھکنے کے
بدون کراہیت کے اور بدون تھکنے کے سہارا دینا مکروہ ہے یعنی ہے کہ ایک طرح کی بے ادبی ہے اور نفل پڑھنے والیکو جائز ہے بیٹھ جانا بدون
کراہت کے ہر حال میں یعنی عذر سے ہو یا بے عذر یہی صحیح ہے ذکر کیا ہے اسکو کمال وغیرہ نے اور ہدایہ میں ہے کہ بدون عذر کے مکروہ ہے اور قول اصح ہے
یہ کہ مکروہ نہیں کیونکہ جب ابتدا اسکو بیٹھکر پڑھنے کا اختیار تھا تو تمام کرنے کے لئے بیٹھ جانیکا اختیار کیوں نہو گا کذا في الشامي وصلي
الفرض في فلك جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العذر واساء وقالا لا يصح الا بعذر وهو الاظهر برهان پڑھا نماز ہی نے فرضونکو چلتی
کشتی میں بیٹھکر بدون عذر کے تو صحیح ہے بسبب اکثر ہونے عذر کے یعنی دوران سر کا اکثر ہو جانے سے اکثر ہوا کرتا ہے کذا في الطحاوي اور برا کیا کہ بیٹھکر
پڑھا اگر کھڑا ہونا ممکن تھا اور صاحبین نے فرمایا کہ فرض درست نہونگے بدون عذر کے اور یہی ظاہر تر ہے کذا في البرہان ہم شامی نے حاوی
قدسی سے نقل کیا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے والمربوطة في الشط كالشط في الاصح اور بندھی ہوئی کشتی کنارہ میں مثل کنارہ کے ہے
صحیح تر قول میں ہم یعنی اوسمیں فرض بیٹھکر جائز نہیں بالاتفاق پھر ظاہر ہدایہ اور نہایہ وغیرہ کا یہ ہے کہ کنارہ پر بندھی کشتی میں فرض
کھڑے ہو کر درست ہیں خواہ وہ زمین پر ٹھہری ہو یا نہیں اور ایضاح میں ہے کہ اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہو تب تو فرض درست ہونگے کہ
اوسکا حکم زمین کا سا ہے اور اگر ٹھہری نہو گی تو اگر نمازی اوسپر سے کنارہ پر اوتر سکتا ہے تو فرض درست نہونگے بیچ اوتر کر پڑھے کیونکہ اسوقت
میں اسکا حکم سواری کے جانور کا سا ہے اور اگر اوترنا ممکن نہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا درست ہے کذا في الطحاوي والمربوطة بلجة البحر ان كان
الريح يحركها شديدا فكالسائرة والا فكالواقفة اور بندھی ہوئی موج دریا میں اگر ہوا اوسکو سخت حرکت دیتی ہو تو وہ مثل جاری
کے ہے اور اگر ہوا نہ ہلاتی ہو تو مثل کھڑی ہوئی کے ہے یعنی پہلی صورت میں نماز فرض بیٹھکر جائز ہے اور دوسری میں جائز نہیں کذا في الطحاوي
ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت اور لازم ہے قبلہ رخ ہونا تکبیر تحریمہ کیوقت اور جبکہ کشتی گھوم جاوے ہم یعنی اسپر بالا
اتفاق ہے کہ قبلہ رخ رہے گو کشتی گھومتی جاوے اور اگر قبلہ رخ ہونا ممکن نہو تو نماز میں تاخیر کرے جبتک کہ خوف وقت نکلے جانیکا نہو اور اگر خوف
ہو تو چاہئے کہ قبلہ عاجز شخص کے حق میں جہاں ہی ہوتا ہے جس طرف ہو قادر ہو کذا في الشامي ولو ائتم قوم في فلكين فلكين متلاصقين صح والا لا
اور اگر امام ہوا ایک قوم کا دو کشتیوں بندھی ہوئی میں تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں ہم بندھی ہوئی سے یہ غرض ہے کہ پاس پاس ہوں کا
سو نہوں کیونکہ پاس ہونے میں دونوں کا حکم ایک مکان کا سا ہے کذا في الشامي وحمن حمى او ادخي عليه ولو بلغ من استغرابا ادنى دونها

الصلوٰة الحلق ان زاد الوقت بساعة مثلاً تسقط لا قدرة ۔ وهذا الحكم في الساقط اذا كان الوقت ولاية وقت صلوٰة شغلين في وقت الاخرى
جنون ہوا یا بیہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بیہوش ہوا ہو ایک ساعت زیادہ پانچ نمازوں سے تو قضا نہ پڑھے اگر بیہوشی
بیہوشی ہو وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے بسبب حرج کے لیکن اگر زیادہ بین اوسکو افاقہ ہوتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تو قضا
پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے ھم مثلاً زیادت بیہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بیہوشی بیکار ہوگی اور قضا پڑھنی ہوگی اور
اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکایک ہوش ہو جاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی قضا پنج یا زیادہ وادا زالت العقل
فان قلت لا نه بصنع العباد کالسکر زائل ہوئی عقل نمازی کی ہوئی بشراب یا کسی دوا سے تو اوسکو قضا پڑھنا ساقط نہ ہوگی
ان نمازوں کا لازم ہے اگرچہ مدت بیہوشی بہت ہو اسلئے کہ یہ بیہوشی خود بندہ کے کرنے سے ہی مثل سونے کے تو جیسا سونے سے قضا ساقط
نہیں ہوتی اسیطرح کچھ کھا کر بیہوش ہونے سے ساقط نہ ہوگی ھم بنج بفتح موحدہ نام ایک بوٹی کا ہے جو نیند لاتی ہے سوا بہنگ کے کذا فی
الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ اجوائن خراسانی ہے ولو قطعت یداه ورجلاه من المرفق والکعب وبوجهه جراحة صلی بغیر طهارة
ولا تیمم ولا یعید ھو الاصح وقد مر في التیمم وقیل لا یصلی وقیل یلزمه غسل موضع القطع اور اگر کٹے ہوں دونوں ہاتھ
نمازی کے کہنی سے اور دونوں پانو ٹخنے سے اور اوسکے چہرہ میں زخم ہے تو وہ نماز پڑھے بدون وضو اور تیمم کے اور اوسکا اعادہ نکرے یہی
صحیح ہے اور یہ مسئلہ گذر گیا تیمم میں اور بعضوں نے کہا کہ اس شخص پر نماز نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اوسپر لازم ہے دھونا کٹی جگہ کا ھم یہ دونوں
قول مقابل قول اصح کے ہیں اور لزوم غسل تصور نہیں ہے کہ اوسکو وضو کرانیوالا موجود ہو کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل لمهم شارح نے
لکھے ان الغریق الصلوٰة بالایماء بلا عمل کثیر لزمه الاداء والا لا قادر ہوا ڈوبتا آدمی نماز پڑھنے پر اشارہ سے بدون عمل کثیر کے تو اوسکو
ادا پڑھنا لازم ہے اور اگر بدون عمل کثیر کے نہ پڑھ سکے تو ادا لازم نہیں قضا لازم ہے ھم بدون عمل کثیر کے اسطرح کہ کوئی چیز سہارے کو
ملگئی ہو یا تیرنا خوب جانتا ہو کذا فی البحر امره الطبیب بالاستلقاء لنزع الماء من عینه صلی بالایماء لان حرمة الاعضاء کحرمة
النفس حکم کیا نمازی کو طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا بسبب پانی نکالنے کے اوسکی آنکھ سے تو وہ نماز اشارہ سے پڑھے اسلئے
کہ حرمت اعضا کی مثل حرمت نفس کے ہے یعنی جیسے جان کا بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضا کا بچانا فرض ہے ھم نزع بفتح نون وسکون زاء معجمہ
عین مہملہ یعنی نکالنا اور بعض نسخوں میں بزغ ہے بفتح موحدہ وسکون معجمہ وغین معجمہ یعنی پچھنے لگانے کے کذا فی الطحطاوی مریض تحته ثیاب
نجسة وکلما بسط شیئ تنجس من ساعته صلی علی حاله وکذا لو لم یتنجس الا انه یلحقه مشقة بتحریکه ایک بیمار ہے جسکے نیچے نجس کپڑے
ہیں اور جب کوئی چیز بچھائی جاتی ہے فوراً ناپاک ہو جاتی ہے تو وہ بیمار اوسی حال پر نماز پڑھے اور اسیطرح اگر ناپاک فوراً نہوتے ہوں مگر انکے
دور کرنے سے بیمار کو حرکت کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہو تب بھی نماز اونہیں ناپاک کپڑوں میں پڑھے کیونکہ اوسکے حق میں پاک ہیں واللہ اعلم

باب سجود التلاوة

یہ باب ہے سجدہ تلاوت کے احکام میں من اضافة الحکم الی سببه سجدہ کی اضافت
طرف تلاوت کے اضافت حکم کی ہے طرف اپنے سبب کے ھم طحطاوی نے کہا کہ حکم تو وجوب سجدہ ہے نہ خود سجدہ تو اگر شارح حکم کی جگہ فعل
کہتا تو مناسب تھا یا یہ کہ حکم بمعنی محکوم بہ یعنی فعل کے لیا جائے تجب بسبب تلاوة آیة ای اکثرها مع حرف السجدة من اربع
عشرة آیة اربع في النصف الاول وعشر في النصف الثانی واجب ہے ایک سجدہ بسبب پڑھنے ایک آیت کے چودہ آیتوں سجدہ
سے شارح نے کہا یعنی آیت سے غرض اکثر آیت ہے لفظ سجدہ کے ساتھ اور چودہ سجدہ میں سے چار قران مجید کے نصف اول میں ہیں
اور دس نصف دوم میں ہیں ھم پس اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہوگا اسیطرح ساری آیت میں سے اگر کلمہ سجدہ کا پڑھے
یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کا چھوڑ دے تو بھی سجدہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا خارج

سجدہ ہوا اور آیات قابل دلیل کیونکہ کہ ہر کہ سجدہ و سجدہ نمل مین رب العرش العظیم پر ہوا اور سجدہ ص مین عند حسن مآب پر ہوا ... مین ...
امام شافعی کے نزدیک تصریح مین ہے مگر چونکہ مالکی بن مجاہد اور ابن عباس سے لا یسأمون پر مروی ہے ... اسی لیے ... مین ہے کہ
وہ ایسا ہوا پر سجدہ کیا جاوے کیونکہ سجدہ مین احتیاط ہے تاخیر سے نماز نہین اور ایک آیت کی تقدیم سے نماز فاسد ہوتی ہے اور یہ پہلے
سجدہ حج مین بھی ہرگز نہو سجدہ لکھا ہے پر سجدہ لکھا ہے منہا اولی الحج اما ثانیتہ فصلوتیۃ لاقترانہا بالرکوع و من خلاف الشافعی
واحمد و ثلاث فی المفصل یعنی ان چودہ سجدہ مین سے پہلا سجدہ سورہ حج کا ہے اور دوسرا سجدہ سورہ حج کا وہ تلاوت کا نہین بلکہ
مراد اوس سے نماز کا سجدہ ہے بسبب متصل ہونے اوس سجدہ کے رکوع سے اور ایک سجدہ سورہ ص کا ہے بخلاف امام شافعی اور احمد کے کہ ان کے
نزدیک سجدہ ص مین سجدہ نہین اور حج مین دو سجدہ ہین غرضکہ شمار سجدہ کا اونکے نزدیک بھی چودہ ہے اور امام مالک نے فرمایا کہ مفصل
سورتون مین سجدہ نہین یعنی سورہ نجم اور اذا السماء انشقت اور اقرأ مین اونکے نزدیک سجدہ نہین تو اونکے نزدیک تعداد گیارہ ہے
اگر شافعی کے پیچھے حنفی نے نماز پڑھی اور اوسنے سورہ حج کے دوسری سجدہ پر سجدہ کیا تو متابعت واجب ہے اور خارج نماز اگر سنا تو اوسپر
سجدہ نہین کذا فی الطحطاوی یجب بسبب تلاوۃ آیۃ منہا بشرط سماعہا فالسبب التلاوۃ وان لم یوجد السماع کتلاوۃ الاصم والسماع شرط فی حق غیر
التالی ولو بالفارسیۃ اذا اخبر واجب ہے سجدہ تلاوت بشرط سننے آیت سجدہ کے یعنی سبب سجدہ کے تین ہین اول تلاوت اگرچہ سنا
نجاوے جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا دوم سننا آیت سجدہ کا یہ شرط ہے پڑھنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق مین اگرچہ فارسی مین ہو جبکہ
خبر دیا جاوے اور اوسکو خبر ہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے تیسرے سبب کو ماتن آگے بیان کرتا ہے اور بشرط الائتمام ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح
کو مناسب تہا کہ غیر التالی و المؤتم کہتا کیونکہ مقتدی کو سننا شرط نہین حالانکہ غیر تالی مین وہ بھی داخل ہے اور تیسرا الائتمام ای الاقتداء بمن
تلاہا فانہ سبب لوجوبہا ایضا وان لم یسمعہا ولم یحضرہا للمتابعۃ یا سجدہ تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونیکے اوس شخص کے پیچھے جو
آیت سجدہ کو پڑھے کہ اقتدا کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونیکا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کو نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ پڑھنے کے وقت
یعنی گو امام نے اقتدا سے پہلے سجدہ کی آیت پڑھ لی ہو تب بھی سجدہ واجب ہے بسبب واجب ہونے متابعت امام کے ہم اقتداء سے واجب
ہونے مین یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نکرے تو مقتدی پر واجب نہین اگرچہ آیت کو سنا ہو کذا فی شرح المنیہ
شامی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ فانہ سبب کی جگہہ فانہ شرط کہتا تاکہ بشرط الاقتداء کے موافق ہوتا ولو تلاہا المؤتم لم یسجد
المصلی اصلا لا فی الصلوۃ ولا بعدہا اور اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز نہ نماز مین نہ بعد نماز
کے ہم یعنی نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے اور نہ امام اور نہ دوسرے مقتدی اوسکے ساتھہ والے بخلاف الخارج لان الحجر ثبت
للمعینین فلا یعدوہم حتی لو دخل معہم فی الصلوۃ سقطت بخلاف خارج کے کہ وہ سجدہ کرے اسلئے کہ روک یعنی قراءت کی ممانعت ثابت ہوئی ہے معین
شخصون کے لئے تو اونسے تجاوز نکریگی یہانتک کہ اگر خارج نماز مین داخل ہوگا اونکے ساتھہ تو اوسپر سے بھی سجدہ ساقط ہو جائیگا ہم خارج
سے مراد وہ شخص ہے کہ بالکل نماز نہ پڑھتا ہو یا وہ کہ وہ دوسری نماز پڑھتا ہو خواہ اکیلا خواہ دوسرا امام ہو کذا فی الحلبی شامی نے کہا کہ
یہ تعلیل کی جو شارح نے بیان کی اوسمین امام داخل نہین اسلئے کہ اوسکو ممانعت قراءت کی نہین تو تعلیل وہ خوب ہے جو شرح منیہ مین ہے
کہ اگر مقتدی کے پڑہنے سے امام سجدہ کرے تو متبوع تابع ہو جاویگا ولا یجب علی من تلاہا فی رکوعہ او سجودہ او تشہدہ ملحجور فیہا
عن القراءۃ نہ واجب ہے سجدہ اوس شخص پر کہ پڑھے آیت سجدہ کو اپنے رکوع یا سجدہ میں یا التحیات مین واسطے ممانعت کے ان
ارکان مین قراءت سے ہم اور مرغینانی نے کہا کہ سجدہ واجب ہے اور نماز کے اندر اوسکو ادا کرے اور فرق اس مسئلہ مین اور مقتدی
کے مسئلہ مین یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی کو امام کی جہت سے قراءت کی روک ہے اور امام کا تصرف اسپر جاری ہے بخلاف اسکی تصرف کے

[illegible]

[illegible] وتكبيرتان مسنونتان جهرا [illegible] مستحبين بلا تشهد [illegible] سلام [illegible]

[illegible] الله اكبر [illegible]

[illegible] مستحب قيام ہے یعنی کہڑا ہو کر سجدہ میں جانا [illegible]

[illegible] الله اكبر کہنے کے وقت [illegible] التحيات اور سلام کے [illegible] سجدہ [illegible]

تسبیح سجدہ کی ہے [illegible] سبحان ربی الاعلى تین بار [illegible] فتح القدير میں کہا کہ اگر نماز [illegible]

[illegible] سبحان ربی الاعلى [illegible] حدیث میں وارد ہے سجد وجہی للذی خلقہ [illegible]

[illegible] على من كان متطهرا [illegible] الصلوة [illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت [illegible]

[illegible]

[illegible] لیکن [illegible] بخلاف [illegible]

[illegible]

[illegible] اگر مجنون ایک دن رات سے زیادہ ہو جائے تو سجدہ [illegible] نہیں بلکہ [illegible]

[illegible] بیان کیا ہے [illegible] لیکن [illegible]

[illegible] نقل کیا ہے [illegible] سجدہ کو مجنون سے [illegible] قہستانی [illegible]

[illegible] کہا ہے کہ مجنون سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ تلاوت کے واجب ہونے میں دو روایتیں ہیں اور دونوں کی [illegible]

[illegible] کہا کہ اصح یہ ہے کہ سجدہ واجب نہیں کذا فی الشامی لا تجب بسماعه من الصدى والطير ومن [illegible]

[illegible] بخلاف الخارج [illegible] واجب ہے سجدہ بسبب سننے سجدہ کی [illegible]

[illegible] آواز سے جو پہاڑ و ان اور جنگلوں وغیرہ میں پلٹ کر ویسی ہی سنائی دیتی ہے اور نہیں واجب ہے پرند سے سننے کے سبب [illegible]

[illegible] اگر آیت سجدہ پڑھے تو سننے والے پر اصح قول میں سجدہ واجب نہیں اور واجب نہیں سننے سے ایک کلمہ پڑھنے والے [illegible]

کے ساتھ [illegible] سننے سے کذا فی الاشباہ [illegible] ایک کلمہ کے سننے سے [illegible] واجب کا مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے [illegible]

[illegible] تاکہ تنبیہ ہو [illegible] اس مسئلہ کا [illegible] مناسب تھا اور نہیں واجب ہے [illegible] مقتدی سے [illegible]

مقتدی کی نماز میں [illegible] نماز پڑھتا ہو خواہ امام ہو یا دوسرا مقتدی [illegible] بخلاف خارج کے [illegible]

[illegible] تاخيرها [illegible] ان يسجد [illegible] بلا تعيين [illegible]

[illegible] ما دام في حرمة الصلوة [illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت واجب ہے [illegible] مختار قول کے بموجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر [illegible] اور یہی قول

مختار ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہے یعنی تاخیر سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ ہو [illegible]

[illegible] اس سجدہ کے جزو نماز کا اور گنہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اسکو قضا بجا لاوے جبتک کہ نماز کی حرمت میں باقی رہے [illegible]

[illegible] کذا فی الفتح [illegible] قرآن پڑھنے والے [illegible]

[illegible] اور اگر [illegible] تاخیر سے کراہت تنزیہی ہوگی [illegible]

[illegible] سجدہ تلاوت [illegible] سجدہ کی آیت پڑھی [illegible]

[illegible] قال المصنف [illegible] في العناية [illegible]

[illegible] یعنی مصنف کا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور اگر کسی شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے کسی رکعت میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا پھر امام ہوگیا پھر اقتدا کیا اس کے پیچھے ایک شخص نے اور اُس رکعت میں امام نے سجدہ تلاوت کر کر
اور شخص اوسکے ساتھ سجدہ نکی پاوے مگر اسکا اقتدا ایسی سجدہ مگر پیچھے اس رکعت مین کہ تو سجدہ کرے نہ اندر نماز کے نہ بعد نماز کے
کیا یہی حکم جاری کیا ہی کتب مین اصل کی حیثیت سے لیکن اقتدا کرنے سے وہ سجدہ نماز کا ہوگیا تو خارج نماز ادا نہیں ہو سکتا اور نماز کے اندر
امام کی متابعت نہیں ہو سکتی اور اگر اقتدا امام کے پیچھے کیا نہ اُس رکعت مین نہ دوسری مین تو سجدہ تلاوت کر لے اور اسیطرح اگر اقتدا اگر کی
دوسری رکعت مین تو سجدہ کرے مگر بعد نماز کے تاکہ نماز میں ہو پیچھے کے موجب اُس قول کے کہ اختیار کیا ہی اوسکو بزدوی وغیرہ نے اور یہی حکم ظاہر ہوتا
ہے امام سے کہ جب آیت سجدہ امام سے سُنی تو اگر اوسکا اقتدا کیا ہی خارج ہی تو سجدہ تلاوت کرے اور اگر اقتدا کیا اوسی رکعت مین
جسمین امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اگر سجدہ امام سے پیشتر اقتدا کیا تو اوسکے ساتھ سجدہ کر لے ورنہ اوس سے ساقط ہوگا اور اگر دوسری رکعت
مین اقتدا کرنے تو بعد نماز سے فارغ ہو کے سجدہ کرے کذا فی الشامی ملتقطا ولو تلاها فی الصلوة سجدها فیها لا خارجها لما مر اور اگر پڑھی
آیت سجدہ کو نماز کے اندر تو سجدہ تلاوت نماز کے اندر کرے نہ خارج نماز سے بسبب اسوجہ کے کہ پیشتر بیان ہوئی یعنی نماز کے اندر کا سجدہ
تلاوت نماز کا جزو ہو جاتا ہے وفی البدائع واذا لم یسجد اثم فتلزمه التوبة اور بدائع مین ہی کہ اگر نماز کے اندر سجدہ تلاوت نکریگا تو گنہگار
ہو گا پس لازم ہوگی اوسکو توبہ اسلئے کہ ترک واجب کیا جسکی قضا ممکن نہیں ترک کا ثابت ہوگیا اور اُس سے خلاصی کی صورت سجز توبہ کے اور کچھ نہیں
لذا في الصلوة الا اذا فسدت الصلوة بغير الحيض فلم تسقط عنه السجدة ذكره في الخلاصة فيسجدها خارجها لانها لما
كانت لم يبق الا مجرد التلاوة فلم تكن صلوتية مگر جبکہ فاسد ہو جاتی نماز سوائے حیض سے تو سجدہ تلاوت کرے خارج نماز سے اسلئے کہ جب نماز
فاسد ہوگئی تو صرف تلاوت ہی رہگئی اسلئے سجدہ مذکور نماز کے اندر کا نہ رہا اسلئے خارج نماز سجدہ کرنیکا حکم ہوا اور سوائے حیض اسلئے کہا کہ اگر حیض
سے نماز فاسد ہوگی تو صورت پر سے سجدہ تلاوت ساقط ہو جائیگا ذکر کیا ہے اوسکو خلاصہ مین ولو بعد ما سجدها لم يعدها ذكره في
القنية ويخالفه ما في الخانية تلاها في نفل فافسده قضاه دون السجدة الا ان يحمل على ما اذا كان بعد سجودها اور اگر فاسد
ہوگئی نماز بعد سجدہ کر لینے تو اعادہ سجدہ کا نکرے ذکر کیا ہے اوسکو قنیہ مین اور اوسکی مخالف ہی وہ جو خانیہ مین ہی کہ آیت سجدہ پڑھی نماز
نفل مین پھر نفل کو فاسد کر دیا تو نفل کی قضا کرے نہ سجدہ کی یعنی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ فساد نماز کی صورت مین سجدہ خارج نماز
کے نکرے اور متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ کرے تو سجدہ کہ محمول کیا جاوے مسئلہ خانیہ کا اس صورت پر کہ فساد نفل کا بعد سجدہ تلاوت کے ہو یعنی
صورت مین ظاہر ہے کہ سجدہ کا اعادہ نہو گا چنانچہ شارح نے قنیہ سے نقل کیا ہے وتؤدى بركوع وسجود غير ركوع الصلوة وسجودها
في الصلوة وكذا في خارجها ينوب عنها الركوع في ظاهر المروي بزازية لها اى للتلاوة اور ادا ہو جاتا ہی سجدہ تلاوت رکوع کر کر
یا سجدہ کر کے سوائے اسلئے تلاوت کے سوا رکوع نماز کے اور اوسکے سجدہ کے نماز کے اندر اور اسیطرح خارج نماز مین قائم مقام سجدہ کا
ہو جاتا ہی رکوع ظاہر قول روایت کو بھی مین کذا فی البزازیہ هم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے نماز کے اندر آیت سجدہ پڑھی اور
اوسکے بعد رکوع کیا سوا نماز کے رکوع کے یا سجدہ کیا سوا نماز کے سجدہ کے تو سجدہ تلاوت ادا ہو جائیگا اسیطرح خارج نماز مین رکوع
یا سجدہ سے ادا ہو گا مگر رکوع مین یہ شرط ہی کہ فورا ہو بلا تاخیر اور اگر تاخیر کریگا تو پھر سجدہ تلاوت کیلئے سجدہ خاص چاہئے خواہ
اندر نماز کے ہو یا خارج کذا في الشامي ولو نوى في ركوع صلوته اذا كان الركوع على الفور من قراءة آية او آيتين وكذا الثلاث على الظاهر من
كلام البحر نوى اداء في الركوع للسجود بالتلاوة على الراجح اور ادا ہو جاتا ہی سجدہ تلاوت نماز کے رکوع سے جبکہ رکوع ہو دو ایک
آیت کے پیچھے یا دو آیتوں کے پیچھے اور اسیطرح تین آیتوں سے ظاہر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ہے اگر نیت کرے رکوع مین
سجدہ تلاوت کی ... رکوع مین ... تلاوت کے ... قول راجح پر ہم تینی اگر آیت نماز مین پڑھی اور اوسکے بعد تین آیتین یا زیادہ پڑھیں

اور رکوع کیا اور نیت کی کہ یہ رکوع سجدہ تلاوت کے لیے ہے [illegible] سجدہ ادا ہو جائیگا [illegible]
[illegible] کی بھی کرے [illegible] صرف نیت سے کافی [illegible] نماز کا [illegible] کذا فی [illegible]
ادا ہو جاتا ہے سجدہ تلاوت نماز کا [illegible] سجدہ کرے [illegible] نیت کی ہو [illegible] سجدہ تلاوت کا [illegible]
سجدہ کے بعد فوراً سجدہ [illegible] کی صورت محشیوں نے نہیں لکھی غالباً [illegible] سجدہ کیا [illegible]
[illegible] تین آیتوں کی مقدار سے کم نہیں [illegible] ہو سکتا ہو [illegible]
فان سلم الامام [illegible] القعدة [illegible] صلوته كذا فى القنية وينبغى [illegible] على الجهرية [illegible] اگر نیت کی سجدہ تلاوت کی
امام نے [illegible] رکوع میں اور نیت کی اور [illegible] مقتدی [illegible] تو مقتدی کو امام کی نیت کافی نہوگی [illegible]
اور اعادہ کرے قعدہ کو اور اگر قعدہ کو چھوڑ دیگا تو اسکی نماز فاسد ہوگی اسلیے کہ سجدہ تلاوت [illegible]
تو فرض نماز کا رہ جائیگا کذا فی القنیہ اور محمول کرنا چاہیے اس صورت کو نماز جہری پر اسلیے کہ نماز سری میں مقتدی کو [illegible]
نے آیت سجدہ پڑھی [illegible] ركع وسجد لها [illegible] ان اگر رکوع کیا اور سجدہ کیا داخل نماز کے فوراً تو یہ سجدہ کرنا مقتدی کا
قائم مقام سجدہ تلاوت کے ہو جائیگا بدون نیت کے بسبب متابعت امام کے [illegible] امام نے رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی [illegible]
[illegible] کی صورت کی [illegible] مقتدی پر کچھ نہیں [illegible] نیت کرے [illegible] ولو سجد لها [illegible]
[illegible] وسجد لها [illegible] ركع وسجد سجدة [illegible] صلوته [illegible]
سجدہ تلاوت کیا امام نے اور مقتدیوں نے خیال کیا کہ امام نے رکوع کیا تو جو شخص رکوع میں ہو [illegible] سجدہ تلاوت کرے
اور جسنے رکوع کیا اور ایک سجدہ کیا تو اسکو یہ سجدہ تلاوت کی [illegible] اور جسنے رکوع کیا اور [illegible] تو اسکی نماز فاسد ہوگی [illegible]
اگر کسی ایک رکعت [illegible] تنہا پڑھی [illegible] ایک رکعت کی [illegible] المصلى السجدة [illegible]
صلوتيه [illegible] السجدة بعد [illegible] من غير [illegible] اور اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نکرے
اسلیے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں بلکہ سجدہ کرے بعد نماز کے بسبب سننے آیت سجدہ کے [illegible] رکوع [illegible]
[illegible] مقتدی [illegible] سے بعد نماز کے سجدہ کرے [illegible] چنانچہ پہلے گذرا [illegible]
فلا يتأدى بها الكامل واعاده اى السجود لما مر [illegible] المصلى [illegible] سماعها [illegible]
نے غیر سے سنکر نماز کے اندر سجدہ کیا تو یہ سجدہ اسکو کافی نہوگا اسلیے کہ یہ سجدہ ناقص ہو [illegible]
[illegible] کی حالت میں جس رکن کو ادا کرتا ہو اسکو پہلا کرنا [illegible] اسکے بعد [illegible]
[illegible] سبب سے واجب [illegible] ادا کرنے میں مشغول نہو تو [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] تو ناقص ہوگا [illegible] کذا فی الشامی [illegible] سجدہ کا اعادہ [illegible]
[illegible] مقتدی [illegible] سننے کے [illegible]
[illegible] ایک شخص نماز پڑھتا ہو [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] سجدہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] نماز میں [illegible] ایک سجدہ [illegible] نماز کے [illegible]
[illegible] سجدہ کیا [illegible] تلاوت [illegible] سجدہ [illegible] سجدہ [illegible]
[illegible] سجدہ [illegible] اسکو [illegible] سجدہ [illegible] کافی ہوگا کذا فی [illegible] تلاوتها فی الصلوٰة [illegible]
[illegible] ولو لم یسجد لها [illegible] واحدة لان الصلوٰتیة اقوی من غیرها فتستتبع غیرها وان اختلف المجلس
اگر آیت سجدہ کو نماز سے خارج پڑھکر سجدہ کر لیا پھر نماز میں داخل ہوا اور اسی آیت کو نماز میں پڑھا تو دوسرا سجدہ کرے اور اگر اول
سجدہ نہ کیا ہو تو یہ نماز کے اندر کا ایک سجدہ دونو کو کافی ہے اسلیے کہ نماز کے اندر کا سجدہ قوی ہے تو اپنے غیر کو اپنا تابع کر لیگا اگرچہ
مجلس بدل جاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح اس مسئلہ میں صاحب نہر الفائق کا تابع ہوا اور بحر الرائق میں مجلس کا ایک ہونا شرط کیا ہے اگر
[illegible] ہونے کے لئے تو اگر آیت سجدہ دوسری جگہ میں پڑھی اور نماز میں پھر اسی آیت کو دوہرایا تو اب نماز کے اندر سجدہ تلاوت کر لیے پہلا
سجدہ ساقط نہوگا اسکے لیے دوسرا سجدہ بعد نماز کے کرنا چاہیے ولو لم یسجد فی الصلوٰة سقطتا فی الاصح وأثم کا اور اگر سجدہ
نہ کیا نماز کے اندر تو دونوں سجدے ساقط ہو نگے صحیح تر قول میں اور گنہگار ہوگا چنانچہ گذرا اسی باب میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سجدہ خارج
والا ساقط نہوگا مگر اصح یہی ہے کہ دونوں ساقط ہیں اسلیے کہ خارجی سجدہ تابع ہے داخلی کا کذا فی الحلبی ولو کررها فی مجلسین تکررت
وفی مجلس واحد لا تتکرر بل کفته واحدة وفعلها بعد الاولی اولی قنیه وفی البحر التأخیر احوط اور اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلس
میں تو سجدہ مکرر ہو جائیگا اور ایک مجلس میں مکرر نہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے اور کرنا سجدہ کا بعد اول آیت کے بہتر ہے بسبب جلد بجالانے عبادت
کے کذا فی القنیه اور بحر الرائق میں ہے کہ تاخیر میں زیادہ احتیاط ہے ہم قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا
ہے اول اختلاف تلاوت کا دوم اختلاف سننے کا سوم اختلاف مجلس کا پہلے دو سے غرض بدلنا آیتوں کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس میں
مختلف آیتیں سجدہ کی پڑھیگا یا سنیگا تو تعداد آیات کی برابر سجدے واجب ہونگے اور اختلاف مجلس دو قسم ہے ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے
دوسری میں دو قدم سے زیادہ چلکر پہنچے اسمیں یہ شرط ہے کہ دونو مکانوں کو ایک حکم نہو مثلا چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہوں کہ انکا
حکم ایک ہی مکان کا ہے پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھیگا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا اور ایک قسم اختلاف
مجلس کی حکمی ہے وہ یہ ہے کہ دو نو دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں عمل کثیر کیا ہو مثلا خرید و فروخت یا عقد نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو
تو ان صورتوں میں بھی سجدہ مکرر ہو جائیگا اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلا آیت سجدہ پڑھکر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اسی
آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا اور مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ جہاں ایک کافی ہو کذا فی الشامی والاصل ان
مبناها علی التداخل دفعا للحرج بشرط اتحاد الاٰیة والمجلس اور اصل یہ ہے کہ بنا سجدہ کی تداخل پر ہے یعنی ایک سجدہ دوسرے کا
تابع ہو جاتا ہے واسطے دور کرنے حرج کے یعنی ہر تلاوت پر سجدہ واجب کرنے میں سکھانیوالوں اور سیکھنے والوں پر دقت ہوگی بنا تداخل
کی شرط یہ ہے کہ آیت اور مجلس متحد ہو یعنی ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھنے سے ایک سجدہ سبکے لئے کافی ہوگا اسیطرح اگر ایک
شخص نے خود پڑھا اور اسکو اسی مجلس میں دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا وهو تداخل فی السبب لا فی الحکم
[illegible] فتکون الواحدة سببا والباقی تبعا لها وهو الیق بالعبادة لان ترکها مع وجود سببها شنیع اور وہ یعنی کہ سجدہ
کا تداخل سبب میں اسطرح کہ گنا جاوے سب دفعہ کا پڑھنا مثل ایک تلاوت کی پس ایکبار کی تلاوت سبب سجدہ کا ہوگی اور باقی
تلاوتیں اسکی تابع ہونگی اور سبب میں تداخل کہنا لائق تر ہے عبادت کے لئے اسلیے کہ چھوڑنا عبادت کا وجود پائے جانے اسکے سبب کے برا
ہے [illegible] عبادت کے [illegible] حکم میں نہیں [illegible] سبب عبادت موجود [illegible]

[illegible] عبادت کے کرنے [illegible] لیا [illegible]

بھی ہے عدم تکرار کیونکہ مصنف نے قول [illegible] سمجھا یا ہے [illegible] المکان [illegible]

السجدات [illegible] لا [illegible] بالعقوبۃ لا [illegible] بواحد [illegible] المقصود الکریم [illegible]

العفو [illegible] نہیں تداخل ہو حکم مین یعنی یہ کہ کیا دی ہر تلاوت سبب ایک جدا سجدہ کا پھر سجدہ ہی ایک سب کے بدلے میں ہو جائیں اور [illegible]

ایک سجدہ پر اسلئے کہ حکم مین تداخل ہونا زیادہ لائق ہے بسبب اسکے کیونکہ سزا زجر کے لئے ہوتی ہے اور آدمی ایک سزا سے زجر پا جاتا ہے [illegible]

حاصل ہو جاتا ہے اور کریم متعال عفو کریگا با وجود قائم ہونے سبب سزا کے ہم یعنی سزاؤن کا معاملہ عبادت سے جدا ہے انکی بنا دفع اور زجر

پر ہے تو اونکے ترک بھی باوجود سبب کے کچھ خرابی نہیں اور دنیا مین زجر کا مقصود ایک سزا سے حاصل ہے اور آخرت مین کریم متعال سے

توقع ہے کہ معاف کر دیگا اسلئے انمین تداخل حکم ہی مناسب معلوم ہوا مثلاً ایک شخص نے شراب پی دو بار تو ہر چند سبب دو ہین مگر سزا ایک ہی

دیجاویگی اور دوسری بار کی سزا اسی مین داخل ہو جائیگی وافاد الفرق بقولہ فتنوب الواحدۃ فی تداخل السبب عما قبلہا وعما

بعدہا ولا تنوب فی تداخل الحکم الا عما قبلہا حتی لو تلی مجلد ثم زنی فی المجلس حد ثانیا اور مصنف نے بتا دیا فرق درمیان تداخل

سبب اور تداخل حکم کے اپنے اس قول سے کہ قائم مقام ہوگا ایک سجدہ تلاوت سبب کے تداخل مین اپنے پیشتر کے اور بعد کے سجدون کے یعنی اگر کسی

شخص نے ایک مجلس مین ایک آیت سجدہ کی مثلاً پانچ بار پڑھی اسطرح کہ تین بار پڑھکر سجدہ تلاوت کرلیا پھر دو بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ جو کیا ہے

سبکی طرف سے کافی ہو گیا کیونکہ جب اول تلاوت کو ہمنے سبب قرار دیا تو چارون اوسکی بعد کی اوسکی تابع ٹھہرین تو جہان سجدہ کریگا وہ سب

کے بعد ہی ہوگا اور نہین قائم مقام ہوگا سجدہ تداخل حکم کی صورت مین مگر اپنے پیشتر کے سجدون کے مثلاً پہلی صورت مین اگر پانچ تلاوتونکو جدا

جدا سبب قرار دیوا اور حکم کو متداخل کہو تو تین بار کی تلاوت کے بعد جو سجدہ کیا وہ ان تینوں کا ہو گیا اب جو دوبارہ پھر سجدہ کی آیت کو

پڑھا تو سبب جدید پیدا ہوا اسکی لئے دوسرا سجدہ چاہیئے جیسا سزاؤن مین ہوتا ہے کہ اگر زنا کیا پھر حد مارا گیا پھر اوسی مجلس مین زنا کیا تو

دوبارہ حد مارا جائیگا کیونکہ دوسری حد کا سبب پایا گیا اور ظاہر ہوا کہ پہلی حد سے زجر حاصل نہین ہوا کذا فی الشامی واسداء الثوب

ذہابا وایابا وانتقالہ من غصن شجرۃ الی آخر وسبحۃ فی نہر او حوض مبدل للمجلس ای الآیۃ فیجب سجدۃ او سجدات اخر فی

خلاف بیت او مسجد وبیت وسفینۃ سائرۃ وفعل قلیل کاکل لقمتین وقیام ورد سلام وکذا دابۃ یصلی علیہا لان الصلوٰۃ

تجمع الاماکن ولو لم یصل لا [illegible] اور تانا تنا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والیکا درخت کی ایک شاخ سے دوسری پر اور تیرنا

نہر مین یا حوض مین بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے یعنی مثلاً تانا تننے مین ایک ہی آیت جاتے مین پڑھی

اور وہی لوٹتی دفعہ تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسون مین پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق مین یعنی مثلاً سننے والے نے ایک ہی

آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اوسیکو دوسری پر تو ایسا ہوگا کہ گویا دو آیتون کو سنا بخلاف کونے مسجد اور گھر اور کشتی چلنے والی

اور فعل قلیل کے جیسے دو لقمون کا کھانا بیچ مین دو بار کی تلاوت کے اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ ایسی مجلس نہین بدلتی

اور ایسا ہی جو سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہے تو مجلس نہین بدلیگی کیونکہ نماز اون مجالس کو ایک کر دیتی ہے اسلئے کہ اختلاف مکان

کی صورت مین نماز فاسد ہو جاتی ہے تو ضرورت کے سبب سب مکان ایک کئے جاتے ہین اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرر ہوگا

کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کیطرف ہی تو ایسا ہوگا کہ گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے کذا فی الشامی [illegible]

[illegible] الا لراکب [illegible] جیسے کہ ہوتا ہے سننے والے پر اگرچہ [illegible]

[illegible] آیت سجدہ کی سواری پر [illegible] غلام یا دو [illegible] تو سجدہ مکرر ہوگا [illegible]

[illegible] مجلس التلاوة دون السامع حتى لو كان تمكيه تكرر عليه دون السامع [illegible]
کے مجلس مین یعنی تلاوت کرنیوالے کی مجلس بدلنا اور سننیوالے کی مجلس کے نہ بدلنے مین قول صحیح یہہ ہی کہ تلاوت کننده پر
سجده مکرر ہوتا اور سننیوالا ایک جگہہ بیٹھا ہے تو سننیوالے پر بشرطیکہ اتحاد آیت کے سجده مکرر ہوتا اور یہہ یعنی مکرر ہوتا سجده کا حاضر [illegible]
یعنی پہلی صورت مین اور مکرر نہونا اوسکی مجلس کے متحد رہنے سی دوسری صورت مین اسباب کا متغیر ہی کرنے کے سبب سے [illegible]
کہ تلاوت سبب سجده کا ہوتی تو اسصورت مین حکم سننے والے پر برعکس ہوتا اور وہی تلاوت کننده کیطرح ہو جاتا اور جب ایسا نہین ہوا
تو معلوم ہوا کہ سننا بہی سبب ہے نہ شرط جیسا کہ بعض فقہانے کہا ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلوة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فکذلک عند المتقدمین وقال المتاخرون تتکرر اذ لا تداخل فی حقوق العباد اور درود پڑہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ہی
ہے متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے کہا ہی کہ مکرر ہوتا ہی اسلئے کہ بندون کے حقوق مین تداخل نہین ہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسم شریف پر درود کا حال مثل سجده تلاوت کے ہی کہ جیسے اتحاد مجلس کیصورت مین سجده مکرر نہین ہوتا ویسا ہی ایک مجلس مین مکرر نام
ایک کے مذکور ہونے سی درود مکرر نہین ہوتا اور متاخرین کے نزدیک مکرر ہوتا ہی اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہی کذا فی الشامی واما العاطس
فلا یجب تشمیته ان زاد علی الثلاث لا یشمته خلاصه اور چہینک کا حال سمجہہ یہہ ہی کہ اگر تین بار سی زیاده ہو تو اوسکا جواب ندی کذا فی
الخلاصه ہم اسکا مقابل یہہ ہی کہ صرف ایکبار یرحمک اللہ کہو اور ایک قول یہہ کہ دس بار کہی اور ایک یہہ ہی کہ جتنی بار چہینکی اوسیقدر
یرحمک اللہ کہی بشرطیکہ چہینکنے والا ہر دفعہ الحمد للہ کہی کذا فی الشامی وکره ترک آیة سجدة وقراءة باقی السورة لان فیه قطع نظم
القرآن وتغییر تالیفه واتباع النظم والتالیف مامور به بدائع ومفاده ان الکراهة تحریمیة اور مکروه ہے چہوڑ دینا آیت سجده کا اور پڑہنا
باقی سورت کا اسلئے کہ اسطرح پڑہنے مین عبارت قران مجید کے انتظام کا قطع کرنا اور اوسکی ترکیب کا بگاڑنا ہی اور اسکی عبارت وترکیب کے اتباع
کا حکم ہی کذا فی البدائع اور اس سی معلوم ہوا کہ صرف آیت سجده کا چہوڑ دینا مکروه تحریمی ہے ہم اتباع نظم کا ارشاد اس آیت مین مذکور ہی
(فاذا قرأناه فاتبع قرآنه) یعنے جب ہم اوسکو پڑہین تو پیروی کر اوسکی تالیف کی کذا فی البحر لا عکسه ولکن ندب ضم آیة او
آیتین الیها قبلها او بعدها لدفع وهم التفضیل اذ الکل من حیث انه کلام اللہ فی رتبة وان کان لبعضها فضیلة باشتمالها علی
صفات اللہ تعالی نہین مکروه ہی اوسکا عکس یعنے صرف آیت سجده کو پڑہنا اور باقی سوره کو نہ پڑہنا لیکن مستحب ہی ملانا ایک آیت
یا دو آیتون کا اوسکے ساتھہ خواه پیشتر ملاوی یا بعد کو واسطے دور کرنے وہم تفضیل کے یعنی تاکہ یہہ وہم نہو کہ اس آیت کو فضیلت ہے
اورون پر کیونکہ کل آیتین اس لحاظ سی کہ اللہ تعالی کا کلام ہے ایک رتبہ مین ہین اگرچہ بعض آیتون کو فضیلت ہی بسبب اونکے شامل
ہونے کے اللہ تعالی کی صفات پر واستحسن اخفاءها من سامع غیر متهیئ للسجود اور مناسب ہی نہ سنانا آیت سجده کا اس سننیوالے
کو جو سجدے کے لئے آماده نہو یعنی اگر سننیوالا بیوضو ہو یا اوسپر سجده کرنا شاق ہو تو قاری آیت سجده کو آہستہ پڑہی ایسا ہی اوسصورت
میں کہ سننیوالیکا حال معلوم نہو کذا فی الطحطاوی واختلف التصحیح فی وجوبها علی متشاغل بعمل ولم یسمعها والراجح الوجوب
[illegible] تشاغله عن کلام اللہ تعالی فنزل سامعا لانه بحیث ان یسمع اور مختلف ہوئی ہی تصحیح سجده کے واجب ہونے مین اوس
شخص پر کہ کام مین مشغول ہوا اور آیت کو نہ سنی اور راجح ہی سجده کا واجب ہونا اوسکو زجر کے لئے کلام خدا کو چہوڑ کر کام مین مشغول رہنے
کی [illegible] مقام سننیوالے کے ٹہرایا گیا کیونکہ وه سننے کے موقع پر ہی ہم منح الغفار مین ہی کہ اس مسئلہ مین اصح عدم وجوب ہی اسلئے
کہ [illegible] شرط ہے وجوب کے ایک قول پر اور سبب ہی دوسرے پر وه پایا نہین گیا کذا فی الطحطاوی ولو سمع آیة سجدة من قوم
[illegible] وجب علیه سجدة لانه لم یسمعها من تال حقیقة فاذا لا تعداد الا لی شرط او سبب اگر سنا آیت سجده مکرر [illegible]

اسکے بعد ... سنی ہر ایک شخص سے ایک حرف آیت کا سنا تو سننے والے پر سجدہ ... ایک ...
... صاحب ... تب ... ایک ہوا ... ایک ... ہی ...
... في مجلس ... کل منها کفاه الله تعالی ما اهمه من امر الدنيا والاخرة ...
... گرد ... نہیں ہو کہتے ہیں کہ جو شخص سب سجدہ کی آیتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک کے لئے ... سجدہ کرے تو ...
... اور اسکو حادثہ سے بچاویگا اور ظاہر اس قول کا یہہ ہے کہ چودہ آیتوں کو پہلے پڑھ لے پھر سجدے کرے اور ہو سکتا ہے کہ سجدہ کرے ہر آیت کے ...
... پڑھنے کے اور یہہ چودہ آیتوں کا پڑھنا مکروہ نہیں ہے پہلے گذر چکا ہے کہ آیت سجدہ کے ساتھ ایک دو آیت پہلے یا پیچھے کی ملا ...
... سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف آیات سجدہ کا پڑھنا اور نہ کرنا ... شارح نے آگاہ کر دیا کہ مکروہ نہیں اور انکا ملا کر پڑھنا ایسا ہو ...
جیسا چند سورتیں ملا کر پڑھے مختلف جگہوں سے کذا فی الطحطاوی وسجدة الشکر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلوة لان الجهلة يعتقدونها
سنة او واجبة وكل مباح يؤدي اليه فمكروه اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اسی پر فتوی ہے مگر وہ مکروہ ہے نماز کے بعد اسلئے کہ جاہل سجدہ کو سنت یا
واجب اعتقاد کرنے لگتے ہیں اور جو مباح کہ نوبت پہنچا دے اوسکی سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی وہ مکروہ ہے سجدہ شکر کی صورت یہہ ہے کہ آدمی کسی
نعمت کے بعد اوسکی شکر کے لئے سجدہ کرے تو یہہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی صاحبین کے قول پر ہے
اور بعضوں نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک مشروع نہیں اور ... میں ذکر کیا کہ معتمد یہہ ہے کہ خلاف اس سجدہ کے مسنون ہونے میں ہے نہ جائز ہونے
میں کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ ضمیر لکنہا کی متعلق سجدہ کیطرف ہے نہ سجدہ شکر کیطرف یعنی یہہ مسئلہ جداگانہ ہے کہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے
کیونکہ جاہل اوسکو سنت یا واجب سمجھ لیتے ہیں غرض کہ جو سجدہ بدون سبب ہو وہ نہ ثواب ہے نہ مکروہ مگر نماز کے بعد اسلئے مکروہ کہا گیا کہ جاہل اوسکو
سنت یا واجب اعتقاد کر لیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ سجدہ شکر کو بعد تمام ہونے سجدہ تلاوت کے احکام کے بیان کرتا ویکره
للامام ان يقرأها في مخافتة ونحو جمعة وعيد الا ان تكون بحيث تؤدى بركوع الصلوة او سجودها اور مکروہ ہے امام کو کہ آیت سجدہ کو
آہستہ پڑھے یا جمعہ اور عید جیسی مجمع میں آیت سجدہ کی پڑھے مگر اسطرح پڑھنا کہ سجدہ ادا ہو جاوے نماز کے رکوع یا سجدہ سے مکروہ نہیں ہے امام کو
خفیہ پڑھنا اسلئے مکروہ ہے کہ اگر آیت پڑھنے کے بعد سجدہ نہ کریگا تو واجب کا تارک ہوگا اور اگر سجدہ کریگا تو مقتدیوں کو اشتباہ پڑیگا اور یہی اشتباہ مجمع
عظیم میں نہ پڑھنے کا سبب ہے اور اگر سجدہ آخر سورت میں ہو یا آیت سجدہ کے بعد بقدر تین آیتوں کے نہ پڑھے فوراً رکوع کر دے تو اسصورت میں مجمع میں
پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر امام کو چاہیئے کہ رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کی نکرے ورنہ مقتدیوں کو بھی کرنی پڑیگی اور جو کوئی نکریگا اوسکو سلام کے
بعد سجدہ کر کے قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا پڑیگا کذا فی الحلبی ولو تلاها على المنبر سجد وسجد السامعون اور اگر آیت سجدہ کو منبر پر پڑھا تو
سجدہ کرے اور سننے والے سجدہ کریں ہم خطیب کو اگر منبر پر سجدہ ممکن ہو تو اوسی جگہ کر لے ورنہ منبر سے اتر کر سجدہ کرے اور سننے والوں کی قید اسلئے لگائی
کہ جسنے نہ سنا ہو وہ سجدہ نکرے حالانکہ نماز میں مقتدی کے لئے سننا شرط نہیں کذا فی الخانیہ +

باب صلوة المسافر

یہہ باب ہے نماز مسافر کے حکم میں من اضافة الشيء الى شرطه او محله اضافت صلوة کی مسافر کیطرف از
قبیل اضافت چیز کے ہے طرف اوسکی شرط کی یا اوسکی محل کی ہم یعنی مسافر یا شرط ہے نماز مخصوص یعنی قصر ہی نماز کی یا اوسکا محل ہے اور سجدہ ... کی
کہ شرط نماز کی سفر ہے نہ مسافر کذا فی الطحطاوی ولا يخفى ان التلاوة عارض هو عبادة والسفر عارض مباح الا بعارض ...
امر مخفی نہیں کہ تلاوت ایک پیش آنیوالی چیز ہے جو عبادت ہے مگر کسی امر کی جہت سے اور سفر ایک امر عارضی مباح ہے مگر کسی امر کے سبب
اسلئے سفر کا حکم پیچھے بیان کیا گیا ہم یعنی اس باب میں اور سجدہ تلاوت میں مناسبت تو یہہ ہے کہ دونوں عارضی ہیں اور وجہ تقدیم سجدہ تلاوت
کی یہہ ہے کہ تلاوت میں اصل یہہ ہی کہ عبادت ہو مگر کسی وجہ سے مثلاً لہو و لعب اور شہرت کی غرض سے پڑھنا یا حالت جنابت میں پڑھنا کہ عبادت نہیں بلکہ معصیت ...

اور سفر اصل مین مباح ہے مگر کبھی یہ بسبب عبادت بھی ہو سکتا ہے جیسے حج کا سفر یا حرام ہو سکتا ہے جیسے رہزنی کے لئے سفر کرنا تو جو چیز اصل مین عبادت
ہو وہ مقدم ہے اسپر جو اصل مین مباح ہو اور الا بعارض استثنا ہے عبادت اور مباح دونو سے کذا فی الشامی وسُمّی به لانه يسفر عن اخلاق
الرجال اور سفر اسلئے نام رکہا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مردون کے اخلاق کو ہم یعنی سفر کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہین اور چونکہ سفر اصطلاحی مین آدمی
کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہین اسلئے سفر کہا گیا یا یہہ کہ روی زمین کا حال اُس سے ظاہر ہوتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر مسافر کے معنی مین
ہے مشارکت کے لئے مستعمل نہین اور ہو سکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر اکثر رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتین ظاہر
ہوتی ہین کذا فی الشامی من خرج من عمارة موضع اقامته من جانب خروجه وان لم يجاوز من الجانب الآخر جو شخص نکلے اپنی اقامت
کی جگہہ کے گہرون سے یعنی اپنے نکلنے کیطرف سے آبادی کے باہر ہو جاوے اگرچہ دوسری طرف سے آبادی سے تجاوز نکیا ہو اسطرح کہ کوئی محلہ مثلاً سیدہ
مین پڑتا ہو ہم خبر تن کی آگے آتی ہے یعنی وہ وہ پڑھے چار رکعتون والی فرض کو شامی نے کہا کہ عمارت سے غرض گہر ہین تا کہ خیمہ مین رہنے والے
بھی شامل رہین اور آبادی سے باہر ہونے مین اعتبار اُسکا اعتبار ہے جدہر سے مسافر نکلا تو اگر کوئی محلہ ایسا ہو کہ پہلے شہر مین ملا ہوا تہا اب جدا
ہو گیا تو جب تک اُس سے باہر نہو جاوے قصر نکرے اور باہم داخل آبادی نہین اگرچہ ادنین بعض اوقات لوگ آ کر رہتے ہون یا رکہوالونکی جہونپڑیان
ہون وفی الخانية ان كان بين الفناء والمصر اقل من غلوة وليس بينهما مزرعة يشترط مجاوزته والا فلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر فنا اور
شہر کے درمیان دو سو گز سے کم فاصلہ ہو اور دونو کے درمیان کہیت نہو تو اُس سے باہر نکلنا قصر کے لئے شرط ہے ورنہ شرط نہین ہم فناء شہر
اُس میدان کو کہتے ہین جو شہر کے نفع کے لئے ہو مثلاً گہوڑون کے پہیرنے اور مُردون کے دفن کرنے اور مٹی ڈالنے وغیرہ کے لئے تو اِس
الحکا مکان اگر شہر سے متصل ہوا اور بیچ مین کہیت نہو تو قصر کے لئے شرط ہے کہ اُس سے بھی تجاوز کر جائے ورنہ اوس سے تجاوز کرنا شرط نہین
غلوه بفتح معجمه ۳۰۰ ہاتھ سے ۴۰۰ سو ہاتھ تک کے فاصلہ کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی قاصدًا ولو كافرًا ومن طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر
مسيرة ثلثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال اپنی اقامت کی جگہہ سے نکلے قصد
کرنیوالا سفر کا اگرچہ حالت کفر مین قصد کیا پہر مسلمان ہو گیا تو اب وہ قصر سے پڑھے اور جو شخص دنیا کے گرد پہرے بدون قصد سفر کے وہ قصر
نکرے یعنی اگر مثلاً دو منزل کی نیت کی اور جب دوسری منزل پر پہونچا تو پہر آگے کی نیت کی اسیطرح تمام دنیا مین پہرا تو قصر نکرے قصد کرے سفر
تین دن کا مع اُنکی راتون کے برس کے سب سے چہوٹے دنونمین سے اور نہین شرط ہے سفر تمام دن کا رات تک بلکہ شرط ہے زوال تک ہم شامی نے
کہا کہ لیالیہا کا حذف کرنا مناسب ہے کیونکہ چلنا دن کا مع رات کے معتبر نہین ہان اگر واو کی جگہہ او کہتا تو بہتر ہوتا یعنی نیت سفر تین دن کی ہو
یا تین راتون کی دونو صورتونمین قصر کرے اور سال کے سب سے چہوٹے دنون سے مراد اُن ملکون کے دن ہین جو معتدل ہون یعنی جن مین دن بہت
چہوٹے نہو جاتے ہون جیسے بلغار مین کہ دن چہوٹے سے چہوٹا ایک گہنٹہ کا ہو جاتا ہے تو مصر مین سب سے چہوٹے دنونمین صبح صادق سے زوال تک
پونے سات گہنٹے ہوتے ہین تو تین دن کا سفر سوا بیس گہنٹہ کا ہوا انتہی اور بریلی اور سہارنپور مین صبح صادق سے زوال تک ساڑہے چہ گہنٹہ
سے کچہہ زائد چہوٹے دنونمین ہوتے ہین اور ہر ایک شہر مین جیسا عرض بلد ہوگا اوسیکے موافق یہہ مقدار کم و بیش ہوگی اور زوال تک سفر کی
قید اسلئے لگائی کہ مسافر کو کہانا اور آرام اور نماز بھی ضرور ہے تو اگر پوری روز کے چلنے مین یہہ باتین کریگا تو نصف روز بلاشبہہ صرف ہوگا
اسلئے زوال تک کا چلنا معتبر ہوا کذا فی الشامی بتصرف ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب اور اعتبار نہین فرسخون کا مذہب کے
بموجب ہم فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے اور ایک میل چار ہزار قدم کا تو اِس حساب سے فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوا تو جن لوگون نے مدت سفر کو
۲۱ یا ۱۸ یا ۱۵ فرسنگ کہا ہے اوسکا اعتبار نہین اسلئے کہ ظاہر الروایت مین اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے اور ہدایہ مین اسیکو صحیح کہا ہے
بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة تین دن کا فاصلہ ہو درمیانی چال سے ساتھ آراموں معتاد کے ہم یعنی درمیان راہ مین

معمولی استراحت کرتا چلے اور درمیانی چال سے مراد پیادہ پا اور اونٹ کی چال ہے نہ چکڑ ہوا اور گھوڑے کی کیونکہ چھکڑے کی چال بہت ہے اور گھوڑے کی تیز غرضکہ عادت اور معمول کے موافق تین ہلکی منزلیں مدت سفر کی ہیں کذا فی الشامی بدائع میں کہا کہ منزلوں کا حال لوگونکو معلوم ہوتا ہے شبہہ کیصورت میں اونہیں کیطرف رجوع کرنا چاہیئے حتی الوسع ع فو صل فی یوم قصر یہانتک کہ اگر جلد چلا اور دو روز میں پونہچ گیا تو نماز قصر کرے یعنی تین دنکی راہ کو دو روز میں قطع کیا تو قصر کرنا چاہیئے ولو لموضع طریقان احدهما مدة السفر والاخر اقل قصر فی الاول دون الثانی اور اگر کسی جگہہ کے دو راستے ہوں ایک مدت سفر ہو اور دوسرا کم تو نماز قصر کرے اول میں نہ دوسرے میں صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبًا لقول ابن عباسؓ ان الله فرض على لسان نبيكم صلوة المقيم اربعًا والمسافر ركعتين ولذا عدل المصنف عن قولهم قصر لان الركعتين ليستا قصرًا حقيقة عندنا بل هما تمام فرضه والاكمال ليس رخصة فى حقه بل اساءة جو شخص اپنی بستی سے بارادہ تین دن کے سفر کے باہر نکلے وہ چار رکعتوں والے فرضونکو دو رکعتین پڑہے فرض ہونے کی راہ سے بسبب فرمانے حضرت ابن عباسؓ کے کہ اللہ تعالی نے فرض کی تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مقیم کی نماز چار رکعتیں اور مسافر کی دو رکعتیں اور اسیلئے مصنف نے عدول کیا فقہا کے قول قصر سے یعنی یہہ نکہا کہ نماز کو قصر کرے بلکہ یہہ کہا کہ دو رکعتیں پڑہے اسلئے کہ دو رکعتیں واقع میں قصر نہیں ہمارے نزدیک بلکہ دونوں رکعتیں مسافر کا پورا فرض ہے اور پوری نماز پڑہنی مسافر کے حق میں اجازت شرعی نہیں بلکہ برائی اور مخالفت سنت ہے ہم رخصت کے معنی یہہ ہیں کہ حکم اصلی کسیوجہ سے بدلکر متصور تخفیف اور آسانی کی پیدا کرے تو یہہ بات مسافر کی نماز میں نہیں کیونکہ اصل میں اوسکے لئے دو ہی رکعتیں فرض ہوئی ہیں نہ یہہ کہ چار کی دو رہ گئی ہوں بلکہ اول دو ہی رکعتیں سبکے لئے فرض ہوئی تہی پہر مقیم کے حق میں چار ہوئیں جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کذا فی الشامی بتصرف قلت وفی شرح البخاری ان الصلوات فرضت ليلة الاسراء ركعتين ركعتين سفرًا وحضرًا الا المغرب فلما هاجر عليه الصلوة والسلام واطمأن بالمدينة زيدت الا الفجر لطول القراءة فيها والمغرب لانها وتر النهار فلما استقر فرض الرباعية خفف فيها فى السفر عند نزول قوله تعالى فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة وكان قصرها فى السنة الرابعة من الهجرة وبهذا تجتمع الادلة انتهى كلامهم فليحفظ میں کہتا ہوں اور بخاری کی شرحوں میں ہے کہ نمازیں شب معراج میں دو رکعتیں سفر اور اقامت کی لئے فرض ہوئیں سوا مغرب کے پہر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں مطمئن ہوئے رکعتیں زائد کی گئیں بجز فجر کی نماز کے کہ وہ دو ہی رہیں بسبب بڑی ہونے قرارت کے نماز فجر میں اور بجز نماز مغرب کے کہ وہ بھی تین ہی رکعتیں رہی اسلئے کہ وہ وتر ہیں دن کی یعنی دن سے قریب اور اوسکے متصل ہیں اسلئے دن کا وتر کہا پہر جب فرض چار رکعت کے ثابت ہوگئے تو سفر میں اونمیں تخفیف کی گئی وقت اترنے اس ارشاد خداوندی کے کہ نہیں ہے تمپر گناہ اس سے کہ قصر کرو تم نماز کو اور نماز کا قصر سنہ چار ہجری میں ہوا اور اس تقریر شارحین سے مطابق ہو جاتی ہیں دلیلیں تمام ہوا کلام بخاری کے شارحوں کا تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم یعنی ہماری دلیل جو قول ابن عباسؓ کا ہے کہ مسافر کے لئے دو رکعتیں ہیں یہہ بلحاظ اوس صورت کے ہے جسپر آخر کو نماز آٹھہری اور امام شافعی جو مسافر کو پورا پڑہنا جائز بتاتے ہیں وہ اس لحاظ سے کہ بعد ہجرت کے رکعتوں میں زیادتی ہوئی کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ یہہ دلیل امام شافعی کے مذہب پر مبنی ہے اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض چار رکعت سفر اور حضر دونوں ہوگئی پہر سفر میں تخفیف ہوگئی حالانکہ یہہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور نیز اوس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت عائشہؓ سے صحیحین میں مروی ہے کہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سفر کی ہرگز زیادہ نہیں ہوئی اور آیت ان تقصروا سے مراد نماز کی صورت کا قصر کرنا اور خوف کیوقت قصر کیطرح ادا کرنا ہے چنانچہ شرح منیہ میں مفصل مذکور ہے انتہی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قصر نماز عصر میں ہوا جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ انمار میں مقام عسفان پر قصر سے پڑہا کذا فی الطحطاوی ولو كان عاصيًا بسفره لان القبح المجاور لا يعدم المشروعية مسافر چار رکعتوں والے فرض کو دو پڑہے اگرچہ

اپنے سفر کے سبب سے معصیت کرنیوالا ہو مثلاً سفر اسلئے کرتا ہو کہ رہزنی کرے تب بھی قصر کرے اسلئے کہ برائی ساتھ ہوجانیوالی نہین معدوم کرتی ہے مشروع ہونے کو مجاور برائی سے یہہ غرض کہ جدا ہوسکنے کے قابل ہو مثلاً سفر معصیت مین برائی مجاور ہے اسلئے کہ معصیت بدون سفر کے بھی ممکن ہے تو اس قسم کی برائی قصر کے مشروع ہونے کو مسافر کے لئے سفر نہین کذا فی الطحطاوی حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر مسافر نماز مین قصر کرتا رہے جبتک کہ داخل ہو اپنی اقامت کی جگہہ مین بشرطیکہ مدت سفر کی چل چکا ہو اور اگر مدت سفر نگیا ہو تو بفور نیت گھر کو پھرنیکے پوری نماز پڑھے بسبب مستحکم ہونے سفر کے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جاکر پھرنے کی نیت کی تو اسصورت مین اسیوقت سے پوری نماز پڑھے اور اگر تین منزل جاکر پھرے تو اپنے شہر مین آنے تک قصر کرے شامی نے کہا کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہوجانا شرط ہے او ینوی ولو فی الصلوۃ اذا لم یخرج وقتہا ولم یک لاحقا اقامۃ نصف شہر حقیقۃ او حکما لما فی البزازیۃ وغیرہا ولو دخل الحاج الشام وعلم انہ لا یخرج الا مع القافلۃ فی نصف شوال اتم لانہ کناوی الاقامۃ بموضع واحد صالح لہا من مصر او قریۃ او صحراء دارنا وھو من اہل الاخبیۃ یا قصر کرے جاے مسافر جب تک کہ نیت اقامت کی کرے پندرہ دن ایک جگہہ مین جولائق اقامت کے ہو یعنے شہر یا گانو مین یا دارالاسلام کے صحرا مین حالانکہ مسافر خیمہ والون مین سے ہو تو اگر مسافر خیمہ کے باشندون مین سے نہو اور نیت اقامت کی صحرا مین کرلے تو اوسکی نیت معتبر نہوگی شارح نے کہا کہ اگرچہ نیت اقامت کی نماز کے اندر کرے بشرطیکہ نماز کا وقت نہ نکلا ہو اور مسافر لاحق نہو یعنی اسصورت مین فرض دو کی جگہہ چار پڑہنے ہونگے اور اگر نماز پڑہنے مین وقت نکل گیا اور اقامت کی نیت کی تو اس نماز کی چار رکعتین پڑھنی نہ پڑینگی اسی طرح مسافر نے اگر مسافر کے پیچھے اقتدا کیا اور لاحق ہوگیا تو اسوقت نیت اقامت معتبر نہوگی پھر نیت اقامت پندرہ دن کی حقیقت مین ہو یا حکما دونو معتبر ہین حکما کی مثال بزازیہ وغیرہا مین ہے کہ اگر حاجی شام مین داخل ہوا اور جانا کہ بدون قافلہ کی ہمراہی کے جو پندرہوین شوال کو چلیگا روانہ نہوگا تو وہ پوری نماز پڑھے اسلئے کہ وہ مثل اقامت کی نیت کرنیوالے کے ہے یعنے گو حقیقت مین نیت اقامت کی نہین کی مگر چونکہ عزم روانگی کا قافلہ کے ساتھہ کیا اسلئے ضمنا اور حکما اقامت کی نیت ہوگئی کذا فی الشامی فیصلی رکعتین ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای من نصف شہر او نوی فیہ لکن فی غیر صالح کبحر او جزیرۃ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین کمکۃ ومنی پس نماز پڑہے دو رکعتین یعنی قصر کے ساتھہ اگر نیت اقامت کی کرے کمتر پندرہ دن سے یا پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے مگر ایسی جگہہ مین جو قابل اقامت نہو جیسے دریا مین یا جزیرہ مین یعنی جس جزیرہ مین آبادی نہو یا اقامت کی نیت کرے قابل اقامت جگہہ مین لیکن دو مستقل جگہہ مین پندرہ دن رہنے کی نیت کرے جیسے مکہ اور منی مین مثلاً یعنی خواہ وہ دونو شہر ہون یا گانو یا ایک شہر ہو ایک گانو غرضکہ ان سب صورتون مین مقیم نہوگا فلو دخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا پھر اگر داخل ہوا حاجی مکہ مین دسون دنون ذی الحجہ کے توان تاریخون مین نیت اقامت درست نہوگی اسلئے کہ وہ منی اور عرفات کو جائیگا تو ایسا ہوا جیسے نیت اقامت موضع اقامت کے سوا مین کرنا یعنی جب عزم نکلنے کا منی اور عرفات مین ہے تو نیت اقامت بیمحل ہوگی وبعد عودہ من منی تصح کما لو نوی مبیتہ باحدہما او کان احدہما تبعا للآخر بحیث تجب الجمعۃ علی ساکنہ للاتحاد حکما اور بعد رجوع کرنیکے منی سے نیت اقامت کی درست ہے جیسے درست ہے نیت اگر نیت کی رات کے رہنے کی دونو جگہہ مین سے ایک مین یعنی مثلاً یہہ نیت کی کہ دن کو مکہ مین رہونگا اور رات کو منی مین تو درست ہے اسلئے کہ اقامت مین رات کے رہنے کا اعتبار ہے تو جب منی مین داخل ہوگا مقیم ہوجائیگا یا دونو جگہہ مین سے ایک تابع ہو دوسرے کے اسطرح کہ واجب ہو جمعہ اوسکے رہنے والے پر بسبب اتحاد حکمی کے یعنی اگر ایک گانو شہر کے اسقدر پاس ہو کہ اوسمین اذان جمعہ کی آواز آتی ہو تو دونون مین اقامت کی نیت کرنی مثلاً یون نیت کرنی کہ شہر مین دس روز رہونگا اور گانو مین پانچ روز رہونگا

درست ہی اسلئی کہ دو نو حکم کی راہ سی ایک ہین ولم یکن مستقلاً برأیہ کعبدٍ وامرأۃٍ یا نماز قصر پڑھے وہ شخص جو اپنی رای مین مستقل نہو
جیسی غلام اور عورت یعنی اگر کوئی شخص دوسری کا تابع ہو تو نیت اقامت مین آقا کا اعتبار ہی نہ تابع کا مثلاً غلام یا عورت نے نیت اقامت کی اور
آقا یا شوہر نے نہ کی یا اونکا حال معلوم نہوا کہ کی یا نہین تو غلام یا عورت قصر سی نماز پڑھی کذا فی الشامی او دخل بلدۃ ولم ینو مدۃ الاقامۃ
بل ترقب السفر غدًا او بعدہ ولو بقی علی ذلک سنین الا ان یعلم تأخر القافلۃ نصف شہر کما مر یا وہ شخص قصر کرے جو کسی شہر
مین داخل ہو کسی کام کو یا انتظار رفقا کے لئی اور مدت اقامت کی نیت نکری ہو بلکہ متوقع سفر کا ہو کل یا پرسون اگرچہ اسی توقع پر برسون رہی تب بھی
قصر کرتا رہی مگر یہہ کہ جانے دیر کر چلنا قافلہ کا پندرہ روز چنانچہ بزازیہ کے مسئلہ مین گذرا ہم یعنی اگر نیت مین تردد رہا اور ہر روز یہی جانا
کہ کل جاؤنگا تو ایسی نیت سی اقامت نہوگی جبتک پختہ ارادہ پندرہ دن کی اقامت کا نکرے وکذا یصلی رکعتین عسکر دخل ارض حرب
او حاصر حصنًا فیہا بخلاف من دخلہا بامان فانہ یتم او حاصر اہل البغی فی دارنا فی غیر مصر مع نیۃ الاقامۃ مدتہا للتردد بین القرار والفرار
اور ایسطرح دو رکعتین پڑھی وہ لشکر کہ داخل ہو زمین حرب مین یا محاصرہ کری کسی قلعہ کا دار الحرب مین بخلاف اوس شخص کے کہ دار الحرب مین امن لیکر
داخل ہو کہ وہ پوری نماز پڑھی کیونکہ امن کے باعث کوئی اوسکا مزاحم نہوگا کہ اوسکو تردد ہو یا وہ لشکر قصر کری جو محاصرہ کری باغیون کا دار الاسلام
مین غیر شہر مین باوجود نیت اقامت کے مدت اقامت تک واسطی تردد کے درمیان ٹھہرنے اور کوچ کے ہم باغی اونکو کہتے ہین جو امام کی اطاعت
نکرین کذا فی النہر شامی نے کہا کہ غیر مصر قید نہین ہی اگر شہر مین محاصرہ کیلئی فروکش ہون تب بھی نیت اقامت درست نہوگی چنانچہ معراج مین
مصرح ہی اور علت مسئلہ جو شارح نے ذکر کی وہ بھی اسکی مقتضی ہی انتہی بخلاف اہل الاخبیۃ کعرب وترکمان نووا الاقامۃ فی المفازۃ فانہا
یصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندہم من الماء والکلاء ما یکفیہم مدتہا لان الاقامۃ اصل بخلاف خیمون کے باشندون کے مثل بدوون
اور ترکمانون کے کہ نیت کرین اقامت کی جنگل مین کہ انکی نیت درست ہی صحیح تر قول مین اور اسی پر فتوی ہی بشرطیکہ اونکی پاس پانی اور چارہ اتنا
ہو کہ مدت اقامت کے لئی کافی ہو اسلئی نیت درست ہی کہ اقامت اصل ہے یعنی ایک چراگاہ سی دوسری مین جانے کے سبب سی اقامت جاتی
نرہیگی اور قول اصح کا مقابل قول ضعیف یہہ ہی کہ وہ قصر کرین کیونکہ جنگل محل اقامت نہین کذا فی الطحطاوی الا اذا قصدوا موضعًا بینہما مدۃ
السفر فیقصرون ان نووا سفرًا والا لا مگر جب خیمون والے جائین ایسی جگہہ کو کہ دونو جگہون مین فاصلہ مدت سفر کا ہو تو اس صورت مین قصر
کرین بشرطیکہ سفر کی نیت کرین اور اگر نیت سفر نکرین تو قصر بھی نکرین ولو نووہا غیرہم لم یصح فی الاصح اور اگر نیت اقامت کری
غیر خیمہ والون کا اونکے ساتھہ تو درست نہوگی صحیح تر قول مین والحاصل ان شروط الاتمام ستۃ النیۃ والمدۃ واستقلال الرای وترک السیر
واتحاد الموضع وصلاحیتہ قہستانی درحاصل یہہ ہی کہ شرطین پوری نماز پڑہنے کی مسافر کے لئی چہہ ہین اول نیت اقامت کی دوم مدت
اقامت پندرہ روز کی سوم رای کا مستقل ہونا یعنی کسیکا تابع نہونا چہارم سیر کا ترک کرنا یعنی اگر جنگل مین ہو اور کسی شہر یا گانو کو دیکھہ کر
اقامت کی نیت کری تو چلنا موقوف کرنے سی نیت صحیح ہوگی پنجم اقامت کی جگہہ کا ایک ہونا ششم جگہہ کا لائق اقامت ہونا کذا فی القہستانی فلو
اتم مسافر ان قعد فی القعدۃ الاولی تم فرضہ ولکنہ اساء لو عامدًا لتاخیر السلام وترک واجب القصر وواجب تکبیرۃ افتتاح النفل
وخلط النفل بالفرض وہذا لا یحل کما حررہ القہستانی بعد ان فسر اساء باثم واستحق النار وما زادہ نفل کمصلی الفجر اربعًا پس اگر چار
رکعتین پڑہین کسی مسافر نے تو اگر وہ قعدہ اولی مین بیٹھا ہو تب تو اوسکی فرض پوری ہو جائینگی مگر اوسنی برا کیا کہ دو کی جگہہ چار پڑہی اور دو رکعتین
زائد نفل ہونگی جیسی فجر کی نماز کو کوئی چار پڑہے کہ اسصورت مین بھی دو فرض اور دو نفلین ہونگی شارح نے کہا کہ برائی اوس صورت مین ہی کہ
دانستہ ایسا کیا ہو کیونکہ چار پڑہنے مین اتنی خرابیان ہوئین اول سلام مین دیر کرنا دوم قصر واجب کو ترک کرنا سوم نفل کی تکبیر تحریمہ واجب
کو چہوڑنا چہارم نفل کو فرض مین ملا دینا حالانکہ یہہ چارون باتین حلال نہین چنانچہ قہستانی نے اوسکو شرح بیان کیا ہی اور پہلی یون ذکر کیا ہی

که معنی اسکے یہہ ہین که وہ شخص گناہگار اور مستحق آگ کا ہوا شامی نے کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو نماز کا پورا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے
وان لم يقعد بطل فرضه وصار الكل نفلا لترك القعدة المفروضة الا اذا نوى الاقامة قبل ان يقيد الثالثة بسجدة لكنه يعيد القيام والركوع لوقوعه نفلا فلا ينوب عن الفرض ولو نوى في السجدة صار نفلا اور اگر قعدہ اولے مین مسافر نہ بیٹھا تو اوسکی فرض باطل ہو لئی اور کل رکعتین نفل ہو گئین فرض باطل ہوئی بسبب چھوڑنے قعدہ فرض کے مگر فرض باطل نہونگے اگر نیت کرے اقامت کی پہلے اس سے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرے لیکن وہ اعادہ کرے قیام اور رکوع تیسری رکعت کا بسبب واقع ہونے اوس قیام و رکوع کے نفل تو وہ قیام و رکوع فرض کا قائم مقام نہوگا اور اگر تیسری رکعت کے سجدہ مین نیت اقامت کریگا تو فرض نفل ہو جاینگے ہم شامی نے کہا کہ الا اذا نوی استثنا دونو صورتون سے ہے یعنی اگر قعدہ اولے مین بیٹھا یا نہین مگر تیسری رکعت مین قبل سجدہ نیت اقامت کرلی تو فرض باطل نہونگے اور سجدہ کے اندر نیت کرنے سے نفل ہو جانا مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور یہہ خاص پہلی صورت مین ہے که قعدہ اولی مین نہ بیٹھا ہو انتہی وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فاذا قام المقيم الى الاتمام لا يقرأ ولا يسجد للسهو في الاصح لانه كاللاحق والقعدتان فرض عليه وقيل لا قنية اور درست ہے اقتدا مقیم کا بھی مسافر کے وقت کے اندر اور بعد وقت کے یعنی مثلا دونو ایک ہی نماز کو قضا پڑہین تو جب مقیم اپنی نماز کے پورا کرنے کو کھڑا ہو بعد امام کے سلام پھیرنیکے تو باقی کی دو رکعتون مین قراءت نہ پڑھے بلکہ بمقدار الحمد کے چپ کھڑا ہو کر رکوع و سجدہ کرے اور مقیم سجدہ سہو بھی نکرے صحیح تر قول مین قراءت نہ پڑھے اسلئے کہ مقیم مثل لاحق کے ہے اور دونو قعدے ہی فرض مین مقیم مذکور پر یعنے ایک امام کی تبعیت سے اور دوسرا غیر ہونیکی جہت سے اور بعضون نے کہا کہ پہلا قعدہ اوسپر فرض نہین کذا في القنية وندب للامام هذا يخالف الخانية وغيرها ان العلم بحال الامام شرط لكن في حاشية الهداية للهندي الشرط العلم بحاله في الجملة لا في حال الابتداء وفي شرح الارشاد ينبغي ان يخبرهم قبل شروعه والا فبعد سلامه ان يقول بعد التسليمتين في الاصح اتموا صلوتكم فاني مسافر لدفع توهم انه سها اور مستحب ہے امام مسافر کو یہہ کہدینا مقتدیون سے بعد دونون سلام کے صحیح تر قول مین کہ اپنی نماز کو پورا کرلو کہ مین مسافر ہون یہہ قول اس وہم کے دور کرنیکے لئے مستحب ہے کہ کوئی یہہ نہ سمجھے کہ امام نے سہو کیا شارح نے کہا کہ یہہ قول ماتن کا کہ امام کو مستحب ہے خبردار کردینا اپنے حال سے مخالف ہے قول خانیہ وغیرہا کے کہ اونمین اقتدا کے لئے جاننا امام کے حال کا شرط ہے یعنی قول ماتن سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیونکو امام کا حال معلوم نہین کہ مسافر ہے یا مقیم اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے کہ اقتدا کی شرط ہے معلوم ہونا امام کے حال کا تو دونون مین اختلاف ہوا لیکن ہندی کے حاشیہ ہدایہ مین ہے کہ شرط اقتدا امام کے حال کا معلوم ہونا ہے فی الجملہ خواہ ابتدا مین معلوم ہو خواہ انتہا مین یہہ نہین کہ شروع ہی مین معلوم ہو تو اس تقریر سے شارح نے اختلاف ماتن اور خانیہ کے قولون کا دفع کردیا اور شرح ارشاد مین ہے کہ امام کو چاہیئے یعنی مستحب ہے کہ مقتدیون سے قبل اپنے شروع کرنے کے کہدے کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی مقتدی اوسکا حال نجانتا ہو اور اگر شروع نماز سے پیشتر نہ کہی تو بعد سلام کے آگاہ کردے ولو نوى الاقامة لا لحقيقتها بل ليتم صلوة المقيمين لم يصر مقيما اور اگر امام مسافر نیت اقامت کی کرے نہ حقیقت مین اقامت کرلئے بلکہ اس غرض سے کہ مقیم مقتدیونکی نماز پوری پڑھا دے تو اس نیت سے مقیم نہوگا یعنی اصح یہ ہے اوسکی فرض چار نہونگے دو فرض اور دو نفلین ہونگی اور اگر مقتدی اوسکے پیچھے اپنی نماز پوری کرینگے تو انکی نماز فاسد ہوگی کیونکہ نفل پڑہنے والیکے پیچھے فرض پڑہین گے کذا في الشامي واما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم لا بعده فيما يتغير لانه اقتداء المفترض بالمتنفل في حق القعدة لو اقتدى في الاوليين او القراءة لو في الاخريين اور اقتدا کرنا مسافر کا بھی مقیم کے درست ہے وقت کے اندر اور مسافر اسصورت مین چار رکعتین پڑھے یعنی امام کی تبعیت کی جہت سے اوسکی فرض بھی چار ہو جاینگے نہین درست ہے اقتدا مسافر کا پیچھے مقیم کے بعد وقت کے اون نمازون مین کہ بدل جاتی ہین یعنی ظہر و عصر و عشا مین اسلئے کہ اگر مسافر اول دوگانہ مین

اقتدا مقیم کا کریگا تو فرض پڑہنے والیکا اقتدا ہوگا پیچھے نفل والے یعنی غیر فرض پڑہنے والیکے قعدہ اولی کے حق مین کہ وہ مقیم کے حق مین واجب ہے اور مسافر کے حق مین فرض اور اگر پچھلے دوگانہ مین اقتدا کریگا تو قرارت کے حق مین اقتدا مفترض کا متنفل کے پیچھے ہوگا کیونکہ قرارت مقیم کے حق مین سنت ہے پچھلے دوگانہ مین اور مسافر کے حق مین فرض غرضکہ قضا نماز مین اقتدا مسافر کا مقیم کے پیچھے درست نہین چار رکعت والی نمازون مین اور فجر و مغرب کی نمازون مین درست ہے خواہ ادا ہون یا قضا ویأتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا ان کان فی خوف وفرار لا یأتی بہا ھو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الا سنۃ الفجر اور مسافر موکدہ سنتون کو پڑہے اگر امن اور چین کی حالت مین ہو یعنی حالت فرو کشی اور اطمینان مین اور اگر امن و قرار نہو اسطرح کہ خوف یا جلدی مین ہو تو سنتین نہ پڑہے یہی مختار ہے اسلئے کہ یہہ چھوڑنا ہے عذر کے باعث کذا فی التجنیس ایک قول یہہ ہے کہ فجر کی سنتین نچھوڑے یعنی اسوجہ سے کہ وہ مثل واجب کے ہین والمعتبر فی تغییر الفرض اٰخر الوقت وھو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی اٰخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اور معتبر فرضونکے بدلنے مین آخر وقت ہے یعنی اسقدر کہ گنجائش تحریمہ کی رکھتا ہو تو اگر مسلمان عاقل بالغ آخر وقت مین مسافر ہوگا تو دو رکعتین واجب ہونگی اور اگر اسوقت مین مسافر نہوگا تو چار پڑہنی واجب ہونگی اسلئے کہ آخر وقت ہی معتبر ہے سبب ہونے مین وقت نہ ادا کرنیکے پہلے اُسوقت سے ہم یعنی سبب وجوب نماز کا وقت کا آخر حصہ ہوتا ہے اگر اوس سے پیشتر ادا نہ کر چکا ہو مثلاً اگر آخر وقت مین لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون ہوش مین آیا یا حائضہ پاک ہوئی تو اسوقت کی نماز اونکو لازم ہوگی اسیطرح اقامت و سفر مین آخر وقت کا اعتبار کیا گیا کذا فی الشامی الوطن الاصلی ھو موضع ولادتہ او تأھلہ او توطنہ ینطل بمثلہ اذا لم یبق لہ بالاول اھل فلو بقی لم یبطل بل یتم فیہما لا غیر وطن اصلی باطل ہو جاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جبکہ اول وطن مین آدمی کے گھر والے نرہے ہون بعد اگر رہے ہون تو باطل نہوگا بلکہ وہ شخص نماز پوری پڑہے دونو مین خواہ نیت اقامت کرے نہ کرے نہین باطل ہوتا وطن اصلی دوسرے وطنون سے شارح نے کہا کہ وطن اصلی آدمی کے پیدا ہونیکی جگہہ ہے یا شادی کرنیکا مقام یا وطن بنانے کا مکان ہم وطن کی تین قسمین ہین ایک وطن اصلی جسکی تعریف شارح نے بیان کی اوسکو وطن اہلی اور وطن الفطرۃ بھی کہتے ہین دوسرے وطن اقامت یعنی وہ مکان جسمین پندرہ روز یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے اوسکو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہین تیسرے وطن سکنی جسمین پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت ہو تو وطن اصلی مین آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنا ءسفر مین وطن اصلی آ گیا اور وہان منزل کی تو نماز پوری پڑہے اور اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنالیگا تب اول وطن اصلی نرہیگا بشرطیکہ گھر والے بھی اول وطن سے اوٹھہ گئے ہون اور اگر گھر والے ایک جگہہ رہتے ہون اور خود دوسری جگہہ رہنے کا قصد کرلیا ہے تو دونو مقام وطن اصلی متصور ہونگے دونو مین نماز پوری پڑہے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر اور باطل ہو جاتا ہے وطن اقامت اُس جیسے وطن اقامت سے اور وطن اصلی سے اور سفر کر جانے سے ہم یعنی اگر ایک جگہہ مین نیت پندرہ دن یا زیادہ کے رہنے کی کی ہے تو اگر اوسکو چھوڑ کر دوسرے مقام مین نیت کر لیگا تو پہلا مقام وطن نرہیگا اسیطرح اگر وطن اصلی کو چلا جاویگا تب بھی وہ وطن نرہیگا اور یہی حال وطن اقامت سے سفر کر جانے کا ہے تو اگر ان حالتون مین وطن اقامت پر گذر ہوا اور نیت اقامت کی نکری تو نماز قصر سے پڑہے کذا فی الشامی والاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اور قاعدہ یہہ ہے کہ چیز اپنے مثل اور اپنے اوپر کی چیز سے باطل ہوتی ہے نہ اپنے سے کمتر سے یعنی سب مین قوی وطن اصلی ہے اُس سے وطن اقامت وغیرہ باطل ہو جاتے ہین اور وطن اقامت سے وطن اصلی باطل نہین ہوتا ولم یذکر وطن السکنی وھو ما نوی فیہ اقل من نصف شہر لعدم فائدتہ اور مصنف نے ذکر نکیا وطن سکنی کو یعنی اوس مقام کو جسمین نیت پندرہ دن سے کم رہنے کی ہو بسبب اوسکے مفید ہونے کے یعنی وطن سکنی مین تغیر نہ مقیم کے لئے ہے نہ مسافر کے لئے اسلئے اوسکے ذکر سے کچھ فائدہ نہین

وما صوّره الزيلعي ردّه في البحر اور زیلعی نے جو صورت مسئلہ کی وطن سکنی کے لئے بنائی ہے اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی ہم زیلعی نے
یہہ صورت فرض کی ہے کہ ایک شخص اپنے شہر سے کسی گانو مین بدون ارادہ سفر کے اپنی کام کو گیا اور اوس گانو مین پندرہ دن سی کم رہنے
کی نیت کی تو وہ پوری نماز پڑہیگا کیونکہ مقیم ہے پہر فرض کرو کہ وہ گانو سی بدون سفر کے باہر نکلا اور بستی سی باہر ہو کر ابہی نہ اپنی شہر مین گیا
تہا اور نہ کسی جگہہ رات کو رہا تہا کہ اوسکو یہہ سوجہا کہ سفر کیجیئے تو وہ قصر سی نماز پڑہیگا کہ مسافر ہو گیا اور اگر اتفاقا سفر کے بعد اوسی گانو
مین کو گذری تو وہ اُس گانو مین کہ اُسکا وطن سکنی ہی پوری نماز پڑہے اسلئے کہ اُس سی کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جس سی وطن سکنی باطل
ہو جاتا یعنی نہ تو اُسنی دوسری جگہہ اقامت کی ہی کہ وہ وطن سکنی ہوتا اور اپنی مثل پہلے وطن سکنی کو باطل کر دیتا اور نہ اپنی گہر گیا ہی کہ وطن
اصلی کے سبب سی وطن سکنی باطل ہوتا اور نہ اوس گانو سی سفر کیا ہی بلکہ سفر اُس سی باہر نکلکر کیا ہے تو جب کوئی مبطل وطن سکنی کا نہ پایا گیا
اسلئے نماز پوری پڑہے صاحب بحر الرائق نے اسکا جواب یہہ دیا ہی کہ جب بعد نیت سفر وہ گانو مین آیا تو ہنوز اوسکا سفر باقی ہی کیونکہ اقامت
کی نیت نہین کی حالانکہ سفر سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہی جو وطن سکنی سی قوی ہی تو وطن سکنی کیسے باطل نہوگا پس یہہ کہنا کہ وطن سکنی کا
کوئی مبطل نہین پایا گیا غلط ہی اسلئے کہ یہان تو اوسکا مبطل سفر موجود ہی اور پورا بیان اس مسئلہ کا شامی مین ہی والمعتبر نيّة المتبوع لانه
الاصل لا التابع كامرأة وفّاها مهرها المعجّل وعبد غير مكاتب وجندي اذا كان يرتزق من الامير او بيت المال واجير واسير
وغريم وتلميذ مع زوج ومولى وامير ومستاجر لف ونشر مرتب اور معتبر نیت متبوع کی ہی اسلئے کہ وہ اصل ہی یعنی اقامت اور سفر پر
قادر ہی نہین معتبر ہے نیت تابع کی مثلا زوجہ کی نیت معتبر نہین شوہر کے ساتہہ بشرطیکہ شوہر نے اوسکو مہر معجل دیدیا ہو اور اگر نہ دیا ہو تو وہ
تابع شوہر کی نہوگی کیونکہ بدون ادای مہر معجل شوہر اوسکو سفر مین لیجانے پر قادر نہین اور زوجہ کو اختیار ہی کہ اسوجہ سی شوہر کے پاس
نجاوی اور مثلا غلام کی نیت معتبر نہین آقا کے ساتہہ بجز مکاتب کی اسلئے کہ مکاتب کو بدون اذن آقا کے سفر کا اختیار ہی تو اوسپر طاعت
آقا کی ضروری نہین اور لشکری کی نیت معتبر نہین امیر کے ساتہہ جبکہ لشکری کا کہانا امیر سی ملتا ہو یا بیت المال سے اور اگر اپنے پاس سے
کہاتا ہو تو اوسکی نیت معتبر ہوگی اور مزدور کی نیت معتبر نہین مستاجر کے ساتہہ شامی نے کہا کہ یہہ اوسصورت مین ہی کہ درماہہ یا سالانہ ملتا
ہو اور اگر یومیہ پاتا ہو تو شام کیوقت اجرت فسخ کر سکتا ہی اسلئے اعتبار اوسکی نیت کا ہوگا نہ مستاجر کی اور قیدی کی نیت معتبر نہین قید کرنے
والیکے ساتہہ اور قرضدار کی نیت معتبر نہین قرضخواہ کے ساتہہ بشرطیکہ قرضدار مفلس نہو اور شاگرد کی نیت معتبر نہین اُستاد کی ساتہہ
جبکہ اوستاد کے ذمہ کہاتا ہو شارح نے کہا کہ عبارت ماتن مین لف و نشر مرتب ہی اسلئے مترجم نے الفاظ نشر کو مناسب جگہہ پر ترجمہ
کیا شامی نے کہا کہ بیٹا بالغ اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو اوسکی نیت کا بہی اعتبار نہونا چاہیئے قلت فقيد المعية ملاحظ في
تحقق التبعية مع ملاحظة شرط اخر محقق لذلك وهو الارتزاق في مسئلة الجندي ووفاء المهر في المرأة وعدم الكتابة في العبد
مین کہتا ہون کہ قید ساتہہ ہونے کی ملحوظ ہے تبعیت کے ثابت ہونے مین مع ایک دوسری شرط کے لحاظ کے جو تبعیت کو ثابت کرتی ہی
وہ دوسری شرط لشکری کے مسئلہ مین کہانا ملنا ہی اور عورت کے مسئلہ مین مہر معجل کا دینا اور غلام کا مکاتب نہونا ہم شامی نے کہا کہ
تابع جب متبوع کے ساتہہ ہو تو اپنی متبوع سی حال اقامت و سفر کا دریافت کری اگر وہ بتاوی تو اوسکی بموجب کاربند ہو ورنہ جس حال
پر ہو اوسی پر عمل کری یعنی سفر کی صورت مین قصر کرے اور اقامت مین پوری نماز پڑہے وبه اجبت حادثة جزيرة كريد سنة
ثمانين والف اور اس دوسری شرط کے لحاظ سی ظاہر ہوا جواب حادثہ جزیرہ کرید کا سنہ ایکہزار اسی مین ہم کرید بکسر کاف فارسی
نام ایک جزیرہ کا ہی اور حادثہ یہہ تہا کہ ہزیمت اور شکست کے بعد لشکر تتر بتر ہو گئی یعنی نہ امیر کے ساتہہ رہی نہ اوسکی طرف سی اُن کو
کہانا ملا تو ہر ایک تابع نرہا مستقل ہو گیا قالہ رحمتی طحطاوی نے کہا کہ شاید یہہ جواب حادثہ کا شارح نے کتاب کی تالیف کے بعد ملحق کیا ہی

کیونکہ تالیف کتاب سے تو سنہ ا مین فراغت پائی تھی چنانچہ آخر کتاب مین خود لکھا ہے یا کسی شاگرد نے ملا دیا ہو + ولا بد من علم التابع بنیۃ المتبوع فلو نوی المتبوع الاقامۃ ولم یعلم التابع فھو مسافر حتی یعلم علی الاصح وفی الفیض وبہ یفتی کما فی المحیط وغیرہ دفعا للضرر عنہ اور ضروری جاننا تابع کا متبوع کی نیت کو پس اگر متبوع اقامت کی نیت کرے اور تابع کو معلوم نہو تو تابع مسافر رہیگا جبتک کہ اوسکو علم ہو صحیح تر قول کے بموجب اور فیض مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے واسطے دور کرنے ضرر کے تابع سے یعنی اوسکی بیعلمی مین اگر اوسکو دو کی جگہ چار رکعتین لازم کیجائین تو اوسکا ضرر ہو گا اھ فی الخلاصۃ عبد ام مولاہ فنوی المولی الاقامۃ ان اتم صحت صلاتھما والا لا بنی علی خلاف الاصح پس جو مسئلہ خلاصہ مین ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا امام ہوا اور آقا نے اقامت کی نیت کرلی تو اگر غلام چار رکعتین پڑھیگا تب تو دونو کی نماز صحیح ہوگی اور اگر پوری نہ پڑھیگا تو نماز دونو کی درست نہو گی غلام کی اسوجہ سے کہ اوسکو چار پڑھنی چاہئین تھی دو پڑھین اور آقا کی اسوجہ سے کہ غلام کی نماز پر اوسکی بنا ہے تو یہ مسئلہ اصح قول کے خلاف پر مبنی ہے یعنی جس قول مین کہ نیت متبوع کا علم تابع کو ضرور نہین والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر اور قضا نماز مشابہ ادا کے ہے سفر مین اور اقامت مین اسلئے کہ قضا بعد ثابت ہونیکے متغیر نہین ہوتی ھم یعنی اگر سفر کی نماز قضا ہوگئی اور اقامت مین اوسکو پڑھنا چاہے تو قصر سے پڑھے اور اقامت کی قضا کو سفر مین پوری پڑھے جیسے کہ اونکو ادا پڑھتا کیونکہ جب وقت کے نکلنے سے نماز ثابت ہوگئی تو جیسی واجب ہوئی تھی ویسی ہی رہیگی تغیر نہ آویگا ہان وقت کے اندر بدل سکتی ہے نیت اقامت کرنے سے یا سفر کر دینے سے یا مقیم کے پیچھے مسافر کے پڑھنے سے کذا فی الشامی غیران المریض یقضی فائتۃ الصحۃ فی مرضہ بما قدر مگر مریض حالت صحت کی قضا کو اپنے مرض مین جیسی ہو سکے ویسے پڑھ لے یعنی مریض اگر صحت کی نماز مرض مین بیٹھکر پڑھیگا تو درست ہوگی بباعث عذر کے اور مرض کی قضا کو تندرستی مین اگر بیٹھکر پڑھیگا تو درست نہو گی کیونکہ عذر جاتا رہا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی سافر السلطان قصر بادشاہ نے سفر کیا تو قصر پڑھے ھم یعنی نیت سفر کے ساتھ سفر شرعی کرنے سے وہ بھی مسافر ہو جاتا ہے یہ نہین کہ ممالک محروسہ اوسکی بمنزلہ ایک شہر کے ہون کذا فی الشامی تزوج المسافر ببلد صار مقیما علی الاوجہ مسافر نے کسی شہر مین شادی کرلی تو وہ مقیم ہوگیا قول موجہ کے موجب ھم یعنی گو اوس شہر کو وطن نہ بناوے نہ نیت اقامت کرے صرف شادی سے مقیم ہو جائیگا بحر الرائق مین وجہ یہہ لکہی ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ جو شخص کسی شہر مین شادی کرلے وہ اوسی شہر کا شمار ہوتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر پندرہ روز کے اندر چلے جانیکا ارادہ ہو گا تو مسافر رہیگا اور یہہ اختلاف مرد مسافر کے باب مین ہے عورت اگر مسافر ہو تو صرف شادی سے مقیم ہو جائیگی بالاتفاق طہرت الحائض وبقی لمقصدھا یومان تتم فی الصحیح وکذا صبی بلغ بخلاف کافر اسلم پاک ہوئی حائضہ سفر مین جبکہ منزل مقصود دو دن کی مسافت پر رہی تو وہ نماز پوری پڑھے صحیح قول مین اسیطرح اگر لڑکا دو منزل پہلے بالغ ہو تو وہ بھی پوری پڑہے بخلاف کافر کے کہ مسلمان ہو جبکہ منزل مقصود تک تین دن سے کم کی راہ رہی ہو تو وہ نماز قصر سے پڑھے ھم حائضہ اسلئے پوری پڑہے کہ وقت سفر کے وہ اہل ادا نہ تھی اسلئے حکم سفر کا اوسمین معتبر نہوا اور لڑکا پہلے سے مکلف ہی نہ تھا اور کافر کا عذر اختیاری تھا کہ ہر وقت مسلمان ہو سکتا تھا اسلئے اوسکے حق مین حکم سفر کا ابتدا سے معتبر ہوا اور حائضہ کا عذر آسمانی تھا اسکا دور کرنا اوسکے قابو مین نہ تھا کذا فی الشامی عبد مشترک بین مقیم ومسافر ان تھایا قصر فی نوبۃ المسافر والا لا فرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یاتم بمقیم اصلا وھو مما یلغز ایک غلام مشترک ہے مقیم اور مسافر مین اگر دونون نے اوسکی خدمت کی باری مقرر کرلی ہو تو وہ قصر سے نماز پڑھے مسافر کی باری مین اور اگر باری نہ ٹھیرائی ہو تو اوس غلام پر قعدہ اولی فرض ہوگا اور پوری نماز پڑھے احتیاط کی راہ سے کیونکہ جب اوس کے مالک دو ہین تو وہ ایک کے لحاظ سے مقیم ہے اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر اور وہ غلام کسی مقیم کے پیچھے اقتدا نکرے مطلقا یعنی نہ وقت کے اندر نہ بعد وقت کے نہ اول دوگانہ مین نہ دوسری مین اور یہہ غلام کا حکم اون مسائل سے ہے جو معما کے طور پر پوچھے جاتے ہین ھم یعنی

اس مسئلہ مین یہہ سوال ہو سکتی ہین کونسا شخص ہو کہ نماز فرض کی چار رکعتین پڑہے اور درمیانی قعدہ اوسپر فرض ہوا اور کونسا شخص ہو کہ اوسکو اقتدا مقیم کے پیچھے درست نہین اور کونسا شخص ہو کہ نہ مسافر ہے نہ مقیم اور کونسا شخص ہے کہ ایک روز قصری نماز پڑہے اور ایک روز پوری کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ حکم اس مسئلہ کا بحث ہی شارح منیہ کی نہ روایت مذہب قال لنسائہ من لم تدرِ منکن کم رکعة فرض علیہ فی یوم ولیلة فہی طالق فقالت احداہن عشرون والثانیة سبعة عشر والثالثة خمسة عشر والرابعة احدی عشر لم تطلقن الا الاولی لانہا ضمت الوتر والثانیة ترکتہ والثالثة لیوم الجمعة والرابعة للمسافر والله اعلم ایک شخص نے اپنی چار بیبیون سے کہا کہ جو کوئی تم سے یہہ نجانے کہ ایک دن رات مین کتنی رکعتین فرض ہین تو اوسکو طلاق ہی تو اونمین سے ایک نے کہا کہ بیس رکعتین دن رات مین فرض ہین اور دوسری نے کہا سترہ اور تیسری نے پندرہ اور چوتھی نے گیارہ تو اونکو طلاق نہوگی کیونکہ اول عورت کا جواب درست ہو کہ اوسنے وترون کو باعث فرض عملی ہونیکے شامل کرلیا اور دوسری نے وترون کو چھوڑکر سترہ کہا اور تیسری نے جمعہ کے روز کی رکعتین بتائین اور چوتھی نے مسافر کی رکعتین بتائین اور وترکو ان دونو نے بھی شامل نہین کیا واللہ اعلم

باب الجمعة

یہہ باب ہی جمعہ کے احکام مین م جمعہ اسلئے نام رکھا گیا کہ یہہ دن لوگون کے اجتماع کا ہی اور اکثر کا قول یہہ ہی کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا کہ اوسکی آیت مدنی ہی اور مناسبت نماز جمعہ کی صلوة مسافر سی یہہ ہی کہ دونو نمازین آدھی ہین یعنی جمعہ کی نماز ظہر کی نماز سے نسبت نصف رکہتی ہی اور مسافر کی نماز مقیم کی نماز سی کذا فی الطحطاوی مختصراً بتثلیث المیم والسکون ہے فرض عین یکفر جاحدہا لثبوتہا بالدلیل القطعی کما حققہ الکمال وہی فرض مستقل آکد من الظہر ولیست بدلا منہ کما حررہ الباقانی معزیا لسری الدین ابن الشحنة لفظ جمعہ بضم جیم اور تینون حرکتون میم سے اور سکون میم سی ہو وہ فرض عین ہی کہ اسکا منکر کافر ہے بسبب اسکی ثابت ہونے کے دلیل قطعی سی یعنی آیہ (یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا) سی اور حدیث اور اجماع سی چنانچہ ثابت کیا ہی اوسکو کمال الدین محقق نے اور وہ فرض مستقل ہی زیادہ موکد بہ نسبت ظہر کے اور نہین ہی عوض ظہر کا جیسا کہ تنقیح کی ہے اس امر کی باقانی نے سری الدین ابن شحنہ کیطرف نسبت کر کے م جمعہ زیادہ موکد ہے بہ نسبت ظہر کے یعنی جمعہ مین جو تہدید آئی ہی وہ ظہر مین نہین چنانچہ احمد و حاکم نے ایک حدیث صحیح روایت کی کہ جو کوئی جمعہ کو تین بار بلا ضرورت کے ترک کری اللہ تعالے اوسکے دلپر مہر کر دیتا ہی اور ایک وجہ یہہ ہی کہ جمعہ مین جو شرطین ہین وہ ظہر مین نہین اور یہہ جو کہا کہ جمعہ ظہر کا عوض نہین یہہ مخالف ہی اُس قول کے جو شارح نے باب شروط الصلوة کے اندر نیت کی بحث مین لکھا ہی کہ جمعہ عوض ہی ظہر کا اور تحقیق حنفیون کے نزدیک یہی ہے کہ فرض وقت ظہر ہی ہے نہ جمعہ مگر حکم جمعہ کا اسلئے ہوا کہ ظہر ساقط ہو جائے اور اسیوجہ سی اگر کوئی آدمی پیشتر فوت ہونے جمعہ کے نماز ظہر پڑہ لیگا تو ہمارے نزدیک کراہت تحریمی کے ساتہہ درست ہوگی اگرچہ اکتفا کرنا ظہر پر حرام ہی اور ظہر کے فرض وقت ہونے کی تصریح فتح القدیر وغیرہ مین مذکور ہی حتی کہ باقانی نے بھی شرح ملتقی مین اسیکو اختیار کیا تو شارح نے جو یہہ تنقیح باقانی کی نقل کی شاید شرح نقایہ مین اوسنے ایسا کہا ہو مگر ہماری تقریر سے معلوم ہوگیا کہ تنقیح مذکور ضعیف ہی کذا فی الشامی وفی البحر وقد افتیت مرارا بعدم صلوة الاربع بعدہا بنیة آخر ظہر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة وہو الاحتیاط فی زماننا واما من لا یخاف علیہ مفسدة منہا فالاولی ان تکون فی بیتہ خفیة اور بحر الرائق مین ہی کہ مین نے چند بار فتوی دیا نہ پڑہنے چار رکعتون کا جمعہ کے بعد آخر ظہر کی نیت سی بسبب خوف معتقد ہونے جاہلون کے نہ فرض ہونے جمعہ کو اور یہی احتیاط ہی ہماری زمانہ مین اور جس شخص کو کہ خوف خرابی عقیدہ کا جمعہ کیطرف سی نہو تو بہتر یہہ ہی کہ یہہ چار رکعتین اپنے گہر پر پوشیدہ پڑہ لے م طحطاوی نے کہا کہ یہہ کلام متعلق ہے کمال الدین کے کلام سی جسنے یہہ کہا ہی کہ ہمنے جمعہ کے باب مین کسیقدر بیان کو اسلئے طول دیا کہ بعض جاہل سمجھتے ہین کہ امام اعظم کے نزدیک جمعہ فرض نہین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہہ بلا ہمارے زمانہ مین بھی پہیلی ہے یہانتک کہ بعض جاہل جمعہ کے بعد چار رکعتین اس نیت

سے پڑہتے ہین کہ جو سب سے پہلا ظہر میرے ذمہ ہوا ہو اور مین نے اوسکو ابھی نہ پڑہا ہو اوسکو پڑہتا ہون تو چونکہ اسمین یہہ خوف ہی کہ جاہل اسکے معتقد نہو جائین کہ جمعہ فرض نہین اسلئے مین نے اس نماز کے نہ پڑہنے کا فتوی دیا ویشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء اور شرط ہین واسطے صحیح ہونے جمعہ کے سات چیزین ہم نہر الفائق مین بیان کیا کہ جمعہ کے لئے کچہہ شرطین واجب ہونے کی ہین یعنی جنسے جمعہ آدمی پر واجب ہوتا ہی اور کچہہ شرطین اداکی ہین اور فرق ادا اور وجوب کی شرطون مین یہہ ہی کہ اداکی شرطون کے نہوتے سے ادا صحیح نہین ہوتا اور وجوب کی شرطین نہونے سے ادا درست ہی پہر صاحب نہر الفائق نے ایک قطعہ عربی کا جامع شرائط وجوب وادا کا نقل کیا ہی جسکا ترجمہ مترجم نے فارسی مین کردیا اور وہ یہہ ہے قطعہ شرط وجوب عقل واقامت بلوغ دان ٭ بیغدری است مردی وآزادی بعد ازان ٭ سلطان ووقت وخطبہ جماعت ہم اذن وشہر ٭ یاد ش پی اداکن ومگذار رائگان ٭ اس قطعہ مین چہہ شرطین اداکی مذکور ہین اور شارح نے خطبہ کا پیشتر نماز کے ہونا ایک شرط جدا قرار دی ہی اسلئے تعداد سات ہوئی الاول المصر وہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مجتبی لظہور التوانی فی الاحکام پہلی شرط صحت کی شہر ہی یعنی وہ بستی جسکی سب سے بڑی مسجد مین اوسکے باشندے جنکو جمعہ کے اداکرنیکا حکم ہے نہ سماوین یعنی عورتون اور لڑکون اور مسافرون کے سوا اسقدر مسلمان ہون کہ بڑی سے بڑی مسجد مین نہ آسکین اور شہر کی اسی تعریف پر فتوی ہی اکثر فقہا کا کذا فی المجتبی اس تعریف پر فتوی ہی بسبب ظاہر ہونے سستی کے احکام مین ہم یعنی ظاہر مذہب کی تعریف مین حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہی اور چونکہ حاکم سزاؤن کے قائم کرنے مین کوتاہی اور سستی کرتے ہین لہذا فتوی اس تعریف مذکورہ بالا پر ہوا کذا فی الطحطاوی وظاہر المذہب انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدر علی اقامۃ الحدود کما حررناہ فیما علقناہ علی الملتقی اور ظاہر مذہب یہہ ہی کہ شہر وہ بستی ہی جسمین ایک حاکم اور ایک قاضی ہو کہ سزاؤن کے قائم کرنے پر قادر ہو چنانچہ ہمنے اسکو منقح بیان کیا ہی ملتقی الابحر کی شرح مین ہم امیر وقاضی سے مراد یہہ ہی کہ اوسی شہر مین رہتے ہون یہہ نہین کہ کبھی دورہ کو چلے آتے ہون اور قاضی اقامت حدود پر قادر ہو اسکے یہہ معنی کہ گو بالفعل قائم نکرتا ہو مگر اقامت پر قدرت ہو اور شارح منیہ نے اسی تعریف کو صحیح کہا ہی کذا فی الشامی وفی القہستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعۃ اتفاقا علی ما قالہ السرخسی واذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ فلیحفظ اور قہستانی مین ہی کہ اذن دینا حاکم کا واسطے بنانے جامع مسجد کے گانون مین اذن ہی جمعہ کے لئے بالاتفاق اوپر اوس بیان کے کہ کہا ہی اوسکو سرخسی نے اور جب ملجاوے اوس اذن سے حکم تو ہو جائیگا اذن جمعہ کا بالاجماع تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم قہستانی مین مذکور ہی کہ جمعہ پڑہنا قصبات اور بڑے گانون مین جنمین بازار ہون فرض واقع ہوتا ہی بلا خلاف جبکہ مسجد جامع کے بنانے کا اذن حاکم یا قاضی نے دیا ہو یا جمعہ کے اداکرنیکا حکم دیا ہو کیونکہ ادا جمعہ مختلف فیہ ہی قصبات اور بڑے گانون مین تو جب مختلف فیہ پر حکم حاکم ہوگیا وہ مجمع علیہ ہوگیا کذا فی الشامی مختصرا او فناءہ بکسر الفاء وہو ما حولہ اتصل بہ او لا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ مثل دفن الموتی ورکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی یا شرط صحت جمعہ کی فناء مصر ہی بکسر فا اور فنا وہ جگہہ ہی گرد شہر کے جو اوسکے منافع کے لئے مثل دفن کرنے مردون اور دوڑانے گہوڑون کے ہو خواہ شہر سے متصل ہو یا نہین چنانچہ منقح بیان کیا ہی اوسکو ابن کمال وغیرہ نے اور مختار فتوی کے لئے اندازہ کرنا اوسکا ہی ایک فرسنگ یعنی تین میل ذکر کیا ہی اوسکو ولوالجی نے ہم شامی نے کہا کہ بعض محققین نے تو صرف فنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چہوڑ دیا ہی اوسکی کچہہ حد مقرر نہین کی یعنی جس جگہہ شہر کی کار آمد باتین ہوتی ہون وہ فنا ہی جیسے گہوڑون کا پہیرنا اور دوڑانا اور مردون کا دفن کرنا اور فوج کا جمع ہونا اور چاندماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضون نے اوسکی مسافت بھی مقرر کردی ہی اور مسافت کے باب مین نو قول ہین کسی نے کہا کہ شہر کی آواز اوسمین آتی ہو کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو کسی نے کہا چار سو ہاتہہ کا فاصلہ ہو

کسی نے میل کا کسی نے دو کا کسی نے تین کا یعنی فرسنگ کا کسی نے دو فرسنگ کا کسی نے تین کا کہا اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کے لئے مسافت مختلف
ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفا کیجاوے (والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأة فیجوز امرها باقامتها لا اقامتها)
اور دوسری شرط صحت جمعہ کی بادشاہ ہے اگرچہ متغلب ہو یا عورت پس درست ہے حکم کرنا عورت کا جمعہ کے قائم کرنے کو اور درست نہین
ہے قائم کرنا عورت کا جمعہ کو (م) متغلب اوسکو کہتے ہین جسمین امامت کی شرطین نہون اگرچہ قوم اوس سے راضی ہو جاوے یا جسکے پاس فرمان
نہو اور اقامت جمعہ سے مراد خطبہ پڑہنا اور نماز پڑہانا ہے تو عورت کے حکم سے دوسرا شخص اگر یہہ دونو باتین کریگا تو درست ہے اور اگر عورت
خود خطبہ پڑہے یا نماز پڑہاوے تو درست نہوگا کیونکہ وہ اقامت کے اہل نہین شامی نے کہا کہ عورت جو بادشاہ ہوتی ہے تو تغلب ہی سے
ہوتی ہے اسلئے کہ امامت کبرے مین مرد ہونا شرط ہے تو شارح کو چاہیئے تہا کہ او کی جگہہ ولو کہتا یعنی اگرچہ متغلب عورت ہی ہو (ومأمورہ
باقامتها ولو عبدا ولی عمل ناحیة وان لم تجز انکحته واقضیته) یا وہ شخص ہو جسکو بادشاہ وقت نے جمعہ کی اقامت کی اجازت دی
ہو اگرچہ وہ غلام ہو کہ کسیطرف کا عامل مقرر ہوا ہو گو اوس غلام کے نکاح کئے ہوئے اور مقدمات کے فیصلے جائز ہونگے کیونکہ یہہ دونو اوس
شخص کیطرف سے نافذ ہوتے ہین جسکو ولایت ہو غیر پر اور غلام کو تو اپنے نفس پر بہی ولایت نہین غیر پر کیسی ہوگی کذا فی الطحطاوی (واختلف
فی الخطیب المقرر من جهة الامام الاعظم او من جهة نائبه هل یملک الاستنابة فی الخطبة فقیل لا مطلقا ای لضرورة اولا الا
ان یفوض الیه ذلک وقیل ان لضرورة جاز والا لا وقیل نعم یجوز مطلقا بلا ضرورة لانه علی شرف الفوات لتوقته فکان الامر
اذنا بالاستخلاف دلالة ولا کذلک القضاء) اور اختلاف ہے متاخرین کا اوس خطیب مین جو سلطان یا اوسکے نائب یعنی پاشا اور قاضی القضاة
کیطرف سے مقرر ہو کہ اوسکو خطبہ پڑہنے کے لئے دوسرے شخص کو نائب کرنا درست ہے یا نہین یعنی بدون اجازت حاکم کے اپنا نائب کر سکتا ہے یا
نہین تو بعض نے کہا کہ درست نہین مطلقا یعنی ضرورت نائب کرنے کی ہو یا نہو مگر اوسصورت مین کہ خطیب مذکور کو یہہ امر حاکم کیطرف سے تفویض
کر دیا گیا ہو تو خلیفہ کرنا درست ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کسی ضرورت کیوجہ سے ہو یعنی خطیب خود کسی مرض یا ضرورت سے وقت پر خطبہ نہین پڑہ
سکتا تو دوسرے کو نائب کرنا درست ہے اور اگر ضرورت نہین تو نائب کرنا بہی درست نہین اور بعض نے کہا کہ ہان درست ہے مطلقا یعنی
اگرچہ بلا ضرورت ہو اسلئے کہ ادای جمعہ ایکوقت مقرر پر موقوف ہونیکے سبب سے فوت ہو جانیکے کنارہ پر ہے تو اجازت ادای جمعہ کی اذن ہے خلیفہ
کر لینے کا بطور دلالت کے اور نہین ہے ایسی قضا (م) یعنی جمعہ کے ادا کے لئے ایکوقت معین ہے کہ وہ گذر جائے تو جمعہ جاتا رہے اسلئے جب حاکم نے
ادای جمعہ کی خطیب کو اجازت دی تو دلالة خلیفہ کرنیکی بہی اجازت ہوئی کیونکہ یہہ تو حاکم جانتا ہے کہ اقامت جمعہ مین مرض اور حدث بہی
خطیب کو آسکتے ہین تو بدون خلیفہ کرنیکے جمعہ کیسے ادا ہوگا اور قضا کے لئے کوئی وقت خاص نہین کہ اوسکے گذر جانے سے خوف اوسکے فوت کا
ہو تو حکم دینا قضا کا اجازت خلیفہ کرنے کی نہوگی کذا فی الشامی (وهو الظاهر من عباراتهم ففی البدائع کل من ملک الجمعة ملک اقامة
غیرہ) اور خطیب کو مطلقا دوسرے کا خلیفہ کر دینا ہی ظاہر ہے فقہا کی عبارتون سے چنانچہ بدائع مین ہے کہ جو شخص مالک ہے جمعہ کا وہ اختیار
رکہتا ہے اپنے غیر کے قائم کرنے کا یعنی جو خود اقامت کر سکتا ہے وہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے (وفی النجعة فی تعدد الجمعة لابن جرباش
انما یشترط الاذن لاقامتها عند بناء المسجد ثم لا یشترط بعد ذلک بل الاذن مستصحب لکل خطیب وتمامه فی البحر) اور کتاب نجعہ
نے تعدد الجمعہ مین جو تالیف ابن جرباش کی ہے مرقوم ہے کہ اقامت جمعہ کا اذن صرف مسجد کے بنانیکے وقت شرط ہے اور اوسکے بعد شرط نہین بلکہ
اذن ہر خطیب کو بدستور سابق رہتا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے (م) نجعہ بضم نون وسکون جیم نام کتاب کا ہے اور ابن جرباش بضم
جیم وراء مہملہ صاحب بحر الرائق کے استاذ ہین سے ہے حاصل مسئلہ کا یہہ ہے کہ جب بادشاہ اول بار اقامت جمعہ کی اجازت ایک شخص
کو دیدے تو اوس شخص کو اختیار ہے کہ غیر کو اجازت دیدے اور وہ غیر دوسرے کو اجازت دے اسیطرح اجازت در اجازت چلی جاتی ہے غرض

نہین کہ بادشاہ جب اقامت جمعہ کا اذن کسی مسجد مین دے تو ہر شخص بالبہر خطیب کو اُس مسجد مین اجازت اقامت جمعہ کی ہو گئی اب ضرورت
اجازت کی سلطان سے یا جسکو اوسنے اجازت دی ہے اُس سے نہین رہی جیسا کہ ظاہر عبارت شارح سے سمجھا جاتا ہے کذا فی الشامی ہم وما قیدہ
الزیلعی لا دلیل علیہ ۱۵ منہ زیلعی نے جو قید لگائی ہے کہ خطیب کو خلیفہ کرنا درست نہین مگر جبکہ بے وضو ہو جاوے تو اسپر کوئی دلیل نہین فقہا کی
عبارتون سے تو مطلق خلیفہ کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے دوسرے یہہ کہ یہہ مسئلہ خاص نماز مین خلیفہ کرنے کی ہے خطبہ تو بے وضو بھی درست ہے لاکہ
ذکر یہہ تہا کہ خطیب خطبے کے لئے نائب کر سکتا ہے یا نہین کذا فی الشامی ہم اقامت جمعہ سے مراد خطبہ اور نماز دونو ہین اور اجازت پر صرف خطبہ
موقوف ہے نہ نماز تو اقامت جمعہ کے لئے خلیفہ کرنے سے مراد خطبہ کیواسطے خلیفہ کرنا ہے نہ نماز کے لئے جیسا کہ بعض فقہا کو وہم ہوا ہے کذا فے المنح
وما ذکرہ منلا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالۃ خاصۃ برھن فیھا علی الجواز بلا اشتراط واطنب فیھا وابدع واکثیر من
الفوائد اودع اور جس بات کو ملا خسرو وغیرہ نے ذکر کیا ہے اوسکو ابن کمال نے ایک خاص رسالہ مین رد کیا ہے جسمین خلیفہ کرنیکا جواز بدون
شرط اذن سلطانی کے مدلل کیا ہے اور اُس رسالہ مین لمبی تقریر نئے ڈہنگ پر بیان کی ہے اور بہت سے فوائد مندرج کئے ہین ہم ملا خسرو نے
بیان کیا ہے کہ خطیب کو نائب کرنا نہین پونہچتا جبتک کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو نائب کر لینے کا اختیار نہ دیا گیا ہو وفی مجمع الانھر انہ جائز
مطلقا فی زماننا لانہ وقع فی تاریخ خمس واربعین وتسعمائۃ اذن عام علیہ الفتوی اور مجمع الانہر مین ہے کہ خلیفہ کرنا جائز ہے مطلق ہمارے
زمانہ مین یعنی خواہ ضرورت ہو یا نہو اسلئے کہ سنہ ۹۴۵ھ مین سلطان کیطرف سے اجازت عام ہو گئی ہے کہ ہر خطیب کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو اپنا
خلیفہ کر دے اور اسی پر فتوی ہے شامی نے کہا کہ شاید شارح کے زمانہ کے علما کا فتوی مراد ہے تو یہہ تصحیح ناتمام ہے کیونکہ اُس زمانہ کے علما اہل
تصحیح نہین بلکہ تصحیح والے پیشتر کے لوگ ہین وفی السراجیۃ لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ
وبہ علم خلافہ انہ یلزم اداء النفل بجماعۃ واقرہ شیخ الاسلام اور سراجیہ مین ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھائی بدون اذن خطیب کے تو درست
نہوگی مگر جبکہ اقتدا کرے اوسکے پیچہے وہ شخص جسکو اختیار جمعہ کا ہے کیونکہ اقتدا کرنے سے دلالۃ اجازت ہو جائیگی اور اگر والی آیا اور اقتدا نکیا تو
جمعہ اوس شخص کی ناجائز ہوگی اور تائید کرتا ہے عدم جواز کی یہہ امر کہ لازم آتا ہے نفل کا ادا کرنا جماعت سے اور ثابت رکہا ہے اوسکو شیخ الاسلام
نے ہم یعنی جب جمعہ بدون اذن کے ناجائز ہوا تو یہہ نماز نفل ہوگی اور نفل جماعت سے پڑہنی مکروہ تحریمی ہے حلبی نے کہا کہ مکروہ تحریمی جب ہے
کہ نیت نفل سے شروع کیا ہو یہان تو نیت فرض سے شروع کیا ہے تو مکروہ کیسے ہوگی کذا فی الطحطاوی ومات والی مصر فجمع خلیفتہ او صاحب الشرط
بعفۃ بین حاکم السیاسۃ او القاضی المأذون لہ فی ذلک جاز لان تفویض امر العامۃ الیہم اذن بذلک دلالۃ اگر مر گیا حاکم کسی شہر کا یا جمعہ
مین کسی فساد کے خوف سے نہ آیا کذا فے البدائع پس جمعہ پڑہایا اوسکے خلیفہ نے یعنی ولیعہد نے یا حاکم فوجداری نے یا قاضی نے جسکو اقامت
جمعہ کی اجازت ہے تو درست ہے اسلئے کہ سپرد کرنا عوام کے امور کا اونکو دلالۃ اجازت ہے اقامت جمعہ کی شارح نے کہا کہ صاحب الشرط بضم شین
معجمہ ورا مہملہ حاکم سیاست ہے یعنی جمع ہے شرطی کی ہم شامی نے کہا کہ جمع بتشدید میم ہے یعنی صیغہ ماضی باب تفعیل سے فلقاضی القضاۃ
بالشام ان یقیمھا وان یولی الخطباء بلا اذن صریح ولا تقریر الباشا سو درست ہے شام کے قاضی القضاۃ کو جمعہ کا قائم کرنا اور
خطیبونکو اختیار دینا بدون اجازت صریح اور بدون مقرر کرنے باشا کے ہم شامی نے کہا کہ یہہ اختیار اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو
قاضی المشرق والمغرب کہتے ہین تو قاضی شام اور مصر بدون اجازت اونکو اختیار نہین دے سکتے اگر اونکو بھی اذن عام خطیبون کے تقرر کا
ہو تو مضائقہ نہین وقالوا یقیمھا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اور فقہا نے ترتیب اقامت جمعہ کی اس
طرح بیان کی ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پہر حاکم سیاست پہر قاضی پہر وہ شخص جسکو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہو ہم شامی نے کہا کہ
حاکم سیاست کا مقدم کرنا قاضی پر مخالف ہے فقہا کی تصریح کے نماز جنازہ مین کہ قاضی مقدم ہے حاکم سیاست پر ونصب العامۃ الامام

غیر مستطیع وجود من ذکرنا امام او علی بعضهم فیقوم للضرورة اور مقرر کرنا عوام کا خطیب کو یعنی اشخاص مذکورین کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں یعنے
بدون اذن قاضی یا سلطان میت کے نائب کے اگر رعیت کسیکو خطیب کرلیگی تو اوسکا اعتبار نہوگا اور اونکے نہونے کی صورت مین مقرر کرنا
درست ہوگا بسبب ضرورت کے ہم معراج الدرایہ مین مبسوط سے منقول ہے کہ اگر حاکم کفار ہون تو مسلمانونکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے اور
مسلمانونکی رضامندی سے قاضی بھی قاضی ہوجائیگا لعدا اونکو لازم ہے کہ مسلمان حاکم کے لئے درخواست کرین کذا فی الشامی وجازت الجمعة
بمنی فی الموسم فقط لوجود الخليفة او امير الحجاز او العراق او مكة ووجود الاسواق والسكك وكذا كل ابنية نزل بها الخليفة
اور جائز ہے جمعہ منی مین صرف ایام حج مین بسبب موجود ہونے سلطان کے یا امیر حجاز یا امیر عراق یا حاکم مکہ کے اور موجود ہونے بازارون
اور کوچون کے اور اسیطرح اُن مقامات مین کہ سلطان فروکش ہو ہم یعنی حج کے دنون مین منی حکم شہر کا رکھتا ہے کہ بازار اور گلیان بھی
ہوتی ہین اور سلطان یا حاکم عرب یا عراق کا یا شریف مکہ کا موجود ہوتا ہے اور بدون حاجیون کے اکثر نیکے منی گانو کا حکم رکھتا ہے اور سلطان
اگر اپنی سلطنت مین دورہ کرے تو اگرچہ مسافر ہو مگر جس شہر مین فروکش ہو اوسکو قائم کرنا جمعہ کا درست ہے کذا فی الطحطاوی وعدم التعييد
بمنی للتخفيف اور عید نہ پڑھنا منی مین تخفیف کے لئے ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اگر منی شہر ہے تو جن لوگون پر نماز عید واجب ہے
مثلا اہل مکہ تو وہ اوسمین نماز عید کیون نہین پڑہتے حاصل جواب یہہ ہے کہ عید کا نہ پڑھنا اسلئے نہین کہ منی شہر نہو بلکہ اسلئے ہے کہ حاجی
افعال حج کے ادا کرنے مین مشغول رہتے ہین عید پڑہنا اونپر سے تخفیف کی جہت سے ساقط ہوگیا کذا فی الطحطاوی لا تجوز لامير الموسم لقصور
ولايته على امور الحج حتى لو اذن له جاز نہین جائز ہے جمعہ امیر موسم کو موجود ہونے کیوقت بسبب منحصر ہونے اوسکی ولایت کے حج کے کامون
پر یہانتک کہ اگر اوسکو اجازت ہو اقامت جمعہ کی تو درست ہے ہم امیر موسم امیر الحاج بھی کہتے ہین پہلے یہہ دستور تھا کہ سلطان روم
حج کے ایام مین ایک شخص کو اختیار معاملات حج کا سپرد کرکے روانہ فرماتا تھا اسلئے اوسکی ولایت قاصر تھی جمعہ اوسکے باعث سے درست نہ تھا
مگر اب یہہ دستور ہے کہ حاکم شام کو امیر حج مقرر کیا جاتا ہے اور چونکہ امیر شام کی ولایت عام ہوتی ہے تو اوسمین اور امیر عراق مین کچھہ فرق
نہین وہ بھی اقامت جمعہ کرسکتا ہے کذا فی الشامی مختصرا ولا بعرفات لانها مفازة اور نہین جائز ہے جمعہ عرفات مین اسلئے کہ وہ جنگل
ہے یعنی اوسمین عمارت نہین صرف میدان ہے وتؤدى في مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى شرح المجمع للعيني
وامامة فتح القدير دفعا للحرج اور ادا ہوجاتا ہے جمعہ ایک شہر مین بہت سی جگہون مین مطلقا یعنی شہر بڑا ہو یا چھوٹا اور اوسکے بیچ مین نہر فاصل
ہو یا نہو اور جمعہ دو مسجدون مین ہو یا زیادہ مین مذہب صحیح پر اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع اور فتح القدیر کے باب الامامة
مین مذکور ہے واسطے دور کرنے حرج کے ہم یعنی ایک جگہہ پر جمعہ پڑہنے کو لازم کرنے مین بڑی دقت ہے کہ جو لوگ مسجد سے بہت فاصلہ پر
ہونگے اونکو بہت مسافت طی کرنی ہوگی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ مذہب امام اعظم کا یہی ہے کہ ایک شہر مین دو جگہہ یا زیادہ جمعہ درست
ہے اور اسیکو ہم لیتے ہین کیونکہ حدیث لا جمعة الا فی مصر مطلق ہے فقط شہر کو شرط جمعہ فرمایا ہے کذا فی الشامی وعلى المرجوح فالجمعة
لمن سبق تحريمة وتفسد بالمعية والاشتباه فيصلي بعدها اخر ظهر وكل ذلك احتياط وللخروج عن الخلاف كما حرره في البحر اور قول ضعیف کی
بموجب یعنی دو جگہہ سے زیادہ مین جمعہ کے ناجائز ہونے کے بموجب جمعہ اوس شخص کا ہوگا جسکی تحریمہ اول ہوگی اور فاسد ہوجائیگا جمعہ تحریمہ
کے ایک ساتھہ ہونے اور اشتباہ پڑنے سے تو پڑہے بعد سنتون جمعہ کے چار رکعتین اخر ظہر کی نیت سے اور یہہ سب خلاف مذہب قوی کے ہے
تو اوسپر اعتماد نکیا جائے چنانچہ منح مین بیان کیا ہے اور اوسکو بحر الرائق مین ہم ہرچند صاحب بحر نے فتوی ان چار رکعتون کے نہ پڑہنے کا دیا
اس خوف سے کہ کہین جاہل جمعہ کی عدم فرضیت کے معتقد نہوجائین مگر احتیاط ان رکعتون کے پڑہنے مین ہے تاکہ فرض ذمہ سے یقینا ساقط
ہوجائے اسلئے کہ جمعہ اگرچہ قول قوی کی رو سے چند جگہہ جائز ہے لیکن اوسمین شبہہ قوی ہے اسلئے کہ ناجائز ہونا چند جگہونمین بھی امام اعظم رح سے

قرویٰ ہی اور طحاوی اور قہستانی اور صاحب مختار نے اوسکو اختیار کیا ہی کیونکہ کسی صحابی یا تابعی سے جمعہ کے بعد چار پڑھنے کا جواز ثابت
نہین اور شرح منیہ مین عدم جواز کو امام سے ظاہر تر روایت بیان کیا ہی اور نہر الفائق مین حاوی قدسی سے فتوی اسی قول پر نقل کیا ہی تو
معلوم ہوا کہ یہہ قول مذہب مین معتمد ہے نہ قول ضعیف اسی جہت سے شرح منیہ مین چار رکعتون کے پڑھنے کو احتیاط کہا ہی کیونکہ خلاف
چند جگہہ جمعہ کے جائز اور ناجائز ہونیمین قوی ہی اور اگر بالفرض عدم جواز ضعیف ہو تب بھی خلاف سے باہر ہونا بہتر ہوتا ہے یہہ جائیکہ
قول مخالف ائمہ مذہب کا ہو کذا فی الشامی مختصرا وفی مجمع الانہر معزیا للمطلب كمخ طینة انوی ظہرا ادرکت وقته لان وجوبه علیه
باخر الوقت فتنبه اور مجمع الانہر مین مطلب کیطرف منسوب یہہ ہی کہ زیادہ احتیاط اسمین ہی کہ نیت یون کرے کہ سب سے پچھلا ظہر جسکا مین نے وقت
پایا ہو اور ابھی ادا نکیا ہو اسلئے کہ وجوب ظہر کا اوسپر آخر وقت سے ہی پس آگاہ ہو جا ہم اس تعلیل مین خلل ہی کیونکہ وجوب ظہر اول وقت سے ہی
اور اسلئے اس جملہ کو نہر الفائق مین ذکر نہین کیا شارح اسمین بحر الرائق کا تابع ہو گیا ہی کذا فی الطحطاوی اور فائدہ اس نیت کا یہہ ہی کہ اگر جمعہ
نہوا ہوگا تو پچھلا ظہر جمعہ کے روز کا ہوگا وہ اس نیت سے ادا ہو جائیگا اور اگر جمعہ درست ہوا ہوگا تو سب سے پچھلا ظہر قضا نماز ون کا اس سے
ادا ہو جائیگا ورنہ نفل ہو گی اور ترتیب شرح منیہ مین اسطرح مذکور ہی کہ اول چار سنتین ظہر کی پڑھے پھر چار رکعتین احتیاطی پڑھے پھر دو سنتین
پڑھے اور چاہئے کہ چارون رکعتون مین سورہ ملا دے اگر قضا نماز اوسکے ذمہ نہو اور اگر قضا ہو تو پچھلی دو رکعتون مین سورہ نملاوے بعض
نسخون مین قنیہ کی جگہہ تتمہ ہی اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے کذا فی الشامی والثالث وقت الظہر فتبطل الجمعة
بخروجه مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمة علی المذهب لان الوقت شرط الاداء لا شرط الافتتاح اور تیسری شرط ادا کی وقت
ظہر کا ہی پس باطل ہوگا جمعہ وقت کے نکلنے سے مطلقا یعنی اگرچہ بعد بیٹھنے کے مقدار تشہد کے وقت جاتا رہے تب بھی جمعہ باطل ہو جائیگا گو
مقتدی لاحق ہو گیا ہو بسبب نیند سو جانے یا بھیڑ کے مذہب معتمد پر اسلئے کہ وقت شرط ہی ادا کی نہ شرط شروع کرنے کی ہم نوادر مین ہی کہ مقتدی
بھیڑ کے سبب سے رکوع سجدہ پر قادر نہوا یہانتک کہ امام نے سلام پھیر دیا پھر وقت عصر کا ہو گیا تو وہ جمعہ کی نماز پوری کر لے اسلئے شارح نے
اس قول کو رد کیا کہ مذہب معتمد یہہ ہی کہ لاحق خواہ بھیڑ کی جہت سے ہو یا سو جانے سے اگر وقت ظہر کا نرہے تو جمعہ پورا نکرے کہ باطل ہو گیا بلکہ ظہر
قضا پڑھے اسلئے کہ وقت ظہر ادا کی شرط ہی تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہیئے شروع کی شرط نہین کہ صرف وقت مین شروع کر نیسے جائز ہو جاے
کذا فی الطحطاوی والرابع الخطبة فیه فلو خطب قبله وصلی فیه لم تصح اور چوتھی شرط صحت جمعہ کی خطبہ ہی وقت کے اندر پس اگر خطبہ وقت سے
پہلے پڑھ لیا اور نماز وقت مین پڑھی تو جمعہ درست نہوگا ہم خطبہ بضم خا بمعنی مفعول ہی مشتق ہی خطب سے جسکی معنی دو شخصون مین گفتگو ہونیکے
ہین کذا فی الطحطاوی والخامس کونها قبلها لان شرط الشیء سابق علیه بحضرة جماعة تنعقد الجمعة بہم ولو کانوا صما او نیاما فلو خطب
وحده لم یجز علی الاصح کما فی البحر عن الظہیریة لان الامر بالسعی للذکر لیس الا لاستماعه والمامور جمع وجزم فی الخلاصة بانه یکفی حضور
واحد اور پانچوین شرط صحت جمعہ کی ہونا خطبہ کا ہی پہلے نماز جمعہ سے اسلئے کہ شرط چیز کی اوس سے پیشتر ہوا کرتی ہی خطبہ ہو وے ساتھ ایسے لوگون کے
جنسے جمعہ ہو جاوے یعنی مرد بالغ اور عاقل ہون اگرچہ بہرے یا سوتے ہوئے ہون سو اگر خطبہ پڑھیگا اکیلا بدون کسی مقتدی کے حاضر ہونیکے تو
درست نہوگا صحیح تر قول کے بموجب چنانچہ بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہی اسواسطے کہ حکم چلنے کا ذکر کیطرف نہین ہی مگر اوس ذکر کے سننے کے لئے اور مامور
لفظ جمع سے اور یقین کیا ہی خلاصہ مین اسپر کہ کافی ہی حاضر ہونا ایک مقتدی کا ہم یعنی آیت (فاسعوا الی ذکر اللہ) مین حکم سعی کا بصیغہ
جمع وارد ہی تو ایک کا حاضر ہونا کافی نہوگا اور بہرے اور سوتے ہوؤن کے حاضر ہونے مین ہر چند سننا پایا نہین جاتا مگر بجا آوری سعی کے حکم
کی موجود ہی اسلئے خطبہ کا پڑھنا اونکے سامنے درست ہوا اور قول خلاصہ کا صحیح نہین اسلئے کہ حضور جماعت شرط ہی پھر ایک کا حاضر ہونا کیسے کافی ہوگا کذا فی الشامی
وکفت تحمیدة او تہلیلة او تسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة وقالا لابد من ذکر طویل واقله قدر التشہد الواجب اور کافی ہی

خطبہ فرض کے لئے ایکبار الحمد للہ کہنا یا لا الہ الا اللہ کہنا یا سبحان اللہ کہنا ساتھہ کراہت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ
ضرور ہی ذکر طویل کا ہونا اور کمتر مقدار اوسکی التحیات واجب کی برابر ہی م دلیل امام صاحب کی یہہ ہی کہ آیت مین مطلق لفظ ذکر ہی جو شامل
ہے تھوڑے اور بہت کو اور وجہ کراہت مخالفت سنت ہی پھر یہہ کراہت بعضون کے نزدیک تحریمی ہی اور قہستانی کی ظاہر عبارت سے معلوم
ہوتا ہی کہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی مبتیا فلو حمد لعطاسه او تعجبا لم ینب عنها علی المذهب کما فی التسمیة علی الذبیحة لکنه ذکر
فی الذبائح انه ینوب فتأمل کفایت کرتا ہی ایکبار الحمد للہ کہنا خطبہ کی نیت سے تو اگر الحمد للہ کہا اپنی چھینک کی لئے یا تعجب کی راہ سے تو
یہہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہوگا مذہب قوی پر جیسی نہین کافی ہی الحمد للہ کہنا ذبیحہ پر وقت ذبح کے لیکن مصنف نے کتاب الذبائح مین
ذکر کیا ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینکنے والے کا خطبہ کے قائم مقام ہو جاتا ہی سو اس اختلاف کو سوچ لے م مصنف نے کتاب الذبائح مین
کہا ہی اور اگر چھینک لی ذبح کرنے کیوقت اور الحمد للہ کہا تو جانور حلال نہوگا صحیح تر قول مین بخلاف خطبہ کے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی
کہ اگر چھینک کے لئے الحمد للہ کہیگا تو خطبہ کے لئے کافی ہوگا اور یہان بیان کیا ہی کہ خطبہ کا قائم مقام نہوگا شامی نے کہا کہ تطبیق اسطرح
ممکن ہی کہ کتاب الذبائح مین اُس روایت کے بموجب ہو جو مقابل مذہب قوی کے ہی یعنی ایک روایت امام سے ہی کہ الحمد للہ کہنا چھینک
والیکا کافی ہے خطبہ کے لئے وسن خطبتان خفیفتان وتکرہ زیادتهما علی قدر سورة من طوال المفصل بجلسة بینهما بقدر
ثلث آیات علی المذهب وتارکها مسیء علی الاصح کترکه قراءة قدر ثلث آیات اور مسنون ہین دو خطبے ہلکے مع ایک جلسہ کے
اُن دونون کے درمیان مین بمقدار تین آیتون کے مذہب معتمد پر اور چھوڑنیوالا اس جلسہ درمیانی کا برا کرنیوالا ہی صحیح تر قول کے بموجب شارح
نے کہا کہ دو خطبونکو اتنا لمبا کرنا کہ برابر ایک سورہ کے طوال مفصل سے ہو جائین مکروہ ہی جیسی بقدر تین آیتون کے پڑہنے کا ترک کرنا خطیب
کو مکروہ ہے یعنی نہ اتنا طول دے کہ خطبہ طوال مفصل کی برابر ہو جائے اور نہ اتنا چھوٹا پڑہے کہ تین آیتون کی مقدار نہو م شامی نے کہا کہ
بعض خطیب جو دوسری خطبہ مین درود پڑہتے کیوقت اپنا منہ داہنے اور بائین کو پھیرتے ہین تو ابن حجر نے شرح منہاج مین لکہا ہی کہ یہہ
بدعت ہی یعنی اوسکو ترک کرنا چاہئیے **تنبیہ** آجکل یہہ دستور ہو رہا ہی کہ جب خطیب خطبہ اول پڑہکر بیٹھتا ہے تو لوگ ہاتھہ اٹھاکر دعا
مانگنے لگتے ہین اسلئے اس مسئلہ کی تحقیق اسجگہہ مناسب معلوم ہوتی ہی ابو داؤد مین حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دو خطبے پڑہا کرتے اسطرح کہ منبر پر چڑہکر بیٹھتے جبتک کہ موذن فارغ ہوتا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑہتے پھر بیٹھتے اور کلام نکرتے پھر کھڑے
ہوتے اور خطبہ پڑہتے طحاوی نے کہا کہ اس جلوس مین کوئی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہوئی اور شمس الائمہ سرخسی نے
شرح ہدایہ مین فرمایا کہ خطیب کے درمیان دو خطبون کے جدائی کے لئے جلسہ اتنا کرنا چاہئے کہ تمام اعضا اوسکی قرار پا جائین اور اس جلسہ مین
دعا کرنا بدعت ہی اور سغناقی نے لکہا ہی کہ ہاتھہ اوٹھانا دعا کی لئے دونو خطبون کے درمیان مین غیر مشروع ہی اور جامع الخطیب مین ہے
کہ ہاتھہ اٹھانا دعا کے لئے دو خطبون کے بیچ مین حرام ہی اور شیخ عبد الحق نے شرح مشکوۃ مین حدیث مذکورہ بالا کے ذیل مین لکہا ہی کہ کلام
نکرتے اسکی یہہ معنی کہ نہ دعا مانگتے نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہہ جو حدیث مین آیا ہی کہ جمعہ مین ساعت دعا کے قبول ہونے
کی امام کے منبر پر چڑہنے کیوقت سے ہی نماز کے پورا ہونے تک تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح مین لکہا ہی کہ یہی وقت ہی کہ حرام
ہو کلام اسوقت مین حرام ہی اور دعا سے مراد وہ دعا ہی جو امام سب مسلمانون کے لئے پڑہتا ہی خطبہ اور نماز کے اندر پس اس سے یہہ نہین ثابت ہوتا
کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھہ اوٹھاکر دعا مانگین اور اس امر مین سنہ ۱۲۸۶ ہجری مین ایک استفتا ہوا تھا تمام علماء نامی دہلی و میرٹھ
و بریلی نے یہی لکہا کہ دونو خطبون کے بیچ مین ہاتھہ اٹھاکر دعا مانگنا درست نہین اگر کوئی بدون ہاتھہ اٹھائے اور بدون زبان ہلائے
دلمین دعا مانگے تو اوسکا مضائقہ نہین چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری مین مصرح ہی اور عمارۃ بن رویبہ نے جب بشر بن مروان

خطبہ مین ہاتھ اوٹھاکر دعا مانگتے دیکھا تھا تو بد دعا دی تھی چنانچہ ترمذی مین مروی ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ مین پیدا ہوئی اللہ تعالی اتباع شریعت ہمکو اور سب دینداروںکو نصیب کرے اور ہمنے اہل بدعتوں سے محفوظ رکھے اور دین خالص پر ہمارا خاتمہ کرے آمین ویجھر بالثانیۃ لا کالاولی ویبدأ بالتعوذ سرا اور پکار کر پڑھے دوسرے خطبہ کو مگر مثل اول کی یعنی اول کمزیادہ بلند آواز سے پڑھے اور دوسرے کو اوس سے کم اور شروع کرے اول خطبہ کو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم آہستہ کہکر ھ یعنی اول اعوذ پڑھے پھر حمد وثناء الہی پھر شہادتین پھر درود شریف پھر وعظ ونصیحت اور قران مجید کی آیت اور تجنیس مین کہا کہ دوسرا خطبہ مثل اول کے ہے مگر اوسمین وعظ کی جگہہ مسلمانون کے لئے دعا مانگے بحرالرائق مین کہا کہ دوسرے خطبہ مین ایک آیت کا پڑھنا مسنون ہے جیسے اول خطبہ مین مسنون ہے کذا فی الشامی وندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لا الدعاء للسلطان جوزہ القہستانی اور مستحب ہے ذکر کرنا خلفاء راشدین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو عم بزرگوار یعنی حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا نہین مستحب ہے دعا مانگنا خطبہ مین بادشاہ کے لئے اور جائز کہا ہے اوسکو قہستانی نے ھ شامی نے کہا کہ جائز ہونے سے یہہ اشارہ ہوا کہ مستحب نہین اور باب الامامۃ مین جو شارح نے لکھا ہے کہ دعا امام کی نیک بختی کے لئے واجب ہے وہ اس قول کے مخالف نہین کیونکہ یہان خاص خطبہ کا ذکر ہے ویکرہ تحریما وصفہ بما لیس فیہ اور مکروہ تحریمی ہے صفت بیان کرنی بادشاہ کی ایسی جو کہ اوسمین نہون مثلا عادل کہنا جس صورت مین کہ وہ ظالم ہو کیونکہ یہہ وصف بیان کرنا خطیب کا جھوٹ ہوگا ویکرہ تکلمہ فیہا الا لامر بمعروف لانہ منہا اور مکروہ ہے کلام کرنا خطیب کا خطبہ کے اندر مگر امر بالمعروف کرنیکے لئے کلام مکروہ نہین کیونکہ یہہ کلام تو خطبہ ہی سے ہے یعنی اچھی بات کا حکم کرنا جزو ہے خطبہ کا طحطاوی نے کہا کہ کلام کی کراہت کو مطلق بیان کیا تو ظاہرا مکروہ تحریمی ہے ومن السنۃ جلوسہ فی مخدعہ عن یمین المنبر ولبس السواد وترک السلام من خروجہ الی دخولہ فی الصلوۃ وقال الشافعی اذا استوی علی المنبر سلم مجتبی اور سنت ہے بیٹھنا امام کا اپنے حجرہ مین منبر کی داہنی طرف اور پہننا سیاہ لباس کا اور نہ سلام کرنا خطبہ کے لئے نکلنے کیوقت سے نماز مین داخل ہونے تک اور امام شافعی نے فرمایا کہ جب منبر پر بیٹھے تو سلام کرے کذا فی المجتبی ھ مخدع بروزن منبر قاموس مین لکھا ہے اور سیوطی نے بروزن مکتب اور منبر بیان کیا ہے وہ خلوتخانہ ہے جو مسجد کے اندر بنا ہو تو جن مسجدون مین ایسا مکان منبر کی داہنی طرف نہو وہان امام داہنی طرف بیٹھے اور قبل خطبہ کے محراب کے اندر خطیب کو نماز پڑھنا مکروہ ہے کذا فی الشامی وطہارۃ وستر عورۃ قائما اور مسنون ہے دونو خطبون کا پڑھنا طہارت اور ستر عورت کے ساتھہ کھڑا ہوکر ھ یعنی یہہ تینون باتین مسنون ہین شرط نہین پس اگر خطبہ بے وضو پڑھیگا یا ہوا غیرہ سے برہنگی کہل جائیگی یا بیٹھکر پڑھیگا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھہ اور اوسکا اعادہ واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی وھل ھی قائمۃ مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بالشطر ھا فی التواب اور کیا خطبہ قائم مقام دو رکعتون کے ہے صحیح یہہ ہے کہ نہین ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی نے بلکہ ثواب مین نصف نماز جمعہ کی مانند ہے ھ یعنی یہہ جو اثر مین وارد ہے کہ خطبہ نصف صلوۃ ہے اوس سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام خطبہ ہے جیسے جمعہ کا دوگانہ قائم مقام اوسکی دو رکعتون کے ہے تو اس سے یہہ نکلتا ہے کہ نماز کی شرطین خطبہ مین بھی ہونی چاہئین شارح اس اثر کی تاویل بیان کرتا ہے کہ مراد اوس سے یہہ ہے کہ خطبہ کا ثواب جمعہ کی نماز سے آدہا ہوتا ہے نہ یہہ کہ ظہر کی دو رکعتون کے قائم مقام ہو اور نماز کی شرطین اوسمین لازم آوین کذا فی الشامی ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز اور اگر خطبہ پڑھا حالت جنابت مین پھر نہایا اور نماز پڑھائی جائز ہے یعنی نہانا فاصل متصور نہوگا کیونکہ نماز کے اعمال مین سے ہے لیکن بہتر ہے اعادہ کرنا خطبہ کا کذا فی البحر ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتغذی او جامع اغتسل استقبل خلاصۃ لزوما لبطلان الخطبۃ سراج لکن سیجیئ انہ لا یشترط اتحاد الامام والخطیب اور اگر خطبہ اور نماز مین فعل اجنبی کا فاصلہ کیا تو اگر فاصلہ بہت ہوا اسطرح کہ امام اپنے گہر پر چلا آیا اور کہانا کہایا یا صحبت کی اور نہایا تو خطبہ از سر نو پڑھے کذا فی الخلاصہ یعنی واجب ہے از سر نو پڑھنا بسبب باطل ہوجانے خطبہ کے کذا فی السراج لیکن آگے آویگا کہ شرط نہین ہے ایک ہونا نماز پڑھانیوالے اور خطبہ پڑھنے والیکا ھ یعنی بعض صورتون مین اعادہ ضرور نہوگا مثلا خطیب خطبہ پڑھکر کسیکو نماز پڑھانیکے لئے نائب کرکے گہر جاوے تو اس صورت مین اعادہ خطبہ کا نہین کذا فی الشامی

والسادس الجماعة واقلها ثلثة رجال ولو غير الثلاثة الذين حضروا الخطبة سوى الامام بالنص لانه لا بد من الذاكر وهو الخطيب
وثلاثة سواه بنص فاسعوا الى ذكر الله وہی شرط صحت جمعہ کی جماعت ہو اور کمتر جماعت کا تین مرد ہین سوا امام کے نہین بسبب
سے اگرچہ سوا ان تین شخصون کے ہون جو خطبہ مین موجود ہون اسلیے کہ آیت فاسعوا الی ذکر اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ذاکر ہے ولا بد ہو وہ لفظ
سے اور تین اوسکے سوا ہون تاکہ صیغہ جمع اوس پر صادق ہو اور تین مرد انکو مطلق رکھنے سے معلوم ہوا کہ اگر غلام یا مسافر یا بیمار یا امی یا گونگے
ہونگے تب بھی جمعہ درست ہوگا اور مرد کی قید سے لڑکے اور عورتین نکلگئی کہ وہ کسی حال مین امام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے لہذا امام ابو یوسف
کے نزدیک سوا امام کے تین مرد شرط جماعت کے ہین کذا فی الطحطاوی فان نفروا قبل سجوده وقال الا قبل التحريمة بطلت پس اگر جماعت
کے لوگ سب چلے جائین پہلے سجدہ کرنے امام کے تو جمعہ باطل ہو جاویگا یعنی اب ظہر کی نماز از سر نو پڑھے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر تحریمہ سے
پیشتر چلے جائین تب جمعہ باطل ہوگا تو صاحبین کے نزدیک بعد تحریمہ کے اگر جاوینگے تو جمعہ باطل نہوگا امام اوسکو پورا کرلے وان بقي
ثلثة رجال ولو الذين اتوا بالتاء او نفروا بعد سجوده او عادوا وادركوه راكعا او نفروا بعد الخطبة وصلى باخرين لا تبطل و
اتمها جمعة اور اگر جماعت مین تین مرد رہ گئے یا بعد سجدہ کرنے امام کے سب چلے گئے یا بعد تحریمہ یا خطبہ کے چلے گئے لیکن پھر چلے آئے اور امام
کے ساتھ رکوع مین شامل ہو گئے یا خطبہ کے بعد چلے گئے اور امام نے دوسرے مقتدیون کے ساتھ نماز پڑھی جو خطبہ مین نہ تھے تو ان صورتون
مین جمعہ باطل نہوگا اور امام اس نماز کو جمعہ ہی پورا کرے شارح نے کہا کہ ثلثة سے مرد مراد ہین اسلیے ماتن نے اس لفظ کو ت کے ساتھ ذکر کیا کہ
اعداد تین سے لیکر دس تک مذکر کے لیے ت کے ساتھ آتے ہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ کیا ضرور ہے کہ مذکر یہ مرد ہون لڑکے بھی تو اسیطرح ثلثة
چلے جاتے ہین اور بعد سجدہ کے آدمیون کے چلے جانیسے اسلیے جمعہ پڑھے کہ جماعت شرط بقا کی نہین اور نفروا بعد الخطبة کے ذکر کی حاجت نہین
کیونکہ اسکو شارح پہلے کہہ چکا ہے کہ اگرچہ تین مرد خطبہ سننے والون کے سوا ہون والسابع الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب
الجامع للواردين كافي فلا يضر غلق باب القلعة للعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لا المصلي
نعم لو لم يغلق لكان احسن كما في مجمع الانهر معزيا بشرح عيون المذاهب قال وهذا اولى مما في البحر والمنح فليحفظ اور ساتوین
شرط صحت جمعہ کی اذن عام ہے امام کیطرف سے یا اوسکے نائب کیطرف سے جو جمعہ کے قائم کرنیکا اختیار رکھتا ہے اور اذن عام حاصل ہوتا ہے مسجد جامع کے
دروازون کے کھلے رکھنے سے واردون کے لیے یعنی جو اداے جمعہ چاہیے اونکی روک نہو کذا فی الکافی اس سے معلوم ہوا کہ صریح اذن شرط نہین
دروازون کا کھلا رہنا اور مصلین جمعہ کا روکا نجانا کافی ہے تو نہین ضرر کرتا بند کرنا دروازہ قلعہ کا دشمن کے سبب سے یا عادت قدیم
کی جہت سے اسلیے کہ اذن عام ثابت ہے شہر کے باشندون کو اور بند کرنا دشمن کی روک کے لیے ہے نہ نمازی کے منع کرنیکو ہان اگر بند
نکیا جاوے یعنے جبکہ خوف دشمن کا نہو تو بہتر ہے چنانچہ مجمع الانہر مین ہے منسوب شرح عیون المذاہب کیطرف صاحب مجمع الانہر نے کہا
کہ ضرور کرنا قفل دروازہ قلعہ کا بہتر ہے اس قول سے جو بحر الرائق اور منح الغفار مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم بحر الرائق مین
مذکور ہے کہ جب حاکم قلعہ کے دروازے مقفل کرے اور وہ مین اپنے لشکر اور باشندگان قلعہ کے ساتھ جمعہ پڑھے تو جمعہ جائز نہوگا
چنانچہ ماتن آگے بیان کرتا ہے فلو دخل امير حصنا او قصره واغلق بابه وصلى باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول
جاز وكره پس اگر داخل ہوا کوئی حاکم قلعہ مین یا اپنے محل مین اور بند کردیا دروازہ قلعہ یا محل کا اور نماز پڑھی اپنے ساتھیون کے
ساتھ تو جمعہ منعقد نہوگا کیونکہ اذن بظاہر نماز کے وقت چاہیے اور یہہ اس صورت مین حاصل نہوگا اور اگر دروازہ کو کھولدیا اور لوگون
کو اندر آنے کی اجازت دی تو جمعہ درست ہوگا اور مکروہ بھی ہوگا وجہ کراہت کی یہ کہ جامع مسجد کو ترک کیا کذا فی الطحطاوی فالامام
في دينه ودنياه الى العامة محتاج فسبحان من تنزه عن الاحتياج پس امام اپنے دین اور دنیا مین عوام کا محتاج ہے تو پاک ہے

وہ ذات جو احتیاج سے پاک ہے یعنی دنیا میں امام کو عوام کی حاجت ہے جیسے انتظام سلطنت اور کاروبار ملکی اور جو کچھ ہو جمعہ کے انتظام
کے امور مثل جمعہ اور عیدین کے بدون عوام کے میسر نہیں تو وہ لوگوں کا محتاج عوام کا ہوا ان شرطوں کا قرار دینا استعمال حقیقی ہے اور شرط وہ
ہیں جمعہ کی فرضیت کے لئے تو شرطیں جو خاص ہیں جمعہ کے لئے ہم ماتن نے شرائط فرضیت کی گیارہ لکھی ہیں مگر چونکہ عقل و بلوغ خاص جمعہ کے لئے
نہیں بلکہ ہر نماز فرض کی ہیں اسلئے شارح نے ذکر خاص جمعہ کے لئے کہا اقامة بمصر وانما المنفصل عنه فان کان یسمع النداء تجب
علیه عند محمد وبه یفتی کذا فی الملتقی وقدمنا عن الولوالجیه تقدیره بفرسخ ورجح فی البحر اعتبار عوده لبیته بلا کلفة شرط اول فرضیت
جمعہ کی مقیم ہونا شہر میں یعنی مسافر پر واجب نہیں ہے اور اسپر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہو اور شہر سے علحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا
ہو تو جمعہ اسپر واجب ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ایسا ذکر ہے ملتقی میں اور پہلے ہمنے ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ گرد شہر کا اندازہ ایک
فرسنگ ہے یعنی تین میل اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں اعتبار کرنے نمازی کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بدون مشقت کے ہم پہلے بیان کر چکے
ہیں کہ میل و فرسنگ وغیرہ کے فاصلہ کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ گرد شہر وہی ہے جسمیں اوسکی منافع کی چیزیں ہوتی ہوں وصحة والحق بالمریض
الممرض والشیخ الفانی اور دوسری شرط فرضیت جمعہ کی تندرستی ہے یعنی بیمار پر جمعہ واجب نہیں اور لاحق کیا گیا ہے بیمار سے بیماردار یعنی جو
بیمار کی خبرگیری کرتا ہو اسطرح کہ اگر مثلا وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے کذا فی الحلبیہ اور شامل کیا گیا ہے بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا
جو چلنے پھرنے کی طاقت نرکھتا ہو وحریة والاصح وجوبها علی مکاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابه لو بعیدا والا لا اور
تیسری شرط وجوب جمعہ کی آزاد ہونا ہے کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں اور صحیح تر قول یہہ ہے کہ جمعہ واجب ہے مکاتب پر اور اوس غلام پر جسکا ایک
حصہ آزاد ہو گیا ہو اور بقیہ کے لئے کمائی کرتا ہو اور واجب ہے مزدور پر اور ساقط ہو جائیگی مزدوری اجرت کے حساب سے اگر مزدور مسجد جامع
سے دور ہو اور اگر پاس ہوگا تو مزدوری ساقط نہوگی ہم یعنی مثلا اتنا دور ہے کہ نماز کو جانے اور آنے میں چوتھائی دن یعنی ایک پہر لگتا ہے
تو اوس روز کی اجرت میں سے چہارم وضع ہو جائیگا اوسکا مطالبہ مالک سے نہیں کر سکتا کذا فی الشامی ولو اذن له مولاه وجبت وقیل
یخیر جوہرہ ورجح فی البحر التخییر اور اگر غلام کو آقا نے نماز کی اجازت دی تو جمعہ واجب ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ غلام کو اختیار ہے چاہے
جمعہ پڑھے چاہے ظہر پڑھے اپنے مقام پر اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں اختیار دینے کو وذکورة محققة اور چوتھی شرط جمعہ کے واجب ہونے کی مرد
ہونا ہے یقینا یعنے عورتوں اور خنثے مشکل پر جمعہ واجب نہیں وبلوغ وعقل ذکره الزیلعی وغیره ولیسا خاصین اور پانچویں شرط جمعہ کے
واجب ہونے کی بالغ ہونا ہے اور چھٹی شرط عاقل ہونا یعنی لڑکے نابالغ اور مجنون پر واجب نہیں ذکر کیا ہے اوسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہہ دونوں
باتیں جمعہ کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر ایک فرض کی فرضیت کی لئے شرط ہیں ووجود بصر فتجب علی الاعمی ساتویں شرط ہے موجود ہونا بینائی
کا جس سے معلوم ہوا کہ جمعہ واجب ہے کانے پر شامی نے کہا اسیطرح واجب ہے چندھے پر مگر اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اوسکو پہنچانیوالا
میسر ہو وقدرته علی المشی جزم فی البرهان بسقوطها عن احدهما لکن قال الشمنی وغیره لا تجب علی مفلوج الرجل و
مقطوعها اور آٹھویں شرط فرضیت جمعہ کی قادر ہونا نمازی کا ہے چلنے پر یقین کیا ہے بحرالرائق میں کہ درست ہونا ایک پانوں کا نمازی کے
لئے کافی ہے واجب ہونے میں لیکن شمنی وغیرہ نے کہا ہے کہ واجب نہیں اوس شخص پر جسکی ٹانگ فالج زدہ یا کٹی ہوئی ہو ہم شامی نے
ابو سعود سے ان دونوں روایتوں میں تطبیق اسطرح نقل کی ہے کہ مراد بحرالرائق کی ایک پانوں کی سلامتی سے یہہ ہے کہ لنگڑا پن مانع مسجد کے جانے
کا نہو اور غرض شمنی وغیرہ کی یہہ ہے کہ مسجد تک نجاسکتا ہو اور شارح کو مناسب تھا کہ بجاے احدهما کے احدها کہتا اسلئے کہ رجل مونث ہے وعدم
حبس وعدم خوف وعدم مطر شدید ووحل وثلج ونحوهما اور نویں شرط فرضیت جمعہ کی محبوس نہونا ہے اور دسویں شرط خوف کا نہونا ہے
حاکم یا چوروں وغیرہ سے اور گیارہویں شرط نہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور اونکی مثل کا جیسے شدت کا جاڑا یا آندھی ہم ماتن

الغرض وجوب کی گیارہ بیان کی اور نہی جو پیشتر قطعہ لکہا تہا اوسمین چہہ شرطین مذکور تہین یعنی پانچ شرطین آخر کی اور گیارہ ویمین سے صحت کی
اور ایک شرط نے عذر ہونے مین و الحاصل من ہذا قد علمت ان ہذہ الشروط و بعضہا ان اختیار العزیمۃ وصلاہا وہو مکلف بالغ عاقل
وقعت فرضا عن الوقت لان الرخصۃ علی موضوعہ بالنقص فی البحر انہا افضل الا للمراۃ اور جس شخص مین یہ سب شرطین وجوب کی نہون
یا بعض نہون اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑہے حالانکہ وہ مکلف یعنی بالغ اور عاقل ہو تو اوسکا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض میں کہ
اوسکے حق مین جو چیز شریعت نے وضع کی ہی وہ مضرت پڑی اور بحر الرائق مین ہی کہ جمعہ سب عذر والون کے حق مین افضل ہے ظہر سے مگر عورت کے لئے
ظہر افضل ہے اسلئے کہ اوسکی نماز گہر کے اندر افضل ہے ہم عزیمت حکم شرعی ہی مقابل رخصت کے یعنی رخصت مین شارع کیطرف سے تخفیف ہوتی
ہی اور عزیمت مین مشقت تو چونکہ مسافر و مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنیکا اور ظہر کے پڑہنے کا تو اونکے حق مین ظہر کا پڑہنا سہولت کیوجہ
سے رخصت ہی اور جمعہ کا ادا کرنا مشقت کے لحاظ سے عزیمت تو جب وسنے مشقت گوارا کر کے جمعہ کو ادا کیا پس اگر اب ہم اوسکی جمعہ کو صحیح نکہیں
اور اوسپر ظہر لازم کرین تو اوسپر اور مشقت رکہی جائیگی اور اوسکے حق مین جو سہولت موضوع تہی وہ مشقت ہو جائیگی کذا فی الشامی وصلح للامامۃ
فیہا من صلح لہا فی غیرہا فجازت للمسافر والعبد والمریض وتنعقد الجمعۃ بہم ای بحضورہم بالطریق الاولی اور لیاقت امامت کی رکہتا ہی جمعہ
مین وہ شخص کہ امام ہونے کے لائق ہو غیر جمعہ مین پس جائز ہی امام ہونا مسافر اور غلام اور بیمار کا اور منعقد ہو جاتا ہی جمعہ اونکی حاضر ہونے سے
بطریق اولے ہم امام شافعی نے فرمایا ہی کہ ان لوگونکی امامت تو صحیح ہے مگر انکے سوا اگر کوئی مقتدی نہو تو جمعہ نہوگا اسلئے ماتن نے کہا کہ جمعہ ان
سے ہو جاتا ہی کیونکہ جب اونمین لیاقت امام ہونے کی ہی تو لیاقت مقتدی ہونے کی بطریق اولے ہوگی کذا فی العنایہ وحرم لمن لاعذر لہ صلوۃ
الظہر قبلہا اما بعدہا فلا یکرہ غایۃ فی یومہا بمصر لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وہو حرام اور حرام ہی اس شخص کو کہ عذر نہو ظہر کا پڑہنا جمعہ سے
پیشتر جمعہ ہی کے دن مین شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے ظہر کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی غایۃ البیان شارح نے کہا کہ پیشتر جمعہ کے ظہر پڑہنا اسلئے حرام
ہی کہ ظہر سبب ہوتا ہی واسطے فوت کرنے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہی تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بہی حرام ہی ہم شامی نے کہا فی یومہا
متعلق ہے واقعا محذوف سے جو حال ہے ظہر کا یعنی اوسی روز کا ظہر حرام ہے نہ اوس سے پیشتر کا اور شہر کی قید اسلئے لگائی کہ اگر گانو مین قبل
جمعہ ظہر پڑہ لیگا تو مکروہ نہوگا قدوری وغیرہ کتب فقہیہ مین نماز ظہر کو قبل ادا جمعہ مکروہ لکہا ہی اور ماتن نے حرام اور صاحب بحر الرائق نے کراہت
ہی ثابت کی ہے فان فعل ثم ندم وسعی عبر بہ اتباعا للایۃ ولو کان فی المسجد لم تبطل الا بالشروع فیہ بقولہ الیہا لانہ لو خرج لحاجۃ
لحاجۃ او مع فراغ الامام او لم یقیمہا اصلا لم تبطل فی الاصح فالبطلان بہ مقید بامکان ادراکہا بان انفصل عن باب داره
والامام فیہا ولو لم یدرکہا لبعد المسافۃ فالاصح انہ لا تبطل ای اسبطل ظہرہ لا اصل الصلوۃ والظہر من اقتدی بہ ولم یسع
ادرکہا اولا بلا فرق بین معذور وغیرہ علی المذہب پس اگر غیر معذور نے جمعہ سے پیشتر ظہر پڑہ لیا پہر نادم ہوا اور جمعہ کیطرف سعی کی
یعنے جمعہ پڑہنے کو چلا اسطرح کہ اپنی مکان کے دروازہ سے باہر ہوا تو اوسکا ظہر باطل ہوگا یعنی فرضیت باطل ہوگی نہ اصل نماز بلکہ نماز نفل
ہو جائیگی اور نہ باطل ہوگا ظہر اوس شخص کا جسنے غیر معذور مذکور کے پیچہے نماز پڑہی ہوگی اور جمعہ کے لئے سعی نکی ہوگی خواہ ظہر پڑہنے والیکو سعی کے
بعد جمعہ ملے یا نملے دونو صورت مین فرض ظہر باطل ہونگی بدون فرق کے درمیان معذور اور غیر معذور کے مذہب صحیح کے بموجب شارح نے کہا
کہ ماتن نے چلنیکو سعی سے تعبیر کیا بسبب اتباع آیت کے یعنی آیت مین فاسعوا الی ذکر اللہ ہی اسلئے ماتن نے سعی کہا اور ماتن نے قید جمعہ کیطرف
سعی کی اسلئے لگائی کہ اگر ظہر پڑہنے والا اپنی کام کو نکلے یا اوسوقت نکلے کہ امام کا فارغ ہونا اور اسکا نکلنا ایک ساتہ ہو یا امام نے جمعہ کو سرے سے
قائم ہی نکیا ہو تو ظہر باطل نہوگا صحیح تر قول مین کیونکہ ان صورتون مین اوسکی سعی جمعہ کیطرف نہوگی پس باطل ہونا ظہر کا سعی سے مقید ہی جمعہ کے پاسکنے
کے ساتہ تو اگر بعد مسافت کے سبب سے جمعہ کو نپایا تو صحیح تر یہ ہی کہ ظہر باطل نہوگا کذا فی السراج ہم شامی نے کہا کہ انفصال سے مراد جمعہ کے لئے نکلنے کے قصد سے

شارح نے لگائی سو صحیح نہین اور سراج مین [illegible] باطل ہو گیا [illegible] ہے کیونکہ [illegible]
صورت بھی شامل ہو گئی کہ جمعہ کو پایا ہو وہ بھی فاصلہ کی جہت سے ہو یا اگر [illegible] تب امام جمعہ پڑھتا تھا یا شروع ہی نہین کیا تھا [illegible]
[illegible] کا ہے اور سراج مین کہا کہ یہی صحیح ہے اسلئے کہ نمازی جمعہ [illegible] چلا اوسوقت کہ جمعہ اوسکو ابھی تک فوت نہین ہوا تھا اور معذور کے
حکم سے کا نہین تو چاہیے تھا کہ اوسکا ظہر باطل نہوتا مگر سعی کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے وہ بھی غیر معذور کے حکم مین شامل ہو گیا [illegible]
لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدہا لتقلیل الجماعۃ وصورۃ المعارضۃ مکروہ تحریمی ہے معذور اور
اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت سے شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور پیچھے بسبب کم ہو جانے جماعت کے اور صورت مقابلہ کے ہم اداکی قید سے
معلوم ہوا کہ ظہر قضا کی جماعت ان لوگون کو مکروہ نہین اسیطرح گانو والونکو جماعت ظہر مکروہ نہین اور شہر مین وجہ کراہت یہہ ہے کہ جمعہ کی جماعت
کم ہو جائیگی یعنی معذورونکو پڑھتے دیکھکر اگر کوئی غیر معذور شریک ہو جائیگا تو جماعت اوسیقدر کم ہو جائیگی اور دوسری وجہ مذکور ہے
یعنی صورت اقامت جمعہ کا ہے تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور عدول حکمی ہے کذا فی الطحطاوی وافاد ان المساجد تغلق یوم
الجمعۃ الا الجامع اور مصنف نے ظہر کی جماعت سے پڑھنے کو مکروہ تحریمی بتا کر یہہ افادہ کیا کہ تمام مسجدین جمعہ کے روز بند کیجائین سواے
جامع مسجد کے یعنی اسلیے کہ مسجدین اجتماع کی جگہہ مین تو اونکے بند کرنے سے اجتماع کی نوبت ہی نہ پہنچیگی وکذا اہل مصر فاتتہم الجمعۃ فانہم
یصلون الظہر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ اور اسیطرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والونکو جنکو جمعہ نملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھین بدون
اذان اور تکبیر اور جماعت کے ویستحب للمریض تاخیرہا الی فراغ الامام وکرہ ان لم یؤخر ہو الصحیح اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کے پڑھنا نماز
ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نکرے یہی صحیح ہے ومن ادرکہا فی تشہد او فی سجود سہو او تشہد فیہا
علی القول بہ فیہما یتمہا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح اور جو شخص جمعہ مین ملے التحیات کے اندر یا سجدہ سہو کے
اندر یا سجدہ سہو کے تشہد مین وہ تمام کرے جمعہ یعنی دوگانہ پڑھے شارح نے کہا کہ یہہ ان لوگون کے قول کے بموجب ہے جو سجدہ سہو جمعہ
مین کرنے کو کہتے ہین یعنی متاخرین کے نزدیک وہ یہہ ہے کہ کثرت ازدحام جمعہ وغیرہ مین سجدہ سہو نکرے تو اس قول کے بموجب سجدہ سہو
یا اوسکے تشہد مین نہ مل سکیگا وہ دوگانہ تمام کرے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اگر ایک رکعت سے کمتر ملے تو جمعہ تمام
کرے بلکہ ظہر پورا کرے جیسے تمام کریگا دوگانہ عید کا بالاتفاق چنانچہ فتح القدیر کے باب العید مین ہے یعنی اگر عید کے تشہد یا سجدہ سہو مین
ملے تو بالاتفاق دو رکعتین پوری کرے لکن فی السراج انہ عند محمد لا یصیر مدرکا لہا لیکن سراج مین ہے کہ نمازی امام محمد کے نزدیک
عید کا پانیوالا نہوگا یعنی تشہد مین ملنے کی صورت مین عید کی نماز امام محمد کے نزدیک نہوگی بلکہ نفل پوری کرے اور عید کیطرح نہ
پڑھے بلکہ بلا زائد تکبیرون کے پورا کرے شامی نے کہا کہ قول اول صحیح ہے یعنی بالاتفاق عید کا دوگانہ پورا کرے وینوی الجمعۃ لا الظہر
بالاتفاق فلو نوی الظہر لم یصح اقتداءہ اور نیت کرے تشہد مین ملنے والا جمعہ کی نہ ظہر کی بالاتفاق تو اگر ظہر کی نیت کریگا تو اوسکا
اقتدا درست نہوگا بالاتفاق ثم الظاہر انہ لا فرق بین المسافر وغیرہ نہر بحثا پھر ظاہر یہہ ہے کہ نہین فرق ہے مسافر اور غیر مسافر مین
کذا فی النہر بحثا ہم ظہیریہ مین ذکر کیا ہے کہ اگر مسافر تشہد مین جمعہ کے ملے تو وہ چار رکعتین پڑھے اطلاقا شامی نے ذکر کیا کہ
مسافر اور غیر مسافر اسمین برابر ہین شیخین کے نزدیک جمعہ ہی پورا کرین واذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود
الجمع فلا صلوۃ ولا کلام الی تمامہا وان کان فیہا ذکر الظلمۃ علی الاصح اور جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو ورنہ امام کا [illegible]
منبر پر چڑھنے کے لئے معتبر ہے کذا فی شرح المجمع تو اوسوقت سے کوئی نماز ہے نہ کلام خطبہ کی تمامی تک اگرچہ خطبہ مین ذکر ظالمون [illegible]
قول کے بموجب ہم مقابل قول اس کا [illegible] کہ خطیب ظالمون کا ذکر خطبہ مین ہو اوسوقت کلام درست ہے اور [illegible]

کے ہو کذا فی الطحطاوی خلا فتھا و فائتۃ لم یسقط الترتیب بینھا و بین الوقتیۃ فانھا لا تکرہ مو لیج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا کوئی نماز خطبہ کیوقت جائز نہین سوا ر قضا پڑہنے اُس فائتہ کے جسمین اور وقتی نماز یعنی جمعہ کے درمیان مین ترتیب ساقط نہوئی ہو کہ اُس فائتہ کا پڑہنا مکروہ نہین کذا فی السراج وغیرہ بلکہ اُسکا پڑہنا واجب ہی بسبب ضرورت ہونے جمعہ کے یعنی صاحب ترتیب اگر فائتہ نماز نہ پڑہیگا تو اوسکا جمعہ صحیح نہوگا اِسلئی اوسکو پڑہنے کا مضائقہ نہین اور اگر ترتیب نرہی ہو تو قضا کا پڑہنا بھی خطبہ کیوقت مکروہ ہی ولو خرج وھو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف القراءۃ اور اگر امام خطبہ کے لئی نکلا اور نمازی سنتین پڑہتا ہی یا نفل کی تیسری رکعت کو کھڑا ہو نیکے بعد امام نکلا تو وہ شخص سنتین اور نفل جو کچھہ پڑہتا ہی تمام کری صحیح تر قول مین اور قراءت چھوٹی پڑہی یعنی بقدر واجب پر اکتفا کرے کذا فی الطحطاوی وکل ما حرم فی الصلوۃ حرم فیھا ای فی الخطبۃ خلاصۃ وغیرھا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا اورد سلام او امر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح محیط اور جو امور کہ حرام ہین نماز مین وہ حرام ہین خطبہ کے اندر کذا فی الخلاصہ وغیرہا پس حرام ہی خطبہ کیوقت کہانا اور پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو بلکہ واجب ہی آدمی پر کہ خطبہ سُنی اور چُپ رہی بدون فرق کے درمیان نزدیک اور دور کے شخصون کے صحیح تر قول مین کذا فی المحیط ھم اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خطبہ سی دور ہو تو کلام کا مضائقہ نہین شامی نے کہا کہ تسبیح کو ان کے قول پر متفرع کرنے مین کلام ہے اسلئی کہ تسبیح نماز مین حرام نہین اور امر بالمعروف سی خطیب مستثنی ہی چنانچہ پہلے بیان ہوا وکا یرد تحذیر من خیف ھلاکہ لانہ یجب لحق آدمی وھو محتاج الیہ والانصات لحق اللہ تعالی ومبناہ علی المسامحۃ اور اعتراض نہین وارد ہوتا ڈرانا اُس شخص کا جسکے ہلاک کا خوف ہو یعنی اگر کسی آدمی کو خطبہ کیوقت کنوئین کے پاس دیکہے مثلا اور خوف ہو کہ کنوئی مین گر جائیگا تو لازم ہی کہ اُس شخص کو ہوشیار کردی کیونکہ ہوشیار کرنا واجب ہی آدمی کے حق کی جہت سی اور آدمی اپنی حق کا محتاج ہے اور سکوت خطبہ کیوقت اللہ تعالی کے حق کے لئی ہے اور بنا اُس حق کی درگذر پر ہے یعنی اللہ تعالی غنی ہے اوس سی درگذر فرما سکتا ہی وکان ابو یوسف ینظر فی کتابہ ویصححہ اور امام ابو یوسف رح جب خطبہ سے دور ہوتے تو خطبہ کیوقت اپنی کتاب دیکہا کرتے اور قلم سی اوسکو صحیح کیا کرتے ھم شامی نے کہا کہ یہہ مبنی ہی قول ضعیف پر کہ اگر دور ہو تو کلام کرنا اور کتاب کا دیکھنا جائز ہے والاصح انہ لا بأس بان یشیر برأسہ او یدہ عند رؤیۃ منکر اور صحیح تر یہہ ہی کہ کچھہ مضائقہ نہین اپنے سر یا ہاتہہ سی اشارہ کرنیکا وقت دیکہنی بُری بات کے یعنی زبان سی منع کرنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اور صواب یہہ ہی کہ درود پڑہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وقت سننی آپکے اسم مبارک کے اپنی جی مین ھم یعنی آہستہ درود پڑہی کہ اپنی آپ سُنی دوسری کو آواز نجاوی اور امام ابو یوسف رح سی روایت ہی کہ درود دلمین پڑہی کذا فی الشامی ولا یجب تشمیت عاطس ولا رد سلام بہ یفتی اور واجب نہین جواب دینا چھینکنے والیکا اور نہ جواب دینا سلام کا اسی پر فتوی ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہی تو آہستہ کہی کہ دوسرا نہ سُنی وکذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح وختم وعید علی المعتمد اور اسی طرح واجب ہی سُننا سب خطبون کا مثل خطبہ نکاح اور خطبہ ختم قرآن اور خطبہ عید کے قول معتمد پر وقالا لا بأس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا واذا جلس عند الثانی اور صاحبین نے کہا کہ نہین مضائقہ کلام کا خطبہ کے پیشتر اور بعد خطبہ کے یعنی جب امام حجرہ سی نکلی تو جب تک خطبہ شروع کری اسوقت تک کلام کا مضائقہ نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھی اوسوقت بھی کلام کا مضائقہ نہین والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا اور خلاف امام صاحب اور صاحبین کا اُس کلام مین ہی کہ آخرت سی متعلق ہو اور غیر کلام آخرت یعنی دنیاوی کلام مکروہ ہے بالاتفاق وعلی ھذا الترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ لا عندھما اور اِس خلاف پر ترقیہ جو ہمارے زمانہ مین مروج ہی مکروہ ہوگا امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ھم ترقیہ اسکو کہتی ہین کہ مکبر امام کے سامنی کہڑا ہو کر اول یہہ آیت پڑہتا ہی ان اللہ وملٰئکتہ

يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ) آخر تک یہہ حدیث صحیحین کی پڑہتا ہی کہ جب تو نے اپنے ساتھی سے جمعہ کے روز کہا کہ خاموش ہو اوسوقت کہ امام خطبہ
پڑہتا ہے تو تو نے لغو کیا تو ہر چند یہہ پڑہنا کلام آخرت ہی مگر امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز کذا فی الشامی مختصرا
وَأَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُونَ حَالَ الْخُطْبَةِ مِنَ التَّرَضِّي وَنَحْوِهِ فَمَكْرُوهٌ اتِّفَاقًا وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ اور جو رضی اللہ عنہ اور مثل اوسکی موذن خطبہ کیوقت
کرتے ہین سو یہہ تو مکروہ ہے بالاتفاق اور اسکا پورا بیان بحر الرائق مین ہی ؎ موذنون کا دستور بعض عرب کے شہرون مین ہی کہ جب امام نام خلفا
واصحاب کا لیتا ہے تو وہ باواز بلند رضی اللہ عنہ کہتے ہین اور جب سلطان کا نام لیتا ہی تو خلد اللہ ملکہ یا اور کلمہ دعا کا پکار کر کہتے ہین
تو یہہ حرکت انکی مکروہ ہی طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین سوای عجب کے جسکو شارح بیان کرتا ہے اور کچہہ بیان نہین وَالْعَجَبُ مِنَ الْمُرَقِّي
يَنْهَى عَنِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ بِمُقْتَضَى حَدِيثِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنْصِتُوا رَحِمَكُمُ اللهُ قُلْتُ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ عَلَى قَوْلِهِمَا فَتَنَبَّهْ اور تعجب ہی ترقیہ کرنیوالے سے
کہ منع کرتا ہی امر معروف سے اپنی حدیث کے مقتضا کے اعتبار سے پہر کہتا ہی چپ رہو خدا تعالی تمپر رحم کرے مین کہتا ہون مگر یہہ کہ اوسکا یہہ
کہنا محمول ہو صاحبین کے قول پر سو اگاہ رہنا ؎ یعنی جب مرقی نے حدیث بیان کی تو اوسکا مضمون سب بات کو مقتضی ہی کہ امر بالمعروف
سے بہی زبان بند کرنی چاہیئے تو پہر آپ ہی اوسپر عمل نکرنا اور لوگونکو خاموشی کا امر کرنا تعجب کی بات ہی ہان اوسکا امر صاحبین کے قول کے
موافق درست ہوسکتا ہی کیونکہ وہ قبل خطبے کے ترقیہ وغیرہ کرتا ہی اور صاحبین کے نزدیک قبل خطبہ امر بالمعروف کا مضائقہ نہین وَوَجَبَ
السَّعْيُ لَهَا وَتَرْكُ الْبَيْعِ وَلَوْ مَعَ السَّعْيِ فِي الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ وِزْرًا بِالْأَذَانِ الْأَوَّلِ فِي الْأَصَحِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَنِ الرَّسُولِ بَلْ فِي
زَمَنِ عُثْمَانَ اور واجب ہی جمعہ کیطرف جپٹنا اور بیع کو ترک کرنا اگرچہ بیع چلتے چلتے کرتا ہو اذان اول کے ہونے پر صحیح تر قول مین اگرچہ یہہ
اذان عہد مبارک مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ تہی بلکہ حضرت عثمان رض کے زمانہ مین ہوئی اور مسجد کے اندر یا اوسکے دروازہ پر بیع مین مشغول
رہنا بڑا گناہ ہی ؎ بیع سے مراد وہ امر ہی جو نماز جمعہ سے باز رکہے تو اگر سوا بیع کے کسی اور کام مین مشغول رہیگا اور سعی نکریگا تو مکروہ تحریمی ہوگا
اور سعی کیحالت مین بیع کرنا اگر حارج سعی نہو تو سراج مین کہا ہی کہ مکروہ نہین چنانچہ شارح نے بہی آخر باب البیع الفاسد مین لا باس بہ لکہا ہی
پہر اسمین اختلاف ہی کہ اذان اول کونسی ہی تو بعض فقہا نے کہا کہ اذان اول وہ ہی جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہی اسلئے کہ باعتبار
مشروع ہونے کے وہی اول ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور خلافت حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رض مین یہی ایک اذان
ہوتی تہی جب حضرت عثمان رض کے زمانہ مین آدمی بہت ہوئے تو آپ نے زوراء پر ایک اذان اور بڑہادی اور صحیح تر قول یہہ ہی کہ اذان اول
وہی ہے جو وقت مین اول ہو یعنی جو اذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے کذا فی الشامی وَأَفَادَ فِي الْبَحْرِ صِحَّةَ إِطْلَاقِ الْحُرْمَةِ عَلَى
الْمَكْرُوهِ تَحْرِيمًا اور بحر الرائق مین حرمت کا بولنا مکروہ تحریمی پر صحیح بتایا ہے ؎ اذان کیوقت بیع کو صاحب ہدایہ نے حرام کہا ہی اگرچہ
وہ مکروہ تحریمی ہے شارح صاحب ہدایہ کیطرف سے عذر بیان کرتا ہی کہ مکروہ تحریمی کو حرام کہنا صحیح ہے چنانچہ بحر الرائق مین افادہ کیا ہی
کذا فی الشامی وَيُؤَذَّنُ ثَانِيًا بَيْنَ يَدَيْهِ أَيِ الْخَطِيبِ أَفَادَ بِوَحْدَةِ الْفِعْلِ أَنَّ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْ وَاحِدٍ أَذَّنُوا وَاحِدًا بَعْدَ
وَاحِدٍ وَلَا يَجْتَمِعُونَ كَمَا فِي الْجَلَالِيِّ وَالْقِرْتَاشِيِّ ذَكَرَهُ الْقُهُسْتَانِيُّ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ اور موذن اذان دے دوسری بار سامنے خطیب کے جب
وہ منبر پر بیٹہے یعنی خطبہ پڑہنے کے لئے شارح نے کہا کہ ماتن نے فعل یؤذن کو بصیغہ واحد لانے سے افادہ کیا کہ موذن جب ایک سے زیادہ ہون
تو اذان ایک بعد دوسرے کے کہین سب ملکر نہ کہین چنانچہ جلالی اور قرتاشی مین ہی ذکر کیا ہی اوسکو قہستانی نے ؎ طحطاوی نے کہا کہ یہہ
افادہ اوسوقت ہی کہ یؤذن کو بصیغہ معروف پڑہین اور جس صورت مین مجہول پڑہین تو افادہ مذکور ظاہر نہوگا فَإِذَا أَتَمَّ أُقِيمَتْ وَيُكْرَهُ الْفَصْلُ
بِأَمْرِ الدُّنْيَا ذَكَرَهُ الْعَيْنِيُّ پس جب امام خطبہ تمام کرلے تو تکبیر کہی جاوے اور مکروہ ہی فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر مین کسی دنیا کے امر کو ذکر کیا
ہے اوسکو عینی نے ؎ یعنی آخر خطبہ کا متصل ہو تکبیر کے شروع سے اور امر دنیا کی قید اسلئے لگائی کہ امر بالمعروف اور نہی منکر کا فاصلہ مکروہ

نہیں اور جو دوسرے خطبہ مین منبر سے ایک سیڑھی اوترتے ہین پھر چڑھتے ہین یہہ بدعت شنیعہ ہی کذا فی الشامی والطحطاوی عن البحر الرائق و
نقل کیا کہ مسنون ہی منبر کا ہونا قبلہ کی بائین طرف اور امام کا سورہ جمعہ اور منافقون پڑھنا اور زاہدی نے ذکر کیا ہی سورہ اعلیٰ اور غاشیہ
کا پڑھنا لا ینبغی ان یصلی القوم غیر الخطیب لانہما کشیء واحد مناسب نہین کہ سوای خطبہ پڑہنیوالیکے دوسرا شخص نماز پڑہاوی اسلئی کہ خطبہ
اور نماز دونو ایک ہی چیز ہین کیونکہ شرط اور مشروط ہین اور مشروط بدون شرط کے پایا نہین جاتا تو اسلئی دونو کا عمل ایک ہونا مناسب ہے
کذا فی الشامی فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز ہو المختار پس اگر ایسا کیا جاوی کہ امام جدا ہو اور خطیب جدا
اسطرح کہ خطبہ پڑہے ایک لڑکا نابالغ سلطان کی اجازت سی اور نماز کوئی بالغ پڑہاوی تو درست ہی یہی مختار ہے م لڑکے کی
قید اسلئی لگا دی کہ یہہ وہم نہو کہ لڑکے کا خطبہ پڑہنا جائز نہین اور اذن سلطان کی قید خطبہ مین لگائی نہ نماز مین تاکہ معلوم ہو کہ خطبہ
مین اذن شرط ہی نہ نماز مین کذا فی الطحطاوی لا بأس بالسفر یومہا اذا خرج من عمران المصر قبل خروج وقت الظہر کذا فی
الخانیۃ لکن عبارۃ الظہیریۃ وغیرہا بلفظ دخول بدل خروج نہین مضائقہ ہی سفر کا دن جمعہ کے جبکہ نکلجاوی شہر کی آبادی سی پہلے
نکلنے وقت ظہر کے کذا فی الخانیہ مگر عبارت ظہیریہ اور اوسکی سوا دوسری کتابونکی بلفظ دخول ہی عوض خروج کے یعنی آبادی سے
نکلجائے پیشتر داخل ہونے وقت ظہر کے م سفر سی مراد ہی ایسی جگہہ جانا جسکے باشندون پر جمعہ واجب نہو کذا فی الشامی وقال
فی شرح المنیۃ والصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیہا ولا یکرہ قبل الزوال اور شرح منیہ مین کہا ہی کہ صحیح یہہ ہی کہ سفر کرنا
بعد زوال کے جمعہ پڑہنے سی پہلے مکروہ ہی اور زوال سی پیشتر مکروہ نہین یعنی اسلئی کہ زوال کے پیشتر اوسپر جمعہ واجب نہین م اس
قول کو شارح نے ظہیریہ کی تائید کے لئے بیان کیا اس غرض سی کہ معلوم ہوجاوی کہ خانیہ کا قول ضعیف ہی کذا فی الطحطاوی القروی اذا
دخل المصر یومہا ان نوی المکث ثمہ ذلک الیوم لزمتہ الجمعۃ وان نوی الخروج من ذلک الیوم قبل وقتہا او بعدہ لا تلزمہ لکن
فی الظہیریۃ ان نوی الخروج بعدہ لزمتہ والا لا وفی شرح المنیۃ ان نوی المکث الی وقتہا لزمتہ وقیل لا گانوکا رہنیوالا جب
شہر مین جمعہ کے روز داخل ہوا اگر شہر مین اوسنی اوس روز نیت ٹھہرنے کی کی تب تو اوسپر جمعہ لازم ہوگا اور اگر اوسی روز چلی جانے کی
نیت کی جمعہ کیوقت سی پہلے یا پیچھے تو جمعہ لازم نہوگا لیکن نہر الفائق مین ہے کہ اگر جانے کی نیت بعد جمعہ کیوقت کے کریگا تو اوسپر جمعہ لازم
ہوگا اور نہین تو لازم نہوگا اور شرح منیہ مین ہی کہ اگر ٹھہرنے کی نیت وقت جمعہ تک کریگا تو جمعہ لازم ہوگا اور ایک قول یہہ ہی کہ لازم نہوگا
م شامی نے کہا کہ قروی بفتح قاف وسکون را نسبت ہی قریہ طرف کما لا تلزم لو قدم مسافر یومہا علی عزم ان لا یخرج یومہا ولم
ینو الاقامۃ نصف شہر جیسی جمعہ لازم نہین اگر کوئی مسافر آیا جمعہ کے دن شہر مین اس ارادہ سی کہ اوس روز روانہ نہوگا اور پندرہ دن ٹھہرنے
کی نیت نکی یعنی اگر نیت اقامت کریگا تو جمعہ واجب ہو جاویگا یخطب الامام بسیف فی بلدۃ فتحت بہ کمکۃ والا لا کالمدینۃ امام خطبہ پڑہے
تلوار حمائل کرکے اوس شہر مین کہ تلوار سی فتح ہوا ہو جیسی مکہ معظمہ ہی اور اگر تلوار سی فتح نہوا ہو تو وہان تلوار لیکر خطبہ پڑہی جیسی مدینہ منورہ
ہے وفی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وہو متکئ علیہ حاوی قدسی مین ہی کہ جب موذن
فارغ ہو جائین خطیب کے سامنی اذان دینی سی تو خطیب کھڑا ہوا اور تلوار اپنی بائین ہاتہہ مین لیکر اوسپر سہارا کرے م طحطاوی نے کہا کہ یہہ
قول مخالف ہی تحقیق بحر الرائق کے کیونکہ اوسمین تلوار کا حمائل کرنا لکھا ہی لیکن صاحب نہر الفائق نے یہہ توجیہ کی کہ تلوار کو حمائل کرکے پھر اوسکی
نوک زمین پر ٹہرا کر اوسپر ہاتہہ کا سہارا دی تاکہ دونو باتین حاصل ہوجائین وفی الخلاصۃ یکرہ ان یتکئ علی قوس او عصا و خلاصہ
مین ہی کہ مکروہ ہی خطیب کو سہارا لگانا کمان پر یا لاٹھی پر م حلیہ مین خلاصہ پر اعتراض کیا کہ ابوداؤد کی حدیث سی آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا خطبہ مین لاٹھی یا عصا پر سہارا دیکر کھڑا ہونا ثابت ہی پھر مکروہ کیسی ہوگا بلکہ محیط مین ہی کہ جیسی کھڑا ہونا خطبہ مین سنت ہی

اسیطرح عصا کا لینا بھی مسنون ہی کذا فی الشامی **فرع** مسائل الجمعۃ شارح کے قول مع النداء وھو یأکل ترکہ ان خاف فوت جمعۃ او مکتوبۃ لا جماعۃ ایک شخص نے اذان سنی اور وہ کھانا کھاتا ہے تو کھانا ترک کرے اگر خوف ہو جمعہ کے نکلنے یا فرض نماز کے فوت ہونے کا نہ ترک کرے کھانا اگر خوف ہو جماعت کے فوت ہونیکا کیونکہ ایسا کھانا جو رکھنے سے بگڑ جاوے یا جسکی طرف آدمی کا دل مشتاق ہو وہ عذر ہے جماعت کے ترک کرنیکا چنانچہ گذر اب ستاتی سعی یرید الجمعۃ وحوائجہ ان معظم مقصودہ الجمعۃ نال ثواب السعی الیھا وبھذا یتبین ان من شرک فی عبادتہ فالعبرۃ للاغلب ایک گانو والا شہر کو چلا جمعہ کے قصد سے اور اپنی دوسری حاجات کے لئے اگر زیادہ تر مقصود اسکا جمعہ کا پڑھنا ہے تو اوسکو جمعہ کیطرف چلنے کا ثواب ملیگا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص عبادت مین شرک کرے یعنی دوسرا کوئی مطلب اوسمین ملا سکے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے نرکہے تو اعتبار غالب تر کا ہوگا مثلاً حج مین ارادہ تجارت کا کرلے تو ثواب عبادت اوسیوقت ہوگا کہ مقصود غالب حج ہو کذا فی الشامی الافضل حلق الشعر وقلم الظفر بعدھا بہتر ہے بالون کا منڈوانا اور ناخن کا ترشوانا بعد نماز جمعہ کے **ھ** تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ نماز جمعہ سے پیشتر بالون اور ناخنون کا بنوانا اچھا نہین کیونکہ جمعہ مین کیفیت حج کی سی ہے تو جیسے حج مین بعد فراغت حج کے ان کا بنوانا چاہئے ایسے ہی جمعہ مین بعد نماز افضل ہے باقی بیان اس مسئلہ کا کتاب الحظر والاباحۃ جلد چہارم مین دیکھنا چاہیئے لا بأس بالتخطی ما لم یأخذ الامام فی الخطبۃ ولم یؤذ احدًا الا ان لا یجد الا فرجۃ امامہ فیتخطی الیھا للضرورۃ مضائقہ نہین گردنون پر کو پھاندنا بشرطیکہ امام نے خطبہ شروع نکیا ہوا اور بشرطیکہ کسیکو ایذا نہ ہو مگر یہہ کہ اوسکو سوا رخالی جگہہ کے اپنے سامنے کوئی جگہہ نہو تو اوس خالی جگہہ کے بہرنیکو پھاندجاوے ضرورت کیوجہ سے **ھ** یعنی لوگونپر سے پھاندنا ایک عمل ہے تو خطبہ کیحالت مین جائز نہین اسیطرح اور ونکو ایذا دینا درست نہین کہ پھاندنے مین کسیکا کپڑا دابے یا کسیکے بدن پر پانو رکھدے ہان اگر اگلی صف مین فرجہ چھوٹا ہوا اور اوسکے بہرنیکے لئے کسیکو اس قسم کی ایذا دے تو ضرورت کی وجہ سے درست ہے بشرطیکہ اور کوئی جگہہ نہو کذا فی الشامی ویکرہ التخطی للسؤال بکل حال اور مکروہ ہے گردنون پر سے پھاندنا سوال کے لئے ہر حالمین یعنی خواہ ایذا کسیکو ہو یا نہو **ھ** مسجد مین سوال کرنے اور سائل کے دینے مین اختلاف ہے کہ درست ہے یا نہ اور نہر الفائق مین کہا کہ اگر سائل نمازیون کے سامنے کو نگذرے اور نہ گردنوں کو پھاندے اور نہ اصرار کے ساتھہ طلب کرے تب تو مانگنا اور اوسکو دینا درست ہے ورنہ مکروہ ہے کذا فی البزازیہ وسئل علیہ السلام عن ساعۃ الاجابۃ فقال ما بین جلوس الامام الی ان یتم الصلوۃ وھو الصحیح وقیل وقت العصر والیہ ذھب المشائخ کما فی التاتارخانیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حال دعا کے قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے لیکر اوسوقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرے اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اس قول کیطرف گئے ہین مشائخ چنانچہ تاتارخانیہ مین ہے **ھ** صحیحین مین ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے کہ جو مسلمان بندہ اوسمین کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے کچھہ مانگے تو اوسکو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت ہی کرتا ہے اس ساعت مین اختلاف ہے کہ کونسی ہے اور سب اقوال چالیس ہین جنمین سے دو قول صحیح ہین ایک تو یہہ کہ وہ ساعت خطبہ کیلئے بیٹھنے کیوقت سے نماز کے پورا ہونے تک چنانچہ مسلم اور ابو داؤد نے حضرت ابو موسیٰ سے مرفوعًا روایت کیا ہے تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دلمین مانگے اسلئے کہ خطبہ مین سکوت کا حکم ہے اور دوسرا قول یہہ کہ ساعت مذکور جمعہ کی پچھلی ساعت ہے اسکو مالک اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے جابر اور ابن جریر اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور غالبًا مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جسکو شارح نے وقت عصر سے تعبیر کیا ہے کذا فی الشامی وفیھا سئل بعض المشائخ الیلۃ الجمعۃ افضل ام یومھا فقال یومھا ھ تاتارخانیہ مین ہے کہ بعض فقہا سے سوال ہوا کہ جمعہ کی رات بہتر ہے یا جمعہ کا دن تو انہون نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے اسلئے کہ رات کو فضیلت صرف نماز جمعہ کے باعث سے ہے اور نماز دن کو ہوتی ہے وذکر فی احکامات الاشباہ ما اختص بہ یومھا قراءۃ الکھف فیہ ومن فیہم عطفہ علی قولہ ویکرہ افرادہ بالصوم وافراد لیلتہ بالقیام فقدموھم وفیہ یجتمع الارواح وتزار القبور ویأمن المیت من عذاب القبر ومن

وفی لیلتها امن من عذاب القبر ولا تسجر فیه جهنم وفیه یزور اهل الجنة ربهم تعالی اشباہ کے احکام جمعہ مین مذکور ہی کہ
جمعہ کا روزہ مخصوص ہے ایک سورۂ کہف کا پڑہنا جمعہ کے دن یا رات مین کیونکہ حدیث مین وارد ہی کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑہے تو
ایک جمعہ سے دوسرے تک محفوظ رہتا ہی ساتھ دن زیادہ کے اور جس شخص نے قرات کہف کا عطف اشباہ والے کے اس قول پر سمجہا ہو کہ مکروہ ہے
تنہا روز جمعہ کا روزہ رکہنا اور تنہا اوسکی رات کا جاگنا تو اوسنے غلطی کی یعنی اسلئے کہ مسنون چیز کو مکروہ مین شامل کر دیا اور جمعہ کے دن روحین
اکٹھی ہوتی ہین اور اسی دن قبرونکی زیارت ہوتی ہی اور مردہ عذاب قبر سے مامون رہتا ہی اور جو شخص جمعہ کے دن یا رات مین مرتا ہی وہ عذاب قبر سے
محفوظ رہتا ہی اور اوس دن مین دوزخ گرم نہین کیجاتی اور جمعہ کے روز جنت والے اپنے پروردگار جلشانہ کے دیدار سے مشرف ہوتے ہین ہم اشباہ
کے احکام جمعہ مین مذکور ہے کہ جمعہ بہت سی باتون سے مخصوص ہے نماز جمعہ کا لازم ہونا اور اوسکے لئے جماعت کا شرط ہونا اور سوای امام کے تین مردونکا
کا ہونا اور نماز سے پیشتر خطبہ کا ہونا اور خاص سورتون کا پڑہنا اور نماز سے پیشتر سفر کا حرام ہونا موافق اوسکی شرطون کے اور مسنون ہونا اوسکے
غسل کا اور خوشبو لگانا اور اچھا لباس پہننا اور بال اور ناخن بنوانے لیکن بعد جمعہ کے افضل ہین اور مسجد کو خوشبو سے بسانا اور جمعہ کی نماز کو سویرے
جانا اور جبتک خطیب نکلے عبادت مین مشغول رہنا اور نہ مسنون ہونا دیر کرنیکا نماز جمعہ مین اور مکروہ ہونا تنہا اوسکے روزہ کا اور تنہا اوسکی رات مین
جاگنے کا اور اوسمین سورہ کہف کا پڑہنا اور نہ مکروہ ہونا نفل کا اوسکے ٹھیک دوپہر مین بموجب قول امام ابو یوسف کے جو صحیح اور معتمد ہی اور تفتہ
کے دوزخ مین اوسکا بہتر ہونا اور اوسکا روز عید ہونا اور اوسمین دعا قبول ہونیکی ساعت کا ہونا اور ارواح کا اوس روز اکٹھا ہونا اور قبرون کی
زیارت کرنی اور مردہ کا اوس روز عذاب قبر سے محفوظ رہنا اور جو شخص اوسکے دن یا رات مین مر جائے فتنہ قبر سے اوسکا بچا رہنا اور اوس روز
دوزخ کا گرم نہونا اور اوس روز آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا اور اونکا جنت سے نکلنا اور جنت والونکو اوس روز دیدار اللہ تعالی کا ہونا تمام ہوا قول
اشباہ کا ہر چند ان امور مین سے اکثر باتین اور شارح کے اقوال مین گذر گئے تھے مگر ایک جا مجتمع ہونیکے لحاظ سے سبکا ترجمہ کر دیا گیا اور دیدار کا
جمعہ کو ہونا بعض اشخاص کے لئے ہی اور بعض کو اس سے کم مدت مین اور بعض کو اس سے زیادہ مین ہوا کریگا یہانتک کہ عورتون کو صرف تجلی عام کے
وقت نصیب ہوا کریگا کذا فی الطحطاوی

باب العیدین

یہہ باب ہی دونون عیدون کے احکام مین ہم مناسبت عید
کی جمعہ سے یہہ ہی کہ دونو جماعت سے پڑہی جاتی ہین اور قرات دونومین باواز بلند ہوتی ہے اور نماز عید اوسی پر واجب ہی جسپر جمعہ واجب ہے
اور سوا خطبہ کے اور شرطین بھی دونومین یکسان ہین اور جمعہ مقدم اسلئے ہوا کہ اوسکا ثبوت کتاب اللہ سے ہی اور سال مین بہت ہوتا ہی کذا فی
الشامی سمی به لان لله فیه عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا اس روز کا نام عید اسلئے رکہا گیا کہ اوسمین اللہ تعالی
کے انعام بندون پر عائد یعنی مکرر ہوتے ہین اور اسلئے کہ یہہ روز اکثر خوشی کے ساتہہ رجوع کرتا ہی یا فال کے لحاظ سے کہ جسکو عید آوے خوشی کے
ساتہہ آوے ہم لفظ عید اصل مین عود تہا واو کے ساتہہ تو واو بسبب کسرہ ماقبل کے ی سے بدل گئی اب چونکہ عود کے معنی رجوع کے ہین اسلئے عید
دن کو عید کہنا یا اسلئے ہے کہ اللہ تعالی اسنے جو کہانے پینے سے رمضان مین منع کر دیا تہا عید کے باعث اوسکو انعام یعنی افطار اپنے بندونپر رجوع
کیا یا اسلئے کہ غالبا اس دن مین خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے یا یہہ فال سمجہکر کہ خوشی کے ساتہہ پہر آوے اسکا نام عید ہوا ویستعمل فی کل
یوم فیه مسرة ولذا قیل عید وعید وعید صرن مجتمعة وجه الحبیب ویوم العید والجمعة اور مستعمل ہوتا ہی لفظ عید اوس روز کے لئے
جسمین خوشی ہو اور اسی استعمال کے اعتبار سے یہہ شعر کسی نے کہا ہی کہ تین عیدین متفق ہو گئی ہین دن حبیب کے دیکھنے کا اور روز عید اور جمعہ کا دن یعنی
چونکہ یہہ تینون اوقات خوشی کے ہین اسلئے شاعر نے انکو عید کہا فلو اجتمعا لم یلزم الا صلوة احدهما وقیل الاولی صلوة الجمعة وقیل صلوة
العید کذا فی القهستانی عن التمرتاشی قلت قد اجعت التمرتاشی فرایته حکاه عن مذهب الغیر وبصیغة التمریض فتنبه پس اگر عید
اور جمعہ ایک روز پڑین تو لازم نہین مگر ایک کی نماز اور بعض نے کہا کہ نماز جمعہ کی بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ نماز عید کی ایسا ذکر ہی قہستانی مین تمرتاشی

ہے میں کہتا ہوں کہ میں نے تمر تاشی کو دیکھا تو معلوم کیا کہ انہیں نے اسکو حنفی مذہب کے سوا کسی امام کا قول لکھا ہے
سو آگاہ ہو جا قہستانی کے اس مجمل بیان کرنے کی غلطی پر ھ جامع صغیر میں ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک روز میں جمع ہوں تو پہلی سنت ہے اور دوسری فرض
اور دونوں میں سے کوئی ترک نکیا جائے تو یہہ دونوں قول جو قہستانی میں ہیں کہ جمعہ پڑھے یا عید پڑھے یہہ حنفیوں کا مذہب نہیں اور دوسرے
مذہب والونکا بھی قول ضعیف ہے کذا فی الشامی ملتقطا وشرع فی الاولیٰ من الہجرۃ اور شروع ہوئی عید اول سال ہجری میں ھ ابو داؤد نے
حضرت انس سے روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ دو دن سال میں کھیلا کرتے تھے ان میں
آپنے پوچھا کہ یہہ کیسے دن ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہم انمیں حالت کفر میں کھیلا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے انکی عوض تمکو دو دن انسے
بہتر بدل دیے اول عید اضحے دوم عید فطر کذا فی الطحطاوی تجب صلوتہما فی الاصح علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطہا المتقدمۃ سوی
الخطبۃ فانہا سنۃ بعدہا واجب ہے نماز دونوں عیدوں کے صحیح تر قول میں اوس شخص پر جسپر جمعہ واجب ہے معہ ان شرطوں جمعہ کے جو پہلے گذر چکیں
سوا خطبے کے کہ وہ سنت بعد نماز عید کے ہے ھ اصح قول کا مقابل یہہ ہے کہ نماز عید سنت ہے اور بظاہر دونوں قولوں میں مخالفت نہیں اسلئے کہ سنت سے
مراد سنت موکدہ ہے جو بمنزلہ واجب ہے یا یہہ کہ سنت سے یہہ غرض کہ ثبوت اوسکا سنت سے ہے اور خطبہ عید کی نماز کے بعد سنت ہے یعنی اگر پیشتر
پڑھیگا یا بالکل ترک کر دیگا تو نماز کا اعادہ نہوگا اور برا کریگا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ
اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ اور قنیہ میں ہے کہ عید کی نماز گانوں میں مکروہ تحریمی ہے یعنی اسلئے کہ عید پڑھنا گانوں میں ایسی چیز میں
مشغول ہونا ہے جو درست نہیں اسلئے کہ صحت عید کی شرط شہر ہے جو گانوں میں مفقود ہے ھ یعنی گانوں میں عید صحیح نہیں اگر پڑھینگے تو عید نہوگی
نماز نفل جماعت سے ہوگی اور وہ مکروہ ہے جماعت کے ساتھہ کذا فی الحلبی وتقدم صلوتہا علی صلوۃ الجنازۃ اذا اجتمعتا لانہ واجب
عینا والجنازۃ کفایۃ اور مقدم کیجاوے نماز عید کی جنازہ کی نماز پر جبکہ دونوں نمازیں جمع ہو جائیں اسلئے کہ عید واجب عین ہے یعنی ہر شخص پر اور
جنازہ فرض کفایہ ہے کہ دوسروں کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے ھ واجب سے مراد یہاں وہ ہے جسکا کرنا لازم ہو خواہ وجوب اصطلاحی کے طور پر ہو
جیسا عید میں ہے یا فرضیت کے طور پر ہو جیسا جنازہ میں کذا فی الطحطاوی وتقدم صلوۃ الجنازۃ علی الخطبۃ وعلی سنۃ المغرب وغیرہا و
العید علی الکسوف اور مقدم کیجاوے جنازہ کی نماز خطبہ عید پر اور مغرب وغیرہ کی سنتوں پر کیونکہ جنازہ کی نماز فرض ہے اور خطبہ عید اور سنتیں
مسنون ہیں اور مقدم کیجاوے نماز عید سورج گہن سے ھ یہہ مسئلہ فرضی ہے ورنہ سورج گہن اور عید ایک روز نہیں پڑسکتی کیونکہ سورج گہن
مہینے کے تمامی پر ہوتا ہے اور عید پہلی یا دسویں کو ہوتی ہے لکن فی البحر قبیل الاذان عن الحلبی الفتوی علی تاخیر الجنازۃ عن السنۃ
واقرہ المصنف کانہ الحاقہا بالصلوۃ لیکن بحر الرائق میں کچہہ پیشتر اذان سے حلبی سے منقول ہے کہ فتوی جنازہ کو موخر کرنے پر ہے سنت سے
اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے شاید اسوجہ سے کہ سنتیں نماز فرض میں لاحق ہیں یعنے فرضوں کے تابع ہیں لکن فی آخر احکام دین الاشباہ
ینبغی تقدیم الجنازۃ والکسوف حتی علی الفرض ان لم یضق وقتہ فتامل لیکن اشباہ کے احکام دین کے آخر میں ہے کہ مناسب ہے مقدم کرنا
جنازہ اور سورج گہن کا حتی کہ فرض پر بھی اگر فرض کا وقت تنگ نہو سو اسکو تامل کر لے ھ یعنی جنازہ کی تاخیر میں مردہ کے بگڑ نیکا خوف ہے اور
کسوف کی تاخیر میں آفتاب کے روشن اور صاف ہو جانے اور نماز کسوف کی نہ ملنے کا اندیشہ ہے اسلئے ان کی تقدیم کو مناسب کہا مگر یہہ بحث ہے صاحب
اشباہ کی تو قول مفتی بہ کے سامنے معتبر نہیں ہو سکتی وندب یوم الفطر اکلہ حلوا وترا ولو قرویا قبل خروجہ الی صلوتہا واستیاکہ
واغتسالہ وتطیبہ بما لہ ریح لا لون ولبسہ احسن ثیابہ ولو غیر ابیض اور مستحب ہے عید فطر کے دن کھا لینا نمازی کا کوئی شیرینی طاق
طاق مثلا ایک یا تین یا پانچ خرما اگرچہ نمازی گانو کا رہنے والا ہو پیشتر اسکے کہ نماز عید کے لئے جاوے اور مستحب ہے مسواک کرنا اور غسل کرنا اور
خوشبو لگانا اوسکا ایسی چیز سے جسمیں خوشبو ہو اور رنگ نہو اور مستحب ہے اچھا لباس پہننا اگرچہ سفید نہو ھ یہ باتیں کیوں مستحب کہا حالانکہ غسل

کی ہی اور یہہ جو کہ کل یا آپ سنت ہیں اور اکثر مستحب ہیں کیونکہ بعض سنت بھی شامل ہی اور بولنا مستحب کی سنت پر ورد اسکا عکس
نہیں کذا فی الشامی مستمرا وکذا ینبغی ان یعد منہا مع الکلام لا ان التکلم [illegible]
الخروج ماشیا الی الجبانۃ ای للمصلی العام اور مستحب ہی ادا کرنا صدقہ فطرہ کا پہر جانا پیادہ جبانہ کیطرف یعنی عیدگاہ کو جہان سب نماز پڑہتے ہین
شارح نے کہا کہ ادا فطرۃ کا عطف اکلہ پر درست ہی اسلیئے کہ تمام گفتگو واسطی عید سے پیشتر کی بات ہی اور یہہ سب متن لفظ ثم باہر جانیکی یعنی
الہ کہ سب اشیا گذشتہ سے عیدگاہ کو جانا مؤخر معلوم ہو ہم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا اوسکی تقریر یہہ ہی کہ ادا فطرہ کا عطف مستحب چیزون
کیسے ہوسکتا ہی وہ تو واجب ہی شارح نے جواب دیا کہ بیان کلام خروج سے پیشتر کی چیزونمین ہی تو فطرہ کا ادا کرنا پہلے نماز کو جانے سے مستحب ہی مطلق
ادا کرنا واجب ہی کذا فی الحلبی والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح
واجب مطلق جانا ہی اور نکلنا جبانہ کیطرف عید کی نماز کے لئے سنت ہی اگرچہ مسجد جامع سب لوگونکی گنجائش رکہتی ہو یہی صحیح ہی ہم یہہ بھی جواب ہی
سوال کا یعنی نماز عید کے لئے نکلنا تو واجب ہی ماتن سنت کیسے کہتا ہی شارح نے جواب دیا کہ مطلق باہر نکلنا واجب ہی امور گذشتہ کے بعد نکلنا یا پیادہ
نکلنا یا خاص عیدگاہ کو جانا واجب نہیں بلکہ یہہ سنت ہی کذا فی الشامی ولا باس باخراج منبر الیہا لکن فی الخلاصۃ لا باس ببنائہ دون
اخراجہ اور نہیں مضائقہ منبر کے لیجانیکا عیدگاہ مین لیکن خلاصہ مین ہی کہ مضائقہ نہیں منبر کے بنانیکا عیدگاہ مین نہ اوسکی باہر لیجانے کا یعنی منبر
عیدگاہ مین لیجانا نچاہیئے ہم خلاصہ اور ظہیریہ مین کہا کہ مشائخ کا اختلاف ہی عیدگاہ مین منبر بنانیکا بعضون نے کہا کہ مکروہ ہی اور بعضون نے کہا کہ
مکروہ نہین اس سے معلوم ہوا کہ باہر لیجانا منبر کا سبکے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی جو لفظ لاباس سے سمجہا جاتا ہی اور خلاصہ مین خواہرزادہ سے نقل کیا کہ ہمارے
زمانہ مین منبر کا بنانا عیدگاہ مین بہتر ہی کذا فی الشامی ولا باس بعودہ راکبا وندب کونہ من طریق اخری اور مضائقہ نہین نمازی کے لوٹنے مین
سوار ہوکر اور مستحب ہی کہ واپس آنا دوسری راہ سے ہو بسبب حدیث بخاری کے کہ جب عید کا دن ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ بدلدیتے تھے
کذا فی الشامی واظہار البشاشۃ واکثار الصدقۃ والتختم والتہنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا تنکر اور مستحب ہی ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا
خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارک باد دینا اس لفظ سے کہ اللہ تعالی ہم سے اور تم سے قبول کرے انکار نہین کیا جاتا یعنی اس طرحکی مبارکبادی جائز ہے
ہم شامی نے کہا کہ مبارکباد دینے مین امام ابو حنیفہ رح سے کچہہ ثابت نہین ہوا مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثار بیہقی سندون کے ساتہہ صحابہ سے اس کے
کرنے مین روایت کئے ہین پہر بیان کیا کہ یہہ امر جائز اور مستحب ہی اور محیط مین ہی کہ مصافحہ کرنا بعد نماز عید کے ہر حالمین مکروہ ہی کیونکہ صحابہ نے
اسکو نہین کیا اور وہ طریقہ روافض کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ جو ہندوستان مین رائج ہی وہ بہی بے اصل اور مکروہ ہی ولا یکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلہا
مطلقا یتعلق بالتکبیر والتنفل کذا قررہ المصنف تبعا للبحر لکن تعقبہ فی النہر ورجح تقییدہ بالجہر اور نہ تکبیر پڑہے عید فطر کے رستہ مین اور نہ نفل
پڑہے پیشتر نماز عید سے مطلق شارح نے کہا کہ مطلق کی قید تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے دونو سے علاقہ رکہتی ہی یعنی تکبیر کے مطلق نہ کہنے سے یہہ غرض ہی
کہ نہ آہستہ کہے نہ پکارکر اور نفل کے مطلق نہ پڑہنے سے یہہ مراد کہ نہ عیدگاہ مین پڑہے نہ گہر پر ایسا تفہیم کیا ہی اوسکو مصنف نے بہ تبعیت بحر الرائق کے
لیکن اعتراض کیا ہی اوسپر نہر الفائق مین اور ترجیح دی ہی قید لگانے تکبیر کی آواز بلند سے ہم جاننا چاہیئے کہ امام اور صاحبین کا خلاف [illegible]
طرحسے منقول ہی ایک قول یہہ ہی کہ راہ مین تکبیر کہے امام کے نزدیک اور آہستہ کہے صاحبین کے نزدیک اس قول کو صاحب خلاصہ نے اختیار کیا
ہے اور صاحب بحر الرائق نے اوسکی تبعیت کی ہی اور اوسی قول کو مصنف نے لیا ہی دوسرا قول یہہ ہی کہ خلاف تکبیر کی صفت مین ہی یعنی امام
کے نزدیک آہستہ کہے اور صاحبین کے نزدیک پکارکر اور اس خلاف کو بدائع اور سراج اور ملتقی اور نہایہ وغیرہ کتب مذہب مین اسیطرح نقل کیا
صاحب نہر الفائق نے بحر الرائق پر صریح اعتراض کوئی نہین کیا بلکہ اوسکی قول کو مسلم رکہا ہی ہان پیشتر اس سے یہہ لکہا ہی کہ خلاف تکبیر کے
آہستہ اور پکارکر کہنے مین ہی علامہ شامی نے حلیہ وغیرہ سے ثابت کیا ہی کہ خلاصہ کا قول غریب اور کتب مشہورہ کے خلاف ہی [illegible]

[illegible] یک تکبیر [illegible] کرے اما [illegible] کے [illegible] [illegible]
روایۃ عنہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
زیادہ کہا ہی برہان مین اسقدر کہ جہر سے کہنا تکبیر کا سنت ہی بقول [illegible] مثل عید ہونیکے اور جہر ایکبار [illegible] امام اعظم سے اور وجہ اسکی جو اہل
سمجھی ہو کی ظاہر اس ارشاد الہی کا ہی اور تاکہ پورا کرو تم گنتی اور بزرگی بیان کرو اللہ تعالی کی اسپر کہ تمکو ہدایت کی یعنی اس آیت مین اخفی معنی [illegible]
کا اظہار مقصود ہوا در جہر سے تکبیر کہنا بھی اظہار نعت مین داخل ہی اور وجہ روایت اول کی یعنی جہر سے تکبیر نہ کہنی کی یہہ ہی کہ بلند کرنا آواز کا ذکر مین
بدعت ہی پس اکتفا کیا جائیگا مشروع ہونیکے مقام پر اور بحر الرائق مین ذکر کیا ہی کہ جہر سے تکبیر مسنون نہین مگر دشمن کے سامنے اور چور دن کے خوف سے
اور اسی پر قیاس کیا ہے بعض فقہا نے آگ لگنے اور دوسری خوف کے مقامات کو شامی نے کہا کہ نہر الفائق پر برہان کے قول کی کچہہ یادتی نہین
بجز اسکے کہ صاحب برہان نے یہہ تصریح کی کہ تکبیر جہر سے سنت ہی نہ مستحب وکذا لا یتنفل بعدہا فی مصلاہا فانہ مکروہ عند العامۃ اور اسیطرح نہ نفل
پڑہی بعد نماز عید کے عیدگاہ مین کہ یہہ نفل مکروہ ہی اکثر فقہا کے نزدیک یعنی مکروہ تحریمی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا پڑہنا ثابت
نہین ہوا کذا فی الطحطاوی وان تنفل بعدہا فی البیت جاز بل مندوب تنفل بالاربع اور اگر نفل پڑہی بعد نماز عید کے گہر مین تو جائز ہی بلکہ مستحب ہی
چار رکعتین نفل پڑہنا گہر پر ہم فتح القدیر مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گہر پر واپس تشریف لاکر دو رکعتین پڑہتے تھے اور قہستانی نے چار کو افضل
کہا ہی وہذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اور یہہ حکم یعنی تکبیر نہ کہنا اور نفل نہ پڑہنے کا خواص
کے لئے ہی یعنی جو کسل عبادت مین نکرین اور عوام کو تکبیر کہنے اور نفل پڑہنے سے کسی حال مین منع نکیا جاوی بسبب کم ہونے اونکی رغبت کے اچہی
باتون مین کذا فی البحر یعنی خواہ تکبیر آہستہ کہین یا پکار کر اور نفل عیدگاہ مین پڑہین پہلے نماز سے خواہ بعد نماز کے کذا فی الطحطاوی ہم عوام کو
منع نکرنا بحث ہی صاحب بحر کی نہ روایت مذہب یعنی اسواسطے منع نکیا جاوی کہ اگر اوس وقت روکدیا جاتا ہی تو پہر خیرات کے گرد نہین پہرتے سرے
سے ترک کر دیتے ہین کذا فی الشامی وفی حاشیۃ بخط ثقۃ ولکن الصلوۃ رغائب وبراءۃ وقدر اور بحر الرائق کے حاشیہ مین ایک معتبر کے ہاتہ
سے لکہا ہوا ہی اور اسیطرح نہ منع کیا جاوی عوام کو صلوۃ رغائب اور نماز شب برات اور نماز شب قدر سے ہم صلوۃ الرغائب کا حال ہم آخر باب النوافل
مین لکہہ چکے ہین کہ جو اوسکی باب مین منقول ہی سب موضوع و باطل ہی پہر شارح نے جو یہہ حکم حاشیہ سے نقل کیا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اوسپر اعتماد نہین
ہو سکتا اسلئے کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ حدیث موضوع پر عمل کرنا حرام ہی اور ان نماز ونکی حدیث کے موضوع ہونے کی تصریح کر دی ہی اور حکام
اللہ گمنام حاشیون سے بیان نہین کئے جاتے خصوص وہ حواشی جنکا فساد ظاہر ہو کذا فی الشامی لان علیا رضی اللہ عنہ رای رجلا یصلی بعد
العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالی ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اسلئے کہ حضرت علی
نے ایک شخص کو بعد عید کے نماز پڑہتے دیکہا تو کسی نے آپ سے کہا کہ ای امیر المومنین آپ اس شخص کو منع نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ مجہے یہہ ڈر ہی کہ کہین
وعید مین نہ داخل ہو جاؤن اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کیا دیکہا تو نے اوسکو جو منع کرتا ہی بندہ کو جب وہ نماز پڑہے ہم یہہ علت ہی اوس
قول کی جو شارح نے بحر الرائق سے اوپر نقل کیا تہا کذا فی الشامی ووقتہا من الارتفاع قدر رمح فلا تصح قبلہ بل تکون نفلا محرما الی
الزوال باسقاط الغایۃ اور وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے زوال تک شارح نے کہا کہ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے
پیشتر پڑہی جاویگی تو درست نہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی اور زوال مین سے مد ساقط ہی یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہین ہم ایک نیزہ کی
مقدار بارہ بالشت یعنی چہ گز ہی کذا فی الشامی فلو زالت الشمس وہو فی اثنائہا فسدت کما فی الجمعۃ کذا فی السراج فقد صار ما نحن فیہ
حشو پس اگر ڈہل جاوی آفتاب اور نمازی عید کی نماز مین ہو تو اوسکی نماز فاسد ہو جاویگی جیسے جمعہ مین عصر کا وقت آجانے سے فاسد ہو جاتی ہی
[illegible] سراج مین اور جتنی اسکو پیشتر بیان کیا ہی بارہ مسائل اختلافی ہین یعنی خلیفہ کرنے کے بابمین ہم فاسد نہین ہوتی [illegible]

فاسد ہو جائیگا اور نماز نفل ہو جائیگی کذا فی الشامی ویصلی الامام بهم رکعتین مثنیاً قبل الزوائد وهی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة ولو زاد تابعه الی ستة عشر لانه مأثور الا ان یسمع من المکبرین فیاتی بالکل اور نماز پڑہا وے لوگونکو امام دو رکعتین دعا سبحانک اللهم زائد تکبیرون سے پیشتر پڑہکر اور زائد تکبیرین تین ہین ہر رکعت مین اور اگر امام تین سے زائد کہے تو مقتدی اوسکی متابعت کرے سولہ تکبیرون تک کیونکہ یہہ تعداد بہی صحابہ سے منقول ہے مگر یہہ کہ سنے مکبرون سے تو کل تکبیرین کہے ھم یعنی اول نیت کرکے دعا پڑہے پہر تکبیرین کہے پہر اعوذ پڑہے کہ وہ تابع قرارت کے ہے اور امام تین سے زائد تکبیرین کہے تو دونو رکعتون کی ملاکر سولہ تک متابعت کرے اور اگر مکبر کی آواز پر کہتا ہو تو سولہ سے زائد بہی کہے کہ شاید مکبر نے غلطی کی ہو اور عید کی جماعت کیلئے ایک شخص سوا امام کے کافی ہے کذا فی الطحطاوی ویوالی ندبا بین القرائتین ویقرأ کالجمعة وندب کہ دونو قرارت کو پیاپے کرے اور پڑہے مثل جمعہ کے یعنی سورہ اعلی اور غاشیہ ھم قرارتون کے پیاپے کرنے سے یہہ غرض کہ دوسری رکعت مین زائد تکبیرین بعد قرارت کے کہے تاکہ دونو رکعتون کی قرارت مین فاصلہ تکبیرون کا نہو یہہ اگر پہلی رکعت مین بہولکر قرارت شروع کردی تو اگر الحمد اور سورہ پڑہ چکا ہے تب تو نماز کو تمام کرے اور اگر صرف الحمد پڑہی ہے تو زائد تکبیرین کہے اور قرارت پہر سے پڑہے کذا فی الطحطاوی ولو ادرک المؤتم الامام فی القیام بعد ما کبر کبر فی الحال برأی نفسه لانه مسبوق اور اگر مقتدی نے امام کو قیام مین پایا بعد تکبیر کہنے کے تو مقتدی اوسی وقت تکبیر کہے موافق اپنے مذہب کے اسلئے کہ وہ مسبوق ہے یعنی مسبوق اپنی نماز مین تابع امام کا نہین تو حنفی تین تکبیرین کہکر شامل ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولو سبق برکعة یقرأ ثم یکبر لئلا یتوالی التکبیرات اور اگر ایک رکعت مین مسبوق ہوا ہو تو جب اوسکو ادا کرے اول قرارت پڑہے پہر تکبیر کہے تاکہ تکبیرین پیاپے نہو جائین یعنی دوسری رکعت مین امام کے ساتھہ بعد قرارت کے تکبیر کہی تہی تو اگر اپنی رکعت مین اول تکبیرین کہیگا تو تکبیرین پیاپے ہو جاوینگی اور یہہ امر صحابہ سے منقول نہین کذا فی الطحطاوی فلو لم یکبر حتی رکع الامام قبل ان یکبر المؤتم لا یکبر فی القیام ولکن یرکع ویکبر فی الرکوع علی الصحیح لان للرکوع حکم القیام فالاتیان بالواجب اولی من المسنون پس اگر مقتدی نے تکبیر نہ کہی تہی یہانتک کہ امام نے رکوع کیا پہلے مقتدی کی تکبیر سے تو مقتدی قیام مین تکبیر نہ کہے بلکہ رکوع کرے اور رکوع مین تکبیر کہے صحیح قول پر اسلئے کہ رکوع کے لئے قیام کا حکم ہے تو واجب چیز کا ادا کرنا بہتر ہے مسنون سے یعنی تکبیر واجب کا کہنا رکوع کی تسبیح مسنون سے اولی ہے ھم اور بحر الرائق مین کہا کہ اصح یہہ ہے کہ رکوع مین تکبیر کہے ہان اگر یہہ خوف ہو کہ قیام مین تکبیر کہونگا تو امام رکوع سے سر اٹہالیگا تو اوسوقت رکوع مین کہے کذا فی الطحطاوی کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولا یعود الی القیام لیکبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد جیسے اگر رکوع کرے امام پہلی تکبیر کہنے سے تو امام تکبیر کہے رکوع مین اور نہ عود کرے قیام کیطرف تکبیر کہنے کو ظاہر روایت مین پس اگر عود کرے تو چاہیئے کہ نماز فاسد ہو کذا فی النہر ھم حلبی نے کہا کہ صحیح یہہ ہے کہ نماز فاسد نہین ہوتی اسلئے کہ انتہا یہہ ہے کہ اسصورت مین ترک فرض ہے واجب کیلئے اور وہ محل صحت نماز کا نہین ولم یرفع یدیه فی الزوائد وان لم یرا امامه ذلک الا اذا کبر راکعا کما مر فلا یرفع یدیه علی المختار لان اخذ الرکبتین سنة فی محله اور اپنے دونون ہاتھہ کانون تک اٹہائے زائد تکبیرون مین اگرچہ اوسکا امام رفع یدین کا معتقد نہو مگر جبکہ زائد تکبیرین رکوع کیحالت مین کہے تو ہاتھہ نہ اٹہائے مذہب مختار پر چنانچہ اوپر گذرا اسلئے کہ پکڑنا دونو زانو کا سنت ہے اپنے محل مین اور رفع یدین بہی سنت ہے مگر اوسکا یہہ محل نہین توجسکا محل ہے اوسیکا اختیار کرنا اولی ہے کذا فی الطحطاوی ولیس بین تکبیراته ذکر مسنون ولذا یرسل یدیه ویسکت بین کل تکبیرتین مقدار ثلث تسبیحات وهذا یختلف بکثرة الزحام وقلته اور نہین ہے عید کی تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون اور اسلئے ان تکبیرون مین ہاتھہ لٹکائے رکہے کیونکہ ہاتھہ باندہنا اوس قیام مین مسنون ہے جسمین کوئی ذکر مسنون ہو اور چپ رہے ہر دو تکبیرون مین مقدار تین بار سبحان الله کہنے کی شارح نے کہا کہ مقدار سکوت مختلف ہے کثرت انبوہ اور اوسکی قلت کے لحاظ سے یعنی اگر انبوہ کثیر ہو تو وقفہ زیادہ کرے اور کم ہو تو کم اسلئے کہ مقصود یہہ ہے کہ اشتباہ دور ہو جائے کذا فی البحر ویخطب بعدها خطبتین وهما سنة فلو خطب قبلها صح واساء لترک السنة وما یسن فی الجمعة ویکره یسن فیها ویکره اور خطبہ پڑہے بعد نماز عید کے دو خطبے اور وہ

التکبیرات

دو نو سنت ہین پس اگر خطبہ پڑہا پہلے نماز کے تو درست ہی اور برا کیا بسبب ترک کرنے سنت کے اور جو چیز کہ جمعہ مین مسنون اور مکروہ ہے وہی نماز عید
مین مسنون اور مکروہ ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ دو باتون کا فرق ہی ایک یہہ کہ تکبیر کہنا قبل خطبہ کے عیدین مین مسنون ہی اور جمعہ مین نہین دوم یہہ کہ
بیٹہنا خطبہ سے پیشتر جمعہ مین مسنون ہی اور عید مین نہین والخطب ثمان بل عشر تبدأ بالتحمید فی ثلث خطبة جمعة واستسقاء ونكاح وينبغي
ان تكون خطبة الكسوف وختم القرآن كذلك ولم اره اور خطبے آٹھ ہین بلکہ دس اونمین سے تین کو الحمد للہ کہنے سے شروع کرے اول خطبہ جمعہ کو دوم
طلب باران کے خطبہ کو سوم خطبہ نکاح کو اور چاہیئے کہ خطبہ کسوف کا اور خطبہ ختم قران کا ایسا ہی ہو یعنی الحمد للہ سے شروع ہو اور مین نے اسکا
حکم مصرح نہین دیکہا ہم شامی نے کہا کہ طلب باران مین صاحبین کے نزدیک خطبہ ہی اور کسوف مین بموجب ایک قول کے خطبہ ہی اسلئے شارح نے
دس خطبے بیان کئے ویبدأ بالتکبیر فی خمس خطبة العیدین وثلث خطب الحج الا التی بمکة وعرفة یبدأ فیها بالتکبیر ثم بالتلبیة ثم
بالخطبة کذا فی خزانة ابی اللیث اور شروع کرے اللہ اکبر کہنے سے پانچ خطبونکو دونو عید کے خطبونکو اور حج کے تین خطبون کو مگر یہہ کہ جو خطبہ
مکہ اور عرفہ مین ہو اوسمین اول تکبیر کہے پہر لبیک کہے پہر خطبہ شروع کرے ایسا مذکور ہی خزانة ابو اللیث مین یعنی جو خطبہ منی مین گیارہوین
ذیحجہ کو ہوتا ہی اوسمین لبیک نہ کہے کذا فی الطحطاوی ویستحب ان یستفتح الاولی بتسع تکبیرات تترى ای متتابعات والثانیة بسبع
هو السنة وان یکبر قبل نزوله من المنبر اربع عشرة اور مستحب ہے کہ شروع کرے پہلے خطبہ کو نو بار اللہ اکبر پیہم کہنے کے بعد اور دوسرے
خطبہ کو سات بار کے بعد یہہ سنت ہی اور مستحب ہی کہ منبر سے اوترنے سے پیشتر چودہ بار تکبیر کہے واذا صعد علیه لا یجلس عندنا معراج اور جب
منبر پر چڑہے تو خطبہ سے پیشتر نہ بیٹہے ہمارے نزدیک کذا فی المعراج اسلئے کہ بیٹہنا اذان کے ختم کے انتظار کے لئے ہی اور چونکہ عید مین اذان نہین
اسلئے بیٹہنے کی حاجت نہین کذا فی الشامی ویعلم الناس فیها احکام صدقة الفطر لیؤدیها من لم یؤدها وینبغی تعلیمهم فی الجمعة التی
قبلها لیخرجوها فی محلها ولم اره اور تعلیم کرے لوگونکو عید کے خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام تاکہ صدقہ ادا کرے جسنے ادا نکیا ہو اور چاہیے
کہ لوگونکو عید سے پیشتر کے جمعہ مین یہہ احکام بتادے تاکہ لوگ صدقہ فطر اوسکی موقع پر دیدالین اور مین نے اسبات کو کہین مصرح نہین دیکہا ہم
شامی نے کہا کہ شارح نے ابن مقدر ان کی حدیث باب صدقة الفطر مین بیان کی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عید فطر سے دو روز پیشتر ایک
خطبہ پڑہتے اور اوسمین صدقہ فطر کے دینے کو ارشاد فرماتے وهکذا کل حکم احتیج الیه لان الخطبة شرعت للتعلیم اور اسیطرح جس حکم کی
حاجت ہو امام خطبہ جمعہ مین اوسکی تعلیم کردے اسلئے کہ خطبہ تعلیم ہی کے لئے مشروع ہوا ہی ولا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام ولو
بالافساد اتفاقا فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیها یلغز ای رجل افسد صلوة واجبة علیه ولا قضاء علیه اور نہ نماز پڑہے عید کی تنہا اگر عید
فوت ہو امام کے ساتہہ اگرچہ فوت ہونا فاسد کر دینے سے ہو بالاتفاق صحیح تر قول مین جیسا کہ مذکور ہی بحر الرائق کے باب التیمم مین اور اسی
مسئلہ مین چیستان پوچہی جاتی ہے کہ کونسا شخص ہی جو اپنے ذمہ کی نماز واجب کو فاسد کردے اور اوسپر قضا نہو ہم اگر بلا عذر امام کے
ساتہہ نہ پڑہیگا تو گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور قول اصح کا مقابل قول امام ابو یوسف کا ہی کہ فاسد کر دینے سے قضا لازم ہی کذا فی
الطحطاوی ولو امکنه الذهاب الی امام اخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا فان عجز صلی اربعا کالضحی اور اگر ممکن ہو
اوسکو جانا دوسرے امام کے پاس تو چلا جائے اور دوسرے کے ساتہہ نماز عید پڑہلے اسلئے کہ نماز عید ایک شہر مین چند جگہہ ادا کیجاتی ہی
بالاتفاق پس اگر عاجز ہو یعنی دوسری جگہہ جانے سے تو چار رکعتین پڑہے مثل نماز چاشت کے یعنی یہہ رکعتین عید کی قضا نہین بلکہ چاشت
ہی ہین اور مثل اسلئے کہا کہ تکبیرین زائد ان مین نہ کہے جیسے عید مین کہا کرتے ہین کذا فی الشامی وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط
فوقتها من الثانی کالاول وتکون قضاء لا اداء کما سیجیء فی الاضحیة وحکی القهستانی قولین اور تاخیر کیجاے نماز عید کسی عذر سے مثلا
بارش وغیرہ سے دوسرے روز کے زوال تک فقط طحطاوی نے کہا کہ فقط عذر اور زوال اور روز آیندہ تینون سے متعلق ہی یعنی صرف عذر سے تاخیر

کیجا ہو نہ بلا عذر اور صحت زوال تک تاخیر ہو نہ بعد زوال اور صحت دوسرے روز تک تاخیر درست ہے نہ اوسکے بعد یعنی وقت نماز عید کا دونون عیدون مین مثل اول روز
کے ہے اور دوسرے روز نماز عید قضا ہوگی نہ ادا چنانچہ اضحیہ مین مذکور ہوگا اور قہستانی نے دو قول نقل کئے ہین ایک یہہ کہ نماز دوسرے دن کی قضا ہوگی
دوم یہہ کہ ادا ہوگی اور شاید منشا اسکا اختلاف ہے روایتون کا کذا فی الطحطاوی واحکامہا احکام الاضحی لکن ہنا یجوز تاخیرہا الی ثالث یوم النحر
بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدونہا فالعذر ہنا لنفی الکراہۃ وفی الفطر للصحۃ اور احکام عید فطر کے مثل احکام عید قربان کے ہین یعنی وقت
اور صفت اور شرط مین دونو یکسان ہین لیکن عید قربان کا تاخیر کرنا قربانی کے تیسرے دن تک یعنی بارہوین تاریخ کے زوال تک بدون عذر کراہت کے
ساتھہ درست ہے اور عذر کے ساتھہ بلاکراہت تاخیر جائز ہے تو عذر عید قربان مین کراہت کے دور کرنیکو مشروط ہے اور عید فطر مین نماز کی صحت کے
لئے شرط ہے یعنی بدون عذر کے عید فطر کو دوسرے روز پڑہنا درست نہین ویکبر جہرا اتفاقا فی الطریق قیل وفی المصلی وعلیہ عمل الناس الیوم
لا فی البیت اور تکبیر کہے بلند آواز سے بالاتفاق رستہ مین اور ایک قول یہہ ہے کہ عیدگاہ مین بھی تکبیر جہر سے کہے اور اس قول پر عمل ہے لوگونکا آج یعنی
عیدگاہ مین تکبیر کہتے ہین اور ایک روایت یہہ ہے کہ عیدگاہ مین تکبیر کہے جبتک امام نماز نہ پڑہ چکے بعد نماز کے تکبیر پکار کر کہنی نہ تکبیر کہے گہر کے اندر
یعنی مسنون رستہ مین ہے نہ گہر مین اور بحر الرائق مین جو مکروہ لکہا ہے تو کراہت کیوجہ کوئی معلوم نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ویندب تاخیر اکلہ عنہا
وان لم یضح فی الاصح ولو اکل لم یکرہ ای تحریما اور مستحب ہے کہانا نماز ہی کا نماز عید اضحی کے پیچھے اگرچہ قربانی نکرے صحیح تر قول مین اور اگر کہا لیگا تو
مکروہ تحریمی نہوگا ہم یعنی جن چیزون سے روزہ کا افطار ہوتا ہے انسے نماز کے بعد تک رکنا چاہئے کیونکہ صحابہؓ سے اخبار متواتر ہین کہ عید قربان کی صبح
کو لڑکون کو کہانا کہانے سے اور شیر خوار ذنکو دودہ سے روکدیتے تھے کذا فی الطحطاوی اور بحر مین جو قید جو شارح نے لگائی تو اسکی مقتضی ہے کہ شاید کہانے مین
کراہت تنزیہی ہے حالانکہ ایسا نہین اسلئے کہ بدائع مین کہا ہے کہ اگر چاہے کہائے چاہے نہ کہائے مگر مستحب یہہ ہے کہ نماز ہو چکنے تک کہائے تاکہ قربانی مین سے کہانا
ملے کذا فی الشامی ویعلم الاضحیۃ وتکبیر التشریق فی الخطبۃ اور تعلیم کرے خطیب قربانی اور تکبیر ایام تشریق کو خطبہ مین ہم اضحیہ بضم ہمزہ اور
کسر ہمزہ قربانی کو کہتے ہین اور تشریق کے معنی گوشت کو دہوپ مین ڈالنے کے ہین چونکہ ایام حج مین قربانی کا گوشت بہت سکہایا جاتا ہے اسلئے دسوین
تاریخ کے بعد تین دن ایام تشریق کہلاتے ہین طحطاوی نے کہا کہ چونکہ تکبیر عرفہ کی فجر سے شروع ہوتی ہے اسلئے عرفہ سے پیشتر کے جمعہ مین اوسکے احکام بیان
کرنے مناسب ہین والوقوف للناس یوم عرفۃ فی غیرہا تشبیہا بالواقفین لیس بشیء ہو نکرۃ فی موضع النفی فتعم انواع العبادۃ من فرض
وواجب ومستحب فیفید الاباحۃ وقیل یستحب ذلک کذا فی مسکین وقال الباقانی لو اجتمعوا لشرف ذلک الیوم ولسماع الوعظ بلا وقوف و
کشف رأس جاز بلا کراہۃ اتفاقا اور ٹہرنا لوگونکا عرفہ کے روز سوا عرفات کے واسطے مشابہت عرفات مین ٹہرنیوالونکی کوئی عبادت نہین شارح نے
کہا کہ شئی نکرہ ہے نفی کے نیچے تو عام ہوگا سب قسمون عبادت یعنی فرض اور واجب اور مستحب کو یعنی یہہ ٹہرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ مستحب تو فائدہ دیگا مباح ہونے
کا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ وقوف مستحب ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا مسکین نے اور باقانی نے کہا ہے کہ اگر لوگ جمع ہون اس دن کی بزرگی اور وعظ سننے
کے لئے بدون ٹہرنے اور سر کہولنے کے تو درست ہے بلاکراہت بالاتفاق ہم شرح منیہ مین کہا کہ عرفہ کے شام کو جو لوگ جامع مسجد وغیرہ یا شہر کے باہر
کسی مکان مین جمع ہوتے ہین اہل عرفات کی مشابہت پیدا کرنے کو تو یہہ اجتماع مکروہ ہے ہان اگر اس روز طلب باران یا اور کسی مطلب کیلئے جمع ہون تو مکروہ
نہین اور فتح القدیر مین کہا کہ اولی یہہ ہے کہ یہہ اجتماع اگرچہ بدون وقوف اور سر کہولنے کے ہو تب بھی نکرے ہو تاکہ عوام کے عقیدہ مین کوئی خرابی پیدا
نہو اور در مختار مین اسکو مکروہ لکہا ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر عبارت نہایۃ البیان یہہ ہے کہ یہہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور نہر الفائق مین ہے کہ
عبارتین فقہا کی ناطق ہین کہ کراہت کو ترجیح ہے اور دوسرے اقوال شاذ ہین کذا فی الشامی ویجب تکبیر التشریق فی الاصح للامر بہ مرۃ وان زاد
علیہا یکون فضلا قالہ العینی اور واجب ہے تکبیر تشریق صحیح تر قول مین اسلئے کہ اسکا امر ہوا ہے ایکبار اور اگر زیادہ کہے ایکبار سے تو ہوگا ثواب کہا ہے
اوسکو عینی نے ہم اصح کا مقابل یہہ ہے کہ تکبیر سنت ہے اور امر تکبیر کا اس آیت مین ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات) یعنی ذکر کرو اللہ کا گنتی کے

دنوں میں یا ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہیں کذا فی الشامی صفتہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہِ الحمد ھو المأثور عن الخلیل
تکبیر کی صفت یوں ہے کہنا ہی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولِلّٰہ الحمد یہہ کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے ھ
فقہا اسکا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام جنت سی فدیہ حضرت اسماعیل کا لائے اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیم جلدی کرکے
اُنکے کو ذبح نکردیں تو یہہ کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبریل کو دیکھا تو فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور جب حضرت اسماعیل
کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر ولِلّٰہ الحمد کذا فی الطحطاوی والمختار اَنّ الذبیح اسمٰعیل وفی القاموس انہ الاصح قال ومعناہ مطیع اللہ اور قول
مختار یہہ ہی کہ ذبیح حضرت اسمعیل علیہ السلام ہیں اور قاموس میں ہی کہ یہی قول صحیح ہے اور لفظ اسماعیل کے معنی عربی میں مطیع اللہ ہیں یعنی اطاعت کرنیوالا
اللہ تعالے کا ھ اسمیں اختلاف ہی کہ حکم ذبح کا حضرت اسحق علیہ السلام کی نسبت ہوا تھا یا حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسبت فقیہ ابواللیث نے بستان
میں ذکر کیا کہ قران و حدیث کے زیادہ مطابق یہی پڑتا ہی کہ حضرت اسمعیل ذبیح تھے کیونکہ قران مجید میں بعد قصہ ذبح کے ارشاد فرمایا وبشرناہ باسحق اس
صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنکے ذبح کا حکم ہوا وہ اور حضرت اسحق جدا ہوں اور حدیث میں وارد ہی کہ انا ابن الذبیحین یعنے میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں
کا کہ ایک آپکے باپ عبد اللہ ہیں اور دوسرے جد امجد حضرت اسمعیل اور بالاتفاق ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل سے
ہیں کذا فی الطحطاوی عقب کل فرض عینی بلا فصل یمنع البناء ادی بجماعۃ او قضی فیہا منہا من عامہ ولم یفتہ کالاضحیۃ مستحبۃ خرج جماعۃ
النساء والعراۃ لا العبید فی الاصح جوہرہ اور واجب ہی تکبیر تشریق ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سی بدون ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا
یعنے اگر فاصلہ ہو جائیگا اسطرح کہ بعد نماز مثلا بول پڑا یا مسجد سی باہر چلا گیا یا کچھہ کہا لیا تو تکبیر ساقط ہو جائیگی شارح نے کہا کہ یا فرض قضا پڑھا جاوے ایام
تکبیر میں ایام تکبیر ہی کا اوسی برس سی تب بھی تکبیر واجب ہی بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اول روز نکری دوسرے یا تیسرے روز کرے
کہ وقت اُس روز تک باقی ہی اور جماعت مستحب کی قید سی عورتوں کی جماعت اور ننگوں کی نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں
صحیح قول میں تو اوسکے بعد تکبیر واجب ہے کذا فی الجوہرہ اسلئے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں ھ فرض عین کی قید سی فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ
کی نکلگئی کہ اوسکے بعد تکبیر واجب نہیں اور فرض قضا کی جماعت میں تکبیر واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں اول یہہ کہ قضا نماز تکبیر کے ایام کی ہو جسکو شارح نے
منہا سے تعبیر کیا دوم یہہ کہ قضا ایام تکبیر میں ہی جسکو فیہا سی بیان کیا سوم یہہ کہ اوسی برس کی قضا ہو پہلے کی نہو جسکی لئے من عامہ کہا غرضکہ اس مسئلہ
کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں اول یہہ کہ غیر ایام تکبیر کی قضا ایام تکبیر میں پڑھی دوسرے یہہ کہ ایام تکبیر کی قضا غیر ایام تکبیر میں پڑھی تیسرے یہہ کہ ایک سال
کے ایام تکبیر کی قضا دوسرے سال کے ایام تکبیر میں پڑھی چوتھی یہہ کہ اوسی سال کے ایام تکبیر کی قضا اونہیں دنوں میں پڑھی تو تکبیر صرف اخیر صورت میں
واجب ہوگی اور دوں میں کذا فی الحلبی اولہ من فجر عرفۃ وآخرہ الی عصر العید بادخال الغایۃ فہی ثمان صلوات ابتدا تکبیر کی عرفہ کی فجر سے ہی
اور اخیر اُسکا عید کے عصر تک حد کے شامل کرنے سی یعنی عصر میں بھی واجب ہے تو یہہ آٹھہ نمازیں ہوئیں پانچ عرفہ کی اور تین عید کے دن کی دوپہر تک
علی امام مقیم بمصر وعلی مقتد مسافر او قروی او امرأۃ بالتبعیۃ لکن المرأۃ تخافت ویجب علی مقیم اقتدی بمسافر قنیۃ اور واجب ہونا تکبیر کا امام
پر ہے جو شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گانوں کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہی بسبب تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ تکبیر کہے یعنی
اور دنکو پکار کر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہی کذا فی الشامی اور واجب ہے اُس مقیم پر کہ اقتدا کرے مسافر کا وقالا بوجوبہ فور کل فرض
مطلقا ولو منفردا او مسافرا او امرأۃ لانہ تبع للمکتوبۃ الی عصر الیوم الخامس آخر ایام التشریق وعلیہ الاعتماد والعمل والفتوی فی عامۃ
الامصار وکافۃ الاعصار اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہی بعد پڑھنے ہر فرض کے مطلقا اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت اسلئے کہ تکبیر تابع فرض
کے ہی تو جن لوگوں پر نماز فرض ہی اونپر تکبیر واجب ہونی چاہیئے اور واجب ہی فجر عرفہ سی پانچویں دنکی عصر تک یعنی آخر ایام تشریق کے عصر تک جو
تیرہویں تاریخ ہی تو صاحبین کے نزدیک ۲۳ نمازیں ہوئیں جنکے بعد تکبیر واجب ہی اور صاحبین کے قول پر اعتماد اور عمل ہی اور اسی پر فتوی ہے

تشریق کا ... بعد العصر سے ... پیشتر ہی پہلے کہا ہے ہیں کہ واجب نہیں ہوگا کذا فی الطحطاوی و لا بأس به عقیب العید لان المسلمین توارثوه
فوجب اتباعهم وعلیه البلخیون اور عید کی نماز کے بعد تکبیر کہنا ہے بعد نماز عید کے اسلئے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں تو ضرور ہے انکی پیروی
کرنی اور اسی پر ہیں بلخ کے علما اور جو امر کہ کبھی مستحب کو بولا جاتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں بیان کیا ہے تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا
اسلئے کہا کہ اتباع ضروری ہے طحطاوی نے کہا کہ واجب سے غرض یہاں معنی اصطلاحی نہیں بلکہ یہہ معنی کہ اتباع ثابت ہے اور بحر الرائق کے قول سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واجب سے مراد اصطلاحی معنی ہیں ولا یمنع العامة من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبه ناخذ بحر ومجتبی وغیره اور عام
لوگ یعنی عوام تکبیر کہنے سے بازار میں عشرہ ذی الحجہ میں اور اسیکو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر والمجتبی وغیرہ طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح
مجتبی سے کہتا اسلئے کہ بحر الرائق میں اس مسئلہ کو مجتبی سے نقل کیا ہے ویأتی المؤتم به وجوبا وان ترکه امامه لاداءه بعد الصلوة قال ابو یوسف
صلیت بهم المغرب یوم عرفة فسهوت ان اکبر فکبر بهم ابو حنیفة اور مقتدی تکبیر کہے بطور وجوب اگرچہ اوسکے امام نے تکبیر نہ کہی ہو واسطے ادا
ہونے تکبیر کے بعد نماز کے یعنی نماز کے بعد امام کی مخالفت معتبر نہیں تا کہ امام کے چھوڑنے سے مقتدی بھی چھوڑ دے امام یوسف فرماتے ہیں
کہ میں نے لوگونکو نماز مغرب عرفہ کے روز پڑہائی تو تکبیر کہنا بھول گیا پس امام ابو حنیفہ نے لوگونکو تکبیر کہلائی اس حکایت سے کئی فائدے معلوم ہوئے
اول یہہ کہ امام اگر بھول جاوے تو مقتدی یاد دلادے دوسرے یہہ کہ تعظیم اوستاد کی اور اسکی امر کی بجا آوری میں ہے چنانچہ ابو یوسف امام اعظم
کے فرمانے سے پیش امام ہوئے تیسرے یہہ کہ جب استاد کو کسی شاگرد کی نیکبختی اور فضیلت معلوم ہو تو لوگونکے سامنے اوسکی تعظیم کرے تا کہ اور لوگ اسکی توقیر
کریں چوتھے یہہ کہ اگر استاد شاگرد کی تعظیم کرے تو شاگرد اوسکی حرمت فراموش نکرے کذا فی الطحطاوی والمسبوق یکبر وجوبا کاللاحق لکن عقب
القضاء لما فاته ولو کبر مع الامام لا تفسد ولو لبی فسدت اور مسبوق تکبیر کہے وجوبا مثل لاحق کے لیکن پیچھے ادا کرنے اوس نماز کے جو اوس سے فوت ہوئی
ہو اور اگر مسبوق یا لاحق امام کے ساتھ تکبیر کہیگا تو نماز فاسد نہوگی مگر دوبارہ تکبیر کہے کہ امام کے ساتھ کی تکبیر اپنے موقع پر نہیں ہوئی اور
اگر لبیک کہیگا امام کے ساتھ تو نماز فاسد ہو جاویگی کیونکہ لبیک آدمیونکے کلام کے مشابہ ہے کذا فی الشامی ویبدأ الامام بسجود السهو
لاداءه فی تحریمتها ثم بالتکبیر لوجوبه فی حرمتها ثم بالتلبیة لعدمهما فیها اور شروع کرے امام سجدہ سہو کو بسبب واجب ہونے
سجدہ کے حالت بقاء تحریمہ نماز میں یعنی سجدہ سہو اسی وقت میں واجب ہے کہ اوسوقت تک نماز کی تحریمہ باقی رہتی ہے اسلئے سجدہ سہو میں اقتدا
امام کا درست ہے پھر تکبیر کہے بسبب واجب ہونے تکبیر کے نماز کی حرمت میں یعنی نماز کے بعد بلا فاصلہ پھر اگر امام احرام باندھے ہو تو لبیک کہے بسبب
نہ واجب ہونے لبیک کے نماز کی تحریمہ اور حرمت میں کذا فی الخلاصة فلو بدأ بالتلبیة سقط السجود والتکبیر والله اعلم اور وجہ اوسکی
یہہ ہے کہ اگر شروع کریگا لبیک کہنا تو ساقط ہوگا سجدہ سہو اور تکبیر کہنا اسلئے کہ لبیک کہنا لوگونکے کلام کے مشابہ ہے اور کلام نماز کو قطع کردیتا
ہے تو اس سے نماز قطع ہو جاویگی تو نہ تحریمہ باقی رہیگی جو شرط سجدہ سہو ہے اور نہ اتصال باقی رہیگا جو تکبیر کے لئے چاہئے اسلئے دونو ساقط ہونگے
کذا فی الشامی واللہ اعلم

باب الکسوف

یہہ باب ہے سورج گہن کی نماز کے ذکر میں مناسبة من حیث الاتحاد والتضاد مناسبت صلوة کسوف کی نماز عید سے یا باعتبار اتحاد کے ہے یا باعتبار ایکدوسرے کی ضد ہونیکے ہم اتحاد
سے یہہ غرض کہ عید اور کسوف دونو کی نمازیں جماعت سے دن کو بلا اذان اور تکبیر کے ہوتی ہیں اور تضاد سے یہہ مراد کہ انسان کی دو حالتیں
ایک سرور اور امن کا اور دوسرا اندوہ و خوف کا تو عید اکثر امن و سرور کا وقت ہے اور گہن خوف و اندوہ کا یا یہہ کہ جماعت عید میں شرط ہے
اور جہر سے پڑہنا واجب بخلاف کسوف کے کذا فی الشامی ثم المشهور فی استعمال الفقهاء تخصیص الکسوف بالشمس والخسوف بالقمر پھر اکثر فقہا کہتے ہیں کہ کسوف کا
لفظ سورج گہن ہے اور خسوف مختص ہے چاند گہن سے اور بعض کا قول یہہ ہے کہ کسوف اور خسوف دونو کا استعمال چاند اور سورج گہن میں ہوا
ہے مگر جوہری نے افصح قول اول کو کہا ہے پھر معلوم کرنا چاہئے کہ نماز کسوف قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے قرآن سے اسطرح کہ اللہ تعالی

فرماتا ہی (وما نرسل بالآیات الا تخویفاً) یعنی ہم نشانیان نہین بھیجتے مگر ڈرانے کو یعنی تاکہ بندے ڈرکر اوسکی طاعت بجالاوین اور اوسکی طرف
رجوع کرین اور رب کیطرف رجوع سب سے زیادہ نماز کی حالت مین ہی اور بخاری کی حدیث مین ہی کہ سورج اور چاند کسی آدمی کی موت کے سبب سے
نہین گہتے بلکہ یہہ دونو گہن خداتعالی کی نشانیان ہین جب تم انکو دیکھو تو اوٹھکر نماز پڑہو اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پڑہا ہے
اور اس نماز پر امت کا اجماع بھی ہے کذا فی الطحطاوی ب (یصلی بالناس من یملک اقامة الجمعة) بیان للمستحب وما فی السراج لابد من
شرائط الجمعة الا الخطبة ردہ فی البحر (عند الکسوف رکعتین) بیان لاقلها وان شاء اربعا واکثر کل رکعتین بتسلیمة او کل اربع مجتبی نماز پڑہاوے
لوگونکو جو شخص کہ مالک ہو قائم کرنے جمعہ کا یعنی سلطان یا قاضی سورج گہن کیوقت دو رکعتین شارح نے کہا کہ سلطان یا نائب کی قید مستحب کا
بیان ہی یعنی مستحب ہے کہ قاضی یا سلطان امام ہو انکا ہونا نماز کی شرط نہین اور سراج مین جو یہہ ہی کہ نماز کسوف مین شرائط جمعہ کا ہونا ضرور ہے
سوا خطبے کے تو اوسکو بحر الرائق مین رد کیا ہی یہہ کہکر کہ اسبیجابی نے تصریح کردی ہی کہ سلطان کا ہونا مستحب ہی شرط نہین اور ماتن کا رکعتین کہنا
بیان ہے اقل درجہ نماز کا اگر نمازی چاہے تو چار پڑہے یا زیادہ ہر دوگانہ پر سلام پہیرے یا چار چار پر کذا فی المجتبی (وصفتها کالنفل
ای برکوع واحد فی غیر وقت مکروہ بلا اذان ولا اقامة ولا جهر ولا خطبة) اور نماز کسوف کا حال مثل نفل کے ہی یعنی ایک رکوع سے
وقت مکروہ کے سوا دوسرے وقتون مین بدون اذان اور تکبیر اور بدون پکار کر پڑہنے اور خطبے کے پڑہے ہم ایک رکوع کی قید اسلئے لگائی
کہ امام شافعی کے نزدیک دو رکوع سے پڑہتے ہین اور اگر سورج گہن وقت مکروہ مین ہو مثلا عصر کے بعد تو لوگ دعا مین مشغول ہون نماز نہ
پڑہین اور عدم جہر کی قید اسلئے کی کہ صاحبین اس نماز مین جہر کرنیکو فرماتے ہین اور خطبہ اس نماز مین نہین کیونکہ کسی اثر مین خطبہ منقول نہین
اور جو کسوف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم کے وفات کے دن ہوا اور اوسمین آپنے خطبہ پڑہا تو وہ اسلئے تہا کہ جو لوگ یہہ وہم
کرتے تہے کہ یہہ گہن آپکے لخت جگر کی موت کے باعث ہوا ہی اونکا وہم دور فرمائین کسوف کی خصوصیت سے نہ تہا کذا فی الطحطاوی (وینادی
الصلوة جامعة لیجتمعوا) اور پکار دیا جاے بلفظ الصلوة جامعة تاکہ لوگ اکہٹے ہو جاوین ہم یعنی بجاے اذان ان لفظون سے اعلام کر دینا چاہیے
طحطاوی نے کہا کہ الصلوة مبتدا ہی اور جامعة خبر اور یہہ جملہ بمعنی انشاء ہی (ویطیل فیهما الرکوع والسجود والقراءة والادعیة والاذکار الذی
هو من خصائص النافلة ثم یدعو بعدها جالسا مستقبل القبلة او قائما مستقبل الناس والقوم یؤمنون حتی تنجلی الشمس کلها) اور طول دے
اس نماز مین رکوع اور سجدہ اور قراءت اور دعاؤن اور ذکرون کو ایسا طول جو نفل نماز کے خواص سے ہی پہر دعا مانگے بعد اس نماز کے بیٹہا ہوا
قبلہ رخ یا کہڑا ہو کر لوگون کیطرف منہ کرکے اور سب لوگ آمین کہین دعا اوسوقت تک مانگے کہ آفتاب بالکل صاف اور روشن ہو جاے ہم
قراءت طویل اسقدر کہ پہلی رکعت مین سورہ بقر اور دوسری مین آل عمران پڑہے اور اگر یہہ یاد نہون تو انکی برابر دوسری سورتین پڑہے طحطاوی نے
کہا کہ مسنون یہہ ہی کہ دعا اور نماز مین سارا وقت گہن کا پورا ہو جاے تو اگر نماز کو خفیف پڑہے تو دعا کو طول دے اور دعا مختصر کرے تو قراءت طویل کرے
اور رکوع اور سجدہ اگر چاہے چہوٹا کرے چاہے بڑا تو شارح نے جو تطویل کہا اس سے یہہ غرض کہ اگر اوسکا دل چاہے تو طول دے اور دعا مانگنا کہڑے ہو کر اور
لوگونکی طرف منہ کرکے اچہا ہے اور کہڑے ہونے مین اگر لاٹھی یا کمان پر سہارا دیلے تو بہتر ہے اور دعا کے لئے منبر پر نہ چڑہے کذا فی النہر (وان
لم یحضر الامام للجمعة صلی الناس فرادی فی منازلهم تحرزا عن الفتنة کالخسوف للقمر) اور اگر امام جمعہ حاضر نہو یعنی جسکو اختیار جمعہ پڑہانے
کا ہی وہ موجود نہو تو لوگ تنہا اپنے گہرونمین نماز پڑہین واسطے بچنے کے جہگڑے سے یعنی بڑے مجمع مین پیش امام ہونیکا جہگڑا ہوا کرتا ہی اسلئے
گہرون پر تنہا پڑہ لینا بہتر ہی مثل چاند گہن کی نماز کی کہ اوسکو بہی تنہا گہرونپر پڑہین خواہ امام موجود ہو یا نہین کیونکہ یہہ نماز رات
کو ہوتی ہی اوسوقت جمع ہونا لوگون کا خالی حرج سے نہین ہم ظہیریہ مین یہہ ہی کہ اپنے اپنے محلہ کی مسجدون مین تنہا پڑہ لین اور اگر جمعہ
کا امام اجازت دیدے تو محلہ کا امام جماعت سے پڑہا دے کذا فی الطحطاوی (والریح الشدیدة مطلقا والظلمة القویة نهارا والضوء القوی

یا بلاء والفزع الغالب ونحو ذلک حین الایات المخوفۃ کالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائمین وعموم الامراض منہ الذی عم برفع الطاعون وقول ابن حجر بدعۃ ای حسنۃ وکل طاعون وباء ولا عکس بتمامہ فی الاشباہ اور جیسے نماز پڑہین تنہا وقت سخت آندہی کے مطلق یعنی ونکو ہو یا رات کو اور وقت سخت تاریکی کے دن کو اور سخت روشنی ہو جانیکے رات کو اور وقت خوف غالب کے دشمن وغیرہ سے اور مثل اونکی خوفناک حوادث کیوقت مثلا زلزلون اور کڑک بجلیون کیوقت اور متواتر برف اور مینہ کے برسنے کیوقت اور بیماریون کی کثرت کیوقت اور اسی مین داخل ہے دعا کرنا بعد دوگانہ نماز کے واسطے دور ہونے طاعون کے اور ابن حجر کا یہہ کہنا کہ یہہ نماز بدعت ہی اس سے مراد بدعت حسنہ ہی اور جو طاعون ہی وہ وبا ہی اور اسکا عکس نہین یعنی یہہ نہین کہ ہر وبا طاعون ہو اور اسکا پورا بیان اشباہ مین ہے ہم طاعون ایک خاص مرض وبائی کا نام ہے اسلئے وبا عام ہی اور طاعون خاص اور مینہ اور برف مین دوام کی قید اسلئے لگائی کہ انکا دوام بلا ہے نہ رحمت وفی العینی صلوٰۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبہا وصلوٰۃ الخسوف حسنۃ وکذا البقیۃ اور عینی مین ہے کہ کسوف کی نماز سنت ہی اور اسرار مین اختیار کیا ہی اوسکو واجب ہونیکو اور چاند گہن کی نماز حسن ہے یعنی اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح باقی نمازین آندھی وغیرہ کے اوقات مین حسن ہین ہم نماز کسوف کے واجب ہونیکی دلیل یہہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بصیغہ امر ارشاد فرمایا کہ جب تم کوئی چیز ان حوادث مین سے دیکھو تو نماز کیطرف التجا لیجاؤ اور فتح القدیر مین کہا کہ امر اس حدیث مین استحباب کے لئے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الفتح واختلف فی استنان صلوٰۃ الاستسقاء فلذا اخرہا واللہ تعالیٰ اعلم اور فتح القدیر مین ہی کہ اختلاف کیا گیا ہی نماز استسقا کے مسنون ہونے مین تو اسلئے مصنف نے اسکو پیچھے بیان کیا واللہ اعلم

باب الاستسقاء

یہہ باب ہی طلب باران کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی نماز کسوف سے یہہ ہی کہ دونو مین اجتماع لوگونکا ہوتا ہے پہر استسقا کے معنی لغت مین دوسرے سے پانی دینیکی درخواست ہی اور شریعت مین خشک سالی کیوقت خدا تعالیٰ سے مینہ کے طلب کرنے کو کہتے ہین ایک خاص صورت پر اور وہ ایسی مقام مین شروع ہی جہان جھیلین اور نہرین کھیتون کے سینچنے اور چوپایون کے پانی پلانے کو نہون یا ہون مگر کافی نہون اور اگر کافی ہون تو دعا کے لئے باہر نجائین کذا فی الطحطاوی ھو دعاء واستغفار لانہ السبب لارسال الامطار استسقا دعا ہی اور مغفرت چاہنی گناہون سے اسلئے کہ درخواست مغفرت سبب ہی مینہ کے برسنے کا ہم یعنی امام کھڑا ہو کر قبلہ رخ ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگے اور آدمی قبلہ کو منہ کر کے بیٹھے ہوئے آمین کہتے جائین اور وہ ان الفاظ سے دعا کرے (اللہم اسقنا غیثا مغیثا ہنیئا مریئا مریعا غدقا عاجلا غیر رائث مجللا سحا طبقا دائما) اور جو الفاظ انکی مانند ہون اور دعا آہستہ بھی کرے اور پکار کر بھی اور استغفار سبب ہی مینہ برسنے کا یعنی قران مجید مین ارشاد فرمایا (فاستغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا) یعنی مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ ہی بہت بخشنے والا بہیجیگا تم پر مینہ کثرت سے برسنے والا تو اس آیت مین استغفار کو سبب مینہ برسانیکا فرمایا کذا فی الطحطاوی بلا جماعۃ مسنونۃ بل ہی جائزۃ وبلا خطبۃ وقالا تفعل کالعید وہل یکبر للزوائد خلاف طلب کرنا مینہ کا دعا ہی بدون جماعت مسنون کے بلکہ جماعت جائز ہی نہ مکروہ اور بدون خطبہ کے امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا کہ دعا کیجائے مثل عید کی یعنی امام دوگانہ نماز جہر سے بدون اذان اور تکبیر کے پڑہا دے پہر زمین پر کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دیکر خطبہ پڑھے اور اکثر خطبہ استغفار ہو اور کیا تکبیر زائد اس دوگانہ مین کہے اسمین خلاف ہی یعنی امام محمد سے مروی ہی کہ زائد تکبیرین بھی کہے اور مشہور روایت صاحبین سے یہہ ہی کہ تکبیرین نہ کہے کذا فی الشامی وبلا قلب رداء خلافا لمحمد اور دعا ہی بدون چادر بدلنے کے بخلاف امام محمد کے ہم یعنی امام اعظم کے نزدیک اور دعاؤن کیطرح اس دعا مین بھی چادر نہ بدلے اور امام محمد کے نزدیک چادر بدلے یعنی تھوڑا سا خطبہ پڑہکر چادر پلٹ لے اسطرح کہ داہنی طرف بائین آ جائے اور نیچے کا رخ اوپر ہو جائے اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ایسا ہی کیا تہا شامی نے کہا کہ فتوی امام محمد کے قول پر ہو اور جائز ہی امام کو یہ مقتدی ... الکافر قد یستجاب استدراجا واما قوله تعالی وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ففی الاخرة شرح مجمع ...

ہونے کا فر ذمی کے اگرچہ قول راجح یہہ ہو کہ دعا کافر کی کبہی قبول ہوتی ہو خلاف عادت اور یہہ جو ارشاد خداوندی ہی کہ نہین ہی دعا کافرون کی مگر بہکنا تو یہہ آخرت مین ہی کذا فی شرح مجمع ہم اس امر مین اختلاف ہی کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی یا نہین تو بعض نے کہا کہ مقبول نہین ہوتی آیت مذکورہ صدر کی دلیل سے اور نیز اسوجہ سے کہ کافر دعا خداتعالی سے نہین مانگتا کیونکہ وہ اللہ تعالے کو پہچانتا ہی نہین اور بعض فقہا نے کہا کہ دعا مقبول ہوتی ہی چنانچہ شیطان نے مہلت مانگی اور اوسکی دعا مقبول ہوئی حالانکہ سب مین بڑا کافر وہ ہے اور صدر شہید نے کہا کہ فتوی اسی پر ہو کہ دعا کافر کی مقبول ہوتی ہی خصوص جبکہ مظلوم ہو چنانچہ حدیث مین ہی کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے اگرچہ کافر ہو اور آیت کا جواب شارح نے دیا کہ وہ آخرت کی دعا ہی اسلئے کہ اس سے پہلے دوزخ والون کا ذکر ہی کہ جب وے کہین گے کہ اللہ تعالی سے دعا مانگو کہ ہم پر ایکدن عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہین گے کہ تمہارے پاس کیا پیغمبر بینات نہ لائے تہے وہ کہین گے کیون نہین فرشتے کہین گے کہ تو تم دعا مانگو اور نہین ہے کافرونکی دعا مگر بہکنا کذا فی الطحطاوی وان صلوا فرادی جاز فہی مشروعة للمنفرد وقول التحفة وغیرہا ظاہر الروایة لا صلوٰة ای بجماعة اور اگر سب لوگ تنہا نماز پڑہین تو درست ہی کیونکہ نماز تنہا کے لئے مشروع ہی اور تحفہ وغیرہ کا یہہ کہنا کہ ظاہر روایت یہہ ہی کہ استسقا مین نماز نہین اسکے یہہ معنی کہ جماعت کے ساتہہ نماز نہین ویخرجون ثلثة ایام لانہ لم ینقل اکثر منہا متتابعات ویستحب للامام ان یامرہم بصیام ثلثة ایام قبل الخروج وبالتوبة ثم یخرج بہم فی الرابع مشاة فی ثیاب خسیلة او مرقعة متذللین متواضعین خاشعین ناکسین رؤسہم اور جنگل کو جائین دعا کے لئے تین روز برابر اسلئے کہ زیادہ تین روز سے مینہ کی دعا کے لئے باہر جانا منقول نہین ہوا اور مستحب ہی امام کو کہ باہر نکلنے سے پیشتر لوگونکو تین دن روزہ رکہنے کا اور گناہون سے خالص توبہ کرنیکا حکم کرے پہر چوتہے روز اونکے ساتہہ نکلے اسطرح کہ سب پیادہ پا دہوتے ہوئے کپڑے پہنے یعنی پرانے یا پیوند لگے ذلیلونکی صورت بنائے فروتنی اور عاجزی کرتے ہوئے گردن جہکائے ہوئے ہم جنگل مین جانے کا حکم ان لوگونکو ہی جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے باشندے نہون کہ اونکے لئے حکم وہانکی افضل مساجد مین جانیکا ہی اور توبہ خالص سے یہہ غرض کہ حقوق حقدارونکے بہی ادا کردین کہ توبہ میں یہہ شرط لگی ہوئی ہی کہ کسی حق ذمہ پر نرہے کذا فی الطحطاوی ویقدمون الصدقة فی کل یوم قبل خروجہم ویجددون التوبة ویستغفرون للمسلمین ویستسقون بالضعفة والشیوخ والعجائز والصبیان ویبعدون الاطفال عن امہاتہم اور ہر روز اپنے نکلنے سے پیشتر صدقہ دیوین اور از سر نو توبہ کرین اور مسلمانون کے لئے دعا مغفرت کرین اور ضعیفون اور بوڑہون اور بڑہیون اور لڑکون کے وسیلہ سے مینہ کی دعا کرین اور بچون کو انکی ماؤن سے علحدہ کرین ہم ان لوگونکے ذریعہ کرنیکے یہہ معنی کہ اونکو آگے کردین تاکہ وہ دعا مانگین اور جوان آمین کہین کہ اونکی دعا جلد مقبول ہوتی ہی چنانچہ بخاری کی حدیث مین ہی کہ تمکو رزق اور فتح جو ملتی ہی تو تمہارے ضعیفونکی بدولت ہی ملتی ہی اور بچون کو مان سے جدا رکہنے مین یہہ حکمت ہی کہ رونا اور فریاد زیادہ ہو تاکہ لوگونکو رقت ہو اور اوسکے سبب سے دریائے رحمت الہی کو جوش مین آوے کذا فی الشامی والطحطاوی ویستحب اخراج الدواب اور مستحب ہی باہر نکالنا جانورونکا اسلئے کہ مینہ انکے سبب سے عنایت ہوتا ہی چنانچہ احمد نے روایت کیا ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگون کے ساتہہ مینہ کی دعا کو نکلے ایک چیونٹی اپنی ٹانگین آسمان کیطرف اٹہائے ہوئے آپ نے فرمایا کہ لوٹ چلو کہ تمہاری دعا اس چیونٹی کی جہت سے مقبول ہوئی کذا فی الطحطاوی والاولی الخروج بالامام معہم وان خرجوا باذنہ او بغیر اذنہ جاز اور بہتر ہی نکلنا امام کا لوگون کے ساتہہ اور اگر بغیر امام یا بدون اوسکی اجازت کے نکلے تب بہی درست ہی ویجتمعون فی المسجد بمکة وبیت المقدس لشرف المکان ...

مسجد الحرام مین که معظمه مین اور بیت المقدس مین اور ان نے مدینه منوره کو ذکر نکیا که وہان کے لوگ مسجد شریف مین جمع ہون شاید اس
مسجد کے تنگ ہونے کی جہت سی ذکر نکیا ہوگا۔ ھ شامی نے کہا که یہه وجهه کافی نہین اسلئی که باشندی مدینه منوره کے ایام حج کے قافلون
سے زیاده نہین که اونکی گنجائش تو ہو جاوی اور باشندونکی نہو اسلئی ضرور ہی که دعاء باران مسجد مبارک مین سرور کائنات صلی الله
علیه وسلم کے سامنی کیجاوی جیسا که ہر حادثه کے لئی دعا آپکے مشاہده مین کیجاتی ہی اور چوپایون کو ان مساجد کے دروازونپر کہڑا کیا
جاوی وان دام المطر حتی اضر فلا باس بالدعاء بحبسه وصرفه حیث ینفع اور اگر مینه کی جہڑی لگے یہانتک که نقصان کری تو نقصان
نہین دعا کرنیکا اوسکی بند ہونے اور ایسی جگہه مصروف ہونے کیواسطی جہان مفید ہو ھ یعنی یون دعا کری که الہی اب جہان مینه کا
برسنا مفید ہو وہان برسا اور یہان سی اوسکو ہٹالے وان سقوا قبل خروجهم ندب ان یخرجوا شکرا لله تعالی اور اگر باہر جانے
سے پیشتر لوگونکو مینه عنایت ہو تو مستحب ہی که الله تعالی کے شکریه کے لئی باہر نکلین یعنی جب قبل سوال کے مطلب پورا ہوگیا تو اب
اس انعام کا شکر یہه ہی که باہر نکلکر دعا کرین تاکه مینه خاطر خواه برسے کذا فی الشامی ملتقطا ✽

باب صلوة الخوف

یہه باب ہی نماز خوف کے بیانمین ھ اسکی مناسبت نماز استسقاسی
یہه ہی که دونو خوف کے وقت ہوتے ہین من اضافة الشئ لشرطه اضافت صلوة کی خوف کیطرف چیز کی اضافت ہی شرط کیطرف
یعنی خوف شرط ہی اس نماز کی ھ بعضون نے خوف کو سبب قرار دیا ہی اور کہا ہی که اضافت مسبب کی ہی طرف سبب کے شامی نے کہا
که بظاہر خوف نماز کا سبب ہے اور دشمن کا موجود ہونا شرط ہی تو اگر خوف سی مراد دشمن کا ہونا ہو تو یہه اضافت شرط کیطرف ہو اور
اگر خوف کے حقیقی معنی مراد ہون تو اضافت سبب کیطرف ہو هی جائزة بعده علیه السلام عندهما ای عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما
الله تعالی خلافا للثانی بشرط حضور عدو یقینا فلو صلوا علی ظنه فبان خلافه اعادوا او سبع او حیة عظیمة ونحوهما او کان خوف
الوقت کما فی مجمع الانهر ولم اره لغیره فلیحفظ قلت ثم رایت فی شرح البخاری للعینی انه لیس بشرط الا عند البعض عند
التحام الحرب نماز خوف کی جائز ہی بعد آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے طرفین کے نزدیک یعنی امام اعظم اور محمد کے بخلاف امام
ابو یوسف کے که انکی نزدیک جائز نہین اسوجه سی که آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے پیچھے پڑہنے کے ثواب حاصل کرنیکو یہه نماز مشروع
ہوئی تھی بعد آپکے یہه بات جاتی رہی تو اب اوسکا ادا کرنا جائز نہوگا اور طرفین فرماتے ہین که صحابهؓ نے آپکے بعد اس نماز کو پڑہا ہی
اسلئی جائز ہے بشرط موجود ہونے دشمن کے یقینا یا موجود ہونے درنده یا اژدہا اور اوسکی مثل اور چیزون کے مثلا آتش زدگی وغیره
کے شارح نے کہا که یقینا کی قید ہمنی اسلئی لگائی که اگر لوگ دشمن کا موجود ہونا خیال کرکے پڑہین گے پہر اوسکی خلاف ظاہر ہوگا یعنی
دشمن موجود نه نکلیگا تو نماز از سر نو پڑہین اور درست ہی یہه نماز جبکه وقت جانیکو ہو چنانچه مجمع الانہر مین ہی اور یہه قید مین نے
اور ونکے کلام مین نہین دیکھی تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیئے پہر مین نے عینی کی شرح بخاری مین دیکھا که وقت کا نکلنے کے قریب
ہونا اس نماز کی شرط نہین مگر بعض کے نزدیک جبکه لڑائی اور قتال ہو رہا ہو ھ شارح نے عینی کا قول نقل کرکے بیان کر دیا که
مجمع الانہر کی روایت پر عمل نکرنا چاہیئے اسلئے که وه بعض کا قول ہی کذا فی الشامی فیجعل الامام طائفة بازاء العدو ویصلی بالاخری
ویصلی بالاخری رکعة فی الثنائی ومنه الجمعة والعید ورکعتین فی غیره لزوما وذهبت الیه وجاءت الاخری فصلی بهم ما بقی وسلم
وحده وذهبت الیه ندبا وجاءت الطائفة الاولی واتموا صلوتهم بلا قراءة لانهم لاحقون وسلموا ثم جاءت الطائفة الاخری
واتموا صلوتهم بقراءة لانهم مسبوقون تو کری امام ایک ٹولی مثلا آدمی دشمن کے مقابل اوسکی ڈٹانیکے لئی اور نماز پڑہا دیوے دوسری
ٹولی کو مثلاً ب کو ایک رکعت دو رکعت والی نماز دین اور اسیمین داخل ہی جمعه اور عید اور دو رکعتین پڑہا دی غیر ثنائی مین بطور وجوب

سکے یعنی اگر ایک پڑہا دیگا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور چلی جاے یہہ قب ٹولی دشمن کے سامنے یعنی بعد دوسرے سجدہ کے ایک رکعت پڑہنے کی صورتمین اور بعد التحیات کے دو رکعتون کے پڑہنے مین اور آوے آ ٹولی پس اونکو امام پڑہا دے باقی نماز یعنی جتنی نماز اوسکو باقی ہے وہ اس ٹولی کے ساتھ پڑہکر امام اکیلا سلام پہیر دے بعد قعدہ اخیر کے پہر یہہ آ ٹولی دشمن کے سامنے جاے براہ استحباب یعنی اگر یہانمین اوراسی جگہہ بقیہ نماز تمام کرلین تو درست ہے اور آوے قب ٹولی اور اپنی نماز پوری کرین بدون قرارت کے اسلئے کہ وہ لاحق ہین اور لاحق کا حکم مقتدی کاسا ہے اور سلام پہیرین پہر وہ آ ٹولی آوے اور اپنی بقیہ نماز تمام کرین قرارت کے ساتھ اسلئے کہ وہ مسبوق ہین اور مسبوق اور منفرد کا ایک حال ہے م صلوۃ خوف کی کیفیت مین علما کا اختلاف ہے اور مستصفی مین ہے کہ جائز ہر کیفیت سے ہے مگر اختلاف اسمین ہے کہ بہتر کونسی ہے اور قران مجید مین جو کیفیت مذکور ہے اس سے زیادہ تر قریب یہہ صورت ہے جو ماتن نے مذکور کی اور دو رکعتونکی نماز مین سفر کی نماز بھی داخل ہے اور عید کی قید سے شارح نے آگاہ کیا کہ صلوۃ خوف صرف فرضون مین منحصر نہین واجب مین بھی ہوتی ہے کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ اگر دشمن بالفرض قبلہ کیطرف ہو تب بھی اس نماز مین کچہہ فرق نہوگا اسیطرح دشمن کے مقابل کی ٹولی اگر قبلہ کیطرف پشت کئے ہو تو کچہہ حرج نہوگا اور دشمن کے مقابل جانا پیادہ معتبر ہے اگر سوار ہو کر جاینگے تو نماز باطل ہو جائیگی وهذا ان تنازعوا فی الصلوة خلف واحد والا فالافضل ان يصلى بكل طائفة امام اور یہہ نماز اس کیفیت پر اسصورتمین ہے کہ مقتدی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑہنے مین جھگڑا کرین ورنہ افضل یہہ ہے کہ ہر ٹولی علٰحدہ امام کے پیچھے نماز پڑہے م یعنی ایک ٹولی دشمن کے مقابل رہے اور ایک امام کے ساتھ نماز پڑہے جب امام فارغ ہولے تو یہہ ٹولی دشمن کے سامنے چلی جاے اور دوسری ٹولی کے لئے امام کسیکو اجازت نماز پڑہانے کی دے پہر وہ انکو پڑہا دے اور اگر وقت اتنا نہو تو وہی صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الشامی وان اشتد خوفهم وعجزوا عن النزول صلوا ركبانا فرادى الا اذا كان رديفا للامام فيصح الاقتداء بالايماء الى جهة قدرتهم للضرورة اور اگر زیادہ ہو خوف لوگونکو اور عاجز ہون اترنے سے تو نماز پڑہین حالت سواری مین تنہا رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرکے جس طرفکو ان سے ہو سکے بسبب ضرورت کے شارح نے کہا مگر وہ شخص کہ امام کے پیچھے سوار ہو ایک سواری پر تو اوسکا اقتدا امام کے پیچھے صحیح ہوگا بسبب اتحاد مکان کے وفسدت بمشى بغير اصطفاف وسبق حدث وركوب مطلقا وقتال كثير لا بقليل كرمية سهم اور یہہ نماز فاسد ہو جائیگی پیادہ چلنے سے جو دشمن کے سامنے صف باندہنے کے لئے نہو اور نہ بیوضو ہو جانیکے سبب سے ہو اور فاسد ہوگی سوار ہونے سے مطلق یعنی خواہ صف باندہنے کے لئے ہو یا دوسرے مطلب کے لئے اور فاسد ہوگی بہت کشت وخون کرنیسے تہوڑا لڑنے سے مثلا ایک تیر چلانے سے فاسد نہوگی کیونکہ عمل قلیل ہے اور گہوڑے پر چڑہنا اور بہت لڑنا عمل کثیر ہین ان سے فاسد ہو جائیگی م طحطاوی نے کہا کہ تیر چلانے کا عمل قلیل ہونا مسلم نہین کیونکہ جو کوئی اوسکو دیکھیگا یہی جانیگا کہ نماز نہین پڑہتا والسابح فی البحر ان امكنه ان يرسل اعضاءه ساعة صلى بايماء والا لا تصح كصلوة الماشى والسايف وهو يضرب بالسيف اور تیرنے والا دریا مین اگر اوسکو ممکن ہو کہ اپنے اعضا ڈہیلے کر دے ساعت بہر تو نماز پڑہے اشارہ سے ورنہ نماز صحیح نہوگی جیسے نماز پیادہ چلنے والیکی اور تلوار والیکی جبکہ تلوار سے مارتا ہو کہ انکی نماز بھی صحیح نہین

فروع مسائل ملحقہ شارح کی الراكب ان كان مطلوبا تصح صلوته وان كان طالبا لا لعدم خوفه سوار اگر مطلوب ہو یعنی اوسکے پیچھے کوئی پکڑنے کو آتا ہو تو اوسکی نماز درست ہے سواری پر اور اگر طالب ہو یعنی دوسرے کو پکڑنے جاتا ہو تو سواری پر اوسکی نماز درست نہین اسلئے کہ اوسکو کچہہ خوف نہین شرعوا ثم ذهب العدو لم يجز تحولهم لعكسه جاز لوگون نے نماز خوف شروع کی پہر دشمن چلاگیا تو انکا اپنی جگہہ سے ٹلنا درست نہین یعنی ہر ٹولی جہان کی تہان نماز پڑہے کذا فی الشامی اور اسکا عکس ہو تو درست ہے یعنی شروع کیوقت خوف نتہا پہر ہوگیا تو اسصورتمین اگر کچہہ لوگ دشمن کے مقابل پہلے جاینگے تو یہہ جانا نماز کا مخل نہوگا بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی لا تشرع صلوة الخوف للعاصى فى سفره كما فى الظهيرية وعليه فلا تصح من البغاة م مشروع نہین نماز خوف اوس

شخص کے لئی جو اپنی سفر کی جہت سی گنہگار ہو چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور اس بنا پر نماز خوف باغی کو بھی درست نہوگی ہم یعنی جس شخص کا قصد سفر معصیت ہو جیسی رہزنی اور بغاوت کے لئی سفر کرنا تو اوسکی صلوۃ خوف جائز نہین کذا فی الشامی ﴿ انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلاہا فی اربع ذات الرقاع وبطن نخل وعسفان وذی قرد ﴾ ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چار مقام پر پڑہی اول غزوہ ذات الرقاع مین دوم بطن نخل مین سوم غزوہ عسفان مین چہارم غزوہ ذی قرد مین ہم ذات الرقاع کے معنی پیوند ون والا اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اسلئی ہوا کہ حضرت ابو موسی اشعری سی بخاری مین روایت ہی کہ اس غزوہ مین ہمارے پانو زخمی ہوگئی تھی اور ناخن گر گئی تھی تو ہم پانو پر چیتھڑے لپیٹتے تھی اس سبب سی اسکو ذات الرقاع کہا یہہ غزوہ تیسری سال ہجری مین غزوہ خندق سی پہلے ہوا تہا اور بطن نخل ایک جگہہ کا نام ہی اور عسفان بروزن عثمان مکہ سی دو منزل ایک مقام ہے اور ذو قرد بفتح قاف ورا مہملہ و دال مہملہ ایک مقام ہی مدینہ کے قریب اس غزوہ کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہین یہہ غزوہ ۶ سنہ ہجری مین ہوا طحطاوی نے کہا کہ امداد الفتاح مین حاوی سی منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف چوبیس مرتبہ پڑہی اور شارح چار مقام لکھتا ہی تو یا یہہ مراد ہی کہ چار بار غزوون مین اتفاق ہوا اور بیس بار دوسرے مقامون مین یا یہہ کہ ان مقامون مین چوبیس نمازین خوف کی پڑہین واللہ اعلم ❁

باب صلوة الجنازة

یہہ باب ہی جنازہ کی نماز اور اوسکی لواحق کے ذکر مین ہم مناسبت اسکی ماقبل سے یہہ ہی کہ خوف و قتال کبھی نوبت موت کی پونہچاتے ہین اور اسکو پیچھے اسلئی بیان کیا کہ یہہ نماز ہر صورت سی نماز نہین کیونکہ بلا رکوع اور سجدہ اور اذان و تکبیر کے ہوتی ہی دوسری وجہ کہ یہہ نماز آدمی کے آخر حال سی متعلق ہی کذا فی الطحطاوی ﴿ من اضافۃ الشیء الی سببہ ﴾ نماز کی اضافت جنازہ کیطرف چیز کی اضافت ہی اپنی سبب کیطرف یعنی میت سبب ہی اس نماز کا ﴿ وہی بالفتح المیت وبالکسر السریر وقیل لغتان ﴾ اور جنازہ بفتح جیم مردہ کو کہتے ہین اور بکسر جیم چارپائی یا تابوت ہی جسپر مردہ ہوتا ہی اور جسکو نعش کہتی ہین اور ایک قول یہہ ہی کہ بفتح اور کسر دونو مردہ کو کہتے ہین کذا فی الشامی ﴿ والموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضد الحیوۃ وقیل عدمیۃ ﴾ اور موت ایک کیفیت وجودی ہی پیدا ہوئی ہی زندگی کے مقابل اور ایک قول یہہ ہی کہ کیفیت عدمی ہی ہم موت مین اختلاف ہی کہ وجودی چیز ہے یا عدمی جو وجودی کہتی ہین اونکی دلیل یہہ ارشاد خداوندی ہی ﴿ خلق الموت والحیوۃ ﴾ یعنی پیدا کیا اللہ تعالی نے موت اور حیات کو تو چونکہ پیدا کرنا ایک چیز کا موجود کرنا ہی اس سی معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے اور اوسمین اور حیات مین مقابلہ ضدین کا ہی کہ دونو جمع نہین ہو سکتین اور جو لوگ عدمی کہتے ہین اونکی دلیل یہہ ہی کہ زندہ چیز سی مراد حیات کو نیست کرنیکا نام موت ہی تو عدمی ہوئی اور انمین مقابلہ عدم اور ملکہ کا ہی اور اکثر محققین نے دوسری قول کو یعنی عدمی ہونے کو اختیار کیا ہی اور آیت کے معنی یہہ کہی ہین کہ مقدر کیا موت اور حیات کو کذا فی الشامی ﴿ یوجہ المحتضر وعلامتہ استرخاء قدمیہ واعوجاج منخرہ وانخساف صدغیہ القبلۃ علی یمینہ ہو السنۃ ﴾ پہیرا جاوی وہ شخص جو مرنیکو ہو قبلہ کیطرف دہنی کروٹ پر اور یہہ پہیرنا سنت ہی شارح نے کہا کہ علامت موت کے قریب ہونیکی یہہ ہی کہ پانو اوسکی ڈہیلے ہو جائین اور ناک کا بانسا ٹیڑہا ہو اور کن پٹیان اندر کو دھنس جائین ہم طحطاوی نے کہا کہ محتضر بصیغہ اسم مفعول ہی یعنی جسپر موت حاضر ہوئی یا فرشتے موت کے آموجود ہوئے

﴿ وجاز الاستلقاء علی ظہرہ وقدماہ الیہا وہو المعتاد فی زماننا ولکن یرفع راسہ قلیلا لیتوجہ للقبلۃ وقیل یوضع کما تیسر علی الاصح صححہ فی المبتغی وان شق علیہ ترک علی حالہ والمرجوم لا یوجہ معراج ﴾ اور جائز ہی چت لٹانا پشت پر اوسطور تین کہ دونو پانو اوسکے قبلہ کیجانب ہون اور یہی صورت رائج ہی ہمارے زمانہ مین لیکن اوسکا سر تہوڑا سا اوبہار دیا جاوے تاکہ جانب قبلہ اوسکا منہ ہو جاوے آسمان کیطرف نرہی اور ایک قول یہہ ہی کہ منہ قبلہ کیطرف کر دیا جائی جسطرح بن سکی صحیح تر قول کے بموجب یعنی داہنی کروٹ پر ہو یا بائین پر یا چت لٹانے سی او جسطرح منہ قبلہ کیطرف کر دینا چاہئی تصحیح کی ہی اس قول کی مبتغی مین اور اگر قبلہ رخ کرنے مین اوسکو تکلیف ہو تو اپنی حال پر چھوڑ

باب صلوة الجنازة

دیا جائے اور جو شخص زنا کے سبب سے سنگسار ہوا وسکا منہ قبلہ کیطرف نکیا جاے اوسکی زجر کے باعث سے کذا فی الطحطاوی ویلقن ندبًا و
قیل وجوبًا بذکر الشہادتین لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ عندہ قبل الغرغرۃ اور کیا جاے بطور استحباب اور ایک قول مین بطور
وجوب ذکر شہادتین کا اوسکے پاس غرغرہ سے پیشتر اسلئے کہ اول شہادت بدون دوسری کے مقبول نہین ہم تلقین کے معنی نہایت کی ہین
اور یہان یہہ مراد ہے کہ مرنیوالیکے پاس اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ ایسی طرح پڑھا جاے کہ وہ بھی آواز سنکر انہین
کلمات طیبات سے رطب اللسان ہو یا اوسکو یون کہا جاے کہ ان کلمات کو وہ بیان کریا اور کسیطرح یاد دلایا جاے اور یہہ یاد دہانی اوسوقت
تک ہے کہ جان حلق مین نہ آئی ہو ورنہ اوسوقت شہادتین کو نہ بول سکیگا شامی نے نہر الفائق سے نقل کیا کہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے اور جس
کسی نے واجب کہا ہے وہ مجازًا کہدیا ہے اور بعض فقہانے لکہا ہے کہ صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کافی ہے اسلئے کہ حدیث شریف مین ہے کہ جسکا آخر
کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت مین داخل ہوگا اسلئے شارح نے کہا محمد رسول اللہ کی تلقین بھی چاہیئے کہ صرف توحید کا اقرار بدون اقرار
رسالت کے مقبول نہین طحطاوی نے کہا کہ یہہ تعلیل کافر کے حق مین ہے مسلمان کے لئے اقرار توحید کافی ہے واختلف فی قبول توبۃ الیأس
والمختار قبول توبتہ لا ایمانہ والفرق فی البزازیۃ وغیرہا اور جان کندنی کیوقت کی توبہ مقبول ہونےمین اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ اوسکی توبہ
قبول ہوتی ہے اور ایمان قبول نہین ہوتا اور فرق بزازیہ وغیرہا مین مرقوم ہے ہم جان کندنی کیحالت مین ایمان تو بالاتفاق مقبول نہین چنانچہ
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا) اور توبہ کے قبول اور عدم قبول مین اختلاف ہے مختار یہی ہے کہ توبہ مقبول
ہوتی ہے اسلئے کہ قران مجید مین ارشاد ہے (هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ) اس آیت مین قبول توبہ کو مطلق فرمایا اور ابو داؤد کی حدیث مین
بھی مطلق مذکور ہے چنانچہ فرمایا کہ اللہ تعالی بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک کہ جان اوسکی حلق مین غرغر نہوے کذا فی الشامی مختصرًا ویلقن
غیر امر بہما لئلا یضجر واذا قالہا مرۃ کفاہ ولا یکرر علیہ ما لم یتکلم لیکون آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا جاے بدون حکم کرنے کے
اوسکو شہادتین کا تاکہ دق ہوکر انکار نکر دے یعنی تلقین مین اوسکو امر نکرین کہ یون کہہ تاکہ وہ انکار نکر بیٹھے اور جب وہ ایکمرتبہ کہہ چکے تو
کافی ہے اور دوبارہ تلقین نہ کیا جاے جبتک کہ اور کلام نہ بولے تاکہ آخر کلام اوسکا لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی اگر دوسرا کلام بعد کلمہ کے کرے تو پھر
تلقین چاہیئے تاکہ آخر کلام کلمہ ہو نہ دوسری بات ویندب قراءۃ یٰسٓ والرعد اور مستحب ہے مرنیوالیکے پاس سورہ یٰس اور رعد کا پڑہنا ہم
یعنی اسلئے کہ یٰس کے پڑہنے کا حکم حدیث مین آیا ہے اور سورہ رعد اسوجہ سے کہ حضرت جابر نے فرمایا کہ اس سے جان کا نکلنا آسان ہوتا ہے کذا
فی الشامی ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ اور تلقین نکیا جاے بعد دفن کرنیکے اور اگر کوئی تلقین کرے تو منع نکیا جاے ہم چونکہ حدیث
مین آیا ہے کہ لقنوا موتاکم یعنے تلقین کرواپنے مردونکو تو بعض محققین نے اس حدیث مین موت حقیقی مراد لیکر تلقین بعد موت کے جائز رکہی ہے
اور بعض نے بمقتضای ظاہر آیت (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ) یعنی تو نہین سنا تا مردونکو تلقین کو ناجائز کہا فتح القدیر مین بعد کلام طویل کے کہا کہ
تلقین بعد دفن سے کچھہ ضرر نہین بلکہ اوس سے فائدہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے چنانچہ آثار مین وارد ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر روایت یہہ
ہے کہ تلقین نکیا جاے وفی الجوہرۃ انہ مشروع عند اہل السنۃ اور جوہرہ مین ہے کہ تلقین مشروع ہے اہل سنت کے نزدیک کیونکہ اللہ تعالی مردہ
کو قبر مین زندہ کرتا ہے چنانچہ احادیث مین وارد ہے کذا فی الطحطاوی ویکفی قولہ یا فلان یا ابن فلان اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ ربا
وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا قیل یا رسول اللہ فان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحواء اور کافی ہے کہنا تلقین کرنیوالیکا اسطرح کہ اے
فلان اے فلان کے بیٹے یاد کر اوسکو جسپر تو تہا یعنی اللہ تعالی پر اور اوسکے رسولون پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے سوال کرین تو یون
کہنا کہ مین راضی ہوا اس سے کہ اللہ میرا رب اور اسلام میرا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم اگر مردہ کا نام معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ منسوب کیا جاوے آدم اور حوا علیہما السلام کیطرف یعنی مرد ہو تو یون کہنا چاہیئے اے آدم

بیٹے اور عورت ہو تو یون کہو اے حوا کی بیٹی ومن لا یسئل ینبغی ان لا یلقن والاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسئلون ولا اطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین وقیل ہم خدم اہل الجنۃ اور جو شخص کہ قبر مین سوال نکیا جاے مناسب ہے کہ اوسکو تلقین بھی کیجاے اور صحیح یہہ ہے کہ انبیا علیہم السلام سے سوال نہین ہوتا اور نہ مومنون کے بچون سے اور توقف فرمایا ہے امام اعظم نے مشرکین کے بچون کے بابمین کہ ان سے سوال ہوتا ہے یا نہین اور وہ دوزخ مین رہین گے یا جنت مین اور کہتے ہین کہ وہ جنت والون کے خادم ہونگے اور جن لوگون سے سوال نہوگا وہ یہہ ہین انبیا اور شہید اور غازی اور صدیق اور بچے اور جو شخص روز جمعہ یا اوسکی شب مین مرے اور جو شخص ہر شب سورہ ملک پڑھے اور اطفال مشرکین مین اخبار کے تعارض کے باعث قول اصح یہی ہے کہ انکا معاملہ اللہ تعالی کی مشیت پر سپرد کرنا چاہیئے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے جو کچھہ اطفال مشرکین عمل کرتے کذا فی الشامی ویکرہ تمنی الموت وتمامہ فی النہر وسیجیٔ فی الحظر اور مکروہ ہے تمنا کرنی موت کی یعنے صدمات وغیرہ سے تنگ ہوکر یہہ تمنا کرے کہ مین مرجاؤن اور اسکا پورا بیان نہر الفائق مین ہے اور کتاب الحظر والاباحۃ مین آگے آویگا ہم نہر الفائق مین کہا ہے کہ اگر بمجبوری موت مانگے تو یون دعا کرے الہی مجکو زندہ رکہہ جبتک کہ زندگی میرے حق مین بہتر ہوا اور مجکو موت دے جسوقت کہ موت میرے حق مین بہتر ہو کذا فی الطحطاوی لفظ فی الحظر اکثر نسخون مین نہین وما ظہر منہ من کلمات کفریۃ یغتفر فی حقہ ویعامل معاملۃ موتی المسلمین حملا علی انہ فی حال زوال العقل ولذا اختار بعضہم زوال عقلہ قبل موتہ ذکرہ الکمال اور جو الفاظ کفر کے میت سے جان کنی مین سرزد ہون ادنکو لئے اوسکے حق مین مغفرت مانگنی چاہیے اور اوسکے ساتہہ مسلمانون کے مردون کا سا معاملہ کرنا چاہیئے یعنی اُسوقت کے کفریہ الفاظ کہنی سے اوسکو کافر نہ کہا جائیگا اس خیال سے کہ وہ اپنی عقل کے زائل ہونیکی حالت مین ہے اور اسی جہت سے بعض فقہا نے اختیار کیا ہے میت کی عقل کا جاتا رہنا اوسکی موت سے پیشتر ذکر کیا ہے اوسکو کمال الدین محقق نے ہم یعنی اس جہت سے عقل کا زائل ہونا پسند کیا ہے کہ ایسا نہو کہ مرنیکے درد سے یا شیطان کے دہوکے سے کلمات کفر قصداً بکنے لگے اور خاتمہ کفر پر ہو تو اگر اسوقت مین عقل نہونیکا حکم کیا جائیگا تو ان کلمات سے کافر نہوگا کذا فی الشامی فاذا مات تشد لحیاہ وتغمض عیناہ تحسینا لہ ویقول مغمضہ بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اللہم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج الیہ ثم تمد اعضاءہ ویوضع علی بطنہ سیف او حدید لئلا ینتفخ ویحضر عندہ الطیب ویخرج من عندہ الحائض والنفساء والجنب پس جب وہ شخص مرجاوے تو اوسکی جبڑے باندہ دیے جائین اور اوسکی آنکھین بند کیجائین اوسکو اچھا معلوم ہونے کو یعنی اگر منہہ اور آنکھین کہلی رہین گی تو صورت خوفناک معلوم ہوگی اور کہے آنکھونکا بند کرنیوالا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ الہی تو اس مردہ پر اُسکا معاملہ تجہیز وتکفین وغیرہ کا آسان کر اور سہل کر اوسپر وہ حال جو اوسکو آگے کو درپیش ہو یعنی سوال قبر اور احوال قیامت اوسپر سہل کر اور اوسکو مشرف کر اپنے دیدار سے اور جس چیز کیطرف وہ نکلا ہے اوسکو بہتر کر بنسبت اوسکی جس سے وہ نکلا ہے یعنی آخرت کو اوسکی حق مین دنیا سے بہتر کر پہر اوسکی اعضا پھیلا دیے جائین اور اوسکی پیٹ پر تلوار یا لوہا رکہدیا جاوے تاکہ پیٹ نہ پہولے شامی نے کہا کہ لوہا یا آئینہ بالخاصیت پیٹ کو پہولنے نہین دیتا اور اگر لوہا یا آئینہ نملے تو بہاری چیز رکہدی جاوے اور اوسکی پاس خوشبو حاضر کیجاوے اور اوسکی پاس سے حیض ونفاس والی عورتین اور ناپاک آدمی چلی جائین ویعلم بہ جیرانہ واقاربہ ویسرع فی جہازہ اور اطلاع کیجاوے اوسکی مرنیکی اسکو ہمسایون اور رشتہ دارون کو اور جلدی کیجاوے اوسکی سامان کفن ودفن مین کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ مسلمان کے مردہ کو اوسکی گہر والون مین روکنا نچاہیئے کذا فی الشامی ولا یقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی الغسل کما فی القہستانی معزیا للنتف اور پڑہا جاوے میت کے پاس قرآن یہانتک کہ اُٹہایا جاوے نہلانے کو جیسا کہ قہستانی مین ہے نتف کیطرف منسوب ہم طحطاوی نے کہا کہ نتف مین ویقرأ ہے بصیغہ اثبات اور شامی نے کہا کہ مین نے بھی قہستانی کے دو نسخون مین دیکہا لا نفی دونو مین نہین پایا علاوہ اسکی اگر لا ہو تو نتف اور زیلعی کے قولین

اختلاف نہین رہتا اور نہ بحر الرائق کی توجیہ کی کچہہ حاجت رہی جو شارح آگے بیان کرتا ہی اس سی معلوم ہوا کہ کلمہ لا غلطی کاتب سی زیادہ ہوگیا ہی
قلتُ وليس في النتف الى الغسل بل الى ان يُرفع فقط وفسّره في البحر بوجود وجه وعبارة الزيلعي وغيره تكره القراءة عنده حتى
يُغسل وعبارة الشرنبلالي في امداد الفتاح تنزيهًا للقرآن عن نجاسة الميت لتنجسه بالموت مین کہتا ہون کہ نتف مین نہانے تک کی قید نہین
بلکہ اوسمین صرف اتنا ہو کہ پڑہا جاوی قران میت کے پاس اٹھائی جانے تک اور بحر الرائق مین اٹھائی جانے کی تفسیر میت کی روح کے اٹھائی
جانے سی کی ہو یعنی صرف جان نکلنے تک قران پڑہو بعد اوسکے نہ پڑہی اور زیلعی وغیرہ کی عبارت یہہ ہو کہ مکروہ تحریمی ہے قرارت قران مردہ کے
پاس یہانتک کہ نہلایا جاوی اور شرنبلالی نے امداد الفتاح مین اسکی علت یہہ بیان کی ہو کہ اسصورت مین قران کا علیحدہ رکہنا ہی میت کی نجاست
سے کیونکہ میت موت کے سبب سی نجس ہو جاتا ہی قيل بنجاسة خبث وقيل حدث بعض فقہا نے کہا کہ میت کی نجاست حقیقی ہو اور بعض نے
کہا کہ حکمی ہے م اول قول کی دلیل یہہ ہے کہ آدمی خون کا پتلا ہے مثل دوسرے حیوانون کے تو جیسے دوسرے مردار نجس حقیقی ہین ویسے ہی
آدمی بہی ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا اور یہی ظاہر تر ہے اور اسی کو کافی مین صحیح کہا ہی اور یہی وجہ ہو کہ اگر مردہ مسلمان نہلانے
سے پیشتر کوئین مین گر جاوی تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور نہلانے سی جو پاک ہو جاتا ہی تو یہہ مسلمان کی تعظیم کی جہت سی ہو اور دوسری قول
کی دلیل یہہ ہی کہ موت کے باعث سی وضو جاتا رہتا ہے بسبب ڈہیلی ہو جانے مفاصل کے جیسے سونے سی جاتا رہتا ہی اور زندگی مین بیوضو
ہونے سی جو صرف تہوڑی سی اعضا دہوتے ہین اوسکی وجہ یہہ کہ وضو ہر روز پانچ بار کرنی پڑتی ہے اگر تمام بدن دہویا کرتے تو بڑا حرج
ہوتا اسلئے چند اعضا پر اقتصار کیا گیا اور مرنے اور جنابت مین وہ حرج نہین اسلئے تمام بدن کا دہونا مشروع ہوا دوسرے یہہ کہ حاکم نے
حضرت ابن عباس سے روایت کی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی مردونکو نجس مت جانو کہ مسلمان نہ زندہ نجس
ہوتا ہی نہ مردہ شامی نے کہا کہ اس حدیث سی معلوم نہین ہوتا کہ مردہ کی نجاست حکمی ہی بلکہ یہہ معنی ہین کہ مسلمان مردہ نہلانے سی پاک ہو جاتا
ہے اوسکی نجاست دائمی نہین بخلاف کافر کے کہ وہ بعد نہلانیکے بہی پلید رہتا ہے غرضکہ مختار اکثر فقہا کا قول اول ہی ہو فعليه فينبغي
جوازها كقراءة المحدث اور مردہ کی نجاست حکمی ہونے پر چاہیئے کہ اوسکے پاس قرارت درست ہو جیسی بیوضو کو قران کا پڑہنا درست ہے
م حاصل یہہ کہ مردہ اگر ایسا کہا جاوی جیسا بیوضو آدمی ہوتا ہی تو اوسکے پاس قرآن کا پڑہنا مکروہ نہین اور نتف کا قول اسی پر محمول ہے
اور اگر اور مردہ جانورون کیطرح نجس ٹہرایا جاوی تو مکروہ ہی اور زیلعی وغیرہ کا قول اس روایت پر محمول ہوگا طحطاوی نے کہا کہ مکروہ اوس
وقت ہو کہ مردہ کے قریب پڑہا جاوی اور اگر دور پڑہا جاوی تو مکروہ نہین شامی نے کہا کراہت مین یہہ قید بہی ہونی چاہئیے کہ مردہ پاک
چادر سی چہپا نہو اور اگر چہپا ہوا ہو گا تب بہی قرارت مکروہ نہو گی ويوضع كما مات كما تيسّر في الاصح على سرير مجمّر وترا الى سبع فقط
فتح ككفنه وعند موته فهي ثلث لا خلفه ولا في القبر اور جبکہ مر جاوی رکہا جاوی جسطرح بن سکے صحیح قول مین تخت پر جسکو طاق مرتبہ بسایا ہو
سات دفعہ تک فقط کذا فی الفتح یعنی اس سی زیادہ نہ بسائین مثل اوسکی کفن کے کہ وہ بہی طاق دفعہ بسایا جاوی اور اوسکی موت کیوقت خوشبو
بسانی چاہیئے تو یہہ تین وقت کا بسانا ہوا نہ پیچہے اوسکے اور نہ قبر مین م بسانے سی مراد یہہ کہ کسی برتن مین آگ رکہکر اوسپر خوشبو جلا دین
اور اوسکو مردہ یا کفن کے گرد پہراوین تو یہہ بسانا تین وقت چاہئیے ایک جسوقت اوسکی جان نکلے دوم غسل کیوقت سوم کفنانیکے وقت
اور جنازہ کے پیچہے ایسی خوشبو نہ لیجائین کہ احادیث مین منع وارد ہو کہ جنازہ کے پیچہے آگ مت لیچلو اور نہ قبر کو بسائین کہ قبر مین آگ لیجانی
بیفائدہ ہے اور یہہ جو کہا کہ بعد مرنیکے تختہ پر رکہین یہہ اسصورت مین ہو کہ جان اوسکی زمین پر نکلی ہو باین لحاظ کہ زمین کی تری سی اسکا
بدن بگڑ جاوی وہ پہر تختہ پر رکہنا ایک قول یہہ ہو کہ شمالاً جنوباً رکہین قبر کیطرح اور ایک قول یہہ ہو کہ پانو قبلہ کیطرف کرین اور اصح یہہ ہو کہ جیسے
ممکن ہو ویسی رکہین کذا فی الشامی تعرف ذكره قراءة القرآن عنده الى تمام غسله عبارة الزيلعي حتى يُغسل وعبارة النهر قبل غسله

اور مکروہ تحریمی ہی قرآن کا پڑہنا میت کے پاس اوسکے غسل پورا ہونے تک زیلعی کی عبارت یون ہی کہ جبتک میت کو غسل دیا جاوے اور نہر الفائق مین یہہ ہے کہ اوسکے غسل سے پیشتر کروہ ہے ھم اختلاف الفاظ کسی فائدہ کے لئے نہین مراد سبکی یہی ہی کہ غسل ہو چکنے تک قرارت مکروہ ہے

كذا في الطحاوي ويستر عورته الغليظة فقط على الظاهر من الرواية وقيل مطلقاً الغليظة والخفيفة وصحح صححه الزيلعي وغيره

اور پوشیدہ کیجاوے مردہ کی صرف شرمگاہ غلیظ ظاہر روایت کے بموجب اور ایک قول یہہ ہے کہ مطلق برہنگی چہپائی جاوے خواہ خفیف ہو یا غلیظ اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے یعنی زیلعی وغیرہ نے اوسکو صحیح کہا ہی ھم عورت غلیظہ مقام پاخانہ اور پیشاب اور اونکے آس پاس کو کہتے ہین اور عورت خفیفہ ناف سے لیکر گہٹنون تک ہی تو قول صحیح یہہ ہے کہ نہلانے مین ناف سے لیکر گہٹنون تک تہمد ڈالین اسلئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو فرمایا کہ زندہ اور مردہ کی ران پر نظر مت ڈالو اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کی ران کا دیکہنا حرام ہی كذا في الطحطاوي

ويغسلها تحت خرقة الستر فيجعل لف خرقة مثلها على يديه لحرمة اللمس كالنظر اور وہ وہی برہنگی کو تہمد کے نیچے بعد لپیٹنے ایک کپڑے مثل تہمد کے اپنے ہاتہون پر بسبب حرام ہونے ہاتہہ لگانیکے مثل دیکہنے کے ھم شامی نے کہا کہ کپڑے کا مثل تہمد کے ہونا شرط نہین بلکہ ایسا ہونا چاہیئے جو چہونے کا مانع ہو کیونکہ بدون آڑ کے ہاتہہ لگانا شرمگاہ کو حرام ہے جیسے دیکہنا حرام ہی اس سے معلوم ہوا کہ بچون کے لئے تہمد اور کپڑا ضرور نہین

ويجرد من ثيابه كما مات وغسله عليه السلام في قميصه من خواصه اور ننگا کیا جاوے اپنے کپڑون سے بفور اپنے مرنے کے اور نہلایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی قمیص مین آپکے خواص سے ہی ھم بفور مرنے کے اسلئے ننگا کیا جاوے کہ کپڑون کی گرمی سے بدن مین تغیر نہ آوے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نہلایا جانا قمیص مین اسلئے خواص سے ہوا کہ ابو داؤد نے روایت کی ہی کہ بعد وفات شریف کے لوگونکو تردد ہوا کہ آپ کو ننگا کرین جیسے اپنے مردون کو کرتے ہین یا معہ کپڑون کے نہلاوین تو گہر کے گوشہ سے آواز سنی کہ آپکو معہ کپڑون کے نہلاؤ كذا في الشامي

ويوضأ من يؤمر بالصلوة بلا مضمضة واستنشاق للحرج وقيل يفعلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا اتفاقا تتميما للطهارة كما في امداد الفتاح مستمدا من شرح المقدسي اور وضو کرایا جائے وہ مردہ کہ حکم کیا جاوے نماز کا بدون کلی اور ناکمین پانی دینے کے بسبب حرج کے یعنی پانی منہہ یا ناک مین ڈالکر اوسکا نکالنا دقت ہی اور ایک قول یہہ ہی کہ کلی اور ناکمین پانی دینا کپڑے سے کرائی جاوے یعنی نہلانیوالا اپنی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر دانتون اور مسوڑہون اور ناک کے نتہنون مین پہیرے اور آج اسی پر عمل ہی اس زمانہ مین اور اگر میت جنب یا حائض یا نفاس والی ہو تو دونو باتین کیجائین بالاتفاق واسطے پورا کرنے طہارت کے جیسا کہ امداد الفتاح مین ہی شرح مقدسی سے مدد لیکر ھم نماز کا حکم کیا جاوے اس سے یہہ غرض کہ جو بچہ بعقل ہوا اوسکو وضو کرانا چاہیئے شامی نے کہا کہ یہہ قید اچہی نہین اسلئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ دیوانہ شخص کو بہی وضو کرایا جائے حالانکہ مجنون بالاتفاق وضو کرایا جاتا ہے اسیطرح بچہ کو بہی وضو کرایا جاوے کیونکہ یہہ وضو غسل میت کی سنت ہی اور جنب کے لئے جو کلی اور ناک مین پانی دینے کو بالاتفاق لکہا ہی تو شامی نے کہا کہ مین نے بالاتفاق نہ امداد الفتاح مین پایا نہ شرح مقدسی مین

ويبدأ بوجهه ويمسح رأسه اور شروع کیا جاوے اوسکے منہہ سے یعنی جنب کیطرح اول دونو ہاتہہ پہنچون تک نہ دہوئے جائین بلکہ اول کپڑے سے منہہ اور نتہنونکو پونچہکر منہہ دہویا جائے اور مسح کیا جاوے اوسکے سر پر یعنی وضو مین ھم شارح نے استنجا کو ذکر نکیا کیونکہ اوسمین اختلاف ہی طرفین کے نزدیک استنجا کیا جاوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک کیا جاوے اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ نہلانیوالا ہاتہہ پر کپڑا لپیٹ کر شرمگاہ کو دہووے كذا في الشامي

ويصب عليه ماء مغلي بسدر او حرض بضم فسكون الاشنان ان تيسر والا فماء خالص مغلي اور اوسپر وہ پانی ڈالا جاوے جسمین بیری کے پتے جوش دئے گئے ہون یا اشنان پڑا ہو اگر یہہ چیزین ملین ورنہ پانی خالص جوش دیا ہوا ڈالا جاوے شارح نے کہا کہ سدر سے مراد بیری کے پتے ہین اور حرض بضم حاء مہملہ اور سکون راء مہملہ اشنان ہی جو چہوٹی چہوٹی جڑین ہوتی ہین اوس سے کپڑے دہوتے ہین جیسے صابن سے صاف کرتے ہین

ويغسل رأسه ولحيته بالخطمي نبت بالعراق ان وجد والا فبالصابون ونحوه لو كان

بهما شئ حق لو کان امرد او اجرد لا یغسل اور دہویا جاوے سر اوسکا اور داڑہی اوسکی گل خیرو سی اگر میسر ہو ورنہ صابن سی اور اوسکی مثل
یعنے ملتانی مٹی وغیرہ سی یہہ حکم اوس صورت مین ہی کہ چہرہ اور سر پر بال ہون یہانتک کہ اگر وہ شخص بیریش ہو یا سر پر بال نرکہتا ہو تو نہ دہویا
جاوے شارح نے کہا کہ خطمی ایک گہاس ہے عراق مین اور ہندوستان مین گل خیرو کہلاتا ہی ویضجع علی یسارہ لیبدأ بیمینہ فیغسل
حتی یصل الماء الی ما یلی التخت منہ ثم علی یمینہ کذلک ثم یجلس مسندا بالبناء للمفعول الیہ ویمسح بطنہ رفقا وما خرج منہ
یغسلہ ثم بعد اقعادہ یضجعہ علی شقہ الایسر ویغسلہ وھذہ غسلۃ ثالثۃ لیحصل المسنون ویصب علیہ الماء عند کل اضجاع ثلاث مرات
لما مر وان زاد علیھا او نقص جاز اذ الواجب مرۃ اور لٹایا جاوے مردہ اپنی بائین کروٹ پر تاکہ پانی اول اوسکی داہنی جانب پر پڑے پہر
نہلایا جاوے یہانتک کہ پانی بدن کے اوس حصہ پر پونہچے جو تختہ سے ملا ہی پہر داہنی کروٹ پر لٹا کر اسیطرح پانی ڈالا جاوے کہ دوسری طرف تک
پونہچ جاوے پہر مردہ کو بٹہلاوے یعنی نہلانیوالا اپنا سہارا دیکر اور سونتے اوس کے پیٹ کو نرمی سے اور جو کچھہ مردہ سی خارج ہو
نہلانیوالا اوسکو دہو ڈالے پہر بٹہانیکے بعد اوسکو بائین کروٹ پر لٹا کر غسل دے اور یہہ تیسری بار کا غسل ہی تاکہ عدد مسنون حاصل
ہو جاوے یعنی تین بار نہلانا سنت ہی وہ اسمرتبہ ہو جائیگا اور ہر لٹانے کیوقت مردہ پر تین بار پانی ڈالا جاوے اوسیوجہ سی کہ گذری یعنی
مسنون تین بار دہونا ہی اور اگر تین بار سے زیادہ ہر دفعہ مین پانی ڈالیگا یا کم تب بہی غسل درست ہوگا اسلئے کہ واجب تو ایکبار کا دہونا
ہی شارح نے کہا کہ مسند الیہ مجہول ہی ہم شارح نے پہلی لکہا تہا کہ اوسپر جوش دیا ہوا پانی ڈالنا چاہئے بعد اوسکے کہا کہ اول بائین کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالنا چاہئے تو
پہلا بیان مجمل تہا اوسکی تفصیل بیان کردی کہ اسطرح ڈالا جاوے یعنی ترتیب وار اسطرح ہے کہ جب وضو سی فراغت ہو تو سر اور داڑہی ہونی
جاوے اور اوسکے بعد بائین کروٹ پر لٹا کر وہ پانی جسمین بیری کے پتی جوش دئے ہون ڈالا جاوے کذا فی الشامی مختصرا ولا یعاد غسلہ ولا
وضوءہ بالخارج منہ لان غسلہ انما وجب لرفع الحدث لبقائہ بالموت بل لتنجسہ بالموت کسائر الحیوانات الدمویۃ الا ان المسلم یطہر
بالغسل کرامۃ لہ وقد حصل بحر وشرح مجمع اور اوسکے غسل اور وضو کا اعادہ نکیا جاوے بسبب خارج ہونے کسی چیز کے اوسکے بدن سی یعنی اگر میت دبانے
سی کوئی نجاست خارج ہو تو اوس سی غسل یا وضو دوبارہ ضرور نہین اسلئے کہ نہلانا میت کا حدث کے دور کرنیکے لئے واجب نہین ہوا کیونکہ
وہ تو موت کے باعث قائم ہی بلکہ اس سبب سی نہلانا واجب ہوا ہی کہ میت ناپاک ہوگیا ہی مثل دوسری حیوانون دموی کے مگر یہہ کہ مسلمان
پاک ہو جاتا ہی نہلانے سی اوسکی تعظیم کی جہت سی اور یہہ طہارت تو نہلانے سی ہو چکی کذا فی البحر وشرح مجمع ہم یعنی مردہ کا نہلانا اس غرض سے
ہی کہ مرنے سی ناپاک ہو جاتا ہی تو جب نہلا دیا اوسکی نجاست دور ہوگئی اب جو کوئی نجاست اوسکی بدن سی نکلیگی تو صرف وہی مقام دہو ڈالا جاویگا
سارے غسل کا اعادہ ضرور نہین اور مردہ کا نہلانا حدث کے دور کرنیکے لئے نتہین کیونکہ موت خود ایک حدث ہی جو دور نہین ہو سکتا
وینشف فی ثوب ویجعل الحنوط وھو بفتح الحاء العطر المرکب من الاشیاء الطیبۃ غیر زعفران وورس لکراھتھما للرجال وجعلھما فی
الکفن جہل علی رأسہ ولحیتہ ندبا والکافور علی مساجدہ کرامۃ لہا اور نہلانیکے بعد خشک کیا جاوے کسی پاک کپڑی سی اور حنوط ملا جاوے
اوسکی سر اور داڑہی پر براہ استحباب اور کافور ملا جاوے اوسکی سجدہ کی جگہون مین یعنی جو مقام سجدہ مین زمین پر ٹکتی ہین اور وہ ماتہا اور
ناک اور تہیلیان اور گہٹنی اور پاؤن ہین ان پر کافور ملا جاوے ان کی تعظیم کے لئے تاکہ جلد ملیمہ خاک نہون شارح نے کہا کہ حنوط بفتح
حاء حطی وضم نون عطر مرکب ہی خوشبودار چیزون سی سوا زعفران اور ورس کے بسبب مکروہ ہونے ان دونو چیزون کے مردونکو اور
زعفران اور ورس کو کفن مین رکہنا جہالت ہی ولا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن اور مردہ
کے بالون مین کنگہی نہ کیجاوے یعنی کنگہی کرنا مکروہ تحریمی ہے اور نہ کتری جاوین ناخن اوسکی سوا ٹوٹے ہوئی ناخن کے کہ وہ کتر کر پہینک دیا
جاوے اور نہ بال کتری جاوین اور نہ ختنہ کیجاوے ہم نہر الفائق مین ہی کہ بعد موت کے تزئین جائز نہین اور اگر بال یا ناخن کاٹے جاوین تو

بھی مردہ کے ساتھہ رکہدی جا یں کذا فی القہستانی ولا بأس بجعل القطن علی وجہہ وفی مخارقہ کالدبر والقبل والاذن والفم اور مضایقہ نہیں روئی رکہنے کا مردہ کے چہرہ پر اور اوسکے سوراخون مین مثلا مقام پاخانہ اور پیشاب اور کان اور منہہ مین ھم شرمگاہون مین روئی رکہنیکو بعض علمانے پسند نہین کیا اور شارح نے لا باس کہکر اشارہ کیا کہ روئی کا نرکہنا بہتر ہے کذا فی الشامی ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار ابن ملک اور رکہی جائین دونو ہاتھہ مردہ کے اوسکے دونو پہلو مین نہ اوسکی چہاتی پر اسلئے کہ چہاتی پر ہاتھہ رکہنا کفار کا طریقہ ہی یعنی مجوس وغیرہم کا ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک نے ویمنع زوجہا من غسلہا ومسہا لا من النظر الیہا علی الاصح منیہ وقالت الائمۃ الثلاثۃ یجوز لان علیا غسل فاطمۃ رضی اللہ عنہما قلنا ہذا محمول علی بقاء الزوجیۃ لقولہ علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابۃ انکر علیہ شرح المجمع للعینی اور منع کیا جائی شوہر مردہ عورت کا عورت کے نہلانے اور ہاتھہ لگانے سی نہ اوسکی طرف نگاہ کرنے سی صحیح تر قول کے بموجب کذا فی المنیہ اور تینون امامون نے فرمایا کہ نہلانا جائز ہی اسلئے کہ حضرت علی رضی نے حضرت فاطمہ رضی کو غسل دیا ہم اسکی جواب مین کہتے ہین کہ یہہ نہلانا حضرت مرتضیٰ کا محمول ہی زوجیت کے قائم رہنے پر بسبب فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہر سبب اور نسب جاتا رہتا ہی موت سی مگر میرا سبب اور نسب کہ وہ نہین جاتا علاوہ اسکی بعض صحابہ نے اس نہلانے کا حضرت مرتضیٰ پر انکار کیا ایسا مذکور ہی عینی کی شرح مجمع مین ھم خانیہ مین ہی کہ اگر عورت کا محرم ہو تو وہ اوسکو اپنی ہاتھہ سی تیمم کرادی اور اگر اجنبی ہو تو اپنے ہاتھہ پر تھیلی چڑہا کر تیمم کرادی اور اوسکی ہاتھہ نہ دیکہی لیکن اگر اجنبی خاوند ہو تو اوسکو جائز ہے کہ ہاتھہ دیکہے اور یہہ غالبا اس نظر سی ہی کہ دیکہنا بہ نسبت ہاتھہ لگانے کے خفیف تر ہی اور حضرت فاطمہ رضی کی غسل کو شرح مجمع مین جو خود مصنف مجمع کی ہی یون لکہا ہی کہ آپکو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تہا اور حضرت مرتضیٰ رضی کیطرف جو منسوب ہوا تو اوسکی وجہہ یہہ کہ اوسکی تمام سامان کے آپ متکفل ہوئی تہی اور اگر بالفرض آپ کا نہلانا ثابت ہو تو یہہ آپکی خصوصیات مین سی ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہا کہ فاطمہ رضی تمہاری زوجہ ہین دنیا و آخرت مین اور حدیث جو شارح نے بیان کی وہ بہی دلیل خصوص ہے سبب سے مراد اوسمین قرابت سببی ہی جیسی زوجیت اور دامادی ہی اور نسب سے مراد قرابت نسبی ہے کذا فی الشامی مختصرا وہی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ بخلاف ام الولد والمدبرۃ والمکاتبۃ فلا یغسلونہ ولا یغسلہن علی المشہور مجتبی اور عورت منع کیجاوی اپنے خاوند کے نہلانے سی اگرچہ ذمیہ یعنی کتابیہ ہو بشرط باقی رہنی نکاح کے بخلاف ام ولد اور مدبرہ اور مکاتبہ کے کہ یہہ تینون نہ آقا کو نہلاوین اور نہ آقا اونکو نہلاوی روایت مشہور کے بموجب کذا فی المجتبی ھم یعنی ام ولد اور مدبرہ مین بعد مرنیکے ملک باقی نہین رہتی جو موجب حلت وطی تہی اور ایسا ہی مکاتبہ بعد ادا کرنے زر کتابت کے آزاد ہو جاتی ہے شامی نے کہا کہ تغسلونہ بصیغہ جمع مذکر غلط ہے صحیح تغسلنہ بصیغہ جمع مونث چاہیئے والمعتبر فی الزوجیۃ صلاحیتہا حالۃ الغسل لا حالۃ الموت فتمنع من غسلہ لو بانت قبل موتہ او ارتدت بعدہ ثم اسلمت او مست ابنہ بشہوۃ لزوال النکاح اور معتبر زوجہ مین قابل ہونا اوسکا ہی غسل کیوقت نہ موت کیوقت تو منع کیجاویگی وہ عورت شوہر کے نہلانے سی جو بائن ہوئی ہو شوہر کی موت سی پیشتر یا مرتد ہوئی اوسکی موت کے بعد پہر مسلمان ہو گئی یا چہولیا شوہر کے بیٹے کو شہوت سی بسبب جاتے رہنے ان عورتون کے نکاح کے ھم یعنی پہلی صورتین زوجیت وقت موت کے باقی نرہی اور پچہلی صور تونمین موت کیوقت نکاح تہا پہر جاتا رہا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے فی الزوجیۃ بیار نسبت کہنا مناسب سمجہا کہ فی الزوجۃ بدون یی کے کہتا وجاز لہا غسلہ لو اسلم زوج المجوسیۃ فمات فاسلمت لحل مسہا حینئذ اعتبارا بحالۃ الحیوۃ اور جائز ہی مجوسی عورت کو نہلانا اپنی شوہر کا اگر وہ مسلمان ہو کر مرگیا پہر وہ مسلمان ہوئی بعد اوسکی بسبب حلال ہونے ہاتھہ لگانے کے اسصورتمین حالت زندگی کا لحاظ کرکے ھم یعنی اگر شوہر مسلمان ہو کر زندہ رہتا اور اوسکی مسلمان ہونیکے بعد اسکی زوجہ

مسلمان ہو گئی تو نکاح قائم رہتا اور مرد کو ہاتھ لگانا درست ہوتا بعد موت اور اوسکے مرنیکے بعد مسلمان ہو گئی تو اوسکو بھی ہاتھ لگانا درست ہوا کذا فی الحلبی وجد اکثر آدمی او احد شقیہ لا یغسل و لا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس پایا گیا آدمی کا یا ایک نصف اوسکی دو آدہون مین سی تو نہ غسل دیا جاوے اور نہ اوسپر نماز پڑھی جاوے بلکہ دفن کر دیا جاوے مگر جس صورت مین کہ نصف سی زائد پایا جاوے اگرچہ بدون سر کے ہو تو غسل دیا جاوے بحر الرائق مین کہا کہ اگر نصف دھڑ معہ سر پایا جاوے تب بھی غسل دیا جاوے والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمہ غیرہ والا لا لتعینہ علیہ وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذلک سراج اور افضل یہہ ہے کہ نہلایا جاوے مردہ مفت پس اگر نہلانیوالا اجرت مانگی تو درست ہے اگر کوئی نہلانیوالا وہان اوسکے سوا بھی ہوا اور اگر کوئی اور نہو تو اجرت درست نہین بسبب واجب عین ہو جانے نہلانیکے اوسپر اور چاہیے کہ حکم جنازہ کے اوٹھانیوالے اور گورکن کا بھی یہی ہو کہ اگر اور بھی ہون تو اجرت درست ہو ورنہ ناجائز کیونکہ اسصورت مین اوٹھانا اور قبر کہودنا اونپر واجب ہوگا اور طاعت پر اجرت لینی درست نہین کذا فی السراج ولو غسل المیت بغیر نیۃ اجزأ ای للطہارۃ لا لاسقاط الفرض عن ذمۃ المکلفین ولذا قال لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا فتح ولعلہ یفید انہم لو صلوا علیہ بلا اعادۃ غسلہ صح وان لم یسقط وجوبہ عنہم فتدبرہ اور اگر میت کو نہلایا بدون نیت کے تو کافی ہوگا اوسکے پاک ہو جانیکو نہ اوسکی ساقط کرنے فرض کے مکلف شخصون کے ذمہ سے اور اسی جہت سے کہ نیت شرط طہارت نہین بلکہ شرط فرض کے ساقط کرنے کی ہے مصنف نے کہا کہ اگر کوئی مردہ بہت سے پانی مین پایا گیا تو اوسکو تین بار نہلانا ضرور ہے اسلیے کہ ہمکو حکم ہے میت کے نہلانیکا پس اوس مردہ کو غسل کی نیت سے تین بار پانی مین حرکت دے کذا فی الفتح اور فتح القدیر کا علت بیان کرنا اسبات کا مفید ہے کہ اگر لوگ اوسپر نماز پڑہین بدون تازہ غسل دینے کے تو درست ہوگا اگرچہ غسل کا وجوب اُن سے ساقط نہوگا تو اسکو سمجھہ لینا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ قول معتمد یہہ ہے کہ نہلانے مین نیت شرط نہین چنانچہ خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر مردہ کو نہلایا تو فرض اونکی ذمہ سے ساقط ہوگا اگرچہ اونکو نیت نہو اور پانی مین مردہ کا ملنا دوسری صورت ہے اسمین بدون نہلائے فرض ساقط نہوگا انتہی و فی الاختیار الاصل فیہ تغسیل الملائکۃ لادم علیہ السلام وقالوا لولدہ ہذہ سنۃ موتاکم اور اختیار مین ہے کہ اصل غسل میت کے بابمین نہلانا فرشتون کا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور آنکی اولاد سے یہہ کہنا کہ یہہ طریق ہے تمہارے مردون کا ہم طحطاوی نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہہ شریعت قدیم ہے اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ نہلانیوالیکا مکلف ہونا شرط نہین اور اسیوجہ سے اولاد آدم علیہ السلام نے آپکے غسل کا اعادہ نکیا اور فرشتون کے غسل پر اکتفا کیا **فروع مسائل** ملحقہ شارح کے لو لم یدر امسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا اگر مردہ کا حال معلوم نہو کہ مسلمان ہے یا کافر اور کوئی نشانی پہچان کی نہین تو اگر اس طرح کا مردہ دار الاسلام مین ہو تو اوسکو نہلا کر نماز پڑھی جاوے اور اگر نہ علامت دار الاسلام مین پایا جاوے بلکہ دار الحرب مین ملے تو نہ نہلایا جاوے نہ نماز پڑہی جاوے ہم بدائع مین ہے کہ مسلمانون کی علامتین چار ہین اول ختنہ دوم خضاب سوم سیاہ لباس چہارم زیرناف کے بالون کا مونڈنا لیکن اس زمانہ مین سیاہ لباس اور خضاب علامت اسلام نہین رہی اور ملک ہندوستان مین مونچہون کا کترانا اور بغل کے بالون کا مونڈنا اور بائین طرف پردہ کا ہونا بھی علامت مسلمان ہونیکی ہے اختلطوا بکفار ولا علامۃ اعتبر الاکثر فان استووا غسلوا واختلف فی الصلوۃ علیہم ومحل دفنہم مسلمانون کے مردے کافرون مین ملگئے اور کوئی پہچان نہین تو اعتبار اکثر کا ہوگا یعنی اگر مسلمان زیادہ ہین تو مسلمان قرار دئے جاوینگے نماز کے حق مین یعنی اونپر نماز پڑہی جاوے اور دعا مین مسلمانونکی نیت کیجاوے اور اگر کافر زیادہ ہون تو نماز کسی پر نہ پڑہی جاوے نہلا کر اور کفن دیکر کفار کے قبرستان مین دفن کئے جاوین کذا فی شرح الطحاوی پہر اگر شمار مین برابر ہون تو سبکو غسل دیا جاویگا اور اونپر نماز پڑہنے اور اونکو دفن کرنے کی جگہہ مین اختلاف ہے

بعض علما نے کہا کہ اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے کیونکہ ... بعض مسلمانون پر نماز نہین پڑہی جاتی جیسے باغی اور کافر پر نماز پڑہنا درست
نہین بدلیل ارشاد خداوندی (ولا تصل علی احد منہم مات ابدا) یعنی اون مین سے جو مرگیا ہو اوسپر کبہی نماز مت پڑہ اور بعض
فقہا نے کہا کہ نماز پڑہی جاوے کیونکہ یہان اگر تعیین نہین ہوسکتی تو قصد سے تو عاجز نہین مسلمانون کا قصد کرکے نماز پڑہے شامی نے
کہا کہ مذہب باقی تینون امامون کا یہی ہے اور یہی بہتر معلوم ہوتا ہے اور محل دفن مین بہی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مسلمانون کے قبرستان
مین دفن ہون اور ہندوانی نے کہا کہ اونکے لئے قبرستان علحدہ بنادیا جاوے کہ زیادہ احتیاط اسی مین ہے کذا فی الحموی کتابیۃ ذمیۃ
حبلی من مسلم قالوا الاحوط دفنہا علحدۃ ویجعل ظہرہا الی القبلۃ لان وجہ الولد لظہرہا جیسے اختلاف ہے دفن مین اوس ذمی کتابیہ
کے جو کسی مسلمان سے حاملہ ہو فقہا نے فرمایا کہ زیادہ احتیاط ہے اوسکا دفن کرنا علحدہ اور کیجاوے اوسکی پشت قبلہ کیطرف اسوجہ سے کہ بچہ
کا منہ مان کی پشت کیجانب ہے ھ یعنی بچہ بسبب تبعیت اپنے باپ کے مسلمان ہے تو دفن مین اُسکا لحاظ ہوگا کہ ایسی طرح دفن ہو کہ بچہ کا منہ
قبلہ کیطرف رہے شامی نے کہا کہ اختلاف اُس صورت مین ہے کہ بچہ مین جان پڑگئی ہو اور اگر جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینے سے کم کا ہو تو بالاتفاق
کفار کے قبرستان مین دفن کیجاوے ماتت بین رجال وہو بین نساء یممہ المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقۃ ایک عورت مرگئی درمیان
مردون کے یا مرد مرا عورتون مین تو مردہ کو محرم تیمم کرادے یعنی مردہ عورت کو مرد محرم تیمم کرادے اور مرد میت کو عورت محرم تیمم کرادے
اور اگر محرم نہو تو اجنبی ہتیلی سے تیمم کرادے یعنی اگر مردون مین عورت کا محرم نہو یا عورتون مین مرد کی کوئی محرم نہو تو اجنبی مرد یا عورت ہاتھ
کو کپڑا لپیٹ کر مردہ کو تیمم کرادے ویُیمّم الخنثی المشکل لو مراہقا والا فکغیرہ فیغسلہ الرجال والنساء اور تیمم کرایا جاوے خنثی مشکل اگر قریب
بالغ ہونے کے ہو اور اگر قریب البلوغ نہو تو وہ مثل اور بچون کے ہے اوسکو مرد خواہ عورتین غسل دیوین یعنی بچہ ہونیکی صورت مین اوسکے
اعضا کو حکم برہنگی کا نہین یمم لفقد ماء وصلی علیہ ثم وجدوہ غسلوہ وصلوا ثانیا وقیل لا مردہ کو تیمم کرایا گیا بسبب نہونے
پانی کے اور اوسپر نماز پڑہی گئی پہر لوگونکو پانی ملا تو مردہ کو نہلادین اور نماز دوبارہ پڑہین اور ایک قول یہہ ہے کہ غسل نہ دین اور نہ نماز
کا اعادہ کرین ھ بعد تیمم و نماز کے پانی ملنے مین امام ابو یوسف کے نزدیک غسل و نماز دو تو چاہئین اور امام صاحب کے نزدیک صرف
غسل دیا جاوے نماز کا اعادہ نکیا جاوے اور شرح منیہ مین ہے کہ زندہ کے لحاظ سے نہ غسل چاہیئے نہ نماز یعنی جیسے زندہ آدمی پانی نہ ملنے
سے تیمم کرکے نماز پڑہ لے پہر پانی پاوے تو وہ نماز کا اعادہ نہین کرتا ایسا ہی یہان بہی چاہیئے شامی نے کہا کہ قول راجح موافق
اصول کے یہی ہے ویسن فی الکفن لہ ازار وقمیص ولفافۃ وکرہ العمامۃ للمیت فی الاصح مجتبی واستحسنہا المتاخرون للعلماء
والاشراف اور مسنون ہے کفن مین مرد کیواسطے تین کپڑے ایک ازار یعنی چادر سر سے لیکر پاؤن تک اور ایک قمیص یعنی کفنی گردن سے
لیکر پانوتک بدون آستین کے اور ایک لوٹ کی چادر اور مکروہ ہے پگڑی میت کے لئے صحیح قول مین کذا فی المجتبی اور اچہا جانا ہے اوسکو
پچہلے فقہا نے علما اور سادات کیواسطے ھ اصل کفن دینا فرض کفایہ ہے اور تین کپڑون کا کفن مسنون ہے اور محیط مین ہے کہ پگڑی کسی
حال مین باندہی نجاوے خواہ عالم ہو یا سید اور زاہدی نے کہا کہ اصح یہی ہے کہ عمامہ ہر حالمین مکروہ ہے کذا فی الشامی ولا بأس بالزیادۃ
علی الثلثۃ اور کچہہ مضائقہ نہین تین کپڑون سے زیادہ کرنیکا ھ یہہ مسئلہ غایۃ البیان مین مرقوم ہے مگر مجتبی مین ہے کہ زائد کرنا
تین سے مکروہ ہے کذا فی الطحاوی ویحسن الکفن لحدیث حسنوا اکفان الموتی فانہم یتزاورون فیما بینہم ویتفاخرون بحسن اکفانہم
ظہیریۃ اور اچہا کیا جاوے کفن بسبب اس حدیث کے کہ اچہا کرو مردونکے کفنونکو کہ وہ آپسمین ملاقات کرتے ہین اور اپنے کفنون کے اچہا ہونے سے
فخر کرتے ہین یعنی خوش ہوتے ہین اسوجہ سے کہ کفن موافق سنت کے ملا کذا فی الظہیریۃ ھ اچہے کفن دینے سے مراد کفن مثل ہے یعنی جیسے کپڑے
جمعہ اور عید مین پہنتا تہا ویسے کا کفن سفید اور ستہرا دینا چاہیئے یہہ مراد نہین کہ بہاری دام کا ہو کیونکہ اُس سے ابو داؤد کی حدیث ...

مین ہوا نعت آئی ہے کذا فی الشامی ولھا درع ای قمیص وازار وخمار ولفافة وخرقة تربط بھا ثدیاھا وبطنھا اور عورت کیواسطے کفن مسنون پانچ کپڑے ہین ایک درع یعنی قمیص اور ایک ازار اور ایک اوڑھنی اور ایک پوٹ کی چادر اور ایک سینہ بند جس سے عورت کی چھاتیان اور پیٹ باندھا جاوے ہم قہستانی مین درع اور قمیص مین یہہ فرق لکھا ہے کہ درع یعنی عورت کی کفنی کا گریبان چھاتی کیطرف ہوتا ہے اور مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھون کیطرف اور اوڑھنی کی مقدار تین ذراع ہے اور سینہ بند چھاتی سے رانون تک کذا فی الشامی وکفایة له ازار ولفافة فی الاصح ولھا ثوبان وخمار ویکرہ اقل من ذلک اور کفن کفایہ مرد کیواسطے دو چادرین ہین صحیح قول مین اور عورت کیواسطے دو کپڑے اور ایک اوڑھنی اور اسقدر سے کمتر کفن دینا باوجود قدرت کے مکروہ ہے ہم مرد کو دو کپڑے اسلئے کفایت ہوئے کہ حالت حیات مین ادنے لباس مرد کا وہی کپڑے ہوتے ہین اور اسیلئے اگر وہ کپڑون مین نماز پڑھیگا تو بلاکراہت درست ہوگی بحرالرائق مین کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تعیین دو کپڑون کی نہ کیجاوے یعنی خواہ دو چادرین ہون خواہ کفنی اور چادر ہو کفن کفایہ مین کافی ہونی چاہیئے اور عورت کے دو کپڑون کا نام نہ لیا کہ کفنی اور چادر ہو یا دو چادرین ہون اسمین سے معلوم ہوا کہ عدم تعیین ہی مناسب ہے شامی نے کہا کہ چونکہ مدار عورت کا ستر پر ہے اسلئے سوا اوڑھنی کے دو چادرین ہون تو بہتر ہے کہ ان سے سر اور گردن چھپی رہیگی وکفن الضرورة لھما ما یوجد واقلہ ما یعم البدن وعند الشافعی ما یستر العورة کالحی اور کفن ضرورت مرد اور عورت کیلئے وہ ہے جو میسر ہو اور اسکی کمتر مقدار وہ ہے جو سارے بدن پر آجاوے اور امام شافعی کے نزدیک اسکی مقدار اتنی ہے کہ برہنگی کو چھپاوے مثل زندہ کی ہم کل بدن کے چھپانے کی دلیل مصعب بن عمیرؓ کا حال ہے کہ جب وہ احد کی لڑائی مین شہید ہوئے تو انکی پاس بجز ایک چادر کے اور کچھہ نہ تہا اور وہ اتنی تھی کہ اگر اس سے انکا سر ڈہانکتی تھی تو پانو کہلجاتے تھے اور پانو ڈہانکتی تھی تو سر کہلجاتا تہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی سر ڈہانکنی کا حکم فرمایا اور پانو کو گہاس سے چھپوا دیا تو اگر ستر عورت کافی ہوتا تو پانو پر گہاس ڈالنی کا حکم نہوتا کذا فی الطحاوی تبسط اللفافة اولا ثم یبسط الازار علیھا وتقمص ویوضع علی الازار ویلف یسارہ ثم یمینہ ثم اللفافة کذلک لیکون الایمن علی الایسر کفن دینی کی صورت یہہ ہے کہ بچھائی جاوے اول پوٹ کی چادر پھر اوسپر دوسری چادر اور مردہ کو قمیص پہنا کر دوسری چادر پر رکہا جاوے اور اسکا بایان پلہ لپیٹ کر داہنا پلہ لپیٹین پھر پوٹ کی چادر اسیطرح کہ اول بائین طرف پھر داہنی طرف تاکہ داہنی جانب بائین کے اوپر رہے وھی تلبس الدرع ویجعل شعرھا ضفیرتین علی صدرھا فوقہ ای الدرع والخمار فوقہ ای الشعر تحت اللفافة ثم یفعل کما مر اور عورت کو کفنی پہنا کر اسکے بال دو حصے کر کے سینہ پر کفنی کے اوپر رکہدیوین اور بالون کے اوپر اور چادرون کے نیچے اوڑھنی رکہی جاوے پہر کیا جاوے جیسا گذرا یعنی ہر ایک چادر جدا جدا اوسپر لپیٹی جاوے اسیطرح کہ بائین جانب نیچے ہو اور داہنی اوپر ہم شارح نے سینہ بند کو ذکر نہین کیا کہ کہان ہونا چاہیئے سو بحرالرائق مین تو یہہ لکھا ہے کہ پوٹ کی چادر کے اوپر چاہیئے تاکہ کفن کہلنی نپائے اور جوہرہ مین یہہ ہے کہ اول ازار لپیٹین اوسکے اوپر سینہ بند باندہین اوسکے اوپر پوٹ کی چادر لپیٹین اور یہی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی ویعقد الکفن ان خیف انتشارہ اور کفن باندہ دیا جاوے اگر خوف ہو اوسکے کہلجانیکا وخنثی مشکل کامراة فیہ ای الکفن اور خنثی مشکل کفن کے باب مین مثل عورت کے ہے یعنی احتیاطا اوسکو پانچ کپڑے کا کفن دیا جائے کہ اگر بالفرض مرد ہی ہو تب بہی زیادتی کا کچھہ مضائقہ نہین مگر حریر کا اور کسم اور زعفران کا رنگا ہوا کفن اوسکو نہ دیا جاوے کذا فی الشامی والمحرم کالحلال والمراھق کالبالغ اور احرام والا مردہ مثل بے احرام کے ہے یعنی اوسکا سر ڈہانکا جاوے اور اوسکی کفن کو بسایا جاوے اور قریب البلوغ مثل بالغ کے یعنی مرد قریب البلوغ کو بالغ مرد کیطرح تین کپڑون کا کفن دیا جاوے اور عورت کو پانچ کا ومن لم یراھق اذا کفن فی واحد جاز اور جو شخص کہ قریب البلوغ نہو اگر کفن دیا جاوے ایک کپڑے مین تو درست ہے ہم حلیہ مین ہے کہ جو بچہ حد شہوت کو نہ پہنچا ہو اسکی لئے سب سے بہتر یہہ ہے کہ بالغ کیطرح کفن دیا جاوے اور اگر فقط دو کپڑون کا کفن دیا جاوے تب بھی اچھا ہے اور ایک کا دیا جاوے تو درست ہے کذا فی الشامی والسقط یلف ولا یکفن کالعضو من المیت اور پیٹ کا گرا ہوا بچہ ایک

لپیٹے مین لپیٹا جاوے اور کفن مسنون اوسکو نہ دیا جاے جیسے میت کا عضو اگر پڑا ملے تو اوسکو بھی کپڑے مین لپیٹنا چاہئے اور کفن مسنون کی رعایت نہ کیجاے اور یہی حال اوس بچہ کا ہے جو مرده پیدا ہو کذا فی الشامی وآدمی منبوش طری لم یتفسخ یکفن کالذی لم یدفن بعد کلمہ یعنی اور جس آدمی مرده کا کفن اوتار لیا گیا ہو اور وه تازه مرا ہو یعنی پہٹا نہو اوسکو کفن دیا جاے مثل اوس شخص کی کہ دفن نکیا گیا ہو یعنی تین کپڑون کا کفن اوسکو دینا چاہیے ہر دفعہ مین ہم اگر ایکبار کا کفن کسی نے چرالیا تو دوباره دین اور اگر دوباره بھی چرالیجاے تو سہ باره دین اور علے ہذا القیاس جبتک وه مرده پہٹ نہین تبتک کفن دیتے جائین اوسکی خاص مال سے اور اگر اوسکا مال وارثون مین بٹ گیا ہو تو اونسے مقدار کفن واپس لیا جاوے کذا فی الشامی وان تفسخ کفن فی ثوب واحد اور اگر مرده پہٹ گیا ہو تو اوسکو ایک کپڑے مین کفن دیا جاے ہم اور یہی حال کافر مرده کا ہے کہ اگر اوسکا کوئی محرم مسلمان ہو تو اوسکو نہلا کر ایک کپڑے کا کفن دے کذا فی البدائع والی ہہنا صار المکفون احد عشر والثانی عشر الشہید ذکرہا فی المجتبیٰ اور یہانتک کفن دیے شخص گیاره ہوئے اور بارہوان شہید ہے ذکر کیا ہے اوسکو مجتبے مین ہم یعنی پانچ متن مین مذکور ہے گئے اول مرد بالغ دوم عورت بالغ سوم خنثے مشکل چہارم جسکا کفن چوری گیا ہو اور تازه مرا ہو پنجم جو مرده پہٹ گیا ہو اور شارح نے چہ بیان کئے اول احرام والا دوم مراہق مرد سوم مراہق عورت چہارم بچہ مذکر پنجم بچہ مونث ششم پیٹ کا گرا بچہ یہہ گیاره ہوئے اور شامی نے دو اور زیاده کئے یعنے جو بچہ مرده پیدا ہوا اور کافر مرده تو انکو ملا کر تیره ہوئے اور شہید کے ساتھ چوده ہوتے ہین ولا باس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر وکل ما یجوز لبسہ حال الحیوۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اور مضایقہ نہین کفن مین یمنی چادرون اور کتان کے کپڑے کا اور عورتون کے کفن مین ریشمی کپڑے اور زعفران اور کسم کے رنگے ہوئے کا بسبب درست ہونے کفن کے اوس کپڑے سے جسکا پہننا حالت حیات مین جائز ہے اور سب سے بہتر کفن سفید ہے یا وه رنگ جسمین مرده نماز پڑہا کرتا تہا وکفن من لا مال لہ علی من یجب علیہ نفقتہ فان تعددوا فعلی قدر میراثہم اور جس مرده کا کچہہ مال نہو اوسکا کفن اوس شخص پر واجب ہے جسپر اوس مرده کا نفقہ واجب ہے اور اگر ایسے شخص کئی ہون تو کفن اونپر حصہ رسد موافق اونکی میراث کے ہوگا یعنی جسطرح اونپر نفقہ واجب ہے اوسی حساب سے کفن واجب ہوگا چنانچہ تفصیل نفقہ کی باب النفقہ مین مذکور ہوگی کذا فی الشامی واختلف فی الزوج والفتوے علی وجوب کفنہا علیہ عند الثانی وان ترکت مالا خانیۃ ورجحہ فی البحر بانہ الظاہر لانہ ککسوتہا اور اسمین اختلاف ہے کہ شوہر پر اوسکی زوجہ کا کفن واجب ہے یا نہین اور فتوی شوہر پر زوجہ کے کفن کے واجب ہونے کا ہے امام ابویوسف کے نزدیک اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو کذا فی الخانیہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق مین کہ یہی ظاہر ہے اسلئے کہ کفن مثل زوجہ کے لباس کے ہے ہم اسبابمین فتوی مختلف ہے تجنیس اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر عورت کا مال نہو تو کفن زوج پر ہے اور اسی پر فتوے ہے اور شرح مجمع جو خود مصنف مجمع کی ہے اوسمین یہہ ہے کہ اگر عورت کے پاس مال نہو اور شوہر مالدار ہو تو اوسپر اوسکا کفن واجب ہے اور اسی پر فتوی ہے اور خانیہ مین بلا قید فتوی مذکور ہے یعنی عورت کے پاس مال ہو یا نہو اور شوہر مفلس ہو یا مالدار ہر صورتمین اوسکا کفن شوہر پر واجب ہے اور اصل اسمین یہہ ہے کہ جس شخص پر مرده کے نفقہ کیلئے حالت حیات مین جبر کیا جاتا ہے اوسی پر وفات کے بعد کفن کیلئے جبر ہوگا کذا فی الشامی مختصرا وان لم یکن ثمہ من تجب علیہ نفقتہ ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معمورا او منتظما فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوبا فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبی وظاہرہ انہ لا یجب علیہم الا سوال کفن الضرورۃ لا الکفایۃ اور اگر وہان ایسا شخص نہو جسپر مرده کا نفقہ واجب ہو تو مرده کا کفن بیت المال مین ہوگا اور اگر بیت المال مین روپیہ یا جنس نہو یا ہو مگر انتظام کے ساتھ نہو یعنی جن مصارف مین اوسکا صرف ہونا چاہئے اوسمین صرف نہوتا ہو تو کفن مسلمانون پر واجب ہوگا یعنی جنکو مرده کا حال معلوم ہوگا اونپر کفن دینا اوسکا واجب ہوگا اور اگر وہ اوسکے بسبب مفلسی کے نہو سکے تو وه بالدا

میون سے اوسکے لئے کپڑا مانگیں پھر اگر اُس کپڑے سے کچھ باقی بچے تو صدقہ دیدے دالیکو واپس کردین اگر معلوم ہو کہ فلان شخص نے یہہ کپڑا دیا تھا
اور اگر معلوم نہو یا وہ واپس نہ لے تو اُس باقی کپڑے سے اُس مردہ کی طرح کسی اور مفلس کو کفن دیدیں اور اگر کوئی اور مردہ اسطرح کا نملے تو اُس
کپڑے کو خیرات کر دین کذا فی المجتبے اور تو آکے کہنے سے بظاہر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ واقف کار و خبر صرف کفن ضرورت کا مانگنا واجب ہو کفن
کفایت کا طحطاوی نے کہا کہ کفن دینا فرض کفایہ ہے اگر واقف لوگ نہ دینگے تو سب گناہگار ہونگے ولو کان فی مکانٍ لیس فیہ الا واحد وذٰلک
الواحد لیس لہ الا ثوب لا یلزمہ تکفینہ اور اگر مردہ ایسی جگہہ ہو جسمین صرف ایک شخص ہو اور اُس ایک کے پاس بھی سوا ایک کپڑے کے
دوسرا نہو تو اوسپر لازم نہیں کفن دینا اُس مردہ کا اُس کپڑے سے کیونکہ زندہ زیادہ حاجتمند ہے ولا یخرج الکفن عن ملک المتبرع اور کفن
احسان کرنیوالے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا تو اگر مردہ کو مثلاً کوئی درندہ کہا جاوے تو اُسکا کفن اصل مالک کو پہونچیگا مردہ کا وارث نہیں
پا سکتا کذا فی الشامی والصلوٰۃ علیہ صفتہا فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرہا لانہ انکر الاجماع قنیۃ کدفنہ وغسلہ وتجہیزہ فانہا فرض
کفایۃ اور جنازہ کی نماز کا حال یہہ ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اُسکا انکار کرنیوالا اسلئے کہ اوسنے انکار کیا اُس امر کا جو
اجماع سے ثابت ہے تو آگاہ رہنا جیسے مردہ کا دفن کرنا اور اُسکا نہلانا اور سامان دینا کہ یہہ چیزین بھی فرض کفایہ ہیں ہم شارح و ماتن
نے نماز کی صفت اور شرطیں اور رکن اور سنتیں اور اوسکی کیفیت اور اوسکے لئے زیادہ مستحق شخص کا بیان کیا مگر سبب وجوب اور وقت اور مفسد
کا ذکر نہیں کیا پس سبب نماز جنازہ کے واجب ہونیکا مسلمان مردہ ہے اور وقت اس نماز کا حاضر ہونا جنازہ کا ہے اور جو چیز اور نمازونکی مفسد ہے
وہی اس نماز کی مفسد ہے بجز عورت کی برابری کے کہ وہ نماز جنازہ کی مفسد نہیں اور مکروہ وقتون میں یہہ نماز مکروہ ہے اور اگر امام اُسمین
بیوضو ہو جاوے تو اوسکو خلیفہ کرنا درست ہے کذا فی الشامی وشرطہا ستۃ اسلام المیت وطہارتہ ما لم یہل علیہ التراب فیصلی علی قبرہ
بلا غسل ان صلی علیہ اولا استحسانا اور شرطیں نماز جنازہ کی چھہ ہیں اول مسلمان ہونا مردہ کا دوم اُسکا پاک ہونا یعنی اسکے بدن اور کپڑے
اور مکان کا پاک ہونا اور طہارت اُسوقت تک شرط ہے کہ اوسکو مٹی نہ دیجاوے اور مٹی دینے کے بعد اوسکی قبر پر نماز پڑہی جاوے بدون غسل کے اگر
پیشتر نماز پڑہی گئی ہو قبر پر نماز پڑہنا بوجہ استحسان کے ہے ہم وجہ استحسان کی یہہ ہے کہ اول نماز چونکہ بدون طہارت ہوئی تھی باوجود قدرت
کے اسلئے جائز نہوئی اور اب دفن کردینے کے سبب سے طہارت متعذر ہے اسلئے قبر پر نماز درست ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ الطہارۃ
من النجاسۃ فی ثوبٍ وبدنٍ ومکانٍ وستر العورۃ شرط فی حق المیت والامام جمیعاً فلو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعید وبعکسہ لا اور قنیہ
میں ہے کہ طہارت نجاست سے کپڑے اور بدن اور مکان کی اور چھپانا برہنگی کا شرط ہے میت اور امام دونون کے حق میں پس اگر امام ہوا بدون
طہارت کے اور مقتدی طہارت کے ساتھہ ہون تو نماز پھر سے پڑھی جاوے اور اسکے عکس میں یعنی مقتدی بے وضو ہون اور امام وضو سے
اعادہ نکیا جاوے اسلئے کہ صرف امام کی نماز سے سبکے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اور پہلی صورت میں امام کی نماز پر اور ونکی نماز مبنی تھی جب
اوسکی نہوئی تو کسیکی نہوئی ہم طہارت مکان سے غرض چارپائی کا پاک ہونا ہے اگر مردہ چارپائی پر ہو اور اگر زمین پر ہو تو زمین کا پاک ہونا مراد ہے
اور کپڑے اور بدن ابتدا میں پاک ہونا شرط ہے تو اگر بعد کفن کے مردہ سے نجاست نکلکر کفن ناپاک ہو جاوے یا بدن مردہ کا نجس ہو جاوے تو دفع
حرج کے لئے یہہ نجاست مانع نماز نہیں ہان اگر پہلے سے ناپاک کپڑے کا کفن دیا جائیگا تو نماز درست نہوگی کذا فی الطحطاوی وکالوامت امراۃ
ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحدٍ جیسے اگر امام ہوئی عورت نماز جنازہ میں اگرچہ لونڈی ہو تو نماز کا اعادہ نکیا جاوے بسبب ساقط ہونے
فرض نماز کے ایک شخص سے یعنی نماز جنازہ ایکمرد یا عورت کے پڑہنے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے تو اگر عورت امام ہوگی مردونکی تو مردونکی نماز نہوگی
اور عورت کی نماز سے فرض ساقط ہو جائیگا ودخل فی الشرط الرابع الامام فالثانی شرط لصحتہا و وضعہ وکونہ ہو او اکثرہ امام المصلی
وکونہ للقبلۃ باقی رہا شرطون میں سے بالغ ہونا امام کا اسکو سمجھ لے یعنی یہہ تیسری شرط ہے اور چوتھی شرط موجود ہونا مردہ کا ہے اور اسکے

شتر وغیرہ کہار کہا جاتا ہو زمین پر نہو ۔ ہاتھوں پر زمین سے قریب کذا فی الطحطاوی اور چھٹی شرط یہہ ہو کہ مردہ بالکل یا اکثر نمازی کے سامنے ہو جلد
کی جانب ہم اگر سر و بچے ستر عورت اور قبلہ کیطرف ہونیکو جدا شرط ٹھہرایا جاوے تو شرطین آٹھہ ہو جائینگی اور امام کی ستر عورت اور طہارت کو اگر زیادہ
کرو تو دس ہو نگے پھر سامنے ہونا مردہ کا امام کے حق مین شرط ہی جبکہ مردہ ایک ہو اور اگر زیادہ ہون تو سب کا سامنے ہونا شرط نہین ایک کا
ہونا کافی ہے کذا فی الشامی فلا یصح علی غایب وعمول علی نحو دابۃ وموضوع خلفہ لانہ کالامام من وجہ دون وجہ لصحتہا علی الصبی
پس نہین درست ہی نماز اوپر مردہ غائب کے بسبب پائی جانے شرط موجود گی کے اور نہ اوسپر جو اوٹھایا ہو مثل سواری پر یعنی کسی گاڑی
یا جانور یا لوگونکے مونڈہونپر ہو بسبب پائی جانے شرط رکھی جانے کے زمین پر اور نہ اوسپر جو رکہا ہوا ہو نمازی کے پیچھے کیونکہ مردہ مثل امام
کے ہو ایک طرح سے نہ دوسری طرح سے بسبب صحیح ہونے نماز کے لڑکے پر ہم یعنی اس لحاظ سے کہ مردہ کا پاک ہونا اور مسلمان ہونا اور قبلہ کیطرف
ہونا اور ستر عورت شرط ہے مردہ مثل امام کے ہو اور ہر وجہ سے امام نہین کیونکہ اگر ہر وجہ سے امام ہوتا تو لڑکے پر نماز درست نہوتی اسلئے کہ لڑکا
قابل امام ہونے کے نہین طحطاوی نے کہا کہ شرط اسلام سے معلوم ہوا کہ کافر پر نماز درست نہین اور طہارت کی شرط سے معلوم ہوا کہ غیر طاہر پر
درست نہین اور ستر عورت کی شرط سے معلوم ہوا کہ ننگے مردہ پر درست نہین اور بلوغ امام کی شرط سے پایا گیا کہ لڑکے کی امامت درست نہین
وصلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ اور نماز پڑہنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نجاشی پر لغوی ہی یا خاص ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم یعنے یا تو صلوۃ کے معنی صرف دعا کے لئے جائین یا یہہ نماز غائب پر آپکے خواص سے ہی نجاشی بکسر نون
وفتح جیم بلا تشدید و یا مخففہ حبشہ کا بادشاہ جسکا نام اصحمہ تہا اوسکی خبر مرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہوئی آپنے اصحاب
کو خبر دی اور اونکے ساتھہ اوسپر نماز پڑہی شامی نے کہا کہ لغوی معنی لینی بعید ہین بلکہ یا تو اس نماز کو آپ کے خواص سے کہا جائے یا یہہ کہ نجاشی
کا جنازہ آپکے سامنے کر دیا گیا ہو کہ آپ دیکھتے ہون اور دوسرونکو نظر نہ آتا ہو وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین وأساؤا
ان تعمدوا اور نماز جنازہ درست ہی اگر لوگون نے سر کو ٹانگون کی جگہہ رکہدیا ہو اور اُنہون نے بُرا کیا اگر دانستہ جنازہ کو الٹا رکہا یعنی
سر جنازہ کا امام کے دہنی ہاتھہ چاہئے اگر بائین ہاتھہ رکھکر پڑہین گے تو مکروہ تنزیہی ہے کذا فی الطحطاوی فلو اخطأوا القبلۃ صحت
ان تحروا والا لا لعدم السعادۃ اور اگر چوک گئے قبلہ کو یعنی اور طرفکو نماز جنازہ پڑہی تو درست ہوگی اگر قبلہ کی اٹکل کی ہوگی اور اگر بلا
اٹکل پڑہی ہوگی تو درست نہوگی کیونکہ اشتباہ قبلہ کیصورت مین اٹکل کرنا فرض ہی ورکنہا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لا شرط
فلذا لم یجز بناء اخری علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر اور نماز جنازہ کی رکن دو چیزین ہین اول چارون تکبیرین دوم کہڑا ہونا شارح نے
کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی بار اللہ اکبر کہنا بھی رکن ہی شرط نہین اور اسوجہ سے جائز نہین دوسری تکبیر کی بنا اول اللہ اکبر کہنے پر اور جب کہڑا
ہونا رکن ہوا تو نماز جنازہ بیٹھکر بدون عذر کے صحیح نہوگی ہم پہلی مسئلہ کیصورت یہہ ہی کہ امام نے اول اللہ اکبر کہا پھر اس تکبیر سے نیت دوسرے
اللہ اکبر کی بھی کرلی تو نماز صحیح نہوگی کیونکہ اس صورت مین صرف تین دفعہ اللہ اکبر کہیگا اور یہہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی وسننہا ثلث
التحمید والثناء والدعاء فیہا ذکرہ الزاہدی وغیرہ وما فہمہ الکمال من ان الدعاء رکن والتکبیرۃ الاولی شرط ردہ فی البحر بتصریحہم
بخلافہ اور سنتین اس نماز کی تین ہین حمد و ثنا کرنا اور نماز مین دعا کرنا ذکر کیا ہو اوسکو زاہدی وغیرہ نے اور جو کچہہ کمال الدین محقق نے سمجہا
ہے کہ دعا رکن ہو اور تکبیر اولی شرط ہو اوسکو بحرالرائق مین رد کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے اوسکی خلاف پر ہم شارح کے قول سے معلوم ہوتا
ہے کہ ثنا اور چیز ہو اور تحمید دوسری چیز حالانکہ تفسیر ثنا کی خود آگے کریگا کہ سبحانک اللہم وبحمدک کہے اس سے معلوم ہوا کہ دونون سے
مراد ایک ہی چیز ہے تو مناسب تہا کہ یون ذکر کرتا کہ تیسری سنت درود ہی اور چونکہ نماز جنازہ کی حقیقت اور مقصود دعا ہی اسلئے کمال نے
دعا کو رکن کہا اور تکبیر اولی کو تحریمہ کیطرح اصلی ہونے کیوجہ سے شرط کہا بحرالرائق مین کہا کہ یہہ قول فقہا کی تصریح کے خلاف ہی چنانچہ محیط مین

مصرح ہے کہ دعا سنت ہو اور سب فقہا کہتے ہین کہ نماز جنازہ مین مسبوق لگاتار تکبیرین کہلے درود و دعا کو ترک کر کر دعا کی بیہ بات ہو تو
مسبوق اوسکو کسطرح ترک کرتا اور تجبیرا دے اگر شرط ہوتی تو دوسری تکبیر کی بنا اوسپر ناجائز کیون ہوتی شامی نے کہا کہ شارح آب غیر اللعلۃ
مین میت کے لئے دعا کرنا نماز ہی پر واجب کہہ چکا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کمال کا قول دعا کے باب مین درست ہے اور تکبیر اولی کے باب
مین قول فیصل یہہ ہے کہ مین وجہہ شرط ہے اور من وجہہ رکن لفتنے وہی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ بغاۃ وقطاع طریق فلا
یغسلون ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب ولو بعدہ صلی علیہم لانہ حد او قصاص کذا اہل عصبیۃ ومکابر فی مصر لیلا بسلاح وخناق
خنق غیر مرۃ فحکمہم کالبغاۃ اور نماز جنازہ فرض ہے ہر مسلمان پر جو مر جاوی سوا چار شخصون کے اول قوم باغی جو امام کی اطاعت سے خارج
ہو جائین دوسرے راہزن کہ نہ نہلائی جائین اور نہ اونپر نماز پڑہی جاوی جبکہ لڑائی مین مار یجاوین اور اگر بعد وقت جنگ کے مار یجائین تو
اونپر نماز پڑہی جائی اسلئی کہ یہہ قتل یا حد ہے یا قصاص ہے اور جو شخص حد یا قصاص مین مارا جاتا ہے تو نہلایا جاتا ہے اور نماز پڑہی جاتی ہے
شامی نے کہا کہ اگر یہہ لوگ اپنی موت سے مرین گرفتار ہونے سے پیشتر یا بعد تب بہی نماز پڑہی جائیگی اور مثل باغیون کے ہین اہل عصبہ جو اپنی
قوم کی حمایت اور اعانت ظلم پر کرین اور تیسرا شخص مکابر ہے شہر مین رات کو ہتہیار سے اور جو ہتہا گلا گہونٹنے والا جسنے کئی بار گلا گہونٹا ہو تو
اگر اہل عصبہ اعانت کرنے مین اور مکابر اور گلا گہونٹنے والا مقابلہ مین مارا جائی تو اونکا حکم مثل باغیون کے ہے اونپر نماز نہ پڑہی جاسے
ہم مکابر وہ شخص ہے کہ کسی جگہہ مین کہڑا ہو جاوی اور جو اوسطرف کو نکلے اوسکا مال چہین لے کذا فی الشامی ومن قتل نفسہ ولو عمدا یغسل
ویصلی علیہ بہ یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیرہ ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انہ علیہ السلام اتی برجل قتل نفسہ فلم
یصل علیہ جو شخص کہ اپنے آپکو قتل کرے اگرچہ جان بوجہکر ہو تو وہ نہلایا جاوی اور اوسپر نماز پڑہی جاوی اسی پر فتوی ہے اگرچہ قاتل اپنے
نفس کا زیادہ گناہگار ہے بہ نسبت غیر کے قاتل کے اور ترجیح دی کمال نے امام ابو یوسف کے قول کو اس روایت سے جو صحیح مسلم مین ہے
کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لایا گیا جسنے خودکشی کی تہی تو آپ نے اوسپر نماز نہ پڑہی ہم امام ابو یوسف کا قول
ہے کہ اپنے نفس کے قاتل کو نہلایا جاوے اور نماز نہ پڑہی جاوی اور اسی کو کمال الدین نے راجح کہا ہے بسبب حدیث کے شامی نے کہا کہ اس حدیث
مین کوئی دلالت اسبات کی نہین کہ اوسپر کسی نے نماز نہین پڑہی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پڑہی تو شاید زجر و تنبیہ کے لئے
ہو جیسے مقروض پر نہین پڑہی تہی غرضکہ اس مسئلہ مین تصحیح مختلف ہے لا یصلی علی قاتل احد ابویہ اہانۃ لہ والحقہ فی النہر بالبغاۃ اور جسنے
اپنے والدین مین سے ایک کو مار ڈالا ہو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اوسکی اہانت کیواسطے اور لاحق کیا ہے اوسکو نہر الفائق مین باغیونکے ساتھ
یہہ قاتل پانچوان شخص نہین اور نہین چار ونہین داخل ہے جو اوپر مذکور ہوئی کذا فی الطحطاوی وہی اربع تکبیرات کل تکبیرۃ قائمۃ مقام رکعۃ
یرفع یدیہ فی الاولی فقط وقال ائمۃ بلخ فی کلہا ویثنی بعدہا وہو سبحانک اللہم وبحمدک ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما فی التشہد
بعد الثانیۃ لان تقدیمہا سنۃ الدعاء ویدعو بعد الثالثۃ بامور الآخرۃ والماثور اولی اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین ہر تکبیر قائم مقام
ایک رکعت کے ہے اوٹہاوی دونو ہاتہہ اپنے فقط پہلی بار اللہ اکبر کہتے مین اور بلخ کے فقہا نے کہا کہ سب تکبیرون مین ہاتہہ کانون تک اوٹہاوے
اور ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور ایک روایت امام اعظم سے بہی ہے مگر قول اول ظاہر الروایت ہے کذا فی الشامی اور بعد پہلی تکبیر کے ثنا پڑہے
اور ثنا یہہ ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ پہر دوسری تکبیر کہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پر درود پڑہے دوسری تکبیر کے بعد جیسے التحیات مین یعنی وہ درود پڑہنا چاہئی جو التحیات مین پڑہتے ہین اسلئے کہ مقدم کرنا درود کا دعا کی سنت
ہے اور دعا مانگے بعد تیسری تکبیر کے امور آخرت کی اور وہ دعا جو حدیث مین ہے بہتر ہے ہم وہ دعا حدیث کی یہہ ہے اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَ
شَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ در معروف

نفس ... لا ... / نقصان ... / مکابر ... / اوس شخص کو کہتے ہین جو ...

ہو اور ملک بن عوف سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر یہ دعا پڑھی اللّٰہم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ من عذاب القبر ومن عذاب النار کذا فی المشکوۃ اور اگر کوئی یہ دعائیں نہ پڑھ سکے بلکہ جو اور دعا حدیث یاد نہو وہ یون کہے اللّٰہم اغفر لنا ولوالدینا ولکل مؤمن ومؤمنۃ والمؤمنین والمؤمنات کذا فی النہر وقدم الاسلام مع انہ الایمان لانہ منبئ عن الانقیاد فکانہ دعاء فی حال الحیوۃ بالایمان والانقیاد واما فی حال الوفاۃ فالانقیاد ہو العمل غیر موجود اور مقدم کیا گیا دعاء حدیث مین اسلام ایمان پر باوجودیکہ اسلام ایمان ہی اسلئے کہ اسلام خبر دیتا ہی فرمانبرداری سے تو گویا حالت حیات مین دعا ایمان اور انقیاد دونونکی ہے اور حالت موت مین فرمان برداری موجود نہین ہے اسلام کے معنی ایک شرعی ہین اور ایک لغوی شرعی معنی اسلام اور ایمان کے ایک ہین اور لغت مین اسلام فرمان برداری کو کہتے ہین تو شارح حکمت اسلام کے مقدم کرنے کی بیان کرتا ہی کہ زندگی مین اسلام کی دعا اسلئے ہوئی کہ حالت حیات کو دونو معنی سے مناسبت ہی اور حالت موت مین چونکہ بجز تصدیق قلبی کے عمل ممکن نہین اسلئے اُسوقت مین ایمان کی درخواست مناسب ہوئی کذا فی الشامی مختصرا ۔ ثم یسلم بلا دعاء بعد الرابعۃ تسلیمتین ناویا المیت مع القوم اور سلام پھیرے بعد چوتھی تکبیر کے بدون دعا کے دو سلام یعنی داہنی اور بائین طرف نیت کرنیوالا مردہ کو مع مقتدیون کے ھم خانیہ مین کہا کہ سلام مین مردہ کی نیت نکرے کیونکہ مردہ مخاطب سلام کا نہین ہوسکتا لیکن خیر الدین رملی نے کہا کہ نیت کرے اسلئے کہ آخر قبرستان مین السلام علیکم کہتے ہی ہین پھر کیا وجہ کہ مردہ مخاطب سلام کا نہو کذا فی الشامی ویسر الکل الا التکبیر زیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر بالتسلیم وفی جواہر الفتاوی یجہر بواحدۃ اور ان سب باتونکو آہستہ پڑہے سوا اللہ اکبر کہنے کے ایسا ہی زیلعی وغیرہ مین لیکن بدائع مین ہے کہ عمل ہمارے زمانہ مین اسپر ہی کہ سلام پکار کر کہتے ہین اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک سلام کو پکار کر کہے یعنی دوسری کو آہستہ کہے

ولا قراءۃ ولا تشہد فیہا وعین الشافعی الفاتحۃ فی الاولی وعندنا تجوز بنیۃ الدعاء ویکرہ بنیۃ القراءۃ لعدم ثبوتہا فیہا عنہ علیہ السلام اور نماز جنازہ مین نہ قرارت قرآن ہی نہ التحیات اور معین کیا ہی امام شافعی نے الحمد کو بعد تکبیر اولے کے اور جائز ہی ہمارے نزدیک الحمد پڑہنا دعا کی نیت سے بعد تکبیر اولے کے اور اسصورتین قائم مقام ثنا کے ہوجائیگی اور مکروہ تحریمی ہی قرارت کی نیت سے الحمد کا پڑہنا بسبب نہ ثابت ہونے قرارت الحمد کے نماز جنازہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وافضل صفوفہا آخرہا اظہارا للتواضع اور نماز جنازہ کی سب صفونمین بہتر پچھلی صف ہی بسبب ظاہر کرنے تواضع کے ھم یعنی پچھلی صف مین انکسار زیادہ پایا جاتا ہی تو عجب نہین کہ مردہ کے باب مین قبول شفاعت کا سبب زیادہ ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ھذا اذا سمع من الامام ولو من المبلغ تابعہ وینوی الافتتاح بکل تکبیرۃ وکذا فی العیدین اور اگر نمازی کا امام پانچ تکبیرین نماز جنازہ مین کہے تو وہ امام کی متابعت نکرے اسلئے کہ پانچوین بار اللہ اکبر کہنا منسوخ ہی تو مقتدی ٹھہر جاوے یہانتک کہ امام کے ساتھہ سلام پھیرے جب امام سلام پھیرے اسی پر فتوی ہے یہہ حکم اسصورت مین ہی کہ مقتدی تکبیر امام کی سنے اور اگر تکبیر سنے تو اسکی متابعت کرے اور ہر تکبیر سے شروع کی تکبیر نیت کرے ایسا ہی حال عیدین مین ہی کہ اگر امام سے تکبیرین سنے تو بعد چند تکبیرون کے متابعت نکرے اور اگر تکبیر سنے تو لیکن مقتدی آپ کہے ھم یعنی ممکن ہی کہ مکبر سے غلطی ہوئی ہو اور امام نے تکبیر کی ہو وہ ایک تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہا ہو اسلئے ہر نیت شروع کی کرے تاکہ امام سے پہلے تکبیر واقع ہو اور جو شلہ ہے کہ پانچ بار تکبیر کہنا منسوخ ہی اسکی وجہ یہہ ہی کہ پہلے کہا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر چار تکبیرین کہین اور پھر وفات شریف تک چار ہی کہتے رہے تو معلوم ہوا کہ یہی آخر فعل ہے تکبیرین کہنا امام کا پانچ تکبیرین کہنا منسوخ ہین کذا فی الطحطاوی لا یستغفر فیہا لصبی ومجنون بل یقول اللّٰہم اجعلہ لنا فرطا

اور نہ مغفرت کی درخواست کیجاوی نماز جنازہ میں لڑکے اور دیوانہ اور بیعقل کے لئے بسبب مکلف نہونیکے ان لوگوں کے ہم شامی نے کہا کہ مجنون
اور معتوہ سے وہ مراد ہیں جو اصلی ہوں یعنی موت تک اونکو ہوش و عقل درست نہوئی ہو اور جو شخص کہ بعد بالغ ہونیکے دیوانہ یا بیعقل ہوا ہو
تو اوسکے گناہ دیوانگی یعنے عقل سے ساقط نہیں ہونگے اونکے لئے مغفرت مانگی جاوی بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا
بفتحتین ای سابقا الی الحوض لیھیئ الماء ھو ومثلہ ایضا بفتحۃ فی الخیر لاسیما وقد قالوا حسنات الصبی لہ لا لابویہ بل لھما
ثواب التعلیم اجعلہ ذخرا بضم الذال المعجمۃ ذخیرۃ وشافعا مشفعا مقبول الشفاعۃ بلکہ کہے مومن دعا بالغون کے الہی کر اوسکو ہمارا
فرط اور کر اوسکو ذخیرہ اور سفارش کرنے والا سفارش قبول کیا ہوا شارح نے کہا کہ فرط فتحہ فا اور فتحہ را مہملہ سے یعنے آگے بڑہنے والا
حوض کوثر پر تاکہ پانی تیار کرے اور ذخر بذال معجمہ مضموم یعنے ذخیرہ ہے اور مشفع بصیغہ مفعول باب تفعیل بمعنی مقبول الشفاعت ہے اور
یہہ دعا لڑکے کے لئے بھی ہے واسطے آگے بڑہ جانے لڑکے کے نیکی کیطرف خصوص اسصورت میں کہ فقہانے کہا ہے کہ لڑکے کی نیکیاں لڑکے ہی کو ملتی
ہیں نہ اوسکی ماں باپ کو بلکہ ماں باپ کو ثواب تعلیم کا ہوتا ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ دعا تو میت کے لئے ہوتی ہے اس دعا میں
میت کا نفع کچہہ نہیں بلکہ نفع ماں باپ یا نمازیوں کا ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پانی کا تیار کرنا جب ہی ہوگا کہ جب اول وہ حوض پر
پونہچیگا تو اسمیں اوسکی لئے دعا ہے آگے بڑہنے کی دوسری یہہ کہ ثواب حسنات کا فقہا کے قول کے بموجب لڑکے کو ملتا ہے تو اسصورت میں
بھی دعا اوسکی لئے مفید ہوگی اور یہہ جو شارح نے بعد دعاء البالغین کہا سو صحیح نہیں بلکہ بدل دعاء البالغین صحیح ہے جو کسی کسی نسخہ میں
پایا جاتا ہے یعنے بجای دعاء بالغین کے یہہ دعا پڑہے چنانچہ مترجم نے ترجمہ صحیح لفظ کا کیا ہے اور شیخ اسماعیل نے ذکر کیا کہ مقتضا سے
متون اور فتاوی کا اور صریح عبارت غرر الاذکار کی یہہ ہے کہ صغیر پر دعاء بالغین نہ پڑہی جاوی بلکہ اسی دعا پر اکتفا کیجاوی پہر یہہ دعا ہدایہ
اور کنز میں اسطرح ہے (اللھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا) اور اگر لڑکی ہو تو ضمیر بدلدے یعنی اجعلہ کی
جگہہ اجعلہا چاروں جگہہ کہے اور آخر میں شافعۃ ومشفعۃ کہے کذا فی الشامی بتصرف ویقوم الامام بحذاء الصدر مطلقا للرجل والمرأۃ
لانہ محل الایمان والشفاعۃ لاجل ایمانہ اور کہڑا ہووے امام براہ استحباب مقابل سینہ میت کے ہر حال میں مرد اور عورت کی لئے اسلئے کہ سینہ
جگہہ ہے ایمان کی اور شفاعت نمازیوں کی مردہ کیلئے اوسکے ایمان ہی کے سبب سے ہے والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال
بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیرۃ کرکعۃ والمسبوق لا یبتدئ بما فاتہ اور جسکو کچہہ تکبیریں امام کے ساتھہ نملی ہوں یعنے
پیچہے آکر شریک ہوا ہو وہ اوسوقت تکبیر نہ کہے بلکہ امام کے اللہ اکبر کہنے کا منتظر رہے تاکہ اوسکی تکبیر کے ساتھہ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ پیشتر
گذر چکا ہے کہ ہر تکبیر مثل ایک رکعت کے ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہیں کیا کرتا ہم یعنی اگر مسبوق کو ایک دو
رکعت رہجاتی ہیں تو وہ بعد فارغ ہونے امام کے ادا کرتا ہے اسطرح نماز جنازہ کے مسبوق کو تکبیریں پیشتر نہ کہنی چاہئیں امام کے سلام کے
بعد کہنی چاہئیں اور اگر مسبوق بدون انتظار امام کی تکبیر کے اللہ اکبر کہکر شریک ہوگیا تو شروع درست ہوگا مگر یہہ تکبیر معتبر نہوگی بعد سلام امام کے اسکو
پہر سے کہے کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف یکبر حین یحضر مراد امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ جب مقتدی حاضر ہوا اوسیوقت تکبیر کہے
ثم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہہ چکا تہا کہ ایک شخص آیا تو طرفین کے نزدیک وہ تکبیر تحریمہ نکہے بلکہ جب امام دوسری تکبیر کہے اوسوقت
اللہ اکبر کہکے شریک ہو اور ایک تکبیر اوسکو فوت ہوگئی بعد سلام امام کے اوسکو کہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسوقت یہہ شخص آیا اوسیوقت تکبیر
تحریمہ کہکر شریک ہوجاوی اور دوسری تکبیر امام کے ساتھہ کہے اسصورت میں مسبوق نہوگا کذا فی الشامی کما لا ینتظر الحاضر فی حال التحریمۃ بل
یکبر اتفاقا للتحریمۃ لانہ کالمدرک جیسے انتظار نکرے وہ شخص جو موجود ہو تحریمہ امام کیوقت بلکہ تکبیر تحریمہ کہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف
کے اسلئے کہ وہ شخص مثل مدرک کی ہے یعنی ایک شخص امام کی تحریمہ کیوقت موجود ہے مگر اوسنے ساتھہ تکبیر تحریمہ نہیں کہی تو وہ دوسری تکبیر کا انتظار

اگر ہو اوسیوقت تحریمہ کہکر شریک ہو جاوے اسلئے کہ تحریمہ کیوقت موجود ہونیکے باعث وہ مدرک کی مانند ہو گیا کہ گویا امام کے ساتھہ ہی اللہ اکبر کہا ثم یکبران ما فاتھما بعد الفراغ نسقا بلا دعاء ان خشیا رفع المیت علی الاعناق پہر مسبوق اور موجود شخص تکبیر کہین جو بعد اونکو فوت ہو جائین بعد فارغ ہونے امام کے پیہم بدون دعا کے اگر خوف کرین میت کے اوٹھائے جانے کا گردنون پر ھ موجود شخص سے فوت ہونیکی صورت یہہ ہی کہ مثلا امام نے دو تکبیرین کہہ لین اور یہہ شخص شریک نہوا تیسری مین شریک ہوا تو دو تکبیرین باقی بعد سلام کے کہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ موجود شخص اگر تکبیر اول امام کے ساتھہ نہ کہے اوسکی پیچھے کہے تو اوس سے کچہہ فوت نہوگا کذا فی الشامی وما فی المجتبی لیس ان المدرک یکبر الکل فی الحال فشاذ ھ اور مجتبی مین جو یہہ ہی کہ مدرک یعنی موجود وقت تحریمہ کی کل تکبیرین فوت شدہ اوسیوقت کہلے تو یہہ خلاف قیاس ہے کذا فی النہر ھ مجتبی مین ہی کہ اگر امام نے تکبیر کہی اور ایک شخص موجود تہا شریک نہوا یہانتک کہ دوسری تکبیر کہی تو یہہ شخص تحریمہ مین امام کا شریک ہو جاوے اور پہلی تکبیر کو اوسیوقت کہلے اسیطرح اگر دوسری اور تیسری مین شریک نہو تو چوتھی مین شریک ہو کر فوت شدہ کو اوسیوقت کہلے شارح نے کہا کہ یہہ قول مخالف تصریح فقہا کے ہی کہ اکثر نے یہی کہا ہی کہ بعد سلام کے کہے کذا فی الشامی فلو جاء المسبوق بعد تکبیر الامام الرابعۃ فاتتہ الصلوۃ لتعذر الدخول فی تکبیرۃ الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمۃ فاذا سلم الامام کبر ثلثا کما فی الحاوی وعلیہ الفتوی ذکرہ الحلبی وغیرہ پس اگر مسبوق بعد امام کی چوتھی تکبیر کے آیا تو طرفین کے نزدیک اوسکو نماز فوت ہو گئی بسبب متعذر ہونے شرکت کے امام کی تکبیر مین اور ابو یوسف کے نزدیک نماز مین داخل ہو جاوے بسبب باقی رہنے تحریمہ کے اور جب امام سلام پہیرے تو تین تکبیرین کہلے جیسے موجود شخص کہ چوتھی تکبیر تک امام کا شریک نہوا اور بعد چوتھی کے شریک ہو جاوے تو وہ سلام کے بعد تین تکبیرین کہتا ہے بالاتفاق اور اسی قول امام ابو یوسف پر فتوی ہے ذکر کیا ہی اوسکو حلبی وغیرہ نے ھ یعنی طرفین کے نزدیک مسبوق کو انتظار امام کی تکبیر کا کرنا چاہیئے تب شریک ہو سکتا ہی اور چونکہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی تکبیر باقی نہین اسلئے اوسکی شرکت نہین ہو سکتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ قبل سلام تحریمہ باقی ہی اسلئے شریک ہو سکتا ہی کذا فی الشامی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز اور جبکہ کئی جنازہ مجتمع ہو جائین تو ہر ایک پر جدا جدا نماز پڑہنا بہتر ہے بہ نسبت سب پر ایک ساتہہ نماز پڑہنے کی اور مقدم کرنا افضل شخص کا افضل ہی یعنی اول سب سے افضل پر نماز پڑھے پہر اوس سے کم فضیلت والے پر اور علی ہذا القیاس اور اگر جمع کرے یعنی سب پر ایک ہی نماز پڑہے تو درست ہی ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلہم وان شاء جعلہا صفا مما یلی القبلۃ واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازۃ مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلہا درجا فحسن لحصول المقصود پہر اگر چاہے تو ایک ساتہہ نماز پڑہنے کیصورت مین سب جنازونکو ایک صف کر دے اسطرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پانو کیطرف ہو اور امام کہڑا ہو اوس شخص کے سینہ کے مقابل جو اون سب مین افضل ہو اور اگر چاہے تو اونکو قبلہ کیجانب ایکدوسرے کے پیچھے رکہکر صف بنا دے اسطرح کہ ہر جنازہ کا سینہ امام کے مقابل رہے تاکہ امام سبکے سینہ کے مقابل کہڑا ہو اور اگر اسصورت مین زینہ کیطرح صف کرے یعنی ایک کا سر دوسرے سے کچہہ نیچے کرے اسطرح کہ ہر جنازہ بہ نسبت پہلے کے تہوڑا سا بائین طرف کو رہے تو بہتر ہے بسبب حاصل ہونے مقصود کے ھ طحطاوی نے کہا کہ حصول مقصود تینون کیفیتون کی علت ہی کہ جسطرح چاہے پڑہے مطلب سب مین حاصل ہی وراعی الترتیب المعھود خلفہ حالۃ الحیوۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراھقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ وان ترتیبھم فی قبر واحد لضرورۃ فبعکس ھذا فیجعل الافضل مما یلی القبلۃ فتح اور لحاظ رکہے ترتیب معمولی کا اپنے پیچھے زندگی کی حالت مین یعنی اپنے پاس سب سے افضل شخص کا جنازہ کرے پہر اوسکا جو اوس سے کم ہو مثلا عالم فاضل کا جنازہ اپنے متصل کرے پہر ورد کا اور اگر علم و فضل مین برابر ہون تو بڑی عمر والے کو مقدم کرے کذا فی الشامی مرد کو اپنے پاس کرے پہر لڑکے کو پہر خنثی کو پہر

پہر عورت بالغہ کو پہر قریب البلوغ عورت کو اور آزاد لڑکا مقدم کیا جاتا ہی بالغ غلام پر اور غلام مقدم کیا جاتا ہی عورت پر اور دفن کی ترتیب عرف
تیرہ ہی سوا ایک قبر میں اسکی الٹی ہے یعنی اگر کسی ضرورت سی ایک قبر میں کئی مردے دفنائی جائیں تو افضل شخص جانب قبلہ رہی کذا فی الفتح ضرورت
کی قید اسلئی لگائی کہ دو شخصوں کا ایک قبر میں دفن کرنا درست نہیں جبتک کہ اول مٹی نہو جاوے اور اگر دو کو ایک قبر میں ضرورت کیوجہ سے
دفن کریں تو دونوں کے درمیان مٹی کی آڑ یا کچی اینٹیں رکہدیں تاکہ دو قبرونکی صورت ہو جاوے اور بعد مٹی ہو جانے مردہ کے قبر پر عمارت
بنانی اور کہیتی درست ہی کذا فی الطحطاوی وقدم فی الصلوٰة علیہ السلطان ان حضر لانہ نائبہ وهو امیر المصر ثم القاضی ثم صاحب الشرط ثم
خلیفتہ ثم خلیفة القاضی ثم امام الحی فیہ ابهام وذلک ان تقدیم الولاة واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الو
لی والا فالولی افضل کما فی المجتبی شرح المجمع للمصنف اور مقدم کیا جائی مردہ پر نماز پڑہنے کے لئی بادشاہ اگر موجود ہو یعنی اگر بادشاہ ہو تو نماز
وہ پڑہاوے یا نائب اوسکا یعنی حاکم شہر کا پہر قاضی پہر حاکم سیاست پہر اسکا نائب پہر قاضی کا خلیفہ پہر امام محلہ کا شارح نے کہا کہ مصنف کا
کلام ایہام ہی یعنی شبہ ہوتا ہی کہ امام ہونا حکام کا اور محلہ کی مسجد کے امام کا حکم یکساں ہی حالانکہ حکم دونو کا مختلف ہی اور وہ اسطرح
ہے کہ مقدم ہونا حاکموں کا واجب ہی اور محلہ کی مسجد کے امام کی تقدیم صرف مستحب ہی اس شرط سے کہ ولی سے بہتر ہو اور اگر ولی بہتر ہو تو
ولی ہی اولی ہے چنانچہ مجتبی اور مجمع کی شرح میں مصنف مجمع کی تالیف ہی ایسا ہی مذکور ہی وفی الدرایة امام المسجد الجامع اولی من امام
الحی دستعملہ النہر اور درایہ میں ہی کہ امام مسجد جامع کا بہتر ہے محلہ کی مسجد یعنی میت کے محلہ کی مسجد کے امام سے کذا فی النہر ثم
الولی بترتیب عصوبة الانکاح الا الاب فیقدم علی الابن اتفاقا الا ان یکون عالما والاب جاهلا فالابن اولی پہر ولی موافق ترتیب عصبہ
ہونے کے نکاح کرنے کے مستحق ہے نماز پڑہنے کا بجز باپ کے کہ وہ مقدم ہی میت کے بیٹے پر بالاتفاق مگر یہ کہ بیٹا عالم ہو اور باپ میت کا جاہل
تو اسصورت میں بیٹا اولی ہی اور ایک نسخہ میں فالابن کی جگہہ فالاسن ہی یعنے اگر قرابت میں دو ولی برابر ہوں تو بڑا عمر میں بہتر
ہے کذا فی الشامی فان لم یکن له ولی فالزوج ثم الجیران پس اگر مردہ کا ولی کوئی نہو تو عورت پر نماز پڑہنے میں شوہر اولی ہی پہر ہمسایہ کی
لوگ اولی ہیں اجنبی شخصوں سے ومولی العبد اولی من ابنه الحر لبقاء ملکه اور غلام کا آقا بہتر ہے بنسبت اوسکے آزاد بیٹے کے بسبب باقی
رہنے ملک آقا کے بیٹے کی قید اتفاقی ہی آقا میت کے سب اقارب سے بہتر ہے اور ملک سے مراد حکمی ملک ہی ورنہ موت سے ملک منقطع ہو جاتی
ہی کذا فی الشامی والفتوی علی بطلان الوصیة بغسله والصلوٰة علیه اور فتوی اوپر باطل ہونے وصیت کی ہی واسطی اپنے نہلانے اور نماز
پڑہنے کے یعنی مردہ نے وصیت کی کہ مجکو فلاں شخص نہلا دے یا مجہپر فلاں شخص نماز پڑہے تو یہہ وصیت باطل ہی اسیطرح اگر وصیت کی
کہ فلاں کپڑے کا کفن دیا جاوے یا فلاں جگہہ دفن کیا جاوے تو یہہ بہی باطل ہی کذا فی الشامی وله ای للولی ومثله کل من یقدم علیه بلا اولی
الاذن لغیره فیها لانه حقه فیملک ابطاله الا انه اذا کان هناک من یساویه فله اعنی لذلک المساوی ولو اصغر سنا المنع لمشارکته فی الحق
اما البعید فلیس له المنع اور ولی کو اختیار ہی اذن دینے کا دوسرے شخص کو نماز جنازہ پڑہانے کے لئی اسلئے کہ امام ہونا اوسکا حق ہی تو اوسکو اختیار
اپنے حق کے باطل کرنیکا مگر جب زمان کوئی دوسرا ولی اوسکی برابر ہو تو اس دوسری مساوی کو اگرچہ عمر میں چہوٹا ہو اختیار روکدینے
غیر شخص کا ہی بسبب اوسکی شریک ہونے کے حق میں مگر بعید ولی کو روکنے کا اختیار نہیں شارح نے کہا کہ مثل ولی کی دوسرے کو اجازت دینے
میں وہ لوگ بطریق اولی مختار ہیں جو ولی پر مقدم ہیں مثل سلطان اور قاضی وغیرہ کے صورت مسئلہ کی یہہ ہی کہ میت کے مثلا دو
بیٹے ہیں بڑے بیٹے نے زید کو اجازت نماز پڑہنے کی دی تو چہوٹا بیٹا زید کو روک سکتا ہی مگر دور کا رشتہ دار نہیں روک سکتا فان
صلی غیره ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعاد الولی ولو علی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض
ولذا قلنا لیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع پس اگر ولی کے سوا کسی اور شخص نے نماز پڑہی جسکو ولی پر

مقدم ہونیکا حق نہ تہا اور ولی نے اوسکی متابعت نکی تو ولی اگر چاہی نماز دوبارہ پڑہی اگرچہ اوسکی قبر پر ہو بسبب اپنے حق کے نہ واسطے
ساقط ہونے فرض کے یعنی فرض تو غیر کی نماز سے بہی ساقط ہوگیا اگر بالفرض ولی نماز نہ پڑہے تو کوئی گناہگار نہوگا مگر ولی کو اجازت نماز
کی اوسکے حق کی جہت سی ہی کذا فی الطحطاوی اور اسی وجہ سی کہ یہہ اعادہ حق ولی کی جہت سی نہ فرض ساقط ہونیکو ہم کہتی ہین کہ جو شخص نماز
جنازہ پڑہ چکا ہو اوسکو جائز نہین کہ ولی کے ساتہہ نماز کو پہر سی پڑہی اسلئے کہ مکرر پڑہنا اس نماز کا مشروع نہین ھ طحطاوی نے کہا
کہ بظاہر اس سی معلوم ہوتا ہی کہ نماز بیشتر پڑہی ہو یا نہ پڑہی ہو مکرر پڑہنا جائز نہین اور یہہ جو مروی ہی کہ صحابہ رض نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر مکرر پڑہی تو مفتی ابو السعود نے کہا ہی کہ یہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سی ہی وان صلى من له
حق التقدم كقاض او نائبه او امام حي او من ليس له حق التقدم وتابعه الولي لا يعيد لانهم اولى بالصلوة منه واگر صورت مذکورہ بالا نہو
یعنے نماز ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولی سی مقدم ہونیکا حق ہی مثلا قاضی یا اوسکا نائب یا مسجد محلہ کے امام نے پڑہی خواہ اوس شخص نے
پڑہی جسکو حق تقدم ولی پر نہین مگر ولی نے اوسکے پیچھے پڑہلی تو اسصورتین ولی نماز دوبارہ نہ پڑہی اسلئے کہ جنکو حق تقدیم کا حاصل ہی وہ
ولی کی نسبت نماز پڑہنے کی لئے بہتر ہین ھ یہہ تعلیل صرف اول صورت کی ہوئی اور دوسری صورتین عدم اعادہ کیوجہ یہہ ہی کہ ولی کا
پڑہنا پیچھے غیر شخص کے گویا اوسکو اجازت دینا ہی نماز پڑہانے کی وان صلى هو اي الولي بان لم يحضر من يقدم عليه لا يصلي غيره بعده
وان حضر من له التقدم لكونه احق اور اگر ولی نے نماز اپنے استحقاق کے بموجب پڑہی اسطرح کہ جو شخص اوسپر مقدم تہا وہ نہ آیا تو اب
دوسرا شخص بعد ولی کی نماز کے اوسپر نماز نہ پڑہی اگرچہ وہی آجاوی جسکو ولی پر تقدیم ہی کیونکہ ولی کی نماز بموجب استحقاق کے ہوگئی
اما لو صلى الولي بحضرة السلطان مثلا اعاد السلطان كما في المجتبى وغيره اور اگر نماز پڑہی ولی نے سلطان کی موجودگی مین مثلا تو
اعادہ کرے سلطان چنانچہ مجتبی وغیرہ مین ہی وفيه حكم صلوة من لا ولاية له كعدم الصلوة اصلا فيصلي على قبره الى ان يعلم انه
تفرق اور مجتبی مین ہی کہ حکم نماز اوس شخص کا جسکو ولایت نہین مانند نماز نہ پڑہنے کے ہی سرے سی تو ولی اوسکی قبر پر نماز پڑہے اگر
چاہی جبتک مردہ پہٹا نہو ھ حلبی نے کہا کہ اسکی یہہ معنی ہین کہ جب ایسی شخص نے نماز پڑہی جسکو ولایت نہین تو بلحاظ ولایت ولی کے
گویا نماز سرے سی نہین ہوئی اسلئے اوسکو اختیار ہی کہ مردہ اگر دفن ہوگیا ہو تو قبر پر نماز پڑہلے شامی نے کہا کہ مین نے مجتبی مین یہہ
مسئلہ نہین پایا وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلوة او بها بلا غسل او ممن لا ولاية له صلي على قبره استحسانا ما لم يغلب على الظن
تفسخه من غير تقدير هو الاصح وظاهره انه لو شك في تفسخه صلي عليه لكن في النهر عن محمد لا كانه تقديم للمانع اور اگر مردہ بدون نماز
کے دفن کیا گیا اور اوسپر مٹی دیدی گئی یا نماز پڑہی مگر بدون غسل کے یا ایسے شخص نے پڑہی جسکو ولایت نہ تہی تو نماز پڑہی جاوے
اوسکی قبر پر بدلیل استحسان جبتک کہ گمان غالب اوسکی پہٹنے کا نہو بدون مقرر کرنے کسی مدت کے یہی صحیح قول ہی اور بظاہر گمان غالب کی
قید سی معلوم ہوتا ہی کہ اگر مردہ کی پہٹنی مین شک ہو تو اوسپر نماز پڑہی جاوی لیکن نہر الفائق مین امام محمد سے نقل کیا ہی کہ شک کیصورت مین نماز
نہ پڑہی جاوی تو غالبا یہہ اسلئے کہا کہ مانع کو ترجیح دی ھ شامی نے کہا کہ ممن لا ولاية له متعلق ہی محذوف کے جو حال واقع ہی ضمیر بہا سی
اور یہہ مسئلہ مجتبی کے مسئلہ کی ساتہہ دوبارہ ہوگیا اور قبر پر نماز پڑہنا پہلی دونو صورتون یعنی جب بے نماز دفن کیا ہو یا نماز بدون غسل کی پڑہی ہو
واجب ہی اور تیسری صورتین صرف ولی کو جائز ہی بسبب حق کے اور قول اصح کا مقابل مدت تین روز کی ہی بعض کے نزدیک اور بعض نے دس دن
اور بعض نے ایکمہینا کہا ہی اور وجہ اصح کی یہہ ہی کہ پہٹنا متفاوت مدتین ہوتا ہی بلحاظ موسم اور جگہہ کی اسلئے مدت مقرر کرنی مناسب نہین اور
کانہ کی خبر محذوف ہی یعنی قال ذلك اور ترجیح مانع کا یہہ مطلب کہ شک کے باعث دو صورتین مساوی پیدا ہوئین ایک پہٹنا مردہ کا جو مقتضی ہی نماز کے
منع کا دوم نہ پہٹنا جو موجب ہے نماز پڑہنے کا تو پہٹنا جو مانع تہا اوسیکو ترجیح دیگئی ولم يخرج الصلوة عليها لكنها لا تعاد بغير حائل استحسانا اور نہین

جائز ہے نماز جنازہ پر سوار ہوکر اور بیٹھے ہوئے بدون عذر کے بدلیل استحسان ھ یعنے اگر عذر کے باعث سوار ہوکر پڑہین مثلاً گارے یا مینہ کے باعث نہ اتر سکین یا بیٹھکر پڑہین کہ کھڑے ہونیکی طاقت نہو تو نماز درست ہوگی وکرهت تحریما وقیل تنزیها فی مسجد جماعة هوای المیت فیه وحده او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد وحده او مع بعض القوم والمختار الكراهة مطلقا خلاصه بناء علی ان المسجد انما بنی للمكتوبة وتوابعها كنافلة وذكر وتدريس علم وهو الموافق لاطلاق حديث ابی داود من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوة له اور مکروہ تحریمی ہی اور بعض کے نزدیک تنزیہی نماز جنازہ بیچ مسجد جماعت یعنی جامع مسجد یا محلہ کی مسجد مین کہ مُردہ اُسکی اندر ہو تنہا یا کل یا بعض نمازیون کے ساتھہ اور اختلاف ہی مسجد سی باہر رہنے کیصورت مین تنہا مردہ باہر ہو یا کچھہ نمازیون کے ساتھہ باہر ہو اور قول مختار ہر صورتین بکروہ ہونا ہے کذا فی الخلاصہ ہے بہ سبب کہ مسجد صرف نماز فرض وقتی اور اوسکی توابع کے لئی بنی ہی جیسی نماز نفل اور یاد الٰہی اور علم کا پڑہانا ہے اور یہی قول کراہت کا موافق ہی واسطی اطلاق حدیث ابو داؤد کے کہ جسنی نماز پڑہی مردہ پر مسجد کے اندر تو اوسکی لئی نماز نہین ھ شامی نے کہا کہ ابی داؤد کی روایت مین فلا شئی له ہی یعنی اوسکو کچھہ ثواب نہین اور ایک روایت مین فلا اجر له ہی اور ابن ابی شیبہ نے فلا صلوة له روایت کیا ہی اور شارح نے جو علت کراہت کی بیان کی ہی کہ مسجد نماز فرض وقت اور اُسکی توابع کے لئی ہی تو یہہ ظاہر نہین اسلئی کہ نماز جنازہ بھی ذکر اور دعا ہی اور مسجد بیشک ذکر و دعا کی لئی ہوتی ہی ورنہ چاہیئے کہ طلب باران اور کسوف کی دعا سی بھی مسجد مین منع کیا جائے اور اگر علت مسجد کے آلودہ ہونے کو ٹھہرایا جاوی تو جس صورتمین مردہ باہر مسجد کے ہو تو نماز مکروہ نہونی چاہیئے باقی رہا حال حدیث کا تو اُسمین تین احتمال ہوسکتی ہین ایک یہہ کہ فی المسجد ظرف نمازی کا ہو دوم یہہ کہ ظرف میت کا ہو سوم یہہ کہ دونو کا ہو اگر نمازی کا ظرف کہو تو چاہیئے کہ جس صورتمین نمازی باہر مسجد کے ہو اور میت اندر اُس نماز مین کراہت نہو اور اگر میت کا ظرف کہو تو جب میت باہر اور نمازی اندر ہو تب کراہت نہوگی اور اگر دونو کا ظرف کہو تو کراہت دونو کے اندر ہونے مین منحصر ہوگی اگر ایک باہر ہوگا اور ایک اندر تو کراہت نہوگی پہر قول مختار جو ہر صورت مین کراہت کا ہوتا ہی وہ کہان رہا لیکن میرے نزدیک اس حدیث سی مطلق کراہت اسطرح معلوم ہوتی ہے کہ فعل کا اثر کبھی ظاہر مین مفعول پر نہین ہوتا جیسی علم اور ذکر ہی اور کبھی ہوتا ہی جیسے ضرب قتل ہے تو اگر ظرف پہلی قسم مین بولا جائیگا تو وہ فاعل کا ظرف ہوگا خواہ مفعول اُسمین ہو یا نہو مثلاً کہین کہ مین نے زید کو مسجد کے اندر ذکر کیا تو مسجد ظرف متکلم کا ہوگی خواہ زید اوسکی اندر ہو یا نہین اور دوسری قسم مین ظرف متعلق بمفعول ہوگا گو فاعل اُسمین ہو یا نہین مثلاً اگر کہین کہ مین نے زید کو مسجد مین مارا تو مسجد زید کا ظرف ہوگی خواہ متکلم مسجد مین ہو یا نہو جیسی حرم کے اندر کوئی شخص شکار کے تیر ماری تو وہ قاتل صید حرم کہلائیگا گو خود باہر حرم سی ہو اب جو نماز جنازہ کو دیکھتی ہین تو اُسکو اول قسم سی پاتے ہین اس سی معلوم ہوا کہ مسجد نمازی کا ظرف ھی خواہ میت اوسمین ہو یا نہو اور اسکی مؤید ہی یہہ روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اصحاب کو خبر مرگ نجاشی کی سُنائی تو مسجد سی نکلکر مصلی مین تشریف لیگئی وہان اوسپر نماز پڑہی اگر مسجد مین جائز ہوتی تو پہر باہر نکلنی کی کیا معنی جنازہ تو مسجد کے اندر نتہا ہان یہہ صورت رہگئی کہ مردہ مسجد کے اندر ہو اور نمازی باہر تو اسکی کراہت دلالة النص سی پائی جاتی ہی کیونکہ جب باوجود نماز جنازہ کے ذکر و دعا ہونیکی خود نماز مسجد مین مکروہ ہوئی تو مردہ کا اوسمین داخل کرنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کہ ایک فعل لغو ہی اور کہشکا مسجد کی آلودگی کا جدا ہی پس معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مؤید قول مختار کے ہی کہ نماز مسجد کے اندر ہر صورتمین مکروہ ہی پہر یہہ کراہت اُسصورتمین ہی کہ بدون عذر کے مسجد مین نماز پڑہی جاوی اور اگر کسی عذر سی ہو تو مکروہ نہین اسیطرح مکروہ ہے نماز جنازہ شارع عام مین تمام ہوا قول شامی کا مختصراً ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث و يسمى ان استهل بالبناء للفاعل ای وجد منه ما يدل على حيوته بعد خروج اكثره حتى لو خرج رأسه وهو يصيح فذبح رجل فعليه الغرة وان قطع اذنه فخرج حيا فمات فعليه الدية اور جو بچہ پیدا ہوکر مرجاوے اگر وہ آواز کری تو نہلایا جاوی اور اوسپر نماز پڑہی جاوی اور وہ وارث ہوگا دوسرے کا اور اُسکی میراث اور ونکو ملیگی اور نام رکہا جائیگا شارح نے کہا کہ استهل بصیغہ معروف ہی اور اُس سی مراد یہہ ہی کہ بچہ سی وہ بات پائی جائی جس سی اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو بعد اکثر بچہ کے نکلنی کی یہانتک کہ اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ چیختا ہی اور اُسیوقت اُسکو کسی نے ذبح کر دیا تو اُسپر غرہ لازم

ہوگا اور اگر بچہ نکلنے کے بعد اسکا کان کاٹ لیا پہر وہ زندہ نکلا اور مرگیا تو اوسپر خونبہا لازم ہوگا ھ نماز وغسل کا ذکر ماتن نے کیا اور کفن کو باعث
ظاہر ہونیکے چہوڑ دیا یعنی کفن بہی دیا جاوے اور نام اسلیئے رکہا جاوے کہ آدم زادہ ہے نام رکہنے مین اوسکی تعظیم ہی اور استہلال مطلق آواز کرنیکو چاند دیکہنے کے
وقت کہتے ہین پہر پیدایش کیوقت بچہ کے رونیکو بہی کہنے لگے اسلیئے شارح نے کہدیا کہ رونا شرط نہین بلکہ زندگی کی علامت مثلا حرکت کرنا
اعضا کا بہی کافی ہی اور چونکہ شریعت مین ایسے بچہ کا حکم زندہ کا ہی اسلیئے وہ وارث اور مورث ہوسکتا ہی غرہ بضم غین معجمہ وتشدید راء مہملہ
خونبہاء مرد کے بیسوین حصہ کو کہتے ہین اور مرد کا خونبہا دسہزار درم یا ہزار دینار ہوتے ہین تو غرہ پانسو درم یا ۵۰ دینار کا ہوا اور وجہ غرہ
کی یہہ ہی کہ جبتک بچہ اکثر نہین نکلا اوسکو حکم پیٹ کے بچہ کا ہی اور پیٹ کی بچہ کے تلف کرنے مین غرہ ہوتا ہی اور کان کاٹنے مین خونبہا اسلیئے لازم
ہوا کہ سبب موت کا وہی ہوا اور قصاص شبہہ کیوجہ سے لازم نہوا کذا فی الشامی ھ (والا) ای وان لم یستهل (غسل وسمی عند الثانی) هو الاصح فیفتی به علی خلاف
ظاهر الرواية اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار اور اگر کوئی علامت زندگی کی بعد اکثر پیدایش کے نپائی جاوے تو نہلایا جاوے اور نام رکہا جاوے
امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہی تو اسپر فتوی دیا جاوے بر خلاف ظاہر الروایت کے بسبب تعظیم بنی آدم کے چنانچہ ملتقی البحار مین ہی ھ
اکراما علت متن کی ہی یا بہ نفی کی اور یہہ اوس بچہ کا حکم ہے جسکی پیدایش پوری ہوا اور جسکی خلقت پوری نہوا اوسکے نہلانے مین اختلاف ہی چنانچہ
شارح بیان کرتا ہی (وفی النهر عن الظهيرية واذا استبان بعض خلقه غسل وحشر هو المختار) اور نہر الفائق مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ جب ظاہر ہو جاوے
بعض پیدایش بچہ کی تو اوسکو غسل دیا جاوے یہی قول مختار ہی اور اوسکا حشر ہوگا ھ شامی نے کہا کہ ہو المختار کے بعد وحشر کہنا مناسب تہا اسلیئے کہ
ظہیریہ مین اسیطرح ہی غرضکہ حشر مین اختلاف ہی بعض فقہا نے کہا کہ اگر روح پڑگئی ہوگی تو حشر ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی تو
حشر ہوگا (وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه) وکذا لا یرث ان انفصل بنفسه (کصبی سبی مع احد ابویه) لا یصلی علیه لانه تبع له ای فی احکام الدنیا
لا العقبی لما مر انهم خدم اهل الجنة اور جسپر علامت زندگی بعد نکلنے کے ظاہر نہو غسل ونام رکہنے کے بعد لپیٹا جاوے ایک کپڑے مین اور دفن کردیا جاوے
اور اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اور اسیطرح وہ بچہ وارث نہوگا اگر علٰحدہ ہوا ہوگا خود بخود جیسے وہ بچہ کہ قید کیا جاوے مع ایک کے ماباپ مین سے کہ اگر
مرجاوے تو اوسپر نماز نہ پڑہی جاوے اسلیئے کہ وہ تابع ہی احد الابوین کا یعنی احکام دنیا مین اوسکا تابع ہے نہ احکام آخرت مین بسبب اوس قول کے
کہ پیشتر گذرا کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خادم ہونگے ھ خود بخود کی قید اسلیئے لگائی کہ اگر کسی نے مثلا عورت کے پیٹ پر مارا اور بچہ مردہ
نکل پڑا تو وہ وارث اور مورث ہوگا کیونکہ شارع نے جب غرہ اوسکی قاتل سے دلوایا تو معلوم ہوا کہ اوسکی زندگی کا حکم کیا کذا فی الشامی (ولو
سبی بدونه فمسلم) تبعا للدار (او) بتبعية (السابي) او به (فاسلم هو او اسلم الصبی وهو عاقل) ای ابن سبع سنین (صلی علیه) لصیرورته مسلما اور اگر بچہ
بدون ماں یا باپ کے گرفتار آیا تو وہ مسلمان ہی بہ تبعیت دار الاسلام جبکہ گرفتار کنندہ ذمی ہو یا بہ تبعیت گرفتار کنندہ کی جبکہ وہ مسلمان ہو خواہ
وہ بچہ پکڑا گیا ماں باپ کی ساتہہ پہر ماں یا باپ مسلمان ہوا یا خود وہ لڑکا مسلمان ہوگیا حالانکہ وہ عاقل ہی یعنی سات برس کا ہی تو اوسپر نماز
پڑہی جاوے بسبب ہوجانے اوس بچہ کے مسلمان یعنی بہ تبعیت ماں یا باپ کے خواہ اپنی مسلمان ہوجانی سے ھ سات برس کے لڑکے کی مسلمان
ہونیکی صحت قاری ہدایہ کیطرف منسوب ہے اور عنایہ مین عاقل بچہ اوسکو لکہا ہی کہ نفع نقصان کو سمجہے اور یہہ کہ اسلام ہدایت ہی اور اوسکا اتباع
بہتر ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ صفت اسلام کی سمجہتا ہو یعنی ایمان اللہ تعالی اور اوسکی فرشتون اور کتابون اور رسولون اور قیامت اور تقدیر
پر رکہتا ہو شامی نے کہا کہ اس سے مراد یہہ ہی کہ اگر اوسکی سامنی ان امور کی تفصیل کیجاوے اور اوس سے ان پر ایمان کا سوال ہو تو کہدے کہ مین
ایمان لایا قالوا ولا ینبغی ان یسأل العامی عن الاسلام بل یذکر عنده حقیقته وما یجب الایمان به ثم یقال له هل انت مصدق بهذا فاذا قال
نعم اکتفی به ولا یضر توقفه فی جواب ما الایمان ما الاسلام فتح ھ فقہا نے کہا ہی کہ عامی آدمی سے اسلام کا حال نہ پوچہنا چاہئیے بلکہ اوسکی سامنی
اسلام کی حقیقت اور جس چیز پر ایمان واجب ہی اوسکو ذکر کرنا چاہئیے پہر اوس سے کہا جاوے کہ کیا تو اسکی تصدیق کرتا ہی پس اگر وہ ہاں کہدے تو

اوسکی مسلمان ہونیکے لئے اسی پر اکتفا کیجاوے اور اوسکو مضر نہین سکوت کرنا جواب مین ان سوالات کے کہ ایمان کیا چیز ہے اسلام کیا ہے کذا فی الفتح کیونکہ
عوام اکثر ان تفصیلون سے ناواقف ہوتے ہین حالانکہ اقرار توحید و رسالت کا کرتے ہین ویغسل المسلم ویکفن ویدفن قریبه کالخال الکافر الاصلی
اما المرتد فیلقی فی حفرۃ کالکلب عند الاحتیاج فلو له قریب فالاولی ترکه لهم من غیر مراعاۃ السنۃ فیغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ ویلقی فی
حفرۃ ولیس للکافر غسل قریبه المسلم اور نہلاوے مسلمان اور کفن دیوے اور دفن کرے اپنے رشتہ دار کافر اصلی کو مثلا اپنے ماموں کو حاجت کیوقت
اگر اوس کافر کے اور رشتہ دار ہون تو بہتر ہے کہ مسلمان اوس کافر مردہ کو ان رشتہ دارونکے حوالہ کرے اپنے آپ متکفل غسل وغیرہ کا نہو حاجت کیوقت
نہلاوے بدون رعایت طریق سنت کے یعنی وضو نکراوے اور داہنی طرف سے شروع نکرے بلکہ ایسے غسل دے جیسے نجس کپڑا دہوتے ہین اور اوسکو ایک کپڑے مین
لپیٹے اور ایک گڑہے مین ڈالدے یعنی رعایت کفن مسنون اور لحد کی نکرے شارح نے کہا کہ کافر اصلی کی قید اسلئے لگائی کہ مرتد کو کتے کیطرح گڑہے مین
ڈالدے غسل و کفن کچھ نکرے اور نہین جائز ہے کافر کو نہلانا اپنے رشتہ دار مسلمان کا ہم شامی نے کہا کہ مکروہ ہے کافر کا مسلمان کی قبر مین اترنا اوسکی
دفن کرنیکو واذا حمل الجنازۃ وضع ندبا مقدمها بکسر الدال وتفتح وکذا المؤخر علی یمینه عشر خطوات لحدیث من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت
عنه اربعین کبیرۃ ثم وضع مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یسارہ ثم مؤخرها کذلک فیقع الفراغ خلف الجنازۃ فیمشی خلفها اور جب کوئی شخص
جنازہ اوٹھاوے تو مستحب یہہ ہے کہ جنازہ کی اگلی جانب یعنی سرہانا اول اپنے داہنے مونڈہے پر دس قدم رکہے پہر پچھلی جانب یعنی پیتانا دس قدم داہنے
مونڈہے پر رکہے پہر اگلی جانب بائین مونڈہے پر دس قدم رکہے پہر پچھلی جانب بائین مونڈہے پر اسیطرح رکہے تو پچھلی جانب پر ۴۰ قدم سے فرصت ہو جائیگی
اوسوقت جنازہ کے پیچھے چلے اور اسطرح اٹھانا اسلئے مستحب ہوا کہ حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی جنازہ کو ۴۰ قدم اوٹھاوے تو اوسکا اٹھانا ۴۰ گناہ
کبیرہ کو دور کرتا ہے شارح نے کہا کہ لفظ مقدم بکسر دال ہے اور کبہی بفتحہ بہی بولتے ہین اور یہی حال مؤخر کا ہے کہ بکسر خاء معجمہ ہے اور فتحہ بہی دیتے ہین
ہم گناہ کبیرہ سے مراد یا وہ صغیرہ ہین جو دوسرونکی نسبت سے بڑے ہون یا خود کبیرہ مراد ہو سکتے ہین اور کفرت بصیغہ معروف ہے فاعل اوسکا جنازہ
ہے بتقدیر مضاف طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تہا کہ حدیث کو بعد تمام کرنے کیفیت حمل جنازہ کے بیان کرتا اسلئے مترجم نے موقع پر
اوسکا ترجمہ کیا وصح انه علیه السلام حمل جنازۃ سعد بن معاذ اور ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ سعد بن معاذ کا اوٹھایا ہے ہم یہہ
صحابی بڑے جلیل القدر ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہین کی شان مین فرمایا کہ انکی موت سے عرش خداوندی ہل گیا وکرہ عند ابی حنیفۃ بین عمودی
السریر بان یحمل کل رجل قائمۃ بالیدین علی العنق کالامتعۃ وکذا کرہ حمله علی ظهر دابۃ اور مکروہ ہے ہمارے نزدیک اٹہانا مردہ کا چارپائی کی دو پٹی یا سیرون
کے بیچ مین سے پکڑکر خواہ دو شخص اوٹھاوین یا چار بلکہ ہر شخص ایک ایک پایہ چارپائی کا ہاتہہ سے پکڑکر اٹھاوے شروع سے گردن پر نہ رکہے جیسے اسباب اٹھایا
کرتے ہین اور اسیوجہ سے مکروہ ہے لادنا مردہ کا پشت پر اور سواری کے جانور پر کیونکہ یہہ طریق اسباب کے اوٹھانیکا ہے جنازہ مین مسنون یہہ ہے کہ چار شخص
ایک ایک پایہ اٹھاکر پٹی کو مونڈہے پر رکہلین والصبی الرضیع والفطیم او فوق ذلک قلیلا یحمله واحد علی یدیه ولو راکبا وان کان کبیرا حمل علی الجنازۃ
اور بچہ شیرخوار یا دودہ چہوٹا ہوا یا اس سے کچہہ زیادہ عمر کا اوسکو ایک شخص اپنے دونو ہاتہون پر اوٹھاوے اگرچہ اوٹھانیوالا سوار ہو اور اگر لڑکا بڑا ہو
تو کہٹولے یا چارپائی پر اوٹھایا جاوے ویسرع بها بلا خبب ای عدو سریع ولو به کرہ اور جلد لیچلین جنازہ کو بدون تیز چلنے کے اور تیز چلنے
کے ساتہہ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذا مردہ اور ساتہہ والون کے ہم جنازہ مین اسقدر جلد چلنا مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادہر اودہر حرکت نکرے
کیونکہ حدیث مین وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لیجاؤ کہ اگر صالح ہے تو جلد اوسکو اچھی جگہہ پونہچاؤگے اور اگر برا ہے تو جلد اپنی گردنون سے برائی کو دور
کروگے کذا فی الشامی وکرہ تاخیر صلوته ودفنه لیصلی علیه جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ الا اذا خیف فوتها بسبب دفنه قنیه اور مکروہ ہے مردہ کی
نماز اور دفن مین اسلئے دیر کرنا کہ جمعہ کے بعد بہت سے آدمی اوسپر نماز پڑہین ہان جب یہہ خوف ہو کہ اسکے دفن کی جہت سے جمعہ فوت ہو جائیگا تو اس
صورتمین دفن مین تاخیر مکروہ نہوگی کذا فی القنیہ کما کرہ لمتبعها جلوس قبل وضعها وقیام بعده جیسے مکروہ ہے پیچھے چلنے والیکو بیٹھنا پہلے

جنازہ کے رکھنے کے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ کے رکھنے کے ھ عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جبتک نہ بیٹھتے کہ
جنازہ لحد مین نہ اتارا جاتا ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مردون کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں آپ بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا
کہ انکی خلاف کرو کذا فی الطحطاوی تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے ولایقوم من فی المصلی لہا اذا رآہا قبل وضعہا ولا من مرت
علیہ ھو المختار وما ورد فیہ منسوخ زیلعی اور نہ کھڑا ہو جو شخص نماز پڑھنے کی جگہ مین ہو جبکہ جنازہ کو دیکھے پیشتر اوسکے رکھنے کے اور نہ وہ شخص کھڑا ہو
جسکے پاس جنازہ ہوکر گذرے یہی قول مختار ہے اور جو کچھ کھڑا ہونیکے باب مین وارد ہے وہ منسوخ ہے کذا فی الزیلعی ھ یعنی یہہ جو حدیث مین آیا ہے
کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو اوسکے لئے کھڑے ہو جاؤ یہانتک کہ تمہاری نظر سے غائب ہو یا زمین پر رکھا جاوے یہہ حدیث منسوخ ہے اوس حدیث سے کہ
احمد نے حضرت علی رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو جنازہ کے لئے کھڑا ہونیکا حکم کیا تہا پہر آپ اسکے بعد بیٹھے رہے اور ہمکو
بیٹھے رہنے کا حکم کیا اور مسلم نے بھی اس مضمون کو روایت کیا اور کہا کہ کھڑا ہونیکا حکم پہلے تہا پہر منسوخ ہوگیا کذا فی الشامی وندب المشی
خلفہا لانہا متبوعۃ الا ان یکون خلفہا نساء فالمشی امامہا احسن اختیار اور مستحب ہے پیچھے چلنا جنازہ کے اسلئے کہ جنازہ متبوع ہے
اور متبوع تابع کے آگے ہوا کرتا ہے مگر یہہ کہ ہو وین جنازہ کے پیچھے عورتین تو اس صورت مین جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے کذا فی الاختیار ھ
جنازہ کو متبوع اسلئے کہا کہ حدیث مین حکم ہے اتباع جنازہ کا اور لفظ اتباع پیچھے چلنے والے پر بولا جاتا ہے نہ آگے چلنے والے پر کذا فی الشامی
وتکرہ مخروجھن تحریمًا وتزجر النائحۃ ولا یترک اتباعہا لاجلہا اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتون کا جنازہ کے ساتھہ اور زجر کیجاوے نوحہ کرنی
والی اور اسیطرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتہہ چلنا نہ چھوڑا جاوے بسبب نوحہ کرنیوالی کے ھ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتون
کو جنازہ کے ساتہہ دیکھکر پوچھا کہ تم اوٹھانیوالون کے ساتہہ جنازہ کو اوٹھاؤگی یا قبر مین اتارنیوالون کے ساتھہ مردہ کو اتاروگی یا نماز پڑہنے
والون کے ساتہہ نماز پڑہوگی انہون نے عرض کیا کہ ان باتون مین سے کوئی سی نکرینگی آپ نے فرمایا کہ ہٹ جاؤ گناہ کے ساتہہ نہ ثواب کے ساتہہ اہی
اور نوحہ والیکے سبب سے جنازہ کا ساتہہ اسلئے نہ چھوڑا جاوے کہ نوحہ بدعت ہے اور اتباع جنازہ سنت تو اگر بدعت کی جہت سے اس سنت کو چھوڑ دیا جاوے
تو جنازہ کے امور کا تکفل موقوف ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یمشی عن یمینہا ویسارہا ولو مشی امامہا جاز وفیہ فضیلۃ ایضًا ولکن ان تباعد
عنہا او تقدم الکل او رکب امامہا کرہ کما کرہ فیہا رفع صوت بذکر او قراءۃ فتح اور نہ چلے جنازہ سے داہنے اور بائین یعنی داہنے بائین چلنا اولی نہین
اور اگر جنازہ کے آگے چلے تب بھی درست ہے اور اوسمین بھی فضیلت ہے لیکن اگر جنازہ سے دور ہوگیا یا سب لوگ آگے بڑھگئے یا جنازہ کے آگے سوار
ہولیا تو مکروہ ہے جیسے مکروہ ہے جنازہ کے ساتہہ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرارت قرآن مین کذا فی الفتح ھ آگے چلنے مین فضیلت اس قول سے نکالی
کہ پیچھے چلنا افضل ہے یعنی افضل صیغہ افعل التفضیل ہے تو مطلق فضیلت آگے چلنے مین بھی ہوئی اور اتنا دور ہونا مکروہ ہے کہ لوگ یہہ سمجھین کہ
اکیلا جاتا ہے اور ذکر اور قرارت پکارکر نہ پڑھے اگر منظور ہو تو اپنے دلمین پڑھے کذا فی الشامی ویحفر قبرہ فی غیر دار مقدار نصف قامۃ فان
زاد فحسن ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ اور کہودیجاوے قبر مردہ کی اوسکے مکان کے سوا دوسری جگہہ مین بقدر نصف قد آدم عمق کے اور اگر زیادہ
ہو تو بہتر ہے یعنی اسقدر گہرائی ادنے مرتبہ اور چہاتی تک اوسط درجہ اور قد آدم سب مین افضل ہے اور لحد بنائی جاوے یعنی جانب قبلہ قبر کے گڈہا
کہودا جاوے یعنی ہٹی ہوئی مکان کہیسود اور شق نہ کیجاوے یعنی قبر کے بیچ مین گڈہا نکیا جاوے مگر زمین نرم مین اگر لحد ٹھہرے تو شق بنائی جاوے ھ غیر دار
کی قید کی ضرورت نہ تھی کہ خود ماتن آگے بیان کرتا ہے اور طول قبر برابر قد مردہ کے ہونا چاہیئے اور عرض آدہا طول سے لحد بفتح وضم لام ہے اور شق کو
اسلئے منع کیا کہ حدیث مین آیا ہے کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق غیرونکے لئے پس بدون ضرورت شق بنانا نچاہیئے ولایجوز ان یوضع فیہ مضربۃ وما روی
عن علی فغیر مشہور ولا یوخذ بہ ظہیریۃ اور نہین جائز ہے کہ قبر کے اندر گدا رکہا جاوے اور جو کچھ حضرت علی رضہ سے مروی ہے وہ مشہور نہین اور اوسپر
عمل نہین کذا فی الظہیریۃ ھ ظہیریۃ مین بجائے علی رضہ کے ذکر حضرت عائشہ کا ہے کہ اونہون نے گدا رکہا تہا [illegible] یہہ مشہور نہین یعنی ثابت نہین ہوا

بلکہ اور حدیثون سی اسکا خلاف ثابت ہی کہ حضرت ابن عباس نکروہ جانتی تھی کہ مردہ کے نیچے کوئی چیز ڈالی جاوی اور حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ میری
اور زمین کے درمیان کوئی چیز مت کرنا غرضکہ گدا اور تکیہ اور چٹائی سبکا حکم ایک ہی کسیکا رکہنا نچاہئی کذا فی الشامی ولا باس باتخاذ تابوت
ولو من حجر او حدید لہ عند الحاجۃ کرخاوۃ الارض ویسن ان یفرش فیہ التراب اور کچھ مضائقہ نہین حاجت کیوقت مردہ کیلئی تابوت بنانے کا
اگرچہ پتہر یا لوہی کا ہو مثلاً زمین کی نرمی کی جہت سی اور مسنون ہی کہ صندوق یا لحد مین مٹی بچہا دیجاوی ھم شامی نے کہا کہ اگر حاجت کی سبب
صندوق بنایا جاوی تو چاہئی کہ اوسکی نیچے مٹی بچہا دین اور داہنی اور بائین ہلکی اینٹین بھی رکہین اور ڈہکنی کے اندر کیجانب پر مٹی لیپ دین
تاکہ لحد کیصورت بنجاوی اور بدون حاجت صندوق بنانا مکروہ ہے مات فی سفینۃ غسل وکفن وصلی علیہ والقی فی البحر ان لم یکن قریبا من
البر فتح ایک شخص کشتی مین مرگیا تو غسل دیا جاوی اور کفنایا جاوی اور نماز پڑہکر دریا مین ڈالدیا جاوی اگر کشتی خشکی سی نزدیک نہو کذا فی الفتح
ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء علیہم السلام واقعات اور نہین چاہئی کہ مردہ مکان مین
دفن کیا جاوی اگرچہ بچہ ہو واسطی خاص ہونے اس طریق کے انبیا علیہم السلام کے ساتہہ کذا فی الواقعات ھم یعنی جس مکان مین مری اوسی مین دفن
ہو یہہ طریقہ مخصوص بہ انبیا علیہم السلام ہی اور ون کے لئی نہین چاہیئے ویستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جہتہا ثم یحمل
فیلحد وان یقول واضعہ بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ یوجہ الیہا وجوبا اور مستحب ہی کہ مردہ قبلہ کیجانب سی قبر مین اتارا جائی کہ وہ سمت معظم ہی
اسطرح کہ جنازہ اوسیطرف رکہا جاوی پہر اوٹہا کر لحد مین اوتارا جائی اور مستحب ہی کہ لحد مین اوتارنیوالا مردہ کا یون کہی بسم اللہ وباللہ وعلی
ملۃ رسول اللہ اور قبلہ کیطرف اوسکا منہہ کردیا جائی بطور وجوب شامی نے کہا کہ تحفہ مین مصرح ہی کہ قبلہ رخ کرنا مردہ کا سنت ہی وینبغی
کونہ علی شقہ الایمن ولا ینبش لیوجہ الیہا وتحل العقدۃ للاستغناء عنہا ویسوی اللبن علیہ والقصب لا الاجر المطبوخ والخشب لو حولہ اما
فوقہ فلا یکرہ ذکرہ ابن الملک اور مناسب ہی ہونا مردہ کا داہنی کروٹ پر اور قبر نہ اوکہیڑی جاوی مردہ کے قبلہ رخ کرنیکی لئی یعنی بعد مٹی
دینے کے اگر معلوم ہوا کہ مردہ قبلہ رخ نہین ہی تو قبر نہ اوکہیڑی جاوی اور لحد مین مردہ کے کفن کی گرہ کہولدی جاوی بسبب بے پروا ہونیکے اس سے
یعنی کفن کے کہلنے کے خوف سی گرہ تہی وہ خوف جاتا رہا اور رکہی جاوین اوسپر کچی اینٹین اور نرکل نہ پکی اینٹین اور تختہ اگر گرد میت کی ہو
لیکن اوسکے اوپر تختہ رکہنا مکروہ نہین ذکر کیا ہی اوسکو ابن ملک نے ھم کچی اینٹین اول لحد کے منہہ پر کہڑی کیجائین اور اونکی درزون پر نرکل یا
ڈہیلے رکہدئی جائین تختہ نرکہین اور اگر اوس کے اوپر تختہ رکہا جاوی تو مکروہ نہین **فائدہ** یہہ ایک کام کی بات ہی حل ذکر اللبنات
لحد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع یعنی شمار کچی اینٹون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد شریف کا ۹ ھم ذکر کیا ہی اوسکو بہنسی
طحطاوی نے کہا کہ کچی اینٹون کے ساتہہ نرکل کے مثل ہی تجار ذلک حولہ باد من بخوار کالتابوت اور جائز ہی پکی اینٹ اور تختہ گرد میت
کے نرم زمین جیسی صندوق درست ہی ویسجی ای یغطی قبرہا ولخنثی لا قبرہ الا لعذر کمطر اور ڈہانپی جاوی قبر عورت کی قبر مین اوتارنیکے
وقت یہانتک کہ لحد کا منہہ بند کیا جائی اگرچہ مردہ خنثی ہو نہ ڈہانپی جاوی قبر مرد کی مگر کسی عذر سی مثلاً بارش کی جہت سی ویہال التراب
علیہ ویکرہ الزیادۃ علی ما اخرج منہ من التراب لانہ بمنزلۃ البناء ویستحب حثیہ من قبل راسہ ثلثا وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء و
قراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور بعد لحد بند کرنیکے اوسپر مٹی ڈالی جاوی اور مکروہ ہی زائد کرنا مٹی کا اوس مقدار سی جو قبر مین سی نکلی ہی
اسلئی کہ زائد مٹی بجای عمارت کے ہی اور مستحب ہی مٹی دینا اوسکی سر کیجانب سی تین بار یعنی دونو ہاتہون سی تین دفعہ مٹی دے اول دفعہ مین کہی
منہا خلقناکم اور دوسری مین کہی وفیہا نعیدکم اور تیسری مین کہی ومنہا نخرجکم تارۃ اخری چنانچہ ابن ماجہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل
اسیطرح مروی ہی اور مستحب ہی بعد دفن مردہ کے ایکساعت توقف کرنا دعا اور قرارت کے لئی اسقدر کہ قربانی اونٹ کی ہوکر اسکا گوشت بٹجاوی
ھم قبر کی مٹی سی زائد مٹی ڈالنی اسلئی مکروہ ہی کہ ابو داؤد کی حدیث مین اوس سی ممانعت وارد ہی اور دفن کے بعد توقف کرنا بھی ابو داؤد مین

مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب مردہ دفن ہو چکتا تو اوسکی قبر پر کہڑی ہوتے اور فرماتے کہ اپنی بہائی کے لئی مغفرت کی درخواست
کرو اور ثابت رہنی کی دعا اوسکی لئی کرو کہ اُس سے اب سوال ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ بعد دفن کے قبر پر شروع سورہ بقر اور اوسکی خاتمہ کا پڑہنا
مستحب جانتی تھی کذا فی الشامی ولا باس برش الماء علیہ حفظا لترابہ عن الاندراس اور کچہ مضائقہ نہین پانی چہڑکنے کا قبر پر واسطی حفاظت
مٹی کے اُڑنیکے ہم بلکہ پانی چہڑکنے کو مستحب کہنا مناسب ہے اسلئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید اور اپنی فرزند ابراہیم کی قبر پر
چہڑکوایا تھا چنانچہ ابن ماجہ مین اور ابو داؤد کے مراسیل مین مروی ہی ولا یربع للنھی عنہ ویسنم قدر شبر وفی الظہیریۃ وجوبا وقد یشبر ولا یجصص
للنھی عنہ اور قبر چورس نہ بنائی جاوی بسبب ممانعت چورس کرنیکے اور اونچی کیجاوی مثل اونٹ کی کوہان کی براہ استحباب اور ظہیریہ مین ہی کہ اونچا
کرنا واجب ہی بقدر ایک بالشت کے اور گچ نکیجاوی قبر بسبب نہی کے گچ کرنے سی ہم چورس کرنیسی مراد یہہ ہے کہ مٹی کو پہیلا کر چبوترہ کی شکل نکیا
جاوی بلکہ بیچ مین سی اونچی مثل کوہان کے کیجاوی امام محمد نے آثار مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے چورس کرنیسے منع
فرمایا اور مسلم مین مروی ہی کہ آپنے قبر پر گچ کرنے اور اوسپر عمارت بنانیسی منع فرمایا کذا فی الشامی ولا یطین ولا یرفع علیہ بناء وقیل لا باس بہ
وھو المختار کما فی کراھۃ السراجیۃ اور نہ کہگل کیجاوی قبر پر اور نہ اوسپر کوئی عمارت بنائی جاوی اور ایک قول یہہ ہی کہ کہگل کا کچہ مضائقہ نہین
اور یہی قول مختار ہے چنانچہ سراجیہ کی باب الکراہیۃ مین ہی ہم شامی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تہا کہ وقیل لا باس الخ کو بعد ولا یطین کے
بیان کرتا کیونکہ عبارت سراجیہ مین کہگل کرنے کو مختار کہا ہے چنانچہ اوسکی عبارت یہہ ہی ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروہ والمختار
انہ لا یکرہ یعنی ابو الفضل کی تجرید مین مذکور ہے کہ قبرون کا کہگل کرنا مکروہ ہے اور مختار یہہ ہی کہ مکروہ نہین اور اسی عبارت کو مصنف نے منح الغفار
مین سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہی مگر قبر پر عمارت کا جواز مین نے کہین نہین دیکہا کہ کسی نے اوسکو مختار کہا ہو جب ک. ماتن. کی ظاہر عبارت سے مفہوم
ہوتا ہی اور طحطاوی نے کہا کہ شرنبلالیہ مین برہان سی منقول ہی کہ عمارت بنانا قبر پر زینت کیواسطی حرام ہی اور مضبوطی کے لئی بعد دفن کے مکروہ ہی
لیکن بنی ہوئی عمارت مین دفن کرنا مکروہ نہین وفی جنائزھا ولا باس بالکتابۃ ان احتیج الیھا حتی لا یذھب الاثر ولا یمتھن اور سراجیہ
کے باب الجنائز مین ہی کہ کچہ مضائقہ نہین لکہنے کا قبر پر اگر اوسکی ضرورت ہو اس غرض سی کہ اُس قبر کا نشان نجاتا رہی اور پامال نہو ہم مسلم
نے جابر سی روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا قبرون کے گچ کرنے اور اونپر لکہنے اور عمارت بنانے سی تو اس سے
معلوم ہوا کہ یہہ ممانعت اُسوقت ہی کہ حاجت نہو اور لا باس کہنی سی اشارہ ہوا کہ باوجود حاجت کے نہ لکہنا بہتر ہی اور فتاوی محب مین ہی کہ قرآن
کا لکہنا قبرون پر مکروہ ہے اسوجہ سی کہ بوسیدہ ہو کر کلمات پامال نہون اور یہی حال ہی دوسری کلمات واجب التعظیم کا ولا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب
الا لحق ادمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا
بلی وصار ترابا زیلعی اور بعد مٹی دینی کے مردہ قبر سے باہر نہ نکالا جاوی مگر کسی آدمی کے حق کیلئی مثلا زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک مردہ کا رہنا
پسند نکرے یا جس زمین مین دفن کیا وہ شفعہ کے باعث دوسرنے لے لی اور وہ نہین چاہتا کہ اس زمین مین مردہ رہی اور اختیار دیا جائیگا
مالک کو مردہ کے نکالنی اور قبر کو زمین سی برابر کرنے مین یعنی مالک زمین کے ظاہر و باطن دونونپر حق رکہتا ہی چاہی مردہ کو اندر رہنی دی اور قبر
اوپر سی ہموار کر دی اور چاہی اندر بھی نرہنی دی جیسی جائز ہی جوتنا قبر کا اور اوسپر عمارت بنانی جبکہ مُردہ پُرانا ہو کر مٹی ہوگیا ہو کذا فی الزیلعی
حامل ماتت وولدھا حی یضطرب شق بطنھا من الایسر ویخرج ولدھا ولو بالعکس وخیف علی الام قطع واخرج لو میتا والا لا کما فی کراھۃ الاختیار
اگر عورت حاملہ مرگئی اور اُسکا بچہ پیٹ مین زندہ حرکت کرتا ہی تو عورت کا پیٹ بائین طرف سی چیر کر اوسکی بچہ کو نکال لیا جاوی اور اگر معاملہ برعکس ہو
یعنی بچہ مرگیا اور عورت زندہ ہی اور خوف ہی ماں کے مرجانیکا تو اوس بچہ کو کاٹ کر نکالا جاوی اور اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹ کر نہ نکالا جاوی کیونکہ ماں
کا مرجانا وہمی بات ہی تو زندہ بچہ کو قتل کرنا وہمی امر کے لئی جائز نہین کذا فی الشامی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا لو میتا کہنا زائد ہی اسلئی کہ ولو

بالعکس سے اُسکا مردہ ہونا صاف ظاہر ہے ہو لو بلغ مال غیرہ ومات علی یتوق قولان والاولی نعم فتح اور اگر کوئی شخص پرایا مال نگلکر مر گیا
تو اُسکا پیٹ چیرا جاوے یا نہین اس باب مین دو قول ہین اور بہتر یہہ ہو کہ ہان چیرا جائے کیونکہ اوسکی حرمت اوسکی تعدی کے سبب سے جاتی رہی
اس سے معلوم ہوا کہ اگر بلا تعدی اوسکے پیٹ مین مال چلا گیا ہوگا تو پیٹ نہ چیرا جائیگا کذا فی الکافی **فرع** مسائل ملحقہ شارح کی الاتباع
افضل من النوافل لو قرابة او جوار او فیه صلاح مشہور یعنی جنازہ کے ساتھہ جانا افضل ہے بہ نسبت نفلون کے اگر میت کو ساتھہ قرابت یا
ہمسائگی ہو یا مرد نیکبخت مشہور ہو **ھ** وجہ افضل ہونے کی یہہ ہے کہ جنازہ کے ساتھہ جانے مین سلوک زندہ اور مردہ دونو کے ساتھہ ہے اسلئے
اُسکا ثواب زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی یندب دفنه فی جهة موته وتعجیله وستر موضع غسله فلا یراه الا غاسله ومن یعینه وان رأی به
ما یکره لم یجز ذکره لحدیث اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویهم مستحب ہی دفن کرنا میت کا اوسکی موت کی جہت مین یعنی جس جگہہ مرا ہو وہان
کے قبرستان مین دفن کرنا مستحب ہی وہانسے دوسری جگہہ نہ لیجانا چاہیئے اور مستحب ہی جلدی کرنا دفن مین اور مستحب ہی نہلانے کی جگہہ چھپانا اسطرح کہ
سوا نہلانیوالے یا اوسکے مددگار اور کوئی نہ دیکھے اور اگر مردہ سے کوئی امر ایسا دیکھے جو برا معلوم ہو مثلا صورت کا برا ہونا یا رنگ سیاہ پڑنا تو اسکا
بیان کرنا درست نہین بسبب اس حدیث کے کہ بیان کرو خوبیان اپنی مردونکی اور باز رہو اونکی برائیون سے **ھ** شامی نے کہا کہ اگر میت بدعتی
ہو تو اوسکی حال کے کہدینے کا مضایقہ نہین تاکہ اور لوگ بدعت سے باز رہین ولا بأس بنقله قبل دفنه اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ کو دوسری
جگہہ لیجانیکا پیشتر اوسکے دفن ہونیکے **ھ** یعنی دفن کرنیکے بعد بالاتفاق نقل درست نہین اور قبل دفن نقل کرنا بعض فقہا کے نزدیک تو
مطلقا درست ہی کتنا ہی فاصلہ ہو اور بعض نے کہا کہ اگر مدت سفر دونو جگہہ مین نہو تو نقل درست ہی اور امام محمد نے ایک یا دو میل کے فاصلہ کی
قید لگا دی ہی کہ اسقدر دوری تک نقل درست ہی اور اس سے زیادہ فاصلہ پر لیجانا مکروہ ہے کذا فی الشامی وبالاعلام بموته اور کچھہ مضایقہ
نہین میت کے مرنے کی خبر آپسمین ایکدوسرے سے کہدینے تاکہ لوگ اوسکا حق ادا کرین اور تجہیز و تکفین مین شریک ہون وبارثائه بشعر
او غیره لکن یکره الافراط فی مدحه لاسیما عند جنازته لحدیث من تعزی بعزاء الجاهلیة اور کچھہ مضایقہ نہین مردہ پر رونیکا شعر سے یا غیر
شعر سے مگر مکروہ ہے زیادتی کرنی اوسکی تعریف مین خصوص اوسکے جنازہ کے پاس بسبب اس حدیث کے کہ جو کوئی واویلا کرے ایام کفر کی رونے
سے یعنی وہ ہم سے نہین **ھ** جاہلیت کے رونے سے مراد چیخنا اور نوحہ کرنا اور پیٹنا اور کپڑا پھاڑنا ہی کہ یہہ سب امور ناجائز ہین اور شعر سے
رونے سے یہہ غرض کہ ایسا شعر پڑھکر رونا جس سے اپنے غم کا اظہار یا مردہ کی محاسن کا شمار بدون مبالغہ ہو شامی نے کہا کہ شارح نے
ارثاء باب افعال سے لکھا حالانکہ مزید مستعمل نہین رونے کے معنی مین مجرد ہی آتا ہی مصدر اوسکا مرثیہ ہی وبتعزیة اهله وترغیبهم فی الصبر
اور کچھہ مضایقہ نہین میت والونکی تسلی کرنی اور اونکو صبر مین رغبت دلانے کی **ھ** شرح منیہ مین کہا کہ ماتم پرسی مستحب ہی اسلئے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے صبر دلایا اپنے بھائی کو کسی مصیبت مین اللہ تعالی اوسکو قیامت کے دن کرامت کا لباس پہناویگا
کذا فی الشامی وباتخاذ طعام لهم اور کچھہ مضایقہ نہین میت کے گھر والون کے لئے کھانا پکوانیکا **ھ** فتح القدیر مین کہا کہ میت کے ہمسایہ
اور دور کے رشتہ دارون کو مستحب ہی کہ میت کی گھر والونکے واسطے اتنا کھانا پکوائے جو اونکو اس دن اور رات مین شکم سیر کردے اور اسبات
مین اصل وہ حدیث ہی کہ حضرت جعفر رض کی خبر مرگ جب آئی تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جعفر کے متعلقون کے لئے کھانا تیار کرو کہ وہ ایسے
دہندے مین لگے ہین وبالجلوس لها فی غیر مسجد ثلثة ایام واولها افضلها وتکره بعدها الا لغائب اور کچھہ مضایقہ نہین سوگ کیواسطے تین
دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکانمین اور اول روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا ماتم پرسی کیواسطے اور دنون سے بہتر ہے کیونکہ پہلے روز
مین وحشت فراق زیادہ ہوتی ہے تو تسلی ایسے ہی وقت مین مناسب ہے اور مکروہ ہے تعزیت بعد تین دن کے مگر غائب کیلئے مکروہ نہین یعنی اگر
کسی شخص نے تین دن کے بعد موت کی خبر سنی اور اسوقت وارثونکی تعزیت کو آیا تو مکروہ نہین اسیطرح اگر میت کا رشتہ دار موت کیوقت نہو

اور بعد دفن کے آدمی تب بھی اوسکے پاس تعزیت کو جانا مکروہ نہو گا کذا فی الشامی ہو مکروہ التعزیۃ ثانیا وعند القبر وعند باب الدار ویقول اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک اور مکروہ ہو تعزیت دوبارہ یعنی ایکبار اگر تعزیت کر لی ہو تو دوسری بار نچاہی اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس یعنی قبر کے پاس میت کے لیے دعا کا مقام ہو نہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت کہر کے دروازہ کے پاس اور تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالی تیرا ثواب زیادہ کرے اور تیرا صبر اچہا کرے اور تیری میت کو بخشے و یزار القبور ولو للنساء لحدیث کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا اور مردون کو قبرونکی زیارت کا اگرچہ عورتین زیارت کرین بسبب اس حدیث کے کہ مین نے تمکو منع کیا تہا قبرونکی زیارت سے اب آگاہ ہو کہ انکی زیارت کیا کرو ہم بعض فقہاء نے کہا کہ عورتون کو قبرونکی زیارت کرنی حرام ہے اور شارح نے لاباس بہ کہا خیرالدین رملی نے اسکی تفصیل خوب کی ہو یعنی اگر عورتین اسوجہ سی جاتین کہ غم تازہ ہو جاتا ہے اور رونا اور پیٹنا اپنی معمول کے موافق قبرون پر کرین تو ہرگز جائز نہین اور یہہ جو حدیث مین آیا ہے کہ اللہ تعالی لعنت کرتا ہے قبرونکی زیارت کرنے والیونکو تو اسمین وہی عورتین مراد ہین جو قبرون پر امور ناشروع کرین اور اگر اسوجہ سی جاتین کہ عبرت حاصل کرین یا تبرک جا کر صلحا کی قبرون پر جائین تو اسصورتمین اگر عورتین بوڑہی ہون تو مضایقہ نہین اور اگر جوان ہون تو انکی حق مین زیارت مذکور مکروہ ہے اور مردون کے حق مین بموجب حدیث بالا زیارت قبور مستحب ہے اور افضل یہہ ہے کہ جمعہ کو زیارت کرے یا اس سے ایکروز پہلے یا ایکروز پیچہے کذا فی الشامی ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقرء یس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات اور زیارت کرنیوالا قبرستان مین یہہ الفاظ کہے السلام علیکم سے لاحقون تک یعنے سلام ہو تمپر ای ایماندار قوم کے گہر والو اور بیشک ہم اگر خدا نے چاہا تو تمسے ملینگے اور سورہ یس پڑہے اور حدیث مین ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ بار پڑہکر اوسکا ثواب مردونکو بخشدے تو مردونکی شمار کے موافق اوسکو ثواب دیا جائیگا حلبی نے کہا کہ احد عشر کی جگہہ احدی عشرۃ صواب ہے ویحفر قبرا لنفسہ وقیل یکرہ والذی ینبغی ان لا یکرہ تہیئۃ نحو الکفن بخلاف القبر اور کچہہ مضایقہ نہین اپنی لئے قبر کہود رکہنے کا اور بعض نے کہا کہ مکروہ ہے اور مناسب بقواعد یہہ ہے کہ کفن جیسی چیز کا تیار کر لینا مکروہ نہین بخلاف قبر کے ہم وجہ قبر کے کہود رکہنے کی یہہ ہے کہ پہلے سے سفر آخرت کی تیاری ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ربیع بن خثیم وغیرہما نے ایسا کیا بہی ہے اور جن لوگون نے مکروہ کہا اوسکی علت یہہ بیان کی کہ آدمی کو معلوم نہین کہ مین کہان مرونگا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہے پہر خاص جگہہ قبر بنوانا نص کے خلاف ٹہرتا ہے طحطاوی نے کہا قبر کہدوانا قرآن کی نص کے مخالف نہین اسلئے کہ اس سے کچہہ نہ کچہہ فائدہ ہوتا ہی ہے یعنی اگر خود وہان نہ مریگا تو دوسرے کے کام آویگی یکرہ المشی فی طریق ظن انہ محدث حتی اذا لم یصل الی قبرہ الا بوطی قبر ترکہ اور مکروہ ہے چلنا قبرستان کے اوس راستہ مین جسکو گمان کرے کہ یہہ نیا راستہ ہو یہانتک کہ اگر میت کی قبر تک بدون کسی قبر کے روندنے کے نہ پہونچے تو اوس کے پاس جانا ترک کرے ولا یکرہ الدفن لیلا اور مکروہ نہین دفن کرنا رات کو ہم شرح منیہ مین کہا کہ دنکو دفن کرنا مستحب ہے کذا فی الشامی ولا اجلاس القارئین عند القبر وھو المختار اور نہین مکروہ ہے قرآن خوانون کا بٹہلانا قبر کے پاس اور یہی مختار ہے ہم نور الایضاح کی عبارت یہہ ہے کہ قرات قرآن کی لئے قبر کے پاس بیٹہنا مستحسن ہے کہ تلاوت اچہی طرح ہو اور خوب سمجہہ مین آوے اور باعث عبرت ہو قول مختار مین مکروہ نہین کذا فی الشامی اس نقل سے شامی کی غرض شاید یہہ ہے کہ قاریون کا بٹہلانا جو شارح نے مختار لکہا ہے کہین مصرح نہین عظم اللہ تعالی حرمۃ الآدمی کی بڑی حرمت رکہی ہے یعنی اگر قبر مین کسی کا عضو آدمی کی ہڈی پائی جاوے تو اسکو توڑنا جائز نہ ہوگا اور کسی قسم کا ہتک کیا جاویگا انما یعذب المیت ببکاء اھلہ اذا اوصی بذلک میت پر عذاب ہوتا ہے اوسکی گہر والون کے رونے سے بشرطیکہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو ہم اس مسئلہ مین اختلاف ہے کچہہ لوگونکا قول یہہ ہے کہ گہر والونکی رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اسلئے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ میت کو گہر والونکے رونے سے عذاب ہوتا ہے اور اکثر علما کا قول یہہ ہے کہ عذاب نہین ہوتا اسلئے کہ خدا تعالی فرماتا ہے (ولا تزر وازرۃ وزر اخری) اور حدیث کے معنی یہہ ہین کہ اوس زمانہ کے

لوگ نوحہ کرنے کی وصیت کیا کرتے تھے اسلئے آپنے ایسا فرمایا کذا فے البحر اور شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہی کہ آپنے یہ بات اوسوقت فرمایا تھا کہ آپ ایک یہودی کی قوم پر گذرے جو اُس یہودی کو رو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ اوسکو تو عذاب ہوتا ہی اور یہ لوگ اوسپر روتے ہین کتب علی جبھۃ المیت او عمامتہ او کفنہ عھد نامہ یرجی ان یغفر اللہ للمیت مردہ کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہدنامہ لکھا گیا تو توقع ہی کہ میت کو اللہ تعالی بخشدے ہم عہدنامہ کی دعا یہہ ہی اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ الرحمن الرحیم انی اعھد الیک فی ھذہ الحیوۃ الدنیا انی اشھد انک انت اللہ لا الہ الا انت وحدک لا شریک لک وان محمدا عبدک ورسولک فلا تکلنی الی نفسی فانک ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمتک فاجعل لی عھدا عندک توفینیہ یوم القیامۃ انک لا تخلف المیعاد اور اسکے الفاظ اور طرح بھی لوگون نے لکھے ہین باقی رہا اس دعا کا لکھنا مُردہ کی پیشانی وغیرہ پر سو اوسکو بعض فقہانے بقصد تبرک جائز لکھا ہی مگر ابن صلاح نے فتوی دیا ہی کہ قران اور اسماء معظم مین سے کچھ نہ لکھا جائے کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھکر مردہ کی نجاستون مین آنکو آلودہ کرنا ہی اور فتح القدیر مین ہے کہ قرآن اور اسماء الہی کا لکھنا روپیون اور محرابون اور دیوارون پر مکروہ ہی اسلئے کہ خوف اونکے پانو تلے آنے اور اہانت کا ہی اس سے معلوم ہوا کہ مُردہ کے بدن یا کفن پر لکھنا بطریق اولے مکروہ ہوگا جبتک کہ مجتہد سے ثابت نہو یا کسی حدیث صحیح مین اسکی صراحت نہو کذا فی الشامی مختصرا اوصی بعضھم ان یکتب فی جبھتہ وصدرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جاءت ملائکۃ العذاب فلما راوا مکتوبا علی جبھتی بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب اللہ کسی شخص نے وصیت کی کہ میری پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھدینا سو لکھدی گئی بعد اسکے اوسکو کسی نے خواب مین دیکھکر اُسکا حال پوچھا اوسنے کہا کہ جب مین قبر مین رکھا گیا تو میرے پاس عذاب کے فرشتے آئے سو جب اُنہون نے میری پیشانی پر بسم اللہ لکھی دیکھی تو اُنہون نے کہا کہ تو خدا کے عذاب سے امن مین ہوا ہم چونکہ اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہی کہ لکھنا کلمات متبرکہ کا بخوف نجاست اور پامالی کے مکروہ ہی تو یہہ واقعہ شاید اسطرح ہوا ہو کہ صرف انگشت شہادت سے بدون کسی سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ لکھدی ہو چنانچہ بعض فقہا اسطرح انگلی سے لکھنا بسم اللہ کا پیشانی پر اور کلمہ طیب کا چھاتی پر بعد نہلانے کے کفن دینے سے پیشتر تجویز کرتے ہین مگر بہر حال کسیطرح ہوا ہو شرعی احکام کا مدار خواب پر نہین ہو سکتا واللہ اعلم

باب الشھید

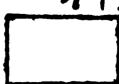
یہہ باب ہی شہید کے احکام مین ہم ہر چند شہید بھی مردہ ہی مگر اسکو نماز جنازہ سے جدا باب کرکے اسلئے بیان کیا کہ جو فضیلت شہید کو ہی وہ دوسرے مردہ کو نہین کذا فے النہر فعیل بمعنی مفعول لانہ مشھود لہ بالجنۃ او فاعل لانہ حی حاضر عند ربہ فھو شاھد شہید وزن فعیل ہی بمعنی مفعول اسوجہ سے کہ اوسکے لئے جنت سامنے کی گئی ہی یا بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ زندہ ہی اپنے پروردگار کے پاس تو وہ حاضر ہونیوالا ہے ہم شہید مشتق شہود سے ہی یا شہادت سے تو شہود یعنی ہو سکتا ہی کہ فرشتے اوسکی تعظیم کو آتے ہین اور جنت اوسکے سامنے پیش کیجاتی ہی اور شاید یہی ہو سکتا ہی کہ خدا تعالی کے پاس حاضر ہوتا ہی یا یہہ کہ اُسکا خون اور زخم اوسکے شاہد موجود ہین ھو کل مکلف مسلم طاھر شہید جسکا حکم آگے مذکور ہی وہ ہر عاقل بالغ مسلمان پاک شخص ہی ہم یہہ تعریف شہید کی حکمی بندہ کے ہی مطلق شہید کی نہین چنانچہ آگے بیان ہوگا کہ شہید اور بھی ہوتے ہین عاقل بالغ کی قید سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور دیوانہ نہلائے جائینگے اور مسلم کی قید سے کافر نکل گیا کہ گو ظلما مارا گیا ہو مگر شہید نہوگا اور پاک کی قید سے جنب اور حائضہ اور نفسا نکلگئی کہ یہہ اگر شہید ہونگے تو انکو غسل دیا جائیگا فالحائض اذا رات ثلثۃ ایام مستمرۃ ولا لاتعدم کونہا حائضا پس حیض والی عورت اگر تین روز خون دیکھے تو نہلائی جاوے ورنہ غسل نہ دیا جاوے بسبب نہونے اس عورت کے حائضہ ہم یعنی ایکعورت نے مثلا تین دن خون دیکھا پھر وہ ظلم سے ماری گئی تو چونکہ اوسکو مدت حیض کی گذرنے سے وہ قطعا ناپاک ہو گئی تھی اسلئے اوسکو غسل دینا چاہیے اور اگر خون دیکھنے کے دو روز کے بعد ماری گئی تو غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ ثابت ہونیکو وہ ابھی حائضہ نہین ہو سکتی کیونکہ شاید یہ خون استحاضہ کا ہو ولہ بعد علیہ السلام غسل حنظلۃ ...

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حنظلہ کو دوبارہ غسل نہ دیا بسبب ہونے غسل کے فرشتون کے فعل سے حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کی دلیل سے قسم حنظلہ بن ابی عامر تقی جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یار حنظلہ کو فرشتے نہلا رہے ہین صحابہ نے انکی بیبی سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ وہ ناپاکی کیحالت مین نکلے تھے آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتون نے اونکو نہلایا تو ہمین صاحبین یہہ فرماتے ہین کہ اگر ناپاک شہید کا غسل لازمی آدمی پر واجب ہوتا تو چاہئیے تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ کو دوسری بار نہلاتے شارح امام اعظم کیطرف سے جواب دیتا ہے کہ غسل ناپاک شہید کا واجب ہے مگر نہلانیوالے کچھ ضرور نہین کہ آدمی ہون چنانچہ حضرت آدم کے نہلانے کا قصہ باب الجنائز مین گذرا کہ اونکو فرشتون نے نہلایا تہا اسیطرح یہان بھی جب غرض غسل یعنی طہارت فرشتون کے نہلانے سے حاصل ہوگئی تو پھر بنی آدم کے غسل دینے کی کیا حاجت رہی کذا فی الشرح ولم تجب بقتله دية ای لم یجب بقتله مال عوضا عن نفسه بل قصاص شہید وہ پاک مسلمان مکلف ہے جو ظلم سے ناحق قتل کیا جاتا ہے یہ حکم کرنیوالی چیز سے یعنی ایسی چیز سے مارا جاتا ہے جو قصاص کی موجب ہو مثلاً تلوار اور چھری اور تیر وغیرہ سے نہ لاٹھی اور پتھر کی مانند جیسی کہ ان سے قتل نہ ہونے کی صورت مین قصاص لازم نہین آتا اسلیے انکے کشتہ کو غسل دیا جائیگا اور نہ واجب ہو خود اوس قتل کے سبب سے مال بلکہ واجب ہو قصاص حتی لو وجب المال بعارض کالصلح وقتل الاب ابنه لا تسقط الشهادة یہانتک کہ اگر مال واجب ہو کسی عارض کی جہت سے قتل کیوجہ جیسے قتل سے صلح کرنے مین کہ ہر چند قتل موجب قصاص ہے مگر قصاص ساقط ہوجاتا ہے صلح سے جو امر عارضی ہے یا قتل کر ہو باپ اپنے بیٹے کو کہ یہان بھی نفس قتل سے قصاص ہی واجب ہے مگر باپ ہونے کی جہت سے قصاص نہین لیا جاتا تو البتہ دونو صورتون مین شہادت ساقط نہوگی یعنی اوسکو غسل نہ دیا جائیگا ولم یرتث فلو ارتث غسل کما سیجئ اور ایک شرط غسل نہ دینے کی یہہ ہے کہ زخمی ہونیکے بعد زندہ نرہا ہو پس اگر زندہ رہا ہوگا تو غسل دیا جائیگا چنانچہ آگے مذکور ہوگا ارتثاث میدان جنگ سے اوٹھا لانے کو کہتے ہین جبکہ زخمی مین جان باقی ہو اور یہہ فعل مجہول استعمال ہوتا ہے کذا فی القاموس اور شرع مین جو کیفیت ارتثاث کی ہے وہ آگے مذکور ہوگی وکذا لو کان شہیدا لو قتله باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسببا او بغیر آلة جارحة فان قتولهم شهید ای ان قتلوه لانه لا یمکن ان یکون قتلهم لا خراج حرام اسیطرح یعنی بشرط زندہ نپائے جانے کے شہید ہوگا اگر قتل کیا ہو اوسکو باغی یا کافر حربی یا راہزن نے اگرچہ قتل سبب ہوا ہو وے اونکا زخم کرنیوالے سے جو تب بھی شہید ہوگا کیونکہ ان لوگو نکا مارا ہوا شخص شہید ہوتا ہے کسی اوزار سے اوسکو مارین اسلیے کہ اصل اسباب مین جنگ احد کے شہید ہین اور وہ سب ہتھیار سے نہین مقتول ہوئے تھے اور قتل سبب کی مثال یہہ ہے کہ مثلاً کسی کافر یا راہزن یا باغی سوار کے پانوتلے دبکر مسلمان مرگیا یا انہون نے کسی مسلمان سوار کے گھوڑے کو بھڑکایا یہانتک کہ وہ گرکر مرگیا یا مسلمان کے رہنے کی جگہہ مین آگ لگادی اوس سے مرگیا تو ان صورتون مین شہید ہوگا کذا فی الشامی وعرف او وجد جریحا میتا فی معرکتهم والمراد بالجراحة علامة القتل کخروج الدم من عینه او اذنه او حلقه صافیا لا من انفه ودبره او ذکره لانه یخرج منها عادة یا شہید ہوگا وہ شخص کہ پایا جاوے زخمی مردہ ان لوگون کے میدان جنگ مین شارح نے کہا کہ مراد زخم سے قتل کا نشان ہے خواہ ظاہر مین زخم ہو یا نہو مثلاً نکلنا خون کا اوسکی آنکھ سے یا کان سے یا حلق سے خون صاف کا نکلنا نہ نکلنا خون کا اوسکی ناک سے یا پیشاب کی جگہہ یا مقام پاخانہ سے یا حلق سے خون بستہ کا نکلنا ہے یعنی خون جس مقام سے نکلتا ہے دیکھنا چاہئیے کہ اوس مقام سے بدون کسی مرض باطنی کے بھی نکلا کرتا ہے یا نہین اگر نکلتا ہے جیسے ناک سے تو اوسصورت مین شہید نہوگا اور اگر بدون مرض باطن نہین نکلتا جیسے آنکھ یا کان سے تو یہہ خون علامت قتل ہے اور اسکو شہید کہینگے اور اگر خون منہ سے نکلتا ہے تو اگر سر سے اترتا ہے تب تو شہید نہوگا اور اگر پیٹ سے چڑھتا ہے تو شہید ہوگا کیونکہ بدون زخم باطن کے پیٹ کیطرف سے خون منہ کو نہین آتا اور پہچان سر اور پیٹ کے خون کی یہہ ہے کہ سر کا خون صاف ہوتا ہے اور پیٹ کا خون بستہ ہوتا ہے کذا فی البحر والفتح شامی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین قلب ہوگیا صواب یہہ ہے کہ جامدا اول ذکر کرنا چاہئیے اور صافیا آخر مین فینزع عنه ما لا یصلح للکفن ویزاد ان نقص ما علیه عن کفن السنة وینقص ان زاد لا جل ان یلیق کفنه المسنون پس اتار دیا جائیگا شہید سے وہ چیز جو کفن کی لیاقت نہین رکھتی

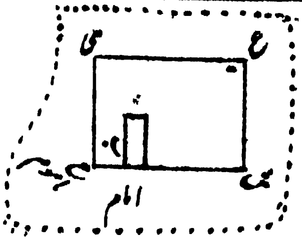
اور زیادہ کیا جاوی بشرطیکہ جو کپڑے اوسکے بدن پر ہون وہ کفن سنت سے کم ہون اور کم کیا جاوی اگر اوسکا لباس زیادہ ہو کہ اوسکا کفن مسنون
پورا ہو جاوی ہم جو چیزین کفن کی لیاقت نہین رکہتین وہ پوستین اور ٹوپی اور موزہ اور زرہ اور ہتہیار اور روئی دار کپڑے ہین لیکن اگر سوا
پوستین اور روئی دار کے اور کپڑا نہو تو اوسکو نہ اتارا جاوی اور اوسکے سب کپڑے اتار لینے اور نیا کفن دینا مکروہ ہے کذا فی الشامی والبحر [illegible]
بلا غسل ویدفن بدمائہ وثیابہ لحدیث زملوہم بکلومہم اور نماز پڑہی جاوی شہید پر بدون غسل کے اور دفن کیا جاوی مع اپنی خون اور کپڑون کے بسبب
اس حدیث کے کہ اونکو کپڑون مین لپیٹو مع اونکے زخمون کے ہم یہ ارشاد آپ نے شہدائے احد کے باب مین فرمایا تہا روایت کیا ہی اوسکو احمد نے
اور نیز اصحاب سنن نے روایت کیا ہی کہ شہدائے احد کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے بدن سے لوہا اور پوستین اتار لو اور انکو
مع انکے خون اور کپڑون کے دفن کرو وکذا فی الطحاوی ویغسل من وجد قتیلا فی مصر او قریۃ [illegible] فی موضع قریب منہ [illegible] ولو فی بیت المال
کالمقتول فی جامع وشارع ولم یعلم قاتلہ او علم ولم یجب القصاص فان وجب کان شہیدا [illegible] فالمراد انہ لا قسامۃ ولا دیۃ فیہ
[illegible] اور غسل دیا جاوے وہ شخص کہ پایا جاوے مقتول شہر یا گانو مین یا
جگہ مین کہ جو نہایت قریب ہو [illegible] یا بیت المال مین واجب ہو جیسے وہ شخص کہ مسجد جامع اور شارع عام مین مقتول ہو کہ اوسکی دیت بیت المال
مین ہوتی ہی اور اوسکا قاتل معلوم نہو یا قاتل معلوم ہو مگر قصاص واجب نہو پس اگر قصاص واجب ہوگا تو وہ مقتول شہید ہوگا اشارہ ہی شخص
جسکو چور ڈاکو رات کو شہر کے اندر مار ڈالے ہو کہ اوس مین نہ تو مطلق مال [illegible] قسم ہی نہ خونبہا بسبب معلوم ہونے اس امر کے کہ اوسکے قاتل چور ہین
نہایت امر یہ کہ قاتل عین معلوم نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے کہ لوگ اس سے غافل ہین ہم یعنی قسامت اور دیت اوسی صورت مین واجب
ہوتی ہین کہ قاتل معلوم نہو اور جب چورون نے مارا تو قاتل معلوم ہین مگر خون اونپر ثابت نہین ہو سکتا بہاگ جانیکے باعث سے اسلیے
اوسکا مقتول شہید ہوگا او قتل حدا او قصاصا ای یغسل کذا [illegible] او ارتث وذلک بان اکل او شرب او نام او تداوی
ولو قلیلا [illegible] او مضی علیہ وقت صلاۃ وہو یعقل [illegible] او نقل من المعرکۃ [illegible] حیا او مات علی الایدی
ولو نقل [illegible] من مکانہ [illegible] یا قتل کیا جاوی حد مین یا قصاص مین یعنی وہ بہی غسل دیا جاوی اور اسی طرح جو شخص تعزیر مین مقتول ہو کیونکہ
اوسکا قتل ظالم سے نہین یا درندہ کے پہاڑنے سے مرجاوی یا زخمی ہوا اور زندہ رہی اور ارتثاث شرعی یہ ہی کہ کہاوی یا پیوی یا سووی
یا دوا کرے اگرچہ یہ باتین تہوڑی ہی ہون یعنی ذرا سا کہایا یا ذرا سا علاج کیا وغیرہ یا خیمہ مین جگہ لی یا گذرا اوسپر ایک نماز کا وقت تمام
حالیکہ وہ ہوش رکہتا تہا اور نماز کے ادا کرنے پر قادر تہا یا میدان جنگ سے حالت ہوش مین اوٹہایا گیا خواہ زندہ پہونچا ہو یا ہاتہون پر
مر گیا ہو [illegible] اگر اپنی جگہ سے [illegible] دوسری جگہ چلا گیا کذا فی البدائع ہم [illegible]
کیا ہو ورنہ اگر وہ اوٹہکر جاویگا تو یہ مسئلہ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانیکا مسئلہ ایک ہوگا اور میدان جنگ سے ہوش [illegible]
کی قید اسلئے لگائی کہ بیہوشی مین اوٹہایا جاویگا تو گو وہ زندہ [illegible] غسل نہ دیا جاویگا اور زخمی ہونے کی جگہ سے اوٹہا لیجانیکا حکم [illegible]
جنگ سے اوٹہایا جاویگا کذا فی الشامی لا لخوف وطی الخیل [illegible] میدان جنگ سے اوٹہا لیا جو نہ گہوڑون [illegible]
تلے پس جانیکے خوف سے اوٹہایا جاویگا تو شہید ہی رہیگا اور غسل نہ دیا جاویگا [illegible]
[illegible] لانہ من احکام الاموات [illegible] بکلام کثیر [illegible] وصیت کی دنیا کے امور کی تو ارتثاث شرعی ہوگا
اور غسل دیا جاویگا اور اگر امور آخرت کی وصیت کریگا تو مرتث یعنی زندگی سے متمتع نہوگا امام محمد کے نزدیک اور یہی صحیح ہی کذا فی [illegible]
اسلئے کہ وصیت امور آخرت کی باعث اموات کے احکام سے ہی [illegible] یا بہت سا کلام کیا تو مرتث ہوگا اور اگر بہت کلام نہ کیا تو
نہوگا [illegible] کا غسل نہ دینا ایک امر خلاف قیاس [illegible] شہدائے احد کا [illegible]

اور جو شخص کہ ہوش و حواس ہو گیا ہو تب تو غسل نہ دیا جائیگا اور اگر امور مذکورہ میں سے کسی سے فائدہ لیا بعد تمام ہونے جنگ کے تو غسل دیا جائیگا اور اگر جنگ جاری ہو تب تو غسل دینا ترک کیا جائیگا وھذا کلہ اذا کان بعد انقضاء الحرب ولو فیہا ای فی الحرب لا یصیر مرتثا بشئ مما ذکر اور یہ سب باتیں جو ہیں شہادت کا نقص ہوتی ہیں اور یہ سب شرطیں ہیں کہ لڑائی ہو چکی ہو اور اگر لڑائی کے اندر یہ امور ہوں تو ان مذکورہ چیزوں میں سے کسی سے مرتث نہ ہوگا ہر صورت میں شہید کامل ہوگا وکل ذلک فی الشہید الکامل والا فالمرتث شہید الآخرۃ وکذا الجنب ونحوہ اور یہ سب شرطیں شہید کامل کے باب میں ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں شہید ہو ورنہ مرتث شہید آخرت تو ہوتا ہی ہے اور اسیطرح شہید آخرت ہی جنابت والا اور مثل اوسکی یعنی مجنون اور لڑکا اور وہ مقتول جو ظلم سے مارا جاوے اور اوسکی مار بچانے سے مال واجب ہو یہ بھی شہید آخرت ہیں ہم شرطیں شہید کامل کی جو مذکور ہوئی ہیں اول عقل دوم بلوغ سوم طہارت جنابت جیسی چیز سے چہارم قتل ہونا براہ ظلم یا جہاد میں پنجم نہ واجب ہونا عوض مالی کا ششم بعد زخمی ہونیکے منتفع نہونا امور مذکورہ بالا سے اور شہید دنیا سے یہ غرض کہ غسل نہ دیا جائیگا مگر اوس صورت میں کہ جب میدان جنگ میں ہو اور جنگ کے خون لگی ہو اور شہید آخرت سے یہ مراد کہ جو ثواب شہدا کے لئے وعدہ ہوا ہے اوسکو حاصل ہوگا کذا فی البحر ومن قصد العدو فاصابہ نفسہ والغریق والحریق والغریب والمہدوم علیہ والمبطون والمطعون والنفساء والمیت لیلۃ الجمعۃ وصاحب ذات الجنب ومن مات وھو یطلب العلم وقد عدھم السیوطی نحو الثلاثین واللہ تعالی اعلم اور شہید آخرت ہی جو شخص کہ دشمن کا قصد کرے اور ہتیار اپنی ہی اوسکے لگے اور پانی میں ڈوبا ہو اور جلکر مرنیوالا اور سفر میں مرنیوالا اور جسپر مکان گر گیا ہو اور پیٹ کی بیماری یعنی دستوں یا استسقا سے مرنیوالا اور طاعون سے مرنیوالا شامی نے کہا کہ جو شخص ایام وبا میں اپنی شہر میں صابر بہ نیت حصول ثواب ٹھہرا رہے وہ اگر اوس عرصہ میں کسی اور مرض سے مر جائیگا وہ بھی شہید ہوگا اور نفاس والی عورت خواہ جننے کیوقت مرے یا مدت نفاس میں اور جو شخص جمعہ کی شب کو وفات پاوے اور ذات الجنب والا اور جو شخص اوس حال میں مرے کہ علم کا طالب ہو یعنی علم میں مشغول ہو خواہ تالیف کرتا ہو یا پڑہاتا ہو یا پڑہتا ہو یا سنتا ہو اور شہداء آخرت کو سیوطی نے بقدر تیس ۳۰ کے شمار کیا ہے واللہ اعلم جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تثبیت میں تعداد مذکور اسطرح بیان کیا ہے پیٹ کی بیماری والا غریق دب کر مرنیوالا ذات الجنب والا جو عورت کہ اپنے حمل وغیرہ پیٹ کے اندر کی چیز سے مر جاوے سل والا سفر میں مرنیوالا مرگی والا تپ والا اپنے گہر والونکی حفاظت یا اپنے مال کی حفاظت یا اپنی جان کے بچانے میں مرنیوالا ظلم سے مرنیوالا عشق میں مرنیوالا بشرطیکہ پارسائی اور پوشیدگی کے ساتھ ہو جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پہندا لگ کر اٹہو ہوا ہو جسکو درندہ نے پہاڑا ہو جسکو بادشاہ نے ظلما قید کیا ہو یا زبردستی پیٹا ہو یا بادشاہ کے خوف سے چہپا پہرتا ہو اور مر گیا ہو جسکو سانپ بچہو وغیرہ نے کاٹا ہو جو علم شرعی کی طلب میں مرا ہو جو بہ نیت ثواب اذان دیتا ہو جو سوداگر سچ بولتا ہو جو شخص اپنی زن و فرزند اور مملوکوں میں اللہ تعالی کا حکم جاری کرتا ہو اور حلال کی کمائی سے اونکو کہلاتا ہو جسکو جہاز میں متلی اور قے سے وفات ہو جو عورت غیرت پر صبر کرکے مرے جو شخص ہر روز ۲۵ بار یہ کلمات کہہ لیا کرے (اللہم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت) جو شخص نماز چاشت پڑہے اور ہر مہینے میں تین روزے رکہے اور وتر کو ترک نکرے نہ سفر میں نہ مقام میں جو شخص امت کے فساد کیوقت سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر مضبوط رہے جو شخص اپنے مرض موت میں ۴۰ بار کہے (لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) کذا فی الطحطاوی شامی نے کہا کہ اس تعداد پر بعض علماء مالکیہ نے اتنی اور زیادہ کئی ہیں جو جلکر مر جاوے جو گہوڑا اسکر منتظر جہاد کا رہے جو ہر شب سورۂ یٰسین پڑہے جو شخص سواری کے جانور پر سے گر کر مرے جو رات کو طہارت کے ساتھ سووے اور مر جاوے جو شخص زندگی بہر لوگونکی مدارات کرتا رہے جو شخص ہر روز سو بار درود پڑہے جو شخص سچے دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونیکی دعا مانگا کرے جو شخص حاجت کیوقت مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ لیجاوے جو شخص روز جمعہ کو وفات پاوے جو شخص صبح کو تین بار کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور تین بار آیتین سورۂ حشر کی آخر کی پڑہے اور اوس روز وفات پاوے اور ان سب اشخاص کے لئے ثواب شہادت احادیث میں آیا ہے اور پورا بیان شامی میں ہے

باب الصلوة في الكعبة یہہ باب ہی کعبہ کے اندر نماز پڑہنے کی کیفیت مین في الباب زيادة على الترجمة
وهو حسن اسباب مین مضمون بہ نسبت عنوان کے زیادہ ہی یعنی عنوان مین صرف کعبہ کے اندر نماز کا ذکر ہے اور عبارت مین ذکر کعبہ کے گرد اور اوپر نماز پڑہنے
کا بھی ہے اور یہہ اچھی بات ہی کہ عنوان سی زائد بیان کیا جاوے اور معیوب یہہ ہے کہ جس بات کا ذکر عنوان مین ہو اوسکا حال نہ بیان کیا جاوے صح فرض و
نفل فيها وفوقها ولو بلا سترة لان القبلة عندنا هي العرصة والهواء الى عنان السماء درست ہی فرض اور نفل کعبہ کے اندر اور کعبہ کے اوپر بھی
بدون سترہ کے ہو اسلئی کہ قبلہ ہماری نزدیک میدان اور ہوا ہی آسمان کی سطح تک ہم امام مالک کے نزدیک کعبہ کے اندر فرض نماز درست نہین
اسلئی کہ جب ایک طرفکو منہ کریگا دوسری جانب کو پشت ہوگی حالانکہ وہ بھی قبلہ ہی اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ واجب یہہ ہے کہ کعبہ کی ایک جزو غیر معین
کیطرف منہ کیا جاوی اور یہہ بات جس جزو کیطرف منہ کرکے نماز شروع کریگا حاصل ہو جائیگی وہی جزو معین قبلہ ٹھہریگا اور اسکی غیر کیطرف پشت کرنا
مفسد نماز نہوگا اور عرصہ اور ہوا سے مراد یہہ کہ عمارت کعبہ قبلہ نہین بلکہ خالی جگہہ اور اوسکی اوپر کی ہوا آسمان تک قبلہ ہی کذا فی الشامی وان لم
كره الثاني للنهي وترك التعظيم اگرچہ مکروہ ہی دوسری صورت یعنی نماز پڑہنا اوپر خانہ کعبہ کے بسبب ممانعت کی اور بسبب نہونے تعظیم کے ہم
ملتقی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہہ نماز پڑہنے سے منع فرمایا اول اونٹون کے بیٹھنے کی جگہہ دوم قبرستان سوم نجاست ڈالنے
کی جگہہ چہارم شارع عام پنجم کمیلہ یعنی جانورون کے ذبح کرنے کی جگہہ ششم خانہ کعبہ کے اوپر ہفتم حمام کے اندر منفردا او بجماعة وان صلی
اختلفت وجوههم في التوجه الى الكعبة الا اذا جعل قفاه الى وجه امامه فلا يصح اقتداؤه لتقدمه عليه صحیح ہے نماز کعبہ کے اندر تنہا یا جماعت
سے اگرچہ کعبہ کیطرف منہ کرنے مین جماعت والونکے منہ جدا طرفکو ہون مگر جبکہ مقتدی اپنی پشت امام کے چہرہ کیطرف کریگا تو اوسکا اقتدا درست
نہوگا بسبب آگے بڑھجانے مقتدی کے امام سے یعنی جس صورت مین کہ مقتدی کی پشت امام کیطرف ہی تو دونونکا منہ ایک ہی طرف ہو اور مقتدی
کعبہ سے قریب ہے شارح نے کہا کہ ان متصلہ ہی شرطیہ نہین ونكره جعل وجهه لوجهه بلا حائل ولو بجنبه لم يكره فهي اربع اور مکروہ ہے کرنا اپنے
چہرہ کا مقابل چہرہ امام کے بدون آڑ کے اسلئی کہ مشابہ صورت پرستی کے ہی اور اگر امام کے پہلو کیطرف منہ کریگا تو مکروہ نہوگا تو یہہ چار صورتین ہین
ہم یعنی صورت اول یہہ ہی کہ مقتدی کا منہ امام کے منہ کیطرف ہو یہہ صورت مکروہ ہی دوم یہہ کہ مقتدی کا منہ امام کے پہلو کیطرف ہو یہہ بدون
کراہت جائز ہی سوم یہہ کہ مقتدی کا منہ امام کی پشت کیجانب ہو یہہ بھی بلا کراہت درست ہی چہارم یہہ کہ مقتدی کی پشت امام کے منہ کیطرف ہو
یہہ صورت ناجائز ہے کذا فی الطحطاوی وتصح ان تحلقوا حولها ولو كان بعضهم اقرب اليها من امامه ان لم يكن في جانبه لتأخره حكما اور درست
ہے نماز اگر حلقہ کرین گرد کعبہ کے اگرچہ بعض مقتدی کعبہ سی زیادہ قریب ہون بہ نسبت اپنی امام کے بشرطیکہ امام کیطرف مین زیادہ قریب نہون اور
کعبہ سی قریب شخصونکی نماز اسلئی درست ہی کہ وہ حکماً امام سی پیچھے ہین ہم بیان سی حکم کعبہ کے باہر یعنی مسجد الحرام مین پڑہنے کا ذکر ہی کہ جماعت اسمین
گرد کعبہ کی حلقہ کیصورت درست ہی کہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی آجتک اسیطرح نماز ہوتی آئی ہے پھر اس حلقہ کی جماعت مین سی اگر کوئی
شخص امام کی نسبت کعبہ سی قریب ہو تو دیکھنا چاہیئی کہ اگر شخص مذکور اوسیطرف ہی جسطرف امام ہی تو اوسکی نماز نہوگی کیونکہ اسصورت مین وہ امام سے
آگے بڑھا ہوا ہوگا اسلئی اسکا تابع نہ ٹھہرا اور اگر دوسری جانب مین کعبہ سی قریب ہو گیا ہی تو اقتدا درست ہی اسلئی کہ آگے بڑہنا امام سی اوسوقت ہوتا ہی
کہ دونوکی جہت متحد ہو جب جہت متحد نہوئی تو امام سی آگے بڑہنا بھی ثابت نہوا اسیوجہہ سی اقتدا صحیح ٹھہرا کذا فی الشامی ولو وقف مسامتا لركن
في جانب الامام وكان اقرب لم اره وينبغي الفساد احتياطا لترجيح جهة الامام فيه صورته



اور اگر کوئی مقتدی اوس
کونے کی سیدہ مین کھڑا ہوا جو امام کی جانب مین ہو اور کعبہ سی بہ نسبت امام کے زیادہ قریب ہی تو مین نے
اس مسئلہ کا حکم نہین دیکھا اور احتیاط کی رو سی فاسد ہونا نماز مقتدی کا شایان ہی بسبب غالب ہونے امام کی جہت کے اور یہہ صورت ہی اوسکی ہم
اس مسئلہ کی سمجہانے کیلئی ہم مقتدی مذکورہ بالا کو حرف ق سی نشان کرتے ہین فرض کرو کہ م ش ع س ح خانہ کعبہ ہی اور رکن حجر گوشہ ح ہی اور فرض کرو کہ



امام دروازہ بیت کے سامنے کہڑا ہے اور مقتدی نے رکن حجر کیطرف مُنہ کرکے نیت کی تو اس صورت مین چونکہ گوشہ حد مشترک دو طرفونکا ہوتا ہے مقتدی کی جہت قبلہ دیوار ع ش اور ع ی دونو ہین لیکن اگر امام کی نسبت کعبہ سے قریب ہو جائیگا تو اوسکی نماز درست نہو گی اسلئے کہ ہر چند جانب ع ی بھی اوسکی جہت ہی مگر چونکہ ع ش کیطرف امام ہی تو احتیاط اسیمین ہی کہ ایسی جہت کو مقتدی کی جہت ٹھہرا دیجاے تو مقتدی کا کعبہ سے قریب ہونا ایسا ہوا کہ اتحاد جہت کیصورت مین اپنے امام سے آگے بڑہگیا اور حلقہ نقطون کا پہلے مسئلہ کیصورت بتاتا ہی کہ امام کیطرف کے نقطے مقام مقتدیونکے ہین جو امام کی نسبت کرکعبہ سے دور ہین اور باقی تین طرفونمین کعبہ سے قریب ہین وکذا لو اقتدوا من خارجها بامام فيها والباب مفتوح صح لانه كقيامه في المحراب اور اسیطرح درست ہی اگر مقتدی کعبہ کے باہر سے اقتدا کرین اوس امام کے پیچہے جو کعبہ کے اندر ہوا اور دروازہ کعبہ کا کہلا ہو اسلئے کہ امام کا کعبہ کے اندر ہونا ایسا ہی جیسا محراب مین کہڑا ہونا ہم امام کا کعبہ کے اندر ہونا عام ہی اس سے کہ مقتدیونمین سے کوئی اوسکے ساتھہ ہو یا نہین اور یہہ اقتدا گو درست ہی مگر کراہت کی ساتھہ اسلئے کہ امام کا قد آدم اونچا کہڑا ہونا مکروہ ہے اور دروازہ کے کہلے ہونے کی قید اسلئے لگائی کہ امام کے رکوع سجدہ کا حال مقتدی دیکہکر معلوم کرلین پس اگر دروازہ بند ہو اور کوئی مکبر امام کی اللہ اکبر کی آواز پہچاتا جائے تو اقتدا جائز ہونا چاہئے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر الله الحليم الكريم *

کتاب الزکوٰۃ

یہہ کتاب ہی احکام زکوٰۃ کے بیانمین قرنها بالصلوة في اثنتين وثمانين موضعا في التنزيل دليل على كمال الاتصال بينهما ووصفت في السنة الثانية قبل فرض رمضان متصل بیان کرنا زکوٰۃ کا نماز سے ۸۲ جگہہ قرآن شریف مین دلیل ہی دونومین کمال کے درجہ کے اتصال کی اور زکوٰۃ دوسری برس فرض ہوئی رمضان کے فرض ہونے سے پیشتر ہم یہہ بیان مناسبت کا شارح نے کر دیا کہ ہر چند روزہ اور نماز عبادت بدنی ہین دونو پاس پاس ذکر ہونی چاہئین مگر چونکہ نماز وزکوٰۃ مین اتصال شدت سے ہی اسوجہ سے زکوٰۃ کو روزہ پر مقدم کیا گیا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے ۸۲ جگہہ بہ تبعیت صاحب نہر الفائق اور بحر الرائق کے لکہدیا جنہون نے اس شمار کو نسبت بزازیہ کیطرف منسوب کیا ہی حالانکہ یہہ شمار غلط ہی صحیح یہہ ہی کہ ۳۲ جگہہ ایک ساتھہ دونو کا ذکر قران مجید مین ہی چنانچہ ہماری اوستادنے اوسکو شمار کیا ہے ولا تجب على الانبياء اجماعا اور زکوٰۃ واجب نہین انبیا علیہم السلام پر بالاتفاق ہم مفتی ابو السعود نے وجہ انبیا علیہم السلام پر زکوٰۃ واجب نہونیکی یہہ لکہی ہی کہ یہہ بزرگوار اپنے پاس کی چیز کو ودیعت جانتے تھے خرچ کے موقع پر اوسکو صرف کر ڈالتے تھے اور بے موقع صرف کرنے سے اوسکو روکتے تھے دوسری یہہ کہ زکوٰۃ طہارت ہی اُس شخص کے حق مین جو آلودہ گناہ ہو اور انبیا علیہم السلام گناہون سے معصوم ہین کذا فی الطحطاوی هي لغة الطهارة والنماء وشرعا تمليك خرج الاباحة فلو اطعم يتيما ناويا الزكوة لا يجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم كما لو كساه بشرط ان يعقل القبض الا اذا حكم عليه بنفقتهم مضر تنخلاف الثاني بزازية زکوٰۃ لغت مین پاک ہونے اور بڑہنے کو کہتے ہین اور شرعا مالک کرنا ہی فقیر کو اس حصہ مالی کا جسکو شارع نے معین کیا ہی شارح نے کہا کہ تملیک کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکل گیا تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادای زکوٰۃ کوئی شخص کہانا کہلا دیوی تو کافی نہوگا بسبب نہونے تملیک کے مگر جبکہ کہانے کی چیز یتیم کو دیڈالے تو کافی ہوگا جیسے کافی ہی ادای زکوٰۃ کے لئے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجہتا ہو یعنی چیز کو پہینک ندیتا ہو لیکن جس صورت مین کہ اُس شخص پر یتیمون کے نفقہ کا حکم ہو گیا ہو تو اب اونکو کپڑا پہنانا ادای زکوٰۃ مین کافی نہوگا کذا فی المضمرات بخلاف ابو یوسف کے کذا فی البزازیہ ہم چیز کے لینے کو سمجہنا کہانے اور لباس دونو سے متعلق ہی اور مسئلہ حکم نفقہ کی یہہ صورت ہی کہ مثلا قاضی نے یتیمون کا نفقہ کسیوجہ سے اُس شخص کے ذمہ کیا اب اگر یہہ شخص نفقہ کی چیز کو زکوٰۃ مین شمار کریگا تو زکوٰۃ ساقط نہوگی اسلئے کہ حکم قاضی کی تعمیل تو خود واجب ہی پس ایک واجب سے دوسرا واجب کیسے ادا ہوگا اور ضمیر جمع کی نفقتهم مین مناسب نہین ضمیر مفرد چاہئے اسلئے کہ اوسکا مرجع یتیم بصیغہ مفرد مذکور ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اباحت

کتاب الزکوٰۃ

اُسسی بھی ادا زکوۃ درست ہی کذا فی الشامی اور فرق اباحت اور تملیک مین یہہ ہی کہ اباحت سی چیز کا کام مین لانا مباح ہو جاتا ہی یہہ نہین کہ اُسمین جو تصرف چاہی وہ کر سکے اور تملیک سی سب طرحکے تصرف کا اختیار رہتا ہی مثلاً اگر کہانا یتیم کو مباح کیا تو اوسکو اختیار اوسکے کہا لینیکا ہی نہ اور تصرف کا اور اگر مالک کیا تہا تو خود کہائی چاہی دوسریکو دیدالے یا بیچدی جزء مال خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ناویا لا یجزیہ عینہ الشارع و ھو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلۃ والفطرۃ زکوۃ مالک کرنا ہی مال کے ایک ٹکڑے کا کہ شارع نے اوسکو ٹھہرا دیا ہی اور وہ چالیسوان حصہ اُس مال نقد کا ہی جسپر ایک سال گذر گیا ہو شارح نے کہا کہ مال کا حصہ کہنی سی نفع خارج ہوا یعنی وہ زکوۃ مین محسوب نہین ہو سکتا مثلاً اگر کسی فقیر کو اپنے گہر مین ایک سال بہ نیت ادا زکوۃ رکہا تو کافی نہوگا کیونکہ اوسکو نفع کا مالک کیا نہ مال کا اور چالیسوین حصہ کی قید سے صدقہ نفل نکل گیا کہ اوسکی بابمین کچھ تعیین ہی نہین اور صدقہ فطر بھی نکل گیا اسلئے کہ وہ چالیسوان حصہ نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا کہ جو ایک حصہ شارح نے بیان کیا اور زکوۃ جانورون اور غلہ کی بھی اسمین شامل ہی کیونکہ وہ قائم مقام چالیسوین حصہ کے ہی من مسلم فقیر و لو معتوھا غیر ھاشمی و لا مولاہ ای معتقہ ھذا معنی قول الکنز تملیک و اللام فی المال للعھود اخراجہ شرعا مالک کرنا ہی مسلمان فقیر کو اگرچہ ناقص العقل ہو نہ اولاد ہاشم کو اور نہ اونکے مولے یعنی آزاد کئے ہوئے غلام کو اور یہی ہی مراد کنز کے قول تملیک المال کی یعنی وہ مال جسکا نکالنا شرعا معلوم ہی ہم مصنف نے زکوۃ کی تعریف مین تملیک جزء مال معینہ الشارع کہا ہی اور صاحب کنز نے تملیک المال کہا ہی تو شارح کہتا ہی کہ مآل دونو تعریفون کا ایک ہی کیونکہ کنز میں المال سے مال معہود مراد ہی اور الف لام عہد کا ہی یعنی وہی مال جو شارح نے مقرر کیا ہی مع قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ فلا یدفع الی اصلہ و فرعہ مالک کرنا ہی اسطرح کہ منفعت مالک کرنیوالی کی ہر وجہ سی منقطع ہو جاوے اس سی یہہ نکلا کہ زکوۃ کا دینے والا اپنی اصل یعنی مان باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور اپنی فرع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ کو نہ دے کیونکہ ان کو دینے مین من وجہ اوسکی منفعت باقی ہی للہ تعالی بیان لاشتراط النیۃ مالک کرنا ہی خدا تعالی کے حکم کی تعمیل کے لئی شارح نے کہا کہ یہہ بیان ہی نیت مشروط ہونے کا یعنی جب یہہ کہا کہ فقیر کو دینا خدا تعالے کے امر کی بجا آوری کے لئی ہو تو معلوم ہوا کہ زکوۃ مین نیت شرط ہی جیسی اور عبادات مقصودہ مین شرط ہے بالاجماع کذا فی البحر و شرط افتراضھا عقل و بلوغ و اسلام و حریۃ و العلم بہ و لو حکما لکونہ فی دارنا اور زکوۃ کے فرض ہونیکی شرط عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونیکا جاننا ہی اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی روسی ہو جیسی اس دار کا دار الاسلام مین ہونا کہ یہان جہل عذر نہین ہو سکتی ہان اگر کوئی کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا اور چند سال وہان رہا اور اوسکو زکوۃ کا حال معلوم نہوا تو اوسپر زکوۃ واجب نہوگی کذا فی الشامی ہم فرض ہونے مین اتنی قیدون کے لگانے سی معلوم ہوا کہ لڑکے اور مجنون اور کافر اور غلام کے مال پر زکوۃ نہین و سببہ ای سبب افتراضھا ملک نصاب حولی نسبۃ للحول لانہ علیہ تام بالرفع صفۃ ملک خرج مال المکاتب اور سبب اوسکا یعنی زکوۃ کے فرض ہونیکا پوری ملکیت نصاب حولی کی ہے شارح نے کہا کہ حولی نسبت ہی حول کیطرف بمعنی سال اور اوس مال کو حولی اسلئے کہا کہ اوسپر سال گذر جاتا ہی اور لفظ تام رفع کے ساتھہ صفت ہی ملک کی اس قید سی مکاتب کا مال نکل گیا کہ اوسپر ملک کامل مکاتب کو نہین ہوتی اسیوجہ سی اوسکی مال پر زکوۃ نہین ہم سال سی مراد چاند کے بارہ مہینے ہین نہ سال شمسی کذا فی الشامی اقول انہ خرج باشتراط الحریۃ علی ان المطلق ینصرف للکامل مین کہتا ہون کہ مکاتب تو نکل چکا ہی حریت کے شرط ہونے سی علاوہ اسکی مطلق ملک سی فرد کامل یعنے ملک تام ہی مراد ہوگی ہم اس بیان سی شارح کی غرض یہہ ہی کہ لفظ تام مصنف کی عبارت مین زائد ہی شامی نے کہا کہ شارح کے قول مین کلام ہے کیونکہ مصنف سبب وجوب کی تعریف کرتا ہی جو جامع و مانع ہونی چاہیئے تو اگر ملک مطلق بیان کیجاتی اور تام کی قید نہ لگائی جاتی تو بلاشبہہ ملک مکاتب تعریف مین داخل ہو گی اور ذکر حریت کا شرط کے بیان مین سبب کی تعریف کا نقصان دور نہین کرتا اور مطلق کا محمول ہونا فرد کامل پر ایسی جگہہ ہوا کرتا ہے کہ کسیوجہ سی قید مذکور نہوئی ہو تو دفع اعتراض کے لئے یہہ

[illegible] مقام میں [illegible] [illegible]

[illegible] واجب ہو [illegible] مال [illegible]

[illegible] مال مغصوب کی [illegible]

[illegible] ایک شخص نے [illegible] مال [illegible] کے نزدیک [illegible]

[illegible] اس شخص [illegible] مال کی زکوٰۃ [illegible]

[illegible] مال مغصوب کا مالک [illegible] زکوٰۃ [illegible]

[illegible] مال کی زکوٰۃ واجب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قرض [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ کا ہو جیسے زکوٰۃ [illegible] خراج یا قرض بندہ کا ہو [illegible] قرض [illegible]

[illegible] حکم [illegible] اختلاف [illegible] کفارہ

[illegible] مطالبہ [illegible] زکوٰۃ میں [illegible]

[illegible] زکوٰۃ کا [illegible] اموال [illegible] کے سپرد کر دیا [illegible]

[illegible] زکوٰۃ لینے کا [illegible] مال سے وکیل ہو گیا اور قرض زکوٰۃ سے [illegible] واجب [illegible]

[illegible] ایک شخص کے پاس [illegible] نصاب [illegible] برس کی زکوٰۃ واجب ہو گی [illegible]

[illegible]

[illegible] زکوٰۃ [illegible] قرض [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

الشامی نامٍ ولو تقديراً بالقدرة على الاستنماء ولو بنائبه نصاب مذكور بڑہنیوالی ہو مگر یہہ تقدیراً بڑہنا اسطرح کہ مالک اوسکو بڑہانے پر قادر ہو
کو اپنے نائب کے وسیلہ سے بڑہا سکتا ہو ھم مال زکوة دو طرح ہے ایک خلقی یعنی جسکی پیدائش دفع حاجت کے لئے ہے وہ تو چاندی اور سونا
ہے تو ان دونو مین زکوة واجب ہوتی ہے خواہ آدمی تجارت کی نیت کرے یا نہین دوسرا فعلی کہ آدمی کی نیت سے زکوة کی لیاقت پیدا
کرتا ہے اور وہ سوا نقدین کے اور چیزین ہین پہر مال کا بڑہانا دو طرح ہے ایک حقیقی تجارت اور جانور ون کے بچے لینے اور ایک تقدیری
یعنی تجارت وغیرہ کی قدرت ہونی اسطرح کہ مال اپنے ہاتہہ مین ہو یا اپنے نائب کے ہاتہہ مین کذا فی الطحطاوی والشامی فرع على شبهه وقوله
فلا زكوة على مكاتب لعدم الملك التام ولا فی كسب مأذون ولا فی مرهون بعد قبضه ولا فيما اشتراه للتجارة قبل قبضه پہر مصنف نے
سبب جو بہا انہون اس قول سے تفریع کی کہ زکوة نہین مکاتب پر بسبب نہونے مکاتب کی ملک کامل کے یعنی جو مال مکاتب کے پاس ہے وہ مکاتب
کی پوری ملکیت مین نہین کیونکہ اوسمین حق اوسکے آقا کا لگا ہوا ہے جبتک مال کتابت اوسکے ذمہ ہے اور نہ اوس غلام کی کمائی مین زکوة ہے جسکو
آقا نے اجازت تجارت کی دیدی ہے بشرطیکہ مال غلام کے قبضہ مین ہو کذا فی الطحطاوی اور نہ گرو رکہی ہوئی چیز مین زکوة ہے مرتہن سے
لے لینے کے بعد یعنی اگر راہن نے اپنا مال کچہہ برسون تک رہن رکہا تو بعد چہڑانیکے اوسکی زکوة زمانہ رہن کی اوسکے ذمہ نہین بسبب نہونے قبضہ
کے اور نہ مرتہن پر اوسکی زکوة ہے کیونکہ اوسکی ملک نہین اور نہین زکوة اوس مال مین کہ اوسکو تجارت کے لئے خرید ا ہو پیشتر اوسکو قبضہ کرنیکے
یعنی اگر مشتری نے مال تجارت خرید ا اور بعد برس روز کے مثلاً قبضہ کیا تو اس برس کی زکوة مشتری پر نہوگی ولا في دين للعبد بقدر دينه فيزكى
الزائد ان بلغ نصابا اور نہین زکوة بندہ کے قرضدار پر بقدر اوسکے قرض کے پس زکوة دے زائد از قرض کی اگر وہ نصاب زکوة ہو مثلاً ایک شخص
کے ذمہ سو روپیہ قرض ہین اور اوسکے پاس مال زکوة دو سو روپیہ کا ہے تو سو کی زکوة دے کیونکہ قرض دیکر سو بچتے ہین جو نصاب سے زیادہ ہین
اور اگر کم بچین یا کچہہ نہ بچے تو زکوة نہین مثلاً ۱۲۰ کا مال ہے یا سو کا تو اول صورتمین قرضہ کے سو دیکر ۲۰ بچین گے جو نصاب سے کم ہین اور دوسری
صورتمین کچہہ نہ بچیگا تو ان دونو صورتون مین زکوة اوسپر نہین وعروض الدين كالهلاك عند محمد ورجحه في البحر اور سال کے درمیان مین قرض کا
ہو جانا مثل مال کے جاتے رہنے کے ہے امام محمد رح کے نزدیک اور ترجیح دی ہے اسکو بحر الرائق مین ھم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
دو سو روپیہ کا مال زکوة ہے آٹھہ مہینے کے بعد مثلاً اوسکو مہر دو سو روپیہ یا ڈیڑہ سو قرض ہو گئے اور سال پورا ہونیکے بعد پہر دو سو ہو گئے تو
امام محمد کے نزدیک نئے سر سے برس کا شمار کرے پچہلے برس کی زکوة اوسپر نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک قرض مذکور مانع زکوة نہین اس سال کی
بہی زکوة اوسکے ذمہ ہوگی اور اگر قرض بعد تمام ہونے سال کے ہو جاوے تو اوس سے زکوة بالاتفاق ساقط نہوگی كذا في الطحطاوي ولو له نصب
صرف الدين لأيسرها قضاء ولو اجناسا صرف لاقلها زكوة فان استويا كاربعين شاة وخمس ابل خير اور اگر مالدار کے پاس کئی مال زکوة کے
ہون تو قرض اوس نصاب کیطرف لگایا جاویگا جس سے ادا قرض زیادہ آسان ہو اور اگر ایک قسم کے مال کی کئی جنسین ہون تو قرض اوس نصاب مین
لگایا جاویگا جسکی زکوة کمتر ہو اور اگر زکوة مین جنسین برابر ہون مثلاً ۴۰ بکریان اور پانچ اونٹ کہ دونو کی زکوة تو ایک بکری ہے تو مالدار کو اختیار دیا
جاویگا کہ جس جنس کو چاہے دین مین رکہکر باقی جنس کی زکوة دے ھم کئی نصابونکی مثال یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس روپے اشرفیاں بہی بقدر نصاب
ہین اور اسباب تجارت بہی بقدر نصاب اور جانور بہی تو اوسکے قرضہ مین اول روپیہ اشرفیاں محسوب ہونگی پہر اسباب تجارت پہر اگر بچ رہے تو جانور اور
جنسونکی مثال یہہ ہے کہ مثلاً جانور ونکی کئی جنس بقدر نصاب ہون یعنی ۴۰ بکریان اور ۳۰ گائین اور پانچ اونٹ تو قرض مین بکریان یا اونٹ
محسوب ہونگے گائین نہونگی کیونکہ ۳۰ گایون کی زکوة ایک برس کا بچہڑا ہے اور بکریون اور اونٹون کی زکوة ایک بکری ہے جو کم قیمت ہے مگر
اور یہہ صورت اوسوقت ہے کہ صدقہ لینے والا موجود ہو ورنہ صاحب مال کو اختیار ہے چاہے دین کو ہر شئی کیطرف لگا کر دیوے اور جسمین چاہے زکوة
دے جیسا اسکا المناکر ہی كذا في الشامي ولا في ثياب البدن المحتاج اليها لدفع الحر والبرد وابنية سكنى واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة

زکوٰۃ ہو جیسے کہ کپڑے وہان ہین جنکی حاجت گرمی یا سردی دفع کرنے کو ہوتی ہے کذا قالہ ابن ملک اور نہین زکوٰۃ گھر کے اسباب اور مرنے کے گھوڑے
اور اونکے مثل یعنی وہ کافی ہون اور سواری کے جانورون مین جبکہ اپنے لیے رکھتا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الکتب لاہلہا اذا لم تنو للتجارۃ غیر ان الاہل لہ اخذ
الزکوٰۃ وان ساوت نصبا الا ان تکون غیر فقہ وحدیث وتفسیر او تزید علی نسختین منہا ہو المختار ۱ اور اسیطرح زکوٰۃ نہین کتابون مین اگرچہ نہون اوسکے
پاس جو انکا اہل ہو یعنی جیسے شخص کے پاس ہون تب بھی انمین زکوٰۃ نہین بشرطیکہ تجارت کی نیت انمین نہو ہان اسقدر ہے کہ علم والے کو زکوٰۃ لینا جائز ہے
اگرچہ کتابین کئی نصاب کی برابر ہون یعنی کتابین اوس کے حق مین تو انگری نہونگی بخلاف جاہل کے کہ اوسکو پاس کتابین بقدر نصاب ہون تو اوسکو زکوٰۃ کا
لینا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی مگر یہ کہ ہو وین کتابین فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علوم کی کہ بقدر نصاب اونکی ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا
لینا درست نہین یا یہ کہ کتابین علوم دینی کی ہون مگر دو دو نسخون سے زیادہ ہون تب بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہین یہی قول مختار ہے ہم طحطاوی
نے کہا کہ دو نسخون سے زیادہ ہونیکا قول ضعیف ہے زکوٰۃ کے نہ لینے مین معتبر یہ ہے کہ ایک نسخہ سے زائد اگر ہونگے تب بھی زکوٰۃ لینی درست نہوگی اور
فتح القدیر اور نہر الفائق مین اسیکو مختار کہا ہے وکذلک آلات المحترفین الا ما یبقی اثر عینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکوٰۃ بخلاف ما لا یبقی کصابون
یساوی نصبا وان حال الحول ۱ اور اسیطرح زکوٰۃ نہین حرفہ والون کے آلات مین مگر جسکا اثر باقی رہے جیسے کسم سے کپڑا رنگنے کے لئے تو اوسمین زکوٰۃ ہے بخلاف
اوس چیز کے کہ باقی نرہے جیسے صابن کہ برابر کئی نصاب کے ہو اگرچہ اوسپر برس گذر جاوے مگر زکوٰۃ نہوگی ہم حرفہ والون کے آلات دو قسم ہین ایک وہ کہ کام
کے بعد خود موجود رہین جیسے بسولہ اور سوہن وغیرہ دوسرے وہ کہ باقی نرہین اور اس قسم کی دو نوع ہین ایک وہ کہ انکا اثر موجود رہتا ہے جیسے کسم
اور زعفران کپڑا رنگنے مین اور کتن اور تیل کہال رنگنے مین دوسرے وہ کہ اوسکا کچھ اثر بھی نرہے جیسے صابن تو پہلی قسم کے آلات مین زکوٰۃ نہین اور دوسرے
کی پہلی نوع مین یعنی کسم وغیرہ مین زکوٰۃ ہے اور دوسری نوع مین نہین اور بعض نسخون مین عفص کی جگہہ عصفر ہے وہ غلط ہے کیونکہ عصفر کسم کو کہتے
ہین جو کپڑا رنگنے مین کام آتا ہے نہ کہال رنگنے مین قالہ الشامی وفی الاشباہ والفقیہ لا یکون غنیا بکتبہ المحتاج الیہا الا فی دین العباد فتباع لہ اور اشباہ
مین ہے کہ عالم اپنی حاجت کی کتابون سے غنی نہین ہوتا یعنی اوسپر زکوٰۃ واجب نہین ہوتی اور اوسکو زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندون کے قرض مین
المدار منصور ہوگا تو لوگونکا قرض ادا کرنے کے لئے اوسکی کتابین فروخت کیجاوینگی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین وساقط فی بحر استخرجہ
بعدہا ومغصوب لا بینۃ علیہ فلو لہ بینۃ تجب لما مضی الا فی غصب السائمۃ فلا تجب وان کان الغاصب مقرا کما فی الخانیۃ ۱ اور نہین ہے زکوٰۃ گمشدہ
مال مین جسکو کئی برس کے بعد پایا ہے یعنے ایام گذشتہ کی زکوٰۃ دینی نہوگی اور نہ اوس مال مین جو دریا مین گرا اور بعد کئی برسون کے نکالا اور نہ اوس
مال مین جو کسی نے چھین لیا اور اوسپر گواہ نہین پس اگر اوسکے گواہ ہون تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی بعد قبضہ مین آنے مال کے مگر سائمہ جانورون
کے غصب مین کہ زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ غصب والا غصب کا مقر ہو جیسا خانیہ مین ہے ہم سائمہ ان جانورون کو کہتے ہین جنکو آدمی اکثر ایام سال مین
مباح جنگل مین چراتے ہون دودھ اور بچہ لینیکی غرض سے تو چونکہ بعد غصب ہونیکے یہ امر اوسکو حاصل نہوگا اسلئے ان ایام کی زکوٰۃ اوسکو دینی نہوگی
کذا فی الطحطاوی ومدفون ببریۃ نسی مکانہ ثم تذکرہ وکذا الودیعۃ عند غیر معارفہ ۱ اور نہین زکوٰۃ اوس مال مین جو جنگل مین مدفون ہو اور دفن کی
جگہہ بھول گیا ہو پھر اوسکو یاد کیا ہو کیونکہ جگہہ معلوم نہتی اتفاق سے مال ملگیا اور اسی طرح اوس امانت مین زکوٰۃ نہین جو ناآشنا لوگون کے پاس ہو
کیونکہ اسصورت مین احتمال نسیان کا غالب ہے لہذا اگر مال جان پہچان والونکے پاس امانت ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی بخلاف المدفون فی حرز
[illegible] اوس مال کے کہ کسی محفوظ جگہہ مین مدفون ہو کہ اوسپر زکوٰۃ واجب ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ حرز خواہ اپنا گھر ہو یا غیر کا اور وجہ وجوب یہ
ہے کہ سب گھر کو کہود کر مال نکال سکتا ہے لیکن اگر مکان بہت بڑا ہو تو اوسمین مثل کیا ہوا مال ایسا ہی ہے جیسا جنگل مین والمختلف فی المدفون فی کرم
وارض مملوکۃ ۱ اور اختلاف ہے اوس مال کی زکوٰۃ مین جو کسی باغ مین یا زمین مملوک مین مدفون ہو ہم جو لوگ اوسپر زکوٰۃ واجب بتلاتے ہین انکی
دلیل یہ ہے کہ تمام زمین کا کہودنا ممکن ہے اور جو واجب نہین کہتے وہ یہ کہتے ہین کہ سب زمین کا کہودنا دشوار ہے یا خالی وقت سے نہین [illegible]

[illegible] ہو دین کان جحدہ المدیون سنین ولا بینۃ علیہ ثم صارت لہ بینۃ بان اقر عند قوم ففی ہذہ الصور کلہا لا زکوٰۃ [illegible]
بما مضی [illegible] یعنی اور نہیں زکوٰۃ اُس قرض میں جسکا قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس اوسپر گواہ نہ تھے پھر اوسکو
پاس گواہ ہوگئے اسطرح کہ قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے قرض کا اقرار کر دیا المدونۃ کو [illegible] واجب نہونیکو مقید کیا ہو کہ [illegible]
کے پاس المعروف میں ایسی امر سے کہ قرضدار منکر ہے قسم لی گئی ہو تا نہیں کہ حکم میں ایسی ہے یہہ نکالا کہ قسم لینے سے پیشتر اگر منکر اقرار
کرے تو گذشتہ سالونکی زکوٰۃ واجب ہوگی وما اخذہ مصادرۃ ای ظلما ثم وصل الیہ بعد سنین لان الحکم [illegible] یعنی اور نہیں زکوٰۃ اُس مال میں
جو بطور مصادرہ کے زبردستی لیا جاوے پھر مالک کو بعد چند برس کے ملے بسبب بڑھنے مال مذکور کے [illegible] کیونکہ عدم النمو علت ہے یا لیس
[illegible] بیکار مال [illegible] کی یعنی ان اموال میں وجوب زکوٰۃ کے واجب نہونیکی [illegible] یہہ ہے کہ مالک کو بڑھا نہیں سکتا الاصل فیہ حدیث علی
لا زکوٰۃ فی مال الضمار وہو ما لا یمکن الانتفاع بہ مع بقاء الملک [illegible] اموال کی زکوٰۃ نہ ہونے میں حدیث حضرت علی کی ہو کہ
زکوٰۃ نہیں مال ضمار میں اور ضمار وہ مال ہے کہ ملکیت تو اوسکی باقی ہو مگر اوس سے فائدہ نہ لیا جا سکے ولو کان الدین علی مقر ملی
او علی معسر او مفلس ای محکوم بافلاسہ او علی جاحد علیہ بینۃ وعن محمد لا زکوٰۃ وہو الصحیح ذکرہ ابن ملک وغیرہ لان البینۃ قد لا تقبل
او علم بہ قاض سیجیٔ ان المفتی بہ عدم القضاء بعلم القاضی فوصل الی ملکہ لزم زکوٰۃ ما مضی وسنفصل الدین فی زکوٰۃ المال اور اگر قرض ایک شخص
کا کسی مقر تونگر ادا دہندہ پر ہو یا تنگدست پر ہو یا ایسے پر یعنی جسکو مفلس ہونیکا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اوسپر گواہ ہوں یا اوس
قرض کو قاضی جانتا ہو پھر اسطرح کا قرض مالک کی ملک میں پہنچے تو اوسپر گذشتہ برسونکی زکوٰۃ لازم ہوگی شارح نے کہا کہ امام محمد سے یہہ
منقول ہے کہ منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونیکے اوسپر زکوٰۃ لازم نہوگی اور یہی قول صحیح ہے ذکر کیا ہے اوسکو ابن ملک اور دوسرے
لوگوں نے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو انکا ہونا نہونا برابر ہوا اور آگے آویگا کہ مفتی بہ یہہ ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کی بموجب
کسی معاملہ میں حکم کر دیگا تو اوسکا حکم صحیح نہوگا اور دین کی تفصیل ہم مال کی زکوٰۃ میں عنقریب ذکر کرینگے یعنی دین تین قسم ہے قوی
اوسط ضعیف تو جو قرض ضعیف ہو اوسپر زکوٰۃ نہیں کذا فی الشامی وسبب لزوم ادائہا توجہ الخطاب یعنی قولہ تعالیٰ واتوا الزکوٰۃ اور زکوٰۃ
کے ادا کرنیکے لازم ہونے کا سبب متوجہ ہونا خطاب یعنی ارشاد خدا تعالیٰ کا ہے کہ زکوٰۃ دو یعنی جب آیت میں خطاب [illegible]
اور دینے کیلئے ہو تو ادا کرنا اوسکا لازم ہے شامی نے کہا کہ یہہ سبب حقیقی ہے اور پہلا جو مالک نصاب کو سبب کہا تھا وہ مجازی ہے [illegible]
وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول وہو فی ملکہ وثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ فتلزم الزکوٰۃ کیفما امسکہما ولو للنفقۃ
او السوم بقیدہا الآتی او نیۃ التجارۃ فی العروض اور شرط ہے یعنی ادا زکوٰۃ کے فرض ہونیکی [illegible] اسطرح کہ مال مالک کی ملک میں
رہے اور نیز ثمن ہونا مال کا نقد کی زکوٰۃ میں جیسے روپیہ اشرفیاں [illegible] بسبب متعین ہونے ان دونوں کی تجارت کے واسطے پیدایش ہی سے لازم
ہوگی ان دونو پر زکوٰۃ جسطرح ان کو مالک رکھیگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] مین اسباب تجارت کے بیچنے کا ارادہ [illegible] تو [illegible] اسباب [illegible] کے تو
[illegible] نیت مرہم کے لیا استثنی کئین [illegible] الہ [illegible] التجارة [illegible]
[illegible] ہونے سے اُس مال کو کہ مضارب خرید کرے اسلئے کہ وہ ہر صورت مین تجارت کے لئے ہے خواہ مضاربت
[illegible] ہو کہ مضارب مال مضاربت تجارت کے سوا خرید نہیں سکتا اور اختیار نہین رکہتا نہر الفائق مین کہا کہ اگر مضارب کی [illegible]
[illegible] ہو تو والا نیت مین شامل ہی کہین تو استثنا کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح نیة التجارة فیما [illegible] العشریة
او الخراجية او المستأجرة او المستعارة لئلا یجتمع الحقان اور درست نہین نیت تجارت کی اُس پیداوار مین جو پیدا ہو اسکی زمین
عشری مین یا خراجی یا اجارہ لی ہوئی یا مانگی ہوئی مین تاکہ نہ جمع ہون دو حق ہم [illegible] علت سے چارون صورتون کی مگر کرایہ اور
عاریت کی صورت مین اُسوقت نیت درست نہوگی کہ زمین عشری ہو کیونکہ کرایہ اور عاریت کی زمین کی وہ یکی ذمہ کرایہ دار اور مانگنے
والے کے ہوتی ہے اسلئے اگر پیداوار مین زکوٰۃ بھی لازم ہو تو دو حق جمع ہو جاوینگے ہان اگر زمین مذکور خراجی ہو تو خراج مالک زمین پر
ہوتا ہے اب اگر کرایہ دار اور مانگنے والا نیت تجارت پیداوار مین کرینگے تو درست ہوگی کیونکہ اس صورت مین دو حق جمع نہونگے خراج
اور شخص پر ہوگا اور زکوٰۃ دوسری پر کذا فی الطحطاوی وشرط صحة ادائها نیة مقارنة له ای للاداء ولو کانت المقارنة حکما کما لو
دفع بلا نیة ثم نوی والمال قائم فی ید الفقیر او نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیة او دفعها لذمی لیدفعها للفقراء جاز لان
المعتبر نیة الآمر ولذا لو قال هذا تطوع او عن کفارتی ثم نواه عن الزکوٰۃ قبل دفع الوکیل صح اور صحت ادا زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا
کے ساتھ متصل ہو اگرچہ متصل ہونا حکما ہو مثلا زکوٰۃ فقیر کو بلا نیت دی پھر نیت کی اُسوقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو
ادا زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور کو روپیہ دیتے وقت نیت ادا زکوٰۃ کی کر لی پھر وکیل نے بلا نیت مستحق کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو
دی اس غرض سے کہ وہ فقیرون کو دیدے تو درست ہے اسلئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اسی وجہ سے اگر وکیل سے کہا کہ یہ
صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کی عوض ہے پھر پیشتر اسکے کہ وکیل وہ مال کسیکو دے نیت کر لی کہ زکوٰۃ کیطرف سے ہے تو درست ہے
یعنی اگرچہ وکیل دیتے وقت نیت صدقہ نفل یا کفارہ موکل کی کرے مگر جو کچھ موکل اسکے دینے سے پیشتر نیت کر لیگا وہی معتبر ہوگی
اور ذمی کے دینے کی مثال اسلئے لکھی تاکہ معلوم ہو کہ عبادت مالی مین کافر کی نیابت جائز ہے بخلاف حج کے کہ وہ مرکب ہے عبادت بدنی اور
مالی سے اوسمین کافر کو وکیل کرنا درست نہین کذا فی الشامی ولو خلط زکوٰۃ موکلیه ضمن وکان متبرعا الا اذا وکله الفقراء اور اگر وکیل
نے اپنے موکلون کی زکوٰتین باہم خلط کر دین تو وکیل ضمان دیگا اور مال مخلوط اگر فقیر کو دیدیگا تو اپنی طرف سے احسان کرنیوالا
ہوگا موکلون کیطرف سے زکوٰۃ ادا نہوگی مگر اُس صورت مین کہ وکیل مذکور کو فقیرون نے مال زکوٰۃ لینے کا اپنی طرف سے وکیل کیا ہو
[illegible] ضمان وکیل پر اُسصورت مین ہے کہ مالکون نے اذن خلط کا نہ دیا ہو اور اگر اذن دیا ہو صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو اسطرح کہ مالکون کو
خلط کا پتا ہو اور وکیل سے تعرض نکیا تو اُسصورتین خلط جائز ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لا لنفسه الا اذا قال
ربها ضعها حیث شئت اور وکیل کو جائز ہے کہ زکوٰۃ دیوے اپنے لڑکے محتاج اور اپنی زوجہ محتاج کو نہین جائز ہے رکھ لینا خود اپنے لئے مگر
اُس صورتین کہ مالک نے کہدیا ہو کہ صرف کرنا زکوٰۃ کو جس موقع پر تو چاہے تو اسصورتین اگر وکیل مصرف زکوٰۃ ہو اور اپنے لئے رکھ لے تو جائز ہے
[illegible] کذا فی الطحطاوی ولو تصدق بدراهم نفسه اجزأ ان کان علی نیة الرجوع وکانت دراهم الموکل قائمة اور اگر وکیل نے خود اپنے روپئے زکوٰۃ
[illegible] کے واسطے [illegible] وکیل کی نیت ہو کہ موکل کے روپئے میں سے لے لونگا اور موکل کے روپئے بھی اوسکے پاس موجود ہون تو مگر
[illegible] اسکے پاس [illegible] روپئے [illegible] ہو تو موکل کیطرف سے ادا نہوگا کذا فی

[illegible] زراعت [illegible]

[illegible] ہی اور [illegible]

[illegible] حیلہ زکوٰۃ سے [illegible]

[illegible] ثواب دونون کو ہوگا اور ایسا ہی حیلہ ہی زکوٰۃ کو مسجد کی تعمیر مین [illegible]

[illegible] کہ وہ مسجد مین صرف کری اور اسکا پورا بیان اشباہ کے حیلون کے بیان مین ہی ہم اور یہی حیلہ ہی [illegible]

[illegible] مین وہین دبا رکھے وافتراضہا عمری ای علی التراخی [illegible] وقیل فوری ای واجب

[illegible] الوہبانیۃ اور فرض ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی اگر عمر بھر مین کبھی ادا کر دیگا تو گنہگار نہوگا اور [illegible]

[illegible] اور ایک قول یہہ ہی کہ اوسکا فرض ہونا فوری ہے یعنی اوسیوقت ادا کرنا واجب ہی اور اسی پر فتوی ہی جیسا کہ

وہبانیہ مین ہے فیاثم بتاخیرہا بلا عذر وترد شہادتہ لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وہی انہ لدفع حاجتہ وہی معجلۃ

فمتی لم یجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام تمامہ فی الفتح پس گنہگار ہوگا اداء زکوٰۃ مین بدون عذر تاخیر کرنے سے اور اوسکی گواہی

مقبول نہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانیکے اسلئے کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنیکے امر کے ساتھ علی الفور ہونیکا قرینہ موجود ہی [illegible]

[illegible] فقیر کے دینے کا اوسکی حاجت کے دور کرنیکو ہی اور اوسکی حاجت سردست موجود ہی تو اگر زکوٰۃ علی الفور واجب نہو فقیر کو دینے [illegible]

[illegible] مقصود کامل طور پر حاصل نہوگا اور اسکا پورا بیان فتح القدیر مین ہی لا یبقی للتجارۃ ما ای عبد مثلا اشتراہ لہا فنوی بعد ذلک خدمتہ

ثم ما نواہ للخدمۃ لا یصیر للتجارۃ وان نواہ لہا ما لم یبعہ بجنس ما فیہ الزکوٰۃ والفرق ان التجارۃ عمل فلا تتم بمجرد النیۃ بخلاف الاول فانہ ترک العمل فیتم بہا

نہین باقی رہتا تجارت کیلئے وہ مال یعنی مثلا غلام کہ اوسکو مول لیا ہو تجارت کیلئے اور بعد اسکے نیت کر لی آپ سے خدمت لینے کی تو بمجرد نیت

کے تجارت کا نرہیگا پھر جس مال کو استعمال کیلئے نیت کی وہ تجارت کا نہوگا اگرچہ مالک اوسکو تجارت کیلئے نیت کرے جبتک کہ اوسکو اوس مال کے

عوض نہ بیچڈالے جسمین زکوٰۃ ہوتی ہی یعنی مثلا غلام خدمت کی نیت سے مول لیکر تجارت کی نیت کی تو صرف نیت سے تجارت کا نہوگا جبتک اوسکے

عوض ایسا مال لے جسمین زکوٰۃ ہی اور فرق دونون صورتون مین یہہ ہی کہ تجارت ایک عمل ہی تو صرف نیت سے پورا حاصل نہوگا بخلاف اول کے

یعنی خدمت کے کہ وہ ترک عمل ہی اور ترک عمل نیت سے بھی کامل ہو جاتا ہی ہم بجنس ما فیہ الزکوٰۃ کی قید سے یہہ صورت نکل گئی کہ مثلا غلام

کو بہ نیت تجارت اپنی زوجہ کے مہر مین دیدیا یا قصاص کی صلح مین دیدیا یا عورت نے خلع کے عوض مین حوالہ کیا تو ان صورتون مین

زکوٰۃ نہ ہوگی اور ترک عمل مین صرف نیت کافی ہی مثلا مقیم اور روزہ دار اور کافر مین صرف نیت کافی ہی کیونکہ اقامت ترک سفر کا نام ہی اور

روزہ ترک افطار کا اور کفر ترک اسلام کا اور انکے مقابل مین صرف نیت کافی نہین مثلا صرف نیت سے مسافر نہوگا اور نہ افطار کرنیوالا اور نہ مسلمان

ولو نوی التجارۃ فیما اشتراہ ای للتجارۃ کان لہا لمقارنۃ النیۃ لعقد التجارۃ لا ما ورثہ ونواہ لہا لعدم العقد الا اذا تصرف فیہ [illegible]

[illegible] الا الذہب والفضۃ والسائمۃ کما فی الخانیۃ ولو ورث سائمۃ [illegible] زکوتہا بعد حول [illegible]

[illegible] سے مول لیا وہ تجارت ہی کا ہوگا بسبب متصل ہونے نیت کے عقد تجارت سے نہین ہوگا تجارت کا وہ مال کہ اسکا وارث ہوا

[illegible] بسبب نہونے عقد کے یعنی میراث کے ملنے مین کوئی عقد معاوضہ نہین کہ اوسکو باعث [illegible] اعتبار ہو [illegible]

[illegible] بہ نیت تجارت [illegible] مثلا نیت کرلے کہ اسکا عوض تجارت کے لئے [illegible] زکوٰۃ واجب ہوگی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہوتا ہو گو اصل خلقت کے لحاظ سے تجارت کے لئے نہیں [illegible]
[illegible] چرانے اور سائمہ میں ہو کیونکہ پہلے سے مقصود [illegible] نیت کی حاجت نہیں [illegible]
زکوۃ لازم ہوگی کذا فی الخلاصہ [illegible] وما ملکہ بالہبۃ [illegible] او الخلع او الصلح عن دم العمد [illegible]
[illegible] للتجارۃ خانیہ وکذا [illegible] فانہ لا یکون للتجارۃ [illegible]
[illegible] اور جس چیز کا مالک اپنے فعل سے ہو یعنی جو مال کہ قبول کرنے پر اسکا مالک ہونا موقوف ہو [illegible]
[illegible] ہبہ میں ملا ہو یا وصیت میں یا مہر نکاح میں یا بدل خلع کے عوض میں یا صلح بعوض قصاص میں اور اس مال میں نیت تجارت [illegible]
تو یہ مال امام ابو یوسف کے نزدیک تجارت کا ہو جائیگا اور یہی صحیح ہے کہ تجارت کے لئے نہ ہوگا کیونکہ تجارت مال کا [illegible]
[illegible] معاوضات میں بدون مال کے ہاتھ لگتا ہو تو تجارت کے لئے نہ ہوگا کذا فی البحر عن البدائع شارح نے کہا کہ ماتن نے [illegible]
کی قید سے [illegible] کہ تجارت کے غلام کو اگر کوئی غلام خطا سے مار ڈالے اور مقتول کے عوض غلام قاتل مقتول کے مالک کو حوالہ کیا جاوے تو یہ [illegible]
تجارت کا ہوگا بدون نیت مالک کے کذا فی الخلاصہ [illegible] جو چیز مال تجارت کے عوض قبضہ میں آوے تو وہ بھی تجارت کے لئے ہوگی
نیت کے [illegible] کیونکہ مال تجارت کے عوض دوسری چیز لینے میں نیت تجارت دلالۃً موجود ہے تو اب نیت جدید کی حاجت نہیں [illegible]
[illegible] الاشباہ [illegible] اور شرح اشباہ میں ہے کہ جب نیت متصل ہو اس چیز سے کہ [illegible]
[illegible] درست نہوگی [illegible] اس قول کی تائید کے لئے بیان کیا [illegible]
[illegible] ان تکون للتجارۃ [illegible] نہیں ہے زکوۃ موتیوں اور جواہر میں اگرچہ ہزار کی قیمت کے ہوں بالاتفاق مگر
صورت میں کہ موتی اور جواہر تجارت کے لئے ہوں تو ان پر زکوۃ ہوگی م جواہر سے مراد یاقوت و زمرد وغیرہ ہیں اور ان پر زکوۃ نہوگی [illegible]
[illegible] کذا فی الخلاصہ [illegible] والاصل ان ما عدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع [illegible]
[illegible] مقارنتہا لعقد التجارۃ [illegible] اور قاعدہ کلیہ زکوۃ کے ہونیکا یہ ہے کہ جو مال سوا چاندی
اور سونے اور چرائی کے جانوروں کے ہو اس پر زکوۃ جبھی ہوگی جب تجارت کی نیت ہو بشرطیکہ نہونے مانع کی جس سے دوبارہ زکوۃ کی نوبت پہنچے اور بشرط متصل [illegible]
نیت کی عقد تجارت سے اور عقد تجارت سے [illegible] حاصل کرنا مال کا عوض مال کے بذریعہ خریدنے کے عقد کے یا اجارہ کے یا قرض لینے کے [illegible]
[illegible] ایک ہی سال میں دوبار صدقہ لینے کو [illegible] ہیں تو اگر زمین عشری کو بہ نیت تجارت مول لے تو اس میں زکوۃ [illegible]
[illegible] التجارۃ [illegible]
[illegible] اگر نیت کی تجارت کی بعد عقد کے یا مول لی کوئی چیز گھر میں رکھنے کو اس نیت سے کہ اگر نفع ملیگا تو بیچ ڈالیگا تو اس پر زکوۃ [illegible]
[illegible] نیت کے عقد تجارت سے جیسے اگر نیت کی [illegible] زمین عشری یا خراجی [illegible]
[illegible] عشر اور خراج مانع زکوۃ ہیں [illegible]
[illegible] اور جیسا کہ اگر خرید کر کوئی زمین خراجی بہ نیت تجارت کے خراج اسکو [illegible]
[illegible] یا بیج مول لیا تجارت کے لئے [illegible] تجارت کے لئے نہوگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

باب السائمة هیہ ہے چرنیوالے جانورون کی زکوة کے بیان مین هی الراعیة ثم المکتفیة بالرعی
المباح ذکره الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل ذکره الزیلعی وزاد فی المحیط والزیادة والسمن لیعم الذکور فقط لکن فی البدائع
لو اسامها للحم فلا زکوة فیها کما لو اسامها للحمل والرکوب ولو للتجارة ففیها زکوة التجارة ولعلهم ترکوا ذلک لتصریحهم بالحکمین
سائمہ لغت مین چرنیوالے جانورکو کہتے ہین اور شرع مین جو اکتفا کرے مباح چرائی پر یعنی جسمین مالک کو کچھ دینا نہ پڑے ہو اس قید کو شمنی
نے ذکر کیا ہے اکتفا کرے اکثر سال مین واسطے قصد دودھ کے اور نسل یعنی بچہ لینے کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور محیط مین اتنا اور زیادہ
کیا ہے اور زیادتی اور موٹا ہونے کے لیے تاکہ شامل ہو جاوین نر جانورون کو بھی لیکن بدائع مین ہے کہ اگر چرایا سوائم کو گوشت کے لیے تو نہین
زکوة نہین ہے ایسا ہی اگر چرایا لادنے یا سواری کے لیے اور اگر تجارت کے لیے چرایا تو اوسمین زکوة تجارت کی ہے اور شاید کہ
اہل متون نے اس قید کو اسلیے نہین ذکر کیا کہ وہ دونون حکمون کی تصریح کر چکے ہین م یعنی بیان کر چکے ہین کہ جس مال کی نیت تجارت
کی ہو اوسمین زکوة ہے اور مال کا لفظ حیوانات کو بھی شامل ہے اور سوائم جو حمل اور رکوب کے لیے ہون اوسمین زکوة نہین ہے
قاله الشلبی فلو علفها نصفه لا تکون سائمة فلا زکوة فیها للشک فی الموجب پس اگر گہاس کہلایا جانورون کو آدہے
برس یعنی گہر پر باندھ کر تو سائمہ نہون گے اور اسلیے زکوة بھی اون مین نہو گی کیونکہ موجب زکوة یعنی سوم مشکوک ہے م
یعنی جانورون مین زکوة بشرط سوم ہوتی ہے تو جب نصف برس اپنی گہر سے گہاس کہلایا تو سوم مین شک پڑ گیا ویبطل
حول زکوة التجارة بجعلها للسوم لان زکوة السوائم وزکوة التجارة مختلفان قدرا وسببا فلا یبنی حول احدهما
علی الاخر اور زکوة تجارت کا برس باطل ہو جاتا ہے اون کے سائمہ کرنے سے کیونکہ زکوة سوائم کی اور زکوة تجارت کی مختلف
ہین مقدار مین اور سبب مین تو ایک کا برس دوسرے کے برس پر مبنی نہین ہو سکتا م اس مسئلہ کی صورت یہہ ہے کہ ایک
شخص کے پاس تجارت کے مواشی ہین چند روز بعد اوسنے اونکو دودہ اور نسل کے لیے چرنے چہوڑ دیا تو اب سال زکوة
چرائی کے دن سے شروع ہوگا پہلے دن اس سال مین محسوب نہون گے کیونکہ زکوة تجارت کی مقدار چالیسوان حصہ ہے اور
سوائم کی زکوة جانور دینا پڑتا ہے اور دونون کو دونونکا سبب بھی مختلف ہے کہ تجارت مین نصاب مالی کا مالک ہونا سبب ہے اور
سوائم مین عدد معین کا مالک ہونا کذا فی الطحطاوی فلو اشتراها للتجارة ثم جعلها سائمة اعتبر اول الحول من
وقت الجعل للسوم کما لو باع السائمة فی وسط الحول او قبله بیوم بجنسها او بغیر جنسها او بنقد ولا نقد عنده او
بعرض ونوی بها التجارة فانه یستقبل حولا آخر جوهرة وفیها لیس فی سوائم الوقف والخیل المسبلة زکوة لعدم الملک
ولا فی المواشی العمی ولا مقطوعة القوائم لانها لیست سائمة پس اگر خریدا مواشی کو تجارت کے لیے پہر چھوڑ دیا چرائی
پر تو معتبر ہوگا اول سال جسوقت سے چرائی پر کیا ایسا ہی اگر بیچا سوائم کو برس کے اندر یا برس روز سے ایک دن پہلے بدلے اونکی
جنس کے یا غیر جنس کے یا بدلہ نقد کے اور نقد اوسکے پاس موجود نہین یا بیچا بدلہ اسباب کے اور نیت کرلی اسباب مین تجارت
کی تو ان سب صورتون مین نئے سرے سے برس شروع ہوگا کذا فی الجوہرہ اور اوسمین یہہ بھی ہے کہ وقفی مواشی مین زکوة نہین اور
گہوڑون مین جو فی سبیل اللہ کئے گئے بسبب نہونے مالک کے اور نہ اندہے مواشی مین اور نہ پاؤن کٹون مین کیونکہ وہ سائمہ
نہین م نقد پاس نہونیکی قید اسلیے لگائی گئی کہ اگر اوسکے پاس نقد نصاب ہوگی تو قیمت سوائم کی اوسکے ساتھ ملاکر زکوة دیگا
نقد مال کے لئے نیا برس مقرر نہ کیا جائیگا اور بہتر یہہ تہا کہ شارح لا نصاب عنده کہتا کہ شامل ہوتا ہر طرح کے مبادلہ یعنی جنسی
اور غیر جنسی کو اور گہوڑون پر صاحبین کے نزدیک بالکل زکوة نہین اور ظہیریہ مین لکہا ہے کہ اندہے مواشی مین دو روایتین

ہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور بحر الرائق مین بہی واجب کہا ہے قالہ الشافعی باب
یہہ باب ہے اونٹون کی زکوۃ کے بیان مین مصنف نے کہا کہ لفظ باب تنوین کے ساتھ ہے اور اوسکی خبر محذوف ہے نصاب
الابل بکسر الباء وتسکن مؤنثۃ لا واحد لھا من لفظھا والنسبۃ الیھا ابلی بفتح الباء وسمیت بہ لانہا تبول علی افخاذھا
نصاب اونٹون کے پانچ مین شارح نے کہا ابل ب کے کسرہ کے ساتھ ہے اور کبھی ساکن بھی کیجاتی ہے مونث مستعمل ہے اسکا واحد
اس لفظ سے نہین آتا اور یای نسبت لگانے سے ب کو فتح ہوجاتا ہے اور اونٹ کو ابل اسلئے کہتے ہین کہ رانون پر پیشاب کرتا ہے
ہم یعنی ابل اور بول مین اشتقاق کبیر ہے اور وہ یہہ ہے کہ اکثر حروف مین اشتراک ہو اور معنون مین مناسبت مصنف نے
کہا کہ نصاب الابل مبتدا ہے اور خمس اوسکی خبر خمس فیوخذ من کل خمس منہا الی خمس وعشرین بخت جمع بختی وھو الذی
سناماں منسوب الی بخت نصر لانہ اول من جمع بین العربی والعجمی فولد منہما ولد فسمی بختیا او عراب شاۃ وما
بین النصابین عفو نصاب اونٹونکی پانچ مین پس لیجاوے ہرایک پانچ پانچ سے پچیس تک ایک بکری خواہ اونٹ بختی ہون
یا عربی شارح نے کہا بخت جمع بختی کی ہے اور بختی دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہین منسوب ہے بخت نصر کی طرف اسلئے کہ اول
اوسنے عربی اور عجمی اونٹون کو جمع کرکے نسل حاصل کی تہی اسلئے وہ بختی نسل کہلائی اور ما بین ہر دو نصاب کے عفو ہے یعنی
پانچ پر ایک بکری ہے چہ سات پر بھی وہی ایک بکری ہے نو تک اور دس پر دو بکریان تو پانچ سے زیادہ اور دس سے کم پر کچھہ
زکوۃ نہین وہ معاف ہین وفیہا ای الخمس وعشرین بنت مخاض وہی التی طعنت فی السنۃ الثانیۃ وسمیت بہ لان
امہا غالبا تکون مخاضا ای حاملا باخری اور اوسمین یعنی پچیس اونٹون مین بنت مخاض ہے اور بنت مخاض وہ شتر مادہ ہے
جسکو دوسرا برس لگا ہو یہہ اوسکا نام اسلئے ہوا کہ مخاض کے معنی حاملہ کے ہین اور دوسرے برس اوسکی ماں اکثر حاملہ ہوتی ہے
دوسرے بچہ کی وفی ست وثلثین الی خمس واربعین بنت لبون وھی التی طعنت فی الثالثۃ لان امہا تکون ذات لبن باخری
غالبا اور چہتیس اونٹون مین پینتالیس تک بنت لبون ہے اور بنت لبون وہ اونٹنی ہے جسکو تیسرا برس لگا ہو اور اسکے لفظی معنے ہین
دودہ والی کا بچہ اسلئے کہ اوسکی ماں اکثر اس مدت مین دوسرا بچہ جن کر دودہ والی ہوتی ہے وفی ست واربعین الی ستین حقۃ
بالکسر وھی التی طعنت فی الرابعۃ وحق رکوبہا اور چہالیس مین ساٹہہ تک حقہ ہے حا حطی کے کسرہ سے اور حقہ وہ اونٹنی ہے جسکو چوتہا
برس شروع ہوا ہو اور لائق ہوئی ہو سواری کے وفی احدی وستین الی خمس وسبعین جذعۃ بفتح الذال المعجمۃ وھی التی طعنت
فی الخامسۃ لانہا تجذع ای تقلع اسنان اللبن اور اکسٹہہ مین پچہتر تک جذعہ ہے ذال معجمہ کے فتح سے یعنی وہ اونٹنی جو پانچوین برس لگی ہو اور
اسکے لفظی معنی ہین توڑنیوالی تو جذعہ اسلئے نام ہوا کہ دودہ کے دانت اس عمر مین توڑتی ہے وفی ست وسبعین الی تسعین بنتا
لبون وفی احدی وتسعین حقتان الی مائۃ وعشرین کذا کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ اور
چہتر مین نوے تک دو بنت لبون اور اکانوے مین دو حقہ ایک سو بیس تک یہی ہے مکاتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کا مصنف نے کہا لفظ کتب مصدر مضاف ہے اور بعض نسخون مین الی ابی بکر ہے یعنی کتابت رسول اللہ کی جو پہونچی طرف ابی بکر کے کیونکہ یہہ
نامہ حضرت نے قریب وفات کے لکہوایا تہا اور جاری ہونیکی نوبت نہ آئی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اس
نامہ کے موافق حضرت ابوبکر نے تعمیل کی اور شارح نے اس جملہ کو بیان درج کیا آخر کلام مین نہین لکہا اسواسطے کہ بعد اسکے روایات مین
کچہہ اختلاف ہے اور ایکسو بیس تک اتفاق ہے مگر وہ جو حضرت مرتضی علی سے منقول ہے کہ پچیس پر پانچ بکریان بہی جائز ہین کما فی الشامی
ثم تستانف الفریضۃ عندنا فیوخذ فی کل خمس شاۃ مع الحقتین ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین بنت مخاض وحقتان

ثم فی کل مائۃ و خمسین ثلث حقاق پھر اسپر تو زکوٰۃ حساب کیا جاوے ایکسو بیس تک پھر ہر پانچ پر ایک بکری ہے دو حقوں کے پھر ایکسو پینتالیس میں بنت مخاض اور دو حقے پھر ایکسو پچاس میں تین حقے امام شافعی اور احمدؒ کے نزدیک جب ایکسو بیس پر ایک زیادہ ہو تو ہر تیس میں تین بنت لبون ایکسو تیس تک اور ایکسو تیس میں ایک حقہ اور دو بنت لبون پھر ہر چالیس میں بنت لبون اور ہر پچاس میں حقہ اور امام مالک سے دو قول منقول ہیں ایک ہمارے مذہب کے موافق اور دوسرا امام شافعی کے موافق کذا فی الشامی ثم تستانف الفریضۃ فتجب فی الخمس والمائۃ والخمسین ثم فی کل خمس شاۃ مع ثلث حقاق ثم فی کل خمس وعشرین بنت مخاض مع الحقاق ثم فی ست وثلثین بنت لبون مع الحقاق ثم فی مائۃ وست وتسعین اربع حقاق الی مائتین پھر استیناف کی جاوے زکوٰۃ مقررہ بعد ڈیڑھ سو کے پس ہر پانچ میں ایک بکری مع تین حقوں کے پھر پچیس میں بنت مخاض مع تین حقوں کے پھر چھتیس میں بنت لبون مع حقوں مذکورہ کے پھر ایکسو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک ہم اتن کے قول ثم فی کل خمس وعشرین سے لفظ کل حذف کرنا چاہیے کہ خلاف مقصود ہے کیونکہ لفظ کل ہمارے کا مقتضی ہے کہ اگر تیہ عدد مکرر ہو دو بار یا تین بار تو بھی واجب لازم ہو حالانکہ یہ مراد نہیں ہے اور ایسی ہی ثم فی کل مائۃ وخمس واربعین ہے اور ان مواقع میں بجائے ثم کے واو مناسب ہے کیونکہ استیناف نہیں ہے بلکہ تتمہ پہلے استیناف کا ہے کذا فی الشامی اسلئے مترجم نے لفظ کل کا ترجمہ دو جگہ نہیں کیا ثم تستانف الفریضۃ بعد المائتین ابدا کما تستانف فی الخمسین التی بعد المائۃ والخمسین حتی تجب فی کل خمسین حقۃ پھر از سر نو زکوٰۃ کا حساب شروع کیا جاوے دو سو کے بعد ہمیشہ اسطرح جیسے ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں کیا جاتا ہے یہاں تک کہ واجب ہو ہر پچاس میں ایک حقہ مراد یہ ہے کہ جب زیادہ ہوں دو سو پر پانچ اونٹ تو ان میں ایک بکری اور چار حقے یا پانچ بنت لبون اور دو سو دس میں دو بکریاں چار حقے اور دو سو پندرہ میں تین بکریاں چار حقے اور دو سو بیس میں چار بکریاں چار حقے پھر جب دو سو پچیس ہوں تو ان میں ایک بنت مخاض اور چار حقے دو سو پینتیس تک اور دو سو چھتیس میں بنت لبون مع چار حقوں کے ہے دو سو پینتالیس تک پھر دو سو چھیالیس میں پانچ حقے دو سو پچاس تک پھر استیناف اسیطرح کیا جاوے یہاں تک کہ دو سو چھیانوے میں چھ حقے ہوں تین سو تک کذا فی الشامی ولا تجزئ ذکور الابل الا بالقیمۃ للاناث بخلاف البقر والغنم فان المالک مخیر اور نہیں کافی نر اونٹ مگر بحسب قیمت مادہ کے یعنی مادہ کی قیمت زیادہ ہے اونٹوں میں بخلاف گائے بکری کے کہ ان دونوں میں مالک کو اختیار ہے چاہے نر ہو چاہے مادہ

باب زکوٰۃ البقر

یہ باب ہے زکوٰۃ گائے بیل کا من البقر بالسکون وھو الشق سمی بہ لانہ یشق الارض کالثور لانہ یثیر الارض ومفردہ بقرۃ والتاء للوحدۃ بقر بفتحتین مشتق ہے بقر ساکن الاوسط سے جسکے معنی پھاڑنے کے ہیں اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمین کو پھاڑتا ہے جیسا اسکو ثور بھی کہتے ہیں اسلئے کہ زمین کو اوتھاتا ہے یعنی لائق زراعت کے کرتا ہے اور مفرد بقر کا بقرۃ ہے اور تا تانیث کی نہیں ہے بلکہ وحدت کی ہے نصاب البقر والجاموس ولو متولدا من وحشی واھلیۃ بخلاف عکسہ وحشی بقر وغنم وغیرھما فانہ لا یعد فی النصاب ثلثون سائمۃ غیر مشترکۃ گائے بھینس کی نصاب تیس عدد ہیں جنگل کے چرنیوالے کہ مشترک نہوں شارح نے کہا اگرچہ وحشی نر اور اہلی مادہ سے پیدا ہوئی ہوں بخلاف اسکے کہ مادہ جنگلی ہو اور نر اہلی اور بخلاف جنگلی گائے اور بکری کے کیونکہ یہ نصاب میں شمار نہیں کئے جاتے اسلئے کہ جانوروں میں اعتبار مادہ کا ہے نر کا اعتبار نہیں ہم غیر مشترک کی قید اسلئے لگائی کہ اگر تیس عدد مشترک ہوں گے تو اونپر زکوٰۃ نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہوگا کذا فی الشامی وفیھا تبیع لانہ یتبع امہ ذو سنۃ کاملۃ او تبیعۃ انثاہ اور تیس گائے میں پورے برس بھر کا بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے اسکو تبیع اسلئے کہتے ہیں کہ تبیع کے لفظی معنی ہیں ساتھ رہنے والا اور یہ بھی اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے ہم کاملۃ کی قید اسواسطے بڑھائی کہ بعض علمانے لکھا ہے کہ دوسری برس میں لگا ہو پس جب ایک برس کا پورا

ہوگا تو بعد اوس کے بلا خرابی کے شروع ہوجاویگا کذا فی الشامی وفی ثمانین مسنتان ای دو مسنتان اور چالیس مین ایک مسنہ اور
کا دیا مار وہم مسن کے معنی دانت والا اور اوس کو مسن اسلئے کہتے ہیں کہ اوس کے دانت ٹوٹنے شروع ہوجاتے ہیں اور دانت
نکلتے ہیں وفیما زاد علی الاربعین بحسابہ فی ظاہر الروایۃ عن الامام وعنہ لا شیئ فیما زاد الی ستین اور جو زیادہ ہو چالیس
سے اوسمین حساب سے زکوٰۃ بھی لیجاویگی ساٹھ تک یعنی اگر ایک زیادہ ہو تو چالیسوان حصہ ایک مسنہ کا اور دو مین بیسوان حصہ
[illegible] کا موافق ظاہر الروایت کے اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ زیادہ مین کچھہ نہین ثم فی ستین تبیعان [illegible]
[illegible] تبیع ہو قولہما والثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر عن الینابیع وتصحیح القدوری اور یہی ہے قول صاحبین کا اور باقی تینون اماموں کا اور
اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر ناقلا من الینابیع وتصحیح القدوری ثم فی کل ثلثین تبیع وفی کل اربعین مسنۃ الا اذا اتفق اختلاف
کما فی عشرین ومائۃ بین اربع اتبعۃ وثلث مسنات وھکذا پھر ہر تیس مین ایک تبیع اور ہر چالیس مین ایک مسنہ مگر اس صورت
مین کہ دونو پائے جاتے تبیع اور مسنہ ساتھ مل ہون جیسے ایک سو بیس کہ مالک مختار ہے چاہے چار تبیعہ دیدے چاہے تین مسنہ
وعلی ہذا القیاس یعنی دو سو چالیس مین آٹھہ تبیعہ یا چھہ مسنہ قالہ الشامی ہم ساتھ مل سے یہہ مراد ہے کہ ایسا عدد ہو جو تیس اور چالیس
دونون پر پورا تقسیم ہوتا ہو تو تیس کے حساب سے چاہے تبیع دیدے چاہے چالیس کے حساب سے مسنہ دیدے

باب

زکوٰۃ الغنم یہہ باب ہے زکوٰۃ بھیڑ بکری کے بیان مین مشتق من الغنیمۃ لانہ لیس لہ آلۃ الدفاع فکانت غنیمۃ لکل طالب
غنم نفتین مشتق ہے غنیمت سے اور وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ غنم کے پاس ایسا اوزار نہین جس سے طالب کو ہٹا سکے پس گویا ہر طالب کے
لئے غنیمت ہے اور سینگون کا عدم وجود برابر ہے کیونکہ اون سے مدافعت نہین کر سکتی نصاب الغنم ضانا او معزا فانہما سواء
فی تکمیل النصاب والاضحیۃ والربا لا فی اداء الواجب والایمان اربعون وفیہا شاۃ نعم الذکور والاناث نصاب غنم کی
بھیڑ ہو یا بکری چالیس ہین اور چالیس مین زکوٰۃ ایک بکری ہے نر ہو یا مادہ شارح نے کہا کہ غنم بھیڑ بکری دونو کو شامل ہے اسلئے
کہ یہہ دونو برابر ہین نصاب کے پورا کرنے اور قربانی اور سود مین نہ ادای واجب مین اور قسمون مین ہم نصاب کا پورا کرنا یہہ کہ
اگر بھیڑ بکری ملکر چالیس ہون تو زکوٰۃ لازم ہوگی اگرچہ اکیلے کی پوری نصاب نہو اور سود مین اسطرح کہ اگر بھیڑی کا گوشت بدلہ بکری
کے گوشت کے زیادہ کم بیچے تو حرام ہے اور ادای واجب اور قسم مین برابر نہین یعنی اگر کسی کے پاس چالیس بھیڑیان ہون
تو اوس پر ایک بھیڑی واجب ہوگی اوس سے بکری نہین لے سکتے یا کسی نے قسم کہائی کہ بھیڑی کا گوشت نکہاؤنگا تو بکری کا گوشت
کہانے سے حانث نہوگا کذا فی الشامی وفی مائۃ واحدی وعشرین شاتان وفی مائتین وواحدۃ ثلث شیاہ وفی اربعمائۃ اربع
شیاہ وما بینہما عفو اور ایک سو اکیس مین دو بکریان اور دو سو ایک مین تین بکریان اور چار سو مین چار بکریان اور ایک نصاب
سے دوسرے نصاب تک جو عدد ہین وہ معاف ہین ہم یعنی چالیس سے جو زائد ہو ایک سو بیس تک اوسمین کچھہ نہین بشرطیکہ مالک ایک
ہی ہو اور اگر تین مالک ہین تو تین بکریان لیجاوینگی ہر شخص سے ایک بکری بحر مین ہے کہ اگر ایک سو بیس بکریان ایک شخص کی ہین
تو ساعی کو نہین پہنچتا کہ اونکو متفرق کرکے ہر چالیس پر ایک ایک بکری لے لے اور اگر چالیس بکریان دو آدمی کی ہین تو اون مین
کسی پر زکوٰۃ نہین ہے اور ساعی کو نہین جائز کہ اونکو جمع کرکے اون پر زکوٰۃ لے لے اسلئے کہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے
کذا فی الشامی ثم بعد بلوغہا اربعمائۃ فی کل مائۃ شاۃ الی غیر النہایۃ پہر جب بکریان چار سو ہوگئین تو ہر سیکڑہ پیچہے ایک
بکری ہے بے انتہا تک ویوخذ فی زکوتہا ای الغنم الثنی من الضان والمعز وہو ما تمت لہ سنۃ لا الجذع
الا بالقیمۃ وہو ما اتی علیہ اکثرہا علی الظاہر وعنہ جواز الجذع من الضان وہو قولہما والدلیل یرجحہ ذکرہ الکمال

[illegible] سے بچون پر مشتمل ہو جو پہلے برس کی ہون اور لیا جاوے ثنی جو بکری کی [illegible] اور الجذع من الضان ما اتی علیہ اکثرہا اور لیا جاوے بہتر بکری کی
[illegible] سے ہو اور اسکی بابت جو روایت ہے کہ زکوۃ کا اعتبار ہے کہ ضعف ہے جیسا کہ ہدایہ اور کتب فقہ میں مسطور ہے لیا جاوے
[illegible] کی تعریف کرکے اور جذع وسکو کہتے ہیں کہ جسپر اکثر سال گذر گیا ہو اور نہ لیا جانا جذع کا ظاہر الروایۃ ہے اور ایک روایت امام
[illegible] سے ہے کہ جذع بسبب ہونے کے لیا جا سکتا ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور یہی قول اسکو ترجیح دیتی ہے کہ ذکر کیا ہے
[illegible] اور قاضی خان نے جزم کیا ہے اور اختیار میں ہے کہ یہی صحیح ہے [illegible] دو برس کا ہوتا ہے [illegible]
[illegible] اور جذعہ اونٹ کے تین برس کا اور گائے بھینس میں چار برس کا ہو ولا شیء فی خیل سائمۃ عندہما وعلیہ الفتوی خلاصہ وغیرہا
[illegible] قال کما فی الخانیۃ کذا فی المتن المعتمد [illegible] زکوۃ نہیں ہے گھوڑوں جنگل کے چرنے والوں میں صاحبین کے
نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ وغیرہا اور طحطاوی نے کہا کہ یہی [illegible] ہے اور امداد میں بھی ایسا ہے اور جواہر اور کافی میں
اسکو صحیح کہا ہو لیکن فتح القدیر میں قول امام کو ترجیح دی ہو اور صاحبین کی دلیل ہے جواب دیا اور [illegible] کہ عند زکوۃ نہیں
جاری ہوتی گھوڑوں میں اور یہ قول باعتبار حجت کے قوی ہے جیسا بحر میں ہے اور [illegible] کذا فی الشامی پھر جب امام کے نزدیک
اونمین زکوۃ ہو تو کوئی نصاب بھی اون کے لئے مقرر ہو یا نہیں تو بعضوں نے تین اور بعضوں نے پانچ کہی ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ کوئی
نصاب مقرر نہیں کیونکہ مقدار اور اندازہ صاحب سے منقول نہیں ولا فی بغال وحمیر سائمۃ اجماعا لیست للتجارۃ فلو لہا فلا کلام لانہا
من العروض اور نہیں زکوۃ بالاتفاق خچروں اور گدہوں جنگل کے چرنے والوں میں کہ تجارت کے نہوں لیکن اگر تجارت کے ہون تو
کچھ کلام نہیں زکوۃ کے وجب ہونے میں کیونکہ تا اسباب میں ولا فی عوامل وعلوفۃ مالم تکن العلوفۃ للتجارۃ اور نہیں زکوۃ
کام کرنیوالے جانوروں یعنی کھیتی کی بیل وغیرہ میں اور نہ گھر سے گھاس کھانیوالوں میں زکوۃ ہے جب تک کہ گھر دانے جانور تجارت
کے نہوں ہم عوامل میں قید تجارت کی نہیں لگائی علوفہ میں لگائی کیونکہ عوامل تجارت کے لئے نہیں ہو سکتے اگرچہ نیت بھی کر لی ہو اسلئے
کہ حقیقۃ میں مشغول ہیں کذا فی الشامی ولا فی حمل بفتحتین ولد الشاۃ وفصیل ولد الناقۃ وعجول بوزن سنور ولد البقرۃ
وصورتہ ان یموت کل الکبار ویتم الحول علی اولادہا الصغار اور نہیں ہے زکوۃ بچوں میں خواہ بکری کے ہون یا اونٹنی کے
یا گائے کے اور مسئلہ کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سب بڑے مر جاویں اور بچے باقی رہیں اور پھر برس گذر جاوے ہم پھر امام اعظم
اور امام محمد کے نزدیک زکوۃ نہیں وجب ہوتی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اونمیں ایک واجب ہے اور یہ جاننا چاہئے کہ چھوٹے اونٹوں
کی نصاب میں پچیس ہونا امام ابو یوسف کے نزدیک ضروری ہے اور پچیس سے کم میں بالاتفاق کچھ لازم نہیں ہوتا اور یہی قول
طرفین کا ہے کذا فی الشامی الا تبعا لکبیر ولو واحدا ویجب ذلک الواحد ولو ناقصا فلو جیدا یلزم الوسط وہلاکہ
یسقطہا یعنی بچوں میں زکوۃ نہیں مگر تبعیت بڑوں کی اگرچہ بڑا ایک ہی ہو اور زکوۃ میں وہ بڑا ہی دینا واجب ہے اگرچہ ناقص ہو
لیکن اگر وہ اول قسم کا ہے تو وسط لازم ہوگا اور اگر وہ بڑا بعد برس گذرجانیکے ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے ہم
یعنی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک بچہ کے [illegible] لازم ہوں گے کیونکہ بڑے کے مرنیسے ایک جزو
جاتا رہا [illegible] کذا فی الشامی ولو تعدد الواجب وجب الکبار فقط ولا یکمل من الصغار خلافا للثانی اور اگر زکوۃ
[illegible] ہو جاویں اور چھوٹوں سے ملا کر پورا کرنے کی حاجت نہیں بخلاف قول امام ابو یوسف کے ہم بیان
اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس دو مسنہ اور ایک سو اونیس بکری کے بچے ہون تو اس صورت میں واجب ہونگے بالاتفاق
ایک مسنہ [illegible] نہیں [illegible] ہون تو طرفین کے نزدیک ایک مسنہ لازم آتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مسنہ

ابتدا ایک ہے اور سیطرح اگر ہو وین اونٹ گا ہے کے بچے اور ایک تبیع کذا فی الشامی وَكَانَ عَفْوٌ وَهُوَ مَا بَيْنَ النُّصُبِ فِي كُلِّ الْأَمْوَالِ
اور شیخین زکوۃ اوس عدد مین جو عفو ہے اور عفو وہ عدد ہے کہ درمیان دو نصابون کے ہو تمام قسم کے اموال مین ہم پر شیخین کا
قول ہے یعنی واجب بمقابلہ نصاب کے ہے عفو کے اور امام محمدؒ اور زفرؒ کہتے ہین کہ واجب بمقابلہ کل عدد کے ہے اور نتیجہ خلاف اس صورت
مین ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص کے پاس نو اونٹ ہین اور چار ہلاک ہوگئے تو شیخین کے نزدیک ایک بکری پوری لازم آویگی اور
امام کے نزدیک ۵/۹ ایک بکری کی لازم آویگی اور چار نوین حصہ ساقط ہو جاویگی قاله الشامی وَخَصَّاهُ بِالسَّوَائِمِ اور صاحبین نے
عفو کو خاص کیا ہے سوائم مین نہ نقود مین ہم اسلئے کہ نقود مین جو دو سو درہم سے زیادہ ہو صاحبین کے نزدیک معاف نہین ہے
بلکہ چالیسواں حصہ کل کا لازم ہوتا ہے بخلاف امام اعظمؒ کے کہ اون کے نزدیک بعد دو سو درہم کے جو زیادہ ہو وہ عفو ہے جب
تک چالیس درہم زیادہ ہون تو ایک درہم زیادہ لازم آویگا یعنی چھ درہم ہو جاوینگے الغرض درہم کی کسر امام صاحب
کے نزدیک معاف ہے کذا فی الشامی وَكَانَ فِي هَالِكٍ بَعْدَ وُجُوبِهَا وَمَنْعِ السَّاعِي فِي الْأَصَحِّ لِتَعَلُّقِهَا بِالْعَيْنِ لَا بِالذِّمَّةِ
وَإِنْ هَلَكَ بَعْضُهُ سَقَطَ حِصَّتُهُ اور جو مال ہلاک ہوگیا ہو بعد وجوب زکوۃ کے اور منع کرنے ساعی کے اوسمین زکوۃ نہین
اصح مذہب پر یعنی اگر برس گذر گیا اور ساعی نے طلب کیا اور مال والے نے انکار کیا یہان تک کہ مال ہلاک ہوگیا تو صحیح یہ ہے
کہ زکوۃ ساقط ہوگئی کیونکہ زکوۃ معین چیز سے علاقہ رکھتی ہے نہ ذمہ سے قاله الشامی اور اگر بعض مال ہلاک ہوگیا تو اوسیقدر
کی زکوۃ ساقط ہوگئی وَيُصْرَفُ الْهَالِكُ إِلَى الْعَفْوِ أَوَّلًا ثُمَّ إِلَى نِصَابٍ يَلِيهِ ثُمَّ وَثُمَّ اور جو مال ہلاک ہوا وہ پہلے عفو کی طرف
لگایا جاویگا پھر اوس نصاب کیطرف جو اوسکے متصل ہے پھر اوسیطرح اوس نصاب کیطرف جو اس سے نیچے ہے الخ یعنی اگر
مثلا کسی شخص کے پاس تین نصابین اور کچھ شے زائد ہو کہ نصاب کو نہ پونہچتی ہو پھر اوسمین سے کچھ ہلاک ہو جاوے تو وہ
اولا عفو مین سے سمجہا جاویگا پھر جو زائد تہا اگر سب ہلاک ہوگیا تو وہی تین نصابون کی زکوۃ اوسکے ذمہ واجب ہوگی اور اگر اور
زیادہ ہلاک ہوگیا تو یہ منصرف ہوگا اوس نصاب کیطرف جو اوسکے قریب ہے یعنی تیسری نصاب کے اور صرف دو نصابون کی زکوۃ
ہوگا اور یہی حال ہے اگر نصاب اول تک ہلاک پہنچے کذا قاله الشامی بِخِلَافِ الْمُسْتَهْلَكِ بَعْدَ الْحَوْلِ لِوُجُودِ التَّعَدِّي مِنْهُ
وَمِنْهُ مَا لَوْ حَبَسَهَا عَنِ الْعَلَفِ وَالْمَاءِ حَتَّى هَلَكَتْ فَيَضْمَنُ بَدَائِعُ بخلاف اوس صورت کے کہ قصدا ہلاک کردے بعد برس گذرنے
کے کیونکہ تعدی اسکی طرف سے پائی گئی اور تعدی مین شمار کیا جاویگا اگر جانورون کو گھاس یا پانی نہ دیا اور باندہ رکھا یہانتک کہ
ہلاک ہوگئے پس زکوۃ کا ضمان دیگا بدائع وَالتَّوَى بَعْدَ الْقَرْضِ وَالْإِعَارَةِ وَاسْتِبْدَالُ مَالِ التِّجَارَةِ بِمَالِ التِّجَارَةِ هَلَاكٌ وَبِغَيْرِ مَالِ
التِّجَارَةِ وَالسَّائِمَةِ بِالسَّائِمَةِ اسْتِهْلَاكٌ اور گم ہونا مال کا بعد قرض دینے کے یا عاریت کے یا بدلنے مال کے بدلے مال کو ہلاک شمار
کیا جاتا ہے اور بدلنا مال کا کسی اور چیز کے ساتھ سوای مال تجارت کے یا سائمہ کا بدلے سائمہ کے بمنزلہ استہلاک کے ہے ہم حکم نقود کا
حکم مال تجارت کا ہے یعنی مثلا کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہین پھر اوسکے بدلے ایک غلام تجارت کا مول لیا یا اور کچھ اسباب تجارت
کا خریدا پھر وہ ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوگئی اور اگر غلام خدمت کا خریدا تو ساقط نہین ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ لفظ السائمہ ساقط
کردیا جاوے تاکہ شامل ہو استبدال سائمہ کو غیر سائمہ سے درہم ہون یا عروض کیونکہ زکوۃ متعلق ہوتی ہے عین کے ساتھ اولا وبالذات اور
عین بدل گیا پس جب ہلاک ہوگیا عین یعنی سائمہ بدلا ہوا تو واجب ہوگی زکوۃ اور پوشیدہ نہ ہے کہ یہ اوسوقت ہی کہ بعد برس کے
استبدال کیا ہو لیکن جب برس کے اندر استبدال کرلیا تو جبتک اس عوض پر برس نگذریگا زکوۃ واجب نہوگی اسلئے کہ اگر اسکے پاس ان
دراہم ثمن کے سوا اور دراہم ہون تو اونکے ساتھ ملا کر سبکی زکوۃ دی کذا فی الشامی وَجَازَ دَفْعُ الْقِيمَةِ فِي زَكَاةٍ وَعُشْرٍ وَخَرَاجٍ

وفطر ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح ويجوز
ہے دینا قیمت کا زکوۃ مین اور عشر مین اور خراج مین اور فطرہ مین اور نذر مین اور سواے اوس کفارہ کے جو سوا ہو آزاد کرنے کے یعنی جائز ہے قیمت
دینی اگرچہ شے واجب ہی اوسکے پاس موجود ہو مثلاً تین بکریان ہون جو قیمت مین چار بکریون اوسط کی برابر ہون اون چار کے عوض دیدیوے
تو جائز ہے لیکن نصاب کیلی مین اور وزنی مین جب جنس کے بدلے جنس دیوے تو اوسکی قیمت معتبر نہین ہوتی مثلاً چار کیل اچھے گیہون بدلے
پانچ کیل ناقص گیہون کے یا چاندی بدلے پانچ درم کھوٹے کے دینی جائز نہین اور اگر غیر جنس کے ساتھہ قیمت کرکے دے تو جائز ہے قال
الشافعی اور قیمت وہ معتبر ہے کہ جو روز وجوب زکوۃ کے ہو اور صاحبین کے نزدیک اوس دن کی جس روز ادا کرتا ہے اور سوائم مین بالاتفاق
یوم الاداء کی قیمت معتبر ہے یہی اصح ہے ويقوم في البلد الذي المال فيه ولو في مفازة ففي اقرب الامصار اليه فتح اور مال کی قیمت
وہان کی چاہیئے جس شہر مین وہ مال ہے اور اگر جنگل مین ہے تو جو شہر وہان سے قریب ہو کذا فی الفتح اگر ایک غلام کو کسی شہر مین بھیجا
تجارت کے لئے تو اوسکی قیمت اوس شہر کی معتبر ہوگی نہ مالک کے شہر کی بحر والمصدق لا ياخذ الا الوسط وهو اعلى الادنى وادنى الاعلى
ولو كله جيدا فجيد اور زکوۃ لینے والا نہ لیوے مگر اوسط اور اوسط وہ ہے کہ اعلی سے کم درجہ کی ہو اور ادنی سے زیادہ درجہ کی اور اگر سب
اعلی قسم کی ہون تو اعلی ہی لیوے هم یعنی اگر بنت لبون مثلاً اوسپر واجب ہوئی ہے تو سب بنت لبون سے اچھی چھانٹ کر نلیوے اور
وہ سب بری سے وان لم يجد المصدق وكذا ان وجدها القيم اتفاقا ما وجب من ذات سن كفع المالك الادنى مع الفضل
جبرا على الساعي لانه دفع بالقيمة او دفع الاعلى ورد الفضل بلا جبر لانه شراء فيشترط فيه الرضا هو الصحيح سراج اور اگر زکوۃ کے
مال مین مصدق اوس عمر کا سائمہ نپاوے جو زکوۃ مین واجب ہوا ہے اور یہی حکم ہے اگر اوس عمر کا پایا اوس صفت کا مال مین موجود ہو پس
قید نپانے کی اتفاقی ہے تو مالک ادا کرے ادنے درجہ کا مع زیادتی کے زبردستی مصدق پر اسلئے کہ یہہ ادا ہے قیمت ہے بیع نہین ہے یا اعلی درجہ
کا ادا کرے اور زیادتی واپس کرلے بغیر جبر کے اسلئے کہ اس صورت مین مصدق مشتری ہے پس اوسکی رضامندی ضرور ہے یہی صحیح ہے
کذا فی السراج او دفع القيمة ولو دفع ثلث شياه سمان عن اربع وسط جاز یا مالک قیمت دیوے اور اگر تین بکریان فربہ بدلے چار
اوسط بکریون کے دیدیوے تب بھی جائز ہے والمستفاد ولو بهبة او ارث وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول
الاصل اور جو مال درمیان برس کے حاصل ہوا اگرچہ بذریعہ ہبہ کے ہو یا وراثت کے ملا یا جاوے اوسکی جنس کی نصاب کے ساتھہ پھر اوسکی
زکوۃ دیجاوے اصلی نصاب کی برس کی تمامی پر هم سوائم مین بچون کا بڑھنا درمیان سال کے اور تجارت کے مال مین نفع کا ہونا سب کا
یہی حکم ہے جو مذکور ہوا بشرطیکہ اوسکے پاس پہلی نصاب پوری ہو اور اگر پہلی نصاب پوری نہو تو جسوقت سے مع بچون یا مال مستفاد کے نصاب
پوری ہوا اوسوقت سے برس روز کے بعد زکوۃ واجب ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ شروع سال مین نصاب پوری ہو پھر بیچ مین
ناقص ہوگئی پھر سال تمام پر پوری ہوگئی تو اس بیچ کے نقصان کا اعتبار نہین ہمارے نزدیک اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوا کہ اصل
کی بقا ضرور ہے یہانتک کہ اگر اصل نصاب ضائع ہوگئی تو مستفاد کا برس نئے سرے سے شمار کیا جاویگا پھر اگر ایک روز پہلے بھی اصل
نصاب مین سے کچھہ ہاتھہ آوے تو کل کی زکوۃ مستفاد سمیت دیوے ولو ادى زكوة نقده ثم اشترى به سائمة لا تضم اور اگر
اپنے نقد کی زکوۃ دیکر اوسکے بدلے سوائم خرید کرے تو یہہ سوائم ملا نہ دیوینگے هم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ ایک شخص کے پاس
کچھہ سوائم اور کچھہ نقد مال ہے اسنے بعد ادائے زکوۃ نقد کے اوسکے بھی سوائم خرید لئے تو ان خرید سوائم کو پہلے سوائم مین نہ ملاوینگے
بلکہ اونکا برس جدا ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ملانا جائز ہے اور ایسے ہی اگر سائمہ کی زکوۃ دیکر نقد کے بدلے بیچا
بخلاف اسکے کہ اگر ادا کیا عشر غلہ یا زمین کا یا صدقہ فطر غلام کا پھر اوسکو بیچ ڈالا تو قیمتین بالاتفاق اصلی نصاب نقد کے ساتھہ ملائی جاوینگی

ذوات

اور موافق امام صاحب کی نزدیک یہہ ہی کہ ثمن سائمہ کا مال زکوة کا بدل ہے اور مثل کو حکم مبدل منہ کا ہوتا ہے پس اگر ملایا جاوے گا تو مکرر از زکوة کا الزام ہو جاوےگا ولو له نصابان مما لو تمن احدهما كثمن سائمة مزكاة والاخر دراهم وورث الفا ضمت الى اقربهما حولا ويضم كل الى اصله اور اگر اوسکے پاس دو نصاب ہیں ایسی ہیں کہ نہیں ملائی جاتیں جیسے ثمن سائمہ زکوة دی ہوئی کا اور ہزار درہم اور دونون ہیں جیسے اوسکو ایک ہزار تو ہزار روپئے وراثت کے اوسکو ساتھہ ملائے جاوینگے جسکا حول قریب برس ہونیوالا ہے اسلئے کہ ملانے مین فقیرون کا زیادہ فائدہ ہے مگر قریب کی صحبت سے قریب کو ترجیح ہے اور اسمین فقیرون کا فائدہ ہے کذا فی الشامی اور نفع ہر ایک کا اوسکی اصل کے ساتھہ ملا دیا جاویگا اگرچہ اوسکا برس پورا ہونے مین دیر ہو کیونکہ نفع اپنی اصل کے تابع ہے اور یہی حکم ہے بچہ کا سوائم مین اخذ البغاة والسلاطين الجائرة زكوة الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف المأخوذ في محله الاتي ذكره والا يصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله اعادة غير الخراج لانهم مصارفه اگر باغیون نے اور ظالم بادشاہون نے اموال ظاہری کی زکوة لی جیسے سوائم اور عشر اور خراج پس مالکون کے ذمہ دوبارہ دینا لازم نہوگا بشرطیکہ اونہون نے اوسکو صرف کیا ہو اوسکے موقع پر جسکا بیان باب المصرف مین آویگا یعنے فقیرون وغیرہ کو دیا ہو اور اگر اپنے موقع پر صرف نہین کیا تو مال والون کے ذمہ خدا کی راہ سے پھر دینا لازم ہے سوای خراج کے کہ اوسکا اعادہ لازم نہین اسلئے کہ وہ لوگ خراج کے مصرف مین کیونکہ خراج حق مقاتلین کا ہے اور اہل بغی اہل حرب سے مقاتلہ کرتے ہین مال ظاہری وہ کہلاتا ہے جسکی زکوة حاکم اہل اسلام لیتا ہے یا جو مال عشر لینے والے کے سامنے آوے واختلف في الاموال الباطنة ففي الولوالجية وشرح الوهبانية المفتى به عدم الاجزاء اور اختلاف ہے اموال باطنہ مین پس ولوالجیہ مین اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مفتی بہ عدم کفایت ہے مال باطن نقد اور اسباب تجارت کو کہتے ہین یعنے اگر مال باطن کی زکوة باغیون نے لیلی تو فتوی اسپر ہے کہ مالک کی طرف سے کافی نہوگی اوسکو پھر سے ادا کرنی چاہئے مگر یہہ شرط ہے کہ عاشر کے سامنے نہ لیگئی ہو ورنہ مال ظاہر کی زکوة کا حکم ہوگا اور شارح کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اموال ظاہری مین اختلاف نہین ہے حالانکہ اسمین بھی اختلاف ہے اور تفصیل اوسکی شامی مین ہے وفي المبسوط الاصح الصحة اذا نوى بالدفع لظلمة زماننا الصدقة عليهم لانهم بما عليهم من التبعات فقراء حتى افتى امير بلخ بالصيام لكفارة عن يمينه اور مبسوط مین ہے کہ اصح یہہ ہے کہ درست ہو یعنی مالک پر دوبارہ دینا لازم نہین جبکہ مال باطنی کی زکوة باغیون اور ظالمون نے لیلی ہو اور مالک نیت کرے ظالمون کے دینے سے اونکو اوپر صدقہ کرنے کی اور اسلئے کہ وہ لوگ فقیر ہین بسبب اون حقوق کے جو اونکے پیچھے لگے ہین اور اسیواسطے فتوے دیا گیا امیر بلخ کا کفارہ یمین مین کہ روزے رکھے ہم امیر بلخ یعنے موسی بن عیسی بن ہامان خراسان کے والی نے محمد بن سلمہ سے سوال کیا اپنی قسم کے کفارہ دینے سے پس محمد بن سلمہ نے روزے رکھنے کا فتوی دیا حالانکہ کفارہ قسم دس مسکینون کو کھانا یا کپڑا دینے کا یا بردہ آزاد کرنیکا ہے اور جب یہہ امور میسر نہون تو روزہ رکھنے کا حکم ہے مگر چونکہ امیر مذکور کے پاس مال موجود لوگون کے حقوق سے زائد نہ تہا اسلئے اوسکو فقیر بے دست ذہن تصور کیا گیا فتح القدیر مین ہے کہ اسی طرح اگر کسی نے وصیت کی کہ ثلث مال اوسکا فقیرون کو دیا جاوے پھر وہ دیا گیا سلطان ظالم کو تو درست ہوگی وصیت اور ادہوگی ولو اخذها الساعي جبرا لم تقع زكوة لكونها بلا اختيار ولكن يجبر بالحبس ليؤدي بنفسه لان الاكراه لا ينافي الاختيار اور اگر تحصیلدار نے زکوة کو جبرا لے لیا تو زکوة نہوگی کیونکہ اوسمین اختیار نہوا اور زکوة عبادت ہے جسمین نیت اور اختیار ضروری ہے لیکن مالک مال کا قید کیا جاویگا تاکہ خود ادا کرے اسلئے کہ زبردستی دینا اختیار کے منافی نہین ہے ...

... چکی ہو ... مال ظاہری میں سے لیا ہو تو فرض ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ سلطان کو اوسکے لینے کی ولایت حاصل کی ہے اور اگر اموال
باطنی میں سے لیا ہو تو ساقط نہوگا وفی التجنیس المفتی به سقوطها فی الاموال الظاهرة لا الباطنة اور تجنیس میں ہے کہ
حاکم جابر کو دینے کی صورت میں مفتی بہ یہ ہے کہ زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے اموال ظاہری میں نہ باطنی میں ولو خلط السلطان المال المغصوب
بماله ملکه فتجب الزکوۃ فیه و یورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزه عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال
عن غصب اور اگر ملالیا بادشاہ نے چھینا ہوا مال اپنے مال میں تو اوسکا مالک ہو جاویگا پس زکوۃ واجب ہوگی اور مرنیکے بعد وراثت
بھی جاری ہوگی اسلئے کہ خلط کرنا اسطرح کہ تمیز ممکن نہو نزدیک امام صاحب کے بمنزلہ قصدا ضائع کرنیکے ہے یعنی جب استہلاک ثابت ہوا تو ضمان
اوسکا لازم آیا اور مغصوب کا مالک ہوا ضمان کے عوض لازم ہوا اور امام کے قول میں لوگون کے لئے سہولت ہے اسواسطے کہ کمتر کوئی مال
غصب سے خالی ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمان نہیں لازم ہوتا اور جب ضمان لازم نہوا تو ملک بھی ثابت نہوئی اور وراثت بھی جاری
نہوگی کیونکہ وہ مال مشترک ہے اور اسمین سے صرف حصہ میت کی میراث جاری ہوگی وهذا اذا کان له مال غیر ما استهلکه
بالخلط منفصل عنه یوفی دینه والا فلا زکوۃ کما لو کان الکل خبیثا کما فی النهر عن الحواشی السعدیة اور خلط کی جہت سے
زکوۃ واجب ہونا اسصورت میں ہے کہ اوسکے پاس جدا مال سوا اوسکے جسکو خلط سے ہلاک کیا ہو اتنا ہو کہ اوسکے دین کو کافی ہو ورنہ زکوۃ
نہیں لازم آویگی جیسا اس صورت میں کہ کل مال خبیث ہو کذا فی النهر عن الحواشی السعدیة م یعنی جب خبیث مال نصاب کو پہونچ جاوے تو
زکوۃ لازم نہوگی کیونکہ اوس مال کو تمامہ تصدق کرنا واجب ہے بعض کا صدقہ دینا کیا کام کریگا کذا فی القنیة وفی شرح الوهبانیة عن
البزازیة انما یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی اما اذا اخذ من انسان مائة ومن اخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یکفر لانه
لیس بحرام قطعی لاستهلاکه بالخلط اور وہبانیہ کی شرح میں نقلا عن البزازیہ یہ ہے کہ آدمی اوسی صورت میں کافر ہوتا ہے کہ حرام
قطعی کو صدقہ دیوے یعنی بہ نیت حصول ثواب کہ حلال جاننے پر مبنی ہے لیکن جب لئے ایک سے سو اور دوسرے سے سو پھر اونکو ملا دیا پھر
سب کو تصدق کیا تو کافر نہوگا کیونکہ یہ دو سو حرام قطعی نہیں اسلئے کہ خلط کی وجہ سے گویا اوسنے اوسکو ہلاک کر دیا اور بوجہ وجوب
ضمان اوسکا مالک بن گیا م شارح نے صرف عدم کفر پر اقتصار کیا اسمین اشارہ ہے کہ مال مخلوط میں بھی تصرف کرنا بدون ادای ضمان کے
جائز نہیں اگرچہ خلط کی وجہ سے مالک ہو گیا ظہیریہ میں ہے کہ کسی شخص نے مال حرام میں سے کسی فقیر کو کچھ دیا ثواب کی توقع سے تو کافر
ہوا اور اگر فقیر جانتا ہوا اور دعا دی اور معطی نے آمین کہی تو دونو کافر ہو گئے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر غیر شخص آمین کہے
تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا حال بھی یہی ہے اور آدمی اس سے غافل ہیں اور جہال اسمین مبتلا ہیں شارح نے حرام قطعی کی قید لگا کر
گویا ظہیریہ کے کلام کو مقید کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ مراد حرام سے حرام قطعی ہے جسمین کافر ہوتا ہے کذا فی الشامی ولو عجل ذو نصاب

زکوۃ پیشگی

زکوۃ لسنین او لنصب صح لوجود السبب وکذا لو عجل عشر زرعه او ثمره بعد الخروج قبل الادراک اور اگر نصاب والا زکوۃ
پیشگی چند سال کی ادا کرے یا چند نصابون کی زکوۃ ادا کر دیوے تو درست ہے کیونکہ سبب زکوۃ یعنی نصاب موجود ہے اور ایسا ہی
اگر عشر کھیتی کا یا ثمر کا پیشگی ادا کر دیوے نکلنے کے بعد پکنے سے پہلے تو درست ہے م یعنی اگر کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اور
دو سو درہم کی زکوۃ ... تین برس کے لئے ادا کی تو درست ہے یا یہ کہ سو درہم اوسکے ... بہ نیت دو سو درہم نصاب موجود و ۱۹ نصاب
غیر موجود کے پھر اوس برس میں وہ نصابین اوسکے پاس موجود ہو گئین تو درست ہے اور اگر اوس برس میں موجود نہوئین تو زکوۃ
... اور وہ شرح یہ ہے کہ زکوۃ نصاب موجود کی یعنی دو سو درہم کی تین برس کے لئے ہو جاوینگے جیسا پہلے مسئلہ میں

مطلع

... فی التتارخانیة واختلف فیه قبل النبات وخروج الثمرة والاظهر الجواز وکذا لو عجل خراج راسه وتمامه فی النهر اور ظاہر ...

زمین عشری مین یا پیشگی دے پہلے کھیتی اوگنے سے اور پہل نکلنے سے اور ظاہر یہہ ہے کہ جائز ہے اور اسیطرح ہی اگر خراجی سر
زمین پر لگایا جاتا ہے اپنی طرف سے کئی برس کا پیشگی ادا کرے تو جائز ہے اور اسکا پہلا بیان نہر الفائق مین ہے ہم قہستانی
مین لکہا کہ ایسے ہی تعجیل خراج زمین کی چند سال کے لئے جائز ہے قولہ وکذا لو عجل معطوف ہے ولو عجل ذو نصاب بروایت وصیلۃ الیتیتھا
الفقیر قبل تمام الحول او مات او ارتد وذلک لان المعتبر کونہ مصرفا وقت الصرف الیہ لا بعدہ یعنی نصاب کا پیشگی ادا
کرنا جائز ہے اگرچہ فقیر قبل پورا ہونے برس کے تو انگر ہو جاوے یا مرجاوے یا مرتد ہو جاوے اسلئے کہ فقیر کا مصرف ہونا اوسوقت معتبر ہے جب کہ زکوۃ
اوسکو دیجائے دینے کے بعد کا اعتبار نہین ولو غرس فی ارض الخراج کرما فما لم یطعم الکرم کان علیہ خراج الزرع مجمع الفتاوی
اور اگر خراجی زمین مین انگور بوئے تو جبتک انگور پورے نہون اوسکے ذمہ خراج کھیتی کا لازم ہوگا اسلئے کہ انگور بونے کی وجہ سے
زمین زرعی کو گویا معطل کردیا تو کھیتی کا خراج واجب ہوا یہانتک کہ انگور پہل لاوے اوسوقت خراج انگور کا اوسکے ذمہ ہوگا اور کھیتی
کا خراج فی جریب ایک صاع اور ایک درم ہے اور انگور کا خراج دس درم ہین اور یہہ مسئلہ عشر و خراج کے مسائل مین چاہئے بیان تہا
ذکر کردیا ہے کذا فی الشامی ولا شیء فی مال صبی تغلبی بفتح اللام وتکسر نسبۃ لبنی تغلب بکسرہا قوم من نصاری العرب وعلی
المرأۃ ما علی الرجل منہم لان الصلح وقع منہم کذلک اور نہین ہے زکوۃ تغلبی لڑکون کے مال مین تغلبی بفتح لام اور کسرہ بہی جائز
ہے منسوب ہے بنی تغلب کی طرف لام کے کسرہ سے کہ ایک قوم ہے عرب کے نصاری مین سے اور اونکی عورتون پر بہی اوسیقدر لازم ہے جسقدر
اونکے مردون پر یعنی نصف العشر اور اون کے لڑکون کے مال مین زکوۃ نہین مگر عشر لیا جاتا ہے دونا مسلمانون کے لڑکون کی نسبت
اسواسطے کہ تغلبیون سے اسی طرح صلح ٹہری تہی ویؤخذ فی زکوۃ السائمۃ الوسط لا الہرم ولا الکرائم اور سوائم کی زکوۃ مین اوسط
لیا جاوے نہ بڈہا نہ بہت بڑہا اور یہہ کا مذکور پہلے ہو چکا یعنی نہ دودہ پلاتی لیجاوے نہ گابہن نہ دانہ خوری کی نہ وہ کہ گلہ مین نسل کے
لئے رہتا ہے ولا تؤخذ من ترکتہ بغیر وصیۃ لفقد شرطہا وہو النیۃ وان اوصی بہا اعتبر من الثلث الا ان یجیز الورثۃ
اور زکوۃ نہ لیجاوے ترکہ میت سے بدون اوسکی وصیت کے کیونکہ شرط زکوۃ کی نیت ہے اور وہ معدوم ہے اور اگر میت وصیت کرکے مرا ہو تو
تہائی سے معتبر ہوگی نہ کل مال سے مگر یہہ کہ وارث کل مال سے دینا جائز کرین والحول للزکوۃ قمری بحر عن القنیۃ لا شمسی
وسیجی الفرق فی العنین اور ادای زکوۃ مین جو سال معتبر ہے وہ قمری ہے نقل کیا ہے بحر مین قنیہ سے نہ سال شمسی اور انمین فرق
باب العنین مین آویگا یعنی سال قمری ۳۵۴ روز کچہہ اوپر ہے اور سال شمسی اسی سے گیارہ روز زیادہ ہو شک انہ ادی الزکوۃ
او لا یؤدیہا لان وقتہا العمر اشباہ مالدار کو شک ہوا کہ زکوۃ ادا کی یا نہین تو اوسکو ادا کرے اسلئے کہ زکوۃ کا وقت تمام عمر ہے کوئی
وقت مقرر نہین کہ بعد اوسکے قضا کہلاوے کذا فی الاشباہ ہم بحر مین واقعات سے منقول ہے کہ فرق ہے اسمین اور نماز کے شک مین
وقت گذرنے کے بعد اور بیان کے مسئلہ کی نظیر یہہ ہے کہ نماز کا وقت موجود ہے اور مصلی کو شک ہوا کہ نماز پڑہی یا نہین تو اسصورت
مین اعادہ لازم ہے

باب زکوۃ المال

یہہ باب ہے زکوۃ مال کے بیان مین ال فیہ للعہود فی حدیث ہاتوا ربع
عشر اموالکم فان المراد بہ غیر السائمۃ لان زکوتہا غیر مقدرۃ بہا الف لام زکوۃ المال مین عہد کا ہے ایا ہے اس مال کیطرف
کہ حدیث شریف مین ہاتوا ربع عشر اموالکم مین مذکور ہے اور وہان مراد مال سے غیر سائمہ ہے اسواسطے کہ سوائم مین زکوۃ چالیسوان حصہ
مقرر نہین ہوم یہہ جواب ہے اسکا کہ کہتے ہین ال ذہنی جنس ہے تو انگری حاصل ہو پس شامل ہوگا سوائم کو بہی اور اس سوال کا جواب اسطرح بہی دیا گیا ہے کہ مراد
مال سے مال عرفی ہے اور عرف فقہا اور بہاب کو مال کہتے ہین نہ سوائم کو کذا فی الشامی نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم
وزن سبعۃ مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدرہم اربعۃ عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرۃ والمثقال

فی عشرین مثقالا و مأتی درہم کل عشرۃ منہا وزن سبعۃ مثاقیل یعنی نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے اور ہر مثقال بیس قیراط کا ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس حساب سے ستر جو کا ہوا اور مثقال سو جو کا پس مثقال مساوی ایک درہم اور تین ساتوین حصہ درہم کے ہوا تو نصاب سونے کی ۲۰ مثقال یعنی ۷ ½ تولہ وزن دہلی اور نصاب چاندی کی ۲۰۰ درہم یعنی ۱۴۰ مثقال یعنی ۵۲ ½ تولہ جسکے ہم ۵ ⅞ روپے بحساب فی روپیہ ۱۱ ½ ماشہ اور ۵۶ روپیہ بحساب ۱۱ ¼ ماشہ اور ۵۴ ½ روپیہ یعنے تقریبا بحساب ۱۱ ½ ماشہ رتی زیادہ یعنی ۱۲ ماشہ ۳ رتی کم جو وزن چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جاننا چاہیئے کہ درم حضرت عمر کے زمانہ مین مختلف تھے بعضے دس مثقال کے دس درم بعضے چھہ مثقال کے دس درم بعضے پانچ کے دس درم حضرت عمر نے سب جمع کرکے وزن مساوی نکال لیا تو سات مثقال کے دس درم ٹھہرے اور شامی مین اسمین زیادہ گفتگو کی ہے وقیل یفتے فی کل بلد بوزنہم وتحقیقہ فی متفرقات البیوع اور یہہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شہر مین اُنکے وزن کے موافق فتوی دیا جاوے اور متفرقات بیوع مین اسکی تحقیق آویگی ہم شامی مین لکھا ہے اسی فتوی کو تسلیم کیا ہے ولوالجیہ مین اور اسی کولیا ہے سرخسی نے اور پسند کیا مجتبے اور جمع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ اور فتح القدیر مین پہر اسکے بعد مین کہتا ہون کہ درم رائج الوقت کمتر ہونا چاہیئے اوس درم سے جو حضرت کے وقت مین کم سے کم وزن کا رائج تہا یعنی وزن خمسہ لیکن جمہور کا قول یہہ ہے کہ درم چودہ قیراط کا ہے اور سب کتب متقدمین و متاخرین متفق ہین اور بیوع مین جو درم کی تحقیق کی ہے اوسکو زکوۃ سے کچہہ علاقہ نہین بلکہ عقود سے متعلق ہے یعنی عرف مین کونسا درم مراد ہوتا ہے جب مطلق بولین والمعتبر وزنہما اداء و وجوبا لا قیمتہما اور زکوۃ کی نصاب مین معتبر وزن سونے چاندی کا ہے باعتبار ادا کے اور وجوب کے نہ قیمت اون دونون کی مثلاً اگر برتن چاندی کا سو درم کے وزن کا کسی شخص کے پاس ہو اور خوبی ساخت کے اعتبار سے اوسکی قیمت دو سو درم کی ہو تو اوسپر زکوۃ نہ آویگی جبتک وزن پورا دو سو درم کا نہو واللازم مبتدأ فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرا او حلیا مطلقا مباح الاستعمال او لا ولو للتجمل والنفقۃ لانہما خلقا اثمانا فیزکیہما کیف کانا اللازم مبتدا ہے اسکی خبر آگے آتی ہے ربع عشر یعنی چالیسوان حصہ لازم ہے اوس مال مین جو سونے چاندی کا جیسے درم و دینار روپیہ اشرفی یا اون سے کچہہ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی گوتہی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنا یا گیا ہو ہر حال مین یعنی اوسکا استعمال مباح ہو یا نہو اگرچہ آرایش کے لئے یا نفقہ کے لئے رکہا ہو اسلئے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لئے موضوع ہین تو اون سب مین زکوۃ ہر صورت مین ہوگی وفی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب الجملۃ صفۃ عرض وہو ہنا ما لیس بنقد واما عدم صحۃ النیۃ فی نحو الارض الخراجیۃ فلقیام المانع کما قدمنا لا لان الارض لیست من العرض فتنبہ اور چالیسوان حصہ لازم ہے اسباب تجارت مین جسکی قیمت نصاب کو پہونچی ہو شارح نے کہا کہ یہہ جملہ صفت ہے عرض کی اور عرض سے مراد یہہ ہے کہ نقد نہو اور یہہ زمین خراجی مین جو نیت تجارت کی صحیح نہین ہے وہ بسبب مانع کے ہے جیسا پہلے گذرچکا یعنی تکرار زکوۃ کا لازم آتا ہے نہ اس جہت سے کہ زمین پر اطلاق عرض کا نہین ہوتا اسباب کو سمجہہ لو من ذہب او ورق ای فضۃ مضروبۃ فافاد ان التقویم انما یکون بالمسکوک عملا بالعرف سونے سے ہو یا چاندی سے بیان ہے نصاب کا یعنی اسباب تجارت کی قیمت نصاب ہو سونے مضروب یا چاندی سکہ لگائی ہوئی سے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیمت کرنا بجز سکہ کے دوسری چیز سے نہین ہوتا کیونکہ یہی متعارف ہے مقوما باحدہما ان استویا فلو احدہما اروج تعین التقویم بہ قیمت کی گئی ہو نصاب مذکور انہین سے کسی ایک سے اگر دونو برابر ہون یعنی چلن مین پس اگر ایک رواج مین زائد ہو تو قیمت کرنیکے لئے یہی متعین ہوگا ولو بلغ باحدہما نصابا دون الآخر تعین ما یبلغ بہ اور اگر ہو نہیں ایک کے ساتھہ قیمت کرنے سے نصاب کو نہ دوسرے کے ساتھہ تو جسکے اعتبار سے نصاب کو پہونچے وہی متعین ہے قیمت کے تقرر کے لئے مثلاً مال تجارت کی قیمت اگر چاندی سے کیجاتی ہے تو ساڑہے باون تولہ کا ہوتا ہے اور سونے سے کرنے مین تو تین پاجا تولہ کا ہوتا ہے تو قیمت چاندی سے لگائی جائیگی ولو بلغ باحدہما نصابا و

خمسًا صار الاخر اقل قومه بالانفع للفقير بهر ايني اور اگر پونجی سونے چاندی مین سے ایک کے ساتھ تقویم کرنے سے نصاب کو پہنچے
اور دوسرے کے ساتھ قیمت کرنے سے کمتر ہو تو اوسکو تقویم کرین اور جسکے ساتھ جو نفع ہو ان کے حق مین انفع ہو کذا فی الشرح اور اگر دوسرے کے
ساتھ قیمت کرین تو دو سو چالیس درہم ہون اور دنانیر کے ساتھ تیئیس دینار ہون تو دراہم کے ساتھ تقویم کرین کیونکہ اوس مین چھ درہم
لازم ہون گے بخلاف دنانیر کے کہ انمین واجب نصف دینار ہے کہ مساوی ہے پانچ درہم کو اور اگر دیناروں سے جو کہ
ایک سو چھتیس ہو تو دیناروں کے ساتھ تقویم ہوگی ہدایہ مین ہے کہ شرع مین دینار دس درہم کا ہوتا ہے فتح القدیر مین کہا ہو کہ
دس درہم لگا ہو جائے مین جو شروع مین ایسا ہی تھا زکوٰۃ عشر ہے مرقوله اللازم و فی کل خمس بحسابه ففی کل اربعین درهما
درهم و فی کل اربعة مثاقیل قیراطان و ما بین الخمس الی الخمس عفو و قالا ما زاد بحسابه و هی مسألة الکسور ربع عشر ہے
اللازم کی یعنی واجب سونے چاندی مین چالیسوان حصہ ہے اور ہر پانچوین حصہ نصاب مین اسی حساب کو واجب ہو یعنی ہر چالیس درہم پر ایک درہم
اور ہر چار مثقال پر دو قیراط اور ایک خمس سے دوسری تک معاف ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ جتنا نصاب سے زیادہ ہو اسکی اسی حساب سے زکوٰۃ
ہوگی یعنی خمس تک کے جو کسور امام صاحب کے نزدیک معاف ہین وہ انکے نزدیک نہین اور یہ مسئلہ الکسور ہے ماخوذ ہے حدیث لا تاخذ
من الکسور شیئا یعنی نہ لے کسرون مین کچھ کذا فی الشامی و غالب الفضة و الذهب فضة و ذهب و ما غلب غشه منهما یقوم کالعروض
و یشترط فیه النیة اور سونا یا چاندی اگر کسی ملاوٹ کے ساتھ مخلوط ہون اور ملوٹی پر سونا یا چاندی غالب ہو تو اوسکا حکم سونے چاندی کا ہے
یعنی خالص سونے کی طرح یعنی اگر سونا غالب ہو تو سونے کا حکم ہو اور چاندی غالب ہو تو چاندی کا حکم ہو تو اس قسم کی مخلوط مین زکوٰۃ سونے چاندی کی لازم ہے یہان تک کہ
اگر یہ نیت تجارۃ بھی رکہا ہوگا تو زکوٰۃ نقدین کی لازم ہوگی نہ عروض کی اور اگر ملوٹی نقدین پر غالب ہو تو اوسکی قیمت کیجاوے مثل اور
اسباب تجارت کے بشرطیکہ تجارت کی نیت ہو الا اذا کان یخلص منه ما یبلغ نصابا او اقل و عنده ما یتم به او کانت اثمانا رائجة
و بلغت نصابا من ادنی نقد یجب ذکوته فیجب و الا فلا نیت شرط ہو گر اس صورت مین کہ مخلوط مین اسقدر چاندی یا سونا جدا ہو سکتا
ہے کہ نصاب کی مقدار کو پہنچے یا سونا چاندی اگرچہ نصاب سے کم ہے لیکن جسقدر نصاب مین کمی ہے اوسکو پورا کرنے کو اوسکو پاس کوئی
تجارت کی چیز یا نقدین مین سے موجود ہے یا یہ کہ غالب الغش ثمن مروج ہون اور قیمت مین اوس ادنی نقد کی نصاب کی برابر ہون جسمین
زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہین واجب ہوگی و اختلف فی الغش المساوی و المختار لزومها احتیاطا خانیه و لا
تباع الا وزنا اور جو مال ایسا ہو کہ اوسمین ملوٹی ہو اور چاندی یا ملوٹی اور سونا دونو برابر ہون اوسمین خلاف ہے مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ لازم
احتیاطا کذا فی الخانیه اور اسی جہت سے اوسکی بیع بغیر وزن کے نہین جائز ہے تاکہ ربوا لازم نہ آوے و اما الذهب المخلوط
بالفضة فان غلب الذهب فذهب و الا فان بلغ الذهب او الفضة نصابا وجبت اور سونا جو چاندی مین مخلوط ہو پس اگر سونا
غالب ہو تو حکم سونے کا ہے اور اگر سونا غالب نہو پس اگر سونا یا چاندی نصاب کو پہنچے تو واجب ہے ہم کہتے ہین اسطرح تقریر کی کہ اگر ملا
ہوا سونا چاندی کے ساتھ پس اگر سونا نصاب کو پہنچے تو کل کی زکوٰۃ سونے کی دیجاوے گی سونا غالب یا مغلوب ہے اسلئے کہ وہ عزیز ہے اور اگر
سونا نصاب کو نہ پہنچے پھر اگر چاندی نصاب کو پہنچ گئی تو کل کی زکوٰۃ چاندی کی زکوٰۃ ہوگی مین کہتا ہون کہ صورت سونے چاندی کے
مخلوط ہونیکی بارہ طرح ہو سکتی ہے یا یہ کہ سونا غالب یا مغلوب یا برابر اور ہر صورت مین یا دونو بقدر نصاب کو پہنچین یا نہ پہنچین یا سونا فقط
نصاب ہو یا چاندی فقط نصاب ہو انمین سے دو صورتین مستثنی ہین ایک یہ کہ سونا غالب ہو اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے دوسری یہ کہ سونا چاندی
دونو برابر ہون اور چاندی فقط نصاب کو پہنچے باقی دس صورتین ممکن ہین اور تتارخانیہ مین ہے کہ جب نقرہ غالب ہو اور سونا نصاب ہو
دو ثلث چاندی اور ایک تہائی سونا یا زیادہ تو کل کا حکم چاندی کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتی چیز ہے اپنے کمتر کا تابع نہین ہو سکتا بخلاف اسکے اگر سونا

غالب ہو اس سے یہہ معلوم ہوا کہ جب چاندی نصاب کو پہونچے اور سونا نصاب سے کم ہو اوسمین چاندی کی زکوۃ لازم آنا علی الاطلاق نہین بلکہ مقید ہے خاص دس صورتمین کہ وہ سونا مخلوط قیمت مین کم ہو چاندی سے نہین تو کل کی زکوۃ سونیکی ہوگی واللہ اعلم قالہ الشامی اور اس نقشہ سے حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے مع اوسکے حکم کے

نقشہ چاندی سونیکے احکام کا درصورت مخلوط ہونے کے کہ زکوۃ لازم ہے یا نہین

سونا غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا ہوگا	چاندی غالب اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا	دونو برابر اور ہر ایک بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	چاندی غالب اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا	دونو برابر اور فقط سونا بقدر نصاب حکم سونے کا
سونا غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن ہے	چاندی غالب اور فقط چاندی بقدر نصاب حکم چاندی کا	دونو برابر اور فقط چاندی بقدر نصاب ناممکن
سونا غالب اور دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہوگی	چاندی غالب اور دونو مین سے کوئی نصاب نہین اسمین زکوۃ نہین	دونو برابر اور کوئی بقدر نصاب نہین زکوۃ نہین

جاننا چاہئے کہ اسمین سے وہ صورت خارج ہے کہ سونا چاندی دونو ملکر پوری نصاب ہوجاوین تو یہہ خاص صورت متن مین آوےگی وشرط کمال النصاب ولو سائمۃ فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول واما الدین فلا یقطع الحول بل لو مستغرقا اور شرط کیا گیا ہے پورا ہونا نصاب کا سال کے اول و آخر مین شروع مین انعقاد کے لئے اور آخر مین وجوب کے لئے پس نقصان نصاب کا اثناء حول مین مانع وجوب زکوۃ کا نہین پہر اگر کل نصاب ہلاک ہوگئی تو برس کا حساب باطل ہوگیا یہانتک کہ اگر دوسرا مال اسی برس مین اوسکو ملا تو اوسکے واسطے نیا برس شروع ہوگا کذا فی الشامی اور دین برس کو نہین توڑتا اگرچہ دین مستغرق ہو یہہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام صاحب سے بہی ایسا ہی منقول ہے جیسا مجمع مین ذکر کیا ہے مگر شارح نے شروع کتاب الزکوۃ مین بعد قول مصنف کے فلا زکوۃ علی مکاتب ومدیون للعبد الخ بیان کیا ہے کہ دین عارض ہوجانا مثل ہلاک نصاب کے شمار کیا جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی بحر مین ترجیح دی ہے کذا فی الشامی وقیمۃ العرض للتجارۃ تضم الی الثمنین لان الکل للتجارۃ وضعا وجعلا اور زکوۃ کے ادا مین اسباب تجارت کی قیمت نقدین کے ساتھہ ملائی جاویگی اسلئے کہ سب مال تجارت کا ہے نقدین تو بحسب اصل وضع کے اور اسباب تجارت تاجر کی نیت کرنے سے ویضم الذہب الی الفضۃ وعکسہ بجامع الثمنیۃ قیمۃ وقالا بالاجزاء اور ملایا جاوے سونا چاندی کے ساتھہ یا چاندی سونیکے ساتھہ باعتبار قیمت کے کیونکہ دونو مین ثمنیت پائی جاتی ہے اور صاحبین کہتے ہین کہ ملائی جاوین اجزا کے اعتبار سے جیسا کہ اس مثال مین ہے

فلو له مائة درهم وعشرة دنانير قيمتها مائة واربعون تجب ستة عندہ وخمسة عندهما فافهم پس اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار موجود ہوں کہ دیناروں کی قیمت ایک سو چالیس درہم ہوں تو چھہ درہم امام صاحب کے نزدیک واجب ہونگے اور پانچ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہم یعنی نصف نصاب چاندی کی جو سو درہم ہیں اوسکی زکوٰۃ ڈہائی درہم ہوئی اور دس دینار جو نصف نصاب سونیکی ہے امام صاحب کے نزدیک باعتبار قیمت کے ملائی جائینگی اور قیمت اونکی ایک سو چالیس درہم مفروض ہیں جسکی زکوٰۃ ساڑھے تین درہم ہوئے پس کل زکوٰۃ چھہ درہم ہوئی اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے جمع ہوگی یعنی نصف نصاب چاندی کی ہے اور نصف سونیکی تو ایک نصاب ہوگئی اور چونکہ ایک نصاب دو سو درہم کی ہوتی ہے تو دو سو کی زکوٰۃ یعنی پانچ درہم لازم ہونگے شامی نے کہا کہ صاحب نہر الفائق شارح نے پانچ درہم کہے حالانکہ صورت مفروضہ میں صاحبین کے نزدیک بھی چھہ درہم ہوتے ہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہر نصف نصاب سے چالیسواں حصہ لازم ہے تو دس دینار کا چالیسواں حصہ دینار کی چوتہائی ہے اور یہاں دینار چودہ درہم کا مفروض ہے تو اوسکی چوتہائی ساڑھے تین درہم ہوئے جسکو سو درہم کی زکوٰۃ میں ملانے سے چھہ درہم ہوتے ہیں اور شارح نے فافہم کہنے سے قول کافی کا رد کیا جو یہہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک وجوب اجزا ہی کے پیدا ہونے سے ہے قیمت کا اعتبار نہیں چنانچہ اگر کسی کے پاس سو درہم اور دس دینار ہوں جنکی قیمت سو درہم سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب ہے حالانکہ قیمت کے اعتبار سے دو سو درہم نہیں مگر اجزا کے اعتبار سے نصف سونیکی اور نصف چاندی کی ملکر پوری نصاب ہوا اور یہہ قول کافی کا غلط ہے اسلئے کہ وجوب امام صاحب کے نزدیک قیمت ہی کی جہت سے ہے اور مثال بالا میں ہرچند نصاب چاندی کی پوری نہیں مگر جب سو درہم کے دینار بنائے جائینگے تو دس دینار ہوکر کچھہ بچ رہیگا تو سونیکی نصاب پوری ہو جائیگی غرضکہ امام صاحب کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے یہہ مراد نہیں کہ دونوں کی نصاب پوری ہوسکے بلکہ یہہ غرض ہے کہ دونوں میں سے کسی کی پوری ہو جائے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولا تجب الزکوٰۃ عندنا فی نصاب مشترک من سائمة ومال تجارة اور نہیں واجب ہوتی زکوٰۃ ہمارے نزدیک نصاب مشترک میں خواہ سائمہ ہو یا مال تجارت ہم نصاب مشترک سے مراد یہہ کہ جدا جدا ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہیں بلکہ جب دونوں کا مال ملا دیں تو نصاب ہوتی ہے وان صحت الخلطة فیه ای فی النصاب باتحاد اسبابها الا ما فی التسعة التی یجمعها اوص من یشفع وبیانه فی شرح المجمع اگرچہ ملانا درست ہوگیا ہو نصاب میں بسبب جمع ہونے سببوں چرائی کے جو عدد میں نو ہیں جسکی طرف ایما کیا ہے جملہ اوص من یشفع اور اسکا بیان شرح مجمع میں ہے ہم عندنا کے لفظ سے اشارہ ہے طرف خلاف امام شافعیؒ کے کہ اونکے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تسعہ کہا حقیقت میں شروط تسعہ ہیں مجازاً شرط کو سبب کہا اور اوص من یشفع میں ہمزہ اشارہ ہے طرف اہلیت کے یعنی دونوں شریک اہل ہوں وجوب زکوٰۃ کے اور واو اشارہ ہے وجود اختلاط کیطرف شروع سال میں اور صاد قصد اختلاط کیطرف یعنی اختلاط اختیاری ہو اور میم اتحاد مسرح کیطرف یعنی جانا دونوں مواشی کا چراگاہ میں ایک جگہ سے اور نون اشارہ انہو احد کیطرف یعنی ہو ہی جسمیں دودہ دوہا جاوے ایک ہو اور رے اتحاد راعی کیطرف کہ دونوں کا چرانیوالا ایک ہو اور شین اتحاد شرب کیطرف یعنی پانی پینے کا کنواں یا تالاب ایک ہو اور فا اتحاد فحل کیطرف یعنی ایک ہی نر دونوں پر پڑا ہو اور عین اتحاد مرعی کیطرف یہہ شرطیں سوائم کے اختلاط کی ہیں اور شروط اختلاط کی مال تجارت میں کتب شافعیہ میں مذکور ہیں منجملہ اون کے یہہ کہ دوکان اور چوکیدار اور مکان حفاظت کا علیحدہ نہو کذا فی الشامی وان تعدد النصاب تجب اجماعاً ویتراجعان بالحصص وبیانه فی الحاوی اور اگر نصاب متعدد ہو تو بالاجماع زکوٰۃ واجب ہے یعنی اگر قبل ملانیکے ہر ایک کا حصہ جدا جدا نصاب ہے تو زکوٰۃ دونوں پر واجب ہے ہر ایک کے مال کی اور آپس میں ایک دوسرے سے پھیر لیوین بحساب حصہ اپنے مال کے اور اسکا بیان حاوی میں ہے ہم قاضیخان نے حاوی سے زیلعی بیان کیا ہے اوسکی صورت یہہ ہے کہ اون دونوں کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ایک کی دو تہائی اور ایک کی ایک تہائی پس زکوٰۃ واجب دو بکریاں ہوئیں تو ہر ایک سے ایک ایک بکری مصدق لے لی پھر دو تہائی مال والا تہائی اور بس بکری کی جو ایک تہائی والے سے

رہی ہو پہیر لے اور ایک تہائی مال والا دو تہائی اوس بکری کی کہ دو ثلث والے نے دیدی اوس سے تو ثلث ثمن کے بدلہ میں مجرا ہوگا باقی رہا ایک ثلث اوس کے
تہائی مال والا اوس کا مطالبہ دو تہائی والے سے کرے اور اس سے یہہ بہی ظاہر ہوا کہ تراجع جانبین سے ہے موافق اصل باب تفاعل کے
کذا فی الشامی فان بلغ نصیب احدهما نصابا زکاه دون الآخر پس اگر پہنچے حصہ ایک کا اون دونوں میں سے مقدار نصاب کو تو وہ اپنے
حصہ کی زکوۃ دیوے نہ دوسرا اسکی صورت یہہ ہو کہ اسی بکریاں دو شخصوں کی مشترک ہیں ایک کی ایک تہائی ایک کی دو تہائی مصدق نے انہیں
سے ایک بکری لی یعنی دو تہائی والے کی زکوۃ تو ایک ثلث والا دوسرے سے بکری کی تہائی قیمت پہیر لیوے کیونکہ تہائی والے پر زکوۃ
نہیں کذا فی الشامی عن المحیط ولو بینه وبین ثمانین رجلا ثمانون شاۃ لا شیٔ علیه لانه مما لا یقسم جملۃ فالثانی سراجیہ اور اگر
ایک شخص کے اور اسی آدمیوں کی شرکت میں اسی بکریاں ہوں یعنی نصف نصف تو اوس شخص پر کچھہ لازم نہیں آتا کیونکہ یہہ مال مشترک اوس قبیل
سے ہے کہ تقسیم نہیں ہوسکتا یعنی ہر بکری کا آدہا نہیں ہوسکتا بر خلاف قول امام ابو یوسف کے کذا فی السراج هم تجنیس میں ہے کہ اسی بکریاں ہیں اکیاسی
آدمیوں میں مشترک ہیں اسطرح کہ ایک شخص کی ہر بکری میں سے آدہی ہے اور دوسرا نصف باقی لوگوں میں ہے تو اس چالیس والے پر زکوۃ نہیں
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور یہی قول امام محمد کا ہے اور اگر دو ہی آدمی مشترک ہوتے تو دونوں پر زکوۃ واجب ہوتی اسلئے کہ اس حالت میں
تقسیم ہوسکتی ہے اور پہلی صورت میں تقسیم نہیں ہوسکتی یعنی چونکہ ہر ایک بکری نصفا نصف ہے تو تقسیم نہیں ہوسکتی بدون آلات کے بخلاف
اسکے کہ اسی کو دو آدمیوں میں دو ٹکڑے کریں کذا فی الشامی واعلم ان الدیون عند الامام ثلثۃ قوی ومتوسط وضعیف فتجب
زکوتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ فکلما
قبض اربعین درهما یلزم درهم اور جان لے کہ دیون امام صاحب کے نزدیک تین قسم کے ہیں ایک قوی دوسرا متوسط تیسرا ضعیف پس زکوۃ
دیون واجب ہوتی ہے جب نصاب پوری ہو اور برس گذر جاوے لیکن علی الفور نہیں بلکہ جب چالیس درم دین قوی سے قبضہ کرے اور دین قوی
قرض یا مال تجارت کا بدل ہے سو ہر بار کہ چالیس درم وصول کرے ایک درم لازم آویگا یعنی پہلے چالیس پر ایک درم پہر جب چالیس اور وصول
ہوں تو دوسرا درم وعلی هذا القیاس ہر چالیس پر ایک درم ہوگا کیونکہ امام کے نزدیک کسور معاف ہیں عن الشامی وعند قبض مأتین منه
لغیرها ای من بدل مال لغیر تجارۃ وهو المتوسط کثمن سائمۃ وعبید خدمۃ ونحوهما مما هو مشغول بحوائجه الاصلیۃ
کطعام وشراب واملاک اور لازم ہے زکوۃ وقت قبضہ دوسو درم کے بدل مال سے جو تجارت کے لئے نہو اور یہہ دین متوسط ہی جیسے قیمت سائمہ
کی یا خدمت کے غلام کی اور مثل انکی ان چیزوں کی کہ حوائج اصلی میں مشغول ہیں جیسے کہانا پینا املاک وغیرہ کی هم املاک جمع ملک کی ہے بمعنی مملوک
مطلق یہہ عطف عام کا ہے خاص پر اور عرف میں اراضی کو کہتے ہیں اس صورت میں یہہ عطف مباین کا ہے عن الشامی ویعتبر ما مضی من
الحول قبل القبض فی الاصح اور لگا ہوا دین میں گئے برس کو وہ ایام جو دین متوسط کے قبض سے پہلے گذر گئے اصح روایت میں هم دین
متوسط میں دو روایتیں ہیں روایت اصل یہہ ہے کہ زکوۃ واجب ہے اور ادا لازم نہیں یہانتک کہ قبض کرے دوسو درم اوسوقت زکوۃ ادا
کرے اور ابن سماعہ کی روایت میں امام ابو حنیفہ سے یہہ ہے کہ اوسمیں زکوۃ واجب نہیں یہانتک کہ قبض کرے اور برس گذرے اسلئے کہ
یہہ مال زکوۃ کے قابل بعد قبض کے ہوتا ہے تو بمنزلہ اوس مال کے ہے جو ابہی پیدا ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہے کہ جب اوسنے حاجت
کی چیز کی بیع پر اقدام کیا تو گویا مال تجارت کا بیع سے پہلے کرو یا حاصل یہہ ہے کہ مبنی اختلاف کا دین متوسط میں اسبات پر ہے کہ وہ مال زکوۃ
کا بعد قبض کے ہوتا ہے یا قبل اسکے پہلی صورت میں ضرور ہے گذرنا برس کا بعد قبض نصاب کے اور دوسری صورت میں ابتدا سال وقت بیع سے ہے
اور اصح یہی ہے اور بعض محشیوں سے اس جگہ خطا واقع ہوئی ہے اور دین قوی میں کچھہ اختلاف روایات نہیں زکوۃ اوسمیں اصل مال کے
برس سے واجب ہے مگر ادا اوسوقت لازم ہے کہ چالیس وصول کرے کذا فی الشامی تصرف ومثله ما لو ورث دینا علی رجل اور دین متوسط

کی خوبی ہے اگر وارث ہوا اوس دین کا جو کسی شخص کے ذمہ چاہیے ہم یعنی نصاب اوسکی میراث سے معتبر ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے تنبیہ پہلے جو مذکور
ہوا کہ دین قوی اور متوسط مین اداء زکوۃ نہین واجب مگر بعد قبض کے اس سے یہہ معلوم ہوا کہ مورث اگر بعد چند سال کے مرگیا قبل قبض دین کے تو اوسکو
وصیت اخراج زکوۃ کی قبضہ ہونے پر لازم نہین ہے کیونکہ ادا اوسکے ذمہ ابھی لازم ہی نہین ہوا اور نہ وارث کے ذمہ زکوۃ لازم ہوگی کیونکہ اوسکی
ملکیت وراثت سے پہونچتی تو اسکا ابتداء سال وقت موت سے ہوگا کذا فی الشامی وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعدہ ای بعد القبض
من دین ضعیف وهو بدل غیر مال کمهر ودیة وبدل کتابة وخلع اور زکوۃ لازم ہے وقت قبضہ دو سو درم کے دین ضعیف سے اور
گذر جانے سال تمام کے بعد قبض کے اور دین ضعیف وہ ہے کہ بدل مال کا نہو جیسا مہر اور دیت اور بدل کتابت اور بدل خلع ہے الا اذا کان عندہ
ما یضم الی الدین الضعیف کما مر مگر جبکہ ہو اوسکے پاس وہ مال کہ ملاوے دین ضعیف کے ساتھہ جیسا پہلے گذر چکا ہم یہہ استثناء ہے اشتراط
حولان حول سے بعد قبض کے حاصل یہہ کہ جب اوسکو کچھہ حاصل ہوا اور اوسکے پاس پہلے سے نصاب ہے تو مقبوض کو نصاب کے ساتھہ ملاکر زکوۃ
ادا کرے اور مقبوض کے واسطے جدا سال بعد قبض کے شرط نہین وقوله کما مر اشارہ ہے المستفاد فی اثناء الحول الخ کیطرف اور مراد
یہہ ہے کہ بیان جو مذکور ہے وہ اوسی قاعدہ مین داخل ہے ورنہ کوئی تصریح پہلے بیان نہین کی ولو ابرأ رب الدین المدیون بعد
الحول فلا زکوۃ سواء کان الدین قویا او لا خانیه اور اگر معاف کردیا دین کے والی نے مدیون کو بعد برس گذرنے کے تو زکوۃ نہین
برابر ہے کہ دین قوی ہو یا نہو کذا فی الخانیه وقیدہ فی المحیط بالمعسر اما الموسر فهو استهلاك وفیه نظر بحر اور محیط مین عدم زکوۃ کو ابراء
دائن کی صورت مین مقید کیا ہے مدیون مفلس کے ساتھہ اس صورت مین ابراء بمنزلہ ہلاک کے ہوا لیکن اگر مدیون مالدار ہے تو یہہ بمنزلہ قصداً
ہلاک کرنے کے ہے یعنی زکوۃ واجب ہوگی یاد رکہو کذا فی البحر قال فی النهر وهذا ظاهر فی انه تقیید للاطلاق وهو غیر صحیح فی
الضعیف کما لا یخفی نہر الفائق مین کہا اور یہہ یعنی قول بحر کا وقیدہ الخ ظاہر ہے اسباب مین کہ قول مذکور یعنی سواء کان الدین قویا اولا
کہ دین کے اقسام ثلثہ کو شامل ہے عام نہین ہے بلکہ مقید ہے مفلس کے ساتھہ اور یہہ صحیح نہین ہے دین ضعیف مین کیونکہ دین ضعیف
مین زکوۃ نہین واجب ہوتی مگر بعد قبض نصاب کے اور گذرنے برس کے بعد قبض کے اس صورت مین اوسکا بری کرنا استہلاک ہوا واجب
سے پہلے پس زکوۃ کا ضامن نہوگا اور یہی حال دین متوسط مین ہے کذا فی الشامی وتجب علیها ای علی المرأة زکوۃ نصف مهر من
نقد مردود بعد مضی الحول من الف کانت قبضته مهرا ثم ردت النصف لطلاق قبل الدخول فتزکی الکل لما تقرر
ان النقود لا تتعین فی العقود والفسوخ اور واجب ہے عورت پر زکوۃ نصف مہر نقد کی کہ ہٹایا گیا بعد برس رہنے کے اوس ہزار مین سے
کہ جسکو مہر قبض کیا تھا پھر ہٹایا آدھا بسبب طلاق قبل الدخول کے پس زکوۃ دیوی کل ہزار کی اسلئے کہ ٹھہرا ہوا قاعدہ ہے کہ نقد یعنی سونا چاندی
عقود مین یعنی بیع اور اجارہ اور نکاح وغیرہ مین اور فسوخ مین یعنی اقالہ اور خلع وغیرہ مین متعین نہین ہین ہم نقد کے لفظ سے احتراز ہو سائمہ
سے اور شارح نے جو من نقد زیادہ کیا اوسکی ضرورت نہین ہے کیونکہ من الف جو مصنف نے کہا ہے وہ اس مطلب کے ادا کرنے کو کافی
ہے صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ کسی عورت سے نکاح کیا ہزار درم کے مہر پر اور ہزار یعنی کل مہر اوسکو دیدیا اور ایک برس گذر گیا پھر شوہر
نے قبل الدخول طلاق دی عورت کو نصف مہر پھیرنا پڑا تو عورت پر اس نصف مردود کی زکوۃ ہے مرد کے ذمہ نہین کیونکہ عقود مین نقد معین
نہین ہوتے اوسنے جو قبض کیا تھا وہ اسکی ملک مین ہوگیا تھا اب جو ہٹانا پڑا تو بعینہ وہ پانسو ہٹانے ضرور نہین ہین بلکہ اوسکی جگہ
اور پانسو اگر دیوے تو درست ہے اسی جہت سے زکوۃ اوسیکے ذمہ لازم ہوئی اور دین کا ذمہ پر ہونا بعد سال گذرنے کے مانع زکوۃ نہین کذا
فی الشامی نقلا عن الولوالجیه وتسقط الزکوۃ عن موهوب له فی نصاب مرجوع فیه مطلقا سواء رجع بقضاء او غیره بعد
الحول لورود الاستحقاق علی عین الموهوب ولذا لا رجوع بعد هلاکه اور ساقط ہوتی ہے زکوۃ موہوب لہ کے ذمہ سے اوس

یعنی واجب نہین ہوتی بعد ہبہ کرنے کے ... جبکہ ہبہ کیا ہو بہ سبب حکم قاضی کے حکم سے پہلا لیا ہو ... لئے استحقاق ثابت ہوئے بعد ...

اور سپرد کیا ہو بعد ... بہنچا قبضہ یعنی یہ ہے کہ زکوٰة نہ آوے علی الواهب لانقطاع الملك وهو من الحيل ہو ہبہ اور لوٹ لینے زکوٰة

کے سقوط مین ... اسقاط ... کیونکہ ... واجب نہین ہے کیونکہ اوسکی ملک منقطع ہو گئی تھی اور یہ سقوط زکوٰة کے لئے ایک حیلہ ہے

اور ... مگر ... کہ موہوب لہ سے زکوٰة ساقط ہونے مین اختلاف ہے چنانچہ امام زفر وجوب کے قائل ہین اگر بغیر حکم قاضی پھیر دی اسلئے

کہ اپنے اختیار سے ... تو یہ ہبہ جدید ہوا اور بمنزلہ استہلاک کے ہوا ہم کہتے ہین کہ اسکو رد ہبہ مین اختیار نہین ہے اگرچہ خود نہ دیتا

تو قاضی کے یہان نالش کرکے بجبر لے لیتا اسوجہ سے بمنزلہ ہلاک کے ہوا نہ استہلاک کے کذا فی الشامی ومنها ان يهبه لطفله قبل التمام بيوم

اور ایک حیلہ سقوط زکوٰة کا یہ ہے کہ مال ہبہ کر دے اپنے لڑکے کو سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے اور اس قسم کا حیلہ دفع زکوٰة کے لئے

امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین اور محیط مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اول کو شیخ حمید الدین نے اختیار کیا

ہے اور ایسا ہی اختلاف ہے دفع شفعہ کے حیلہ مین اور کہا گیا ہے کہ فتوی شفعہ کے باب مین امام ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوٰة مین امام محمد کے

قول پر اور یہ تفصیل اچھی اور پسندیدہ ہے کذا فی شرح درر البحار او کتاب الشفعہ مین مصنف اور شارح نے اسکو بیان کیا ہے

باب العاشر

باب عشر لینے والے کے بیان مین قيل هذا من تسمية الشئ باسم بعضه لكونه لا علاقة الكل باعتبار العشر علم لما يأخذه العاشر مطلقا ذکرہ سعدی آی علم جنس کہا گیا ہے کہ یہ نام رکھنا ہے کسی چیز کا اوسکے بعض حالات کے اعتبار سے

یعنی عاشر کبھی عشر لیتا ہے اور کبھی نصف العشر اور کبھی ربع العشر پس چونکہ بعض حالتون مین عشر لیتا ہے تو دوسری حالتون مین اسکا

نام عاشر رکھا گیا اور اس تکلف کی کچھ ضرورت نہین بلکہ عشر نام ہے اوس چیز کا جو عاشر مال والون سے لیتا ہے خواہ عشر ہو یا نصف العشر ...

کیا ہے اسکو سعدی نے یعنی علم جنس ہے ہم شامی نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ اسم جنس کہا جاوے کیونکہ علم جنس مین علمیت ضرورت ... کی

مین جیسا اسامہ مین کہ معرفون کا سا استعمال ہوا ہے اور کوئی آلہ تعریف کا نہین اور یہان کوئی ضرورت علم ماننے کی نہین هو حر مسلم

بهذا يعلم حرمة تولية اليهود على الاعمال عاشر آزاد ہے مسلمان یعنی نہ غلام ہو نہ کافر اس سے معلوم ہوا کہ یہود کو عامل بنانا حرام

ہے غير هاشمي لما فيه من شبهة الزكوة اور عاشر ہاشمی نہ ہو کیونکہ اسمین زکوٰة کا شبہہ ہے کہ ہاشمیون کو جائز نہین ہم غیر ہاشمی

کی شرط عنایہ مین لگائی ہے اوسکے سوا اور کسی کتاب مین نظر نہین آئی اور یہ مخالف ہے اوسکے جو نہایہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ جب ہاشمی

صدقات پر مقرر کیا جاوے تو اوسکو اجرت لینا حلال نہین اور اگر عامل مقرر کیا جاوے اور روزینہ کسی دوسری جگہ سے دیا جاوے تو زیادہ بلا

اجرت ہو کام کرے تو درست ہو کذا فی الشامی قادر على الحماية من اللصوص والقطاع لان الجباية بالحماية اور عاشر قدرت رکھتا ہو

تجارت کے بچاو کی چورون اور رہزنون سے اسلئے کہ لینا مال تجارت سے بسبب حمایت کے ہو یعنی امام جو مال لیتا ہو تو اموال کی حفاظت کے لئے لیتا ہے

نصبه الامام على الطريق للمسافرين خرج الساعي فانه الذي يسعى في القبائل لياخذ صدقة المواشي في اماكنها مقرر کیا ہو

عاشر کو امام نے راہ پر مسافرون کے لئے اس سے نکل گیا ساعی کیونکہ ساعی وہ ہے کہ جو قبائل مین جاوے تاکہ مواشی کا صدقہ مواشی کے مکان

پر پہنچکر وصول کرے لياخذ الصدقات تغليبا للعبادة على غيرها اوسکو امام نے مقرر کیا ہو تاکہ وصول کرے صدقے اور چونکہ

عاشر مسلمانون سے صدقہ وصول کرتا ہے اور کفار سے جزیہ تو تعریف مین صرف صدقہ کا ذکر کرنا ترجیح دینا ہے عبادت کو غیر عبادت پر و من

التجار يوزن قبالہ المارين باموالهم الظاهرة والباطنة عليه لفظ تجار جمع تاجر کی جیسے فجار جمع فاجر کی یعنی عاشر ... تاجر

ہے کہ اوسپر گذرین اپنے مال سمیت مال ظاہر ہو یا باطن ہم مال کی دو قسمین ہین ظاہر اور باطن ظاہر مویشی اور وہ جو عاشر کے ... لیکر

آوے اور باطن سونا چاندی اور مال تجارت اپنے موقع پر کذا فی البحر اور یہان باطنہ سے مراد ... لبقرينة المارين ...

باب العاشر

ورنہ جو مال عاشر کے سامنے آیا تو وہ ایک قسم ظاہر کی ہے پس اوسکو باطن کہنا مجاز ہے باعتبار پہلے حال کے کس واسطے کہ اموال باطنہ جو گھر
مین ہین اگر عاشر کو خبر بھی کرے تو اوس مین سے نہین لے سکتا جیسا بحر مین مصرح ہے اور باطنہ اور ظاہرہ کی تعمیم مین اشارہ عنایہ وغیرہ کی
رد کیطرف ہے کہ مراد اموال باطنہ ہین کیونکہ اموال ظاہرہ یعنی سوائم مین حاضر کے پاس آنیکی ضرورت نہین بلکہ عاشر خود جا کر وصول کرتا ہو اور یہ شارح
اسطرح ہوا کہ یہہ مبنی ہے عاشر اور ساعی مین فرق نکرنے پر حالانکہ ان دونون مین فرق ہے جیسا گذر چکا کذا فی الشامی وما ورد فی ذم العشار
محمول علی الاخذ ظلماً اور وہ جو حدیث شریف مین عاشرون کی مذمت مین وارد ہوا ہے لا یدخل صاحب مکس الجنۃ روا ہ ابو داؤد وغیرہ یعنی
نہ داخل ہوگا عشر لینے والا جنت مین سو یہہ محمول ہے ظلم سے لینے پر فبحر انکر تمام الحول او قال لم انو التجارۃ او علی دین محیط او منقص
للنصاب لان ما یاخذہ زکوٰۃ معراج وھو الحق بحر لذا اطلقہ المصنف پس جو شخص انکار کرے برس کی تمامی کا یا کہے کہ مین نے
نیت تجارت کی نہین کی یا کہے کہ میرے ذمہ مین محیط ہے یا اسقدر دین کہ بعد ادا اوسکے مال بمقدار نصاب نہین رہتا شارح نے کہا کہ دین کی تعمیم
اس واسطے ہے کہ عاشر جو لیتا ہے بصیغہ زکوٰۃ لیتا ہے کذا فی المعراج اور یہی حق ہے کذا فی البحر اور اسیلیے مصنف نے دین کو مطلق رکھا او قال ادیت
الی عاشر اٰخر وکان عاشر اٰخر محققاً یا کہا کہ مین دوسرے عاشر کو دیچکا اور دوسرا عاشر محقق ہوا او قال ادیت الی الفقراء فی المصر لا بعد
الخروج لما یاتی یا کہا کہ مین ادا کرچکا فقیرون کو شہر مین نہ شہر سے نکلنے کے بعد کہ اسکی وجہ عنقریب آویگی وحلف صدق فی الکل بلا
اخراج براءۃ فی الاصح لاشتباہ الخط یعنی ان سب صورتون مذکورہ مین اگر بیان کو بحلف موکد کرے تو مانا جاوے بدون پیش
کرنے چٹھی دوسری عاشر کے اس واسطے کہ خطوط مشتبہ ہوتے ہین اصح روایت مین اور یہی ظاہر الروایت ہو کذا فی البدائع حتی لو اتی بہا
علی خلاف اسم ذلک العاشر وحلف صدق وتحلیف عدمانا ہنکہ چٹھی پیش کی برخلاف نام اوس عاشر کے اور قسم کہائی
تو مانا جاوے اور چٹھی کالعدم شمار کیجاوے ولو ظھر کذبہ بعد سنین اخذت منہ اور اگر ظاہر ہو وہ جہوٹ مال والیکا چند سال
کے بعد تو زکوٰۃ لیجاویگی اوس سے الا فی السوائم والاموال الباطنۃ بعد اخراجہا من البلد یہہ استثنا ہے صدق سے یعنی قول
مانا جاوے لیکن سوائم مین اور اموال باطنہ مین بعد نکالنے کے شہر سے نہ مانا جاوے لا نعدام الاخراج المختصۃ بالاموال الظاھرۃ
فکان الاخذ فیہا للامام فیکون ھو الزکوٰۃ والاول ینقلب نفلاً اس واسطے کہ اموال مذکورہ نکالنے کی جہت سے اموال ظاہرہ کے ساتھہ
لاحق ہوگئے پس حق لینے زکوٰۃ کا انہین امام کو ہوگا پس یہہ اخذ زکوٰۃ ہوگا اور پہلا دیا ہوا نفل ویاخذھا منہ بقولہ لقول عمرؓ لا تفتشوا
علی الناس متاعھم لکنہ یحلفہ اذا اتھم اور لیوی زکوٰۃ کو عاشر مال والے سے بموجب اوسکے بیان کے کیونکہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہو کہ
نہ تفتیش کرو لوگون کی متاع کو لیکن مال والے کو عاشر قسم دیوی اگر اوسکو متہم جانے وکل ما صدق فیہ مسلم صدق فیہ
ذمی لان لھم مالنا اور سب امور مذکورہ مین سے جو لعد الیمین مین کہ انہین مسلمان کا قول مانا جاتا ہے کافر ذمی کا بھی قول اونمین مانا جاتا
کیونکہ اونکے لئے وہ رعایت ملحوظ ہے جو ہمارے لئے ہے الا فی قولہ ادیت انا الی فقیر لعدم ولایۃ ذلک مگر ذمی کا یہہ قول کہ مین
فقیر کو دیچکا مقبول نہوگا کیونکہ کافر کو اوسکی ولایت نہین ہے ہم اس واسطے کہ جو کچھ اوس سے لیا جاتا ہے وہ جزیہ ہے اور جزیہ مین جب او
کا دعوی کرے تو نہین مانا جاتا اس وجہ سے کہ اہل ذمہ کے فقرا اوسکی مصرف نہین اور کافر کو مستحقون پر یعنی مسلمانون پر صرف کرنیکی
ولایت نہین کذا فی الشامی لا یصدق حربی فی شیء اور کافر حربی کا قول کسی امر مین نہین مانا جاتا یعنی اوسکی طرف التفات نہین
اگرچہ گواہون سے ثابت کرے فیعشر بالکمال الا فی ام ولدہ مگر اوسکی ام ولد کے باب مین کہ اگر کسی باندی کو ام ولد ہونیکا اقرار کرے تو مانا جائیگا
بخلاف اقرار مدبر ہونیکے کہ وہ مقبول نہین اسلیے کہ دار الحرب مین مدبر کرنا صحیح نہین کذا فی البحر وقولہ لغلام یولد مثلہ لمثلہ ھذا
ولدی اور مگر اس صورت مین کہ کسی غلام کو کہے کہ یہہ میرا بیٹا ہے اور وہ غلام ایسا ہو کہ اوس جیسا اس جیسے کا بیٹا ہو سکتا ہو یعنی

اور بیان سے وہ ثابت النسب ہو اور دوسرے کی تکذیب کی ہو کذا فی الطحطاوی لتعذر المالیۃ بسبب ثبوت النسب م یہ علت دونو مسئلون کی ہے
یعنی دونو صورتون مین ام ولد اور غلام مال نہین حالانکہ زکوۃ مال کی لیجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یولد عتق علیہ وعُشّر لانہ اقر بالعتق
فلا یصدق فی حق غیرہ پس اگر وہ غلام پیدا ہوا اور جب اوسکا بیٹا نہین ہوسکتا تو اس قول سے وہ غلام اوسپر آزاد ہوجاویگا اور عشر لیا جاویگا
اسلئے کہ حربی نے اقرار عتق کا کیا پس اوسکے غیر پر یعنی عاشر پر ابطال عشر کے باب مین حجت نہوگا کذا فی الشامی ولا ثانیا قولہ اذا ثبت الی عاشر آخر
وثمہ عاشر لم یُعشّر اور مگر اس صورت مین کہ کہے کہ مین ادا کرچکا کسی دوسرے عاشر کو اور وہان کوئی دوسرا عاشر بھی ہو لئلا یؤدی الی استیصال المال
جزم بہ منلا خسرو وذکرہ الزیلعی تبعاً للسراجی بلفظ ینبغی کذا نقلہ المصنف عن البحر اوسکا قول اسلئے تاکہ جاوے کہ اوسکا مال
جڑ سے کہ اوکھڑ جاوے یعنی ہر عاشر کو عشر دیتے دیتے اوسکا پاس کچھ نہ بچیگا یقین کیا ہے ملا خسرو نے اور ذکر کیا اوسکو زیلعی نے بہ تبعیت سراجی
بلفظ ینبغی یعنی سزاوار ہے کہ مانا جاوے یون ہی نقل کیا مصنف نے بحر سے م قولہ منلا خسرو اسیطرح ہے بعض نسخ بحر مین بزیادۃ لفظ فی شرح الدرر
اور دوسرے نسخون مین منلا شیخ فی شرح الدرر ہے اور یہی صواب ہے اسلئے کہ عبارت منلا خسرو کی مانند عبارت کنز کے ہے اور وہ عبارت جسکو شارح نے
ذکر کیا ہے وہ عبارت امام محمد بن محمد بن محمد بخاری شہیر منلا شیخ کی ہے اوسکی کتاب غرر الاذکار شرح درر البحار مین لکن جزم فی العنایۃ وغایۃ
بعدم تصدیقہ ورجحہ فی النہر لیکن جزم کیا ہے عنایہ مین اور غایۃ البیان مین اوسکے قول نماننے کا اور نہر مین اوسکو ترجیح دی ہے واتحذ
منادیہم عشر ومن الذمی سواء کان تغلبیاً اولم یکن کما فی البرجندی عن الظہیریۃ ضعفہ ومن الحربی عشرہ اور لیا جاوے سے
یعنی مسلمانون سے چالیسوان حصہ اور کافر ذمی سے بیسوان حصہ خواہ وہ تغلبی ہو یا نہو جیسا برجندی مین ہے منقول ظہیریہ سے اور حربی سے دسوان
حصہ بذلک امر عمر رضی اللہ عنہ اسیکا امر فرمایا حضرت عمر نے م یعنی ان تینون باتون کا امر اپنے ساعیون کو کیا بحر الرائق مین ہے کہ مسلمانون سے جو لیا جاتا
ہے وہ زکوۃ ہے اور ذمی سے دونا صدقہ اور کفار حربی سے بطور حفاظت دسوان حصہ اور یہ مال جو کفار سے حاصل ہو جزیہ کے مصارف مین خرچ
کیا جائے بشرط کون المال لکل واحد نصاباً لان ما دونہ عفو بشرطیکہ ہر ہر واحد کے پوری نصاب ہو اسلئے کہ نصاب سے کم معاف ہے وبشرط
جہلنا قدر ما اخذوا منا اور بشرطیکہ ہمکو نہ معلوم ہو کہ وہ لوگ مسلمانون سے کسقدر لیتے ہین فان علم اخذ مثلہ مجازاۃ پس اگر معلوم
ہو تو اوسیقدر لیا جاوے جسقدر وہ مسلمانون سے لیتے ہین واسطے مکافات کے م یعنی لینا مقدار معین پر مجازاۃ ہے نہ اصل لینا کیونکہ ہم لوگ
ان سے بسبیل حق لیتے ہین اور وہ لوگ ناحق حاصل یہ کہ چونکہ وہ لوگ حمایت اہل اسلام مین آئے تو اونسے مال لیا گیا پھر اگر مقدار معلوم ہو کہ مسلمانون
سے کفار کتنا لیتے ہین تو اوسیقدر مسلمان لوگ بھی اونسے بطور مجازاۃ کے لیوینگے مگر اس صورت مین کہ وہ کل لیتے ہون اور اگر کمیت اوس
مقدار کفار کے لینے کی نہ معلوم ہو تو عشر یعنی دسوان حصہ لیا جاویگا اسواسطے کہ حمایت کی جہت سے حق لینے کا تو ثابت ہوچکا اور بہ اعتبار مجازاۃ
کا متعذر ہے پس ذمی سے دونا تشخیص کیا گیا کیونکہ حربی بچاؤ اور حفاظت کا ذمی سے زیادہ محتاج ہے وتمامہ فی الفتح الا اذا اخذوا الکل فلا
ناخذہ بل نترک لہ ما یبلغہ مأمنہ ابقاء للامان مگر اس صورت مین کہ کفار مسلمانون سے جو دار الحرب مین جاوین کل مال لیتے ہون
تو ہم لوگ کل مال نہ لیوینگے بلکہ اسقدر اوسکے پاس باقی چھوڑ دینگے کہ اوسکو اپنے امن تک پہونچا دیوے واسطے ثبوت حق امان سے ولا
نأخذ منہم شیئاً اذا لم یبلغ مالہم نصاباً وان اخذوا منا فی الاصح اور ہم نہ لیوین اونسے کچھ جبکہ مال نصاب کو نہو پہونچا اگرچہ وہ
ہمسے لیتے ہون اصح روایت مین لانہ ظلم ولا متابعۃ علیہ اسلئے کہ نصاب سے کم مال مین سے کچھ لینا ظلم ہے اور ظلم مین کسی کا اتباع
نہین م یہین اتنی بات ہے کہ کفار جو کچھ ہمسے لیتے ہین خواہ نصاب ہو یا نہو سراسر ظلم ہے ان کو یون کہین کہ قلیل مال سے لینا صریح ظلم
ہے کہ جسکو سب عقل والے جانتے ہین کیونکہ قلیل مال صرف نفقہ کے واسطے ہوتا ہے پھر اوسمین سے لینا مقتضائے امان کے مخالف ہے
جیسا کل کا لینا کذا فی الشامی اولم یأخذوا منا لیستمروا علیہ اجب کہ وہ لیتے ہون ہمسے یعنی ہمپر ظاہر ہو کہ وہ لینے پر ثابت ہین ولا نا احق

بالمتقادم اور اسلیے کہ انعام بیا بہہ خلاف کے ہم زیادہ سختی میں ولا یوخذ العشر من مال صبی حربی الا ان یاخذوا من
اموال صبیاننا شیئا کما فی الکافی اور نہ لیا جاوے عشر حربی بچے لڑکے کے مال سے مگر اس صورت میں کہ وہ لوگ لیا کرتے ہوں ہمارے لڑکوں
کے مال میں سے کچھ لیتے ہوں جیسا مذکور ہے حاکم کی کافی میں والحربی مرۃ لا یوخذ منہ ثانیا فی تلک السنۃ الا اذا عاد
الی دار الحرب حربی سے ایک بار عشر لیا گیا تو دوبارہ اوس برس میں نہ لیا جاوے مگر یہہ کہ دار الحرب کو لوٹ جاوے یعنی اور
پھر دار الاسلام میں آوے تو دوبارہ عشر لیا جاویگا لعدم جواز الاخذ بالاخذ دون حول او دخول کیونکہ لینا جائز نہیں جبتک نیا سال
نہ یا نیا عہد نہو ہم حربی کو فرصت نہ دیجاوے دار الاسلام میں ٹھہرنے کی پوری برس بلکہ اوسکو امام کہے وقت یہہ کہدے کہ اگر تو یہان
اقامت کریگا تو تجھ پر جزیہ لگایا جاویگا پھر اگر وہ اقامت کرے تو جزیہ لگاوے پھر دار الحرب میں نجانے دے کذا فی الفتح ولو مر الحربی بالعاشر و
لم یعلم بہ العاشر حتی دخل دار الحرب ثم خرج ثانیا لم یعشرہ لما مضی لسقوطہ بانقطاع الولایۃ اور اگر حربی گذرا عاشر
پر اور عاشر کو خبر نہوئی یہانتک کہ وہ دار الحرب کو چلا گیا پھر دوبارہ دار الحرب سے نکل آیا تو اوس سے پہلا عشر نہ لے کیونکہ وہ ساقط ہوگیا
ولایت کے منقطع ہونے سے یعنی دار الحرب میں جانے سے حکومت اہل اسلام کی اوسپر نہیں رہی بخلاف المسلم والذمی لعدم المسقط
ذکرہ الزیلعی بخلاف مسلمانوں اور ذمی کے کہ اگر بے خبری میں گذر جاوین پھر عاشر کو خبر ہو تو انسے عشر لیا جاوے کیونکہ یہان مسقط یعنی عشر کا ساقط
کرنیوالا مفقود ہے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ویوخذ نصف عشر من قیمۃ خمر وجلود میتۃ کافر کذا فی المصنف مستامن
شرحہ لو للتجارۃ وبلغ نصابا اور لیا جاوے بیسوان حصہ کافر کی شراب کی قیمت سے اور اوسکی مردار کی کھالوں کی قیمت سے اگر تجارت کے
لئے ہوں اور نصاب کو پہنچیں شارح نے کہا کہ مصنف نے اسیطرح اپنے متن کو اپنی شرح میں ثابت کیا ہے خمر مضاف ہے اور جلود میتۃ دوسرا مضاف ہے
کافر مضاف الیہ ہے اسلیے خمر کو تنوین سے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ ایک کسرہ ہے اور یہان یہہ اشکال ہے کہ کھالیں مثلی نہیں ہیں بلکہ قیمت کی چیز
ہیں تو یہہ خنزیر کی مانند ہوئین نہ شراب کی تو اون سے عشر نہ لینا چاہیے اور اسکا جواب یہہ ہے کہ نجس عین کی قیمت میں جس سے بالکل انتفاع
نہیں ہوسکتا اور اوس چیز کی قیمت میں کہ جس سے انتفاع ہوسکتا ہے فرق ہے پس خنزیر سے کسی وجہ سے انتفاع درست نہیں اور جلود میتہ
بعد دباغت کے انتفاع درست ہے اسلیے اونکو علما نے شراب کے مشابہ رکھا خنزیر کی مانند نہیں رکھا کذا فی الشامی باختصار ویوخذ عشر القیمۃ
من حربی بلا نیۃ تجارۃ ولا یوخذ من المسلم شئی اتفاقا اور لیا جائیگا دسوان حصہ قیمت شراب کا حربی سے بدون نیت تجارت کے
اور نہ لیا جاوے مسلمان سے کچھ باتفاق ہم اسلیے کہ مسلمان شراب کے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے تو اگر اوس سے عشر لیا جاویگا تو اوسکا
قبضہ اوسپر اور مستحکم ہو جائیگا کذا فی النظام ولا یوخذ من خنزیرہ مطلقا لانہ قیمی فاخذ قیمتہ کعینہ اور نہ لیا جاوے عشر کافر
کے سور سے بالکل اسلیے کہ وہ قیمت والی چیزون سے ہے تو اوسکی قیمت کا لینا گویا اوسکا خود لینا ہے ہم اسواسطے کہ حیوان کی قیمت کا حکم
حیوان ہی کا ہے اسلیے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی حیوان مہر ٹھہرایا جو ذمہ پر لازم آوے تو چاہے قیمت اور اگر چاہے
حیوان اور شراب کی قیمت کا حکم عین شراب کا سا نہیں اسیواسطے اگر کسی ذمی نے شراب کے بدلے نکاح کیا پھر قیمت دینے لگا تو عورت اوسکو لینے
پر مجبور نکیجاویگی سو اس جہت سے عشر شراب کی قیمت سے لیا گیا نہ نفس شراب سے کیونکہ مسلم اوسکے مالک ہونے سے منع کیا گیا ہے کذا فی شرح
مجامع لقاضیخان بخلاف الشفعۃ لانہ لو لم یاخذ الشفیع بقیمۃ الخنزیر یبطل حقہ اصلا فیتضرر وھو الضرر المقصود
مستثناۃ ذکرہ السعدی یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہہ ہے کہ قیمت کا حکم عین کا حکم نہیں ہے کیونکہ اگر کسی ذمی نے اپنا
گھر بدلہ خنزیر کے دوسرے ذمی کے ہاتھ بیچدیا اور اوسکا شفیع مسلمان ہے تو وہ قیمت خنزیر کے بدلے لے سکتا ہے شارح نے اوسکا جواب دیا
کہ یہ ضرورت ہے کہ اگر شفیع خنزیر کی قیمت کے عوض مکان کو نہ لیوے تو اوسکا حق باطل ہوگا پس اوسکا نقصان ہوگا اور یہ ضرور ضرورت تو اوکلیۃ

سے مستثنی ہوتے ہین ذکر کیا ہے اسکو سعدی نے حاصل یہہ کہ بیان جواز حق العبد کے لیے ہر کہ وہ حاجتمند ہے اور حق شرع مین ضرورت نہین کہ شارع
مستثنی ہے کما بسطہ فی المعراج من الکافی و لا یؤخذ ایضا من مال فی بیتہ مطلقا اور نہ لیا جاوے اوس مال سے جو گذرنے والے کے گھر مین
ہے مطلقا یعنی خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو یا حربی و کلا من مال بضاعۃ اور نہ لیا جاوے مال بضاعت سے بضاعت لغت مین ایک قطعہ مال کا ہے اور
اصطلاح مین وہ مال جو مالک کسی کو تجارت کے لئے سپرد کرے اس طرح کہ نفع سب مالک کا ہے اور عامل کو کچھ نہین کذا فی البحر اور اگر مصنف بضاعت کی جگہ
امانۃ کہتا جیسا صدر الشریعۃ نے کہا تو کافی ہوتا اور جو امور مذکور ہین اونکی ضرورت نہوتی الا ان تکون للحربی مگر یہہ کہ ہو مال بضاعت کسی حربی کا
تو عشر لیا جائیگا و لا من مال مضاربۃ الا اذا ربح المضارب فیعشر نصیبہ ان بلغ نصابا اور کچھ نہ لیا جاوے مال مضاربت سے مگر اس
صورت مین کہ مضارب کو نفع ہو پس مضارب کے حصہ کا عشر لیا جاوے اگر نصاب کی مقدار کو پہنچے و لا من کسب ماذون مدیون بدین
محیط بمالہ و رقبتہ اور نہ لیا جاوے عبد ماذون کی کمائی سے کہ مدیون ہو ایسے قرض کا کہ محیط ہو اوسکے مال اور اوسکی جان کو ہم یہہ قید
اسلئے بڑہائی کہ یہہ مسئلہ محل خلاف ہے امام صاحب اور صاحبین مین امام صاحب کے نزدیک مولی غلام کی مقبوض چیز کا مالک نہین ہے اور صاحبین کے
نزدیک اوسکی کمائی کا مالک ہے جیسے اوسکی جان کا بالاتفاق مالک ہے پس اگر عبد ماذون کی کمائی مین کوئی غلام ہو اور اوسکو مولی آزاد کرے
تو امام صاحب کے نزدیک عتق جاری نہوگا اور صاحبین کے نزدیک جاری ہوگا سو اس حالت کا عبد ماذون اگر عاشر پر گذرا تو اوس سے
کچھ نہ لیا جاوے گا مولے اوسکے ساتھ ہو یا نہو امام صاحب کے نزدیک تو اس جہت سے کہ مولی کی ملک مین نہین اور صاحبین کے نزدیک
اس جہت سے کہ دین سے فارغ نہین او ماذون غیر مدیون لکن لیس معہ مولاہ یا عبد ماذون قرضدار نہو لیکن آقا اوسکے ساتھ اسکا
آقا نہین تب بہی نہ لیا جاوے جلبی نے کہا ایسا ہی ہے عبد مدیون کہ دین اوسکا محیط نہووے اور جس صورت مین کہ آقا اوسکے ساتھ ہو اور
اوسپر دین نہین یا ہے لیکن محیط نہین اوسکے کسب کو جو زیادہ دین سے ہے اگر بمقدار نصاب ہو تو اوسکا عشر لیا جاوے کذا فی الفتح
علی الصحیح فی الثلثۃ لعدم ملکہم عشر نہ لیا جاسے بنابر روایت صحیح کے مسائل ثلثہ مذکورہ مین واسطے مفقود ہونے ملک ان تینون کے
یعنی مضارب اور بضاعت والے اور غلام کے ہم سعدی مین ہے کہ ایضاح مین مذکور ہے کہ لینے مین شرط ہے حاضر ہونا ملک اور مالک
دونو کا پس اگر مالک بلا مال آوے تو نہ لیا جاوے اور اگر مال بلا مالک آوے تب بہی نہ لیا جاوے ولذا لا یؤخذ العشر من الوصی
اذا قال ہذا مال الیتیم و لا من عبد و مکاتب اور اسلئے یعنی بوجہ نہونے ملک کے نہین لیا جاتا ہے عشر وصی سے جب بیان
کرے کہ یہہ مال یتیم کا ہے اور نہ غلام سے جب گذرچکا اور نہ مکاتب سے کیونکہ اوسکی ملک تام نہین ہے من علی عاشر الخوارج فعشروہ
ثم مر علی عاشر اہل العدل اخذ منہ ثانیا لتقصیرہ بمرورہ بہم سو اگر گذرا باغیون کے عاشر پر پس اونہون نے اوس سے
عشر لے لیا پہر گذرا اہل حق کے عاشر کے پاس تو اوس سے دوبارہ عشر لیا جاوے کیونکہ خوارج کے عاشر کے پاس جانا یہہ قصور اسیکا
ہے بخلاف ما لو غلبوا علی بلد بخلاف اوس صورت کے کہ خوارج یعنی باغی تسلط کر لین بزور کسی شہر پر یعنی اس صورت مین اگر
وہ صدقات وصول کر لینگے تو دوبارہ دینے نہ آوینگے کیونکہ اس صورت مین قصور امام کا ہے نہ مالدارون کا کذا فی الطحطاوی
مسئلہ مہمۃ نادرۃ مر بنصاب بطالب التجارۃ کالبطیخ و نحوہ لا یعشرہ عند الامام الا اذا کان عند العاشر فقراء فیاخذ لیدفعہ
لہم و اجمعوا علی ان یعشرہ کالبطیخ تو اگر کوئی مال تجارت لیکر عاشر پر گذرا مثلا تربوز وغیرہ تو امام صاحب کے نزدیک عاشر اوسکا عشر نہ لیوے مگر اس
صورت مین کہ عاشر کے پاس فقرا موجود ہون تو مال والے سے عشر لے تاکہ اونکو دیدے ہم بطالب سے مراد وہ چیزین ہیں سال بہر مین
خراب ہو جاتی ہین ہے کہ صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ کسی شخص کے پاس مال تجارت تہا تمامی سال کے نزدیک اوسکے بدلے بقولات مین
سے کچہہ خرید لیا پس امام صاحب کے نزدیک زکوۃ نہین لیکن مالک کو کہدینا ہے کہ بنفسہ زکوۃ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک

مال مین سے اوسی جنس کی زکوۃ لے لیجائے کیونکہ آخر حایت امام کی اوسکو شامل ہے کذا فی البرہان اور مامنہ کے قول کی وجہ مین کمال نے ذکر کیا ہے کہ اگر لیگا تو یہہ چیز لی ہوئی خراب ہو جاوے گی اور عامل کے ساتھہ فقرا ہر وقت موجود نہین ہوتے ہان اگر عامل کے ساتھہ فقرا ہون یا اپنے عملہ مین صرف کرنے کو لیتا ہے تو اوسکو اجازت ہے کذا فی الشامی فرض بحثنا یہہ مذکور ہے نہر الفائق مین بطریق بحث کے ہم نہر کی عبارت مین کوئی بات نہین کہ دلالت کرے بحث ہونے پر علاوہ مہرین ذکر کیا ہے اوسکو کمال نے جیسا گذر چکا اور کمال کے کلام مین بھی کوئی لفظ دال بحث پر نہین ہے معہذا جو کچھہ کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرح منظومہ مین مع زیادت مذکور ہے زیادتی یہہ ہے کہ اگر مالک قیمت دینے پر راضی ہو تو قیمت لے لیجائے اور غایہ مین باب العاشر مین یہہ مذکور ہے کہ عب خضراوات یعنی سبزی ترکاری لیکر عاشر پر گذرے اور عاشر فقرا کے لئے اونمین سے بعینہا عشر لینا چاہے درصورت انکار کرنے مالک کے اعطاء قیمت سے تو نہین لے سکتا اور فقرا کے واسطے کی قید اسلئے قید لگائی کہ اگر اپنے عملہ کے لئے خضراوات بعینہ لے لیوے تو جائز ہے اور مالک کے انکار کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ قیمت دینے پر راضی ہو تو اوسکے جواز مین کچھہ کلام نہین فافہم واللہ اعلم کذا فی الشامی

باب الرکاز

یہہ باب ہے دفینہ کے احکام مین الحقہ بالزکوۃ لکونہ من الوظائف المالیۃ فقہا نے رکاز کو زکوۃ کے ساتھہ لاحق کیا کیونکہ یہہ بھی وظیفہ مالیہ ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اس باب کو کتاب الجہاد مین ذکر کرنا چاہئے تھا کیونکہ اسکے مصارف مصارف غنیمت کے ہین اور اس مین سے جو لیا جاتا ہے وہ زکوۃ نہین ہے کذا فی النہر اور اسکو عشر پر مقدم کیا اسلئے کہ رکاز خمس فرض ہے اور عشر ایک ... جسمین معنی قربت کے ہین کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ من الرکز ای الاثبات بمعنی المرکوز رکاز باعتبار لغت کے ماخوذ ہے رکز سے یعنی ثابت کرنا اور بمعنی مرکوز کے ہے ہم شامی نے کہا کہ بمعنی المرکوز ہو بعد خبر ہے تفسیر کی اور احتمال یہہ ہے کہ حال ہو رکز سے یعنی رکاز رکز سے ماخوذ ہے درحالیکہ رکز سے مراد اسم مفعول ہو یعنی مرکوز اور یہہ اولی ہے اسلئے کہ رکاز اسم جامد ہے مشتق نہین وشرعا مال مرکوز تحت ارض اور شرع مین رکاز وہ مال ہے کہ موجود ہے زمین کے نیچے ہم ظاہر عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہہ معنی لغوی نہین ہین اور سرغ مین مغرب سے منقول ہے کہ وہ معدن ہے یا کنز یعنی کان یا دفینہ اسلئے کہ یہہ دونو مستقر ہین زمین مین اگرچہ اوکا جدا کرنا مختلف ہے الخ اور بظاہر اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمال رکاز کا معدن اور دفینہ دونو مین حقیقی ہے اور مشترک باشتراک معنوی اور دفینہ کے ساتھہ خاص نہین نہر الفائق مین کہا کہ اس تقدیر پر یہہ کلی متواطی ہوگی اور یہی مصنف کے باب کے عنوان کے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی اعم من کون راکزہ الخالق او المخلوق مال عام ہے اس سے کہ زمین کے اندر رکھنے والا اوسکا خالق ہو یا مخلوق ہو فلذا قال معادن خلقی خلقہ اللہ تعالی وکنز ای مال مدفون دفنہ الکفار لانہ الذی یخمس لیس بسبب اسی عموم کے مصنف نے کہا کہ وہ عام ہے کان خلقی سے کہ اللہ تعالی نے اوسکو زمین مین پیدا کیا ہے اور عام ہے کنز سے یعنی مال مدفون کہ زمین مین رکہا ہو کفار نے اسلئے کہ اسیکا خمس لیا جاتا ہے اگر مسلمان کا مال ہوگا تو اوسکا حکم لقطہ کا ہے وجد مسلم او ذمی ولو قنا صغیرا انثی پائی کسی مسلمان نے یا ذمی نے اگرچہ مملوک صغیر عورت ہو یعنی حکم عام ہے پانیوالا آزاد ہو یا مملوک کبیر ہو یا صغیر مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا ذمی کذا فی النہر معدن نقد ونحو حدید پائی کان سونے یا چاندی یا لوہے کی یا اسکے مثل کی دھو کل جامد ینطبع بالنار ومنہ الزیبق اور لوہے کی مثل ہر چیز منجمد ہے کہ نرم ہوجاوے آگ سے اور اوسمین سے ہے پارہ ہم یہہ قول امام محمد کا اور امام صاحب کا آخر قول ہے اور قول اول یہہ تھا کہ پارہ مین کچھہ نہین لازم آتا اور یہی قول آخر ہے امام ابو یوسف کا کیونکہ پارہ بمنزلہ رال وغیرہ کے ہے اور اوسمین خمس نہین ہے المصہر اور امام صاحب کی دلیل یہہ ہے کہ پارہ چشمہ سے فراوت

اور پھر اوس سے نکالا جاتا ہے اور ڈھلتا ہے کسی دوسری چیز کے ساتھہ ملکر تو چاندی کی مانند ہوا یعنی چاندی جب تک کسی دوسری چیز کے
ساتھہ مخلوط نہو نہین ڈھلتی کذا فی الفتح اور معلوم ہے کہ خلاف اوس پارہ مین ہے جو معدن مین سے حاصل کرین لیکن جو موجود کفار
کے خزائن وغیرہ مین ہے اوسمین بالاتفاق خمس لازم ہے کذا فی الشامی فخرج المائع کنفط وقار وغیر المنطبع کمعادن
الاحجار پس نکل گئین بہتی چیزین یعنی جامد کی قید سے جیسے نفط اور رال اور نکل گئی ینطبع کی قید سے جو نرم نہین ہوتے جیسی
کان پتہرون کی یعنی فیروزہ وزمرد وغیرہ کی ہم قہستانی مین ہے کہ کان تین قسم کی ہے ایک وہ سخت چیزین کہ پگہل جاتی ہین آگ سے
جیسے سونا چاندی رانگ تانبا پیتل لوہا دوم وہ سخت چیزین جو آگ سے نرم نہین ہوتین جیسے چونا نورہ سرمہ یاقوت وغیرہ سوم وہ
چیزین کہ جامد نہین جیسے پانی رال نفط وغیرہ کذا فی المبسوط والتحفۃ نفط ایک روغن ہے کہ پانی پر آجاتا ہے اور قار اور قیر اور
زفت وہ جس سے کشتیون کو روغن کرتے ہین کذا فی الشامی فی ارض خراجیۃ او عشریۃ فخرج الدار لا المفازۃ لدخولہا
یا آوی کی کان یا دفینہ پاوسے زمین خراجی یا عشری مین شارح نے کہا کہ زمین کی قید سے نکل گیا گہر اور نہین خارج ہوا جنگل کیونکہ
وہ بالاوسکے داخل ہے ہم مراد عشری اور خراجی سے یہہ ہے کہ جسکا وظیفہ عشر ہو یا خراج ہو خواہ کسی کے قبضہ مین ہو یا نہو تو جب
عشر وخراج کے ہوتے خمس لیا جائیگا تو جنگل جسمین نہ عشر ہو نہ خراج بطریق اولے داخل خمس رہیگا کذا فی الطحطاوی خمس مخففا ای اخذ
خمسہ لحدیث وفی الرکاز الخمس وہو یعم المعدن کا مسلمان یا ذمی کی پائی ہوئی کان خواہ دفینہ سے پانچوان حصہ
لیا جاوے بموجب اس حدیث کے فی الرکاز الخمس اور یہہ شامل ہے معدن کو جیسے پہلے گذرا وباقیہ لمالکہا ان ملکت والا فللواجد
رکاز یعنی چار خمس زمین کے مالک کے ہین اگر وہ زمین کسی کی مملوک ہو ہم حاشیہ ابو السعود مین کہا کہ مملوکہ سے مراد یہہ ہے کہ غیر کی
ملک ہو پانیوالی کی نہو کیونکہ پانیوالے کی ملک ہوگی تو اوسمین خمس نہوگا جیسا مصنف آگے بیان کرتا ہے ولا شئی فی ارضہ شامی
نے کہا کہ اسکی کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ جب پانیوالا مالک زمین نہو تب تو خمس واجب ہو اور خود مالک ہو تو واجب نہو کیونکہ علت
وجوب دونو مین ایک ہے وہ یہہ کہ معدن تمام اجزا سے مالک کی ملک ہے تو مصنف کے کلام مین تعارض یقینا ہے یہان باقیہ
لمالکہا کہتا ہے اور آگے لاشئی فی ارضہ کہا شیخ رحمتی نے اس تعارض کو یون دفع کیا کہ زمین مملوکہ کی معدن مین دو روایتین
مین روایت اصل یہہ ہے کہ اوسمین خمس نہین کل مالک کی ہے اور جامع صغیر کی روایت یہہ ہے کہ اوسمین خمس ہے اور چار خمس
مالک کے ہین پس یہان کا قول مطابق روایت جامع صغیر کے ہے اور قول آیندہ موافق روایت اصل کے کذا فی الشامی ملتقطا و
لا کجبل ومفازۃ فللواجد اور اگر زمین رکاز کی کسی کی مملوک نہو جیسے پہاڑ وجنگل پس وہ چیز پانیوالے کی ہے والمعدن
لا شئی فیہ ان وجدہ فی دارہ وحانوتہ اور معدن مین کچہہ نہین لازم آتا اگر پاوے اوسکو اپنے گہر مین اور اپنی دکان
مین ہم معدن کے لفظ مین احتراز ہے دفینہ سے اسلئے کہ اوسکا خمس لیا جاتا ہے اگرچہ کسی کی مملوک زمین مین ہو یا اوسکی
گہر مین ہو اسلئے کہ وہ اجزاء زمین سے نہین ہے جیسا بدائع مین ہے اور گہر اور دکان کی معدن مین کچہہ نہ لازم آنا امام صاحب
کے نزدیک ہے برخلاف قول صاحبین کے کذا فی الشامی وارضہ فی روایۃ الاصل واختار کما فی الکنز اور کچہہ نہین لازم
آتا اگر پاوے معدن اپنی اراضی مین اصل کی روایت کے بموجب اور اسی کو اختیار کیا ہے کنز مین ہم غایۃ البیان مین کہا ہے
کہ زمین مملوکہ مین امام صاحب سے دو روایتین ہین روایت اصل کے موافق ارض اور دار مین کچہہ فرق نہین یعنی دونو مین کچہہ
لازم نہین آتا کیونکہ زمین جب اوسکی طرف منتقل ہوئی تو بالکل مع اپنے تمام اجزا کے منتقل ہوئی اور معدن بہی اوسی زمین
کی مٹی کی ہے تو خمس لازم نہ آیا جیسے غنیمت جب اوسکو امام کسی کے ہاتہہ فروخت کردے تو اور لوگون کا حق اوس سے منقطع

ہو جاتا ہے اسلئے کہ وہ شخص اوسکا مالک بمقابلہ عوض کے ہوا ہے یہی کہا ہے جصاص نے اور جامع صغیر کی روایت کے موافق ان مین
فرق ہے اوسکی وجہ یہہ ہے کہ دار مین کسی طرح کی مشقت اور بکھیڑا نہین تو خمس بھی لازم نہ آیا اور سبب کا سبب الینیوالے کا ہوا بخلاف
ارض کے کہ اوسمین مؤنت خراج اور عشر کی لازم آتی ہے پس اوسمین خمس لازم ہے اور کنز کے اختیار کرنیکو بیان کرنے سے
ظاہر اشارہ کو ترجیح روایت اصل کی مقصود ہے لیکن ہدایہ مین امام سے دو روایتین نقل کین اور وجہ فرق کی جامع صغیر کی روایت
بموجب بیان کی اور اصل کے روایت کی وجہ نہیں ذکر کی اوس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ صاحب ہدایہ نے روایت جامع کی اختیار کی
اور علامہ نوح نے ذکر کیا ہے کہ قیاس بھی ترجیح روایت جامع صغیر کو چاہتا ہے دو وجہ سے اول یہہ کہ جامع صغیر اور وہ بر معارضہ
کے وقت مقدم ہوتی ہے دوسرے یہہ کہ یہی قول صاحبین کا ہے تو متفق علیہ روایت کو اخذ کرنا اولیٰ ہے حاصل یہہ ٹھہرا کہ امام
نے فرق کیا ہے وجوب خمس مین درمیان معدن اور دفینہ کے اور درمیان جنگل اور گھر کے اور درمیان زمین مباح اور مملوک کے اور
صاحبین نے کچھ فرق نہیں کیا انھین وجوب کے باب مین کذا فی الشامی ولا شیء فی یاقوت وزمرد وفیروزج ونحوھا
وجدت فی جبل ای فی معادنھا اور کچھ نہیں عشر وغیرہ یاقوت اور زمرد اور فیروزہ اور اوسکی مثل مین یعنی پتھر کی قسم جو نرم
نہ ہو سکتی ہو جو پہاڑون مین پائی جاوین مراد یہہ ہے کہ اپنے معادن مین خواہ پہاڑ ہو یا نہ ہو ولو وجدت دفائن الجاھلیۃ
ای کنزا خمس لکونہ غنیمۃ اور اگر پائی جاوین اشیاء مذکورہ یاقوت وغیرہ درحالیکہ مدفون جاہلیت کی ہون یعنی کنز کا حکم لگے
اوسکا تو خمس لیا جاویگا کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے کہ کفار کے پاس تھی پھر ہمارے قبضہ مین آگئی کذا فی البحر والحاصل ان الکنز
یخمس کیف ما کان والمعدن ان کان ینطبع اور حاصل یہہ ٹھہرا کہ دفینہ مین خمس لیا جاوے ہر حال مین اور معدن مین خمس صورتین
کہ آگ سے نرم ہو جاوے یعنی نباتات مین خمس مثل مال وغیرہ اور جو نرم نہون انمین خمس لازم نہین ولا فی لؤلؤ ھو مطر الربیع
اور کچھ نہین لازم موتیون مین کہ وہ بہار کے مینہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ مین کہتے ہین کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم
سے اللہ تعالیٰ اوسمین موتی پیدا کرتا ہے کذا فی الکرمانی وعنبر حشیش یطلع فی البحر او خثی دابۃ اور نہ عنبر مین کہ وہ ایک
قسم کا گھاس ہے کہ دریا سے اوگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے ہم شیخ داود انطاکی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ صحیح یہہ ہے
کہ قعر دریا مین چشمے ہین وہ مہنیت باہر کیطرف دفع کرتے ہین وہ پانی پر جمتی ہے اوسکو دریا کی موج کنارہ پر ڈالتی ہے وہ عنبر ہے
کذا فی الشامی وکذا جمیع ما یستخرج من البحر من حلیۃ ولو ذھبا کان کنزا فی قعر البحر اور ایسیہی سب چیزین جو دریا
سے نکالی جاوین زیور وغیرہ کے لئے اگرچہ سونا ہو کہ دفینہ ہو قعر دریا مین یعنی کسی کا رکھا ہوا اور ظاہر یہہ ہے کہ اوسپر
علامت اسلام کی نہو لیکن مین نے اسکو نہین دیکھا قالہ الشامی لانہ لم یرد علیہ القھر فلم یکن غنیمۃ اسواسطے کہ اوسپر
غلبہ اور تسلط کسی کا نہین وارد ہوا پس غنیمت نہوا ہم حاصل یہہ کہ محل خمس غنیمت ہے اور غنیمت وہ ہے کہ کفار کا مال ہو جسکو
مسلمانون نے اوسکو بزور لے لیا ہو اور قعر دریا پر کسی کا زور اور غلبہ نہین ہوا پس وہ مال غنیمت نہوا کذا قالہ قاضیخان
وما علیہ سمۃ الاسلام من الکنوز نقدا او غیرہ فلقطۃ سبیلہ سبیلھا اور جو دفینہ کہ اوسپر علامت اسلام کی ہو
خواہ نقد ہو یا ہوا اوسکے پس وہ لقطہ ہے کہ اوسکا حکم آگے آویگا اور غیر نقد مین شامل ہین ہتھیار آلات اثاث البیت کپڑا وغیرہ
اور غنیمت اسواسطے نہین ہوا کہ مسلمانون کا مال غنیمت نہین ہوتا اور لقطہ کا حکم جو آویگا وہ یہہ کہ مسجدون کے دروازون پر
اور بازارون مین پکارا جاوے یہان تک کہ گمان ہو کہ مالک اسکی طلب سے بیٹھ رہا ہوگا پھر اگر خود فقیر ہے تو اپنے آپ صرف
لے نہین تو کسی دوسرے فقیر کو دیدے بشرطیکہ جب طالب اوسکا آوے تو ضمان دے کذا فی الشامی وما علیہ سمۃ

الکفرِ خمسٌ و باقیہٖ لِمالکِ اولَ الفتحِ اور جو دفینہ ایسا ہو کہ اوسپر علامت کفار کی ہو تو اوسمین سے خمس لیا جاوے
اور باقی اوس شخص کا ہے جو اول فتح اسلام مین اوسکا مالک ہوا امام کی تملیک سے ھ قاضیخان نے کہا کہ یہہ خمس لینا بالاتفاق
ہے اسلیے کہ کنز اجزاء ارض سے نہین ہے تو خمس مقرر کرنا اوسمین ہو سکتا ہے بخلاف معدن کے اولو ادرثۃ او حیًّا و الّا
فلبیتِ المالِ علی الاوجہِ یا اصل مالک کے وارث کا ہے اگر وہ زندہ ہو اور نہین تو بیت المال کا ہے اور یہہ اوجہ
ہے ھ نہر مین کہا ہے اگر ورثہ مالک اول کے معلوم نہون تو اقصیٰ مالک زمین کا اوسکے وارث کا ہے اور ابو الیسر نے کہا کہ
بیت المال مین رکہا جاوے فتح القدیر مین کہا ہے کہ یہہ موجہ ہے تامل کے بعد الخ اسلیے کہ بحر مین مذکور ہے کہ کنز زمین مین
امانت ہے پس جب مالک اول زمین کا مالک ہوا تو جو اوسمین رکہا ہے اوسکا بہی مالک ہوا اور اگر زمین کو وہ بیچدے تو فرخست
سے جو چیز زمین کے اندر ودیعت ہے اوسکی ملک سے نکل نہ جاویگی جیسے مچہلی کے پیٹ مین موتی وھذا ان مُلِکَت اَرضُہ
و الّا فللواجد یہہ اس صورت مین ہے کہ زمین اوسکی مملوک ہو اور اگر مملوک نہو جیسے جنگل وغیرہ تو پانیوالے کا ہے ھ
یعنی خمس نکالکر کما فی البحر ہذا اشارہ ہے باقیہ للمالک کی طرف اور یہہ صاحبین کا قول ہے اور ہدایہ وغیرہا سے اسکی ترجیح معلوم
ہوتی ہے لیکن سراج مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ باقی پانیوالے کا ہے جیسا مال غیر مملوکہ زمین کا ہے اور اسی پر فتوی
ہے شارح نے کہا کہ آجکل یہی مناسب ہے کیونکہ بیت المال کا انتظام نہین ہے ولو ذمیًّا قِنًّا صغیرًا انثیٰ لانھم من اھل
الغنیمۃِ اگرچہ پانیوالا ذمی ہو غلام ہو صغیر ہو عورت ہو اسلیے کہ یہہ سب اہل غنیمت مین یعنی امام غنیمت مین سے کچہہ بطور عطا اون کو
دیا کرتا ہے شامی عن رحمتی خلا حربی مستامنٍ فانہ یستردُّ منہ ما اخذ یعنی پانیوالے کا ہے سوائے کافر حربی مستامن کے
کہ لوٹا یا جاوے اوس سے جو اوسنے لیا کیونکہ غنیمت مین اوسکا کچہہ حق نہین الّا اذا عمل فی المفاوز باذنِ الامامِ علی شرطٍ
فلہ المشروط مگر جب کہ کام کرے جنگلون مین امام کے اذن سے کسی شرط پر تو اوسکو مشروط یعنی مقررہ ملیگا ولو عمل رجلان
فی طلبِ الرکازِ فھو للواجد اور اگر دو شخص ملکر کام کرین دفینہ کی طلب مین تو وہ اوسکا ہوگا جسنے پایا ھ ظاہر اسکا دلالت
کرتا ہے کہ دوسرے کو کچہہ نہ ملیگا اور یہہ اوس صورت مین ہے کہ ایک نے کہودا پہر دوسرا آیا اوسنے باقی رہا ہوا کہودا اور
نکالا لیکن اگر وہ دونو مشترک ہون اوسکی طلب مین سو باب الشرکۃ الفاسدہ مین آویگا کہ شرکت صحیح نہین گہاس کہودنے اور
شکار کرنے اور پانی بہرنے اور باقی مباحات مین جیسا پہاڑون مین سے میوہ چننا اور طلب کرنا کان کا اور پکانا اینٹون کا مباح
مٹی سے اسلیے کہ یہہ شرکت متضمن ہے وکالت کو اور وکیل کرنا مباح چیز کے لینے کے لئے جائز نہین اور جو کچہہ اون مین سے کسی
نے حاصل کیا وہ اوسیکا ہوگا اور جو دونون نے حاصل کیا وہ نصفا نصف ہوگا اگر یہہ نہ معلوم ہو کہ کتنا کسکا ہے اور جو کچہہ
ایک ہمراہی کی مدد سے ملے تو وہ اوسیکا ہے اور ہمراہی کو اجر مثل ملیگا جسقدر ہو امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے
نزدیک اسقدر کہ اوس شی کی نصف ثمن سے زیادہ نہو اون کا نا اجیرین فھو للمستاجر اور اگر وہ دونو مزدور ہون
تو مال اوسکا ہوگا جسنے اونکو اجرت پر رکہا وانْ خلا عنہا ای العلامۃِ او اشتبہ الضربُ فھو جاھلیٌّ علی ظاھرِ
المذھبِ ذکرہ الزیلعی لانہ الغالبُ وقیل کاللقطۃِ اور اگر خالی ہو علامت سے یا مشتبہ ہو سکہ تو وہ جاہلی
ہے یعنی اسلام سے پہلے کا ظاہر مذہب پر ذکر کیا ہے اوسکو زیلعیؒ نے کیونکہ غالب یہی ہے اسلیے کہ کفار حریص ہوتے ہین
جمع اموال پر کذا فی الطحطاوی اور ایک قول یہہ ہے کہ مال مذکور لقطہ کی مانند ہے ھ ہدایہ مین ایک قول یہہ کہا ہے کہ اوسکو
مال اسلامی تصور کرینگے بہت زمانہ گذرنے کی جہت سے یعنی ظاہر یہہ ہے کہ آثار جاہلیت سے کچہہ باقی نہین رہا اور ظاہری کا

اعتبار ہے جبتک اوسکا خلاف معلوم نہو اور غرض یہہ ہے کہ اس ظاہر ہونے کو نہ مانین بلکہ جاہلیت کے دفینے اب تک شہر و ن مین نکلتے
رہتے ہین کذا فی فتح القدیر شامی نے کہا کہ اکثر نقود جنمین علامت اہل حرب کی ہے اور اہل اسلام مین رائج مین ظاہر یہہ ہے کہ وہ
قسم مشتبہ سے ہین لیکن ہم نے شرح نقایہ مین جو ملا علی قاری کی ہے دیکھا اوسمین لکہا ہے کہ کفار کے درم مسلمانون کے درمون
مین مخلوط ہونیکی صورت مین جیسا فی زماننا رواج ہے اسلامی ہی ہونے جائئین ولا یخمس رکاز معدناً کان او کنزاً وجد
فی صحراء دار الحرب بل کلہ للواجد ولو مستامناً لانہ کالمتلصص اور نہ خمس لیا جاوے وہ رکاز کہ پایا جاوے
دار الحرب کے جنگل مین خواہ معدن ہو یا دفینہ بلکہ کل پانیوالے کا ہے اگرچہ وہ دار الحرب مین امن لیکر گیا ہو اسواسطے کہ وہ
شخص چور کی طرح ہے ولذا لو دخلہ جماعۃ ذو منعۃ وظفروا بشئ من کنوزہم او معدن خمس لکونہ غنیمۃ
اور اسیواسطے اگر دار الحرب مین ایک جماعت شوکت والی داخل ہو اور کچہہ خزانہ یا معدن اونکو دستیاب ہو تو خمس لیا جاویگا کیونکہ
وہ غنیمت ہے یعنی غلبہ اور قہر سے حاصل ہوا ہے وان وجدہ ای الرکاز مستامن فی ارض مملوکۃ لبعضہم ردہ
الی مالکہ تحرزاً عن الغدر اور اگر معدن یا دفینہ کسی مستامن نے حربیون کی مملوکہ زمین مین سے پایا تو اوسکو اوسکے
مالک کو پہیر دیوے غدر سے بچنے کے لیے ہم یعنی حربیون کے مال اوس شخص مستامن پر بدون اونکی رضامندی کے حرام
ہین تو بدون اجازت کے کسی مال کا رکہہ لینا خیانت ہوگا فان لم یردہ واخرجہ منہا ملکہ ملکاً خبیثاً فسبیلہ
التصدق بہ پس اگر نہ پہیرا اوسکو اور دار الحرب سے نکال لایا تو اوسکا مالک ہو جاویگا خبیث ملک سے کہ اوسکا تصدق کرنا
واجب ہے فلو باعہ صح لقیام ملکہ لکن لا یطیب للمشتری پس اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچڈالا تو درست ہے
کیونکہ اوسکی ملک ثابت ہے لیکن مشتری کو اچہا نہین ہم بخلاف اوس صورت کے کہ کسی سے ایک چیز بیع فاسد خریدی
پہر کسی کے ہاتہہ بیچدی تو مشتری ثانی کے واسطے کچہہ خرابی نہین ہے کیونکہ فسخ بیع اول کا اس صورت مین ممتنع ہوگیا کذا
فی الحلبی عن البحر ولو وجدہ ای الرکاز غیرہ ای غیر مستامن فیہا ای فی ارض مملوکۃ لہم حل لہ فلا یردہ ولا
یخمس لما مر بلا فرق بین متاع وغیرہ اور اگر معدن یا دفینہ پایا غیر مستامن نے حربیون کی زمین مملوکہ مین سے
تو اوسکو حلال ہے پس نہ پہیر دیوے اور نہ اوسمین سے خمس لیا جاوے اوسیوجہ سے کہ گذری یعنی وہ مثل خفیہ لیجانیوالے
کے ہے کذا فی الدرر بدون فرق کے درمیان متاع اور غیر متاع کے ہم متاع کے معنون مین فقہا کا اختلاف ہے صحیح یہہ ہے
کہ متاع وہ ہے جس سے نفع لیا جاوے خواہ کپڑے ہون یا گہر کا اسباب یا کہانا یا برتن کذا فی الطحطاوی وما فی النقایۃ من ان
رکاز متاع ارض لم تملک یخمس سہو اور جو کچہہ نقایہ مین ہے کہ رکاز زمین غیر مملوکہ کا خمس لیا جاوے وہ سہو ہے
ہم نقایہ کتاب ہے صدر الشریعۃ کی اور یہی ہے وقایہ مین جو اوسکے دادا تاج الشریعۃ کی کتاب ہے درر مین کہا ہے کہ
یہہ صحیح نہین ہے کیونکہ شراح ہدایہ نے اور علما نے تصریح کی ہے کہ خمس واجب ہوتا ہے اوس چیز مین کہ غنیمت کے معنون
مین ہو یعنی اہل حرب کے ہاتہہ مین ہو پہر مسلمانون کے پاس آجاوے قوت بازو سے اور وقایہ مین جو مذکور ہے وہ اسطرح
کی صورت نہین ہے کیونکہ مستامن مثل چور کے ہے اور زمین دار الحرب کی مسلمانون کے ہاتہہ نہین آئی طحطاوی نے کہا
کہ اضافت رکاز کی متاع کیطرف بیانی ہے الا ان یحمل علی متاعہم الموجود فی ارضنا مگر یہہ کہ مراد لیا جاوے
متاع سے جو حربیون کا متاع دار الاسلام مین موجود ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا للواجد صرف الخمس لنفسہ و
اصلہ وفرعہ واجنبی بشرط فقرہم پانیوالے کو جائز ہے خمس کا صرف کرنا اپنے نفس پر اور اپنی اصل یعنی باپ

پر اور اپنی فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر بشرطیکہ محتاج ہون م یعنی وہ خود اگر محتاج ہو اور چار خمس مین اوسکا کام نہین نکلتا تو خود سب کا سب رکھہ لے اگر نصاب سے کم ہو اور اگر نصاب کو پونہچے تو خمس کا خرچ کر لینا اوسکو جائز نہین کذا فی البحر عن البدائع مین کہتا ہون کہ اسمین گفتگو ہے کیونکہ بعض اوقات نصاب سے زائد بھی کافی نہین ہوتا مثلا جب کہ پانیوالا قرضدار ہو پس بہتر یہہ ہے کہ حاجت ہی پر اقتصار کیا جاوے اور حاکم نے کافی مین کہاہے کہ جسکو رکاز کا مال ملے اوسکو گنجایش ہے کہ صرف کرے خمس مساکین پر پھر اگر امام کو اطلاع ہو تو اوسکے کئے ہوئے کو قبول کرے اور اگر اوسکو تمام مال کی ضرورت ہو تو گنجایش ہے کہ اپنے واسطے رہنے دے اور یہہ بھی گنجایش ہے کہ حاجتمندون کو دے اگرچہ اسکا باپ دادا یا اولاد ہو اور یہہ مال بمنزلہ اوس عشر کے نہین ہے کہ زمین پر لازم ہوتا ہے کذا افادہ الشامی

بَابُ الْعُشْرِ

یہہ باب ہے دہیکی کے احکام مین م عشر کہتے ہین دس مین سے ایک ٹکڑے کو اور یہان مراد وہ ہے جو عشر کی طرف منسوب ہو تاکہ شامل ہو نصف العشر اور ضعف العشر کو کذا فی الحموی اور اسکو زکوۃ مین اسلئے ذکر کیا کہ اسکا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یَجِبُ الْعُشْرُ فِیْ عَسَلٍ وَاِنْ قَلَّ واجب ہو دسوان حصہ شہد مین اگرچہ قلیل ہو م شامی مین کہا کہ عسل مین کسرہ ہے تنوین نہین کیونکہ مضاف ہے ارض کیطرف اور لفظ وان قل کی ضرورت نہین اسلئے کہ مصنف کا قول بلا شرط نصاب اوس سے مغنی ہے اَرْضٍ غَیْرِ الْخَرَاجِ وَلَوْ غَیْرَ عُشْرِیَّۃٍ کَجَبَلٍ وَمَفَازَۃٍ عشر واجب ہے اوس شہد مین کہ غیر خراجی زمین کا ہو اگرچہ غیر عشری بھی ہو جیسے پہاڑ وجنگل بِخِلَافِ الْخَرَاجِیَّۃِ لِئَلَّا یَجْتَمِعَ الْعُشْرُ وَالْخَرَاجُ بخلاف شہد زمین خراجی کے یعنی اوسمین عشر نہین تاکہ نہ جمع ہو وین عشر اور خراج م ارض غیر الخراج کے لفظ مین شارح نے کہ یہہ شامل ہے زمین عشری کو اور اون زمین کو کہ عشری ہو نہ خراجی جیسے پہاڑ اور جنگل لیکن خانیہ مین ہے کہ پہاڑ عشری ہے یعنی اگر استعمال مین آوے تو عشری ہو کذا قالہ الشامی وَکَذَا یَجِبُ الْعُشْرُ فِیْ ثَمَرَۃِ جَبَلٍ اَوْ مَفَازَۃٍ اِنْ حَمَاہُ الْاِمَامُ لِاَنَّہٗ مَالٌ مَقْصُوْدٌ اور ایسا ہی عشر واجب ہے پہاڑی یا جنگلی پہلون مین اگر امام نے اوسکی حفاظت کی ہو اسلئے کہ وہ مال مقصود ہے م امام کو اوسکی حفاظت اسلئے مقصود ہے کہ عشر واجب ہو کیونکہ اخذ مال حفاظت ہی کی جہت سے ہے تو یہہ علت اشتراط کی ہے یا یہہ کہ وہ اس جنس سے ہے کہ جس سے غلہ حاصل کرنا زمین کا مطلوب ہوتا ہے تو یہہ علت وجوب کی ہوئی کذا فی الشامی لَا اِنْ لَمْ یَحْمِہٖ لِاَنَّہٗ کَالصَّیْدِ یعنی عشر واجب نہوگا اگر امام نے اوسکی حفاظت نہین کی جیسا شکار کہ اوسمین بھی عشر نہین وَیَجِبُ فِیْ مَسْقِیِّ سَمَاءٍ اَیْ مَطَرٍ وَسَیْحٍ کَنَھْرٍ اور واجب ہے عشر اوس زمین مین جو مینہ سے پانی دی گئی ہو یا جاری پانی سے مثل نہر کے م سیح پانی کے جاری ہونے کو کہتے ہین زمین پر یعنی نہر کا پانی یا نالون کا کذا فی مغرب بِلَا شَرْطِ نِصَابٍ رَاجِعٌ لِلْکُلِّ بدون شرط نصاب کے یعنی کچھہ ضرور نہین کہ پیداوار بقدر نصاب ہو اگر کمتر ہوگا تب بھی عشر واجب ہوگا شارح نے کہا کہ نصاب کا نہونا سب مذکورات کیطرف ہے یعنی شہد وپہل وغلہ وَبِلَا شَرْطِ بَقَاءٍ وَحَوَلَانِ حَوْلٍ لِاَنَّ فِیْہِ مَعْنَی الْمُؤْنَۃِ اور بدون شرط باقی رہنے تمام سال کے اور گذرنے برس کے اسواسطے کہ عشر مین معنی مؤنۃ الارض کے ہین یعنی اجرت زمین کی تو یہہ عشر عبادت محض نہوا م اگر پیداوار سال بھر مین کئی بار ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا اور ایسا ہی خراج مقاسمۃ یعنی بٹائیکا لیکن خراج موظف جو فی جریب ایک صاع یا مثل اوسکے سالانہ مقرر ہوا کرتا ہے تو وہ برس روز مین ایک بار واجب ہوا کرتا ہے مکرر نہین ہوتا اگرچہ زمین کا پیداوار کئی بار ہو کذا فی الشامی وَلِذَا کَانَ لِلْاِمَامِ اَخْذُہٗ جَبْرًا وَیُؤْخَذُ مِنَ التَّرِکَۃِ اور اسیلئے امام کو گنجایش ہے کہ ان چیزون کا عشر بزور لے اور ترکہ سے لیا جاسکتا ہے وَیَجِبُ مَعَ الدَّیْنِ وَفِیْ اَرْضٍ صَغِیْرٍ وَمَجْنُوْنٍ وَمُکَاتَبٍ وَمَاْذُوْنٍ وَوَقْفٍ اور واجب ہوتا ہے یہہ عشر باوجود قرضداری کے اور لڑکے کی زمین مین اور مجنون کے اور مکاتب کی اور ماذون کی اور وقفی زمین

ہم زمین کی ملک وجوب عشر کے لئے شرط نہین بلکہ پیداوار کی ملک شرط ہے اسلئے کہ عشر پیداوار مین ہے زمین مین نہین تو زمین
کا مالک ہونا اور نہونا دونو برابر ہین اور زمین وقفی مین عشر اس صورت مین ہے کہ اہل وقف نے اوسکو بویا ہو کذا فی الشامی
مختصراً وتسميته زكوة مجاز اور عشر کو زکوة کہنا مجازا ہے ہم ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے عنایہ سے اور نہر مین اسی کی تقویت کی ہے
لیکن عنقریب اسباب مین کچھ گفتگو ہو چکی ہے لا فی ما لا يقصد به استغلال الارض مگر اون چیزون مین عشر نہین کہ زمین
کے محاصل مین مقصود نہون نحو حطبٍ وقصبٍ فارسيٍ جیسے لکڑی اور نے ہم قصب لغت مین نبات سا قدار گرہ والی کو کہتے
ہین اور فارسی کے لفظ سے احتراز ہوگیا گنے اور قصب الذریرہ سے جسکو قصب السنبل کہتے ہین کیونکہ ان دونو مین عشر ہے کما فی الجوہرة
اور معراج مین ہے کہ گنے کے رس مین عشر نہوگا کہتے ہین کذا فی الشرنبلالیہ وحشيشٍ وتبنٍ اور جیسے گھاس ہرا اور سوکھا ہم فتح مین کہا
مگر اتنی بات ہے کہ اگر اوسکو کاٹ لیا دانہ کے انعقاد سے پہلے تو اوسمین عشر واجب ہے کیونکہ وہی مقصود ہوگیا اور ایک روایت امام
محمدؒ سے ہے کہ سوکھی گھاس مین عشر ہے کذا فی الشامی وسعفٍ وصمغٍ وقطرانٍ وخطميٍ واشنانٍ اور جیسے کھجور کے پتے
اور جیسے گوند اور قطران جو ایک درخت کا عصارہ ہے اور خطمی اور اشنان وشجر قطنٍ وباذنجانٍ اور جیسے کپاس کا درخت
اور بینگن کا درخت ہم یعنی ان دونو کے درختون مین عشر نہین بلکہ خود کپاس اور بینگنون مین عشر ہے کذا قاله الطحطاوی وبذر بطيخٍ
وقثاءٍ وادويةٍ كحلبةٍ وشونيزٍ اور جیسے تربوز کے بیج اور ککڑی کے اور جیسے دوائیان مثل میتھی اور کلونجی کے ہم کیونکہ تخم
سے مقصود ترکاریان ہوتی ہین اور اونمین عشر لازم آتا ہے خود تخم مقصود نہین ہین خانیہ مین ہے کہ دواؤن مین عشر نہین ہے
جیسے کیلہ اور ہلیلہ اور کندر مین کذا قال الشامی حتى لو اشغل ارضه بها يجب العشر یہان تک کہ اگر زمین کو انہین چیزون
مین لگا دیا تو عشر واجب ہوگا ہم یعنی اگر کوئی شخص زمین کو بانس اور گھاس وغیرہ کے واسطے رکھتا ہو محاصل کے لئے اور اوسکو
کاٹتا ہو اور بیچتا ہو تو اوسمین عشر ہوگا کذا فی غاية البيان والبدائع اور شرنبلالی مین کہا کہ بیچنا کچھ شرط نہین اسلئے قاضیخان نے
مطلق رکھا یعنی بیچنے کی قید نہین لگائی کذا فی الشامی ويجب نصفه فی مسقی غربٍ ای دلوٍ كبيرٍ ودالية ای دولاب
لكثرة المؤنة اور نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہے اوس زمین کی پیداوار مین جو چرس سے پانی دی گئی ہو یا رہٹ سے بسبب
زیادتی محنت کے ہم یہہ وجہ ہے نصف العشر لازم آنیکی وفی كتب الشافعية او سقاه بماءٍ اشتراه اور کتب شافعیہ مین مذکور
ہے یا اس صورت مین کہ پانی مول لیکر دیا ہو اور یہہ ہماری قواعد کے مخالف نہین ہے یعنی اس صورت مین حنفیون کے نزدیک بھی بیسوان حصہ
لیا جاویگا کذا فی الشامی ولو سقی سيحاً وبآلةٍ اعتبر الغالب اور اگر پانی دیا اوسکو نہر سے اور کسی آلہ سے یعنی چرس وغیرہ سے تو
اعتبار کیا جاویگا اکثر کا ہم یعنی اگر اکثر چرس سے پانی دیا ہوگا تو بیسوان حصہ لیا جائیگا اور اگر باران سے یا نہر سے دیا ہوگا تو دسوان حصہ کذا
فی الزیلعی ولو استويا فنصفه اور اگر دونو طرح پانی دینا برابر ہو تو نصف عشر ہے کیونکہ زیادتی مین شک واقع ہوا اور شک سے لزوم
نہین ہوتا وقيل ثلثة ارباعه اور ایک قول یہہ ہے کہ تین ربع عشر کے اس صورت مین لازم ہین ہم غاية البيان مین کہا کہ یہی قول ہے ائمہ
ثلثہ کا کہ نصف نصف دونو طریقون کا لیا جاوے یعنی چونکہ آدہی زمین سینچی گئی تو دسوین حصہ کا آدہا لازم ہوا اور آدہی دولابی تو بیسوین حصہ کا
آدہا لازم ہوا اسلئے تین ربع عشر کے ہوئے اور زیلعی نے روایت اول یعنی لزوم نصف عشر کو ترجیح دی ہے ہم سوائم پر قیاس کرکے جس
صورت مین آدہے برس گھر سے گھاس ملا ہو کذا فی الشامی بلا رفع مؤنٍ ای كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر
فی كل الخارج عشر اور نصف عشر لیا جاوے بدون مجرا کرنے اخراجات کھیتی کے اور بغیر نکالنے بیج کے اسلئے کہ علماء نے تصریح کی ہے عشر کی
کل پیداوار سے ہم یعنی عشر اول صورت مین اور نصف عشر دوسری صورت مین جو لازم ہے تو کل مین سے لازم ہے کچھ بغیر جدا کرنے مزدوری

گئی ہے بوجہ صحیح بیان کے اوپر مصارف کی کچھ جدا لگایا اور اجرت محافظہ وغیرہ کی کذا فی الدر ویجب ضعفہ فی ارض عشریۃ للتغلبی
مطلقا اور واجب ہے دونا عشر یعنی بیسواں حصہ اوس عشری زمین میں جو تغلبی کی ہو ہر صورت میں ہم بنی تغلب قوم نصاری ہیں کہ
حضرت عمر سے صلح ہو گئی بات پر ٹھہری تھی کہ مسلمانوں کا دونا اون سے لیا جاوے مطلقا کہنے کہا کہ علمانے فرق نہیں بیان کیا زمین کے
اور اوس سے پانی دینے یا نہر کے پانی دینے میں اور مقتضا صلح کا جو قائم ہوئی یہ ہے کہ مسلمانوں کی نسبت اونسے دوچند لیا جاوے ہر صورت
میں ولو کان طفلا او مجنونا او اسلم او ابتاعھا من مسلم اگرچہ تغلبی لڑکا ہو یا مجنون ہو یا اسلام لے آیا یا زمین خرید کی ہو مسلمان
سے یعنی تغلبی اگر مسلمان ہوا تو اوسکے پاس جو زمین تضعیفی موجود ہے طرفین کے نزدیک تضعیفی رہتی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک
عشری ہو جاتی ہے اور یہی حال ہے جب خریدا ہو اوس سے کسی مسلمان نے اور اگر خریدا تغلبی نے عشری زمین کو کسی مسلم سے تو شیخین
کے نزدیک تضعیفی ہو جاویگی اور امام محمد کے نزدیک عشری باقی رہیگی کذا فی الحلبی او ابتاعھا منہ مسلم او ذمی لان التضعیف
کالخراج فلا یتبدل یا خریدا زمین کو تغلبی سے کسی مسلمان نے یا ذمی نے اس جہت سے کہ تضعیف خراج کی مانند ہے پس متبدل نہ ہوگی
یعنی جب تضعیفی زمین تغلبی سے خریدی تو بالاتفاق تضعیفی رہتی ہے کذا فی الحلبی اور شرا کا ذکر بنا بر کثرت ہے ورنہ سب انتقالات میں یہی
حکم ہے اسمعیل من البرجندی اور عدم تبدل خراج بالاتفاق ہے اور تضعیف میں امام ابو یوسف کا اس صورت میں خلاف ہے کہ تغلبی مسلمان
ہو جاوے یا اوس سے کسی مسلمان نے خریدی ہو کیونکہ وہ عشری ہو جاتی ہے جیسا پہلے بیان کر چکے کذا فی الحلبی واخذ الخراج من
ذمی غیر تغلبی اشتری ارضا عشریۃ من مسلم وقبضھا منہ للتنافی اور لیا جاویگا خراج اوس ذمی سے جو تغلبی نہو اور
خریدا ہو زمین عشری کو مسلمان سے اور قبض کیا اوسکو کیونکہ عشریت اور کفر میں منافاۃ ہے ہم ذمی سے خراج لینا اس صورت میں مذہب
شیخین کا ہے اور امام محمد کے نزدیک عشری ہی رہیگی اور غیر تغلبی کی قید اسواسطے لگائی کہ عشر اوسپر مضاعف ہو جاتی ہے شیخین کے نزدیک
اور قبضہ کی قید اسلئے لگائی کہ خراج واجب نہیں ہوتا مگر زراعت کی قدرت سے اور زراعت پر قدرت نہیں حاصل ہو سکتی بدون قبض کے
اور کفر منافی ہے عشر کے اسلئے کہ عشر میں معنی عبادت کے ہیں حاصل یہ ہے کہ زمین عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی اور مشتری یا
مسلم ہوگا یا ذمی یا تغلبی پس جب مسلمان خریدے عشری یا خراجی کو تو بدستور اپنے حال پر رہتی ہے یا خریدے تضعیفی کو تب طرفین کے نزدیک
بدستور رہتی ہے اور امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ عشری ہو جاویگی اور جب تغلبی خریدے خراجی کو تو خراجی رہیگی اور تضعیفی کو خریدے تو تضعیفی
رہیگی اور اگر عشری کو کسی مسلمان سے خریدے تو تضعیفی ہو جاویگی شیخین کے نزدیک برخلاف قول امام محمد کے اور جب خریدے
ذمی غیر تغلبی خراجی یا تضعیفی کو تو بدستور رہیگی اور اگر عشری خریدے تو خراجی ہو جاویگی اگر ٹھہرے اوسکی ملک میں امام اعظم
کے نزدیک کذا قالہ الشامی واخذ العشر من مسلم اخذھا منہ ای من الذمی بشفعۃ لتحول الصفقۃ الیہ اور لیا جاویگا
عشر مسلمان سے کہ لیا ہو زمین عشری کو ذمی سے شفعہ کی وجہ سے اسلئے تبدل عقد کے ذمی سے طرف مسلمان کے ہم یعنی گویا کہ مسلمان
نے مسلمان سے لیا ذمی کا واسطہ بیچ میں سے اوٹھ گیا کذا فی البحر وغیرہ او ردت علیہ لفساد البیع اور زمین رد کی گئی مسلمان پر بیع کی فساد
کے سبب سے ہم اور صورت عقد یہ ہے یعنی جبکہ خریدا اوسکو ذمی نے مسلمان سے بشرط فاسد پھر وہ زمین بجہت شرا فاسد ہونے کے رد کی گئی مسلمان پر تو وہ زمین عشری ہوگی
بدستور بحر میں کہا ہے کہ رد اور فسخ کی جہت سے بیع کان لم یکن ہو گئی اسلئے کہ حق مسلمان کا یعنی بائع کا اسطرح کی بیع سے منقطع نہیں ہوا
کہ مثل استحقاق پھر لینے کا اوسکو ثابت ہے او بخیار شرط او رویۃ کی گئی ہو خیار شرط کی وجہ سے ہم یعنی جس صورت میں کہ بائع کو خیار تھا
جیسا قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں قید لگائی ہے اسلئے کہ خیار بائع کا منع کرتا ہے زوال ملک کو قالہ الشامی او ردت بعیب مطلقا
یا رد کی گئی ہو بخیار رویت ہر حال یعنی برد و قضاء قاضی سے ہو یا بغیر اوسکے کذا فی الشامی او عیب بقضاء یا رد کی گئی بجہت عیب کے

کاشتی کے حکم سے ہم تو ان پانچون صورتون مین مسلمان کے عشر لیا جائیگا دلو تبدیل بحیث خراجیۃ لا تعاد الی العشر ہو اور اگر سکنیٰ مین ہو تو ذمی کی تو بہمنگی خراجی ہو اسلئے کہ یہہ آفاالہ ہونہ فسخ یعنی آفالسیہم جدید ہو کیونکہ یہ غیر متعاقدین کے حق مین کذا فی الشامی وعاشیۃ خراجیۃ من دار یجعلت بستانا اوسکی ہوا

ان کانت للذمی مطلقا اور لیا جاوی خراج گہر سے کہ بنالیا ہو اوسکو باغ یا کہیت اگر وہ گہر ذمی کا ہو ہر صورت مین ہم یعنی عشر کے پانی سے سینچا ہو

ہو یا خراج کے پانی سے اسلئے کہ ذمی خراج کے لائق ہے نہ عشر کے کذا فی البحر او للمسلم وقد سقاها بماء الخراج یا وہ گہر مسلمان کا ہو لیکن مسلمان نے

اوسکو پانی دیا خراج کے پانی سے اسواسطے کہ مسلمان راضی ہوا خراج کے ادا پر اسوجہ سے کہ اوسنے خراج کا پانی اپنے کہیت کو دیا ہم خراج کا پانی یعنی

وہ نہرین کہ عجمیون نے کہودی جیسے گنگا اور جمنا کی نہرین اور ماء سیلی مانند ہے سیحون و جیحون و دجلہ و فرات برخلاف قول امام محمدؒ کے اور عشر کا

پانی مینہ اور کوان اور چشمہ اور وہ دریا جو کسی کے تحت مین نہو کذا فی الملتقی و شرحہ عتابی نے اشکال کیا تہا کہ یہان مسلمان پر خراج لگانا ابتداءً

لازم آتا ہے شارح نے اوسکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ ممنوع ہے خراج بجبر لگانا ابتداءً مسلم پر اور یہان مسلمان نے جو کہ خراجی زمین سے

پانی دیا تو خود خراج اختیار کیا جیسا زمین موات کو امام کی اجازت سے درست کرے اور پانی خراج کا دے تو خراج واجب ہوتا ہے کذا قال فی البحر

واخذ عشران سقاها المسلم بمائہ او بہما لانہ الیق بہ اور لیا جاویگا عشر اگر پانی دیا زمین کو مسلمان نے عشر کے پانی سے اور دونو

طرح کے پانی سے اسلئے کہ عشر لائق ہے مسلمان کو کیونکہ اسمین عبادت کے معنی پائے جاتے ہین ولا شیء فی دار و مقبرۃ ولو للذمی اور

کچہہ نہین لازم گہر مین اور مقبرہ مین اگرچہ ذمی کا ہو ہم کیونکہ حضرت عمرؓ نے مساکن کو معاف کر دیا تہا اور اسی پر اجماع ہے صحابہ کا دوسری وجہہ

ہے کہ ان دونو مین نمو اور زیادتی نہین اور خراج کا وجوب نمو کی جہت سے ہے اور اسی قیاس پر مقابر مین زیلعی اور اس بیان سے یہہ ظاہر ہوا کہ

پرانے اور نئے مین کچہہ فرق نہین لیکن علما نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی خراجی زمین کو معطل رکہے تو اوسپر خراج لازم ہے خانیہ مین ہے اگر خراجی زمین

کو خرید کر کے گہر بنایا یا عمارت بنائی تو اوسپر اوس زمین کا خراج لازم ہوگا جیسا اوس صورت مین کہ اوسکو معطل رکہے اور ایسا ہی ذخیرہ

مین ہے پہر کہا کہ فتاوی ابو اللیث مین ہے کہ جب کرین خراجی زمین کو مقبرہ یا کاروان سرائے کے لئے یا گہر فقیر ملک کرنے تو خراج ساقط ہو جاتا ہے انتہی اور یہہ

دوسری روایت شاید کہ مبنی ہے منفعت عامہ پر کذا قالہ الشامی ولا فی جبل قیر ای زفت اور کچہہ نہین رال کے چشمہ مین ہم اسلئے کہ رال یہہ زمین

کا نما یعنی بڑہو تری نہین ہے یعنی زمین سے نہین پیدا ہوتی بلکہ چشمہ ہے جوش مارتا جیسے پانی کا چشمہ تو اوسمین عشر اور خراج نہین کذا فی

البحر و نفط دھن یعلو الماء مطلقا ای فی ارض عشر او خراج اور کچہہ نہین نفط مین کہ ایک روغن ہے جو پانی پر آجاتا ہے کسی صورت

مین یعنی رال وغیرہ زمین عشری مین ہو یا خراجی مین ولکن فی حریمہا الصالح للزراعۃ من ارض الخراج خراج لیکن خراجی زمین کے چشمہ کے

گرد و نواح مین جو صلاحیت کہیتی کی رکہتا ہو خراج لازم ہے لانہا لیتعلق الخراج بالتمکن من الزراعۃ خراج نہین خود چشمہ مین اسلئے

کہ خراج متعلق ہے کہیتی کی قدرت پر ہم یہہ علت ہے الصالح لہا کی اور خراج موظف مین بن سکتی ہے اور خراج مقاسمہ کا حکم مانند حکم عشر کے

ہے کذا قالہ الشامی واما العشر فیجب فی حریمہا العشری ان زرعہ والا لا لتعلقہ بالخارج اور عشر واجب ہے عشری زمین کے

چشمہ کے گرد و نواح مین بشرطیکہ بووے اور نہین تو نہین لازم کیونکہ عشر پیدا وار سے متعلق ہے و یوخذ العشر عند الامام عند ظہور

الثمرۃ و بدو صلاحہا وشرط فی النہر امن فسادہا اور لیا جاویگا عشر امام صاحب کے نزدیک وقت ظاہر ہونے پہل کے

اور وقت ظاہر ہونے اوسکی درستی کے یعنی گدرا ہو جانیکے کذا فی البرہان اور نہر مین شرط کیا ہے کہ فساد سے مامون ہو جاوے ہم جوہرہ مین کہا ہے کہ خلاف

ہے عشر کے وقت مین جو کہیتون اور پہلون مین سے لیا جاتا ہے پس امام ابو حنیفہ اور زفر کہتے ہین کہ اوس وقت لیا جاتا ہے کہ جب پہل ظاہر ہوا اور

خرابی سے محفوظ ہوا اگرچہ کاٹنے کے لائق نہو یعنی اس درجہ کو پہنچے کہ اوس سے انتفاع ہو سکے اور امام ابو یوسف کہتے ہین کہ جب کاٹنے کے

لائق ہوا اور امام محمد کہتے ہین کہ جب کٹ جاوے اور کہلیان لگایا جاوے کذا فی الشامی ولا یحل لصاحبہا ان یاکل من غلتہا قبل

بیچنے کو … نہیں … خراج … کو کہا ہو اور اسکی بیع حرام ہے اور آپ نے ہم بعض نے کہا کہ یہ حکم خراج مقاسمہ کا ہے لیکن خراج موظف تو مسبب
ملک … اسکو … نہیں اور بحر میں کہا ہو کہ خراج موظف میں بھی ایسا ہی ہو اسلئے کہ امام یعنی حاکم کو بھی حق ہے خراج … سکے اور اسکے …
کو مالک کیا جاوے تو … خراج کہاں سے … کذا فی الذخیرہ … نے کہا کہ واقعات میں ہے نقلا عن البزازیہ کہ یہ ادا … کہنا درست نہیں تحمل … اگر سے
خراج سے … ایسا ہی تحمل … اور اگر … کے جب کہ مالک عزم … عشر کا … اور یہ مستحسن ہے کذا فی الشامی ولا یاکل من طعام العشر حتی یودی
العشر وان اکل ضمن عشرہ مجمع الفتاوی اور … ماکولات عشر … کہ ادا کرے عشر اور اگر کھا لیگا تو اوسکو عشر کا ضامن ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی
ہم شرح ملتقی میں مضمرات سے منقول ہے کہ اگر … کے موافق تھوڑا سا کھا لے تو … کچھ لازم نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی
ولا شیء علیہ بتعطیل الخارج للخراج اور مالک کو پہنچتا ہے کہ پیداوار کو روک دے … وصول خراج کے ومن منع الخراج سنتین لا یؤخذ لما مضی
عند ابی حنیفۃ خانیہ اور جس شخص پر خراج چند سال ادا کیا ہو تو گذری برسوں کا خراج نہ لیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک کذا فی النہایہ ہم اور
یہ مسئلہ کتاب الجہاد کے باب الجزیہ میں مع شیء زائد مذکور ہے خانیہ کا یہ قول محمول ہے اوس حالت پر کہ مالک زراعت سے عاجز ہو جیسا دوسری عبارت سے
خانیہ کی معلوم ہوتا ہے کذا فی الشامی مختصرا وفیما من علیہ عشر او خراج اذا مات اخذ من ترکتہ وفی روایۃ لا بل یسقط بالموت والاول
من ظاهر الروایۃ اور خانیہ میں ہے جس پر عشر یا خراج موجب مر جاوے تو اوسکی ترکہ سے لیا جاوے اور ایک روایت یہ ہے کہ نہ لیا جاوے بلکہ موت کی جہت سے
ساقط ہو جاتا ہے اور اول ظاہر الروایت ہے ہم شامی نے کہا کہ ذخیرہ میں ہے کہ نہیں ساقط ہوتا عشر بسبب مرنے دوسرے شخص کے جسکے ذمہ ہے ظاہر الروایۃ میں
اور ابن المبارک نے ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ساقط ہو جاتا ہے پھر دو ورقوں کے بعد ہے کہ ساقط ہوتا ہے خراج اوسکے مرنے سے جسکے ذمہ خراج ہے
جبکہ وہ خراج موظف ظاہر الروایۃ میں اور ابن المبارک نے کہا کہ ساقط ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ بنا بر دونوں روایتوں کے فرق ہے درمیان عشر و خراج
کے اور سقوط میں خراج موظف کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ خراج مقاسمہ ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے ظاہر الروایت میں انتہی فروع مسائل
لمتہ شارح کے تمکن ولو لم یزرع وجب الخراج دون العشر قادر ہوا زمین کا قابض زراعت پر اور نہ بویا تو خراج واجب ہے نہ عشر ہم یعنی خراج موظف
اور خراج مقاسمہ واجب نہیں ہوتا جیسا پہلے گذر چکا اور مصنف بھی باب العشر والخراج میں ذکر کر چکا کذا قالہ الشامی ویسقطان بہلاک الخارج
اور ساقط ہو جاتے ہیں دونوں یعنی عشر اور خراج مقاسمہ پیداوار کے ہلاک ہو جانے سے لیکن موظف اگر کھیتی کٹنے سے پہلے ہلاک ہو جاوے تو ساقط ہو جاتا ہے
اور بعد کٹنے کے نہیں کذا قالہ الحلبی والخراج علی الغاصب ان زرعھا وکان جاحدا ولا بینۃ لربھا اور خراج غاصب کے ذمہ پر
ہے اگر بویا ہو زمین مغصوبہ کو اور وہ غصب سے انکار کرتا ہو اور مالک کے پاس گواہ نہوں ہم خانیہ میں ہے کہ وہ زمین کہ اوسکا خراج مقرر ہے کسی شخص نے اسکو
غصب کر لیا اور غصب کا منکر ہے اور مالک کے پاس گواہ نہیں اگر غاصب نے اوسکو نہیں بویا تو خراج کسی پر نہیں اور اگر غاصب نے بویا اور زراعت
سے زمین ناقص نہیں ہوئی تو خراج غاصب پر ہے اور اگر غاصب غصب کا مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہوں اور زراعت کی وجہ سے زمین میں
کچھ نقصان نہیں آیا تو خراج مالک کے ذمہ ہے اور اگر زمین کو زراعت سے نقصان پہنچا ہو تو امام صاحب کے نزدیک زمین کے مالک پر ہے نقصان جتنا
ہوا بہت کیونکہ گویا اس شخص نے زمین کو اجارہ پر دیا بدلے ضمان نقصان کے غاصب کے ہاتھ اور یہی تفصیل ہے زمین عشری کی غصب میں کذا قالہ الشامی
والخراج فی بیع الوفاء علی البائع ان بقی فی یدہ اور بیع بالوفا میں خراج بائع پر ہے اگر زمین اسکے قبضہ میں رہے ہم بیع الوفا
کا نام بیع الطاعت بھی ہے اسمیں شرط ہوتی ہے کہ مبیع بائع کو پھیر دیجاتی ہے جب وہ ثمن مشتری کو پھیر دے اور اسکا بیان آخر کتاب البیوع میں
آویگا انشاء اللہ تعالی ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اور اگر کھیتی کو بیچا پس اگر کچی
بیچا تو عشر مشتری پر ہے اور اگر بعد پکنے کے تو بائع پر ہے ہم اور یہ شامل ہے اس صورت کو کہ کھیتی کو بیچا اور مشتری نے مالک کی اجازت سے کھیتی کو
… ہو یا … کے نزدیک عشر مشتری پر ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہری کٹی ہوئی کھیتی کی قیمت کے برابر تو بائع پر ہے اور باقی مشتری پر

بھی حال کھیتی کی بیع کا ہے کذا فی الفتح اور اگر کھیت مع کھیتی کے بیچا اور مشتری کے پاس کھیتی اگر استقدر مدت باقی رہی کہ ایسی کھیتی اوسمین آسکے تو خراج مشتری پر ہے نہیں تو بائع پر اور مدت کے اندازہ کے باب مین فتوی تین مہینوں پر ہے اور اگر بیچا اس شرط سے کہ مشتری کے ہاتھ مین ایسی مدت نہ رہے کہ زراعت کر سکے کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو خراج کسی پر لازم نہو گا یعنی کسی کے ہاتھ مین استقدر مدت نہ رہی کہ زراعت کر سکے دونو بری ہین کذا قالہ الشامی والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر اور عشر ایسا جارہ پر دیتے والے کے ہے امام صاحب کے نزدیک جیسا خراج موظف بالاتفاق موجر پر ہے اور کہا ہے صاحبین نے کہ اجارہ لینیوالے پر ہے ہم یعنی اگر زمین کرایہ اجارہ دیا تو عشر امام کے نزدیک موجر پر ہے جو اجرت مین سے جیسا تاتار خانیہ مین ہے اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر فتح القدیر مین ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عشر متعلق پیداوار کے ساتھ ہے اور وہ مستاجر کا ہے اور امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ زمین کا نما جیسا زراعت سے ہوتا ہے ویسا ہی اجارہ سے بھی ہوتا ہے تو یہان اجرت مقصود ہے جیسا پہل تو نما حقیقت مین موجر کے پاس ہے اور وہی مالک بھی ہے تو عشر کے وجب ہونیکے لئے یہی اولی ہے کہ مستعیر مسلم وانت عاریت لینیوالے مسلم کے ہم یعنی جیسا عاریت کی صورت مین کہ اگر کسی مسلمان نے زمین عاریت لی تو مستعیر کے اوپر خراج ہے اور زفر کے نزدیک جاریہ دینیوالے پر ہے کیونکہ جب اوسنے اپنی طرف سے مستعیر کو بخوشی اپنے قائم مقام کیا تو عشر اسی پر لازم ہوا جیسا موجر کا حال ہے ہم کہتے ہین کہ جس نے منفعت زمین کی حاصل کی کہ قائم مقام پیدا وار کے ہوئی بخلاف مستعیر اور مسلم کے قید اسلئے لگائی کہ اگر ذمی عاریت لے تو عشر معیر پر ہے بالاتفاق کیونکہ اوسنے حق عشر کا عاریت لینے کی وجہ سے کھو دیا کذا فی در المختار یعنی اسوجہ سے کہ کافر عشر کا اہل نہین ہے لیکن بدائع مین ہے کہ اگر کافر نے عاریت لی تو صاحبین کے نزدیک عشر اوسکے ذمہ لازم ہوگا اور امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک روایت مین تو ایسا ہی ہے اور ایک روایت مین مالک پر تامل کذا فی الشامی وفی الحاوی بقولھما ناخذ اور حاوی مین ہے کہ صاحبین کے قول کو ہم اخذ کرتے ہین وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھما بالحصۃ اور جو زمین مزارعت پر دیجاوے تو اگر بیج مالک کی طرف سے ہو تو عشر اوسپر ہے اور اگر مزارع کی طرف سے ہے تو دونون پر حصہ رسد ہے ہم واضح ہو کہ عقد مزارعت اسکو کہتے ہین کہ زمین اور بیج اور بیل اور کام مین سے کچھ ایک شخص کا ہو اور کچھ دوسرے کا امام اعظم کے نزدیک مزارعت کی سب قسمین باطل ہین مگر صاحبین کے نزدیک تین قسمین جائز ہین اول یہ کہ زمین اور بیج ایک کے ہون اور بیل اور کام دوسرے کا دوسری یہ کہ زمین ایک کی ہو باقی دوسرے کی تیسری یہ کہ کام ایک کے ذمہ ہو باقی دوسرے کے باقی صورتین صاحبین کے نزدیک باطل ہین تو یہہ تفصیل جو شارح نے بیان کی ہے نہ تو امام صاحب کے قول پر مبنی ہے نہ صاحبین کے اسلئے کہ امام صاحب کے نزدیک عشر مالک پر ہے خواہ بیج اوسکا ہو یا نہو اور صاحبین کے نزدیک دونون پر ہے حصہ رسد اور یہی مذکور ہے اکثر کتب مین تو شارح کو مناسب تھا کہ اکثر کتب کی متابعت کرتا یہہ حال عشر کا ہے اور خراج بالاتفاق مالک پر ہے کذا فی الطحطاوی والشامی و من لہ حظ فی بیت المال وظفر بما ھو موجہ لہ لہ اخذہ دیانۃ اور جسکا حق بیت المال مین ہو اور وہ خوش اسلوبی سے اوسپر قابو پاگیا تو اوسکا لے لینا اوسکو دیانۃ جائز ہے ہم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے حقدار کو پہونچتا ہے لے لینا جہان سے پاوے اگرچہ اوس خاص مد مین سے نہو جو اوسکے واسطے مقرر ہے اور یہہ علما کے ظاہر کلام کے خلاف ہے ورنہ مدون کی چار قسمین کرنے کا کیا فائدہ ہان امام کو البتہ پہونچتا ہے کہ وقت ضرورت ایک مین سے قرض لیکر دوسرے مصارف مین صرف کرے پھر جو قرض لیا اوسکو اوسکی جگہ رکھدے تو یہہ مسئلہ البتہ یون چاہتا ہے کہ دوسری مد مین سے بھی امام کو دیدینا جائز ہے مسئلہ مذکورہ مین اگر حقدار کو اپنے حق پر پہونچنا ممکن ہو تو اوس قسمین او سکا حق ہے دوسری مد سے لینا درست نہین مگر ضرورت کے لئے جائز ہے اسلئے کہ ضرورت مین اگر نہ جائز ہو تو لازم آتا ہے کہ کوئی حقدار کبھی نہ پاتا اپنے حق کو نہ پہونچے کیونکہ بیت المال کی مدات جدی جدی نہین ہوتی بلکہ سب مال کو اکٹھا کر دیتے ہین کذا قالہ الشامی والخلاف مصروف ودیعۃ مات ربھا ولا وارث لنفسہ او غیرہ من المصارف اور جس شخص نے کسی کی ودیعت رکھی پھر مالک مر گیا اور

کو ہی وارث نہین تو اوسکو اپنے نفس پر یا اپنے سوا کسی اور پر صرف کرنا جائز ہے اگر مصرف ہون ھ امام حلوانی نے کہا جب کسی کے پاس ودیعت رکھی ہو اور جسنے
ودیعت رکھوائی تھی یعنی مالک بلاوارث مرگیا ہو تو ودیعت رکھنیوالیکو اپنی ذات پر خرچ کرنا فی زماننا جائز ہے اسلئے کہ اگر اوسکو بیت المال مین دیدیگا
تو ضائع ہوگی کہ منتظم بیت المال واسکے مصارف مین صرف نہین کرتے پس اگر یہہ شخص مصرف زکوٰۃ ہے تو اپنی ذات پر صرف کرے اور اگر مصارف صدقات
سے نہین تو اور کسی پر جو مصرف ہو صرف کرے کذا فی الشامی دَفْعُ النائبۃِ والظلمِ عن نفسِہٖ اولٰی الّا اذا تحمّل حصّتہ باقیھم و دفع کرنا
تاوان اور ظلم کا اپنے نفس سے بہتر ہے مگر اوس صورت مین کہ اوسکا حصہ باقی جماعت پر پڑے ھ نائبہ وہ جو بادشاہ وغیرہ کیطرف سے لازم ہو حق یا ناحق جیسا
قنیہ مین ہے منقول عن البزدوی اور مراد بیان وہ ہے جو ناحق ہو سیواسطے ظلم کو بطور عطف تفسیری کے ذکر کیا اور اوسی مین یہہ بھی ہے کہ شمس الائمہ
خیضری سے منقول ہے کہ اگر کسی جماعت پر کوئی شئی ناحق لگائی جاوے تو بعض کو اونمین سے پہونچتا ہے کہ اپنی ذات پر سے اوسکو دفع کرے جس
صورت مین کہ اوسکا حصہ باقیون پر نہ لگایا جاوے ورنہ بہتر یہہ ہے کہ اپنی ذات پر سے نہ دفع کرے کذا قالہ الشامی وَتَصِحُّ الکفالۃُ بِھا اور نائبہ کی
کفالت جائز ہے ھ نائبہ کی دو قسمین ہین ایک حق ایک ناحق قسم اول جیسے نہر کہدوانا عوام کی منفعت کے لئے اور محلہ کی چوکیدار کی اجرت اور
لشکر کو سامان دینے کے لئے امام جو مقرر کرتا ہے اور مسلمان قیدی جو کفار کے ہاتھ مین اسیر ہین اونکا چھڑانا تو اگر ان اشیا کی ضرورت ہو اور بیت المال
مین کچھ نہو اور لوگون پر اوسکا حصہ بہانٹ دیا جائے تو اس قسم کے نائبہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے دوسری قسم جو ناحق ہے جیسے اس
زمانہ کے تاوان لیس یہہ بھی مطالبہ مین مانند اور دیون کے ہے اور صحت کفالت کے معنی نائبہ ناحق مین یہہ ہین کہ کفیل نے جب اوسکی امر سے
کفالت کی اور روپیہ دیدیا تو مطالبہ اپنے روپیہ کا اوس سے کرسکتا ہے نہ یہہ کہ ظالم کو حق مطالبہ کا کفیل سے ثابت ہوجاتا ہے کذا قالہ الشامی وَیُوجَرُ
مَن قامَ بتوزیعِھا بالعدلِ وان کانَ الاخذُ باطلاً اور ثواب پاتا ہے وہ شخص جو نائبہ کی تقسیم کردے انصاف کی رو سے اگرچہ
لینا باطل اور ناحق ہو ھ یعنی ہر ایک پر بقدر اوسکی طاقت کے تقسیم کردے اسلئے کہ اگر اوسکی تقسیم ظالم کے حوالہ ہوگی تو بہتیرے غربا کے ذمہ
پر طاقت سے زیادہ لگا دیگا تو بیہ ظلم پر ظلم ہوگا اگر کوئی شخص انصاف سے اوسکو تقسیم کردے تو ظلم مین کمی ہوجاویگی اسیواسطے اوسکو اجر ہوگا
اور ایسا آدمی فی زماننا قلیل اکسیر سے ہے قالہ الشامی وھذا یُعرفُ وَلَا یُعرفُ کفًّا لمادۃ الظلمِ اور یہہ مسئلہ سیکہا جاوے اور نہ بتلایا جاوے
واسطے روکنے مادۂ فساد کے ھ مشار الیہ کلام مین مذکور نہین اور اوسکی اصل قنیہ مین ہے اسطرح کہ کہا ابو جعفر بلخی نے جو لگاتا ہے بادشاہ رعیت
پر اونکی مصلحت کے لئے تو جاتا ہے دین واجب اور حق مستحق مثل خراج کے اور ہمارے مشائخ نے کہا کہ جو کچھ امام مقرر کردے لوگون پر انکی مصلحت کے
لئے اون سب کا یہی حکم ہے یہانتک کہ محافظون کو رستون پر معین کرنا اور چوری کی انسداد کے لئے چوکیدار مقرر کرنے اور یہانتک دکانون
اور کوچہ بندی کرنے اور یہہ باب معلوم کرلینا چاہئے اور بتلانا نہ چاہئے فتنہ کے خوف سے یعنی تاکہ حکام کو جرأت زیادہ ستانیکی ہو ضو مین کہتا ہون
کہ اسمین آئی قید اور چاہئے کہ یہہ اوس صورت مین ہے کہ بیت المال مین سقدر روپیہ نہو کہ اس کام کے لئے کافی ہو جیسا باب الجہاد مین
آویگا انشاء اللہ تعالیٰ کذا قالہ الشامی ویجوزُ ترکُ الخراجِ للمالکِ لا العشرِ اور جائز ہے چھوڑ دینا خراج کا مالک کو نہ عشر کا ھ باب الجہاد
مین متن اور شرح مین مذکور ہے کہ اگر بادشاہ یا نائب اوسکا خراج چھوڑ دے زمین والے کو یا بخشدے اگرچہ سفارش ہی سے ہو تو جائز ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور مالک کو حلال ہے اگر مصرف ہو ورنہ اوسکو تصدق کردے اسی پر فتویٰ ہے اور حاوی مین جو راجح کرکے
بیان کیا ہے کہ اگر مصرف نہو تب بھی حلال ہے سو یہہ مشہور کے خلاف ہے اور اگر عشر کو چھوڑ دے تو بالاجماع نہین جائز ہے اور خود اوسکو فقیرون کو دیدے کذا فی السراج
وسیجی تمامہ مع بیانِ بیوتِ المالِ ومصارفِھا فی الجھادِ ونظمھا ابنُ الشحنۃِ فقال اور اسکا بیان مع بیت المال کے اقسام
اور مصارف کی کتاب الجہاد مین آویگا اور اسکو محمد بن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا ہے بیوتُ المالِ اربعۃٌ لکلٍّ • مصارفُ
بیّنتھا العالمونا بیت المال چار قسم ہے ہر ایک کے لئے مصرف جداگانہ ہے کہ انکو علماء نے بیان کیا ہے ھ شرنبلالی نے اپنے رسالہ

بیٹی ذکر کیا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ امام کو چاہئے کہ ہر قسم کا بیت المال جدا رکھے اور انمین ایک دوسری کو نہ ملاوے اور جب امام کو کسی مصرف
کی ضرورت ہو اور اوس مصرف کے خزانہ مین اسقدر نہو جو اس کام کو پورا کر سکے تو دوسری بیت المال سے قرض لیکر کارروائی کرے پھر جب
اوس مصرف کا مال آجاوے تو جس جگہ سے وہ مال قرض لیا اوسکو ادا کرے مگر جس صورت مین کہ مال کا صدقہ ہو یا غنیمت کا خمس لیکر اوسکو
خراج والون پر صرف کیا ہو اور وے فقیر ہون تو کچھ پھیرنا نچاہئے کیونکہ فقیر ہونیکی جہت سے وہ مستحق صدقہ کے ہین کذا قالہ الشامی
﴿ فاولها الغنائم والكنوز * ركاز بعدها المتصدقونا ﴾ چار قسمون مین کا پہلا بیت مال الغنائم والکنوز والرکاز ہے
یعنی اوسکو بیت مال الخمس والمعادن والرکاز کہتے ہین اور رکاز مین الف لام اور عاطف ضرورت شعری کی جہت سے حذف کیا گیا
اور بعد اسکے بیت مال المتصدقین ہے یہہ دوسرا بیت المال ہے اور بہتر یہہ تھا کہ بعدہ کہتا کیونکہ اول کیطرف ضمیر پھرتی ہے مگر یون کہا جاوے
کہ اولہا کا مضاف الیہ مؤنث ہے اس جہت سے گویا اول نے تانیث کا اکتساب مضاف الیہ سے کیا یا یہہ کہ ضمیر غنائم وغیرہ کی طرف پھیری گئی ہے
حاصل یہہ کہ دوسرا بیت اموال المتصدقین ہے یعنی زکوٰة سوائم کی اور اراضی کا عشر اور جو عاشر مسلمان تاجرون سے لیتا ہے کذا
فی الشامی نقلا عن البدائع ﴿ وثالثها خراج مع عشور * وجالية يليها العاملونا ﴾ اور تیسرا خراج ہے مع عشر
بنی تغلب وغیرہم کے اور جزیہ کہ متولی ہوئے ہین اوسکے کارپرداز حاکم کے ہم بدائع مین کہا کہ تیسرا زمینون کا خراج اور جزیہ جو فی کس
مقرر کیا جاتا ہے اور جو بنی نجران سے کپڑون پر صلح واقع ہوئی تھی اور جو صدقہ مضاعف کہ بنی تغلب پر بصلح قرار پایا تھا اور وہ جو عاشر
ذمی تاجرون سے لیتے ہین یا حربی مستامن سے اور شرنبلالی نے اپنے رسالہ مین زیلعی سے یہہ زیادہ کیا ہے کہ ہدیہ حربیون کا اور جو اون
سے بغیر قتال کے لیا جاوے یا کچھہ بسبب مصالحہ واسطے ترک قتال کے لیا جاوے پہلے اس سے کہ لشکر کی اونپر چڑہائی ہو پس عشور سے
مراد وہ ہے جو اہل ذمہ اور مستامنون سے لیا جاتا ہے اس قرینہ سے کہ خراج کے ساتھہ ذکر کیا ہے اور وہ عشر جو مسلمانون سے لیا جاتا
ہے اوسکا ذکر زکوٰة کے ساتھہ بین آچکا دوسری قسم مین اور جالیہ اہل ذمہ ہین کیونکہ حضرت عمر نے اونکو عرب سے جلاوطن کردیا تھا پھر
عرف مین جزیہ کو کہنے لگے ﴿ ورابعها الضوائع مثل ما لا * يكون له اناس وارثونا ﴾ اور چوتھا بیت المال ضوائع یعنی
لقطون کا ہے مانند اون اشیاء کے کہ نہو اونکا کوئی وارث ہم ضوائع جمع ضائعہ کی ہے یعنی لقطہ و قولہ مثل ما لا الخ یعنی مانند اوس ترکہ
کے جسکا کوئی وارث بالکل نہو یا ہو لیکن اوسپر رد نہو سکتا ہو جیسے زوجین مین سے کوئی سا ہو اور ظاہر یہہ ہو کہ ما لا کیون کو بحذف حرف عطف معطوف کہین
ضوائع پر اسواسطے کہ شرنبلالی نے دیت مقتول کی کہ اوسکا کوئی ولی نہو بہی اسی قسم مین شامل کی ہے اور دیت منجملہ ترکہ مقتول کے ہے اور اسیوجہ
سے اوسکا دین اوسمین سے ادا کیا جاتا ہو کذا قالہ الشامی ﴿ فمصرف الاولين اتى بنص * وثالثها حواه مقاتلونا ﴾ پس مصرف
دونو پہلی قسمون کا منصوص ہے قرآن شریف مین مصرف الاولین مین حرکت ہمزہ کی نقل کر کے لام کو دی واسطے ضرورت وزن کے یعنی مصرف قسم
اول کا کہ بیت الخمس ہے مذکور ہو آیہ ﴿ واعلموا انما غنمتم من شيء ﴾ مین اور اوسکا بیان جہاد مین آویگا اور مصرف دوسری قسم کا یعنی بیت الصدقات کا
مذکور ہے آیہ ﴿ انما الصدقات للفقراء ﴾ الخ مین اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور تیسری قسم یعنی خراج الاراضی وغیرہ لیتے ہین اوسکو مقاتل ﴿
ورابعها فمصرفه جهات * تساوى النفع فيها المسلمونا ﴾ اور چوتھی قسم کا مصرف وہ صورتین ہین جن مین نفع سب مسلمانون
کو پہونچتا ہے ہم یہہ موافق ہے اوسکے جو ابن ضیاء نے شرح غزنویہ مین بزدوی سے نقل کیا ہے یعنی یہہ کہ صرف کیا جاوے مسلمانون کے
منافع مین مثل تعمیر پلون اور رباط اور مساجد اور ثغور یعنی اعداء کے روکنے کے ذرہ اور قاضیون اور علماء کے روزینے اور مجاہدون
کی قوت اور ان سب کی اولاد کی قوت مین اور جو اسکے مشابہ ہون لیکن مخالف ہے اوسکے جو ہدایہ اور زیلعی مین ہے یعنی ہدایہ اور
اکثر کتب مین یہہ ہے کہ جو مصالح مسلمین مین صرف ہوتا ہے وہ تیسری قسم کا ہے اور جو چوتھے کا مصرف جو مشہور ہے وہ یہہ ہو کہ لقیط

جو فقیر ہو اور ادر فقرا جنکا کوئی ولی نہو تو اس قسم سے اونکا نفقہ اور دوا اور کفن اور جنایت کا عوض خرچ کیا جاوے جیسا زیلعی وغیرہ مین ہے حاصل یہہ ہے کہ اسکا مصرف عاجز فقرا ہین پس اگر ناظر رابع کو ثالث کی جگہ رکھتا یعنی ورابعہا حواہ عاجزون وثالثہا مصرفہ جہات کہتا تو اکثر کتابون کے موافق ہوتا کذا قالہ الشامی

باب المصرف

ای مصرف الزکوٰۃ والعشر یہہ باب ہے مصرف زکوٰۃ اور عشر کے خرچ کے مواقع کے بیان مین ہے سابق گذر چکا کہ عشر سے مراد منسوب الی العشر ہے یعنی عشر اور نصف عشر اور ربع العشر قہستانی مین ہے کہ جو مصرف عشر کا ہے وہی مصرف صدقۂ فطر اور کفارہ اور نذر اور واجب صدقون کا ہے واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم اور معدن کے خمس کا مصرف مانند غنیمت کے ہے ھ یہہ جملہ اقتصار زکوٰۃ وعشر کی وجہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خمس معدن کا ذکر کرنا اس جگہ مناسب نہین اگرچہ عنایہ اور معراج مین ذکر کیا ہے اور اولے یہہ تہا کہ شارح خمس الرکاز کہتا تا کہ کنز کو بہی شامل ہوتا کیونکہ مصرف مین کنز بہی مثل معدن کے ہے کذا فی الشامی ھو فقیر ھو من لہ ادنی شیء ایک مصرف زکوٰۃ وعشر کا فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جسکے پاس تہوڑا مال ہے ھ فقیر کو مقدم کیا آیت شریف کے اتباع سے اور اسلئے کہ فقر شرط ہے جمیع اقسام مین سوا عامل اور مکاتب اور مسافر کے اور شئے سے مراد نصاب نامی ہے اور ادنی سے مراد اس سے کم اور ظاہر یہہ تہا کہ کہتا لایملک نصابا نامیا لیکن چونکہ تمیز فقیر اور مسکین مین مقصود ہے نہ غنی مین اور فقیر مین اور مسکین کے معنی یہہ ہین کہ اوسکے پاس کچہہ نہو تو اوسکے مقابلہ کی جہت سے فقیر کے یہہ معنی ہوئے کہ اوسکے پاس کچہہ مال ہو کذا فی الشامی مختصرا بتصرف ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ یعنی کم ہو نصاب نامی سے یا غیر نامی نصاب کی برابر ہو اور حاجت مین مشغول ہو ھ حاجت مین مشغول جیسے رہنے کا گہر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور اپنے پیشہ کے آلات اور کتابین جنکو اونکی ضرورت ہو پڑہانے مین یا یاد کرنے مین یا تصحیح مین جیسا زکوٰۃ کے شروع مین بیان اسکا گذرا پس اگر یہہ چیزین مستغرق بحاجت مین تو مالک کو مباح ہے زکوٰۃ کا لینا نہین تو حرام ہے بلکہ اس شخص پر زکوٰۃ کے سوا اور حقوق لازم ہونگے یعنی صدقۃ الفطر اور قربانی اور اپنے قریب محرم کا نفقہ کذا فی البحر وغیرہ ومسکین من لا شیء لہ علی المذھب دوسرا مصرف زکوٰۃ وعشر کا مسکین ہے یعنی وہ شخص جسکے پاس کچہہ نہو بنا بر مذہب صحیح ھ یعنی مذہب یہہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے اور بعض نے اسکے برعکس کہا ہے لیکن پہلا اصح ہے کذا فی البحر اور یہی قول ہے اکثر سلف کا اور عطف سے مفہوم ہوا کہ فقیر اور مسکین دو صنفین ہین مصارف کی اور یہی امام صاحب کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ یہہ دونو ایک ہی صنف ہین کذا فی الشامی عن النہر لقولہ تعالٰی او مسکینا ذا متربۃ بدلیل قول حق سبحانہ تعالٰی کے یا مسکین خاک مین ملا ہوا یعنی اپنی جلد مٹی مین کرنا کہود کر چہپا رکہی ہو کہ قائم مقام آزار کے ہو آزار نہونیکی جہت سے یا اپنے پیٹ کو زمین سے لگا رکہا ہے بہوک کی شدت سے اور آیت شریف سے استدلال اسبات پر موقوف ہے کہ ذا متربۃ صفت کاشفہ ہے احترازی نہین ہے اور اکثر اسکے مخالف ہین یا فی فتح القدیر مین مذکور ہے وآیۃ السفینۃ للترحم اور آیت سفینہ مین مساکین کا اطلاق واسطے ترحم کے ہے ھ جو لوگ فقیر کو زیادہ تنگ حال کہتے ہین وہ آیہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر سے استدلال کرتے ہین کہ اونکی کشتی تہی پہر اونکو مساکین فرمایا اسکا جواب دیا کہ اونکو مساکین ترحما کہا ہے اور دوسرا جواب بہی دیا گیا ہے کہ وہ کشتی اونکی ملک نتہی بلکہ وہ مزدور تہے یا بعاریت تہی کذا فی الفتح اس صورت مین لام واسطے اختصاص کے ہوا نہ واسطے ملک کے کذا قالہ الشامی وعامل یعم الساعی والعاشر تیسری صنف مصرف کی عامل ہے اور یہہ عام ہے ساعی اور عاشر کو ساعی وہ کہ قبائل مین سوائم کا صدقہ لینے کو جاوے اور عاشر وہ جو امام نے عشر وغیرہ لینے کو سڑک پر معین کیا ہو فیعطی ولو غنیا لا ھاشمیا لانہ فرغ نفسہ لھذا العمل فیحتاج الی الکفایۃ والغنی لا یمنع من تناولھا عند الحاجۃ کابن السبیل بحر عن البدائع سو عامل کو زکوٰۃ کے مال مین سے دیا جاوے اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہو اسلئے کہ اوسنے اپنی ذات کو اسکے کام مین لگا دیا پس اسکو

ضرورت سے خرچ کی کہ اوسکو کافی ہو اور غنی کو ضرورت کے وقت اوسکی ممانعت نہین ہے جیسے مسافر کذا فی البحر نقلا عن البدائع ھم یعنی عامل اپنے عمل کی اجرت لیتا ہے اسلیئے اگر زکوۃ ادا کرنے والے امام کو خود ادا کرین تو عامل کو کچھ نہین ملیگا اور اگر ہلاک ہو جاویگا سب مال عامل کا جمع کیا ہوا تب بھی عامل کو کچھ نہ ملیگا لیکن اسمین شبہہ صدقہ ہونے کا ہے بدلیل ساقط ہونے زکوۃ کے مال والون کے ذمہ سے سو اس جہت سے عامل ہاشمی کو لینا حلال نہین کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو میل کے شبہہ سے بھی بچانا چاہیئے اور غنی کو حلال ہے کیونکہ غنی ہاشمی کے رتبہ کو شرافۃ نہین نہین پونہچتا تو اوسکے حق مین شبہہ معتبر نہوا زیلعی علاوہ برین عامل ہاشمی کو لینے سے ممانعت صریح حدیث مین موجود ہے اور نہایہ مین ہے کہ اگر عامل ہاشمی صدقات کے لینے کے واسطے مقرر کیا جاوے اور اوسکو اسمین سے روزینہ دیوین تو اوسکو لینا نہین چاہیئے اور اگر وہ یہہ کام کرے اور روزینہ دوسری جگہ سے دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین بحر مین کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکو اس کام پر مقرر کرنا درست ہے اور اوسکو اجرت صدقات سے لینا مکروہ ہے نہ حرام الخ مراد کراہت تحریم ہے کیونکہ علما اسکو لا یحل سے تعبیر کرتے ہین کذا قالہ الشامی وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة ولو غنيا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية الى ما لا بد منه كذا ذكره المصنف ا ه اس توجیہ کے بیان سے قوی ہوتی ہے وہ روایت جو منسوب ہے واقعات کی طرف کہ علم شرعی کے طالب کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ غنی ہو جب اپنے آپ کو لگا دے پڑہنے پڑہانے مین کیونکہ مشغولی کی جہت سے وہ کسب سے عاجز ہے اور حاجت ضروریات کیطرف ہوتی ہے یہی ذکر کیا ہے مصنف نے ھم یعنی انسان کو بہت سی چیزون کی ضرورت ہوتی ہے اگر زکوۃ لینا اوسکو جائز نہو اور کسب کی فرصت نہین تو جو اوسکے پاس ہے وہ فنا ہو جائیگا پھر وہ محتاج ہو جاویگا اور تعلیم اور تعلم سے باز رہیگا پھر ذہن سست ہو جاویگا اور یہہ خاص مسئلہ مخالف ہے اونکے جو علمانے غنی کو زکوۃ لینا مطلقا حرام کہا ہے اور اس مسئلہ پر کسی نے اعتماد نہین کیا ہے کذا قالہ الطحطاوی شامی نے کہا کہ قول طحطاوی کا ٹہیک ہے اور بہتر ہے کہ طالب علم کو فقیر کی قید سے مقید کرین اور طالب علم فقیہ کو مال زکوۃ وغیرہ کے سوال کے لیئے اجازت ورخصت دیجاوے اگرچہ وہ شخص کسب پر قادر ہو ويعطى العامل بقدر عمله ما يكفيه واعوانه بالوسط یعنی عامل کو اجرت دیجاوے اوسکے عمل کے موافق اسقدر کہ اوسکو اور اوسکے عملہ کو کفایت کرے اوسط مرتبہ پر ھم اسلیئے کہ خواہش نفسانی کا اتباع کہانے پینے مین حرام ہے کیونکہ اسراف ہے اور امام کے ذمہ ہے کہ ایسے آدمی کو بہیجے کہ جو اوسط پر راضی ہووے لكن لا يزاد على نصف ما يقبضه لیکن زر مقبوضہ کے آدہے سے زیادہ نہ دیا جاوے ھم یعنی اگر قدر کفایت تمام مال زکوۃ کو مستغرق ہو تو نصف سے زیادہ نہ دیوین اسلیئے کہ تنصیف عین انصاف ہے کذا فی البحر ومكاتب لغير هاشمي چوتہا مصرف زکوۃ کا مکاتب ہے کہ ہاشمی کا مکاتب نہو کیونکہ جب ہاشمی کے آزاد کیئے ہوئے غلام کو زکوۃ کا مال دینا درست نہین تو مکاتب مین تو کچھہ عبدیت باقی ہے اسکو بطریق اولے دینا جائز نہین اور مکاتب کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے اگرچہ غنی کا مکاتب ہو یا مکاتب کے پاس اسقدر مال جمع ہو گیا ہو کہ اوسکی بدل کتابت کے سوا جو زائد ہو وہ نصاب کو پونہچے کذا فی الشامی ولو عجز حل لمولاه ولو غنيا اور اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو مال زکوۃ کا جو مکاتب کے پاس ہے اوسکے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے غنی ہو ھم اسلیئے کہ مولی کی ملک مین جب آیا کہ پہلے مکاتب کی ملک مین آچکا اسواسطے کہ مکاتب کو تصرف آزادانہ حاصل ہے اور ملک کے تبدل سے احکام بدل جاتے ہین حضرت نے فرمایا تہا کہ صدقة ولنا هدية كذا فی الشامی كفقير استغنى وابن السبيل وصل لماله جسطرح حلال ہے فقیر کو کہ غنی ہو جاوے یا مسافر کو کہ اپنے مال تک پونہچ جاوے ھم یعنی اگر فقیر کے پاس مال زکوۃ کا باقی ہو اور پھر اوسکو غنا حاصل ہو تو جو مال اوسکے پاس موجود ہو اوسکو حلال ہے کیونکہ اعتبار فقر وغنا کا ادا کے وقت ہے اور وقت ادا کے وہ فقیر تہا اور ایسا ہی مسافر کذا فی الشامی سکت

عن المؤلفة قلوبهم لسقوطهم اِمّا بزوال العلّة اور سکوت کیا مصنف نے مولفۃ القلوب کے حال سے کیونکہ وہ ساقط ہوگئے حضرت ابوبکر کی خلافت مین باجماع صحابہؓ یا تو اس جہت سے کہ وجہ اونکی دینے کی نرہی ہم مولفۃ القلوب وہ لوگ کہ اونکی خاطرداری سے مال صدقہ اونکو ملتا تہا اور وہ تین قسم تہے ایک قسم کفار تہے حضرت اونکو اسوجہ سے عطا فرماتے تہے تاکہ ایمان لے آوین اور ایک قسم ایسے تہے کہ دفع ایذا کے لئے اونکو دیتے تہے اور ایک قسم اسلام لائے تہے لیکن ضعیف الایمان تہے حضرت اونکو اسلئے دیتے تہے کہ ایمان پر ثابت رہین غرضکہ ان لوگون کو دینا اسلام کی عزت وغلبہ کے لئے تہا تو جب ایمان رفتہ رفتہ زور پکڑ گیا اونکو دینے کی حاجت بہی نرہی کذا فی الشامی او نُسِخَ بقوله صلى الله عليه وسلم لمعاذ فی اٰخر الامر خُذها من اَغنيائهم ورُدَّها في فقرائهم یا اس جہت سے کہ مولفۃ القلوب کو دینا منسوخ ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے معاذ بن جبل کو آخر امر مین کہ لے صدقہ اون کے اغنیا سے اور روے اون کے فقیرون کو ہم الفاظ اس حدیث شریف کے جیسا فتح مین صحاح ستہ سے منقول مین یہہ ہین فاَعلِمهم انّ الله افترض عليهم صدقة تؤخذ من اغنيائهم فتردّ على فقرائهم الخ اور جن لفظون سے کہ شارحون نے بہ تبعیت ہدایہ نقل کیا ہے سو حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ مین نے کسی سند مین نہین دیکہا الحاصل چونکہ ضمیر فقرائهم کی مسلمین کیطرف پہرتی ہے تو مولفۃ القلوب مین سے کفار کو یا اغنیا کو نہ دینا چاہیئے اور یہہ حدیث اجماع کی سند ہے پس نسخ حضرت کی حیات مین حدیث مذکور سے ہوا جسکو اہل اجماع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تو اسکا ثبوت صحابہ کی نسبت قطعی ہوا کہ کتاب اللہ کے ناسخ ہوسکے اور بحر مین اجماع کی سند اس آیت کو لکہا ہے جسکو حضرت عمرؓ نے وقت انعقاد اجماع کے پیش کیا تہا (قُلِ الحقُّ من ربّكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر) اور اجماع کو ناسخ نہین ٹہرایا اسواسطے کہ بموجب صحیح مذہب کے نسخ نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مین اور اجماع نہین ہوتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسا مصنف نے اسکو منح مین ذکر کیا ہے قاله الشامی ومديون لا يملك نصابًا فاضلًا عن دينه پانچوان مصرف زکوۃ کا مدیون ہے کہ اوسکے پاس دین کی مقدار سے زیادہ اسقدر مال نہو کہ نصاب کو پہونچے ہم شامی نے کہا کہ آیت شریف مین جو غارم کا ذکر ہے اوس سے مراد مدیون ہے وفی الظهيرية الدفع للمديون اولى منه للفقير اور ظہیریہ مین ہے کہ مدیون کو دینا فقیر کی نسبت زیادہ مناسب ہے کیونکہ اوسکو احتیاج زیادہ ہے وفی سبیل الله وهو منقطع الغزاة چہٹا مصرف زکوۃ کا خدا کی راہ مین صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہین مل سکتے فقر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہونے سے تو اونکو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہون اسلئے کہ اگر کسب مین مشغول ہونگے تو جہاد سے رہ جائینگے کذا فی قہستانی وقيل الحاج اور ایک قول یہہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد منقطع الحاج ہے یعنی جو لوگ کسی وجہ سے قافلہ مین نہین مل سکتے اور حاج اگرچہ مفرد ہے لیکن بمعنی حجاج ہے اور یہہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف کا اور مصنف نے اسکو اختیار کیا ہے کنز کے اتباع سے غایۃ البیان مین ہے کہ یہی اظہر ہے اور اسبیجابی نے کہا کہ یہی صحیح ہے وقيل طلبة العلم اور کہا گیا ہے کہ مراد فی سبیل اللہ سے طالب علم ہین کذا فی الظهيرية والمرغيناني وفسّره في البدائع بجميع القرب اور بدائع مین فی سبیل اللہ کی تفسیر کی ہے کل تقربات اور خیرات سو داخل ہے اسمین ہر شخص کہ خدا تعالی کی طاعت مین اور سبیل خیرات مین سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو کذا فی الشامی وثمرة الاختلاف في نحو الاوقاف اور اختلاف کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اوقاف وغیرہ مین ہم یعنی اختلاف حکم مین نہین اسلئے کہ بشرط احتیاج ان سب کو دینا جائز ہے خواہ غازی ہون خواہ حاجی خواہ طالب علم مگر اختلاف لفظی ہے کہ اگر کوئی وقف کرے فی سبیل اللہ یا وصیت کرے یا نذر کرے تو کیا مراد ہونی چاہیئے کذا قاله الشامی بتصرف وابن السبيل وهو كل من له مال لا معه ساتوان مصرف مسافر ہے یعنی وہ شخص کہ اوسکی ملک مین مال ہے لیکن اوسکے ساتہ نہین ہم یعنی وہ شخص مسافر ہو یا اپنے وطن مین اسطرح ہو کہ اوسکا قرضہ لوگون کے ذمہ ہو اور اوسکے لینے پر قادر نہو کما فی النهر

عن النقایہ اور فتح القدیر مین کہا ہے کہ ابن السبیل کو قدر حاجت سے زیادہ لینا جائز نہین اور اولے یہہ ہے کہ قرض لے اگر قدرت ہو لیکن لازم
نہین اور نہ بچے ہوئے کا صدقہ کرنا واجب ہے جب اوسکو اپنے مال پر قدرت ہو بخلاف فقیر کے کہ اوسکو حاجت سے زیادہ لینا بھی درست ہے
قالہ الشامی ومنہ مالو کان مالہ مؤجلًا او علی غائبٍ او معسرٍ او جاحدٍ ولو لہ بینۃ فی الاصح اور اسی قسم مین شامل ہو اگر
ہو اوسکے پاس مال اور ہو ہر کسی شخص غائب کے ذمہ یعنی اگرچہ نقد ہی ہو یا مفلس پر یا منکر پر اگرچہ اوسکے پاس گواہ بھی ہون اصح روایت پر ہم
یعنی اگر مال موجل ہو اور اوسکو نفقہ کی ضرورت ہو تو بقدر کفایت اوس مدت مقررہ کے لئے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے کذا فی النہر عن الخانیہ اور
اگر مفلس پر اسکا دین آتا ہے تو اصح اقوال مین زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ بمنزلہ مسافر کے ہو اور اگر مدیون اقرار کرتا تو اگر ہو تو نہین جائز کما فی
الخانیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر کسی عورت فقیرہ کو کہ اوسکا مہر اوسکے خاوند کے ذمہ بقدر نصاب آتا ہے اور خاوند مالدار ہے اسطرح
کہ اگر عورت مانگے تو دیدے تو عورت کو زکوٰۃ لینی جائز نہین اور اگر جانے کہ مانگنے پر نہ دیگا تو جائز ہے بحر مین کہا کہ مہر سے مراد مہر معجل ہے
اور اخذ زکوٰۃ سے مانع نہین کذا قالہ الشامی والباقی فیہ یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم ولو واحدًا من ای صنفٍ کان
زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان سب اقسام مین صرف کرے یا بعض مین اگرچہ ایک ہی شخص ہو کسی قسم کا لان الجنسیۃ
تُبطِل الجمعیۃ اسلئے کہ الف لام جنسی جمع کے معنون کو کہو دیتا ہے ہم حلبی نے کہا کہ یہہ علت ہے ایک فرد پر اقتصار کرنیکی اقسام سبعہ مذکورہ
مین سے لیکن جمیع اقسام سے بعض اقسام پر اقتصار کرنیکی وجہ یہہ ہے کہ مراد آیت شریف مین بیان اون اصناف کا ہے جنکو دینا جائز
ہے نہ اونکی تعیین کذا فی البحر وشرط الشافعی ثلثۃً من کل صنفٍ اور امام شافعی نے شرط کیا ہے کہ مزکی ہر قسم مین سے تین
تین شخصون کو دیوے وبشرط ان یکون الصرف تملیکًا لا اباحۃً کما مر اور شرط ہے کہ دینا زکوٰۃ کا بطور تملیک کے ہو نہ بطور
اباحت کے جیسا گذرا اول کتاب الزکوٰۃ مین اور فرق تملیک و اباحت مین مترجم نے اوس جگہ بیان کیا ہے لا یصرف الی بناء
نحو مسجدٍ خرچ نکرے زکوٰۃ مسجد وغیرہ کی بنا مین ہم مثل مسجد سے مراد پل اور سبیل اور سڑک اور نہر اور حج اور جہاد اور جو اس
قسم کی چیزین ہون کہ جسمین تملیک نہو کذا قالہ الشامی عن الزیلعی ولا الی کفن میتٍ اور نہ خرچ کرے میت کے کفن مین ہم اسلئے
کہ میت مین معنون تملیک کا نہین بن سکتا اسیواسطے اگر میت کو کوئی درندہ کہا جاوے تو کفن کفن دینے والے کا ہوگا نہ وارث
کا کذا فی النہر وقضاءِ دینہ اور میت کے دین کے ادا کرنے مین نہ صرف کرے ہم اسواسطے کہ زندہ کا دین ادا کرنا مدیون کی
تملیک کو مقتضی نہین مثلًا اگر آپسمین دائن اور مدیون مان لیوین کہ دین ذمہ پر نہین تو ادا کرنیوالا اپنے دیا ہوا دائن سے
پہیر سکتا ہے اور مدیون اوسکو نہین لے سکتا جب زندہ کا دین ادا کرنا تملیک نہوا تو مردہ کا بطریق اولے نہوگا کذا فی الشامی
اما دین الحی الفقیر فیجوز لو بامرہ لیکن دین زندہ محتاج کی طرف سے ادا کرنا جائز ہے مال زکوٰۃ سے اگر اوسکی اجازت
ہو ہم یعنی اسوجہ سے کہ دینے والے نے فقیر کو مالک کردیا اور دائن نے فقیر کی طرف نیابۃً قبض کر لیا پھر اپنے دین مین مجرا کر لیا
کذا فی الفتح ولو اذن فمات فاطلاق الکتاب یفید عدم الجواز وھو الوجہ نہر اور اگر فقیر اجازت دیکر مرگیا تو اطلاق
کتاب قدوری کا مفید ہے عدم جواز کو اور یہی وجہ ہے کذا فی النہر ہم کتاب سے مراد ہدایہ یا قدوری کیونکہ دونون نے دین میت کو
مطلق رکہا یعنی امر کی قید نہین لگائی اور اصل بحث ابن ہمام کی ہے ہدایہ کی شرح مین کہ کہا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قصد سے
کسی زندہ کا دین ادا کرے یا مردہ کا اوسکے امر سے تو جائز ہے اور ظاہر خانیہ کا بھی اسیکے موافق ہے لیکن ظاہر اطلاق کتاب
کا مفید ہے عدم جواز کو میت مین ہر حال مین اور خلاصہ سے بھی ظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کہا ہے اگر ادا کرے دین زندہ
کا یا مردہ کا بغیر اذن زندہ کے تو نہین جائز ہے پس زندہ کو مقید رکہا اور مردہ کو مطلق اور وہو الاوجہ سے یہہ غرض کہ زکوٰۃ مین

تملیک ضروری ہے اور صرف امر کرنے سے تملیک نہین ہوتی کیونکہ مامور نے قبضہ کیا اوسوقت مدیون مردہ ہے تملک کے لائق نہین حالانکہ
مامور کے قبض کے وقت اوسکا تملک کے لائق ہونا چاہیئے کذا ذکرہ الشامی ولا الی ثمن ما ای قن لیعتق اور نہین جائز صرف کرنا زکوۃ کا
قیمت مین اوس غلام کی جو آزاد ہوگا ھم یعنی زکوۃ کے مال سے غلام خریدکر آزاد کرے تو زکوۃ ادا نہوگی یا اپنے باپ کو مثلاً زکوۃ کی نیت
سے خریدے تب بھی زکوۃ ادا نہوگی لعدم التملیک وھو الرکن بسبب نہونے تملیک کے اور یہی جزو اعظم ہے یہہ علت ہے سب
مسائل مذکورہ کی قالہ الشامی وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء اور ہم پہلے بیان
کر چکے کہ حیلہ زکوۃ کی درستی کے لئے یہہ ہے کہ کسی فقیر کو زکوۃ دے اور یہہ کہدے کہ امورات مذکورہ مین اپنی طرف سے صرف
کردے کہ اوس شخص کو زکوۃ کا ثواب ہوگا اور فقیر کو ثواب اوس خیرات مین صرف کرنے کا کذا فی البحر وھل لہ ان یخالف امرہ
لم ارہ والظاھر نعم رہی یہہ بات کہ فقیر کو زکوۃ دینے والے کے امر کی مخالفت جائز ہے یا نہین مین نے اس مسئلہ کو کہین نہین
دیکھا اور ظاہر یہہ ہے کہ مخالفت یونہی ہے اسلئے کہ فقیر مذکور جب مالک ہوگیا تو اپنی ملک مین جو چاہے سو کرے کذا فی النہر ولا الی
من بینھما ولاد اور نہ اوس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کہ اوس مین اور دینے والے مین قرابت توالد کی ہو ھم اسلئے کہ
منافع املاک کے آپسمین ملے جلے مین تو تملیک پوری پوری نہوگی کذا فی الہدایہ اور ولاد شامل ہے سب اصول کو یعنی مان باپ دادا
دادی نانا نانی وغیرہم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے اور یہی حکم ہے
ہر صدقہ واجبہ جیسے فطرہ نذر کفارہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے کذا فی البدائع ماں باپ کے لئے حیلہ کرنا اسطرح کہ زکوۃ
کا مال کسی فقیر کو دیدے اور کہے کہ اونپر صرف کردے مکروہ ہے کما فی القنیہ اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ یہہ مسئلہ مشہور ہے
اور اکثر کتابون مین مذکور ولو مملوکا لفقیر اگرچہ ولاد والا مملوک کسی فقیر کا ہو یعنی اوسکو زکوۃ دینا تب بھی ناجائز ہے او بینھما
زوجیۃ ولو مبانۃ یا دینے والے اور لینے والے مین رشتہ زوجیت کا ہو اگرچہ زوجہ الگ کی ہوئی ہو یعنی عدت مین ہو اگرچہ تین
طلاق کی عدت ہو کذا فی النہر عن معراج الدرایہ وقالا تدفع ھی لزوجھا اور صاحبین کہتے ہین کہ عورت دیسکتی ہے اپنے خاوند
کو بسبب فرمانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن مسعود کی زوجہ کو جب اونہون نے اپنا زیور دینا چاہا کہ تیرا خاوند اور
اولاد زیادہ مستحق ہین کذا فی الطحطاوی ولا الی مملوک المزکی اور نہین جائز زکوۃ دینا اپنے مملوک کو ھم یا ایسے ناطہ والے
کے مملوک کو جن مین قرابت ولاد یا زوجیت کی ہو کیونکہ بحر اور فتح مین کہا ہے کہ اپنے بیٹے کے مکاتب کو دینا جائز نہین جیسا اپنے
بیٹے کو نہین جائز شرنبلالیہ ولو مکاتبا او مدبرا اگرچہ مملوک مکاتب ہو یا مدبر ھم یعنی اس وجہ سے کہ عبد اور مدبر مین تو تملیک
نہوئی کہ وہ لیاقت مالک ہونیکی نہین رکھتے اور مکاتب کے کسب مین مولے کا حق ہے کذا فی الزیلعی ولا الی عبد اعتق
المزکی بعضہ اور نہین جائز زکوۃ دینا اوس غلام کو کہ مزکی نے اوسکے بعض کو یعنی نصف یا چوتھائی وغیرہ کو آزاد کیا ہو سواء
کان کلہ لہ او بینہ وبین ابنہ فاعتق الاب حظہ معسرا لا یدفعہ لانہ مکاتبہ او مکاتب ابنہ برابر ہے
کہ ہووے غلام تمامہ مزکی کا یا مشترک ہو اوسمین اور اوسکے بیٹے مین پھر آزاد کیا باپ نے اپنا حصہ بحالت مفلسی سو مزکی
ایسے غلام کو زکوۃ نہین دیسکتا اسلئے کہ وہ یا اوسکا خود کا مکاتب ہے یا اوسکے بیٹے کا ھم کیونکہ جب غلام تمامہ اوسکا ہے
یا اسمین اور اسکے بیٹے مین مشترک ہے اور باپ توانگر ہے اور بیٹے نے اپنے حصہ کی قیمت کا ضمان باپ سے بھر لیا اور بیٹے
نے غلام سے تو غلام باپ کا مکاتب ہوا کہ جب اوسنے ادا کردے تو آزاد ہو اور اگر باپ مفلس ہے یا توانگر لیکن بیٹے نے
غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ مکاتب بیٹے کا ہوا اور بیٹے کے مکاتب کو بھی زکوۃ دینا درست نہین اور ہمنے جو تقریر کی اس سے

تو واضح ہوا کہ لفظ معسرا کا قید احترازی نہین ہے پھر شارح نے اس غلام کا نام مکاتب رکھا اس جہت سے کہ سعی کرنے مین مشابہ مکاتب کے ہے
قالہ الشامی واما المشترک بینہ وبین الاجنبی فحکمہ علم مما مرّ اور اگر غلام مشترک درمیان مزکی کے اور کسی اجنبی کے ہو
تو اوسکا حکم معلوم ہوا بیان گذشتہ سے ہم تحریر ہین ہی کہ اگر غلام مشترک دو شخصون اجنبیون مین ہو پس آزاد کیا ایک نے اپنا حصہ اور وہ
مفلس ہے اور شریک ساکت نے سعی کرانی اختیار کی تو معتق اوسکو زکوۃ دیسکتا ہے کیونکہ یہہ مکاتب اسکے شریک کا ہوا اور ساکت کو بھی
نہین پہنچتا کہ اسکو زکوۃ دے کیونکہ اوسکا مکاتب ہے اور اگر معتق تو انگر ہو اور ساکت نے معتق سے ضمان لینا اختیار کیا تو ساکت
غلام کو زکوۃ دیسکتا ہے اسلئے کہ یہہ اجنبی ہے اور معتق زکوۃ نہین دیسکتا جب اختیار کرے ضمان دینے کے بعد غلام سے سعی کرانا کیونکہ
اس صورت مین وہ اسیکا مکاتب ہے کذا قالہ الشامی لانہ اما مکاتب نفسہ او غیرہ اسواسطے کہ وہ غلام یا مکاتب اسکا خود کا ہے
یا غیر کا ہم اسکی توضیح بیان گذشتہ سے معلوم ہوسکتی ہے وقالا یجوز مطلقا اور صاحبین کہتے ہین کہ جائز ہے ہر صورت مین ہم یعنی
معتق مالدار ہو یا مفلس اور غلام تمامہ اوسکا ہو یا مشترک درمیان اوسکے اور اوسکے بیٹے کے یا اجنبی کے ہو کذا قالہ الشامی لانہ حر
کلہ او حر مدیون فافہم اسلئے کہ وہ غلام آزاد ہے تمامہ یا آزاد ہے اور قرضدار سو اسکو سمجھ لے ہم تمامہ آزاد ہے یعنی غیر مدیون
جب کہ کل عبد معتق کا ہو یا بعض اوسکا ہو مگر معتق تونگر ہو اور شریک اوس سے ضمان لے چکا ہو اور حر مدیون اوس صورت مین کہ معتق مفلس ہو
اسلئے کہ غلام شریک کے واسطے روپیہ کما دیگا آزاد ہو کر واضح ہو کہ یہہ مسئلے اسپر مبنی ہین کہ امام صاحب کے نزدیک شریک ساکت
کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کرے چاہے مدبر یا مکاتب کرے چاہے غلام سے اپنے حصہ کا روپیہ کموا لے بشرطیکہ آزاد کرنیوالا مفلس ہو
اور اگر وہ مالدار ہو تو شریک مذکور اوس سے تاوان بھی لے سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک مفلسی کی صورت مین بجز غلام سے
کموا لینے کے اور مالداری کی صورت مین بجز آزاد کنندہ سے ضمان لینے کے اور کچھہ اختیار نہین رکھتا چنانچہ کتاب العتق مین آویگا اور
فافہم کا اشارہ اسطرف ہے کہ ہمنے تحریر مطلب کی اسطرح کی کہ جو اعتراض درر مین ہدایہ کی عبارت پر وارد کیا ہے یہان نہین وارد ہوتا
اگرچہ شراح نے تکلف کرکے تاویلین کی ہین جیسا ملاحظہ کتب ہدایہ و درر سے واضح ہے کذا فی الشامی ولا الی غنی یملک قدر
نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ من ای مال کان اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کو کہ مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی
سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو ہم واضح ہو کہ نصابین تین ہین ایک نامی کہ دین سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ وہ تو سبب
مالی چیزون کی وجب کرنیوالی ہے مثل زکوۃ و کفارات وغیرہ کے دوسری نصاب غیر نامی کہ دین اور حاجتون سے زائد ہو اسکے باعث
قربانی اور فطرہ اور محتاج قریبون کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے جیسے مال کی نصاب
نامی کے مالک کو حرام ہے اور ایک نصاب وہ ہے جسکے ہوتے سوال کرنا حرام ہے وہ غذا ایک روز کی ہے اوسکو نصاب کہنا
مجاز شرعی ہے کذا فی الطحطاوی اور تتارخانیہ مین صغرے سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ اوسمین رہتا ہے لیکن اسکی
قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے مین مشغول نہین تو اوسکو لینا صدقہ کا صحیح روایت مین حلال ہے اور اسمین بھی
ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جسکے پاس زمین ہے کہ اوسکو بوتا ہے یا دکان کہ اوسکا کرایہ کہاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اسکا
تین ہزار ہیں اور اوسکے اور اوسکی عیال کے نفقہ کو برس دن کے لئے کفایت نہین کرتا تو اوسکو زکوۃ کا لینا حلال ہے اگرچہ
اوسکی قیمت نقدہ کو وفا کرتی ہو اور اسی پر فتوے ہے اور شیخین کے نزدیک نہین حلال کذا قالہ الشامی کمن لہ نصاب سائمۃ
لا تساوی مائتی درہم کما جزم بہ فی البحر والنہر واقرہ المصنف قائلا وبہ یظہر ضعف ما فی الوہبانیۃ وشرحہا
من انہ تحل لہ الزکوۃ وتلزمہ الزکوۃ الخ جیسا زکوۃ دینا جائز نہین اوس شخص کو کہ اوسکے پاس سوائم کی نصاب ہو

دو سو درہم کی قیمت کو نہ پونہچی ہو چنانچہ اسی پر بحر اور نہر مین جزم کیا ہے اور آپکو مصنف نے ثابت رکہا یون کہکر کہ اس سے ظاہر ہو گیا ضعف اوسکا جو وہبانیہ اور اوسکی شرح مین مذکور ہے یعنی اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اوسکے اوپر زکوۃ دینا لازم ہے انتہیٰ ھم بحر مین کہا ہے کہ نصاب نامی مین داخل ہے پانچ اونٹ پس اگر پانچ اونٹ کا مالک ہو یا کسی اور نصاب کا سوائم مین سے کسی مال مین سے ہو تو اوسکو زکوۃ مین سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ دو سو درہم کو اوسکی قیمت پونہچی یا نہ پونہچے اور ہدایہ کے شارحون نے اسکی تصریح کی ہے کذا قالہ الشامی ولکن اعتمد فی الشرنبلالیۃ ما فی الوھبانیۃ وحرّد وجزم بان ما فی البحر وھم لیکن شرنبلالیہ مین وہبانیہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے اور جزم کیا ہے کہ بحر مین جو مذکور ہے وہ وہم ہے ھم شرنبلالیہ مین کہا ہے کہ جو بحر مین اسکے خلاف مذکور ہے سو وہ وہم ہے پس اس سے متنبہ رہو حالانکہ صاحب بحر نے اسکے مخالف اشباہ ونظائر کے الغاز مین ذکر کیا ہے پس اپنے قول کا آپ ہی خلاف کیا اور مین نے کسی کو نہین دیکہا ہدایہ کے شارحون مین سے کہ بحر کے موافق تصریح کی ہو بلکہ انکی عبارت سے اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے اور اکثر کتابون مین اسکی تصریح کی ہے کہ اعتبار سوائم کی قیمت کا ہے اشباہ اور سراج اور وہبانیہ اور اوسکی دونو شرحون اور ذخائر اشرفیہ اور جوہرہ مین مذکور ہے کہ مرغینانی نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس پانچ اونٹ ہون کہ اونکی قیمت دو سو درہم سے کم ہو تو اوسکو زکوۃ لینا حلال ہے اور اسپر زکوۃ واجب بہی ہے اور اس سے ظاہر ہوا کہ معتبر نصاب نقد کی ہے کسی مال سے ہو وہ مال اپنی جنس کے اعتبار سے نصاب کو پونہچے یا نہ پونہچے انتہی ما قالہ المرغینانی یہہ شرنبلالیہ کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہے شامی مین اسکو زیادہ بسط سے بیان کیا ہے اور بحر کے کلام مین اور اسمین تطبیق کی ہے جو چاہے وہان ملاحظہ کرے ولا الی مملوکہ ای الغنی ولو مدبرا اور نہین جائز زکوۃ دینا غنی کے مملوک کو اگرچہ مدبر ہو ھم اس سے معلوم ہوا کہ فقیر کے مملوک کو دینا جائز ہے کما فی منیۃ المفتی اور مدبر کے حکم مین ام ولد ہے قالہ الشامی عن البحر او زمنا لیس فی عیال مولاہ او کان مولاہ غائبا علی المذھب اگرچہ مملوک اپاہج اپنے مولے کی عیال مین نہو یا مولے اوسکا غائب ہو تب بہی اوسکو زکوۃ دینا درست نہین بنا بر مذہب صحیح کے ھم ذخیرہ مین کہا کہ روایت ہے ابو یوسف سے کہ اوسکو زکوۃ دینا جائز ہے فتح القدیر مین کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ وجہ امتناع کی یہ ہے کہ زکوۃ عبد کی ملک نہین ہوتی بلکہ مولی کی ملک ہوتی ہے اور وہ غنی ہے اور اسکا جواب اعطرم دیا جاسکتا ہے کہ جس صورت مین کہ مولے غائب ہے اور مملوک کسب پر قادر نہین تو ابن السبیل کے درجہ سے تو کم نہین ہے کہ جسکو زکوۃ لینا جائز ہے کذا فی الشامی لان المانع وقوع الملک لمولاہ اسواسطے زکوۃ کا عدم جواز اس جہت سے ہے کہ جو عبد کو دیا جاتا ہے وہ اوسکے مولے کی ملک ہوتا ہے غیر المکاتب والماذون المدیون بمحیط فیجوز غنی کے غلام کو زکوۃ دینا جائز نہین سوا مکاتب کے اور ماذون لہ التجارۃ کے جسپر دین اتنا ہو کہ اوسکے رقبہ اور کسب کو محیط ہو سوا اونکو زکوۃ دینا جائز ہے ھم مکاتب کی وجہ پہلے گذر چکی اور ماذون لہ اس جہت سے کہ اوسکے کسب کا مالک امام صاحب کے نزدیک مولے نہین ہوتا اس صورت مین بخلاف صاحبین کے قول کے قالہ فی البحر ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر اور زکوۃ دینا جائز نہین غنی کے لڑکے نابالغ کو بخلاف بالغ کے ھم یعنی بالغ ہو اگرچہ اپاہج ہو نفقہ کے مقرر ہونے سے پہلے زکوۃ کا دینا بالاجماع جائز ہے اور بعد تقرر کے امام محمد کے نزدیک جائز ہے برخلاف امام ابو یوسف کے اور اسی قیاس پر باقی اقارب ہین اور غنی کی دختر خاوند والی مین اختلاف ہے [illegible] جواز ہے اور یہی قول طرفین کا ہے اور ایک روایت امام ابو یوسف سے کذا فی البحر وابیہ و [illegible] لغفرائہ وطفلہ [illegible] المانع اور بخلاف [illegible] باپ کے [illegible] اوسکی بی بی کے بشرط فقیر ہونے کے اور بخلاف [illegible] صورت کے لڑکے [illegible] اگرچہ اوسکا باپ نہو کذا فی البحر سو ان سب کو زکوۃ دینا جائز ہے [illegible] نہو سکے

مانع کے ھ یہہ سب کی علت ہے یعنی چہوٹا لڑکا غنی گنا جاتا ہے اپنے باپ کی غنا سے بخلاف بڑے لڑکے کے اور باپ اور زوجہ کے اور
اسیطرح لڑکا اپنی مان کے مالدار ہونے سے غنی نہین شمار کیا جاتا ہے حلبی عن البحر و لا الی بنی هاشم اور نہین جائز زکوٰۃ دینا بنی
ہاشم کو ھ جاننا چاہیئے کہ عبد مناف جو چوتہی پشت کا دادا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اوسکے چار بیٹے تہے ہاشم مطلب نوفل
عبدشمس پہر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جنمین سے ایک عبد المطلب ہین باقیون کی نسل منقطع ہوگئی عبد المطلب کے بارہ ہوئے سو زکوٰۃ
ان سب کو دیجا سکتی ہے بشرطیکہ مسلمان اور محتاج ہون مگر اولاد حضرت عباس کی اور حارث کی اور اولاد ابو طالب کی یعنی حضرت
علی و جعفر و عقیل کذا فی القہستانی اور اس سے معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کو بطور اطلاق بیان کرنا نہ چاہیئے اسلیئے کہ تمام بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام
نہین ہے بلکہ بعض پر حرام ہے کذا فی الشامی الا من ابطل النص قرابته و هم بنو لهب فتحل لمن اسلم منهم كما تحل لبني
المطلب مگر اوسکو جائز ہے کہ جسکی قرابت نص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منقطع ہوگئی اور وہ ابو لہب کی اولاد مین پس جو انمین
سے اسلام لے آیا اوسکو زکوٰۃ جائز ہے جیسا حلال ہے مطلب یعنی ہاشم کے بہائی کی اولاد کو ھ نص سے مراد قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
كا لا قرابة بيني و بين ابي لهب فانه آثر علينا الافجرين اور بعض نسخہ مین بنو ابی لهب ہے اور یہی درست ہے کذا قاله الشامي ثم ظاهر
المذهب اطلاق المنع و قول العيني يجوز له دفع زكوته لمثله صوابه لا يجوز نهر ظاہر مذہب یہہ ہے کہ بنی ہاشم
کو مطلقا ممنوع ہے یعنی خواہ بنی ہاشم بنی ہاشم کو دے یا کوئی غیر دے اور ہر زمانہ مین ممنوع ہے اور عینی نے جو کہا ہے کہ جائز
ہے ہاشمی کو کہ زکوٰۃ دیوے اپنے مثل یعنی ہاشمی کو تو صحیح عبارت یہہ چاہیئے کہ نہین جائز ہے کذا فی النہر ھ ابو عصمہ نے امام سے
روایت کی ہے کہ فی زماننا بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اسلیئے کہ زکوٰۃ کا خمس یعنی پانچوان حصہ کا خمس جو بنی ہاشم کا حق تہا وہ
اونکو نہین پہونچتا کیونکہ غنیمت کے اب مین اور اوسکو مستحقین مین صرف کرنے مین لوگ تغافل کرتے ہین اور جب عوض اون کو
نہ پہونچا تو اصل کیطرف رجوع کیا کذا فی البحر اور نہر مین کہا ہے کہ امام ابو یوسف نے جائز رکہا ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو دیوے
اور یہہ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور عینی مین جو یہہ کہا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک درست ہے کہ ایک ہاشمی دوسرے کو زکوٰۃ
دیوے بخلاف امام ابو یوسف کے تو اسمین صحیح لفظ لا یجزی چاہیئے یعنی امام صاحب کے نزدیک ہاشمی کا دوسرے ہاشمی کو
دینا کافی نہوگا کیونکہ امام ابو یوسف تو جواز کے قائل ہین پہر درست ہونے کی صورت مین اون کے خلاف کے کیا معنی ہونگے
اور شارح کے اختصار مین ابہام ہے قاله الشامي عن الحلبي و لا الی موالیهم اے معتقاً بهم فان قنهم اولى اور نہین
جائز زکوٰۃ دینا بنی ہاشم کے آزاد کیئے ہوئے غلامون کو اور جب آزاد کیئے ہوئون کو نہین جائز تو غلامون کو بطریق اولے
نہین جائز کیونکہ غلام کی ملک مولی کی ہوتی ہے لحديث مولى القوم منهم بنی ہاشم کے موالی کو زکوٰۃ دینا جائز نہین بسبب
اس حدیث شریف کے کہ آزاد کیا ہوا کسی قوم کا وہ اونہین مین سے ہوتا ہے ھ اسکو روایت کیا ہے ابو داؤد و ترمذی اور
نسائی نے بلفظ مولى القوم من انفسهم و انا لا تحل لنا الصدقة ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہہ حکم صدقہ کی
حرمت و حلت کے باب مین ہے نہ جمیع وجوہ مین کیونکہ مولی اپنے معتق کا کفو نہین ہوتا اور جب آزاد کیا ہوا کسی مسلمان کا کافر
ہو تو جزیہ لیا جاتا ہے اور تغلبی کے آزاد کیئے ہوئے سے دو چند نہین لیا جاتا کذا فی النہر قاله الشامي وهل كانت تحل
لسائر الانبياء و خلاف و اعتمد في النهر حلها لا قربائهم لا لهم اور باقی انبیاء علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ و السلام
کے لیئے صدقہ حلال تہا یا نہین اسمین خلاف ہے اور نہر مین حلت کو معتمد کہا ہے اون کے اقرباء کے لیئے نہ اونکی خود کے
لیئے و جازت التطوعات من الصدقات و غلة الاوقاف لهم اے لبني هاشم سواء سماهم الواقف اولا

ماهو الحق كما حققه في الفتح اور جائز ہے نفل صدقہ اور آمدنی اوقاف کی بنی ہاشم کو برابر ہے کہ وقف کرنیوالے نے اونکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو یہی حق ہے جیسا فتح القدیر مین اسکو تحقیق کیا ہے ھ شامی نے کہا کہ بحر مین متعدد کتابون سے نقل کیا ہے کہ نفل صدقہ اون کو جائز ہے بالاجماع اور ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ہے اور یہہ کہ تطوع اور وقف مین فرق نہین ہے جیسا محیط اور کافی مین ہے لیکن زیلعی مین اسکے خلاف ہے یعنی صدقہ نفل اونکو بالکل حرام ہے اور فتح مین اسکی تقویت کی ہے اور کہا ہے کہ حق یہہ ہے کہ وقف کو بجاے نفل کے سمجہنا چاہئیے اور حلبی نے اوسکی عبارت طویل نقل کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ وقف بہی بنی ہاشم کو ممنوع ہے مثل نفل کے اور اس سے معلوم ہوتا ہے سقم کلام شارح کا کیونکہ شارح کے کلام کا مفاد یہہ ہے کہ فتح القدیر کا کلام صرف وقف مین ہے اور وقف اونکو حلال ہے لیکن حلبی نے جس نسخہ در المختار سے لکہا ہے اوسمین علی ما ہو الحق سے پہلے اسقدر زیادہ ہے وقيل لا مطلقا تو اس زیادتی سے البتہ عبارت درست ہوجاتی ہے اور بعض نسخون مین یہہ زیادتی معہ مابعد کے ولاتدفع الی ذمی تک ساقط ہے انتہی ما قاله الشامي لكن في السراج وغيره ان سماهم جاز والا لا قلت وقد جعله محشي الاشباه محمل القولين لیکن سراج وغیرہ مین ہے کہ اگر بنی ہاشم کا نام واقف نے لیا ہے تو جائز ہے نہین تو نہین جائز مین کہتا ہون کہ اشباہ کے محشی یعنی صالح غزی مصنف کے بیٹے شارح بیری نے سراج کی عبارت کو دونو قولون کا محل ٹہرایا ہے ھ یعنی جس صورت مین نام لیا ہو تو جائز اور نہ نام لیا ہو تو ناجائز اور وجہ یہہ ہوسکتی ہے کہ جس صورت مین نام نہین لیا تو ہر وجہ سے صدقہ ہوا ہاشمیون کو جائز نہوا اور جب اونکا نام لیدیا تو تبرع اور صلہ ہوا صدقہ نہوا جیسا کہ وقف کیا جماعت اغنیا پر پہر فقرا پر قاله الشامي ثم نقل عن صاحب البحر عن المبسوط وهل تحل الصدقة لسائر الانبياء قيل نعم وهذه خصوصية لنبينا صلى الله عليه وسلم وقيل لا بل تحل لقرابتهم فهي خصوصية لقرابة نبينا اكراما واظهارا لفضيلته صلى الله عليه وسلم فليحفظ پہر محشی مذکور نے بحر الرائق سے اور اوسنے مبسوط سے نقل کیا کہ آیا حلال ہے صدقہ باقی انبیا کے لئے تو ایک قول یہہ ہے کہ ہان جائز ہے اور یہہ خصوصیت ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ اونکو نہین جائز اور ایک قول یہہ ہے کہ انبیا کو حلال نہین بلکہ اونکے اقربا کو حلال ہے تو خصوصیت ہوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے لئے بعزت اکرام اور فضیلت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یہہ یاد رہے ھ یہہ مسئلہ مکرر ہے سابق اسکا مذکور ہوچکا تو اسکا حذف کرنا مناسب ہے قاله الشامي ولا تدفع الى ذمي لحديث معاذ اور نہین جائز دینا زکوۃ کا ذمی کو واسطے حدیث معاذ رضہ کے ھ یعنی وہ حدیث جسکو شارح نے بلفظ خذها من اغنيائهم الخ بیان کیا ہے اسلئے کہ اغنیائہم کی ضمیر مسلمانون کیطرف پہرتی ہے تو فقرائہم کی ضمیر بہی اوسی طرف پہرنی چاہئیے اور کافر کو نہ دینی چاہئیے كذا في المعراج وجاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه اے الذمي اور جائز ہے صدقہ دینا سوائے زکوۃ کے اور سوای عشر اور خراج کے ذمی کو ھ عشر زکوۃ کے ساتہہ ملحق ہے لیکن خراج اون صدقات مین نہین ہے جنکا ذکر ہے کیونکہ اوسکا مصرف مصلحت عامہ مسلمین ہے جیسا پہلے بیان ہوا اور اسیلئے کنز اور ہدایہ مین اسکا استثنا نہین کیا قاله الشامي ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافا للثاني اگرچہ صدقہ واجب ہو جیسے نذر اور کفارہ اور فطرہ بخلاف قول امام ابو یوسف کے ھ یعنی وہ کہتے ہین کہ کسی صدقہ واجبہ کا دینا ذمی کو جائز نہین اور ہدایہ وغیرہ مین تصریح کی ہے کہ یہہ ایک روایت ہے ابو یوسف سے اور اس عبارت کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ قول مشہور امام ابو یوسف کا مثل طرفین کے ہے وبقوله يفتي حاوي القدسي اور امام ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے كذا في حاوي القدسي ھ لیکن ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قول طرفین کا راجح ہے اور اسی پر متون معتمدین كذا في الشامي واما الحربي ولو مستأمنا فجميع

المستامن فقالت لا تجوز له اتفاقاً بحر عن الغاية وغيرها لیکن حربی اگرچہ مستامن ہو اوسکو کوئی صدقہ دینا جائز نہیں بالاتفاق کذا فی
بحر عن غایہ وغیرہا لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع له لیکن زیلعی نے جزم کیا ہے کہ نفل صدقہ حربی کو دینا جائز ہے م یعنی مستامن کو
جیسے نہر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے پھر شامی نے کہا کہ اسکو مین نے زیلعی مین نہین دیکھا اور ایسا ہی ابو السعود وغیرہ نے کہا ہے مع ہذا
اتفاق کے دعوے کے خلاف ہے لیکن محیط کی کتاب الکسب مین ہے کہ سیر کبیر مین امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ مسلمان کافر
حربی کو یا ذمی کو کچھ دے یا اوسکا ہدیہ قبول کرے اسوجہ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ پانسو دینار قحط کے دنون
مین مکہ کو بھیجے اور حکم دیا کہ صفوان بن حرب اور ابو سفیان کو دین کہ وے فقرا و اہل مکہ پر تقسیم کر دین اور اس وجہ سے کہ صلہ رحم
ہر دین مین پسندیدہ ہے اور ہدیہ بھیجنا مکارم اخلاق سے ہے انتہی قالہ الشامی ذ فع بتحر لمن یظنه مصرفا فبان انه عبدہ
او مکاتبه او حربی ولو مستامنا اعادها لما مر صدقہ دیا اٹکل کر کے ایسے شخص کو کہ اپنے گمان مین مصرف جانتا تھا پھر
ظاہر ہوا کہ مزکی کا غلام ہے یا اوسکا مکاتب ہے یا حربی ہے اگرچہ مستامن ہو تو پھر دوبارہ دے اسوجہ سے کہ سابق مذکور ہوئی م
یعنی عبد کی صورت مین تو اپنی ملک سے خارج نہین ہوا اور مکاتب کی صورت مین اسلئے کہ اسکا حق مکاتب کی کمائی مین لگا ہے تو
پوری تملیک نہوئی اور حربی محل زکوۃ ہی نہین لیکن حربی کے دینے مین ایک روایت یہہ ہے کہ دوبارہ نہ دے کذا فی الشامی وان
بان غناہ او کونه ذمیا او انه ابوہ او ابنه او امرأته او هاشمی لا یعید اگر ظاہر ہوا کہ جسکو دیا تھا وہ غنی ہے
یا ذمی ہے یا اوسکی بی بی ہے یا اوسکا خود باپ ہے یا بیٹا ہے یا ہاشمی ہے تو اعادہ لازم نہین لانه اتی بما فی وسعه اسلئے
کہ وہ کر چکا جسقدر اوس سے ہو سکتا تھا م یعنی تملیک کر دی جو اوسکی وسعت مین تھی رہی یہہ بات کہ اندھیرے مین یہہ پوچھے کہ تو
کون ہے اور نسب وغیرہ دریافت کرے اسکا مکلف نہین لیکن حربی کیطرف سے دلیل پر شبہہ پڑتا ہے کیونکہ حربی مین تملیک جو رکن
تھی پوری ہو جاتی ہے پس اس تعلیل سے وہ روایت جو حربی کے دینے کے بعد اعادہ لازم نہین آتا تائید پاتی ہے کذا فی الشامی
حتی لو دفع بلا تحر لم یجز ان اخطأ یہان تک کہ اگر بدون تحری کے دیا تو نہین جائز ہے اگر خطا ظاہر ہو وکرہ اعطاء
فقیر نصابا او اکثر اور مکروہ ہے دینا ایک فقیر کو مقدار نصاب یا زیادہ م اور ایک روایت ابو یوسف سے ہے کہ قدر
نصاب دینا مضایقہ نہین لیکن زیادہ مکروہ ہے اسلئے کہ فقیر ہونے کی جہت سے فی الحال ایک جزو نصاب کا محتاج ہے اور باقی رہا
نصاب سے کم ہے کذا فی الشامی الا اذا کان المدفوع الیه مدیونا او کان صاحب عیال بحیث لو فرقه علیهم لا یخص
کلا او لا یفضل بعد دینه نصاب فلا یکرہ فتح مگر جب کہ ہو وہ شخص جسکو زکوۃ دی ہے مدیون یا عیالدار اسطرح کہ اگر تمام
عیال پر زکوۃ تقسیم کیجاوے تو ہر ایک کے بانٹے نصاب آوے یا دین کے ادا کے بعد قدر نصاب باقی نہ رہے تو مکروہ نہین کذا فی
الفتح م بحیث لو فرقه صاحب عیال سے علاقہ رکھتا ہے اور لا یفضل مدیون سے پس اسمین لف و نشر غیر مرتب ہے اور وجہ تقسیم
عیال کی یہہ ہے کہ حقیقت مین وہ صدقہ عیال ہی پر ہے جن پر وہ خرچ کریگا کذا فی الشامی عن المعراج وکرہ نقلها الا الی قرابة
اور مکروہ ہے زکوۃ کا نقل کرنا یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لیجانا مگر اپنے اقربا کیطرف م کیونکہ اسمین رعایت پڑوس
کی ہے تو یہی اونے بحر زیلعی اور اس سے متبادر یہہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے پس اگر نقل کرے تو جائز ہے کذا فی الدرر اور
زکوۃ مین معتبر وہ جگہ ہے جس جگہہ مال ہو سب روایات مین کذا فی الشامی بل فی الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته
محاویج حتی یبدأ بهم فیسد حاجتهم بلکہ ظہیریہ مین ہے کہ نہین مقبول ہوتا صدقہ اوس شخص کا کہ قرابتی اوسکے محتاج ہون یہانتک کہ شروع
اونہین سے کرے م عدم قبولیت سے مراد نملنا ثواب کا ہے اگرچہ فرض ساقط ہوتا ہے قہستانی مین ہے کہ افضل بھائی اور بہن ہین

پہر اونکی اولاد پہر مرد کی کا چچا اور پہوپہی پہر ماموں اور خالہ پہر ذوی الارحام پہر پڑوسی پہر اوسکے کوچہ والے پہر شہر والے او الحتوحیہ
او اصلح او اورع، و انفع للمسلمین او من دار الحرب الی دار الاسلام اور نقل کرنا مکروہ نہیں طرف زیادہ احتیاج والے
یا زیادہ نیکبخت یا زیادہ پرہیزگار کے یا اوس شخص کے جو مسلمانونکو نفع پہونچاوے یا دار الحرب سے دار الاسلام کیطرف ہم کیونکہ
دار الاسلام کے فقراء مسلمان دار الحرب کے فقرا سے افضل ہیں کذا فی البحر میں کہتا ہون کہ مسلمان قیدیون کو مستثنا کرنا چاہیے
جب کہ ان لوگون کے دینے مین اعانت ہو قید سے چھوڑانے ہر کذا قالہ الشامی او الی طالب علم و فی المعراج التصدق
علی العالم الفقیر افضل و الی الزھاد او کانت معجلۃ قبل تمام الحول فلا یکرہ خلاصہ اور مکروہ نہیں نقل کرنا زکوۃ
کا طرف طالب علم کے اور معراج مین ہے کہ صدقہ کرنا عالم فقیر پر افضل ہے جاہل فقیر سے اور مکروہ نہیں نقل طرف زاہدون کے
یا یہہ کہ زکوۃ پیشگی ہو پہلے سال تمام ہونیکے تو نقل کرنا مکروہ نہیں کذا فی الخلاصہ و لا یجوز صرفھا لاھل البدع کالکرامیۃ
اور نہیں جائز اوسکا صرف کرنا اہل بدعت پر جیسے کرامیہ ہم عبارت بزازیہ کی یہہ ہے کہ نہیں جائز صرف کرنا کرامیہ کیطرف یہہ
مراد بدعت سے وہ ہے جو تکفیر تک نوبت پہونچاوے تامل اور کرامیہ ایک مشبہہ فرقہ ہے منسوب عبد اللہ بن محمد بن کرام
کی طرف وہ قائل ہے کہ حق تعالے عرش پر مستقر ہے اور اسم جوہر کا اوسپر اطلاق ہوسکتا ہے کذا فی المغرب لانھم مشبھۃ
فی ذات اللہ تعالی و کذ المشبھۃ فی الصفات فی المختار اسلئے کہ فرقہ کرامیہ تشبیہ کا قائل ہے خداوند تعالی کی ذات
مین اور یہی حکم ہے اوس فرقہ کا جو صفات مین تشبیہ کے قائل ہین مذہب مختار مین ہم یہہ وہ فرقہ ہے کہ قیام حوادث کا خدا
تعالے کی ذات کے ساتھہ جائز رکہتے ہین تو بعض صفات کو حادث کہتے ہین جیسے اور حوادث کی صفات ہین کذا فی الحموی طاو
لان مفوت المعرفۃ من جھۃ الصفات ملحق بمفوت المعرفۃ من جھۃ الذات جمع الفتاوی اسواسطے کہ فوت
کرنیوالا معرفت حق سبحانہ کا صفات مین یعنی نہ جاننے والا صفات کا لاحق کیا گیا ہے اوسکے ساتھہ جسنے فوت کر دی معرفت
ذات کی یعنی تشبیہ ذات اور تشبیہ صفات ایک حکم رکہتے ہین کذا فی جمع الفتاوے کما لا یجوز دفع زکوۃ الزانی لولدہ
منہ ای من الزنی و کذا الذی نفاہ احتیاطا جیسا نہیں جائز ہے زانی کو زکوۃ دینا اپنے بیٹے کو جو زنا سے ہو اور ایسے ہی
اوسکو جسکو نفی کر چکا ہے خواہ ام ولد کا لڑکا ہو جسکو نفی کیا یا ملاعنہ کا لڑکا نفی کیا ہوا اور یہہ عدم جواز براہ احتیاط ہے الا اذا
کان المولود من ذات زوج معروف فصولین مگر اس صورت مین کہ لڑکا ہو ایسی عورت کا جسکے خاوند کو لوگ جانتے
ہین کذا فی جامع الفصولین ہم عمادیہ مین اسکی وجہ یہہ لکہی ہے کہ چونکہ نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے تو یہہ شرعا بیٹا ناکح کا ہوا
اور صیرفیہ سے اسکے خلاف ایک روایت شامی نے نقل کی ہے والکل فی الاشباہ اور سب فروع لا یجوز صرفھا لاہل البدع
سے یہانتک اشباہ مین مذکور ہین و لا یحل ان یسال شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ کالصحیح
المکتسب اور نہیں حلال کہ مانگے کچہہ قوت وہ شخص کہ اوسکے پاس اوس روز کا قوت موجود ہو بالفعل یا بالقوہ موجود
ہو مثلا تندرست کہ کمائی پر قادر ہو ہم شیئا من القوت اسلئے کہا کہ اگر حاجت کی چیز جیسے کپڑا وغیرہ سوال کرے تو جائز ہے
قالہ الشامی و یاثم معطیہ ان علم بحالہ لاعانتہ علی المحرم اور گنہگار ہوگا اوسکو دینے والا اگر اوسکا حال جانتا ہو کیونکہ
حرام چیز پر اعانت کرتا ہے ہم اکمل نے شرح مشارق مین کہا ہے کہ اس جیسے شخص کو دینا اگرچہ ازروی قیاس گناہ معلوم ہوتا ہے
لیکن اگر اوسکو ہبہ کہین تو گنہگار نہوگا مقدسی نے اپنی شرح مین کہا کہ ظاہر یہہ ہے کہ مراد علما کی اوس سے یہہ ہے کہ اس جیسے
شخص کو دینا آمادہ کرتا ہے سوال پر اس ہیئت سے اور نہ دینے سے ہوسکتا ہے کہ ایسی باتون سے توبہ کرے کذا فی الشامی

دفعھا

ولو سأل للكسوة او لاشتغاله عن الكسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا اور اگر سوال کیا کپڑے کے لیے یا قوت
کا سوال کیا یا اس جہت سے کہ جہاد میں یا طلب علم میں مشغول ہونے سے کمائی نہیں کر سکتا تو جائز ہے اگر محتاج ہو یعنی اگرچہ قوی اور کسب
پر قادر ہو ذکرہ فی البحر **فروع** مسائل لمحہ مختارہ کے ندب دفع ما یغنیہ یومہ عن السؤال مستحب ہے اسقدر دینا کہ اوس روز اسکو
سوال کی ضرورت نہو واعتبار حاله من حاجة وعياله معتبر ہو حال تصدق کا باعتبار حاجت اسکی اور عیال اسکی مستحق ہے کہ فقیر کا حال معلوم کیا جاوے باعتبار عیال کی اور حاجات ضروریہ کے
مثلاً دین اور تیل اور کپڑا اور گہر کا کرایہ وغیرہا کذا فی فتح القدیر والمعتبر فی الزکوٰۃ فقراء مکان المال اور معتبر زکوٰۃ میں وہان کے فقیر
ہیں جہان مال ہو یعنی اگرچہ مال والا دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوٰۃ اوس شہر کے فقیرون کو دیجاوے جہان مال ہے قالہ ابن کمال
یعنی جمیع روایات میں یہی ہے کذا فی البحر وفی الوصیۃ مکان الموصی اور وصیت میں معتبر ہے مکان وصیت کرنیوالے کا ہم ایسا
ہی جوہرہ میں منقول ہے فتاویٰ سے لیکن شرح وہبانیہ کے وصایا میں خلاصہ سے منقول ہے کہ وصیت کیا کہ میرا ثلث مال فقراء بلخ پر تصدق
کیا جاوے تو افضل یہی ہے کہ انہیں پر صرف کریں اور اگر اوروں کو دیدیں تب بھی جائز ہے اور یہہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی پر
فتویٰ ہے اور امام محمد کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے کذا فی الشامی وفی الفطرۃ مکان المؤدی عند محمد وهو الاصح لان رؤوسهم
تبع لرأسه اور فطرہ میں مکان ادا کرنیوالے کا یعنی وہ مکان اون لوگون کا جنکی طرف سے ادا کرتا ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور
یہی اصح ہے اسلئے کہ جن لوگونکی طرف سے دیتا ہے وہ ادا کرنیوالے کے تابع ہیں ہم بلکہ نہایہ اور عنایہ میں کہا ہے کہ یہی ظاہر الروایت
ہے جیسا شرنبلالیہ میں ہے اور یہی مذہب ہے جیسا بحر میں ہے کذا فی الشامی دفع الزکوٰۃ الی صبیان اقاربه برسم عید او
الی مبشر او مهدی الباکورة جاز زکوٰۃ دی اپنے اقارب کے لڑکون یعنی بچاؤں کو عید کی تقریب سے یا خوشخبری
سنانیوالے کو یا اوس شخص کو جو نیا پہل ہدیہ لایا تو جائز ہے الا اذا نص علی التعویض مگر جبکہ تصریح کردی معاوضہ کی تو جائز
نہوگی ولو دفعها لاخته ولها علی زوجها مهر یبلغ نصابا وهو ملی مقر ولو طلبت لا یمتنع عن الاداء لا یجوز
والا جاز اھ اور اگر دی زکوٰۃ اپنی بہن کو اور اوسکے خاوند کے ذمہ مہر ہے جو نصاب کو پہنچتا ہے اور وہ شخص تو انگر ہے
کہ عورت کے طلب کرنے پر انکار نکرے تو اوسکا زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور جو ایسا حال نہو تو جائز ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا ہے
ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا اور اگر دی زکوٰۃ معلم نے اپنے خلیفہ کو اگر وہ
اسطرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی اوسکا کام کرتا تو درست ہو ورنہ نہیں درست ہم اسلئے کہ دیا ہوا بمنزلہ عوض کے ہو جاتا
ہے اور اسی میں یہہ مذہب ہے کہ انعامات پہل لانیوالے کا ایسا ہی ہو تو وہان بھی نیت کا اعتبار چاہیئے قالہ الشامی ولو وضعها
علی کفه فانتهبها الفقراء جاز اور اگر رکہا زکوٰۃ کو اپنے ہاتہ پر اور لوٹ لیا اوسکو فقیرون نے تو جائز ہے ہم اور یہہ
فقرا کی تملیک ہوئی اور زکوٰۃ کی نیت پہلے سے نکالتے وقت ہو چکی تہی اور یہی حکم ہے جب کہ نیت پہلے سے نہو اور لوٹنے
کے بعد نیت کرے اور مال فقیرون کے پاس موجود ہو قالہ الشامی ولو سقط مال فرفعه فقير فرضی به جاز ان كان
يعرفه والمال قائم خلاصه اور اگر مال ہاتہ سے گر گیا اور فقیر نے اوسکو اوٹہا لیا پہر مالک راضی ہو گیا تو جائز ہے اگر اسکو
پہچانتا ہو اور مال بہی قائم ہے کذا فی الخلاصہ ہم پہچاننے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ تملیک مجہول شخص کی نہو کیونکہ جب اوسکو نہ پہچانتا
ہو اسطرح کہ مالک جب مال کے پاس آیا تو مال کو نہ پایا اور کسی شخص نے اوسکو کہا کہ فقیر اوسکو اوٹہا لے گیا جسکو مالک نہیں پہچانتا
اور مالک راضی ہو گیا تو درست نہوگا کیونکہ یہہ اباحت ہوئی اور زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور مال کے قائم ہونیکی اسواسطے شرط
لگائی کہ اگر مالک بعد ہلاک ہونے مال کے راضی ہوا تو نیت صحیح نہوگی جان لو کہ صدقہ وہ مستحب ہے جو فاضل ہو اپنی قدر کفایت اور اپنی

عیال کی قدر کفایت سے اور اگر اسطرح صدقہ دے کہ عقداروں کے حق مین کوتاہی ہو تو گنہگار ہوگا اور جو شخص کہ تنگی پر صبر کر سکے اوسکو اپنا نفقہ کہ قدر کفایت سے کم کرنا مکروہ ہے کذا فی شرح درر البحار اور تتارخانیہ مین محیط سے منقول ہے کہ جو شخص نفل صدقہ دے تو افضل یہہ ہے کہ جمیع مومنین و مومنات کی نیت کرے کیونکہ انکو ثواب پونہچیگا اور اوسکے اجر مین سے کچھہ کم نہوگا واللہ اعلم

باب صدقة الفطر

یہہ باب ہے صدقہ فطر کے احکام مین اسکی مناسبت زکوٰۃ سے یہہ ہے کہ دونو وظیفہ مالیہ مین ہین اور مبسوط مین بعد صوم کے بیان کیا ہے کیونکہ صوم کے بعد صدقہ فطر ہوتا ہے اور فطر سے مراد فطر کا دن ہے نہ لغوی معنی کیونکہ اسطرح تو ہر شام کو رمضان مین افطار ہوتا ہے اور اوسکو صدقہ اس جہت سے کہتے ہین کہ وہ دینے والے کا صدق اور اخلاص ظاہر کرتا ہے کذا فی المعراج من اضافة الحكم لشرطه اضافت صدقہ کی فطر کی طرف اضافت حکم کی ہے شرط کیطرف ہم حکم سے مراد وجوب صدقہ ہے اسلئے کہ حکم شرعی وجوب ہے تو یہان حذف مضاف کا ہے اور وجوب سے مراد وجوب الاداء ہے اسلئے کہ وجوب الاداء کی شرط فطر ہے نہ نفس وجوب کی کیونکہ وجوب کا مدار سبب کے موجود ہونے پر ہے اور سبب راس ہے قاله الحلبي والفطر لفظ اسلامي والفطرة مولد بل قيل لحن اور فطر اصطلاح اسلام والون کی ہے اور فطرہ ساختہ ہو بلکہ کہتے ہین کہ غلط ہے ہم ظاہر یہہ ہے کہ شارح کی مراد یہہ ہے کہ لفظ فطر جو مضاف الیہ صدقہ کا ہے اور نام روز مخصوص کا ہے یہہ لفظ شرعی ہے یعنی اطلاق اوسکا اوس خاص روز پر اصطلاح شرعی ہے کیونکہ فطر جو ضد صوم کی ہے لغوی ہو شرع سے پہلے مستعمل ہے یا مراد اوسکی لفظ فطرہ کا ہے یعنی فطرہ کہ جس سے صدقہ مراد ہو لغوی نہین ہے اسلئے کہ ان معنون مین نہین آیا اور وہ جو قاموس مین مذکور ہے کہ فطرہ بالکسر صدقة الفطر تو قاموس کے اغلاط مین شمار کیا گیا ہے اور نووی نے تحریر مین کہا ہے کہ اسم مولد ہے اور غالبًا ماخوذ ہے فطرہ سے جو بمعنی خلقۃ کے ہے یعنی گویا کہ یہہ زکوٰۃ ہے بدن کی قاله الشامي وامر بها في السنة التي فرض فيها رمضان قبل الزكوة بتاءً اور حکم کیا گیا اوا صدقہ فطر کا جس برس رمضان فرض ہوا زکوٰۃ سے پہلے ہم روزے رمضان کے فرض ہوئے شعبان مین بعد تحویل قبلہ کے کعبہ کیطرف اور حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صدقہ فطر کے لئے عید سے دو روز پہلے ہوا اور یہہ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے ہے یہی صحیح ہے قاله الشامي وكان عليه السلام يخطب قبل الفطر بيومين يأمر باخراجها ذكره الشمني اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے عید سے دو روز پہلے حکم فرماتے صدقہ نکالنے کا ذکر کیا اوسکو شمنی نے ہم عبد الرزاق نے سند صحیح سے تخریج کیا ہے عبد اللہ بن ثعلبہ سے کہ خطبہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الفطر سے ایک روز یا دو روز پہلے پھر فرمایا کہ ادا کرو ایک صاع گیہون دو آدمیون مین یا ایک صاع کھجور یا جو ہر شخص کی طرف سے آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا کذا فی الفتح تجب وحديث فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر معناه قدر للاجماع على ان منكرها لا يكفر واجب ہے صدقة الفطر اور وہ حدیث جسمین مذکور ہے کہ فرض کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو اسکے معنی یہہ ہین کہ مقرر کیا اسوجہ سے کہ اجماع ہے اسبات پر کہ منکر اسکا کافر نہین ہے ہم امام شافعی کے نزدیک صدقة الفطر فرض ہے اونکا استدلال حدیث مذکور ہے شارح نے استدلال کے جواب کی طرف اشارہ کیا موسعًا في العمر عند اصحابنا وهو الصحيح بحر عن البدائع لان الاوامر بالادا مطلقة كالزكوة على قول وجیب ہے صدقة الفطر اسطرح کہ مدة العمر مین ادا کی گنجایش ہے ہمارے متون المذهب کے نزدیک یہی صحیح ہے ذکر کیا اسکو بحر مین بدائع سے اور وجہ یہہ بیان کی کہ امر صدقة الفطر کی ادا مین مطلق ہے یعنی وقت کی قید نہین سو مدة العمر مین جب ادا کریگا تو ادا ہی ہوگا قضا نہوگا ہان البتہ عیدگاہ مین جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے کذا في البدائع مانند زکوٰۃ کے کہ اوسکا وجوب بھی موسع ہے ایک قول پر جیسا پہلے گذر چکا ولو مات فاداها وارثه جاز اور اگر مرگیا

پہر اوسکے وارث نے صدقۃ الفطر اوسکی طرف سے ادا کیا تو جائز ہے ھم جوہرہ مین ہو کہ جس شخص کے ذمہ زکوۃ یا صدقۃ الفطر یا کفارہ یا نذر ہووے
اور وہ مر جاوے تو اوسکے ترکہ سے نہ لیا جاوے مگر یہہ کہ ورثہ تبرع کرین اور ورثہ اہل تبرع کے بہی ہون اور جبر نکیا جاوے اون پر اور
اگر خود وصیت کر کے مرا تو ثلث مین وصیت جاری ہوگی قالہ الشامی وقبل مُضِيْقًا فی یوم الفطر عینًا اور کہا گیا ہے کہ ادا اوسکا مقید
ہے خاص عید کے روز ھم یہہ قول حسن بن زیاد کا ہے کہ ادا کرنا اوسکا یوم الفطر مین ہے اول سے آخر تک اگر اوسکو نہ ادا کیا کہ عید کا دن
گذر گیا تو ساقط ہو جائیگا مثل قربانی کے کذا فی البدائع وشروح الہدایہ وغیرہا اور ابن ہمام نے اپنی تحریر مین ترجیح وہی ہے کہ یہہ مطلق نہین
ہے بلکہ مقید با لوقت ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا اَغْنُوْهُمْ فی ہذا الیوم عن المسئلۃ تو بعد اس روز کے قضا ہوگا اور ابن نجیم نے بہی اسکا
اتباع کیا ہے بحر مین لیکن اوسنے اپنی شرح مین جو منار پر ہو کہا ہے کہ یہہ ترجیح مقابل صحیح کے ہے مین کہتا ہون کہ یہہ تیسرا قول ہو مذہب سے
خارج اسواسطے کہ عید کا دن گذرنیکے بعد صدقہ کا قضا واقع ہونا مغائر اس قول کے ہے کہ عید کا دن گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہو اور
علامہ مقدسی نے اوسکو رد کیا ہے کہ حضرت کے وقت مین صحابہ صدقۃ الفطر پیشگی دیدیا کرتے تہے اور یہہ بات حضرت کی اجازت سے تہی
جیسا خود ابن ہمام نے کہا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقید بیوم الفطر نہتا اسواسطے کہ اگر خاص اوس روز کے ساتہہ مقید ہوتا تو اوس سے
پہلے ادا نہوتا مثل قربانی اور نماز روزہ کے اور امر اغنوہم الخ محمول ہے استحباب پر کذا فی الشامی فبعدہٗ لا یکون قضاءً واختارہ
الکمال فی تحریرہ ودیکہو تنویر البصائر پس بعد یوم العید کے ہوویگا قضا اور اسکو اختیار کیا ہو کمال نے اپنی تحریر مین اور ترجیح
دی اسکو تنویر البصائر مین ھم پہلے معلوم ہوچکا کہ معین کرنا عید کے دن کا ایک تیسرا قول ہے کہ سوائے ابن ہمام کے کسی اور نے نہین
کہا اور اسمین جو کچہہ ہے وہ بہی واضح ہوچکا اس صورت مین اس تعریف مین نظر ہو قالہ الشامی علی کل حُرٍّ مسلمٍ ولو صغیرًا او مجنونًا واجب ہے
صدقۃ الفطر ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو ھم حر کے لفظ سے معلوم ہوا کہ غلام پر لازم نہین اور مسلمان کی قید سے معلوم
ہوا کہ کافر کے ذمہ نہین اگرچہ اوسکا غلام یا بیٹا مسلمان ہو کذا فی البحر اور بعض نسخون مین ومجنونا واو کے ساتہہ واقع ہو اور یہہ
اوس صورت مین ہے کہ اون دونو یعنی صغیر اور مجنون کے پاس مال ہو بدائع مین کہا ہے کہ عقل اور بلوغ وجوب کی شرائط مین نہین
ہے امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کے نزدیک یہانتک کہ اگر مجنون وصغیر کے پاس مال ہو تو اونکا ولی صدقہ نکالے اونکے مال مین سے اور امام محمد اور
ابو زفر کہتے ہین کہ نہین واجب ہے پس اگر ولی صدقہ اون کے مال مین سے دیگا تو ضامن ہوگا قالہ الشامی حتی لو لم یخرجہا
ولیہما وجب الاداء بعد البلوغ یہانتک کہ اگر نہ نکالے صدقۃ الفطر مجنون اور صغیر کا ولی تو بعد بلوغ کے اور بعد افاقہ کے
ادا واجب ہوگا ذی نصابٍ فاضلٍ عن حاجتہ الاصلیۃ کدینہ وحوائج عیالہ وان لم یتم کما مر یعنی صدقۃ الفطر واجب ہے
ہر آزاد مسلمان پر کہ نصاب کا مالک ہو اور وہ نصاب زیادہ ہو اوس کی حاجت اصلی سے جیسا دین اور زیادہ ہو عیال کی حاجات سے اگرچہ نصاب
نامی نہو جیسا پہلے گذر چکا ودیہ ای بہذا النصاب یحرم الصدقۃ کما مر وتجب الاضحیۃ ونفقۃ المحارم علی الراجح اور اسی
نصاب کی جہت سے حرام ہوتا ہے صدقہ وجیسا گذر چکا اور واجب ہوتی ہے قربانی اور نفقہ محارم کا بنابر قول راجح کے ھم یعنی ان
فقرا کو جو کسب سے عاجز ہون یا عورتین فقیر ہون اور محارم کی قید سے ماں باپ کے نکالنے کو کیونکہ ماں باپ جب فقیر ہون تو مختار یہہ ہے کہ انکو
اپنے نفقہ مین شامل رکہے اگر کسب کرتا ہو وانما لم یشترط النمو لان وجوبہا بقدرۃ ممکنۃ اور نمو کی شرط جو نہین لگائی سو
اسی جہت سے کہ وجوب صدقۃ الفطر کا قدرت ممکنہ کی جہت سے ہو ھی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاءہا
لبقاء الوجوب لانہا شرط محض قدرت ممکنہ کاف مشدد کے کسرہ سے وہ ہو جو واجب ہو بغیر قدرت کے فعل پر پس نہین شرط
باقی رہنا اس قدرت کا وجوب کے باقی رہنے کے واسطے اسلئے کہ وہ صرف شرط ہے ھم واضح ہو کہ قدرت جس سے آدمی مامور بہ ادا کرسکے

تعیین ہو جائیگی یعنی وہ کہ تونگری اوسکے ساتھ معتبر نہو اوسکو قدرت مطلق یا قدرت ممکنہ یعنی قادر کر دینے والی کہتے ہین کیونکہ اوسکی جہت سے
آدمی ادا مامور بہ پر قادر ہو جاتا ہے جیسے نصاب مستغنی عنہ فطر کی قدرت ممکنہ ہے اور زاد اور راحلہ حج کی اور اگر قدرت کے ساتھ تونگری
بھی معتبر ہو تو وہ قدرت میسرہ یعنی آسانی کرنیوالی اور قدرت کاملہ کہلاتی ہے جیسے نصاب نامی ہے کذا فی الطحطاوی اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے جو تعریف کی
ہے وہ ماخوذ حنفیہ کی نہین ملکیہ اوس وجوب کی ہے جو قدرت مذکورہ پر مشروط ہو اور بقاء قدرت ممکنہ کے مشروط نہونے سے یہہ نکلا کہ اگر نصاب
عید فطر کی صبح کے بعد باقی رہیگی تو صدقہ فطر ساقط نہوگا چنانچہ آگے آویگا لا بقدرة ميسرة هي ما يجب بعد التمكن بصفة اليسر
فغيرته من العسر الى اليسر نہ قدرت میسرہ کے ساتھ سین مشددہ کے کسرہ سے قدرت میسرہ وہ ہے کہ وجوب بعد قدرت کے سہولت کے
وصف کے ساتھ بدل دیا ہو اوسکو دشواری سے آسانی کی طرف هم اس تعریف مین بھی وہی خلل ہے جو قدرت ممکنہ کی تعریف مین گذرا حاصل آنکہ
کہ قدرت ممکنہ ہرگاہ شرط ہو تمکن اور احداث فعل کی تو شرط محض ہوئی کہ اوسمین معنی علت کے نہین پس اوسکا بقا بھی شرط نہین بقاء وجوب کے لئے
کیونکہ بقا منافی ہے وجود کا اور وجود کی شرط کو کچھ لازم نہین کہ بقاء کی شرط بھی ہو جیسے نکاح کے شاہد کہ شرط ہین انعقاد نکاح مین نہ بقاء نکاح
مین بخلاف میسرہ کے اسواسطے کہ وہ ایسی شرط ہے کہ اوسمین معنی علت کے ہین کیونکہ اوسنے فعل وجوب کی صفت کو دشواری سے سہولت کے
ساتھ بدل دیا یعنی ہو سکتا تھا کہ فعل وجوب ہوتا بغیر وجود قدرت ممکنہ کے بصفت دشواری سو دشواری کو چھوڑ کر اوسکو بصفت یسر واجب
کیا پس اسطرح کی قدرت کا دوام شرط ہے باعتبار معنی علیت کے کیونکہ حکم نہین باقی رہ سکتا بدون اوسکے کذا فی الشامی مختصرا فيشترط
بقاءها لانها شرط في معنى العلة پس شرط کیا گیا ہے بقاء قدرت میسرہ کا کیونکہ یہہ شرط ہے علت کے معنی مین هم یعنی اور حکم اپنی
علت کے ساتھ رہتا ہے وجود اور عدم مین کذا فی الطحطاوی وقد حررناه فيما علقناه على المنار اور ہمنے اوسکو مشرح بیان کیا ہے منار کی تعلیقات
مین ثم فرع عليه فلا تسقط الفطرة وكذا الحج بهلاك المال بعد الوجوب پھر تفریع کیا مصنف نے اوسپر جو سابق مین مذکور ہوا
یعنی قدرت ممکنہ اور میسرہ پر پس نہین ساقط ہوتا فطرہ اور ایسا ہی حج مال کے ہلاک ہو جانے سے وجوب ہونیکے بعد کیونکہ ان دونو مین قدرت
ممکنہ معتبر ہے کذا قالہ الشامی كما لا يبطل النكاح بموت الشهود جیسا نہین باطل ہوتا نکاح گواہون کے مرنے سے بخلاف الزكوة
والعشر والخراج لاشتراط بقاء الميسرة بخلاف زکوۃ اور عشر اور خراج کے یعنی خراج مقاسمہ اسواسطے کہ قدرت میسرہ کی بقا شرط
ہے یعنی ان مین یعنی اگر مال برس گذرنیکے بعد ہلاک ہو جاوے اور اوکی قدرت اوسکو ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو زکوۃ ساقط ہو جاتی ہے بخلاف
استہلاک کے کیونکہ اس صورت مین تقدیرا قدرت باقی ہے کہ اسمین زجر ہو تعدی سے اور فقیر دین کا بھی لحاظ ہے عن نفسه متعلق بيجب
وان لم يصم لعذر اي من نفسه متعلق ہے يجب کے یعنی صدقة الفطر واجب ہوا اپنے نفس کیطرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نرکھا ہو هم یہہ بیان ہے
فطرہ کے سبب کا اور اصل اوسمین خود اوسکا نفس ہے اور آدمی بیشک اپنا بوجھ آپ اوٹھاتا ہے اور انپر اس کا آپ متولی ہو تو اوسیکو
معنون مین ہے وہ جو اوسکو ساتھ ملحق ہو یعنی اوسکے توابع جنکی مؤنت اوسکے ذمہ ہو اور صوم مین عذر کی قید اتفاقی ہے اگر بلا عذر بھی
کوئی شخص افطار کرے تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ فطرہ کے ادا مین یہہ شرط نہین قالہ الشامی وطفله الفقير والكبير المجنون
اور اپنے چھوٹے لڑکے محتاج کیطرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے هم یعنی جو فقیر ہو کیونکہ غنی کا صدقہ اوسکے مال مین سے ہوگا امام ابو حنیفہ اور امام
ابو یوسف کے نزدیک جیسا پہلے گذر چکا اور طفل کے لفظ سے معلوم ہوا کہ جنین کیطرف سے صدقة الفطر لازم نہین اور طفل لڑکے اور لڑکی
دونو کو شامل ہے کذا فی المغرب قالہ الشامی ولو تعدد الآباء فعلى كل فطرة اور اگر باپ متعدد ہون تو ہر ایک پر فطرہ لازم ہوگا هم اسکی
صورت یہہ ہو کہ کسی لقیط پر دو آدمی دعوی کرین کہ یہہ میرا بیٹا ہے یا مشترک باندی کے بیٹے پر دونو مالکون نے دعوی کیا قالہ الشامی ولو
زوج طفلته الصالحة لخدمة الزوج فلا فطرة اور اگر نکاح کر دیا اپنی لڑکی کا کہ زوج کی خدمت کر سکتی ہے پس فطرہ لازم نہین آتا

صدقہ ادا کر دیا تو جائز ہو گا جیسا کہ آگے مذکور ہو گا اور جو باپ پر کہ لڑکوں کو تسلیم کر چکا فتاویٰ میں ہے اور اگر باپ فقیر نہ ہو اسکے ہمراہ اسکی تمیز [illegible]
اور اسکے باپ پر فطرہ نہیں ہے کیونکہ اوسکی مؤنت اوسپر واجب نہیں ہے انتہی معلوم ہوا کہ مجنون نہ ہو بلکہ اپنی خدمت کی صلاحیت
اور خادم کی بہ ہو گئی ہو قالہ الشامی عن الحلبی کا لاب عند فقده کا اختیاره فی الاختیار اور دادا باپ کی مثل ہے باپ کے نہونے
جیسا اختیار میں اسکو اختیار کیا ہے ہم یہ حسن کی روایت ہے اور ظاہر الروایت کے خلاف ہے کہ دادا باپ کے حکم میں نہیں گو بعض مسائل
مین او نہین سے ایک مسئلہ یہی ہو اور فتح القدیر میں بھی اسیکو اختیار کیا ہے کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس اور اوسکی مؤنت اور ولایت
بولایت مطلق دادا کے ذمہ ہے اسیو اصل شارح نے بھی اسی روایت کو اختیار کیا کذا فی الشامی و عبید ہ للخدمۃ ولو مدیونا او
مستاجرا او مرہونا اذا کان عنده وفاء بالدین اور فطرہ واجب ہے اپنے غلام خدمتی کیطرف سے اگرچہ مدیون ہو جو دین مستغرق
کذا فی البدائع یا اجارہ دیا ہوا ہو یا رہن رکھا ہوا ہو جب کہ راہن کے پاس رہن کے دین کی قدر ہو ہم یعنی دین سے زائد نصاب بھی ہو جیسا
ہندیہ میں ہے اور مراد نصاب سے یہ ہے کہ غلام کے سوا ہو کیونکہ وہ حوائج اصلی میں ہے کذا فی الشرنبلالیہ واما الموصی بخدمتہ لواحد
وبرقبتہ لآخر فَفطرتہ علی مالک رقبتہ اور وہ غلام جسکی خدمت کی وصیت ایک شخص کے لئے کی اور اوسکی ملکیت کی دوسرے کے
لئے تو فطرہ رقبہ کے مالک پر ہے کالعبد العاریۃ والودیعۃ والجانی جیسے عاریت کا غلام اور ودیعت کا اور وہ غلام جسنے کسی کا گناہ
کیا ہو کہ اوسکا صدقہ مالک کے ذمہ ہے جنایت کوئی سی ہو عمداً ہو یا خطاءً کیونکہ مالک کی ملک غلام سے جب زائل ہوتی ہے جب جنایت کے
بدلہ میں اوسکو دیدے پہلے سے زائل نہیں ہوتی کذا فی الخانیہ وقول الزیلعی لا تجب سبق قلم فتح اور زیلعی کا قول کہ صدقہ واجب
نہیں ہے خطا ہے کہ قلم سے نکل گئی کذا فی الفتح ہم زیلعی میں ہے کہ جس غلام کے رقبہ کی وصیت ہو تو اوسکا فطرہ مالک پر نہیں لیکن [illegible]
محشی زیلعی نے اسکو محمول کیا ہے اس صورت پر کہ موصی مر گیا اور موصی لہ نے ابھی نہ قبول کیا نہ رد کیا قالہ الشامی (مع الخ) واُمّ
ولده ولو کان عبده کافرا فی المحقق السبب وهو رأس یمونه ویلی علیه اور صدقہ دے اپنی مدبرہ اور ام ولد کیطرف سے اور اگرچہ غلام
کافر ہی ہو کیونکہ سبب وجوب متحقق ہے یعنی راس جسکی مؤنت اوسکے ذمہ ہے اور اوسکا وہ ولی ہے ہم یعنی مؤنت زوجیہ کاملہ مطلقہ پہلی
قید سے مؤنت اجنبی نکل گئی جو لئے اپنے ذمہ رکھے ہے زوجیہ اور دوسری قید سے عبد مشترک نکل گیا کہ اوسکی مؤنت کامل نہیں لہذا دوسری
سے زوجہ نکل گئی کہ اوسکی مؤنت مطلقہ نہیں بلکہ مؤنت ضروری ہے انتظام خانگی ہے کے لئے اور اسیلئے بجز معمولی اخراجات کے کچھ لازم
نہیں جیسے دوا کذا فی الزیلعی لا عن زوجتہ وولده الکبیر العاقل نہیں واجب ہے صدقۃ الفطر اپنی بی بی کیطرف سے اور اپنے ولد کیطرف
سے جو بالغ عاقل ہو ہم زوجہ کیطرف سے اسلئے نہیں واجب کہ اوسپر ولایت تامہ نہیں کیونکہ سوا حقوق زوجیت کے اور کسی طرح کی ولایت
نہیں ہے اور ولد عاقل بالغ اگرچہ اپاہج ہو اور خورد و نوش میں اوسکا شریک ہو مگر اوسکا صدقہ باپ پر واجب نہیں کیونکہ ولایت نہیں کذا
فی جوہرہ اور عاقل کی قید سے احتراز ہو گیا معتوہ اور مجنون سے کہ اونکا حکم مانند صغیر کے ہے ولو ادی عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا
للاذن عادة ای لو فی عیاله والا فلا قہستانی عن المحیط فلیحفظ اور اگر فطرہ بی بی کی طرف سے اور بالغ لڑکے کی طرف سے
اجازت دیا تو کافی ہے بدلیل استحسان اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ کیونکہ عادۃً اذن موجود ہے یعنی اگر اوسکی عیال میں ہو ورنہ نہیں
کافی کذا فی قہستانی عن المحیط اسکو یاد رکھو ہم للاذن عادۃ سے اشارہ ہے کہ نیت کا امر موجود ہے ورنہ بدائع میں تصریح کی ہے کہ فطرہ بغیر
نیت کے ادا نہیں ہوتا بحر میں کہا ہے کہ ظہیریہ کی ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اولاد اکبر اور اشخاص کیطرف سے جو اوسکی عیال
میں ہیں یعنی جنکا خورد و نوش اوسکے متعلق ہے بدون اونکی اجازت کے تو جائز ہے مطلقاً یعنی قید زوجہ اور ولد کی نہیں قالہ الشامی
وعبده لآبق والماسور والمغصوب المجحود ان لم تکن علیه بینة نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے کیونکہ ولایت اوسپر قائم نہیں

اور نہ غلام کی طرف سے کہ وہ تصرف سے مثابہ ہے جیسا مکاتب اور نہ غصب کیے ہوئے غلام کی طرف سے جیسا کہ ماقبل گذرا اگر غصب پر شاہد نہ ہون کذا فی الخلاصہ ہم عنقی
اور اس تصحیح کا جو کتاب الزکوٰۃ مین بطور تمہید ہوئی یہ ہے کہ واجب نہ ہوا اگر چہ گواہ بھی ہون کیونکہ ہر مغصوب نامی نہین ہوتا اور نہ ہرگواہ مقبول کذا فی
الفتاوی و اما بعد عودہ فیجب لما مضی مگر غلام کے پھر آنیکے بعد پس واجب ہوگا سالہائے گذشتہ کا فطرہ کذا فی قہستانی ہم یہ استثنا راجع ہے
آبق کی طرف جیسا نہر مین اور فتح مین ہے اور مغصوب کیطرف بھی جیسا بحر مین ہے حلبی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ماسور کا حکم بھی یہی ہے کذا فی الشامی و لا عن
مکاتبہ ولا یجب علیہ لان ما فی یدہ للمولی ہم اور نہین واجب ہے مکاتب کیطرف سے اور نہ واجب ہے اوس مکاتب پر کیونکہ جو چیز مکاتب کے قبضہ مین ہے
مولیٰ کی ہے ہم اسلئے کہ مکاتب عبد ہی ہے جب تک اوسپر ایک درم بھی باقی ہے اور عبد خود مملوک ہے تو مالک نہین ہو سکتا کذا فی البدائع و لا عن
عبید مشترکۃ اور نہ مشترک غلامون کی طرف سے ہم کیونکہ ہر ایک شریک کی ولایت اور مؤنت قاصر ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کہتے
ہین کہ ہر ایک کے ذمہ پوری غلامون کا فطرہ ہوگا جتنے اوسکے حصہ مین آوین گے دوسرونکا نہوگا جیسا ہدایہ مین ہے یعنی اگر چار غلام ہون تو دو دو شریکون کے
ذمہ دو دو غلامون کا فطرہ لازم ہوگا اور تین غلام ہون تو ایک ایک کا فطرہ دونون پر لازم ہوگا تیسرے کا لازم نہوگا اور محیط مین امام ابو یوسف
کو ابو حنیفہ کے ساتھہ ذکر کیا ہے اور یہی اصح ہے جیسا حقائق مین اور فتح مین ہے الا اذا کان عبد بین اثنین وتہایاہ و وجد الفطر
فی نوبۃ احدہما فیجب فی قول مگر جب کہ غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور نوبت بنوبت اوس سے خدمت لیتے ہون اور ایک کی نوبت مین وقت
وجوب پایا جاوے یعنی طلوع فجر یوم الفطر تو ایک قول مین واجب ہے ہم یعنی قول ضعیف مین جیسا بعض نسخون مین موجود ہے اور وجہ اس قول کے
ضعیف ہونیکی یہہ ہے کہ سب متون و شروح کے اطلاق کے مخالف ہے قالہ الشامی و توقف الوجوب لو کان المملوک مبیعا بخیار فاذا مر
یوم الفطر والخیار باق تکرم علی من یصیر لہ اور صدقہ کا وجوب موقوف رہیگا اگر مملوک کو بشرط خیار بیچا ہو پھر جب عید کا دن گذر جاوے
اور اختیار باقی ہو تو فطرہ لازم اوس شخص پر ہوگا جسکا وہ غلام قرار پاوے ہم جو بشرط خیار بیچا یعنی بائع کا خیار یا مشتری کا یا دونون کا اور
موقوف اسواسطے رہیگا کہ ملک متزلزل ہے پس اگر خیار نہو اور بعد یوم الفطر کے قبض کیا تو مشتری پر لازم ہوگا اور اگر قبل القبض مر گیا تو
کسی پر واجب نہوگا اور اگر عیب کی جہت سے قبل القبض پھیر اگیا یا خیار رویت کی جہت سے تو بائع کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر بعد القبض
پھیر اگیا تو مشتری پر کذا فی الخانیہ نصف صاع فاعل یجب من بر او دقیقہ او سویقہ نصف صاع فاعل ہے یجب کا یعنی فطرہ کی
مقدار واجبہ آدہا صاع گیہون کا یا اوسکے آٹے کا یا اوسکے ستو کا ہم اولی یہہ ہے کہ آٹے اور ستو مین مقدار اور قیمت دونون کی رعایت
ملحوظ رہے احتیاطاً اگر چہ بعض اخبار مین آٹے کی تصریح آئی ہے کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ اسناد مین سلیمان بن ارقم ہے جو متروک الحدیث
ہے پس احتیاط واجب ہے یعنی اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا یا ایک صاع جو کا آٹا دیوے کہ برابر ہو نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کے
اور اسطرح نہ دیوے کہ نصف صاع سے کم گیہون کا آٹا ہو جو قیمت مین برابر ہو نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع سے کم جو کا آٹا ہو کہ قیمت مین
برابر ہو ایک صاع جو کے اور نہ اسطرح کہ نصف صاع گیہون کا آٹا کہ قیمت مین نصف صاع گیہون کی برابر نہو یا ایک صاع جو کا آٹا جو قیمت مین
ایک صاع جو کی برابر نہو کذا فی الفتح لیکن ہدایہ مین لفظ اولی سے تعبیر کیا ہے اور فتح القدیر مین بلفظ واجب کذا فی الشامی او زبیب و جعلاہ
کالتمر وہو روایۃ عن الامام وصححہا البہنسی وغیرہ یا نصف صاع کشمش اور صاحبین نے کشمش کو کھجور کے حکم مین کہا ہے یعنی ایک صاع
دینی چاہئے اور یہہ ایک روایت ہے امام صاحب سے بہی اور تصحیح کی ہے اس روایت کی بہنسی وغیرہ نے ہم یعنی اپنی شرح مین جو ملتقی پر ہے اور
ابو طاہر دباس نے بیان کیا ہے کہ اسکی تصحیح بیان کی ہو ورنہ وہ اصحاب تصحیح سے نہین ہے بحر مین کہا ہے کہ اسکی تصحیح کی ہے ابو الیسر نے اور ترجیح دی ہے
ابن ہمام نے فتح القدیر مین دلیل کی رو سے و فی الحقائق والشرنبلالیۃ عن البرہان و به یفتی اور حقائق اور شرنبلالیہ مین برہان
سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے او صاع من تمر او شعیر ولو ردیا یا ایک صاع کھجور یا جو اگر چہ ناقص ہو ہم بحر مین کہا ہے کہ نصف صاع !

صاع مطلق کہا ہے اور جید کی قید نہین لگائی ہے اسواسطے کہ اگر نصف صاع خراب بھی ادا کریگا تو جائز ہے اور اگر ردی ادا کیا ہو اور عیب دار ہونا
نقصان بھی بھر دے اور اگر ردی کی قیمت دی تو جو زیادتی باقی رہ گئی وہ بھی ادا کرے کذا فی الظہیریہ اور اگر گیہون جو مین مخلوط ہون پس
اگر جو غالب ہون تو ایک صاع ادا اگر گیہون غالب ہون تو نصف صاع قالہ الشامی وما لم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ
اور جو غلہ وغیرہ کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اونمین تصریح وارد نہین ہوئی اونمین معتبر قیمت ہے جیسے جیسا اور روٹی ہم بدائع مین لکہا ہے
کہ منصوص علیہ مین بعض کو بعض کی جگہ قیمت کے اعتبار سے دینا جائز نہین برابر ہے کہ جس چیز کے بدلے مین دیا ہے وہ اوسکی جنس سے ہو یا
خلاف جنس ہو مثلاً گیہون دینا گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے یعنی اسطرح کہ نصف صاع اچہے گیہون کے بدلے ایک صاع متوسط گیہون
سے تو جائز نہین یا دوسرا غلہ گیہون کے بدلے قیمت کے اعتبار سے دی وہ بھی جائز نہین جیسے نصف کہجور جو قیمت مین نصف صاع
گیہون کی برابر ہو بدلے نصف صاع گیہون کے ادا کیے ہون بلکہ بجای نصف صاع کہجور کے شمار کیا جائیگا اور اوسکے ذمہ باقی کا پورا کرنا لازم ہوگا
کیونکہ قیمت منصوص مین معتبر نہین کذا قالہ الشامی وھو الصاع المعتبر ما یسع الفا واربعین درھما من ماش او
عدس ہے اور صاع جو شرعاً معتبر ہے وہ ظرف ہے جسمین ایک ہزار چالیس درم کے وزن کے ماش یا مسور سما دین ہم صاع چار
مد کا ہوتا ہے اور مُد دو رطل کا اور رطل نصف مَن کا اور مَن درہمون سے دوسو ساٹھہ درہم کا اور استار سے چالیس استار کا
اور استار بکسر ہمزہ دراہم کے وزن سے ساڑھے چار مثقال کا کذا فی شرح درر البحار پس مُد اور مَن دونون برابر ہین یعنی ہر ایک
دو رطل عراقی اور صاع کا چوتہائی اور رطل ایک سو تیس درم کا اور زیلعی اور فتح القدیر مین ہے کہ صاع مین اختلاف ہے
امام ابو حنیفہ اور محمدؒ نے کہا ہے کہ آٹھہ رطل عراقی کا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ پانچ رطل اور تہائی رطل کا
اور کہا گیا ہے کہ اختلاف نہین ہے بلکہ تعبیر کا فرق ہے اسلئے کہ ابو یوسف نے اندازہ مدینہ شریف کے رطل سے کیا
ہے جو تیس ۳۰ استار کا ہے اور عراقی بیس ۲۰ استار کا ہے اور جب مقابلہ کیا جاوے آٹھہ رطل عراقی کا ۵ ۱/۳ رطل
مدنی کے ساتھہ تو دونو برابر ہین کیونکہ بیس استار کو آٹھہ مین ضرب دینے سے ایک سو ساٹھہ استار ہوتے ہین اور پانچ کو تیس ۳۰ مین ضرب دینے
سے ڈیڑہ سو ہوتے ہین اور تہائی تیس کے دس ہوئے تو یہہ بھی ایک سو ساٹھہ استار ہوگئے اور یہی مشابہ بصواب ہے کیونکہ امام محمدؒ
نے خلاف ابو یوسفؒ کا نہین ذکر کیا اگر ہوتا تو بیشک ذکر کرتے پہر جاننا چاہیئے کہ درہم شرعی چودہ قیراط کا ہوتا ہے اور جو اب
متعارف ہے وہ سولہ قیراط کا ہے جب صاع ایک ہزار چالیس درم شرعی کا ہوا تو متعارف دراہم کے وزن سے نو
سو دس کی برابر ہوا کذا قالہ الشامی قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکہا ہے کہ رطل بیس ۲۰ استار کا ہوتا ہے ہر استار
۴ ۱/۲ مثقال کا پس وزن رطل کا برابر چھتیس روپیہ دہلی کے ہے یعنی جو روپیہ کہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے حاصل
یہہ کہ صاع یعنے (۱۰۴۰ درم = ۳۰۳ ۲۷ تولہ دہلی = ۲۸۲ روپیہ چہرہ شاہی کچھہ کم = ۰۳ مارو
۰۰ روپیہ زائد دہلی کے سیر سے جو اسی روپیہ بہر کا ہے اور قریب ۳ ثار ے چہٹانک کے سہارنپور کے سیر
سے ہے جو اٹہاسی روپیہ بہر کا ہے انتہی قولہ بعد ما کان یعمل کیلا دون وزنا ماش اور عدس کے ساتھہ اندازہ صاع کا
مقرر کیا گیا کہ یہہ کیل اور وزن مین برابر ہوتے ہین یعنی بعضے پہولے اور بعضے ٹہوس نہین ہوتے پس جب ایک برتن کو ایک قسم
کے ماش یا عدس سے بہر کر کہ بمقدار (۱۰۴۰) درم کے ہون پہر اونکو نکال کر دوسری ماش یا عدس اوسمین بہرین
تو ہلکی یا بہاری نہوینگے بلکہ پہلے کے برابر ہونگے بخلاف گیہون اور جو کے کہ اون مین بعض ہلکے اور بعض
بہاری ہین تو اونکے کیل اور وزن مین اختلاف ہوسکتا ہے پس عدس اور ماش سے پیمانہ کیا ہو اسلئے مقرر کیا کہ جو مختلف نہو

ودفع القيمة اى الدراهم افضل من دفع العين اور دينا قيمت صدقۃ الفطر کا یعنے درہم وغیرہ کا افضل ہی اُس عین کے دینے سے کیونکہ فقیر کی حاجت روائی
میں زیادہ معاون ہی کذا فی الشامی على المذهب المفتى به جوهرة وبحر عن الظهيرية بنا بر مذہب مفتی بہ کے کذا فی الجوہرۃ والبحر نقلا عن الظہیریۃ
ہم اور اسکے مقابل وہ قول ہی جو مضمرات میں ہی کہ گیہون کا دینا افضل ہی سب احوال میں ایام شدت کے ہون یا نہون اسلئے کہ یہہ موافق سنت کے
ہی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشامی پس فتوی میں اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی وهذا فى السعة اما فى الشدة فدفع العين افضل کلا یخفی اور یہہ
قیمت کا ادا کرنا افضل ہی ابتدائی سختی نہونین لیکن گرانی کے دنونمین تو خود اُس شی عین کا دینا یعنی غلہ وغیرہ کا افضل ہی جیساکہ پوشیدہ
نہین ہم ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہی کہ یہہ شارح کیطرف سے بحث ہی باوجودیکہ تاتارخانیہ مین اسکو محمد بن سلمہ کیطرف نسبت کیا ہی
اور تبیین مین کہا ہی کہ یہہ مستحسن ہے کذا قالہ الشامی بطلوع فجر الفطر متعلق بیجب یہہ متعلق ہی یجب کے یعنی صدقۃ الفطر واجب ہی عید کی صبح صادق کے نمودار
ہونے پر ہم اور امام شافعی کے نزدیک رمضان کے آخر روز کے آفتاب غروب ہونے پر کذا فی البدائع فمن مات قبله اى الفجر او ولد بعده
او اسلم لا تجب عليه پس جو شخص مرگیا اوس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اوسکے بعد یا اسلام لایا تو اوسپر فطرہ واجب نہوگا ہم کیونکہ یہہ اشخاص
وجوب کیوقت اہلیت سے خارج ہین کذا فی النہر اور یہی حکم ہی جو فقیر ہو جاوے فجر سے پہلے یا تونگر ہو جاوے فجر کے بعد کذا فی الہندیۃ
ويستحب اخراجها قبل الخروج الى المصلى بعد طلوع فجر الفطر عملا بامره وفعله عليه الصلوة والسلام اور مستحب ہی فطرہ دینا عیدگاہ مین جانے
سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے واسطے تعمیل حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور واسطے اقتدائے فعل حضرت کے ہم اس قول و فعل کو حاکم نے
ابن عمر سے روایت کیا ہی اور فتح القدیر مین اوسکو بیان کیا ہی قالہ الشامی وصح اداءها اذا قدمه على يوم الفطر او اخره اعتبارا بالزكوة اور درست
ہی ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوۃ پر قیاس کرکے والسبب موجود اذ هو الرأس اور سبب وجوب کا یعنی راس موجود ہے
ہم اولی یہہ ہی کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جاوے کہ صحابہ عید سے ایک یا دو روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے فتح القدیر مین ہے کہ
پہلے سے دینا صحابہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہ تھا بلکہ آپکے اذن ہی سے ہوگا کذا قال الشامی بلا فرق بين مدة ومدة فى الاصح اى
مسئلة التقديم هو الصحيح وبه يفتى جوهرة وبحر عن الظهيرية بشرط داخل ہونے رمضان کے تقدیم کے مسئلہ مین یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی
دیا جاتا ہی کذا فی الجوہرۃ والبحر عن الظہیریۃ یعنی اگر رمضان سے پیشتر فطرہ دیگا تو صحیح نہوگا لکن عامة المتون والشروح على صحة التقديم مطلقا
وصححه غير واحد ورجحه فى النهر ونقل عن الولوالجية انه ظاهر الرواية قلت فكان هو المذهب لیکن اکثر متن اور شرح متفق ہین تقدیم کی درستی پر
ہر صورت مین یعنی اگرچہ رمضان سے پیشتر دیوے اور کچھ ایک نے نہین بلکہ بہتون نے اسکی تصحیح کی ہی اور نہر مین اوسکو ترجیح دیا ہی اور ولوالجیہ سے
نقل کیا ہی کہ یہی ظاہر الروایت ہی مین کہتا ہون پس یہی ہی مذہب ہم طحطاوی نے کہا کہ جس روایت پر فتوی ہوتا ہی وہ مقدم ہوتی ہی ظاہر الروایۃ
پر وجاز دفع كل شخص فطرته الى مسكين او مساكين على ما عليه الاكثر اور جائز ہے دینا ہر شخص کو اپنا فطرہ ایک مسکین کو یا جماعت کو اوس بنا پر کہ اکثر مشائخ
اسی پر ہین وبه جزم فى الولوالجية والخانية والبدائع والمحيط وتبعهم الزيلعي فى الظهار من غير ذكر خلاف وصححه فى البرهان فكان هو المذهب كتفريق
الزكوة اور اسی پر جزم کیا ہی ولوالجیہ اور خانیہ اور بدائع اور محیط مین اور انکا اتباع کیا ہی زیلعی نے باب ظہار مین بدون ذکر اختلاف کے
اور برہان مین اسکو صحیح کہا ہی پس یہی ہی مذہب جیسے زکوۃ کی تقسیم درست ہی ایک مسکین کو دے یا چند کو والامر فى حديث اغنوهم للندب
فيفيد الاولوية ولذا قال فى الظهيرية لا يكره التاخير اى تحريما اور امر حدیث شریف اغنوہم الخ مین استحباب کے لئے ہی پس مفید ہی اولویت کو
اور اسیواسطے ظہیریہ مین کہا ہی کہ تاخیر مکروہ نہین ہی یعنی تحریما ہم یہہ حدیث دار قطنی اور ابن عدی اور حاکم نے علوم الحدیث مین ابن عمر
سے ان لفظون سے روایت کی ہی اغنوهم عن الطواف فى هذا اليوم كذا قاله [illegible] اس حدیث سے یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اغنا حاصل نہین ہوتا جبتک کہ ایک
فقیر کو پورا فطرہ نہ دیا جاوے پس چاہئے کہ ایک ہی کو پورا فطرہ دینا واجب ہو مقتضای امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے شاید اسنے

[illegible]

ہو اور یا کہ امر استحباب کے لئی ہو ورنہ تقدیم و تاخیر جائز نہو تی اور تقدیم و تاخیر کے جواز پر دلیل سابق مین مذکور ہو چکی تو جب امر استحباب کے لئی ہوا
تو اسکا خلاف مکروہ تحریمی نہوگا بلکہ تنزیہی ہوگا اس جواب سی یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا فطرہ متعدد کو دینا مکروہ تنزیہی ہی جیسا یوم الفطر
سے تاخیر کرنا ہان مگر یہہ کہ فرق اسطرح بیان کیا جاوی کہ اگر لوگ یوم العید سی تاخیر کرین تو اغنا بالکل حاصل نہوگا بخلاف اسکی کہ متفرق
دین کیونکہ مجموعہ سی اغنا حاصل ہو جاتا ہی جیسے کرخی نے یہہ علت بیان کی ہی قال الشامی کما جاز دفع صدقۃ جماعۃ الی مسکین واحد بلا
خلاف تعقیبہ جیسا جائز ہی دینا متعدد شخصون کا فطرہ ایک مسکین کو بغیر ایسی اختلاف کی کہ لائق اعتبار کے ہو ھ یعتد بہ سی مصنف کے کلام کی
تصحیح کی ہی یعنی مراد نفی خاص خلاف سے ہی کیونکہ مواہب الرحمن مین دونو مسئلون مین خلاف کی تصریح کی ہی کہ جائز ہی لینا ایک شخص کا جماعت سے
اور دینا ایک کا جماعت کو بنا بر قول صحیح تر کے اس سی معلوم ہوا کہ قول صحیح عدم جواز ہے مین کہتا ہون کہ محل خلاف اسجگہہ شاید وہ صورت
ہو کہ چند آدمیون نے اپنی فطرہ جمع کر کے ملا دئی اور ایک شخص کو دیدئی لیکن جبکہ ہر شخص نے جدا جدا ایک ہی شخص کو دیا تو خلاف کا جاری
ہونا جواز و عدم جواز مین بعید ہی قال الشامی خلطت امرأۃ امرھا زوجہا باداء فطرتہ حنطتہ بحنطتہا بغیر اذن الزوج ودفعت الی فقیر جاز
عنہا لا عنہ کسی عورت کو اوسکی خاوند نے فطرہ کے ادا کا حکم دیا اوسنی بلا اجازت خاوند کے اوسکے گیہون اپنی گیہون مین ملالئے اور
کسی فقیر کو دیدئی تو عورت کیطرف سی جائز ہے مرد کیطرف سی ناجائز ھ اسلئی کہ مرد نے اوسکو اپنی مال مین سی دینی کی اجازت دی تھی
جب عورت نے مرد کا فطرہ اپنی فطرہ مین ملالیا تو امام صاحب کے نزدیک خلط کی جہت سی مستہلک ہوگیا تو اوسکی مالک عورت ہوگئی
اور عورت کے ذمہ اوسکا تاوان کا ضمان لازم آویگا قال الشامی لان الخلط استہلاک عند الامام یقطع حق صاحبہ وعندہما لا ینقطع
فیجوز ان اجاز الزوج شلہیدیہ اسوجہ سی کہ سابق مین مذکور ہوئی یعنی مخلوط ہونا استہلاک ہی امام صاحب کے نزدیک کہ مالک کے حق کو اسمین
سے قطع کر دیتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین قطع کرتا تو فطرہ جائز ہوگا اگر زوج نے اجازت دی کذا فی الظہیریۃ ھ یعنی زوج کی
طرف سی بھی جائز ہوگا ولو بالعکس قال فی النہر لم ارہ اور اگر صورت مسئلہ کی بالعکس ہو (یعنی عورت نے مرد کو کہا کہ میرا فطرہ ادا کر دی
اور مرد نے عورت کا غلہ اپنی غلہ مین ملالیا اور فطرہ دیا) تو نہر مین کہا ہی کہ مین نے اسصورت کو نہین دیکھا ومقتضی ما مر جوازہ عنہما بلا
اجازتہا اور جو سابق مین مذکور ہوا (یعنی ولو ادی عنہا بلا اذن اجزا) وہ مقتضی ہی کہ خاوند اور بیبی دونو کیطرف سی جائز رہی بدون
عورت کی اجازت کے بھی ولا یبعث الامام علی صدقۃ الفطر ساعیا لانہ علیہ السلام لم یفعلہ بدائع اور نہ بھیجی امام صدقۃ الفطر یعنی کے
لئی کسی ساعی کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ نہین کیا کذا فی البدائع ھ یعنی یہہ ثابت نہین ہوا کہ کسیکو آپنی مقرر کیا ہو
کہ وہ گشت کر کے صدقہ فطر وصول کر لاوی قال الشامی وصدقۃ الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف فی کل حال اور فطرہ مصارف کے باب
مین مانند زکوٰۃ کی ہے سب حالات مین ھ فی کل حال سی تعمیم احوال مطلقا اور ہر وجہ سی مراد نہین ہی کیونکہ ہر ایک کے لئی جدی جدی
شرطین ہین جو دوسری کے لئی نہین ہین مثلا زکوٰۃ مین شرط ہی حول اور نصاب نامی اور عقل اور بلوغ اور فطرہ مین ایک بھی شرط نہین ہے
بلکہ بیان مراد تعمیم احوال کی ہی مصارف مین خرچ کرنے کے لحاظ سی یعنی نیت شرط ہونا اور تملیک یہانتک کہ صرف اباحت کافی نہوگی
کذا فی البدائع ـ یہہ توجیہہ وہ ہی جو مجھی ظاہر ہوئی قال الشامی الا فی جواز الدفع الی الذمی وعدم سقوطہا بہلاک المال وقد مر ان زکوٰۃ
اور فطرہ مین اتنا فرق ہی کہ فطرہ ذمی کو دینا جائز ہے اور مال کے ہلاک ہونے سی ساقط نہین ہوتا اور دونو مسئلہ سابق گذر چکے ایک
باب المصرف مین دوسرا اسی باب مین خانیہ مین ہی کہ ذمی کو فطرہ دینا جائز ہی اور مکروہ ہی اور نزدیک امام شافعی کے اور ایک روایت
مین امام ابو یوسف سی جائز ہی نہین اور حاوی مین ہی کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہی قال الشامی ولو دفع صدقۃ فطرہ الی
زوجۃ عبدہ جاز وان کانت نفقتہا علیہ عمدۃ الفتاوی للشہید اور اگر دیا اپنا فطرہ اپنی غلام کی بیبی کو تو جائز ہی اگرچہ اسکی بیبی کا

نفقہ سوالی ہی کے ذمہ ہو کذا فی عمدۃ القضاوی للشہید ھم یعنی نفقہ عبد کی بیبی کا مالک کے ذمہ تبرعاً ہی کہ اوسنی اپنی ذمہ کر رکہا ہی اور اوسکو منجملہ عیال سمجہ لیا ہی ورنہ اوسکا نفقہ عبد کے ذمہ ہی اسلئی نفقہ کے عوض بیبی اوسکو بکوا سکتی ہے قالہ الشامی **خاتمۃ** ولجبات الاسلام سبعۃ الفطرۃ ونفقۃ ذی رحم ووتر واضحیۃ وعمرۃ وخدمۃ ابویہ والمرأۃ لزوجہا **خاتمہ** اسلام کے واجبات سات ہین فطرہ اور ذو رحم کا نفقہ اور وتر اور قربانی اور عمرہ اور ماں باپ کی خدمت اور عورت کے حق مین اپنی خاوند کیخدمت کذا فی الحدادی ھم صاحب جوہرہ نے اسکو امام محبوبی کیطرف نسبت کیا ہے اور اصول مین ثابت ہی کہ اعداد کے لئی مفہوم مخالف نہین ہے یا یون کہا جاوی کہ واجبات خبر مقدم ہی اور سبعۃ مبتدا موخر اور معنی اسطرح کہ یہہ سات جو مذکور ہوئی منجملہ واجبات اسلام ہین اور شاید انکو کوئی خصوصیت ہو کہ اوسمین یہہ شریک ہون سوا اور واجبات کے پس نہین وارد ہوتا جو طحطاوی نے کہا ہی کہ اگر واجبات مشہورہ مراد ہین تو غیر مسلم ہی کیونکہ صلوۃ عیدین اور جماعت وغیرہ رہ گئین اور اگر مطلق واجبات مراد ہین تو نماز مین اور حج وغیرہا مین بہتری واجبات ہین ـ اور واجب سی مراد وہ ہی کہ شامل ہو واجب دیانۃ کو جیسی خدمت عورت کی اپنی خاوند کیواسطی اور شامل ہو فرض عملی کو جیسی وتر اور عمرہ کو واجبات مین گنتا اس قول کے بموجب ہی جنکے نزدیک عمرہ واجب ہی اور اختلاف تعیم کا اس باب مین آگے مذکور ہوگا واللہ تعالی اعلم قالہ الشامی ؞

كتابُ الصوم

یہہ کتاب ہی روزہ کے بیان مین ھم ایضاح مین ہی کہ روزہ دین کا بڑا رکن ہی اور شرع متین کا مضبوط قانون ہے اسی سی نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے اور یہہ مرکب ہی دو چیزون سی ایک عمل قلبی دوم کہانے پینے جماع سے باز رہنا تمام روز اور یہہ بڑی اچہی خصلت ہی مگر نفس پر البتہ دشوار ہے پس حکمت الہی اسکو مقتضی ہوئی کہ مکلف کو پہلے خفیف تکلیف دیجاوی یعنی نماز پہر متوسط یعنی زکوۃ پہر جو زیادہ دشوار ہو یعنی روزہ اور اسی ترتیب کیطرف اشارہ فرمایا قرآن مجید مین (والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات) اور مبانی اسلام کے پانچ بیان فرمانے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصوم شہر رمضان اسلئی ائمہ شریعت نے اپنی تصنیفات مین یہی ترتیب رکہی کذا فی شرح ابن الشلبی قیل لو قال الصیام لکان اولی لما فی الظہیریۃ لو قال للہ علی صوم لزمہ یوم ولو قال صیام لزمہ ثلثۃ ایام کما فی قولہ تعالے ففدیۃ من صیام کہا گیا ہی (یعنی صاحب بحر نے کہا) کہ اگر مصنف بجاے کتاب الصوم کے کتاب الصیام کہتا تو بہتر ہوتا کیونکہ ظہیریہ مین کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ اللہ کیواسطے مجہپر صوم ہے تو اس صورت مین اوسپر ایک روزہ لازم ہوگا اور اگر صیام کہا تو تین روزے لازم ہونگے جیسا قرآن شریف مین وارد ہے ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی بعوض اوسکے روزے یا خیرات یا ذبح کرنا ھم وجہ استشہاد کی یہہ ہے کہ یہہ فرع جو ظہیریۃ مین ہی دلالت کرتی ہے کہ لفظ صیام جمع ہی اور جمع کا اطلاق اقل درجہ تین پر ہی جیسا آیت شریف مین ہی پس لفظ صیام سی تعبیر کرنا بہتر تہا کہ فرض واجب نفل کو شامل ہوتا قالہ الشامی وتعقب بان الصوم لہ انواع اور اس قول پر اعتراض کیا گیا ہی یعنی صاحب نہر نے کہا ہی کہ صوم کے انواع متعددہ ہین ھم یعنی صوم اسم جنس ہی اور اسم جنس کا اطلاق اپنے انواع سہ گانہ مذکورہ پر ہی خواہ اوسکو صوم سی تعبیر کرو یا صیام سی کیونکہ یہہ دونو مصدر ہین صام صوما وصیاما اور صوم اور صیام مین ہرگز تعدد پر دلالت نہین ہے اور اسیلئی قاضی بیضاوی نے آیہ شریف کی تفسیر مین کہا ہی کہ یہہ بیان ہی جنس فدیہ کا اور اندازہ اوسکی کعب کی حدیث سے معلوم ہوتی ہی ہان صیام البتہ جمع صائم کی مستعمل ہے لیکن وہ یہان مراد نہین ہوسکتی اور نہ آیہ شریف مین یہہ معنی مراد ہو سکتے ہین علاوہ اسکے کہ الف ولام جمع کے معنی کو باطل کر دیتا ہی ھم یعنی اگر تسلیم کیا جاوی کہ صیام افراد صوم کی جمع ہی پہر بہی اولویۃ الصیام کی کوئی وجہ نہین پائی جاتی کیونکہ جب الف لام سی جمعیت کے معنی جاتے رہی تو صوم

وصیام برابر ہوگئے یہہ تقریر کلام شارح کی ہے نہر کے موافق لیکن اسمین تعبیر کی کلام کی توجیہ مشکل ہے اگرچہ نہر مین کہا ہے کہ شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ لفظ صیام اگرچہ جمع نہین لیکن چونکہ آیہ شریف مین اسکا اطلاق تین روزہ پر ہوا تو نذر مین اسیکا اعتبار کیا گیا احتیاطاً بخلاف لفظ صوم کے قالہ الشامی والاصح انہ لا یکرہ قولہ رمضان اور اصح یہہ ہے کہ لفظ رمضان بولنا یعنی بغیر ملانے لفظ شہر کے مکروہ نہین ہے م بعضون نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے جو محمد نے مجاہد سے روایت کی ہے اور اسکا خلاف ذکر نہین کیا کہ مکروہ ہے بولنا رمضان آیا یا رمضان گیا کیونکہ رمضان اسماء الہی سے ہے اکثر مشائخ اسبات پر ہین کہ یہہ قول مکروہ نہین ہے کیونکہ احادیث صحیحہ مین وارد ہے جیسا فرمایا صلعم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اور دوسری جا ارشاد ہے عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ اور روایات مشہورہ مین رمضان کا اسماء الہی سے ہونا ثابت نہین ہوا اور اگر ثابت بھی ہو تو اسم مشترکہ مین ہوگا جیسا حکیم کذا فی الشامی وفرض بعد تحول القبلۃ الی الکعبۃ لعشر فی شعبان بعد الہجرۃ بسنۃ ونصف اور رمضان فرض ہوا بعد بدلنے قبلہ کے کعبہ شریف کیطرف دسوین شعبان کو ہجرت کے ڈیڑھ برس کے بعد قولہ امساک مطلقا لغت مین کسی چیز سے باز رہنا مطلق ہے یعنی طعام سے یا کلام سے اور ظاہر یہہ ہے کہ سب معنون مین حقیقت لغویہ ہے اور صحاح کی عبارت اسیکو مفید ہے اور مغرب مین ہے کہ وہ باز رہنا ہے انسان کا کھانے پینے سے قالہ الشامی وشرعا امساک عن المفطرات الآتیۃ اور شرع مین باز رہنا افطار کرنیوالی چیزون سے جنکا ذکر آگے آویگا حقیقۃ او حکما کمن اکل ناسیا فانہ ممسک حکما باز رہنا حقیقۃ ہو یا حکما جیسے کسی نے کھا لیا ہو بھولکر کیونکہ اوسکو امساک حکمی حاصل ہے م یعنی شارع نے اوسکے افطار کو اعتبار نہین کیا قالہ الشامی فی وقت مخصوص وہو الیوم امساک ہو وقت مخصوص مین کہ وہ روز شرعی ہے م یعنی اول طلوع صبح سے غروب آفتاب تک اور طلوع فجر سے مراد اول زمان طلوع ہے یا روشنی کا انتشار اسمین اختلاف ہے جیسا نماز صبح مین اختلاف ہے اور پہلے مین احتیاط ہے اور دوسری مین وسعت جیسا حلوانی نے کہا ہے اور محیط مین ہے کذا فی الشامی من شخص مخصوص مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاہر من حیض ونفاس مع النیۃ المعہودۃ امساک ہو نیت مقرری کے ساتھہ خاص شخص کا یعنی مسلمان کا جو دار الاسلام مین ہو یا روزہ کے وجوب کو جانتا ہو یعنی گو دار الحرب مین ہو اور طاہر ہو حیض ونفاس سے عورت ہونیکی صورت مین م پوشیدہ نرہے کہ کلام مطلق صوم مین ہے فرض ہو یا نفل اور علم بالوجوب یا دار الاسلام مین ہونا شرط صرف وجوب رمضان کی ہے جیسا عقل وبلوغ بھی شرط ہے صحت صوم کی شرط نہین پس مناسب یہہ ہے کہ اقتصار کیا جاوے مسلم طاہر الخ پر کذا قالہ الشامی واما البلوغ والافاقۃ فلیسا من شرط الصحۃ لصحۃ صوم الصبی ومن جن او اغمی علیہ بعد النیۃ وانما لم یصح صومہما فی الیوم الثانی لعدم النیۃ لیکن بلوغ اور عقل صحت کی شرطین نہین کیونکہ لڑکے کا روزہ اور اوس شخص کا روزہ کہ بعد نیت کے مجنون ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے درست ہے اور دوسرے روز کا روزہ جو مجنون اور بیہوش کا درست نہین ہوتا تو نیت کے نہونیسے درست نہین ہوتا م یہہ جواب ہے اوس سوال کا کہ کوئی یون کہے کہ شخص مخصوص کو مقید کرنا چاہیے تقیید بلوغ اور افاقہ سے یعنی جنون اور بیہوشی اور نیند سے جواب کا حاصل یہہ ہے کہ کلام صوم شرعی کی تعریف مین ہے اور وہ اوسکے رکن کے ذکر کرنے یعنی امساک مذکور اور صحت صوم کے موقوف علیہ کے بیان سے حاصل ہو سکتی ہے اور صحت کے موقوف علیہ تین ہین اول مسلمان ہونا دوم طہارت حیض ونفاس سے سوم نیت کرنا اور بلوغ اور افاقہ شروط صحت سے نہین ہین البتہ وجوب رمضان کی شرطین ہین پس مقید کرنا بیموقع ہے قالہ الشامی وحکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ کما فی الصلوۃ فی ارض مغصوبۃ اور صوم کا حکم (یعنی اثر اخروی) ملنا ثواب کا ہے اگرچہ منہی عنہ ہو مانند ثواب نماز کی زمین مغصوبہ مین م اس سے معلوم ہوا کہ صوم منہی عنہ مین ثواب ہے جیسا غصب کی زمین پر نماز مین نہر مین اسکو ذکر کیا ہے بحر کا قول رد کرنے کو کہ ایام منہیہ کے روزہ مین ثواب نہین ہے قالہ الشامی وسبب صوم المنذور النذر ولذا لو عین شہرا وصام شہرا قبلہ عنہ اجزأہ لوجود السبب ویلغو التعیین اور نذر کئے ہوئے روزہ کا سبب نذر ہے اور اسلیئے اگر معین مہینے کے روزہ نذر کئے اور اوسکے بدلے اوس سے پہلے مہینے کے روزے رکھ لے تو کافی ہے کیونکہ سبب یعنی نذر تو موجود ہے اور تعیین ایام کی لغو ہو گئی م اس سے نکلتا ہے کہ ہر حنفیہ کے

صوم واجب ہو نذر سے ساقط ہو جاوے ... اس کے روزہ کی حالت ...

بوشنبہ اور جمعرات کے روزے کسی نے نذر کئے تھے اور اسکے بدلے دوسرے دن نہیں بھی رکھ سکتا ہے لیکن یہہ حکم اس نذر کا ہے جسکو کسی چیز پر مشروط
کیا ہو جیسا کہ قبیل اعتکاف کے آ چکا قال الشامی والکفارات الحنث والقتل اور بسبب کفارات کے روزوں کا قسم کا توڑنا اور قتل کرنا جیسے
قتل کرنا کسی نفس کا خطاءً یا قتل کرنا صید کا احرام میں لیکن شامی نے کہا کہ اولی وہ عبارت ہے جو فتح میں ہے کہ کفاروں کے روزہ کا سبب ان
اسباب میں قسم توڑنا اور قتل وغیرہ اسلیے کہ اسباب میں سببیت ہوتی ہے وہ جزم کرنا ظہار میں اور روزہ توڑنا رمضان میں اور سر مونڈنا احرام
میں قال الشامی وجزء رمضان یعنی جزء من الشهر من لیل ونهار علی المختار کما فی الخبازیه اور سبب رمضان کے روزہ کا حاضر ہونا ایک
جزء کا اس مہینے سے خواہ رات ہو یا دن بنا بر مذہب شمس الائمہ سرخسی کے جیسا خبازیہ میں ہے والمختار فخر الاسلام وغیرہ انه الجزء
الذی یمکن انشاء الصوم فیه من کل یوم اور فخر الاسلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ ہر یوم کا وہ جزء سبب ہے جسمین روزہ کی ابتدا ممکن ہو
م یعنی صبح صادق کے شروع سے دوپہر کے پہلے تک کیونکہ رات میں اور خود دوپہر اور اسکے بعد میں انشاء صوم ممکن نہیں اور رات میں
تو صرف نیت ہی ہے نہ صوم لیکن بحر میں تصریح کی ہے کہ سبب وہ جزء ہے جسکے ٹکڑے نہیں ہو سکتے ہر روز میں پس روزہ واجب ہوتا ہے اس
جزء کے متصل اور یہہ کلام بحر کا مقتضی ہے اسبات کو کہ سبب ہر دن کا جزء اول ہے جیسا اور علماء نے بھی اسکی تصریح کی ہے قال الشامی
حتی لو افاق المجنون فی لیلة او فی آخر ایامه بعد الزوال لا قضاء علیه وعلیه الفتوی کما فی المجتبی النهر عن الدرایة یہانتک کہ اگر مجنون کو
کسی رات میں افاقہ ہوا یا آخر روز رمضان میں بعد زوال کے افاقہ ہوا تو اسپر قضا لازم نہیں اور اسی پر فتوی ہے جیسا مجتبی میں ہے اور نہر
میں منقول ہے درایہ سے وصححه غیر واحد مولانا کما فی الغایة اور بہت لوگوں نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہی حق ہے جیسا غایہ میں ہے م
یعنے صاحب نہایہ اور ظہیریہ اور قاضی خان اور عنایہ اور اسبیجابی اور حمید الدین وغیرہم نے تصحیح کی ہے میں کہتا ہوں کہ اسکی تصحیح کو ذخیرہ میں
نقل کیا ہے لیکن یہہ بھی نقل کیا ہے کہ لزوم قضا صحیح ہے اور اسی طرف فتح القدیر چلا ہے اور شرح ملتقی میں ہے کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور بدائع
میں اسکو ہمارے اصحاب کیطرف نسبت کیا ہے اور خلاف نہیں نقل کیا اور ایسا ہی سراج میں ہے اور اسی پر جزم کیا زیلعی نے اور ظاہر قدوری
اور کنز اور ہدایہ کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے حاصل یہہ کہ دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے اور معتمد دوسرا قول ہے کیونکہ وہ ظاہر الروایت
ہے اور متون اسی پر منعقد ہیں قال الشامی وهو اقسام ثمانیة فرض وهو نوعان معین کصوم رمضان اداء وغیر معین کصوم رمضان قضاء وصوم
الکفارات اور صوم کی آٹھ قسمیں ہیں ایک فرض ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں معین جیسے رمضان کے ادا روزے اور غیر معین جیسے رمضان کے
قضا روزے اور کفاروں کے روزے لکنه فرض عملا لا اعتقادا ولذا لا یکفر جاحده قاله البهنسی تبعا لابن الکمال لیکن کفاروں کے روزے
فرض عملی ہیں نہ اعتقادی اسیلئے اسکے منکر کو کافر نہیں کہتے یہہ بہنسی نے کہا ہے ابن کمال کی اتباع سے م ایضاح الاصلاح میں کہا ہے
کہ روزہ نذر اور کفارہ کا واجب ہے اسکی فرضیت پر اجماع نہیں منعقد ہوا بلکہ اسکی وجوب یعنے ثبوت پر عمل کے اعتبار سے نہ اعتقاد کے
اعتبار سے اسیواسطے اسکا منکر کافر نہیں حاصل یہہ کہ اگرچہ لزوم ہر واحد کا کتاب اللہ اور اجماع سے ثابت ہے لیکن اسطرح نہیں ہے
کہ اسکا منکر کافر ہو جیسا حال فرض قطعی کا ہوتا ہے مثل رمضان وغیرہ کے اس تقدیر پر یہ مناسب تھا کہ کفارات کو واجب کی قسم میں ذکر
کرتا جیسا ابن کمال نے کیا ہے قال الشامی وواجب وهو نوعان معین کالنذر المعین وغیر معین کالنذر المطلق اور ایک روزہ واجب ہے
اسکی دو قسمیں ہیں ایک معین جیسے نذر معین اور ایک غیر معین جیسے نذر مطلق م معین وہ جسکا وقت خاص ہو مثلا جمعرات کا روزہ اور
غیر معین جیسے ایک دن کا روزہ مثلا اور واجب کے اقسام میں ہے نفل روزہ جو شروع کرکے توڑ دے یا نفل کے قضا کو فاسد کر دے اور
اعتکاف کے روزے قال الشامی واما قوله تعالی ولیوفوا نذورهم فدخله الخصوص کالنذر بالمعصیة فلم یبق قطعیا لیکن قول حق سبحانه وتعالی
ولیوفوا نذورهم تو اسپر خصوص وارد ہوا ہے یعنی گناہ کی نذر اسمین سے مخصوص ہے پس قطعی نرہا کیونکہ مخصوص البعض قطعی الدلالۃ نہیں ہوتا

وقیل قائلہ الاکمل وغیرہ واعتمدہ الشرنبلالی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہی شارح نے کہا کہ قائل اکمل وغیرہ ہی اور شرنبلالی نے اوسپر اعتماد کیا
ہے ہم کہتے ہیں اسمین یہہ شبہہ ہی کہ اکمل نے عنایہ مین تو وجوب ثابت کیا ہی مگر یہہ کہ اس موضع کے سوا اور کہین کہا ہوا اور بحر وغیرہ مین مذکور ہی کہ
اسکا قائل کمال ہی تو شاید یہہ شارح کے قلم کی غلطی ہی بسبب مشابہت دو نو لفظون کے قالہ الحلبی اور کمال کا کلام فتح القدیر مین یہہ ہی کہ فرضیت اس
سے مستفاد ہی کہ اجماع ہی اسکی لزوم پر نہ آیت شریف سی کیونکہ وہ مخصوص البعض ہی قالہ الشامی لکن تعقبہ سعدی بالفرق بان المنذورۃ لا تؤدی
بعد صلوۃ العصر بخلاف الفائتۃ لیکن سعدی نے نذر کے فرض ہونے پر اعتراض کیا ہی اس فرق سی کہ صلوۃ منذورہ بعد عصر کے ادا نہین کیجاتی
بخلاف قضا نماز دن کے تو اگر نذر فرض ہوتی تو بعد عصر اوسکی نماز مکروہ نہوتی ہو فرض علی الاظہر کالکفارات یعنی عملا لان قطعی الاجماع
لا تعینہ الفرض القطعی اور کہا گیا ہی کہ نذر فرض ہے بنا بر اظہر اقوال کے جیسے کفارات یعنی فرض عملی ہے کیونکہ مطلق اجماع فرض قطعی کو مفید نہین ہوتا
ہم فرض عملی لیکر شارح کا توجیہ کرنا ایسا ہی کہ خود بھی اوسکو اچھا نجانیگا اسواسطے کہ جو شخص آیت شریف سی فرضیت پر استدلال کرتا ہی وہ فرض قطعی
کہتا ہی نہ ظنی جیسا درر مین تصریح کی ہے اور اسیلئے فتح مین اعتراض کیا ہی کہ آیت سی استدلال فرضیت پر نہین ہوسکتا کہ وہ مخصوص ہے اور صدر الشریعۃ
نے اسکو چھوڑکر اجماع سی استدلال کیا ہی کذا فی الشامی کما بسط شرح جیسا تفصیل بیان کیا ہی شرح نے ہم یعنی درر مین صدر الشریعۃ کا یہہ قول ذکر کیا کہ منذور
فرض ہی اسوجہ سی کہ لزوم اسکا بالاجماع ثابت ہی پس قطعی الثبوت ہوا پہر اسطرح جواب دیا کہ فرض سی مراد یہان فرض اعتقادی ہی جسکا منکر کافر ہوتا ہی
چنانچہ عبارت ہدایہ کی اسپر دلالت کرتی ہی اور فرضیت ان معنون سی مطلق اجماع سے ثابت نہین ہوتی بلکہ اوس اجماع سی جو بتواتر منقول ہو فرضیت پر جیسا رمضان
کے روزی ہی اور جب منذور مین اجماع فرضیت پر بتواتر منقول نہوا تو مرتبہ وجوب مین رہا اسواسطے کہ اجماع جو منقول بطریق شہرت یا احاد ہو وجوب کو
مفید ہوتا ہی نہ فرضیت کو قالہ الشامی ونفل کغیرھما اور ایک روزہ نفل ہے چنانچہ فرض اور واجب کے سوا دوسری روزی ہی ہم یہان نفل کے
معنی لغوی مراد ہین یعنی زیادتی نہ معنی شرعی کیونکہ اسمین دو نو قسمین مکروہ کی بھی داخل ہین اور کبھی کہا جاتا ہی کہ معنی شرعی ہی مراد ہین اسوجہ سے
کہ روزہ ایام منہیہ کا باعتبار اپنی ذات کے عبادت مستحسنہ ہی اور اس اعتبار سے کہ ضیافت خداوندی سے روگردانی کو مستلزم ہی منع ہی پس اپنی اصل
کے اعتبار سے مشروع ٹھہرا اور صفت کے اعتبار سے مکروہ قالہ الشامی یعم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع نفل شامل ہی سنت کو جیسے نوین و دسوین
محرم کا روزہ نوین کے ہم جو فعل کہ اوسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو یا خلفاء راشدین نے حضرت کے بعد وہ سنت ہی پہر وہ دو قسم
ہے ایک سنۃ الہدی کہ اوسکا ترک برائی اور کراہت کو موجب ہی جیسی جماعت اور اذان دوم سنت زوائد جیسی عادات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
لباس اور قیام اور قعود مین اور اسکا ترک کراہت کو موجب نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ صوم عاشورا قسم ثانی مین ہی بلکہ خانیہ مین اسکو مستحب کہا ہی اور البیانیہ
ہی بدائع مین ہی تامل قالہ الشامی والمندوب کایام البیض من کل شھر اور نفل شامل ہی مندوب کو جیسے ہر مہینے کے ایام بیض کے روزہ ہم
بیض صفت ہی لیالی کی جو محذوف ہی یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین مستحب کا ذکر نہین کیا کیونکہ اصولیون کے نزدیک مستحب اور مندوب مین
فرق نہین یعنی وہ فعل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر مواظبت نکی ہو اگرچہ کبھی کیا ہو مگر رغبت اوسکی طرف ثابت ہو کذا فی التحریر اور فقہا
کے نزدیک مستحب وہ ہی جو حضرت نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو اور مندوب وہ کہ صرف ایکبار یا دوبار جواز کی تعلیم کے لئے کیا ہو قالہ الشامی ویوم
الجمعۃ ولو منفردا اور شامل ہے جمعہ کے دن کے روزہ کو اگرچہ اکیلا ہو ہم نہر مین اسکی تصریح کی ہی اور ایسی ہی بحر مین یعنی کہا ہی کہ جمعہ کا روزہ
اکیلا مستحب ہی اکثرون کے نزدیک جیسا دوشنبہ اور جمعرات کا اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی اور اسیکی مثل محیط مین ہی اور یہہ سبب بیان کیا ہی
کہ ان ایام کی فضیلت ہی اور انکی روزہ مین غیر قبلہ والون کے ساتھہ تشبہ نہین ہے پس جو اشباہ مین کراہت اکیلے جمعہ کے روزہ کی نقل کی ہی سو وہ
قول بعض کا ہی اور خانیہ مین ہی کہ کچھہ مضائقہ نہین جمعہ کے روزہ کا امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک کیونکہ عبد اللہ بن عباس اسکا روزہ رکھتے اور افطار
نکرتے تھے اور اس اثر سی استشہاد کرنا دلیل ہی استحباب پر کہ لا باس سی مراد استحباب ہی اور ابو یوسف نے کہا ہی کہ حدیث اسکی کراہت مین آئی اور ہی پس احتیاط

بیہ ہے کہ اگر روز پہلے یا پیچھے ملائے قالہ الشامی ویکرہ صوم یوم عرفہ للحاج لو تضعفہ اور نفل میں ہی عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی رکھے جو روزہ سے ضعیف ہو ہم یعنی اوس دن
عرفہ کا روزہ اگر کوئی حاجی رکھے کہ اوسکو وقوف عرفات میں خلل انداز نہو یا اور دعاؤں کا حارج نہو تو مکروہ نہیں کذا فی المحیط اور اگر ضعف طاری
ہو تو مکروہ ہے کذا قالہ الشامی والمکروہ تحریما کالعیدین اور نفل شامل ہی مکروہ تحریمی کو جیسے عیدین کا روزہ ہم یعنی اور ایام تشریق کا کذا فی النہر
اور المکروہ منصب کی علامت ہی علت نصب سنت ہے یا مرفوع ہی مبتدا اور کالعیدین خبر اور اسصورت میں جو تعلق نفل کے معنون میں کیا گیا کہ وہ شامل
کرنے کو اوسکی ضرورت نہیں قالہ الشامی و تنزیہا کعاشورا وحدہ اور شامل ہی مکروہ تنزیہی کو جیسا عاشورا کا روزہ اکیلا ہم یعنی اسطرح کہ نویں
یا گیارہوین کو اوسکے ساتھ نملایا جاوے قالہ امداد اسلئے کہ مشابہت ہی یہود کے ساتھ کذا فی المحیط قالہ الشامی وسبت وحدہ اور ہفتہ کے روز کا
اکیلا ہم کیونکہ یہود کے ساتھ مشابہت ہی کذا فی البحر اور یہہ علت کراہت تحریمی پر دلالت کرتی ہے مگر یہہ کہ کہا جاوے کہ کراہت تحریمی تقصد مشابہت
سے ثابت ہوتی ہی و نیروز و مہرجان ان تعمدہ اور روزہ نوروز اور مہرجان کا اگر قصداً رکھے اوسکو ہم نیروز معرب ہی نوروز کا اوس روز کا نام
کہ آفتاب برج حمل میں آتا ہی اور مہرجان معرب ہی مہرگان کا وہ دن کہ آفتاب میزان میں آتا ہی اور یہہ دونو فارسیوں کے عید کے دن ہیں
قولہ ان تعمدہ کذا فی المحیط پھر محیط میں ہی کہ مختار یہہ ہی کہ اگر پہلے سے روزہ رکھتا ہو تو افضل یہہ ہی کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہہ ہی کہ روزہ نہ رکھے
کیونکہ اس روز کی تعظیم کی مشابہت ہو جاتی ہے اور یہہ حرام ہی قالہ الشامی وصوم دہر و صمت و وصال وان افطر الایام الخمسة اور شامل ہی
کراہت کے ساتھ ہمیشہ روزہ رکھنے کو اور سکوت کے روزے کو یعنی یہہ کہ روزہ میں کلام نکرے اور کلام نکرنے کی کراہت اسواسطے ہی کہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہی کہ وہ
روزہ میں نہیں بولتے کذا فی المحیط اور شامل ہی وصال کے روزہ کو یعنی کئی روزے پیاپے رکھے اور بیچ میں افطار نکرے اور عمر بھر روزہ رکھنا مکروہ ہے
اگرچہ پانچ دن ممانعت کی یعنی دونو عید کے دن اور تین ایام تشریق میں افطار کرے ہم خلاصہ میں ہی کہ جب ایام منہیہ میں افطار کرے تو مختار یہہ
ہے کہ کچھہ مضائقہ نہیں قالہ الشامی وھذا عند ابی یوسف کما فی المحیط اور یہہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی جیسا محیط میں ہی ہم یعنی عمر بھر
روزہ رکھنا امام ابو یوسف کے نزدیک ایسی صورت میں مکروہ ہی کہ فرائض اور واجبات اور کسب ضروری میں ضعف طاری ہوگا یا روزہ رکھنا شاق
ہو جائیگا مشقت نہ رہیگی کذا فی المجتبی فہی خمسة عشر یہہ تفریع ہی یعنی جملہ مذکورات جو نفل میں داخل ہیں پندرہ ہیں ہم
اسطرح کہ عیدین کو دو شمار کریں اور اتوار کا دن کہ بہت سی قسمیں موجود ہی اسمیں شامل رکھیں لیکن مکروہ تحریمی سے ایام تشریق اور صوم یوم
الشک باقی رکھے اور مکروہ تنزیہی سے عورت کا روزہ بدون اپنے خاوند کی اجازت کے اور غلام کا روزہ بدون مولیٰ کی اجازت کے اور نوکر کا
روزہ بدون مستاجر کی اجازت کے باقی رکھے اور منہ و تابین سے دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ اور صوم داؤد یعنی ایکروز صوم اور ایکروز افطار اور شش عید کے روزے باقی رہے
قالہ الشامی والواجب ثلاثة عشر اذا انواع صوم لازم کے تیرہ ہیں سبعة منہا متتابعات سات قسمیں بہ فصل روزہ رکھے جاتے ہیں رمضان وکفارة الظہار
وقتل و یمین وافطار رمضان ونذر معین والاعتکاف الواجب ایک تو رمضان کے روزے دوسرے کفارہ ظہار کے روزے تیسرے کفارہ قتل کے
چوتھے کفارہ قسم کے پانچویں کفارہ افطار رمضان کا چھٹے نذر معین ساتویں اعتکاف واجب کو وستة یخیر فیہا نفل و قضاء رمضان وصوم متعة
وفدیہ حلق وجزاء صید ونذر مطلق اور چہہ قسمیں وہ ہیں جنہیں رکھنے والیکو اختیار ہی فصل کا ایک نفل دوسرے رمضان کی قضا تیسرے حج تمتع
(اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہو اور تین روزے ایام حج میں اور سات پھر نیکے بعد رکھے چوتھے سر منڈانے کے فدیہ کے
پانچویں جزاء صید کے روزے چھٹے نذر مطلق کے روزے یعنی جسمیں معین مہینے یا پیاپے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کی ادا انقو بعد لفظ
صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل جب یہہ ثابت ہو چکا پس صحیح ہی ادا ہی رمضان کے روزے اور نذر معین اور نفل کی رات سے
نیت کرنے سے ہم ادا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضاء رمضان کے اور قضاء نذر معین اور نفل کی قضا کیلئے رات سے نیت کرنی اور تعیین شرط ہی
جیسا آویگا اور نفل سے مراد سوا فرض اور واجب کے یعنی سنت ہو یا مندوب یا مکروہ کذا فی البحر والنہر اختیار میں کہا ہی کہ نیت شرط ہی روزہ میں

الہین جانکر روزہ رکہونگا اور رمضان شریف کی رات کوئی نہین کرتی مسلمان اُس سے خالی نہین اور زبان سے نیت کرنا شرط نہین اور سحری بہی بمنزلہ نیت کے ہے
نقل کیا ہے کہ سحر کہانا نیت ہے قالہ الشامی فلا تصح قبل الغروب ولا عندہ پس نیت نہین صحیح غروب سے پہلے اور نہ غروب کے وقت ہم یعنی اگر نیت کرے
غروب سے پہلے یا غروب کیوقت کہ مین کل روزہ رکہونگا پہر سوگیا یا بیہوش ہوگیا یا غافل ہوگیا یہانتک کہ اگلے دن آفتاب کے زوال کا وقت
آگیا تو روزہ نہوا اور اگر غروب کے بعد نیت کی تہی تو جائز ہے کذا فی الخانیہ قال الشامی الی الضحوۃ الکبریٰ لا بعدہا ولا عندہا اعتبارا لاکثر الیوم یعنی
ہو نیت رات سے لیکر ضحوہ کبری تک نہ اوسکے بعد اور نہ اوسکے متصل بلحاظ اکثر یوم کے ہم ضحوہ کبری سے مراد نصف نہار شرعی ہے اور نہار شرعی شروع صبح
صادق سے ہی غروب شمس تک اور اوسکو زوال شمس سے تعبیر نکیا جیسا قدوری و مجمع وغیرہ مین تعبیر کیا ہی کیونکہ زوال کا وقت نصف روز ہے طلوع
آفتاب سے حالانکہ وقت صوم کا طلوع فجر سے ہے کذا فی البحر عن المبسوط ہدایہ مین جامع صغیر سے منقول ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت ہوا اور یہی اصح
ہے کیونکہ وجود نیت کا اکثر روزہ مین ضروری ہے اور نصف روز طلوع فجر سے ضحوہ کبری تک ہے نہ وقت زوال تک پس ضحوہ کبری سے پہلے نیت شرط ہے
تاکہ اکثر مین ہونا ثابت ہو قالہ الشامی ویصح بمطلق النیۃ ای نیۃ الصوم فاللام بدل من المضاف الیہ اور درست ہین صیام مذکورہ مطلق سے یعنی روزہ کی
نیت سے پس الف لام بدلہ مضاف الیہ کے ہے ہم مطلق نیت یہہ کہ اوسمین فرضیت اور وجوب اور سنیت کی قید نہو مطلقا کیونکہ تمام رمضان اپنی فرض روزہ
کے لئے پورا وقت ہے اوسمین دوسرا صوم مشروع نہین پس فرض ہی کے لئے متعین ہوا اور جو شارع کیطرف سے متعین ہے اوسمین تعیین کی ضرورت نہین اور
نذر معین کو رمضان پر قیاس کیا کیونکہ رمضان شارع کی تعیین سے متعین ہوا اور نذر ناذر کیطرف سے تو دونو قسم مطلق نیت کافی ہوا اور چونکہ بعض
لوگون نے اعتراض کیا تہا کہ مطلق نیت سے درست ہونا مستلزم ہے کہ کسی عبادت کی نیت سے روزہ درست ہونا چاہیئے شارح نے اسکا جواب دیا کہ الف لام
عوض مضاف الیہ کے ہے یعنی نیت سے مراد نیت صوم کی ہے کذا فی الشامی وبنیۃ نفل لعدم المزاحم اور درست ہے صوم مذکور نفل کی نیت سے کیونکہ رمضان
و نذر معین کا کوئی مزاحم نہین جیسا مطلق نیت مین بیان ہو چکا وبخطاء فی وصف کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط لتعینہ بتعیین الشارع اور درست
ہے باوجود خطاکے بیچ وصف رمضانیت کے جیسے نیت کسی اور واجب کی کی لیکن یہہ صحت صرف اداء رمضان مین ہے (نفل اور نذر معین مین نہین)
کیونکہ رمضان شارع کیطرف سے معین ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان گذر جاوے تو پہر کوئی روزہ نہین سوای رمضان کے بخلاف
نذر کے کہ اوسکا وجوب ناذر کے قول سے ہے جب اوسنے دوسرے واجب کی نیت کی تو گویا پہلے کو باطل کیا کذا فی الشامی الا اذا وقعت النیۃ من مریض او
مسافر حیث یحتاج الی التعیین لعدم تعینہ فی حقہما یہہ استثناء ہے بنیۃ نفل و بخطاء فی وصف سے یعنی مگر جبکہ واقع ہو نیت مریض یا مسافر سے تو روزہ وہ
ہوگا جو مریض یا مسافر نیت کرے کیونکہ صوم محتاج تعیین کا ہے واسطے عدم تعیین صوم کے مریض اور مسافر کے حق مین ہم یحتاج کی ضمیر یا مریض اور مسافر
کیطرف پہرتی ہے بتاویل ہر واحد کے یا صوم کیطرف قالہ الشامی اور ہو سکتا ہے کہ یحتاج بصیغہ مجہول ہو اور جار مجرور مفعول مالم یسم فاعلہ ہو فلا یقع عن
رمضان بل یقع عما نوی من نفل او واجب علی ما علیہ الاکثر بحر پس واقع نہوگا روزہ رمضان سے بلکہ اوس سے واقع ہوگا جسکی نیت کی یعنی نفل
یا واجب بموجب اوس قول کے جسپر اکثر مشائخ ہین کذا فی البحر مین کہتا ہون بحر مین جو قول نسبت اکثر مشائخ کیطرف کیا ہے تو وہ مریض کے حق مین ہے
اور مسافر کے حق مین یہہ تفصیل ہے کہ اگر کسی دوسرے واجب کی نیت کریگا تو اوسی واجب کیطرف سے واقع ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور اگر نفل کی
نیت کریگا یا مطلق نیت ہوگی تو امام صاحب سے دو روایتین ہین اصح یہہ ہے کہ رمضان سے واقع ہوگا اسواسطے کہ نفل کا فائدہ ثواب ہے اور وہ فرض ادا کی
مین زیادہ ہے قالہ الشامی وہو الاصح سراج وقیل بانہ ظاہر الروایۃ فلذا اختارہ المصنف تبعا للدرر یہی اصح ہے کذا فی السراج اور کہا گیا ہے کہ یہہ
ظاہر الروایت ہے پس اسلئے مصنف نے اسکو اختیار کیا درر کے اتباع سے لکن فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجبا
آخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرہان انہ الاصح لیکن اوائل اشباہ مین ہے کہ صحیح یہہ ہے کہ سب صورتون مین رمضان ہی سے واقع ہوگا
سوای اوس صورت کے کہ مسافر نیت کرے کسی اور واجب کی اور اسکو ابن کمال نے اختیار کیا ہے اور شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے کہ یہی اصح ہم کل سے مراد

کہ مریض نیت کرے نفل کی یا مطلق نیت کرے یا کسی واجب کی نیت کرے یا مسافر اسیطرح نیت کرے مگر یہہ کہ نیت کرے دوسرے واجب کی تو ادہی واجب سے واقع ہوگا نہ رمضان سے کیونکہ مسافر کو رخصت ہے رمضان کے روزہ نرکہنے کی تو وہ اسوقت کو دوسرے واجب مین صرف کر سکتا ہے بخلاف مریض کے **تنبیہ** کلام بحر سے مستنبط ہے کہ مریض کے بابمین تین قول ہین ایک وہ جو اشباہ سے یہان مذکور ہے اسکو فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور جماعت نے اختیار کیا ہے اور مجمع مین تصحیح کیا ہے اور دوسرا وہ جو متن مین مذکور ہے کہ جسکی نیت کی اوسی سے واقع ہوگا اور ہدایہ مین اسکو اختیار کیا ہے اور اکثر مشائخ نے اور کہتے ہین کہ یہی ظاہر الروایت ہے لیکن نفل کیصورت مین چاہیئے کہ رمضان ہی سے واقع ہو جیسا کہ گذرا تیسرے قول مین تفصیل ہے یعنے اگر صوم اوسکو ضرر کرتا ہے تو رخصت متعلق خوف زیادت کے ساتھہ ہے تو اوسکا حال مثل مسافر کے ہے پس جو نیت کریگا اوسیکے موافق واقع ہوگا اور اگر صوم اوسکو ضرر نہین کرتا جیسے سوء ہضم مین تو رخصت متعلق حقیقی عجز کے ساتھہ ہے پس واقع ہوگا فرض وقتی سے اور کشف اور تحریر مین اسکو اختیار کیا ہے کذا فی الشامی والنذر المعین لا یصح بنیة واجب اخر بل یقع عن المنذور مطلقا وقابین تعیین الشارع والعبد اور نذر معین نہین درست ہوتی کسی دوسرے واجب کی نیت سے بلکہ واقع ہوگا روزہ اوسی واجب سے جسکی نیت کی ہر صورتمین اسلئے کہ شارع کی تعیین (جیسے رمضان مین ہے) اور بندہ کی تعیین مین (جیسے نذر معین مین ہے) فرق ہے مطلقا کے یہہ معنی کہ مقیم ہو یا مریض مقیم ہو یا مسافر اور جاننا چاہیئے کہ نذر معین کیصورت مین جب روزہ اوس دوسرے واجب کیطرف سے واقع ہوا تو نذر معین کی قضا لازم ہوگی اصح قول یہی ہے جیسے بحر مین منقول ہے ظہیریہ سے ولو صام مقیم عن غیر رمضان ولو لجهله به ای برمضان فهو عنه لا عما نوى لحديث اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان اور اگر مقیم نے غیر رمضان کا روزہ رکہا اگرچہ رمضان کی ناواقفیت سے ہو تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہ اوسکا جسکی نیت کی کیونکہ حدیث شریف مین ہے جب آگیا رمضان تو روزہ نہین مگر رمضان ہی کا ویحتاج صوم كل يوم من رمضان الى نية ولو صحيحا مقيما تمييزا للعبادة عن العادة اور رمضان کے روزہ مین ہر روز نیت کی احتیاج ہے اگرچہ روزہ دار تندرست مقیم ہو تاکہ عبادت عادت سے متمیز ہو ہم یعنی کبہی پرہیز کیوجہ سے یا عذر سے امساک کی عادت کرتے ہین وقال زفر ومالک تكفي نية واحدة كالصلوة اور کہا ہے زفر اور مالک رحمہما اللہ نے کہ ایک نیت تمام مہینے کے لئے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتون کے لئے کافی ہے ہم اور امام زفر سے روایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہین اور اگر مسافر ہے تو نہین جائز یہانتک کہ رات سے نیت کرے اور ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک ہر روز کے لئے جدید نیت چاہیئے رات کو ہو یا قبل ضحوہ کبرے مقیم ہو یا مسافر کذا فی السراج قلنا فساد البعض لا یوجب فساد الکل بخلاف الصلوة ہم کہتے ہین امام زفر کے جواب مین کہ فاسد ہونا بعض روزونکا نہین موجب ہے سبکے فساد کا بخلاف صلوۃ کے یعنی قیاس روزونکا نماز پر درست نہین والشرط للباقی من الصیام قران النیة للفجر ولو حکما اور باقی صیام مین شرط ہے نیت کا متصل ہونا فجر کے ساتھہ اگرچہ حکما ہو ہم باقی سے مراد قضاء رمضان اور نذر مطلق اور قضاء نذر معین اور قضاء نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار قتل یمین افطار اور ملحقات یعنی جزاء صید اور حلق اور تمتع کذا فی الشامی وهو تبييت النية للضرورة اور مقارنت حکمیہ رات سے نیت کرنا ہے ضرورت کی جہت سے ہم یعنی صبح کیوقت کی اتصال شاق ہے اور حرج شرع مین مدفوع ہے اسلئے رات کو نیت درست ہوئی کذا قالہ الحلبی وتعیینها لعدم تعین الوقت اور شرط ہے تعیین نیت کی کیونکہ ان اقسام کے روزونمین وقت معین نہین بخلاف اداء رمضان اور نذر معین کے کہ اونمین وقت معین ہے اور ایسا ہی نفل کیونکہ سواے رمضان کے سب زمانہ نفل کا وقت ہے قالہ الشامی والشرط فیها ان یعلم بقلبه ای صوم یصوم اور شرط نیت معینہ اور مطلق نیت مین یہہ ہے کہ اپنے دل مین جانے کہ کونسا روزہ رکہتا ہے قال الحدادی والسنة ان یتلفظ بها حدادی نے کہا کہ سنت یہہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے ہم سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی رات ہو تو یون کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ صبح کو روزہ خدا کے واسطے رکہونگا اور اگر دن کو نیت کرے تو یون کہلے کہ آج خدا کیواسطے روزہ فرض رمضان کا رکہتا ہون قالہ الشامی ولا تبطل بالمشیة بل بالرجوع

مثنیا بان یقوم لیلا علی الفطر اور نیت نہین باطل ہوتی انشاء اللہ کہنی سی بلکہ نیت سی رجوع کرنے سی باطل ہو جاتی ہے اسطرح کہ رات سی
عزم کری افطار کا ہم نہین باطل ہوتی یعنی استحساناً بھی صحیح ہے اسواسطہ کہ یہہ حقیقت مین استثنا نہین ہی بلکہ استعانت اور طلب توفیق کے
واسطہ ہی یہانتک اگر ارادہ استثنا کا کرے بالتحقیق تو صائم نہوگا جیسا تاتارخانیہ مین ہے قالہ الشامی ونیۃ الصائم الفطر لغو اور روزہ دار
کی نیت افطار کے باب مین لغو ہے یعنی ونکو صرف نیت افطار سی روزہ نجائیگا ونیۃ الصوم فی الصلوۃ صحیحۃ لا تفسدہا بلا تلفظ اور نیت روزہ
کی نماز مین درست ہی اور بدون تلفظ کے نماز کو فاسد نہین کرتی ولو نوی القضاء فظن آصار نفلا فیقضیہ لو افسدہ ولان الجہل فی دار الاسلام
معتبر فلم یکن کالمظنون بحر اور اگر دن کو نیت قضا روزہ کی کرے تو وہ روزہ نفل ہوگا اگر اوسکو توڑ دے تو قضا کرے اسواسطے کہ دار الاسلام
مین جہل غیر معتبر ہے پس نہوا مثل روزہ ظنی کے کذا فی البحر ہم فتح القدیر مین ایک قول نقل کیا ہی کہ لزوم قضا اوس صورتمین ہی کہ جانتا ہو کہ قضا
کی نیت دنکو درست نہین لیکن جب نجانتا ہو تو شروع کرنے سی لازم نہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ دار الاسلام مین جہل معتبر نہین خصوص اوس صورتمین
کہ عدم جواز نیت قضا کا دنکو ظاہر اتفق علیہ ہی اور ظنی روزہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اس گمان سے کہ میری ذمہ روزہ ہی بشرائط مذکورہ
روزہ شروع کیا پہر اوسکو ظاہر ہوا کہ میرے ذمہ روزہ نہین تو اس شخص کو اس روزہ کا اتمام لازم نہین ہے کیونکہ اوسنے اپنا ذمہ بری کرنی
کے لئے شروع کیا تہا نہ یہہ کہ اپنے ذمہ التزام کیا ہو قالہ الشامی ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلثین من شعبان ان لم یکن علۃ اور نرکہا جاوے
روزہ یوم الشک کا یعنی تیسوین تاریخ شعبان کا اگرچہ ابر وغبار نہو ہم شارح نے شرح ملتقی مین کہا ہی کہ اس سی رد ہوگیا کلام قہستانی وغیرہ کا
یعنی انہون نے مقید کیا ہی کہ یوم الشک اوس صورتمین ہی کہ مشتبہ ہو ہلال رمضان کا اور معلوم نہو کہ شعبان کی تیسوین ہی یا رمضان کی پہلی یا ایک شخص نے
یا دو فاسقون نے ہلال دیکہا اور اونکی شہادت نامقبول ہوئی پس اگر آسمان صاف ہو اور کسی نے ندیکہا ہو تو یوم الشک نہین ہی اور ایسا ہی
سراج مین ہی کذا فی الشامی اے علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک
ولا یصام اصلا شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنی شک کا روز بنا بر اوس قول کے ہی کہ اختلاف مطالع کا معتبر نہو کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کسی دوسرے
شہر مین رویت ہوئی ہو لیکن بنا بر قول اعتبار اختلاف مطالع کے یعنی ہر جگہہ کا مطلع جدا جدا ہے ایک جگہہ کا دیکہنا دوسرے کے لئے کافی نہین تو اس
صورتمین وہ روز روز شک نہین ہی اور روزہ بالکل نرکہا جاوے کذا فی شرح المجمع للعینی عن الزاہدی یعنے ابتداً تو نہ فرض نہ نفل اسواسطے کہ اس
روزہ رکہنے مین کچہہ احتیاط نہین بخلاف یوم الشک کے قالہ الشامی الا نفلا ویکرہ غیرہ مگر یوم الشک مین بہ نیت نفل روزہ کا مضائقہ
نہین اور نفل کے سوا دوسرا روزہ مکروہ ہے ہم فرض ہو یا واجب نیت معینہ سی ہو یا متردد ہے اور ایسی ہی مطلق نیت سی بھی مکروہ ہے کیونکہ
مطلق اپنے افراد کو شامل ہی کذا فی المعراج ولو صامہ لواجب اٰخر کرہ تنزیہا اور اگر یوم الشک مین کسی دوسرے واجب کا روزہ رکہا تو مکروہ
تنزیہی ہے ولو جزم ان یکون عن رمضان کرہ تحریما اور اگر بالجزم رمضان کا کرکے رکہا تو مکروہ تحریمی ہی ہم اسلئے کہ اہل کتاب کی مشابہت
لازم آتی ہے کہ اونہون نے اپنے روزے مین کچہہ دن بڑہالئے ہین اور اسی پر حدیث شریف محمول ہی کہ رمضان سے ایکدو روز پہلے
روزے مین سبقت نکرو کذا فی البحر ویقع عنہ فی الاصح ان لم یظہر رمضانیتہ ورنہ واقع ہوگا واجب سی جسکی نیت کی تہی اصح روایت مین
اگر نہ ظاہر ہو کہ وہ رمضان کا دن ہی ہم سراج مین ہی کہ جب کسی نے اور واجب کی نیت سی اوس روز روزہ رکہا تو اوسکے ذمہ سے
وہ واجب ساقط نہوگا کیونکہ جائز ہے کہ یہہ دن رمضان کا ہو پس شک کی جہت سی واجب کا ادا ہو جانا ثابت نہوا اس سی معلوم ہوا
کہ اگر حال معلوم نہو تو جسکی نیت کی تہی اوسکے لئے بھی کافی نہین پس مصنف کو یون کہنا مناسب تہا جیسا ہدایہ مین ہی کہ اگر ظاہر ہوا کہ
وہ دن شعبان کا ہے تو جسکی نیت کی تہی اوسکے لئے کافی ہے اصح روایت مین اور اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہی تو رمضان مین مجرا ہوگا
کیونکہ اصل نیت موجود ہی قالہ الشامی والا بان ظہر نفیتہ فنفل لو مقیما اور اگر ایسا نہو یعنی رمضانیت ظاہر ہو جاوے تو وہ روزہ رمضان

[illegible] نفس [illegible] رمضان [illegible]

کا ہوگا اگر یہہ شخص مقیم ہے ہم کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا کہ مسافر اگر رمضان مین دوسری واجب کی نیت کری تو اوسی واجب کا ہوگا اسلئے کہ
ادای رمضان اوسکی ذمہ واجب نہین والتنفل فیہ احب ای افضل اتفاقا ان وافق صوما یعتادہ او صام من آخر شعبان ثلثۃ فاکثر
اور نفل کی نیت سی روزہ رکہنا شک کے روز بالاتفاق افضل ہے اگر موافق اپنی عادت کے روزہ کے ہو یا آخر شعبان مین تین روزے
یا زیادہ رکہے نہ کمتر ہم یعنی مثلا اوسکی عادت دوشنبہ یا جمعرات کے روزہ کی ہے اور یوم الشک دوشنبہ کو پڑا یا جمعرات کو یا یہہ کہ آخر
شعبان مین ستائیسوین یا چہبیسوین سے برابر روزہ رکہنی شروع کئی اسمین یوم الشک بہی آگیا تو ان صورتون مین روزہ افضل ہی لحدیث
لا تقدموا رمضان بصوم یوم او یومین کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ رمضان سی پیشدستی نکرو ایک دو روز کے روزہ کی ہم یہہ حدیث
صحاح ستہ مین ابوہریرہ سی مرفوعا روایت کی گئی ہے اسطرح کہ نہ سبقت کرو رمضان سی ایک روز یا دو روز کے روزہ کی مگر وہ شخص کہ اس
روز روزہ رکہا کرتا ہو تو وہ اوسکو رکہلے اور اس سی مراد نفل روزہ کے سوا ہی اور ہدایہ اور اوسکی شروح وغیرہ مین تصریح کی ہے
کہ ممنوع تقدم ایک دو روزی کا رمضان پر بقصد صوم رمضان کے ہے اور وجہ تخصیص ایکدو روزی کی یہہ ہی کہ اکثر نقصان کا احتمال ایک دو
مہینے مین ہوتا ہی پس ایکسے روزہ زیادہ رمضان سی پیشتر رکہی اور اسکو احتیاط تصور کری یہہ مکروہ ہے کذا فی الشامی مختصرا واما حدیث من
صام یوم الشک فقد عصی ابا القاسم فلا اصل له الملکین یہہ حدیث کہ جسنے روزہ رکہا روز شک مین اوسنی نافرمانی کی ابوالقاسم صلعم کی تو اسکی کچہ اصل
ہم زیلعی نے بہی یہی کہا ہی پہر کہا ہی کہ موقوفا عمار بن یاسر سے یہہ حدیث منقول ہی اور وہ اس جیسی صورتین مرفوع کی تنذیہی مین کہتا
ہون کہ لا اصل له کو مرفوع ہونے پر حمل کرنا چاہیئے ورنہ یہہ حدیث موقوفا وارد ہی مجاہد سی اور ابو عبیدہ سی اور اوسکو بخاری نے
تعلیقا بیان کیا ہی اسطرح کہ قال صلة بن زفر عن عمار من صام الخ قاله الشامی وتمامه فی الفتح ولا یصوم الخواص ویفطر غیرهم بعد الزوال به یفتی
نفیا لتهمة النهی اور اگر نہ موافق ہو عادت کے روزہ کو اور نہ آخر شعبان کے تین روزہ رکہے تو خواص اوسدن کا روزہ رکہین اور عوام بعد
زوال کے افطار کرین اسی پر فتوی ہی تاکہ نہی پر اقدام کی تہمت سی بری رہین ہم فتح القدیر مین ہی کہ خواص اسطرح روزہ رکہین کہ عوام کو خبر نہو
تاکہ جہال کو شبہہ رمضان کی زیادتی کا نہو کذا فی الشامی وکل من علم کیفیة صوم الشک فهو من الخواص والا فمن العوام اور جو شخص جانتا ہو
کیفیت صوم الشک کی وہ خواص مین ہی نہین تو عوام مین والنیة المعتبرة ههنا ان ینوی التطوع علی سبیل الجزم من لا یعتاد صوم ذلک
الیوم اما المعتاد فکما مر اور نیت معتبرہ کیفیت صوم الشک مین یہہ ہی کہ نفل کی نیت کری بطور یقین جو اوس دن کے روزہ کا عادی نہین ہی
اور جو عادی ہی اوسکا حکم سابق مین گذر چکا کہ مکروہ نہین ولا یخطر بباله انه ان کان من رمضان فعنه کذا فی الزاهدی اور اپنے دل مین
اسبات کا خطرہ بہی نہ رکہی کہ اگر یہہ دن رمضان کا ہی تو یہہ روزہ رمضان کا ہی ذکر کیا اوسکو زاہدی نے ہم حاصل یہہ کہ نیت مین تردد
نہ رکہی کہ اگر یہہ دن شعبان کا ہی تو روزہ نفل ہے اور اگر رمضان کا ہی تو روزہ فرض ہی بلکہ نفل محض کی نیت کری یقینا اور رمضانیت کا خطرہ دل
مین آنا بعد نیت نفل کے مضر نہین کیونکہ آخر احتیاطا روزہ رکہتا ہی کذا قاله الشامی ولیس بصائم لو تردد فی اصل النیة بان نوی ان یصوم
غدا ان کان من رمضان والا فلا صوم لعدم الجزم اور اوس شخص کا روزہ نہین ہے جسنے اصل نیت مین تردد کیا یعنی اسطرح نیت کی کہ کل اگر رمضان
ہوگا تو روزہ رہی نہین تو نہین کیونکہ یقین نیت کا نہین کما انه لیس بصائم لو نوی انه ان لم یجد غداء فهو صائم والا فمفطر جیسا اوس شخص کا
بہی روزہ نہین ہی کہ نیت کی اگر صبح کو ناشتہ نملا تو روزہ ہی نہین تو افطار ویصیر صائما مع الکراهة لو تردد فی وصفها بان نوی ان کان من
رمضان فعنه والا فعن واجب اخر اور ہو جاویگا وہ شخص روزہ دار کراہت تنزیہی کے ساتہہ اگر نیت کے وصف مین تردد کی یعنی اسطرح
نیت کی کہ اگر دن رمضان کا ہی تو روزہ رمضان کا ہے نہین تو کسی دوسرے واجب کا وکذا یکره لو قال انا صائم ان کان من رمضان والا فعن نفل
اور ایسا ہی مکروہ ہی اگر کہا مین روزہ سے ہون اگر دن رمضان کا ہی اور نہین تو روزہ نفل ہے للتردد بین مکروهین او مکروه وغیر مکروه کیونکہ نیت مین

ف نسخہ [illegible]

تردد ہے درمیان دو مکروہوں کے یعنی فرض و واجب کے پہلے مسئلہ میں یا درمیان مکروہ اور غیر مکروہ کے یعنی فرض و نفل کے دوسرے مسئلہ
میں فَاِنْ ظَهَرَ رَمَضَانِيَّتُهُ فَعَنْهُ وَاِلَّا فَنَفْلٌ فِيهِمَا اَيْ الْوَاجِبِ وَالنَّفْلِ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِالْقَضَاءِ لِعَدَمِ التَّنَفُّلِ قَصْدًا پس اگر واضح ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہی
تو وہ روزہ رمضان ہی کا ہوگا نہیں تو نفل ہوگا دونوں صورتوں یعنی واجب اور نفل میں ایسا کہ توڑنے سے قضا لازم نہ آویگی کیونکہ قصداً
نفل نہیں تھا ھ اسلئے کہ من وجہ اسقاط فرض کا قصد رکھتا تھا تو ظنی روزہ کی مانند ہوا اس وجہ سے کہ دونوں میں اسقاط مد نظر ہے نہ التزام
قاله الشامي أكل المتلوم ناسيا قبل النية كأكله بعدها وهو الصحيح شرح وهبانية منتظر کا کھانا بھول کر نیت سے پہلے ایسا ہی جیسا بعد نیت کے بھول کر
کھاتا اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح وہبانیہ ھ یعنی یوم الشک میں ایک شخص نے نصف روز تک انتظار کیا اور بھولے سے اسی عرصہ میں کچھ کھا لیا پھر
معلوم ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو اگر اب روزہ کی نیت کریگا تو جائز ہوگی اسواسطے کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا اور ایک قول یہ ہے
کہ نہیں جاتا ہے جیسا قنیہ میں ہے اور اسیکا جزم کیا ہے سراج اور شرنبلالیہ میں قاله الشامي رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله بدليل شرعي
صام مطلقا وجوبا وقيل ندبا کسی عاقل بالغ نے ہلال رمضان کا دیکھا یا عید کا اور اوسکا قول حجت شرعیہ کی رو سے نامانا گیا یعنی فاسق ہونیکی جہت
سے یا غلطی کیوجہ سے تو وہ روزہ رکھے ہر صورت میں عید کا چاند ہو یا رمضان کا وجوباً اور کہا گیا ہے کہ روزہ رکھے ندباً ھ عاقل بالغ یعنی اگرچہ
فاسق ہو کذا فی البحر اور اگر لڑکا یا مجنون دیکھے تو واجب نہیں اور یہی حکم ہے اگر خود امام تنہا دیکھے اور لوگونکو روزہ ہی کا حکم کرے نہ افطار کا اور خیر الدین رملی
نے کہا ہے کہ اگر دیکھنے والی جماعت ہو اور اونکی شہادت مسترد ہوگئی ہو جماعت عظیم نہونے کی جہت سے تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے فَاِنْ اَفْطَرَ قَضٰى
فقط فيهما للشبهة الخ پس اگر افطار کیا تو صرف قضا لازم ہے دونوں میں یعنی کفارہ نہیں واسطے شبہہ مسترد ہونے شہادت کے ھ اور یعنی نزد
کہ یہہ سبب سقوط کفارہ کی ہے ہلال رمضان میں لیکن عید کے چاند میں بیجہت سے کفارہ نہیں کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے کذا فی النہر
اور شاید اسکو ظہور کی جہت سے بیان نہیں کیا قاله الشامي واختلف المشائخ لعدم الرواية عن المتقدمين فيما اذا افطر قبل الرد لشهادته ف
الراجح عدم وجوب الكفارة وصححه غير واحد لان ما رآه يحتمل ان يكون خيالا لا هلالا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے اسوجہ سے کہ متقدمین سے کوئی
روایت نہیں اس صورت میں کہ افطار کرے رد شہادت سے پہلے اور راجح یہہ ہے کہ کفارہ واجب نہیں اور اسکی تصحیح کی ہے بہتوں نے کیونکہ جو اوسنے
دیکھا ہے شاید خیال ہو ہلال نہو ھ حضرت عمر سے منقول ہے کہ جسنے چاند دیکھا تھا اوسکو کہا کہ اپنی بہوں کو دھو پانی سے پھر کہا اب تیرا چاند کہاں
ہے اوسنے کہا وہ تو گم ہوگیا جب فرمایا کہ بال بہوں میں قائم ہوگیا تھا تونے اوسکو چاند جان لیا کذا فی السراج اور جیسے پہلے مذکور ہوا ہے
علت ہلال رمضان میں تو ہو سکتی ہے اور عید میں یہہ کہ اوسکے نزدیک وہ عید کا دن ہے قاله الحلبي اما بعد قبوله فتجب الكفارة ولو فاسقا في الاصح
لیکن بعد قبول شہادت کے یعنی رمضان کے چاند میں پس کفارہ واجب ہے اگرچہ فاسق ہو اصح روایت پر ھ کیونکہ وہ تو لوگونکے روزہ
رکھنے کا دن ہے پس اگر عدل ہے تو چاہیے کہ وجوب کفارہ میں خلاف نہو کیونکہ عدم کفارہ کی وجہ یہہ ہے کہ فاسق کی شہادت پر حکم
کرنا جائز نہیں اور وہ بیان ہو چکا ہے کذا فی البحر عدم جواز سے مراد عدم حلت ہے کیونکہ قضا فاسق کی شہادت پر صحیح ہے اگرچہ قاضی گنہگار ہوتا
ہے کذا قاله الشامي وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة كغيم وغبار اور قبول کیا جاویگا
روزہ رکھنے کیلیے خبر عادل کی آسمان میں روگ ہونے سے مثل ابر و غبار کے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے اور بدون حکم اور مجلس قضا کے
بوجہ اسکے کہ یہہ خبر ہے شہادت نہیں خبر عدل او مستور على ما صححه البزازي على خلاف ظاهر الرواية خبر عدل منقول الم تسلم فاعله ہے قبول کا
یعنے قبول کیا جاوے خبر ایک عدالت والے یعنی پرہیزگار کی یا ایک مستور الحال کی بنا بر اوس قول کے کہ بزازی نے اوسکی تصحیح کی ہے
ظاہر الروایت کے خلاف ھ اور معراج اور تجنیس میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور فتح القدیر میں کہا ہے کہ یہہ روایت ہے حسن کی اور حلوائی
نے اسیکو لیا ہے اور نور الایضاح والملتقی اوپر ہی گیا ہوں میں کہتا ہوں کہ یہہ بھی ظاہر الروایت ہے کیونکہ حاکم شہید نے یعنی جنکو امام محمد کے

اقوال اُن کی کتابون سے جمع کئے ہین جو ظاہر الروایۃ کہلاتی ہین کافی مین یہہ کہا ہی کہ قبول کیجاویگی شہادت مسلم اور مسلمہ کی خواہ عادل ہویا
غیر عادل اور غیر عادل سے مراد مستور ہی قالہ الشامی لا فاسق اتفاقا نہین مقبول روزہ کے لئے قول فاسق کا بالاتفاق م اسواسطے کہ فاسق
کا قول ایسے دینیات مین مقبول نہین جنکا حاصل ہونا عادلون سے میسر ہو سکتا ہو جیسے روایت احادیث بخلاف پانی کی طہارت و نجاست وغیرہ
کے کہ اوسکی خبر مین اٹکل کیجاتی ہے اسلئے کہ بعض اوقات ایسی چیزون کا علم عادلون سے میسر نہین ہوتا قالہ الشامی وہل له ان یشہد مع علمه
بفسقه قال البزازی نعم لان القاضی ربما یقبله اور آیا فاسق جانے اسکا کہ شہادت دیوے باوجود یکہ اپنا فسق جانتا ہو بزازی نے کہا کہ ہان
اسواسطے کہ قاضی کبہی فاسق کی شہادت قبول بہی کر لیتا ہے م علمائی نے کہا کہ عادل کو لازم ہی اگرچہ لونڈی یا پردہ نشین ہو کہ اُس رات شہادت
ادا کرے کہین لوگ صبح کو افطار نکرلین اور یہہ شہادت فرض عین ہی لیکن فاسق اگر جانے کہ حاکم میرا قول مان لیگا تو اوسپر ادای شہادت واجب اور
مستور مین دو روایتین ہین کذا فی المعراج ولو کان العدل رقیقا او انثی او محدودا فی قذف تاب بین کیفیة الرؤیة او لا علی المذہب اگرچہ عادل مذکور
غلام ہو یا عورت یا زنا کی تہمت مین پٹا ہو کہ توبہ کرلی ہو کیفیت رؤیت کی بیان کرے یا نکرے بنا بر مذہب درست کے م برخلاف امام فضلی
کے وہ کہتے ہین کہ واحد عدل کی خبر جب مقبول ہوتی ہی کہ تفسیر کرے اور کہے کہ مین نے شہر کے باہر جنگل مین دیکہا ہی یا کہے کہ شہر مین ابر کے ٹکڑون
مین دیکہا ہی اور بدون ایسی تفسیر کے مقبول نہین کذا فی الظہیریة قالہ الشامی وتقبل شہادة واحد علی آخر کعبد وانثی اور مقبول ہی گواہی
ایک کی دوسرے پر جیسے مقبول ہی شہادت غلام اور عورت کی م یعنی بخلاف شہادت علی الشہادت کے اور احکام مین کہ وہ مقبول نہین جبتک
ایک شخص کی گواہی پر دو مرد یا ایکمرد دو عورتین شاہد نہون کذا قالہ الحلبی ولو علی مثلہما اگرچہ شہادت غلام اور عورت کی اپنی مثل پر ہو م
اس قسیم سے یہہ نکلا کہ ان دونون کی شہادت آزاد اور مرد کی شہادت پر مقبول ہی اور اسکو صاحب نہر نے بطریق بحث بیان کیا ہی اور کہا کہ مین نے
نہین دیکہا وتجب علی الجاریة المخدرة ان تخرج فی لیلتہا بلا اذن مولاہا وتشہد کما فی الحافظیة اور واجب ہی لونڈی پردہ نشین پر یعنی جو مردون
مین آمد رفت نہین رکہتی کہ نکلے اُس رات بدون اجازت اپنے مولی کے اور شہادت ادا کرے جیسا حافظیہ مین ہی م اور یہی حکم آزاد عورت کا ہے
کہ بے اجازت اپنے خاوند کے نکلے اور غیر مخدرہ یا نے نکا م بطریق اولے نکلین قالہ الطحطاوی اور ظاہر یہہ کہ اسکا محل وہ ہی کہ اثبات رؤیت اسپر
موقوف ہو ورنہ نکلنا لازم نہین قالہ الشامی وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشہادة ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العباد
اور ہلال عید مین غبار وغیرہ کے ہوتے عادل ہونیکے ساتہہ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایکمرد دو عورتین) شرط ہی اور لفظ اشہد اور
حد وقذف نہونا شرط ہے کیونکہ اسمین نفع بندہ کا متعلق ہے م یہہ علت ہی اشتراط شہادت مذکورہ کی فطر مین نہ صوم مین یعنی چونکہ
صوم امر دینی ہے اوسمین یہہ شرط نہین اور فطر مین نفع دنیاوی ہی پس یہہ اور حقوق کے مشابہ ہوا پس جو چیزین حقوق مین شرط ہین وہ یہان
بہی شرط ہونگی قالہ الشامی لکن لا تشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامة وطلاق الحرة لیکن نہین شرط ہی دعوی جیسا نہین شرط ہی لونڈی کے
عتق مین اور حرہ کی طلاق مین م لونڈی کی آزادی مین دعوی اسلئے شرط نہین کہ اوسمین حق العبد کے ساتہہ حق اللہ تعالی کا بہی ہے یعنی حفاظت
اپنی فرج کی اسیطرح اگرچہ حق عبد ہی لیکن اوسمین بہی حق اللہ تعالی کا ہے یعنی صوم اُس روز کے روزہ کا حرام ہونا اور صلوة عید کا واجب
ہونا اسلئے اسمین بہی دعوی شرط نہین ہوا اور طلاق مین حرہ کی قید سے مفہوم ہوتا ہی کہ زوجہ مملوکہ مین دعوی شرط ہے اور جامع الفصولین
اطلاق معلوم ہوتا ہی کذا فی الشامی ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة اور اگر لوگ ہون ایسی شہر مین یا گانوئین کہ اوسمین حاکم نہو
یعنے نہ قاضی نہ والی تو روزہ رکہین ایک معتمد کے قول پر یعنی روزہ رکہنا فرض ہے ایسا معلوم ہوتا ہی مصنف کی شرح سے م مین کہتا ہون
کہ ظاہر یہہ ہی کہ گانون والونپر روزہ لازم ہو تو پون کی اواز وں سے یا قندیلون کی روشنی سے اسلئے کہ یہہ ظاہر علامت ہی اور غلبہ ظن کو مفید ہی
اور غلبہ ظن حجت ہی عمل کیواسطے جیسا علمانے تصریح کی ہی اور یہہ احتمال کہ رمضان کے سوا کسی اور شی کیواسطے ہو بعید ہی کیونکہ یہہ امور حسب عادت

ليلة الشك مين نهين كئي جاتے مگر ثبوت رمضان كے ليے قاله الشامي وَافطروا باخبار عدلين مع العلة للضرورة اور افطار كرين دو عدل كے خبر دينے
سے اگر اسمان مين غبار وغيره هو واسطے ضرورت كے ھ يعني اسوجه سے ضرورت هے كه كوئي حاكم موجود نهين جسكے سامنے شهادت اداكيجاوے
اور مع العلة متعلق هے صاموا اور افطروا دونون كے ساتهه قاله الشامي ولو رآه الحاكم وحده خُيِّرَ في الصوم بين نصب شاهد وبين امر الناس
بالصوم بخلاف العيد كما في الجوهرة اور اگر اكيلے حاكم نے چاند ديكها هو تو روزه كے چاند مين اسكو يهه اختيار هے كه كوئي شاهد اپنے قول پر مقرر كرے
يا لوگون كو روزه كا حكم دے بخلاف عيد كے چاند كے كه اوسمين ايك آدمي كافي نهين هے كذا في الجوهره ھ نصب شاهد سے يهه غرض كه اپني شهادت
پر دوسرا شاهد معين كرے تاكه دوسرا شخص شهادت پر شهادت اداكرے افاده الحلبي ليكن جوهره كي عبارت اَنْ يَنْصِبَ مَنْ يَشْهَدُ عِنْدَهُ الخ
هے اور اسكے معني ظاهرا يهه هين كه حاكم اپني طرف سے كوئي نائب مقرر كرے تاكه اُس نائب كے سامنے شهادت گذرے جيسا علماء نے خصومت كي بابت
كها هے اگر حاكم كو كسيكے ساتهه خصومت واقع هو تو ايك نائب مقرر كرے كه اوسكے روبرو مقدمه پيش هو كيونكه حاكم كا حكم اپنے اوپر درست نهين اور يهي
جو يهه معني كهے اوسكي دليل يهه هے كه بعض نسخون درمختار مين نصب نائب هے بدله نصب شاهد كے قاله الشامي ولا عِبْرَةَ بقول المؤقتين ولو عدولا على
المذهب اور نهين اعتبار نجوميون كا اگرچه عادل هون بنابر مذهب صحيح ھ يعني وجوب صوم كے بابمين سراج مين كها هے كه ان لوگون كا قول بالاجماع
معتبر نهين اور خود منجم كو نهين جائز هے كه اپنے حساب پر عمل كرے اور نهر مين هے كه منجم كے قول پر كه فلاني تاريخ چاند دكهائي ديگا روزه لازم نهين
اگرچه منجمين عدول هون صحيح روايت پر كذا في الشامي قال في النهر فلا يلزم بقول المؤقتين انه اي الهلال يكون في السماء ليلة كذا وقيل يعمل بقول البعض ان
كان يكثر وهبانيه مين كها هے كه قول اوقات ضبط كرنيوالونكا روزه ركهنے كا موجب نهين اور كها گيا هے كه هان اور بعض كا قول بهي اگر كثير هون
ھ يهه عبارت يعني قيل نعم موهم هے اسكو كه دوسرا قول يهه هے كه عمل كو موجب هے حالانكه ايسا نهين هے بلكه خلاف صرف جواز اعتماد مين هے اور قنيه
مين تينون قول نقل كئے هين پس پهلے قاضي عبد الجبار و صاحب جمع العلوم سے نقل كيا هے كه منجمون كے قول كے اعتبار كرنے مين كچهه مضائقه
نهين اور ابن مقاتل سے نقل كيا هے كه وه انسے پوچها كرتے تهے اور انكے قول كا اعتبار كرتے تهے بشرطيكه اونكي جماعت متفق هوتي تهي پهر شرح سرخسي سے نقل كيا كه يهه
بعيد هے اور شمس الائمه حلواني سے كه وجوب صوم اور افطار كي شرط رويت هي هے اور منجمون كا قول ماخوذ نهين پهر مجد الائمه ترجماني سے نقل
كيا كه اصحاب ابو حنيفه سواے شاذ و نادر كے اور شافعيه سب متفق هين كه منجمون كے قول كا اعتماد نهين كذا قاله الشامي وقيل بلا علة
جمع عظيم يقع العلم الشرعي وهو غلبة الظن بخبرهم اور قبول كيا جاوے جب آسمان صاف هو قول جماعت عظيم كا كه حاصل هو علم شرعي يعني غلبه ظن
اونكي خبر سے ھ يعني جب مطلع صاف هو تو خبر ايك شخص كي معتبر نهوگي كيونكه ايك شخص كو نظر آنا اور ايك خلق كو نظر نه آنا باوجوديكه سب اوسي
كيطرف متوجه هين اور كوئي مانع نهين اوسكي بينائي درست هے اگرچه بعض تيز نظر هون اوسكي غلطي كي دليل هے كذا في البحر حلبي نے كها كه جماعت
مين اسلام اور عدالت شرط نهين جيسا امداد الفتاح مين هے اور نه حريت اور نه دعوى جيسا قهستاني مين هے مين كهتا هون جو امداد كيطرف نسبت
كيا هے سو مين نے اوسمين ملاحظه كيا وهان نهين پايا اور اسلام شرط نهونے مين نظر هے كيونكه جمع عظيم سے وهان يهه مراد نهين هے كه حد تواتر كو پهنچے
جس سے علم قطعي حاصل هوتا هے كه اوسمين اسلام شرط نهو بلكه مراد يهه هے كه غلبه ظن كو مفيد هو اور اوسمين اسلام شرط نهونا اسكے ليے كوئي تصريح
نقل چاهيے قاله الشامي اور علم شرعي سے مراد اصطلاح اصوليون كي هے جو موجب عمل كا هوتا هے نه وه علم جو يقين كے معنون مين هے اسپر نص كي
هے منائح اور غاية البيان اور بحر مين نقلا من الفتح اور صدر الشريعه نے جو علم بمعني يقين ليا هے ابن كمال نے اسكو رد كيا هے اور كها هے كه يهه
خطا هے صدر الشريعه سے قاله الشامي وهو مفوض الى راي الامام من غير تقدير بعدد على المذهب اور وه امام كي راے پر مفوض هے بغير تعيين
عدد كے بنابر مذهب صحيح كے ھ سراج مين كها هے اس جماعت كي تعداد ظاهر الرواية مين معين نهين هے اور ايك روايت مين ابو يوسف سے
پچاس مرد مين اور بعض كے نزديك اكثر اهل محله اور بعض كے نزديك هر مسجد مين سے ايك يا دو اور خلف بن ايوب نے كها كه بلخ مين پانسو تهوڑے

اور ان سب مین سے صحیح یہی ہے کہ امام کی رای پر مفوض ہو اگر اپنے دلمین اونکی وثاقت اور صحت سمجھے تو صوم کا حکم دیوے اور مواہب مین اسکو صحیح کہا ہے اور شرنبلالی نے اسیکا اتباع کیا ہی اور بحر مین فتح سے نقل کیا ہے کہ حق وہ ہے جو محمد و ابو یوسف سے روایت کیا گیا ہے کہ اعتبار خبر متواتر آنیکا ہے ہر طرف سے اور نہر مین کہا ہی کہ یہہ تصحیح سراج کے موافق ہے قالہ الشامی وعن الامام انہ یکتفی بشاہدین واختارہ فی البحر اور ایک روایت امام صاحب سے یہہ ہے کہ اکتفا کیا جاوے دو گواہون پر اور بحر مین اسیکو اختیار کیا ہی م بحر مین کہا ہی کہ اس زمانہ مین چاہیئے کہ عمل اسی روایت پر ہو اسواسطے کہ لوگ چاند دیکھنے سے کاہلی کرتے ہین پس علمانے جو لکھا ہی کہ جم غفیر ہلال کے طالب ہین یہہ منتفی ہوگیا پس دیکھنے والے کی غلطی کا احتمال غیر ظاہر ہے پہر اسکی تائید کی کہ ولوالجیہ اور ظہیریہ ظاہرا دلالت کرتی ہین کہ ظاہر الروایت صرف اشتراط عدد ہی نہ جمع عظیم اور عدد تو دو پر بہی صادق آتا ہے اور اسیکو صادق رکہا ہی نہر مین اور منح مین قالہ الشامی وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج البلد او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظہیر الدین اور اقضیہ مین (جو ایک کتاب کا نام ہی) تصحیح کی ہے کہ ایک شخص کفایت کرتا ہے اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا کسی اونچے مکان پر ہو اور اسیکو ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی م اور فتاوی صغری مین اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہی قول طحاوی کا ہی اور امام محمد نے اسیکی طرف اشارہ کیا ہی اصل کی کتاب الاستحسان مین مگر خلاصہ مین کہا ہی کہ ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ شہر اور خارج شہر مین فرق نہین ہی کذا فی السراج وغیرہ مین کہتا ہون کہ نہایہ مین کہا ہی کہ مبسوط مین ہے کہ امام اوسکی شہادت جب رد کرے کہ آسمان صاف ہو اور وہ شخص شہر والا ہو پس اگر آسمان مین ابر ہو یا وہ باہر سے آوے یا اونچے مقام پر ہو تو ہمارے نزدیک مقبول ہوگی پس لفظ عندنا دلالت کرتا ہے کہ ہمارے ائمہ ثلثہ کا یہی قول ہے اور محیط مین اسی پر جزم کیا ہی اور اسکے مقابل کو بلفظ قیل بیان کیا ہے پہر ذکر کیا ہی کہ وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہی کہ رؤیت مختلف ہوتی ہے باعتبار ہوا کی صفائی وکدورت کے اور باعتبار مکان کے نیچے اور اونچے ہونے کے کیونکہ جنگل کی ہوا صاف ہوتی ہے شہر کی نسبت اور کبہی ہلال اونچے مکان سے نظر آتا ہے تو اس شخص کا تفرد خلاف ظاہر نہوا بلکہ ظاہر کے موافق ہوا الخ سو اس کلام مین تصریح ہے کہ یہہ ظاہر الروایت ہی اور حقیقت مین ایسا ہی ہی کیونکہ مبسوط بہی کتب ظاہر الروایت سے ہی پس معلوم ہوا کہ دونون روایتین ظاہر الروایت ہین کذا فی الشامی وطریق اثبات رمضان والعید ان یدعی وکالۃ معلقۃ بدخولہ بقبض دین علی الحاضر فیقر بالدین والوکالۃ وینکر الدخول فیشہد الشہود برؤیۃ الہلال فیقضی علیہ بہ فیثبت دخول الشہر ضمنا لعدم دخولہ تحت الحکم اور رمضان اور عید کے اثبات کا طریق یہہ ہی کہ کوئی شخص کسی حاضر پر کسی غائب کے دین کے قبضہ کرنیکی وکالت کا دعوی کرے جو مشروط ہی رمضان یا عید کے آنے پر پہر یہہ شخص حاضر دین اور وکالت کا اقرار کرے اور رمضان یا عید کے آجانے سے انکار کرے پہر رویت ہلال پر گواہی دین پس حکم لگایا جاوے ادای دین کا شخص حاضر پر اور مہینے کا داخل ہونا ضمنا ثابت ہوجاویگا کیونکہ مہینا زیر حکم داخل نہین م یدعی مجہول ہے یا معلوم ہے اور فاعل ضمیر مدعی کی جو سیاق عبارت سے مفہوم ہی یعنی مدعی دعوی کرے کسی شخص حاضر پر کہ فلانی شخص کے تیرے ذمہ اسقدر دراہم ہین اور مجکو اوسنے کہدیا ہی کہ جب رمضان داخل ہو تو تو وکیل ہی دین کے قبض کرنیکے لئے اور مہینا زیر حکم داخل نہین اسکا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ بغیر ثبوت بہی واجب ہوسکتا ہی یعنی صرف خبر سے کیونکہ وہ دینیات مین سے ہے اور وجوب صوم سے ثبوت رمضان لازم نہین آتا اور اسوقت مین فائدہ رمضان کے اثبات کا بطریق مذکور یہہ ہے کہ جماعت عظیم پر موقوف نرہیگا اگر آسمان صاف ہو کیونکہ شہادت ثبوت وکالت پر ہے بروقت دخول رمضان کے نہ رویت ہلال پر اور وکالت دو گواہون سے ثابت ہوسکتی ہے حق عبد ہونیکی جہت سے اور وکالت ثابت نہین ہوتی جبتک رمضان کا دخول نہو اور جب دخول ضمنا ثابت ہوا تو روزہ واجب ہوا قالہ الشامی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برؤیۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ ووجد استجماع شرائط الدعوی قضی ای جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما بعض نسخون مین شہدا بلفظ تثنیہ ہی اور جن نسخون مین شہدوا بلفظ جمع ہے اس سے مراد

ما فوق الواحد ہے یعنے اگر دو گواہوں نے گواہی شہادت پر دی کہ مصر کے قاضی کے سامنے فلانے شاہدوں نے فلانی تاریخ کی رویت کی گواہی دی
ہے اور وہانکے قاضی نے اوسپر حکم لگایا ہو اور شرائط دعوی کی سب پائی گئیں تو اُس قاضی کو جائز ہے کہ انکی گواہی پر حکم لگا دے لان قضاء
القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ اسواسطے کہ انکے قاضی کی قضا حجت ہو اور بیان کے گواہوں نے اوسکی شہادت دی لا لو شہدوا برؤیۃ غیرہم
لانہ حکایۃ نہ حکم دیوے قاضی اگر شہادت دیوین غیر کی رویت پر اسواسطے کہ یہہ حکایت ہے ہم یعنے اونہوں نے اپنی رویت بیان کی نہ غیر کی رویت
کی شہادت دی صرف غیر کی رویت کی حکایت کی کذا فے فتح القدیر مین کہتا ہون کہ ایسا ہی ہے اگر غیر کی رویت کی شہادت دی اور شہادت کی کہ اُس
شہر کے قاضی نے لوگوں کو روزہ کا حکم دیا اسواسطے کہ یہہ فعل قاضی کی حکایت ہے انتہی و حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور اسیواسطے مجموع میں شرط
کی قید لگائی نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب مجتبی و غیرہ ہان اگر کسی دوسرے شہر میں بکثرت خبر شائع ہو جاوے تو انکو
لازم ہوگا روزہ رکھنا بنا بر مذہب صحیح کذا فے المجتبی ہم وغیرہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ صحیح ہمارا مذہب میں یہہ ہے کہ خبر جب پہیلجاوے
اور متحقق ہو جاوے دوسرے شہر میں تو انکو بھی لازم ہوگا اس شہر کا حکم رحمتی نے کہا کہ استفاضہ کے معنی یہہ ہین کہ اُس شہر سے جماعات متعدد
آکر بیان کرین وہانکی خبر کہ انہوں نے روزہ رکھا چاند دیکہکر نہ مجرد شیوع بیلی سے کہ نہ معلوم ہو کہ کسنے خبر شائع کی چنانچہ بہتیری خبرین شہر مین شہرت
پکڑ جاتی ہین اور نہیں معلوم ہوتا کہ کسنے شائع کین چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ آخر زمانہ میں شیطان مجمع میں بیٹہکر ایک بات کہیگا اور لوگ اوسکا
مذکور کرینگے اور کہیں گے کہ ہم نہیں جانتے کسنے کہا ہے اسکو پس اس قسم کی بات لائق سماعت کے بھی نہیں چہ جائیکہ اُس سے کوئی حکم ثابت ہو میں
کہتا ہوں کہ یہہ خوب کلام ہے اور اسیکی طرف قول وغیرہ کا اشارہ کرتا ہے اذا استفاض و تحقق کذا قالہ الشامی و بعد صوم ثلثین بقول عدلین
حل الفطر لکیلا متعلقۃ بصوم و بعد متعلقۃ بحل لوجود نصاب الشہادۃ اور جبکہ دو عادل کے قول سے روزہ رکہا ہو تو بعد ۳۰ دن کے افطار
حلال ہے بسبب موجود ہونے نصاب شہادت کے شارح نے کہا کہ بعد متعلق ہے صوم سے اور بعد ظرف ہے فعل حل کا ہم یعنی اگر اکتیسوین رات کو
ابر ہو تو بالاتفاق صبح کو افطار حلال ہے اور یہی حکم ہے اگر آسمان صاف ہو جیسا تصحیح کیا ہے ہدایہ اور خلاصہ اور بزازیہ مین اور اسکے برخلاف
تصحیح کی ہے مجموع النوازل مین اور سید ناصر الدین نے کذا فے الامداد اور علامہ نوح نے اتفاق نقل کیا ہے دوسری صورت میں بھی بدائع اور سراج
اور جوہرہ سے اور کہا ہے کہ اتفاق سے مراد ہمارے علماء ثلثہ کا اتفاق ہے اور خلاف جو منقول ہے سو بعض مشائخ کا ہے اور فیض میں ہے کہ صحیح
افطار کی حلت پر ہے کذا فی الشامی ولو صاموا بقول عدل حیث یجوز وغم ہلال الفطر لا یحل علی المذہب خلافا لمحمد کذا ذکرہ المصنف اور اگر روزہ رکہا ہو
ایک عدل کے قول سے جسطرح کہ جائز ہے اور حال یہہ کہ عید کے چاند کے دن ابر ہے تو افطار حلال نہیں صحیح مذہب پر برخلاف قول محمد کے یہی مصنف نے ذکر کیا ہے
ہم حیث یجوز مین حیثیت تقیید ہے یعنی اسطرح کہ قاضی نے شہادت ابر مین قبول کرلی ہو یا آسمان صاف ہو لیکن قاضی اونمین سے ہو جو ایک
کی گواہی قبول کرلیتے ہین کذا فے الفتح یعنی شافعی المذہب ہو یا قول طحاوی پر عمل کرتا ہو ایک شخص کی گواہی مان لینے مین جب آسمان صاف ہو
بشرطیکہ جنگل سے آیا ہو یا شہر مین اونچے مکان پر ہو اور سابق مین اس روایت کی ترجیح گذر چکی اور غم ہلال الفطر جملہ حالیہ ہے اسکی قید اسواسطے لگائی
کہ محل خلاف ہے جیسا مصنف نے ذکر کیا ہے قالہ الشامی لکن نقل ابن الکمال عن الذخیرۃ انہ ان غم ہلال الفطر حل اتفاقا لیکن ابن کمال نے ذخیرہ
سے نقل کیا ہے کہ اگر ہلال عید کے نظر آنے کے روز ابر ہو تو بالاتفاق افطار حلال ہے ہم یہہ استدراک ہے اوسپر جو مصنف نے ذکر کیا کہ خلاف
امام محمد کا اسوقت ہے کہ عید کے چاند کے دن ابر ہو اسطرح کہ ذخیرہ مین اور سراج مین مجتبی سے تصریح ہے کہ افطار کی حلت بالاتفاق ہے
اور خلاف اسصورت مین ہے کہ ابر نہو اور چاند نظر نہ آوے تو شیخین کے نزدیک افطار نہیں حلال اور امام محمد کے نزدیک حلال ہے جیسا
شمس الائمہ نے کہا ہے اور شرنبلالی نے امداد مین تحریر کیا ہے غایۃ البیان مین کہا ہے کہ محمد کے قول کی وجہ کہ وہی قول اصح ہے یہہ ہے کہ افطار
ایک شخص کے قول سے ثابت نہیں ہوا ابتدا بلکہ تبعا ثابت ہوا ہے اور بہتیری چیزین ضمنا ثابت ہو جاتی ہین اور قصدا نہیں ثابت ہوتی ہین اور ...

سے پوچھا تو جواب مین یہہ کہا کہ افطار قاضی کے حکم سے ثابت ہوا واحد کے قول سے نہین یعنی جب قاضی نے رمضان کے چاند مین ایک
آدمی کے قول پر حکم لگایا تو اوسی بنا پر افطار بعد ۳۰ دن کے ثابت ہو گیا قالہ الشامی وفی الزیلعی الاشبہ ان حکمہا حکم الاہلۃ اور
زیلعی مین ہے کہ مشابہ بھی یہہ ہے کہ اگر ابر ہو تو مثل ہلال ہو اور جو نہو تو نہین وہلال الاضحی وبقیۃ الاشہر التسعۃ کالفطر علی المذہب
اور بقر عید کا چاند اور باقی نو مہینون کا مانند عید کی ہے یہی مذہب پر ہے قولہ والاضحی کالفطر یعنے ذوالحجہ شوال کی مانند ہی پس ابر
مین ثابت نہوگا مگر دو مرد وانسے یا ایکمرد دو عورتون سے اور صفائی کیحالت مین زیادتی عدد کی ضرور ہے اور نوادر مین امام صاحب
سے روایت نقل کی ہے کہ وہ مانند رمضان کے ہی اور تحفہ مین اسکی تصحیح کی ہے لیکن روایت اول ظاہر المذہب ہے اور اسکی تصحیح ہدایہ
اور اوسکی شروح اور تبئین مین کی ہے پس تصحیح مختلف ہوئی اور پہلی کو ترجیح اسواسطے ہے کہ وہ مذہب ہی کذا فی البحر اور باقی نو مہینے
کا چاند مثل عید کے چاند کی ہے یعنی انمین مقبول نہوگی مگر گواہی دو مردونکی یا ایکمرد دو عورتونکی جو آزاد ہون اور تہمت زنا مین سزا یافتہ
نہون جیسے اور احکام مین کذا فی البحر عن شرح مختصر الطحاوی اور امداد مین ذکر کیا ہی کہ ان مہینون کا حکم صفائی کیحالت مین مانند
رمضان اور عید کی ہے یعنی جماعت عظیم چاہیئے لیکن خیر الدین رملی نے کہا ہی کہ ظاہر یہہ ہے کہ باقی مہینونمین ابر اور غیر ابر مین کچھ فرق
نہین کیونکہ جماعت عظیم کی شرط نہین پائی جاتی یعنی سب لوگونکا متوجہ ہونا چاند دیکھنے کو پس اگر دو مرد دن نے گواہی دی صفائی
کیصورت مین شعبان کے چاند کی اور شعبان بہ ثبوت شرعی ثابت ہو گیا تو ۳۰ دن کے بعد رمضان ثابت ہو جاویگا اگرچہ رمضان
صفائی کیحالت مین دو شخصونکی گواہی سے ثابت نہین ہوتا کیونکہ اسصورتمین اوسکا ثبوت ضمنی ہی اور ضمنیات مین بہتیری باتون مین درگذر
ہوتی ہے جو قصدیات مین نہین ہوتی قالہ الشامی ورؤیتہ بالنہار للیلۃ الآتیۃ مطلقا علی المذہب ذکرہ الحدادی اور جو چاند دن کو
نظر آوسے وہ اگلی رات کا شمار کیا جاویگا ہر صورتمین صحیح مذہب پر ذکر کیا اوسکو حدادی نے ہم یعنی قبل زوال کے نظر آوے یا بعد
زوال کے اور مذہب کے معنی یہہ کہ قول ابی حنیفہ و محمد کا ہی بدائع مین کہا ہی پس وہ دن رمضان کا نہوگا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف
کہتے ہین کہ اگر بعد زوال کے نظر آیا تو بے شک آیندہ شب کا ہے اور اگر قبل زوال کے نظر آیا تو پچھلی شب کا ہی اور وہ دن رمضان کا
ہوگا اور اسی خلاف پر شوال کا چاند ہے کہ طرفین کے نزدیک آیندہ شب کا ہی ہر صورتمین اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ابو یوسف
کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گذشتہ کا ہی اور یہہ دن عید کا ہی اسلیئے کہ ہلال قبل زوال کے نظر نہین آتا عادۃً
مگر یہہ کہ وہ دو رات کا ہو پس ہلال رمضان مین وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند مین عید کا دن اور طرفین کی نزدیک
اصل یہہ ہی کہ دنکی رویت کا اعتبار نہین اعتبار رویت بعد الغروب کا ہی کیونکہ حضرت نے امر فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ پس امر
صوم و افطار کا رویت کے بعد ہی اسصورت مین امام ابو یوسف کا قول مخالف نص کے ہی انتہی ملخصا فتح القدیر مین ہی کہ حدیث شریف
موجب ہے رویت کی سبقت کو صوم اور افطار پر اور متبادر رویت سے ہر مہینے کے آخر وقت شام کی رویت ہی نزدیک صحابہ اور تابعین و من بعدہم
کے بخلاف ما قبل الزوال کے تیسوین تاریخ اور مختار امام ابو حنیفہ و محمد کا قول ہے قالہ الشامی واختلاف المطالع ورؤیتہ نہارا قبل الزوال
وبعدہ غیر معتبر علی ظاہر المذہب وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی بحر عن الخلاصۃ اور اختلاف مطالع کا اور دن کو چاند دیکھنا زوال سے
پہلے یا بعد زوال کے غیر معتبر ہے ظاہر مذہب پر اور اسی پر اکثر مشائخ ہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر عن الخلاصۃ ہم جاننا چاہیئے کہ
نفس اختلاف مطالع مین نزاع نہین ہی یعنی کبھی دو شہرونمین اتنا بعد ہوتا ہے کہ ایک مین ہلال ایک تاریخ نظر آوے دوسری مین
نظر نہ آوے کیونکہ انفصال ہلال کا شعاع شمس سے مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف ملکون کے اور یہی حال ہی اختلاف مطالع شمس کا
کہ جب ایک ملک مین صبح ہوگی تو بعض مین سورج نکلیگا اور بعض مین غروب ہوگا اور بعض مین آدھی رات بلکہ مطالع کے اعتبار کرنے مین خلاف

ہی کہ ہر قوم کو اپنے مطلع کا اعتبار لازم ہے اور غیر کے مطلع پر عمل کرنا لازم نہین یا یہہ کہ اختلاف کا بالکل اعتبار نہین بلکہ جس جگہہ چاند پہلی
نظر آوے سبکو اوسی پر عمل کرنا لازم ہے یہانتک کہ اگر مشرق مین جمعہ کی رات کو چاند نظر آیا اور مغرب مین ہفتہ کو تو اہل مغرب پر لازم ہے کہ
بموجب رویت اہل مشرق کے عمل کرین پس بعضے قول اول کے قائل ہوئے ہین اور زیلعی اور فیض نے اسی پر اعتماد کیا ہی اور شافعیہ کے
نزدیک بھی یہی صحیح ہے کیونکہ ہر قوم کو خطاب اللہ اونکے موافق ہی جیسا اوقات صلوۃ مین اور ظاہر الروایت قول ثانی ہے اور وہی ہمارے
یہان معتمد ہے اور مالکیون اور حنبلیون کے نزدیک بھی کیونکہ خطاب عام ہی مطلق رویت کے ساتھہ حدیث صوموا لرویتہ مین بخلاف
اوقات صلوۃ کے قالہ الشامی فیلزم اھل المشرق برؤیۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب کما مر پس اہل مشرق کو
روزہ یا افطار لازم ہوگا اہل مغرب کی رویت سی جبکہ ثابت ہو مشرق والونکو اون لوگونکی رویت اوس طریق سے کہ عمل کو موجب ہو جیسا
سابق مین گذرا ہم یعنی دو آدمی شہادت پر شہادت دین یا حکم قاضی پر شہادت دین یا خبر مستفیض ہو بخلاف اوس صورت کے کہ دو آدمی
شہادت دیوین کہ فلانے شہر والون نے دیکھا ہی کیونکہ یہہ حکایت ہی حلبی وقال الزیلعی الاشبہ انہ یعتبر اور زیلعی نے کہا کہ مشابہ بحق یہہ
ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے قال لکمال الاخذ بظاھر الروایۃ احوط کمال نے کہا ہی کہ ظاہر الروایت کے اخذ مین احتیاط زیادہ ہے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اذا راو الھلال یکرہ ان یشیروا الیہ لانہ من عمل الجاھلیۃ کما فی السراجیۃ وکراھۃ البزازیۃ جب چاند دیکھین
تو مکروہ ہی کہ اوسکی طرف اشارہ کرین کیونکہ عمل جاہلیت کا ہی جیسا سراجیہ مین ہی اور بزازیہ کے باب الکراہیۃ مین ہم کہتے اگرچہ بقصد کہلانے
دوسرے شخص کے ہو جسنے نہین دیکھا ہی اور علت بظاہر دلالت کرتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہو قالہ الشامی +

باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ

یہہ باب ہے اون چیزون کے بیان مین جو روزہ کی مفسد ہین اور جو مفسد نہین
ہم مفسد کی دو قسمین ہین ایک جس سی صرف قضا لازم ہو دوم جس سے قضا اور کفارہ دونو لازم ہون اور غیر مفسد کی بھی دو قسمین ہین
ایک وہ جسکا کرنا مباح ہے دوم وہ جسکا کرنا مکروہ ہی الفساد والبطلان فی العبادات سیان فساد اور بطلان عبادات مین برابر ہین
ہم اور معاملات مین فرق ہے اگر معاملہ کا اثر کچھہ مترتب نہووے تو بطلان ہی اور اگر اثر مترتب ہو پہر اگر شرعاً فسخ مطلوب ہی تو فساد ہی نہین تو
صحت ہی حلبی عن البحر بیان اسکا یہہ ہی کہ اگر میتہ کو بیچا تو اثر معاملہ کا یعنی ملک اسپر غیر مترتب ہی تو یہہ بیع باطل ہوئی اور اگر غلام کو شرط
فاسد سے بیچا اور مشتری کے حوالے کردیا تو مشتری اوسکا مالک ہو جاتا ہی لیکن اسکا فسخ کرنا دونون کے ذمہ واجب ہی تو یہہ بیع فاسد
ہوئی اور اگر غلام کو بدون شرط فاسد کے بیچا تو مشتری اوسکا مالک صحیح ملک کے ساتھہ ہوگا یہہ بیع صحیح ہوئی قالہ الشامی اذا اکل الصائم
او شرب او جامع حال کونہ ناسیا فی الفرض والنفل قبل النیۃ او بعدھا علی الصحیح بحر عن القنیۃ اذا اکل الخ شرط ہی اسکی جزا لم یفطر آگے آویگی
یعنے روزہ نہین ٹوٹتا جب کہاوے روزہ دار یا پیوے یا جماع کرے بہولکر فرض مین یا نفل مین نیت سی پہلے یا بعد صحیح الروایت پر کذا فی البحر عن
القنیۃ ہم علی الصحیح قبل النیۃ کے ساتھہ متعلق ہی اور اسکی تصحیح تتارخانیہ مین بھی نقل کی ہے اور اوسکی صورت یہہ ہی کہ ایک شخص نے رمضان
ثابت ہونیکے انتظار مین افطار کی چیزون سے توقف کیا اور بہولکر کچھہ کہا لیا تو بعد بہی نیت روزہ کی کرسکتا ہے اور یہہ مسئلہ پہلے گذر چکا
بخلاف متنفل کے کیونکہ اگر وہ پہلے نیت کے کہالے تو اوسکو ناسی نہین کہتے اور ایسا ہی حکم ہے صوم قضا وکفارہ مین ہان البتہ نسیان
متصور ہوسکتا ہے اداے رمضان مین اور نذر معین مین قالہ الشامی الا ان یذکر فلم یتذکر مگر جبکہ یاد دلایا جاوے پر نہ یاد کرے ہم یعنے
جب بہولکر کہاوے پہر کوئی شخص اوسکو روزہ یاد دلاوے اور وہ نہ یاد کرے پہر کہالے تو صوم فاسد ہوجاویگا صحیح روایت مین برخلاف بعض
کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ خبر ایک شخص کی دیانات مین مقبول ہی پس اوسپر واجب تہا کہ تامل کرتا اور اوس کی التفات کرتا کذا فی البحر مین کہتا ہوں
لیکن اوسپر کفارہ نہین یہی مختار ہے جیسا تتارخانیہ مین ہے منقول نصاب سے کذا فی الشامی ویذکرہ لو قویا والا لا اور یاد دلاوے روزہ دار کو

روزہ اگر وہ قوی ہو یعنے روزہ کے اتمام کی طاقت رکہتا ہو بغیر ضعف کے اور اگر ایسا ہو کہ صوم کی جہت سی ضعف ہو لیکن کہا لیوے تو عبادات کو اچہی طرح ادا کرے تو گنجایش ہے کہ نہ یاد دلاوے کذا فے الفتح ھم بحرالرائق مین کہا کہ قوی آدمی کو بہولنی کیصورت مین یاد دلانا لازم ہے حتی کہ نہ یاد دلانا مکروہ ہے ولیس عذرًا فی حقوق العباد اور نسیان حقوق العباد مین عذر نہین ہے یعنی اگر ودیعت کو بہولکر کہا جاوے تو اوسکا ضمان لازم ہوگا گو آخرت کا مواخذہ نہین ہے کذا فی الشامی او دخل حلقہ غبار او ذباب او دخان ولو ذاکرًا استحسانا لعدم امکان التحرز عنہ اور روزہ نہین ٹوٹتا اگر حلق مین غبار داخل ہو یا مکہی یا دہوان اگرچہ روزہ یاد ہو بدلیل استحسان کیونکہ اس سی بچاؤ نا ممکن ہے ھم اور قیاس یہ ہے فاسد ہو جاتا ہے یعنی مکہی کیصورت مین کیونکہ مفطر پیٹ مین پونہچا اگرچہ غذا نہین جیسے کنکر اور مٹی سے ٹوٹتا ہے کذا فے الہدایہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان ولو عودا وعنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنہ فلیتنبہ لہ کما بسطہ الشرنبلالی اور مفاد اسکا یہہ ہے کہ اگر بالقصد دہوان حلق مین پہنچاوے تو روزہ ٹوٹ جاویگا کوئیسا دہوان ہو اگرچہ عود یا عنبر ہو اگر روزہ یاد ہے کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے پس چاہیے کہ خبردار رہو اس سے چنانچہ شرنبلالی نے بسط کیا ہے ھم یعنی کسیصورت سے دہوان داخل کیا ہو یہانتک کہ اگر بخور کیا اور بالقصد اوسکو سونگہا روزہ کی یادگاری کیحالت مین تو روزہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ اس سے بچاؤ ممکن ہے اور اس سے اکثر لوگ غافل ہین اور اسکو پہول یا گلاب یا مشک کی سونگہنے کی مانند سمجہنا نچاہیئے کیونکہ فرق ہے اسمین کہ ہوا خوشبودار ناک مین جاوے اور اسمین کہ خود دہوان اپنے فعل سے جوف مین پہنچاوے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقہ پینے سے بہی روزہ جاتا رہتا ہے چنانچہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین اسکی تصریح کی ہے قالہ الشامی او ادھن او اکتحل او احتجم وان وجد طعمہ فی حلقہ یا روزہ نہین جاتا اگر تیل لگایا یا سرمہ لگایا یا پچہنے لگوائے اگرچہ سرمہ یا تیل کا مزہ اپنے حلق مین پاوے ھم اور ایسا ہی اگر تہوک مین اوسکا رنگ پاوے اصح روایت پر کذا فے البحر نہر مین کہا ہے اسواسطے کہ موجود حلق مین ایک اثر ہے جو مسام کی راہ سے داخل ہوا اور مفطر وہ ہے جو غذا کی راہ سے داخل ہو کیونکہ جو شخص غسل کرے پانی مین پہر اوسکی برودت اپنے اندر پاوے تو بالاتفاق روزہ نہین ٹوٹتا اور امام نے جو پانی مین داخل ہونے اور تر کپڑا اوڑہنے کو روزہ مین مکروہ کہا ہے سو وہ بجہت اسکے کہ اس فعل سے عبادت کی بجاآوری مین تنگدلی معلوم ہوتی ہے نہ یہہ کہ موجب افطار کا ہے قالہ الشامی او قبل ولم ینزل او احتلم او انزل بنظر ولو الی فرجہا مرارًا او بفکر وان طال مجمع یا بوسہ لیا اور انزال نہوا یا احتلام ہوا یا انزال ہوگیا نظر سے اگرچہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نظر مکرر ہو یا انزال ہوا فکر سے اگرچہ دراز ہو کذا فی المجمع یعنی ان صورتون مین روزہ نہین ٹوٹتا او بقی بلل فی فیہ بعد المضمضۃ وابتلعہ مع الریق یا منہ مین تری باقی رہگئی کلی کرنیکے بعد اور اوسکو تہوک کے ساتہہ نگل گیا ھم فتح اور ہدایہ مین اسکو مثل دخول غبار و دخان کے کہا ہے اس سی معلوم ہوتا ہے کہ علت عدم امکان احتراز ہے لیکن یون چاہیے کہ پانی منہ سے گرانیکے بعد تہوکنا شرط ہو کیونکہ پانی تہوک مین ملا رہتا ہے البتہ تہوکنے مین مبالغہ شرط نہونا چاہیئے قالہ الشامی کطعم ادویۃ ومص اہلیلج جیسے مزہ دوائیون کا اور چوسنا ہڑ کا ھم یعنی دوائیونکے کوٹنے سے اونکا مزہ اگر اپنے حلق مین پاوے تو روزہ نہین جاتا جیسا محیط مین ہے اور اہلیلج دوسرے لام کے کسرہ سے ہے قالہ ابو عبیدہ والفراء یعنی اگر ہڑ کو چباوے اور تہوک اوسکا حلق مین جاوے لیکن اوسکا اجزا مین سے کچہہ نجاوے تو روزہ نہین جاتا کذا فے التتارخانیہ وغیرہا بخلاف نحو سکر بخلاف شکر جیسی چیز کے کہ اوسکے چوسنی سی روزہ جاتا رہتا ہے او دخل الماء فی اذنہ وان کان بفعلہ علی المختار یا داخل ہو پانی اوسکے کان مین اگرچہ اوسکے فعل سے ہو تو روزہ نہین جاتا مذہب مختار پر ھم ہدایہ اور تبیین میں اسکو اختیار کیا ہے اور محیط مین اسکی تصحیح کی ہے اور ولوالجیہ مین کہا ہے کہ یہی مختار ہے اور خانیہ مین یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر پانی کان مین چلاگیا تو نہین جاتا اور اگر خود داخل کیا تو جاتا رہتا ہے صحیح روایت پر کیونکہ جب اوسکی فعل سے جوف مین پہنچا تو اوسمین صلاح بدن کا اعتبار نہین ہے اور یہی بزازیہ مین ہے اور فتح اور برہان مین اسکو قوت دی ہے کذا فے الشرنبلالیہ حاصل یہہ کہ اگر تیل کان مین ڈالا تو بالاتفاق روزہ جاتا رہا اور اگر پانی کان مین چلاگیا تو بالاتفاق روزہ نہین جاتا اور اگر بالقصد پانی کان مین ڈالا تو اسمین اختلاف ہے اور تصحیح مختلف ہے

قال الشامی کما لو حک اذنه بعود ثم اخرجه وعلیه درن ثم ادخله ولو مرارًا جیسا کہ روزہ نہین جاتا اگر لکڑی سے کان کھجلایا پھر اوسکو نکال لیا اور
اوسپر میل تھا پھر اوسکو کان مین ڈالا اگرچہ چند بار ہو ہم اس مسئلہ کو شبہہ ٹھہرایا اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ اسمین بالاجماع روزہ نہین جاتا
اور ظاہر یہہ ہے کہ اجماع سے مراد اجماع اہل مذہب کا ہے ورنہ شافعیہ کے نزدیک مفسد ہے قال الشامی او ابتلع ما بین اسنانه وھو دون
الحمصة لانه تبع لریقه ولو قدرها افطر کما سیجیء م یا نگل گیا جو دانتون مین ہے بشرطیکہ چنے سے کم ہو تو روزہ نجاویگا کیونکہ چنے سے کم لعاب
کے تابع ہے اور بحر مین کہا ہے کہ اتنی چیز قلیل ہے اس سے احتراز غیر ممکن ہے پس بمنزلہ لعاب کے ہوا اور اگر چنے کی برابر ہے تو روزہ ٹوٹ
جاویگا چنانچہ عنقریب آویگا او خرج الدم من بین اسنانه ودخل حلقه یعنی ولم یصل الی جوفه یا نکلا خون دانتون سے اور چلا گیا حلق مین
یعنے جوف تک نہین پونہچا م متن کی اطلاق سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ خون غالب ہو تب بھی روزہ نہین جاتا اور وجیز مین اسی
کی تصحیح کی ہے جیسا سراج مین ہے اور کہا ہے کہ وجہ یہہ ہے کہ عادۃً اس سے احتراز ناممکن ہے اور چونکہ یہہ قول اکثر کے مخالف تھا اسلئے
شارح نے مصنف کے کلام کو حمل کیا اسپر کہ جوف مین نہ پونہچے مصنف کی اتباع سے کہ اونہون نے اپنی شرح مین لکھا ہے اما اذا وصل
فان غلب الدم او تساویا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازیہ لیکن جبکہ پونہچے جوف مین پس اگر خون غالب ہو یا خون اور تھوک دونون
برابر ہون تو روزہ فاسد ہوگا اور جو نہین تو نہین فاسد ہوگا مگر جبکہ پاوے اوسکا مزہ کذا فی البزازیہ واستحسنه المصنف وھو ما علیه الاکثر
اور اسکو مصنف نے پسند کیا ہے اور یہہ تفصیل جو مذکور ہوئی وہی ہے جسپر اکثر مشائخ ہین اور قریب ہے کہ آویگا یعنی مصنف کا پسند کرنا م یعنی اسکے قول
الا ان یجد الطعم نے حلقہ مین اور انتشار ضمائر کا اسجگہہ مخفی نہین ہے قال الشامی او طعن برمح فوصل الی الجوف وان بقی فی جوفه یا کونچہ
دیا جاوے نیزہ سے پھر پونہچ جاوے جوف تک اگرچہ اندر باقی رہجاوے یعنی نیزہ کی نوک تو روزہ نہین جاتا م اسکی تصحیح قاضی خان اور ایک
جماعت نے کی ہے اور جامع صغیر کی شرح مین کہا ہے کہ اگر نوک اندر باقی رہجاوے تو اسکو کتاب مین ذکر نہین کیا اور اسمین اختلاف ہے
بعضے کہتے ہین کہ روزہ ٹوٹجاتا ہے جیسا لکڑی دبر مین چڑھانے سے اور بعضون نے کہا ہے کہ نہین ٹوٹتا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اسکی طرف سے کوئی
فعل نہین پایا گیا اور نہ اسمین اسکی بدن کی اصلاح ہے انتہے قال الشامی کما لو القی حجر فی الجائفة او نفذ السهم من الجانب الآخر جیسے اگر ڈالی
جاوے کنکری اوس زخم مین جو جوف تک پونہچا ہوا ہے یعنی غیر شخص نے ڈالدی ہو تو روزہ نہین جاتا کیونکہ اسکا فعل کچھہ نہین اور نہ اوسکے
بدن کی اصلاح ہے بخلاف اسکے کہ جائفہ کی دوا کی ہو کہ اوس سے روزہ جاتا رہیگا یا تیر اس طرف سے دوسریطرف نکل جاوے یعنی اس سے بھی
روزہ نہین جاتا ولو بقی النصل فی جوفه فسد اور اگر پیکان اندر باقی رہگئی تو روزہ ٹوٹ گیا م یہہ ایک ہے دو قولون مذکورہ مین کا
اسواسطے کہ نیزہ کی نوک اور تیر کی بھال مین فرق نہین ہے فتح القدیر مین تصریح کی ہے کہ خلاف دونو مین جاری ہے اور روزہ باقی
رہنے کی ایک جماعت نے تصحیح کی ہے اور زیلعی نے جزم کیا ہے کہ دونون مین عدم افطار صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ کلام شارح مین
اضطراب ہے کہ پہلے مین صحیح قول نقل کیا اور دوسرے مین اوسکا مقابل قال الشامی او ادخل عودًا ونحوه فی مقعدته ولم یغب فلا فساد وان
غیبه فسد یا داخل کر دیا لکڑی وغیرہ کو دبر مین اسطرح کہ ایک کنارہ اسکا باہر ہو تو روزہ نہین ٹوٹتا اور اگر سب اندر چڑھالے تو
ٹوٹ جاویگا وکذا لو ابتلع خشبة او خیطا ولو فیه لقمة مربوطة الا ان ینفصل منها شیء اور روزہ نہین جاتا اگر نگل لے لکڑی یعنی اگر
حلق مین غائب ہو جائیگی تو جاتا رہیگا نہین تو نہین یا نگل لے دہاگا اگرچہ اوسمین لقمہ بندہا ہوا ہو مگر یہہ کہ اوسمین سے کچھہ جدا ہو جاوے
یعنے پیٹ مین رہجاوے تو روزہ جاتا رہیگا ومفاده ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع اور حاصل اسکا یہہ ہے کہ اندر
داخل ہونیوالی چیز کا ٹھہرنا پیٹ مین شرط ہے فساد صوم کی کذا فی البدائع م یعنی جب فقہا نے تصریح کر دی کہ داخل ہونیوالی چیز مین سے
اگر کچھہ جدا ہوگا تو روزہ جائیگا نہین تو نہین اس سے معلوم ہوا کہ چیز کا پیٹ مین رہجانا شرط ہے کذا فی الطحطاوی او ادخل اصبعه

الیابسۃ فیہ الی دبرہ او فرجہا ولو مبتلۃ فسد اور روزہ نہین جاتا اگر سوکھی اونگلی دبر مین دی یا عورت نے اپنی فرج مین اور اگر اونگلی
تر ہو تو فاسد ہوگا ہم ادخل کی ضمیر شخص صائم کیطرف پھرتی ہے جو شامل ہے مذکر و مونث کو قالہ الشامی ولو ادخلت قطنۃ ان
غابت فسد وان بقی طرفہا فی فرجہا الخارج لا اور اگر عورت نے اپنے اندر روئی رکھی اگر غائب ہوگئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ایک
جانب فرج خارج مین نکلی ہوئی رہی تو نہین ٹوٹتا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وہذا قلما یکون ولو کان
فیورث داء عظیما اور اگر استنجاء مین مبالغہ کیا یہانتک کہ پانی حقنہ کی جگہہ تک پہنچگیا تو روزہ فاسد ہوگیا اور یہہ بہت کمتر ہوتا ہے
اور اگر واقع ہو تو بیماری سخت کا موجب ہوتا ہے ہم موضع حقنہ سے مراد وہ جگہہ ہی جہان دوا آلہ کے وسیلہ سی اینجا مین لگتی
ہے او نزع المجامع حال کونہ ناسیا عند ذکرہ وکذا عند طلوع الفجر وان امنی بعد النزع لانہ کالاحتلام یا جماع کرتا تھا بھولکر پھر نکال
لیا یاد آتے ہی یعنی اس سے روزہ نہین جاتا ایسا ہی روزہ نہین ٹوٹتا اگر قبل الفجر عمداً جماع کیا پھر نکال لیا فجر ہوتے ہی اگرچہ منی
نکلی ہو نکالنے کے بعد کیونکہ یہہ بمنزلہ احتلام کے ہے ولو مکث حتی امنی ولم یتحرک قضی فقط وان حرک نفسہ قضی وکفر اور اگر ٹھہرا
رہا یہانتک کہ منی خارج ہوگئی اور حرکت نہین کی تو صرف قضا لازم ہی اور اگر اپنی نفس کو حرکت دی اور منی خارج ہوئی تو قضا اور کفارہ
دونو لازم ہین ہم حتی امنی فساد کی شرط نہین ہے صرف کفارہ کے حکم بیان کرنیکے لئی ذکر کیا ہے شارح نے یہان صرف روایت
وجوب کفارہ کا ذکر کیا ہے حال آنکہ فتح القدیر وغیرہ مین دونو روایتین ذکر کی ہین بدون ترجیح کے اور بدائع مین ہی کہ عدم الفساد
اوسصورت مین ہے کہ نکالے بعد یاد آنے کے یا طلوع فجر کے لیکن جب نہ نکالا اور اوسی حالت پر باقی رہا تو اوسپر قضا ہی کفارہ نہین
ظاہر الروایت مین اور روایت ہے امام ابو یوسف سی کہ کفارہ صرف طلوع فجر مین واجب ہے نہ یاد آنیکی صورت مین اسواسطی کہ ابتداء جماع
قصداً تھی اور جماع ابتداءً و انتہاءً ایک ہی ہے تو جماع بالقصد سی کفارہ واجب ہوا اور وجہ ظاہر الروایت کی یہہ ہی کہ کفارہ واجب
ہوتا ہے روزہ کے توڑنے سی اور توڑنا ہوتا ہی بعد وجود کے اور اسکا جماع مین مشغول رہنا وجود صوم کو منع کرتا ہے پس چونکہ توڑنا
صوم کا متحقق نہوا اسلئی کفارہ بھی لازم نہ آیا انتہے پس یہہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ عدم وجوب کفارہ یاد آنیکی صورت مین متفق
علیہ ہے کیونکہ ابتداء جماع اسصورتمین عمداً نہ تھی اور جماع فعل واحد ہے پس اسوجہ سی شبہہ آگیا اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ اوسمین شبہہ ہی
خلاف امام مالک کا یعنی اونکے نزدیک بھولکر کہانے یا جماع سی بھی روزہ جاتا رہتا ہے اب اگر قصداً جماع کریگا تو انکی نزدیک
کفارہ نہین غرضکہ خلاف صرف طلوع فجر مین ہے نہ یاد آنے کیصورت مین اور ظاہر الروایت کیوجہ کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ
تحریک نفس اور غیر تحریک مین کچھہ فرق نہین ہے قالہ الشامی کالو نزع ثم اولج حیث یجب کفارہ واجب ہی اگر نکال لیا پھر داخل کیا
ہم یعنی دونو مسئلو نہین کیونکہ خلاصہ مین ہی اگر یاد آنے پر نکال لیا پھر عود کیا تو کفارہ واجب ہی اور ایسا ہی مسئلہ صبح کا الخ لیکن مسئلہ
تذکر مین چاہیئے کہ کفارہ نہو جیسا معلوم ہو چکا کہ اوسمین شبہہ خلاف امام مالک کا ہی اور شاید یہہ دوسری قول پر مبنی ہو جسمین
اعتبار اسکا نہین ہے او رمی اللقمۃ من فیہ عند ذکرہ او طلوع الفجر ولو ابتلعہا ان قبل اخراجہا کفر وبعدہ لا یا پھینکدی لقمہ
اپنے منہ مین سے روزہ یاد آتی ہی یا فجر ہوتے ہی یعنی روزہ نہین جاتا اور اگر نگل لیا اسطرح کہ منہ مین سی نہین نکالا اور نگل گیا
تو کفارہ لازم ہے اور اگر منہ سے نکال کر اوگلی ہوئے کو کہا گیا تو کفارہ لازم نہین ہم کیونکہ طبیعت اس سی نفرت کرتی ہے اور یہی
اصح ہے جیسا شرح وہبانیہ مین محیط سی منقول ہی قالہ الشامی او جامع فیما دون الفرج ولم ینزل یعنی فی غیر السبیلین کسرۃ و
فخذ یا جماع کیا غیر فرج مین یعنی قبل اور دبر کے سوا دوسری جگہہ مین مثل ناف اور ران کے اور انزال نہوا تو روزہ نجائیگا ہم
یہان مراد فرج سی قبل اور دبر دونو ہین اسواسطیکہ فرج اگرچہ دبر کو شامل نہین لغۃ لیکن باعتبار حکم کے شامل ہے کیونکہ مغرب مین

کہا ہو کہ فرج آگے کا عضو مخصوص مرد اور عورت کا ہی باتفاق اہل لغت کے پہر کہا ہو کہ قبل اور دبر دونو فرج ہین حکم مین قالہ الشامی
وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریما لحدیث ناکح الید ملعون اور ایسا ہی منی نکالنا ہاتہہ سی غیر مفسد ہی اگرچہ مکروہ تحریمی ہے
بموجب حدیث ناکح الید ملعون کے ہم یہہ حکم اوس صورتمین ہے کہ انزال نہو لیکن اگر انزال ہو تو قضا لازم ہوگی جیسا مفطرات مین صریح
آویگی اور یہی مختار ہے مگر شارح کے کلام سی متبادر انزال ہی ہے بقرینہ مابعد کے پس یہہ مبنی ہے غیر مختار پر قالہ الشامی ولو
خاف الزنی یرجی ان لا وبال علیہ اور اگر زنا کے خوف سی منی ہاتہہ سی نکالی ہو تو توقع ہے خدا سی کہ اس فعل کا اوسپر کچہہ وبال نہو
ہم سراج مین ہے کہ اگر اس فعل سے ارادہ تسکین شہوت مفرطہ کا ہے جو دلکو احاطہ کررہی تہے اور یہہ شخص بینکاح ہے نہ بیبی ہی
نہ باندی یا ہے لیکن اوسکو اوس تک پونہچنے کی قدرت نہین تو ابو اللیث نے کہا ہی کہ مین توقع رکہتا ہون کہ اوسپر وبال نہو لیکن
جس صورتمین کہ مزہ لینے کے لئی کریگا تو گنہگار ہوگا کذا فی الشامی او ادخل ذکرہ فی بہیمۃ او میتۃ من غیر انزال یا اپنا عضو مخصوص
کسی چوپایہ مین داخل کیا یا انسان مردہ مین بغیر انزال کے یعنی اس سی صوم نہین جاتا اگر انزال ہوگا تو قضا لازم ہوگی او مس
فرج بہیمۃ او قبلہا فانزل یا کسی جانور کی پیشابگاہ کو ہاتہہ لگایا یا اوسکا مُنہہ چوم لیا پہر انزال ہوا ہم یعنی باوجود انزال کے اس
صورتمین روزہ نہین جاتا تو بغیر انزال بطریق اولے نجاویگا اور بحر اور زیلعی وغیرہ مین اجماع نقل کیا ہے کہ روزہ نہین جاتا اس
صورتمین اگرچہ انزال بہی ہوجاوی قالہ الشامی او اقطر فی احلیلہ ماء او دہنا وان وصل الی المثانۃ علی المذہب یا ٹپکایا اپنے
عضو کے سوراخ مین پانی یا تیل اگرچہ مثانہ تک پونہچ جاوی صحیح مذہب پر ہم یعنی اس سی بہی روزہ نہین جاتا یہہ قول ہی ابو حنیفہ کا
اور محمد بہی اونکے ساتہہ ہین اظہر روایت کے موافق اور ابو یوسف کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور اختلاف مبنی ہی اسبات پر
کہ مثانہ اور جوف مین منفذ ہے یا نہین اور ظاہر یہہ ہی کہ اسمین منفذ نہین اور پیشاب اوسمین براہ مسامات مثل عرق کے جمع ہوجاتا ہے
اطبا ایسا ہی بیان کرتے ہین زیلعی اس سی معلوم ہوا کہ پانی یا تیل اگر ذکر کی نلی مین رہجاوی تو بالاتفاق روزہ فاسد نہوگا قالہ الشامی
واما فی قبلہا فمفسد اجماعا لانہ کالحقنۃ لیکن پانی یا تیل عورت کی شرمگاہ مین ڈالنا روزہ کا مفسد ہی بالاجماع کیونکہ وہ مانند حقنہ کی ہی
او اصبح جنبا وان استمر کل الیوم او اغتاب من الغیبۃ یا حالت جنابت مین صبح ہوگئی اگرچہ تمام روز جنب رہا یا غیبت کی تب بہی روزہ
نہین جاتا او دخل انفہ مخاط فاستنشقہ فادخلہ حلقہ ای نزل لرأس انفہ یا داخل ہوا اوسکی ناک مین یعنی مغز سے اوترآیا رینٹ پہر اوپر
کو کہینچ لیا پس حلق مین چلا گیا اگرچہ ناک کی پہننگ تک آجاوی ہم یعنی ان سب سی روزہ فاسد نہین ہوتا کالو ترطب شفتاہ بالبزاق
عند الکلام ونحوہ فابتلعہ او سال ریقہ الی ذقنہ کالخیط ولم ینقطع فاستنشقہ جیسا اگر تر ہوجاوین ہونٹہہ تہوک سی بات کرنے وغیرہ مین پہر
اوسکو نگلجاوی یا پونہچ جاوی لعاب اوسکا ٹہوڑی تک مثل دہاگے کے اور تار نہ ٹوٹے پہر اوسکو سانس سے چڑہا لیوی ہم بعض نسخ مین
فاستشفہ ہی استنشاق سے اور وہ مناسب نہین کیونکہ استنشاق ناک سی ہوتا ہے ولو عمدا اخذا فالشافعی القادر علی طرح النخامۃ
فینبغی الاحتیاط اگرچہ اوپر چڑہا لینا یا کہینچ لینا رینٹ اور تہوک کا بالقصد ہو یعنی ان سی روزہ نہین جاتا برخلاف امام شافعی کی اوسمین
جو قدرت رکہتا ہی کہنکار کے پہینک دینے پر یعنے باوجود قدرت کے اگر نگل جاویگا تو اونکے نزدیک روزہ فاسد ہوجاویگا پس احتیاط
چاہیئے ہم کیونکہ اختلاف کی رعایت مندوب ہی اور یہہ فائدہ ابن شحنہ نے بیان کیا ہی اور اس سی معلوم ہوتا ہے کہ اگر بلغم نگلجاوے
بعد اسکے کہ کہنکارنے کے باعث حلق سی مُنہ مین آگیا ہی تو ہمارے نزدیک روزہ فاسد نہین ہوتا قالہ الشامی او ذاق شیئا بفمہ وان
کرہ یا چکہی کوئی چیز منہ سے اگرچہ چکہنا مکروہ ہی یعنی حلق مین نجاوی لم یفطر جواب الشرط نہین ٹوٹتا روزہ ان صورتون مذکورہ مین شارح نے کہا کہ لم یفطر
جواب ہی شرط کا جو شروع باب مین مذکور ہے یعنی اذا اکل الخ وکذا لو قتل الخبز او مرا وان فیہ مضغۃ البزاق اور یہی حکم ہی اگر

اگر ھاگا بانٹا تھوک مین تر کرکے چند بار اگرچہ اوسمین تھوک کی گرہ باقی رہگئی ہو ھ یعنے جب تاگا بانٹنے کا ارادہ کرے اور تھوک مین اوسکو
بہگو دی پہر اوسکو منہ مین چند بار ڈالے اگرچہ کچہہ تھوک مجتمع تاگے مین لگا رہجاوے تو روزہ بچا رہیگا اور زندویسی کے نظم مین ہے
کہ روزہ جاتا رہتا ہے کذا فی القنیہ قالہ الشامی اِلّا اَن یکون مصبوغًا وظہر لونہ فی ریقہ ابتلعہ اگر مگر جبکہ ہوتا گا رنگین اور
اوسکا رنگ تھوک مین ظاہر ہو پہر اوسکو نگلجاوے اور روزہ یاد ہو تو اسصورت مین روزہ ٹوٹ جاویگا ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ھ مگر دو
بل الخیط بالریق فانما بادخالہ فی فیہ لا ینتقض اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا کہ بار بار تاگا بہگونیوالا تھوک مین بانٹتے ہوئے
نہین نقصان اوٹہاتا ہے تاگا منہ مین داخل کرنے سے یعنی صوم فاسد نہین ہوتا ھ مکرر مبتدا مضاف ہے اور بالریق متعلق بل کے اور بادخالہ
متعلق خبر کے ہے ھ وعن بعضہم ان یبلع الریق بعد ذا یغتر کصبغ لونہ فیہ یظہر اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اگر تھوک نگلجاوے بعد
ادخال کے تو روزہ کو نقصان کرتا ہے جیسا رنگ کہ اوسکی رنگت تھوک مین ظاہر ہو ھ یعنی جیسا نگلنا رنگ کا روزہ توڑتا ہے اور اسمین
خلاف نہین ہے اور لونہ کی ضمیر صبغ کیطرف پہرتی ہے اور فیہ کی ضمیر ریق کیطرف اور یہہ متعلق ہے یظہر کے کذا فی الطحطاوی وان افطر خطاء
کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائمًا او تسحر او جامع علی ظن عدم الفجر اور اگر افطار کیا خطا سے جیسے کلی کی اور منہ مین پانی چلا گیا
یا پیلیا سوتے مین یا سحر کہائی یا جماع کیا اس گمان پر کہ صبح نہین ہوئی ھ ان افطر الخ شرط ہے اسکی جزا آگے مذکور ہوگی یعنی قضی فقط
اور یہان سے شروع ہے قسم ثانی کا یعنی جس سے قضا لازم آوے نہ کفارہ اور خطا سے افطار کرنیکے یہہ معنی کہ ایسا فعل مقصود کرے جس سے
روزہ ٹوٹجاوے لیکن قصد روزہ توڑنیکا نہو کذا فی النہر عن الفتح حاصل یہہ کہ اگر کلی کرتے ہوئے پانی حلق مین چلا گیا پس اگر روزہ یاد
تو جاتا رہا نہین تو نہین جاتا اور سوتے کو مخطی ٹہہرانے مین یہہ کلام ہے کہ نائم کا فعل قصداً نہین ہان نہر مین البتہ تصریح کی ہے کہ مکرہ اور
نائم مخطی کی مانند ہین بہولنے والیکے حکم مین نہین کیونکہ نائم اور مجنون کا ذبیحہ حلال نہین اور بسم اللہ بہولنے والیکا ذبیحہ حلال ہے کذا فی البحر
عن الخانیہ رحمتی نے کہا کہ اسکے معنی یہہ ہین کہ نسیان عذر سمجہا گیا بسم اللہ نکرنے مین بخلاف نوم اور جنون کے سو اسیطرح مفطرات مین
نسیان عذر ہوا کیونکہ اکثر واقع ہوتا ہے اور ذبح کرنا اور مفطرات کا استعمال کرنا حال نوم مین یا جنون مین نادر الوقوع ہے اسلئے نسیان کے
ساتہہ ملحق نہوا قالہ الشامی او اوجر مکرہاً یا اوسکے حلق مین کوئی چیز ڈالیجاوے بزور ھ حلق مین ڈالنا شرط نہین ہے بلکہ اگر کہا لیا یا پیلیا
زبردستی سے تب بھی روزہ فاسد ہوجاویگا پس لفظ اوجر اگر ساقط کیا جاوے تو بہتر ہے تاکہ شامل ہو صور مذکورہ کو اور شامل ہوا اوس
اکراہ کو کہ جماع پر کیا گیا ہو قالہ الشامی او نائمًا یا حلق مین ڈالی جاوے کوئی چیز سونے کیحالت مین یعنی تب بھی قضا لازم ہوگی
واما حدیث رفع الخطاء فالمراد رفع الاثم اور وہ حدیث جسمین خطا کے رفع کا ذکر ہے پس اوس سے مراد رفع گناہ کا ہے ھ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِہُوْا عَلَیْہِ امام شافعی اس حدیث سے استدلال کرتے ہین
کہ مخطی اور مکرہ کا روزہ قائم رہتا ہے کیونکہ وہ بمانند بہولنے والیکے مرفوع القلم ہین اسکو جواب کی تقریر یہہ ہے کہ حکم یہان سے تصحیح کلام
کے لئے مقدر ہے تو اقتضاءً ثابت ہے اور مقتضی کے لئے عموم نہین ہوتا تو جب رفع اثم مراد ہوا کہ حکم اخروی ہے تو دوسرے معنون کا
ارادہ یعنی حکم دنیاوی کا کہ فساد صوم ہے درست نہین اور بہولنے والیکا روزہ جو سلامت رہتا ہے تو وہ دوسری حدیث کی جہت سے ہے
کہ آپ نے فرمایا جو شخص بہولجاوے اور روزہ سے ہو پہر کہالے یا پی لے تو چاہیئے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اوسکو کہلا
پلادیا ورنہ قیاس اوسمین بھی یہی چاہتا تہا کہ روزہ فاسد ہوتا اور اسکی بحث مطولات اور اصول مین ہے وفی التحریر المواخذۃ بالخطاء
جائزۃ عندنا خلافًا للمعتزلۃ اور تحریر مین ہے کہ خطا پر مواخذہ ہمارے نزدیک جائز ہے (یعنی عقلاً کما فی شرح التحریر) برخلاف معتزلہ کے
او اکل او جامع ناسیًا او احتلم او انزل بنظر او ذرعہ القیء فظن انہ افطر فاکل عمدًا للشبہۃ یا کہایا یا جماع کیا بہولکر یا احتلام ہوگیا

یا انزال ہو گیا نظر سے یا قے آگئی اور ان صور مذکورہ مین اوسنے گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر جانکر کہا لیا یا جماع کیا تو قضا لازم ہوگی نہ
کفارہ شبہہ کے جہت سے ہم یعنی کفارہ اسجہت سے لازم نہیں ہوا کہ گمان اشتباہ کیصورت مین ہوا اسلئے کہ کہانا پینا جماع کرنا سہو سے مشابہ ہے
کہانے پینے جماع کرنے قصدی کے تو جیسے قصدی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اوسیطرح جماع سہو کو اوسی پر گمان کر لیا اور شبہہ اختلاف علما کا بھی ہے
کیونکہ امام مالک کہتے ہین کہ روزہ جاتا رہتا ہے بہولکر کہانے سے اور قے آنا مشابہ ہے قصدا قے کرنیکو اور البیاتہ مین احتلام کیونکہ آخر خروج منی کا ہے شہوت
سے پس قضا شہوت عمدا کے مشابہ ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ ان امور سے روزہ نہیں گیا پہر کہا لیا تو بے شک کفارہ بہی لازم آویگا کیونکہ نہ شبہہ اختلاف
کا ہے نہ اشتباہ کا کذا فی الشامی ولو علم عدم فطرہ لزمہ الکفارۃ الا فی مسألۃ المتن فلا کفارۃ مطلقا علی المذہب لشبہۃ خلاف مالک
خلافا لہما کما فی المجمع وشروحہ فقید الظن انما ہو لبیان الاتفاق اور اگر جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا تو اوسکو کفارہ لازم ہے مگر متن کے مسئلہ
مین یعنے جب بہولکر کہا وے یا جماع کرے پہر جانے کہ روزہ ٹوٹ گیا پہر کہا لے قصدا کیونکہ اسمین کفارہ نہیں ہر صورت مین صحیح مذہب پر یعنی افطار
کا علم ہو یا نہو بخلاف قول صاحبین کے کہ اونکے نزدیک متن کے مسئلہ مین بہی کفارہ لازم ہے جب جانتا ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹا جیسا مجمع اور اوسکی
شروح مین ہے پس ظن کی قید اسلئے بیان مسئلہ متفق علیہ کے ہے نہ واسطے احتراز مسئلہ علم کے او احتقن او استعط فی انفہ شیئا او اقطر فی
اذنہ دہنا یا حقنہ کرایا یا ناک کی راہ کوئی چیز چڑہائی یا ٹپکایا کان مین تیل او داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ
جائفہ اوس زخم کو کہتے ہین جو جوف تک پونہچے یا پار ہو جاوے اور آمہ اوس زخم کو کہتے ہین جو ام الدماغ یعنی دماغ کی جہلی تک پونہچ جاوے
ہڈی توڑ تک یعنی یا دوا کی جائفہ کی یا آمہ کی پہر پہنچی وہ دوا حقیقت مین جوف تک جائفہ مین اور دماغ تک آمہ مین ہم بحر مین کہا ہے کہ تحقیق یہہ ہے کہ
درمیان جوف راس اور جوف معدہ کے منفذ اصلی ہے پس جو چیز سر مین پونہچی ہو وہ پیٹ تک پونہچ جاتی ہے اور حقیقت مین دوا پونہچنے سے اشارہ
ہے اسبات کی طرف کہ جو ظاہر الروایت مین واقع ہوا ہے کہ فساد دوای تر کے ساتہہ مقید ہے یہہ عادت پر مبنی ہے کہ دوای تر پونہچ جاتی ہے نہ خشک
ورنہ فے الحقیقت وصول معتبر ہے یہانتک کہ اگر جانے کہ خشک دوا پونہچ گئی تو فاسد ہوگا یا جانے کہ دوای تر نہین پونہچی تو فاسد نہوگا
اور خلاف اسصورت مین ہے کہ معلوم نہو یقینا تو ترکیصورت مین فاسد ہوگا امام کے نزدیک نظرا للعادۃ اور صاحبین کے نزدیک نہیں کذا افادہ
فے الفتح قالہ الشامی او ابتلع حصاۃ ونحوہا مما لا یأکلہ الانسان او یعافہ او یستقذرہ یا کنکری وغیرہ نگل گیا یعنی ایسی چیز جسکو انسان نہیں
کہاتا ہے یا مکروہ جانتا ہے یا نفرت کرتا ہے ہم کنکر وغیرہ کے کہا لینے مین قضا واجب ہے کیونکہ صورۃ افطار موجود ہے اور کفارہ لازم نہیں آتا
کیونکہ معنی افطار نہیں پایا گیا یعنے جوف مین پہنچنا ایسی چیز کا جسمین نفع بدن کا ہو غذا ہو یا دوا اسلئے کفارہ منتفی ہوا قالہ الشامی عن النہر
ونظمہ ابن الشحنۃ فقال ○ ومستقذر من غیر ماکول مثلنا فقو کل ما للتکفیر ملغی فیحجر اور اسکو ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اور کہا جو شے کہ طبیعت اوس
نفرت کرتی ہے اور غیر ماکول ہے نوع انسانی کا تو اوسکو کہانے مین کفارہ لغو اور متروک ہے او لم ینو فی رمضان کلہ صوما ولا فطرا مع الامساک لشبہۃ
خلاف زفر یا نیت نکی تمام رمضان مین نہ روزہ کی نہ افطار کی باوجود امساک کے کیونکہ اسمین خلاف زفر کا ہے ہم یعنی صرف قضا لازم ہے کفارہ اسواسطے
نہیں کہ امام زفر کا اختلاف ہے کہ آنکے نزدیک وہ صائم ہے کیونکہ اونکے نزدیک صحت و اقامت و امساک چاہیئے گو نیت نہو اور تعلیل مین اولے
یہہ ہے کہ بیان کیا جاوے کہ عدم نیت کی جہت سے صوم ہی متحقق نہوا جسکے توڑنے سے کفارہ لازم آتا اور تمسک شبہہ کے ساتہہ تو اصل کے تحقق کے بعد
ہوتا ہے جیسا مسئلہ آئندہ مین ہے قالہ الشامی او اصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا او لو بعد النیۃ قبل الزوال لشبہۃ خلاف الشافعی یا صبح کی اسحال مین
کہ نیت صوم کی نہین کی تہی پہر جانکر کہا لیا اگرچہ زوال سے پہلے نیت کرنیکے بعد کہا یا ہو تو قضا لازم ہے نہ کفارہ بسبب شبہہ خلاف شافعی کے
ہم کیونکہ صوم اونکے نزدیک نہیں صحیح دن کی نیت سے جیسا مطلق نیت سے بہی نہیں صحیح ہے تو اونکے نزدیک روزہ ہی نہیں جسکے توڑنے سے کفارہ لازم
آوے قالہ الحلبی ومفادہ ان الصوم بمطلق النیۃ کذلک اور اس سے یہہ مستفاد ہوا کہ روزہ کا حکم مطلق نیت کے ساتہہ بہی یہی ہے اھ

[illegible]

[illegible]

کفارہ وہ چار صورتیں ہیں صرف قضا لازم ہے اور چار صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں کذا فی [illegible]

السہو کالعمد فقط تمام صور مذکورہ میں صرف قضا کرے کفارہ لازم نہیں [illegible]

افطار [illegible] بیان کئیں [illegible]

صرف قضا لازم ہے اگر شہادت دی دو شاہد [illegible] غروب [illegible] ظاہر ہوا [illegible] غروب [illegible]

اسکو لازم [illegible] وقت غروب [illegible] فی طلوع الفجر [illegible]

شہادة الاثبات اور اگر [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور جیسا کہ منہ سے نکلا پھر اوسکو کھا لیا تو ... بعض کے نزدیک مثل پانی کے اسپر کفارہ لازم ہوگا مثل کے اور اسکی ... جنگ ... میں ہیں کیونکہ
بعض ... میں کا نفع کچھ نہیں سمجھا بلکہ عقل کم ہو جاتی ہے تو قول ثانی کے موجب کفارہ نہوگا لیکن طبیعت اسکی طرف میل کرتی ہے ...
کی خواہش مضر ہوتی ... کفارہ واجب ہوگا اور جب قول اول کے ... کہا ہے کہ یہی تحقیق ہے ... یہ تقدیر ...
کا قول ... لہذا ... ذکر کیا ہے کہ ... معنی میں ... میں ... ایسی چیز کا جسمیں صلاح ...
کی ... غذا ہو یا دوا ... بھی لغو ہوگا کیونکہ ... قول ... اصل ... کی تحقیق میں بھی مناسب ... انتہی ... کہنا ہوں کہ
اختلاف اصل ... کی ... کے ... میں اختلاف نہیں ہے بلکہ ... کے ... میں لیکن ... جو محققین سے نقل کیا ہے اور ... ہے
... لازم نہیں آتا کہ ... میں اختلاف ... لیکن ... ہے کہ ... کے معنی میں اختلاف ... جو ذکر کیا ہے کہ
کفارہ واجب نہیں ہوگا ... صورۃ و معنی ... صورۃ ... معنی ... نکلا ... یہ ہے کہ ... ہے
... اصطلاح ... غذا ... تو اس ... یہ ... کفارہ واجب نہوگا ... کیونکہ صرف صورت اکل کی ہوا اور
... اکل معنوی ہے جیسا کہ ... وغیرہ میں ... کیا ہے ... ذکر کیا ہے کفارہ واجب ہوتا ہے
... چیز ... بنا ... قصد ... کا ... بخلاف ... کے کفارہ واجب نہوگا اگر
... ثابت ... صورۃ ... معنی نہیں ... کہ ان اشیاء کو ... کھانے کی عادت نہیں تو ... کنکری ...
... نگلنے ... یا ... جس سے مقصود ... نہیں ہوتا ...
... اگر ... اکول ... کفارہ واجب ... صرف قضا لازم ... اگر ... کسی ...
... اسکو طبیعت ... اور اگر کسی ... تو کفارہ واجب ... طبیعت ...
سے ظاہر ہوا کہ ... صلاح ... لازم ...
... اسکے ساتھ متعلق ... اکل ... جماع ...
... کہ یہ ... کیا کیونکہ ... افطار ...
... قضا نہیں کرتا ... جماع ...
... افطار ... جیسا ... کفارہ ... جماع ...
... اشارہ ... کہ یہ حکم ... فاسد ...
... افطار ... مثلاً ... تو کفارہ لازم نہیں ...
... کفارہ ... جماع ... حجامت وغیرہ ... ٹوٹ گیا پھر جان کر ...
... کفارہ ... لازم ... بعض ... جب ... کفارہ ...
... ابو یوسف ... کہتے ہیں کہ ... امام ابو حنیفہ ...
... کسی نے ... مفتی ... حدیث ...
... کفارہ ... شبہ ...
... مفتی ... فتویٰ ... شبہ ...

اونکو غیر کے فتوی کا اعتبار نہیں اور اسی سے معلوم ہوا کہ معتمد جسکی مجہول کا ہے پس اسکے لیے سائل کا اعتقاد کافی نہیں لوز حدیث سے
مراد یہہ حدیث ہی کہ پچھنے لگانیوالا اور جسکے لگوائی دونوکا روزہ ٹوٹ جاتا ہے امام محمد کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر کوئی شخص
پچھنے کے بعد کہالیگا تو کفارہ لازم نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول اقوی ہے مفتی کے قول سے پس اسمین شبہہ کی جہت سے کفارہ
ساقط ہو جائیگا اسلیے ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین اونکا قول یہہ ہے کہ عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے کیونکہ وہ احادیث کی معرفت
نہین رکہتا ہے تو کفارہ ساقط ہونے مین حدیث کا سننا اوسکو کافی نہین اور حدیث مذکور کی تاویل یہہ ہی کہ وہ منسوخ ہے یا
جنکی شان مین حدیث وارد ہوئی وہ غیبت کرتے تہے پس مراد یہہ کہ ثواب روزہ کا جاتا رہا پس اگر اس تاویل کو جانکر کوئی بعد پچہنے
پچھنوانے کے کہالیگا تو کفارہ واجب ہوگا اسلیے کہ شبہہ نرہا کذا فے الشامی ملتقطاً وان اخطأ المفتی ولم یثبت الاثر گو کہ اس فتوی مین
مفتی نے خطا کی اور اگرچہ اس باب مین اثر ثابت نہین ہے م مراد یہہ ہے کہ سوا حدیث افطر الحاجم والمحجوم کے کوئی حدیث صحیح نہین ہے
کیونکہ یہہ تو صحیح اور ثابت ہی قالہ الشامی الا اذا ادّہن یہہ استثنا لم یحتجم سے ہی یعنی اگر تیل لگایا پھر کہا لیا تو کفارہ ہے کیونکہ اسمین
صرف یہہ کام کیا بدون کسی دلیل شرعی کی سند کے اور کسی فقیہ کا فتوی اور حدیث کی تاویل یہان کارآمد نہین کیونکہ یہہ صورت شبہہ
نہین ہے الیے اثنا مین جو ہمکو اوسنے وہ فعل نقہ مین ابن کمال نے نقل کیا ہی بدائع سے لیکن اسکی مخالف ہی جو خانیہ مین ہے کہ جو شخص سرمہ
لگا یا تیل لگا دے یا مونچھ کو پہر کہالیوے قصداً تو اوسپر کفارہ ہی مگر اوس صورت مین کہ جاہل ہو اور کسی نے اوسکو افطار کا فتوی دیا
ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح یہہ ہی کہ استثنا نچاہیے پس شارح کو اولے یہہ تہا کہ استثنا ترک کرتا قالہ الشامی وکذا الغیبۃ عنا
العامۃ او یہی حال غیبت کا ہی کہ اگر غیبت کرنیکے بعد بقصد روزہ توڑدے تو اسمین بھی کفارہ لازم ہی اکثر علماء کے نزدیک کذا فی
البحر م کیونکہ افطار غیبت سے مخالف قیاس ہے اور حدیث غیبت سے روزہ ٹوٹنے کی بالاجماع تاویل کی گئی ہی یعنی مراد یہہ ہے کہ
ثواب جاتا رہتا ہے بخلاف حدیث حجامت کے کہ بعض علمانے اوسکے ظاہر کو بھی اخذ کیا ہی جیسے امام احمد اور اوزاعی کذا فی الامداد
اور علماء ظاہریہ کا خلاف غیبت مین معتبر نہین کیونکہ یہہ خلاف حادث ہوا ہی بعد اسکے کہ سلف تاویل مذکور کر چکے تہے کذا فی الفتح لکن
جعلہا فی الملتقی کالحجامۃ وجزم فی الاشباہ لیکن غیبت کو ملتقی مین حجامت کی مانند کہا ہے اور اسکو بحر مین ترجیح دیا ہی شبہہ کی جہت سے
م تمکو معلوم ہو چکا ہی جو مخالف الاجماع ہے بہا اس سے شبہہ نہین ہوتا اور جو اسپر ہے جیسے اکثر مشائخ ہین واللہ اعلم قالہ الشامی
ککفارۃ المظاہر الثابتۃ بالکتاب واما ہذہ فبالسنۃ کفارہ روزہ توڑنے کا وہ مثل کفارہ ظہار کے ہے لیکن کفارہ ظہار کتاب اللہ سے ثابت
ہے اور کفارہ روزہ کا سنت سے م یعنی اوسکی مثل ہی ترتیب مین پس اول تو بردہ آزاد کرے اور اگر غلام نہ ہو تو دو مہینے کے پیا پے
روزے رکہے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینونکو کہانا دے بموجب حدیث اعرابی کے جو صحاح ستہ مین مذکور ہے پس اگر بیچ
روزہ رکہنے مین افطار کرے اگرچہ عذر سے ہو تو از سر نو رکہے مگر حیض کے عذر سے از سر نو نرکہے اور کفارہ قتل مین بھی تتابع شرط ہے
اور ایسا ہی جو کفارہ کہ اوسمین عتق مقرر ہی کذا فی النہر اور وجوب کفارہ مین مرد و عورت مین فرق نہین قال الشامی ملخصاً من تشبیہہا اور یاسی جہت سے کہ صوم کو کفارہ ظہار کے ساتہہ تشبیہہ دی ہے م یعنی چونکہ کفارہ ظہار ثابت
بالکتاب ہی تو اعلے درجہ کا کفارہ صوم سے کہ ثابت بالسنۃ ہی اسلیے ادنے کو اعلے کے ساتہہ تشبیہہ دیا اور یہہ مقتضی ہے اسکا کہ کفارہ
ظہار کا حکم فرض ہو اور کفارہ صیام کا بھی فرض ہے تشبیہہ مین اشارہ ہی کہ روزہ کے کفارہ کا حکم کفارہ کی مثل ہوا چاہیے
نہین اسواسطے کہ جماع ناشر کفارہ مین تتابع کو قطع کر دیتا ہی کفارہ ظہار مین مطلقاً عمداً ہو یا سہواً دن کو ہو یا رات کو
صوم و قتل کے کیونکہ جماع تتابع کو اون دونو مین نہین قطع کرتا مگر افطار خواہ بعذر ہو یا بے عذر مراد اوسے صغیر کی

ہین صحیح یہی کہ اگرچہ تتابع کرو لیکن قطع نہیں کرتی رات کو قصداً یا دن کو بھولکر بخلاف کفارہ ظہار کے قال الشامی فتابعاً یکفی ان تنوی
لیلاً ولکن ... یعنی کفارہ اوسپر یہی لازم ہی کہ روزہ کفارہ کے رات سے نیت کی ہو کیونکہ دن کی نیت
میں شافعی کا خلاف ہی لیکن شبہہ سے کفارہ لازم نہو گا اور اگر کسی طرف سے اکراہ نہو اور نہ عادتہً ہو بعد عمداً افطار کرنیکے کوئی عذر سماوی
کہ کفارہ کو ساقط کرو یجیسا مرض جسمین افطار مباح ہو یا حیض کہ عذر ہوجائے اور اگر اوسکو خود میں بھی کفارہ لازم نہ آویگا ولو احدث فی
نفسہ مرضاً من جرح نفسہ او سوفر بہ مکرہاً لا یسقط عنہ اور اختلاف کیا ہی اس صورتمین کہ بیمار ہو جاوے اپنے آپ کو زخم لگا کر یا زبردستی کوئی
اوسکو سفر میں لیجاوے اور بہتر یہہ ہے کہ کفارہ لازم ہی ہم سفر کو اکراہ کے ساتھہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر اپنی خوشی سفر کریگا تو بالاتفاق
کفارہ ساقط نہیں ہو گا لیکن اگر افطار کرے بعد اسکے کہ سفر کیا تو کفارہ واجب نہیں کذا فی النہر یعنی اگرچہ روزہ توڑنا اوسپر حرام
ہے اگر سفر کرنیکے بعد کیا جیسا آگے مذکور ہو گا قال الشامی وفی المعتاد حمی حیث لو ... لو افطر ... العذر ...
اور اختلاف ہی اوسمین جسکو عادت مقررہ ہو تپ کی یا حیض کی یا یقین کرتا ہو دشمن کے مقابلہ کا اگر افطار کیا اور عذر مقرری نہ پایا گیا اور معتمد
یہہ ہی کہ کفارہ ساقط ہی ہم اسکی تصحیح کی ہی بزازیہ میں اور قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور شرنبلالی نے بھی یہی اختیار کیا ہی
لیکن یہہ مخالف ہی بحر کے کہ اوسمین کہا ہی کہ اگر عورت نے افطار کیا اس خیال پر کہ اوسکے حیض کا دن ہی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اظہر یہہ ہے
کہ کفارہ واجب ہی جیسا افطار کیا اس گمان سے کہ یہہ یوم المرض ہے اور صحیح یہہ ہی کہ کفارہ واجب ہی جیسا تتارخانیہ میں منصوص ہی اور
اسکی سراج اور فیض میں وجوب کا جزم کیا ہی دونو مسئلونمین اور حاصل یہہ ہے کہ تپ اور مرض کی عادت والونمین تصحیح کا اختلاف ہی اور جو قتال
دشمن کا یقین رکھتا ہو اوسپر سے سقوط کفارہ میں میں نے کسیکا خلاف نہیں دیکھا اور فرق یہہ ہی کہ قتال دشمن کیلئے تقدیم افطار کیطرف
احتیاج ہوتی ہے تاکہ قوت ہو بخلاف مریض کے جامع الفصولین میں فرق لکھا ہی قال الشامی ولو تکرر فطرہ ولم یکفر للاول یکفیہ
واحد ولو فی رمضانین عند محمد وعلیہ الاعتماد بزازیہ ومجتبی وغیرہما اور اگر اوسنے مکرر روزہ توڑا اور پہلے کا کفارہ ادا نہیں
کیا تو اوسکو ایک ہی کفارہ بس ہے گو دو رمضانونمیں کے روزے ہوں امام محمد کے نزدیک اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی بزازیہ مجتبی وغیرہما
ہم بحر میں اسکو اسرار سے نقل کیا ہی اور جوہرہ سے نقل کیا ہی کہ اگر دو رمضانونمیں کے ہوں تو دو کفارہ لازم ہیں اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا
نکیا ہو ظاہر الروایت میں اور یہی صحیح ہے میں کہتا ہوں کہ تصحیح مختلف ہوئی اور دوسری کی تقویت اسجہت سے ہی کہ ظاہر الروایۃ ہی قال الشامی
واختار بعضہم للفتوی ان الفطر بغیر الجماع تداخل والا لا اور بعضونے فتوی کے لئے یہہ اختیار کیا ہی کہ اگر افطار کہانے پینے سے ہو تو کفارہ متداخل
ہو گا یعنی ایک ہی ہو گا اور اگر افطار مکرر جماع سے ہو تو جدا جدا کفارہ ہو گا اگرچہ پہلے کا کفارہ ادا نکیا ہو ہم کیونکہ جماع بڑا قصور ہے
اور اسی جہت سے امام شافعی کے نزدیک جماع ہی میں کفارہ ہی کہانے پینے میں نہیں قال الشامی ولو اکل عمداً شہرۃً بلا عذر یقتل وتمامہ فی
شرح الوہبانیۃ اور اگر کہاوے قصداً علی الاعلان بے عذر رمضان میں تو قتل کیا جاوے اور شرح وہبانیہ میں اوسکو پورا بیان کیا ہی ہم
وہبانیہ میں کہا ہے ولو اکل الانسان عمداً وشہرۃً ولا عذر فیہ قیل بالقتل یؤمر شرنبلالی نے کہا ہی اسکی صورت یہہ ہی کہ بقصد کہایا کسی
شخص نے بیدھڑک سب کے سامنے تو قتل کیا جاوے کیونکہ دین کے ساتھہ تمسخر کرتا ہی یا منکر ہے اوسکا جو دین میں بالضرورت ثابت ہی اور اسکے
قتل کی علت ... مذہب میں خلاف نہیں ہی پس قیل جو مولف وہبانیہ نے کہا ہی ضعف کے سبب سے نہیں ہی قال الحلبی وان دخل حلقہ
... لا ... اور اگر آنسو آگئی اور نکل گئی اور منہ میں اگر پہر حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا ... صورتمین یعنی
... نہیں ہم ... ہو سکتا ہی کیونکہ تھوڑا آپ سے آوے یا قصداً کیا ... منہ بھر ... یا کم ...
تو روزہ نہیں ... ہو جاوے یا حلق میں عود کرے یا بقصد نگلے ... [illegible]

نہیں ٹوٹتا صاحب ہدایہ نے نہیں بنا بر الصحیح روایت کے کہ استقاء ... [illegible] ... قصد ہو ... [illegible]

اور روزہ یاد ہو کذا فی شرح الملتقی ... [illegible] ... الافطار ... [illegible]

ہو یا دو چیزیں ... نہیں ٹوٹتا بخلاف امام ابی یوسف کے ... [illegible]

ان عاد الی الجوف ... اور اگر قصداً لوٹا لیا ... ایک چیز کی مقدار ... [illegible] ... روزہ جاتا

رہا اگر منہ بھر کر آئی ہو اور کفارہ لازم نہیں ... [illegible] ... فاسد ... [illegible]

حکم اور خانیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور علماء کثیر نے اسکی تصحیح کی ہے ... [illegible] ... حکم میں فرق نہیں ... [illegible]

ایک چیز کی مقدار ... [illegible] ... سراج میں کہا ہے کہ ... امام ابو یوسف ... [illegible]

نہیں شخص کے فعل ... [illegible] ... منہ بھر ... [illegible]

... [illegible] ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... [illegible]

نہیں اور امام محمد کے نزدیک ... [illegible] ... منہ بھر ہو ... [illegible]

... [illegible] ... اسکو اعادہ ... [illegible]

... [illegible] ... روزہ ٹوٹ گیا ... امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں ٹوٹتا ... [illegible]

... [illegible] ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... امام محمد کے نزدیک نہیں اور یہی صحیح ہے کذا فی الشامی ... [illegible]

استقاء ای طلب القیء عامداً ... [illegible] ... اور اگر قصداً قے کی ... روزہ یاد ہو ... [illegible]

... [illegible] ... فتح القدیر میں کہا ہے ... [illegible]

... [illegible] ... روزہ ٹوٹ گیا ... [illegible] ... الشامی ... [illegible]

... [illegible] ... امام ابو یوسف کے نزدیک ... اور یہی صحیح ہے لیکن ظاہر الروایہ ... [illegible]

... [illegible] ... اسکو منہ بھر ... [illegible] ... فان ... [illegible]

... [illegible] ... روزہ نہیں ٹوٹتا ... اور اگر قصداً اعادہ کیا ... [illegible]

اور ... [illegible] ... امام ابو یوسف ... [illegible]

... [illegible] ... تفصیل ... [illegible]

... [illegible] ... کچھ فرق ہے ... [illegible]

... [illegible] ... معلوم ہو ... [illegible]

... [illegible] ... روزہ یاد ہو یا اعادہ ... [illegible]

... [illegible] ... فاسد ہو جاتا ہے ... [illegible]

... [illegible] ... امام ابو حنیفہ اور امام محمد ... [illegible]

... [illegible] ... [illegible]

... [illegible] ... الشامی ... [illegible]

... [illegible] ... ایک چیز کی ... [illegible]

اگر منہ میں روزہ دار نہیں جاتا مثل تھوک کی مقدار کو حضرت شہید نے اختیار کیا ہے اور دہلوی نے یہہ اختیار کیا ہے کہ جسکا نکلنا ممکن ہو بدون مشقت
اسکے دانتوں میں کے اور کمال نے اسکو پسند کیا ہے اسلئے کہ مانع افطار ہے تو وہ چیز ہے جس سے بچاؤ مشکل ہو اور یہہ اوسیطرح ہی ہے کہ خود تھوک کے
ساتھ جوف میں چلی جاتی ہے یہہ تفصیل جب ہی ہے جب وہ ولا ادا ادخلہا من فاکلہ تو جب ثابت ہوئی تو نکال لیے پھر کھا جاوے یعنی اس صورت میں
روزہ ٹوٹ جاویگا اور کفارہ لازم نہیں آتا کیونکہ نفس اسکو مکروہ سمجھتا ہے واکل مثل سمسمۃ من خارج یفطر
لا اذا مضغہ اور کھا لینا مقدار ایک تل کے بھی خارج سے روزہ توڑتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اصح روایت پر الا اذا مضغہ بحیث تلاشت
فی فمہ مگر جبکہ چباوے اسطرح کرتا ہو کے اجزا مستغرق ہو جاویں منہ میں یعنی اسواسطے کہ وہ تو نہیں چھوٹ جاویگا اور حرمت میں
مزا نہ سمجھیگا اور تھوک کے تابع ہو گا کذا فی معراج پس روزہ سلامت رہیگا الا ان یجد الطعم فی حلقہ کالمثل مگر یہہ کہ مزہ پاوے اسکا حلق
کے اندر تو روزہ ٹوٹ جاویگا جیسا سابق مذکور ہوا واستحسنہ الکمال قائلا والتحقیق الاصل فی کل قلیل مضغہ اور اسکو کمال نے پسند کیا ہے
اور کہا ہے کہ یہی قاعدہ کلیہ ہے ہر قلیل شے میں جسکو چباوے کہ اگر مزہ حلق کے اندر پاویگا تو روزہ جاتا رہیگا ورنہ بچا رہیگا وکرہ لہ
ذوق شیئ وکذا مضغہ بلا عذر قید فیہما قالہ العینی اور مکروہ ہے صائم کو چکھنا کسی چیز کا اور ایسیہی چبانا بلا عذر یہہ قید دونوں میں ہے
قالہ العینی ہم ظاہر ہے کہ یہہ کراہت تنزیہی ہے قالہ الرملی کمن زوجہا او سیدہا سیئ الخلق مثل اسکی کہ عورت کا خاوند یا مالک
بدخلق ہو اور وہ نمک چکھنے ہم یہہ مثال چکھنے کی ہے اور چبانے کی مثال یہہ ہے کہ کوئی شخص بچے کے منہ میں کچھ چبا کر دیوے جب کوئی
شخص چبانے والا نہ ملے مثل حائض یا بیمار وغیرہ موجود نہ ہو وفی کراہۃ الذوق عند الشراء قولان اور چیز کے مول لینے کی غرض سے چکھنے میں دو قول ہیں
ووفق فی النہر بانہ ان وجد بدا ولم یخف غبنا کرہ والا لا اور نہر میں دونوں قولوں میں توفیق کی ہے اسطرح کہ اگر بدون چکھنے کے کسی اور طرح
لے سکتا ہے اور غبن کا خوف نہیں تو چکھنا مکروہ ہے اور اگر بدون چکھے چارہ نہیں اور غبن کا خوف ہے تو مکروہ نہیں ہم نہر میں کراہت کو
اسی قید کے ساتھ مقید کیا کہ چکھنے کے سوا کوئی تدبیر ہو سکے لیکن غبن کا خوف ہو یا نہو پس شارح کا قول ولم یخف غبنا
نہر کے مخالف ہے البتہ والا لا نہر کے موافق ہے قالہ الشامی وہذا فی الفرض لا النفل کذا قالوا وفیہ کلام لحرمۃ الفطر فیہ بلا عذر علی
المذہب فیتفق الکراہۃ اور چکھنا فرض میں مکروہ ہے نہ نفل میں اسیطرح علما نے کہا ہے لیکن اسمیں کلام ہے کیونکہ نفل میں بھی افطار بے عذر
مکروہ ہے صحیح مذہب پر پس کراہت باقی رہی ہم رملی نے کہا ہے کہ فرض میں مکروہ ہے اور اسکی قوت کی جہت سے کہ اوسکی حفاظت رکھنی
چاہیے اور ایسا فعل نکرنا چاہیے جس سے افطار کا خوف ہو اور نفل میں مکروہ نہیں اسواسطے کہ نفل روزہ اصل میں جائز الفطر نہیں
ہاں اگر اسوقت شروع کے بعد توڑنا درست نہو پس نفل کا مرتبہ فرض سے پیچھے رہا کہ جو چیز اکثر افطار کو نوبت نہیں پہونچاتی تو اسکو نفل
میں جائز کہا نہ فرض میں قالہ الشامی وکرہ مضغ علک ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر اور مکروہ ہے چبانا گوند کا جو سفید ہوتا ہے
چبانے کا وہ بندھا ہوا اور نہ روزہ ٹوٹ جاویگا ہم علک کو جدا بیان کیا اسلئے کہ عورتیں اوسکو بجائے مسواک چبایا کرتی ہیں تو اس سے شبہ
ہوتا تھا کہ شاید جائز ہو حاصل یہہ کہ اس قسم کا گوند جوف میں نہیں پہونچتا اور سیاہ گوند اور جسکو نہیں چباتے اور بندھا ہوا
جوف میں چلا جاتا ہے پس اگر یہہ بھی جوف میں پہونچ جاویگا تو روزہ ٹوٹ جاویگا اور اگر دوسرا گوند بھی جوف میں نہ پہونچیگا تو روزہ
نہیں ٹوٹیگا ذکرہ الشمنی وفی الاتقانی الا فی الخلوۃ بعذر اور مکروہ ہے استعمال علک کا مفطر کو مگر خلوت میں عذر سے اسواسطے کہ دلیل ہے
اور تہمت کی مشابہت سے کراہت کو فرد ... کے حق میں پاندھونی اسکا منہ ... ظاہر یہہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے
عورتوں کے لئے ولا تلوا ولی وقیل یباح اور ایک قول یہہ ہے کہ گوند کا چبانا مباح ہے ہم فخر الاسلام نے کہا کہ امام محمد کے کلام میں
اشارہ ہے کہ یہہ غیر صائم کے لئے مکروہ نہیں ہے لیکن مردوں کو بے ضرورت مستحب ہے مگر عذر کی جہت سے مثلا منہ میں بو ہو ...

اتنی سیونکھن فتح اور مستحب ہی مونچھونکے لئے کیونکہ وہ بھی مونچھونکی مسواک ہی ہم یعنی اسی سبب سے کہ مونچھین ضعیف الحس مین تو مسواک شارب مسوڑہ ہون
اور نقصان نکر ہویا ہاتھو نکو کذا فی الفتح وکرہ قبلۃ ان لم یامن علی نفسہ ومباشرۃ فاحشۃ ان لم یامن المفسد اور اگر امن ہو تو ہاتھ اور مکروہ ہے
بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ اور مباشرت فاحشہ اگر خوف ہو جماع یا انزال کا اور اگر اسکا خوف نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہم سراج وھن
لیا ہو کہ جیسے فاحشہ یعنی اسکو ہونٹونکو اپنے منہ مین لیکر دبانا مطلقا مکروہ ہے خوف ہو یا نہو لا یکرہ دھن شارب ولا کحل اذا لم یقصد الزینۃ
او تطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وہو القبضۃ نہین مکروہ ہے تیل لگانا مونچھونکو اور نہ سرمہ لگانا بشرطیکہ بقصد زینت کے نہو یا تیل
لگانے سے مقصود داڑھی کی درازی نہو جبکہ بقدر مسنون یعنی یکمشت موجود ہی ہم واضح ہو کہ قصد زینت اور چیز ہے اور قصد جمال اور شی
دیگر کیونکہ قصد جمال سے عیب کا دور کرنا اور وقار کا قائم رکھنا اور نعمت کا اظہار بطور شکر مقصود ہوتا ہو نہ فخر کے طور پر اور یہ بات نفس کی
کراہت کا اثر ہے اور قصد زینت نفس کے ضعف کا اثر ہوتا ہے اور اسمین فخر وتکبر کا لحاظ ہوا کرتا ہی کذا فی الفتح ملخصا وصرح فی النہایۃ
بوجوب قطع ما زاد علی القبضۃ بالضم ومقتضاہ الاثم بترکہ اور نہایہ مین تصریح کی ہے کہ جو زیادہ یکمشت سے ہو اسکا کاٹنا واجب ہی
اور یہ اسبات کو چاہتا ہو کہ زائد کے نہ تراشنے سے گنہگار ہو ہم کیونکہ نہایہ مین کہا ہی وما وراء ذلک یجب قطعہ ہکذا عن رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم انہ کان یاخذ من اللحیۃ من طولہا وعرضہا رواہ ابو عیسی یعنی الترمذی فی جامعہ اور ایسا ہی سراج مین ہی اور فتح القدیر مین
اسکو نقل کیا ہی اور برقرار رکھا ہی نہر مین کہا ہو کہ بعض مولوی سے مین نے سنا ہی کہ نہایہ مین یجب بحاء حطی ہی تو اسصورت مین زائد کو نہ کاٹنے
کا مضائقہ نہین شیخ اسمعیل نے کہا ہی کہ یہ خلاف ظاہر ہے کیونکہ ایسے مواقع مین یستحب استعمال کرتے ہین قالہ الشامی الا ان یحمل الوجوب
علی الثبوت مگر یہ کہ وجوب کے معنی ثبوت کے لئے جاوین ہم اسکی موید یہ ہی کہ استدلال صاحب نہایہ کا وجوب پر دلالت نہین کرتا کیونکہ لفظ
کان بفعل تکرار ودوام پر دلالت نہین کرتا اسلئے زیلعی نے لفظ یجب کو حذف کیا اور کہا وما زاد یقص اور اسیطرح شرح شیخ اسمعیل مین اور
منیہ مین ہی اور یہ سنت ہی جیسے مجتبی مین ہی اور مجتبی اور ینابیع وغیرہا مین مذکور ہی کہ کچھ مضائقہ نہین داڑھی کترانے مین اطراف سے جب دراز
ہو اور نہ بڈھے بال اوکھاڑنے مین مگر بوجہ زینت کے اور نہ بھوون کے بال لینے مین اور منہ کے بالونمین جبتک کہ مخنث کی مشابہت نہو اور
حلق کے بال نہ منڈاوے اور ایک روایت ابو یوسف سے ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہے واما الاخذ منہا وہی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ
ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلہا فعل یہود الہند ومجوس الاعاجم فتح اور داڑھی مین سے لینا اسحال مین کہ وہ مشت سے کم ہو جیسا بعض
مغربی اور مخنث کرتے ہین پس اسکو کسی نے نہین مباح کیا اور کل کا منڈانا ہند کے کفار کا فعل ہی اور عجم کے مجوس کا کذا فی الفتح وحدیث
التوسعۃ علی العیال یوم عاشوراء صحیح واحادیث الاکتحال فیہ ضعیفۃ لا موضوعۃ کما زعمہ ابن عبد العزی اور حدیث وسعت طعام کی عیال پر عاشورا کے
روز صحیح ہے اور حدیثین سرمہ لگانے کی اس روز مین ضعیف ہین نہ موضوع جیسا ابن عبد العزی نے گمان کیا ہی ہم حدیث توسع کی یہ ہی کہ جو شخص
دسوین محرم کو اپنے عیال پر وسعت کرے یعنی بہت سا کھانا پکوا دے تو اللہ تعالی تمام سال اوسپر وسعت کرے حضرت جابر نے کہا کہ مین نے اسکو تجربہ کر
کیا خلاف نہین پایا اور اکتحال کی حدیث وہ ہی جو بیہقی نے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ ضعیف ہی جو کوئی عاشورا کے دن اثمد کا سرمہ لگاوے اسکی آنکھ
کبھی نہ دکھیگی کذا فی الفتح مین کہتا ہون کہ مناسبت اسکو ذکر کی یہان یہ ہی کہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہی اسپر کہ سرمہ لگانا روزہ دار کو مکروہ
نہین ہی اسطرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی سرمہ لگانے پر عاشورا کے روز اور ہمیں روزہ کے روزہ کیطرف بھی نہر مین کہا لکنا ابن العز
نے ہدایہ کی شرح مین کہا ہی کہ آنحضرت صلعم سے اس روز سرمہ لگانا ثابت نہین ہوا پھر کہ یہ رافضیون نے بدعات ماتم وغیرہ کے قائم کئے اسکے جواب مین جاہلان
سنیون نے اظہار سرور وطعام واکتحال نکال کھڑے کئے اور احادیث موضوعہ اکتحال اور توسعہ مین روایت کین اور قول ابن العز کا مردود ہے اسطرح کہ
احادیث اکتحال کی ضعیف ہین موضوع نہین اور اسی سے معلوم ہوا کہ قائل ابن العز ہے جیسا نہر اور حواشی سعدیہ سے واضح ہوتا ہو اور ابن العز شخص ہی

مکروہ عبادت ہے اور یہ افضل ہے لا بأس بالسواك الرطب والیابس بالغداة والعشی یعنی نہیں کرہ ہے مسواک کرنا اگرچہ بعد زوال کے ہو یا تر ہو یا خشک
اور نہیں سمجھے کہ بعض نے ابو یوسف سے پانی میں تر مسواک کی مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بضرورت تری منہ میں جاتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آخر کلی کرنے سے
زیادہ تر ہوتی ہے ... نزدیک ... نہیں ہے وکرہہ الشافعی بالعشی لما فیہ من ازالۃ الاثر المحمود اور امام شافعی نے کرہ کہا ہے مسواک کو بعد زوال کے کہ مکروہ
کیونکہ اسمین اس اثر کا دور کرنا ہے جو ممدوح ہے قلنا ... لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک ... اسیطرح ہم کہتے ہیں کہ
... کسی چیز کا ذکر کرنا اور ... پانی اور ... کہ ابو یوسف کے نزدیک ... ہے ... الشیخ الیہ من الایمان
... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور حضرت ... پانی کی بہت ... اور ابن عمر کپڑا تر
کر کے اوپر لپیٹ لیتے تھے ... اور ... کرنا ... امام ابو حنیفہ نے مکروہ کہا ہے کیونکہ
... عبادت میں ملالت کا اظہار ہے کذا فی البرہان ویستحب السحور وتاخیرہ وتعجیل الفطر لحدیث ثلث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار
وتاخیر السحور والسواك اور مستحب ہے سحر کھانا اور سحر میں تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تین چیزیں رسولوں کی عادت
میں سے ہیں افطار میں جلدی کرنا اور سحر کھانے میں تاخیر کرنا اور مسواک کرنا ام بحر میں کہا ہے کہ میں نے فقہا کے کلام میں صریح نہیں دیکھا کہ اکیلے
پانی سے بھی سنت سحر ادا ہو جاتی ہے کہ نہیں لیکن ظاہر حدیث جو احمد نے روایت کی ہے اسپر دلالت کرتی ہے کہ سنت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا
سحر کھانا بالکل برکت ہے تو تم اسکو ترک نکرو اگرچہ کوئی تم میں سے ایک گھونٹ پانی ہی پی لے اسلیئے کہ اللہ تعالی اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں
سحر کھانیوالوں پر اور تاخیر اوس مقام تک مستحب ہے کہ رات باقی رہنے میں شک نہو پس اگر شک ہوگا تو کھانا مکروہ ہے صحیح روایت پر اور تعجیل افطار
مستحب ہے مگر ابر کے دن جبتک کہ ظن غالب غروب شمس کا نہو تاخیر کرے اگرچہ مؤذن اذان دیدے اور تعجیل مستحب یہ ہے کہ تارے دن کے چمکنے سے
پہلے ہو کذا فی الشامی **تنبیہ** فیض میں کہا ہے کہ جو شخص بلند مکان پر ہو جیسا اسکندریہ کا منارہ تو وہ افطار نکرے جبتک اوسکے نزدیک شمس غروب
نہو جاوے اور شہر والے اوس سے پہلے افطار کر سکتے ہیں اگر اونکے نزدیک غروب ہو جاوے اوس سے پہلے اور یہی حال ہے طلوع کا فجر میں یا سحر میں فرع
سائل لحقہ شارح نے لایجوز ان یعمل عملا یصل بہ الی الضعف فیخبز نصف النہار ویستریح الباقی نہیں جائز ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے
ضعف ہو جاوے کہ مانع روزہ کا ہو تو نانبائی مثلاً یوں کرے کہ آدھے روز پکاوے اور باقی آرام کرے فان قال لا یکفینی کذب باقصر ایام الشتاء پس
اگر وہ شخص کہے کہ اسقدر عمل مجھکو کفایت کے طور پر نہیں ہے تو تکذیب کیا جاوے جاڑے کے سب سے چھوٹے دن سے کہ قریب نصف روز کے ہوتا ہے ہم
نے کہا ہے کہ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر ضعیف ہو اشتغال کی جہت سے روزہ سے ضعیف ہو جاوے تو اوسکو افطار جائز ہے اور ہر روزہ کے بدلے
نصف صاع کھلاوے ... کہ ... نہیں کہا البتہ ... روزہ ... کی ... ورنہ قضا واجب ہو گی اور علی ہذا القیاس اگر کھیتی کا ... ہو
... کھیتی ہلاک ہوتی ہو تو جواز افطار و قضا میں کچھ شک نہیں اور یہی حال نانبائی کا ہے مگر جو مثلا انکا ذکر جو شارح نے کیا اسمین نظر
ہے ... کفایت میں ... پر محمول ہو گا ... حال کہ ... پر محمول کرنا چاہئے لیکن نور الایضاح
... جامع الفتاوی کے مسئلہ کی صورت اس شخص کے لئے بیان کی ہے ... روزہ ... اور ہمارا کلام ... رمضان میں ہے پس
... ہیں کہنا چاہئے کہ جب اوسکے پاس اوسکو اور اوسکے عیال کی کفایت موجود ہو تو اوسکو افطار حلال نہیں ہے کیونکہ اوسکو سوال
... افطار ... حرام ہوگا اور جو کفایت موجود نہو تو اوسکو عمل کرنا اوس مقدار کہ کفایت کرے جائز ہے اور بغیر افطار کئے اگر عمل نہو سکتا ہو
تو افطار جائز ہوگا بقدر ضرورت ... دوسرا کام نہیں کر سکتا ... اگر خوف ہو کہ کھیتی کے ہلاک ہو جاویگا یا چوری جاویگا اور کوئی
... ایسا شخص ... ہے کہ ... تو افطار جائز ہے ... اسواسطے کہ ... نماز کا توڑنا جائز ہے
... اللہ ... المختار ... تو لا فضاء ... کی ... سستی انا ... اوسکا بیان ...

جو بغیر نیت کیا پھر افطار کیا تو واجب ہے کفارہ یعنی دو قول ہیں کذا لمستصفی الغنیہ میں بعض نے کہا کہ کفارہ لازم ہے اور بعض نے کہا نہیں اور تباین کی گئے اسی پر فتوی ہے یعنی کفارہ کی قید اسلئے لگائی کہ نوٹ بی غلام اگر کام کی مشقت سے مریض ہو کر افطار کریں تو اوپر بالاتفاق کفارہ نہیں کیونکہ وہ بعذر مرض اور مولا کے حکم سے مجبور ہے اور [illegible] یہ سمجھا ہو کہ البسوط میں ہے جو نہیں اور کتاب میں تعلیل سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آزاد وہی کفارہ واجب ہو جیسے شرنبلالیہ میں اسکی ترجیح بیان کی ہے کذا فی الشامی وفی القرانیۃ لو صام [illegible] اور بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کو روزہ رکھنے سے ہلاکت کا خوف ہو کہ بھوک میں کھڑا نہ ہو سکے تو وہ شخص روزہ رکھ کر اور نماز بیٹھ کر پڑھے [illegible] مباد نہیں [illegible] واللہ اعلم

فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم

یہ فصل ان عوارض میں ہے جن میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے وقد ذکر المصنف منہا خمسۃ اور مصنف نے عوارض میں سے پانچ ذکر کئے یعنی سفر اور حمل [illegible] روزہ [illegible] اور شبہ اور [illegible] حقیقت میں تو [illegible] چنانچہ شامی نے [illegible] بیان کی ہیں اکراہ [illegible] اور [illegible] شدت گرسنگی پیاس کی [illegible] اسلئے شارح نے کہا [illegible] الاکراہ وخوف ہلاک او نقصان عقل ولو بعطش او جوع شدید ولسعۃ حیۃ [illegible] اکراہ اور خوف ہلاک کا یا نقصان عقل کا یعنی خوف اگرچہ پیاس سے ہو یا سخت بھوک سے یا سانپ کے کاٹنے سے ہو لسعۃ حیۃ معطوف ہے عطش پر جو متعلق ہے خوف ہلاک سے قالہ الحلبی یعنی جب کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ دوا پینے کے لئے افطار کرے اور اکراہ سے مراد ایسی چیز ہے زبردستی کرنے جو مضطر کرتی ہو جیسے قتل کرنا اور عضو کاٹنا اور سخت مار دینا ہے اور خوف کی مثال جیسے [illegible] کسی شخص کو گرمی سے [illegible] عمارت کے کام پر [illegible] اور کام میں جلدی ہو اور روزہ رکھنے سے جان کا خوف ہو یا بھوک اور پیاس سے عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو افطار درست ہے اور خلاصہ میں ہے کہ جب غازی یقینا جانتا ہو کہ وہ دشمن سے قتال کریگا رمضان میں اور وہ بسبب عدم افطار کے ضعف کا خوف ہو تو افطار کرے کذا فی الشامی مختصرا

لمسافر سفرا شرعیا ولو بمعصیۃ مسافر خبر مقدم ہے اور الفطر جو آگے آتا ہے مبتدا مؤخر ہے اور لام سے اشارہ ہے اس طرف کہ افطار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا افضل ہے اگر نقصان نہ ہو یعنی افطار جائز ہے مسافر کو کہ سفر شرعی جو کہا ہو یعنی تین دن رات کی مدت کا اگرچہ کسی گناہ میں سفر ہو اور حامل او مرضع اما کانت او ظئرا علی الظاہر [illegible] اور افطار جائز ہے جسکو حمل ہو یا دودھ پلاتی ہو خواہ ماں ہو یا دایہ ہو بنا بر ظاہر الروایت کے اور دایہ تو اس جہت سے کہ عقد کے جہت سے اسپر دودھ پلانا واجب ہے اور ماں اس جہت سے کہ اسکو دودھ پلانا دیانۃ ہر حالت میں واجب ہے اور قضاء جب کہ لڑکے کا باپ مفلس ہو یا بچہ غیر کا دودھ نہ پیتا ہو [illegible] اور کہا ہے کہ دایہ کو افطار جائز ہے اگر عقد رمضان ہی میں واقع ہو پر خلاف صدر الشریعہ کے کہ جلت کو مقید کیا ہے اور کہا ہے کہ جب رمضان سے پہلے عقد ہو چکا ہو تو حلال ہے خافت بغلبۃ الظن علی نفسہا او ولدہا اور دودھ پلانے والی کو افطار جائز ہے اگر خوف کرتی ہو مرضعہ ظن غالب کی رو سے اپنی جان پر یا بچہ پر وقید البہنسی تبعا لابن الکمال الولد بالمتعین ای بان لا یاخذ ثدی غیرہا [illegible] اور مقید کیا ہے بہنسی نے ابن کمال کے اتباع سے ساتھ اسکے [illegible] ہو [illegible] بچہ [illegible] خاف [illegible] المریض [illegible] یا بڑھ جانے کا یا دیر میں اچھا ہونے کا یا [illegible] فی البحر [illegible] الحکم [illegible] کی خبر [illegible] ضعف کی جہت سے اور بیمار [illegible] کو بھی افطار جائز ہے قال الشامی [illegible] اشتد [illegible] لو کان [illegible] المرض [illegible] ای المرض [illegible] سے اور [illegible] مسلم [illegible] ولو [illegible] مسلمان [illegible] طبیب [illegible] کے قول [illegible] اور مسلم [illegible] تیمم [illegible]

[illegible]

تمام و واجب ہے کذا فی الحلبی فتقضوا ان تمکنا مافات ولا فدیۃ اور قضا کریں مسافر و حامل و غیرہما جنکے سبب سے افطار کریں بقدر ان دنوں کے جو

مسکین اشارہ ہے امام شافعی کے خلاف کا کہ اونکے نزدیک قضا اور فدیہ واجب ہے ہر روزے کے لیے نصف صاع گیہوں کذا فی [illegible]

ولاء لا تتصل [illegible] لجاز التطوع قبلہ بخلاف قضاء الصلاۃ اور قضا کریں بدون شرط پے در پے ہونے کے [illegible] کہ قضا سے صوم [illegible]

[illegible] جہت سے قضا سے پہلے نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور اگر علی الفور واجب ہوتا تو نفل روزہ مکروہ ہوتا کیونکہ تاخیر واجب کی ہوا [illegible]

ہے کذا فی البحر بخلاف قضاء نماز کے کہ وہ علی الفور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کہ سوتا رہے نماز سے یا بھول جاوے

اوسکو سمجھ لیوے تو پڑھ لیوے جب یاد کرے [illegible]

[illegible]

الکفارۃ بصوم ثلثۃ ایام [illegible] اور اگر [illegible] بعد تو صحیح ہے [illegible] شامی [illegible] کے ہوا [illegible]
[illegible] بالاولی [illegible] اور اسکو [illegible] عمر [illegible] کہا کہ [illegible]
[illegible] قضا کی [illegible] کہ [illegible] وقت کو [illegible]
[illegible] قدر [illegible] وصیت [illegible] جو [illegible] کی [illegible]
[illegible] ثلث مال [illegible] وصیت کی [illegible] نہیں [illegible] وارث [illegible]
لازم نہیں مگر وصیت [illegible] ہے کہ [illegible] فی النہر [illegible]
[illegible] وصیت کے [illegible] نہیں [illegible] شرط نہیں [illegible] کا [illegible] نظر [illegible]
[illegible] کلام کا دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک فقیر کو [illegible] جائز ہے [illegible] مقدار لیکن اگر نصف صاع [illegible] شمار میں [illegible]
[illegible] ایک قول پر جیسا [illegible] الشامی [illegible] علی قضاء الصوم [illegible] القضاء [illegible]
[illegible] میت کو قدرت قضاء صوم کی حاصل ہوئی پھر موت کی جہت سے قضا فوت ہو گئی [illegible] قدرت کے [illegible] کا عطف [illegible]
[illegible] علی خمسۃ [illegible] اگر [illegible] میت سے فوت ہوئی پھر اسکو پانچ روزہ کی قدرت ملی تو پانچ ہی کا فدیہ دے ہم
[illegible] میں اشارہ ہے کہ [illegible] قول محمد کا ہے اور شیخین کے نزدیک [illegible] تمام روزوں کا واجب ہے اگر ایک روز کی بھی
قدرت [illegible] قول [illegible] کا [illegible] کہ یہ خلاف [illegible] رمضان میں ہے کیونکہ وجوب بقدر قدرت کے ہوتا ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں
[illegible] الثلث [illegible] وارث [illegible] میت کی وصیت کی جہت سے ولی فدیہ دے ثلث مال
[illegible] ہے کہ میت کا کوئی وارث ہو اور اگر وارث نہو تو کل مال سے دیوے کذا فی القہستانی ہم اسلیئے کہ زیادتی کی ممانعت وارث
[illegible] سبب [illegible] وارث نہو تو منع نہیں ہے جیسا [illegible] کہ وارث ہو اور اجازت دے اور یہی حکم ہے اگر وارث ایسا ہو جسپر رد نہیں
[illegible] تو وارث کے حصہ کے بعد زیادت علی الثلث کی گنجایش ہے قالہ الشامی [illegible] ولیہ بجاز [illegible]
[illegible] اور اگر میت نے وصیت نہیں کی [illegible] ولی نے [illegible] فدیہ دیا تو جائز ہے انشاء اللہ [illegible] واسطے ولی کے ہو
کذا فی الاختیار ہم اختیار کی عبارت میں [illegible] وان لم یوص لا یجب علی الورثۃ الاطعام لانہا عبادۃ فلا تؤدی الا بامرہ
[illegible] کی میت کیطرف [illegible] ظاہر ہے کیونکہ [illegible] میت ہی کیطرف سے صدقہ دیا ہے
اپنی طرف سے [illegible] میت کو [illegible] ہے کہ انسان کو پہنچ سکتا ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی غیر کو دے صلوۃ ہو یا صوم یا صدقہ
وغیرہ [illegible] کسی غیر کیطرف سے صدقہ دیگا تو اسکو ثواب میں [illegible] کمی نہو گی قالہ الشامی [illegible] صام او صلی عنہ الولی [illegible] لا یصوم احد
[illegible] میت کیطرف سے [illegible] تو نہیں جائز ہے [illegible] حدیث نسائی کے [illegible]
[illegible] کسی کیطرف سے [illegible] نماز [illegible] کسیکی طرف سے لیکن [illegible] کی طرف سے [illegible]
بالطعام [illegible] بغیر [illegible] اور [illegible] جائز ہے اگر تبرع کیا [illegible] کے ولی نے [illegible] قتل میں [illegible] کھلانے [illegible]
[illegible] لیکن [illegible] وارث کا کفارہ قتل میں کسی چیز کے ساتھ [illegible]
[illegible] اعتاق رقبہ کا ہے اور وارث کا اعتاق اسکی طرف سے صحیح نہیں جیسا [illegible] اعتاق [illegible]
[illegible] کفارہ [illegible] نہیں تو کفارہ قتل [illegible] علامہ [illegible]
[illegible] قتل الخطاء [illegible] قتل العمد [illegible] صوم قتل [illegible]

[illegible] ایسا شخص ایسی روزہ سے عاجز ہو [illegible]

[illegible] اور اگر وصیت کی [illegible] فدیہ [illegible]

[illegible] کیونکہ اسمین واجب عتق ہوا اور تبرع اسکا درست نہیں اور کفارہ یمین میں [illegible]

[illegible] سمجھنا چاہیے غنیمت جانکر کہ یہاں بہت سے فہام کے قدم لغزش کھاتے ہیں [illegible]

[illegible] جائز نہیں کہ اسمین میت کے ذمہ ولاء [illegible]

[illegible]

[illegible]

بیان فدیہ کا بدل ہے حکم [illegible]

سے عاجز ہو مگر سعی کے سبب [illegible]

کا بدل نہیں ہے بلکہ صیام بدل ہے طعام کا کذا فی البحر [illegible]

میں تحلیف کی جہت سے [illegible]

پھر روزہ کے بدلے کھانا دیا تو جائز ہوا کیونکہ [illegible]

[illegible]

[illegible] بشرطیکہ نیت قضا کی ہو اور اسیکو کمال نے اختیار کیا ہے
[illegible] صاحب نہر کا اتباع کیا ہے اس عبارت میں حالانکہ تصریح [illegible]
[illegible] الافطار بشغل [illegible]
[illegible] یعنی نفل روزہ توڑنے میں نہ فرض و واجب
[illegible] تو افطار کرے ورنہ افطار نکرے یہی صحیح مذہب ہے کذا فی الظہیریہ
[illegible] کہا گیا ہے کہ اگر بھروسا اپنے اوپر اسکا ہو کہ قضا رکھیگا تو توڑ دے
ورنہ نہیں [illegible] کیونکہ جب وثوق قضا کا نہیں حاصل ہے تو
[illegible] تو اس سبب سے قوال کا جمع حاصل ہو گیا
[illegible] اگر کسی شخص نے روزہ دار کو قسم
[illegible] اگر یہ روزہ قضاء رمضان ہو اور اسکو قسم میں حانث
[illegible] ولا لاحد ابوی [illegible] اور نہر میں [illegible]
[illegible] لیکن زوال کے بعد افطار جائز نہیں مگر [illegible] عصر تک افطار جائز ہے نہ بعد عصر کے
[illegible] اشباہ میں ہے کہ کسی بھائی نے دعوت کی تو افطار کرے ورنہ نہیں ہے اگر
روزہ [illegible] قضاء رمضان کے [illegible] قضاء رمضان کا حکم ہے کذا فی الظہیریہ اور قضاء رمضان [illegible]
ظاہر دلالت کرتا ہے کہ صوم کفارہ اور نذر میں [illegible] افطار نکرے [illegible] ابو یوسف [illegible] لیکن انکے نزدیک قضا و رمضان میں بھی
استثنا نہیں [illegible] قضا و کفارہ و نذر میں افطار کرلے تو ظاہر یہ ہے کہ مصنف [illegible]
[illegible] قضاء رمضان کا استثنا [illegible] الا باذن [illegible]
عورت [illegible] خاوند کی اجازت [illegible] مسافر ہو تو اسکو منع نہیں پہنچتا
عورت روزہ [illegible] خاوند کا منع کرنا [illegible] اس حالت میں روزہ سو اسکا کچھ حرج نہیں
[illegible] اگرچہ افضل [illegible] نہر میں کہا ہے
[illegible] اگر یہ ضرر نہ ہو یعنی خاوند [illegible]
[illegible] اور اگر افطار کرا دیا مرد نے عورت کا روزہ تو قضا
[illegible] اور اسیطرح غلام کا حال ہے اور بحر میں خانیہ سے نقل کیا
[illegible] کذا فی الشامی [illegible]
[illegible] اگر غلام نے روزہ رکھا [illegible] یعنی باندی [illegible]
[illegible] اجازت [illegible] نہیں جائز [illegible] خانیہ
[illegible] غلام کو روزہ [illegible]
[illegible] حال بیان نہیں کیا سو سراج میں ہے کہ اگر اسکا روزہ [illegible]

نقصان کرتا ہی تو نفل روزہ رکھنا نچاہیے بدون اجازت اور اگر نقصان نہیں کرتا تو اوسکو منع نہیں ہو ولہ منعہا ولیس للعبد ...
الصوم کذا فی التبیین قبل الزوال حتی صار مقیما اور اگر نیت کی مسافر نے افطار کی یا نہ نیت کی پہر مقیم ہوگیا اور نیت کرلی روزہ کی نیت کے وقت میں زوال سے
پہلے یعنی نصف النہار شرعی سے پہلے اور کہانا پینا نہوا ہو تو یہہ ہر صورتین ہم یعنی نفل ہو یا نذر معین یا ادا رمضان اسپر معلوم ہوا کہ اسکا محل وہ روزہ ہے
جسمین رات سے نیت کرنی شرط نہیں پس اگر اُس روزہ کی نیت کی جسمین رات سے نیت ضرور ہے تو نفل ہوگا کذا فی الطحطاوی قالہ الشامی وجب علیہ
الصوم لو کان فی رمضان لزوال المرخص اور واجب ہی روزہ اوسپر اگر یہہ واقعہ رمضان میں ہو بسبب زائل ہونے مرخص کے یعنی رخصت سفر کی جہت
تہی جب سفر زائل ہوگیا اور نیت اقامت کی کرلی روزہ واجب ہوگا کما یجب علی مقیم اتمام صوم یوم منہ ای من رمضان سافر فیہ ای فی ذلک الیوم
جیسا واجب ہی مقیم پر تمام کرنا اُس روزہ رمضان کا جسمین سفر واقع ہوا ہی ہم اسواسطے کہ سفر روزہ شروع نکرنے کو مباح کرتا ہی نہ روزہ توڑنے
کو پس اگر فجر کے بعد سفر کیا تو افطار حلال نہیں ہی بحر میں کہا ہی کہ یہی حکم ہی اگر مسافر نے نیت کی رات کو اور صبح ہوئے تک اُس نیت کو نہیں توڑا پہر
روزہ رکہا تو اوس روزہ افطار حلال نہیں اور اگر افطار کرے تو کفارہ لازم نہیں ولا کفارۃ علیہ لو افطر فیہما للشبہۃ فی اول الیوم واخرہ
اور لیکن کفارہ نہیں لازم اگر افطار کیا دونوں مسئلون میں یعنے مسافر کہ مقیم ہوا اور مقیم جسنے سفر کیا اسواسطے کہ شبہہ ہی اول آخر میں ہم یعنی اول مسئلہ
میں شبہہ اول وقت میں ہی اور دوسرے مسئلہ میں آخر میں یہہ لف و نشر مرتب ہے قال الشامی الا اذا دخل مصرہ لشیء نسیہ فافطر فانہ یکفر کما ہو
صورتین کہ اپنے شہر میں داخل ہوا کسی چیز کے لینے کو کہ بہول آیا تہا پہر افطار کرلیا تو اسصورت مین کفارہ دے ہم اسواسطے کہ کہانے کے وقت وہ مقیم ہی
کہ گہر لانے کی جہت سے سفر کو چہوڑ دیا اور یہان قیاس پر عمل ہی نہ استحسان پر اور پہلے مذکور ہوچکا کہ اگر کسی شخص نے کہا لیا پہر سفر کیا یا بالکراہ سفر کرایا
گیا تو کفارہ نہیں ساقط ہوتا کذا فی الشامی ولو نوی الصائم الفطر لم یفطر کما لو نوی التکلم فی صلوتہ ولم یتکلم شرح الوہبانیۃ قال فیہ
خلاف الشافعی اور اگر روزہ دار نے نیت افطار کی کی تو مفطر نہو جاویگا جیسا مذکور ہوا یعنی لا یصام یوم الشک سے پہلے جسطرح نماز میں نیت
کی بولنے کی اور نہ بولا کذا فی شرح الوہبانیۃ ابن شحنہ نے کہا کہ اسمین خلاف ہی شافعی کا ہم طحطاوی نے کہا کہ معتمد مذہب امام شافعی کا بہی یہہ ہی کہ اسمین
نماز نہیں فاسد ہوتی وقضوا ما لم یکن فیہ ولو کان الاغماء مستوعبا للشہر لندرۃ امتدادہ اور قضا کرے صیام ایام بیہوشی کے اگرچہ تمام ماہ رمضان
بیہوش رہا ہو کیونکہ بیہوشی کا اتنا زمانہ دراز ہو یعنی بغیر کہانے پینے کے اسقدر مدت تک جینا بعید ہی یہہ نادر ہی اور نادر واقعات میں حرج نہیں ہی کذا
فی زیلعی سوے یوم حدث الاغماء فیہ او فی لیلتہ فلا یقضیہ الا اذا علم انہ لم ینوہ سواے اُس روز کے جسمین بیہوشی طاری ہوئی یا اوسکی رات میں
سو اوسکو قضا نکرے مگر جب جانے کہ اوسکی نیت نہیں کی ہم قضا نکرے اسواسطے کہ ظاہر حال مقتضی ہی کہ رات سے نیت کی ہوگی اور اگر جنون دن کو حادث
ہوا ہی تو بطریق اولیٰ اسپر حمل کرسکتے ہیں یہانتک کہ اگر وہ شخص بیباک ہو رمضان میں کہانے کی عادت رکہتا ہو یا مسافر ہو تو کل کو قضا
کرے کذا قالوا کذا فی الشامی وفی الجنون ان لم یستوعب الشہر قضی اور جنون میں اگر تمام ماہ نہ رہا ہو تو جس قدر ایام گذرے ہون اونکی قضا کرے
ہم اور اگر تمام ماہ رہا ہو تو مطلقا قضا لازم نہیں بلا خلاف قال الشامی وان استوعب جمیع ما یمکنہ انشاء الصوم فیہ ...
اور انہیں ایام اوقات کو احاطہ کرے جنمین صوم شروع ہوسکتا ہی جیسا اول کتاب الصوم میں گذرا تو نہ قضا کرے بالکل اور یہی دفع حرج ہے ہم انشاء صوم
جسمین ہوسکتا ہی وہ مدت طلوع فجر سے نصف النہار تک ہی ہر دن میں پس حصول افاقہ کا بعد زوال کے اور تمام شب کا معتبر نہیں ہی کہ نیت
اُسمین ہوسکتی ہی لیکن انشاء صوم بالفعل رات کو نہیں ہوسکتا اور نہ بعد نصف النہار کے لیکن یہہ مخالف ہی مصنف کی مراد کو کہ اوسنے استیعاب کو مطلق
رکہا ہی یعنی وہ مقتضی ہی کہ اگر ایکساعت کا بہی افاقہ ہوا اگرچہ رات کو ہو یا بعد نصف النہار کے تو قضا کرے اور یہہ نہیں اور یہی اول کتاب الصوم میں
اختیار ہوا بیان کیا ہی اور یہہ کہ دونوں قول صحیح ہیں اور معتمد دوسرا کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہی اور متون میں مذکور ہی اور مطلقا سے مراد یہہ ہی کہ
جنون اصلی ہو یا بعد بلوغ کے عارض ہوگیا ہو اور یہہ ظاہر الروایۃ ہی اور امام محمد سے ایک روایت ہی کہ ان دونوں میں فرق ہی اصلی کہ جب تک

دلالت مضمون حدیث پر جیسی کہ ساتھ بہ ملحق ہوا پس خطاب اسکی طرف متوجہ ہوا بخلاف اوس صورت کے کہ بالغ ہوا حالت عقل میں پھر مجنون ہو گیا تو وجوبی
قضا میں بعض متاخرین کا کذا فی الہدایہ اور شرح ہدایہ میں بیان سے اسکی بسبب طول سے انقل کیا ہے کہ مجنون اصلی پر پچھلے دنوں کی قضا نہیں ہے
[illegible] نہیں [illegible] پہلے [illegible] قال الشامی ولو نذر صوم الایام المنهیة [illegible] صح مطلقا علی المختار یعنی اگر
روزہ ہی ایام منہیہ کے یا اس برس کے تو نذر صحیح ہے مطلقا مذہب مختار پر [illegible] سے شروع ہو ان صیام کا جو بندہ [illegible] قول سے
لازم کر لے [illegible] سابق جو [illegible] روزہ دن کا یہ کہنا [illegible] خدا تعالیٰ کے واسطے لازم ہو ملتقی کی شرح میں کہا ہے کہ نذر عمل زبان کا ہے اور
اسکی صحت کی شرط یہ ہے کہ معصیت نہو جیسے شراب پینا اور زنا اور [illegible] واجب ہو جیسا نماز [illegible] واجب ہو [illegible] آئندہ کو واجب ہو
جیسے نماز روزہ جو آگے کو واجب ہونگے اور یہ شرط ہے کہ اوسکی جنس کا کوئی واجب ہو [illegible] مقصود ہو [illegible] اور اوسمیں قضا ہی قاضی کو دخل نہیں ہے
[illegible] کے بعد یعنی کہ منہی عنہ کا ذکر صریحا ہو یا نہو جیسا بحر میں ہے اور جو زبان سے بولا ہو وہ مقصود ہو یا نہو یعنی اگر چوک کر کچھ کا کچھ کہہ دیگا تب بھی
نذر منعقد ہو جاویگی چنانچہ ولوالجیہ میں کہا ہے کہ کسی شخص نے کہنا چاہا للہ علی صوم یوم اور اوسکی زبان سے نکل گیا صوم شہر تو اوسپر ایک مہینہ کے
روزے لازم ہونگے کذا فی البحر اور اسی طرح اگر کوئی اور کلام بولنا چاہتا تھا اور اوسکی زبان سے نذر کا کلمہ نکل گیا تو نذر لازم ہوگی کیونکہ نذر میں
ہزل بمنزلہ جد کے ہے مثل طلاق کی کذا فی الفتح اور علی المختار اسواسطے کہا کہ ابو یوسف نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ یہ نذر نہیں صحیح ہے اور
یہی قول زفر کا ہے اور حسن نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ اگر معین کیا تو صحیح نہیں اور اگر کل کے روزہ کی نذر کی اور اتفاقا وہ دن یوم النحر
کا ہے تو صحیح ہے کذا فی الشامی وفرقوا بین النذر والشروع فیها بان نفس الشروع معصیة ونفس النذر طاعة فصح [illegible] نذر کرنے اور اوسمیں
شروع کرنے میں فقہا نے اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ شروع کرنا گناہ ہے اور نذر نفس عبادت ہے پس نذر درست ہوئی یعنی لازم ہوئی ولکنه افطر
الایام المنهیة وجوبا تحامیا عن المعصیة وقضاها اسقاطا للواجب لیکن نذر ایام منہیہ میں افطار کرے وجوبا تاکہ گناہ سے بچے پھر انکی قضا کرکر
اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرے وان صامها خرج عن العهدة مع الحرمة اور اگر انہیں دنوں میں روزہ رکھ لیا تو عہدہ سے بری ہو گیا مگر یہ فعل حرام
ہے وهذا اذا نذر قبل الایام المنهیة فلو بعدها لم یقض شیئا وانما یلزمه باقی السنة علی ما هو الصواب اور یہ اوس وقت ہے کہ نذر ایام منہیہ سے پہلے
واقع ہوئی ہو پس اگر بعد ایام منہیہ کے نذر کی مثلا چودہویں ذیحجہ کو تو کچھ نہ قضا کرے اور اوسکو صرف باقی سال کے روزے یعنی ذیحجہ کی تمامی کے
لازم ہونگے اور یہی صواب ہے ہم ہذا کا مشار الیہ وہ مسئلہ ہے کہ اگر سال معین کے روزہ کی نذر کی تو قضا ایام منہیہ کی لازم ہوتی ہے اور بقیہ ایام سال
کے روزے رکھنا لازم ہونا صواب اسواسطے ہے کہ سال معین عربی ایک مدت معین ہے محرم سے ذیحجہ تک تو ہذہ السنة کا اشارہ دلالت کرتا ہے کہ وہی
مدت معینہ مراد ہے جسمیں وہ شخص ہے پس نذر حقیقت میں زمان ماضی اور زمان مستقبل پر واقع ہوئی پس جسقدر زمان ماضی کے مقابلہ میں ہوئی
وہ بقدر لغو ہوگی اور زمان مستقبل کی لازم ہوئی چنانچہ اگر کہے للہ علی صوم امس تو لغو ہوتا ہے کذا فی الشامی وکذا الحکم لو نکر السنة ولم
یشترط التتابع اور یہی حکم ہے یعنے جو معین سال میں مذکور ہوا اگر سنہ کو نکرہ کہا یا پیاپے رکھنا شرط کیا پس افطار کرے ایام منہیہ کو ہم اور اگر
انہیں ایام میں روزہ رکھ لے تو عہدہ سے خارج ہو جاویگا کیونکہ جیسا التزام کیا تھا ویسا ادا کیا لکنه یقضیها هنا متتابعة لیکن یہاں ایام
منہیہ کی قضا کرے پے درپے ہم یعنی آخر برس کی تمامی سے ملی ہوئی بغیر فصل کے تاکہ تتابع بقدر الامکان متحقق ہو ویستأنف لو افطر یوما بخلاف
المعینة اور اعادہ کرے یعنی جتنے ایام کے روزے افطار سے پہلے رکھ چکا ہے اگر ایکروز کا روزہ بھی توڑے اگرچہ سارے رکھ چکا ہو صرف
ایک ہی رہا ہو بخلاف سال معین کے کہ اسمیں قضا ایام منہیہ کی پے درپے واجب نہیں ہے اور اوسمیں تتابع صرف بضرورت وقت کے لازم
ہے اسواسطے اگر ایک دن افطار کرے تو صرف اوسی دن کی قضا لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو لم یشترط التتابع یقضی خمسة وثلثین [illegible]
السنة فی هذه الصورة اور اگر تتابع شرط نکیا ہو تو [illegible] کی رد قضا کرے اور اسمیں تیس [illegible] پانچ روز کے روزہ نہیں کافی ہیں ہم [illegible]

[illegible] اور محتم دن رمضان کے اور [illegible] روزہ دن [illegible] شخص [illegible] نہیں [illegible] تب بھی [illegible] ہدایت [illegible]
[illegible] التي يتعمل اليمين [illegible] سنة صوم [illegible] اور جان کہ صیغہ نذر کا [illegible] قسم [illegible]
[illegible] ذکر کیا ہے اس قول [illegible] الصوم [illegible] النذر [illegible] اليمين [illegible]
[illegible] پس اگر نذر کے صیغہ سے [illegible] نہیں کی یا نذر ہی کی نیت کی [illegible] قسم کی یا نیت کی نذر کی اور نیت کی قسم [illegible]
ان تینوں صورتوں میں نذر ہی ہوگی فقط بالاجماع [illegible] پس یہی [illegible] اور [illegible] دوسری [illegible]
[illegible] اليمين [illegible] ان لا يكون نذرا كان في هذه الصورة [illegible] نیت کی قسم [illegible]
[illegible] تو اس صورت میں صرف قسم ہوگی بالاجماع [illegible] اس شخص کے اوپر [illegible] کفارہ قسم کا لازم ہوگا اگر افطار کرے [illegible]
قسم یعنی قول [illegible] دلالت کرتا ہے التزام [illegible] نذر میں پس محمول ہوگا نذر پر بدون نیت کے اور نیت کے ساتھ [illegible]
[illegible] نیت کرے کہ نذر [illegible] ہوگی کیونکہ لازم ہوا [illegible] کے لازم کرنے [illegible] ترک کی [illegible] لازم آتی ہوا اور [illegible]
[illegible] یمین ہو [illegible] وفي اليمين بلا [illegible] كان [illegible]
[illegible] نیت کی قسم کی بدون نفی کرنے نذر کے تو [illegible] صورت [illegible] قسم ہوگی [illegible]
[illegible] تو واجب ہوگی قضا [illegible] اور واجب ہوگا کفارہ قسم کا [illegible] عموم مجاز پر بر خلاف قول ابو یوسف کے امام ابو یوسف کے نزدیک
اول صورت میں نذر ہوگی اور دوسری میں قسم [illegible] استعمال صیغہ کا نذر میں حقیقی ہے اور قسم میں مجازی [illegible] صورت میں حقیقت کو ترجیح ہوا اور [illegible]
[illegible] حقیقت اور مجاز کا ہر ایک لفظ میں اور یہ ہو نہیں سکتا [illegible]
[illegible] عموم مجاز پر عمل کرے [illegible] نذر اور یمین میں منافات نہیں ہے کیونکہ دونوں وجوب کو تقاضا کرتے ہیں [illegible]
[illegible] دونوں [illegible] دونوں دلیلوں پر عمل ہو [illegible] اصول میں مذکور ہے [illegible]
[illegible] ستة من شوال [illegible] اور مندوب ہے کہ متفرق چھ روزے [illegible]
شوال میں [illegible] نہیں ہے مذہب مختار پر بخلاف قول ابو یوسف کے کذا في الحاوي والاتباع المكروه [illegible]
[illegible] رمضان کے پیچھے روزے رکھنے [illegible] ایک روزہ رکھے اور پانچ [illegible]
اگر عید کو افطار کرے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب و مسنون ہے قاله ابن کمال چنانچہ جامع ترمذی میں وارد ہے کہ جو شخص روزے رمضان کے رکھے [illegible]
روزے شوال کے [illegible] تو یہ تمام سال کے روزے [illegible] الایام المنهیة [illegible]
[illegible] اگر نذر کی کہ ایک غیر معین سال کے روزے [illegible] رکھے گا پھر ایک روز افطار کر لیا [illegible]
[illegible] ایام [illegible] روزہ رکھے [illegible] اس میں [illegible]
[illegible] کذا في النهر بخلاف برس کے [illegible] نذر کے [illegible] ایام منہیہ [illegible]
[illegible] ایام منہیہ کے بدلے کی قضا آتی تھی اب یہی یہاں بھی [illegible] قضا لازم آتی [illegible]
[illegible] في غير الوقت [illegible] استیناف کرے [illegible] نذر کی ہو [illegible]
[illegible] ظاہر ہوتی ہے کہ [illegible] افطار کیا ہو لیکن [illegible]
[illegible] استیناف کرے اور ایسا روزہ رکھے [illegible] وقت میں [illegible]
[illegible] للساکت [illegible] نذر [illegible]

[illegible]

لیا قضاء رمضان میں وقد لبث اشہر ... [illegible]

... ادراک العیلی تو ... [illegible]

... مہینے کی ... [illegible]

... رمضان فوت ہو جاوے کسی ... [illegible]

... [illegible]

... قال اللہ ... [illegible]

... اگر روزہ ... جیسا کہ کتاب الایمان میں ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... اور اگر ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

[illegible] سات دن پر محمول ہوا بخلاف [illegible]

[illegible]

[illegible] الذی فیہ الاموات من الکتاب [illegible]

[illegible]

[illegible] عبد القادر جیلانی [illegible]

[illegible] سے نہیں ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی

باب الاعتکاف

یہ باب ہے اعتکاف کے احکام میں وجہ المناسبۃ [illegible]

[illegible] الملک الاکبر [illegible] اعتکاف کی [illegible]
[illegible] اعتکاف میں اور [illegible]
[illegible] کیا اور [illegible] رمضان میں اعتکاف [illegible]
[illegible] قال الشامی [illegible]
[illegible] مقام میں [illegible]
[illegible] شرط نہیں [illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible] مسجد [illegible]
[illegible] جیسا آگے مذکور ہوگا قال الشامی [illegible]
[illegible] نماز [illegible] روایت امام [illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] مسجد [illegible]
[illegible] مسجد الحرام [illegible] افضل [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] جماعت [illegible] افضل [illegible]
[illegible] قال الشامی [illegible] مسجد البیت [illegible] عورت [illegible]
[illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible] مسجد [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] افضل نہیں [illegible]
[illegible] عورت کا اعتکاف [illegible]
[illegible] اعتکاف کے کسی موضع کو [illegible] قال الشامی [illegible]
[illegible] اعتکاف خنثی [illegible]
[illegible] خنثی [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عبارت [illegible]
[illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] عبارت [illegible]
[illegible] شرط صحت کی [illegible] اعتکاف [illegible]
[illegible] قال الشامی [illegible]

[illegible]

ہوا تو ضرور ٹوٹ گئے کذا فی الشامی ... تیسرے قسم اعتکاف مستحب ہے جو اسکے سوا ہے

مین ہوا مستحب یعنی سنت غیر مؤکدہ ... الصوم ... المذهب ... شرط کیا گیا ...

اول یعنی واجب کے فقط بالاتفاق ... علی المذهب نفل کے ساتھ مطلقاً کہتا ہے ... روایت ہے اصل کی اور

اسکے مقابل یہ روایت حسن کی ہے کہ نفل اعتکاف میں بھی شرط ہے ... اختلاف ... نفل میں تقدیر یوم کی

ہے یا نہیں پس اصل کی روایت پر یوم کی قید ... نہیں ... بھی شرط نہیں اور حسن کی روایت میں یوم کی قید ہے تو

حسن کی روایت میں ... شرط ہے جیسا ہدایہ وغیرہ میں ہے ... کہتا ہوں کہ اسکا مقتضا یہ ہے کہ اعتکاف مسنون میں بھی

... رمضان کے ... اگر اعتکاف کر ... بلا صوم کسی مرض یا سفر کی جہت سے تو جائز ...

... سنت کفایہ ... قالہ الشامی ... فلو بدا اعتکاف لیلۃ ...

[illegible]

ان لم یکن اللیل محلا للصوم لا یمنع حل اللیل تبعا بخلاف [illegible] نذر [illegible] اگر چہ رات [illegible]

نہیں ہے کیونکہ رات بالخصوص [illegible] واعتراف [illegible] لا یجاب [illegible]

میں شرط ہے کہ روزہ کے موجود ہونیکا [illegible] اعتکاف [illegible]

کا وجود ضروری ہے نہ ایجاد بخلاف اعتکاف [illegible]

اعتکاف شہر رمضان [illegible] اعتکاف [illegible]

ہوگا اور روزہ رمضان کا صوم اعتکاف کی جگہ کافی ہوگا لیکن [illegible]

ولا یتادی [illegible] اگر نفل [illegible]

شروع میں نفل تھا پھر اوسکو واجب کرنا [illegible] اعتکاف [illegible]

معتبر ہے کذا فی الشامی وان لم یعتکف [illegible] رمضان [illegible]

کسی دوسرے مہینے میں ساتھہ صوم مقصود کے [illegible] اعتکاف [illegible] مہینے میں [illegible]

قضا بھی پایا ہوگی جیسا اگر واجب کیا اپنے ذمہ اعتکاف رجب کا [illegible]

[illegible] اسطرح [illegible] شرط اعتکاف یعنی صوم [illegible] صوم مقصود [illegible]

بسبب شرف رمضان کے ساقط ہو گیا تھا جب رمضان گذر گیا [illegible]

کی قید نہ ہو تو اوسکی شرط [illegible] اعتکاف واجب [illegible]

یعنے رمضان کے [illegible] الشامی [illegible] رمضان الآخر [illegible]

[illegible] پس جائز ہوگا اعتکاف دوسرے رمضان میں [illegible]

رمضان خلیفہ ہو اول کا یعنی ادا ہو رمضان کا [illegible]

اور [illegible] ظاہر الروایۃ عن الامام [illegible] اعتکاف نفل [illegible]

دن کی نزدیک امام محمد کے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام صاحب [illegible]

میں آسانی کی جہت سے وہ باتیں جائز ہیں کہ فرض و واجب میں نہیں [illegible]

والساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من الزمان لا جزء من اربعۃ وعشرین [illegible]

اصطلاح میں ایک ادنی جزو ہے زمانہ کا نہ چوبیسواں حصہ [illegible]

فی نفلہ [illegible] ولا یلزمہ قضاءہ لانہ لا یشترط لہ الصوم علی الظاہر من المذہب [illegible]

لازم ہو قضا اوسکی کیونکہ صوم شرط نہیں ہے اعتکاف نفل کے لئے [illegible]

قالہ المصنف وغیرہ [illegible] اور وہ جو بعض معتبر [illegible]

ذکر کیا اوسکو مصنف نے [illegible]

وحرم علیہ ای علی المعتکف اعتکافا واجبا [illegible] الخروج [illegible]

واجب [illegible] اعتکاف [illegible]

ہوا کہ نفل اعتکاف کی کم مدت ایک ساعت ہے [illegible] اعتکاف واجب میں [illegible] حرام [illegible]

[illegible]

[illegible] حاجت انسانی [illegible] یا طبعی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] منارہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] منارہ [illegible]

[illegible]

[illegible] اور اسی قصد پر کلام شارح کا [illegible]

[illegible]

[illegible] جامع مسجد میں تو نکلے ایسے وقت کہ [illegible] سنتوں تک [illegible] اور استحباب [illegible] یعنی [illegible]

[illegible] خطبہ سے [illegible]

پڑھے بعد جمعہ کے چار یا چھ بنا بر خلاف امام صاحب کے اور صاحبین کے یعنی امام کے نزدیک چار اور صاحبین کے نزدیک چھ [illegible]

فی البدائع ولو مکث فی الجامع [illegible] ما التزمہ بلا ضرورۃ اور اگر جامع مسجد میں [illegible] ٹھہرا یعنی جیسے [illegible]

دن یا اعتکاف وہاں ہی تمام کیا کذا فی السراج تو فاسد نہ ہوگا کیونکہ جامع مسجد محل اعتکاف ہے لیکن [illegible]

[illegible]

[illegible] فرق ہے کہ گھر میں ٹھہرنے سے [illegible] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] رخصت عیادت مریض اور صلوٰۃ جنازہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] واجب [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فوت ہوا ہے تو اوسیقدر قضا کرے فقط اوسپر حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں اور اگر کل فوت ہو وے تو کل کی قضا کرے یہہ بھی اوس صورت مین ہے کہ قادر ہوا اور قضا نکی یہانتک کہ مرگیا
تو وصیت کرے ہر روز کے لئے مسکین کا طعام اور اگر بعض پر قادر ہوا تب بھی یہی حکم ہے اگر وقت نذر کے صحیح وسالم ہو اور اگر وقت نذر کے تندرست
نہین تھا پھر اگر ایک روز بھی تندرست ہو گیا تو وہ اوسی خلاف پر ہے جو روزہ کے باب مین مذکور ہوا اور اگر ایک روز بھی تندرست نہین ہوا تو اوسپر
کچھ لازم نہین کذا فی البدائع لمنعہ الا انہ افسدہ بالردۃ پھر جبکہ فاسد کردیا اعتکاف معین کو کہ مرتد ہو کر ہم اسواسطے کہ ابتدا وساقط کرتا ہے اوسکو جو
پہلے واجب ہوا تہا خواہ خدا تعالیٰ کے ایجاب سے ہو یا بندہ کے اور نذر بندہ کے واجب کرنے سے ہے قالہ الشامی واختیر اکثر النہار قالوا وہو
الاستحسان اور خروج مین صاحبین نے اکثر روز کا اعتبار کیا ہے علماء نے کہا ہے کہ یہی استحسان ہے ہم اسواسطے کہ خروج قلیل مین ضرورت ہے کہنا
فے الہدایہ اور شارحین نے اوسکو بلفظ قالو بیان کیا جس سے خلاف اور ضعف کیطرف اشعار ہے اسوجہ سے کہ کمال نے اوسمین بحث کی ہے قالہ الشامی
وبحث فیہ الکمال اور اسمین کمال نے بحث کی ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ مدار تخفیف کا ضرورت پر ہوتی ہے اور بغیر عذر نکلنے مین ضرورت نہیں ہے ... اسکا شرح
ہو یا مسلم نہین ہو وان خروج بعذر یغلب وقوعہ ... لا ینبغی ان یفسد ... کانہدام المسجد فیسقط الاثم لا البطلان والا
لکان النسیان اولی بعدم الافساد کما حققہ الکمال اور اگر نکلا کسی عذر سے جو غالب الوقوع ہے اور وہ سابقاً مذکور ہو چکا یعنی طبعی یا شرعی نہ سوا اسکے
تو نہین فاسد ہوتا اور جو عذر غالب الوقوع نہین ہے جیسا ڈوبتے کو بچانا یا مسجد کا گرنا سو گناہ کو ساقط کرتا ہے نہ بطلان کو ورنہ نسیان کی صورت مین
بطریق اولیٰ فاسد نہوتا جیسا کمال نے تحقیق کیا ہے خلافاً لما فصلہ الزیلعی وغیرہ بخلاف اسکے جو زیلعی وغیرہ نے تفصیل کی ہے ہم زیلعی نے فسادات
مین شمار کیا ہے نکلنا مریض کی عیادت کو اور جنازہ کی نماز کو اور غرق کے بچانے کو اور آگ بجھانے کو اور جہاد کو جب نفیر عام ہو اور ادائے شہادت کو نکلنا
اسکو کہ مسجد کے انہدام کی جہت سے کہین دوسری مسجد مین چلا گیا یا مسجد والے متفرق ہو گئے کہ اسمین نماز نہیں ہوتی یا ظالم نے بزور نکال دیا
یا اپنی جان کا یا مال کا خوف ہو الکن فی النہر وینبغی ان یجعل عدم الفساد لا نفل بطلان جماعۃ الخ استحسانا لکن نہر وغیرہ مین ہے کہ اگر مسجد
گر جاوے یا جماعت باطل ہو جاوے یا کوئی شخص بزور نکالدے تو اعتکاف فاسد نہین ہوتا بدلیل استحسان ہم حاصل یہہ ہے کہ امام اعظم کا مذہب یہہ ہے کہ اعتکاف خروج
سے فاسد ہو جاتا ہے مگر بول و غائط اور جمعہ کی نماز کے لئے اور بعض مشائخ نے بعض مسائل مین عدم فساد کو مستحسن کہا ہے اور شامی نے اسجگہ بسط کیا ہے
وفی التاتارخانیۃ عن الحجۃ لو شرط وقت النذر ان یخرج لعیادۃ المریض وصلوٰۃ الجنازۃ وحضور مجلس العلم جاز ذلک فقط اور تاتارخانیہ مین حجہ سے
نقل کیا ہے کہ اگر شرط کیا وقت نذر کے کہ نکلیگا مریض کی عیادت کو اور نماز جنازہ کے لئے اور مجلس علم مین حاضر ہونیکے لئے تو جائز ہے پس یاد رہے ہم فقط
فر دسوا یا ہے کہ صرف نیت پر اکتفا نہین حاصل یہہ ہے کہ اسباب غالب الوقوع مستثنے ہین اگرچہ شرط بھی کیا ہو اور جو غالب الوقوع نہین ہین تو وہ مستثنے
نہین ہین مگر جبکہ شرط کرلی قالہ الشامی وخص المعتکف بالاکل والشرب والنوم والبیع والشراء ... اور مخصوص ہے معتکف ساتھ کہانے اور پینے
اور سونے کے اور خرید کے جسکی ضرورت ہو خواہ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے یعنی مسجد مین ہم جب داخل ہو معتکف علیہ یعنی معتکف مقصود ہے کہانے وغیرہ
پہ مسجد مین اور اسکو یہہ چیزین حلال ہین سوا مسجد کے یہہ معنی نہین کہ کہانا اور خریدنا غیر معتکف کے سوا اور وہ مسجد مین نکرے کیونکہ عقد نکاح اور رجعت بھی
معتکف کو بھی مسجد مین مکروہ نہین قالہ الشامی بشرط عدم احضار ... اگر عقد تجارت کے لئے ہو تو مکروہ ہے ہم یعنی اگرچہ اسباب تجارت کا مسجد
مین حاضر نکیا جاوے اور اسکو قاضی خان نے اختیار کیا ہے اور زیلعی نے تصحیح دی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہے دنیا سے منقطع ہے تو لائق
امور دنیا کی طرف اشتغال نچاہیئے کذا فی البحر قالہ الشامی کبیع ونکاح ورجعۃ ولو خرج لا لعذر فسد الاعتکاف لعدم الضرورۃ مانند بیع اور نکاح اور رجعت
کی رجعت کا عطف اکل پر ہے کیونکہ بیع پر عطف نہین ہو سکتا جب تک عقد مین ایسی تاویل نکرین کہ جسمین رجعت کو بھی شامل ہو کذا فی الشامی ... اگر نکلا بغیر
تو اعتکاف فاسد ہو گیا کیونکہ ضرورت خروج کی نہتھی ہم تطہیر ... کہ نکلے بعد غروب کے کہانے پینے کے لئے الخ اور یہہ محمول ہونا چاہیئے اسصورت پر
کہ اوسکا اپن کوئی آدمی ایسا نہو کہ کہانا لا دے پس جائز ہے اسلئے کہ اسوقت یہہ نکلنا حاجت ضروریہ مین ہوگا مثل بول کے کذا فی البحر ... لا انہ اصل

الملافیہ تحریماً لإحضار المبیع فیہ اور مکروہ ہے حاضر کرنا مبیع کا مسجد مین یعنی مکروہ تحریمی کیونکہ کراہت تحریمی محمل ہے فقہا کے مطلق رکھنے کا کذا فی البحر یعنے
جسجگہہ مطلق مکروہ بولتے ہین وہان اُنکی مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقاً للنہی جیسا مکروہ ہے مسجد مین بیع وشراء
غیر معتکف کے لئے مطلقاً یعنی اپنے نفس کیواسطے ہو یا عیال کے یا تجارت کے لئے مبیع حاضر ہو یا نہو بسبب نہی کے جو اسباب مین وارد ہے اور ترمذی
نے اس حدیث کو حسن کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بیع وشراء سے مسجد مین اور گم شدہ کی تلاش سے مسجد مین اور شعر پڑھنے
سے اور منع فرمایا حلقہ باندہ کر بیٹھنا نماز سے پہلے جمعہ کے روز کذا فی الفتح وکذا الاکل والنوم الا لمعتکف وغریب آشباہ اور اسیطرح مکروہ ہے غیر معتکف کو کہانا
اور سونا مسجد مین مگر مسافر کو کذا فی الاشباہ وقد قدمنا قبیل الوتر (مد ہم اسکو بیان کرچکے ہین وتر سے کچہہ پہلے) لکن قال ابن کمال لا یکرہ
الاکل والشرب والنوم فیہ مطلقاً ونحوہ فی المجتبی لیکن ابن کمال نے کہا ہے کہ نہین مکروہ ہے کہانا پینا سونا مسجد مین بالکل اور مثل اسکے مجتبی مین ہے
م ابن کمال نے اسبیجابی سے نقل کیا ہے کہ غیر معتکف کو جائز ہے سونا مسجد مین مقیم ہو یا مسافر لیٹ کر یا تکیہ لگا کر پانو جانب قبلہ کی ہون یا کسی
اور طرف پس معتکف کو بالاولے جائز ہے انتہی اور معراج مین بہی اسکو نقل کیا ہے اور اس سے مطلقاً کی تفسیر واضح ہوجاتی ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول
کہ پانو قبلہ کیطرف ہون غیر مسلم ہے کیونکہ علمانے اسکی کراہت پر تصریح کی ہے اور شارح کے کلام کا مفاد ترجیح اس استدراک کی ہے اور ظاہر یہہ ہے
کہ کہانا پینا بہی مثل نوم کے ہے جبکہ مسجد کو نہ روکے اور نہ ملوث کرے کیونکہ مسجد کی صفائی اور تنظیف واجب ہے لیکن وقایہ مین کہا ہے کہ معتکف کہاوے
پیوے سووے بیع وشراء کرے مسجد مین نہ غیر معتکف اور ملا علی نے اوسکی شرح مین کہا ہے کہ غیر معتکف کچہہ نکرے ان اشیاء مذکورہ مین سے مسجد مین اور
اسیکی مانند قہستانی مین ہے پہر مجتبے کی عبارت نقل کی ہے قالہ الشامی ویکرہ تحریماً صمت ان اعتقدہ قربۃ والا لا لحدیث من صمت نجا
اور مکروہ تحریمی ہے اعتکاف مین چپ رہنا اگر اوسکو عبادت جانتا ہے ورنہ مکروہ نہین کہ حدیث مین آیا ہے جو شخص چپ رہا نجات پائی طبرانی امام ابو حنیفہ
نے ابوہریرہؓ سے مسنداً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے صوم وصال سے اور صوم صمت سے کذا فی الفتح قالہ
الشامی ویجب ای الصمت کما فی غرر الاذکار عن شر لحدیث رحم اللہ امرأ تکلم فغنم او سکت فسلم اور چپ رہنا واجب ہے بُری کلام سے کذا فی
غرر الاذکار واسطے مضمون اس حدیث کے خدا رحم کرے اُس شخص کو کہ بولے تو غنیمت حاصل کرے اور چپ رہے تو سلامت رہے ہم یجب کہا نفترض
نہین کہا تاکہ شامل ہو واجب کو بہی کیونکہ کلام کبہی حرام ہوتی ہے جیسے غیبت مثلاً اور کبہی مکروہ ہوتی ہے جیسے بُری شعر پڑہنا یا ذکر اللہ کرنا چیزکی
بکری کیوقت یہی پس چپکا رہنا اول قسم سے فرض ہے اور دوسری قسم سے واجب قالہ الشامی وتکلم الا بخیر وہو ما لا اثم فیہ اور مکروہ ہے اعتکاف مین بولنا مگر بہلی بات اور خیر وہ
ہے کہ جسمین گناہ نہو ومنہ المباح عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وہو محمل ما فی الفتح انہ مکروہ فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب
کما حققہ فی النہر اور جس کلام مین گناہ نہین اوسمین داخل ہے کلام مباح جب اوسکی طرف حاجت ہو نہ وقت عدم حاجت کے (یعنی امور دنیا
مین کلام کرنا جس وقت اوسمین قصد تقرب کا نہو ورنہ اوسمین ثواب ہے کذا فی الشامی اور یہی تفسیر ہے کلام کرنا محمل ہے فتح القدیر کی عبارت کا کہ
کلام کرنا مسجد مین مکروہ ہے حسنات کو اسطرح کہاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو چنانچہ نہر مین اسکو محقق کیا ہے مسجد مین کلام مکروہ اُسوقت ہے کہ کلام کے
لئے مسجد مین بیٹھے جیسا ظہیریہ مین قید لگائی ہے ذکرہ فی البحر اور معراج مین شرح ارشاد سے نقل کیا ہے کہ مسجد مین بات کرنیکا کچہہ مضائقہ نہین
ہے اگر قلیل ہو پس اگر مسجد کا قصد باتون کے لئے کرے تو مکروہ ہے اور وعید سے ظاہراً کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے قالہ الشامی کقراءۃ قرآن و
حدیث وعلم وتدریس فی سیر الرسول علیہ السلام وقصص الانبیاء علیہم السلام وحکایات الصالحین وکتابۃ امور الدین اور کلام خیر یہہ چیزین ہین جیسے
قرآن پڑہنا اور حدیث اور علم دین اور پڑہانا سیرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور قصص انبیاء علیہم السلام کے اور حکایتین صلحا کی اور لکہنا
دینی باتون کا وبطل بوطی فی فرج انزل ام لا اور باطل ہوتا ہے اعتکاف وطی سے فرج مین یعنی اگلے مقام مین یا پچہلے مین انزال ہو یا نہو ولو کان
ذلک خارج المسجد لیلا او نہارا عامدا او ناسیا فی الاعتکاف لان حالتہ مذکرۃ اگرچہ وطی کرنا مسجد سے باہر ہو رات کو ہو یا دن کو قصداً ہو یا سہواً لکن

۵۱ صوم وصال کا بیان پہلے ہوچکا کہ پیاپے روزہ رکہنا بدون کچہہ کہانے کے اور صوم صمت یہہ ہے کہ روزہ رکہے اور بات نکرے ۱۲

اصح روایت مین اسواسطی کہ اعتکاف کی یاد دلاتی ہے ہم قید کے اتمام سے یہہ تفہیم کی ہی اسمین اشارہ ہے کہ مقابلہ فجر و مین جو قید کور ہی وہ مردود
ہے یعنی معتکف تو مسجد مین رہتا ہی اسکو وطی کہان میسر ہی پہر کہا کہ اسکی تاویل علمانے یہہ کی ہی کہ جب اپنی حاجت کے لئے نکلے تو اسوقت وطی
کرنی حرام ہے اور شرح تاویلات مین ذکر کیا ہے کہ صحابہ نکلا کرتے تھے اور اپنی قضاء حاجت یعنی جماع کرکے غسل کرکے پہر اعتکاف کے مقام مین
چلے جاتے تھے اوسپر یہہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ) انتہی یعنی اُن سے صحبت نکرو جسوقت کہ تم مسجدون مین معتکف
ہو شیخ اسمعیل نے کہا کہ اسمین نظر ہے کیونکہ مسجد مین وطی ممکن ہے اگرچہ اوسمین حرمت دوسری جہت سے ہو یعنی مسجد مین بحالت جنابت
رہنا علاوہ برین ہو سکتا ہے کہ زوجہ معتکف ہو اپنے گہر کی مسجد مین اور اُسکا خاوند اوس سے مباشرت کرے تو عورت کا اعتکاف باطل
ہو جاویگا اور اصح کا مقابل ابن سماعہ کا قول ہے کہ بہولکر وطی سے اعتکاف نہین جاتا صوم پر قیاس کرکے کذا فی البرہان اور اصح مذہب کی
علت یہہ ہی کہ اعتکاف اور صوم مین فرق ہے کیونکہ اعتکاف مین حالت یاد دلانیوالی موجود ہی یعنی مسجد مین ہونا بخلاف صائم کے
قالہ الشامی وَبَطَلَ بِاِنْزَالٍ بِقُبْلَةٍ اَوْ لَمْسٍ اَوْ تَفْخِيْذٍ اور باطل ہوتا ہی اعتکاف انزال سے بسبب بوسہ لینے کے یا ہاتہہ لگانے یا ران مین دینے کے
کہ یہہ فعل انزال ہو جانے سے بمنزلہ جماع کے ہو گئی دَلَوْ لَمْ يُنْزِلْ لَمْ يَبْطُلْ وَاِنْ حَرُمَ الْكُلُّ لِعَدَمِ الْحَرَجِ اور اگر انزال نہو تو نہین باطل ہوتا اگرچہ
دواعی وطی کی تہا مباحرام ہین واسطے نہونے حرج کے اور عدم بطلان سے حلت لازم نہین آتی وَلَا يَبْطُلُ بِاِنْزَالٍ بِفِكْرٍ اَوْ نَظَرٍ وَلَا بِسُكْرٍ لَيْلًا
اور نہین باطل ہوتا اعتکاف انزال سے ساتہہ فکر یا نظر کے اور نہ نشے سے رات کو وَلَا بِاَكْلٍ نَاسِيًا لِبَقَاءِ الصَّوْمِ بِخِلَافِ اَكْلِهٖ عَمْدًا اَوْ رِدَّتِهٖ اور
نہین باطل ہوتا اعتکاف کہانے سے بہولکر کیونکہ روزہ باقی رہتا ہی بخلاف اسکے کہ عمدا کہالے یا مرتد ہو جاوے کہ ان سے باطل ہو جاتا ہی ہم فائدہ
یہہ ہی کہ جو ممنوعات اعتکاف کے ہین یعنی اعتکاف کی جہت سے منع ہوئی ہین نہ روزہ کی جہت سے تو اونمین سہوا اور عمدا اور دن اور رات برابر
ہین جیسے جماع اور خروج مسجد سے اور جو محظورات صوم کے ہین یعنی روزہ کی جہت سے اعتکاف مین ممنوع ہوئی ہین تو اونمین عمدا اور سہوا اور رات اور
دن مین فرق ہے جیسے کہانا پینا کذا فی البدائع وَكَذَا اِغْمَاءٌ وَجُنُوْنٌ اِنْ دَامَا اَيَّامًا فَاِنْ جُنَّ سَنَةً قَضَاهُ اِسْتِحْسَانًا اور اسیطرح باطل نہین ہوتا
بیہوشی اور جنون سے اگر چند روز رہین (ایام سے مراد یہہ کہ صوم فوت ہو جاوے بسبب عدم امکان نیت کے) پس اگر ٹہر گیا جنون برس روز تو اعتکاف
قضا کرے استحسانا ہم اور قیاس یہہ ہی کہ قضا نکرے جیسا صوم رمضان مین وجہ استحسان کی یہہ ہی کہ رمضان کے روزون مین جو قضا ساقط
ہوئی تو دفع حرج کی جہت سے ساقط ہوئی کیونکہ جنون جب لاحق ہوتا ہی تو کثیر جاتا ہی چونکہ رمضان ہر سال آتا ہی تو روزونکی قضا مین تنگی ہوگی
اور اعتکاف مین یہہ بات متحقق نہین کذا فی الفتح قالہ الشامی وَلَزِمَهُ اللَّيَالِيْ اَيْضًا بِنَذْرِ اعْتِكَافِ اَيَّامٍ وَلَاءٍ اَيْ مُتَتَابِعَةً وَاِنْ لَمْ يَشْتَرِطِ
التَّتَابُعَ اور لازم ہونگی اوسکو پیہم راتین یعنے اونمین اعتکاف کرنا بسبب نذر کرنیکے زبان سے اعتکاف ایام کا مثلا تیس دن کا اگرچہ پیاپے
ہونے کی شرط نکی ہو ہم وہ ار حال ہی لیالی سے اور اصل یہہ ہی کہ جب رات اور دن اعتکاف مین داخل ہونگے تو دونو پیاپے لازم
ہونگے اگر متفرق اعتکاف کریگا تو کافی نہوگا کذا فی البحر اسیطرح اگر مہینے غیر معین کے اعتکاف کی نذر کی تو لازم ہوگا اعتکاف ایک مہینے
کا کوئی سا ہو پے در پے رات دن بخلاف روزہ کے کہ جب نذر کرے مہینے غیر معین کے روزونکی اور پیہم کا ذکر نکرے اور نہ نیت کرے تو اسکو
اختیار ہے کہ متفرق رکہلے اسواسطے کہ اعتکاف عبادت دائمہ ہی اوسکی بنا اتصال پر ہے بِعَكْسِهٖ لِاَنَّ ذِكْرَ اَحَدِ الْعَدَدَيْنِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ
كَذَا التَّثْنِيَةُ يَتَنَاوَلُ الْاٰخَرَ جیسا اسکے برعکس اور وہ یہہ کہ نذر کرے راتون کے اعتکاف کی تو ایام لازم ہونگی اسواسطے کہ ذکر ایک کا دو
عددون مین سے لفظ جمع کے ساتہہ اور اسیطرح تثنیہ کے ساتہہ شامل ہی دوسریکو بہی ہم یعنی بحکم عرف اور عادت کے مثلا عرف مین کہتے
ہین کہ ہم رہاں تین روز رہی یعنے تین دن مع راتون کے اللہ تعالی نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ مین فرمایا ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا اور ثَلٰثَةَ
اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ایک جگہہ لیالی سے تعبیر کیا دوسری جگہہ ایام سے اور قصہ ایک ہی ہی پس مراد دونو جگہہ رات اور دن دونو ہین اور جمیع عام

خواہ صریح ہو جیسے ایام اور لیالی کہنا خواہ ضمنًا ہو جیسے ثلثین یومًا کہنا اور تثنیہ کی صورت مین اعتکاف دو روز کا مع دو راتون
کے طرفین کے نزدیک لازم ہوا اور امام ابو یوسف کے نزدیک پہلی رات اوس مین داخل نہین قال الشامی فلو نوی فی نذر
الایام النہار خاصۃ صحت نیتہ لنیۃ الحقیقۃ پس اگر نذر کیے ایام اور نیت کی خاص نہار کی یعنے نہ رات کی تو اوسکی
نیت صحیح ہے کیونکہ اوس نے حقیقت لغوی کی نیت کی گو عرف مین یوم آٹھ پہر کو یعنی مجموعہ شب و روز کو کہتے ہین اور جب لفظ کیواسطے
حقیقت لغوی ہو اور حقیقت عرفی بھی ہو تو اطلاق کے وقت حقیقت عرفی کے طرف مصروف ہوتا ہے اسی جہت سے یہان نیت کی ضرورت
ہوئی اور جب اوسکی نیت صرف نہار مین درست ہوئی تو اوسکو اعتکاف ایام کا لازم ہوگا بغیر رات کے اور قبل طلوع فجر کے
مسجد مین داخل ہو اکرے اور بعد غروب شمس کے نکلے قال الشامی وان نوی بہا ای بالایام اللیالی لا بل یلزمہ کلاہما[۵۱]
اور اگر نیت کی ایام سے لیالی کی تو یہہ نیت صحیح نہین ہے بلکہ لازم ہونگے رات اور دن دونو م کیونکہ ایسی نیت
کی جو کلام کی محتمل نہین ہے کذا فی البحر اور حاصل یہہ کہ یا لفظ مفرد ہے یا تثنیہ یا جمع اور ہر ایک ان مین سے یا یوم ہو یا لیل
اور ہر ایک مین ان چھون مین سے یا حقیقت کی نیت ہو یا مجاز کی یا دونون کی یا بالکل نیت نہو یہہ چوبیس صورتین ہوئین اور تثنیہ
اور مجموع کا حکم مع اون کی اقسام کے مذکور ہو چکا مفرد باقی رہا پس اگر ایک یوم کے اعتکاف کی نذر کی تو فقط یوم ہی لازم
ہوگا نیت اوسکی کرے یا نکرے اور اگر اسکے ساتھہ رات کی بھی نیت کی ہے تو دونون لازم ہونگے اور اگر اعتکاف لیل کی نیت
کی ہو تو دن لازم نہوگا جب تک اوس مین نیت یوم کی نہو کذا فی البحر قال الشامی کما لو نذر اعتکاف شہر و نوی النہار خاصۃ او عکسہ
ای اللیل خاصۃ فانہ لا تعمل نیتہ لان الشہر اسم لمقدار یشتمل الایام و اللیالی فلا یحتمل ما دونہ جیسے اگر نذر کیا اعتکاف ایک
مہینہ کا اور نیت کی دنون کی خاص کر یا نیت کی اسکے عکس یعنی راتون کی صرف تو انکی نیت صحیح نہوگی کیونکہ شہر یعنی مہینا نام ہے ایک مقدار معین کا جو مشتمل ہے
ایام و لیالی کو پس اوس مین کمتر پر اطلاق کا احتمال نہین ہے م یہہ جب ہے کہ بلفظ شہر تعبیر کرے اور اگر ثلثین یومًا کہو گا
تو اوسکا حال سابق مرقوم ہو چکا قال الشامی الا ان یستثنی اللیالی فیختص بالنہر مگر اس صورت مین کہ استثنا کرے
راتون کا پس خاص ہو جاویگا اعتکاف دنون ہی کا م نہر بالضم جمع ہے نہار کی ولو استثنی الایام صح ولا شئ علیہ لان
اور اگر دنون کو استثنا کیا تو استثنا صحیح ہے اور اوسپر کچھ لازم نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنے باب اول مین کہ رات محل صوم نہین حاصل
یہہ کہ جب ایام کا یعنی دنون کا استثنا کر لیا تو باقی صرف راتین رہگئین اور انمین اعتکاف منذور صحیح نہین ہے کیونکہ رات کو اعتکاف کی
شرط یعنے صوم کے ساتھہ منافات ہے قال الشامی واعلم ان اللیالی تابعۃ للایام الا لیلۃ عرفۃ و لیالی النحر فتتبع للنہر
الماضیۃ رفقًا بالناس کما فی اضحیۃ الولوالجیۃ ھذا ۱۲ اور جان لو کہ راتین تابع ہین ایام کے مگر عرفہ کی رات اور
قربانی کی راتین سو یہہ تابع ہین گذشتہ روز کے لوگون کی سہولت کے لیے جیسا ولوالجیہ کی اضحیہ مین مذکور ہے اسکو یاد کرلو م
یعنی ہر شب تابع ہے اوس روز کی جو اسکے بعد ہے چنانچہ تراویح رمضان کی اول شب مین پڑھی جاتی ہین نہ شوال کی اول شب
مین تو اس تقدیر پر جب ذکر کرے نذر مین تثنیہ یا جمع کو تو مسجد مین داخل ہو قبل غروب کے اور نکلے نذر پوری ہونے کے دن غروب کے
بعد چنانچہ خانیہ مین اسکی تصریح کی ہے اور یہہ بھی تصریح کی ہے کہ جب ایام بولے تو دن سے شروع کرے پس داخل ہو مسجد مین طلوع فجر سے پہلے الخ
سو اس تقدیر پر لیل داخل نہوگی ایام کی نذر مین مگر جب کہ ایام کے عدد معین ذکر کرے کذا فی البحر اور عرفہ کی رات تابع ہے یوم
النحر کے اور نحر کی راتین تابع ہے عرفہ کے یہان تک کہ دسوین رات کو وقوف عرفات جائز ہے ولیلۃ القدر
دائرۃ فی رمضان اتفاقًا الا انہا تتقدم و تتاخر خلافًا لہما اور شب قدر رمضان مین دائر ہے

[۵۱] لیکن ذی الحجہ کی بارہوین تاریخ کے بعد کی رات ماقبل کے تابع نہین اسی واسطے تیرہوین شب مین امام کے نزدیک قربانی جائز نہین بخلاف شافعی کے اور تیرہوین چودہوین رات مین قربانی جائز ہے ۱۲

بالاتفاق مگر امام صاحب کے نزدیک رمضان کی تاریخون مین مقدم موخر ہوتی رہتی ہے بخلاف صاحبین کے کہ اون کے نزدیک تاریخ معین سے مقدم موخر نہین ہوتی وثمرۃ الخلاف فیمن قال لعبدہ لیلۃ منہ انت حر او وانت طالق لیلۃ القدر فعندہ لا یقع حتی یبلغ شہر رمضان الاٰتی لجواز کونہا فی الاولی فی الاولی وفی الاتی فی الاخیرۃ وقالا یقع اذا مضی مثل تلک اللیلۃ فی الاٰتی ولا خلاف انہ لو قال قبل دخول رمضان وقع بمضیہ اور نتیجہ اس اختلاف کا ظاہر ہوتا ہے اوس صورت مین کہ کسی شخص نے رمضان کی پہلی تاریخ کے بعد اپنے غلام کو کہا کہ تو آزاد ہے یا بی بی کو کہا کہ تجھکو طلاق ہے شب قدر مین تو امام اعظم کے نزدیک عتق وطلاق واقع نہون گے جب تک کہ دوسرا رمضان تمام نگذر جاوے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس رمضان کی شب قدر پہلی تاریخ ہوچکی ہو اور دوسرے کی شب قدر آخری تاریخ مین ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ اس رمضان کی جس تاریخ یہہ قول کہا ہے جب وہی تاریخ دوسرے رمضان کی گذر گئی تو عتق وطلاق واقع ہو گئے اور اگر رمضان کے شروع سے پہلے یہہ قول کہا ہے تو بالاتفاق اوسی رمضان کے گذرنے پر عتق وطلاق واقع ہون گے قال فی المحیط والفتوی علی قول الامام لکن قیدہ بکون الحالف فقیہا یعرف الاختلاف والا فہی لیلۃ السابع والعشرین واللہ اعلم محیط مین کہا ہے کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہے لیکن صاحب محیط نے قول امام پر فتوی کو مقید کیا ہے اس بات سے کہ جس نے عتق وطلاق کو شب قدر پر معلق کیا ہے وہ فقیہ ہو اور اختلاف کو جانتا ہو اور اگر شخص مذکور عوام مین سے ہے تو شب قدر ستائیسوین ہے کیونکہ اول تو عوام اسیکو شب قدر کہتے ہین دوسری ایک قول اقوال مین سے یہہ بھی منقول ہے کہ ستائیسوین رات کو شب قدر ہوتی ہے اور احادیث کثیرہ اس پر دلالت کرتی ہین امام صاحب نے یہہ جواب دیا ہے کہ اوس برس اوسی تاریخ مین تھی اور یہہ جو شارح نے ذکر کیا کہ شب قدر رمضان مین دائر ہے آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے یہہ ایک قول ہے امام کا اور بحر مین خانیہ سے منقول ہے کہ مشہور قول امام صاحب کا یہہ ہے کہ تمام سال مین دائر ہے کبھی رمضان مین ہوتی ہے کبھی غیر مہینے مین مین کہتا ہون کہ اسی کا موید ہے وہ قول جو شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ مین ذکر کیا ہے کہ لوگون نے لیلۃ القدر کی تاریخ مین اختلاف کیا ہے سو بعض کہتے ہین کہ تمام سال مین دائر ہے اور مین بھی یہی کہتا ہون کیونکہ مین نے اوسکو کبھی شعبان مین دیکھا اور کبھی ماہ ربیع الاول مین اور اکثر رمضان کے عشرۂ اخیرہ مین اور ایک بار عشرۂ اوسط مین اور کبھی جفت راتون مین کبھی طاق مین سو مجھکو یقین ہے کہ وہ سال بھر مین دائر ہے مہینے کی جفت رات ہو یا طاق انتہی اور اس باب مین علما کے اور اقوال ہین جو شمار مین چالیس کو پہونچتے ہین ۱۲

خاتمہ

واضح ہو کہ لیلۃ القدر بڑے مرتبہ کی رات ہے اوسکی طلب مستحب ہے اور وہ برس مین افضل شب ہے قرآن مجید مین اوسکو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے ہر عمل خیر اوس مین ہزار عمل کے برابر ہے بہ نسبت دوسرے اوقات مین کرنیکے سو سلمانون مین سے جسکو خدا تعالی چاہے یہہ دولت نصیب کرتا ہے اور جو شخص شب قدر کو دیکھے چاہیے کہ چھپا دے اور خلاص سے یہہ دعا کرے اللہم انا نسألک الاخلاص فی القول والعمل وحسن الختام عند انتہاء الاجل واللہ علم قال الشامی والحمد للہ اولا و آخرا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

یہان تک ترجمہ مترجم ثلثے کا تمام ہوا وللہ الحمد

له یعنی جن تاریخون مین شب قدر [illegible] بعض نسخون مین [illegible] لیکن نزدیک [illegible] سال مین [illegible] [illegible] ۱۲

كتاب الحج

کتاب الحج اس کتاب میں احکام حج کا بیان ہے حج کو بعد صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم کے اسواسطے ذکر کیا کہ یہ عبادت
… اور مرکب ہے عبادت مالی اور بدنی سے قوله هو بفتح الحاء وكسرها لغة القصد الى معظم بمعنى التعظيم كما قلنا … یشیر کہ اول لغت
میں تعلیمات ان چیز کیطرف قصد کرنے کو کہتے ہیں نہ مطلق قصد کو چنانچہ بعضے علما نے گمان کیا ہے یہ تحقیق ہے حاشیہ فتح القدیر کی لیکن …
لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حج عبارت ہے مطلق قصد سے اور قصد خاص سے بھی یعنی مکہ معظمہ کا قصد کرنا اسواسطے اور عبادتوں کے … زیادہ
اى طواف ووقوف فى مكان مخصوص اى الكعبة وعرفة فى زمن مخصوص فى الطواف من طلوع فجر النحر الى آخر العمر وفى الوقوف من
زوال الشمس عرفة الى فجر النحر بفعل مخصوص بان يكون محرما بنية الحج سابقا كما سيجئ فقيل لاداء ركن من اركان الدين ليعم
حج النفل اور اصطلاح شرع میں حج عبارت ہے زیارت سے مکان خاص میں زمانہ مخصوص میں فعل مخصوص سے یا … طواف اور وقوف …
خاص سے کعبہ معظمہ اور عرفات مراد ہے یعنی بیت اللہ کے گرد … فجر سے آخر عمر تک اور عرفات میں ٹھہرنا عرفہ کے دن …
سے عید قربانی کی فجر تک حج کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف سے پہلے خلاصہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف
اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا اسکا نام حج ہے چنانچہ تفصیل ان اجمال کی آگے آویگی مصنف نے حج کی تعریف میں یوں نہ کہا کہ حج عبارت ہے زیارت
مکان خاص سے زمانہ مخصوص میں واسطے ادا کرنے ایک رکن کے ارکان دین سے تا کہ حج نفل کو بھی تعریف شامل ہو اور اگر ادای رکن کی قید لگاتا
تو حج نفل تعریف حج سے نکلجاتا اسواسطے کہ رکن فرض کو کہتے ہیں نہ نفل کو ہم ارکان دین پانچ ہیں کلمہ شہادت اور نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور
حج بیت اللہ فرض سنة تسع وانما اخره عليه السلام لعشر لعذر مع علمه ببقاء حياته ليكمل التبليغ حج فرض ہوا ہجرت کی نوین
سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا حج میں دسوین برس تک تاخیر فرمائی بسبب کسی عذر کے اسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ حضرت کو اپنی بقائے حیات کا
علم تھا تاکہ تبلیغ رسالت کامل ہو جاوے ہم نوین سال یہ آیت نازل ہوئی ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا یعنی
خدا کے واسطے لوگوں پر لازم ہے حج بیت اللہ کا جسکو استطاعت راہ ہو اسکی طرف اس آیت سے فرضیت حج کی ثابت ہوئی اور حضرت نے جو نوین سال
حج نکیا تو عذر سے نکیا عذر یہ کہ آیت بعد گذر جانے ایام حج کے اتری یا خوف تھا کہ اگر مدینہ خالی ہوگا تو مشرکین اسپر ہجوم کرینگے یا مشرکین کے
ساتھ حج کرنا مکروہ جانا جب نوین سال صدیق اکبر اور علی مرتضی کو بھیجکر کافروں کو بیت اللہ میں آنے سے منع کر دیا تب دسوین سال حج ادا کیا
… عذر پر دلیل … تقدیم حج افضل ہے بالاجماع تو اگر حضرت کو عذر نہوتا تو تاخیر کرنا متصور نہ تھا کذا فی حاشیة الچلبی عن الزيلعی مرة لان سببه
البيت وهو واحد والزيادة تطوع حج تمام عمر میں ایکبار حج فرض ہے اسواسطے کہ سبب حج کا بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہے لہذا سبب بھی واحد
ہوا اور ایکبار سے زیادہ حج کرنا نفل ہے ہم عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ
یا رسول اللہ کیا حج کرنا ہر سال فرض ہے یا ایکبار فرمایا بلکہ ایکبار سو جو کہ ایکبار سے زیادہ حج کرے تو وہ نفل ہے اخرجه ابو داؤد و چونکہ فرضیت
حج کی قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے اور باوجود قدرت کے اسکا تارک فاسق ہے وقد …
… كما اذا جاوز الميقات بلا احرام فانه كما لحج يجب عليه احد النسكين فان اختار الحج اتصف بالوجوب اور کبھی واجب
ہو جاتا ہے چنانچہ جب احرام باندھنے کے مقام کو بلا احرام طے کر جاوے تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ذکر اسکا آویگا سو اگر وہ
شخص حج کرنا اختیار کریگا تو وہ حج واجب کہلاویگا وقد يتصف بالحرمة كالحج بمال حرام اور کبھی حج حرام کہلاتا ہے چنانچہ مال حرام سے
حج کرنا جیسے رشوت یا چوری یا غصب یا سود لینے کے مال سے حج کرنا … جسکو حج کا شوق ہو اوسکو اول حلال مال پیدا کرنا لازم
… طبرانی نے معجم اوسط میں ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کو نکلتا ہے مال حلال
… اور رکاب میں پاؤں رکھکر لبیک کہتا ہے تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے لبیک وسعدیک تیرا زاد حلال ہے … حج مقبول ہے اور جب

نفل حج سے بہتر نفل ہے اور کتاب میں یہ لفظ ہیں اور اگر ایسا کیا ہو تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے لا لبیک ولا سعدیک حجک مردود علیک
مقبول نہیں کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر والکراھۃ کالحج بلا اذن ممن یجب استیذانہ یعنی حج مکروہ کہلاتا ہے جیسے حج کرنا
بلا اجازت اُس شخص کی جس سے اذن لینا واجب ہو جیسا کہ بلا اجازت محتاج والدین کے جانا اور کسی طرح زیادہ اور جیسے ... ایسے شخص کو قرض
ہے تو شامی کے بیان سے معلوم ہوا کہ حج فرض بھی ہوتا ہے اور واجب اور نفل اور حرام اور مکروہ بھی اور ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے
کہ اصل عبادت ہے کذا فی حاشیۃ الطحاوی وفی النوازل لو کان الابن صبیحا فللاب منعہ حتی یلتحی اور نوازل میں ہے کہ اگر بیٹا خوبصورت ہو
تو اسکے باپ کو جائز ہے کہ اسکو سفر حج سے منع کرے داڑھی نکلنے تک ... کذا فی رد المحتار ... وعلی الفور
فی العام الاول عند الثانی واصح الروایتین عن الامام ومالک واحمد ... الکبیر فی الفور فرض ہے پہلے سال میں نزدیک ابی یوسف
اور امام مالک اور امام احمد کے اور امام اعظم کی اصح روایت میں اسواسطے کہ احتیاط یہی ہے کہ اول سال امکان میں ادای حج ہو کیونکہ سال
بھر میں حج کا ایک وقت معین ہے اور موت کا کوئی وقت معین نہیں تو باوجود قدرت کے تاخیر کرنا گویا مصر ہونا ہے اور ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے
جو امام احمد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے اوسکو جلدی کرنا لازم ہے
اسواسطے کہ کبھی آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور سواری گم ہو جاتی ہے اور کوئی حاجت ضروری پیش آجاتی ہے کذا فی العینی شرح الکنز اور امام محمد
کے نزدیک حج علی الفور فرض نہیں بلکہ علی التراخی فرض ہے بشرط عدم فوت فیفسق وترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنین لان تاخیرہ صغیرۃ
وبارتکابہ مرۃ لا یفسق الا بالاصرار بحر ووجہہ ان الفوریۃ ظنیۃ لان دلیل الاحتیاط ظنی ولذا اجمعوا انہ لو تراخی کان اداء
وان اثم بموتہ قبلہ پھر جب حج نے الفور فرض ہوا تو فاسق ہوگا اور اوسکی گواہی مردود ہوگی حج میں تاخیر کرنے سے یعنی چند سال کی تاخیر
سے فسق ثابت ہوگا اسواسطے کہ تاخیر حج کی صغیرہ گناہ ہے اور ایکبار صغیرہ کرنے سے مسلمان فاسق نہیں ہوتا مگر اصرار سے البتہ فاسق ہوتا ہے کذا
فی البحر اور دلیل اس امر کی کہ تاخیر صغیرہ ہے نہ کبیرہ وجہ یہ ہے کہ فی الفور کی فرضیت ظنی ہے اسواسطے کہ دلیل احتیاط کی جیسا کہ قول سابق کے بیان میں
مذکور ہے ظنی ہے نہ قطعی اور گناہ کا کبیرہ ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر قطعی دلیل سے نہ ظنی سے ولہذا فقہا کا اجماع ہے اسپر کہ باوجود قدرت کے اگر
چند سال تاخیر کی اور پھر حج کیا تو یہ حج ادا ہوگا نہ قضا اگرچہ قبل حج کے مرجانے سے گنہگار ہوگا وقالوا ولو لم یحج حتی تلف مالہ وسعہ
ان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ ویرجی ان لا یواخذہ اللہ بذلک ای لو ناویا وفاءہ اذا قدر کما قیدہ فی الظہیریۃ
اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر مقدور والے نے حج نکیا یہانتک کہ اوسکا مال تلف ہو گیا تو اوسکو جائز ہے کہ قرض لیکر حج کرے اگرچہ اوسکو قدرت نہو
ادای قرض کی اور امید ہے کہ حق تعالیٰ اسکا مواخذہ نکریگا اگر بدون ادا کے مرگیا بشرطیکہ اوسکو ادا کرنے کی نیت ہو بعد حصول قدرت چنانچہ یہی قید
عدم مواخذہ کی ظہیریہ میں ہے طحاوی نے کہا کہ تاتارخانیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ ایسی صورت میں قرض لینا ... علی المسلم
مسلم لان الکافر غیر مخاطب بفروع الایمان فی حق الاداء وقد حققناہ فیما علقناہ علی المنار یعنی حج فرض ہے مسلمان پر نہ کافر پر اسلئے
کہ کافر مخاطب نہیں فروعی احکام کے ادا کرنے کے حق میں ہاں ... حق اعتقاد احکام ... مخاطب ہے اور البتہ ہم نے اس مسئلہ اصولی کو شرح منار میں
محقق کیا ہے ... بیان سے تفصیل شرائط حج کی شروع ہوئی تو اجمالاً دریافت کرنا چاہیے کہ شرائط حج کی تین قسم ہیں ایک شرائط وجوب حج کی
اور دوسری شرائط وجوب ادا حج کی اور تیسری شرائط صحت حج کی پس شرائط وجوب کی آٹھ ہیں بنابر قول اصح کے اسلام عقل بلوغ
حریت وقت ... قدرت زاد ... علم ... اور شرائط وجوب ادا کی پانچ ہیں بقول اصح صحت بدن کی قدرت زوال ... خوف
امن راہ ... قیام عدت ... کے حق میں ... زوج یا محرم عورت کے ساتھ اور شرائط صحت حج کی چار ہیں احرام حج ... خاص
... کذا فی منح الغفار ... مستوفی ... فرض ... مکلف ...

جو ایسے قید میں ہو جسکو جانا ہو یا مراد الاحصار ہو اسکے پہونچنے یا دارالحرب میں ایک متقی کے جو دنیا سے باز آئے دو شخصوں کے ساتھ ہو جنکا تقوی اور خلق پر شبہہ ہو تو معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی پر اور مقیدا ور مجنون اور اپاہج پر بقبل فخر الاسلام اور انہیں مسلمانوں پر جو دارالحرب میں ہیں جسے حج اسلام نہیں ہے جو حج فرض نہیں ہوتا ہے جو ضعیف البدن ہو حج فرض ہے تندرست پر تو جانا بدن کا ہے قائم رہنا ہے جسکو دونوں پاؤں نہ ہوں یا اور اپاہج ایسے بوڑھے ہیں جو اونٹ پر نہیں تھم سکتا حج کرنے کو جانا فرض نہیں ہے اور جو فتوی میں سلطان کے موافق قید ہو تو عبادت واسطے جو قید ہیں اور حاکم سے ڈرتا نہیں ہے اوسکو حج کرنے سے روکتا ہو تو قیدی اور خائف کر اور اندھے پر حج فرض نہیں اگرچہ اسکو ہاتھ پکڑ کے لیجانے والا ملے تو بھی اسپر حج فرض نہیں ہے یہ قول اشہر ہے کہ امام سے اسواسطے کہ غیر کی قدرت سے آدمی کو قادر نہیں کہتے کذا فی حاشیہ الطحطاوی ذی زاد یصح بہ بدنہ فالمعتاد اللحم ونحوہ اذا قدر علی خبز وجبن لا یعد قادرا حج فرض ہے صاحب زاد پر ایسا توشہ جسمیں اوسکا بدن صحیح سالم رہے تو جسکو گوشت وغیرہ نفیس خوراک کھانے کی عادت ہو جبکہ اوسکو روٹی اور پنیر پر قدرت ہو اور گوشت کے توشہ پر قادر نہیں گنا جاتا اسواسطے کہ خلاف عادت سے صحت بدن دشوار ہے وراحلۃ مختصۃ بہ وھو المسمی بالمتقب ان قدر والا فشق تھا من الراحلۃ علی المعادۃ اور حج فرض ہے صاحب راحلہ پر جو اسکے سواسطے مخصوص ہو جسکا اوسکو نوبت بنوبت اتر نا چڑھنا نہ پڑے اور راحلہ کو مقتب کہتے ہیں یعنی جسپر کاٹھی ہو الا اونٹ سواری کیواسطے کا فی ہے اگر اوسپر سوار ہو سکے اور اگر کاٹھی پر بیٹھا نہ ہو سکے جیسے مہذب الحال کے اونٹ کرایہ کے تو شرط ہے کہ محمل پر قادر ہو اسواسطے کہ مرفہ الحال ایسے کاٹھی پر سفر نہیں ہو سکتا بلکہ اسطرح اوسکی ہلاکی کا خوف ہے تو ہر شخص کیواسطے وہ راحلہ معتبر ہے جسپر وہ پہونچ جاوے کذا فی المضمرات ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے فرمایا زاد اور راحلہ سے اور ابن عباس سے روایت کی کہ حضرت نے استطاعت سبیل کی زاد و راحلہ سے تفسیر فرمائی راحلہ اونٹنی کو کہتے ہیں جو کجاوہ باندھنے کے لائق ہو اور بعضی جگہوں ہر کب شتر کو راحلہ بولتے ہیں نر ہو یا مادہ کذا فی الصراح للآفاقی لا للمکی یستطیع المشی للشبہ بالساعی الجمعۃ راحلہ شرط ہے آفاقی کیواسطے جو مکہ معظمہ سے دور رہتا ہو نہ مکی کیواسطے جو عرفات تک بیدل چل سکتا ہے اسواسطے کہ مکہ سے عرفات تک چلنا نماز جمعہ کیواسطے اوس کی مشابہ ہے اور اگر بسبب شدت نقاہت کے نہ چل سکے تو اوسکو اسطرح بھی راحلہ شرط ہے کذا فی النہر وافاد انہ لو قدر علی غیر الراحلۃ من بغل وحمار لم یجب قال فی البحر ولم ارہ صریحا وانما صرحوا بالکراہۃ اور اشتراط راحلہ سے مصنف نے اشارہ کیا کہ اگر راحلہ کے سوا اور سواری پر قدرت ہو جیسے خچر یا گدہے پر تو حج واجب نہ ہوگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اس مسئلہ کو کتب فقہ میں صراحۃ نہیں دیکھا اور فقہا نے تو گدہے اور خچر کی سواری کی کراہت حج کیواسطے صاف بیان کی ہے یعنی کراہت تنزیہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حاشیہ تحفۃ الاخیار میں حلبی نے کہا کہ سوا اونٹ کے اور سواری سے حج کو نہ واجب کہنا مسلم نہیں اسواسطے کہ ہر چند اصل لغت میں راحلہ اونٹ کو کہتے ہیں لیکن راحلہ سے مراد وہ ہے جسپر سواری ہو جیسا کہ قہستانی نے تصریح کی ہے کہ راحلہ سے مراد وہ ہے جسپر انسان سوار ہو اور ضروریات سفر مثل کھانے اور پینے اور لباس وغیرہ کے اوسپر لادے جاتے اور کتنے انہی اور شرح منسک متوسط میں ہے کہ شرط وجوب حج یہ ہے کہ مسلمان قادر ہو اونٹ یا گھوڑے یا خچر پر لیکن گدہے کی سواری مسافت بعیدہ میں مکروہ ہے تکلیف کثیرہ کے سبب سے وفی السراجیۃ الحج راکبا افضل منہ ماشیا وفی المقتب افضل من المحارۃ اور سراجیہ میں ہے کہ سوار ہو کر حج کرنا بہتر ہے پیادہ چلکر حج کرنے سے اسواسطے کہ پیدل چلنے والا مشقت سے بدمزاج ہو جاتا ہے اور رفیقوں سے سخت کلامی کرتا ہے اور اگر بدمزاج نہو تو پیدل افضل ہے سواری سے اور کاٹھی والے اونٹ پر سوار ہونا محمل سے افضل ہے کہ اسمیں ریا اور فخر کا خوف نہیں کذا فی الطحطاوی وفی اجارۃ الخلاصۃ حمل الجمل ثمان واربعون منا والحمارۃ خمسون والظاھران البغل کالحمار اور خلاصہ کی کتاب الاجارہ میں ہے کہ اونٹ کا بوجھ اڑتالیس من ہے اور گدھے کا بوجھ پچاس من اور ظاہر یہ ہے کہ خچر بوجھ میں گدہے کی برابر ہے ہر شرعی من ہم استار کا ہے اور ہر استار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وھب لہ الاب مالا یحج بہ لم یجب قبولہ لان شرائط الوجوب لا یجب تحصیلہا وھذا منہا

باتفاق الفقهاء خلافاً للاصولیین اور اگر باپ اپنی بیٹی کو مال دیوے حج کرنے کیواسطے تو اوسپر اوس کا قبول کرنا واجب نہیں اسواسطے کہ وجوب کی شرط ملک
حاصل کرنا واجب نہیں اور یہہ یعنی قدرت زاد و راحلہ کی شرائط وجوب سے ہے باتفاق فقہا بخلاف اہل اصول کے کیونکہ انکے نزدیک وجوب ادا کی شرائط سے ہے
فضلاً عما لابد منه کما مرّ فی الزکوة یعنی زاد و راحلہ فاضل ہو ضروریات سے جنکا بیان گذرا اوسکی تصریح کتاب الزکوۃ میں ہے اور منح الغفار میں ہے کہ ضروریات
انسانی جیسے رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور استعمال کا لباس اور اسباب خانگی تو ان چیزوں کے ہونے سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی ومنه المسکن
ومرمته ولو کبیراً یمکنه الاستغناء ببعضه والحج بالفاضل فانه لا یلزمه بیعه نعم هو الافضل وعلم به عدم لزوم بیع الکل و
الاکتفاء بسکنی الاجارة بالاولی اور ضروریات میں داخل ہے گھر اور اسکی مرمت اگرچہ ایسا بڑا گھر ہو کہ اوسمیں سے تھوڑا سا مکان رہنے کو کفایت کرے اور باقی
بیچکر حج ہو سکے تو بھی زائد گھر اور حاجت کا بیچنا حج کیواسطے اوسپر لازم نہیں ان زائد مکان کا بیچنا البتہ اور حج کیواسطے افضل ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سب
مکان کا بیچنا اور کرایہ کے مکان میں رہنا بطریق اولیٰ لازم نہیں وکذا لو کان عنده مال واشتری به مسکناً وخادماً لا یبقی بعده ما یکفی
الحج لا یلزمه خلاصه اور اسیطرح اگر ایک شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اگر اس مال سے گھر اور خادم کو مول لیوے تو اوسکے پاس اتنا مال باقی نرہے
جو حج کو کفایت کرے تو اوسپر لازم نہیں کہ حج ہی کرے اور گھر نہ لے کذا فی الخلاصة اسواسطے کہ یہہ مال حاجت اصلی سے زائد نہیں اور حج فرض نہیں ہوتا مگر
اوس مال سے جو حاجت اصلی سے زیادہ ہو وحرّر فی النهر انه یشترط بقاء رأس مال لحرفته ان احتاجت لذلک والا لا اور تحریر کی ہے
نہر الفائق میں کہ وجوب حج میں باقی رہنا راس المال کا اپنے پیشہ کیواسطے شرط ہے اگر اوسکو پیشہ میں مال کی حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو بقای مال شرط نہیں
خلاصہ یہہ ہے کہ پیشہ والے حرفہ کیواسطے بعد حج کے بقای مال شرط نہیں چنانچہ درزی کہ اوسکے پیشہ میں مال کی حاجت نہیں بخلاف کاشتکار کے کہ وہ آلات کاشتکاری
کا محتاج ہے اور سوداگر کی کہ بدون مال کے تجارت نہیں ہوسکتی وفی الاشباه معه الف وخاف العزوبة ان کان قبل خروج اهل بلده فله التزوج
ولو وقته لزمه الحج اور اشباہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اور وہ مجرد رہنے سے ڈرتا ہے تو اگر حج کے قافلہ چلنے سے پہلے وہ ہزار کا مالک ہوا
تو اوسکو نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر شہر سے قافلہ چلنے کیوقت مالک ہوا تو اوسپر حج لازم ہے وشهر عطف علی نفقة عیاله ممن تلزمه نفقته لتقدم
حق العبد اور زاد و راحلہ زیادہ ہو اوسکے اہل و عیال کے خرچ سے اہل و عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جنکا نفقہ اوسپر لازم ہو بسبب مقدم ہونے حق العبد کے یعنی
عبد کا حق خدا کے حق پر مقدم ہے بحکم شرع اسواسطے کہ خدا بے نیاز ہے اور بندہ محتاج الی حین عوده وقیل بعده بیوم وقیل بشهر توشہ زائد ہو
عیال کے خرچ سے حج سے پھرنے تک اور بعضے علما نے کہا کہ بعد پھرنے کے ایک دن کا نفقہ زیادہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ مہینے کا نفقہ زیادہ ہو اور ایک
دلیل روایت امام محمد اور حسن کی روایت ابو یوسف سے اور نفقہ سے متوسط نفقہ مراد ہے نہ تنگی کا نہ اسراف کا کذا فی حاشیة الطحطاوی مع امن الطریق
بغلبة السلامة امن راہ کے بسبب غلبہ سلامتی کے یعنی امن ایک شرط ہے وجوب حج کی اسواسطے کہ بدون امن کے حصول حج متعسر ہے اور امن قافلہ
جانے کیوقت چاہیے اگرچہ غیر وقت میں امن نہو اور امن راہ سے مراد یہہ ہے کہ لوگ اکثر باسلامت آتے جاتے ہوں اور خوف قلیل الوجود معتبر نہیں
اور یہی قول فقیہ ابو اللیث کا مختار ہے اور یہی معتمد ہے اسکے سوا اور اقوال لائق اعتماد کے نہیں اور جس ملک سے بدون سواری جہاز کے حج نہو سکتا ہو
چنانچہ ہندوستان سے تو ایسے ملک کے سقوط حج میں اختلاف ہے کرمانی نے کہا کہ اگر سمندر میں سلامتی غالب ہو اور اُس ہند سے سواری جہاز کی مروج ہو تو
حج واجب ہے اور اگر غلبہ سلامتی کا نہیں تو حج بھی واجب نہیں اور یہی قول اصح ہے کذا فی منح الغفار هم بالفعل ہندوستان میں امن راہ خشکی اور تری میں
بخوبی حاصل ہے اور شوق جانفزائی کی بسبب اختلاط نصاریٰ کے جو اب حاصل ہے کبھی نتھی تو اب اہل ہند پر وجوب حج میں ہرگز تردد نہیں ہزاروں شخص
ہر سال ہند سے جاتے ہیں اور حج کرکے باسلامت پھر آتے ہیں ولو بالرشوة علی ما حققه الکمال اگرچہ امن راہ رشوت دیکر حاصل ہو بنا بر تحقیق کمال الدین
محقق کے یعنی اگر قطاع الطریق کو رشوت دیکر امن حاصل ہو تو رشوت دینا دفع ظلم ظالم کے واسطے جائز ہے اور حرام وہ رشوت ہے جو کسیکی حق تلفی کیواسطے
وسیجی آخر الکتاب ان قتل بعض الحجاج عذر اور آخر کتاب میں آویگا کہ مقتول ہونا بعضے حاجیوں کا عذر ہے یعنی اگر ہر سال یا اکثر کچھ حجاج مارے

جاتے ہون تو شفوط ہو جنین عذر مرجح ہو اسواسطے کہ غلبہ سلامتی کا نہین وهل مایوخذ فی الطریق من المکس والخفارة عذر قولان والمعتمد
کما فی القنیة والمجتبی وحلیة الفتوی عدمه قیمت فی الفاضل عما لابد منه القلب ذلط المکس علی کما فی مناسک الطرابلسی اگر
راہ مال خرابطریق دو یک اور راہ داری کے لیا جاتا ہو راہ مین عذر ہوسکتا ہے سقوط حج کا اسمین دو قول ہین اور قول معتمد یہ ہے کہ اسطرح ریا المخ
کذا فی القنیة والمجتبی اور اسی قول پر فتوی ہے تو اسصورت مین ایسے مال دینے کی قدرت کو بھی زائد از ضروریات مین حساب کرنا چاہیے اسطرح مناسک
طرابلسی کی مناسک مین ہے وعمر ذ دیع او محرم والعبد اوذمیا او رضاعا اور شرط ہے ساتھ ہونا زوج یا محرم کا اگرچہ زوج اور محرم غلام ہو یا
ذمی محرم ہو یا رضاعی ہو محرم عورت کا وہ ہے جسکا ہمیشہ نکاح اُس عورت سے درست نہو خواہ نسب سے یا رضاعت یا مصاہرت سے کذا فی النہر مسلم اور ابوداؤد
مین حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مومنہ کو حلال نہین تین منزل یا زیادہ سفر کرنا بدون اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے یا
شوہر یا محرم کے کذا فی العینی شرح الکنز بالغ فیدلهما فی النہر بحثا بالغ زوج اور محرم دونو کی قید ہے کما فی النہر بحثا تو اگر زوج یا محرم صغیر ہو
تو عورت پر حج واجب نہوگا عاقل ہمراہی زوج یا محرم مین ہوشیاری کی شرط ہے تو مجنون زوج یا محرم سے وجوب نہین والمراهق کبالغ جوهرة اور قریب
البلوغ بالغ کی مانند ہے کذا فی الجوهرة غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظهما بشرطیکہ محرم مجوسی نہو اور مسلم فاسق نہو بسبب عدم حفاظت دونو کے
اسواسطے کہ مجوسی کے دین مین ماہین حلال ہے اور فاسق بھی لائق اعتماد کے نہین مع وجوب النفقة لمحرمها علیها لانه محبوس علیها ساتھہ وجوب
ہونے نفقہ محرم کے عورت پر یعنی جب محرم ساتھہ ہوا تو اوسکا نفقہ عورت پر واجب ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے کام مین بند ہو گیا کما مر آنفا وهل یلزمها التزوج
فی سفر حج مین حرہ عورت کیواسطے زوج یا محرم مشروط ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو هل یلزمها التزوج هو لا ان اور کیا لازم ہے عورت کو نکاح
کرلینا اسمین دو قول ہین یعنی اگر عورت مالدار ہو اور اوسکا کوئی محرم نہو تو وہ حج کیواسطے نکاح کرلے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اوسپر نکاح لازم نہین
ولیس عبدها بمحرم لها اور عورت کا غلام عورت کا محرم نہین اگرچہ وہ خصی ہو تو غلام کے ساتھہ سفر کرنا حرام ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی عن البزازیة
ولیس لزوجها منعها عن حجة الاسلام اور زوج کو جائز نہین کہ عورت کو حج اسلام سے منع کرے یعنی حج فرض سے بشرط محرم ہان حج نفل سے روک سکتا ہے
ہے کذا فی منح الغفار ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة اور اگر عورت نے بدون محرم کے حج کیا تو جائز ہوگا کراہت کے ساتھہ کراہت سے مراد کراہت
تحریمی ہے کذا فی الطحطاوی ومع عدم عدة علیها مطلقا ایة عدة کانت ابن ملک اور بشرطیکہ عورت پر مطلقا عدت نہو کوئی عدت کیون نہو
خواہ عدت وفات کی خواہ طلاق بائن یا رجعی کی کذا صرح ابن ملک والعبرة لوجوبها ای للعدة المانعة من سفرها وقت خروج اهل بلدها
کذا فی سائر الشروط اور اعتبار اوس عدت کے واجب ہونیکا جو عورت کو سفر سے مانع ہے اوسکی شہر والون کے نکلنے کیوقت کا ہے یعنی جب اہل شہر حج کیواسطے
نکلین اگر عورت عدت مین ہوگی تو سفر حج نکرسکیگی کہ عدت مین سفر کرنا جائز نہین اور اگر بعد سفر کیلئے کے عدت واجب ہوئی تو اوسکی تفصیل کتاب العدة
مین مذکور ہے اور چنانچہ اعتبار وجوب عدت کا خروج کیوقت معتبر ہے اسیطرح سب شروط سابقہ کا اعتبار خروج ہی کیوقت ہے یعنی اسلام اور حریت
اور عقل اور بلوغ اور صحت بدن اور بینائی اور قدرت زاد اور راحلہ کو وقت خروج معتبر ہے نہ قبل خروج کے نہ بعد خروج کے مثلا قبل خروج قافلہ
مقدور زاد و کا تہا اور خروج کیوقت مفلس ہوگیا یا خروج کیوقت مفلس تہا اور بعد قافلہ چلے جانے کے مقدور والا ہو گیا تو اُس سال کا حج اُسپر لازم
نہین فلو احرم صبی عاقل واحرم عنه ابوه صار محرما وینبغی ان یجرده قبله ویلبسه ازارا ورداء مبسوط وظاهره ان احرامه
عنه مع عقله صحیح فمع عدمه اولی سو اگر احرام باندہا صغیر ہوشیار نے یا اوسکی طرف سے اوسکے باپ نے اوسکا احرام باندہا تو دونون طرح سے صغیر محرم
ہوگا اور باپکو چاہیے کہ صغیر کو لباس سے برہنہ کرے اور اوسکو تہبند اور چادر پہنا دے کذا فی المبسوط اور مبسوط کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ صغیر
کہ باپ کا صغیر کیطرف سے باوجود اوسکی عقل اور ہوش کے صحیح ہے تو اوسکی بیہوشی مین بطریق اولی صحیح ہوگا احرام باندہ دینا باپ کا اوسکی طرف سے صحیح ہوگا فسلم
او عبد فعتق قبل الوقوف فمضی کل علی احرامه لم یسقط فرضهما لانعقاده نفلا پھر صغیر احرام باندہنے کے بعد بالغ ہوگیا یا غلام جسکا

باندہکر آنا ادا ہوگیا قبل ٹہرنے عرفات کے پہر اوسی اگلی احرام پر پہر ایک چلا گیا یعنے دوسرا احرام نہ باندہا تو دونون کا فرض حج ساقط ہوگا اسلئے
کہ شروع ہوسے نفل تہا پہر نفل کی نیت سے فرض کیونکر ادا ہو تو بعد بلوغ اور آزادی کے حج فرض صبی اور عبد پر لازم رہیگا فلو جدد الصبی الاحرام
قبل وقوفہ بعرفۃ ونوی حجۃ الاسلام اجزاہ پہر اگر صبی نے بعد بلوغ کے نیا احرام باندہا قبل وقوف عرفات کے اور اُس احرام جدید سے
فرض حج کی نیت کی تو کافی ہے یعنی فرضیت ادا ہوگی ہم احرام جدید اسطرح کرنا چاہیے کہ میقات تک پلٹ جاوے اور وہان دوسرا احرام باندہکر
حج کی نیت سے لبیک کہے ولو فعل العبد کالعتق ذلک التجدید المذکور لم یجزہ لانعقادہ لازما بخلاف الصبی والکافر والمجنون
اور اگر آزاد غلام اسطرح سے نیا احرام باندہیگا تو اوسکو کفایت نکریگا یعنی اوس سے فرض حج ساقط ہوگا اسواسطے کہ غلام پر نفل حج شروع کرنے سے لازم
ہوگیا تو اوسکو توڑ نہین سکتا بخلاف صبی اور کافر اور مجنون کے اسواسطے کہ صبی کا احرام لازم نہین تو اوسکو احرام توڑنا جائز ہے اور کافر کا احرام
سرے سے صحیح نہین بسبب عدم اہلیت کے والحج فرضہ ثلثۃ الاحرام اور حج مین تین کام فرض ہین اول احرام باندہنا فرض وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل
ہو جاوے اور سال آیندہ مین اوسکی قضا لازم آوے وہو شرط ابتداء وله حکم الرکن انتہاء حتی لم یجز لفائت الحج استدامته لیقضی
من قابل اور احرام شرط ہو باعتبار ابتدا کے ولہذا اوسکی تقدیم حج کے مہینون پر جائز ہے جیسے وضو قبل وقت نماز کے جائز ہے اور احرام کو رکن
کا حکم ہے باعتبار انتہا کے تا اینکہ جسکا احرام باندہ کر حج فوت ہوگیا ہو اوسکو احرام کا باقی رکہنا تاکہ سال آیندہ اُسی حج کی قضا کرے جائز نہین اور
اگر شرط ہوتا ہر طرح سے تو اوسکا باقی رکہنا جائز ہوتا والوقوف بعرفۃ فی اوانه سمیت بها لان آدم علیه السلام وحوا تعارفا فیها ۲ اور دوسرا
فرض عرفات کا ٹہرنا ہے اوسکے خاص وقت مین عرفات کا نام اسواسطے رکہا گیا کہ آدم اور حوا علیہ السلام مین وہین تعارف ہوا یعنی بہشت سے زمین پر متفرق
اوترے تہے پہر بعد مدت عرفات مین یکجا ہوئے اور ایک نے دوسرے کو پہچانا ومعظم طواف الزیارۃ وہما رکنان اور تیسرا فرض اکثر طواف زیارت اور
دونون یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارۃ رکن ہین حج کے لیکن وقوف عرفات زیادہ تر ہے طواف سے اسواسطے کہ جماع قبل وقوف سے حج فاسد ہوجاتا ہے اور
جماع قبل طواف سے فاسد نہین ہوتا کذا فی العالمگیریۃ وواجبه نیف وعشرون اور واجبات حج کے بیس اور کئی ہین چنانچہ چہبیس کام ہین چنانچہ
شمار واجبات کا رقم ہندسہ سے معلوم ہوگا واجب وہ ہے جسکے ترک سے حج باطل نہین ہوتا بلکہ ذبح کرنا لازم آتا ہے وقوف جمع وهو المزدلفة سمیت
بذلک لان آدم اجتمع مع حوا وازدلف الیها ای دنا منها ۱ ٹہرنا جمع کا یعنے مزدلفہ کا اوسکا مزدلفہ اسواسطے نام ہوا کہ آدم حوا کے
ساتہہ وہان جمع ہوئے تہے اور اوس سے قریب ہوگئے والسعی وعند الائمۃ الثلثۃ هو رکن بین الصفا سمی به لانه جلس علیه آدم صفوۃ الله والمروۃ
لانه جلس علیها امرأته وهی حوا ولذا انثت ۲ اور چلنا صفا اور مروہ کے درمیان اور تینون اماموں کے نزدیک سعی کرنا رکن ہے صفا اور
مروہ دو پہاڑیان ہین مسجد الحرام کے پاس صفا اسواسطے اوسکا نام ہوا کہ آدم صفی اللہ اوسپر بیٹہے تہے اور مروہ اسواسطے نام ہوا کہ امرأۃ یعنی عورت اوسپر
بیٹہی عورت سے حوا مراد ہین اور اسیواسطے لفظ مروہ مونث ہے ہم بعض علما نے وجہ تسمیہ یون بیان کی ہے کہ صفا ایک مرد کا نام تہا اور مروہ ایک عورت کا نام
تہا سو دونون نے بیت اللہ مین حرام کاری کی حق تعالی نے اونکو پتہر کر ڈالا وہ دونون صورتون کو دونون پہاڑیون پر لوگون کی عبرت کیواسطے رکہہ دیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی واللہ اعلم ورمی الجمار لکل من یحج ۳ اور کنکریان مارنا جمرات ثلثہ پر ہر حج کرنیوالے کو خواہ قارن ہو خواہ متمتع خواہ منفرد وطواف
الصدر ای الوداع للآفاقی غیر الحائض ۴ اور طواف الصدر یعنی رخصت کا طواف آفاقی کو سوائے حائض کے تو مکی اور بستانی اور حائضہ پر طواف
الصدر واجب نہین والحلق او التقصیر ۵ اور سر منڈانا یا بال کترانا وانشاء الاحرام من المیقات ۶ اور احرام کا شروع کرنا میقات سے
یعنی احرام کے مقام سے ومد الوقوف بعرفۃ الی الغروب ان وقف نہارا ۷ اور دراز کرنا وقوف عرفات کا غروب آفتاب تک اگر دن مین وقوف کیا ہو
یعنی دن مین اسکے پہر رات کے وقوف کو جمع کرنا واجب ہے والبداءۃ بالطواف من الحجر الاسود علی الاشبه لمواظبته علیه السلام علیها وقیل فرض
وقیل سنۃ ۸ اور واجب ہے حجر اسود سے طواف کا شروع کرنا بنابر اشبہ قول کے اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ابتدا طواف حجر اسود سے کرتے

اور بعضون کے نزدیک یہہ فرض ہے اور بعضون کے نزدیک سنت ہے والتیامن فیہ ای فی الطواف فی الاصح ۹ اور طواف کرنا داہنی طرف سے کرنا یہ قول اصح کے یعنی جب حجر اسود کے مقابل کھڑا ہو تو اپنی داہنی جانب سے طواف کرے جدہر ملتزم اور دروازہ ہے بیت اللہ کا والمشی فیہ لمن لیس لہ عذر یمنعہ منہ ولو نذر طوافا زحفا لزمہ ماشیا ولو شرع متنفلا زحفا فمشیا افضل ۱۰ اور واجب ہے طواف مین اونپر پانو چلنا جسکو ایسا عذر نہین ہو چلنے کا مانع ہو اور جسنے نذر مانی طواف کی زمین گہسٹکر تو اوسپر پیدل طواف کرنا لازم ہے اور اگر نفل طواف زمین پر گہسٹکر شروع کیا تو اوسکو طواف مین پانون سے چلنا افضل ہے والطہارۃ فیہ من النجاسۃ الحکمیۃ علی المذہب قیل والحقیقیۃ من ثوبہ وبدنہ ومکان الطواف والاکثر علی انہ سنۃ مؤکدۃ کما فی شرح لباب المناسک ۱۱ اور طواف مین طہارت نجاست حکمی سے واجب ہے بنا بر قوی مذہب اور قول ضعیف یہہ ہے کہ طہارت نجاست حقیقی کی کپڑے اور بدن اور طواف کے مکان سے واجب ہے اور اکثر علما کا یہہ قول ہے کہ نجاست حقیقی کی طہارت سنت مؤکدہ ہے نہ واجب چنانچہ لباب المناسک کی شرح مین مذکور ہے وستر العورۃ فیہ ویکشف ربع العضو فاکثر کما فی الصلوۃ یجب الدم ۱۲ اور ستر لگانا ڈہکنا طواف مین اور جو تہائی عضو یا زیادہ کہلگئی سو طواف مین ذبح کرنا واجب ہوتا ہے چنانچہ کشف عضو کا بیان کتاب الصلوۃ مین گذرا

ولو بدایۃ السعی بین الصفا والمروۃ من الصفا ولو بدا بالمروۃ لا یعتد بالشوط الاول فی الاصح ۱۳ اور صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی کو صفا سے شروع کرنا اور اگر مروہ سے شروع کریگا تو شوط اول مین اوسکا شمار نہوگا قول اصح مین یعنی اول مروہ سے چلنا صفا تک یہہ شوط اول مین داخل نہین بسبب ترک واجب کے بلکہ شوط اول عبارت ہے ابتدا ہی صفا سے مروہ تک والمشی فیہ ای فی السعی لمن لیس لہ عذر کما مر ۱۴ اور چلنا سعی مین جسکو چلنے مین کچھہ عذر مانع نہین چنانچہ طواف مین مذکور ہوا وذبح الشاۃ للقارن والمتمتع ۱۵ اور ذبح کرنا بہیڑ بکری کا قارن یا متمتع کو وصلوۃ رکعتین لکل اسبوع من ای طواف کان فلو ترکہا هل علیہ دم قیل نعم فیوصی بہ ۱۶ اور دو رکعت نماز پڑہنا واجب ہے سات بار بیت اللہ کے گرد گہومنے کے بعد کوئی طواف کیون نہو یہانتک کہ طواف نفل مین بہی دو رکعتین واجب ہین سو اگر دو رکعت کو طواف کرنیوالے نے ترک کیا تو اوسپر ذبح کرنا کیا واجب ہے بعضے علمانے کہا کہ ہان واجب ہے تو اگر قبل ذبح کے موت اوسکو آوے تو ذبح کرنے کی وصیت کرجاوے والترتیب الآتی بیانہ بین الرمی والحلق والذبح یوم النحر ۱۷ اور ترتیب کرنا درمیان کنکریان مارنے اور سر منڈانے اور ذبح کرنے کے قربانی کے دن چنانچہ بیان اس ترتیب کا آویگا واما الترتیب بین الطواف وبین الرمی والحلق فسنۃ فلو طاف قبل الرمی والحلق لا شئ علیہ ویکرہ لباب اور وہ ترتیب جو طواف کے درمیان اور کنکریان مارنے اور سر منڈانے کے درمیان مین ہے سو تو سنت ہے واجب نہین تو اگر طواف کیا قبل رمی اور حلق کے تو کوئی چیز اوسپر لازم نہین لیکن مکروہ تنزیہی ہے بسبب ترک سنت کے کذا فی لباب المناسک وسیجئ ان المفرد لا ذبح علیہ فتحققہ اور آگے آویگا کہ منفرد پر یعنی جو فقط حج کی نیت کرے بلا قران وبلا تمتع اوسپر ذبح واجب نہین اور عنقریب باب الجنایات مین ہم اسکی تحقیق کرینگے وفعل طواف الافاضۃ ای الزیارۃ فی یوم من ایام النحر ۱۸ اور طواف الافاضہ یعنی طواف الزیارۃ کا کرنا کسی دن مین قربانی کے دنون سے ومن الواجبات کون الطواف وراء الحطیم ۱۹ اور واجبات سے ہے طواف کرنا بیت اللہ کا حطیم کے ساتھہ حطیم اس جگہہ کا نام ہے جو بیت اللہ کی جانب مغرب اور شمال واقع ہے اوسکو گرد چھوٹی دیوار ہے کمان کی مانند حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مین حطیم بیت اللہ کے اندر داخل تھی قریش نے ایام جاہلیت مین جب کعبہ بنایا تو بسبب قلت مصارف کے حطیم کو کعبہ سے جدا کردیا پہر جب حطیم بیت اللہ مین داخل ٹہری لہذا طواف مین اوسکا داخل کرنا واجب ہوا اور فرض اسواسطے نہوا کہ دخول اوسکا بیت اللہ مین بدلیل قطعی ثابت نہین واللہ اعلم وکون السعی بعد طواف معتد بہ ۲۰ اور سعی کا ہونا بعد ایسے طواف کے جو شمار کے لائق ہے یعنی چار شوط یا زیادہ کے بعد ہو اسلیے کہ دو تین شوط سے طواف معتبر نہین وتوقیت الحلق بالمکان والزمان ۲۱ اور سر منڈانے کی تعیین مکان خاص اور زمانہ مخصوص مین یعنی حلق کرنا حرم کے اندر ایام نحر مین واجب ہے وترک المحظور کالجماع بعد الوقوف ۲۲ اور ممنوعات غیر مفسدہ کا ترک کرنا بعد وقوف عرفات کے

واجب ہو جیسا کہ جماع یا دونوں کے جماع سے فاسد ہو جانا مس المخیط ۲۴ اور جس پر سلے لباس کے پہننے کو ترک کرنا واجب تھا
والوجہ ۳ اور سر کو ڈھکنا والتطیب ۲۵ اور چہرہ کو ڈھکنا والتطیب کما یجب بترکه دم فهو واجب ہے اور یہ کہ فی الفتح وسیتضح
فی الجنایات اور قاعدہ کلیہ واجبات حج کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس فعل کے ترک کرنے سے دم کرنا واجب ہو تو وہ فعل واجب ہے جیسا کہ
ملتقی میں ہے اور جن افعال سے دم کرنا لازم ہوتا ہے اونکا بیان باب الجنایات میں انشاء اللہ تعالی ہوگا شارح نے بعد شمار واجبات کے قاعدہ دریافت
واجبات کا اسواسطے بیان کیا کہ واجبات جو ان ۳۵ امور میں منحصر نہیں ہیں کہ حج کرنا عرفات سے امام کے ساتھ واجبات سے ہے اور حالانکہ اسکو
مصنف نے ذکر کیا نہ شارح نے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شرح وقایہ اور قدوری میں پانچ چیزوں کو واجب کہا یعنی وقوف مزدلفہ اور سعی بین الصفا
والمروہ اور رمی جمار اور طواف الصدر اور حلق راس کو اور کہا ہے کہ سوائے فرائض اور ان واجبات کے باقی افعال سنت ہیں یا مستحب حالانکہ یہ صحیح
نہیں اسواسطے کہ واجبات پانچ میں منحصر نہیں اور ایسے مقام میں شمار کرنا حصر کا مفید ہوتا ہے کذا فی منح الغفار **فائدہ جلیلہ** اکثر کتب معتبرہ
میں افعال خمسہ مذکورہ کو واجبات میں شمار کیا ہے اور بعضی کتابوں میں دریافت واجبات کا ضابطہ مذکورہ مندرج ہے چنانچہ ملتقی الابحر سے
شارح نے نقل کیا اور کسی نے انحصار کرنا واجبات کو ضرور نہیں جانا بخیال تکرار کے اسواسطے کہ جنایات میں اسکی خود تصریح موجود ہے لیکن
ماتن اور شارح نے ۳۵ واجبات شمار کئے واسطے مزید بصیرت کے رحمۃ اللہ علیہما وغیرها سنن وآداب کان یوسع فی النفقۃ ویحافظ علی
الطهارة وعلی صون لسانه ۱۹ اور فرائض اور واجبات کے سوا باقی افعال سنت ہیں اور مستحب چنانچہ کشائش اور فراغت سے خرچ کرنا اپنے اوپر اور
متعلقین کے اوپر اسلئے کہ حج میں خرچ کرنا ثواب میں جہاد کے خرچ کی برابر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہمیشہ باطہارت رہنا اور زبان کو غیبت اور
سخت گوئی اور دشنام سے بچانا ہر چند زبان کا روکنا ہمیشہ بہتر ہے علی الخصوص حج میں زیادہ تر اسکا اہتمام لازم ہے قال اللہ تعالی فمن فرض
فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ویستاذن ابویه ودائنه وکفیله اور مستحب ہے حج کی اجازت لینا اپنے ماں اور باپ سے اور
قرضخواہ سے اور قرض کے ضامن سے اگر اسکی کہنے سے اوسنے ضمانت کی ہو اور اگر اسکو بدون امر کے وہ ضامن ہوا ہو تو اجازت کی کچھ حاجت نہیں
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویودع المسجد برکعتین ومعارفه ویستحلهم ویلتمس دعاءهم اور مستحب ہے محلہ کی مسجد سے دو رکعت نماز پڑھکر
رخصت ہونا اور اپنے دوستوں سے رخصت ہونا تاکہ وہ دعائے خیر کریں اور مستحب ہے دوستوں اور آشناؤں سے اپنے قصور معاف کروانا اور ان سے دعا
کی درخواست کرنا فتح القدیر میں ہے کہ سفر کے وقت خود رخصت ہونے کو جاوے اور جب حج کر کے آوے تو دوستوں کو اسکے پاس آنا چاہیے ویتصدق
بشیء عند خروجه ویخرج یوم الخمیس فقد خرج علیه السلام فی حجة الوداع او الاثنین او الجمعة بعد التوبة والاستخارة ای
فی انه هل یشتری او یکتری وهل یسافر برا او بحرا وهل یرافق فلانا او لا لان الاستخارة فی الواجب والمکروه لا محل لها ف
تحفة منح الغفار اور مستحب ہے کچھ خیرات کرنا سفر کے وقت اسواسطے کہ صدقہ دافع بلا کا ہے اور سنت ہے سفر کرنا پنجشنبہ کے دن اسواسطے کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اسیدن سفر کیا تھا یا دوشنبہ یا جمعہ کے دن سفر کرنا مستحب ہے بعد توبہ اور استخارہ کرنے کے یعنی انمیں استخارہ کرے
کہ سواری کو مول لے یا کرایہ کرے اور سفر خشکی میں کرے یا دریا میں اور فلانے شخص کو اپنا رفیق سفر کا کرے یا نکرے اور یوں استخارہ نکرے کہ میں حج
کروں یا نکروں اسواسطے کہ واجب اور مکروہ میں استخارہ نہیں ہے ع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست + اور پورا بیان اسکا نہر الفائق میں
ہے اور باقی مضمون نہر الفائق کا یوں ہے کہ استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور دوسری
رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے پھر استخارہ کی دعا جو احادیث میں ثابت ہے پڑھے پھر توبہ کرے شرائط توبہ کی تمام کرنے کے ساتھ یعنی حق تلفی کی
ہو انسے معاف کرا دے اور جسکا مال چوری یا دغابازی یا غصب یا رشوت سے لیا ہو اوسکو پھیر دے حتی الامکان اور جن عبادات میں قصور ہوا ہو
قضا کرے اور جو گناہ ہوا ہے اس سے نہایت شرمندہ ہو اور مصمم ارادہ کرے کہ پھر ان گناہوں کو نکریگا اسواسطے کہ اس عالی شاہنشاہ کے دربار میں ان نجاستوں

کو لیجانا کمال بے ادبی ہے اور نفقہ حلال کی طلب مین نہایت کوشش کرے اور اس سفر مین ضرور ہے رفیق صالح کی صحبت کہ غفلت کیوقت مین ہوشیار کر دے اور بیصبری اور ناشکیبائی کیحالت مین صبر کی تعلیم کرے اور جب یہہ عاجز ہو تو وہ اعانت کرے اور حج کرنیوالے کو مناسب ہے کہ کرایہ والیکو اپنا اسباب دکھلا دیوے اور بدون اوسکی اجازت کے زیادہ سواری پر نہ لادے اور بعد اجازت کے بھی جانور کی طاقت سے زیادہ بوجھ نرکھے اور سفر حج مین بہتر یہہ ہے کہ تجارت کی نیت نکرے اگرچہ تجارت سے ثواب کم نہین ہوتا مانند غازی کی اور لازم ہے کہ اس سفر مین ریا اور سمعہ اور تفاخر سے آپکو بچا دے ولہذا محمل کی سواری بعضے علما نے مکروہ جانی ہے انتہی ما فی البحر الفائق اور فتح القدیر مین ہے کہ تحصیل نفقہ حلال مین کوشش بلیغ لازم ہے اسواسطے کہ حرام نفقہ سے حج مقبول نہین ہوتا اگرچہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور سقوط حج اور عدم قبول حج مین کچھ مخالفت نہین عدم قبول کی یہہ معنی کہ ثواب حاصل نہین ہوتا اور سقوط کا یہہ مطلب کہ آخرت مین عذاب نہین جیساکہ تارکین حج کو ہوگا اور فتاوی قاضیخان مین ہے کہ جب آدمی کے پاس حلال مال ہو اور اوسمین کچھ شبہہ ہو حرمت کا تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ نفقہ حج کیواسطے قرض لے اور اپنے اوس مال سے قرض کو ادا کرے اور ینابیع مین ہے کہ عیال کا خرچ دیجا دے اور خوش خرم سفر کرے اور راہ مین تقوی اختیار کرے اور ذکر اللہ کی کثرت کرے اور بدخلقی اور غضب سے پرہیز کرتا رہے اور لوگونکی بدخلقی اور غصہ سہا کرے حلم اور بردباری کرتا رہے کذا فی العالمگیریۃ اور سفر کی دعائین حصن حصین وغیرہ کتب احادیث سے یاد کرلے یا لکھہ لے تاکہ اونکو اپنے موقع پر پڑہا کرے ہم یہہ مستحبات اور آداب سفر تھے جو بقدر ضرورت مذکور ہوئے اب سنن اور ممنوعات حج کو دریافت کرنا چاہیئے طواف القدوم اور طواف مین رمل کرنا یعنی اکڑنا اور صفا مروہ کے اندر دو سبز میناروں کے درمیان شتاب چلنا اور ایام نحر کی راتون مین منا مین رہنا اور عرفہ کے دن بعد طلوع آفتاب کے منا سے عرفات کو جانا اور مزدلفہ سے منا کیطرف چلنا قبل طلوع آفتاب کے سنت ہے کذا فی فتح القدیر اور مزدلفہ مین رات کو رہنا سنت ہے اور جمرات ثلثہ کی رمی مین ترتیب سنت ہے کذا فی العالمگیریۃ من البحر اور ممنوعات حج دو قسم ہین ایک وہ جو انسان اپنی ذات پر کرے وہ چھہ طرح سے ہے جماع کرنا اور سر منڈانا اور ناخن کاٹنا اور خوشبو لگانا اور سر اور چہرے کو ڈہکنا اور سیا کپڑا پہننا اور دوسری قسم وہ ہے جو آدمی اپنی ذات کے سوا غیر مین کرے جیسے شکار کرنا حل اور حرم مین اور حرم کے درخت کو کاٹنا کذا فی العالمگیریۃ وَاَشْهُرُهٗ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ بِفَتْحِ الْقَافِ وَتُكْسَرُ وَعَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ بِكَسْرِ الْحَاءِ وَتُفْتَحُ عِنْدَ الشَّافِعِي لَيْسَ مِنْهَا يَوْمُ النَّحْرِ وَعِنْدَ مَالِكٍ ذُو الْحِجَّةِ كُلُّهٗ عَمَلًا بِالْاٰيَةِ قُلْنَا اسْمُ الْجَمْعِ يَشْتَرِكُ فِيْهِ مَا وَرَاءَ الْوَاحِدِ اور حج کے مہینے شوال اور ذیقعد اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور امام شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک قربانی کا دن حج کے مہینونمین نہین اور امام مالک کے نزدیک تمام ذی الحجہ حج کے مہینون مین داخل ہے بدلیل آیت قرآنی کے حق تعالی نے فرمایا اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ یعنی حج کے مہینے معلوم اور مشہور ہین لفظ شہر جمع ہے اور اقل جمع تین ہے شارح کہتا ہے ہم جواب دیتے ہین امام مالک کے استدلال کا کہ صیغہ جمع مین ماورای واحد بھی مشترک ہے یعنی دو اور دو سے زیادہ پر بھی اطلاق جمع کا قرآن مجید مین ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا) یعنی تم دونون کے دل مائل ہوگئے قلوب جمع ہے اور مراد تثنیہ ہے یعنی دو چنانچہ زمخشری نے اسکو مصرح کیا ہے تو جب جمع کا اطلاق دو پر ہوا تو اشہر کا اطلاق دو مہینے اور بعض ثالث پر بطریق اولی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اگر کوئی کہے کہ ثمرہ ائمہ ثلثہ کے اختلاف کا کیا شارح نے اسکا جواب قول آئندہ مین دیا وَفَائِدَةُ التَّاقِيْتِ اَنَّهٗ لَوْ فَعَلَ شَيْئًا مِنْ اَفْعَالِ الْحَجِّ خَارِجَهَا لَا يُجْزِيْهِ اور فائدہ اس توقیت اور تعیین کا یہہ ہے کہ اگر افعال حج مین سے کوئی فعل اس مدت سے باہر کرے تو کفایت نکریگا یعنی مثلا اگر متمتع اور قارن تین روزے رکھین شوال سے پہلے تو جائز نہین یا کوئی سعی کرے بعد طواف القدوم کے اشہر حج سے پہلے تو صحیح نہین اور احرام باندہنا اشہر حج مین مکروہ نہین اور اس سے قبل جائز ہے مع الکراہت جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ شارح کو لازم تہا کہ بجای لا یجزیہ کے لا یحل کہتا تاکہ احرام قبل اشہر الحج کا شامل رہتا اسواسطے کہ احرام قبل اشہر حج کے کفایت کرتا ہے مگر حلال نہین قہستانی نے کہا کہ رمی اور حلق اور طواف الزیارۃ بعد اشہر حج کے کفایت کرتے ہین لیکن حلال نہین بلکہ حرام ہین کذا فی

تحفۃ الاخیار رحاشیۃ الحلبی وانہ یکرہ الاحرام لہ قبلہا وان امن علی نفسہ من المحظور لشبہہ بالرکن کما مر واطلاقہا
یفید التحریم اور البتہ مکروہ ہے احرام باندھنا قبل ان مہینوں کے اگرچہ انسان کو اپنی ذات پر ارتکاب ممنوعات کا خوف نہو بسبب مشابہ
ہونے احرام کے ساتھ رکن کے چنانچہ اسکا بیان فرائض حج میں گذرا اور مطلق بولنا کراہت کا تحریم کا مفید ہوا یعنی قبل کا احرام مکروہ تحریمی ہے
والعمرۃ فی العمر مرۃ سنۃ مؤکدۃ علی المذہب اور عمرہ کرنا تمام عمر میں ایکبار سنت موکدہ ہے بنا بر قوی مذہب کے اور بعض علماء حنفیہ کے
نزدیک فرض کفایہ ہے کذا فی الکافی وصحح فی الجوہرۃ وجوبہا اور جوہرہ میں وجوب عمرہ کی تصحیح کی اگر کوئی کہے کہ کلام مجید میں ارشاد ہوا
(اتموا الحج والعمرۃ للہ) یعنے تمام کرو حج اور عمرے کو اللہ کیواسطے اس آیت میں اتمام بصیغہ امر ارشاد ہوا اور امر مفید ہے وجوب کا اسکا جواب
شارح نے آیندہ قول میں دیا قلنا المامور بہ فی الآیۃ الاتمام وذلک بعد الشروع وبہ نقول ہم جواب میں کہتے ہیں کہ آیت میں امر
اتمام کا اور اتمام نہیں ہوتا مگر بعد شروع کرنے فعل کے اور اسکے تو ہم قائل ہیں کہ سنت بلکہ نفل بعد شروع کے واجب ہوجاتی ہے ھم عمرہ مشتق ہے
اعتمار سے اور اعتمار لغت میں آباد مکان کیطرف جانے کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن المغرب وھی احرام وطواف وسعی و
حلق او تقصیر اور شرع میں عمرہ عبارت ہے احرام اور طواف اور سعی بین الصفا والمروہ اور بال منڈانے یا کترانے سے فالاحرام شرط
ومعظم الطواف رکن وغیرھما واجب ھو المختار سو احرام باندھنا عمرہ میں شرط ہے اور اکثر طواف یعنی چار بار یا زیادہ گھومنا گرد بیت اللہ
کے فرض ہے اور باقی واجب ہے اور یہی قول مختار ہے یعنی سعی اور حلق کا عمرے میں واجب ہونا ویفعل فیہا کفعل الحاج اور عمرے کے احرام
اور طواف اور سعی میں ویسا کرے جیسا کہ حج کرنیوالا کرتا ہے اور جب حجر اسود کا بوسہ لے تو لبیک کہنا قطع کرے اور جب سر منڈاوے تو احرام سے
ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وجازت فی کل السنۃ وندبت فی رمضان اور جائز ہے عمرہ کرنا تمام سال میں سوائے ایام منہیہ
کے اور مستحب ہے رمضان شریف میں ھم سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی برابر ہے اور نسائی میں عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو
دور کرتے ہیں جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کا میل صاف کرتی ہے وکرھت تحریما یوم عرفۃ واربعۃ بعدھا ای کرہ انشاؤھا بالاحرام
حتی یلزمہ دم وان رفضہا لاداءھا فیہا باحرام سابق کقارن فاتہ الحج فاعتمر فیہا لم یکرہ سراج وعلیہ
فاستثناء الخانیۃ القارن منقطع فلا یختص بیوم عرفۃ کما توھمہ فی البحر اور مکروہ تحریمی ہے عمرہ کرنا عرفے کے دن اور اسکے
بعد چار دن اور یعنی احرام باندھ کر عمرہ شروع کرنا ان دنوں میں مکروہ ہے یہانتک کہ اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا عمرہ شروع کرنے سے اگرچہ بعد
احرام کے اوسکو ترک بھی کرے اور احرام سابق سے عمرہ ادا کرنا ان دنوں میں مکروہ نہیں چنانچہ قران کرنے والیکو حج نملا سو اوسنے ان دنوں میں عمرہ
کیا تو مکروہ نہیں کذا فی السراج اور بنابر روایت سراج کے استثنا خانیہ کا قارن کو استثنائے منقطع میں داخل ہے یعنی خانیہ میں جو یون کہا ہے
کہ عمرہ ان دنوں میں مکروہ ہے مگر قارن کو مکروہ نہیں تو یہہ استثنا متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اسواسطے کہ احرام قارن کا سابق سے ہے اور مکروہ ان دنوں
کا احرام ہے تو مستثنے داخل نہیں مستثنے منہ میں اسیکا نام منقطع ہے پھر جب سراج کی روایت سے معلوم ہوا کہ پانچ دن عمرہ مکروہ ہے تو کراہت فقط
عرفے کے دن کو مخصوص نرہی جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے توہم کیا ہے والمواقیت ای المواضع التی لا یجاوزھا مرید مکۃ الا محرما خمسۃ
اور مواقیت یعنی وہ مکان جنسے بدون احرام کے گذرنا مکے کے جانیوالے کو درست نہیں پانچ ہیں ھم مواقیت جمع ہے میقات کی لفظ میقات
مشترک ہے درمیان وقت معین اور مکان معین کے اور مراد یہاں مکان ہے کذا فی النہر تبعا للبحر اور نہر الفائق میں ہے کہ میقات عبارت ہے وقت
معین سے اور مکان احرام کیواسطے مستعار ہے اور جوہری کا صحاح میں یون کہنا کہ میقات موضع احرام ہے وہ ہمارے قول کے مخالف نہیں اسواسطے کہ جوہری
کی عادت نہیں تفرقہ کرنا حقیقت اور مجاز میں اور شاید کہ صاحب بحر نے ظاہر کلام جوہری سے دہوکہ کہا یا کہ اشتراک کا قائل ہوا انتہے کلامہ

معلوم کرنا چاہیئے کہ شاہنشاہ علے الاطلاق نے کعبہ معظمہ کو بزرگی دی اوسکو بارگاہ قدسی قرار دیا اور مسجد الحرام کو اوسکا جلو خانہ بنایا اور
شہر مکہ کو مسجد الحرام کا احاطہ کیا اور حرم کو شہر کا پیشگاہ ٹھہرایا اور مواقیت کو حرم کا مجراگاہ قرار دیا اور وہان سے احرام باندھنا واجب
کیا اوس بقعہ مبارکہ کے اظہار شرف کیواسطے تو اسمین سب قاصدین مکہ داخل ہین خواہ بہ نیت حج یا عمرہ جاوین خواہ بہ نیت سکونت و ہجرت
خواہ بہ نیت تجارت بہر صورت احرام واجب ہوۓ وَالحُلَيفَة بِضَمٍّ فَفَتحٍ مكانٌ عَلى سِتَّةِ اَميالٍ مِنَ المَدينَةِ وَعَشرِ مَراحِلَ مِن مَكَّةَ تُسَمِّيهَا
العَوامُّ اَبارَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنهُ يَزعُمونَ اَنَّهُ قاتَلَ الجِنَّ فِي بَعضِها وَهُوَ كِذبٌ ایک میقات ذو الحلیفہ ہے بضم حا و فتح لام وہ مکان چھ
کوس پر ہی مدینہ طیبہ سے اور دس منزل ہے مکہ معظمہ سے وہانکے کنوؤنکو عوام عرب ابار علی کہتے ہین اونکا گمان یہہ ہے کہ علی مرتضی نے جنون سے
قتال کیا وہان کے کسی کنوئین مین اور حالانکہ یہہ جھوٹ ہی کہین ثابت نہین یہہ میقات ہی اہل مدینہ کا سب مواقیت سے یہہ میقات دور ہی مکہ معظمہ سے
وَذاتُ عِرقٍ بِكَسرٍ فَسُكونٍ عَلى مَرحَلَتَينِ مِن مَكَّةَ اور ذات عرق بکسر عین و سکون ثانی یہہ میقات مکہ معظمہ سے دو منزل پر ہی جانب مشرق کے
وَجُحفَةُ عَلى ثَلاثِ مَراحِلَ بِقُربِ رابِغٍ اور جحفہ بضم جیم و سکون حا مکہ سے تین منزل پر ہی قریب رابغ کے اور بالفعل عوام اوسکو رابغ کہتے ہین کذا فی
النہر اور یہہ قریہ ہی مکہ سے مغرب اور شمال کے درمیان شام کی راہ پر اور یہہ میقات ہی اہل مصر اور مغرب اور شام کا کذا فی المنح جحفہ کا بالفعل نشان
باقی نہین رہا لہذا اب رابغ سے احرام کرتے ہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَقَرنٌ عَلى مَرحَلَتَينِ مِن مَكَّةَ وَفَتحُ الرّاءِ خَطَأٌ وَنِسبَةُ اُوَيسٍ اِلَيهِ خَطَأٌ
آخَرُ اور قرن بفتح قاف و سکون ثانی پہاڑ کا نام ہی عرفات سے نظر آتا ہی مکہ سے دو منزل پر ہی اور قرن کو بفتح را کہنا خطا ہی جوہری کی اور اویس
کی نسبت کرنا اوسکی طرف یہہ دوسری خطا ہی اسواسطے کہ اویس قرنی اوس قبیلہ کیطرف منسوب ہین جسکو بنو قرن کہتے ہین کذا فی المنح وَيَلَملَمُ جَبَلٌ عَلى
مَرحَلَتَينِ اَيضًا اور یلملم بفتح مثناۃ تحتانی و دو لام ملک تہامہ کا پہاڑ ہے یہہ بھی دو منزل پر ہی مکہ معظمہ سے جانب جنوب لِلمَدَنِيِّ وَالعِراقِيِّ ذو الحلیفہ
میقات ہی اہل مدینہ کا اور ذات عرق میقات ہی اہل عراق کا عراق اوس ملک کا نام ہی جسمین بغداد اور کوفہ اور بصرہ اور نجف اور کربلا ہی اور اہل
خراسان اور ماوراء النہر کا بھی میقات ہی وَالشّامِيِّ الغَيرِ المارِّ بِالمَدينَةِ بِقَرينَةِ ما يَأتي اور جحفہ میقات ہی اوس شامی کا جو مدینہ مین ہوکر مکہ مین
نہین آیا یہہ قید شارح نے بقرینہ آیندہ لگائی وَالنَّجدِيِّ وَاليَمَنِيِّ لَفٌّ وَنَشرٌ مُرَتَّبٌ اور قرن میقات ہی اہل نجد کا اور یلملم میقات ہی اہل یمن اور
اہل ہند کا مصنف نے مواقیت اور بلاد کو بطور لف و نشر مرتب کے مذکور کیا واسطے اختصار کے وَيَجمَعُها قَولُهُ عِرقُ العِراقِ يَلَملَمُ اليَمَنِيِّ وَبِذِي
الحُلَيفَةِ يُحرِمُ المَدَنِيُّ وَلِلشّامِ جُحفَةُ اِن مَرَرتَ بِها وَلِاَهلِ نَجدٍ قَرنٌ فَاستَبِنهُ مدمج کیا ہی مواقیت اور اہل مواقیت کو شاعر نے اپنے قول مین کہ
حفظ آسان ہو یعنی ذات عرق عراق کا میقات ہی اور یلملم یمنی کا اور ذو الحلیفہ سے مدنی احرام باندھتا ہے اور واسطے شام کے جحفہ ہی اگر گذرے
تو اوس شامی جحفہ کیطرف سے اور اہل نجد کیواسطے قرن میقات ہی سو ظاہر سمجھ لے وَكَذا هِيَ لِمَن مَرَّ بِها مِن غَيرِ اَهلِها كَالشّامِيِّ يَمُرُّ بِميقاتِ اَهلِ المَدينَةِ
فَهُوَ ميقاتُهُ قالَهُ النَّوَوِيُّ الشّافِعِيُّ وَغَيرُهُ اور اسیطرح یہہ مکانات اوسکے واسطے بھی میقات ہین جو ان مکانات کیطرف ہوکر نکلے دوسری طرف والا
چنانچہ شام کا رہنے والا اہل مدینہ کی میقات پر ہوکر نکلے تو وہی اوسکا میقات ہو جاویگا یعنی شامی کا میقات جحفہ تہا سو وہ ادہر نگیا ذو الحلیفہ مین
ہوکر نکلا تو اب یہین سے اوسکو احرام باندھنا چاہیئے جحفہ کیطرف جانا اسپر ضرور نہین امام نووی شافعی وغیرہ نے اسیطرح ذکر کیا ہی ہم شارح نے
اشارہ کیا کہ یہہ مسئلہ اتفاقی ہے حنفی شافعی مالکی حنبلی کا اسمین اختلاف نہین وَقالوا لَو مَرَّ بِميقاتَينِ فَاِحرامُهُ مِنَ الاَبعَدِ اَفضَلُ وَلَو اَخَّرَهُ
اِلَى الثّاني لا شَيءَ عَلَيهِ عَلَى المَذهَبِ اور علمانے کہا ہی کہ اگر کوئی آدمی دو میقات پر گذرا تو اوسکا احرام باندھنا اوس میقات سے افضل ہے جو
مکہ معظمہ سے دور تر ہو اور اگر تاخیر کریگا احرام باندھنے مین دوسری میقات تک تو اوسپر کچھ گناہ اور کفارہ نہین بنا بر قوی مذہب کے وَعِبارَةُ
اللُّبابِ سَقَطَ عَنهُ الدَّمُ اور لباب کی عبارت یہہ ہی کہ ساقط ہوگیا اوسپر سے ذبح کرنا یعنی میقات اول سے بے احرام گذرنے سے ذبح کرنا اوسپر
لازم ہوگیا تہا جب دوسری میقات پر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر سے ذبح کرنا ساقط ہوگیا وَلَو لَم يَمُرَّ بِها تَحَرّى وَاَحرَمَ اِذا حاذى اَحَدَها و

ابعدهما افضل فان لم يكن بحيث يحاذي فعلى مرحلتين اور اگر ایسی راہ سے مکہ کو جاوے کہ کوئی میقات نہو تو وہان سے جو ادنی حل کرے وہان
سے احرام باندھے جو مقابل اور برابر پڑے کسی میقات کے اور اگر کسی مکان مین دو میقات سے مقابلہ ہوتا ہو تو جو زیادہ تر دور ہو وہ افضل ہے اور اگر ایسی
پیش آوے کہ وہان سے کبھی میقات کا سامنا نہوتا ہو یا اثناء راہ مین نہ آتا ہو تو جب مکہ معظمہ دو منزل پر رہے تو وہان سے احرام باندھے اسواسطے کہ کوئی میقات
دو منزل سے کم نہین وشرعًا تاخير الاحرام عنها كلها لمن اى لآفاقي قصد دخول مكة يعني الحرم ولو لحاجة غير الحج اور حرام ہے احرام
کا تاخیر کرنا ان سب مواقیت سے اُس باہر والے کے واسطے جس نے دخول مکہ یعنی دخول حرم کا قصد کیا اگرچہ کسی اور حاجت کیواسطے وہان گیا سوای حج اور عمرے
کے ہو اسواسطے کہ احرام اس مکان پاک کی تعظیم کیواسطے ہے تو اسمین ہر طرح کے جانیوالے برابر ہین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ مین بلا احرام تشریف
لیگئے تھے تو یہہ امر حضرت کو مخصوص تھا چنانچہ احادیث صحیحہ مین اسکی تصریح موجود ہے کذا فی النہر اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة
حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة لمن يريد ذلك الا المامور بالحج للمخالفة
لیکن اگر آفاقی یعنی باہر والا حرم کے سوا حل مین کسی مکان کے جانیکا ارادہ کرے جو اندر ہے میقات کے چنانچہ فقط خلیص کا اور جدہ کا ارادہ
کرے تو اوسکو میقات سے بلا احرام گذرنا حلال ہے پھر جب وہان گیا تو وہان کے لوگون مین ملگیا اور وہان کے لوگون کو مکہ مین جانا بلا احرام درست ہے
تو اسکو بھی بلا احرام جانا جائز ہوا اور یہہ حیلہ ہے اُس شخص کیواسطے جو دخول مکہ کا بلا احرام قصد کرے مگر مامور بالحج کو یہہ حیلہ کرنا جائز نہین بسبب اوسکی مخالفت
کے ہے اسلیئے کہ اوسکا سفر حج کیواسطے مخصوص نہ رہا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ وہ حج آفاقی کا مامور تھا پھر جب مکہ مین بلا احرام داخل ہوا تو اسکا حج مکی ہوگیا
نہ آفاقی اور یہہ مسئلہ دریای شور کے مسافرین کو اکثر واقع ہوتا ہے مثلا ایک شخص مامور بالحج ہے اور سال کے درمیان کنارے پر پونہچا تو اسکو جائز نہین
کہ بندر جدہ کا کہ وہ حرم سے باہر ہے قصد کرے تاکہ مکہ مین بلا احرام داخل ہو کہ مدت تک احرام باندھے رہنا نہ پڑے اور اگر مامور نے احرام حج کا باندھا
تو اوسکو عمرہ کرکے احرام چھوڑنا درست نہین بسبب مخالفت امر کے کذا فی البحر اور ظاہرا اگر مامور بالحج بندر جدہ کا قصد کرے پھر جب ایام حج کے قریب
ہوئے تو کسی نزدیک میقات پر جاکر وہین سے احرام باندہ کر آوے تو جائز ہو کذا فی حاشية الطحطاوي لا يحرم التقديم للاحرام عليها بل هو الافضل ان
في اشهر الحج وامن على نفسه حرام نہین تقدیم احرام کی ان مواقیت پر بلکہ مقدم کرنا احرام کا میقات سے افضل ہے بشرطیکہ حج کے مہینون مین ہو
اور اپنی ذات پر اعتماد ہو ممنوعات کے نکرنیکا اور اگر اعتماد نہو تو میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے کذا فی الجوهرة اور شوال سے پہلے احرام
باندھنا بالاتفاق مکروہ ہے اعتماد ہو یا نہو کذا فی منح الغفار وحل لاهل داخلها يعني لكل من وجد في داخل المواقيت دخول مكة غير
محرم ما لم يرد نسكا للحرج كما لو جاوزها حطاب واهله اور ان لوگون کے واسطے جو مواقیت کے اندر رہتے ہین خواہ عین میقات مین ہون یا علیحدہ
حرم کیطرف حلال ہے داخل ہونا مکہ کا بدون احرام کے بوجہ تکلیف کے کثرت آمد و رفت سے تاوقتیکہ حج یا عمرے کا قصد نکیا ہو اور اگر حج یا عمرے کا
ارادہ ہوگا تو بدون احرام کے اونکو بھی دخول جائز نہوگا جیسے حلال ہے بلا احرام داخل ہونا مکہ والونکو جو لکڑیون کیواسطے مکہ سے باہر نکلگئے بشرطیکہ
مواقیت آفاقی سے تجاوز نہوا ہو اور اگر مکی وہان سے بھی باہر نکلیگا تو وہ آفاقی ہوجاویگا اب اوسکو بدون احرام کے مکہ مین داخل ہونا جائز نہین
کذا فی حاشية الطحطاوي فهذا ميقاته الحل الذي بين المواقيت والحرم سو اسکا میقات حل ہے یعنی جو میقات کے اندر ہے وہ حج یا عمرہ کے
واسطے حل سے احرام باندھے حل بکسر اول وتشدید لام اوس موضع کو کہتے ہین جو مواقیت اور حرم کے درمیان ہے والميقات لمن بمكة يعني من داخل
الحرم للحج الحرم وللعمرة الحل اور مکہ والون کا یعنی جو حرم کے اندر ہین اونکا میقات حج کیواسطے حرم ہے چاہین اپنی گھرون کے اندر سے
احرام باندھین اور عمرے کیواسطے حل میقات ہے لتحقق نوع سفر اہل حرم کیواسطے میقات حج اور عمرے کا اسواسطے مختلف ہوا تاکہ کچھہ سفر کرنا ثابت ہو
اسلئے کہ حج ہوتا ہے عرفات مین اور وہ حل مین واقع ہے تو جب اہل مکہ نے حرم مین احرام باندھا تو عرفات تک احرام باندھے جانا پڑا اور عمرہ ہوتا ہے
بیت اللہ مین اور وہ حرم مین ہے تو جب عمرے کا احرام حل مین باندھا تو بیت اللہ تک احرام باندھے آنا پڑا دونو صورتون مین سفر کا معنی پایا گیا

و التنعیم افضل اور عمرے کا احرام تنعیم سے باندہنا افضل ہے تنعیم ایک مکان کا نام ہے مکہ سے تین کوس تنعیم کا احرام اسواسطے افضل ہوا
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کو فرمایا کہ عمرے کیواسطے وہین سے احرام باندھیں ونظم حدود الحرم ابن الملقن
فقال شعر وللحرم التحدید من ارض طیبۃ + ثلثۃ امیال اذا رمت اتقانہ + وسبعۃ امیال عراق وطائف + وجدۃ عشر
ثم تسع جعرانۃ + ومن یمن سبع بتقدیم سینہا + وقد کملت فاشکر لربک احسانہ اور ابن ملقن نے حرم کی حدون کو یون نظم
کیا ہے کہ حرم کی حد مدینہ طیبہ کیجانب سے تین کوس ہے جبکہ اے مخاطب تو اوسکے حفظ کا قصد کرے اور سات کوس عراق اور طائف کیطرف سے ہے اور
جدہ کیطرف سے دس کوس ہے پھر جعرانہ کیطرف سے نو کوس ہے اور یمن کیجانب سے سات کوس ہے اور البتہ ہر طرف سے حدود حرم کی پوری ہوگئی سو
اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کر ناظم نے کہا کہ بیت اخیر مین لفظ سبع کا بتقدیم سین ہے تا تسع کے لفظ سے مشتبہ نہو

فصل فی الاحرام وصفۃ

المفرد بالحج اس فصل مین مسائل احرام اور حج مفرد کا بیان ہے مفرد بالحج اوسکو کہتے ہین جو خالص حج کیواسطے احرام باندھے عمرے کی شرکت
احرام مین نکرے ومن شاء الاحرام اور جو احرام کا ارادہ کرے ھم احرام لغت عرب مین دخول فی الحرمۃ کو کہتے ہین یعنی بیحرمتی نکرنا
اور شرع مین احرام عبارت ہے حرمات مخصوصہ کے دخول سے بشرط نیت مع الذکر یا سوق ہدی کذا فی فتح القدیر والنہر الفائق وھو شرط صحۃ
النسک کتکبیرۃ الافتتاح للصلوۃ فالصلوۃ والحج لہما تحریم وتحلیل بخلاف الصوم والزکوۃ اور احرام شرط ہے حج یا عمرے کی صحت
ہونیکی جیسے تکبیر افتتاح یعنی اول بار اللہ اکبر کہنا صحت نماز کی شرط ہے تو نماز اور حج کیواسطے تحریم اور تحلیل ہے بخلاف صوم اور زکوۃ کے کہ اونکے لیے
تحریم اور تحلیل نہین ھم نسک بمعنی مطلق عبادت کے ہے لیکن حج اور عمرہ مین کثیر الاستعمال ہے ثم الحج اقوی من وجہین الاول ان یقضی
مطلقا ولو مظنونا بخلاف الصلوۃ پھر حج تو تیرے نماز سے دو وجہ سے اول وجہ یہ ہے کہ حج کا قضا کرنا بہر صورت لازم ہے اگرچہ حج مظنون ہو بخلاف نماز
کے یعنی اگر آدمی کو گمان ہوا کہ مجھپر حج واجب ہے اور اسنے احرام باندھا پھر ظاہر ہوا کہ حج واجب نہین تو اوسکو ادا کرنا لازم ہے اور اگر ترک کریگا
تو اوسپر قضا کرنا واجب ہوگا بخلاف نماز مظنون کے کہ اوسکے فاسد کرنے سے قضا لازم نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر الثانی انہ اذا اتم
الاحرام بالحج او عمرۃ لا یخرج عنہ الا بعمل ما احرم بہ وان افسدہ الا فی الفوات فیعمل العمرۃ والا الاحصار فیذبح الہدی دوسری
وجہ یہ ہے کہ جب احرام کو پورا کرے یعنی شروع کرے حج یا عمرہ کیواسطے تو احرام سے نکلا اوسکے بدون عمل کے جسکے واسطے احرام باندھا اگرچہ اوسکو
فاسد کر ڈالے مگر حج کے فوت ہو جانے مین البتہ احرام سے نکلے عمرہ کرکے اور احصار مین احرام سے نکلے بعد ذبح کرنے ہدی کے یعنی جب احرام مثلا
حج کیواسطے باندھا تو بدون حج کے ترک کرنا احرام کا جائز نہین مگر دو صورتین ایک یہ ہے کہ حج فوت ہو جاوے بسبب گذر جانے موسم کے تو بعد عمرے
کے احرام ترک کرے دوسری صورت یہ ہے کہ بسبب احصار کے حج کیواسطے نجا سکے تو بعد ذبح کرنے ہدی کے احرام کو چھوڑے بخلاف نماز کے کہ اوسمین
گلا ہے بعض منوی کے عمل سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے مثلا ایک شخص نے چار رکعت کی نیت کی اور دو رکعت پر سلام پھیرا تو جائز ہے اور کوئی چیز اوسپر
لازم نہین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی توضأ وغسلہ احب وھو للنظافۃ لا للطہارۃ فیحب بحاء مہملۃ فی حق حائض ونفساء وصبی جو
احرام باندہنا چاہے وہ وضو کرے اور غسل کرنا اوسکا مستحب ہے اور یہہ غسل صفائی اور ستہرائی کیواسطے ہے نہ کہ واسطے طہارت اور دفع نجاست کے
تو حیض اور نفاس والی عورت اور صغیر کے حق مین بھی غسل کرنا مستحب ہے والتیمم لہ عند العجز عن الماء لیس بمشروع لانہ ملوث بخلاف جمعۃ
وعیدین ذکرہ الزیلعی وغیرہ لکن سوی فی الکافی بینہما وبین الاحرام ورجحہ فی النہر اور تیمم کرنا احرام کیواسطے پانی نملنے کیوقت مشروع نہین
اسواسطے کہ تیمم سے خاک آلودگی ہوتی ہے نہ صفائی کہ مقصود حاصل ہو بخلاف جمعہ اور عید کے کہ اونمین تیمم مشروع ہے اگر غسل کیواسطے پانی نملے
چنانچہ زیلعی وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کافی مین جمعہ اور عیدین کو اور احرام کو عدم مشروعیت تیمم مین برابر کیا ہے اور کافی کی روایت کی ترجیح
دی ہے نہر مین اس دلیل سے کہ مٹی کو تحصیل نظافت مین کچھ اثر نہین اسواسطے کہ مٹی ملوث اور منغیر ہے کذا فی النہر وشرطہ لنیل السنۃ ان یحرم

فصل فی الاحرام

وهو حكى طهارته اور شرط غسل کی اسلیے حاصل ہونے ثواب سنت کے یہہ ہی کہ احرام باندہے غسل کی طہارت پر تو اگر غسل کے بعد وضو توڑا
پہر احرام باندہیگا اور وضو کریگا تو اس فضیلت سے محروم رہیگا کذا فی النہر عن البنایۃ وکذا یستحب لمن یرید الاحرام ازالۃ ظفرہ وشاربہ
وعانتہ وحلق رأسہ ان اعتاد ہ والا فتسریحہ اور غسل کی طرح مستحب ہی آزاد کرنے والیکو اپنی ناخن کا دور کرنا اور مونچھون کا کترانا
زیر ناف کے بالونکا صاف کرنا اور اپنا سر منڈانا اگر منڈانے کی عادت ہو اور اگر سر پر بال ہون تو انمین کنگہی کرے ہم بدن اور بالونکا گرد اور
غبار اور میل چہڑانا خطمی اور اشنان وغیرہ سے مستحب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وجماع زوجتہ او جاریتہ لو معہ ولا مانع منہ کحیض اور
مستحب بلکہ سنت ہی اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کر لینا قبل احرام کے اگر اوسکی ہمراہ ہو اور کوئی جماع کا مانع نہو چنانچہ حیض ولبس
ازار من السرۃ الی الرکبۃ اور ازار پہنے یعنی تہ بند باندہے ناف سے زانو تک ورداء علی ظہرہ ویسن ان یدخلہ تحت یمینہ ویلقیہ
علی کتفہ الایسر فان زرّرہ او خللہ او عقدہ اساء ولا دم علیہ اور چادر کو اپنی پیٹہہ پر ڈالے اور مسنون یہہ ہی کہ چادر کو پیٹہہ پر ڈالکے
داہنے ہاتہہ کیطرف بغل کے نیچے کرکے اپنے بائین مونڈہے پر ڈالے سو اگر چادر مین گھنڈی لگائی یا اوسکو کانٹے سے اٹکایا یا گرہ لگائی تو
برا کیا لیکن یہہ ایسا قصور نہین کہ دم کرنا اوسپر لازم آوے جدیدین او غسیلین طاہرین ابیضین ککفن الکفایۃ وھذا بیان السنۃ
والا فستر العورۃ کاف تہہ بند اور چادر نئی ہون یا دونون پرانی دہوئین پاک سفید ہون جیسا کفن کفایت کا ہوتا ہی اور یہہ جو مذکور ہوا تہہ بند
اور چادر کا سو بیان ہے سنت کا والا احرام کیواسطے ستر عورت کافی ہے وطیب بدنہ ان کان عندہ لا ثوبہ بما یبقی عینہ ھو الاصح اور بعد
غسل اور لباس کے اور قبل احرام کے اپنے بدن مین خوشبو لگاوے اگر اوسکے پاس ہو اور نہو تو کسی سے طلب نکرے اور اپنے کپڑے مین ایسی خوشبو
لگاوے جسکا نشان باقی رہے اور نظر آوے یہی قول صحیح ہے دوسرے قول سے ہم بدن مین خوشبو لگانا ہر طرح سے درست ہی ظاہر الروایۃ مین
خواہ اوسکی ذات باقی رہے جیسے مشک اور غالیہ یا نہ باقی رہے صحیح مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہی کہ احرام کیوقت رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے سر مبارک پر مینے مشک لگایا اور اوسکی چمک نظر آتی تھی لیکن بقول اصح کپڑے مین ایسی خوشبو لگانا درست نہین جو نمودار ہو و
صلی ندبا بعد ذلک شفعا یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ وتجزیہ المکتوبۃ اور بعد اسکے نماز دوگانہ مستحب پڑہے اوسوقت مین جو مکروہ
نہین اور کافی ہی اوسکو نماز فرض مانند تحیۃ المسجد کے وقال المفرد بالحج بلسانہ مطابقا لجنانہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی المشقتہ
وطول مدتہ وتقبلہ منی لقول ابراہیم واسمعیل علیہما السلام ربنا تقبل منا اور فقط حج کا کرنیوالا اپنی زبان سے موافق اپنے دل کے یہہ دعا
کرے اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یعنی خداوندا مین حج کا ارادہ کرتا ہون سو اوسکو میرے واسطے آسان کر دے اور اوسکو قبول کر میری
جانب سے آسانی کی دعا اسواسطے ہے کہ حج مین مشقت زیادہ ہے اور مدت دراز اوسکے ادا کرنے مین لگتی ہی تو اسمین درخواست آسانی کی مناسب ہی اور
قبول ہونے کی خواہش کی قید باقتداء دعاء ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کے کہ دونون حضرات نے فرمایا کہ ای ہمارے رب قبول کر ہم کو ہماری
جانب سے بلاشک تو سمیع اور علیم ہی وکذا المعتمر والقارن بخلاف الصلوۃ لان مدتہا یسیرۃ کذا فی الھدایۃ اور اسی طرح سے عمرہ
کرنیوالا اور قران کرنیوالا آسانی مانگے بخیال مشقت کے بخلاف نماز کے کہ اوسمین آسانی کی دعا ضرور نہین اسواسطے کہ نماز پڑہنے کی مدت قلیل
ہوتی ہے بلا مشقت کذا فی الہدایہ وقیل یقول کذلک فی الصلوۃ وعممہ الزیلعی فی کل عبادۃ وما فی الھدایۃ اولی اور بعضے علماء نے یعنے
صاحب تحفہ اور قنیہ نے محمد سے روایت کی کہ نماز مین بھی بطور حج کے آسانی کی درخواست کرے اور زیلعی نے ہر عبادت مین اسکو عام کہا ہی اور
جو ہدایہ مین ہی وہی بہتر ہے ثم لبی دبر صلوتہ ناویا بہا بالتلبیۃ الحج بیان للاکمل والا فیصح الحج بمطلق النیۃ ولو بقلبہ لکن بشرط
مقارنتہا بذکر یقصد بہ التعظیم کتسبیح وتہلیل ولو بالفارسیۃ وان احسن العربیۃ پہر دوگانہ احرام کے بعد تلبیہ کرے یعنی لبیک کہے
اور لبیک کہنے سے حج کی نیت کرے یہہ بیان ہی شروع حج کا بطریق کامل ورنہ حج تو مطلق نیت سے بھی صحیح ہی مگر یہہ دل ہی مین نیت حج کی کرلے زبان سے

نہ ہوگا لیکن بشرط متصل کرنے نیت کے ساتھ ایسے ذکر کے جس سے تعظیم رب العالمین مقصود ہو چنانچہ بعد نیت کے سبحان اللہ کہنا اور لا الہ الا اللہ کہنا
اگرچہ یہ ذکر فارسی زبان میں ہو۔ اگرچہ زبان عربی کا خوب ماہر ہو ہم لبیک کہنے سے نیت حاصل نہیں ہوتی اسواسطے کہ زبان سے بولنا دوسرا امر ہے
ارادہ کے سوا اور معلوم ہوا کہ نیت کا کہنا زبان سے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے والتَّلبِیَةُ علی المذهبی لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ
لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ بکسرِ الهمزِ وفتحِها وَالنِّعْمَةَ لَكَ بالفتحِ اَو مبتدأ خبرُ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اور تلبیہ بنا بر مذہب نیت
یہ ہے جو ماتن نے مذکور کیا یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں خداوندا تیری بجا آوری حکم میں بار بار حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں حاضر ہوں تیری
حضور میں بلاشک سب تعریفیں اور سب نعمتیں تیری ہی واسطے ہیں اور بادشاہی تجھکو مخصوص ہے کوئی تیرا ساجھی نہیں لفظ ان کا ہمزہ کسرہ ہے لغت فصیح میں
اور فتحہ بھی جائز ہے اور نعمت کی ت کو فتحہ ہے یا نعمۃ لک مبتدا اور خبر ہیں تو اسصورت میں ت کو ضمہ ہوگا ہم یہ تلبیہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رض سے
منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اسیطرح احرام کے وقت فرماتے تھے وزاد ندبًا فیہا ای علیہا لا فی خلالہا اور زیادہ کرے بنابر استحباب کے اس
تلبیہ میں یعنی اس تلبیہ کے بعد اور الفاظ کا پڑھنا مستحب ہے اور اس تلبیہ کے الفاظ کے اندر اور الفاظ کا زیادہ کرنا بہتر نہیں ہم حلبی کی مناسک میں
ہے کہ بعد تلبیہ مذکورہ کے یون کہے (لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ والخیرُ بیدیك والرَّغباءُ الیك والعملُ لَبَّیْكَ اِلٰهَ الخلقِ غفّارَ الذنوبِ لَبَّیْكَ) کذا فی المنح وکا
ینقص منہا فانہ مکروہ لانہ تحریمًا القولہم انہا مرۃ شرطٌ والزیادۃ سنۃ ویکون مسیئًا بترکہا وبترک رفع الصوت بہا اور اس
تلبیہ مسنونہ سے کوئی لفظ کم نکرا اسواسطے کہ کم کرنا مکروہ تحریمی ہے بدلیل قول فقہا کہ تلبیہ مذکورہ ایکبار کہنا شرط ہے اور ایکبار سے زیادہ کہنا سنت ہے اور
محرم تلبیہ کے ترک کرنے سے اور تلبیہ میں آواز نہ بلند کرنے سے بدکار ہو جاتا ہے واذا البی ناویًا نسکًا او ساق الہدی او قلّد ای ربط قلادۃ علی
عنق بدنۃ نفلٍ او جزاء صید قتلہ فی الحرم او فی احرامٍ سابقٍ ولو مکجنایۃٍ ونذرٍ ومتعۃٍ وقرانٍ اور جب لبیک کہے حج کی نیت کر کے یا ہدی کو
ہانک لیچلا یا نفل کے اونٹ یا گاے کی گردن میں پٹا ڈالا یا جس شکار کو کہ حرم میں یا احرام سابق میں قتل کیا تھا اوسکے بدلے کے اونٹ یا گاے کی گردن میں
پٹا ڈالا اور مانند اسکی کسی قصور اور نذر اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گاے کی گردن میں پٹا ڈالا او توجہ معہا والحال انہ یرید الحج اور خود لیچلا
اس اونٹ یا گاے کو حج کے قصد پر وھل العمرۃ کذلک قیل بنعم ای ہل عمرہ بھی امور مذکورہ میں حج کی مانند ہے یون لائق ہے جواب دینا کہ ہان عمرہ
بھی حج کی مانند ہے یعنی ایسے افعال سے عمرہ کا احرام بھی ثابت ہوتا ہے او بعثہا ثم توجہ ولحقہا قبل المیقات فلو بعدہ لزمہ الاحرام بالتلبیۃ
من المیقات یا اونٹ یا گاے کو پٹا ڈالکر اول روانہ کر دیا پھر خود متوجہ ہوا اور اوسکو ملگیا میقات سے پہلے سو اگر بعد میقات کے ملیگا تو اوسکو
احرام کرنا میقات سے لبیک کہہ کر لازم ہوگا یعنی اسصورت میں پٹا ڈالکر اونٹ کا بھیجنا قائم مقام تلبیہ کے نہوگا او بعثہا لمتعۃٍ او قرانٍ وکان التقلید
والتوجہ فی اشہرہ والا لا یصیر محرمًا حتی یلحقہا وتوجہ بنیۃ الاحرام وان لم یلحقہا استحسانًا فقد احرم لان الاجابۃ کما تکون بالقول تکون بالفعل ذکرًا
تعظیمی نکون بکل فعل مختص بالاحرام یا اونٹ یا گاے کو تمتع یا قران کیواسطے روانہ کیا اور حالانکہ پٹا ڈالنا اور متوجہ ہونا حج کے مہینوں میں ہم
ہوا اور اگر دونون کام موسم حج میں نہوئی تو یہ شخص محرم نہوگا جبتک کہ اونٹ یا گاے کو نہ ملجاوے سو اگر تمتع یا قران کے اونٹ یا گاے کو روانہ کیا اور خود متوجہ
ہوا احرام کی نیت سے اگرچہ اوسکو قبل میقات کے نہ ملا بنابر استحسان کے تو البتہ وہ شخص محرم ہو گیا ان سب صور تون میں اسواسطے کہ اجابت حج کی جسطرح ذکر تعظیمی
ذکر سے ہوتی ہے اسیطرح ہر ایک اس فعل سے ہوتی ہے جو فعل کہ احرام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہہ افعال مذکورہ احرام ہی سے خصوصیت رکھتے ہیں ہم فقد
احرم جزاء او اذا لبی کی خلاصہ یہہ ہے کہ احرام کا ثبوت دو طریق سے ہے ایک یہہ کہ حج کی نیت سے لبیک کہے یا کوئی اور ذکر تعظیمی کرے اور دوسرا طریقہ یہہ ہے کہ حج
کی نیت کر کے یہہ افعال مذکورہ بشروط مفصلہ عمل میں لاوے ندب صحۃ الاحرام لا تتوقف علی نیۃ النسک لانہ لو ابہم الاحرام حتی طاف شوطا
واحدًا صرف للعمرۃ شارح کہتا ہے پہر ہم کہتے ہیں کہ صحیح ہونا احرام کا موقوف نہیں مخصوص حج یا عمرہ کی نیت پر اسواسطے کہ اگر محرم نے مبہم احرام کیا یعنی
احرام باندھنے کیوقت بالخصوص حج یا عمرہ کا خیال دل پر نہ آیا یہانتک کہ بیت اللہ کے گرد ایکبار گہوما تو اس احرام کو عمرہ کیطرف پھیری یعنی عمرہ ادا کرے

اور قبل شروع افعال کے اوسکو اختیار ہے تعیین کا چاہے اُس احرام کو حج کیواسطے ٹھہرا دے چاہے عمرے کیواسطے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو اطلق نیۃ الحج صرف للفرض ولو عین نفلاً فنفل وان لم یکن حج الفرض شرنبلالیہ عن الفتح اور اگر نیت حج کی مطلق کی یعنی حج فرض یا حج نفل کی تعیین نکی تو فرض حج کیطرف پھیری یعنی فرض حج اوس احرام سے ادا کرے اور اگر اوسنے نفل حج کو معین کرلیا تو نفل حج صحیح ہوگا اگرچہ اوسنے ہنوز فرض حج نکیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن فتح القدیر ولو اشعرها بجراحة سنامها الایسر او جللها بوضع الجل او بعثها لا المتعة وقران ولم یلحقها کالمتعة والقران لانه لا یکون محرما لعدم اختصاصه بالنسک اور اگر اونٹ میں اشعار کیا یعنے کوہان کی بائین طرف ہلکا سا زخم کردیا تاکہ ہدی کا نشان ہوجاوے یا اوسکی پیٹھہ پر جھول ڈالی یا اوسکو روانہ نکیا بہ نیت تمتع یا قران کے اور اوسکو جاکر نہ مل گیا چنانچہ ملجانے کا مسئلہ مذکور ہوچکا یا بھیڑ بکری کی گردن میں پٹا ڈالا تو ایسے افعال سے محرم نہوگا اسواسطے کہ یہہ کام حج یا عمرے کیواسطے مخصوص نہیں ہم اشعار یعنی قربانی کے اونٹ کا کوہان چیرنا امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ حیوان کی تعذیب ہے اور صاحبین کے نزدیک خوب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام اور اصحاب کا فعل ہے ابو جعفر طحاوی نے کہا کہ اصل اشعار ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور کیونکر مکروہ ہو اور حالانکہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور امام نے مکروہ نہیں کہا مگر اُس اشعار کو جو امام کے اہل زمانہ کرتے تھے اسواسطے کہ امام نے اونکو دیکھا کہ نہایت زخم کاری لگاتے تھے جس سے ہلاکی کا خوف تھا تو سد باب کیواسطے اونکے اس فعل کو مکروہ کہا اور اگر اس طرح زخم لگادے کہ کہال کٹے نہ گوشت تو جائز ہے اور بعضے علما نے کہا کہ تقدیم اشعار کی تقلید پر امام کے نزدیک مکروہ ہے جیسے تقدیم نکاح کتابیہ کے نکاح مسلمہ پر مکروہ ہے کذا فی العینی شرح الکنز وبعدہ ای الاحرام بلا مهلة یتقی الرفث ای جماع النساء او ذکره بحضرة النساء والفسوق ای الخروج عن طاعة الله والجدال فانه من المحرم اشنع اور بعد احرام باندہنے کے فوراً اجتناب کرے اور دور بہاگے عورتوں کے جماع سے یا عورتوں کے سامنے جماع کی بات چیت سے اور پرہیز کرے فسوق سے یعنی نافرمانی اور اطاعت الہی کے چھوڑنے سے اور لڑائی جھگڑے سے اسواسطے کہ محرم کے حق میں یہہ زیادہ ترقبیح ہے یعنی خادموں اور رفیقوں اور کرایہ داروں سے خرخشہ نکرے بلکہ اونکی سخت گوئی اور زبان درازی کا تحمل کرے کہ یہہ امور نص قرآنی سے ممنوع ہیں فرمایا فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج وقتل صید البر لا البحر والاشارة الیه فی الحاضر والدلالة علیه فی الغائب ومحل تحریمها ما اذا لم یعلم المحرم اما اذا علم فلا فی الاصح اور پرہیز کرے محرم خشکی کے شکار سے نہ دریا کے شکار سے اسواسطے کہ دریا کا شکار محرم کو درست ہے بموجب آیت قرآنی کے اور پرہیز کرے موجود شکار کیطرف اشارہ کرنے سے اور غائب شکار کے بتا دینے سے اور اشارہ کرنا اور بتا دینا شکار کا وہان حرام ہے جب دوسرا محرم شکار کے جانور کو نجانتا ہو اور اگر جانتا ہو تو اشارہ کرنیوالے اور بتانیوالے محرم پر کچہہ جرم نہیں قول اصح میں والتطیب وان لم یقصده ویکره شمه اور بعد احرام کے بچے خوشبو لگانے سے اگرچہ بلا قصد ہو نہ بدن میں خوشبو لگاوے نہ کپڑے میں اور مکروہ ہے سونگہنا خوشبو کا اور اسیطرح پہول اور میوے کا سونگہنا مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وقلم الظفر وستر الوجه کله او بعضه کفمه وذقنه نعم فی الخانیة لا بأس بوضع یده علی انفه اور پرہیز کرے محرم ناخن کاٹنے اور چہرہ ڈہکنے سے نہ سب چہرہ چہپاوے نہ تھوڑا چنانچہ اپنا مُنہ اور ٹھڈی بھی کپڑے سے نہ چہپاوے ہان خانیہ میں ہے کہ کچہہ مضائقہ نہیں اپنی ناک پر ہاتھہ رکھنے سے والرأس بخلاف المیت وبقیة البدن اور پرہیز کرے سر ڈہکنے سے بخلاف میت کے اور باقی بدن کے یعنی محرم اگر مر جاوے تو اوسکا سر اور چہرہ ڈہکنا ممنوع نہیں اور اسیطرح سر کے سوا زندہ محرم کو باقی بدن کا کپڑے سے لپیٹنا اگرچہ بیحاجت ہو ممنوع نہیں لیکن اسحالت میں مکروہ ہے کذا فی النهر وحمل علی رأسه ثیاباً کان تغطیة لا حمل عدل وطبق ما لم یمتد یوما ولیلة فتلزمه صدقة اور اگر محرم نے اپنے سر پر کپڑے رکہکر اوٹھایا تو سر کا ڈہکنا ثابت ہوا اور گٹھری اور طبق کے اوٹھانے سے ڈہکنا ثابت نہوگا جب تک کہ ایکدن یا ایک رات سر پر نہ لئے رہے اور اگر اسقدر لئے رہیگا تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا خانیہ میں ہے کہ جس چیز کو آدمی پہنتے ہین بطور عادت کے اوسکو سر پر رکھنے سے محرم لابس قرار دیا جاویگا اور جس چیز کی

[illegible] کی ممانعت نہین [illegible] کذا فی الطحطاوی وقال الحلوانی [illegible]
[illegible] والاتفاق [illegible] کہ محرم دونون ہاتہ کے [illegible] کو لگ گیا [illegible]
[illegible] نہین وغسل راسه ولحيته بخطمي لانه طيب او يقتل الهوام اور محرم اگر دہووے سر اپنا اور داڑہی کو خطمی سے
وجہ یہہ کہ خطمی امام کے نزدیک خوشبودار چیزون مین داخل ہے تو دم کرنا محرم پر لازم ہوگا یا اسلئے کہ خطمی جوؤن کو مارتی ہے اور بالون کو نرم کرتی ہے اور صاحبین
کے نزدیک صدقہ واجب ہوگا بخلاف صابون واشنان اتفاقا بخلاف صابون اور اشنان کے کہ اگر ان چیزون
سے [illegible] دہوویگا تو باتفاق امام اور صاحبین اوسپر کچہ لازم نہوگا م [illegible] بفتح دال مشدد کے [illegible] کو کہتے ہین جس سے ہاتہ دہوتے ہین اور اشنان
ایک گہاس ہے کہ میل کو صاف کرتی ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی ثم زاد فی الجوهرة وسدرا وهو مشکل زیادہ کیا ہے جوہرہ مین کہ بیر کے پتون سے
دہونے مین باتفاق امام اور صاحبین کے کچہ لازم نہین آتا اور یہہ قول مشکل ہے وجہ اشکال کی یہہ ہے کہ خطمی اور بیر دونون سے کیڑے مرتے ہین اور بال نرم
ہوتے ہین تو لائق یون تہا کہ صاحبین کے نزدیک بیر کے استعمال سے بہی صدقہ واجب ہوتا کذا فی منح الغفار طحطاوی محشی نے کہا کہ یہہ امر تو صابون مین
زیادہ [illegible] خوشبو کے واللہ اعلم وقصها ای اللحية وحلق راسه وازالة شعر بدنه الا الشعر النابت في العين فلا شيء
بقطعه [illegible] اور نہ محرم داڑہی کترنے سے اور اپنے سر کے منڈانے سے اور اپنے بدن کے بال دور کرنے سے مگر وہ بال جو آنکہ کے اندر جمتے ہین
تو اوسکو دور کرنے مین کچہ نہین ہمارے نزدیک م محرم کو بال دور کرنا کسیطرح جائز نہین نہ کترانے سے نہ منڈانے سے نہ اکہاڑنے سے نہ [illegible]
لگانے سے کذا فی النہر ولبس قميص وسراويل اي كل معمول على قدر البدن او بعضه كزردية وبرنس اور پرہیز کرے محرم کرتہ اور پاجامہ
پہننے سے یعنی اوس لباس سے پرہیز کرے جو انسان کے تمام قد کے موافق یا بعض بدن کے موافق بنایا جاتا ہے اسطرح پر کہ خود بدن پر ٹہہر جاوے [illegible]
پہنانے سے یا کسی اور طرح جیسے لوہے کی زرہ [illegible] کی مانند دامن دراز ثوب کذا فی النہر والطحطاوی وقباء ولو لم يدخل يديه في كميه جاز الا
ان يزره او يخلله اور پرہیز کرے قبا کے پہننے سے اور اگر قبا کی دونو آستینون مین اپنے ہاتہ نہ ڈالے تو اسطرح اوسکا پہننا جائز ہے مگر یہہ کہ اوسکو گہنڈی سے یا کانٹے
سے [illegible] تو جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ اگر ایسا کریگا تو ظاہر اسپر دم کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ از قبیل لباس معتاد کے ہے [illegible] يرتدي
بقميص وجبة ويلتحف به في نوم وغيره اتفاقا اور باتفاق یہہ جائز ہے کہ قمیص اور جبہ کو بطور چادر کے استعمال کرے اور اوسکو سونے وغیرہ مین
بدن پر لپیٹے بطور لحاف کے بشرطیکہ سر اور چہرہ کو نہ ڈہکے وعمامة وقلنسوة وخفين الا ان لا يجد نعلين فيقطعهما اسفل من الكعبين
عند معقد الشراك فيجوز لبسهما حينئذ لا الجوربين اور پرہیز کرے پگڑی اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے مگر یہہ کہ نعلین کو نہ پاوے تو دونون موزون کو
ٹخنون کے نیچے سے کاٹے کعب سے یہان قدم کا درمیان والا جوڑ مراد ہے جہان نعل کا تسمہ لگایا جاتا ہے کعب سے یہان ٹخنہ مراد نہین تو ایسے موزہ
پہننا محرم کو جائز ہے نہ جراب کا اسواسطے کہ سر موزہ مین قدم کی پشت کی ہڈی نہین بند ہوتی اور جراب مین بند ہو جاتی ہے م نعل کو چپل کہتے ہین
چمڑے کی تلی ہوتا اور تسمہ سیا ہوتا ہے ہندوستان مین کہار اور بعضے مترجم پہنتے ہین [illegible] اون جوتیون کو کہتے ہین جنکو موزون کے اوپر پہنتے ہین [illegible]
[illegible] ثوبا مسه طيب كورس وهو نبت كالسمسم وعصفر وهو زهر القرطم الا بعد زواله بحيث لا يفوح في الاصح اور پرہیز کرے ایسے کپڑے کے پہننے سے
جو خوشبودار چیز سے رنگا ہو جیسے ورس اور کسم کے پہول سے مگر بعد دور ہونے رنگ کے اسطرح پر کہ اوس سے خوشبو نہ آوے پہر اوسکا پہننا درست ہے قول اصح
[illegible] ورس ایک خوشبودار گہاس ہے جو یمن مین ہوتی ہے [illegible] اوسکا رنگ زرد ہوتا ہے م یہہ مسائل اوس حدیث سے ماخوذ ہین جو صحاح ستہ مین
عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا يلبس المحرم القميص ولا العمائم ولا البرانس ولا السراويل ولا ثوبا مسه ورس
ولا زعفران ولا الخفين الا ان لا يجد نعلين فليقطعهما حتى يكونا اسفل من الكعبين لا يتقي الاستحمام لما رواه البيهقي انه عليه الصلاة والسلام
دخل الحمام في الجحفة وهو محرم اور پرہیز نکرے غسل کرنے سے اور حمام کے نہانے سے بدلیل بیہقی کی حدیث کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جحفہ کے حمام

مین تشریف لیکئے اور نیز حدیث مصنف ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس سے ہی مروی ہی کذا فی البرہان اور مسلم کی حدیث مین ثابت ہی کہ حضرت
نے حالت احرام مین غسل فرمایا طحطاوی نے کہا غسل جائز ہی لیکن میل کا چہڑانا مکروہ ہی ولا بأس بالاستظلال ببیت ومحمل لم یصب رأسه
او وجهه فلو اصاب احدهما کره کما مر او ر ایسا ہی بچاؤ کرے جیسے ہمارے ملک مین ہودج سے سایہ لیکہ عماری کی چہت اوسکے سر یا منہ
چہرے کو نہ لگے سو اگر سر یا چہرہ کو لگیگا تو مکروہ ہی جیسا کہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ کپڑون کا سر پر لیٹنا یا سبزہ کی ٹوکری مین داخل ہو اور کعبہ کا غلاف سر کو لگنا
محرم کیواسطی مکروہ ہی وشد همیان تکہ وہ الهمیان فی وسطہ اور نہ پرہیز کرے اپنی کمر پر ہمیانی کہ باندہنے سے خواہ اوسمین اپنا نقد مال ہو یا غیر کا کذا فی المنیۃ
ومنطقۃ وسیف وسلاح وختم لعدم التغطیۃ واللبس اور نہ پرہیز کرے کمر بند اور تلوار اور ہتہیار کے باندہنے سے اور انگوٹہی پہننے
سے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطی کہ کمر اور ہتہیار کا استعمال تغطیہ نہیں اور ہمیانی وغیرہ کا باندہنا لباس مین داخل نہیں واکتحالہ بغیر مطیب فلو اکتحل
بمطیب مرۃ او مرتین فعلیه صدقۃ ولو کثیرا فعلیه دم اور نہ پرہیز کرے سرمہ لگانے سے بشرطیکہ خوشبودار سرمہ نہو سو اگر خوشبودار سرمہ
ایک دو بار لگاویگا تو اوسپر صدقہ دینا لازم ہوگا اور اگر تین بلکہ زیادہ بار لگاویگا تو اوسپر ذبح کرنا جانور کا واجب ہوگا کذا فی السراجیہ ولا
یتقی ختانا وفصدا وحجامۃ وقلع ضرسه وجبر کسیر وحک رأسه وبدنه لکن برفق ان خاف سقوط شعرہ او قملة فان
فی الواحدۃ یتصدق بشئ وفی الثلث کف من طعام خیر الاذکار اور محرم پرہیز نکرے ختنہ کرنے اور فصد اور پچہنے لگوانے اور
داڑہ اوکہاڑنے سے اور ٹوٹی ہڈی کے باندہنے سے اور اپنے سر اور بدن کے کہجلانے سے لیکن آہستہ کہجلاوے اگر بال یا جون جہڑنے کا خوف ہو اور اگر یہ
خوف نہو تو زور سے کہجلاوے کذا فی الفتح ایک جون مین کچہہ صدقہ دے اور تین جون مین مٹہی بہر گیہون خیرات کرے کذا فی غرر الاذکار اور ابہی بیان اسکا
یہین آگے آویگا واکثر المحرم التلبیۃ ندبا متی صلی ولو نفلا او علا شرفا او هبط وادیا او لقی رکبا جمع راکب وجمعها رکبان
او مشاۃ وکذا لو لقی بعضهم بعضا اور محرم اکثر لبیک کہا کرے بنابر استحباب کے جبکہ نماز پڑہے اگرچہ نفل نماز ہو یا جب بلندی پر چڑہے یا جب
نالی مین اترے یا جب شتر سوارون یا پیدلون سے ملے اور اسیطرح اگر اپنے قافلہ مین سے جب ایک دوسرے کو ملے تو لبیک کہے شارح کہتا ہی رکب بسکون ثانی
جمع ہی راکب کی جیسے صحب جمع صاحب کی اور ان دونون کی جمع رکبان ہی او اسحار ای دخل فی السحر یا جب سحر کیوقت مین داخل ہو تو لبیک کہے
سحر کہتے ہین رات کے پچہلے چہٹے حصے کو قبول ہونے دعا کا وہ وقت ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یا ذ التلبیۃ فی الاحرام کالتکبیر
فی الصلوۃ حالات اور اوقات مذکورہ مین لبیک کہنا اسواسطی مستحب ہوا کہ لبیک کہنا احرام مین ایسا ہی جیسے اللہ اکبر کہنا نماز مین تو جیسے نماز مین ایک
حال سے دوسری حال کے انتقال کیوقت اللہ اکبر کہتے ہین ویسے ہی احرام مین انتقال حالات مین لبیک کہنا چاہیئے رافعا صوته بها
بلا جهد کما یفعله العوام لبیک اکثر کہا کرے اپنی آواز کو بلند کرکے سنت جان کر نہ چلاکر جیسے عوام لوگ کرتے ہین واذا دخل مکۃ بدأ بالمسجد
الحرام بعد ما یأمن علی امتعته داخلا من باب السلام نهارا ندبا ملبیا متواضعا خاشعا ملاحظا جلالۃ البقعۃ اور جبکہ مکہ مین
داخل ہو تو اول مسجد الحرام مین جاوے بعد اسکے کہ اپنے اسباب اور سامان سے خاطر جمع ہو یعنی اول اسباب سفر کو مکان محفوظ مین رکہکر مسجد الحرام مین داخل
ہووے اور بنابر استحباب کے اس دروازہ سے جسکو باب السلام کہتے ہین اور سابق مین اوسکو باب بنی شیبہ کہتے تھے لبیک کہتا خاکساری کرتا گڑگڑاتا عظمت
اور جلال اوس مکان مقدس کا دہیان کرتے ہوئے اندر جاوے ہم شہر مکہ کی زمین ایک جانب کو اونچی ہی اور دوسری جانب نیچی تو مسنون یہ ہی کہ داخل
ہو بلندی کیطرف سے جدہر قبرستان ہی جسکو جنت المعلا اور کدا بالفتح کاف کہتے ہین اور رخصت کیوقت نیچی جانب سے نکلے جسکو کدا بضم کاف بولتے ہین
اور داخل ہونا ہر وقت جائز ہی اور دن کو مستحب ہی لیکن اہل ہند کا قافلہ اکثر سحر کیوقت داخل ہوتا ہی اور مستحب ہی کہ مکہ مین داخل ہونے کیوقت یہ دعا کرے
اللهم هذا حرمك وامنك قلت وقولك الحق ومن دخله کان امنا اللهم فحرم لحمی ودمی علی النار وقنی عذابك یوم تبعث
عبادك کذا فی شرح المختار والبرہان ویسن الغسل لدخولها وهو للنظافۃ فیجب للحائض والنفساء اور مسنون ہی غسل کرنا داخل ہونے کیواسطی

اور بہتر ہی صفائی کیواسطی نہ لیکن طہارت کیواسطی تو حیض اور نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا مستحب ہی وَحِیْنَ شَاهَدَ الْبَیْتَ کَبَّرَ وَهَلَّلَ ثَلٰثًا وَمَعْنَاهُ
اللّٰهُ اَکْبَرُ مِنْ هٰذِهِ الْکَعْبَةِ وَهَلَّلَ ثَلٰثًا کَیْ لَا یَقَعَ الشِّرْکُ اور جس وقت کہ بیت اللہ کو دیکھو تو تین بار اللہ اکبر کہے اور معنی اللہ اکبر کے یہہ کہ اللہ
بزرگ تر ہے کعبہ سے یعنی بہت بڑا تو کعبہ بہی اسکی داخل ہو گیا اور بیت اللہ دیکھکر لا الہ الا اللہ کہے تاکہ اس عبادت مین کسیطرح شرک نہ واقع ہو کیونکہ سوا
خدا کے کوئی لایق عبادت کے نہین تو بیت اللہ کی عبادت کی بہی نفی ہو گئی کذا فی حاشیۃ الطحاوی جابر کی حدیث مین ثابت ہو کہ حضرت سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو دیکھکر تین بار تکبیر فرمائی اور فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کذا فی
المنح اور طبرانی سے مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کو دیکھکر یہہ دعا فرماتے اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَیْتِ مِنَ الْکُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِیْقِ الصَّدْرِ
اور رفع الیدین کرتے تھے اور جب ایسی متبرک جگہ سو دعا ضرور کرے کہ طلب جنت بلا حساب کرے اسواسطی کہ بیت اللہ کے نظر پڑنے کیوقت دعا قبول
ہوتی ہے اور امام شافعی نے بسند ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو رفع الیدین کرتے تھے
اور فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَتَعْظِیْمًا وَتَکْرِیْمًا وَمَهَابَةً وَزِدْ مَنْ شَرَّفَهٗ وَکَرَّمَهٗ مِمَّنْ حَجَّهٗ اَوِ اعْتَمَرَهٗ تَشْرِیْفًا وَتَعْظِیْمًا
وَتَکْرِیْمًا وَبِرًّا اور بیہقی میں مروی ہو کہ عمر فاروق جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے کہتے تھے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا
بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ کذا فی فتح القدیر ثُمَّ ابْتَدَأَ بِالطَّوَافِ لِاَنَّهٗ تَحِیَّةُ الْبَیْتِ مَا لَمْ یَخَفْ فَوْتَ الْمَکْتُوْبَةِ اَوْ جَمَاعَتِهَا
اَوِ الْوِتْرِ اَوْ سُنَّةٍ رَاتِبَةٍ پہر طواف شروع کرے اسواسطی کہ طواف بیت اللہ کا تحیہ ہی جبتک کہ فرض نماز کا یا فرض کی جماعت کا یا وتر کا یا سنت موکدہ کا خوف نہو فوت ہونیکا
اور اگر خوف ہو تو نماز کے بعد طواف کرے سنت موکدہ جانیکی یہہ صورت ہو کہ مثلاً بعد طلوع فجر کے ایسے وقت پہنچا کہ اگر طواف کرے تو دو رکعت فرض کا وقت باقی رہے سنت کا
تو اس صورت مین اول سنت اور فرض سے فرصت کرے پہر طواف مین مشغول ہو کذا فی حاشیۃ الطحاوی فَاسْتَقْبَلَ الْحَجَرَ مُکَبِّرًا مُهَلِّلًا رَافِعًا یَدَیْهِ کَالصَّلٰوةِ وَاسْتَلَمَهٗ
بِکَفَّیْهِ وَقَبَّلَهٗ بِلَا صَوْتٍ پہر سامنے جاوے حجر اسود کے تکبیر کہتا اور کلمہ توحید پڑہتا رفع الیدین کرتا مانند نماز کی اور چہووے حجر اسود کو اپنی دونو
ہتہیلیون سے اور اوسکو چومے بدون آواز کے یعنی لبون کے لگانے مین آواز نہ نکالے استلام حجر یہہ کہ دونون ہاتہہ اوسپر رکہے اور اوسکو چومے سنن
ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر سے روایت ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کا استقبال کیا اور دونون لبون کو اوسپر رکہا اور دیر تک روئے
پہر جو التفات کیا تو عمر کو روتے دیکھا تو فرمایا ای عمر یہان آنسوؤن کو بہانا چاہیئے اور صحاح ستہ مین مروی ہو کہ عمر فاروق نے حجر اسود کو چوما
اور کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو پتہر ہے اگر مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چومتے نہ دیکہا ہوتا تو مین تجکو نہ چومتا کذا فی الفتح اور مستحب ہی کہ
استلام کیوقت یہہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکِتَابِکَ وَوَفَاءً بِعَهْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِنَبِیِّکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَکَفَرْتُ بِالطَّاغُوْتِ کذا فی شرح النمار وَهَلْ یَسْجُدُ عَلَیْهِ قِیْلَ نَعَمْ اور کیا سجدہ کرے حجر اسود پر
بعضے علما نے کہا کہ ہان سجدہ کرنا جائز ہے ابن منذر اور حاکم نے روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس حجر اسود پر سجدہ کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا فعل نقل کرتے تھے اور امام مالک نے اسکو بدعت کہا کذا فی النہر بِلَا اِیْذَاءٍ لِاَنَّهٗ سُنَّةٌ وَتَرْکُ الْاَذٰی وَاجِبٌ فَاِنْ لَّمْ یَقْدِرْ یَضَعُ یَدَیْهِ ثُمَّ
یُقَبِّلُهُمَا اَوْ اِحْدٰهُمَا استلام حجر اسود کا کرے بدون ایذا رسانی کے یعنی وہانکے لوگونکو نہ دہکیلے اسواسطی کہ استلام سنت ہی اور تکلیف رسانی کا
ترک کرنا واجب ہی تو سنت کیواسطی واجب کو ترک کرنا جائز نہین سو اگر بسبب ہجوم خلق کے حجر اسود کو نہ چوم سکے تو دونو ہاتہونکو اوسپر رکہے پہر
ہاتہونکو چومے یا ایک کو اوسپر رکہے اور اوسکو چومے وَاِلَّا یُمْکِنُهٗ ذٰلِکَ یَمَسُّ الْحَجَرَ شَیْئًا فِیْ یَدِهٖ اَوْ عَصًا ثُمَّ قَبَّلَهٗ اَیِ الشَّیْءَ اور اگر ہاتہہ لگانا بہی نہو سکے
تو اپنے ہاتہہ کی کسی چیز کو حجر اسود مین لگا دے اگر چہ ہاتہہ مین عصا ہو تو اوسیکو لگا دے پہر اوس شی کو چوم لے وَاِنْ عَجَزَ عَنْهُمَا اَیْ عَنِ الْاِسْتِلَامِ
وَالْمَسِّ اسْتَقْبَلَهٗ مُشِیْرًا اِلَیْهِ بِبَاطِنِ کَفَّیْهِ کَاَنَّهٗ وَاضِعُهُمَا عَلَیْهِ اور اگر بسبب کثرت ہجوم کے استلام اور کسی چیز کے لگانے سے عاجز ہو تو حجر
اسود کے سامنے کہڑا ہو اپنی دونون ہتہیلیون کے اندر کی جانب سے اوسکی طرف اشارہ کرے گویا اس تصور سے کہ گویا ہتہیلیونکو حجر اسود پر رکہے ہے

وكبر وهلل وحمد الله تعالى وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يقبل كفيه اور الله اكبر كہے اور كلمہ توحيد پڑہے اور حمد حق تعالى
كى كرے اور نبى صلے الله عليه وسلم پر درود پڑہے پہر اپنى دونون ہتيليون كو چومے وفى بقية الرفوع فى الحج يجعل كفيه نحو الحجر الا عند الجمرتين فالكف
اور حجر اسود كے سوا حج كے باقى مكانات مين رفع اليدين كيوقت ہتيليون كے اندر جانب آسمان كيطرف كرے الحمد ... كے مگر تين جگہ اسمين
وہان كعبہ معظمہ كيطرف كرے ظاہر الروايت مين كذا فى النہر عن النہاية وطاف بالبيت طواف القدوم ويسن هذا الطواف للآفاقى لانه
القادم اور بعد استلام كے بيت الله كا طواف كرے اسى پہلے طواف كو طواف القدوم كہتے ہين يعنى وہ اصل ہونے اور آنے كا طواف اور يہ
طواف كرنا آفاقى كو مسنون ہے اسواسطے كہ آنا اور ہر واصل ہونا آفاقى پر صادق آتا ہے نہ اہل مكہ پر چنانچہ تحية المسجد آنى والى سنت ہے مسجد كے بيٹھنے
والے پر واخذ الطائف عن يمينه مما يلى الباب فتصير الكعبة عن يساره لان الطائف كالمؤتم بها والواحد يقف عن يمين
الامام اور طواف كرنيوالا طواف كو اپنى داہنى سے شروع كرے جدہر بيت الله كا دروازہ ہے تو اسصورت مين كعبہ طائف كے بائين طرف كو واقع ہوگا
اور يہ حكم داہنى سے شروع كرنے كى يہ ہے كہ طواف كرنيوالا بجاى مقتدى كے ہے اور كعبہ بجاى امام كے اور حالانكہ ايك مقتدى امام كے داہنى
طرف كہڑا ہوتا ہے طواف مين جب ملتزم كے سامنى ہو تو يہ دعا كرے اللهم لك بسطت يدى وفيما عندك عظمت رغبتى فاقبل دعوتى واقلنى عثرتى
وارحم تضرعى وجاءلى بمغفرتك واعذنى من مضلات الفتن اللهم ان لك علىّ حقوقا فتصدق بها علىّ اور بيت الله كے دروازہ كے سامنى
كہے اللهم هذا البيت بيتك وهذا الحرم حرمك وهذا الامن امنك وهذا مقام العائذ بك من النار اعوذ بك من النار فاعذنى منها اور جب
ركن عراقى كے پاس آوے تو كہے اللهم انى اعوذ بك من الشك والشرك والنفاق والشقاق وسوء الاخلاق وسوء المنقلب فى المال والاهل
والولد اور جب ميزاب رحمت كے مقابل ہو تو كہے اللهم انى اسئلك ايمانا لا يزول ويقينا لا يفنى ومرافقة نبيك محمد صلى الله عليه وسلم اللهم اظلنى
تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك واسقنى بكاس محمد صلى الله عليه وسلم شربة لا اظمأ بعدها ابدا اور جب ركن شامى كے سامنى ہو تو كہے اللهم
اجعله حجا مبرورا وسعيا مشكورا وذنبا مغفورا وتجارة لن تبور يا عزيز يا غفور اور جب ركن يمانى كے پاس آوے تو كہے اللهم انى اعوذ بك من الكفر
واعوذ بك من الفقر ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات واعوذ بك من الخزى فى الدنيا والآخرة اور واقدى نے كتاب المغازى مين بسند حديث
مرفوع نقل كى ہے كہ رسول خدا صلے الله عليه وسلم ركن اور حجر اسود كے درميان يون فرماتے تہے ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا
عذاب النار معلوم كرنا چاہيے كہ يہ دعا اوسوقت ہو سكين گى جب طواف مين ٹہرتا ہو تو جس طواف مين رمل سنت ہے اوسمين استيعاب انكا نہين ہو سكتا
اور يہ ادعيہ صحابہ اور تابعين سے متفرق منقول ہين علماء متاخرين نے انكو يكجا جمع كر ليا ہے كذا فى فتح القدير ولو عكس اعاده ما دام بمكة فلو
رجع فعليه دم وكذا الواجبات من غير الحج كما مر اور اگر اسكو بالعكس كرے يعنى اپنى بائين جانب سے طواف شروع كرے تو طواف القدوم كو دوبارہ
كرے جبتك كہ مكہ مين مقيم ہے اور اگر وہان سے چلا آيا تو اوسپر جانور كا ذبح كرنا لازم ہوا اور اسيطرح اگر حجر اسود كے سوا اور طرف سے بيت الله كا طواف شروع
كريگا تو اوسپر ذبح كرنا واجب ہوگا چنانچہ واجبات حج مين مذكور ہو چكا كہ ابتداء طواف حجر اسود سے واجب ہے قال فى البحر ويستقبل بجميع بدنه على جميع الحجر
فقہا نے كہا ہے كہ شروع طواف مين اپنى تمام بدن كو سارى حجر اسود كے سامنى كرے كے چلے يعنى ركن يمانى كى جانب سے مقابل حجر اسود كے ہو كر طواف
كرے اسطرح كل بدن كا كل حجر سے سامنا ہو جاويگا جاعلا قبل شروعه رداءه تحت ابطه الايمن ملقيا طرفه على كتفه الايسر استنانا وراء
الحطيم وجوبا لان منه ستة اذرع من البيت فلو طاف من الفرجة لم يجز استقبالا احتياطا قبل شروع طواف كے اپنى چادر كو داہنى
بغل سے نكالكر بائين مونڈہے پر ڈالكر حطيم سميت بيت الله كا طواف كرے لغت عرب مين اسطرح چادر اوڑہنے كو اضطباع كہتے ہين سو يہ سنت ہے اور
حطيم كو ملاكر طواف كرنا واجب ہے اسواسطے كہ حطيم مين چہہ ہاتہہ بيت الله كى زمين داخل ہے سو اگر طواف كرے اوس كشادگى اور رخنے مين كہ بيچ حطيم اور
بيت الله كے درميان مين ہے تو يہ طواف جائز نہوگا جيسے نماز كيوقت فقط استقبال كرنا حطيم كا جائز نہين بنابر احتياط كے يعنى استقبال كعبہ كا نص

قرآنی سے فرض ہی اور حطیم کا بیت اللہ مین داخل ہونا خبر واحد سے ثابت ہی نہ دلیل قطعی سے تو احتیاط اسکو مقتضی ہے کہ طواف مین تو حطیم کو بیت اللہ مین داخل کیجیے اور
نماز مین خارج اور یہہ قبر اسمعیل و ہاجر ہی یعنی حطیم مین حضرت اسمعیل اور ہاجر علیہما السلام کی قبر ہے سبعة اشواط فقط بیت اللہ کے گرد فقط سات
بار گہومو ہم اشواط جمع ہے شوط کی شوط ایکبار گہومنے کو کہتے ہین یعنی حجر اسود سے حجر اسود تک گہوم کر پہونچنا یہہ ایک شوط ہوا اور سات بار گہومنے سے ایک
طواف ہوتا ہی فلو طاف ثامنًا مع علمه به فالصحيح انه يلزمه اتمام الاسبوع للشروع لانه شرع فيه ملتزمًا بخلاف ما لو ظن انه
سابع لشروعه مسقطًا لا ملتزمًا بخلاف الحج سو اگر آٹھوان شوط گہوما آٹھوان جانکر تو مذہب صحیح یہہ ہی کہ اوسپر لازم ہوگیا پورا کرنا سات شوط
کا یعنے دوسرا طواف سات شوط والا لازم ہوا بسبب شروع کر دینے کے اسواسطے کہ اوسنے دوسرا طواف شروع کر دیا التزام کرکے بخلاف اسکے کہ اگر آٹھوین شوط
کو ساتوان گمان کرکے شروع کریگا تو دوسرا طواف اوسپر لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسکا شروع کرنا بنا بر اسقاط کے ہی نہ بنا بر التزام کے بخلاف حج کے اسلیے کہ
بطور اسقاط شروع کرنے سے بھی اتمام حج کا لازم ہو جاتا ہی بخلاف بقیہ عبادات کے کذا فی النہر من البحر واعلم ان مكان الطواف داخل المسجد الحرام
ولو وراء زمزم لا خارجه لصيرورته طائفًا بالمسجد لا بالبيت اور معلوم کر کہ طواف کرنیکا مکان تمام مسجد الحرام ہی اندر کیطرف سے اگرچہ زمزم کو بھی طواف
مین داخل کرلے اور باہر مسجد الحرام کے طواف کا مکان نہین اسواسطے کہ اگر باہر مسجد الحرام کے طواف کریگا تو وہ شخص مسجد الحرام کا طائف ہوگا نہ بیت اللہ کا ہم
ہرچند تمام مسجد الحرام مین طواف جائز ہے لیکن بیت اللہ کے گرد چند ستون قائم ہین اوسکے اندر طواف ہوتا ہی اوسکو مطاف کہتے ہین اور نقشہ بیت اللہ کا
مجملا یون ہی کہ درمیان مین بطور کوٹھری کے بیت اللہ ہی اوسکے گرد مطاف کے ستون ہین پھر چارو نطرف بڑا صحن ہی جسمین زمزم کا کنوان اور مقام ابراہیم
اور چارون اماموں کے مصلے ہین پھر چارو نطرف مسجد الحرام کے عمارت ہی یک منزلہ تین درجہ کی پھر پشت کی دیوار ہی اور مسجد الحرام کی پشت پر ایکطرف
صفا کی پہاڑی اور دوسری جانب مروہ کی پہاڑی ہی اور صفا اور مروہ کے درمیان مسجد الحرام کے دیوار سے متصل دو سبز مینارین ہین جنمین سعی کرتے ہین
اور بیت اللہ کے چار کونے ہین جنکو ارکان کہتے ہین ایک کونے پر تخمینا تین ہاتھہ کی بلندی پر حجر اسود منصوب ہے پھر جب حجر اسود سے طواف کیجیے بیت اللہ
دروازہ کی جانب سے تو دوسرا کونا ملتا ہی اوسکو رکن عراقی کہتے ہین پھر اوسکے بعد تیسرا کونا ہے جسکو رکن شامی بولتے ہین پھر چوتھے کونے کو رکن یمانی
کہتے ہین اور حجر اسود سے تا در کعبہ اس مکان کا ملتزم نام ہی اور بیت اللہ سے جانب مشرق تین کوس پر منا ہے جہان قربانی ہوتی ہی اوسکے آگے تین کوس
پر مزدلفہ ہی جہان مغرب اور عشا کی نماز ملاکر پڑہتے ہین اوسکے آگے تین کوس پر عرفات کا میدان اور پہاڑ ہے جہان حج ہوتا ہی اسقدر جان لینے
سے مسائل حج کا دریافت کرنا آسانی سے ہوتا ہے ولو خرج منه او من السعي الى جنازة او مكتوبة او تجديد وضوء ثم عاد بنى اور اگر درمیان
سات شوط کے طواف سے نکلے یا سعی کرنے سے نکلے نماز جنازہ کیواسطے یا فرض نماز کیواسطے یا نیا وضو کرنے کیواسطے پھر وہین آوے جہان سے طواف اور
سعی کو قطع کیا تھا تو وہین سے جوڑ لے وجاز فيهما اكل وبيع وافتاء وقراءة لكن الذكر افضل منها اور طواف اور سعی مین جائز ہی کہانا اور
بیچنا لیکن بلا ضرورت مکروہ ہی کذا فی النہر اور جائز ہی فتوی دینا اور قرآن پڑہنا بلا رفع صوت کذا فی النہر لیکن ذکر کرنا افضل ہی قرآن کے پڑہنے
سے اسواسطے کہ ابن ماجہ نے حدیث روایت کی ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا سات بار طواف کرے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ
واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ کے سوا کوئی بات نکرے تو اوسکے دس گناہ مٹائے جاتے ہین اور دس درجہ اسکے سبب سے بلند کیے جاتے ہین کذا فی النہر
وفي المنسك للنووي الذكر المأثور افضل واما في غير المأثور فالقرآن افضل على الاصح اور نووی شافعی کی منسک مین یون ہی کہ ذکر منقول
افضل ہے اور غیر منقول سے تو قرآن افضل ہی طواف مین تو اسکی تلاش کرنا چاہیے ابن ہمام محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ طواف مین تو مجرد ذکر اللہ
معروف ہی اور مجکو کوئی حدیث ایسی یاد نہین جسمین قراۃ قرآن طواف مین مروی ہو ہان ابن ماجہ کی حدیث مرفوع مین طواف کے اندر تسبیح اور تہلیل
اور تحمید اور تکبیر اور حوقلہ مروی ہی ويرمل ان سعى بعده وهو المشي بسرعة مع تقارب الخطا وهز كتفيه في الثلثة الاول استنانًا فقط
اور رمل کرے یعنی جلد چلے نزدیک نزدیک قدم رکہکر اور دونو کاندھے ہلاتا ہوا جیسے جوانمرد پہلوان صف جنگ مین اکڑتے ہین اس طرح

فقط پہلے تین شوطون مین سنون ہی ہم کتب احادیث مین ثابت ہو کہ اکڑنے کا ابتدا مین یہہ سبب ہوا کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ
اصحاب کے مدینہ سے عمرہ کرنے کو آئے تو مشرکین نے کہا کہ مدینہ کے تپ نے مسلمانونکو توڑ دیا اور دبلا بے طاقت کر ڈالا حضرت نے فرمایا مسلمانونکو
کہ اکڑ کے طواف کرین تاکا فرونپر رعب پڑے پہر جب مکہ فتح ہوا تو دسوین سال ہجرت کی حجۃ الوداع کیواسطے تشریف لائے اور بطور سابق رمل کیا نعمت
الہی کی یاد کرنے کو کہ بعد خوف کے امن عطا کیا پہر ہمیشہ یہہ عمل سمجہا اور تابعین نے بھی جاری رکہا صحیح بخاری مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہی
کہ امیرالمومنین عمر فاروق نے کہا کہ ہمکو اس اکڑنے سے کیا مطلب یہہ اکڑنا تو ہم مشرکونکو دکہلاتے تہے اور اب تو خدا نے انکو ہلاک کر ڈالا پہر
فرمایا کہ اس فعل کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا سو ہم نہین چاہتے ہین کہ اسکو چہوڑ دین اور ابو داؤد نے یون روایت کی عمر فاروق سے
کہ یہہ اکڑنا اور مونڈہے کا کہولنا کسواسطے ہو اور حالانکہ حق تعالی نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مٹایا لیکن باوجود اسکے ہم نہ چہوڑینگے اوس چیز کو
جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین ہم کرتے تہے فان ترکہ او نسیہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی اور اگر رمل کو شوط اول مین ترک کیا یا
بہولگیا تو رمل نکرے مگر اونہین دونون شوطون مین جو اول کے بعد ہین اور اگر تینون شوط مین رمل کو ترک کیا یا بہول گیا تو باقی چار شوطون مین رمل نکرے
کذا فے الفتح والنہر والعالمگیریۃ عن البحر ہم شارح کے کلام مین ظاہرا شرط اول کی جزا ساقط ہو گئی ہی یعنی حق عبارت تینون کتابون کے موافق
یون ہی فلو ترکہ او نسیہ فی الشوط الاول لم یرمل الا فی الشوطین بعدہ ولو فی الثلثۃ لم یرمل فی الباقی لہذا مترجم نے موافق کتب مذکورہ کے
پوری عبارت کا ترجمہ کیا غالب ہی کہ یہہ اسقاط کاتبون کی جہت سے ہو مترجم نے دو نسخون مین اسیطرح پایا واللہ اعلم ولو زحمہ الناس وقف
حتی یجد فرجۃ فیرمل بخلاف الاستلام لان لہ بدلا اور اگر ہجوم ہو لوگونکا اور رمل کرنے کی جگہ نہو تو ٹہر جاوے یہانتک کہ گنجایش پاوے
تب رمل کرے بخلاف استلام کے کہ اوسکے واسطے بسبب ہجوم کے توقف کرنا نچاہئے اسواسطے کہ استلام کا بدلا موجود ہی یعنی استقبال اور رمل کیواسطے
کوئی عوض نہین من الحجر الی الحجر فی کل شوط یعنی رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک تین بار ہر شوط مین وکلما مر بالحجر فعل ما ذکر من الاستلام
اور ہر شوط مین جب حجر اسود کے پاس ہو کر نکلے تو استلام کرے اور اگر وہان تک بسبب ہجوم کے نجا سکے تو عصا یا تلوار اوسپر لگا دے اور اگر اسکو بہی اور
اگر یہہ بہی نہو سکے تو بطور سابق استقبال کرے واستلم الرکن الیمانی وہو مندوب لکن بلا تقبیل وقال محمد ہو سنۃ ویقبلہ والدلائل تؤیدہ
ویکبر باستلام غیرہما اور رکن یمانی کا استلام کرے اور یہہ مستحب ہی امام اعظم کے نزدیک بلا تقبیل یعنی فقط اوسپر ہاتھ رکہو لیکن اوسکو نچومے اور امام محمد
کہتا کہ رکن یمانی کا استلام مستحب نہین بلکہ سنت ہی اور اوسکو چومے بہی اور دلائل احادیث کی محمد کے قول کی تائید کرتی ہین اور سوا حجر اسود اور رکن یمانی
کا استلام کرنا مکروہ ہی بسبب عدم ثبوت روایت کے چنانچہ صحیحین وغیرہما مین عبداللہ بن عمر سے مروی ہی کہ مین نے نہین دیکہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو کہ ہاتھ لگاتے ہون بیت اللہ کو سوا حجر و رکن یمانی کے کذا فی البرہان اور ابن عباس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کو چومتے تہے
کذا فی مشکوۃ المصابیح وختم الطواف باستلام الحجر استنانا ثم صلی شفعا فی وقت مباح یجب علی الصحیح بعد کل اسبوع عند
المقام حجارۃ ظہر فیہا اثر قدمی الخلیل اور تمام کرے طواف کو حجر اسود کے استلام پر بنا بر مسنون ہونیکے پہر مباح وقت مین دو رکعتین نماز پڑہے
جو واجب ہین بنا بر قول صحیح کے ہر سات بار گہومنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس مقام ابراہیم ایک پتہر ہی جسمین ابراہیم علیہ السلام کے دونو قدم کے
نقش ظاہر ہین جب اسمعیل اور ہاجرہ علیہما السلام کے دیکہنے کو تشریف لاتے تو سواری پر سے اوترنے کا قصد کرتے اوسی پتہر پر قدم مبارک رکہتے اور
روایت ہی کہ جب بحکم الہی حج کیواسطے سب خلق کو بلایا تہا اسی پتہر پر قدم رکہ کر پکارا تہا کذا فی الطحطاوی اور طبرانی اور ابن عساکر نے بریدہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم کو حق تعالی نے زمین پر اوتارا تو آدم نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقام ابراہیم
کے پیچہے دو رکعت نماز پڑہی پہر یہہ دعا کی اللہم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما عندی فاغفر لی
ذنوبی اللہم انی اسئلک ایمانا یباشر قلبی ویقینا صادقا حتی اعلم انہ لن یصیبنی الا ما کتبت لی ورضنی بقضائک تب حق تعالی نے آدم

یہ معنی اتقی ہی ہے کہ خدا ایسے آدمی کی دعا رد نہیں کرتا ہے الیسی دعا مجھ سے مانگی کہ میں نے قبول کی اور تیری گناہ بخشے اور تیرے غم و ہم اور ہموم کو دفع کیا اور جو تیری پیٹھ
پیچھے ہو اکر دیگا اور اسکو ساتھ سبھی کے صاحب کو دور کرے گا کذا فی کنز العمال للسیوطی والمتقی وفتح القدیر وغیرہ من السبعة
یا مقام ابراہیم کے سوا اور کہیں مسجد الحرام میں دو گانہ طواف کا پڑھا اگر وہاں جگہ نہ ہو کذا فی البرجندی وھل یعین المسجد قولان بعد کیا
اس گانہ کو واسطے مسجد الحرام ہی متعین ہے یا نہیں دو قول ہیں مفتاح میں ہے کہا قول مستند یہ ہے کہ تعیین مسجد الحرام کی فضیلت کے واسطے ہے ثم التزم الملتزم
وشرب من ماء زمزم پھر جب دو گانہ طواف کے ملتزم کو چمٹے اس طرح کہ اپنا سینہ اور پیٹ لگا دے اور اپنا رخسارہ اس میں لگا وے اور دونوں ہاتھوں کو
کے اوپر پھیلا کر رکھے اور دعا میں چمٹا رہے اور زمزم کا پانی پیے اور پیتے وقت یہ دعا پڑھے اللّٰھم انی اسئلک رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل
داء کذا فی فتح القدیر وعاد الی الحجر واستلمه اور پھر آوے حجر اسود کی طرف اگر صفا اور مروہ کی سعی کا ارادہ ہو اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو بعد دوگانہ
طواف کے حجر اسود کی طرف آنا ضروری نہیں کذا فی فتح القدیر ہے کہ بعد سعی کرنا اسکا جائز ہوا کہ قربانی کے دن طواف فرض اور زیارت اور بعد کے اشغال
درپیش ہیں اور افضل یہی ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی کو تاخیر کرے طواف فرض کے بعد اگر ہو اس وجہ سے کہ سعی واجب ہے تو بہتر یہی ہے کہ فرض کے تابع ہو
کذا من البحر عن النہر واستلام الحجر وکبر وھلل وخرج من باب الصفا اور حجر اسود کا استلام کرے اور اللّٰہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے
اور مستحب ہے کہ باب الصفا سے نکلے بایاں قدم آگے بڑھا کر اور یہ دعا پڑھے بسم اللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم اغفر لی ذنوبی
وافتح لی ابواب فضلک واعذنی من الشیطان کذا فی فتح القدیر وصعد الصفا بحیث یری الکعبة ثم استقبل البیت
وکبر وھلل وصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم پھر صفا پر اتنا چڑھے کہ باب الصفا سے کعبہ نظر آوے اور بیت اللّٰہ کے سامنے ہو اور
اللّٰہ اکبر کہے اور کلمہ توحید پڑھے بلند آواز سے کذا فی النہایہ سنن ابی داؤد میں جابر سے مروی ہے کہ اول رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم
صفا پر تشریف لے گئے بیت اللّٰہ نظر آیا پھر حق تعالیٰ کی توحید اور تکبیر کی اور یہ پڑھا لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد یحیی و
یمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللّٰہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ پھر اسکے درمیان میں دعا کی اسی طرح تین
بار اور اسکے بیچ دعا کی ... بالعبادة بما شاء لان محمدا ... شیئا لا ینبغی ... بارک باسماء ... تین اور دو
... جب اس طرح دعا اپنے لئے کرے چاہئے کہ ... کے بعد معمول ہوا اور چونکہ تمامی عبادت کا یہ وقت ہے تو جو چاہے دعا کرے اسواسطے کہ
کتابوں میں ... دعا خاص معین نہیں کی اسلئے کہ معین کرنا دعا کا رقت قلب کا مانع ہے دعا وہی بہتر ہے جو اپنے جوش دل سے ہو
اور اگر دعا ماثورہ پڑھے تو بھی برکت چاہئے تو بہتر ہے بلکہ اکثر لوگوں کے حق میں ادعیہ منقولہ بہتر ہیں چنانچہ مترجم نے کچھ دعائیں ذکر کی ہیں اور کچھ
آئندہ ذکر کئے جاویں گے مجد الدین فیروزآبادی نے سفر السعادت میں نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے صفا پر یہ دعا کی اللّٰھم انی اسئلک موجبات
رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمة من کل بر والسلامة من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرته ولا ھما الا فرجته ولا کربا الا کشفته ولا حاجة
الا قضیتھا اور شیخ عبد الحق کی شرح سفر السعادۃ میں موطا سے منقول ہے بروایت ابن عمر کہ صفا پر یہ دعا کرے اللّٰھم انک قلت ادعونی استجب لکم
وانک لا تخلف المیعاد وانا اسئلک کما ھدیتنی للاسلام ان لا تنزعه منی حتی تتوفانی وانا مسلم ثم یمشی نحو المروة ساعیا بین المیلین
الاخضرین ... المسجد پھر صفا سے اتر کے مروہ کی طرف چلا اور دونوں میلوں کے درمیان دوڑ کر جو مسجد الحرام کی پشت کی دیوار
میں نشان ہوئے ہیں ہم جب ... تو یہ دعا پڑھے اللّٰھم استعملنی بسنة نبیک وتوفنی علی ملته واعذنی من مضلات الفتن برحمتک
یا ارحم الراحمین اور جب دو سبز نشانوں کے بیچ سعی کرے تو یہ دعا پڑھے رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انک انت الاعز الاکرم یہ دعا عبد اللّٰہ بن
عمر سے منقول ہے کذا فی الفتح اور سفر السعادت میں دعا مذکور رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے منقول ہے بروایت صفیہ بنت شیبہ وصعد علیھا وفعل
کما فعل علی الصفا یفعل ھکذا سبعا یبدأ بالصفا ویختم بالمروة اور چڑھے مروہ پر اور ویسا ہی کرے جو صفا پر کر چکا ہے اسیطرح

ساتھ ہی یا کرو یعنی صفا سے شروع کرے اور سات پھیرے کرے مروہ پر ختم کرے یعنی صفا سے مروہ تک آنا ایک شوط ہوا پھر مروہ سے صفا تک جانا
دوسرا شوط ہوا اسیطرح سات ہونگے اور ان شوطون میں رمل نہ کرے پھر تمام ہوگا فلو بدأ بالمروة لم يعتد بالاول هو الاصح پھر اگر مروہ سے ابتدا کریگا تو صفا تک شوط
شوط اول میں نہ معتبر ہوگا یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ حدیث قولی اور فعلی کے مخالف ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا صفا سے کی اور فرمایا کہ ابتدا
کرو اس سے جس سے حق تعالی نے ابتدا کی یعنے فرمایا قرآن مجید میں (ان الصفا والمروة من شعائر الله) کذا فی حاشیة الطحاوی ویصلی رکعتین
في المسجد لختم الطواف اور مستحب ہے ختم کرنا سعی کا دو رکعتوں پر جنکو مسجد الحرام میں جاکر پڑھے مانند ختم طواف کے اس واسطے کہ مسند احمد میں حدیث مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد سعی کے دو رکعتین مسجد الحرام میں جاکر پڑھیں سامنے حجر اسود کے اور ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اسکو روایت کیا مطلب یہ
دوا اسکو کذا فی فتح القدیر ثم سكن بمكة محرما بالحج ولا يجوز فسخ الحج بالعمرة عندنا پھر ٹھہرا رہے مکہ میں حج کا احرام باندھے ہوئے اور عمرہ کرکے
حج کا احرام توڑنا ہمارے نزدیک یعنی حنفیون کے مذہب میں جائز نہیں یعنی جب میقات سے حج کا احرام باندھا تو اب عمرہ کرکے احرام حج کا چھوڑنا درست نہیں اور
وجہ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع میں اصحاب سے عمرہ کرا کر حج کو فسخ کرا دیا تھا تو یہ حکم فقط اصحاب ہی کو مخصوص تھا
اس واسطے کہ صحیح مسلم میں ابو ذر سے حدیث مروی ہے کہ حج کو فسخ کرنا عمرہ سے یہ اصحاب کبار کو مخصوص تھا وطاف بالبيت نفلا كما شاء بلا رمل وسعي
وهو افضل من الصلوة نفلا للآفاقي وعكسه للمكي اور نفل طواف کیا کرے بیت اللہ کا جتنا چاہے بدون رمل اور سعی کے اور طواف کرنا افضل ہے نفل نماز
پڑھنے سے مسافر کے حق میں اور اہل مکہ کیواسطے نماز افضل ہے طواف سے وفي البحر ينبغي تقييده بزمن الموسم والا فالطواف افضل من الصلوة
مطلقا اور بحر الرائق میں ہے کہ افضلیت صلوة میں موسم حج کی قید لگانا اولی ہے یعنی کیونکہ اسواسطے ایام حج میں طواف سے نماز افضل ہے تاکہ بسبب ہجوم
کے مسافر طواف سے نہ محروم رہیں اور بعد موسم حج کے تو طواف ہی افضل ہے نفل نماز سے ہر طرح طحاوی اور ابن حبان نے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے مگر یہ کہ خدا نے طواف میں کلام کرنا حلال کر دیا ہے سو جو کہ کلام کرے تو سوائے خیر کے نہ بولے
کذا فی المنح والبرهان اور ترمذی اور نسائی میں یون مروی ہے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتین پڑھیں گویا اسنے ایک گردن کو آزاد کیا اور اسی کتاب میں ابوہریرہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں سو جو شخص کہ یہ دعا پڑھے اللهم اني اسألك العفو والعافية في الدنيا والآخرة
ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار تو وہ فرشتے آمین کہتے ہیں ترمذی میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بیت اللہ کا پچاس بار طواف کریگا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاویگا جیسا اوسدن بیگناہ تھا جب ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوا تھا کذا فی تیسیر جامع الاصول وخطب الامام اول خطب الحج الثلاث سابع ذي الحجة بعد الزوال وبعد صلوة الظهر وكره قبله
وعلم فيها المناسك اور حج کے تین خطبون میں سے پہلا خطبہ ساتوین تاریخ ذی الحجہ کی امام پڑھے بعد زوال ظہر کے بعد اور قبل نماز کے مکروہ ہے
اور اس خطبہ میں حج کے احکام تعلیم کرے یعنی احرام باندھنا اور منا اور عرفات کا جانا اور وہان کی نماز اور عرفات کا ٹھہرنا اور وہان سے پھرنا
تاکہ لوگ سیکھ لیوین غرض حج کے تین خطبے ہیں ایک ساتوین تاریخ مکہ میں اور دوسرا عرفات میں اور تیسرا گیارہوین کو منا میں اور سب خطبے بعد زوال اور
نماز ظہر کے پڑھے جاتے ہیں مگر عرفات کا خطبہ بعد زوال قبل نماز ظہر کے ہوتا ہے اور سب خطبون میں اول تکبیر پھر تلبیہ پھر تحمید واجب ہے مانند خطبہ عید یعنی
کے اور خطبہ جمعہ اور خطبہ نکاح میں تحمید سے ابتدا کرنا لازم ہے کذا فی المنح والطحطاوي فاذا صلى بمكة الفجر يوم التروية وهو
الثامن خرج الى منى ... من مكة ومكث بها الى فجر عرفة پھر جب ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ فجر کی نماز مکہ میں پڑھ
چکے تو منا کیطرف چلے اور عرفہ کی فجر تک وہان رہے آٹھوین تاریخ کو یوم الترویہ کہتے ہیں اور منا ایک گاؤن ہے حرم کی حد میں مکہ سے تین میل
وقت مکہ میں ... حالات میں لبیک کہنا ... طواف کر اور منا کیطرف چلتے لبیک کہے اور یہ دعا کرے اللهم ... ادعو ... اللهم

وَاِلَيْكَ اَرْغَبُ اللّٰهُمَّ بَلِّغْنِيْ صَالِحَ عَمَلِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ ذُرِّيَّتِيْ) پھر جب منا میں داخل ہو تو یہہ دعا پڑہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنًى وَهٰذَا مِمَّا دَلَلْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ
الْمَنَاسِكِ فَمُنَّ عَلَيْنَا بِجَوَامِعِ الْخَيْرِ وَبِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِكَ وَمُحَمَّدٍ حَبِيْبِكَ وَبِمَا مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ فَاِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَاصِيَتِيْ
بِيَدِكَ جِئْتُ طَالِبًا مَرْضَاتَكَ) اور منا میں مستحب یہہ ہی کہ مسجد الخیف کے پاس اترے کذا فی فتح القدیر ثُمَّ بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى عَرَفَاتٍ
عَلٰى طَرِيْقِ ضَبٍّ پہر آفتاب کے نکلنے کے بعد منا سے عرفات کو جاوے ضب کی راہ پر کہ یہی سنت ہی اور عرفات کے چلنے کیوقت یہہ دعا پڑہے
اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّيْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِيْ وَلَا تُخَيِّبْنِيْ وَاقْضِ
بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِيْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) اور لبیک کہے اور کلمہ توحید پڑہے پہر جب عرفات کے قریب پہنچے اور جبل رحمت نظر آوے تو کہے
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پہر لبیک کہتا رہے یہانتک کہ عرفات میں داخل ہو کذا فی الفتح وَعَرَفَاتٌ كُلُّهَا
مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرَنَةَ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَضَمِّهَا وَادٍ مِنَ الْحَرَمِ غَرْبِيَّ مَسْجِدِ عَرَفَةَ اور تمام عرفات ٹہرنے کا مکان ہی مگر بطن عرنہ میں ٹہرنا جائز
نہیں عرنہ بضم اول وفتح ثانی اور ضمہ بہی اوسکو جائز ہے نالہ ہے حرم میں مسجد عرفہ کی مغرب کیطرف اور عرفات حل ہی ہے فَبَعْدَ الزَّوَالِ
قَبْلَ صَلٰوةِ الظُّهْرِ خَطَبَ الْاِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ خُطْبَتَيْنِ كَالْجُمُعَةِ پہر دوپہر ڈہلنے کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے امام مسجد میں دو خطبے پڑہے مانند
جمعہ کی یعنی جیسے خطبہ جمعہ میں امام درمیان دو خطبوں کے منبر پر بیٹھتا ہے ویسے ہی اسمیں بہی بیٹھے اور جیسے جمعہ میں امام کے سامنے مؤذن
اذان کہتا ہے ویسا ہی یہان بہی اذان کہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَعَلَّمَ فِيْهِمَا الْمَنَاسِكَ وَبَعْدَ الْخُطْبَةِ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ بِاَذَانٍ
وَاِقَامَتَيْنِ وَقِرَاءَةٍ سِرِّيَّةٍ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا عَلَى الْمَذْهَبِ وَلَا بَعْدَ اَدَاءِ الْعَصْرِ فِيْ وَقْتِ الظُّهْرِ اور امام اس خطبہ میں احکام حج
کی تعلیم کرے یعنی وقوف عرفات اور مزدلفہ اور وہان سے پہرنا اور رمی اور ذبح اور حلق اور طواف زیارت کرنا سکہلاوے اور بعد خطبہ کے
لوگونکو ظہر اور عصر کی نماز پڑہاوے ایک اذان اور دو اقامت سے ایک اقامت ظہر کیواسطے اور دوسری عصر کیواسطے اسلئے کہ عصر خلاف عادت
ظہر کے وقت پڑہی جاتی ہے تو اعلام اور اطلاع کرنا ضرور ہوا اور امام قرأت کو آہستہ پڑہے اور ظہر اور عصر کے درمیان کوئی نماز نہ پڑہے
یہانتک کہ سنت مؤکدہ بہی نہ پڑہے بنا بر مذہب صحیح کے اور نہ بعد ادا کرنے عصر کے کوئی نماز پڑہے ظہر کیوقت میں اسواسطے کہ نفل پڑہنا بعد
عصر کے مکروہ ہی وَشَرْطُ صِحَّةِ هٰذَا الْجَمْعِ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَوْ نَائِبُهٗ وَاِلَّا صَلَّوْا وُحْدَانًا وَالْاِحْرَامُ بِالْحَجِّ فِيْهِمَا اَيِ الصَّلٰوتَيْنِ اور واسطے
صحت اس جمع بین الصلوتین کے دو امر شرط ہیں امام اعظم کے نزدیک ایک شرط یہہ ہی کہ بادشاہ ہو یا اوسکا نائب چنانچہ قاضی اور اگر
بادشاہ یا اوسکا نائب نہو تو لوگ علحدہ علحدہ نماز پڑہیں بلا جماعت اور دوسری شرط یہہ ہی کہ حج کا احرام ہو دونوں نمازوں میں تو اگر ظہر کی
نماز عمرہ کے احرام سے پڑہی اور عصر کی حج کے احرام سے تو جمع بین الصلوتین جائز نہیں اسواسطے کہ دونوں نمازوں میں حج کا احرام شرط ہے
اور اسیطرح اگر بدون احرام کے دونوں نمازونکو جمع کریگا تو بہی جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فَلَا يَجُوْزُ الْعَصْرُ لِلْمُنْفَرِدِ فِيْ اَحَدِهِمَا
فَلَوْ صَلَّى الظُّهْرَ وَحْدَهٗ لَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ مَعَ الْاِمَامِ تو جائز نہیں عصر کی نماز ظہر کیوقت پڑہنا اوس شخص کو جسنے ظہر یا عصر کی نماز تنہا پڑہی سو اگر کسی نے
ظہر کی نماز تنہا پڑہی تو امام کے ساتھہ عصر نہ پڑہے بلکہ عصر کیوقت پڑہے وَلَا يَجُوْزُ الْعَصْرُ لِمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ بِجَمَاعَةٍ قَبْلَ اِحْرَامِ الْحَجِّ ثُمَّ اَحْرَمَ اِلَّا
فِيْ وَقْتِهٖ اور جسنے قبل احرام حج کے ظہر کی نماز جماعت سے پڑہی پہر اوسنے حج کا احرام باندہا تو اوسکو عصر کا پڑہنا جائز نہیں مگر عصر کیوقت
نہیں امام کے ساتھہ ظہر کیوقت میں اسواسطے کہ شرط ثانی مفقود ہے وَقَالَا لَا يُشْتَرَطُ لِصِحَّةِ الْعَصْرِ اِلَّا الْاِحْرَامُ وَبِهٖ قَالَتِ الثَّلٰثَةُ وَهُوَ الْاَظْهَرُ
مِثْلُ مَا لَا يَخْفٰى عَنِ الْبُرْهَانِ اور صاحبین نے کہا کہ مشروط نہیں صحت عصر کیواسطے مگر احرام یعنی جمع بین الصلوتین کیواسطے فقط احرام حج کافی ہو امام
خواہ شرط نہیں اور یہی مذہب ہی تینون اماموں کا اور یہی قول ظاہر تر ہی باعتبار دلیل کے کذا فی الشرنبلالی عن البرہان ہم براہین میں کہا
کہ یہہ قول اسواسطے اظہر ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوتین اسواسطے ہی کہ امتداد وقوف عرفہ بیتک رہے جیسے امد موقعہ کی نزدیک نہایت اچھی

يہی ہے مضمون کا وہان برابر ہونا ممکن نہین تو اگر عصر اپنی وقت پر ہوتی تو وہان سے نکلنا پڑتا اور وقوف منقطع ہوتا اس ضرورت سے جمع بین الظہر والعصر جائز ہوا تو اس حاجت مین منفرد اور جنکو امام کے ساتھ نماز پڑھی دونون برابر ہین ثم ذهب الى الموقف فيغتسل سن و وقف الامام على ناقته بقرب جبل الرحمة عند الصخرات الكبار مستقبلا القبلة پہر نماز کے بعد جاوے طرف موقف کی یعنی ٹہہرنے کی جگہ مین جاوے غسل کرکے کہ مسنون ہے اور امام وقوف کرے اپنی اونٹ پر سوار ہوکر جبل رحمت کے قریب بڑی بڑی کالے پتہرون کے پاس قبلہ رو ہوکر یہین کہڑا ہونا سنت ہے اور یہہ جو عوام کی عادت ہے کہ پہاڑ پر چڑہ کر کہڑے ہوتے ہین سو نہ اصل ہے والقيام والنية فيه ليس بشرط ولا واجب فلو كان جالسا جاز نية وذلك لان الشرط الكينونة فيه فصح وقوف مجتاز وهارب وطالب غريم ونائم ومجنون وسكران اور کہڑا ہونا اور وہان کے ٹہرنے مین نیت وقوف کی کرنا نہ شرط ہے نہ واجب سو اگر موقف مین بیٹہا رہیگا تو اوسکا جائز ہوگا یہہ جواز اسواسطے ہے کہ وہان کا ہونا شرط ہے تو جو کسیطرح سے ہو تو صحیح ہے وقوف راہ چلنے اور بہاگنے کا اور دیون کی تلاش کرنیوالیکا اور سونیوالیکا اور دیوانے اور مست کا اور اسیطرح حائض اور جنب کا وقوف اور جسنے صبح مین اصلو نہین کی اوسکا وقوف بھی صحیح ہے کذا فی النہر ودعا جهرا بجهد وعلم المناسك ووقف الناس خلفه بقربه مستقبلين القبلة سامعين لقوله خاشعين باكين اور آواز بلند کرکے دعا کرے نہایت جہد اور کوشش سے اور امام مناسک کی تعلیم کرے اپنی اونٹ پر سے اور لوگ امام کے پیچہے ٹہرین متصل اوسکے رو بقبلہ ہوکر امام کے قول پر کان لگائے گڑگڑاتے روتے ہوے بیہم امام مالک نے موطا مین حدیث صحیح مرفوع نقل کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور جو افضل دعا کی مین نے کی اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کی وہ یہہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير تو حید اور ثنا کو دعا فرمایا اسواسطے کہ کریم کی تعریف کرنا درحقیقت دعا ہے مثل مشہور ہے کہ فقیر کی منہ سے سوال سے پہلے مخصوص جب تعریف بھی کرنے لگا اور امام احمد بن حنبل نے حدیث صحیح نقل کی عبد اللہ بن عباس سے کہ فلانا شخص رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ سوار تہا سو وہ شخص عورتون کیطرف دیکہنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری بہتیجے اس دن مین جو اپنی کان اور آنکہہ اور زبان کو محفوظ رکہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور بزار وغیرہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ مین نے دیکہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ عرفہ کے دن دونو ہاتہہ پہیلائے دعا کرتے تھے جیسے کہانا مانگنے والا محتاج ہاتہہ پہیلاکر مانگتا ہے کذا فی فتح القدیر اور ثابت ہوا ہے کہ موقف مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہہ دعا کی اللهم لك الحمد كالذي نقول وخيرا مما نقول اللهم لك صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي واليك مآبي ولك رب تراثي اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر ووسوسة الصدر وشتات الامر اللهم اني اعوذ بك من شر ما تجيء به الريح اللهم انك تسمع كلامي وترى مكاني وتعلم سري وعلانيتي ولا يخفى عليك شيء من امري انا البائس الفقير المستغيث المستجير الوجل المشفق المقر المعترف بذنبي اسألك مسألة المساكين وابتهل اليك ابتهال المذنب الذليل وادعوك دعاء الخائف الضرير من خضعت لك رقبته وفاضت لك عيناه وذل جسده ورغم انفه اللهم لا تجعلني بدعائك شقيا وكن لي رؤفا رحيما يا خير المسئولين ويا خير المعطين اخرجه الطبراني في المعجم اور سنن بیہقی مین مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشتر میری دعا اور باقی پیغمبرونکی دعا عرفات مین یہہ ہے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم اجعل في قلبي نورا وفي سمعي نورا وفي بصري نورا اللهم اشرح لي صدري ويسر لي امري واعوذ بك من وسواس الصدر وشتات الامر وفتنة القبر اللهم اني اعوذ بك من شر ما يلج في الليل وشر ما يلج في النهار وشر ما تهب به الرياح ومن شر بوائق الدهر كذا في سفر السعادة للفيروزآبادي اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ روز عرفہ کی فضیلت اور مقبول ہونے دعا مین کثرت سے احادیث ثابت ہین تو لائق یہہ ہے کہ دعا مین بہت کوشش کرے اور جو دعا کہ یاد ہو کرے اور اگر حفظ نہ ہو تو کتاب مین دیکہہ کر پڑہے اور مستحب ہے کہ اوس دن بعد نماز عصر کے سورہ فاتحہ اور اخلاص بیس بار پڑہکر

و ما کر سے لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت بيده الخير وهو على كل شيء قدير سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم يا رفيع الدرجات يا منزل البركات يا فاطر الارضين والسموات ضجت لك الاصوات بصنوف اللغات تسألك الحاجات وحاجتي ان ترحمني في دار البلى اذا نسيني اهل الدنيا اسألك ان توفقني لما افترضت علي وتعينني على الطاعات وادا حقك وقضاء المناسك التي اريتها ابراهيم خليلك ودللت محمدا حبيبك اللهم لكل متضرع اليك اجابة ولكل مسكين لديك رأفة وقد جئتك متضرعا اليك مسكينا اليك فاقض حاجتي واغفر ذنبي لا تجعلني من خيبتك فذلك وقد قلت وانك لا تخلف الميعاد ادعوني استجب لكم وقد دعوتك متضرعا سائلا فاجب دعائي واشفني من النار واغفر لي ولوالدي ولجميع المؤمنين والمؤمنات برحمتك يا ارحم الراحمين الغرض اس دن اور اس مکان مقدس میں کریم مطلق کی رحمت اور مغفرت کا جو ہر سے دل سے جو بیان انکو سو یاد ہو نسبت والو کو بہ نیت استغفار سو نبی ہر الہی اس عاجز مسکین کو بھی اپنی در دولت پر کمال ذوق اور شوق سے حاضر کر اور اپنے کرم سے مجھ سے عنایت فرما آمین وهو من مواضع الاجابة وهي بمكة خمسة عشر نظمها صاحب النهر فقال دعاء البرايا يستجاب بكعبة وملتزم والموقفين كذا الحجر وطواف وسعي مروتين وزمزم ومقام وميزاب جمارك تعتبر اور موقف عرفات اور ان مکانات سے جو بیان دعا قبول ہوتی ہے اور مواضع اجابت دعا کے مکہ معظمہ میں پندرہ ہیں جنکو نہر الفائق کے مصنف نے دو بیتوں میں نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ دعا خلق کی مقبول ہوتی ہے کعبہ میں یعنی بیت اللہ کے اندر اور ملتزم میں اور موقف عرفات میں اور موقف مزدلفہ میں اور حجر اسود کے پاس اور طواف میں اور سعی کرنے میں اور صفا اور مروہ پر اور زمزم کے پاس اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب یعنی کعبہ کے پرنالے کے نیچے اور تینوں جمار کے پاس هم صاحب نہر الفائق نے نظم میں یہ نہیں مذکور کیا کہ ان مواضع میں کون وقت دعا مقبول ہوتی ہے لیکن حاشیہ دلائل الاسرار میں مناسک حسن نقاش سے ساعات مذکورہ کی یوں تصریح ہے کہ بیت اللہ کے اندر عصر کے وقت دو نوں ستون کے آگے دعا مقبول ہوتی ہے اور ملتزم میں آدھی رات کو اور موقف عرفات میں آفتاب غروب ہونے کے وقت اور موقف مزدلفہ میں آفتاب طلوع ہونے کے وقت اور طواف میں ہر وقت بلا قید دعا مقبول ہے اور سعی میں اور صفا اور مروہ پر عصر کے وقت اور زمزم کے پاس آفتاب ڈوبنے کے وقت اور مقام ابراہیم کے پیچھے اور میزاب رحمت کے نیچے سحر کے وقت اور جمار کے پاس طلوع آفتاب کے وقت دعا مقبول ہے اور اجابت ان مکانات کی حسن بصری کے اس مکتوب سے ثابت ہے جو اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کذا في النہر زاد في اللباب عند رؤية الكعبة وعند السدرة والركن اليماني وفي الحجر وفي منى في نصف ليلة البدر اور طرابلسی نے لباب المناسک میں جو مواضع اجابت کے اور زیادہ بیان کئے ہیں یعنی کعبہ نظر آنے کے وقت اور بیری کے درخت کے پاس اور رکن یمانی کے پاس اور حطیم میں اور منا میں ذی الحجہ کی چودھویں رات کے نصف میں منا کے اندر طرابلسی نے کہا کہ میں نے کسی کتاب میں اس درخت کا محل نہیں دیکھا کہ وہ کس مقام پر ہے واذا غربت الشمس اتى على طريق المأزمين مزدلفة وحدها من مأزمي عرفة الى محسر اور جب عرفات میں آفتاب غروب ہو تو وہاں سے مزدلفہ میں آوے مأزمین کی راہ سے اور مزدلفہ کی حد عرفات کی مأزمین سے وادی محسر کی مأزمین تک هم مأزمین بصیغہ تثنیہ تنگ راہ ہے مزدلفہ اور عرفات کے درمیان ہیں اور دوسرا مأزمین منا اور مکہ کے درمیان نہیں ہے کذا فی القاموس اور حاشیہ دلائل الاسرار میں احکام ماوردی سے منقول ہے کہ مأزمین ایک پہاڑ ہے عرفات اور مزدلفہ کے درمیان بالجملہ سنت یہہ ہے کہ منا سے عرفات کو ضب کی راہ سے جاوے اور عرفات سے مزدلفہ کو مأزمین کی راہ سے آوے ويستحب ان يأتيها ماشيا وان يكبر ويهلل ويحمد ويلبي ساعة فساعة اور مستحب یہہ ہے کہ مزدلفہ میں پیدل آوے اور تکبیر اور تہلیل اور تحمید اور لبیک کہتا رہے ومبدم اور اختیار شرح مختار میں ہے کہ اس راہ میں کثرت استغفار کے لائق ہے کہ حق تعالی نے فرمایا ثم افيضوا من حيث افاض الناس واستغفروا الله ان الله غفور رحيم یعنی رجوع کرو جہاں سے لوگ رجوع کرتے ہیں اور مغفرت مانگو اللہ سے البتہ اللہ غفور اور رحیم ہے والمزدلفة كلها موقف الا وادي محسر وهو واد بين منى ومزدلفة فلو وقف به او بطن عرنة لم يجزه على المشهور اور مزدلفہ تمام ٹھہرنے کا مقام ہے سوا محسر کے

ایک ٹالہ ہی بہتا اور مزدلفہ کے دو نیا تین سو اگر کوئی محسر یا بطن عرنہ مین ٹھہریگا تو جائز نہوگا بقول مشہور ہم صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین مصرح ہے کہ عرفات مین بطن عرنہ سے اور مزدلفہ مین محسر سے منع فرمایا کہ وہان کوئی نہ ٹھہرے محسر بضم میم و تشدید سین مکسورہ اس وادی کا نام ہی جہان اصحاب الفیل غارت ہوئے محسر کے معنی تہکا دینے والا اور عاجز کر دینے والا چونکہ اصحاب الفیل وہان عاجز ہوئے لہذا اوسکا نام محسر ہوا کذا فی الطحطاوی و قُزَحُ عند جبل قزح بضم ففتح لاینصرف للعلمیة والعدل من قازح بمعنی مرتفع اور مزدلفہ مین قزح کے پہاڑ پاس اترے قزح بضم اول و فتح ثانی لفظ غیر منصرف ہی بسبب علمیت اور عدل کے یعنی معدول ہی قازح سے جسکے معنی اونچا والاصح انه المشعر الحرام وعلیه میقدة میل کانوا فی الجاهلیة اور قول صحیح یہ ہی کہ مشعر الحرام یہی جبل قزح ہے کذا فی الکشاف اور اس پہاڑ پر آگ جلنی کا ایک مکان ہی بعضون نے کہا کہ وہ آدم علیہ السلام کی بیٹھک ہے ہم قرآن مجید مین فرمایا کہ جب تم عرفات سے رجوع کرو تو مشعر الحرام کے پاس حق تعالی کو یاد کرو لہذا شارح نے تصریح کر دی کہ مشعر الحرام سے مراد قزح کا پہاڑ ہے وصلی العشائین باذان واقامة لان العشاء فی وقتها فلم یحتج الی الاعلام کما لا احتیاج هنا للامام اور مغرب اور عشا کی وہان نماز پڑھے ایک اذان اور ایک اقامت سے اسواسطے کہ عشا کی نماز اپنے وقت پر ہی تو اعلام کی حاجت نہین چنانچہ یہان جمع بین الصلوتین مین امام کی حاجت نہین ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ یہان جمع بین الصلوتین مین کیون دوبار اقامت نہوئی جیسی عرفات کی جمع بین الصلوتین مین ہوئی تہی شارح نے جواب دیا کہ یہان دوسری نماز یعنی عشا اپنے اصلی وقت پر ہی اور لوگ سب مجتمع ہین تو اعلام کی کچہ حاجت نہین کہ دوسری بار اقامت ہو بخلاف عرفات کے کہ وہان دوسری نماز اپنے وقت پر نہین لہذا اعلام کی حاجت ہی اور امام اعظم کے نزدیک اس جمع بین الصلوتین مین امام اور جماعت مشروط نہین جیسی کہ عرفات مین مشروط ہی حالانکہ احادیث سے دونون مین جماعت ثابت ہی اسواسطے کہ مغرب یہان اپنے وقت سے متاخر ہی اور نماز کو پڑہنا وقت گذرنے کے بعد امر معقول ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان عصر اپنے وقت سے متقدم ہی اور تقدیم نماز کا اپنے وقت پر مخالف قیاس ہی ہر طرح سے لہذا اوسمین مورد کی جمیع شروط وارد و واجب الرعایت ہین کذا فی دلائل الاسرار عن ابن ملک اور دونون نماز کے بیچ مین سنت اور نفل نہ پڑہے بلکہ مغرب اور عشا کی سنت کو اور وتر کو بعد مغرب اور عشا کے پڑہے کذا فی المنسک المتوسط لملا رحمة الله

لو صلی المغرب او العشاء فی الطریق او فی عرفة اعاد لحدیث الصلوة امامک اور اگر مغرب کی نماز یا عشا کی نماز راہ مین یا عرفات مین پڑھی تو مزدلفہ مین دوسری بار پڑہے بدلیل اس حدیث کے کہ نماز تیرے آگے ہے ہم صحیحین مین اسامہ بن زید سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے روانہ ہوئے تو راہ مین اترے اور پیشاب کیا پہر ناتمام وضو کیا سو مین نے عرض کیا کہ نماز پڑہیے فرمایا کہ نماز تیرے آگے ہی پہر حضرت سوار ہوئے تو جب مزدلفہ مین آئے تو پورا وضو کیا پہر مغرب کی نماز اور عشا کی نماز پڑہی تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بجز مزدلفہ کے عرفات اور راہ مین نماز جائز نہین تو واجب الاعادہ ہوگی لتوقتها بالزمان والمکان والوقت فالزمان لیلة النحر والمکان مزدلفة والوقت وقت العشاء حتی لو وصل مزدلفة قبل العشاء لم یصل المغرب حتی یدخل وقت العشاء فتصلی الغرامن وجوه تو بمقتضاء حدیث مذکور کے نماز مغرب کی تاخیر کرو واسطے ہی زمان اور مکان اور وقت کو مقرر اور معین کر لیا سو زمانہ تو یوم النحر کی رات ہی اور مکان خاص مزدلفہ ہی اور وقت مخصوص عشا کا وقت ہی یعنی مغرب کی نماز کو موخر کرنا مزدلفہ مین لیلة النحر عشا کیوقت مخصوص ہی یہانتک کہ اگر کوئی مزدلفہ مین پہونچی قبل عشا کی تو مغرب کی نماز نہ پڑہے جبتک کہ عشا کا وقت آوے تو یہہ مسئلہ چیستان اور پہیلی کی لائق ہے چند وجوہ سے یعنی یہان ایسے سوال مقصود ہین جنکی جواب مین فقیہ کو حیرانی ہو چنانچہ مترجم چند سوال اور جواب کو مذکور کرتا ہی طحطاوی سے نقل کرکے **سوال** کون فرض نماز ہی جسمین اذان ہو نہ اقامت **جواب** عشا کی نماز ہی مزدلفہ مین بشرطیکہ مغرب اور عشا مین فاصلہ نہو **سوال** کون نماز ہی جو بوقت پڑہی جاوے اور قضا نہو بلکہ ادا ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہی **سوال** کون نماز ہی جو اپنے وقت پر پڑہی جاوے اور واجب الاعادہ ہو **جواب** مزدلفہ کی مغرب ہی اور اسیطرح عشا کی نماز جبکہ راہ یا عرفات مین پڑہی جاوے **سوال** کون عشا ہی جسکو صاحب ترتیب قبل مغرب کے پڑہے اور صحیح ہو **جواب** مزدلفہ کی عشا ہی جو

وقت بیت جاتی رہی گئی پھر صبح صادق ہو گئی **سوال** کون نماز ہے جسکا پڑھنا ایک خاص مکان میں واجب ہے **جواب** مزدلفہ کی مغرب اور عشا ہے
سواے اسکے اگر طلع الفجر فحینئذ عاد الی الجواز وھذا اذا لم یخف طلوع الفجر فی الطریق فان خاف صلاھما راہ کی نماز کا اعادہ اوسوقت تک ہے
جب تک صبح صادق نہو وے نہیں ہوئی اسلیے کہ وہ نماز جائز ہو جاویگی خواہ مغرب ہو خواہ عشا اسواسطے کہ اعادہ واسطے جمع بین الصلوتین کے
تہا عشا کے وقت میں جو اب ساقط ہوا اور یہہ یعنی مغرب اور عشا کا راہ میں نہ پڑھنا اوسوقت تک ہے جبتک طلوع فجر کا خوف نہو راہ میں سو اگر خوف
ہو طلوع کا تو دونون نماز کو راہ میں پڑھ لے اسواسطے کہ اگر راہ میں نہ پڑھیگا تو قضا ہو جاوینگی کذا فی منح الغفار ولو صلی العشاء قبل المغرب
بمزدلفة صلی المغرب ثم اعاد العشاء فان لم یعد حتی طلع الفجر عاد العشاء الی الجواز اور اگر عشا کی نماز اپنے وقت پر پڑھی قبل مغرب
کی نماز کے مزدلفہ میں تو پھر مغرب پڑھے اور عشا کا اعادہ کرے سو اگر عشا کا اعادہ نکیا یہانتک کہ فجر ظاہر ہو گئی تو وہ عشا اب جائز ہو جاویگی
چنانچہ امام اعظم کے نزدیک اگر ایک شخص نے ظہر کی نماز ترک کی پھر اوسکے بعد پانچ وقت کی نماز پڑھی حالانکہ ظہر متروک اوسکو یاد تھی تو پانچون نمازین جائز
نہیں پھر اگر اوسنے چھٹی نماز پڑھی تو اب سب نمازین صحیح ہو گئین کذا فی المنح عن البحر عن الظہیریة وینوی المغرب اداء ویترک سنتها اور مزدلفہ مین
عشا کے وقت ادای مغرب کی نیت کرے نہ قضا کی اور مغرب کی سنتونکو ترک کرے بنابر قول صحیح کے کذا فی الطحطاوی وغیرہا فانہا اشرف من
لیلة القدر کما افتی بہ صاحب النہر وغیرہ اور یوم النحر کی رات کو بیدار رہے اسواسطے کہ وہ رات لیلة القدر سے شریف تر ہے چنانچہ صاحب نہر وغیرہ
نے اسکا فتوی دیا ہے ہم نہر الفائق کا یہہ مضمون ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ لیلة النحر لیلة الجمعہ سے اشرف ہے یا نہیں اور میرا میلان خاطر اسیطرف
تھا پھر مین نے جوہرہ مین دیکھا کہ لیلة النحر سارے سال کی راتون سے افضل ہے طحطاوی نے کہا کہ اسقدر کلام سے فتوی ثابت نہین ہوتا بالجملہ یہہ شب بسبب شرف
مکانی اور زمانی کی جامع ہے تو مناسب ہے کہ نماز اور تلاوت قران اور تضرع مین بسر ہو اور فضیلت لیلة النحر کی فقط مزدلفہ مین منحصر نہین بلکہ شرف وقت
اوسکی اسوجہ سے ہے کہ اسکی عبادت کا ثواب لیلة القدر سے زیادہ ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وجزم شراح البخاری سیما القسطلانی بان عشر
ذی الحجة افضل من العشر الاخیر من رمضان اور یقین کیا ہے صحیح بخاری کے شارحون نے خصوصا قسطلانی نے اسپر کہ دس روز ذی الحجہ کے افضل
ہین رمضان کے عشرہ اخیر سے ہم صحیح بخاری وغیرہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا
نہین جنمین عمل صالح خدا کے نزدیک محبوب تر ہو ان دنون سے یعنی عشرہ ذی الحجہ سے اور طبرانی مین یون ہے کہ ان دنون مین عمل کرنا خدا کے نزدیک عظیم
اور محبوب تر ہے سو ان دنون مین تسبیح اور تہلیل اور تحمید اور تکبیر کثرت سے کیا کرو کذا فی الترغیب والترہیب لابن حجر وصلی الفجر بغلس لاجل
الوقوف بہا اور فجر کی نماز پڑھے اندھیرے مین یعنی بعد طلوع صبح صادق کے اول وقت نماز پڑھے واسطے وقوف مزدلفہ کے ثم وقف بمزدلفة ووقتہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس ولو مارا کالوقوف بعرفة لکن لو ترکہ بعذر کزحمة لا شیء علیہ پھر وقوف کرے مزدلفہ مین اور مزدلفہ کے ٹھہرنیکا
وقت طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اگرچہ وہان گذران چلا جاوے مانند عرفات کی لیکن اگر وقوف مزدلفہ کا بسبب عذر کے ترک کرے جیسے کہ ہجوم
کے سبب سے تو اسپر کوئی چیز لازم نہین وکبر وہلل ولبی وصلی علی المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ودعا اور وہان حالت وقوف مین
تکبیر اور تہلیل کرے اور لبیک کہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا رہے اور دعا کرے آسمان کیطرف ہاتھ اوٹھاکر یہی سنت ہے
چنانچہ حدیث جابر مین مصرح ہے اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ یون دعا کرے اللہم انت خیر مطلوب وخیر مرغوب الیہ الہی لکل وفد جائزة
وقری فاجعل جائزتی وقرای فی ھذا المقام ان تتقبل توبتی وتتجاوز عن خطیئتی وتجمع علی الھدی امری وتجعل الیقین من الدنیا
ھمی اللہم ارحمنی واجرنی من النار واوسع علی الرزق الحلال اللہم لا تجعلہ آخر العہد بہذا الموقف وارزقنیہ ابدا ما احییتنی
برحمتک یا ارحم الراحمین) واذا اسفر جدا اتی منی بہا لا مصلیا فاذا بلغ بطن محسر اسرع قدر رمیة حجر لانہ موقف النصاری
اور جب خوب روشنی ہو جاوے تو منا کیطرف چلے تہلیل کرتا اور درود پڑھتا اور استغفار کی بہت ہے کہ جب طلوع شمس تک دو رکعت پڑھنے کی مقدار باقی

رہو کذا فے الفتح عن المحیط والظہیریۃ پہر جب محسر کے آمد پر پہنچے تو شتاب چلے بقدر ایک پتھر پہینکنے کے یہہ اسلئے کہ وہ موقف نصارے ہی یعنے اصحاب الفیل کی ہلاکی کا مقام ہے غضب الہی وہان نازل ہوا تھا تو وہان سے بھاگنا چاہئے اگر پیدل ہو تو شتاب چلے اور اگر سوار ہو تو مرکب کو تیز کرے یہی مسنون ہے طحاوی نے کہا کہ مسافت وادی محسر کی ۵۴۵ ہاتھ ہے تو جیہہ جو شارح نے سرعت کی مقدار بیان کی سو تحدید نہیں بلکہ تقریب ہو ورمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی بسبع حصیات مثل حصی الخذف یعنی پہر جب منامین آوے تو جمرۃ العقبہ کو نالی کے اندر سے سات کنکریان باقلی کے برابر مارے اور نالی سے اوپر سے مارنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے جمرہ مفرد ہوا اور جمع اسکی جمار ہو اور جمار چہوٹی چہوٹی پتہرونکو کہتے ہین اور منامین جمار اون تین ٹھکانون کا نام ہے جہان کنکریان اور پتہر پہینکتے ہین ایک کو جمرہ اولی کہتے ہین جو مسجد الخیف کے پاس ہے اور دوسرا جمرہ وسطی اور تیسرا جمرۃ العقبہ آور خذف بفتح خائے معجمہ و ذال معجمہ ٹہیکری وغیرہ کے پہینکنے کو کہتے ہین کلمہ کی دو نون انگلیون سے کذا فی القاموس آور مغرب مین کہا خذف یہہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابہ کے سرے پر رکہکر مارے اور والجی نے قول ثانی کی تصحیح کی ہے اسواسطے کہ اس طریق مین شیطان کی زیادہ تر اہانت ہو اور اسطرح پہینکنا اور مارنا سنت کا بیان ہے ورنہ جسطرح سے مارے گا جائز ہے کذا فی الفتح صحیح ابن خزیمہ مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ مناسک کے ادا کرنے کو آئے تو شیطان سامنے آیا جمرۃ العقبہ کے پاس حضرت خلیل نے اوسکو سات کنکریان ماریں یہانتک کہ زمین کے اندر دہنس گیا پہر جمرہ ثانیہ کے پاس سامنے آیا حضرت نے اوسکو سات کنکریان ماریں یہانتک کہ وہ زمین میں گہس گیا پہر جمرہ ثالثہ کے پاس سامنے آیا پہر حضرت نے اوسکو سات کنکریان ماریں یہانتک کہ زمین کے اندر دہنس گیا ابن عباس نے کہا تم شیطان کو مارتے ہو اور اپنے باپ ابراہیم کے دین پر چلتے ہو کذا فی الترغیب الترہیب لابن حجر وبکون بینہما خمسۃ اذرع اور مارنیوالے اور جمرہ مین پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہو کذا فے الہدایہ اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ اتنا فاصلہ ہونا واجب ہے کذا فی الفتح ولو وقعت علی ظہر رجل او جمل ان وقعت بنفسہا بقرب الجمرۃ جاز والا لا وثلثۃ اذرع بعید وما دونہ قریب جوہرۃ اور اگر ایک شخص نے کنکری ماری کسی مرد یا اونٹ کی پیٹہہ پر گری تو اگر وہ خود گر پڑی جمرہ کے نزدیک تو جائز ہوا اور اگر اسکے قریب نہین گری تو جائز نہین یعنی اوسکو حساب مین نہ لاوے دوسری مارے اور جمرہ سے تین ہاتھ پر گرنا بعید مین داخل ہے اور اسسے کمتر مین گرنا قریب مین داخل ہے کذا فی الجوہرۃ وکبر بکل منہا اور اللہ اکبر کہے ہر کنکری کے ساتھ اور اختیار شرح مختار مین ہے کہ مارنے کیوقت یون کہے بسم اللہ واللہ اکبر رغما للشیطان وحزبہ فتح القدیر مین ہے کہ یہہ حسن بن زیاد کی روایت ہے وقطع التلبیۃ باولہا اور لبیک کہنا موقوف کرے پہلی کنکری کے ساتھ اسواسطے کہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہانتک کہ جمرۃ العقبہ کی رمی کی آور قطع تلبیہ مین مفرد اور متمتع اور قارن سب برابر ہین فلو رمی باکثر منہا ای السبع جاز لا لو رمی باقل فالتقیید بالسبع لمنع النقصان لا الزیادۃ سو اگر سات کنکریون سے زیادہ ماریگا جائز ہے اور اگر سات سے کم ماریگا تو جائز نہین سات کی قید لگانا کمی کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ زیادتی کے نہ کرنیکو وجاز الرمی بکل ما کان من جنس الارض کالحجر والمدر والطین والمغرۃ وکل ما یجوز التیمم بہ ولو کفا من تراب فیقوم مقام حصاۃ واحدۃ اور جائز ہے مارنا ہر ایک اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہے جیسے پتہر اور ڈہیلا اور مٹی اور گیرو اور اسطرح چونا اور ہرتال اور نمک سنگ وغیرہ جس سے کہ تیمم کرنا درست ہے اگرچہ مٹہی بہر خاک ہو کہ ایک کنکری کے قائم مقام ہو گی لا بخشب وعنبر ولؤلؤ کبار وجواہر لانہ اعزاز لا اہانۃ وقیل یجوز ناجائز نہین مارنا جواہرات کا لکڑی اور عنبر اور بڑے موتیون اور جواہرات سے اسواسطے کہ موتی اور جواہرات کے مارنے مین عزت دینا ہے نہ ذلیل کرنا اور حالانکہ مارنے سے شیطان رجیم کی تذلیل مقصود ہے کذا فی مناسک الطرابلسی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جواہرات سے مارنا جائز ہو مناسک فارسی مین ہے کہ یاقوت سے مارنا جائز ہے کذا فی الفتح وذہب وفضۃ لانہ یسمی نثارا لا رمیا وبعر

لا یلبسن من حلیہن شیئاً ... بالجواہر ... اور جائز نہیں لمنا سونے اور چاندی سے اور جواہر
کے ہوئے ... میں ... کو ... کرنا کتنی ہیں ... مارنا ... سے بھی جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مزدلفہ میں کنکریاں ... سے نہیں اور اشباہ کے فروق
کے فن میں ہے ... کا جواز ذکر ہے ... خلاف کہ اگرچہ اوسمیں اہانت ہے لیکن جنس ارض سے نہیں ... کذا فی ...
... حدیث میں ... حفیت بحجر ... اور مکروہ ہے کنکریاں لینا جمرات کے پاس سے اسواسطے کہ جو کنکریاں کہ وہان پڑی رہتی
ہیں وہ مردود ہیں مقبول نہیں ہیں اس حدیث کی دلیل سے کہ جسکا حج مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریاں اوٹھالی جاتی ہیں ہم یہہ جو بعضے کتب اور سنت
ہیں ... کنکریاں مزدلفہ سے اوٹھاوے یا اوس پہاڑ سے لاوے جو مزدلفہ اور منا کے درمیان ہے سو یہہ سنت نہیں بلکہ جہان سے چاہے اوٹھالے مگر جمرات
کے پاس سے نہ لے اسواسطے کہ سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ مین نے ابن عباس سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے اسکا کہ خلیل علیہ السلام کے وقت سے جمرات پر کنکریاں
پھینکتے ہیں سو جمرات ایسے بڑے پہاڑ کیون نہوگئے جو آسمان کے کنارے کو بند کر لیتے تو ابن عباس نے جواب میں کہا کہ تجکو معلوم نہیں کہ جسکا حج
مقبول ہوتا ہے اوسکی کنکریاں مرفوع ہو جاتی ہیں اور جسکا حج مقبول نہیں ہوتا اوسکی پڑی رہتی ہیں مادی نے کہا جب مین ابن عباس سے سنا تو مین نے
کنکریون کو نشان بنایا اور جمرہ کو ہر طرف سے مارا پہر اونکو مین نے تلاش کیا تو اونکو نپایا کذا فی فتح القدیر ویکرہ ان یکسر حجرا واحدا فیکسرہ سبعة
احجار صغیرا وان یرمی بمتنجسة بیقین اور یہہ مکروہ ہے کہ ایک پتہر کو اوٹھاوے پہر اوسکو توڑکر سات چھوٹی پتہریان بناوے چنانچہ اکثر عوام کرتے
ہین اور جو کنکری بالیقین معلوم ہو کہ نجس ہے اوس سے مارنا بھی مکروہ ہے ہم کنکری کی مقدار میں اختلاف ہے اور مختار یہہ ہے کہ بقدر باقلا ہو اور
اگر اوس سے بڑی یا چھوٹی سے مارے تو بھی جائز ہے اور سب جمرات کی کنکریون کا شمار ستر ہے سات جمرة العقبہ کی یوم النحر مین اور منا کے تین دنون
مین ہر دن تینون جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہین تو سب ملاکر ستر ہوئین اور بعضے علما نے کنکریون کا دہونا مستحب کہا ہے تاکہ بالیقین طہارت
معلوم ہو جاوے کذا فی الاختیار ووقتہ من الفجر الی الفجر ویسن من طلوع ذکاء لزوالہا ویباح لغروبہا ویکرہ للفجر اور جمرة العقبہ کی رمی
کا وقت دسوین تاریخ کی فجر سے گیارہوین فجر تک اور مسنون وقت طلوع آفتاب سے ٹہیک دوپہر ڈہلنے تک اور مباح وقت ہے زوال سے غروب تک اور مکروہ وقت
ہے غروب سے فجر تک اور اسیطرح قبل طلوع آفتاب کے دسوین تاریخ بھی مکروہ ہے کذا فی الخطاوی ثم بعد الرمی فیذبح ان شاء لانہ مفرد ثم یحلق
اگر چاہے اسواسطے کہ مفرد حج کرنیوالا ہے اور مسافر پر ذبح کرنا واجب نہیں بلکہ افضل ہے اور قارن اور متمتع پر البتہ واجب ہے ثم قصر بان یأخذ من کل شعرة قدر الانملة وجوبا وتعمیم الکل مندوب
والربع واجب پہر سر کے بالون کو کترے اسطرح کہ ہر بال کو انگلی کے پورے کی برابر کاٹے اور اسطرح کترنا سارے سر کا مستحب ہے اور چوتھائی سر کے بالون کو کترنا واجب ہے ویجب اجراء الموسیٰ علی راس
الاقرع ان امکن والا سقط ... اور جسکے سر پر بال نہو اوسپر استرا پہرانا واجب ہے اگر ممکن ہو اور اگر سر پر زخم ہو ... تو ساقط ہے ... تعذر الحلق
بعارض تعین علیہ التقصیر ... تعذر التقصیر تعین الحلق اور جب کترانا ... سے متعذر ہو جاتا ہے سو اگر بالون
کو گوند سے ایسا چپکایا کہ کترنا متعذر ہوا تو مونڈنا مقرر ہو گیا یعنی کترانے اور منڈانے میں اوسوقت تک اختیار ہے جبتک دونون
ممکن ہون اور جب ایک ہو سکیگا تو دوسری کا کرنا لازم اور متعین ہو جاویگا کذا فی النہر ہم یہہ عبارت بعضی نسخون میں نہیں ہے وحلقہ اکمل
افضل اور منڈانا تمام سرکا افضل ہے اسواسطے کہ سنت ہے اور چوتھائی سرکا منڈانا واجب ہے اور کترانے سے منڈانا افضل ہے اسواسطے کہ صحیحین
مین ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی کہ الہی سر منڈوانے والون پر رحم کر اور ہر بار صحابہ عرض کرتے تہے کہ کترانے والون کیواسطے
بھی دعا کیجیے پہر چوتھی بار فرمایا کہ الہی کترانے والون پر رحم کر ولو ازال شعرہ بنحو نورة جاز اور اگر بالونکو چونہ لگاکر دور کرے یا اکھاڑ ڈالے تو
جائز ہے ہم سر منڈانے کیوقت یہہ دعا مستحب ہے الحمد للہ علی ما ہدانا وانعم علینا اللہم ہذہ ناصیتی بیدک فتقبل منی واغفر لی ذنوبی
اللہم اکتب لی بکل شعرة حسنة وامح بہا عنی سیئة وارفع لی بہا درجة اللہم اغفر لی وللمحلقین والمقصرین یا واسع المغفرة آمین
اور جب سر منڈانے سے فراغت ہو تو اللہ اکبر کہے اور یہہ دعا کرے الحمد للہ الذی قضی عنا نسکنا اللہم زدنا ایمانا ویقینا وعونا ...

والحیض المستلمات) اور مستحب ہے کہ ناخنوں وغیرہ کو بعد ذبح کے قطع کرے ... پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ شروع ... ثم قصر وحلّ له
کل شیء الا النساء وقیل والطیب فی الصحیح بعد بعد کترنے یا منڈانے کے جو چیزیں کہ احرام سے حرام ہوئی تھیں سب حلال ہوگئیں
مگر عورتیں ہنوز حلال نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ خوشبو اور شکار بھی ابھی حلال نہیں ہوئے ... صاحب بحر نے
اوسکو ضعیف کہا ہے اور ابو اللیث فقیہ کے نزدیک شکار حلال نہیں صاحب بحر الرائق نے تضعیف کی ...
بلکہ حلق حلال ہے طحاوی اور دارقطنی کی اس حدیث سے جو عائشہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رمیتم وحلقتم فقد حل لکم الطیب والثیاب وکل شیء الا
النساء یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رمی اور حلق اور ذبح کیا تو ہر چیز تم کو حلال ہوگئی سوا عورتوں کے ... امام شافعی
کے نزدیک رمی محلل ہے بدلیل حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ کذا فی البرہان ثم طاف للزیارة یوما من ایام النحر الثلثة بیان لوقته الواجب
پھر طواف الزیارة کرے ایام نحر کے تین دنوں میں جس دن چاہے ایام نحر میں طواف کرنا یہ طواف کے واجب وقت کا بیان ہے سبعة بیان للاکمل
والا فالرکن اربعة سات پھیرے یہ سات شوط یہ طریق اکمل کا بیان ہے ورنہ طواف میں رکن تو چار ہی شوط ہیں ھو طواف الزیارة کو طواف یوم النحر
طواف الرکن اور طواف الافاضہ بھی کہتے ہیں بلا رمل ولا سعی ان کان سعی قبل ھذا الطواف والا فعلیھما لان تکرارھما لم یشرع طواف الزیارة
کرے بغیر رمل اور بلا سعی کے اگر اس طواف سے پہلے سعی کرچکا ہو اور اگر نہ کرچکا ہو تو اب دونوں کو کرے اسواسطے کہ رمل اور سعی کو مکرر کرنا مشروع نہیں
وطواف الزیارة اول وقته بعد طلوع الفجر یوم النحر وھو فیه ای الطواف فی یوم النحر الاول افضل وممتد وقته الی آخر العمر اور طواف
الزیارة کا شروع وقت بعد طلوع فجر کے ہے قربانی کے دن اور طواف کرنا قربانی کے پہلے دن میں افضل ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن
عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو طواف الافاضہ کیا پھر منا کو پلٹ گئے کذا فی البرہان اور طواف الزیارة کا وقت
ممتد ہے آخر عمر تک یعنی تمام عمر میں جب طواف کریگا فرض ادا ہوگا وحل له النساء بالحلق السابق حتی لو طاف قبل الحلق لم یحل له شیء فلو قلم
اظفاره مثلا کان جنایة لانه لا یخرج من الاحرام الا بالحلق اور بعد طواف الزیارة کے اوسپر عورتیں حلال ہونگی بسبب حلق سابق کے نہ بسبب اس
طواف کے یہانتک کہ اگر طواف کرے قبل حلق کے تو کوئی چیز اوسپر حلال نہ ہوگی اور اگر اپنا ناخن مثلا کاٹے گا تو گناہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ احرام سے
محرم نہیں نکلتا بدون حلق کے ہم درحقیقت محلل حلق ہی ہے نہ طواف لیکن حلق کا عمل حلت نسا میں ظاہر نہیں ہوتا مگر بعد طواف کے جیسے طلاق رجعی کا
عمل انقضای عدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر فان اخره عنها ای ایام النحر ولیالیها منها کره تحریما ووجب دم لترك الواجب پھر
طواف الزیارة کو ایام نحر سے تاخیر کریگا تو مکروہ تحریمی ہے اور ایام نحر کی راتیں بھی نحر کے حکم میں داخل ہیں اور تاخیر سے دم کرنا واجب ہوگا
بسبب ترک کرنے واجب کے وھذا عند الامکان فلو طهرت الحائض ان قدرت علی اربعة اشواط ولم تفعل لزم دم والا لا اور یہ یعنی
تاخیر سے دم لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ طواف کرنا ممکن ہو بلا عذر شرعی سو اگر عورت حائضہ پاک ہوئی یوم ثالث میں قریب غروب آفتاب کے سو
اگر طواف الزیارة کے چار شوط پر قادر تھی اور اوسنے نکیا تو اوسپر دم کرنا لازم ہوگا اور اگر چار شوط کا زمانہ باقی نہیں بعد طہارت کے یا مطلقا تھا
نہیں تو اوسپر دم لازم نہیں بسبب ... کے ثم اتی منی فیبیت بها للرمی پھر طواف الزیارة کے بعد منا میں آوے اور وہیں رات کو رہے
رمی جمار کیواسطے یہی سنت ہے منا کے سوا اور کہیں رہنا ... مکروہ ہے کذا فی الطحاوی وبعد زوال ثانی النحر رمی الجمار الثلث
بادیا بمسجد الخیف بعد یوم النحر کے دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ دوپہر ڈھلنے کے بعد تینوں جمار کی رمی کرے شروع کرے
جمرہ سے کہ جو مسجد الخیف کے پاس ہے یہی مسنون ہے اور اسکو جمرہ اولی کہتے ہیں خیف بفتح اول وسکون ثانی اونچے مکان کو کہتے ہیں چونکہ وہ مسجد اونچی
ہے لہذا اسکو مسجد الخیف کہتے ہیں ثم بالتی تلیها الوسطی پھر اس جمرہ کو رمی کرے جو جمرہ اولی کے قریب ہے جسکو جمرة الوسطی کہتے ہیں جمرة الاولی
اور جمرة الوسطی میں ۳۰۰ ... کا فرق ہے کذا فی الطحاوی ثم بالعقبة سبعا سبعا ... پھر جمرة العقبہ کو رمی کرے تینوں جمار

سات سات کنکریان مارتا ہو اور ہر کنکری کے ساتھ الله اکبر کہے جمرة العقبة مین اور ان دونون کے درمیان جس قدر ہاتھ سے ممکن ہو اور بحر
النفس بیمار یا بیہوش ہو اور رمی نکر سکے تو اوسکی طرف سے دوسرا آدمی رمی کر دے کذا فی الطحطاوی اور رمی جارمین جیسہ ترتیب مسنون ہو واجب نہین کذا فی
النہر ووقف حامدا مہللا مکبرا مصلیا قدر قراءة البقرة بعد تمام کل رمی بعدہ رمی فلا یقف بعد الثالث ولا بعد رمی یوم النحر لانہ
لیس بعدہ رمی اور ٹھہرا رہے تحمید اور تہلیل اور تکبیر کہتے ہوئے اور درود پڑہتے ہوئے بقدر پڑہنے سورہ بقر کے اور قہستانی مین مضمرات سے مروی
ہے کہ بقدر بیس آیت پڑہنے تک توقف کرے اور یہی زیادہ تر آسان ہے کذا فی الطحطاوی توقف کرنا اس رمی کے بعد چاہیئے جسکے بعد دوسری
رمی ہو یعنی جمرة الاولی اور جمرة الوسطی کے بعد تو تیسرے جمرہ کے بعد یعنی جمرة العقبہ کے بعد ٹہرنا نچاہیئے تینون دنونمین اسواسطے کہ اسکے
بعد رمی نہین اور نہ یوم النحر کے رمی کے بعد ٹہرنا چاہیئے اسلیئے کہ اوسکے بعد بھی رمی نہین شار رہنے توقف مین تمامی رمی کی قید لگائی یعنی
سات کنکریون کے مارنے کے بعد ٹھہرے نہ بدون اسکے ودعا لنفسه وغيره رافعا كفيه نحو السماء او القبلة اور دعا کرے اپنے واسطے
اور غیرون کیواسطے دونون ہتھیلیان آسمان کیطرف اوٹھاکر چنانچہ بعد نماز کے منقول ہے یہ قول ہے ابو یوسف کا یا دعا کیوقت کعبہ معظمہ
کیطرف ہتھیلیان کرے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی النہر ثم رمی غدا كذلك ثم بعده كذلك ان مكث وهو احب پہر جمرات ثلثہ کی
رمی کرے اسیطرح بارہوین تاریخ کو پہر تیرہوین تاریخ کو بھی اسیطرح سے رمی کرے اگر وہان رہے اور تیرہوین تاریخ کا رہنا منا مین مستحب ہے
وان قدم الرمی فيه اى فى اليوم الرابع على الزوال جاز فان وقت الرمی فيه من الفجر الى الغروب واما فى الثانى والثالث
فمن الزوال الى طلوع ذكاء اور اگر یوم النحر کے چوتھے دن یعنی تیرہوین تاریخ رمی کو دوپہر ڈہلنے سے مقدم کرے تو جائز ہے کراہت کے
ساتھ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ اوسدن مین رمی کا وقت فجر سے ہی غروب تک اور دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہوین اور بارہوین
رمی کا وقت زوال آفتاب سے ہے آفتاب کے طلوع ہونے تک لیکن زوال سے غروب تک مسنون ہے اور باقی مکروہ کذا فی الطحطاوی
وله النفر من منى قبل طلوع فجر الرابع لا بعده لدخول وقت الرمی اور جائز ہے کوچ کرنا منا سے قبل طلوع ہونے تیرہوین تاریخ کی فجر کے بعد طلوع
ہونے فجر کے اسواسطے کہ رمی کا وقت آگیا تو بعد فجر کے بدون رمی کے کوچ کرنا جائز نہین وجاز الرمی كله راكبا ولكنه فى الاوليين الاولى والوسطى
ماشيا افضل لانه يقف لا فى الاخيرة اى العقبة لانه ينصرف والراكب اقدر عليه والحلق افضليته للمشى فى الظهيرية وصححه الكمال وغيره
اور کل رمی سوار ہوکر درست ہے لیکن جمرة الاولی اور جمرة الوسطی مین پیدل افضل ہے اسواسطے کہ دونون کے بعد ٹہرنا ہوتا ہے تو اگر وہان سوار ہوگا تو اور ٹھہرنے
والون کو تکلیف ہوگی نہ جمرہ اخیرہ مین یعنی جمرة العقبہ مین سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے اسواسطے کہ انسان اوسکے پاس نہین ٹہرتا بلکہ اوسکی رمی کرنیکے بعد پہرتا
ہے اور سوار پہرنے پر زیادہ تر قادر ہے اور یہہ تفصیل ابو یوسف سے منقول ہے اور ظہیریہ مین افضلیت پیدل ہونے کی مطلقا بیان کی ہے یعنی تینون مقام
مین پیدل رمی کرنا افضل ہے اور کمال الدین وغیرہ نے اسی قولکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ پیدل رمی کرنا تواضع اور خشوع سے قریب تر ہے علی الخصوص
اس زمانہ مین کہ اکثر مسلمان پیدل ہوتے ہین جا ثلثہ کی رمی مین تو سوار ہونے مین اونکو تکلیف رسانی ہے اور رسول خدا صلے الله علیہ وسلم نے جو سوار ہوکر رمی
کی تھی تو تعلیم کیواسطے تھی تاکہ لوگ رمی کرنیکا طریقہ سیکہین اور اقتدا کرین چنانچہ حضرت کا طواف کرنا بہا سوار ہوکر کذا فی المنح ولو قدم ثقله بفتحتين متاعه
وخدمه الى مكة واقام بمنى او ذهب لعرفة كره ان لم يامن لان ابن عمر كان يكره المصلى حمل نحو ثقله شغل قلبه اور اگر اپنے اسباب
اور خادمونکو مکہ کیطرف آگے روانہ کیا اور خود منا مین رہا یا مکہ مین اسباب چہوڑکر عرفات کو گیا تو مکروہ ہے اگر اطمینان نہو اسباب کی حفاظت پر اور اگر اسباب
محفوظ رکہا ہو کچہہ تردد نہو تو منا سے مکہ مین اسباب کا روانہ کرنا یا عرفات کو آنے کہ مین چہوڑ آنا مکروہ نہین یعنی اسیطرح نماز پڑہنے والے کو اپنا اسباب پیچہے
رکہنا مکروہ ہے بسبب تعلق خاطر کے کذا فی المنح من الجوہرة یعنی عبادت مین تسکین خاطر چاہیئے ایسا کام نکرے جسمین دل کو تشویش ہو کہ اسمین عبادت کا
لطف نہین رہتا واذا نفر الحاج الى مكة نزل استنانا ولو ساعة بالمحصب بضم ففتحتين الابطح وليس المقبرة ثم منه تذہب جامع ہے

بیت سے یہہ تو مسنون یہہ ہے کہ اول محصب میں اُترے اگرچہ ایک ہی ساعت وہاں ٹھہرے محصب بضم اول و فتح ثالث و ثانی مشدد یہہ اوس مکان کا نام ہے جو مکہ اور منا کے درمیان ہے جس میں پتھریاں کثرت سے ہیں اوسکو ابطح اور بطحا اور خیف بھی کہتے ہیں اور مکہ کا قبرستان جسکا حجون نام ہے محصب میں داخل نہیں ہے محصب میں اُترنا سنت ہے اونے رتبہ یہہ ہے کہ ساعت بھر ٹھہرے اور اعلی رتبہ یہہ ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء وہیں پڑھے اور ایک نیند لیکر مکہ معظمہ میں آوے کذا فی الفتح و النہر صحیح بخاری میں انس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب عشا پڑھی اور محصب میں تھوڑی دیر سوئے پھر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا امام شافعی نے کہا کہ نزول محصب اتفاقی تھا سنت موکدہ نہیں اور امام اعظم کے نزدیک سنت موکدہ ہے اسلئے کہ نزول قصدی تھا نہ اتفاقی اسلئے کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب ہم منا میں تھے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل ہم بنی کنانہ کے خیف میں اوترینگے یعنی محصب میں کذا فی البرہان ثُمَّ اِذَا اَرَادَ السَّفَرَ طَافَ لِلصَّدَرِ اَیْ لِلْوَدَاعِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ بِلَا رَمَلٍ وَسَعْیٍ وَھُوَ وَاجِبٌ اِلَّا عَلٰی اَھْلِ مَکَّۃَ وَمَنْ فِیْ حُکْمِھِمْ وَلَا یَجِبُ اِلَّا بَعْدَ اَنْ یُّشْرَعَ پھر جب مکہ معظمہ سے سفر کا ارادہ کرے تو طواف الصدر یعنی طواف الوداع یعنی پہرنے اور رخصت ہونیکا طواف کرے سات شوط بدون رمل اور بدون سعی کے اور یہہ طواف الوداع واجب ہے مگر اہل مکہ پر اور جو اہل مکہ کی برابر ہیں حکم میں یعنی مواقیت کے اندر والے لوگ سواونپر طواف الوداع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ اُس مسافر آفاقی پر مستحب ہے جو حج کے بعد وہان رہ گیا ہو امام مالک کے نزدیک طواف الوداع سنت ہے مثل طواف القدوم کی اور ہماری دلیل صحیحین کی حدیث ہے ابن عباس نے کہا کہ لوگون کو حکم ہوا کہ اپنے آخر حال میں بیت اللہ کا طواف کرین اور مسلم میں یون ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کوچ نکرے بدون طواف کے کذا فی البرہان لٰکِنَّ النِّیَّۃَ لِلطَّوَافِ شَرْطٌ فَلَوْ طَافَ ھَارِبًا اَوْ طَالِبًا لَمْ یَجُزْ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طواف کیواسطے نیت شرط ہے سو اگر کوئی شخص بدون نیت طواف کے بیت اللہ کے گرد گھومے کسی شخص سے بہاگ کر یا کسیکے پکڑنے کو تو جائز نہوگا لٰکِنْ یَکْفِیْ اَصْلُھَا فَلَوْ طَافَ بَعْدَ اِرَادَۃِ السَّفَرِ وَنَوَی التَّطَوُّعَ اَجْزَاَہٗ عَنِ الصَّدَرِ کَمَا لَوْ طَافَ بِنِیَّۃِ التَّطَوُّعِ فِیْ اَیَّامِ النَّحْرِ وَقَعَ عَنِ الْفَرْضِ لیکن طواف میں اصل نیت کفایت کرتی ہے یعنی طواف کی نیت میں وصف فرضیت اور وجوب ضرور نہیں سو اگر ایک شخص نے طواف کیا بعد ارادہ سفر کے اور نیت کی نفل طواف کی تو طواف الوداع ادا ہو جاویگا چنانچہ اگر طواف کیا نفل کی نیت سے ایام نحر میں تو طواف فرض ادا ہو جاویگا یعنی طواف الزیارہ ثُمَّ بَعْدَ رَکْعَتَیْہِ یَشْرَبُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ پھر طواف الوداع کے دوگانہ نماز کے بعد زمزم کا پانی پیوے دار قطنی نے حدیث موقوف روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیئے حاصل ہو اگر تو نے شفا کی نیت سے پیا تو اللہ تجکو شفا دیگا اور اگر تو نے آسودگی کیواسطے پیا تو اللہ تجکو آسودہ کریگا اور اگر قطع تشنگی کیواسطے پیا تو حق تعالے تسکین دیگا اور یہہ زمزم جبرئیل علیہ السلام کا نکالا ہوا ہے اسمعیل علیہ السلام کے پینے کیواسطے کذا فی البرہان اور طریقہ زمزم کے پانی پینے کا بحر الرائق میں یون ہے کہ زمزم کے پاس آوے اور خود پانی نکالے اور رو بقبلہ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر کے تین بار میں پیئے اور ہر بار آنکھ اوٹھا کر بیت اللہ کو دیکھا جاوے اور منہ اور سر اور بدن کو اوسکا پانی چپڑے اور اگر ممکن ہو تو ایک ڈول اپنے اوپر ڈالے عمق زمزم کا ٦٩ ہاتھ ہے اور اوپر کا عرض چار ہاتھ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس زمزم کا پانی پیکر یہہ دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَاءٍ کذا فی فتح القدیر وَقَبَّلَ الْعَتَبَۃَ تَعْظِیْمًا لِّلْکَعْبَۃِ وَوَضَعَ صَدْرَہٗ وَوَجْھَہٗ عَلَی الْمُلْتَزَمِ وَتَشَبَّثَ بِالْاَسْتَارِ سَاعَۃً کَالْمُتَشَفِّعِ بِھَا اور بیت اللہ کے آستانہ فیض آشیانہ کو چومے کعبہ مقدسہ کی تعظیم کیواسطے اور اپنا سینہ اور منہ ملتزم پر رکھے اور بیت اللہ کے غلاف کو ایکساعت پکڑے رہے بطور درخواست شفاعت کے کعبہ معظمہ سے اسواسطے کہ جو کسی انسان کیطرف ملتجی ہوتا ہے تو اوسکا کپڑا پکڑتا ہے ملتزم اُس مکان کا نام ہے جو حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیان ہے چار ہاتھ کی اوسکی مسافت ہے جب ملتزم کو لپٹے تو داہنا ہاتھ آستانہ کعبہ پر رکھکر یہہ کہے اَلسَّائِلُ بِبَابِکَ یَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَمَعْرُوْفِکَ وَیَرْجُوْ رَحْمَتَکَ اور ایک ساعت لپٹا رہے روتا ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و قولہ مِنْبَرِیْ ھٰذَا عَلٰی تُرْعَۃٍ مِّنْ تُرَعِ الْجَنَّۃِ وَیَدَیْہِ فَوْقَ رَاْسِہٖ مُبْسُوْطَتَیْنِ عَلَی الْجِدَارِ قَائِمَتَیْنِ وَالْتَصَقَ بِالْجِدَارِ وَجَعَلَ وَجْھَہٗ اُسکی اونچائی کی اور اگر غلاف کعبہ کو نپاوے تو دونون ہاتھ اپنے سر پر رکھکر کھڑے ہو کر

پہر بعد چڑہاوے اور اپنی نگاہ دیوار کعبہ سے چمٹا دے اور خوب کوشش کرکے دعا کرے اور رووے یا رونے کی صورت بنا دے یہ حکم کافی مین ہے کہ آپنا رخسار دیوار سے لگاوے اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ تکبیر اور تہلیل اور تحمید کرے اور درود پڑہے اور دعا کرے اور محیط مین ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے اور اللہ اکبر کہے کذا فی العالمگیریہ ویرجع القہقری ای الی خلفہ حتی یخرج من المسجد وبصرہ ملاحظ للبیت اور پہر الٹے پانون روتا افسوس کرتا بیت اللہ کو دیکہتا ہوا چلا تا کہ مسجد الحرام سے باہر نکلے مستحب ہے رخصت کیوقت یہہ دعا کرنا مستحب ہے اللھم ان بیتک الذی جعلتہ مبارکا وھدی للعالمین فیہ آیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ اللھم فکما ھدیتنا لذلک فتقبلہ منا ولا تجعلہ آخر العہد من بیتک الحرام وارزقنی العود الیہ حتی ترضی عنی برحمتک یا ارحم الراحمین کذا فی الاختیار شرح المختار ویسقط طواف القدوم عمن وقف بعرفۃ ساعۃ عرفیۃ وھو الیسیر من الزمن وھو المحمل عند اطلاق الفقہاء قبل دخولہ مکۃ ولا شئ علیہ بترکہ اور ساقط ہو طواف القدوم اس شخص سے جسنے عرفات مین وقوف کیا ایک ساعت قبل آنے مکہ کے اور کچہ نہی ہے اسپر جرم نہین طواف القدوم کے ترک کرنے سے ساعت سے مراد عرفی ساعت ہے یعنی اندک زمانہ اور یہی ساعت عرفی مراد ہوتی ہے فقہا کے کلام مین تو ساعت نجومی۔

ومن وقف بعرفۃ ساعۃ من زوال یومھا ای عرفۃ الی طلوع فجر یوم النحر او اجتاز مسرعا او نائما او مغمی علیہ وکذا او اھل عنہ رفیقہ کذا یعنی رفیقہ فقہ باہ ای بالحج من حرم عن نفسہ فاذا انتبہ او افاق وانی بافعال الحج جاز اور جو ٹہرا عرفات مین ایکساعت یوم عرفہ کے دوپہر ڈہلے سے یوم نحر کے طلوع فجر تک یا وہان ہو کر نکل گیا جلد یا ٹہرا سونے کیحالت مین یا بیہوشی کے حال مین اور اسیطرح اگر بیہوش کیطرف سے اوسکے رفیق یا غیر رفیق نے کذا فی الفتح حج کا نام لیکر لبیک کو بلند کہکے کہا بشرطا وسکو احرام باندہ چکنے کے یعنی ایک شخص نے اپنا احرام باندہا پہر بدون لبیک کہنے کے وہ بیہوش ہوگیا یا سو گیا اور کسی شخص نے اوسکی طرف سے لبیک کہا حج کا نام لیکر پہر جب سونیوالا جاگا یا بیہوش ہوشمین آیا اور اوسنے حج کے افعال ادا کئے تو اوسکا حج جائز ہوگیا اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اوسکی حاضری فقط احرام مین تہی تو نیابت صحیح ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بدون اوسکا امر کے نیابت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ولو بقی الاغماء کان الاغماء بعد احرامہ طیف بہ المناسک وان احرموا عنہ اکتفی بمباشرتھم اور اگر بیہوشی باقی رہی ایام حج کے آخر تک تو اگر بعد احرام باندہنے کے بیہوشی ہوئی تو اوسکو گہمانا چاہیئے مکانات حج مین یعنی عرفات اور مزدلفہ اور منا اور مکہ مین اسواسطے کہ وہ نیت حج کی کر چکا ہے تو تمام افعال حج کا وہی فاعل ٹہریگا اور اگر احرام کیوقت بیہوش تہا اور اوسکے رفیقون نے اوسکی طرفسے احرام کا نیت کی تو رفیقون کی مباشرت افعال حج کافی ہے بیہوش کا مناسک حج مین لیجانا ضرور نہین ولم ار ما لو جن فاحرموا عنہ وطافوا بہ المناسک ھکذا کلام النھر یعنی الجواد شارح کہتا ہے مین نے نہین دیکہا کسی کتاب فقہ مین حکم اس شخص کا جو قبل احرام باندہنے کے مجنون ہوگیا پہر رفیقون نے اوسکی طرفسے احرام باندہا اور اوسکو مناسک حج مین گہمایا اور کلام فتح القدیر اسکا مفید ہے کہ اسطرحکا حج بہی جائز ہو اسواسطے کہ بیہوش اور مجنون قصد حج اور زوال عقل مین برابر ہین ہم شارح نے صریحا لکہا کہ یہہ حج جائز ہے اسواسطے کہ فتح القدیر مین مسئلہ بیہوش کا مذکور ہے نہ مجنون کا او جاھل انھا عرفۃ صح حجہ لان الشرط الکینونۃ فی البقعۃ یا ایک شخص عرفات مین ٹہرا اور یہہ نجانا کہ عرفات یہی ہے تو حج اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ وقوف عرفات کی شرط صرف وہان کا ہونا ہے نیت وقوف کی کرنا شرط نہین پس وہان کا ہونا چلنیوالے اور سونیوالے اور بیہوش اور جاہل پر صادق ہے ومن لم یقف فیھا فات حجہ لحدیث الحج عرفۃ اور جو شخص عرفات مین نہ ٹہرا اسیطرح اوسکا حج فوت ہوا اس حدیث کی دلیل سے کہ حج عرفات کے وقوف کا نام ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ فمن وقف بعرفۃ ساعۃ من لیل او نہار فقد تم حجہ یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج عرفات ہے جو شخص کہ عرفات مین ایکساعت ٹہرا رات کو یا دن کو تو اوسکا حج پورا ہوا اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت بالمعنی کیا ہے اور ترمذی نے اسکو صحیح کہا ہے کذا فی العینی شرح الکنز فطاف وسعی وتحلل ای باعمال العمرۃ وقضی ولو حجہ نذرا او تطوعا من قابل ولا دم علیہ جسکا حج بعد احرام کے فوت ہوا وہ طواف اور سعی کرے اور احرام توڑے یعنی عمرہ کے افعال کرکے اور اپنے حج کو سال آئندہ مین قضا کرے اگرچہ نذر کا حج ہو یا نفل کا اور اس فوت ہونے سے اسپر دم کرنا واجب نہین والمراۃ فیما مر کالرجل

لعموم الخطاب مالم يقم دليل الخصوص اور عورت مرد کی مانند ہے احکام حج مین جو مذکور ہو چکے بسبب عموم خطاب کے یعنی عورت اور مرد کو خطاب ہے

کہ حکم شرع برابر ہے جبتک کہ دلیل خصوصیت کی نہ ثابت ہو چنانچہ جہاد اور جمعہ مین عورتین مردون کے شامل نہین لكنها لا تكشف وجهها لا

رأسها ولو سدلت شيئا عليه وجافته عنه جاز بل ذلك ليكن عورت بعد احرام کے اپنا چہرہ کہولدے نہ سر اسواسطے کہ عورت کا احرام اوسکے

چہرہ مین ہے نہ اوسکے سر مین تو سر کو نہ کہولدے اور اگر چہرہ کے اوپر کوئی چیز ڈالے اور چہرہ سے اوسکو جدا رکھے تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے کذا فی فتح

القدیر اسواسطے کہ کشف وجہ سے مراد یہہ ہے کہ کوئی چیز چہرہ سے نہ لگی رہے ولہذا برقع ڈالنا مکروہ ہے کہ وہ چہرے کو لگا رہتا ہے معمول ہے کہ ایک چیز

مانند قبہ لکڑیون سے بناتے ہین عورت اوسکو اپنے چہرہ پر رکہتی ہے اور کپڑا اوسپر ڈال لیتی ہے تو چہرہ بھی نظر نہین آتا اور کپڑا بھی چہرہ کو نہین لگتا

کذا فی المنح سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ شتر سوار ہمارے ساتھ گذرتے تھے اور ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ محرم تھے جب سوار ہمارے برابر آتے تھے تو ہم چادر اپنے چہرہ پر سر سے ڈال لیتے تھے پھر جب ہمسے آگے نکل جاتے تھے تو ہم چہرہ کہولدیتے

تھے کذا فی البرہان ولا تلبي جهرا بل تسمع نفسها دفعا للفتنة وما قيل انه عورة ضعيف اور عورت پکار کے لبیک نہ کہے دفع فساد کے

واسطے بلکہ اسطرح کہے کہ آپ سنے اور یہہ جو بعضون نے کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے یعنی چہپانے کی چیز ہے سو قول ضعیف ہے ولا ترمل ولا تضطبع

ولا تسعى بين الميلين ولا تحلق بل تقصر من ربع شعرها كما مر اور عورت طواف مین رمل نکرے اور چادر سے داہنا ہاتھ باہر نہ نکالے جیسا مرد

نکالتا ہے اور دونون مینارون کے درمیان جہپٹ کر نچلے اور سر منڈاوے اسواسطے کہ عورت کو سر منڈانا ایسا ہے جیسے مرد کو داڑھی منڈانا بلکہ چوتہائی

سر کے بال پور کی برابر کترا دے چنانچہ اسکا ذکر مفصل ہو چکا وتلبس المخيط والخفين والحلي اور سیا کپڑا اور موزے اور زیور پہنے بشرطیکہ کپڑا ورس

اور زعفران سے رنگین نہو اور ریشمی کپڑا بھی عورت کو احرام مین پہننا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولا تقرب الحجر في الزحام لمنعها من مماسة

الرجال اور حجر اسود کے قریب نجاوے ہجوم کیوقت اسواسطے کہ عورت کو مردون سے بدن لگانا ممنوع ہے والخنثى المشكل كالمرأة فيما ذكر احتياطا

اور خنثی مشکل عورت کی مانند ہے جمیع امور مذکورہ مین بنا بر احتیاط کے وحيضها لا يمنع نسكا الا الطواف اور عورت کا حیض حج کی کسی عبادت کا

مانع نہین سوا طواف کے اسواسطے کہ طواف مسجد الحرام مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا جائز نہین ولا شيء عليها بتأخيره اذا لم تطهر الا بعد

ايام النحر فلو طهرت فيها بقدر اكثر الطواف لزم الدم بتأخيره لباب اور عورت پر کوئی چیز لازم نہین نہ صدقہ نہ ذبح کرنا طواف کی تاخیر سے جبکہ

وہ حیض سے پاک نہوئی مگر ایام نحر کے بعد سو اگر وہ ایام نحر مین بقدر اکثر طواف کے پاک ہوئی اور طواف کیا تو اب ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب تاخیر طواف کے

کذا فی لباب المناسک وهو بعد حصول ركنيه يسقط طواف الصدر ومثله النفاس اور حیض دو رکن کے بعد یعنی وقوف عرفات اور طواف زیارت

کے بعد طواف الوداع کو ساقط کر دیتا ہے اسواسطے کہ واجبات عذر سے ساقط ہو جاتے ہین کذا فی الطحطاوی اور نفاس حیض کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ

مین والبدن جمع بدنة من ابل وبقر اور بدنہ لغت اور شرع مین اونٹ کو بھی کہتے ہین اور گائے کو بھی کہتے ہین تو جسپر شرع مین بدنہ واجب ہوا وہ

گائے ذبح کرے تو ادا ہو جاویگا اور امام شافعی گائے کو بدنہ نہین کہتے والهدي منهما ومن الغنم كما سيجيء اور ہدی اونٹ اور گائے کی ہوتی

ہے اور بہیڑ بکری کی بھی ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا هم ہدی وہ جانور ہے جو مکہ معظمہ مین جا کر ذبح ہو

باب القران

یہہ باب ہے قران کے احکام مین قران کے معنی لغوی اور شرعی عنقریب مذکور ہونگے هو افضل لحديث اتاني آت

من ربي وانا بالعقيق فقال يا آل محمد اهلوا بحجة وعمرة معا ولانه اشق امام اور صاحبین کے نزدیک قران افضل ہے تمتع اور افراد اور عمرہ

سے اس حدیث کی دلیل سے کہ میرے پاس ایک میرے رب کے پاس سے آیا اور مین عقیق مین تہا سو اوسنے کہا کہ اے آل محمد تم حج اور عمرہ کا ساتھ ہی احرام

باندہو اور اسواسطے کہ قران زیادہ مشقت والا ہے تمتع وغیرہ سے هم لفظ وانا بالعقیق اور معا حدیث مین داخل نہیں طحاوی نے ام سلمہ سے روایت

کی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اهلوا يا آل محمد بعمرة في حجة یعنی مین نے سنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اے آل محمد احرام باندہو عمرہ کا

حج مین ملاکر یعنی دونونکا ایک ساتھ احرام کرے اور صحیح بخاری مین عمر فاروق سے یون روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وہو بوادی العقیق اتانی اللیلۃ آت من ربی فقال صل فی ہذا الوادی المبارک وقل عمرۃ فی حجۃ اور صحیحین مین انس سے روایت ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبی بالحج والعمرۃ یقول لبیک حجۃ وعمرۃ کذا فی البرہان عقیق ایک جگہ کا نام ہے مدینہ کے پاس والصواب انہ علیہ الصلوۃ والسلام احرم بالحج ثم ادخل علیہ العمرۃ لبیان الجواز فصار قارنا اور قول فیصل یہہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اول احرام حج کا کیا پھر عمرہ کو حج مین داخل کرلیا اسواسطے بیان جواز کے تو آپ قارن ہوگئے کفار عرب عمرہ کرنے کو موسم حج مین بڑا گناہ جانتے تھے لہذا نبی علیہ السلام کو منظور ہوتی کہ حج کے ساتھ عمرہ بھی ملاوین تا اونکا گمان باطل ہوجاوے مجد الدین فیروزآبادی نے اس مقام کو سفر السعادت مین خوب محقق بیان کیا ہے خلاصہ اوسکا یہہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام مین اختلاف ہے بیشتر احادیث صحیحین مین کہ شمار مین تیس سے زیادہ ہین یون مصرح ہے کہ احرام حج اور عمرہ کا معا تہا یعنی قران تھا اور اکثر احادیث مین یون ہے کہ فقط حج کا احرام تہا اور بعضی احادیث مین تمتع بھی ثابت ہے قران احادیث مختلفہ کا طریق توفیق یہہ ہے کہ اول فقط حج کا احرام باندہا تہا بعد اوسکے عمرہ کو بھی اوسمین داخل کرلیا تو قران ہوگیا اور تمتع سے تمتع اصطلاحی مراد نہین بلکہ تمتع لغوی مراد ہے یعنی فائدہ ملینا اسواسطے کہ قران کی انتفاع مین شک نہین کہ ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوگئین حج بھی اور عمرہ بھی اور اصحاب رضی اللہ عنہم تین قسم تھے بعضے قارن تھے اور بعضون نے فقط احرام حج کا کیا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی تھی تو یہہ دونون قسم کے لوگ اپنے احرام پر قائم رہے یوم النحر تک اور بعضون نے فقط حج کا احرام باندہا تہا لیکن اونکے ساتھ ہدی نہ تھی اونکو حکم ہوا کہ حج کو عمرہ کرڈالین یعنی عمرہ کرکے احرام اتارین مکہ سے حج کیواسطے دوسرا احرام باندہین فسخ کرنا حج کا عمرہ سے اسیکو کہتے ہین ثم التمتع ثم الافراد پہر قران کے بعد تمتع افضل ہے پہر افراد حج نرے عمرہ سے افضل ہے والقران لغۃ الجمع بین الشیئین وشرعا ان یہل ای یرفع صوتہ بالتلبیۃ بحجۃ وعمرۃ معا حقیقۃ او حکما بان یحرم بالعمرۃ اولا ثم بالحج قبل ان یطوف لہا اربعۃ اشواط او عکسہ بان یدخل احرام العمرۃ علی الحج قبل ان یطوف للقدوم وان اساء او بعدہ ولکن لزمہ دم اور قران لغت عرب مین دو چیز کے ملانے کو کہتے ہین اور اصطلاح شرع مین قران یہہ ہے کہ محرم لبیک پکار کر کہے بلفظ حج اور عمرہ ساتھ حقیقی معیت ہو اسطرح کہ دونون کے احرام کا زمانہ ایک ہی ہو یعنی یون کہے لبیک بحجۃ وعمرۃ یا حکمی معیت ہو اسطرح کہ اول عمرہ کا احرام کرے بعد اوسکے حج کا احرام کرے عمرہ کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے یا اسکا بالعکس کرے اسطرح کہ عمرہ کا احرام حج کے احرام پر داخل کرے طواف القدوم کرنے سے پہلے اگرچہ اوسنے برا کیا کہ حج کا احرام عمرہ پر مقدم کیا یا بعد طواف القدوم کے احرام عمرہ کا حج پر داخل کیا اگرچہ اسصورت مین ذبح کرنا اوسپر لازم ہوگا بسبب مخالفت سنت کے اور اگر عمرہ کے چار شوط کے بعد حج کا احرام کریگا تو تمتع ہوجاویگا قران باقی رہیگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی من المیقات او القارن لا یکون الا آفاقیا او قبلہ فی اشہر الحج او قبلہا حج اور عمرہ کا معا احرام کرے میقات سے اسواسطے کہ قارن نہین ہوتا مگر آفاقی مکی یا قبل میقات کے حج کے مہینون مین دونون کا احرام باندہے یا حج کے مہینون سے پہلے احرام کرے اگرچہ احرام قبل اشہر حج کے مکروہ ہے ویقول اما بالسان وللراحۃ بہ النیۃ او مستأنفۃ والمراد بیان السنۃ اذ النیۃ بقلبہ وتکفی کالصلوۃ عقیب بعد الصلوۃ اللہم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرہما لی وتقبلہما منی اور قران کرنیوالا احرام کی نماز کے بعد یہہ دعا کرے اللہم سے آخر تک یعنی خداوندا مین حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہون سو اونکو مجہپر آسان کردے اور اونکو قبول کر میری طرف سے شارح کہتا ہے لفظ یقول کا متن کے کلام مین یا تو منصوب ہے یہل پر عطف ہوکر اسصورت مین تعریف قران کا تتمہ ہوگا اور قول سے نیت مراد ہوگی یا لفظ یقول کا مرفوع ہے اور جملہ کلام ہے لہذا بان سے قران کا اظہار کرنا اس سے مقصود بیان سنت ہے نہ فرض اسواسطے کہ نیت دل سے کرنا کافی ہے مانند نماز کی کذا فی المجتبی ویستحب تقدیم العمرۃ فی الذکر لتقدمہا فی الفعل اور مستحب ہے عمرہ کا اول کہنا ذکر مین بسبب مقدم ہونے عمرہ کے فعل مین یعنی قران مین اول عمرہ ادا کرتے ہین پہر حج تو اسیطرح مناسب ہے کہ ذکر مین بھی عمرہ کو حج پر مقدم کرین صاحب کنز اور صاحب مجمع نے بنظر استحباب عمرہ کو حج پر مقدم ذکر کیا اور اکثر متون مین حج مقدم ہے وطاف للعمرۃ اولا ولو نواہ للحج لا یقع الا لہا اور قران کرنیوالا

پہلے عمرہ کا طواف کرے بیان اسکا کہ اگر حج کی نیت سے طواف کریگا تو وہ طواف فقط عمرہ کا ہوگا اور اسکی نیت لغو ہو جاویگی لیکن اس نیت سے ذبح
کرنا لازم نہوگا اسواسطے کہ تقدیم اور تاخیر مناسک کی ذبح کو واجب نہین کرتی کذا فی الطحطاوی بسبعۃ اشواط یرمل فی الثلثۃ الاول ویسعی بلا
حلق عمرہ کا طواف سات شوط کرے اور پہلے تین شوط مین رمل کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے بدون سر منڈانے کے فلو حلق لم یحل
من عمرتہ ولزمہ دمان سو اگر قارن نے بعد عمرہ کے سر منڈایا تو اوسکو عمرہ کا احرام نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ قارن کے عمرہ کا احرام یوم النحر کو ٹوٹتا ہے
اوسپر دو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو احرام مین بسبب حلق کے ایذا ہوئی کذا فی النہر والطحطاوی ثم یحج کامر فیطوف للقدوم
ویسعی بعدہ ان شاء پہر حج کرے چنانچہ تفصیل حج کی مذکور ہو چکی تو طواف القدوم کرے اور اوسکے بعد سعی کرے اگر چاہے اور چاہے تو طواف الافاضہ
کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا فان اتی بطوافین متوالیین ثم سعین لہما جاز واساء ولا دم علیہ سو عمرہ اور حج
کیواسطے اگر دو طواف متصل کئے یعنی چودہ شوط بلا فاصلہ کئے پہر دو بار سعی کی یعنی ہر سعی مین سات شوط کئے تو جائز ہے اور اوسنے برا کیا کہ طواف القدوم کو
عمرہ کی سعی پر مقدم کیا لیکن اوسپر اس تقدیم اور تاخیر سے ذبح کرنا واجب نہین وذبح للقران وہو دم شکر فیاکل منہ بعد رمی یوم النحر لوجوب
الترتیب اور بعد رمی یوم النحر کے یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کے بعد بکری یا گائے کو ذبح کرے بسبب قران کرنے کے اور یہہ قربانی اداے شکر کی ہے کہ
ایک احرام مین دو عبادتین ادا ہوئین تو قارن اس قربانی سے کہاوے یہ بات جو قربانی کو بعد رمی کے ذکر کیا اسواسطے کہ ذبح کرنا قبل رمی کے جائز نہین
بسبب وجوب ترتیب کے ہے قران مجید مین ارشاد ہوا فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج
وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ یعنی جو کوئی عمرہ سے ملے حج تک سو جو ہدی میسر آوے یعنی ذبح کرے اور جو نپاوے تو تین روزے حج مین
اور سات جبکہ تم رجوع کرو یہہ پورے دس روزے ہوئے تمتع سے مراد تمتع عرفی ہے جو قران کو بھی شامل ہے تو قارن پر ذبح کرنا اور در صورت عدم
قدرت دس روزے رکھنا اس آیت سے واجب ہوا وان عجز صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ آخرہا یوم عرفۃ ندبا رجاء القدرۃ علی الاصل
اور اگر قربانی کرنے سے عاجز ہو بسبب محتاجی کے تو تین روزے رکھے اگرچہ متفرق کرکے رکھے بعد احرام کے مگر تیسرا روزہ عرفہ کے دن رکھنا مستحب ہے بسبب
قادر ہونے کے اصل پر یعنی شاید مرنے کے وقت قربانی خرید کرنیکا مقدور ہو جاوے وسبعۃ بعد تمام حجہ فرضا او واجبا وہو بمضی ایام التشریق
وصح بعدہا بمکۃ [illegible] من افعال الحج [illegible] اور سات روزے
تمام ہونے حج کے [illegible] بعد گذرنے ایام تشریق کے ہے اور [illegible] جہان چاہے رکہے خواہ مینا
مین خواہ مکہ مین [illegible] اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ صوم سات دن کا جبکہ تم رجوع کرو یعنی
جبکہ تم افعال حج سے فراغت پاؤ [illegible] جسکا کہین وطن
نہین [illegible] رجوع کرنیکا طرف وطن کی اور امام شافعی نے رجوع کو حقیقی معنی
پر رکھا [illegible] لتعین الدم سو اگر تین روزے فوت ہو گئے یعنی ایام حج مین یوم النحر
[illegible] رکھنا کافی نہین
[illegible] تو اب ذبح کرنا لازم ہو [illegible] قربانی کے [illegible] مخصوص [illegible] وقت جاتا رہا [illegible] ان
[illegible] فلو لم یقدر تحلل وعلیہ دمان سو [illegible] فوت ہونے [illegible] قربانی پر قادر ہو تو احرام اتار ہے اور اوسپر قربانی
واجب [illegible] اخلق [illegible] اور اگر قارن قادر ہوا قربانی
پر [illegible] بصورت عدم قدرت [illegible] قدرت حاصل ہوئی تو قربانی اوسپر لازم ہوگی
اور [illegible] فان وقف القارن بعرفۃ قبل اکثر طواف العمرۃ
بطلت عمرتہ سو اگر قارن نے عرفات مین وقوف کیا [illegible] پہلے [illegible] باطل ہوگیا اسواسطے کہ اب ادا کرنا عمرہ کا متعذر ہے

کیونکہ افعال حج پر عمرے کے افعال کرنا خلاف مشروع ہوا اور وقوف عرفات کی قید سے معلوم ہوا کہ بعد توجہ عرفات سے عمرہ باطل نہیں ہوتا قول صحیح میں کذا فی النہر فلو اتی باربعۃ اشواطٍ ولو بقصد القدوم وانتطوع لم تبطل وبتمّھا یوم النحر والاصل ان الاکثر من جنس ما ھو مثلہ فی وقتہ یعطی لہ حکمہ فی قبول التشریب سو اگر قبل وقوف عرفات کے طواف کے چار شوط کئے اگرچہ طواف القدوم یا طواف نفل کے قصد سے کئے تو عمرہ قارن کا باطل نہوگا اور عمرے کو پورا کرلے یوم النحر میں یعنی باقی تین شوط اور سعی کرلے اور اصل اس مسئلہ کی یہہ ہے کہ جو چیز لائی جاوے ہم جنس اوسکی جس سے مکلف مختلط اور شاغل ہورہا ہے ایسے وقت میں کہ اوسکا لائق ہوسکے تو وہ چیز اوسی امر کی طرف پھر جاویگی جسکا وہ شاغل ہے ہم جنس مشغولی کے فعل سے یہاں چار شوط مراد ہیں جو قبل وقوف عرفات کے حاصل ہوئی لہذا قارن کی عمرہ میں بسبب مجانست اور صلاحیت وقت کے شمار ہوگئی وقضیت لشروعہ فیہا اور جو عمرہ کہ باطل ہوگیا قضا کیا جاوے بسبب شروع کے اسواسطے کہ شروع لازم کردیتا ہے عبادت کو تمام کرنے کو ووجب دم الرفض للعمرۃ اور واجب ہوگا ذبح کرنا بسبب چھوڑنے عمرے کے وسقط دم القران لانہ لم یوفق للنسکین اور قران کا ذبح ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ عبادتوں کے جمع کرنے سے فائز نہیں ہوا **باب التمتع** ھو لغۃ من المتاع والمتعۃ یہہ باب ہے تمتع کے احکام میں تمتع باعتبار لغت یا متاع سے ہے یا متعہ سے اور دونوں یعنی نفع لینے کے ہے یا نفع پہنچانے کے وشرعاً ان یفعل العمرۃ او اکثر اشواطہا فی اشہر الحج اور اصطلاح شرع میں تمتع یہہ ہے کہ عمرہ کیا جاوے یا عمرے کے اکثر شوط یعنی چار شوط کئے جاویں حج کے مہینوں میں سو اگر قبل اشہر حج کے طواف کریگا تو تمتع نہ ثابت ہوگا فلو طاف الاقل فی رمضان مثلاً ثم طاف الباقی فی شوال ثم حج من عامہ کان متمتعاً فقال المصنف فلتغیر التمتع الی ھذا التعریف سو اگر عمرے کا اقل طواف کیا مثلاً رمضان میں یعنی قبل اشہر حج کے پھر باقی اکثر طواف شوال میں کیا پھر اوسی سال حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہوگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں ہوا مصنف نے کہا تو تعریف کتب فقہ کو اس تعریف کیطرف بدلنا چاہیے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تصریح کی ہے کہ ہدایہ اور وقایہ اور درر اور مجمع سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں احرام عمرے کا اشہر حج میں کرنا مشروط ہے حالانکہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اشہر حج کا احرام شرط نہیں اور اختیار شرح مختار میں صریحاً موجود ہے کہ اگر قبل اشہر حج کے احرام کیا اور عمرہ اشہر حج میں ادا کیا تو تمتع ثابت ہوا لہذا صاحب کنز نے اشہر حج کے احرام کی قید نہیں لگائی تواب یہہ منقح ہوا کہ تمتع اس سے عبارت ہے کہ عمرہ یا اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہو خواہ قبل اشہر حج کے احرام کیا ہو یا میں اشہر حج میں لہذا ہمنے بھی تعریف اختیار کی ویطوف ویسعی کما مر اور طواف وسعی کرنا چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طحطاوی نے لکھا کہ اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عمرہ طواف اور سعی سے عبارت ہے پھر جب عمرہ تمتع کی تعریف میں مذکور ہوچکا تو اسکی کیا حاجت رہی ویحلق او یقصر ان شاء اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اگر چاہے ہم منڈانا یا کترانا تمتع میں شرط نہیں متمتع کو اختیار ہے چاہے محرم بنا رہے چاہے سر منڈاوے اور مصنف نے حلق کو اسواسطے ذکر کیا تا معلوم ہوجاوے کہ عمرہ تمام ہوگیا کذا فی النہر ویقطع التلبیۃ فی اول طوافہ للعمرۃ واقام بمکۃ حلالاً اور لبیک کہنا قطع کرے عمرے کے اول طواف میں اور بدون احرام کے مکہ میں رہے ہم متمتع کو مکہ کا رہنا لازم نہیں خواہ مکہ میں رہے خواہ داخل مواقیت خواہ خارج مواقیت ثم یحرم بالحج فی سفر واحد حقیقۃ او حکماً بان یلم باھلہ المامًا غیر صحیح پھر حج کا احرام کرے ایک ہی سفر میں وحدت سفر کی حقیقی ہو یا حکمی وحدت حقیقی یہہ ہے کہ عمرہ کرکے اصلا اپنے گھر کو نہ آوے اور وحدت حکمی یہہ ہے کہ اپنے اہل میں آوے المام غیر صحیح کرکے المام غیر صحیح اسکو کہتے ہیں کہ مکہ کیطرف پھر جانیکا ارادہ لگا ہو یا ہدی لیجاکر یا قبل حلق کے وطن میں آیا ہو اسواسطے کہ جو ہدی لیجاتا ہے وہ احرام نہیں اتارسکتا ذی الحج کی آٹھوین تاریخ سے پہلے اور جو بدون حلق کے آیا اوسکو حرم میں پھر جانا حلق کیواسطے واجب ہے امام اعظم اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک حرم میں جانا مستحب ہے اور المام صحیح یہہ ہے کہ حرم میں سر منڈاکر اپنے گھر کو آوے اور ہدی کو نہ لیگیا ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی یوم التروِیۃ وقبلہ افضل ویحج کالمفرد لکنہ یرمل فی طواف الزیارۃ ویسعی بعدہ ان لم یکن قدمہما بعد الاحرام وذبح کالقارن حج کا احرام باندھے ذی الحجہ کی آٹھوین تاریخ مکہ سے یعنی مسجد الحرام سے احرام باندھنا اور آٹھوین تاریخ کے پہلے احرام باندھنا

افضل اور بہتر ہے اور حج کو ادا کرے مانند تنہا حج کرنیوالیکی لیکن متمتع طواف الزیارۃ میں رمل کرے اور صفا مروہ کی سعی طواف الزیارۃ کے بعد کرے
اگر احرام حج کے بعد پہلے سعی نکر چکا ہو اور ذبح کرے متمتع مثل قارن کی یعنی جیسے قارن پہ ذبح واجب ہے ویسے ہی متمتع پر بھی واجب ہے ولم
تنب الاضحیۃ عنہ اور قربانی اس ذبح کے قائم مقام نہیں ہوسکتی ہے اسواسطے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اور یہ ذبح واجب ہے فان عجز عن الذبح صام
کالقارن پھر اگر متمتع عاجز ہو ذبح کرنے سے بسبب محتاجی کے تو قران کیطرح روزے رکھے یعنی تین روزے ایام حج میں اور سات بعد فراغت کے وجاز
صوم الثلثۃ بعد احرامہا ای العمرۃ لکن فی اشہر الحج لا قبلہ ای الاحرام وتاخیرہ افضل اور تین روزوں کا متوار جائز ہے تین
روزے رکھنا عمرہ کے احرام کے بعد لیکن حج کے مہینوں میں اور قبل احرام کے تین روزے رکھنا جائز نہیں اور تاخیر کرنا صوم میں عرفہ کے دن تک افضل ہے
ہدی کے پا جانے کی امید پر چنانچہ قران میں گذرا وان اراد المتمتع السوق للھدی وھو افضل احرم وساق ھدیہ اور اگر متمتع ارادہ
ہدی کے ہانک لیجانیکا اور یہ افضل ہے اس تمتع سے جسمیں ہدی ساتھ نہو اسواسطے کہ سنت نبوی کے موافق ہے تو پہلے احرام باندھے یعنی احرام کی نیت سے
لبیک کہے پھر ہدی کو ہانک لیجاوے اپنے ساتھ اور بدون لبیک کہنے کے فقط ہدی کے ہانکنے سے بھی احرام جائز ہے لیکن افضل نہیں وھو اولی من
قودھا الا اذا کانت لا تنساق فیقودھا اور ہدی کا ہانک لیجانا بہتر ہے اوسکو کھینچ لیجانے سے مگر جبکہ ہانکنا مشکل ہو جانور کی تکلیف سے یا
اوسکی وحشت سے تو کھینچ لیجاوے وقلد بدنتہ وھو اولی من التجلیل اور پٹا گلے میں ڈالے اپنے اونٹ یا گائے کے اور پٹا ڈالنا افضل ہے جھول
ڈالنے سے اسواسطے کہ جھول کبھی آرایش کیواسطے بھی ہوتی ہے بخلاف تقلید کے کہ وہ ہدی ہی کیواسطے مخصوص ہے تقلید یہ ہے کہ جانور کے گلے میں پٹا ڈالا
جاتی اوسمیں باندھی یا ٹکڑا چمڑے کا یا کھجور کی چھال تا معلوم ہو کہ یہ جانور سواری کا نہیں بلکہ حرم کو جاتا ہے وکرہ الاشعار وھو شق سنامھا
من الایسر او الایمن لان کل احد لا یحسنہ فاما من احسنہ بان قطع الجلد فلا باس بہ اور اشعار مکروہ ہے اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو
بائیں یا داہنی طرف سے چیرے اشعار اسواسطے مکروہ ہے کہ ہر شخص اسکو خوب نہیں کر جانتا گوشت اور ہڈی تک صدمہ پہنچاتا ہے سو جو شخص کہ اشعار خوب کرے
یعنی فقط کھال کو کاٹ دے نہ گوشت اور ہڈی کو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسا اشعار مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ہم بحث احرام میں مفصل مذکور ہوچکا
کہ امام اعظم کے نزدیک اپنے اہل زمانہ کا اشعار مکروہ تھا جو بہت زخم کر دیتے تھے اور یہ نہیں کہ مطلقا اشعار مکروہ ہے واعتمر ولا یتحلل منھا حتی
یحرم بالحج کما مر فیمن لم یسق اور عمرہ ادا کرے اور عمرہ کرنے سے احرام نہ اتارے اسواسطے کہ ہدی کا ہانکنا مانع ہے احرام اتارنے سے بلکہ پھر
آٹھویں تاریخ حج کا احرام کرے چنانچہ مذکور ہوچکا اس متمتع کے بیان میں جسنے ہدی کو نہیں ہانکا وحلق یوم النحر واذا حلق حل من احرامیہ
علی الظاہر اور سر منڈاوے یوم النحر میں اور جبکہ اوسنے سر منڈایا تو حلال ہوگیا اپنے دونوں احرام سے یعنی حج اور عمرہ کے دونوں احرام حلق کے
بعد موقوف ہوئے بنا بر ظاہر کلام علما کے تو معلوم ہوا کہ عمرہ کا احرام بعد وقوف عرفات باقی تھا سر منڈانے تک والمکی ومن فی حکمہ یحرم
فقط اور مکہ کا رہنے والا اور جو اوسکے حکم میں ہے یعنی جو مواقیت کے اندر رہتا ہو وہ نرا حج کرے فقط یعنی قران اور تمتع نکرے اسواسطے کہ حق تعالی
نے فرمایا (ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام) یعنی وہ تمتع اوس شخص کیواسطے ہے جسکے اہل و عیال مسجد الحرام میں حاضر نہیں و
لو قرن او تمتع جاز واساء وعلیہ دم جبر ولا یجزیہ الصوم لو معسرا اور مکی نے اگر قران یا تمتع کیا تو جائز ہے اور برا اوسنے کیا اور
اوسپر بعوض اس نقصہ کے ذبح کرنا واجب ہے اور اوسکو روزے رکھنا کافی نہوگا اگر وہ محتاج ہے سو ذبح نکر سکے ہم ماتن نے اپنی شرح میں کہا
کہ کتب فقہ میں جو یہ مذکور ہے کہ مکی قران اور تمتع نکرے تو نفی سے مراد حلت کی نفی ہے نہ صحت کی نفی ومن اعتمر بلا سوق فعاد بعد عمرتہ
الی بلدہ وحلق فقد الم الماما صحیحا فبطل تمتعہ جس متمتع نے عمرہ کیا بدون ہدی ہانکنے کے پھر بعد عمرہ کے پھر گیا اپنے شہر کو اور سر منڈایا تو
اوسنے الماما صحیح کیا تمتع اوسکا باطل ہوگیا ومن ساق فھو متمتع کالقارن اور اگر متمتع ہدی لیگیا اور عمرہ کر کے اپنے گھر چلا آیا تو وہ تمتع کرے یعنی تمتع
کرنے میں اوسکو اختیار ہے اور اگر بعد اس عمرہ کے اس سال حج کرے تو اوسپر کچھ مواخذہ نہیں اسواسطے کہ حج ہنوز شروع نہیں کیا اور چونکہ ہدی کے سبب سے

احرام ہمیشہ نہیں تو تمتع اسکا باطل نہیں مانند قارن کی یعنی جیسے قارن کے حق میں قران باطل نہیں ہوتا کذا فی الطحاوی وان طاف لها اقل
من اربعة قبل اشهر الحج فاتمها فيها وحج فهو متمتع وان طاف اربعة قبلها لا اعتبارا للاكثر اور اگر عمرہ کے اسطرح چار شوط سے کم طواف
کیا حج کے مہینوں سے پہلے اور طواف کے باقی چار شوط پورا کیا حج کے مہینوں میں تو اسکا تمتع صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر طواف اشہر حج میں واقع ہوا اور اگر
چار شوط کا طواف کیا قبل اشہر حج کے اور تین شوط اشہر حج میں تو تمتع صحیح نہیں بنا بر اعتبار اکثر طواف کے کوفی آفاقی حل من عمرته فيها اي
في اشهر الحج وسكن بمكة اي داخل المواقيت او بصرة اي غير بلده وحج من عامه فهو متمتع لبقاء سفره کوئی شخص آفاقی نے اشہر حج میں عمرہ کرکے احرام اتارا
اور مکہ ہی میں رہا مراد یہہ کہ داخل مواقیت رہا یا بصرہ میں رہا بصرہ سے مراد یہہ کہ اپنے شہر کے سوا کہیں رہا اور اوسی سال اوسنے حج کیا تو یہہ شخص متمتع ہوا اسواسطے
کہ اوسکا سفر ہنوز باقی ہے ولو افسدها وحج من البصرة الى مكة وقضاها وحج لا يكون متمتعا لانه كالمكي اور اگر اشہر حج میں عمرہ کو فاسد کرڈالا
بسبب جماع کے یا پھر آیا بصرہ سے مکہ کی طرف اور قضا کیا عمرے کو اور حج کیا تو متمتع نہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ کوفی بسبب فساد عمرے کی مانند مکی کی ہوگیا یعنی
اوسکو مکہ میں رہنا واجب ہوگیا عمرہ قضا کرنے کے لیے پھر جب وہ اہل مکہ میں ملگیا تو متمتع نہ رہا اسواسطے کہ عمرہ اوسکا مکی ہوگا نہ آفاقی کذا فی الطحاوی الا ان
يتركها اي البصرة ويرجع الى اهله لانه سفر انشاء ولا يتحرك عمرة فضاها صار متمتعا مگر جبکہ بعد فاسد کرڈالنے عمرے کے اپنے گھر
چلا گیا پھر گھر سے مکہ میں احرام باندہ کر پلٹ آیا اور عمرہ ادا کیا اور حج کو اسی سال میں لایا تو البتہ متمتع ہوگا اسواسطے کہ جب کہ وطن میں پونچا تو سفر اول ہو چکا پھر جب دوبارہ
مکہ میں آیا تو یہہ دوسرا سفر ہوا تو اب عمرہ اسکا آفاقی ہوگا اور حج بھی اور یہہ امر تمتع کو مضر نہیں کہ یہہ عمرہ قضا ہے اوس عمرہ کی جسکو فاسد کر چکا واي النسكين
افسده المتمتع اتمه بلا دم للتمتع بل للفساد اور دونوں عبادتوں میں سے جس عبادت کو متمتع فاسد کرے خواہ عمرہ کو خواہ حج کو تو اوسکو تمام کرے اسواسطے کہ
احرام سے نکلنا بدون افعال عمرہ کے نہیں ہوسکتا اور تمتع کا دم کرنا اوسپر واجب نہیں اسواسطے کہ دونوں عبادتوں کے ادا کرنے سے سفر واحد میں وہ متنعم
نہیں ہوا بلکہ فاسد کرنے سے دم دینا اوسپر البتہ لازم ہوگا کذا فی منح الغفار

باب الجنايات

الجناية هنا ما تكون حرمته بسبب الاحرام او الحرم یہہ باب ہے جنایات حج کا جنایات جمع ہے جنایت کی اور جنایت لغت میں عبارت ہے احداث امر بد سے اور اصطلاح شرع میں جنایت ہو
فعل کا نام ہے اور یہاں یعنی کتاب الحج میں جنایت اوس فعل کو کہتے ہیں جسکی حرمت ثابت ہو بسبب احرام باندہنے کے یا حرم میں داخل ہونے کے وقد يجب
بها دم او دمان او صوم او صدقة فصلها بقوله اور جنایت سے کبھی دو خون واجب ہوتے ہیں یا ایک خون یا صوم یا صدقہ تو انہیں امور کی تفصیل
کرتے ہیں آیندہ قول سے الواجب دم على محرم بالغ ولا شيء على الصبي خلافا للشافعي لو ناسيا او جاهلا او مكرها فيجب على نائم غطي
راسه خون واجب ہے محرم بالغ پر تو صغیر محرم پر واجب نہیں بخلاف امام شافعی کے اگرچہ بالغ محرم بہول کر جنایت کرے یا جاہل ہو یا اوسکو بے اختیاری میں جنایت
کرنی پڑی ہو تو خون واجب ہوگا انمیں سونیوالے پر جسکا سر کسی انسان نے ڈہکدیا اور عدم اختیار میں گنہگار نہوگا نہ جزا کذا فی النہر ان طيب محرم عضوا كاملا
[illegible] اگر محرم نے خوشبو دار چیز لگائی کسی پورے عضو میں جیسے سر اور پنڈلی اور ران میں اگرچہ
خوشبو دار ہوگیا ہو بسبب خوشبو دار چیز کہانے سے یا اندک متفرق خوشبو لگائی اسقدر کہ اگر اسکو جمع کیجئے تو بقدر ایک عضو کے ہو جاوے والبدن كله
كعضو ان اتحد المجلس والا فلكل طيب كفارة اور تمام بدن ایک عضو کی طرح ہے اگر ایک مجلس میں متحد ہوا اور نہیں تو ہر خوشبو کا کفارہ جدا ہے یعنی اگر
ایک مجلس میں خوشبو لگائی تو ایک ہی کفارہ لازم ہے اور اگر چند مجالس میں خوشبو لگائی تو ہر بار خوشبو لگانیکا جدا کفارہ ہے کذا فی النہر ولو ذبح ولم
يزله [illegible] اور اگر خوشبو لگا کر جانور کو ذبح کیا اور خوشبو کو بدن سے نہ چھڑایا تو دوسرا جانور ذبح کرنا اوسپر لازم ہوا بسبب باقی رکھنے خوشبو کے
[illegible] اور جو کپڑا اگر خوشبودار ہو تو خون کے واجب ہونیکی شرط ہے کہ دن بہر اوسکو
[illegible] محرم نے اپنے سر داڑھی میں پتلی مہندی کا خضاب لگایا اور اگر گاڑہی مہندی سر کو
[illegible] ایک دن یا ایک رات مہندی لگی رہی یا تمام سر کو مہندی سے چہپالیے

كذا في المحيط وهي من النجم یعنی میں حدیث مرفوع ہے کہ الحناء طیب یعنی مہندی خوشبو ہے چونکہ مہندی کا خوشبودار ہونا خوب ظاہر نہ تھا لہذا
بعد ذکر مطلق خوشبو کے اسکو بھی ذکر کر دیا کذا فی النہر او ادہن بزیت او حل یعنی خالص الشیرج ولو کان خالصا لانہ اصل الطیب
بخلاف بقیۃ الادہان یا روغن زیتون یا میٹھا تیل بدن میں ڈالا اگرچہ دونوں خالص ہوں خوشبو سے اسواسطے کہ دونوں تیل اصل ہیں خوشبو کی امام اعظم
کے نزدیک اس واسطے کہ خوشبودار پھول مثل گلاب اور بیلا اور چمیلی کے انہیں ڈالے جاتے ہیں تو دونوں خوب خوشبودار ہو جاتے ہیں بخلاف اور تیلوں
کے کہ انکے لگانے سے دم کرنا لازم نہیں ہوتا حل بفتح حاء مہملہ و تشدید لام میٹھا تیل ہے یعنی تلوں کا تیل جسکو عرب شیرج کہتے ہیں کذا فی شرح النقایہ للبرجندی
ہیں اور صاحبین کے نزدیک روغن زیتون اور میٹھے تیل کے لگانے میں صدقہ واجب ہے نہ دم اور خوشبودار تیل میں بالاتفاق دم واجب ہے فلو اکلہ
او استعطہ او داوی بہ جراحۃ او شقوق رجلیہ او اقطر فی اذنیہ لا یجب دم ولا صدقۃ اتفاقا پس اگر محرم نے روغن زیتون یا میٹھے تیل کو کھایا یا
ناک میں ڈالا یا اس سے زخم کی دوا کی یا دونوں پاؤں کی بوائی میں لگایا یا اپنے دونوں کانوں میں ٹپکایا تو اوسپر نہ دم کرنا واجب ہے نہ صدقہ بخلاف
المسک والعنبر والغالیۃ والکافور ونحوہا مما ہو طیب بنفسہ فانہ یلزمہ الجزاء بالاستعمال ولو علی وجہ التداوی یعنی بخلاف مشک اور عنبر اور
غالیہ اور کافور اور اسیطرح کی چیزوں کے جنمیں ذاتی خوشبو ہے اسواسطے کہ انکے استعمال سے جزا لازم آتی ہے اگرچہ بطریق دوا انکو استعمال کرے لیکن محرم کو انکی
جزا میں اختیار ہے چاہے دم کرے چاہے روزہ رکھے چاہے کھانا کھلاوے کذا فی المحیط وہی ولو جعلہ فی طعام قد طبخ فلا شئی فیہ وان
لم یطبخ وکان مغلوبا کرہ اکلہ کشم الطیب وتفاحہ اور اگر مشک وغیرہ کو کھانے میں ڈالکر پکایا تو محرم پر اسمیں کوئی جزا لازم نہیں خواہ کھانے میں
خوشبو باقی رہی یا نہ رہی اور اگر خوشبو کو نہ پکایا بلکہ کھانے میں اوپر سے ڈالا اور خوشبودار مغلوب ہے یعنی کھانے سے کمتر ہے تو اوسکا کھانا مکروہ ہے اگر خوشبو
معلوم ہوتی ہو جیسے خوشبو اور سیب کا سونگھنا مکروہ ہے جن خوشبودار چیزوں کا کھانا معمول ہے جیسے گرم مصالح مانند لونگ اور الائچی اور دارچینی کے جبکہ
کھانے میں مخلوط ہو جاوے تو اوسکا کھانا جائز ہے کذا فی شرح النقایہ او لبس مخیطا لبسا معتادا فلو اتزر بہ او وضعہ علی کتفیہ لا شئی علیہ
یا محرم نے سلا کپڑا پہنا اسطرح جسطرح پہننے کی عادت ہے تو اگر مثلا قمیص یا قبا کو خلاف عادت بطور تہبند کے باندھا یا پاجامہ اپنے دونوں مونڈھوں پر
رکھا تو کوئی جزا اسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ او ستر راسہ بمعتاد وان حمل اجانۃ او عدلا فلا شئی علیہ یا اپنا سر چھپایا معمولی لباس سے
جیسے ٹوپی یا پگڑی سے اور اگر سر چھپایا تغار یا گٹھڑی کے اوٹھانے سے تو کوئی جزا اوسپر واجب نہیں یوما کاملا او لیلۃ کاملۃ وفی الاقل صدقۃ پورا
دن یا پوری رات سلا کپڑا پہنے رہا یا سر چھپائے رہا تو دم کرنا اوسپر واجب ہے اور اس سے کم میں یعنی دو تین پہر کے پہننے میں یا ساعت بھر میں صدقہ
واجب ہے نہ دم والزائد علی الیوم کالیوم وان نزعہ لیلا واعادہ نہارا او لو جمیع اللبس کلہ دم ایک دن سے زیادہ پہننا ایک دن کے برابر ہے یعنی جسکو ایک
دن کے لباس میں دم واجب ہے ویسے ہی دو دن میں اگرچہ محرم رات میں لباس کو اتار ڈالتا ہو اور دن میں پھر اوسکو پہنتا ہو اگرچہ تمام پوشاک اوسنے پہنی ہو جیسے
ٹوپی اور قبا اور پاجامہ ہر صورت ایک ہی دم واجب ہے مالم یعزم علی الترک عند النزع فان عزم علیہ ولبس تعدد الجزاء
کفر للاول او لا ایک روز اور چند روز کا لباس اوسوقت تک برابر ہے جبتک محرم نے لباس اتارنے کیوقت ترک لباس کا ارادہ نہیں کیا سو اگر اوسنے
کیوقت ترک لباس پر عزم کر چکا اور پھر اوسنے سلا کپڑا پہنا تو اب جزا متعدد ہوگی یعنی جتنے بار ترک کا ارادہ کر کے پہنا اوتنی بار دم کرنا اوسپر واجب ہوگا
خواہ اول قصور کا اوسنے کفارہ دیا ہو یا نہ دیا ہو ولذا یتعدد الجزاء لو لبس یوما فاراق دما ثم دام علی لبسہ یوما آخر فعلیہ الجزاء ایضا
لانہ متعلق بالدوام والدوام کالابتداء اور اسیطرح متعدد ہوگی جزا اگر اوسنے سلا کپڑا ایک دن پہنا سو اوسنے اوسکی جزا میں ذبح کیا پھر اوسکو ایک دن اور پہنے
رہا تو دوسری جزا بھی اوسپر واجب ہوگی اسواسطے کہ لباس محرم کو ممنوع ہے تو دوام لباس کو بعد ذبح کے بھی حکم ابتداء لباس کا ہے یعنی جیسے ابتداء
لباس میں جزا واجب ہوئی تھی ویسی ہی بعد ذبح کے دوام لباس سے دوسری جزا واجب ہوئی تو دوام اللبس بعد ما احرم وہو لابسہ کانشائہ
بعد کونہ محرما و نازعا اور قائم رکھنا اوس لباس کا جسکو احرام کیوقت پہنے ہوئے تھا ایسا ہے گویا اوسنے بعد احرام کے اوسکو پہنا

کو جو احرام کیوقت پہنے تھا بعد احرام کے بھی دن بھر پہنے رہیگا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا اگر چہ پہننے والے پر کسی نے زبردستی کی ہو یا وہ سوتا ہو کذا فی
النہر الفائق والتعدد بسبب اللبس لتعدد الجزاء اور اگر لباس پہننے کا سبب متعدد ہو تو اوسکی جزا بھی متعدد ہوگی چنانچہ محرم کو تپ آئی اور اوسنے مثلاً
قمیص پہنا پھر اوسکو صحت ہوگئی بعد اوسکو دوسری بیماری ہوئی یا دوسری قسم کی تپ آئی پھر اوسنے قمیص پہنا تو اوسپر دو کفارہ ہیں کذا فی فتح القدیر لازم
ہونگے ولو اضطر الی القمیص فلبس قمیصین او الی قلنسوۃ فلبسہا مع عمامۃ لزمہ دم واثم اور اگر محرم کو ایک قمیص کی حاجت ہوئی سو اوسنے دو
قمیص پہنین یا ایک ٹوپی کی حاجت ہوئی سو اوسنے ٹوپی کو پگڑی کے ساتھ پہنا تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اسواسطے کہ سبب واحد ہے کذا فی النہر اور گنہگار
ہوگا کہ حاجت نہ تھی اوسکو پہنا کذا فی المحیط ولو تیقن زوال العذر ودام فاستمر کفر اخری اور اگر محرم کو یقین ہوگیا کہ لباس کی حاجت نہ رہی پھر بھی پہنے رہا
ایکدن یا دو دن تو دوسرا کفارہ ہے اور اگر زوال حاجت میں شک ہو تو اوسپر ایک ہی کفارہ لازم ہے کذا فی النہر وتغطیۃ ربع الرأس او الوجہ کالکل
اور چوتھائی سر کا یا چہرہ کا ڈھکنا تمام سر اور چہرہ کی بابت کفارہ میں ولا بأس بتغطیۃ اذنیہ وقفاہ ووضع یدہ علی انفہ بلا ثوب اور کچھ مضائقہ
نہیں محرم کے دونوں کان اور گدی کے ڈھکنے میں اور ناک پر بدون کپڑے کے ہاتھ رکھنے میں او حلق او ازال ربع رأسہ او ربع لحیتہ یا محرم اپنے چوتھائی
سر یا چوتھائی داڑھی کو مونڈے یعنی بالونکو دور کرے کسیطرح خواہ مونڈکر یا اکھاڑ کر یا نورہ لگاکر او حلق محاجمہ یعنی واحد من الاخصین کذا فی البحر
عن الفتح یا محرم اپنی سر کے پیچھے اُس جگہ کو مونڈے جہانپر پچھنے لگاتے ہیں یہان ان کی مراد یہ ہے کہ وہان مونڈے اور پچھنے بھی لگادے تب اوسپر ذبح کرنا لازم ہوگا
اور اگر دونوں فعل جمع نکرے یعنی فقط مونڈے بدون پچھنے کے یا پچھنے لگادے بدون مونڈنے کے تو اوسپر صدقہ لازم ہوگا نہ ذبح یہ تصریح بحر الرائق میں
منقول ہے فتح القدیر سے اسواسطے کہ مستقل حلق چہارم سر سے قلیل ہے تو ذبح کرنے کو نہ واجب کریگا کذا فی الفتح او حلق ابطیہ او احدہما او رقبتہ کلہا
او قص اظفار یدیہ او رجلیہ او الکل فی مجلس واحد فلو تعدد المجلس تعدد الدم الا ان تتحد المحل کحلق الابط فی مجلسین او رأسہ فی اربع
یا محرم نے اپنی ایک بغل ساری مونڈی یا تمام موئے زہار مونڈے یا سب گردن کے بال مونڈے یا اپنے دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹے
یا دونوں ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ ہی ناخن کاٹے ایک مجلس میں یعنی سب صورتوں میں ایک ہی خون واجب ہوگا اور اگر مجلس متعدد ہوگی تو خون بھی متعدد
ہونگے یعنی ایک مجلس میں ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے اور دوسری مجلس میں دوسرے ہاتھ کے اور تیسری مجلس میں ایک پاؤں کے اور چوتھی مجلس میں دوسرے
پاؤں کے تو چار بکریاں ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب تعدد مجالس کے مگر جب محل متحد ہوگا تو تعدد مجالس سے تعدد خون کا نہوگا چنانچہ محرم نے اپنی ایک بغل کو
دو مجلس میں مونڈا یا اپنے سر کو چار مجلس میں مونڈا تو ایک ہی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اسواسطے کہ محل جنایت متحد ہے اگرچہ مجالس متعدد ہوئی کذا فی
المحیط وغیرہ او یدا او رجلا اذ الربع کالکل یا محرم نے ایک ہاتھ کے ناخن یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تو ایک بکری ذبح کرنا لازم ہوگا اسواسطے کہ
چوتھائی کل کی برابر ہے یعنی کل چار ہاتھ اور دو پاؤں میں ذبح واجب تھا تو ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں بھی ذبح واجب ہوگا اسواسطے کہ ایک ہاتھ جو چوتھائی
ہے کل کی اور چوتھائی کل کی قائم مقام ہوتی ہے چنانچہ حلق سر میں معلوم ہوچکا کذا فی الدرر او طاف للقدوم لوجوبہ بالشروع او للصدر جنبا
او حائضا یا محرم نے طواف القدوم اور طواف الصدر کو جنابت یا حیض کیحالت میں کیا بسبب واجب ہوجانے طواف القدوم کے شروع کرنے سے یعنی ہرچند طواف
القدوم سنت ہے اور طواف الصدر واجب لیکن جب طواف القدوم کو شروع کیا تو اوسکا ادا کرنا واجب ہوگیا تو وجوب میں دونوں طواف برابر ہوگئے
او للفرض محدثا یا فرض طواف یعنی طواف الزیارۃ کو بے وضو کیا تو ذبح کرنا بکری کا واجب ہوا اگر بطور جنایت ہوگی اور اوسسے زیادہ حالت طواف میں تو ذبح
یا صدقہ واجب نہیں لیکن طواف کی نجاست کا مسجد الحرام میں لیکر جانا مکروہ ہے کذا فی اللطائف وفی المجتبٰی قرینۃ ابن الوھبان اور اگر جنابت میں طواف الزیارۃ کیا
تو اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے بشرطیکہ طواف کو دوبارہ نہیں کرلیا اور اگر طواف القدوم اور طواف الصدر اور طواف الزیارۃ کو بعد غسل اور وضو
کے اعادہ کیا تو اب کوئی چیز اوسپر واجب نہیں نہ ذبح نہ صدقہ کذا فی المحیط وغیرہ ولا ذبح ان اعادۃ جنبا فی الجنابۃ وفی الحدث والمعتبر الاول
وبقی الثانی لا اعادتہ الجماع لیس سرہ در قول الصحیح ہیمر کو طواف کا اعادہ واجب ہے اگر جنابت میں کیا ہو اور مستحب ہے اعادہ اگر حدث

کیا ہو اور پہلا قول اصح ہے کہ در صورت اعادہ معتبر پہلا ہی طواف ہے اور دوسرا طواف پہلے طواف کے نقصان کو دور کرنیوالا ہے تو جب پہلا طواف معتبر ٹھہرا تو صفا اور مروہ کی سعی کا اعادہ کرنا طواف ثانی میں واجب نہیں کذا فی الجوہرۃ وفی الفتح لو طاف للعمرۃ جنبا او محدثا فعلیہ دم وکذا لو ترک من طوافہا شوطا لانہ لا مدخل للصدقۃ فی العمرۃ انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر جنابت یا وضو نہونے میں عمرے کا طواف کیا تو اوسپر خون واجب ہوا و اسیطرح خون واجب ہے اگر عمرے کے طواف سے ایک شوط کو ترک کیا اسواسطے کہ عمرہ کی جنایات میں صدقہ کو دخل نہیں او افاض من عرفۃ ولو ندّ بعیرہ قبل الامام والغروب یا محرم چلا آیا عرفات سے امام کے آنے سے پہلے اور قبل غروب آفتاب کے اگرچہ وہاں سے آنا اوسکا اونٹ کے بھاگنے سے ہو تیسے وجوب دم میں اختیاری آنا اور نہ اختیاری دونوں برابر ہیں ویسقط الدم بالعود قبل الغروب کذا فی الاختیار اور قول اصح میں ساقط ہوتا ہے خون عرفات میں پھر جانے سے اگرچہ بعد غروب کے وہاں پھر گیا ہو کذا فی الغایۃ او ترک اقل من سبع الفرض یعنی و لم یطف غیرہ حتی لو طاف الصدر انتقل الی الفرض ما یکملہ فتؤدی اقل الصدر فتصدق والا فدم یا طواف فرض کے سات شوطوں میں سے کمتر کو ترک کیا یعنی طواف الزیارۃ سے تین شوط یا اس سے کم ترک کئے یعنے اسقدر کے ترک کرنے سے اوسوقت دم واجب ہوگا جبکہ اوسنے طواف الزیارۃ کے سوا اور کوئی طواف نکیا ہو یہانتک کہ اگر اوسنے طواف الصدر کیا ہو تو طواف الصدر کے شوط طواف الزیارۃ کیطرف منتقل ہو جاوینگے جتنے میں کہ وہ پورا ہو جاوے خواہ ایک شوط یا دو یا تین پھر بعد اس تکمیل کے اگر اوسکے ذمہ پر طواف الصدر کا اقل شوط باقی رہے تو صدقہ واجب ہے اور اکثر شوط رہے تو خون واجب ہے مثلا طواف الزیارۃ کے تین شوط کم تھے اور طواف الصدر کے پورے سات شوط تھے سو طواف الصدر کے تین شوط سے طواف الزیارۃ کی تکمیل ہوئی باقی رہے چار شوط کمی ہوئی تین شوط کی او جو اقل طواف ہیں تو اسمیں صدقہ واجب ہوگا اور اگر طواف الصدر کے چھ شوط ہوں تو چار شوط کی کمی پڑیگی بعد تکمیل کے اور چار شوط اکثر طواف ہیں تو اسمیں دم کرنا واجب ہوگا و بترک اکثرہ بقی محرما ابدا ای فی حق النساء حتی یطوف فکلما جامع لزمہ دم اذا تعدد المجلس الا ان یقصد الرفض فتح اور طواف الزیارۃ کے اکثر کے ترک کرنے سے ہمیشہ وہ محرم بنا رہیگا عورتوں کے حق میں یہانتک کہ طواف الزیارۃ کو ادا کرے تو جتنی بار کہ وہ جماع کریگا اتنی بار اوسپر دم کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ مجالس جماع کی متعدد ہوں مگر یہ کہ جماع ثانی سے ترک حج کا قصد کرے تو ایک ہی بار دم کرنا اوسپر لازم ہوگا کذا فی فتح القدیر خواہ ایک مجلس ہو خواہ چند مجالس اور یہ جو کہا کہ اکثر طواف کے ترک سے محرم بنا رہیگا اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے تو گویا اوسنے اصلا طواف نہیں کیا کذا فی المحیط و ہی او ترک طواف الصدر او اربعۃ منہ ولا یتحقق الترک الا بالخروج من مکۃ یا محرم طواف الصدر کو سب طرح یا چار شوط کو ترک کرے اور ترک کرنا ثابت نہوگا مکہ سے بدون نکلنے کے اسواسطے کہ طواف الصدر کا کوئی وقت مقرر نہیں عزم سفر پر موقوف ہے او ترک السعی او اکثرہ او رکب فیہ بلا عذر یا سب شوط سعی کے یا اکثر کو بدون عذر کے ترک کرے یا سعی سوار ہو کر بلا عذر کئے اور اگر سعی کو عذر سے ترک کرے یا سوار ہو کر سعی کرے بسبب عذر کے تو اوسپر کچھ لازم نہیں کذا فی المحیط و ہی او الوقوف بجمع یعنی مزدلفۃ او الرمی کلہ او فی یوم واحد او الرمی الاول او اکثرہ ای اکثر رمی یوم یا مزدلفہ کا ٹھیرنا ترک کرے یا جمرات ثلثہ کے کل رمی کو یا ایک دن کے رمی کو یا پہلی رمی یعنی جمرۃ العقبہ کے رمی کو یا ایک دن کے اکثر رمی کو ترک کرے ہم کل رمی کا ترک کرنا جبھی ہوگا کہ یوم النحر سے تیرہویں تک رمی نکرے کیونکہ اوسوقت تک یہ دن باقی ہیں تو اعادہ رمی کا ممکن ہے بترتیب لیکن تاخیر سے امام کے نزدیک دم کرنا واجب ہوگا اور اکثر رمی کا ترک کرنا جیسے یوم النحر میں جمرۃ العقبہ کو تین ہی کنکریاں ماری تو چار ترک ہوئیں یا ایام ثلثہ میں جسقدر کہ بارہ کنکریاں ماری تھیں ترک کریں اور سب ایام کے رمی اور ایکدن کی رمی ترک کرنے میں ایک ہی بار دم کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ متحد الجنس ہیں کذا فی حاشیۃ الشلبی او حلق فی حل بحج فی ایام النحر فلو بعدہا فدمان او لعمرۃ لاختصاص الحلق بالحرم یا حج کے محرم نے سر منڈایا حل میں ایام نحر کے اندر تو ایک خون واجب ہے سو اگر بعد ایام نحر کے منڈا دیگا تو دو خون واجب ہونگے یا عمرے کے محرم نے حل میں سر منڈایا تو ایک خون واجب ہے بسبب منڈانے کے حرم سے باہر کیونکہ حلق حرم کے ساتھ مختص ہے لا لعمر علی ... خرج من الحرم ثم رجع کذا فی ... فی ایام النحر لا فرق ... خون واجب نہیں اور عمرہ کرنیوالے پر جو حرم سے باہر نکلا پھر حل سے ... پھر واپس آیا ...

سر منڈاتو اور ایسا ہی جانور کا حکم ہے اگر ایام نحر کے اندر حرم میں نہ پہونچا تو اور اگر بعد ایام نحر کے حرم میں ذبح کیا گو بعد ہو یا موخر کیا ہو تو اوسپر ذبح کرنا واجب
ہو گا بسبب تاخیر کے او قبل محرم فی حلق یا محرم نے عورت کا بوسہ لیا تو ایک خون واجب ہو لفظ قبل کا حلق کے لفظ پر عطف ہو او لمس بشہوت
انزل او لا فی الاصح او استمنی بکفه او جامع بهیمة وانزل یا عورت کا بشہوت مساس کیا انزال ہو یا نہو خون واجب ہو قول اصح میں
اپنی کف دست آلہ تناسل میں لگا کر منی نکالی یا جانور سے جماع کیا اور انزال بھی ہوا تو خون واجب ہوگا اور بدون انزال کے خون واجب نہیں کذا فی
العطاوی من البحر او اخر الحاج للحلق وطواف الفرض عن ایام النحر فتوقفتہما دوا یا حاجی نے سر منڈانے اور طواف الزیارة میں ایام النحر سے
تاخیر کیا اسواسطے کہ حلق اور طواف الزیارہ ایام نحر میں متعین ہیں بنا بر وجوب کے اور صاحبین کے نزدیک مناسک کی تاخیر میں خون واجب نہیں او قدم
نسکا علی اخر فیجب فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم الذبح لغیر المفرد ثم الحلق ثم الطواف مقدم کیا ایک عبادت کو دوسری
عبادت پر جو یوم النحر میں چار عبادتیں علی الترتیب واجب ہیں اول جمرہ العقبہ کی رمی پھر ذبح کرنا قارن اور متمتع کے حق میں نہ تنہا حج کرنیوالیکو پھر ذبح کے
بعد سر منڈانا پھر طواف الزیارہ کرنا ان مناسک کی تقدیم اور تاخیر سے امام اعظم کے نزدیک ذبح کرنا واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک تقدیم تاخیر کو
کچھ واجب نہیں اس دلیل سے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث صحیح ثابت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حجة الوداع میں منیٰ کے اندر تھے اور لوگ مسائل دریافت
کرتے تھے سو ایک مرد آیا اور اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہ تہا سو میں نے سر منڈایا ذبح کرنے سے پہلے حضرت نے فرمایا کہ ذبح کر اور کچھ حرج نہیں اور دوسرا
شخص آیا اوسنے کہا یا رسول اللہ مجکو معلوم نہ تہا میں نے نحر کیا قبل رمی کے حضرت نے فرمایا کہ رمی کر اور کچھ حرج نہیں سو حضرت سے کسی چیز کی تقدیم اور تاخیر کی
سوال نہوا مگر حضرت نے یہی فرمایا کہ کر یعنی اب اوسکو کرلے اور کچھ حرج نہیں امام اعظم کیطرف سے یہہ جواب ہے کہ نفی حرج سے نفی گناہ اور نفی فساد حج البتہ متحقق ہے
لیکن نفی جزا کی ثابت نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ تقدیم اور تاخیر ممنوع تھی لہذا سائل نے اپنی نادانستگی کو عذر قرار دیا اور اگر ممنوع نہوتا تو سوال اور عذر بیان
کی کیا حاجت تھی اور حق یہہ ہے کہ یہہ حدیث ترتیب کی مسنون ہونے اور واجب ہونے دونوں کی محتمل ہے اور چونکہ ابتداء اسلام تھی لہذا حضرت نے بسبب جہل
اونکو معذور رکہا اور جزا کا حکم نہ دیا تو مقام اضطراب میں بنا بر احتیاط کے وجوب کا اعتبار کرنا واجب ہے علاوہ اسکو ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مسعود سے
روایت کی کہ جو ایک نسک کو دوسرے نسک پر مقدم کرے اوسپر خون واجب ہے اور بعضے نسخوں میں بجائے ابن مسعود کے ابن عباس مذکور ہیں ہر چند اسکی سند میں ابراہیم بن مہاجر
داخل ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن طحطاوی میں اس قولکو عبد اللہ بن عباس سے دوسری سند سے ذکر کیا ہے جس میں ابراہیم بن مہاجر مذکور نہیں تو استدلال ہوا ہو گیا کذا فی فتح القدیر لکن لا شیء
علی من طاف قبل الرمی والحلق نعم یکره لبه وقد تقدم کما لا شیء علی المفرد الا اذا حلق قبل الرمی لان ذبحه لا یجب لیکن یہہ جو نہیں ہے کہ جنہوں نے اوس شخص کو
جو طواف کرے پہلے رمی اور سر منڈانے سے ہاں یہہ تقدیم مکروہ ہے کذا فی اللباب اور یہہ پیشتر گذر چکا جیسا کہ کچھ نہیں مفرد پر خون واجب نہیں تنہا حج کرنیوالے پر مگر اسصورت میں کہ سر منڈا دے پہلے
رمی سے کیونکہ اوسپر ذبح کرنا واجب نہیں یعنی ذبح کی تقدیم و تاخیر کے سبب دم واجب نہیں اسکو کچھ ضرر نہیں کذا فی الطحطاوی اور ابتداء باب سے یہانتک مسائل مصنف نے مذکور کئے جنمیں ایک خون واجب ہو
یجب دمان علی قارن حلق قبل ذبحه دم للتاخیر ودم للقران علی المذهب کذا حرره المصنف قال وبه اندفع ما توهمه بعضهم من جعل الدمین للجنایة اور واجب
ہیں دو خون اوس قارن پر جسنے سر منڈایا قبل اپنے ذبح کرنیکے ایک خون جنایت کا بسبب تاخیر ذبح کے واجب ہے اور دوسرا قران کا تابمذہب درست ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کرکے بیان کیا ہے مصنف
اپنی تصنیف منح الغفار میں اور کہا ہے کہ اس تقریر سے دفع ہو گیا وہ وہم جو بعضے علما کو پیش آیا یہہ تصور کرکے کہ یہہ دونوں خون جنایت کے ہیں مصنف نے منح الغفار میں بیان کیا ہے کہ محمد بن الحسن نے جامع
میں تصریح کی ہے کہ ایک خون قران کا ہے اور دوسرا تاخیر نسک کا تو اس تقریر سے صاحب ہدایہ کا اشتباہ رفع ہو گیا کہ دونوں خونکو جنایت کا سمجہا ہے وان طیب جوابه قوله الا ان
تصدق اقل من عضو او ستر راسه او لبس اقل من یوم اور اگر خوشبو لگائی عضو سے کمتر میں یعنی تمام عضو میں نہ لگائی یا اپنے سر کو ڈہک لیا یا سیا کپڑا پہنا ایک دن سے
کم تو صدقہ دے بقدر نصف صاع کے شارح کہتا ہے متن کی عبارت میں ان طیب کا جواب اسکا اگلا قول ہے یعنی تصدق فی الخزانة فی الساعة نصف صاع وفیما دونها قبضة
وظاهره ان الساعة فلکیة خزانہ میں ہے کہ ایک ساعت کے لباس میں نصف صاع کا صدقہ ہے اور اس سے کم میں مٹھی بہر کا صدقہ ہے شارح کہتا ہے اور ظاہر کلام خزانہ کا یہہ دلالت کرتا ہے کہ ساعت
سے مراد ساعت نجومی ہے یعنی اٹہائی گہڑی جسکو انگریزی میں ایک گہنٹا کہتے ہیں اسواسطے کہ ساعت لغوی اور عرفی کی کچھ حد نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب بحر الرائق نے خزانہ کی روایت کی تضعیف کی ہے

تو بہتر یہہ تھا کہ تمد ہو اسکو ذکر کرنا او حلق شاربہ او اخذ من ربع رأسہ او لحیتہ او بعض رقبتہ یا مرد نے اپنی موچھہ کو مونڈا یا ربع سر
یا داڑھی کو جو تہائی سے کم مونڈا یا اپنی گردن کے تھوڑے بال مونڈے او قص اقل من خمسۃ اظافیر او خمسۃ الی ستۃ عشر متفرقۃ من کل
عضو اربعۃ وفیہ ستۃ عشر لکل ظفر نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء یا پانچ ناخن سے کم کاٹے یا پانچ ناخن سے سولہ تک متفرق
ہر عضو سے چار چار کاٹے یعنی ایک ہاتھ سے چار اور دوسرے ہاتھ سے چار اور ایک پانوں سے چار اور دوسرے پانوں سے چار سب سولہ ناخن ہوگئے
اور یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ناخن کاٹنے کی جزا میں نصف صاع کا صدقہ ہے تو سولہ ناخن کا صدقہ آٹھہ صاع ہوئے جسکے تخمینا کچھہ اوپر ۲۴ سیر گیہون
ہوتے ہیں تو ایسا دینا چاہیے مگر اس صورت میں جبکہ یہہ صدقہ ایک بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے تو جتنا چاہے کم کر ڈالے تاکہ اقل عضو کی
جزا عضو کامل کی جزا کی برابر نہو اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ عضو کامل کی جزا خون ہے یعنی بکری کا ذبح کرنا طحطاوی نے کہا کتب معتمدہ میں
مثل ہدایہ اور اسکی شروح میں یہی مذکور ہے کہ ہر ناخن کی جزا نصف صاع ہے بخلاف وقایہ اور دُرر کے کہ انمیں ایک ہی صدقہ پر اکتفا کی ہے

او طاف للقدوم او للصدر محدثا او ترک ثلثۃ من سبعۃ الصدر ویجب لکل شوط منہ ومن السعی نصف صاع او اخل بجمار الثلث
ویجب لکل حصاۃ صدقۃ الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء واطلق الحدادی انہ ینقص نصف صاع یا طواف القدوم یا طواف الصدر کو بے وضو طواف
کیا یا طواف الصدر کے سات شوط سے تین شوط کم کر ڈالے اور طواف کے ہر شوط اور سعی کے ہر شوط کے ترک کرنے سے نصف صاع کا صدقہ واجب ہے یا
جمرات ثلثہ سے کسی جمرہ کی رمی ترک کی اور ہر کنکری کے ترک کرنے سے صدقہ واجب ہے یعنی نصف صاع کا مگر یہہ کہ صدقہ بکری کی قیمت کی برابر ہو جاوے
تو کچھہ کم کر ڈالے چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اور حدادی نے کم کرنے کی حد بیان کی ہے کہ نصف صاع کم کر ڈالے ھم طحطاوی نے کہا کہ حدادی کا قول ضعیف
ہے معتمد وہی ہے جو متون میں مذکور ہے یعنی جتنا چاہے کم کر ڈالے او حلق رأس محرم او حلال غیرہ او رقبتہ او قلم ظفرہ بخلاف ما اذا طیب
عضو غیرہ او البسہ مخیطا فانہ لا شیء علیہ اجماعا ظہیریۃ یا محرم کسی غیر شخص کا سر مونڈے وہ شخص محرم ہو یا غیر محرم یا غیر کی گردن کے بال مونڈے
یا اسکے ناخن کاٹے بخلاف اسکے کہ اگر غیر کے کسی عضو میں خوشبو لگا دے یا اسکو سیا کپڑا پہنا دے تو اسپر کچھہ لازم نہیں بالاتفاق نہ خون نہ صدقہ
کذا فی الظہیریۃ تصدق بنصف صاع من بر کالفطرۃ تو نصف صاع گیہون کا صدقہ دے مانند صدقہ عید الفطر کے ھم یہہ جواب ہے ان طیب کا
یعنی اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگا دے یا ایک دن سے کم سر کو ڈھکے یا سیا کپڑا پہنے یا موچھہ یا ربع سر سے کم مونڈے یا ہر عضو سے چار ناخن کاٹے
یا طواف القدوم اور طواف الصدر کو بے وضو کرے یا تین شوط طواف الصدر کے کم کرے یا کسی جمرہ کی رمی ترک کرے یا غیر کا سر مونڈے تو نصف
صاع گیہون کا صدقہ دے طحطاوی نے کہا گیہون کی قید اتفاقی ہے چاہے نصف صاع گیہون دے چاہے ایک صاع کھجور یا جو دے لہذا شارح نے
صدقہ فطر کی تمثیل دی وان طیب او حلق او لبس بعذر تخیر ان شاء ذبح فی الحرم او تصدق بثلثۃ اصوع علی ستۃ مساکین این شاء
او صام ثلثۃ ایام ولو متفرقۃ اور اگر خوشبو لگائی یا بال مونڈے یا ڈھکے یا سیا کپڑا پہنا کسی عذر سے تو اسکو اختیار ہے اگر اسکا جی چاہے تو حرم
میں ایک بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھہ محتاجونکو صدقہ دے جہان چاہے حرم میں یا غیر حرم میں یا تین روزے رکھے جہان چاہے اگرچہ روزے
متفرق ہوں طحطاوی نے کہا عذر یہہ ہے کہ خوف ہلاکی کا ہو بسبب شدت سرما کے یا بیماری ہو یا بسبب قتال کے سلاح پہننا پڑے اور ظاہرا خوف سے
مراد یہہ ہے کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا نہ وہم لیکن اسمین شرط ہے کہ موضع ضرورت سے زیادتی نکرے یعنی اگر فقط ٹوپی پہننے سے ضرورت دفع ہوتی ہو تو
پگڑی نہ باندھے اور اگر بسبب ضرورت باندھیگا تو حرام ہے لیکن ذبح کرنا اس زیادتی سے نہ لازم آویگا جیسا کہ صاحب بحر الرائق نے گمان کیا ہے چنانچہ
شرنبلالی نے اسکی تصریح کر دی ہے ھم صحاح ستہ میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں اپنی
ہانڈی کے نیچے آگ جلاتا تھا اور جوئیں میرے منہ پر جھڑ رہی تہیں سو حضرت نے فرمایا کہ کیا تجھکو تکلیف دیتی ہیں تیرے سر کے کیڑے میں نے کہا ہاں فرمایا
سر کو مونڈ ڈال اور تین روزے رکھہ یا چھہ محتاجونکو کہانا دے ہر محتاج کو نصف صاع یا ذبح کر مجھکو معلوم نہیں کہ ان تین چیزوں میں سے کون چیز

چھپے بتلانی پھر یہہ حدیث اوس ہی لعوض کا ذکر ہے ... اوبیہ اذی ... فدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک یعنی ہر شخص

تم میں سے بیمار ہو یا اوسکے سر میں تکلیف ہو تو اوسکو سر منڈانے ہی سے تین روزے رکھنا یا صدقہ یا ذبح کرنے سے کذا فی تیسیر الوصول الی جامع الاصول اور صحیحین کی ایک

روایت میں ہے کہ حضرت نے کعب بن عجرہ سے فرمایا کہ جسکو بکری میسر ہو اوسکو کیا نہیں فرمایا تین روزے رکھ یا چھ مسکین کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف

صاع ہو یکہ صدقہ ہو اور یہہ قرآن میں مجمل تہا حضرت نے اوسکی تفصیل بیان فرمائی و وطئہ فی احدی السبیلین من آدمی ولو ناسیا او

مکرہا او نائمۃ او صبیۃ ... ذکرہ الحدادی لکن لا دم ولا قضاء علیہ قبل وقوف فرض یفسد حجہ اور محرم کا جماع کرنا انسان

سے قبل وقوف عرفات کے اوسکے حج کو فاسد کرتا ہے خواہ قبل میں جماع کیا ہو خواہ دبر میں محرم نے عمداً جماع کیا یا بھولکر اپنی خوشی کیا یا زبردستی

جاگتی عورت سے صحبت کی یا سوتی سے محرم صغیر ہو یا جوان ہوشیار ہو یا دیوانہ صغیر اور مجنون کی حدادی نے تصریح کی ہے لیکن صغیر اور مجنون پر اس

جماع سے دم اور قضا نہیں ہے ... علما دی نے کہا وطی انسان کی ہر صورت مفسد ہے حج کی انزال ہو یا نہو اور جانور کی وطی مطلقاً مفسد نہیں

لہذا شارح نے آدمی کی قید لگائی اور یہہ جو فتح القدیر میں ہے کہ وطی صغیر کی مفسد حج نہیں سو قول ضعیف ہے ولو انہ اور مناسک میں ضیاء کے

مخالف ہے کذا فی النہر وکذا لو استدخلت ذکر حمار او ذکرا مقطوعا فسد حجہا اجماعا اور اسیطرح اگر عورت نے ذکر حمار کو یا ذکر مقطوع کو اپنی

شرمگاہ میں داخل کر لیا تو اوسکا حج فاسد ہو گیا باتفاق ویمضی وجوبا فی فاسدہ کجائزہ ویذبح ویقضی ولو نفلا اور واجب ہے

کہ اپنے فاسد حج کو کئے جاوے جیسے حج جائز کو کرتے ہیں یعنی فاسد جانکر اوسکو بالکل ترک نکرے بلکہ جسقدر مناسک باقی رہ گئی ہوں اونکو پورا کرے اور

ذبح کرے اور اگلے سال اس حج کی قضا کرے اگرچہ یہہ حج فاسد فرض نہو بلکہ نفل ہو تو بھی قضا واجب ہے اصل اس مسئلہ کی وہ حدیث ہے جو

ابو داؤد کے مراسیل میں مروی ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے صحبت کی اور دونوں محرم تھے سو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اوسکا مسئلہ

پوچھا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں اپنے حج کو پورا کرو اور ہدی لاؤ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اگرچہ یہہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل

امام اعظم کے نزدیک حجت ہے علاوہ اسکے دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جماع سے حج باطل ہوتا ہے سائل نے پوچھا جب حج

باطل ہوا تو بیٹھ رہے کہا نہیں بلکہ لوگوں کے ساتھ جاوے جو لوگ کرتے ہیں سو وہ بھی کرے یعنی مناسک کو عمل میں لاوے اور سال آیندہ قضا کرے

اور ہدی لاوے اور عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا فتوی اسکے موافق ہے بیہقی نے کہا کہ ان آثار کی اسناد صحیح ہیں اور امام مالک

کی موطا میں علی مرتضی اور عمر فاروق اور ابوہریرہ سے اسی قسم کا فتوی ثابت ہے کذا فی فتح القدیر ولو افسد القضاء ہل یجب قضاء القضاء

وانہ لیظہر ان المراد بالقضاء الاعادۃ اور اگر سال آیندہ میں قضا حج کو بھی فاسد کرے تو کیا قضا کی بھی قضا کرنا واجب ہے یا نہیں شارح

کہتا ہے میں نے یہہ مسئلہ کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا اور ظاہر قضا سے مراد یہاں اعادہ ہے حج کا یعنی لغوی معنی مراد ہیں ہم یہہ تقریر کتاب

نہر کی ہے جو معلوم ہے جامع ازہر میں کسی طالب علم کے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی تہی کذا فی النہر ولم یتعرضا ... افتراقہما

... اور جب دونوں قضا حج کو دوسرے سال آدین تو اونپر جدا رہنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر وقوع جماع کا خوف ہو اسواسطے کہ مشقت

قضا حج کی ترک جماع میں کافی ہے ... بعد الوقوف ... وبعد الحلق قبل الطواف شاۃ لخفۃ الجنایۃ اور جماع

محرم کا بعد وقوف عرفات کے حج کو فاسد نہیں کرتا اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا کہ جو عرفات میں ٹہرا اوسکا حج تمام ہوا یعنی فساد سے محفوظ

رہا اور اس جماع سے ایک اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا واجب ہے چنانچہ ابن عباس سے بھی مروی ہے کذا فی فتح القدیر ... طواف

الزیارۃ کے قبل جماع کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہے اسواسطے کہ ہلکا قصور ہے کیونکہ بعد حلق کے سوا عورتوں کے سب اشیاء محرم

کو حلال ہو جاتے ہیں تمام متون فقہ میں یہی روایت ہے ابن ہمام نے کہا کہ اسمین بھی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا ہے اور بحر الرائق میں اسکو

رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی ... فی عمرتہ قبل طوافہ ... بدنۃ ... شاۃ ... بعد اربعۃ ذبح ولم

تصدق حلالا فالشاۃ فی اداء ولی محرم کا یہ عمرہ مین قبل طواف کرنے چار شوطون کے مفسد ہی عمرہ کو تو بعد فاسد ہونے کے عمرہ کے افعال کرکی قضا کرے اور ایک بکری ذبح کری اور عمرہ کو قضا کری بنابر وجوب کے اور وطی کرنا محرم کا عمرہ مین بعد چار شوطون کے مفسد عمرہ کا نہین لیکن لیس تجدید کی جزا مین ایک بکری ذبح کری بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک چار شوطون کے بعد وطی سے عمرہ فاسد ہوتا ہی اسواسطی کہ عمرہ انکی نزدیک فرض ہے کذا فی الطحاوی فان قتل محرم صیدا ای حیوانا بریا متوحشا باصل خلقتہ اگر قتل کری محرم صید یعنی شکار کو تو اوسپر جزا واجب ہے صید کہتے ہین خشکی کے جانور کو جو اپنی اصل پیدائش سے وحشی ہو معلوم خشکی کا یہ جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل خشکی مین ہو اگرچہ پانی مین رہا کرتا ہو اور دریائی جانور وہ ہی جسکا توالد اور تناسل پانی مین ہو اگرچہ وہ خشکی مین رہا کرتا ہو جیسا کہ مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا اور دریائی کتا اور کچھوا اور گھڑیال اور مگر تو انکی قتل مین محرم پر جزا واجب نہین اور خشکی کے جانورون مین دوسری قید یہ ہی کہ اپنی اصل خلقت مین وحشی ہو وحشی سے یہ مراد ہی کہ جب اسکو پکڑا چاہین تو بھاگ جاوے خواہ پانون سے خواہ پرون سے تو پلاؤ ہرن صید مین داخل ہی اسواسطی کہ اصل وحشی ہے اور وحشی اونٹ اور گائی صید مین داخل نہین اسواسطی کہ انکی اصل خلقت مین وحشت نہین اور صید جانور ماکول اور غیر ماکول دونونکو شامل ہی تو سبکا قتل محرم کو حرام ہی حل اور حرم دونون مین سوای اون جانورون کے جو مستثنی ہین اور مصنف انکو بیان کریگا کذا فی الفتح والطحاوی او دل علیہ قاتلہ مصدقا لہ غیر عالم والمتصل القتل بالدلالۃ والاشارۃ والدال والمشیر باق علی احرامہ واخذہ قبل ان ینفلت عن مکانہ یا محرم نے صید پر اوسکی قاتل کو دلالت کی یعنی قاتل کو شکار بتا دیا کہ فلانے مکان مین ہی دلالت کی پانچ شرطین ہین ایک یہہ کہ قاتل دلالت کرنیوالیکی تصدیق کری تصدیق کا یہہ مطلب نہین کہ محرم سے یون کہی کہ تو اس دلالت مین سچا ہی بلکہ تصدیق سے یہہ مراد ہی کہ اوسکی تکذیب نکری تو اگر قاتل نے ایک محرم کی تکذیب کی اور دوسری محرم کی دلالت کی تصدیق کرکے صید کو مارا تو اول محرم پر جزا واجب نہوگی اور دوسری شرط یہہ ہی کہ قاتل صید سے واقف نہو اور اگر وہ جانتا ہو تو محرم کی دلالت سے جزا لازم نہوگی تیسری شرط یہہ ہی کہ قتل کرنا صید کا دلالت اور اشارت کے متصل واقع ہو چوتھی شرط یہہ ہی کہ محرم دلالت کرنیوالا اور اشارہ کرنیوالا اپنے احرام پر باقی رہی صید کے قتل ہونے تک تو اگر بتانے کیوقت احرام ہو اور قتل کیوقت احرام اتار چکا ہو تو اوسپر جزا لازم نہوگی پانچوین شرط یہہ ہی کہ قاتل نے صید کو لیا ہو قبل اسکی کہ وہ اپنی جگہہ سے بھاگے یعنی جہان محرم نے قاتل کو صید بتایا تھا وہین اوسنے اوسکو گرفتار کیا اور اگر صید وہان سے اوٹھ گیا اور دوسری مکان مین گرفتار ہوا تو محرم پر جزا لازم نہوگی دلالت اور اشارہ مین یہہ فرق ہی کہ دلالت غیبت مین ہوتی ہی اور اشارہ سامنے ہوتا ہو بدأ او عود اسھوا او عمدا مبتدئا او عائدا محرم کا قتل کرنا صید کو یا اوسکا بتانا اور اشارہ کرنا اول مرتبہ مین ہو یا دوسری تیسری مرتبہ مین اول بار قتل یا دلالت واقع ہوئی ہو یا دوبارہ بھولکر ہو یا جانکر صید مباح ہو یعنی جنگلی یا کسیکا مملوک لیکن صید مملوک مین دو قیمتین محرم پر واجب ہونگی ایک قیمت مالک کیواسطے اور دوسری قیمت احرام کی جزا مین کذا فی حاشیۃ الطحاوی فعلیہ جزاؤہ ولو سبعا غیر صائل مستانسا او حماما او مسرولا بفتح الواو ما فی رجلیہ ریش کالسراویل یعنی اگر محرم صید کو قتل کرے یا دلالت کری تو اوسپر اوسکی جزا واجب ہی اگر صید ایسا درندہ جانور ہو جسنی حملہ نہین کیا یا صید مانوس اور مالوف ہو جیسی پلاؤ ہرن یا کبوتر ہو اگرچہ پر شمول کبوتر ہو مسرول بالضم میم وفتح سین وسکون را وفتح واو پانو کبوتر کو کہتے ہین جنکی پانون مین پر ہون مانند پاجامہ کی امام مالک کے نزدیک مسرول کبوتر صید نہین اسواسطی کہ وہ مانوس ہی وحشی نہین تو اوسکا حکم بطخ کی برابر ہی ہم کہتے ہین کہ وہ باعتبار اپنی اصل خلقت کے وحشی ہی لیکن وہ اپنی بہاری بہر سے اوڑ نہین سکتا کذا فی المنح وہو ما قطع الی آخرہ لا بما یلزمہ القصاص لو قتل انسانا واکل لحمہ یا محرم بسبب گرسنگی وغیرہ کے صید کے کہانے مین مجبور اور مضطر ہو تو بھی اوسپر جزا واجب ہی جیسا کہ محرم پر قصاص لازم ہی اگر وہ کسی انسان کو قتل کری اور اوسکا گوشت کہاوے اضطرار مین یعنی اضطرار سے صید کی جزا اور انسان مقتول کا قصاص ساقط نہین ولکن المیتۃ علی الصید والصید علی مال الغیر ولحم الانسان قیل والخنزیر اور حالت اضطرار مین مردہ جانور کہانا مقدم ہی صید پر اور صید مقدم ہی مال غیر اور انسان کے گوشت پر اور قول ضعیف مین صید مقدم ہی سؤر پر ہم نے تقدیم مردار کی صید پر اسمین اختلاف روایت ہی خانی

قاضی خان مین مردار کو تقدیم ہی صید پر اور بعضون مین صید کو تقدیم ہی مردار پر واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ولو اکلہ بعد ما ادی جزاءہ فعلیہ قیمۃ ما اکل یعنی اگر جزا ادا کرنے کے بعد اوسکو کہایا تو کہائے ہوئے کی قیمت دینا ہی اور جو کوئی کہا لاؤ کل طعام مضطر احوا اگر میت ہو کسی حالت مین حلال نہین جیسا ایک مضطر کو دوسرے مضطر کا طعام کہانا جائز نہین وفی البزازیہ المضطر لہ ان یاکل من مال غیرہ الا لحم ادمی اتفاقا نعم بنا بر این کہ ذبح کیا ہوا شکار کا کہانا بہتر ہے مردار کہانے سے بالاتفاق اسواسطے کہ مردار مین حرمت ذاتی ہے اور شکار مین عارضی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والجزاء عند ابی حنیفۃ وابی یوسف ان یقوم الصید فی المکان الذی قتلہ او فی اقرب المواضع منہ ان لم یکن فی موضع قیمۃ فیقوم ذوا عدل یعنی دو عادل مسلمان مقرر کرین جسوقت کہ صید مقتول ہوا یا اوس مکان مین جہان قتل کے نزدیک تر ہو اگر اوسکو مقتل مین قیمت نہو بسبب جنگل ہونے کے تو دو عادل کہ مصنف کی عبارت مین تقسیم کو اسطے ہی واسطے اعتبار دونے کے اور قول ضعیف مین ایک عادل کا قیمت مقرر کر دینا کافی ہے اگرچہ قاتل ہی قیمت کو ٹھیرا دیوے ہم ایک عادل کا قیمت ٹھیرانا اسواسطے ضعیف ہی کہ ظاہر نص قرآنی کے مخالف ہی اور نص مین بظاہر دو عادل کا ہونا واجب معلوم ہوتا ہی یہ مستحب کذا فی فتح القدیر امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جزاء صید مین قیمت لازم ہی اور امام شافعی اور محمد کے نزدیک ہمشکل ہونا صید کا جزا مین ضرور ہی چنانچہ ہرن مین بکری اور خرگوش مین بکری کا بچہ اور شتر مرغ مین اونٹ اور گورخر کے قتل مین گاے اونکے نزدیک لازم ہی حق تعالی نے فرمایا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبۃ او کفارۃ طعام مساکین او عدل ذلک صیاما یعنی صید کو نہ مارو محرم ہوکر اور جو تم مین سے قصدا مارے تو جزا ہے مثل اوسکی جسکو مارا جانورون مین سے وہ جزا جسکو دو عادل شخص تم مین سے حکم کرین نیاز پہنچائے کعبہ تک یا کفارہ طعام مساکین کا یا برابر اوسکے صیام تو امام شافعی کے نزدیک مماثلت ظاہری لازم ہے اور امام اعظم کے نزدیک مماثلت معنوی واجب ہی یعنی باعتبار قیمت کے اسواسطے کہ مماثلت مطلقہ تو وہ ہی جو صورۃ اور معنی دونون ہو چنانچہ مشترک اللزوم ہی سو مماثلت مطلقہ تو یہان بالاتفاق مراد نہین لہذا مماثلت معنوی مراد ہوئی اسواسطے کہ شرع مین مماثلت معنوی ہی متعین ہی چنانچہ حقوق العباد مین کذا فی الہدایۃ وشروحہا والجزاء فی السبع ای حیوان لا یوکل لحمہ ولو خنزیرا او فیلا لا یزاد علی قیمۃ شاۃ وان کانت السبع اکبر منہا لان الفساد فی غیر الماکول لیس الا باراقۃ الدم فلا یجب فیہ الا دم وکذا لو قتل مملوکا ضمنہ لحق اللہ تعالی غیر معلم ولمالکہ معلما اور درندہ جانور کا بدلا زیادہ نہ کیا جاوے بکری کی قیمت سے درندہ جانور سے یہان وہ جانور مراد ہے جو حلال نہین اگرچہ سور ہو یا ہاتھی یا بندر تو غیر ماکول اللحم اگرچہ بکری سے جسم مین بڑا ہو بکری سے اوسکی قیمت زیادہ نکی جاوے گی اسلیے کہ غیر ماکول اللحم کے قتل مین سواے خون ریزی کے کوئی فساد نہین کیونکہ اوسکا گوشت لائق کہانے کے نہین تو اوسمین واجب نہین مگر خون ریزی سو بکری مین حاصل ہی اور اسیطرح اگر محرم نے معلم درندہ کو قتل کیا مثلا شکاری چیتہ یا باز تو حق اللہ مین غیر معلم کی جزا دیوے اور اوسکے مالک کو معلم کی قیمت دیوے اسواسطے کہ ضمان مالک کا باعتبار اوسکے انتفاع کے ہی اور حق شرع باعتبار اوسکی ذات کے ہی بلا نظر تعلیم سے کذا فی البحر ثم لہ ای للقاتل ان یشتری بہ ہدیا ویذبحہ بمکۃ او طعاما ویتصدق بہ این شاء علی کل مسکین ولو ذمیا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر کالفطرۃ پہر دریافت کیا چاہیے کہ جب مقتول صید کی دو عادل قیمت ٹھیرا دیوین تو قاتل کو اختیار ہی کہ اوس قیمت سے ہدی مول لے اور اوسکو مکہ مین جاکر ذبح کرے یا اوس مقدار قیمت کا طعام مول لے اور جہان چاہے تصدق کرے ہر محتاج کو نصف صاع گیہون یا پورا صاع کہجور یا جو مانند صدقہ عید الفطر کے اگرچہ محتاج ذمی ہو اور طحاوی نے کہا کہ ذمی کو دینا مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ صدقات واجبہ کا ذمی کو دینا جائز نہین چنانچہ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا لا یجزیہ اقل او اکثر منہ بل یکون تطوعا کفایت نہین کرتا اس سے کمتر دینا یا اکثر دینا بلکہ اکثر دینا نفل صدقہ ہوگا نہ واجب او صام عن طعام کل مسکین یوما یا ہر ہر مسکین کے طعام کی عوض ایک ایک دن روزہ رکہے خلاصہ یہ ہی کہ قاتل کو تین امر مین اختیار ہی کہ صید کی قیمت سے گائے یا بکری خرید کرکے حرم مین لیجاکر ذبح کرے یا اوس قیمت سے مثلا گیہون مول لیوے اور ہر مسکین کو نصف نصف صاع دیوے یا بجاے نصف صاع کے ایک روزہ رکہے یعنی اگر پانچ فقیرون کو نصف نصف صاع گیہون پہنچ جاوے تو پانچ روزہ رکہے اور اگر دس کو پہنچے ہون تو دس روزہ رکہے

ولا يعطي كل مسكين من طعام مسكين كان الواجب ابتداء اقل منه تصدق به او صام يوما بدله اور ایک مسکین کے حصہ سے کم اگر واجب ہو یعنی
نصف صاع سے کم تو اختیار ہے واجب ہوا ہو مثلاً گنجشک چڑیا کے قتل سے ربع صاع گیہوں واجب ہوئے ہوں تو وہ ایک مسکین کو دیدے یعنی نصف صاع
سے کم دیا یا بدلے اوسکے ایک روزہ رکھے ولا يجوز ان يفرق نصف صاع على مساكين قال المصنف رحمه الله تعالى هكذا ذكروا هنا وعلم
في الفطرة الجواز فينبغي كذلك هنا اور جائز نہیں نصف صاع کو چند مساکین پر بانٹنا مصنف نے اپنی شرح کنز الدقائق یعنی بحر الرائق کی پیروی
کر کے کہا کہ اسیطرح فقہا نے یہاں یعنی جزاء صید میں ذکر کیا ہے اور صدقہ فطر میں اسکا جواز مقدم ہو چکا ہے تو یہاں بھی اسیطرح لائق ہے حالانکہ مخصوص
نص قرآنی یہاں مطلق ہے تو اپنی اطلاق پر جاری رہیگی کذا في النهر ويكفي الاباحة هنا كدفع القيمة اور یہاں اباحت طعام کافی ہے جیسے
قیمت دینی کافی یعنی اطعام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مساکین کو طعام کا مالک کر دے دوسری یہ صورت ہے کہ کھانا پکا کر دونوں وقت اونکو پیٹ
بھر کے کھلا دے جیسا وہ کھاویں یا نصف نصف صاع کی قیمت ہر مسکین کو دیدے ولا ان يدفع كل الطعام الى مسكين واحد هنا بخلاف
الفطرة لان العدد منصوص عليه اور جائز نہیں دینا سب طعام کا ایک مسکین کو یہاں بخلاف صدقہ فطر کے اسواسطے کہ جزاء صید میں عدد مساکین
صریح قرآن میں بلفظ جمع کما لا يجوز دفعه اي الجزاء الى من لا تقبل شهادته له كاصله وان علا وفرعه وان سفل وزوجته وزوجها
وهذا هو الحكم في كل صدقة واجبة كما مر في المصرف جیسا کہ جائز نہیں دینا اس جزا کا ان لوگوں کو جنکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے
اصل محرم کی اگرچہ اوپر ہو اور شاخ محرم کی اگرچہ نیچے ہو یعنی اپنے اصول اور فروع کو قریب ہوں یا بعید دینا جائز نہیں اور زوجہ کو اپنی زوجہ کا
دینا اور زوجہ کو اپنے زوج کا دینا جائز نہیں اور یہی حکم ہے جمیع صدقات واجبہ میں کہ اصول اور فروع اور زوجین کو دینا جائز نہیں چنانچہ اسکی
تفصیل مصرف زکوۃ میں مذکور ہو چکی ووجب بجرحه ونتف شعره وقطع عضوه ما نقص فيه الا ان يكون قصد به التخليص كما لو خلص حماما
من سنور او شبكة فلا شيء عليه وان ماتت اور شکار کے زخمی کرنے اور بال اکھاڑنے اور عضو کاٹنے سے واجب ہوتی جزا بقدر نقصان کے
بشرطیکہ یہ سب جرم بقصد اصلاح نہ واقع ہوئی ہوں سو اگر بقصد اصلاح ہوئی ہوں چنانچہ کبوتر کو چھڑا دیں بلی سے یا جال سے پھر اگر مر گئے تو اس صورت میں
محرم پر کوئی چیز واجب نہیں اگرچہ وہ اس حال میں مر بھی جاوے اور جزا بقدر نقصان کا یہ مطلب ہے کہ صحیح سالم جانور کی قیمت کی جاوے پھر ناقص کی قیمت ٹھہرائی
جاوے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہوا اوتنا محرم پر واجب ہے مثلاً صحیح سالم جانور کی ۲۰ درم قیمت ہوا اور بعد زخمی ہونے یا عضو کاٹنے کے ۱۰
درم قیمت ہو جاوے تو دس درم محرم پر واجب ہونگے اس دس درم سے خواہ ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے یا اناج لیکر مساکین کو صدقہ دیدے یا
بقدر اسکے روزے رکھے ووجب بنتف ريشه وقطع قوائمه حتى خرج من حيز الامتناع اور شکار کے پر اکھاڑنے اور پاؤں کاٹنے سے کل قیمت اوسکی
واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ وہ نکل گیا حیز امتناع سے یعنی اگر جانور کو کوئی پکڑنا چاہے تو پرندہ اپنے پروں کے سبب سے اڑ جاتا ہے اور چوپایا اپنے پاؤں سے بھاگ جاتا
ہے پس جب پرندہ کے پر اکھاڑ دیے یا چوپایہ کے پاؤں کاٹ ڈالے تو وہ اب اپنے کو بچا نہیں سکتا تو گویا اوسکو جان سے مار ڈالا لہذا کل قیمت اوسکی واجب ہوتی
کذا في المنح والطحطاوي وكسر بيضه غير المذر اور اوسکے انڈے کو توڑنے سے کل قیمت انڈے کی واجب ہے بشرطیکہ گندہ نہ ہو اور اگر انڈا گندہ ہو گا تو محرم
پر کچھ واجب نہیں وخروج فرخ ميت به اي بالكسر اور قیمت واجب ہے مردہ بچہ نکلنے سے بسبب توڑنے انڈے کے یعنی جو زندہ بچہ کی قیمت ہو
واجب ہے اور اگر توڑنے سے پہلے معلوم ہو کہ انڈے میں بچہ مردہ ہے تو کچھ واجب نہیں اور اگر معلوم نہیں کہ توڑنے سے پہلے بچہ زندہ تھا یا مردہ تو احتیاطاً
قیمت واجب ہے کذا في الدرر وذبح حلال صيد الحرم اور صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت واجب ہے یعنی جس شخص کا احرام نہیں باندھا ہے وہ حرم
کے شکار کو ذبح کرے تو اوس پر واجب ہے کہ اوسکی قیمت کو تصدق کرے یا ہدی مول لیکر حرم میں ذبح کرے لیکن غیر محرم کو صدقہ کے عوض روزہ رکھنا
جائز نہیں اور اگر غیر محرم خود صید کو ذبح نہ کرے اور دوسرا شخص اوسکی دلالت سے ذبح کرے تو دلالت کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں کذا في الطحطاوي وحلبه لبنه
اور قیمت دودھ کی واجب ہے صید حرم کے دودھ دوہنے سے وقطع حشيشه وشجره حال كونه غير مملوك ولا منبت اي النابت بنفسه سواء كان مملوكا

او لا حتى لو نبت بنفسه في ملك رجل ام غيلان فقطعها انسان فعليه قيمة لمالكها واخرى لحق الشرع بناء على قولهما المغني بمعنى ان ارض
یعنی حرم اور قیمت واجب ہے حرم کی گھاس اور حرم کے درخت کاٹنے سے بشرطیکہ درخت غیر مملوک ہو یعنی خود رو جم آیا ہو یعنی کو انسان نے خواہ کسی کا ملک
ہو یا نہ ہو یہانتک فقہا نے تصریح کی ہے کہ اگر ببول کا درخت جسکو کیکر بھی کہتے ہیں حرم میں کسی شخص کی مملوک زمین کے اندر جم آیا ہو اور کوئی اوسکو
کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر دو قیمتیں واجب ہیں ایک قیمت اوسکو مالک کے واسطے اور دوسری قیمت حق شرع کے واسطے اس مسئلہ کی بنا ہے صاحبین کے مذہب
قول پر کہ زمین حرم کی مملوک ہے اور امام اعظم کے نزدیک زمین حرم وقف ہے تو مملوک نہیں ہو سکتی ولا ينبت ليس من جنس ما ينبته الناس
فلو من جنسه فلا شيء عليه اور دوسری شرط وجوب قیمت کی یہ ہے کہ وہ جمانیکا درخت نہ ہو یعنی اس قسم کا درخت نہ ہو جسکو لوگ باعتبار اپنی عادت
کے بوتے اور جماتے ہیں تو اگر اسکی ہم جنس ہو یعنی ایسا خود رو درخت ہو جسکو لوگ بوتے اور جماتے ہوں تو اوسکو کاٹنے سے اوس شخص پر شرعا
مواخذہ نہیں ہاں اگر کسیکی مملوک زمین پر ہوگا تو مالک کو البتہ قیمت دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی تمام کتب فقہ علی الخصوص شرح ہدایہ میں
مصرح ہے کہ حرم کی گھاس اور حرم کا درخت دو قسم ہیں ایک قسم تو وہ درخت ہے جسکو لوگوں نے بویا اور دوسری قسم وہ ہے جو خود رو ہو جیسے اکثر
جنگلی درخت تو جو انسان کا بویا ہے اوسکی دو قسمیں ہیں یا ایسا درخت ہے جسکو لوگ بوتے ہیں بطور عادت کے یا ایسا ہے جسکے بونے کی عادت نہیں ان
دونوں قسموں کے کاٹنے میں جزا واجب نہیں اور جو خود رو درخت ہے اوسکی بھی دو قسم ہیں یا اس جنس سے ہے جسکو لوگ بوتے ہیں تو اسکے کاٹنے میں بھی
جزا واجب نہیں یا ایسا خود رو درخت ہے جسکو انسان نہیں بوتا تو فقط اسی چوتھی قسم کی گھاس اور درخت کاٹنے میں جزا واجب ہے کذا فی الدر ر اور
اس امر میں اصل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر حمد الہی کی
بعد اوسکے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ سے ہاتھی کو یعنی اصحاب الفیل کو ہلاک کیا اور اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر مسلط کیا اور میرے واسطے ساعت بھر مکہ
حلال ہو گیا پھر اوسکی حرمت باقی رہی قیامت تک نہ کاٹا جاوے اسکا درخت اور نہ ستایا جاوے یہاں کا شکار اور نہ کاٹی جاوے یہاں کی گیلی گھاس اور
حلال نہیں یہاں کی گری چیز تو عباسؓ نے کہا مگر اذخر کے کاٹنے کی اجازت ہو ہماری قبروں اور گھروں کے واسطے تو حضرت نے فرمایا مگر اذخر یعنی اوسکا
کاٹنا حرام نہیں ہر چند ظاہر حدیث میں سوا اذخر کے کوئی گھاس اور درخت مستثنی نہیں لیکن فقہا نے بدلیل اجماع کے اقسام ثلثہ مذکورہ کو مستثنی کیا ہے
اس واسطے کہ حضرت کے وقت سے ابتک وہاں زراعت کرنے اور کاٹنے کی عادت جاری ہے بلا انکار علماء کے اسکو ممنوع تو حرم کا درخت اور گھاس ہی تو حرم
کیطرف اوسی درخت اور گھاس کی نسبت کاملہ ہوگی جو خود رو ہو اور انسان کیطرف منسوب نہیں اور جسکو انسان نے بویا خواہ اوسکے بونے کی عادت ہو یا نہو
وہ انسان کیطرف منسوب ہو گیا کذا فی المجتبی والاختیار شرح المختار کمقطوع و [illegible] بالشجر [illegible] قلع البعض [illegible] لانه [illegible]
الانبات چنانچہ حرم کے منقطع درخت اور پتوں میں مواخذہ شرع کا نہیں بشرطیکہ پتوں کا توڑنا درخت کو ضرر نہ کرتا ہو اور چونکہ اس گھاس اور درخت کے
کاٹنے میں کچھ جنایت نہیں جو منافی ہو انسان کے بونے کا لہذا حلال ہے کاٹنا اس درخت کا جو سوکھا ہو اس واسطے کہ اوسکا پھلنا قائم مقام ہے اوسکے بونے
اور جماننے کے وقیمته في كل ذلك الا ما جف او انكسر لعدم النماء وذهب بحفر كانون او ضرب فسطاط لعدم امكان الاحتراز عنه كالانفلات
یعنی واجب ہے قیمت اس چیز کی جسکے پر اگے [illegible] یا مقطوع یا مکسور یا مذبوح ہوئی جمیع مسائل مذکورہ میں چنانچہ تفصیل اوسکی ترجمہ میں مفصل مذکور ہو چکی
مگر حرم کی گھاس یا درخت خشک ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اوسکی قطع کرنے میں قیمت واجب نہیں بسبب عدم نمو کے اس واسطے کہ جب درخت میں نمو نہ رہا تو وہ
درخت زراعت ہو گیا یا درخت ضائع ہو گیا بسبب چولھے کھودنے یا خیمہ گاڑنے کے اس واسطے کہ ایسا امر جس سے بچنا ممکن نہیں اور دوسری علت یہ ہے کہ
[illegible] ضائع ہوا بالتبع ہو نہ بالاصالت والعبرة للاصل لا للغصن اور اعتبار درخت کی جڑ کا ہے نہ شاخ کا لیکن اگر ایک درخت کی جڑ حرم میں ہے
اور شاخیں اوسکی حل میں تو وہ درخت حرم کا ہے اوسکے کاٹنے سے قیمت دینا واجب ہوگا اور اگر جڑ اوسکی حل میں ہے اور شاخیں حرم میں تو وہ حل کا
درخت ہے حرم کا نہیں [illegible] الاصل [illegible] اور تھوڑی جڑ کا ہونا حرم میں تمام جڑ کی برابر ہے بنا بر ترجیح حرمت کے والعبرة

لشکار الصید فیمن کان علی غصن شجرۃ [illegible] فی الحرم فهو صید الحرم [illegible] اور اعتبار اوس درخت کے مکان کا ہی سو اگر
جڑ [illegible] یعنی اگر شکار [illegible] حرم کی زمین میں [illegible] تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر حرم میں [illegible] تو وہ حرم کا شکار نہیں ولو کان قوائم الصید
القائم فی الحرم ورأسه فی الحل فالعبرة لقوائمه وبعضها [illegible] لا براسه وهذا فی القائم فاما اذا کان نائما فالعبرة لرأسه [illegible]
فاجتمع المبیح والمحرم [illegible] اور اگر کھڑی ہو صید کے پانون حرم میں ہون اور اوسکا سر حل میں تو اعتبار اوسکے پانون کا ہی یعنی وہ شکار حرم کا گنا جائیگا
اور بعضے پانون کا حرم میں ہونا سب پانون کی برابر ہے یعنی اگر ایک پانو بھی حرم کی زمین میں ہوگا تو وہ حرم کا شکار ہی [illegible] اعتبار ہی شکار کے سر کا ہی
اگر اوسکے پانون حل میں ہون اور سر حرم میں تو وہ شکار حل کا ہی [illegible] حرم کا [illegible] شکار کا ہی سو اگر صید سوتا ہو یعنی لیٹا ہو تو اوسکے سر کا اعتبار ہی
اسواسطے کہ اس حال میں اوسکے پانون کا اعتبار ساقط ہے تو [illegible] دو امر جمع ہوئے ایک اباحت کا اور دوسرا تحریم کا تو تحریم کا غلبہ ہوگا سو اگر صید لیٹا ہو اور
اسکا سر حرم میں ہو اور پانون حل میں تو وہ حرم کا صید ہے اور اگر سر اوسکا حل میں ہو تو وہ حل کا صید ہے والعبرة للحالة التی [illegible] اذا رماه من الحل
[illegible] استحسانا [illegible] اور اعتبار [illegible] کے حالت کا ہی یعنی اگر غیر محرم نے حل سے بندوق یا تیر مارا اور شکار [illegible] تو اوسپر جزا
نہیں ہو بنا بر استحسان کے [illegible] پر جزا واجب ہو [illegible] لیکن اگر حل سے مارا اور حرم میں [illegible] شکار کو لگا کذا فی البدائع [illegible] فتاوی عالمگیری میں ہو کہ اگر رامی اور مرمی
دونون حرم میں ہون یا ایک حرم میں ہو تو جزا واجب ہو اور اگر دونون حل میں ہون تو جزا واجب نہیں بشرطیکہ تیر حرم میں [illegible] اور یہی حکم ہے [illegible]
شکار [illegible] ولو شوی المحرم بیضا او جرادا او حلب لبن صید فضمنه لا یحرم اکله وجاز بیعه [illegible] ویجعل ثمنه فی الفداء ان شاء [illegible]
الذکاة [illegible] ذبح المحرم او صید الحرم میتة [illegible] اگر محرم کا انڈا یا ٹڈی پکائی یا شکار کا دودھ دوہا اور اوسکی قیمت کا ضامن ہوا تو اوسکا کھانا حرام
نہیں اور اوسکا بیچنا جائز ہی [illegible] اور اگر چاہے تو اوسکی قیمت کو جزا میں دے [illegible] اور ٹڈی کا کھانا اور بیچنا اوسکو جائز ہو [illegible] ذبح
[illegible] نہیں بخلاف ذبح محرم [illegible] شکار [illegible] کہ وہ مردار ہو یعنی اگر محرم نے شکار ذبح کیا خواہ حل میں ہو خواہ حرم میں یا غیر محرم نے حرم میں شکار ذبح کیا
تو وہ مردار ہو گیا اسواسطے کہ ذبح کرنا فعل مشروع ہے سو محرم پر اور حرم کی صید پر حرام ہے تو اوسکا کھانا اور بیچنا جائز نہیں کذا فی [illegible] اور
[illegible] صید کا زندہ بیچنا بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا [illegible] شکار اوسکے حق میں ایسا ہوگیا جیسے شراب کذا فی فتح القدیر
ولا یرعی حشیش الحرم ولا یقطع الا الاذخر [illegible] گھاس حرم کی [illegible] امام اعظم [illegible] کے نزدیک کذا فی البدایۃ اور [illegible]
[illegible] درست ہو گیا [illegible] عباس [illegible] حدیث میں مذکور ہو چکا [illegible] ایک خوشبو دار گھاس ہی جسکو ہندی
میں [illegible] گھاس کہتے ہیں فلا بأس باخذه [illegible] کالجاف [illegible] نہیں حرم کو [illegible]
[illegible] گھاس نہیں ہو [illegible] والشمس [illegible] ہرن کی جون [illegible]
[illegible] ٹڈی کے مارنے میں صدقہ دینا واجب ہی [illegible]
[illegible] ہرن کی جون کا مارنا [illegible] محرم کو [illegible]
[illegible] بدن کے جون [illegible] زمین [illegible] جون کو مارنا [illegible] اور جون مارنے کی [illegible] تو اوسپر جزا واجب نہیں
کذا فی [illegible] حدیث میں ابو ہریرہ [illegible] سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈی کو [illegible] صید ہی [illegible]
[illegible] امام مالک [illegible] موطا میں [illegible] ٹڈی مارنے میں فرمایا التمرة خیر من جرادة [illegible]
[illegible] اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے [illegible] روایت کی ہی اور تمام اصحاب مذاہب [illegible]
[illegible] فتح القدیر [illegible] الصید [illegible] اور واجب ہی جزا جون میں [illegible] چنانچہ صید [illegible]
[illegible] یعنی اگر محرم نے اپنے بدن [illegible] کیا یا اشارہ کیا اور [illegible] تو محرم پر جزا واجب ہوگی [illegible] الکبیر [illegible]

صاع والکثیر ھو الزائد علی ثلثة والجراد کالقمل یجزی اور کثرت سے جون مارنے مین نصف صاع کا صدقہ واجب ہی اور کثیرہ وہ ہی جو تین سے زائد ہو
اور ٹڈی جون کی برابر ہی قلیل اور کثیر کی وجوب جزا مین کذا فی البحر اور فتاوی قاضیخان مین ہی کہ دس یا زیادہ کثیر ہین اور اس سے کم قلیل کذا فی
الطحاوی ولا شیء بقتل غراب الا العقعق علی الظاہر ظہیریہ وتعمیم البحر ردہ فی النہر اور کچھ جزا نہین نہ محرم پر نہ غیر محرم پر کوّے کے
قتل کرنے مین سوائے عقعق کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور بحر الرائق کی تعمیم کو رد کیا ہی نہر الفائق مین بحر الرائق مین کہا کہ تینون قسم کے کوّے کا
مارنا درست ہی تو اسمین عقعق بھی آگیا کہ موذی ہی ہمیشہ جانور کے سبز کر چونچ سے کھودتا ہی نہر الفائق مین کہا کہ بدائع مین ابو یوسف سے مصرح روایت ہی کہ
حدیث مین جس کوّے کے قتل کرنیکا حکم ہے جو نجاست کہاتا ہی یا دانہ اور نجاست دونون کہاتا ہی اور یہی قسم موذی ہی اور معراج الدرایہ مین ہی کہ عقعق جانور کو
اکثر نہین ستاتا ہی تو وہ ایذا رسانی کا دعوی منہدم ہو گیا اور ظہیریہ مین ہی کہ عقعق مین دو روایتین ہین ظاہر روایت یہہ ہی کہ وہ صید مین داخل ہی طحاوی
نے کہا کہ عقعق ایک پرندہ ہی اسکا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اسکی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہی وحدأة بکسر ففتحتین وجوّز البرجندی فتح
الحاء اور چیل کے قتل مین کچھ نہین شارح کہتا ہی حدأة بکسر حا و فتح دال و ہمزہ اور برجندی نے حا کا فتحہ بھی تجویز کیا ہی اور حدأة بفتح
اول وہ نوک کی تیر کو کہتے ہین اور ظاہر تو بکسر اول ہی کذا فی القاموس وذئب وحیة وعقرب وفأرة بالہمزة وجوز البرجندی التسہیل وکلب
عقور ای وحشی اما غیرہ فلیس بصید اصلا اور بھیڑئے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور کلب عقور یعنی وحشی کُتے کے قتل مین کچھ جزا نہین اور وحشی
کتے کے سوا یعنی اہلی کتا ہرگز صید نہین شارح کہتا ہی کہ فارہ کا لفظ ہمزہ ساکنہ ہی اور برجندی نے اوسمین تسہیل بھی جائز کہی ہی یعنے ہمزہ اور الف
کے بین بین مین پڑھنا اور وحشی کتا ہر چند صید ہی لیکن بسبب اوسکی ایذا رسانی کے جزا اوسکی قتل کے ساقط ہو گئی صاحب نہر الفائق نے اپنی کتاب مین
سقوط جزا کی علت اسیطرح بیان کی ہی اور بخاری اور مسلم مین ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ موذی جانور ہین کہ حل اور حرم مین مارے
جانے ہین کوا اور چیل اور بچھو اور چوہا اور کلب عقور اور مسلم کی دوسری روایت مین سانپ مذکور ہی بچھو کے عوض اور صحیح بخاری کی دوسری روایت عبداللہ بن عمر سے
یون ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے مارنے مین محرم پر کچھ گناہ نہین اور دار قطنی اور طحاوی کی حدیث مرفوع مین محرم کو بھیڑئے کے
قتل کی اجازت ہی اور سنن ابی داؤد کی حدیث مرفوع مین سبع عادی کے قتل کرنے کی محرم کو اجازت ہی یعنی وہ درندہ جو حملہ کرے کذا فی فتح القدیر و
بعوض ونمل لکن لا یحل قتل ما لا یؤذی ولذا قالوا لم یحل قتل الکلب الاہلی اذا لم یؤذ والامر بقتل الکلاب منسوخ کما فی الفتح ای ذالم یؤذ اور مچھر اور چیونٹی کے
قتل مین کچھ نہین خواہ بڑی قسم کا مچھر ہو یا چھوٹا اور چھوٹی چیونٹی ہو یا بڑی مارنا سب کا جائز ہے لیکن اگر ایذا نہ دے تو مارنا حلال نہین کذا فی النہر اسیلئے
فقہا نے کہا ہی کہ کلب اہلی یعنی پلاؤ کتا جبکہ موذی نہو تو اوسکا مارنا حلال نہین اور کتون کے قتل کرنیکا حکم جس حدیث مین ہی سو وہ منسوخ ہی کذا
فی الفتح یعنی او مصور نہین ہی جبکہ کتے ضرر نکرتے ہون اسواسطے کہ ملتقط مین مصرح ہی کہ جب کتے ایک گانو مین زیادہ ہو جاوین اور وہان کے لوگونکو
ضرر پونہچاتے ہون تو وہان کے لوگ کتون کو قتل کروا ڈالین کذا فی النہر وبرغوث وقراد وسلحفاة بضم ففتح فسکون وفراش وذباب و
وزغ وزنبور وقنفذ وصرصر وصیاح لیل وابن عرس وام حبین وام اربعة واربعین وکذا جمیع ہوام الارض لانہا لیست بصید
ولا متولدة من البدن اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور پتنگا اور مکھی اور گرگٹ اور بھڑ اور سیہی اور جھینگر اور جھینگر اور نیولا اور ام حبین اور
کنکھجورا اور ایسی جمیع حشرات الارض کے قتل کرنے مین محرم پر کوئی چیز لازم نہین اسواسطے کہ یہہ جانور اور کیڑے صید نہین ہین اور نہ انسان کے بدن سے
پیدا ہوتے ہین جنکے قتل سے جزا لازم آوے شرح اور ام حبین دو چھوٹے جانور ہین کذا فی القاموس وسبع ای حیوان صائل لا یمکن دفعہ
الا بالقتل فلو امکن بغیرہ فقتلہ لزمہ الجزاء کما لا تلزمہ قیمتہ لو مملوکا اور درندہ یعنی ایسی کسی جانور حملہ کرنیوالیکے قتل سے جزا لازم نہین
جسکا ہٹانا بدون قتل کے ممکن نہو تو اگر بدون قتل کے دفع کرنا ممکن ہو اور پھر بھی اوسکو قتل کریگا تو اوسپر جزا لازم ہو گی جیسے کہ قاتل پر قیمت
لازم ہو گی اگر حملہ کرنیوالا جانور کسیکا مملوک ہو کذا فی النہر طحاوی نے کہا کہ شارح کی تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ سبع مملوک مین دو قیمتین لازم ہونگی ایک

حق شرع کی قیمت سو بکری کی قیمت سے زیادہ نہوگی اور دوسری حق مالک کی قیمت جسقدر کہ ہو قولہ ذبح شاۃ ولو بحہا ظبیا لان الامر یتبع الاصل وبقرۃ وبعیر ودجاج وبط اھلی اور جائز ہے محرم کو ذبح کرنا بہیڑ بکری کا اگرچہ اوسکا باپ ہرن ہو اسواسطے کہ بچہ میں ماں ہی اصل ہے اور جائز ہے ذبح کرنا گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط اہلی کا اسواسطے کہ یہہ جانور اصل خلقت میں وحشی نہیں تو یہہ صید میں داخل نہیں کہ محرم کو ذبح کرنا حرام ہو بط اہلی سے وہ بط مراد ہے جو گہروں میں اور حوضوں میں رہتی ہوں اسواسطے کہ وہ بنا بر اصل خلقت کے مانوس اور مالوف ہوتی ہیں بخلاف وحشی بط کے جو جنگل میں اڑتے پہرتے ہیں کہ اوسکو ذبح کرنے میں محرم پر قیمت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی واکل ما صادہ حلال للمحرم وذبحہ فی الحل بلا دلالۃ محرم ولا امر بہ ولا اعانۃ فلو وجد احدہا حل للحلال لا للمحرم علی المختار اور جائز ہے محرم کو کہانا اوس شکار کا جسکو غیر محرم نے شکار کیا ہو اور حل میں ذبح کیا ہو اگرچہ محرم ہی کیواسطے شکار کیا ہو تو بھی جائز ہے بشرطیکہ محرم نے شکار کو نہ بتایا ہو اور نہ اجازت دی ہو شکار کرنیکی اور نہ اوسپر اعانت کی ہو سو اگر ان امور ثلثہ سے ایک امر بھی پایا جاویگا تو وہ شکار غیر محرم کو تو حلال ہوگا اور محرم پر حلال نہوگا بنا بر قول مختار کے جسکو طحاوی نے روایت کیا ہے امام مالک اور شافعی کے نزدیک اگر غیر محرم شکار کریگا محرم کیواسطے تو اوسکا کہانا محرم کو حلال نہیں بدلیل ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صید تمپر حلال ہے جبتک کہ تم نہ شکار کرو یا تمہارے واسطے شکار کیا جاوے اسکا جواب یہہ ہے کہ اس حدیث کی یحیی بن معین نے تضعیف کی ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو یہہ مطلب ہے کہ جب محرم کے امر سے شکار ہوا ہو تو حلال نہیں اور امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں ابو قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت کے اصحاب بعضے محرم تھے اور بعضے غیر محرم سو انمیں نے ایک گدہہ خر کو دیکہا اور اوسکو شکار کیا اور اصحاب نے اوسکو کہایا اور اسکا سوال حضرت سے کیا فرمایا کہ کسی نے تمسے امر کیا تہا شکار کا یا اوسکی طرف اشارہ کیا تہا اصحاب نے کہا کہ نہیں حضرت نے فرمایا تو کہاؤ باقی گوشت کو اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ کیا تمنے اشارہ کیا تہا یا اعانت کی تھی اصحاب نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ کہاؤ طحاوی نے کہا کہ ابو قتادہ نے فقط اپنے واسطے شکار نکیا تہا بلکہ محرم اصحاب کیواسطے بھی کیا تہا پہر بھی حضرت نے اسکو مباح فرمایا کذا فی العینی شرح الکنز وتجب قیمتہ بذبح حلال صید الحرم ویتصدق ولا یجزیہ الصوم لانہا غرامۃ لا کفارۃ حتی لو کان الذابح محرما اجزاہ الصوم وقیدنا بالذبح لانہ لا شیء فی الدلالۃ الا الاثم صید حرم کے ذبح کرنے سے غیر محرم پر قیمت اوسکی واجب ہے تو اوس قیمت کو تصدق کرے یا اوس سے ہدی مول لیکر مکہ میں ذبح کرے کذا فی الطحطاوی اور کفایت نہیں کرتا اوسکو روزہ رکہنا اسواسطے کہ یہہ جزا غیر محرم پر ڈانڈ ہے نہ کفارہ یہانتک کہ اگر ذبح کرنیوالا صید حرم کا محرم ہوگا تو اوسکو روزہ رکہنا کافی ہوگا اور مصنف نے ذبح کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غیر محرم شکار حرم پر دلالت کریگا تو اوسپر کچہہ جزا واجب نہیں سوائے گناہ کے ومن دخل الحرم ولو حلالا او احرم ولو فی الحل وفی یدہ حقیقۃ یعنی الجارحۃ صید وجب ارسالہ ای اطلاقہ او ارسالہ للحل ودیعۃ فیستثنی علی وجہ غیر مضیع لہ لان تشبیب الامر حرام اور جو شخص کہ حرم میں داخل ہوا اگرچہ احرام نہ باندہے ہو یا جسنے کہ احرام باندہا اگرچہ حل کے اندر احرام باندہا ہو اور اوسکے حقیقی ہاتھہ میں صید ہو حقیقی ہاتھہ سے جسمی ہاتھہ مراد ہے جسکو جارحہ کہتے ہیں تو اوس شخص پر واجب ہے صید کا چہوڑ دینا یعنی اوڑا دینا طائر کا یا حل میں اوسکو بہیجدینا کسیکو پاس بطور امانت کے کذا فی القہستانی حل میں جانور کو اسطرح روانہ کرے کہ وہ ضائع نہو یعنی چوپائے کو مطلق العنان نکردے اسواسطے کہ چوپائے کا چہوڑ دینا بطور سائبہ کے حرام ہے کذا فی البحر حرم میں جانور کا چہوڑ دینا اسلئے واجب ہوا کہ جب حرم میں داخل ہوا تو وہ حرم کا صید ہوگیا کذا فی النہر وفی کراہیۃ جامع الفتاوی شری عصافیر من الصیاد واعتقہا جاز ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل لا لانہ تضییع للمال انتہی قلت وحینئذ فیتقید الاطارۃ بالاباحۃ قبل اور جامع الفتاوی کی کتاب الکراہتہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے شکاری سے چڑیاں مول لیں اور اونکو چہوڑ دیا تو جائز ہے اگر چہوڑتے وقت یہہ کہا ہو کہ جو انکو پکڑلے وہ انکا مالک ہے اور اسکو چہوڑ دینے سے اسکی ملک سے وہ باہر نہیں ہوتی خواہ کلام مذکور کہے یا نہ کہے کذا فی الطحطاوی اور بعضوں نے کہا کہ انکا چہوڑنا جائز نہیں کہ مال کا ضائع کرنا ہے انتہے کلام الفتاوی ہم کہتا ہے جبکہ جامع الفتاوی سے اعتاق طیر کا مفصل حکم معلوم ہوا تو ظاہر کے اڑا دینیکو اباحت کے

شکار کرنا چاہیے قبل اوڑانے کے یعنی اوڑانے سے پہلے یون کہنا چاہیے کہ جو اسکو پکڑ لے وہ اسکا مالک ہے کذا فی الملتقط وفی کراھیۃ مختارات النوازل سَیّبَ دابّۃً فاخذہا اٰخر واصلحہا فلا سبیل للمالک علیہا ان قال عند تسییبہا ہی لمن اخذہا وان قال لاحاجۃ لی بہا فلہ اخذہا والقول بیمینہ انتہی اور مختارات النوازل کی کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے چوپایا چھوڑ دیا سو دوسرے شخص نے اوسکو پکڑ لیا اور اوسکو آراستہ کیا تو مالک اول کو اوسپر اختیار نہیں بشرطیکہ چھوڑتے وقت اوسنے یہہ کہا کہ اوسکا ہے جو اسکو لیوے اور اگر چھوڑتے وقت یون کہا ہو کہ مجکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو مالک اول کو اوسکا لینا جائز ہے اور مالک ہی کا قول اسمین قسم کے ساتھ معتبر ہوگا انتہی کلامہ لا یجب ان کان الصید فی بیتہ لجریان العادۃ الفاشیۃ بذلک وہی من احدی الحجج چھوڑنا واجب نہیں اگر صید محرم کے گھر مین ہو سبب جاری رہنے عادت ظاہرہ کے اسمین اور جریان عادت دلائل شرعیہ مین سے ایک دلیل ہے یعنی صحابہ کبار احرام باندھتے تھے اور اونکے گھرون مین صید اور دواجن موجود رہتے تھے اور اونسے منقول نہیں کہ وہ چھوڑ دیتے ہون تو یہہ اجماع فعلی ہوا اور اجماع حجت شرعی ہے دواجن اوس جانور کو کہتے ہین کہ جو مکان سے مالوف ہو اصل اوسکی وحشی ہو یا انوس چنانچہ ہرن اور کبوتر اور بکری کذا فی التسہیل والمنح ہم جریان عادت قرون ثلثہ یعنے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی البتہ حجت ہے کہ اونکے حق مین خیر القرون وارد ہے اور یہہ مطلب نہیں کہ ہر قرن کی جریان عادت حجت شرعی ہے واللہ اعلم او قفصہ ولو القفص فی یدہ بدلیل اخذ المصحف بغلافہ للمحدث یا صید پنجرے مین ہو تو بھی اوسکا چھوڑ دینا واجب نہین اگرچہ پنجرا محرم کے ہاتھ مین ہو بدلیل لینے مصحف کے ساتھ غلاف کے محدث کو یعنی جیسے بیوضو کو مصحف کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر جزدان مین ہو تو لینا اوسکا درست ہے اسیطرح محرم کو صید کا ہاتھ مین لینا جائز نہین لیکن اگر وہ پنجرے مین ہو تو پنجرے کا ہاتھ مین لینا درست ہے اسواسطے کہ صید پنجرے مین ہے نہ ہاتھ مین اور بعضون نے کہا کہ پنجرے مین لینا ہاتھ مین لینے کی برابر ہے اس دلیل سے کہ جو پنجرے کو غصب کرے وہ صید کا غاصب شمار ہوگا کذا فی النہر ولا یخرج الصید عن ملکہ بہذا الارسال فلہ امساکہ فی الحل ولہ اخذہ من انسان اخذہ منہ لانہ لم یرسلہ عن اختیار اور صید اس چھوڑ دینے سے محرم یا حلال کی ملک سے نہ نکل جاویگا تو اوسکو بعد فراغت احرام کے صید کا پکڑ رکھنا حل مین جائز ہے اور اوسکو لینا صید کا اوس آدمی سے جائز ہے جسنے صید کو اوس سے لے لیا تہا اسواسطے کہ اوسکا چھوڑ دینا اختیار سے نہ تھا بلکہ مجبوری احرام یا بضرورت دخول حرم تہا فلو کان جارحًا کباز فقتل حمام الحرم فلا شئ علی المرسل وجب علیہ پہر اگر صید پھاڑ نیوالا ہو چنانچہ باز سو وہ حرم کے کبوتر کو مارے تو چھوڑ دینے والے پر کچھہ جزا لازم نہین اسواسطے کہ اوسنے وہ کیا جو اوسپر واجب تہا یعنی محرم پر صید کا چھوڑ دینا واجب تہا سو اوسنے چھوڑ دیا آپ اگر وہ کسی جانور کو مارے تو اسکا کیا قصور فلو باعہ ردّ البیع ان بقی والا فعلیہ الجزاء لان حرمۃ الحرم والاحرام تمنع بیع الصید سو اگر صید کو بیچا تو بیع کو پہیرے اگر صید باقی ہو اسواسطے کہ بیع فاسد ہے اور اگر صید مرگیا ہو یا مشتری نہ ملتا ہو تو بائع پر جزا واجب ہے اسواسطے کہ حرمت حرم اور احرام باندہنے کی صید کے بیچنے کی مانع ہے اور اگر بائع اور مشتری حرم مین ہون اور صید حل مین ہو تو شیخین کے نزدیک بیع جائز ہے کذا فی المنح ولو اخذ حلال صیدا فاحرم ضمن مرسلہ من یدہ الحکمیۃ اتفاقا ومن الحقیقیۃ عند خلافا لہما وقولہما استحسان کما فی البرہان اور اگر غیر محرم نے حرم کا صید پکڑا پہر احرام باندھا تو ضمان دیگا اوسکا چھوڑ دینے والا اوسکے حکمی ہاتھ سے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر گہر مین سے یا پنجرے سے کوئی شخص اوس صید کو چھوڑ دیگا تو اوسکو بالاتفاق ضمان دینا ہوگا اور اگر اوسکے حقیقی ہاتھ سے کوئی چھوڑ دیگا تو امام اعظم کے نزدیک اوسپر ضمان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور صاحبین کا قول ثابت ہے بدلیل استحسان کے کما فی البرہان استحسان یہہ ہے کہ چھوڑنیوالے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا وما علی المحسنین من سبیل جیسے خلاف شرع باجون کے توڑنے مین ضمان نہین صاحب بحر نے کہا کہ صاحبین کا قول لائق فتوی کے ہے چنانچہ آلات لہو کے توڑنے مین انہین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی المنح ولو اخذہ محرم لا یضمن مرسلہ اتفاقا لان المحرم لا یملکہ وحینئذ فلا یاخذہ ممن اخذہ اور اگر حرم کا صید محرم نے پکڑا تو اوسکی چھوڑ دینے والے پر ضمان لازم نہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ محرم اوسکا مالک ہی نہیں ہوتا مانند خمر اور خنزیر کے اور اسوقت مین یعنی جبکہ محرم

مالک ہی نہوا تو محرم نے لیکا صید کو اوس شخص سے جس نے اس سے لیا اگرچہ حل مین ہو کذا فی الطحاوی والصید لا یملکہ المحرم بسبب اختیاری کشراء
وھبۃ بل بسبب جبری والسبب الجبری فی احد عشر مسئلۃ مبسوطۃ فی الاشباہ وانہ اقل تبعاً للبحر عن المحیط کالارث وجعلہ فی
الاشباہ بالاتفاق لکن فی النھر عن السراج انہ لا یملک بالمیراث وھو الظاھر اور صید کا مالک نہین ہوتا محرم اختیاری سبب سے مانند بیع اور ہبہ اور صدقہ
اور وصیت کے بلکہ جبری یعنی بے اختیاری سبب سے مالک ہوتا ہے اور جبری سبب سے ملک حاصل ہوتی ہے گیارہ مسئلون مین جو اشباہ مین شرحاً مذکور ہین سو اسیواسطے
باتباع بحر الرائق عن المحیط مصنف نے جبری سبب کی مثال دی کہ جیسے وراثت یعنی محرم صید کو بوراثت الحقیقۃ مالک ہوتا ہے اور اسکو اشباہ مین صاحب بحر نے
اتفاقی قول قرار دیا ہے لیکن نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ محرم صید کو میراث سے بھی مالک نہین ہوتا اور یہی قول ظاہر ہے اسواسطے کہ محرم کے حق مین
صید محرم العین ہے مطلقاً لقولہ تعالے (وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) شارح نے اشارہ کیا کہ متن کا قول خلاف ظاہر ہے تو متن مین داخل کرنا
اسکا مناسب نتھا فان قتلہ محرم آخر بالغ مسلم ضمنا جزائین الاخذ بالاخذ والقاتل بالقتل پھر اگر محرم کی پکڑی صید کو دوسرے بالغ مسلم محرم نے
قتل کیا تو وہ دونون محرم دو جزا کا ضامن ہین پکڑنیوالا محرم تو پکڑنیکی جزاء ہے اور قاتل قتل کرنیکی اور محرم قاتل مین جیسے بالغ اور مسلم کی قید شارح نے لگائی ویسا ہی عاقل
کی بھی قید لگانا تھا تاکہ مجنون نکلجاتا جیسے کہ صغیر اور نصرانی دونون قیدون سے نکل گیا کذا فی حاشیۃ الطحاوی ورجع اخذ علی قاتلہ لانہ قرر علیہ
ما کان بعرض السقوط اور پکڑنے والا محرم قاتل محرم سے پھیر لے جسقدر کہ اوسنے ضمان دیا اسواسطے کہ قاتل نے پکڑنیوالے پر اوسکو ثابت کر دیا جو معرض سقوط
مین تھا یعنی اگر قاتل اوسکو قتل نکرتا اور پکڑنیوالا صید کو چھوڑ دیتا تو جزا ساقط ہو جاتی اور جبکہ قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا تو اب جزا پکڑنیوالے پر متعین ہوگئی
وھذا ان کفر بمال وان بصوم فلا علی ما اختارہ الکمال لانہ لم یغرم شیئاً اور یہ پھیر لینا قاتل سے اوس شرط پر ہے جبکہ پکڑنیوالے نے مال کا کفارہ دیا
ہو اور اگر اوسنے اوسکی جزا مین روزے رکھے ہون تو پھیر لینا نہین۔ یہ حکم بنا بر اوس قول کے ہے جسکو کمال الدین بن الہمام صاحب فتح القدیر نے پسند کیا ہے اسواسطے کہ
اوسنے کچھ تاوان نہین دیا جسکو پھیر لے اور زیلعی نے بھی اسی قول پر یقین کیا ہے اور بحر مین مستصفی سے بھی قول اسی مرجح ہے کذا فی النہر ولو کان القاتل بھیمۃ
لا یرجع علی ربہا ولو صبیاً او نصرانیاً فلا جزاء علیہ للہ تعالیٰ ولکن یرجع الاخذ علیہ بالقیمۃ لانہ یلزمہ حقوق العباد دون حقوق اللہ تعالے
اور اگر صید حرم کا مارڈالنے والا جانور ہو تو اوسکے مالک سے نہ پھیر لے اور اگر اوسکا قاتل لڑکا ہو یا نصرانی مرد نصرانی سے کافر ہے تو اوسپر جزا واجب نہین
بنا بر حق اللہ کے ولیکن محرم صید کا پکڑنیوالا کافر سے اوسکی قیمت پھیر لے اسواسطے کہ کافر پر حقوق العباد لازم ہین نہ حقوق اللہ وکل ما علی المفرد بہ دم بسبب
جنایتہ علی احرامہ یعنی بفعل شئی من محظوراتہ لا مطلقاً اذ لو ترک واجباً من واجبات الحج او قطع نبات الحرم لم یتعدد الجزاء لانہ
لیس جنایۃ علی الاحرام فعلی القارن ومثلہ متمتع ساق الھدی دمان اور جس قصور مین تنہا حج کرنیوالے پر ایک خون واجب ہوتا ہے بسبب اوسکے
احرام کے جنایت کی تو اوس فعل مین قارن پر دو خون واجب ہوتے ہین ایک حج کا خون اور دوسرا عمرہ کا خون اسواسطے کہ قارن دو احرام کا محرم ہے
اور جنایت احرام سے اس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہو نہ ہر طرحکی جنایت اسواسطے کہ اگر تنہا حج کرنیوالا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک
کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اوسپر ایک خون واجب ہوگا اور جبکہ قارن اوس واجب کو ترک کریگا تو اوسپر جزا متعدد نہوگی یعنی دو خون لازم نہ آوینگے اسلئے
کہ یہ جنایت احرام پر نہین اور قارن کی مانند تعدد جزا مین وہ متمتع ہے جو ہدی کو ہانک لیچلا اسواسطے کہ وہ بعد عمرہ کے احرام نہین اوتار سکتا بدون حلق
یوم النحر کے وکذا الحکم فی الصدقۃ فتثنی ان کانت الجنایۃ علی احرامیہ اور ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ مین تو صدقہ بھی دوہرا واجب ہوگا قارن
پر بسبب اوسکے قصور کرنے کے اپنے دو احرام پر الا بمجاوزۃ المیقات غیر محرم استثناء منقطع فعلیہ دم واحد لانہ حینئذ لیس بقارن
مگر آگے بڑھنے مین میقات سے بدون احرام کے تو اوسپر ایک خون لازم ہے اسواسطے کہ اسوقت مین وہ قارن نہین کیونکہ ہنوز اوسنے احرام نہین
باندھا تو یہ استثنا منقطع ہے کہ مستثنیٰ کلام مین داخل نہین ولو قتل محرمان صیداً تعدد الجزاء لتعدد الفعل اور اگر دو محرم نے ایک صید کو قتل
کیا تو جزا متعدد ہوگی بسبب تعدد فعل کے یعنی اگر قاتل دو ہین تو جزا بھی دو لازم ہونگی ولو حلالان صید الحرم لا لاتحاد المحل اور اگر دو غیر محرم

نے صید حرم کا ضمان دیا تو جزا متعدد نہوگی یعنی ایک ہی جزا لازم ہوگی جیسے کہ ذبح کے یعنی صید ایک ہے تو جزا بھی ایک ہی ہوگی فلا یحل بیع المحرم
صیدہ ای کذا اکل لعموم قولہ تعالی ان اصطیادہ وھو محرم والا فالبیع فاسد یعنی بیچنا محرم کا صید کو باطل ہے اور اسیطرح بیع محرم
مانند بیعہ اور وصیت کے باطل ہیں اور محرم کو اسکا خریدنا بھی باطل ہے اگر اوسکو حالت احرام میں پکڑا ہو اور اگر احرام کی حالت میں نہ گرفتار کیا ہو
بیع فاسد ہے فلو قبض المشتری فعطب بیدہ فعلیہ وعلی البائع الجزاء اگر قبضہ کیا مشتری نے صید پر پھر وہ اوسکے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا
تو مشتری پر اور بائع پر جزا واجب ہے اگر دونوں محرم ہوں اور اگر ایک محرم ہوگا تو فقط محرم پر جزا لازم ہوگی کذا فی المنح وفی القاعدیۃ یضمن قیمتہ
ایضا کما ھو دیدہ فاسد میں مشتری قیمت کا بھی ضامن ہوگا وجوب جزا کے ساتھ چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی ایک شخص نے قبل احرام کے صید حرم کو گرفتار
کیا اور بعد احرام کے بیچا اور مشتری کے پاس وہ صید مر گیا تو مشتری پر جزا بھی واجب ہوگی اور بائع کو قیمت کا دینا بھی پڑیگا اسواسطے کہ بائع اوسکا
مالک تھا بخلاف بیع باطل کے کہ اوسمین بائع مالک نہیں ہوتا لہذا اوسمین مشتری پر ضمان قیمت کا نہیں یہہ حکم اوس صورت میں ہے جبکہ مشتری محرم ہو اور
اگر محرم نہوگا تو اوسپر فقط قیمت دینی لازم ہوگی نہ جزا کذا فی المنح والطحطاوی ولدت ظبیۃ بعد ما اخرجت من الحرم وماتا غرمہما ہرنی جو
حرم سے نکالی گئی بعد اوس نے جنا اور ماں اور اوسکا بچہ دونوں مر گئے تو نکالنے والا دونوں کا ضمان دے اسواسطے کہ صید حرم کا بعد اخراج کے بھی مستحق امن ہے
شرعا ولہذا اوسکا حرم میں پہونچا دینا واجب ہے تو یہہ صفت شرعی امن کی اوسکے بچہ میں بھی سرایت کر گئی تو دونوں کا ضمان برابر لازم ہو گیا فان
ادی جزاءھا ای الام ثم ولدت لم یجز ای الولد لعدم سرایۃ الامن حینئذ وھل یجب ردھا بعد الاداء الظاہر نعم اور اگر ہرنی کی جزا
اوسنے ادا کی پھر وہ جنی تو بچہ کی جزا نہ دیگا بسبب سرایت نہ کرنے امن کے اسوقت یعنی جبکہ ماں کا بدلا ادا کیا تو وہی مستحق امن نہ رہی تو بچہ میں کیا سرایت
کریگا اور بعد ادا کرنے ہرنی کے جزا کے کیا واجب ہے اوسکا پہونچا دینا حرم میں ظاہر جواب یہہ ہے کہ ہاں واجب ہے کذا فی النہر آفاقی
مسلم بالغ یرید الحج ولو نفلا او العمرۃ فلو لم یرد واحدا منہما لا یجب علیہ دم بمجاوزۃ المیقات وان وجب احدھما اذا اراد
دخول مکۃ او الحرم علی ما سیأتی فی المتن بعد ما جاوز وقتہ ظاہر ما فی النہر عن البدائع اعتبار الارادۃ عند المجاوزۃ ثم
کما اذا الحج ثم آفاقی مسلم بالغ نے حج کا ارادہ کیا اگرچہ نفل حج یا عمرہ کا قصد کیا اور میقات سے آگے بڑھ گیا پھر اوسنے احرام باندھا تو اوسپر دم کرنا
لازم ہوا چنانچہ احرام نہ باندھنے میں لازم ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ نہ کیا تو بلا احرام میقات سے آگے بڑھنے میں دم کرنا واجب نہوگا اگرچہ حج یا
عمرہ واجب ہوگا جبکہ دخول مکہ یا حرم کا ارادہ کریگا چنانچہ متن میں یہہ مسئلہ عنقریب مذکور ہوگا اور نہر الفائق میں جو بدائع سے منقول ہے اوسکا ظاہر
مطلب یہہ ہے کہ میقات سے بڑھنے کے وقت ارادہ کا اعتبار ہے یعنی بعد مجاوزت میقات کے ارادہ معتبر نہیں فان عاد الی میقات ما ثم
احرم او عاد الیہ حال کونہ محرما لم یشرع فی نسک وصفہ محرم کطواف ولو شوطا وانما قال ولبی لان الشرط عند الامام تجدید
التلبیۃ عند المیقات بعد العود الیہ خلافا لہما سقط دمہ پھر اگر پلٹ آیا یعنی میقات کیطرف پھر اوسنے وہاں احرام باندھا یا ایسا محرم ہو کر
کیطرف پلٹ آیا جسنے کوئی عبادت ہنوز نہیں شروع کی مثلا طواف کا ایک پھیرا بھی نہیں کیا اور میقات پر لبیک کہا تو دم کرنا اوسپر جو تھا ساقط
ہو گیا اور لبیک کہنے کو اسواسطے کہا کہ امام اعظم کے نزدیک دوبارہ لبیک کہنا میقات کیطرف پھر آنے کے شرط ہے کہ بدون اوسکے دم
کرنا ساقط نہیں ہوتا بخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تجدید تلبیہ سقوط دم میں شرط نہیں میقات کیطرف پھر آنا کافی ہے والافضل عودہ الا
اذا خاف فوت الحج اور افضل یہی پلٹ آنا میقات کیطرف مگر جبکہ خوف ہو حج کے فوت ہو جانیکا تو پھر جو وان لم یعد لکن احرم بعمرۃ
لا یسقط الدم اور اگر میقات کیطرف نہ پلٹ آیا یا پھر آیا بعد شروع کرنے طواف وغیرہ کے تو دم کرنا ساقط نہوگا وتحقیقہ
حجۃ وصار مکیا وخرج من الحرم واحرم بالحج من الحل فان علیہ دم لمجاوزۃ میقات المکی بلا احرام ولکن
وبالعود الی الحرم یسقط الدم چنانچہ مکی حج کا احرام حل سے باندھے تو اوسپر دم لازم ہوگا اور مکی ہو گیا اور وہ دونوں محرم ہوں

احرام باندھنا واجب ہے تو وہ نوبت جو ہوئی واجب ہوئی بسبب بلا احرام گذرنے کے میقات اہل مکہ سے اسواسطے کہ اہل مکہ کا میقات حج کیواسطے حرم ہے اور عمرہ کیواسطے حل ہے اور اسیطرح
اگر مکی اور متمتع نے احرام باندھا عمرہ کا حرم سے تو ذبح کرنا ادن پر واجب ہوگا اسواسطے کہ میقات عمرہ کا حل ہے اور میقات کیطرف پلٹ آنے سے جسطرح کہ مذکور ہوا
ذبح کرنا ساقط ہوجاتا ہے ودخل کوفی ای آفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجة قصدها ولو عند المجاوزة علی الاصح ولو
نیة مدة الاقامة لیست بشرط علی المذهب له دخول مکة غیر محرم کوئی داخل ہوا بستان میں یعنی آفاقی اندر میقات کے زمین حل میں
کسی مکان میں کسی حاجت کیواسطے بالقصد آیا اگرچہ مجاوزت میقات کی نزدیک ارادہ اوس حاجت کا کیا ہو چنانچہ یہہ مضمون نہر الفائق سے مذکور ہوا
تو اوس آفاقی کو جائز ہے یہ داخل ہونا مکہ کا بدون احرام باندھنے ہوا اور مدت اقامت کی نیت شرط نہیں بنا بر مذہب صحیح کے یعنی پندرہ روز یا زیادہ
بستان میں مشروط نہیں احرام کے عدم وجوب میں بستان بنی عامر ایک بستی ہے داخل میقات خارج حرم کے اور بالفعل اوسکا نام نخلہ محمود ہے
وہان سے مکہ معظمہ چوبیس کوس ہے کذا فی الطحطاوی ووقته البستان ولا شیء علیه لانه التحق باهله کما مر اور میقات اس آفاقی کا جو بستان
میں کسی کام کو گیا البستان ہے یعنی حل میقات ہے حج اور عمرہ کا اوسپر مجاوزت میقات سے بلا احرام کوئی چیز واجب نہیں اسواسطے کہ آفاقی بستان میں آنے سے
اہل البستان میں مل گیا تو جیسے بستانی کو دخول مکہ بلا احرام جائز ہے ویسے ہی اسکو بھی جائز ہے اور جیسے بستانی کا میقات حج اور عمرہ کا حل ہے ویسے ہی آفاقی
کا بھی حل ہے چنانچہ اسکی تفصیل بیان مواقیت میں گذر گئی وهذه حیلة للآفاقی یرید دخول مکة بلا احرام اور یہہ حیلہ ہے آفاقی کے حق میں جو مکہ میں جانا
چاہے بدون احرام کے ویجب علی من دخل مکة بلا احرام لکل مرة حجة او عمرة اور جو مکہ میں داخل ہو بدون احرام باندھے تو ہر بار بلا احرام
جانے میں اوسپر ایک حج یا ایک عمرہ واجب ہے اس مکان اقدس کی تعظیم کیواسطے فلو عاد فاحرم بنسك اجزأه عن آخر دخوله وتمامه فی الفتح
سو اگر مکہ میں بلا احرام جاکر پھر میقات کیطرف پلٹ آیا سو حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اوسکو کافی ہوگا پہلے بار کے دخول سے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر
میں ہے یعنی مثلا دو بار بلا احرام داخل ہوا تھا تو اس احرام سے دوسری بار داخل ہونے سے جو حج یا عمرہ واجب ہوا تھا وہ ادا ہوگا اسواسطے کہ اول بار
کا حج یا عمرہ اوسپر دین ہوگیا سو وہ بدون تعیین نیت کے ساقط نہ ہوگا کذا فی الفتح وصح منه ای اجزأه عما لزمه بالدخول ولو احرم عما علیه من
حجة الاسلام او نذر او عمرة منذورة لکن فی عامه ذلك لتدارکه المتروك فی وقته لا بعده لصیرورته دینا بتحویل السنة اور صحیح
ہوگا اوس سے یعنی کفایت کر جائیگا اوس حج یا عمرہ سے جو اوسپر بلا احرام داخل ہونے سے لازم ہوگیا اگرچہ اوسنے احرام باندھا ہو اوس عبادت کیواسطے
جو اوسپر واجب تھی منجملہ حجة الاسلام کے یا حج نذر کے یا عمرہ نذر کے لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب اوسی سال حج یا عمرہ کرے اسواسطے کہ جو متروک
ہوگیا تھا اوسکے اپنے وقت میں تدارک کر لیا نہ کافی ہوگا دخول بلا احرام سے بعد اوس سال کے اسواسطے کہ متروک دین ہوگیا سال پلٹنے سے جاوز المیقات بلا احرام
فاحرم بعمرة ثم افسدها مضی وقضی ولا دم علیه لترك الوقت لجبره بالاحرام منه فی القضاء ایک شخص بڑھ گیا میقات سے بلا احرام پھر
عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کو فاسد کر ڈالا جماع قبل طواف سے تو عمرہ کو پورا کرے اور اوسکی قضا کرے اور اوسپر جرمانہ نہیں میقات کے ترک احرام سے اسواسطے
قضا کرنے میں میقات سے احرام باندھنے میں اوسکا تدارک ہوجاویگا مکی ومن فی حکمه طاف لعمرته ولو شوطا ای قبل اشواطها فاحرم بالحج رفضه
وجوبا بالحلق لنهی المکی عن الجمع بینهما کسی نے اور اندر میقات کے رہنے والے نے اپنے عمرہ کا طواف ایک شوط کیا ایک شوط ہو یا اوسے کم تین شوط یا اس
کم کیا پھر حج کا احرام کیا تو حج کو ترک کرے سر منڈا کر بنا بر وجوب کے اسواسطے کہ اہل مکہ کو جمع کرنا حج اور عمرہ کا ممنوع ہے وعلیه دم لاجل الرفض وحج وعمرة
لانه کفائت الحج حتی لو حج فی سنته سقطت العمرة ولو رفضها قضاها فقط اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہے بسبب ترک کرنیکے اور حج اور عمرہ واجب
اسواسطے کہ یہہ کوئی شخص کہ اوسکی مانند ہے جسکا حج فوت ہوگیا اور فائت الحج عمرہ کرکے احرام سے نکلتا ہے اور دوسرے سال حج قضا کرتا ہے تو اسیلئے اگر مکی مذکور اوسی سال حج
کرے گا بعد عمرہ کرنیکے تو دوسرا عمرہ اوسپر سے ساقط ہوجاویگا اور اگر عمرہ کو ترک کریگا نہ حج کو تو فقط عمرہ کی قضا کرے کذا فی المنح فلو اتمهما صح واساء
وذبح وهو دم جبر وفی الآفاقی دم شکر سو اگر مکی مذکور نے حج یا عمرہ ترک نہ کیا بلکہ دونو کو ادا کیا تو یہہ صحیح ہے اسواسطے کہ جسکا التزام کیا تھا اسکو ادا کیا

لیکن برا کیا کہ ممنوع کام کیا اور دم دینا واجب ہے اور یہ ذبح کرنا جبر نقصان کے واسطے ہے تو خود نکھاوے اور آفاقی کے حج اور عمرہ جمع کرنے میں ذبح کرنا واسطے
شکر کے ہے تو خود اسکو کھا سکتا ہے کذا فی السراج ومن احرم بالحج ثم احرم یوم النحر باخرى فان كان قد حلق للاول لزمه الآخر في العام
القابل بلا دم لانتهاء الاول اور جسنے حج کا احرام باندھا اور حج کو ادا کیا پھر یوم النحر میں دوسرے حج کا احرام کیا تو اگر سر منڈا چکا ہوا ہے تو
تو یہ دوسرا حج اوسپر لازم ہو گیا دوسرے سال میں ادا کرے بغیر ذبح اسواسطے کہ پہلا حج تمام ہو چکا تو یہ شخص باعتبار ادا کرنے کے جامع بین الاحرامین
نہ ٹھیرا کہ دم دینا اوسپر واجب ہوتا کذا فی السراج وان لم يحلق للاول فمع دم قصر او لم يقصر لجمعه بين الاحرامين او للجناية على احرامه
بالتقصير او التاخير اور اگر حج اول کے واسطے سر نہ منڈایا تو دوسرے سال اوسپر دوسرا حج لازم ہوگا ساتھ ذبح کرنیکے بالون کو کترا
یا نہ کترا ہو اور تو نے بلفظ تقصیر اسکے تعبیر کی تا کہ یہ مسئلہ عورت کو بھی شامل ہے ذبح کرنا اسواسطے واجب ہوا کہ اوسنے جنایت کی بال کترا اسلئے
اپنے دوسرے حج کے احرام پر یا اسواسطے کہ تاخیر کی واجب ہوا کہ جب یوم النحر میں قبل حلق کے دوسرے حج کا احرام کیا تو ہر طرح سے اوسپر ذبح کرنا
لازم ہو گیا اسواسطے کہ وہ حال خالی نہیں کہ اول حج کے احرام اوتارنے کو اوسنے سر منڈایا یا نہیں منڈایا اگر منڈایا تو حج ثانی کے احرام پر جنایت
واقع ہوئی اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور اگر سر نہیں منڈایا تو اول حج کی عبادت میں یعنی یوم النحر کے سر منڈانا نہیں تاخیر واقع ہوئی تو بھی ذبح
کرنا لازم ہو گیا کذا فی النهر ومن اتى بعمرة الا الحلق فاحرم باخرى ذبح الاصل ان الجمع بين الاحرامين لعمرتين مكروه تحريما
فيلزم الدم للجمع لا لحجتين في ظاهر الرواية فلا يكره م اور جسنے کہ عمرہ ادا کیا سوا سر منڈانیکے پھر دوسرے عمرہ کا احرام کیا تو وہ ذبح کرے اصل
یہ ہے کہ دو عمروں کے دو احراموں کو جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے اسواسطے ذبح کرنا لازم ہوا اور دو حج کے احراموں کو جمع کرنا ظاہر الروایت میں مکروہ
نہیں کذا فی البحر عن المحیط لہذا اوسمین ذبح کرنا واجب نہیں اور غایۃ البیان میں جو دو حج کے احراموں کو حرام اور بدعت کہا ہے صاحب بحر الرائق
نے ضعیف کہا ہے کذا فی النهر آفاقى احرم بالحج ثم احرم بعمرة لزماه وصار قارنا مسيئا كما مر ولذا بطلت عمرته بالوقوف قبل افعالها
لانها لم تشرع مرتبة على الحج لا بالتوجه الى عرفة آفاقی نے حج کا احرام کیا پھر عمرہ کا احرام کیا تو دونوں اوسپر لازم ہوئے اور یہ شخص قارن
بدکار ہو گیا چنانچہ گذرا اور اسیواسطے باطل ہوگا عمرہ اوسکا بسبب وقوف عرفات کے قبل افعال عمرہ کے اسواسطے کہ عمرہ مشروع نہیں حج پر مرتب ہو کر نہ باطل
ہوگا عمرہ عرفات کیطرف متوجہ ہونے سے سو اگر مردان وقوف کے عرفات کیطرف سے پھر آوے اور عمرہ اول ادا کر کے حج کرے تو ممکن ہے کذا فی الکمال
فان طاف له طواف القدوم ثم احرم بها فمضى عليها ذبح وهو دم جبر وندب رفضها لتاكده بطوافه فان رفض قضى لصحة
الشروع فيها واراق دما لرفضها پھر اگر آفاقی نے حج کا طواف القدوم کیا پھر عمرہ کا احرام کیا پھر دونوں کو ادا کیا تو ذبح کرے اور یہ ذبح کرنا
واسطے جبر نقصان کے ہے کہ حج کے افعال میں عمرہ داخل کر دیا اور مستحب ہے ترک کرنا عمرہ کا اسواسطے کہ طواف القدوم کرنے سے حج متاکد ہوگیا سو اگر
اوسنے عمرہ ترک کیا تو اوسکی قضا کرے بعد حج کے بسبب صحیح ہونے شروع کے اور ذبح کرے بسبب ترک کرنے عمرہ کے فان اهل بعمرة يوم النحر او في ثلثة
ایام بعده لزمته بالشروع لكن مع كراهة التحريم فرفضت وجوبا تخلصا عن الاثم وقضيت مع دم للرفض وان مضى عليها صح وعليه
دم لارتكابه الكراهة فهو دم جبر ایک شخص نے حج کیا پھر عمرہ کا احرام کیا یوم النحر میں یا اوسکے بعد کے تین دن میں تو عمرہ کرنا اوسکو لازم ہو گیا
بسبب شروع کے لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ اسواسطے کہ افعال حج سے ہنوز فراغت نہیں ولہذا عمرہ کا ترک کرنا واجب ہے تا کہ اس گناہ سے نجات ہو اور عمرہ کی قضا
کیجاوے ساتھ ذبح کرنیکے ذبح واجب ہے بسبب ترک کے اور اگر عمرہ کو ترک نہ کرے اور ادا کرے تو صحیح ہوگا اور اوسپر ذبح کرنا واجب ہوگا بسبب مرتکب ہونے
کراہت کے تو یہ ذبح جبر نقصان کے واسطے ہے فائت الحج اذا احرم به او بها رفض لان الجمع بين احرامين لحجتين او لعمرتين غير
مشروع وفائت الحج یعنی جب کہ جسکا حج فوت ہوا اور پھر حج یا عمرہ کا احرام کیا تو اوسپر احرام ثانی کا ترک کرنا واجب ہے اسواسطے کہ دو حج کے احراموں کو اور دو عمرہ کے احراموں
کو جمع کرنا مشروع نہیں اور وجہ یہ ہے کہ احرام قطعا ہے ایک احرام اوس حج کا جو فوت ہو گیا اور دوسرا احرام حج ثانی کا اور یہ دو عمرہ کے دو احراموں کی مثل ہے

ایک احرام تو شروع کیا اور دوسرا احرام شروع کیا فات الحج عمرہ کرکے احرام سے باہر آتا ہو چنانچہ بعد اسکے مذکور ہوتا ہو وکانہ الحج فوت
احرامہ فیلزمہ ان یتحلل بافعال العمرۃ فیجمع بین العمرتین وذلک مکروہ فیرفضہا احترازا عن الکراہۃ ویقضیہا للتحلیل قبل اوانہ بالرفض اور جب کہ حج
فوت ہوا تو احرام اوسکا باقی رہا تو وہ احرام نہ اوٹہا کہ عمرہ کے افعال کرکے باہر ہو لیکن بعد اسکے قضا کرنا ہو اوسکی جگہ احرام کیا اس واسطے کہ شروع
کرنا اوسکا صحیح تھا اور ذبح کرے اس واسطے کہ بسبب ترک کرنے احرام کے یعنی وہ حلال ہو گیا اور وقت سے پہلے یعنی واجب تو یہ تھا کہ بعد افعال حج ثانی کے باہر
ہو احرام ثانی سے باہر آتا لیکن بسبب عدم مشروعیت جمع بین الاحرامین کے احرام ثانی کو ترک واجب ہو گیا لہذا ذبح کرنا لازم ہوا اور اللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الہدایہ

باب الاحصار

وہو لغۃ المنع وشرعا منع عن رکن یہ باب ہو احصار کے احکام میں احصار لغت میں بمعنی منع اور حبس کے ہو اور
اصطلاح شرع میں احصار عبارت ہو منع رکن سے خواہ حج کا رکن ہو خواہ عمرہ کا اکثر کتب فقہ میں منع وقوف اور طواف کو احصار قرار دیا ہو لیکن اس میں عمرہ داخل
نہیں رہا حالانکہ عمرہ میں بھی احصار ہوتا ہو لہذا شارح نے احصار کی تعریف منع رکن سے کی تا عمرہ بھی داخل رہے اقول التخصیص بعدو او مرض او حبس
محرم او ہلاک نفقۃ حل لہ التحلل جب کہ محرم بند ہو جاوے بسبب دشمن یا بیماری کے یا محرم یا زوجہ کے مر جانے سے عورت محرمہ بند ہو جاوے یا خرچ کے ہلاک
ہو جانے سے تو حلال ہوا اوسکو تحلل یعنی احرام کا اوتارنا یعنی دشمن عام ہو کافر آدمی ہو یا غیر اسکے اور وہ بیماری مانع ہو ہو جانے اور سوار ہونے سے زیادہ ہو گی
ہو اور ہلاکی نفقہ سامین ابھی شروع سو مانع ہو کہ پیدل چلنے کی قدرت نہ ہو بعد شروع کے اور اگر پیدل چلنے پر قادر ہو تو مانع نہیں اگرچہ گر سکے پیدل جانا حج
کیو اسطے لازم نہیں جیسے حج فعل ابتدا تو لازم نہیں لیکن بعد شروع کے لازم ہوا اور یہ قول محمد کا ہو کذا فی المحیط اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر بالفعل پیدل چلنے پر
قادر ہو اور آیندہ خوف ہو عاجز ہونے اور تھک جانیکا تو اوسپر حج لازم نہیں کذا فی النہر فحینئذ یبعث المفرد دما او قیمتہ فان لم یجد بقی محرما
حتی یجد او یتحلل بطواف وعن الثانی انہ یقوم الدم بالطعام ویتصدق بہ فان لم یجد صام عن کل نصف صاع یوما جب فسدت
مذکورہ سے محرم حج کو نہ جا سکے تو اس وقت میں تنہا حج کا کرنے والا ایک خون لیعنی ایک بکری یا بہتر حرم میں بھیجے یا اوسکی قیمت روانہ کرے تا کہ خرید کے حرم
میں ذبح کیجاوے سو اگر بکری یا اوسکی قیمت نہ پاوے تو محرم رہے یہاں تک کہ پاوے یا عمرہ کا طواف اور سعی صفا مروہ کی کرکے احرام اوتارے اور ابو یوسف
سے منقول ہے کہ بکری کی قیمت اناج سے کیجاوے اور اوسکا صدقہ دیا جاوے ہر مسکین کو نصف صاع سو اگر اناج بھی نہ پاوے تو ہر نصف صاع کی عوض
ایک ایک دن روزہ رکھے بعض علماء نے کہا کہ یہ روایت ابو یوسف کی ضعیف ہے بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نہ کرتا والقارن دمین اور قارن دو بکریاں
روانہ کرے حرم کو ایک بکری حج کے احرام کے بدلے اور دوسری عمرہ کے احرام کی عوض فلو بعث واحدا لم یتحلل عنہ سو اگر قارن ایک بکری بھیجے
ایک احرام کیو اسطے تو اوس احرام سے باہر نہ ہوگا اس واسطے کہ مشروع یہ ہے کہ دونوں احراموں سے یکبارگی خارج ہو تو ایک احرام کو قائم رکھنا اور
دوسرے کو اوتارنا خلاف مشروع ہو کذا فی الکفایہ وعین یوم الذبح لیعلم متی یتحلل اور معین کرے ذبح کا دن کہ فلانی تاریخ ہدی کو ذبح کرے
تا معلوم ہو کہ کب احرام اوتارے اس واسطے کہ تحلل قبل ذبح کے جائز نہیں ویذبحہ فی الحرم ولو قبل یوم النحر خلافا لہما اور ذبح کرے ہدی کو حرم
میں اگرچہ یوم النحر سے پہلے ہو بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک احصار حج میں یوم النحر سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں لیکن عمرہ کے احصار میں جائز ہو
اولا فعل وتصح الاضحیۃ بغیر محل وفی المحرم حتی ان الموقف جاز وان ادرک الحج فیہا وقیمت انہ افعل بالعمرۃ ولا الفصل بالدم
انما ہو للمضرورۃ ولا یحل الا بعد ذبح الہدی فیحلق علیہ ذیلعی اور اگر محرم محصر نے ہدی کو روانہ کیا اور ابھی گویا احرام باندھ رہا
باندھے ہوئے وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ خوف زائل ہو گیا اور مانع مرتفع ہو گیا تو جائز ہو بعد زوال خوف اور رفع مانع کے اگر حج کو پا لیا گیا تو حج سے بات ہوا
اگر ہو سکے حج کو جانا رہا تو عمرہ کرکے احرام کو اوتار ہو اس واسطے کہ ذبح کرنے سے احرام کا اوتارنا بسبب ضرورت کے تھا تا کہ احرام کی مدت دراز ہو
کہ اوسپر مشکل پڑتا ہو کذا فی الزیلعی ویذبحہ یحل ولو بلا حلق ولا تقصیر اور ہدی کے ذبح کرنے سے احرام سے خارج ہو جاتا ہو اگرچہ بال نہ منڈاوے
اور بال کترائے ہو تو لیکن حلق افضل ہے کذا فی النہر فلو ظن انہ ذبحہ ففعل کالحلال فظہر انہ لم یذبح فعلیہ ما علی المحرم اگر محرم

تو اوسپر قضا کچھ واجب نہین ہوتی یا حرام میں ذبح ہوئی تھی نہ حرم میں یا اوسنے حج یا عمرہ کا فوت ہونا کمان کیا سو ممنوعات احرام سے کوئی عمل کیا جیسے غیر محرم کرتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ ہدی ذبح نہوئی تھی

تو اوسپر اپنی جنایات کرنیکی سزا لازم ہوگی وَيَجِبُ عَلَيْهِ اِنْ حَلَّ مِنْ حَجَّةٍ وَلَوْ نَفْلًا حَجَّةٌ بِالشُّرُوعِ وَعُمْرَةٌ لِلتَّحَلُّلِ اِنْ لَمْ يَحُجَّ مِنْ عَامِهِ اور اگر

حج کا احرام باندھا ہو اگرچہ نفل ہی حج ہو تو اوسپر حج واجب ہے بسبب شروع کر نیکے اور عمرہ واجب ہے بسبب تحلل کے بشرطیکہ اوس سال حج نکلیا ہو اور اگر

اوسی سال باقی رہے اور اسی سال حج ادا کیا تو فقط حج لازم ہوگا نہ عمرہ کذا فی الطحطاوی وَعَلَى الْمُعْتَمِرِ عُمْرَةٌ اور عمرہ کا احرام باندھا ہو اور الا اگر روکا جاوے

تو اوسپر فقط ایک عمرہ واجب ہے وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَعُمْرَتَانِ اِحْدَيهُمَا لِلتَّحَلُّلِ اور قارن پر ایک حج اور دو عمرہ واجب ہین ایک عمرہ بسبب تحلل

کے اور دوسرا قران کا قضا ہونے اور اگر چاہے تو قران کرے چاہے حج کو علحدہ و علحدہ قضا کرے کذا فی الطحطاوی فَاِنْ بَعَثَ ثُمَّ زَالَ

الْاِحْصَارُ وَقَدَرَ عَلَى اِدْرَاكِ الْهَدْيِ وَالْحَجِّ مَعًا تَوَجَّهَ وَجُوبًا پھر اگر محصر نے ہدی کو روانہ کیا بعد اوسکے احصار زائل ہوگیا اور حج اور ہدی

اور حج کے پانے پر قادر ہو گیا تو اوسپر واجب ہے کہ حج کو چلا جاوے جب ہدی روانہ ہوا اور وہ کسی طرح حرم کو جاوے اور اوس وقت میں ہرگز جائز نہیں احرام سے تحلل ہونا یعنی حج اور اوسکو ہدی

حاصل ہوا اب خود اصل پر قادر ہوگیا تو عوض کا کچھ اعتبار نہ رہا کذا فی المنح وَاِلَّا يَقْدِرْ عَلَيْهِمَا لَا يَلْزَمُهُ التَّوَجُّهُ وَهِيَ

رُبَاعِيَّةٌ اور اگر ہدی اور حج کے پانے پر قادر نہو تو اوسپر روانہ ہونا لازم نہین اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے پہلی صورت

یہ ہے کہ ہدی اور حج دونوں کو پاوے دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو نہ پاوے تیسری صورت یہ کہ فقط ہدی کو پاوے نہ حج کو چوتھی صورت یہ کہ فقط حج

کو پاوے نہ ہدی کو پہلی صورت میں تو جانا لازم ہے اور باقی تین صورتوں میں لازم نہین لیکن اگر تحلل کے واسطے جاوے اور عمرہ کرے تو جائز ہے

کذا فی المنح اور چونکہ امام کے نزدیک ذبح کرنا قبل یوم النحر کے جائز ہے تو ادراک حج کا بدون ہدی کے ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک ادراک

حج کو ہدی لازم ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک قبل یوم النحر کے ذبح کرنا جائز نہیں کذا فی شرح الوقایۃ وَلَا اِحْصَارَ بَعْدَ مَا وَقَفَ بِعَرَفَةَ لِلْاَمْنِ مِنَ

الْفَوَاتِ اور احصار نہین بعد وقوف عرفات کے اسواسطے کہ بعد وقوف عرفات کے فوت ہوجانا حج کا متصور نہین تو امن حاصل ہوگیا پھر اگر بعد وقوف

عرفات کے احصار قائم رہا تو ترک واجبات سے یعنی وقوف مزدلفہ اور رمی جمار کے ترک سے ذبح کرنا لازم ہوگا اور اسیطرح تاخیر حلق اور طواف الزیارت

سے ذبح لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وَالْمَمْنُوعُ وَلَوْ بِمَكَّةَ مِنَ الرُّكْنَيْنِ مُحْصَرٌ عَلَى الْاَصَحِّ اور جو شخص کہ دو رکن یعنی وقوف عرفات اور طواف الزیارت

سے روکا جاوے اگرچہ وہ مکہ میں ہو وہ محصر ہے بقول اصح وَالْقَادِرُ عَلَى اَحَدِهِمَا لَا اَمَّا عَلَى الْوُقُوفِ فَلِتَمَامِ حَجِّهِ بِهِ وَاَمَّا عَلَى الطَّوَافِ فَلِتَحَلُّلِهِ بِهِ

اور جو کہ قادر ہوا ایک رکن پر وہ محصر نہیں جو وقوف عرفات پر قادر ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وقوف سے حج تمام ہوگیا اور جو طواف پر قادر

ہوا وہ اسواسطے محصر نہین کہ وہ طواف کرنے سے احرام سے خارج ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ طواف اصل ہے تحلل میں اور ذبح کرنا ہدی کا اوسکا بدلہ ہے

اصل کے ہوتے بدلہ کی کچھ حاجت نہین

بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْغَيْرِ

یہ باب ہے غیر شخص کیطرف سے حج کرنیکا یعنی بطور نیابت کے دوسرے

کیطرف سے حج کرنا اَلْاَصْلُ اَنَّ كُلَّ مَنْ اَتَى بِعِبَادَةٍ مَا لَهُ جَعْلُ ثَوَابِهَا لِغَيْرِهِ وَاِنْ نَوَاهَا عِنْدَ الْفِعْلِ لِنَفْسِهِ لِظَاهِرِ الْاَدِلَّةِ اصل یہ ہے کہ جو

شخص کوئی عبادت کرے نماز یا روزہ یا خیرات یا قراءۃ قرآن یا ذکر یا حج یا عمرہ یا طواف یا اور نیکیان تو اوسکو جائز ہے کہ اوسکا ثواب غیر شخص کیواسطے

کردے اگرچہ عبادت کرنیکے وقت اپنی ذات کیواسطے نیت کی ہو یہ اصل ثابت ہے دلائل قرآن اور احادیث کی ظاہر دلالت سے بلا ارتکاب تاویل قرآن

مجید میں دعا کی ارشاد ہوا کہ والدین کیواسطے یون دعا کرو رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا یعنی اے میرے رب میرے والدین پر رحم کر جیسا

انہون نے مجھکو بچپن میں پالا تو اگر انسان کا عمل دوسرے کو نہ مفید ہوتا تو ولد کی دعا والدین کے حق میں بیفائدہ ہوتی حالانکہ یہ غلط ہے اور حق تعالی

نے خبر دی ہے کہ فرشتے مومنین کے واسطے دعا مغفرت کرتے ہین تو ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید ہوتا ہے اور احادیث تو نیابت اور ثواب بخشنے میں

بہت کثرت سے ہین از انجملہ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ایک مینڈھا اپنی طرف سے

اور دوسرا اپنی امت کیطرف سے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عبادت مالی میں نیابت صحیح ہے اس حدیث کے مضمون کو ابن ماجہ اور امام احمد حنبل

باب الحج عن الغیر

طبرانی

اور حاکم اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ اور اسحق اور ابو یعلی اور بزاز اور دارقطنی نے چند صحابہ سے روایت کیا ہو تو معلوم ہوا کہ قدر مشترک یہہ حدیث مشہور ہو اور دار قطنی نے روایت کی کہ ایک مرد نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ تھے جنسے میں انکی زندگی میں نیکی کرتا تھا سو اب کیونکر میں انکے ساتھہ نیکی کرون تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد موت کے نیکی یہہ ہو کہ نماز پڑھا کر انکے واسطے اپنی نماز کے ساتھہ اور روزہ رکھا کر انکے واسطے اپنے صوم کے ساتھہ اور یہہ بھی اوسنے علی مرتضی سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قبرستان پر گذرے اور گیارہ بار قل ہو اللہ احد پڑھے اور اسکا ثواب مردون کو بخشے تو اوسکو ثواب دیا جاویگا بقدر اموات کے اور ابو حفص عسکری نے روایت کی کہ انس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم خیرات کرتے ہیں اپنے مردون کی طرف سے اور حج کرتے ہیں اونکی طرف سے اور دعا کرتے ہیں انکے واسطے کیا انکو یہہ پہونچتا ہو فرمایا کہ ہان البتہ انکو پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اوس سے جیسے کوئی تم مین خوش ہوتا ہو طبق سے جب کوئی اوسکو تحفہ بھیجے اور حسن ابو داؤد مین مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون پر یس پڑھا کرو تو ان احادیث کثیرہ سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ کا ثواب غیر کو نافع ہوتا ہے کذا فی فتح القدیر وَاَمَّا قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اَیْ اِلَّا اِذَا وَھَبَہٗ لَہٗ کَا حَقِّقَہُ الْکَمَالُ اَوِ اللَّامُ بِمَعْنٰی عَلٰی کَمَا فِیْ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ اور یہہ قول حق تعالی کا کہ انسان کو کوئی چیز نافع نہیں مگر جو کہ اوسنے خود کیا تو مراد یہہ ہو کہ انسان کو غیر کے عمل سے کچھہ حاصل نہیں مگر جبکہ غیر بخشے اوسکو تو البتہ مفید ہوگا چنانچہ اس مطلب کو ثابت کیا ہو کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر مین یا لام اس آیت مین بمعنی علی کے ہو چنانچہ لھم اللعنۃ مین بمعنی علی ہو تو اس صورت مین یہہ مطلب آیت کا ہوگا کہ انسان کو کوئی چیز مضر نہین سوا اپنے عمل کے تو نفی مضرت کی ہوئی نہ منفعت کی اور معتزلہ کا یہہ مذہب ہو کہ عبادت کا ثواب سوا اوس فاعل کے غیر کو نہین پہنچتا خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ مرکب مال اور بدن سے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک صدقات اور عبادات مالی اور حج میں وصول ثواب جائز ہو اور عبادت بدنی مانند صوم اور صلوۃ اور قرأۃ قرآن وغیرہ مین وصول جائز نہیں معتزلہ آیت مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں اپنے مذہب پر کہ انسان کو غیر کا عمل مفید نہیں اہل سنت نے اس استدلال کے کئی طرح سے جواب دئے ہیں جواب اول یہہ ہو کہ یہہ آیت منسوخ ہو بقول ابن عباس اس آیت سے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ جواب ثانی یہہ ہو کہ یہہ آیت ابراہیم اور موسی علیہما السلام کی قوم کو مخصوص ہے جواب ثالث یہہ ہو کہ انسان سے مراد اس آیت مین کافر ہو تو مومن کے حق مین نفی نہین جواب رابع یہہ ہو کہ بطریق عدل غیر کو ثواب نہین لیکن بطریق فضل البتہ ثابت ہو جواب خامس یہہ ہو کہ لام بمعنی علی ہو کذا فی العینی شرح الکنز لیکن محقق نے فتح القدیر مین کہا کہ ہرچند ظاہر آیت اسی پر دلالت کرتا ہو کہ ایک کا عمل دوسرے کو مفید نہین لیکن حکم دعای والدین اور استغفار ملائکہ مومنین کے حق مین اور حدیث قربانی کی امت کیطرف سے اوسکو سوا اور احادیث ایصال ثواب کی ظاہر آیت کے مخالف ہین تو بالقطع ہمکو ثابت ہوا کہ ظاہر آیت اپنی صرافت اور اطلاق پر باقی نہین بلکہ مقید ہو بقید عدم ہبہ عامل چنانچہ مسکی تصحیح ترجمہ آیت مین مذکور ہوگئی اور تقیید آیت بہتر ہے نسخ آیت کے قائل ہونے سے اسواسطے کہ آیت مذکورہ از قبیل اخبار ہو حالانکہ خبر مین نسخ جاری نہین اور ابطال معتزلہ کے ضمن مین مالک اور شافعی کے قول کی بھی نفی ہوگئی یعنی احادیث اور آثار سابقہ سے عبادات بدنیہ کا بھی ایصال ثواب ثابت ہو گیا واللہ سبحانہ ہو الموفق انتہی کلام المحقق ولقد افصح الزاہدی عن اعتزالہ ھھنا واللہ الموفق اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال میان کہول دیا اور توفیق خیر کی دینے والا اللہ تعالی ہے یعنی زاہدی باوجودیکہ بڑا عالم ہو مجتبی کی کتاب الحج مین اموات کی ایصال ثواب کا منکر ہو گیا ہو اور اوسکو مذہب اہل حق اور اہل عدل کا ٹھہرایا ہو اور آیات اور احادیث ثواب رسانی کو تاویلات بعیدہ کرکے ظاہر سے پھیرا ہو کذا فی الطحطاوی اللہ تعالی بحرمۃ النبی محمد و آلہ ہمکو صراط مستقیم پر ثابت رکھنا اور تعصب اور کجفہمی سے بچانا اور مرنے کے وقت اس عاجز مسکین کی دستگیری کرنا آمین العبادۃ المالیۃ کزکوۃ وکفارۃ تقبل النیابۃ عن المکلف مطلقا عند القدرۃ والعجز ولو النائب ذمیا لان العبرۃ لنیۃ الموکل ولو عند دفع الوکیل عبادت مالی جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر اور نفقات اور کفارہ اعتاق اور اطعام اور کسوۃ نیابت کو قبول کرتی ہے مکلف کیطرف سے ہر طرح قدرت کیوقت بھی اور عاجز ہونیکے وقت بھی اگرچہ نائب کافر ذمی ہو اسواسطے کہ موکل کی نیت کا اعتبار ہو اگرچہ موکل نے

وکیل بنکے دیدے کیوقت نیت کی ہو تو بھی صحیح ہے ہم عبادات مالی مین نیابت اسواسطے جائز ہے کہ عبادات مالیہ مین ازالہ بالدار او دفع حاجت محتاج مقصود
اصلی ہے سو یہ امر نائب کے فعل مین بھی حاصل ہے اور چونکہ عبادت بدون نیت کے صحیح نہین اوسکا فرض ادا نیت کا نہین لیکن جب منیب کی نیت معتبر
ٹھہری نہ نائب کی تو یہ مسئلہ اور دونی نیابت مین دونو برابر ہو گئے اور منیب کو اختیار ہے نائب کے دینے کیوقت نیت کرے یا جب نائب محتاج کو دینے لگے اوسوقت
نیت کرے یا درمیان مین اوس عبادت کی نیت کرلے کذا فی المنح والطحطاوی والنہر والبدنیۃ کصلوۃ وصوم لا تقبلہا مطلقًا اور عبادت بدنی
جیسے نماز اور روزہ واعتکاف اور قراءۃ قرآن اور اذکار نیابت کو نہین قبول کرتے ہر طرح سے نہ قدرت مین نہ عجز مین اسواسطے کہ عبادات بدنیہ مین
غرض اصلی یہ ہے کہ افعال مخصوصہ سے نفس اور بدن پر محنت ومشقت پڑے تاکہ نفس کو صفائی اور قرب الہی حاصل ہو تو یہ امر حاصل نہین ہوسکتا نائب کے
فعل سے جب تک خود نکرے لہذا اسمین مطلقًا نیابت جائز نہوئی نہ قدرت مین نہ عجز مین اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد
عن احد اخرجہ النسائی عن ابن عباس یعنی کوئی روزہ نرکھے کسیکی طرف سے اور نماز نہ پڑہے کوئی کسیکی طرف سے یعنی نیابت صوم اور صلوۃ سے فرض
ساقط نہین ہوتا غیر سے ہان نفل کا ثواب متوقع ہے چنانچہ اوس حدیث مین مصرح ہے کہ علما اپنے والدین کیواسطے نماز پڑہے اور روزہ رکھے والمرکبۃ منہما
کحج الفرض تقبل النیابۃ عند العجز فقط اور جو عبادت کہ مال اور بدن سے مرکب ہے جیسے فرض حج سو نیابت کو قبول کرتی ہے عاجز ہونیکے وقت فقط
ہرچند کہ حج کی حقیقت مین مال کو دخل نہین اسواسطے کہ حج عبارت ہے وقوف اور طواف سے لیکن چونکہ یہ امر غالبًا بدون زاد اور راحلہ کے حاصل نہین ہوتا تو
گویا حج مال کا جز ہو گیا کذا فی الطحطاوی حج مین عجز کے وقت نیابت جائز ہوئی مال کی جہت سے اور قدرت مین نیابت جائز نہوئی بدن کی جہت سے کذا فی النہر
لکن بشرط دوام العجز الی الموت لانہ فرض العمر حتی تلزم الاعادۃ بزوال العذر یعنی عاجز ہونے مین نیابت حج کی جائز ہے بشرطیکہ موت تک عجز ہمیشہ
برابر رہے اور اگر عجز دائمی نہین تو نیابت صحیح نہین اسواسطے کہ حج تمام عمر مین ایک بار فرض ہے یہانتک کہ اعادہ لازم ہے زوال عذر سے یعنی ایک شخص حج
کرنے سے عاجز ہو سو اوس نے مال دیکر نائب سے اپنے واسطے حج کروایا پہر بعد اسکے عاجزی کا عذر جاتا رہا تو دوسرا واجب ہے کہ خود دوبارہ حج کرے
اسواسطے کہ موت تک عجز دائم نرہا وبشرط نیۃ الحج عنہ ای عن الآمر فیقول احرمت عن فلان ولبیت عن فلان ولو نسی اسمہ
فنوی عن الآمر صح وتکفی نیۃ القلب اور اس شرط سے نیابت جائز ہے کہ نائب اپنے منیب آمر کیطرف سے حج کرے سو یون کہے احرام کیوقت کہ مین نے
احرام باندہا فلانے شخص کیطرف سے اور مین نے لبیک کہا فلانیکی طرف سے اور اگر منیب کا نام بہول جاوے اور آمر کیواسطے اوسکی طرف سے نیت کرے تو صحیح ہے اور
دل کی نیت کافی ہے تو تصریح بلفظ ضرور نہین ھذا ای اشتراط دوام العجز الی الموت اذا کان العجز کالحبس والمرض یرجی زوالہ وان
لم یکن کذلک کالعمی والزمانۃ سقط الفرض بحج الغیر عنہ فلا اعادۃ مطلقًا سواء استمر ذلک العذر بہ ام لا یہ یعنی مشروط ہونا
دوام عجز کا موت تک اوسوقت تک ہے کہ عاجزی مانند قید اور بیماری کے زوال پذیر ہو اور اگر ایسی نہو یعنی ایسا عجز ہو کہ اوسکے زوال کی امید نہو
جیسے اندہا ہونا اور لولا ہونا تو اوسکی طرف سے غیر کے حج کرنے سے فرض ساقط ہو جاویگا تو اس حالت مین اعادہ حج کا مطلقًا لازم نہین خواہ یہ عذر
عدم بصارت وغیرہ کا ہمیشہ بنا رہے یا نرہے اسواسطے کہ عجز لازمی بجای موت ہے کذا فی النہر کنز وغیرہ متون مین مرض زوال پذیر اور عدم زوال پذیر کا
کچھ فرق مذکور نہین لیکن ماتن اور شارح نے باقتدای صاحب بحر یہ تفصیل محیط اور فتاوی قاضی خان اور مبسوط سے نقل کی اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ
اعلم کذا فی المنح ولو احج وہو صحیح ثم عجز واستمر لم یجزہ لفقد شرطہ اور اگر ایک شخص نے حج کروایا اپنی طرف سے حالت صحت مین پہر اوسکے بعد
فراغت ہونے نائب کے حج سے عاجز ہو گیا اور ہمیشہ عاجز بنا رہا موت تک تو وہ حج سقوط فرض مین کافی نہوگا بسبب پائے جانے شرط کے یعنی نائب کے حج کرنیکے
وقت منیب عاجز نتہا تو حج نفل کا ثواب نائب کو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وبشرط الامر بہ ای بالحج عنہ فلا یجوز حج الغیر بغیر اذنہ الا اذا
حج او احج الوارث عن مورثہ لوجود الامر دلالۃ اور جائز ہے نیابت بشرطیکہ امر کرے منیب نائب کو اپنی طرف سے فرض حج کرنیکا تو جائز نہیں
حج فرزند کا باپ کیواسطے بدون اجازت باپ کے مگر جب کہ وارث خود حج کرے یا غیر سے حج کراوے اپنے مورث کیطرف سے تو البتہ جائز ہے بسبب پائے جانے

امر مورث کے بنا بر دلالت حال کے یعنی جب وارث مورث کے مال پر متصرف ہوا تو گویا مورث نے اوسکو کہا کہ میرے طرف سے حج کرو [illegible]
ويقع عن الشرائط النفقة من مال الآمر كلها او اكثرها و يحج المأمور بنفسه وتعيينه ان عينه فلو قال يحج عني فلان [illegible]
غيره ولو لم يقل لا يحج عني غيره اهـ اور شرائط نیابت میں سے باقی رہا نفقہ یعنی شرط ہے کہ کل نفقہ نائب کا اوسیکے مال سے ہو یا اکثر نفقہ اوسکا [illegible]
جسکا مال ہے اپنے مال سے حج کرے بطور احسان کے تو جیب کیطرف سے حج ادا ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع اور حج کرنا مامور کا بذات خود اور [illegible]
متعین ہونا مشروط ہے اگر اوسکو متعین کر دیا ہو سو اگر آمر نے یون کہا ہو کہ مثلا زید میری طرف سے حج کرے نہ غیر اوسکا تو غیر زید کا حج کرنا جائز نہیں اور اگر
غیر کی نفی نکی ہو تو غیر زید کا حج کرنا جائز ہے واوصلها في اللباب الى عشرين شرطا منها عدم اشتراط الاجرة فلو استأجره [illegible]
استأجرتك على ان تحج عني بكذا لم يجز حجه وانما يقول امرتك ان تحج عني بلا ذكر اجارة كذا في لباب المناسك مین شرائط نیابت بیس تک
پہنچایا ہو اونمیں سے ایک شرط یہہ بھی ہے کہ نیابت مین اجرت مشروط نہو تو اگر اجارہ ٹھہرا لیا کیونکہ اسلیے کہا کہ مین نے تجھسے ٹھیکا کیا اپنی طرف
سے حج کرنیکا اتنے مال کے عوض تو اوسکا حج جائز نہیں بلکہ یون کہے کہ مین نے تجکو امر کیا اپنی طرف سے حج کرنیکا بلا ذکر اجارہ ہم شارح کا کلام اسکو مقتضی ہے
کہ اجیر کو اجرت نہ ملے اور حج اجیر کا ہو نہ مستاجر کا اور خانیہ مین مصرح ہے کہ ظاہر الروایۃ مین حج مستاجر کے واسطے واقع ہوگا اور اجیر کو اجرت مثل ملیگی
تو عبارت خانیہ اسکو مقتضی ہے کہ یہہ اجارہ فاسدہ ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو انفق من مال نفسه او خلط النفقة بماله وانفق كله او اكثره
جاز وبرئ من الضمان اور اگر مامور نے کچھ اپنے ذاتی مال سے خرچ کیا اور حالانکہ حج کے نفقہ مین وضع کر لینے کی گنجایش ہے یا مامور نے حج کے نفقہ
مین اپنا مال ملا دیا اور سب مال خرچ کر ڈالا یا اکثر یعنی بمقدار کل مال آمر کے یا اکثر مال آمر کے صرف کیا تو جائز ہے اور مامور ضمانت سے بری ہوگیا کذا
فی الطحطاوی وشرط العجز المذكور للحج الفرض لا للنفل لاتساع بابه اور شرط عاجزی کی جو مذکور ہوئی تو حج فرض کیواسطے ہے نہ نفل حج کیواسطے اسلیے
کہ نفل مین وسعت ہے تو قادر کو نائب سے حج نفل کرانا صحیح ہے ويقع الحج المفروض عن الآمر على الظاهر من المذهب وقيل عن المأمور نفلا
وللآمر ثواب النفقة كحج النفل اور حج فرض آمر کیطرف سے واقع ہوتا ہے بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مامور کیطرف سے حج نفل واقع ہوتا ہے
اور آمر کو نفقہ دینیکا ثواب ہے جیسے نفل حج مین اور یہہ قول امام محمد کا قول ہے لیکن اس اختلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ سب متفق ہیں اسبات پر کہ آمر
سے فرض ساقط ہوجاتا ہے اور مامور سے ساقط نہیں ہوتا کذا فی المنح اور ظاہر مذہب کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین ابن عباس سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع
مین ایک عورت خثعم کی قوم کی آئی اور اوسنے کہا یا رسول اللہ میرے باپ پر حج فرض ہوا اور وہ بہت بڈھا ہے اوسکو طاقت نہیں کہ اونٹ پر ثابت رہ سکے کیا مین
اوسکی طرف سے حج کرون حضرت نے فرمایا ہان اور بخاری اور مسلم مین ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اوسنے کہا کہ
میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مرگئی حضرت نے فرمایا کہ اگر اوسپر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتا اوسنے کہا ہان مین ادا کرتا فرمایا تو خدا کا قرض ادا
کر وہ احق بالقضا ہے کذا فی التیسیر تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آمر کیطرف سے حج واقع ہوتا ہے نہ مامور کیطرف سے ولكنه نشترط لصحة النيابة
اهلية المأمور لصحة الافعال ثم فرع عليه بقوله فجاز حج الصرورة بمهملة من لم يحج والمرأة ولو امة والعبد وغيرها كالمراهق
وغيره مميزا وفي نسخة مع الكراهة لیکن صحت نیابت کی واسطے مشروط ہے اہلیت مامور کی یعنی اسلام اور عقل مامور مین لازم ہے تاکہ اوسکے افعال صحیح ہون
پھر ماتن نے اشتراط اہلیت پر اوسکا قول متفرع کرکے کہا تو جائز ہے حج کرنا اوسکا جسنے خود حج نہیں کیا اور عورت کا حج جائز ہے اگرچہ وہ لونڈی ہو اور
غلام ماذون وغیرہما جیسے ممیز قریب البلوغ کا حج کرنا جائز ہے اور ان اشخاص کے سوا اور شخص بہتر ہے نیابت لیواسطے تا خلاف شافعی سے [illegible]
[illegible] اوسکو کہتے ہیں جسنے ہنوز حج نہیں کیا کذا فی القاموس ہر چند نیابت عورت اور غلام اور جسنے حج کا [illegible] نہین کیا اور مراہق کی جائز ہے
بسبب اہلیت صحت افعال کے لیکن چونکہ کراہت سے خالی نہیں اور علماء شافعیہ کے بھی مخالف ہے تو انکو سوا اور کسیکو نائب کرے بہتر ہے مناسک طرابلسی میں ہے کہ
جسنے خود غیر کیطرف سے حج کرے تو افضل یہہ ہے کہ وہ [illegible] عاقل بالغ ہو اور افعال حج اور طریقہ حج کا عالم ہو اور مقدم حج اپنی طرف سے کر چکا ہو کذا فی [illegible]

ولو أمر صبيا او مجنونا لا يصح اور اگر صبی یا مجنون کو اپنی طرف سے حج کرنیکو مامور کیا تو صحیح نہیں بسبب عدم اہلیت کے واذا مرض المأمور بالحج في
الطريق ليس له دفع المال الى غيره ليحج ذلك الغير عن الميت الا اذا اذن له بذلك بان قيل له وقت الدفع اصنع ما شئت فيجوز له
ذلك مرض او لا لانه صار وكيلا مطلقا اور جب کہ حج کا مامور راہ میں بیمار ہوگیا تو اوسکو جائز نہیں غیر کو مال دینا تاکہ یہ شخص غیر میت کیطرف سے حج کرے
مگر اوس صورت میں جب کہ اوسکو غیر کے مال دینے اور حج کروانیکی اجازت دی گئی ہو اسطرح پر کہ اوس سے کہا گیا ہو مال دینے کیوقت کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اب اسکو
غیر سے حج کروانا جائز ہے خواہ وہ بیمار ہو یا نہ بیمار ہو اسواسطے کہ اس اجازت مطلقہ سے وہ وکیل مطلق ہوگیا خواہ آمر زندہ ہو یا میت کذا فی الطحطاوی خرج
المكلف الى الحج ومات في الطريق واوصى بالحج عنه انما تجب الوصية به اذا اخره بعد وجوبه اما لو حج من عامه فلا ایک مرد عاقل بالغ نکلا
حج کیواسطے اور راہ میں مرگیا اور اوسنے اپنی طرف سے حج کرنیکی وصیت کی شارح کہتا ہے وصیت کرنا حج کا اوسوقت واجب ہے جب اوسنے بعد وجوب حج کے
اوسکو حج میں تاخیر کی ہو اور اگر اوسی سال حج کو چلا جس سال حج فرض ہوا تو اوسپر حج کی وصیت کرنا واجب نہیں فان فسر المال او المكان فالامر عليه
اى على ما فسره والا فيحج عنه من بلده قياسا لا استحسانا فليحفظ پہر میت نے وصیت میں مال یا مکان کی تفصیل کردی ہو کہ اسقدر مال سے
یہانسے حج کیا جاوے تو اوسیکی بموجب ہوگا اور اگر مال یا مکان کو اوسنے متعین نکر دیا ہو تو اوسکی طرف سے حج کیا جاوے اوسکے شہر سے بنا بر قیاس کے نہ بنا بر
استحسان کے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم دلیل ظاہر کو قیاس کہتے ہیں اور دلیل خفی کو استحسان کہتے ہیں اور جہان قیاس اور استحسان مجتمع ہو وہاں استحسان
مقدم ہوتا ہے لیکن یہ مسئلہ اون مواضع سے ہے جہان قیاس مقدم ہے استحسان پر لہذا شارح نے آگاہ کردیا کہ اسکو یاد رکھنا چاہئے کذا فی الطحطاوی قیاس
قول ہے امام کا اور استحسان قول ہے صاحبین کا وجہ قیاس کی یہہ ہے کہ جسقدر میت نے سفر کیا وہ باطل ہوگیا احکام دنیا کے حق میں اگرچہ آخرت کا ثواب
قائم ہے اسواسطے کہ مسلم کی حدیث میں ثابت ہے کہ جب ابن آدم مرگیا تو اوسکا عمل منقطع ہوگیا اور وصیت کا جاری کرنا بھی دنیا کے احکام سے ہے تو میت کے
وطن سے وصیت باقی رہیگی اور جب کہ حج نہ حاصل ہوا تو سفر میت کا کالعدم ہوگیا اور وجہ استحسان یہہ ہے کہ قرآن مجید میں ثابت ہے کہ جو اپنے گہر سے نکلے
اللہ اور رسول کیطرف ہجرت کرکے اور راہ میں مرے تو اوسکا ثواب عند اللہ ثابت ہے اور طبرانی اور ابو یعلی اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کیواسطے نکلا اور مرگیا تو اوسکو حج کرنیوالے کا ثواب قیامت تک لکہا جاویگا تو اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر
اوسکا موت سے باطل نہیں ہوا تو وصیت مکان سے جاری ہوگی نہ وطن سے کذا فی الہدایہ وفتح القدیر فلو احج عنه الوصي من غيره لم يصح پہر اگر میت
کیطرف سے وصی حج کروادے اپنے سوا کسی غیر سے تو صحیح نہیں ان وفى به اى بالحج من بلده ثلثه وان لم يف فمن حيث يبلغ استحسانا میت کے شہر
سے حج کیا جاوے اگر میت کا ثلث مال اوسکو کفایت کرے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے ہوسکے وہان سے حج کیا جاوے بدلیل استحسان مذکور وللوصي
الميت او وارثه ان يسترد المال من المأمور مالم يحرم اور میت کے وصی یا اوسکے وارث کو جائز ہے مال کا پہیر لینا مامور سے جبتک کہ اوسنے احرام
نہ باندہا ہو اور بعد احرام کے پہیر لینا کسیکو جائز نہیں ثم ان رده لخيانة منه فنفقة الرجوع من ماله والا فمن مال الميت پہر اگر مال کو پہیر لیا مامور
کی خیانت کی جہت سے تو پہرنیکا خرچ مامور کے مال سے ہوگا اور اگر پہیر لینا خیانت کے سبب سے نہیں تو پہرنیکا خرچ میت کے مال میں ہوگا اوصى بحج فتطوع
عنه رجل لم يجزه وان امره الميت لانه لم يحصل مقصوده وهو ثواب الانفاق بالاتفاق وصیت کی ایک شخص نے حج کرنیکی اپنی طرف سے سو ایک
مرد نے اوسکی طرف سے حج کیا بطور احسان کے اور اوسکا مال نہ لیا تو یہہ حج کفایت نکریگا یعنی میت کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اگرچہ میت نے اوسکو حج کرنیکا
امر بھی کیا ہو اسواسطے کہ اوسکا مقصود نہ حاصل ہوا یعنی مال خرچنے کا ثواب نملا لكن لو حج عنه ابنه ليرجع في التركة جاز ان لم يقل من مالي و
كذا لو احج لا ليرجع كالدين اذا قضاه من مال نفسه لیکن اگر باپ نے حج کی وصیت کی اور اوسکے بیٹے نے اوسکی طرف سے حج کیا اپنا مال خرچ کرکے
اس نیت سے کہ متروکہ سے پہر لیگا تو جائز ہے بشرطیکہ باپ نے وصیت میں یوں نہ کہا ہو کہ میرے مال سے حج کیا جاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر وارث کسی سے
حج کروادے اور جائز نہیں حج قرض بکا عدم رجوع کی نیت سے جیسا کہ میت کے قرض کو اگر وارث ادا کرے اپنے مال سے تو متروکہ سے رجوع کرلینا درست ہے لیکن

قرض ادا کرنا بلا نیت عدم رجوع بھی جائز ہے بخلاف حج کے اسواسطے کہ عاجز کیطرف سے حج کرنا بدون اوسکے امر کے جائز نہیں اور قرض ادا کرنا بلا امر بھی
جائز ہے کذا فی المنح عن التجنیس ومن حج عن کل من ابویہ وقع عنہ وضمن المال لانہ خالفہما ولا یمکن جعلہ عن احدہما لعدم
الاولویۃ اور جسنے حج کیا دو آمر کی طرف سے یعنی دو شخصوں نے اسکو حج کے واسطے بھیجا اور اوسنے ایک حج میں دونوں کو شریک کیا تو وہ حج مامور کیطرف سے نفل واقع ہوگا اور اگر انکا
مال خرچ کیا ہے تو دونوں کے مال کی ضمانت دیگا اسواسطے کہ اوسنے مخالفت کی کہ ہر ایک کو بلا شرکت حج مقصود تھا اور مامور قادر نہیں کہ حج کو ایک کیواسطے کر دے
بسبب عدم ترجیح کے وینبغی صحۃ التعیین لو اطلق الاحرام اور لائق یون ہے کہ تعیین صحیح ہو اگر احرام کو مطلق کیا ہو یعنی آمر کا ذکر کیا ہو احرام
کیوقت نہ بطور تعیین نہ بطور ابہام ولو ابہمہ فان عین احدہما قبل الطواف والوقوف جاز اور اگر آمر کو مبہم ذکر کیا یعنی یون کہا کہ میں
لبیک کہتا ہون ایک آمر کیطرف سے پھر بعد اسکے اگر دو میں سے ایک کو معین کر لیگا قبل طواف اور وقوف کے تو جائز ہے طرفین کے نزدیک کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اہل بحج عن ابویہ او غیرہما من الاجانب حال کونہ متبرعا فعین بعد ذلک جاز لانہ متبرع بالثواب فلہ جعلہ لاحدہما
او لہما وفی الحدیث من حج عن ابویہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حجج وبعث من الابرار بخلاف سابق کے مسئلہ ہو کہ اگر ایک
شخص نے حج کیا اپنے والدین کیطرف سے یا والدین کے سوا اور اجنبی شخصون کے واسطے حج کیا بطور احسان کے یعنی بلا وصیت اور بدون اونکے مال کے حج کیا پھر
بعد اسکے معین کر لیا ایک کو تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ شخص ثواب کا دینے والا ہے بلا عوض اور حج تو فقط فاعل کیطرف سے واقع ہوگا تو اسکو اختیار ہے چاہے
ایک کو ثواب دے چاہے دونوں کو دے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو حج کرے اپنے والدین کیطرف سے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور یہ ہوگی اوسکو اسکے واسطے نماز
دس حج کی اور یہ شخص قیامت میں نیکون میں مبعوث ہوگا اور جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باپ اور اپنی ماں
کیطرف سے حج کرے تو اوسنے اپنا حج ادا کیا اور اوسکو دس حج کی زیادتی ہوگی اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مرد نے اپنے والدین کیطرف سے حج کیا تو قبول ہوگا اوسکی طرف سے اور اونکے والدین کیطرف سے اور اون دونوں کی روحیں خوش ہونگی اور خدا کے نزدیک
یہ شخص نیکوکار لکھا جائیگا اور ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے والدین کیطرف سے حج کرے یا اونکا قرض
ادا کرے تو قیامت کے دن نیکون کے ساتھ وہ شخص اوٹھایا جاویگا ان احادیث ثلثہ کو دارقطنی نے ذکر کیا ہے یہ حاشیہ اور شارح نے مذکور کیا تو
نفل حج کا ذکر تھا اور اگر والدین میں سے کسی پر فرض حج ہو اوسکی دو صورتیں ہیں کہ حج کی وصیت اوسنے کی یا نہیں اگر وصیت کی اور وارث نے اپنے مال سے
حج کیا مورث کیطرف سے بطور احسان کے تو مورث کے ذمہ سے حج ساقط نہوگا اور اگر اوسنے وصیت نہیں کی حج کی اور وارث نے اپنی خوشی اوسکی طرف
سے حج کیا یا غیر سے کروایا تو امام اعظم نے کہا کہ اگر خدا نے چاہا تو فرض ساقط ہو جاویگا کذا فی فتح القدیر وقدم الاحصار والاخیر علی الامر فلو مات
لو میتا قیل من الثلث وقیل من الکل قران فانہ لتقصیرہ منہ ضمن وان باٰفۃ سماویۃ لا اور احصار کا خون آمر پر واجب ہے اوسکے مال میں
اسواسطے کہ آمر نے مامور کو اس میں پھانسا تو اوسی پر چھوڑانا بھی لازم ہے اگرچہ آمر میت ہو آمر سے مراد وہ ہے جسکی طرف سے حج کیا جاوے تو اسمیں میت بھی داخل
ہے کذا فی المنح بعضوں نے کہا کہ میت کے ثلث مال سے دم کرنا چاہیئے اور بعضوں نے کہا کہ کل مال سے اور احصار کے سوا کوئی خون آمر پر لازم نہیں پھر اگر حج
فوت ہو گیا مامور کی تقصیر سے یعنی اپنے کسی کام میں ایسا مشغول ہو گیا کہ موسم حج کا گذر گیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر آسمانی آفت سے جیسے مرض یا کسی
یا سواری کے مرجانے یا کرایہ دار کے بھاگ جانے سے حج فوت ہو گیا تو مامور پر ضمان لازم نہیں کذا فی الطحطاوی ودم القران والتمتع والجنایات علی الحاج
الا اذا اذن لہ الآمر بالقران والتمتع والا فیصیر مخالفا فیضمن اور قران اور تمتع اور جنایات کا خون حج کرنیوالے پر واجب ہے نہ آمر پر لیکن جب
آمر نے امر کو قران اور تمتع کرنیکا اذن دیا ہو تو آمر پر واجب ہوگا اور اگر قران اور تمتع کا آمر نے اذن نہیں دیا تو قران کرنے سے مامور مخالف ہوا آمر
کا تو مامور ہی ضامن ہوگا وضمن النفقۃ ان جامع قبل وقوفہ فیعید بمال نفسہ وان بعدہ فلا لحصول المقصود اور مامور ضامن ہوگا نفقہ کا
اگر اوسنے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے اسواسطے کہ حج فاسد ہو گیا تو دوسرے سال مامور حج کو دوبارہ کرے اپنی ذات کے مال سے اور اگر بعد وقوف عرفات کے

وان مات المامور او سرق نفقته في الطريق قبل وقوفه يحج من منزل آمره بوقوف کیا تو ضمان نہیں بسبب حصول مقصود کے اسواسطے کہ حج تمام ہو گیا
بثلث ما بقي من ماله فان لم يف فمن حيث يبلغ فان مات او سرق ثانيا يحج من ثلث الباقي بعدها هكذا الى ان لا يبقى من ثلثه ما يبلغ الحج
فيبطل الوصية اور اگر مامور راستہ میں مر گیا یا اوسکا نفقہ چوری گیا راہ میں قبل وقوف عرفہ کے تو حج کیا جاوے آمر کے وطن سے اوسکی تہائی باقی مال سے یعنی باقی
متروکہ میت کے ثلث سے سو اگر ثلث باقی کفایت نکرے وطن سے تو جس مکان سے پہنچ سکے وہاں سے حج کیا جاوے پھر اگر دوسری بار بھی مامور مر جاوے یا نفقہ چوری
جاوے تو اوسکے بعد پھر میت کے باقی مال کے ثلث سے حج کیا جاوے اسیطرح تیسری بار اور چوتھی بار حج کروایا جاویگا یہانتک کہ متروکہ میت سے اتنا نہ باقی رہے جسکے
ثلث سے حج ہو سکے پھر جب بقدر حج باقی نہ رہے تو وصیت حج کی باطل ہو جاویگی یہہ قول ہے امام اعظم کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کیا جاوے
نہ باقی کے ثلث سے اور محمد کے نزدیک اگر اوس مال سے جو مامور کو دیا گیا ہے باقی ہو بقدر کفایت تو حج کیا جاوے اور نہیں تو وصیت باطل ہے کذا فی فتح القدیر والنہر
قلت وظاهره انه لا يرجع في تركة المامور وعليه اجمع شارح کہتا ہے ظاہر قول ماتن یعنی ثلث ما بقی سے حج کروانا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ترکہ مامور سے مصرف
حج کا پھیر لینا نہ جائز ہو تو اوسکی تصریح کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا میں نے مراجعت کی کتب فقہ کیطرف تو اوسکو دیکھا کہ ترکہ مامور سے
پھیر لینا جائز ہے ھ لیکن طحطاوی نے کسی کتاب کا نام مذکور نکیا واللہ اعلم لا من حيث مات خلافا لهما وقولهما استحسان یعنی اگر مامور راہ میں مر جاوے
تو پھر آمر کے وطن سے حج کیا جاوے نہ وہاں سے جہاں مامور مر گیا بخلاف صاحبین کے اور قول صاحبین کا استحسان ہے اور قول امام کا قیاس ہے لیکن معانی میں ہے
بنا اسکی قیاس کے متروک ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا **فروع** مسائل لمحة شارح کے بعضها مخالفا بالقران او التمتع كما مر لا بالتاخير عن السنة الاولى
وان عينت لانه للاستعجال لا للتقييد مامور مخالف ہو گا آمر کے قران یا تمتع کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا نہ مخالف ہو گا سال اول سے تاخیر کرنے سے اگرچہ
آمر نے سال اول کا حج مقرر کر دیا ہو اسواسطے کہ یہہ تعیین جلدی کیواسطے ہے نہ تقیید کے واسطے اسواسطے کہ سب سال برابر ہیں ادائے فرض میں لیکن اول سال افضل
ہے کہ شاید نفقہ باقی رہے کذا فی الطحطاوی والافضل ان يعود اليه اور افضل یہہ ہے کہ مامور بعد حج کے آمر کے وطن کیطرف پھر آوے اور مکہ میں اقامت نکرے
تاکہ آنے جانیکی نفقات آمر کو ثواب ملے وعليه رد ما فضل من النفقة وان شرط له فالشرط باطل الا ان يوكله بهبة الفضل من نفسه او يوصي
الميت به لمعين اور مامور پر واجب ہے کہ جو خرچ آنے جانے سے زیادہ بچے اوسکو پھیر دے وارث یا وصی کو اور اگر مامور نے فاضل مال کی اپنے واسطے شرط کرلی ہو تو یہہ
شرط باطل ہے مگر اسطرح فاضل مال کا لینا درست ہے کہ مامور کو اپنی طرف سے فاضل مال کے ہبہ کر دینے کا وکیل کر دیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ جو فاضل مال بچے اوسکی ملک میں اپنے
تئیں وکیل کیا تو اوس مال پر اپنی ذات کیواسطے قبضہ کرلے کذا فی الفتح یا میت نے مال زائد کی وصیت کی ہو شخص معین کیواسطے اور شخص معین خواہ مامور ہو یا غیر اوسکا
کذا فی الطحطاوی یا وارث فاضل مال اپنی خوشی سے مامور کو دیدیں پھیر دینا اسواسطے لازم ہوا کہ نفقہ مامور کا مملوک نہیں ہو گیا حج کرانے سے آنے جانے میں فقط صرف ہونیکا
کے صرف کرنے میں اوسکو اختیار ہے بلکہ وہ مال میت کا مملوک ہے اسواسطے کہ اگر مامور مالک ہوتا تو بطور اجارہ مالک ہوتا حالانکہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں کذا
فی فتح القدیر ولہذا مامور کو اپنے ساتھ کسی کو کھلانا اور حمام کی اجرت دینا اور چراغ کا تیل مول لینا اور حجام کو اجرت دینا اور دوا خریدنا اس مال سے جائز
نہیں الا باجازت میت یا وارث کذا فی النہر والفتح ولوارثه ان يسترد المال من المامور ما لم يحرم اور میت کے وارث کو جائز ہے کہ مال پھیر لیوے مامور
سے جبتک اوسنے احرام نہ باندھا ہو وكذا ان احرم وقد دفع اليه ليحج عنه بلا وصية فاحرم ثم مات الآمر اور اسیطرح اگر احرام باندھا اور
حالانکہ اسکو مال دیا تھا میت کیطرف سے حج کرنیکو بلا وصیت پھر اوسنے احرام باندھا پھر آمر مر گیا تو اوسکے وارث کو مال لینا بعد احرام کے بھی درست ہے وللوصي
ان يحج بنفسه الا ان يامره بالدفع او يكون وارثا ولم يجز البقية اور وصی کو جائز ہے کہ خود میت کیطرف سے حج کرے مگر اس صورت میں اوسکو حج کرنا
جائز نہیں کہ میت نے اوسکو حکم کیا ہو مال دینے کا یعنی یوں کہا ہو کہ اسقدر مال دینا اوسکو جو میری طرف سے حج کرے کذا فی الفتح یا وصی وارث ہو اور باقی وارث
اوسکو حج کرنیکو جائز نرکھیں تو بھی اوسکو بذات خود حج کرنا جائز نہیں ولو قال المنفق وكذبوه لم يصدق الا ان يكون امرا ظاهرا اور اگر مامور
نے کہا کہ میں حج کرنیسے روکا گیا فلانے عذر سے اور وارثوں نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق نکیجاویگی اور اگر مال خرچ کیا ہو گا تو اوسکو دینا پڑیگا

گر یہ کہ کوئی ظاہر امر اوسکے صدق کا شاہد ہو مثلاً راہ مین حاجیون کا قافلہ لٹ گیا یا مدت تک مینہ کی جھڑی لگ گئی تو البتہ اوسکی تصدیق ہوگی کذا فی الظہیریہ ولو قال حججت وكذبه الوصی صدق بيمينه الا اذا كان مديون الميت وقد امر بالانفاق اور اگر مامور نے کہا کہ مین نے حج کر لیا ہے اور میت کے وصی نے اور وارثون نے اوسکی تکذیب کی تو مامور کی تصدیق کیجاوے گی قسم کے ساتھ مگر اوسوقت تصدیق نہوگی جب کہ مامور قرضدار ہو میت کا اور اوسکو قرض مین سے راہ خرچ کرنیکا امر ہوا ہو ولا تقبل بينتهم انه كان يوم النحر بالبلد الا اذا برهنوا على اقراره انه لم يحج اور مقبول نہونگے وارثون کے گواہ اس بات پر کہ مامور یوم النحر کو اس شہر مین تھا کیونکہ نفی پر گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ مقصود اس قول سے وارثون کا یہہ ہے کہ حج کی نفی ہو جاوے تو اگرچہ یہ وہ قول ظاہر مین اثبات ہے لیکن دراصل نفی ہے مگر جب وارث گواہ گذارین مامور کے اس اقرار پر کہ مین نے حج نہین کیا تو البتہ گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ لفظ کرنا ہے کا ان الفاظ کو اثبات ہے نہ نفی کذا فی الظہیریہ

باب الهدی

هو فی اللغة والشرع ما يهدی الی الحرم من النعم ليتقرب به فيه یہہ باب ہدی کے احکام مین ہے ہدی لغت اور شرع مین اوسکو کہتے ہین جو حرم محترم مین چوپایہ حلال جانور کا تحفہ گذرانا جاوے تاکہ اوسکو ذبح کرنے سے حرم مین حق تعالیٰ کا قرب اور رضامندی حاصل ہو وادناه شاة ہدی کا ادنی رتبہ بھیڑ بکری ہے وهو ابل ابن خمس سنين وبقر ابن سنتين وغنم ابن سنة اور ہدی کی اعلیٰ قسم پانچ برس کا اونٹ ہے اور اوسط قسم دو برس کی گائے بیل ہے اور ادنیٰ قسم ایک برس کی بھیڑ بکری دنبہ ہے ولا يجب تعريفه بل يندب فی دم الشكر اور واجب نہین ہدی کو عرفات مین لیجانا یا پٹہ گردن مین ڈالکر یا کوہان کی کھال چیرکر مشہور کرنا بلکہ شکر کے خون مین اشتہار مستحب ہے یعنی قران اور تمتع اور نفل کے ہدی مین اشتہار بہتر ہے اور جنایات کے ہدی مین اخفا مناسب ہے جیسے قضا کی نماز کو چھپانا افضل ہے کذا فی المنح ولا يجوز فی الهدايا الا ما جاز فی الضحايا كما سيجیء فصح اشتراك ستة فی بدنة شريت لقربة وان اختلف اجناسها اور جائز نہین ہدی مین مگر جو جانور کہ صحیح سالم جائز ہے قربانیون مین چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الاضحیہ مین آویگی تو صحیح ہے شریک کر لینا ایک شخص کا چھ شخصون کو اپنے اونٹ اور گاے مین جو بہ نیت قربت کے خریدی ہوئی ہو اگرچہ اجناس قربت کے مختلف ہون چنانچہ قران اور تمتع اور احصار اور جزاء صید وغیر ذلک لیکن قربت کا متحد الجنس ہونا مستحب ہے کذا فی المنح وتجوز الشاة فی الحج فی كل شیء الا فی طواف الركن جنبا وحائضا ووطء بعد الوقوف قبل الحلق كما مر اور جائز ہے بھیڑ بکری کا ذبح کرنا حج کی ہر شے مین مگر طواف الزیارت کو جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت مین کرنے سے اور بعد وقوف عرفات قبل حلق کے وطی کرنے مین بھیڑ بکری کافی نہین بلکہ اونٹ یا گاے کا ذبح کرنا یہان واجب ہے چنانچہ باب الجنایات مین مذکور ہو چکا ويجوز اكله بل يندب كالاضحية من هدی التطوع اذا بلغ الحرم والمتعة والقران فقط ولو اكل من غيرها ضمن ما اكل اور جائز ہے کھانا ہدی کا بلکہ قربانی کی مانند مستحب ہے کھانا نفل کے ہدی کا جب کہ وہ حرم تک پہنچ جاوے اور تمتع اور قران کے ہدی کو کھانا جائز ہے فقط اور سواے نفل اور تمتع اور قران کے اور ہدی کو اگر کھاویگا تو بقدر کھانے کے قیمت دینا لازم ہوگا ثم اگر نفل کے ہدی کو قبل حرم پہنچنے کے ذبح کیا تو اوسکا کھانا جائز نہین کہ وہ صدقہ ہے ہدی نہین تو اوسکا کھانا بھی جائز نہین کذا فی المنح وتعين يوم النحر ای وقته وهو الايام الثلثة لذبح المتعة والقران فقط فلو ذبح قبله لم يجز بل بعده وعليه دم اور فقط تمتع اور قران کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے یوم النحر متعین ہے لفظ یوم کا یہان معنی مطلق وقت ہے تو یہ جمیع اوقات نحر کو شامل ہوگا اور وہ تین دن ہین یعنی دسوین گیارھوین بارھوین تو تمتع اور قران کے ہدی کو ذبح کرنا قبل یوم النحر کے بالاجماع جائز نہین بلکہ بعد بارھوین کے البتہ کافی ہے لیکن ترک واجب ہوا کہ ایام نحر سے تاخیر ہوئی لہذا اوسپر دوسرا خون واجب ہے امام کے نزدیک صاحبین کے نزدیک اور سواے تمتع اور قران کے جنایات اور نذر اور احصار اور نفل کے ہدی کا ذبح کرنا ایام نحر مین مخصوص نہین کذا فی الظہیریہ وتعين الحرم لا منی للكل والفقير مكة افضل اور سب قسم کے ہدی کے ذبح کرنیکے واسطے حرم متعین ہے منا کی کچھ خصوصیت نہین بقول صحیح اور تصدق ہدی کے گوشت کا حرم کے محتاج کیساتھ مخصوص نہین بنا بر وجوب کے لیکن حرم کا محتاج افضل ہے ويتصدق بجلاله وخطامه ای زمامه اور ہدی کی جھول اور نکیل کو خیرات کر دے اسواسطے کہ صحاح ستہ مین علی مرتضی سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم کیا اونٹون کے گوشت اور جھولون اور کھالون کے تصدق کرنیکا محتاجون

باب الهدی

[illegible] فی فتح القدیر [illegible] الی ان یجد منه فان اضطر [illegible] اما التصدق علیه جاز اور
[illegible] گا [illegible] الا [illegible] لیکن اگر [illegible] ہے تو جائز ہو [illegible] کہ مسئلہ
[illegible] ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قربانی کو ہانکتے دیکھا تو فرمایا کہ سوار ہوے
[illegible] صحیح مسلم میں جابر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار ہو
[illegible] بلا ضرورت چڑھنا جائز نہیں کذا فی فتح القدیر فان اضطر الی رکوبہ ضمن ما نقص بکوبہ
وحمل متاعہ وتصدق بہ علی الفقراء شرنبلالیہ فان الھدی منہ [illegible] قیمتہ مبسوط پہر اگر مضطر ہو سواری کیطرف تو ضمان دیوے جسقدر
نقصان ہوا [illegible] بسبب [illegible] ضمان نقصان کو فقیرون پر خیرات کرے کذا فی الشرنبلالیہ سو اگر ضمان میں سے مالدار کو کہانا
دیگا تو جسقدر [illegible] قیمت کا ضمان ہوگا کذا فی المبسوط ولا یحلبہ وینضح ضرعہ بالماء البارد لو المذبح قریبا والا حلبہ
وتصدق بہ [illegible] دودہ [illegible] اوسکے تہن کو ٹھنڈے پانی چھینٹا دے تاکہ دودہ کا نکلنا بند ہوجاوے بشرطیکہ ذبح کرنیکا مکان قریب ہو اور اگر دور ہو
دودہ [illegible] تو تہنون کے [illegible] تکلیف ہو [illegible] دودہ کو خیرات کردے ویقیم بدل ھدی واجب عطب او تعیب بما یمنع الاضحیۃ
وصنع بالمعیب ما شاء اور قائم کردے [illegible] ہدی [illegible] جو ہلاک ہوگئی یا اوسمین ایسا عیب ہوگیا جو قربانی کا مانع ہے یعنی لنگڑی ہوگئی یا
اندہی [illegible] عیب [illegible] ذبح کرکے کہا جاوے ولو کانت العطب تطوعا نحرہ وصبغ قلادتہ بدمہ [illegible] صفحۃ
سنامہ لیعلم انہ ھدی للفقراء ولا یطعمہ غنی لعدم بلوغہ محلہ اور اگر نفل کے ہدی مین عیب ہوگیا ہو یا قریب الہلاک ہو تو اوسکو نحر کرے
[illegible] اوسکے [illegible] خون مین رنگین کرے [illegible] ایک جانب پر رکہدے اس فعل سے غرض یہہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہہ ہدی محتاجون کیواسطے ہے
[illegible] غنی [illegible] کہانیکے واسطے اسلئے کہ وہ ہنوز [illegible] نہیں پہنچی کہ مالدارون کو اوسکا کہانا جائز ہوتا صحیح مسلم اور مسند احمد مین قبیصہ سے مروی ہے کہ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم [illegible] ساتہہ ہدی کو بہیجا کرتے تہے اور فرماتے کہ اگر ہدی ہلاک ہونے لگے تو اوسکو نحر کرنا اور نعل کو اوسکے خون مین ڈبونا اور اوسکی
ایک جانب کو رکہدینا اور تو اوسمین سے نہ کہانا اور نہ کوئی تیرا ساتہی کہاوے کذا فی العینی شرح الکنز ویقلد بدنۃ التطوع ومنہ النذر والمتعۃ
والقران فقط لا الاحصار [illegible] والجنایات والسنۃ [illegible] ہا اور فقط نفل اور تمتع اور قران کے اونٹ یا گائے کی گردن مین پٹا ڈالنا چاہیے
اور نفل مین نذر کے ہدی بہی داخل ہے اسواسطے کہ مشہور دینا عبادت کے ساتھہ لائق ترہے اور غیر عبادات [illegible] یعنی جنایات وغیرہ مین چہپانا بہتر اور لائق ہے [illegible]
[illegible] الوقوف [illegible] بعد وقتہ لا تقبل شہادتہم والوقوف صحیح استحسانا حتی الشہود للحرج اشارہ بانگو اہون نے گواہی دی بعد
وقوف عرفات کے اس امر کی کہ حاجیون کا وقوف بعد اوسکو وقت کے ہوا یعنی عرفہ کے دن نہوا بلکہ دسوین تاریخ واقع ہوا تو اونکی گواہی مقبول نہوگی اور وقوف
حاجیون کا صحیح ہے [illegible] یہان تک کہ گواہون کا وقوف بہی صحیح ہے بسبب حرج شدید کے یعنی اس قسم کا اشتباہ اکثر ہوجاتا ہے کہ اوس سے بچنا ممکن
نہیں [illegible] اگر [illegible] کا حکم دیا جاوے بعد [illegible] اور کوشش کرنیکے تو سخت حرج پیش آویگا اور حالانکہ حق مطلق نے دین مین حرج کو نفی کر ڈالا ہے
قال اللہ تعالی وما جعل علیکم فی الدین من حرج اور [illegible] اشارہ ہے اوس حدیث مین کہ حضرت نے فرمایا تمہارا روزہ اوسی دن ہے جس دن تم روزہ
رکہتے ہو اور [illegible] جسدن تم عید [illegible] اور عرفہ تمہارا وہی دن ہے جسدن تم عرفات مین ہوتے ہو اور قربانیکا دن وہی ہے جسدن
تم قربانی کرتے ہو [illegible] اہل اسلام [illegible] اجتہاد [illegible] عرفہ کا دن جانتے ہین اور اوسمین وقوف کرتے
[illegible] حاکم کی سماعت مشہور ہوجاوے
[illegible] واقع ہوتے ہین کہ حج [illegible] صحیح ہوا یا نہین ہوا [illegible]
[illegible] گواہی [illegible] حاکم [illegible]

گواہی نہیں سنتے لوگوں کا حج پورا ہو گیا کذا فی فتح القدیر و قبلہ ای قبل وقتہ قبلت ان امکن التدارک لیلا مع اکثرھم والا لا اور قبل وقت
عرفات کے گواہی مقبول ہو گی یعنی اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں تاریخ میں لوگوں نے عرفات کا وقوف کیا تو حاکم انکی گواہی قبول کریگا
بشرطیکہ تدارک وقوف عرفات کا ممکن ہو رات کو اکثر لوگوں کے ساتھ اور اگر تدارک نہو سکے تو گواہی مقبول نہیں ہے اگر آٹھویں تاریخ گواہوں نے گواہی
دی کہ یہ دن عرفہ کا ہے تو غور کرنا چاہئے اگر امام کو سب لوگوں کے ساتھ یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف عرفات ممکن ہو تو گواہی مقبول ہو گی قیاس میں بھی
اور استحسان میں بھی اسواسطے کہ وقوف عرفات کی ہنوز قدرت حاصل ہے تو اگر اوسدن وقوف نہو گا تو انکا حج فوت ہو گا اور اگر رات کو
امام کل یا اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف کر سکے تو بھی گواہی مقبول ہو گی لیکن استحسان میں نہ قیاس میں اور اگر رات کو بھی اکثر لوگوں کے ساتھ وقوف
نہو سکے تو گواہی مقبول نہو گی اور امام انکو حکم کرے کہ دوسرے دن دوپہر ڈھلنے کے بعد وقوف کریں کذا فی المنح وغیرہ رمی فی الیوم الثانی
او الثالث او الرابع الوسطی والثالثة ولم یرم الاولی فعند القضاء ان رمی الکل بالترتیب فحسن وان قضی الاولی جاز لسنیة
الترتیب ایک شخص نے ذی الحجہ کی گیارھویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نکی تو قضا کیوقت اگر
جمرات ثلثہ کی بہ ترتیب رمی کی تو خوب ہے اور اگر فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی اور جمرہ ثانیہ اور ثالثہ کی نکی تو جائز ہے اسواسطے کہ رمی جمرات کی
ترتیب مسنون ہے نہ واجب اسواسطے کہ ہر جمرہ قربت مستقلہ ہے ایک دوسرے کا تابع نہیں کذا فی المنح نذر المکلف حجا ماشیا مشی من منزله وجوبا فی
الاصح حتی یطوف الفرض لانتهاء الارکان نذر کی عاقل بالغ نے حج کی پیدل تو پیادہ پا چلے اپنے گھر سے بنا بر وجوب کے قول اصح میں یہانتک کہ
طواف الزیارة سے فراغت کرے اسواسطے کہ طواف الزیارة تک سب ارکان حج آخر ہو گئے ولو رکب فی کله او اکثره لزمه دم وفی اقله بحسابه اور اگر پیدل
حج کا نذر کرے پھر تمام راہ یا اکثر راہ سوار ہو گا تو اوسپر ذبح کرنا لازم ہو گا اور کمتر راہ کی سواری میں موافق اوسکے تصدق بلا دم ہو گا یعنی اگر چہارم راہ
سوار ہوا تو چہارم حصہ بکری کی قیمت کا تصدق کرے اور اگر نصف راہ سوار ہوا ہے تو نصف قیمت خیرات کرے ولو نذر المشی الی المسجد الحرام او مسجد
المدینة او غیرهما لا شیء علیه اور اگر نذر کی پیدل چلنے کی مسجد الحرام تک یا مسجد مدینہ تک یا سوا انکے اور مساجد کیطرف پیدل جانیکی تو اوسپر کچھ واجب
نہیں اور ایسیکی مانند ہے حرم اور صفا اور مروہ اور مقام ابراہیم اور استانہ کعبہ اور باب کعبہ اور میزاب رحمت اور مزدلفہ اور بیت المقدس اسواسطے کہ التزام
نسک ان الفاظ اور مکانات سے معروف نہیں کذا فی الطحطاوی اشتری محرمة ولو بالاذن له ان یحللها بلا کراهة لعدم خلف وعد بقص
شعرها او قلم ظفرها او مس طیب ثم یجامع وهو اولی من التحلیل بالجماع ایک شخص نے خرید کیا محرمہ لونڈی کو اگرچہ اوس نے بایع کے اذن سے احرام
باندھا ہو تو مشتری کو جائز ہے لونڈی کو احرام سے خارج کرنا اوسکے بال کترکر یا ناخن کاٹ کے یا خوشبو لگاکر پھر بعد اس تحلیل کے قربت کرے یہی اولی ہے جماع کر کے تحلیل
کرنیسے بلحاظ تعظیم امر حج اور مشتری کو تحلیل لونڈی کی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مشتری کی طرف سے خلاف وعدگی نہیں اسواسطے کہ اوسنے بایع کے اذن سے
احرام باندھا تھا نہ مشتری کے اذن سے ۔ وکذا لو نکح محرمة بنفل بخلاف الفرض ان لها محرم والا فهی محصرة فلا تحلل الا بالهدی
اور اسیطرح اگر ایکمرد نے اوس عورت سے نکاح کیا جو نفل حج کا احرام باندھی تھی تو زوج کو اوسکی تحلیل جائز ہے بخلاف فرض حج کے اگر عورت کے ساتھ اوسکا کوئی
محرم ہو اور اوسنے نکاح کیا ہو تو زوج کو اوسکی تحلیل کا اختیار نہیں اور حج کے جانیسے اوسکو روک بھی نہیں سکتا درصورت اجتماع شرائط اور اگر اوسکا
محرمہ کے ساتھ اوسکا محرم نہو تو وہ محصرہ ہے یعنی شرعا وہ بند ہو گئی بدون محرم یا شوہر کے حج کو نہیں جا سکتی اور زوج پر واجب نہیں کہ اوسکو ساتھ سفر
میں جاوے پھر جب وہ محصرہ ہوئی اور زوج اوسکی تحلیل چاہے تو وہ حلال نہو گی بدون ہدی بھیجنے کے اور بعد ہدی بھیجنے کے فورا تحلیل جائز ہے ذبح
ہدی پر موقوف نہیں کذا فی الفتح والمنح ولو اذن لامراته بنفل لیس له الرجوع فیه لملکها منافعها وکذا المکاتبة بخلاف الامة
اذا اذن لامته فلیس لزوجها منعها اور اگر اجازت دی زوج نے اپنی زوجہ کو نفل حج کی تو اوسکو اسمیں پھرنا جائز نہیں اسواسطے کہ عورت اپنے
منافع کی مالک ہے اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا حکم ہے بخلاف خالص لونڈی کے کہ بعد اذن دینے کے بھی مالک کو پھر جانا درست ہے اسواسطے کہ اوسکو منافع کا

جو ملک یمین میں نہ گر جب تک مالک نے لونڈی کو اذن دیا ہو تو حج کو لونڈی سکتی وجہ کو اوسکا روکنا جائز نہیں **فوائد** مسائل الحجة شارح کے حج الغنی افضل من حج
الفقیر لما انکا حج افضل ہے محتاج کے حج سے اسواسطے کہ محتاج پر حج فرض نہیں گر بعد پہنچنے مکہ کے اور گھر سے وہان تک جانا اوسپر فرض نہیں بلکہ نفل ہوا والا
تو گویہ ہے فرضیت فرع ہوئی حالانکہ فضیلت فرض کی افضل ہو نفیلت نفل سے اور اگر دونو کا نفل حج ہو تو افضلیت نہیں کذا فی الطحطاوی حج الفرض اولی
من طاعة الوالدین بخلاف النفل فرض حج بہتر ہے ماں باپ کی فرمان برداری سے اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت جائز نہیں خالق کی معصیت میں بخلاف نفل
حج کے اسواسطے کہ والدین کی طاعت افضل ہے نفل حج سے علی الخصوص کہ والدین اسکی خدمت کے محتاج ہوں بناء الرباط افضل من حج النفل بنانا خانقاہ
اور مسافرخانہ کا افضل ہے نفل حج سے اسواسطے کہ اسکی منفعت عام ہے اہل اسلام کو اور حج کی منفعت فقط اوسیکو خاص ہے واختلف فی الصدقة ورجح فی البزازیة
افضلیة الحج لمشقته فی المال والبدن جمیعا قال وبه افتی ابو حنیفة حین حج وعرف المشقة اور اختلاف ہے علما میں کہ خیرات افضل ہے
یا نفل حج اور فتاوی بزازیہ میں ترجیح دی ہے حج کے افضل ہونے کو اسواسطے کہ حج میں مال اور بدن دونو پر مشقت اور محنت ہے اور خیرات میں فقط مال کا صرف
ہے نہ بدن کا کہا بزازیہ کے مصنف نے اور یہی فتوی دیا امام ابوحنیفہ نے جب حج کیا اور اوسکی مشقت کو سمجھا انتہی فتاوی بزازیہ میں یوں بیان ہے کہ امام اعظم سے
مروی ہے کہ صدقہ افضل ہے نفل حج سے لیکن جب امام نے حج کیا اور مشقت کو دریافت کیا تو اوسکا فتوی دیا کہ حج افضل ہے اور مراد امام کی یہ ہے کہ نفل حج
کرے اور ہزار درم صرف کرے تو اگر اس ہزار سے محتاجوں کو خیرات کریگا تو وہ افضل ہے اور یہ مراد نہیں کہ حج بدون خیرات کے افضل ہے فی سبیل اللہ ہزار
درم کے دینے سے اور چونکہ حج میں مال اور بدن دونوں پر مشقت ہے لہذا حج افضل ہے خیرات سے قول مختار یہی ہے انتہی کلامہ لوقفة الجمعة مزیة سبعین
حجة ویغفر فیها لکل فرد بلا واسطة جمعہ کے وقوف عرفات کو فضیلت ہے ستر حج سے اور مغفرت ہوتی ہے اوسمین ہر شخص کی بلا واسطہ یعنی جب جمعہ کے دن عرفہ
ہو تو اوسکی یہ فضیلت ہے اور اسیکو عرفہ میں حج اکبر کہتے ہیں اور اگر عرفہ جمعہ کے دن نہو تو اوسمین مغفرت بلا واسطہ نہیں بلکہ عوام مومنین کی مغفرت بواسطہ
صالحین کے ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ضاق وقت العشاء والوقوف یدع الصلوة ویذهب لعرفة للحج تنگ ہوا وقت نماز عشاء اور وقوف
عرفات کا وقت تو نماز کو چھوڑے اور عرفات جاوے بلحاظ مشقت شدیدہ یعنی دسویں رات ذی الحجہ کی اتنی کم باقی ہے کہ اگر عشا پڑھے تو وقوف عرفات فوت
ہوتا ہے اور اگر وقوف عرفات کرتا ہے تو عشا کا وقت جاتا ہے تو یہاں وقوف عرفات مقدم ہے اسواسطے کہ اگر عشا پڑھیگا تو حج دوسرے سال پر موقوف رہیگا پھر اللہ
اعلم خرچ باقی رہے دوسرے سال تک یا نہ رہے پھر آنیکا اتفاق ہو یا نہو بخلاف نماز عشا کے کہ اوسکا قضا کرنا ہر وقت ممکن ہے هل الحج یکفر الکبائر قیل نعم
وقیل لا یہ مسئلہ کیا حج مٹا ڈالتا ہے کبیرہ گناہوں کو بعض علما نے کہا کہ ہاں حج کبیرہ گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اگرچہ مظالم اور حقوق العباد ہوں جیسے کافر
حربی کے گناہ اسلام سے مٹ جاتے ہیں یعنی اگر کافر حربی نے کسیکو قتل کیا ہو یا کسی کا مال چھین کر دار الحرب میں چلا گیا ہو اور پھر وہ مسلمان ہو تو اوسپر خون
اور مال کا مواخذہ نہیں دلیل اس قول کی صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ اسلام گراتا ہے اگلے گناہوں کو اور ہجرت گراتی
ہے اگلے گناہوں کو اور حج گراتا ہے اگلے گناہوں کو وقیل غیر المتعلقة بالآدمی کذمی اسلم اور بعض علما نے کہا کہ حج مٹاتا ہے اون کبیرہ گناہوں کو
جو آدمی سے متعلق نہیں یعنی حقوق اللہ معاف ہو جاتے ہیں نہ حقوق العباد چنانچہ کافر ذمی کے مسلمان ہونے سے ترک صوم و صلوة کا مواخذہ نہیں لیکن قتل اور
غصب کا مواخذہ ہے وقال عیاض اجمع اهل السنة ان الکبائر لا یکفرها الا التوبة اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ اہل سنت والجماعت کا اجماع
ہے اس بات پر کہ کبیرہ گناہوں کو سوا توبہ کے کوئی عمل صالح نہیں مٹاتا یعنی جو کبائر کہ منجملہ حقوق اللہ ہیں مانند زنا اور شرب خمر کے بدون توبہ کے معاف
نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی ولا قائل بسقوط الدین ولو حقا لله تعالی کدین صلوة وزکوة نعم اثم المطل وتاخیر الصلوة ونحوها یسقط
وهذا معنی التکفیر علی القول به اور کوئی قائل نہیں سقوط دین واجب الادا کا اگرچہ وہ حق اللہ ہو جیسے صلوة اور زکوة کا دین ہاں یہ البتہ ہے
کہ ادا کرنے میں دیر لگانیکا گناہ اور تاخیر صلوة اور تاخیر زکوة اور تاخیر حج کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے حج کرنے سے اور یہی مطلب ہے حج کے مکفر
سیئات ہونیکا بر تقدیر اس قول کے جو حج کو واجب علی الفور کہے تمام شد خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ تکفیر سیئات کا ظنی ہے نہ قطعی اسواسطے کہ حج سے تکفیر کبائر کا حکم منجملہ

حقوق اللہ کے بالیقین ثابت نہیں ہوجاتی حقوق العباد اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کل کی تکفیر کے قائل ہوئے تو بھی اسکا وہ مطلب نہیں ہے کہ اُنکی ادائے
ہیں کہ حج سے لوگوں کا قرض و ادائے ساقط ہوجاتا ہے اور سیطرح صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ کی قضا ساقط ہوجاتی ہے بلکہ یہہ مطلب ہے کہ ادائے حقوق کی تاخیر
کا گناہ ساقط ہوجاتا ہے بالجملہ حج میں جو احادیث تکفیر سیئات کی وارد ہیں انکے عموم اور اطلاق کا کوئی قائل نہیں کذا فی المنح من البحر و حدیث ابن ماجہ
انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استجیب لہ حتی فی الدماء والمظالم ضعیف اور یہہ حدیث ابن ماجہ کی ضعیف ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا
مقبول ہوئی یہاں تک کہ خونریزیوں اور مظالم میں ہم پوری روایت ابن ماجہ کی عباس بن مرداس سلمی سے یوں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت
کی مغفرت کیواسطے عرفات میں دعا کی سوا سی مظالم کے اور گناہوں کی مغفرت ہوئی اور ارشاد ہوا کہ میں مظلوم کیواسطے مواخذہ کرونگا حضرت نے عرض کیا کہ
اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کرے اور ظالم کو بخشدے سو اوسدن دعا قبول نہوئی پھر حضرت نے صبح کو مزدلفہ میں پھر یہی دعا کی سو جو حضرت نے مانگا تھا
اوسکی اجابت ہوئی علماء حدیث نے کہا کہ یہہ حدیث ضعیف ہے اسواسطے کہ عباس بن مرداس اسکا راوی منکر الحدیث ساقط الاحتجاج ہے اگرچہ یہہ حدیث ضعیف
ہے لیکن اسکی شواہد احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں ازانجملہ چند احادیث مذکور ہوتی ہیں حافظ منذری نے کہا عبد اللہ بن مبارک نے تخریج کی سفیان ثوری سے اور
انھوں نے زبیر بن عدی سے اور انھوں نے انس بن مالک سے کہا انس نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف کیا اور قریب تھا کہ آفتاب
ڈوبے سو حضرت نے فرمایا کہ اے بلال لوگوں کو خاموش کر سو بلال نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خاموش کیا پھر فرمایا اے لوگو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے
اور میرے رب کا مجکو سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل عرفات اور اہل مشعر کو بخشا اور اونکی تبعات یعنی مظالم کا ضامن ہوا تو عمر بن خطاب کھڑے ہوئے
اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو مخصوص ہے حضرت نے فرمایا تمہارے واسطے ہے اور جو لوگ کہ تمہارے بعد آوینگے قیامت تک اونکے واسطے
بھی تو عمر بن خطاب نے کہا کہ ہمارے رب کی خیر کثیر اور طیب ہے اور امام مالک کی موطا میں طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی
دن سے زیادہ تر ذلیل اور خوار اور غضبناک شیطان نہیں ہوتا اور اوسکا سبب کچھ نہیں مگر یہہ کہ دیکھتا ہے نزول رحمت کو اور ذنوب عظام کی مغفرت کو
کذا فی فتح القدیر اور صحیح بخاری میں حدیث مرفوع ہے کہ جسنے حج کیا سو عورتوں کی طرف مخاطب نہوا اور گناہوں سے بچا تو گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے
جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا شیخ الاسلام زکریا سے اس حدیث بخاری کا سوال ہوا کہ اس حدیث میں صغائر اور کبائر کی مغفرت مراد ہے یا فقط صغائر
کی جواب دیا کہ ظاہر حدیث سے صغائر اور کبائر دونوں کی مغفرت معلوم ہوتی ہے اور بعض احادیث میں اسکی تصریح بھی ہے لیکن حقوق العباد کے سوا اوسپر
محمول کیا اقرب بدلیل ہے اور شیخ شہاب الدین رملی شافعی سے اسکا سوال ہوا تو جواب دیا کہ صغائر اور کبائر حتی کہ مظالم کی بھی مغفرت مراد ہے
اسواسطے کہ طبرانی اور بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن
دنیا کے حق تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے پریشان مو غبار آلودہ ہر طرف سے آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں تو اگر انکے گناہ مانند
شمار ریگ کے یا مثل قطرات باران یا سمندر کے کف کی برابر ہوں تو البتہ میں بخشونگا جاؤ میرے بندو مغفور ہوکر واللہ اعلم کذا فی منح الغفار اور رملی رحمۃ اللہ
کی منسک متوسط جسکا لباب المناسک نام ہے اوسمیں مذکور ہے کہ حج اگلے صغیرہ گناہوں کو جو منجملہ حقوق اللہ ہیں بالاتفاق قطعا ہدم کردیتا ہے اور کبائر
متعلقہ حق اللہ اور متعلقہ مظالم میں خلاف ہے طیبی قائل ہیں کہ حج مظالم اور کبائر کو ہدم کرتا ہے لیکن قول معتمد یہہ ہے کہ مظالم اور کبائر تحت مشیت مالک
علی الاطلاق میں تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک جیسا کہ شیخ تورپشتی وغیرہ ائمہ کبار نے اسکو مصرح مذکور کیا ہے اور احادیث مغفرت حج میں اور
جمہور اہل سنت کے قول میں کچھ منافات نہیں اسواسطے کہ احادیث مذکورہ وعدہ مغفرت پر محمول ہیں صورت مشیت حق تعالی اون لوگوں کی مغفرت مظالم کی ہوتی ہے
جنکا حج مقبول ہے چنانچہ روایت میں ثابت ہوا کہ جسکا حج مقبول ہوگا اوسکے مظالم معاف ہوجاوینگے اسطرح کہ حق تعالی اہل حقوق کو ایسا کچھ عطا کریگا
کہ وہ راضی ہوجاوینگے واللہ اعلم مسئلہ دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسہ او غیرہ مستحب ہے داخل ہونا اندر بیت اللہ کے بشرطیکہ اپنی
جان کو یا غیر کو تکلیف نہو اور ہجوم میں تکلیف ہونا تعلیل الحجر وہ اور اندر جانیوالے کو مستحب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر نماز پڑھے اور

بن عمر جب داخل ہوتے تھے تو دروازہ کعبہ کو پس پشت ڈال کر سیدھے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ سامنے کی دیوار سے تین ہاتھ کا فاصلہ رہتا تھا پھر وہاں نماز پڑھتے تھے
اور لائق ہے کہ جتنا ہو سکے ظاہر اور باطن سے وہاں باادب رہے اور رخسارہ اوس دیوار پر رکھے جہاں حضرت نے نماز پڑھی ہے اور حق تعالی سے مغفرت مانگے اور حمد
الٰہی بجا لاوے پھر چاروں کونوں کی طرف آوے اور تہلیل اور تسبیح اور تکبیر کہے اور جو چاہے سو دعا مانگے اور آنکھ کو چھت کی طرف نہ اٹھاوے کہ ادب کے خلاف ہے کذا
فی النہر صحیحین میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فتح مکہ میں حضرت بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن ابی طلحہ نے اندر سے دروازہ بند
کر لیا پھر دیر کے بعد کھولا عبداللہ بن عمر نے کہا میں سب سے پہلے وہاں پہنچا تو بلال کو دروازہ پر پایا میں نے پوچھا کہ حضرت نے کہاں نماز پڑھی بلال نے کہا
ان دونوں مقدم ستونوں کے اندر اور دوسری روایت یوں ہے کہ اوس وقت بیت میں چھ ستون تھے سو حضرت نے تین ستون کو پس پشت کیا اور ایک ستون بائیں
طرف اور دو ستونوں کو داہنی طرف کر کے نماز پڑھی اور تاریخ مکہ میں مذکور ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ حضرت نے کہاں نماز پڑھی تھی
کہا کہ دیوار سے دو تین ہاتھ ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیے کذا فی شرح سفر السعادۃ وما یقوله العوام من العروة الوثقى والمسمار الذي في [illegible] سرة
الدنيا لا اصل له اور یہ جو عوام وہاں کے حلقہ کو عروۃ الوثقیٰ کہتے ہیں اور اوس کیل کو جو کعبے کے درمیان ہے ناف دنیا کہتے ہیں سو بے اصل ہے ولا یجوز
شراء الكسوة من بني شيبة بل من الامام او نائبه اور جائز نہیں خریدنا کعبہ کا غلاف بنی شیبہ سے جنکے پاس کعبہ کی کنجی رہتی ہے بلکہ بادشاہ یا
نائب سے خریدنا جائز ہے ہم بالفعل یوں واقع ہوا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا ہے کہ جب غلاف کعبہ نیا بدلا جاوے تو پرانا غلاف بنی شیبہ کو دیا جاوے اور بادشاہ
کو اوسکا اختیار ہے اور ہمارے علما نے اسواسطے اوسکی بیع سے منع کیا تھا وہ بیت المال کا مال ہے اور بلاشبہ بیت المال میں بادشاہ کا تصرف ہے پھر جب
بادشاہ نے کسیکو دیدیا تو اوس سے خریدنا جائز ہے اور اسی قول کو امام نووی شافعی نے شرح مہذب میں پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ بادشاہ کو اختیار ہے
کہ غلاف کو مصارف بیت المال میں صرف کرے خواہ بیع سے خواہ عطا سے اسواسطے کہ ازرقی نے روایت کیا ہے کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر سال غلاف کو
بدلتے تھے اور پرانا حاجیوں کو تقسیم کر دیتے تھے اور اگر اوس میں تصرف نہ جائز ہو تو بعد مدت دراز تلف ہو جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وله لبسها
ولو جنبا او حائضا اور جو غلاف کو خریدے اوسکو پہننا جائز ہے جنابت اور حیض کی حالت میں بھی لا یقتل فی الحرم الا اذا قتل فیه ولو قتل فی
البيت لا يقتل فيه خون کا بدلا نہ لیا جاوے حرم میں مگر اوس وقت بدلا لینا جائز ہے جب کسی نے حرم میں خون کیا ہو اور بیت اللہ کے اندر خون کیا
تو اوسکا قصاص اندر نہوگا ہم اگر کسی نے باہر حرم کے خون کیا اور حرم میں جا چھپا تو اوسکا قصاص حرم میں نہوگا بلکہ خرید فروخت اوس سے موقوف کیجاوے
اور کھانا اوسکو نہ دیا جاوے تاکہ وہ مضطر ہو کر حرم سے نکلے جب باہر نکلے تو قصاص لیا جاوے اور اگر جان سے نہ مارا بلکہ آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹا تو اوسکا
بدلا حرم کے اندر لیا جاویگا یہی قول ہے امام اور صاحبین کا اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرم میں قصاص لینا ہر طرح درست ہے اور امام کے نزدیک
سارق کا ہاتھ حرم میں نہ کاٹا جاوے بخلاف صاحبین کے اور اگر کافر حربی حرم میں داخل ہو تو اوس سے تعرض کرنا نہ چاہیے بلکہ اوسکا کھانا اور پانی بند
کرنا چاہیے تاکہ نکل بھاگے کذا فی المنح عن مناسک الطرابلسی یکره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم کے پانی سے اور
غسل کرنا مکروہ نہیں اور وضو کرنا بھی جائز ہے اور حرم کی کنکریاں اور مٹی اور اسیطرح بیت اللہ کی مٹی بہ نیت تبرک حل میں لانا جائز ہے بشرطیکہ قدر قلیل ہو
اور تخریب عمارت کا موجب نہو جیسے زمزم کا پانی باہر لیجانا جائز ہے اور زمین حرم کا بیچنا جائز نہیں لیکن عمارت کا اور گھاس کا بیچنا جائز ہے کذا فی المنح لا حرم للمدينة
عندنا مدینہ کیواسطے حرم نہیں ہے ہمارے نزدیک یعنی جیسے حرم مکہ میں شکار کرنا اور درخت کاٹنا حرام ہے ویسا مدینہ میں حرام نہیں اور اگر مدینہ کا حرم
مکہ کی مانند ہوتا تو بدون احرام باندھے وہاں کا جانا جائز نہوتا حالانکہ حضرت سے اور اصحاب سے احرام باندھنا دخول مدینہ کیواسطے ثابت نہیں باقی تفصیل
اس مسئلہ کی کتب مبسوطہ میں ہے واللہ اعلم ومکة افضل منها على الراجح الا ما ضم اعضاءه الشريفة صلى الله عليه وسلم فانه افضل مطلقا
حتى من الكعبة والعرش والكرسي اور مکہ معظمہ افضل ہے مدینہ طیبہ سے بقول راجح مگر جسقدر زمین پاک سید کائنات کے اعضاء شریفہ مقدسہ سے ملی ہوئی
ہے قاضی عیاض نے اجماع نقل کیا ہے کہ موضع قبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل بقاع ارضی ہے بلکہ مطلقا افضل ہے یہانتک کہ کعبہ اور عرش اور کرسی

سے بھی افضل ہے امام اعظم اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک کعبہ افضل ہے مدینہ سے اور امام مالک کے نزدیک مدینہ افضل ہے کذا فی المنح و زیارۃ قبرہ الشریف مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ اور زیارت کرنا قبر شریف مصطفوی کا مستحب ہے بلکہ بعض علمانے اسکو واجب کہا ہے جسکو مقدور اور طاقت ہو ان شاء اللہ تعالی عنقریب طریق زیارت کا بتفصیل تمام خاتمہ حج مین مذکور کیا جاویگا اسلئے انتفاع مسلمین مشتاقین کے ویبدأ بالحج لو فرضا ویخیر لو نفلا ما لم یمر بہ علیہ الصلوۃ والسلام فیبدأ بزیارتہ لا محالۃ ولینو معہ زیارۃ مسجدہ الشریف فقد اخبر ان الصلوۃ فیہ خیر من الف صلوۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام وکذا بقیۃ القرب اور پہلے حج ادا کرے اگر فرض حج ہو اور اگر نفل حج ہو تو اوسمین مختار ہے چاہے پہلے زیارت کرے یا حج لیکن نفل حج مین اختیار اوسوقت تک ہے جب تک مدینہ مین ہو کر نہین نکلا اور اگر حج کیواسطے مدینہ مین ہو کر چلا تو زیارت کرنا ضرور ہے خواہ حج فرض ہو یا نفل اور قبر شریف کی زیارت کے ساتھہ چاہیے کہ حضرت کی مسجد شریف کی زیارت کی بھی نیت کرے اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اوسکی ایک نماز ہزار نماز سے افضل ہے اوسکی غیر مسجد مین سوائے مسجد الحرام کے اور اسیطرح باقی عبادات مانند اعتکاف اور جاروب کشی کے کہ اوسکا ثواب سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے زیادہ تر ہے مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان مین عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز میری اس مسجد مین اور مساجد کی ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد الحرام کے اور ایک نماز مسجد الحرام مین افضل ہے اوسکی سو نماز ون سے یعنی مسجد مدینہ سے ابن ہمام نے فتح القدیر مین لکھا کہ عبد ضعیف کے نزدیک بہتر یہہ ہے کہ سفر مدینہ مین فقط قبر شریف کی زیارت کیواسطے نیت کو خالص کرے مزید اجلال اور تعظیم سید العالمین اسیکو مقتضی ہے اور تاکہ ظاہر حدیث دارقطنی کی موافق ہو جاوے کہ جسکو کوئی حاجت نہو سوائے میری زیارت کے اوسکا مین شفیع ہونگا قیامت کے دن وتکرہ المجاورۃ بالمدینۃ وکذا بمکۃ لمن یثق بنفسہ اور مکروہ نہین رہنا مدینہ کا اور اسیطرح مکہ کا اوس شخص کو جسکو اپنی نفس پر اعتماد ہو حفظ ادب حرمین شریفین کا ہم مجاورہ مکہ معظمہ مین اختلاف ہے علما کا بعض شافعیہ نے مذکور کیا کہ مجاورت مکہ مستحب ہے مگر جب وقوع امر ممنوع کا ظن غالب ہوا اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ انسان کی غالب عادت یہہ ہے کہ معیشت مین خلاف خواہش نفسانی سے تنگدل اور افسردہ خاطر ہو جاتا ہے اور کثرت مشاہدات سے جیسے تعظیم اور توقیر چاہیے ویسی باقی نہین رہتی غالبا اور یہہ بھی ہے کہ انسان خطا سے محفوظ نہین اور حرم مین تضاعف معاصی کا خوف ہے چنانچہ ابن مسعود سے مروی ہے اگر یہہ روایت صحیح ہو و الا اسمین تو شک نہین کہ وقوع معاصی حرم مین زیادہ تر قبیح اور خوفناک تر ہے ولہذا عبد اللہ بن عباس نے طائف کا رہنا اختیار کیا تہا اور فرماتے تہے کہ اگر مین پچاس گناہ طائف مین کرون تو میرے نزدیک محبوب تر ہے مکہ مین ایک گناہ کرنے سے اور ابن مسعود سے روایت ہے کہ کسی شہر مین سوائے مکہ کے ہمت پر قبل عمل کے مواخذہ نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم یعنی جو حرم مین کجروی ظلم کا ارادہ کریگا اوسکو عذاب دردناک چکہا دینگے اور عمر فاروق سے روایت ہے کہ اگر مجھسے ایک گناہ مکہ مین ہو جاوے وہ غالب تر ہے اور شہر کے ستر گناہون سے ہان بعض خالص بندے اللہ تعالی کے جو کشاکش مقتضی طبیعت انسانی سے پاک مین وہ اہل مین اس سعادت عظمی کے کہ وہ تضاعف حسنات نصیب اہل مکہ ہے ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مکہ مین رمضان پایا سو روزہ رکھا اور قیام شب کیا جتنا کہ ہو سکا تو اوسکو واسطے لاکہہ رمضان لکھے جاوینگے اور حق تعالی ہر دن مین ایک گردن آزاد کرنیکا اور ہر رات مین ایک گردن آزاد کرنیکا ثواب لکھیگا اور ہر دن فی سبیل اللہ گھوڑا دینے کا ثواب ہوگا اور ہرچند مدینہ مین تضاعف سیئات کا خوف نہین لیکن افسردگی اور قلت ادب کا خوف ہے کہ وہ مخالف ہے احترام اور توقیر کے تو وہان کی مجاورت کراہت سے خالی نہین مگر اہل صبر اور اہل ادب کیواسطے وہان کا رہنا اور وہان کا مرنا عمدہ وسیلہ ہے نجات کا صحیح مسلم مین حدیث مرقوم ہے کہ جو تکلیف اور شدت مدینہ پر صبر کریگا میری امت مین سے ہوگا مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن یا شاہد ہونگا احمد ترمذی وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے ہو سکے مدینہ کا مرنا وہ وہان مرے کہ مین مقرر شفاعت کرونگا وہان کے مرنیوالے کی کذا فی فتح القدیر اور مناسک طرابلسی مین ہے کہ امام ابو حنیفہ اور جماعہ محتاطین بخوف ملال اور قلت ادب اور رقت قلب بجہنے سے مجاورت مکہ کی کراہت کے قائل مین اور ابو یوسف

اور محمد کے نزدیک کچھ مضایقہ نہین اور یہی افضل اور مستحب ہے اور اسی پر بالفعل لوگون کا عمل ہے کذا فی المنح

خاتمہ مشتمل ہے دو فصل پر

فصل اول

کیفیت حج مصطفوی مین مترجم نے چاہا کہ بقصد تبرک رسول کریم کے حج کا طریقہ بروایت صحیح بیان کرے تا موجب اطمینان اور باعث مزید شوق مشتاقین کا ہو اور
چونکہ کتب حدیث مین بمثل حدیث جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کوئی حدیث جامع اکثر مسائل کی ابتداء سفر حج سے آخر تک نہین لہذا اوسکا ترجمہ کرنا
اندک اختصار کے ساتھ مقدم جانا سنن ابی داؤد مین امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ امام محمد باقر نے جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے حج کرنیکا طریقہ بتلاؤ تو جابر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو برس تک حج نہین کیا پہر دسوین برس اعلام کیا اپنے حج کرنیکا تو بہت لوگ مدینہ
مین آئے ہر شخص چاہتا تہا کہ حضرت کی پیروی کرے اور آپکے عمل کی مانند عمل کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے یعنی مدینہ سے اور ہم لوگ بہی آپکے
ساتھ نکلے یہانتک کہ ذو الحلیفہ مین پہنچے تو وہان اسما بنت عمیس محمد بن ابی بکر کو جنی سو اسما نے حضرت کے پاس کسیکو بہیجا کہ اب مین کیا کرون
فرمایا کہ غسل کر اور کپڑے کا لنگوٹ باندہکر احرام باندہ پہر حضرت نے مسجد مین احرام کی نماز پڑہی پہر اوس اونٹنی پر سوار ہوئے جسکا قصوا نام تہا یہانتک
کہ اونٹنی حضرت کو لیکر کہڑی ہوگئی میدان مین جابر نے کہا کہ مین نے جو اپنے آگے منتہاے نظر تک دیکہا تو سوار اور پیدل تہے اور داہنی طرف بہی اسیقدر اور
بائین طرف بہی اسیقدر اور پیچہے بہی اسیقدر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے تہے اور اونپر قرآن اوترتا تہا اور وہ اوسکے معنے کو جانتے
تہے سو جو کچھ حضرت نے عمل کیا ہمنے بہی اوسی پر عمل کیا سو حضرت نے توحید کو پکارکے اسطرح فرمایا لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ
لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اور لوگون نے بہی اسیطرح لبیک کہا جیسے تم کہتے ہو حضرت نے انہین لوگون پر کچھ
رد اور انکار نکیا اور حضرت نے لبیک کہنا لازم کرلیا جابر نے کہا کہ حج کے سوا ہمکو کچھ نیت نتہی ہم عمرہ کو نجانتے تہے یعنی اشہر حج مین عمرہ کرنا معروف نتہا
یہانتک کہ ہم حضرت کے ساتھ بیت اللہ مین پہنچے تو حضرت نے رکن کا استلام کیا یعنی حجر اسود کو چوما پہر تین بار رمل کیا اور چار بار آہستہ چلے یعنی طواف
مین پہر حضرت مقام ابراہیم پاس آئے سو یہ آیت پڑہی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان
یعنی مقام ابراہیم کے پیچہے نماز پڑہی دو رکعت قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون کی قرأت سے پہر حضرت بیت اللہ کیطرف پہر گئے اور حجر الاسود کا استلام
کیا پہر دروازہ سے صفا کیطرف نکلے جب صفا سے قریب ہوئے تو یہہ پڑہا إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ہم بہی اوسی سے ابتدا کرتے ہین
جس سے اللہ نے ابتدا کی تو صفا سے ابتدا کی سو اوسپر چڑہ گئے یہانتک کہ بیت اللہ نظر آیا تو اللہ کی تکبیر اور توحید کی اور فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَ
نَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ پہر انہین اذکار کے درمیان دعا کی اور اسیطرح تین بار فرمایا پہر اوترے مروہ کی طرف تا اینکہ آپکے قدم نیچے آگئے تو بیچ
نالہ کے اندر رمل کیا یہانتک کہ جب چڑہ گئے تو آہستہ چلے یہانتک کہ مروہ پر پہنچے تو مروہ پر اوسکی مانند کیا جو صفا پر کیا تہا یہانتک کہ آخر طواف مروہ
پر ہوا فرمایا کہ اگر مجکو آگے سے معلوم ہوتا جو پیچہے معلوم ہوا تو مین ہدی کو نہ ہانک لاتا اور اس عبادت کو مین عمرہ کر ڈالتا سو تم لوگون مین سے
جسکے ساتھ ہدی نہو وہ حلال ہو جاوے اور اوسکو عمرہ کر ڈالے تو تمام لوگ حلال ہو گئے اور بال کترائے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور جنکے ساتھ ہدی
تہی وہ محرم ہی رہے پہر سراقہ بن جعشم کہڑے ہوئے سو کہا یا رسول اللہ عمرہ کرنا اشہر حج مین اسی سال کو مخصوص ہے یا ہمیشہ کو ہے تو دونو ہاتھ کی
اونگلیون کو قینچی کیا پہر فرمایا کہ داخل ہوگیا عمرہ حج مین اسطرح اسکو دو بار فرمایا اور تین بار فرمایا کہ ہمیشہ کو ہمیشہ کے ہمیشہ کو جابر نے کہا اور علی مرتضی
یمن سے آئے حضرت کے ہدی کے اونٹ لیکر تو پایا فاطمہ زہرا کو کہ احرام نہین باندہے ہین اور رنگین کپڑے پہنے ہین اور سرمہ لگائے ہین تو علی مرتضی
ناخوش ہوئے اونپر اور کہا کسنے تمکو اسکا حکم دیا ہے تو فاطمہ زہرا نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا ہے تو جابر نے کہا کہ علی مرتضی [illegible] عراق کے ملک مین
کہتے تہے مین گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فاطمہ زہرا پر خفگی کروانے کو بسبب اوس امر کے جو اونہون نے [illegible] تہا اور حضرت کی اجازت کو
دریافت کرنے گیا جو فاطمہ زہرا نے مذکور کی سو مین نے کہا کہ مین اونپر ناخوش ہوا تہا سو اونہون نے کہا کہ میرے باپ نے حکم دیا [illegible]

سلیم کہا حضرت نے فرمایا تو کیا کہا تھا جب حج کی نیت کی تھی علی مرتضی نے جواب مین یون کہا تھا کہ الہی مین وہ نیت کرتا ہون جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت کی
حضرت نے فرمایا کہ میرے ساتھ تو ہدی ہے سو تو حلال نہ ہو جیسا ہے سکا کہ جو ہدی کہ علی مرتضی یمن سے لائے تھے اور جو حضرت کے ساتھہ ہدی تھی سو سب ملا کر
سو اونٹ تھے پھر جب یوم الترویہ یعنی آٹھوین تاریخ منا کو چلے تو حج کا احرام کیا اور حضرت سوار ہوئے اور منا مین جا کر ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور صبح
کی نماز پڑھی پھر تھوڑا ٹھہرے کہ آفتاب نکلا اور حضرت کے حکم سے کملی کا خیمہ نمرہ مین کھڑا کیا گیا پھر حضرت روانہ ہوئے اور قریش کو شک نہ تھا کہ حضرت
وقوف کرینگے مزدلفہ مین مشعر الحرام کے نزدیک جیسے کفر مین قریش وہان وقوف کیا کرتے تھے سو حضرت وہان سے بڑھ چلے گئے یہانتک کہ عرفات مین پہنچے
تو خیمہ کو استادہ پایا نمرہ مین سو اوسمین اوترے یہانتک کہ آفتاب ڈھلا پھر بموجب حکم کے قصوا اونٹنی پر کجاوہ باندہا گیا سو حضرت سوار ہوئے یہانتک کہ
نالے کے اندر آئے پھر خطبہ پڑھا لوگون کے واسطے سو فرمایا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہین جیسے یہہ تمہارا دن اس تمہارے شہر مین اس تمہارے
مہینہ مین حرام ہے خبردار ہو کہ ہر چیز رسوم جاہلیت سے میرے پاؤن کے نیچے ڈالی گئی یعنی باطل ہو گئی اور جاہلیت کی خونریزیان معاف کی گئین یعنی اونکا دعوی
کرنا اب جائز نہین اور پہلا خون جو مین دباتا ہون اپنے خاندان کے خونون سے ابن ربیعہ یا ربیعہ بن عبد المطلب کا خون ہے جو شیر خوار تھا بنی سعد مین جسکو
ہذیل کی قوم نے قتل کیا تھا اور جاہلیت کا بیاج ڈالا گیا اور پہلا بیاج جسکو مین دباتا ہون اپنے خاندان سے عباس بن عبد المطلب کا بیاج ہے سو وہ سب کا سب
دبا ڈالا گیا پھر ڈرو اللہ سے عورتون کے مقدمہ مین تمنے اونکو لیا ہے اللہ کی امانت سے اور اونکی شرمگاہون کو حلال کر لیا ہے تمنے اللہ کے کلمہ یعنی حکم سے
اور تمہارا عورتون پر یہہ حق ہے کہ تمہارے بسترون کو نہ روندا وین اوس شخص سے جسکو تم نہین پسند کرتے یعنی زنا نکرین اور غیر کو اندر آنے نہ دین سو
اگر ایسا کرین تو اونکو مارو ایسی مار جو سخت اور زخمی اعضا نہو اور عورتون کا حق تم پر کھانا اور کپڑا ہے دستور کے موافق اور مین نے تم مین ایسی چیز چھوڑی
ہے کہ تم کبھی گمراہ نہ ہوگے بعد اسکے اگر تم اوسکو مضبوط پکڑے رہوگے وہ چیز کتاب اللہ ہے اور تم سے سوال کیا جاویگا میری پیام رسانی کا سو تم کیا کہوگے
لوگون نے کہا ہم گواہی دیتے ہین کہ آپنے تبلیغ احکام کی اور پیام ادا کیا اور خیر خواہی کی پھر حضرت نے شہادت کی اونگلی آسمان کیطرف اوٹھائی اور
لوگونکی طرف جھکائی اور فرمایا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا خداوندا گواہ رہنا پھر بلال نے بعد اس خطبے کے اذان دی اور اقامت کہی سو حضرت نے ظہر کی
نماز پڑھی پھر دوسری بار اقامت کہی سو حضرت نے عصر کی نماز پڑھی اور دونو فرضون کے درمیان مین کچھہ نماز نہین پڑھی یعنی سنت اور نفل کچھہ
نہ پڑھے پھر حضرت قصوا اونٹنی پر سوار ہوئے یہانتک کہ موقف مین یعنی ٹھہرنیکے مقام مین آئے سو اپنی اونٹنی قصوا کا پیٹ پتھرونکی طرف کو کیا اور جبل المشاۃ
اپنے سامنے کیا پھر حضرت قبلہ کیطرف متوجہ ہوئے اور برابر واقف رہے یہانتک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور تھوڑی زردی بھی جاتی رہی یہانتک کہ
کرہ آفتاب کا غائب ہو گیا اور سواونٹنی پر اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھلایا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے اور اونٹنی کی نکیل کی
رسی حضرت تانے ہوئے تھے یہانتک کہ اوسکا سر کجاوے کو لگ جاتا تھا اور حضرت داہنے ہاتھہ سے اشارہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو آہستہ چلو اے
لوگو آہستہ چلو تسکین سے چلو یعنی جلد بازی نیکو کاری نہین اور جب کوئی ٹیلا یا پہاڑی آتی تھی تو حضرت باگ کو تھوڑا ڈھیلا کر دیتے تھے تاکہ چڑھ جاوے
یہانتک کہ مزدلفہ مین پہنچے تو مغرب اور عشا کو جمع کیا ایک اذان اور دو اقامت سے اور درمیان مین نوافل کو نہ پڑھا پھر استراحت فرمائی یہانتک
کہ فجر نمودار ہوئی پھر نماز فجر کی پڑھی جب فجر ظاہر ہو گئی اذان اور اقامت سے پھر حضرت قصوا پر سوار ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام مین آئے
اور اوسپر چڑھ گئے اور متوجہ بقبلہ ہوئے سو حق تعالی کی تحمید اور تکبیر اور توحید کہتے فرماتے رہے یہان تک کہ خوب روز روشن ہو گیا پھر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے روانہ ہوئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور فضل بن عباس کو پیچھے بٹھلایا یہان تک کہ محسر مین آئے تو اونٹنی کو
تھوڑا تیز چلایا پھر حضرت وہ درمیان والی راہ چلے جو جمرۃ الکبری یعنی جمرۃ العقبہ تک پہنچتی ہے یہان تک کہ حضرت جمرۃ العقبہ تک پہنچے جو درخت
کے پاس ہے سو اوسکو سات کنکریان ماریں مانند سنگ ریزہ کے ہر کنکری کے ساتھہ اللہ اکبر کہتے تھے اور نالہ کے اندر سے رمی کی پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم وہان سے پھرے اور نحر کرنیکے مقام مین آئے سو اپنے دست مبارک سے ترسٹھہ اونٹ نحر کئے اور علی مرتضی کو حکم کیا سو باقی

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... عبد المطلب ... [illegible] ... پاس آئے اور

[illegible] ... عبد المطلب کی اولاد ... [illegible]

[illegible] ... عبد المطلب کی اولاد سے حضرت ... [illegible] ... مسلم نے اپنی

مین اور ابن ابی شیبہ اور نسائی اور عبد بن حمید ... [illegible] ... روایت کیا ... [illegible]

سنن ابی داود مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا نہین جو سلام کرے مجھکو مگر حق تعالیٰ میری روح کو میرے بدن

تک اینکہ مین اوسکے سلام کا جواب دیتا ہون ... [illegible] ... اس عالم کیطرف متوجہ ہوتے ہین سلام کے جواب دینے کو ... [illegible]

ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو درود پڑھیگا میری قبر کے پاس مین اوسکو سنتا ہون اور جو دور

سے پڑھتا ہے وہ مجھکو پہنچایا جاتا ہے یعنی فرشتے پہنچاتے ہین دارقطنی اور ابوبکر بزار نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے

میری قبر کی زیارت کی اوسکی شفاعت میرے اوپر واجب ہوگئی یعنی بالضرور ثابت ہوگئی بخبر صادق کے وعدہ صادقہ سے آور دارقطنی سے ... [illegible]

مُقری نے اپنی معجم مین اور طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین بسند متصل عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میرے پاس زیارت

کرنیکو آویگا اس طرح کہ اوسکا کچھ مطلب اور حاجت نہو سوا میری زیارت کے تو مجھپر یہہ لازم ہوگیا کہ مین اوسکا شفیع ہونگا قیامت کے دن اور حضرت کی زیارت

عام ہے حیات مین ہو یا بعد ممات کے چنانچہ اگلی حدیث مین مصرح ہے دارقطنی اور طبرانی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی میری وفات کے بعد تو گویا اوسنے میری زیارت کی میری حیات مین آور دارقطنی اور ابن عدی نے روایت

کی عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے حج کیا اور میری زیارت نکی تو اوسنے مجھپر ستم کیا اور حافظ ابن عساکر نے یہہ مضمون

انس بن مالک سے روایت کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکا کچھ عذر نہین جسکو وسعت ہو اور نہ آوے وہ میری امت سے اور میری زیارت

نکرے کذا فی المنح وتاریخ المدینۃ للسید السمہودی اور حافظ منذری نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم میرا بعد وفات کے

ویسا ہی ہے جیسا علم میرا حیات مین ہے آور ابن عدی اور ابو یعلی نے بروایت ثقات روایت کیا انس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا زندہ ہین اپنی قبور

مین نماز پڑھتے اور بیہقی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے قاضی عیاض نے شفا مین لکھا ہے کہ زیارت قبر سید المرسلین اجماعی سنت مسلمین ہے اور تاج الدین سبکی نے زیارت پر اجماع

کیا ہے قولا وفعلا کذا فی تاریخ المدینۃ جب اندک فضائل زیارت قبر مقدس سید المرسلین کے معلوم ہوئے تو دریافت کرنا چاہیے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک زیارت قبر شریف

کی افضل مستحبات اور اعظم وسائل نجات ہے بلکہ قریب ہے درجہ واجبات سے ... [illegible] ... اس واسطے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بمزید شفقت ہماری

واسطے کیسی کچھ ترغیب دلائی اور کیا کچھ مبالغہ اسمین فرمایا چنانچہ احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کذا فی شرح المختار ومنسک الطرابلسی اور مذہب محبت

زیارت محبوب رب العالمین کی فرض عین ہے علی الخصوص کہ معشوق عاشق نواز بمزید کرم سے اپنے مشتاقون کو بلاوے اور سرافرازی کا مژدہ سناوے اور

حاضر ہونیکی طلب فرماوے ولنعم ما قیل ... [illegible] ... از دوست یک اشارت وز ما بسر دویدن - بالجملہ جب بعد ادای حج کے دولت مصطفوی کا ارادہ کرے

تو ... [illegible] ... نیت کر ... [illegible] ... شوق ... [illegible] ... مدینہ طیبہ کیطرف روانہ ہو اور راہ مین کثرت درود کی کرے اور فراغت کے اوقات کو درود

... [illegible] ... پہنچے ... [illegible] ... جسکو حاضر ہونیکی اطلاع ہو رہی ہے پھر جب مدینہ منورہ کی آبادی اور درخت نظر پڑے

[illegible] ... کثرت کرے اور یہہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْهُ وِقَايَةً لِّيْ مِنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ

الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَارْزُقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَزَقْتَهٗ اَوْلِيَائَكَ

وَاَهْلَ طَاعَتِكَ وَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ اور مستحب ہے کہ قبل دخول ہونیکے غسل کرے اور نہو سکے تو وضو پر کفایت کرے

ہووے نہاوے اور خوشبو لگاوے اور اچھا صاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگاوے کہ یہہ ادب ہے تعظیم سے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور یہہ جو بعضے لوگ مدینہ شریفہ کو تیکہ سواریوں سے اوتر پڑتے ہیں اور پیدل چلتے ہیں تو اسکا کچھ مضایقہ نہیں اسواسطے کہ قوم عبد القیس جب مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت کو دیکھکر اونٹ پر سے کود پڑے تھے اور حضرت نے اسپر کچھ انکار نہیں فرمایا تھا اگرچہ اونکی سواریاں بعد غسل کرنے اور پوشاک بدلنے کے تبکہیں تمام خدمت میں حاضر ہوا تھا تعریف فرمائی کرمانی نے کہا کہ اگر باہر شہر کے غسل نہو سکا ہو تو اندر شہر کے غسل کرے اور اس سے پرہیز کرے جو بعضے جاہل سیا کپڑا نہیں پہنتے ہیں بمشابہت احرام پھر جب قبہ شریفہ نظر آوے تو اوسکی عظمت اور فضیلت کو دہیان کرے کہ یہہ وہ مکان پاک ہے جسکو حق تعالی نے اپنے حبیب مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے پسند فرمایا سو کمال شوق اور تعظیم سے درود پڑھے پھر جب مدینہ شریفہ میں داخل ہوتوں کہے بسم اللہ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ اور لازم ہے کہ کمال فروتنی اور عاجزی سے اس شہر معظم کی عزت کو دہیان کرتے ہوئے روتے ہوئے داخل ہوا اور یہہ تصور کرے کہ اس شہر کو کس ذات پاک کے رہنے سے شرف وجلالت حاصل ہے یہہ وہ مقام ہے کہ حق تعالی نے اپنے نبی کریم کا ہجرت گاہ ٹھہرایا اور یہہ مکان مہبط وحی اور اصل احکام اور بیخ اسلام اور منبع ایمان اور چشمۂ عرفان ہے فتح القدیر میں عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ تمام بلاد تلوار سے فتح ہوئے مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے اور چاہئے کہ اپنے دل کو محبت اور عظمت مصطفوی سے بہر لیوے اور وہان چلتے ہوئے یہہ تصور کرے کہ یہہ گذرگاہ جناب سرور عالم ہے شاید میرا قدم حضرت کے موضع قدم مبارک پر پڑجاوے اور لہذا امام مالک مدینہ میں سوار نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو حیا آتی ہے کہ میں وہان سوار ہوں جہان خود بدولت موجود ہوں پھر جب مسجد شریف میں داخل ہو تو وہ کرے جو دخول مساجد میں کرتے ہیں یعنی داہنا پانوں پہلے رکہے اور یوں کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور روضہ شریفہ کا اول قصد کرے مسجد شریف میں روضہ اوس مکان کا نام ہے جو منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہے حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ میری قبر اور منبر کے درمیان میں روضہ ہے ریاض جنت سے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے پھر دو رکعت تحیت المسجد اوس ستون کے آگے جسکے نیچے صندوق ہے پڑہے اسطرح کہ منبر کا عمود داہنے مونڈہے کے مقابل ہوا اور جو مقوس لکڑی کہ قبلہ مسجد میں ہے وہ دونوں آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہی مقام ہے حضرت کے کہڑے ہونے کا کذا فی فتح القدیر کرمانی اور صاحب اختیار نے کہا پھر بعد نماز کے سجدہ شکر کا کرے کہ یہہ دولت نصیب ہوئی اور اوسکی تمامی اور مقبولیت کی دعا کرے اور حق تعالی سے اوسکی مدد چاہے کہ حضور مصطفوی کی رعایت آداب میں کوئی ادب مجھسے فوت نہو پہر قبر شریف کیطرف متوجہ ہو عاجزی اور انکسار سے آنکہیں جھکائے متوجہ ہوا اور وہان کی آرایش اور زینت کیطرف نظر نہ ڈالے کہ ادب سے بعید ہے اور مسمار فضہ کے سامنے کہڑے ہوکر ... اسواسطے کہ حجرہ شریفہ کے گرد شباک نحاسی یعنی تانبے کی جالیان بن گئی ہیں مدت سے اور سابق میں موقف سلف جالیون کے اندر حجرہ شریفہ کے دیوار کے قریب تہا ولہذا مناسک قدیمہ میں مذکور ہے کہ دیوار سے چار ہاتھ یا تین ہاتھ ہٹ کر کہڑا ہو کذا فی تاریخ المدینة للسید السمہودی بالجملہ قبر شریف کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر زیارت کیواسطے کہڑا ہوا اور اکثر کتب فقہ میں مذکور ہے کہ زیارت کے وقت حضرت کے سر مبارک کے قریب قبلہ رو کہڑا ہو ابن ہمام محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ استقبال قبلہ فقیہ ابو اللیث کی روایت لائق اعتماد نہیں اسواسطے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سنت یہہ ہے کہ حضرت کی قبر کیطرف قبلہ کی سمت سے آوے اور پشت اپنی قبلہ کیطرف کرے اور حضرت کی قبر شریف کیطرف منہ کرے پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاته انتہی کلامه اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کا اور حاصل زیارت کیوقت ہو ادب بطور نماز کہڑا ہو کر صورت مقدسہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور کرے گویا حضرت لحد مبارک میں آرام فرماتے ہیں اور میرے حاضر ہونے کو جانتے ہیں اور میرا کلام سنتے ہیں اسواسطے کہ حضرت کی حیات اور سماعت حدیث میں منصوص ہے پھر کمال حیا اور ادب سے یوں عرض کرے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ تین بار اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلسَّلَامُ

سلام تمہیر اے نبی اور رحمت اللہ کی اور اوسکی برکتیں سلام تمپر اے رسول پروردگار عالم کے سلام تمپر

يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ اَلسَّلَامُ

اے بہترین سب خلق کے سلام تمہر اے سردار پیغمبروں کے اور ختم کرنیوالے نبیوں کے سلام تمپر اسے پیشوا پرہیزگاروں کے سلام

عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

تمپر اے پیشوا سفید ہاتھ پاؤں والوں کے سلام تمپر اے بھیجے ہوئے واسطے رحمت عالم کے لوگوں کے سلام تمپر اے سفارشی گنہگاروں کے سلام تمپر

يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّهَا الْهَادِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اے حبیب اللہ کے سلام تمپر اے پسند کئے ہوئے اللہ کے سلام تمپر اے برگزیدہ اللہ کے سلام تمپر اے راہ بتانیوالے سیدھی راہ کے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ وَصَفَهُ اللّٰهُ بِقَوْلِهٖ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ وَبِقَوْلِهٖ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ

سلام تمپر اے وہ کہ انکا وصف کیا اللہ نے اپنے اس قول سے کہ تم پیدا ہوئے بڑے خلق پر اور اس قول سے کہ ایمان والوں پر شفقت کرنیوالے مہربان سلام تمپر

يَا مَنْ سَبَّحَ الْحَصٰى فِيْ يَدَيْهِ وَحَنَّ الْجِذْعُ اِلَيْهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَمَرَنَا اللّٰهُ بِطَاعَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ اَلسَّلَامُ

اے وہ کہ تسبیح پڑھی کنکروں نے انکے ہاتھوں میں اور مشتاق ہو ستون چوبین انکی طرف سلام تمپر اے وہ کہ ہمکو حکم کیا خدا نے انکی طاعت کا اور درود و سلام پڑھنے کا اور نیز سلام

عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى ذُرِّيَّتِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَاَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَصْحَابِكَ

تمپر اور تمام انبیا اور مرسلین پر اور آپ کی اولاد پاک پر اور آپ کی بیبیوں پاک مسلمانوں کی ماؤں پر اور آپکے سارے صحابہ پر

اَجْمَعِيْنَ كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزٰى بِهٖ رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ اَشْهَدُ

بہت سا سلام ہمیشہ مدام کو جیسا کہ پسند کرے رب ہمارا اور خوش ہو آپکو خدا جزا دے خیر ہماری طرف سے بڑھکر اس سے کہ جزا دی ہو کسی رسول کو انکی امت کیطرف سے میں گواہی دیتا ہوں

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ اَشْهَدُ اَنَّكَ

کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے وہ اکیلا ہے اور کوئی اسکا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اسکے بندے اور رسول اور بہترین اسکی خلق کے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپنے

قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَاَقَمْتَ الْحُجَّةَ وَاَوْضَحْتَ الْمَحَجَّةَ وَجَاهَدْتَ

رسالت کو پہنچایا اور امانت کو ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی اور پوشیدہ بات کو واضح کیا اور حجت کو قائم کیا اور راہ کو واضح کیا اور مجاہدہ کیا آپنے

فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَقَاتَلْتَ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رُوْحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ

اللہ کے بارے میں حق اوسکی مجاہدہ کا اور آپ لڑے اللہ تعالےٰ کے دین کیطرف سے یہانتک کہ آپ کو وفات آئی پس رحمت کرے اللہ آپ کی روح اور آپکے بدن اور آپ کی قبر پر

اَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَزْكٰى وَاَنْمٰى صَلٰوةً دَائِمَةً اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ وَفْدُكَ وَزُوَّارُ قَبْرِكَ جِئْنَاكَ

افضل اور کامل تر اور زیادہ ستھری اور بہت بڑھیا ہمیشہ کو قیامت تک اے رسول اللہ کے ہم آپکے پاس آئے ہیں اور آپکی قبر کی زیارت کرنیوالے آئے ہیں

مِنْ بِلَادٍ شَاسِعَةٍ وَنَوَاحٍ بَعِيْدَةٍ قَاصِدِيْنَ قَضَاءَ حَقِّكَ وَالنَّظَرَ اِلٰى مَآثِرِكَ وَالتَّيَامُنَ بِزِيَارَتِكَ وَالْاِسْتِشْفَاعَ

بہت مسافت کے شہروں اور دور کے ملکوں سے قصد کرکے آپکے حق پورا کرنیکو اور دیکھنے کو آپکے نشانات اور برکت لینے کو آپکی زیارت سے اور سفارش چاہنے کو

بِكَ اِلٰى رَبِّنَا فَاِنَّ الْخَطَايَا قَدْ قَصَمَتْ ظُهُوْرَنَا وَالْاَوْزَارَ قَدْ اَثْقَلَتْ كَوَاهِلَنَا وَاَنْتَ الشَّافِعُ الْمُشَفَّعُ الْمَوْعُوْدُ

آپ سے اپنے رب کی طرف کہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہ ہمارے مونڈھوں پر بہت ہی بوجھل ہیں اور تم سفارش کرنیوالے شفاعت قبول کئے ہوئے ہو اور وعدہ کئے ہوئے ہو

بِالشَّفَاعَةِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ

سفارش کرنے اور مقام محمود کا اور اللہ تعالےٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اگر وہ لوگ جب برا کیا اپنا آپ آ تیرے پاس اور بخشواتے اللہ سے اور

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ ظَالِمِيْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِيْنَ لِذُنُوْبِنَا فَاشْفَعْ لَنَا

بخشواتا انکو رسول تو پاتے اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور ہم آئے ہیں برا کر کے اپنی جانوں کا بخشش چاہتے اپنے گناہوں کی پس سفارش کیجئے ہماری

إلى ربك واسأله أن يميتنا على سنتك وأن يحشرنا في زمرتك وأن يوردنا حوضك وأن يسقينا بكأسك

[illegible]

غير خزايا ولا نادمين الشفاعة الشفاعة يا رسول الله ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من

[illegible] سفارش کیجئے سفارش کیجئے اے رسول اللہ کے [illegible]

لدنك رحمة إنك أنت الوهاب ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في

اپنے پاس سے رحمت بیشک تو ہی بڑا دینے والا [illegible]

قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رءوف رحيم پھر سلام پہنچاوے اسکا جسنے حضور کو سلام کہا ہو السلام

[illegible] بیشک تو ہی شفقت کرنیوالا مہربان سلام

عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك إلى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين پھر درود پڑھے

[illegible]

جناب رسول کے چہرہ سے اپنی طرف بقدر ایک ہاتھ کے ہٹ کر ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے ہو اور یوں کہے السلام عليك يا خليفة

سلام تمپر اے نائب

رسول الله السلام عليك يا صاحب رسول الله في الغار السلام عليك يا رفيقه في الأسفار السلام عليك

رسول خدا کے سلام تمپر اے ساتھی رسول خدا کے اندر غار کے سلام تمپر اے ان کے رفیق سفروں میں سلام تمپر

يا أمينه في الأسرار جزاك الله أفضل ما جزى إماما عن أمة نبيه فلقد خلفته بأحسن خلف وسلكت

[illegible] بہتر نائب ہوکر اور تم نے

طريقه ومنهاجه خير مسلك قاتلت أهل الردة والبدع ومهدت الإسلام ووصلت الأرحام ولم تزل

[illegible] اچھا چلنا [illegible] اور تم ہمیشہ

قائما للحق وناصرا لأهله حتى أتاك اليقين فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته اللهم أمتنا على حبه ولا تخيب

[illegible] پس سلام آپ پر اور اللہ تعالی کی رحمت [illegible]

سعينا في زيارته برحمتك يا كريم پھر ایک ہاتھ پھر اپنی طرف کو ہٹ کر عمر فاروق کی قبر کے سامنے ہو اور کہے السلام عليك يا أمير المؤمنين

[illegible] اپنی رحمت سے اے کریم [illegible] سلام تمپر اے سردار مسلمانوں کے

السلام عليك يا مظهر الإسلام يا مكسر الأصنام جزاك الله عنا أفضل الجزاء ورضي عمن استخلفك فقد كفلت الأيتام ووصلت الأرحام

سلام تمپر اے ظاہر کرنیوالے اسلام کے اے توڑنیوالے بتوں کے [illegible]

وقوي بك الإسلام وكنت للمسلمين إماما مرضيا وهاديا مهديا جمعت شملهم وأغنيت فقيرهم وجبرت كسرهم فالسلام عليك ورحمة الله وبركاته

[illegible]

پھر بقدر بالشت پیچھے ہٹو اور شیخین کے درمیان میں کھڑے ہو کر کہو السلام عليكما يا ضجيعي رسول الله ورفيقيه ووزيريه ومشيريه والمعاونين له على القيام في الدين

[illegible]

القائمين بعده بمصالح المسلمين جزاكما الله أحسن جزاء جئناكما نتوسل بكما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ليشفع لنا [illegible]

[illegible]

سبحتنا وشفعتنا علی امته وثمیتنا علیہا وتحشرنا فی زمرته پھر اپنے واسطے اور والدین کے واسطے اور جسنے دعا کو کہا ہو اور جمیع مسلمین کے واسطے دعا کریں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور سابق کھڑا ہو اور یوں کہے اللھم انک قلت وقولک الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئناک سامعین قولک طائعین امرک مستشفعین الیک بنبیک اللھم ربنا اغفر لنا ولآبائنا ولامھاتنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین اور ان الفاظ زیارت میں اختیار ہے جا ہے بڑھا دیوے اور جا ہے گھٹا دیوے اور جس شخص کو اسقدر یاد نہیں تو اتنا کہنا کفایت ہے السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی صاحبیک ابی بکر الصدیق وعمر الفاروق اور بقدر توفیق جو دعا یاد ہو سو کرے پھر ابو لبابہ کے ستون کے پاس اوسے نزدیک آوے جو ستون منبر اور قبر شریف کے درمیان میں ہے سو وہاں دو رکعت نماز پڑھے اور توبہ کرے اور دعا مانگے پھر روضہ میں آوے جہاں بالفعل امام نماز پڑھاتا ہے سو جسقدر ہوسکے وہاں نفل نماز پڑھے اور دعا کرے اور تسبیح اور تہلیل اور استغفار کرے پھر منبر کے پاس آوے اور بہ نیت برکت اوس جگہ پر ہاتھ رکھے جسکو رمانہ کہتے ہیں جسپر حضرت خطبہ پڑھنے کے وقت دست مبارک رکھتے تھے پھر ستون حنانہ کے مقام کی زیارت کرے جو حضرت کے فراق میں رویا تھا اور قصہ اوسکا احادیث صحیحہ میں مشہور ہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ ایک رات مسجد نبوی میں بیدار رہے اور منبر اور قبر شریف کے پاس اور اوسکے مابین میں قرأت قرآن مجید اور ذکر اللہ اور دعا میں بسر کرے کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعض الفاظ زیارت تاریخ مدینہ سے منقول ہیں اور جبتک مدینہ طیبہ میں رہے مستحب ہے کہ جماعت کی نماز مسجد نبوی میں نہ فوت ہو کہ سوائے مسجد الحرام کے اور مساجد سے ہزار مرتبہ وہاں کی نماز افضل ہے پھر حضرت کی زیارت کے بعد قبرستان مدینہ کی زیارت مستحب ہے جسکو بقیع الغرقد کہتے ہیں حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ اس مقبرہ سے ستر ہزار بصورت قمر لیلۃ البدر اوٹھینگے اور جنت میں بلاحساب داخل ہونگے اور تاریخ مدینہ میں مذکور ہے کہ دس ہزار صحابی بقیع میں مدفون ہیں پھر جب بقیع میں داخل ہو تو یہ دعا کرے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد اللھم اغفر لنا ولھم اور بقیع کی قبور مشہورہ کی زیارت کرے چنانچہ قبہ اہل بیت میں غربی قبر ہے حضرت عباس عم رسول اللہ کی اور شرقی قبر ہے سبط اکبر امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی علیہم السلام اور امیر المومنین عثمان بن عفان کی زیارت کرے اور صفیہ عمہ رسول اللہ کی قبر اور فاطمہ بنت اسد علی مرتضی کی ماں کی قبر اور سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور قبہ ازواج مطہرات کی زیارت کرے اور عثمان بن مظعون اور عبد الرحمن بن عوف کی زیارت کرے اور امام مالک کی قبر کی زیارت کرے کہ یہ قبور مشہور ہیں اور بقیع میں فاطمہ زہرا علیہا السلام کی مسجد کی زیارت کرے جسکو بیت الاحزان کہتے ہیں اور وہاں نماز پڑھے اور ایک روایت یوں ہے کہ اونکی قبر بھی وہیں ہے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کو شہدائے احد کی زیارت کرے لیکن صبح کی نماز پڑھ کے جاوے تاکہ ظہر کی نماز مسجد شریف میں ملے فوت نہو اور ابتدا زیارت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے کرے اور یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اور آیۃ الکرسی اور سورہ قل ہو اللہ احد پڑھے کذا فی الاختیار شرح المختار اور کوہ جبل احد کی زیارت کرے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ احد پہاڑ ہے ہمکو چاہتا ہے اور ہم اوسکو چاہتے ہیں اور ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر کی قبر پر گذرے یعنی شہدائے احد میں پھر وہاں کھڑے ہوئے اور فرمایا

کر دین گواہی دیتا ہون کہ تم خدا کے نزدیک زندہ ہو سو جو لوگ زیارت کیا کرو اور جو کوئی سلام کیا کرو [illegible] اور اس ذات پاک کی جسکے
قابو مین میری جان ہے کہ جو اونکو سلام کرے گا اوسکو جواب دینگے قیامت کے دن تک کذا فی فتح القدیر اور مستحب ہے کہ شنبہ کے
روز مسجد قبا کو جاوے اسواسطے کہ صحیحین مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کرتے
تھے ہر شنبہ کے دن سوار اور پیدل اور اوسمین دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور نسائی مین سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسجد قبا کو گیا پھر اوس مین دو رکعت نماز پڑھی تو اوسکو عمرہ کی برابر ثواب ملیگا مسجد قبا اول مسجد ہے
جو اسلام مین تعمیر ہوئی اور اول اوسمین حضرت نے پتھر رکھا ہے پھر صدیق اکبر نے پھر عمر فاروق نے اور مستحب ہے کہ قبل دخول مسجد قبا
یہ دعا کرے یَا صَرِیْخَ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ وَیَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ وَیَا مُفَرِّجَ الْکَرْبِ عَنِ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّیْنَ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَاکْشِفْ عَنِّیْ کَرْبِیْ وَحُزْنِیْ کَمَا کَشَفْتَ عَنْ رَسُوْلِکَ کَرْبَهٗ وَحُزْنَهٗ فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ
یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا کَثِیْرَ الْمَعْرُوْفِ یَا دَائِمَ الْاِحْسَانِ پھر اوس کنوے پر آوے جسکو بیر اریس کہتے ہیں جسمین حضرت نے لعاب دہن مبارک
ڈالا [illegible] مسجد قبا کے قریب ہے وہان وضو کرے اور اوسکا پانی پئے پھر مسجد الفتح مین آوے جو خندق کے اوپر ہے اور اس
دعا کو پڑھے جو ابھی مذکور ہوئی اسیطرح جمیع مشاہد متبرکہ اور مساجد معظمہ مین جاوے جو شمار مین تیس ہین جنکو اہل مدینہ جانتے ہین اور
وہان سات کنوین مشہور ہین تلاش کر سکے [illegible] اوسکا پانی پئے باتباع سنت اور بہ نیت شفا کے کذا فی مناسک الکرمانی
و فتح القدیر اور جب رجوع وطن کا قصد کرے تو یہ مستحب ہے کہ رخصت ہونے کو قبر شریف مصطفوی کے پاس آوے اور جو دعا
کہ اول زیارت مین مذکور ہو چکی ہین اونکو اعادہ کرے پھر یون کہے وَدَّعْنَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غَیْرَ مُوَدِّعِیْنَ وَلَا سَاۤئِمِیْنَ
بِفُرْقَتِکَ وَنَحْنُ نَسْأَلُکَ اَنْ تَسْأَلَ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْ لَّا یَقْطَعَ اٰثَارَنَا مِنْ زِیَارَتِکَ وَاَنْ یُّبَارِکَ لَنَا فِیْمَا وَهَبَ لَنَا مِنَ الْاَ
دُخُوْلِ مِنَ النِّعَمِ وَاَنْ یَّرْزُقَنَا الشُّکْرَ عَلٰی ذٰلِکَ بِمَنِّهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ زِیَارَةِ قَبْرِ نَبِیِّکَ اَللّٰهُمَّ
فَاِنْ تَوَفَّیْتَنِیْ قَبْلَ ذٰلِکَ فَاِنِّیْ اَشْهَدُ فِیْ مَمَاتِیْ مِثْلَ مَا شَهِدْتُّ عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ
لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ
رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پھر مسجد کے اندر [illegible]
[illegible] دو رکعت نماز پڑھے اور دعا مانگے عافیت کرے اور مسجد سے نکلنے کے وقت پہلے بایان پاؤن بڑھاوے [illegible]
اور [illegible] غمناک اور متاسف ہو اور چند قطرات آنسو نکالے اسواسطے کہ فراق قبر سید المرسلین مین رونا علامت قبول [illegible]
پھر یون کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِیِّکَ وَحُطَّ اَوْزَارِیْ بِزِیَارَتِهٖ
فِیْ سَفَرِیْ هٰذَا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَیَسِّرْ رُجُوْعِیْ اِلَی اَهْلِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ پھر مساکین مصطفوی یعنی اہل مدینہ کو کچھ خیرات
[illegible] ہو سکے کہ اس خیرات کو مقبولیت اور سلامتی راہ مین اثر ہے پھر روانہ ہو سو اگر مدینہ سے [illegible]
تعلق ہووے تو ذو الحلیفہ سے احرام باندھے حج کا یا عمرہ کا اور حرمین کے درمیان مین مساجد متبرکہ [illegible]
[illegible] نماز پڑھے کذا فی مناسک الکرمانی پھر جب کہ اپنے وطن کے قریب پہنچے تو آگے سے اپنے لوگون کو اطلاع کرے [illegible]
رات کو گھر مین نہ جاوے کہ حدیث مین ممنوع ہے پھر جب اپنے شہر مین پہنچے تو مسجد مین دو رکعت نماز پڑھے پھر جب گھر مین جاوے
بھی دو رکعت نماز پڑھے اور حمد اور شکر بجا لاوے کہ یہ دولت نصیب ہوئی اور عافیت اور سلامتی سے اپنے اہل و عیال کے [illegible]
[illegible] لازم ہے کہ آخرت کو نہ بھولے اور معاصی سے پرہیز کرے [illegible]

آداب زیارت

بیدا ہو جاوے اور اپنے مولی کی عبادت پر سابق سے زیادہ تر مستعد ہو جاوے کہ حج مقبول کی یہی علامت ہے کہ آگے سے بہتر ہو جاوے کذا فی منسک القدیر ذالکرا اللہ تعالے ہمکو اور ہمارے احوال مسلمین کو حج مبرور اور زیارت مقبول اپنے کرم سے عنایت کرے اور جلدی دستگیری فرماوے آمین ثم آمین فائدہ جلیلہ یعنے آداب زیارت کے واسطے انتفاع مسلمین کے خلاصۃ الوفا تاریخ مدینہ منورہ سے مذکور ہوتے ہیں منجملہ آداب زیارت کے یہہ ہے کہ قبر شریف کی دیوار کو ہاتھ سے نہ چھوئے نہ چومے نہ وہان طواف کرے کہ طواف واسطے بیت اللہ کیلئے مخصوص ہوا اور پیٹ اور پیٹھ کو دیوار سے لگانا بھی مکروہ ہے بلکہ مقتضای ادب یہہ ہے کہ دور رہے جسقدر حضرت کی حیات میں اگر حاضر ہوتا تو دور رہتا یہی حق ہے اور اسی پر علما کا اجماع ہے اور جو یہہ سمجھے کہ چھونے اور چومنے میں محبت اور برکت زیادہ ہے تو یہہ اوسکی جہالت اور غفلت سے اسواسطے کہ برکت اور محبت پسندیدہ اوسمین ہے جو شرع شریف کے موافق اور قول علما کے مطابق ہے احیاء العلوم میں مصرح ہے کہ قبر کا چھونا اور چومنا یہود اور نصاری کی عادت ہے انس بن مالک صحابی نے ایک کو دیکھا کہ حضرت کی قبر شریف پر ہاتھ رکھے ہے تو اوسکو منع کیا اور کہا کہ یہہ امر حضرت کے زمانہ میں معروف نتھا اور آداب سے یہہ ہے کہ قبر شریف کے پاس جھک کر سلام نکرے کہ بدعت ہے اور اس سے زیادہ برا یہہ ہے کہ زمین کو چومے جاہل لوگ جانتے ہیں کہ یہہ تعظیم کا کام ہے حالانکہ یہہ غلط ہے علامہ عزالدین بن جماعہ نے کہا کہ مجکو جاہلوں سے تعجب نہیں آتا بلکہ بعضے علما سے مجکو تعجب آتا ہے جو اسکی خوبی کا فتوی دیتے ہیں جان بوجھ کر اور آداب سے یہہ ہے کہ قبر مقدس کو پشت نہ دے نہ نماز میں نہ غیر نماز میں اور نہ قبر کے سامنے نماز پڑھے ابن عبدالسلام نے کہا کہ جب نماز کا ارادہ کرے تو حجرہ شریفہ کو پیٹھ دیکر نہ کھڑا ہوا اور نہ نماز کے آگے کرے اور لازم ہے کہ قبر شریف کے ادب سے آنکہ نیچے کئے رہے اور بیہودہ گفتگو نکرے اور چلاکر نہ بولے اسواسطے کہ حضرت کا ادب بعد وفات کے اوسیطرح واجب ہے جیساکہ حیات میں اسواسطے کہ حیات اور ساعت حضرت کی حدیث میں مصرح ہے اور جب قبر شریف کی طرف ہو کر نکلے اگرچہ خارج مسجد کیطرف سے نکلے تو لائق ہے کہ کھڑا ہو جاوے اور سلام عرض کرے امام مالک کا یہہ مذہب ہے کہ اہل مدینہ کو لازم نہیں کہ جب مسجد میں آویں تو سلام کریں لیکن مسافروں کو لازم ہے اور باقی مذاہب ثلثہ میں ہر شخص کو سلام کرنا لازم ہے ہربار بطور استحباب کے اسواسطے کہ خیر کی کثرت بھی خیر ہے مجدالدین صاحب قاموس نے لکھا کہ حجرہ شریفہ کا دیکھنا عبادت ہے بقیاس رؤیت کعبہ کے اور مسجد سے باہر قبہ شریفہ کو نہایت تعظیم اور محبت سے دیکھتا رہے اور آداب سے یہہ ہے کہ قیام مدینہ کی مدت میں درود کی کثرت کرے اور روزے رکھے اور مسجد شریف کی نماز جماعت پر حریص رہے اور اعتکاف کرے اور ایک رات مسجد میں رہے اور قرآن ختم کرے اور مستحب ہے کہ بعد سلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر روز بقیع میں جایا کرے امام نووی نے لکھا علی الخصوص جمعہ کے دن اور آداب سے یہہ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت رکھے خصوصا علما اور صالحین اور سادات اور مسجد کے خادمین سے علی حسب المراتب یہانتک کہ عوام اور وہان کے غلام جنمین کوئی فضیلت نہیں وہ بھی واجب الاحترام ہیں بسبب ہمسایگی خیر الانام کے علیہ الصلوۃ والسلام اگرچہ وہان کے عوام تارک السنت اور مرتکب بدعت ہوں لیکن شرف سکونت مدینہ اور ہمسایگی حضرت بلاشبہ اونکو ثابت ہے بہر صورت ہمارے تئین واجب التعظیم ہیں امید ہے کہ خاتمہ اونکا بخیر ہو اور قرب ظاہری قرب باطنی میں تاثیر کرے ؎ فَيَا سَاكِنِي أَكْنَافِ طَيْبَةَ كُلُّكُمْ ✦ إِلَى الْقَلْبِ مِنْ أَجْلِ الْحَبِيبِ حَبِيبُ کذا فی تاریخ السید السمہودی ہم جیسے اہل مدینہ واجب التعظیم ہیں ویسے ہی اہل مکہ لازم التکریم ہیں اسواسطے کہ اہل مدینہ ہمسایہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل مکہ ہمسایہ بیت اللہ ہیں تو محبت اور تعظیم اہل حرمین شریفین انسان ایمانی کی نور العینین ہے

خاتمۃ الطبع

احقر العباد محمد احسن صدیقی عرض کرتا ہے کہ نہ میری زبان کو قوت نہ قلم کو طاقت کہ شکر منعم حقیقی کا کہوں یا لکھوں جس نے محض اپنے کرم و فضل سے اس کتاب عالی جناب کو میری تصحیم اور تکمیل اور تحشیہ سے اتمام کو پہنچایا اور رہویں دن اس سے فراغت پائیکا شہر اللہ المحرم رجب المرجب ۱۲۹۰ ہجری میں دکھلایا میں نے حتے المقدور اسکی تصحیح میں بہت خون جگر کہایا ہے اگر اسپر بھی کہیں غلطی ناظرین ملاحظہ فرماویں تو بمقتضائے علوہمتی اصلاح فرماکر اس عاجز کو دعائے خیر سے یاد کریں ❁ بپوش گر خطائی رسی و طعنہ مزن کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود ❁ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَتَابِعِيْهِ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

اشتہار

اس کتاب کے حقوق بموجب قانون بستم ۱۸۴۷ء کے محفوظ کر لئے گئے ہیں کوئی صاحب بدون اجازت تحریری احقر البریہ کے قصد طبع نفرمائیں

التماس

جس جلد پر مہر طغرائی احقر ناظرین نپائیں اوسکو مسروق تصور کرکے قصد خریدا نفرمائیں ❁

تنبیہ

واسطے سند اثبات کے کہ یہ کتاب مطبوع مطبع صدیقی ہے سطر عنوان پر ح بتضمن مادۂ تاریخ لکہی گئی ❁